بعون صانع بیچون ومکان فضل خلاق زمین وآسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع ثانی فتاوی معتمدہ مذہب امام اعظم مستند علماء عرب وعجم مفید خاص وعام ذریعۂ رستگاری

جلد دوم غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو در المختار

جسکا ترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم نے ... کیا تصحیح وتکمیل بتحفظ حق تصنیف افضل العلماء جناب محمد احسن صدیقی

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وشفيع المذنبين سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين

كتاب النكاح

ليس لنا عبادة شرعت من عهد آدم عليه السلام الى الآن ثم تستمر في الجنة الا النكاح والايمان یہ کتاب ہے مسائل نکاح میں نہیں کوئی ایسی عبادت ہم مسلمانوں کے واسطے جو مشروع رہی ہو زمانہ آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت میں دائمی ہے بجز نکاح اور ایمان کے یعنی نکاح اور ایمان دائمی عبادت ہیں اور نہیں منسوخ کو گنجائش نہیں نکاح کو بعد حج کے اس واسطے بیان کیا کہ دونوں میں مال کی حاجت ہے هو عند الفقهاء عقد يفيد ملك المتعة اى حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحها مانع شرعي فخرج الذكر والخنثى المشكل لجواز ذكورته والوثنية والمحارم والجنية وانسان الماء لاختلاف الجنس واجاز الحسن نكاح الجنية بشهود قليله نکاح نزدیک فقہا کے عقد مخصوص کا نام ہے یعنی ایسی بندش ایجاب اور قبول کی جو مفید ہو ملک تمتع کی یعنی حلال ہو نفع لینا مرد کا اوس عورت سے کہ نہیں روکتا اوسکے نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا ناجنس ہونا تو عورت کی قید سے مرد اور خنثے مشکل جسکا مرد یا عورت ہونا ثابت نہیں نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہو اور مانع شرعی کی قید سے مشرک بت پرست اور محارم عورتیں نکل گئیں اور جنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا کہ جنس کا اختلاف ہے اور جائز کہا ہے حسن بصری رح نے نکاح جنیہ کا گواہوں سے کذا فی الفتح قصدا اخرج ما يفيد الحل ضمنا كشراء امة للتسري یعنی بالقصد تمتع کا فایدہ بخشے اوسکا نام نکاح ہے نکل گیا اس قید سے جو مفید ہو حلت کا ضمنا جیسے خرید کرنا لونڈی کا حرم بنانے کے واسطے یعنی وطی کے لیے تو یہاں اگرچہ بنیت وطی کے خرید ہوئی لیکن خرید سے مقصود اصلی ملکیت ہے اور وطی کرنا ضمنا ثابت ہے تو اس حلت ضمنی کا شرعا بین نکاح نام نہیں وهو عند اهل الاصول واللغة حقيقة في الوطي مجاز في العقد فحيث جاء في الكتاب والسنة مجردا عن القرائن يراد الوطي كما في ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم فحرم مزنية الاب على الابن بخلاف حتى تنكح زوجا غيره لاسناده اليها والمقصود منها العقد لا الوطي الا مجازا اور نکاح نزدیک علماء اصول اور لغت عربی کے حقیقت ہے یعنی جماع میں اور مجاز ہے عقد میں تو جہاں آوے لفظ نکاح کا قرآن اور حدیث میں خالی قراین سے تو وہاں جماع مراد ہوگا یعنی اس واسطے کہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر جیسا کہ اس آیت شریف میں ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم یعنی نہ جماع کرو تم جنکو تمہارے باپوں نے جماع کیا جماع

عام ہے حلال ہو یا حرام تو جس سے باپ نے زنا کیا وہ بیٹے پر حرام ٹھہری بخلاف اس آیت کے کہ حتی تنکح زوجا غیرہ یعنی عورت مطلقہ ثلاثہ شوہر
اول کو حلال نہیں تا وقتی کہ وہ نکاح کرے شوہر سے جو غیر ہے اول شوہر کا اس آیت میں نکاح سے جماع مراد نہیں بسبب نسبت کرنے نکاح کے طرف عورت
کے یعنی اسناد نکاح کی عورت کی طرف یہ قرینہ ہے کہ یہاں معنی حقیقی مراد نہیں اسواسطے کہ جماع کرنا عورت سے متصور نہیں کیونکہ عورت مفعول ہے نہ
فاعل اور ممکن اوس سے عقد ہے نہ جماع کرنا مگر یہ باعتبار مجاز کے کوئی شبہہ نہ کرے کہ مطلقہ ثلثہ شوہر اول پر جب حلال ہے کہ شوہر ثانی اوس سے جماع
کرے اور اس آیت سے فقط نکاح کافی معلوم ہوتا ہے سو اسطے کہ مشروط ہونا جماع کا حدیث عسیلہ سے ثابت ہے نہ اس آیت سے ویکون واجبا
عند التوقان فان تیقن الزنا الا بہ فرض نہایۃ وهذا اذا ملک المهر والنفقة والا فلا اثم بترکہ بدائع اور ہوتا ہے نکاح واجب وقت غلبہ شہوۃ کے
پس اگر یقین ہو جاوے زنا کا بدون نکاح کے تو نکاح فرض ہے کذا فی النہایہ اور یہ وجوب اور فرضیت اوسوقت ہے کہ مالک ہو مہر دینے اور نفقہ ساتھ
پر اور اگر مہر اور نفقہ کا مقدور نہیں تو اوسکے ترک سے گناہ نہیں کذا فی البدائع ویکون سنۃ مؤکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصینا
او ولدا حال الاعتدال ای القدرۃ علی وطی ومہر ونفقۃ ورجح فی النہر وجوبہ لثبوت المواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ اور ہوتا ہے نکاح سنت مؤکدہ
بنا بر مذہب اصح کے تو گنہگار ہوگا اوسکے ترک سے اور ثواب پاویگا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی نکاح سنت ہے حالت اعتدال میں یعنی جو قادر ہو
جماع اور مہر اور نفقہ پر اور اگر قادر نہو یا زنا اور جور اور ترک فرائض اور سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہیں سو اوسکا نکاح بھی سنت مؤکدہ نہیں
کذا فی حاشیۃ المدنی اور ترجیح دی نہر الفائق میں نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو بسبب ثابت ہونے مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اور ثابت ہونے انکار کے اوسپر جو نکاح سے اعراض کرے صحیحین میں وارد ہے حضرت نے فرمایا کہ میں نکاح کرتا ہوں عورتوں سے جو میری
سنت کی رغبت نہ کرے وہ میرے طریق پر نہیں لیکن یہ حدیث وجوب پر دلیل نہیں ہو سکتی جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہے اسواسطے کہ انکار اس
حدیث میں تارک نکاح پر نہیں بلکہ بے رغبت پر ہے اور واجب وہ ہے جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ومکروها لخوف الجور فان تیقنہ حرم
اور نکاح مکروہ ہے بسبب خوف ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اوسوقت نکاح حرام ہے محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم
سادس نکاح کو ترک کیا یعنی نکاح مباح کو نکاح مباح اوسوقت ہوتا ہے جب خوف عجز کا ہو ادای حقوق سے کذا فی المجتبے وندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ
اور مستحب ہے نکاح کو ظاہر کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا جامع ترمذی میں حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشہور کرو نکاح کو مسجدوں میں اور دف بجاؤ تو معلوم ہوا کہ اعلان نشان نکاح ہے اور اخفا علامت زنا ہے وکونہ فی مسجد
یوم الجمعۃ بعاقد رشید وشہود عدول والاستدانۃ لہ والنظر الیہا قبلہ اور مستحب ہے ہونا نکاح کا مسجد میں اسواسطے کہ حدیث میں حکم ہے اور نکاح
از قسم عبادت ہے مستحب ہے جمعہ کے دن ہو اسطرح عاقد ہوشیار اور متقی گواہوں کے تاکہ کوئی شرط نکاح کی فوت نہو اور صحت نکاح بالاتفاق ہو
اسواسطے کہ گواہوں کی عدالت امام شافعی کے نزدیک شرط ہے اور مستحب ہے قرض لینا نکاح کے واسطے یعنی تو انگر بھی قرض لے اسواسطے کہ حق تعالی
اوسکے ادا کا ضامن ہے کذا فی البحر اور مستحب ہے نظر کرلینا عورت کی طرف نکاح سے پہلے تاکہ الفت ہو اور اگر نہ دیکھیگا تو شاید افسوس کرے سوا ہی
چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے اور بدن نہ دیکھے اور دیکھنا بھی اوسوقت درست ہے جب ظن غالب سے اسے نکاح کر دینے کی ہو تو خواہ کو ب وغیرہ
کو عالم یا امیر کی بیٹی اس نیت سے دیکھنا درست نہیں کہ ظاہر میں نکاح ہونا متصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ودونہا سنا وحسبا وعزا ومالا
اور مستحب ہے ہونا عورت کا کمتر شوہر سے عمر میں اور حسب میں اور عزت میں اور مال میں جیسے فضائل آبائی کا نام ہے کذا فی القاموس جیسے
علما اور سلاطین اور حاتم اور رستم کی اولاد اور اگر عورت مالدار ہوگی تو شوہر اوسکی نظر میں ذلیل ہوگا وفوقہ خلقا وادبا وورعا وجمالا اور مستحب ہے

عورت کے تمام بدن کی طرف یا اوس عضو کی طرف جو بجای کل بدن بولا جاتا ہے جیسے پشت اور شکم بنا بر اشبہ مذہب کے کذا فی الذخیرۃ اور
ترجیح وہی ہے فقہا نے طلاق مین برخلاف اسکے یعنی یون کہا ہے کہ اگر کوئی مرد کہے کہ مین نے اپنی عورت کی پشت یا شکم کو طلاق دی تو بروایت
اصح طلاق نہین واقع ہوتی تو احتیاج پڑی اظہار فرق کی کہ کیا وجہ کہ اضافت پشت اور شکم سے نکاح تو صحیح ہوا اور طلاق نہ پڑی و اذا وصل
الایجاب بالتسمیۃ للمہر کان من تمامہ ای الایجاب فلو قبل الآخر قبلہ لم یصح لتوقف اول الکلام علی آخرہ لو فیہ ما یغیرہ اور جب ملا یا ایجاب کو تسمیہ مہر
کے ساتھ تو ہوگا مہر تمامی ایجاب سے سو اگر قبول کیا دوسرے نے تسمیہ مہر سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا واسطے موقوف ہونے اول کلام کے اپنے آخر پر اگر
آخر کلام مین وہ مضمون ہو جو مخالف ہو اول کلام کے مثلاً عورت نے مرد سے کہا کہ مین نے نکاح کیا تیرے ساتھ ہزار درہم پر اور مرد نے قبول کر لیا مہر کے
نام لینے سے پہلے تو نکاح صحیح نہوگا و شرط الایجاب و القبول اتحاد المجلس لو حاضرین و ان طال کمخیرۃ اور شرط ایجاب اور قبول سے
مجلس کا متحد ہونا ہے اگر دونون حاضر ہون اگرچہ مجلس دراز ہو تو اگر عورت نے ایجاب کیا اور مرد نے دوسری مجلس مین قبول کیا تو نکاح نہوگا
کیونکہ مجلس ایک نہ رہی اور اگر کوئی غائب ہے اور اوس نے خط مین ایجاب لکھا ہو تو اتحاد مجلس شرط نہین ایجاب اور قبول مین اتحاد مجلس ایسا شرط ہے
جیسے عورت مخیرہ مین شرط ہے مخیرہ سے وہ عورت مراد ہے جسکے شوہر نے اوس سے کہا کہ تو اپنی ذات کو اختیار کر یعنی اگر تیرا جی چاہے تو تو طلاق
لے لے تو وہ اختیار مجلس کا حکم تک مقید ہے مجلس بدلی اختیار گیا و ان لا یخالف الایجاب القبول کقبلت النکاح لا المہر اور شرط ایجاب کا
قبول سے یہ ہے کہ ایجاب قبول کے مخالف نہو جیسے کہ مرد نے کہا کہ مین نے نکاح کو قبول کیا مہر کو نہین مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ ہزار درہم پر نکاح
کیا عورت نے جواب دیا کہ مین نے نکاح قبول کیا مہر نہین تو نکاح خالی ہوا مہر مسمی سے تو مہر مثل ہوگا حالانکہ مہر مثل اور مہر مسمی باہم مغائر ہین تو ایجاب مخالف
ہوا قبول کے لہذا عقد صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ثم ان صح بحط [illegible] ہان صحیح ہے مہر کا کم کرنا عورت کی طرف سے مثلاً مرد نے کہا کہ مین نے ہزار درہم مہر
پر تجھ سے نکاح کیا عورت نے کہا کہ مین نے پانچ سو درہم مہر پر نکاح قبول کیا گویا یہ مطلب ہوا کہ ہزار درہم کا مہر قبول کیا اور اوس مین سے پانچ سو کم کر دو اسلئے
صورت مین مرد کو کمی مہر قبول کرنا شرط نہین اس واسطے کہ یہ اسقاط اور ابرا ہے کزیادتہ فیشترط قبولہا فی المجلس مہر کا کم کرنا ایسا صحیح ہے جیسے وہ زیادتی مہر کی
صحیح ہے جسکو عورت نے اوسی مجلس مین قبول کر لیا مثلاً عورت نے کہا کہ مین نے ہزار درہم مہر پر نکاح کیا مرد نے کہا مین نے دو ہزار درہم مہر کو قبول کیا
تو صحیح ہے بشرطیکہ عورت نے دو ہزار کو اوسی مجلس مین قبول کر لیا ہو و ان لا یکون مضافا و لا معلقا کما سیجیء اور شرائط ایجاب اور قبول سے یہ ہے کہ
نکاح مضاف نہو زمان مستقبل کی طرف جیسے کوئی کہے کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا کل کے دن یا کہا مین نے قبول کیا دن کا کل اور شرط یہ ہے کہ نکاح معلق
شرط پر نہو جیسے کسی نے کہا کہ مین نے تیرے ساتھ نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا چنانچہ اسکا ذکر آوے گا و لا المنکوحۃ مجہولۃ اور شرائط ایجاب اور
قبول سے یہ ہے کہ منکوحہ نامعلوم نہو جیسے ایک شخص کی دو بیٹیاں ہین اور اوس نے ایک بیٹی کا نکاح بے نام لیے کر دیا تو نکاح صحیح نہوگا بسبب جہالت
کے و لا یشترط العلم بمعنی الایجاب و القبول فیما یستوی فیہ الجد و الہزل اذ لا یحتاج الی نیۃ بہ یفتی اور نہین شرط ہے وقت ایجاب اور قبول کے
معنی کی اوس عقد مین جسمین قصد کرنا اور نہ کرنا یکسان ہے اس واسطے کہ اوس عقد مین نیت کی احتیاج نہین اسی پر فتوی ہے [illegible] فقہا کو اختلاف
ہے بعضون نے کہا کہ عاقدین کو ایجاب اور قبول کے معنون کا علم ضرور ہے کذا فی الدرر اور بعضون نے کہا علم ضرور نہین [illegible] علم ضرور ہے کذا فی [illegible]
اور عمادیہ مین روایت ہے کہ کوئی عقد بدون علم معنی کے صحیح نہین اور بعضون نے کہا سب صحیح ہین علم ہو یا نہو اور بعضون نے کہا جو عقد ایسا ہو کہ جسمین
قصد کرنا اور نہ کرنا دونون برابر ہون جیسے طلاق اور نکاح اور عتاق تو اوسمین علم ضرور نہین اس واسطے کہ علم سے غرض تصدیق کرنا ہے اور حالانکہ اوسمین
قصد اور غیر قصد دونون برابر ہین مثلاً اگر کوئی ہزل سے نکاح کرے یا طلاق دے تو صحیح ہوگا اگرچہ اوسکا قصد متعلق نہین اسی قول کو شارح نے

بھما ای بالابنین ان ادعی القریب یا زوجین مین فقط ایک ہی کے دو بیٹے گواہ ہون اگرچہ نکاح نہین ثابت ہوگا دونون بیٹون کی گواہی سے اگر بیٹون والا مدعی ہوگا یعنی فقط عورت کے دو بیٹے ہون یا فقط مرد کے دو بیٹے ہون تو انکی بھی گواہی سے نکاح صحیح ہوجائیگا لیکن اگر عورت کے دو بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا اور مرد نکاح کا منکر ہوا اور عورت نکاح کی مدعی ہوئی تو اوسکے بیٹون کی گواہی سے قاضی کے روبرو اوسکا دعوی ثابت نہوگا اور اس صورت مین اگر مرد مدعی ہوگا تو عورت کے بیٹونکی گواہی سے اوسکا دعوی ثابت ہوجائیگا اور اسیطرح اگر مرد کے بیٹون کی گواہی سے نکاح ہوا تھا تو مرد کا دعوی ثابت نہوگا اور عورت کا دعوی ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ فرع کی گواہی سے اصل کا نفع ثابت نہین ہوتا البتہ ضرر ثابت ہوتا ہے کما صح نکاح مسلم ذمیۃ عند ذمیین ولو مخالفین لہا وان لم یثبت النکاح بھما مع انکارہ جیسے کہ صحیح ہے نکاح مسلمان مرد کا ذمی عورت سے دو ذمیون کے نزدیک گو دونون ذمی عورت کے دین کے مخالف ہون یعنی اگرچہ عورت نصرانیہ ہو تو گواہ یہودی ہون یا بالعکس اگرچہ نہ ثابت ہوگا نکاح ذمیونکی گواہی سے مسلمان کے منکر ہونے کے وقت یعنی اگر مسلمان ذمیہ کے نکاح کا انکار کریگا اور عورت مدعی ہوگی تو ذمیون کی گواہی سے دعوی اوسکا ثابت نہوگا اسواسطے کہ کافر کی گواہی مسلمان کے ضرر پر درست نہین والاصل عندنا ان کل من ملک قبول النکاح بولایۃ نفسہ انعقد بحضرتہ اور قاعدہ کلیہ ہمارے حنفیون کے نزدیک صحت شہادت مین یہہ ہے کہ جو شخص مالک ہو سکتا ہے قبول نکاح کا اپنی ذات کی ولایت سے اوسکے روبرو نکاح بھی منعقد ہوگا مثلاً فاسق اور ذمی کو قبول نکاح کا اختیار ہے تو اونکا گواہ ہونا بھی درست ہے بخلاف صبی اور عبد اور مجنون کے کہ انکو اپنی ذات کا اختیار نہین تو انکی گواہی بھی درست نہین امر الاب رجلا ان یزوج صغیرتہ فزوجہا عند رجل وامرأتین والحال ان الاب حاضر صح لانہ یجعل عاقدا حکما امر کیا باپ نے کسی مرد کو کہ نکاح کردے اوسکی صغیرہ کا پھر نکاح کردیا اوس وکیل نے روبرو ایک مرد کے یا دو عورتون کے اور حالانکہ باپ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ باپ کو اس صورت مین عاقد قرار دیا جائیگا حکماً یعنے جب باپ موجود ہوا اوسی مجلس مین تو اوس مرد کی وکالت کی کچھ حاجت نرہی تو اس صورت مین باپ تو گویا خود عاقد ہوا اور وکیل اور دوسرا مرد یا دو عورتین شاہد نکاح کی ہوگئین تو بلا تامل نکاح صحیح ہوگا والا لا اور اگر باپ مجلس نکاح مین حاضر نہین اور وکیل نے ایک مرد یا دو عورتون کے روبرو نکاح باندھا تو نکاح صحیح نہوگا اسواسطے کہ وکیل تو عاقد ٹھہرا تو گواہ ہوا ایک مرد یا دو عورتین حالانکہ ایک مرد یا دو عورتون کی گواہی سے نکاح نہین ہوتا ولو زوج ابنتہ البالغۃ العاقلۃ بمحضر شاہد واحد جاز ان کانت ابنتہ حاضرۃ لانہا تجعل عاقدۃ والا لا اور اگر نکاح کردیا باپ نے اپنی جوان عاقل بیٹی کا ایک شاہد کے سامنے تو نکاح جائز ہوگا اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد مین موجود ہو اسواسطے کہ بیٹی عاقد قرار دیجائیگی اور باپ اور دوسرا مرد شاہد ہوجائینگے اور اگر اوسکی بیٹی مجلس عقد مین حاضر نہوگی تو نکاح درست نہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد ہے شاہد نہین تو ایک شاہد سے نکاح نہوگا والاصل ان الامر متی حضر جعل مباشرا اور اصل قاعدہ مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ امر کرنیوالا جب موجود ہوگا تو وہی مباشر اور عاقد قرار دیا جاویگا اور شخص مامور سفیر محض ہوجائیگا پھر جب مامور عاقد نٹھہرا تو شاہد ہوسکیگا۔ ثم انما تقبل شہادۃ المامور اذا لم یذکر انہ عقد لئلا یشہد علی فعل نفسہ پھر شہادت مامور کی اوسی صورت مین مقبول ہوگی جبتک وہ آپ کو عاقد نکہے تاکہ نہ لازم آوے گواہی دینا اپنی ذات کے فعل پر یعنی جب مامور نے آپ کو عاقد کہا تو اوس وقت مین اوسکی گواہی نہ درست ہوگی اسواسطے کہ خود اپنے فعل کی گواہی دینا جائز نہین ولو زوج المولی عبدہ البالغ بمحضر واحد لم یجز علی الظاہر اور اگر نکاح کردیا مالک نے اپنے بالغ غلام کا اوسی غلام اور ایک شاہد کے سامنے تو نکاح نہ جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ بدون اجازت مالک کے غلام کو عاقد ہونیکی لیاقت نہین کہ مالک کو دوسرا شاہد قرار دیجیے ولو اذن لہ فعقد بحضرۃ مولاہ ورجل جاز والفرق لا یخفی اور اگر اجازت دی مالک نے اپنے غلام کو نکاح کرلینے کی پھر غلام نے منعقد کیا مالک اور ایک مرد کے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ غلام مالک کے حکم سے اس صورت مین عاقد ہوا اور مالک اور دوسرا مرد شاہد ہوگئے تو نکاح صحیح ہوگیا اور فرق دونون صورتون مین

ظاہر ہے چنانچہ بیان فرق مفصل ہو چکا ولو قال رجل لآخر زوجتني ابنتك فقال الآخر زوجت او قال نعم مجيبا له لم يكن نكاحا ما لم يقل الموجب
بعد قبلت لان زوجتني استخبار وليس بعقد اور اگر کہا ایک مرد نے دوسرے سے کہ تو نے میرا نکاح کر دیا اپنی بیٹی سے سو دوسرے نے کہا مین نے نکاح
کر دیا یا جواب مین فقط ہان کہا تو یہ نکاح نہوگا جبتک ایجاب کرنے والا اوسکے بعد یون نہ کہے کہ مین نے قبول کیا اسواسطے کہ لفظ زوجتني کا استخبار اور
استفہام ہے اور عقد نہین سابق مین ہو چکا کہ بل یطلبہا اور بطلبت سے مجلس نکاح مین نکاح صحیح ہوتا ہے قبلت کہنے کی حاجت نہین تو یہان کیون
نہ صحیح ہوا اور حالانکہ استفہام دونون صورتون مین ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ وہان مجلس نکاح کے قرینہ سے استفہام باقی نرہا بخلاف یہان کے کذا
فی حاشیۃ المدنی بخلاف زوجنی فانہ توکیل برخلاف اسکے اگر مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دے اور اوسنے کہا کہ
مین نے نکاح کر دیا تو بعد اسکے قبلت کہنے کی حاجت نہین عقد کامل ہو گیا اسواسطے کہ لفظ زوجنی کا توکیل ہے یعنی جب مرد نے بیٹی کے باپ سے کہا
کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے تو اوسنے اوسکو اپنے نکاح کا وکیل کر دیا تو اب زوجت کہنا قائم مقام ایجاب و قبول کے ہو گیا اسواسطے کہ نکاح مین ایک شخص متولی طرفین کا ہو سکتا ہے بخلاف
بیع کے چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہے غلط وکیلہا بالنکاح فی اسم ابیہا بغیر حضورہا لم یصح للجہالۃ عورت کے نکاح کا وکیل چوک گیا عورت کے باپ کے نام مین بدون
حاضر ہوئی عورت کے تو نکاح صحیح نہوگا بسبب عدم امتیاز کے یعنی زید کی بیٹی کو بھولکر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہان موجود نہین تو نکاح نہوگا اور اگر عورت وہان موجود ہو تو وکیل کا
چوکنا ضرر نکاح مین نہین کرتا کہ اوسکو موجود ہونے اور اوسی کیطرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہو وکذا لو غلط فی اسم ابنتہ الا اذا کانت حاضرۃ واشار الیہا فیصح
اور اسیطرح اگر چوک گیا مرد اپنی بیٹی کے نام مین نکاح کرنے کے وقت تو نکاح صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد مین حاضر ہو اور اوسکی طرف اشارہ کرکے
کہ اسکا مین نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا نام کی غلطی اس صورت مین مضر نہین اسواسطے کہ اشارہ قوی تر ہے نام سے ولو لہ بنتان اراد تزویج الکبری فغلط فسماہا
باسم الصغری صح للصغری خانیہ اور اگر ایک مرد کی دو بیٹیان ہون اور اوسنے بڑی بیٹی کے نکاح کر دینے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لے گیا
تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح ہو جائیگا کذا فی النہایہ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسیکی منکوحہ ہو یا زوج کی محرم ہو تو اس صورت مین نہ چھوٹی کا نکاح
صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اسواسطے صحیح نہوگا کہ محل نکاح نہین اور بڑی کا اسواسطے نہین کہ اوسکا نام مذکور نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو بعث مرید النکاح
اقواما للخطبۃ فزوجہا الاب او الولی بحضرتہم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شہودا بہ یفتی فتح اور اگر بھیجا نکاح کے ارادہ کرنے والے نے چند قوم کو
منگنی کے واسطے سو نکاح کر دیا باپ نے یا اور ولی نے اونکے حضور مین تو نکاح صحیح ہوگا تو فقط ایک بولنے والا خاطب قرار دیا جائیگا اور باقی لوگ شاہد ہو جائینگے
اسی روایت پر فتوی ہے کذا فی فتح القدیر فرع ۶۹ مسائل تحفہ شارح کے قال زوجنی ابنتك علی ان امرہا بیدك لم یکن لہ الامر لانہ تفویض قبل النکاح
ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح اپنی بیٹی سے کر دے اس شرط پر کہ اوسکی طلاق تیرے ہاتھ مین رہے تو اس صورت مین باپ کو طلاق کا اختیار نہوگا اور
نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ یہ طلاق کی تفویض ہے نکاح سے پہلے اور حالانکہ یہ صحیح نہین وکلہ بان یزوجہ فلانۃ بکذا فزاد الوکیل فی المہر لم ینفذ
وکیل کیا ایک مرد نے دوسرے کو کہ اوسکا نکاح فلانی عورت سے کر دے اتنے درم پر مثلاً ہزار درم پر سو زیادہ کر دیا مہر وکیل نے مثلاً دو ہزار کا مہر مقرر کر دیا تو یہ
نکاح نافذ نہوگا موکل چاہے تو زیادتی مہر کی قبول کرے اور نکاح کو صحیح کر دے اور چاہے نمانے تو نکاح باطل ہو جاوے ولو لم یعلم حتی دخل بہا بقی الخیار بین
اجازتہ وفسخہ ولہا الاقل من المسمی ومہر المثل لان الموقوف کالفاسد پھر اگر موکل کو زیادتی مہر کا علم نہوا یہان تک کہ عورت کی قربت کی تو بھی باقی رہیگا
اختیار زوج کو نکاح کے صحیح رکھنے مین اور باطل کر دینے مین سو اگر صحیح رکھیگا تو مہر مسمی قبول کریگا اور اگر فسخ کریگا تو عورت کو کمتر مہر مسمی اور مہر مثل سے ملیگا
یعنی مہر مسمی زوج پر واجب ہوگا اگر مہر مسمی مہر مثل سے کم ہوگا اور مہر مثل واجب ہوگا اگر مہر مثل مسمی سے کم ہوگا اسواسطے کہ نکاح غیر نافذ جسکو نکاح موقوف
کہتے ہین نکاح فاسد کے برابر ہے تو نکاح فاسد کا حکم نکاح موقوف مین جاری ہوگا اور نکاح فاسد کا یہی حکم ہے کہ اوسمین کمتر مہر ملتا ہے تزوج بشہادۃ اللہ

ورسوله لم يجز بل قيل يكفر ١٢ نکاح کیا کسی شخص نے خدا اور رسول کی گواہی سے تو نکاح درست نہوگا بلکہ بعضوں نے یعنی ابو القاسم صفار نے اوسکے کفر کا فتوی دیا ہے کفر اوسکا دو دلیلون سے منقول ہے اول یہہ کہ اوسنے حرام کو حلال جانا اسواسطے کہ اللہ اور اوسکے رسول نے نکاح کی گواہی آدمیون پر مخصوص کی ہے اسکے سوا اور کی گواہی کا حکم نہین دیا اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب اوسنے رسول کو گواہ قرار دیا تو رسول کو علم غیب ثابت کیا اور حالانکہ علم غیب حق تعالی کو خاص ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی

فصل في المحرمات

اس فصل مین بیان ہی محرمات کا یعنی وہ عورتین جنکا نکاح مرد کو شرع مین درست نہین اَسْبَابُ التَّحْرِيمِ انواعٌ اسباب تحریم کے چند قسم ہین یعنی نو ہین قرابة پہلا سبب حرمت کا قرابت ہے یعنی نسبی سات عورتین حرام ہین ماں۔ بیٹی۔ بہن۔ عمہ۔ خالہ۔ بھتیجی۔ بھانجی مُصَاهَرَةٌ دوسری حرمت سسرالی رشتہ سے جیسے خوشدامن اور مدخولہ کی لڑکیان اور بہو رضاع تیسری حرمت شیر خوارگی کی جیسے دایہ اور اوسکی لڑکیان جمع چوتھی حرمت اجتماع کرنے سے جیسے دو بہنون کو یا عورت اور اوسکی عمہ یا خالہ کو نکاح مین جمع کرنا مِلْكٌ پانچوین حرمت ملکیت کے سبب سے جیسے مالک کا نکاح اپنی لونڈی سے یا بی بی کا نکاح اپنے غلام سے شرك چھٹی حرمت مشرک ہونے سے جیسے مجوسیہ اور بت پرست سے نکاح کرنا ادخال امة على حرة ساتوین حرمت بی بی پر لونڈی لانا یعنی زوجہ حرہ کے ہوتے لونڈی سے نکاح کرنا فهي سبعة ذكرها المصنف بهذا الترتيب یہہ سات سبب حرمت کے مصنف نے اسی ترتیب سے ذکر کیے وبقي التطليق ثلثا وتعلق حق الغير بنكاح او عدة ذكرهما في الرجعة باقی رہا تین بار کی طلاق دینا اور حرمت بسبب تعلق ہونے حق غیر کے نکاح سے یا عدت سے یعنی مطلقہ ثلثہ بھی حرام ہے اور غیر کی منکوحہ اور معتدہ بھی حرام ہے ان دو سببون کو مصنف نے فصل رجعت مین مذکور کیا تو نو سبب حرمت کے ہوگئے اور محشیون نے اکیس سبب حرمت کے شمار کیے ہین جیسے لعان اور خنثی مشکل اور جنیہ اور دریائی انسان مترجم نے خوف تطویل سے سبکا شمار کرنا ضرور نجانا اسواسطے کہ اگر عاقل آدمی کتاب النکاح مین غور کرے تو جابجا سے سب معلوم ہوسکتے ہین حَرُمَ على المتزوج ذكرا كان او انثى نكاح اصله وفرعه علا او نزل حرام ہے نکاح کرنے والے پر مرد ہو یا عورت نکاح کرنا اپنی جڑ کا اور شاخ کا اگرچہ جڑ نہایت اونچی ہو جیسے ماں اور باپ دادا دادی پردادا پردادی سردادا سردادی اور نانا نانی پرنانا پرنانی سرنانا سرنانی اور شاخ بھی حرام ہے اگرچہ نہایت نیچی ہو جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پروتا پروتی اور ناتی نانی پرناتی پرنانی وعلی ہذا القیاس وبنت اخيه اور حرام ہے اپنی بھتیجی سگی بھائی کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی واخته اور حرام ہے اپنی بہن سگی ہو یا سوتیلی یا اخیافی وبنتها اور حرام ہے اپنی بھانجی سگی بہن کی بیٹی ہو یا سوتیلی کی ولو من زنا اگرچہ یہہ سب رشتہ زنا سے ہون تو بھی حرام ہین یعنی اصل اور فرع اور بھتیجی اور بہن اور بھانجی ہر طرح سے حرام ہین یہ رشتے نکاح سے ہون یا زنا سے وعمته اور اپنی پھوپی حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے وخالته اور اپنی خالہ حرام ہے نکاح سے ہو یا زنا سے شارح اگر قید زنا کی محرمات نسبیہ کے آخر مین لگاتا تو نہایت مناسب تھا کہ سب کو حکم شامل ہو جاتا فهذه السبعة مذكورة في اية حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ سو یہ ساتون رشتے محرمات کے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ کی آیت مین مذکور ہین وَيَدْخُلُ عمة جده وجدته وخالتهما الاشقاء وغيرهن اور داخل ہے عمہ اور خالہ کی حرمت مین دادا اور دادی کی عمہ اور اون دونون کی خالہ سوای اصل اور فرع کے باقی رشتہ برابر ہین حرمت مین سگی ہون یا سوتیلی یا اخیافی چنانچہ اوسکا بیان ترجمہ مین مفصل ہو چکا واما عمة عمة امه وخالة خالة ابيه فحلال اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ حلال ہے اسواسطے کہ مادری عمہ کا باپ دادی کا زوج ہے تو مادری عمہ کی عمہ دادی کے زوج کی بہن ہوئی اور چونکہ زوج الام کی بہن حرام نہین تو زوج الجدہ کی بہن بطریق اولی نہ حرام ہوگی اور اگر عمہ سگی یا سوتیلی ہے تو عمہ کی عمہ حرام ہے اسواسطے کہ عمہ یہان عبارت ہے باپ کی بہن سے تو عمہ کی عمہ دادا کی بہن ہوئی تو جیسے باپ کی بہن حرام ہے ویسے ہی دادا کی بہن حرام ہے اور سوتیلی خالہ کی خالہ اسواسطے حلال ہوئی کہ سوتیلی خالہ کی ماں سگی نانی نہین بلکہ نانا کی زوجہ ہے تو اوسکی بہن سالی ہوئی نانا کی اور نانا کی بھی سالی نانی کے

فصل في المحرمات

١٢

حرام نہین اور اوسکی خالہ یا مادری خالہ ہے تو اس صورت مین حنفیہ کی خالہ حلال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر عن المحیط
طحطاوی نے کہا شارح کا یون کہنا مناسب تھا او امہ اخیہ لاتہم تا کہ جار مجرور مضاف الیہ کا صفت ہوتا اور مدعا واضح ہوجاتا
کبنت عمۃ وعمہ وخالۃ وخالتہ لقولہ تعالی واحل لکم ما وراء ذلکم یعنی چچا اور عمہ کی بیٹی اور ماموں اور خالہ کی بیٹی بھی حلال ہے بموجب اس قول حق تعالی
کے کہ حلال کردیا گیا تمہین سوای اسکے اول حق تعالی نے محرمات کو ذکر فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ سوای ان محرمات کے سب عورتین حلال ہین اور چونکہ عمہ اور
خالہ کی بیٹیان اور مادری عمہ کی عمہ اور سوتیلی خالہ کی خالہ محرمات مذکورہ مین داخل نہین تو انکی حلت ثابت ہوگئی وحرم بالمصاہرۃ بنت زوجتہ
الموطوءۃ اور حرام ہے بسبب سسرالی رشتہ کے اپنی زوجہ مدخولہ کی بیٹی یعنی ربیبہ اور اگر عورت سے نکاح کیا اور بدون جماع اوسکو طلاق دی تو اوسکے
بیٹی سے نکاح درست ہے وام زوجتہ وجداتہا مطلقا بمجرد العقد الصحیح وان لم توطأ الزوجۃ اور حرام ہے اپنی زوجہ کی ماں اور دادیان نانیان
ہر طرح سے سگی ہون یا سوتیلی حرمت ثابت ہوتی ہے بمجرد نکاح صحیح کے اگرچہ زوجہ سے جماع نہ کیا ہو نکاح صحیح کی اسواسطے قید دی کہ بمجرد نکاح فاسد سے خوشدامن
حرام نہین ہوتی جبتک جماع یا مساس وغیرہ نہوا ہو لما تقرر ان وطی الامہات یحرم البنات ونکاح البنات یحرم الامہات حرمت ربیبہ کا مقید ہونا
جماع زوجہ پر اور خوشدامن کی حرمت بلاقید ہو اسواسطے ہے کہ ثابت ہوچکا ہے شرع مین کہ ماؤن کا جماع بیٹیون کو حرام کردیتا ہے اور فقط بیٹیون کا نکاح
بدون جماع کے حرام کردیتا ہے ماؤن کو چنانچہ کلام مجید مین یہ دونون صورتین صاف مصرح ہین ویدخل بنات الربیبۃ والربیب اور داخل ہے ربیبہ
کی حرمت مین ربیبہ اور ربیب کی بیٹیون کی حرمت وفی الکشاف اللمس ونحوہ کالدخول عند ابی حنیفۃ واقرہ المصنف اور تفسیر کشاف مین
ہے کہ مساس وغیرہ شہوت سے قائم مقام دخول کے ہے نزدیک ابی حنیفہ رحمہ اللہ کے تو فقط مساس سے بھی حرمت ربیبہ کی امام اعظم رح کے نزدیک ثابت
ہوگی اور اوسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین مسلم رکھا ہے وزوجۃ اصلہ اور حرام ہے اپنی اصل کی زوجہ یعنی جن عورتون سے باپ دادا نے
نکاح صحیح کیا وہ حرام ہین جماع اون سے کیا ہو یا نہ کیا ہو وفرعہ مطلقا ولو بعیدا دخل بہا اولا اور حرام ہے مطلقا اپنی شاخ کی زوجہ یعنی اولاد کی
اگرچہ شاخ بعید ہو جیسے پوتا اور ناتی اولاد نے اپنی زوجات سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو یعنی بیٹی اور پوتے کی زوجہ اور باپ اور دادی پر حرام ہے جماع
یہان مشروط نہین فقط نکاح صحیح چاہیے اما بنت زوجۃ ابیہ او ابنہ فحلال اور اپنی اور اپنے باپ کی زوجہ کی بیٹی یعنی سوتیلی ماں کی لڑکی جو باپ کے
نطفہ سے نہین اور اپنے فرزند کی زوجہ کی بیٹی جو فرزند کے نطفہ سے نہین سو حلال ہے اسواسطے کہ دونون مین خون کا میل نہین وحرم الکل مما مر تحریمہ
نسبا ومصاہرۃ رضاعا الا ما استثنی فی بابہ اور حرام ہین سب رشتے جنکی تحریم نسبا اور مصاہرۃ مذکور ہوچکی شیرخوارگی سے مگر جنکی حلت رضاعت
سے مستثنی ہے چنانچہ اوسکی تفصیل آگے آویگی رضاعی ماں اور بہن اور رضاعی دادی نانی اور رضاعی بھتیجی بھانجی حرام ہین خلاصہ یہ کہ دایہ کی سب
قرابت والی شیرخوار پر حرام ہین اور شیرخوار کی طرف سے زوجین اور فروع دایہ وغیرہ پر حرام ہین چنانچہ یہ قاعدہ حرمت کا اس بیت مین موجود ہے
بیت از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند ۔ وز جانب شیرخوار زوجان و فروع ۔ فروع تقع کثیرا چند فروع متعلق محرمات شارح مذکور کرتا ہے
جنکے جواب دینے مین خطا کا احتمال ہے طلق امرأتہ تطلیقتین ولہا منہ لبن فاعتدت فنکحت صغیرا فارضعتہ فحرمت علیہ
فنکحت آخر فدخل بہا فابانہا فہل تحل للاول الجواب لا تحل للاول ابدا لصیرورتہا حلیلۃ ابنہ رضاعا ایک مرد ہے جسنے اپنی زوجہ کو دو بار
طلاق دی اور زوجہ شیردار ہے اسی مرد کے نطفے سے بعد عدت کے بعد اوسنے نکاح کیا کسی شیرخوار لڑکے سے اور اوسنے اوسکو دودھ پلایا تو حرام ہوگئی
اوسپر پھر اوسنے اور مرد سے نکاح کیا تو اوسنے عورت سے جماع کیا پھر اوسنے اوسکو طلاق بائن دی سو یہ عورت کیا پھر نکاح کرسکتی ہے پہلے شوہر سے ایک
طلاق سے یا تین طلاقون سے یعنی شوہر اول دوبار طلاق دیچکا تھا اور دوسرے نکاح مین شوہر اول کو ایک باقیماندہ طلاق کا اختیار ہوگا یا تینون طلاق کا

مالک ہوگا جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ یہہ عورت کبھی نہین پہر سکتی شوہر اول کی طرف اسواسطے کہ وہ زوجہ ہوگئی مرد کے رضاعی بیٹے کی اور یہہ کبھی حلال نہین ہوسکتی اشتری امة ابیه لاتحل له ان علم انه وطیها خریدی اپنی باپ کی لونڈی تو ولد کو اوسکی وطی حلال نہین اگر اوسکو معلوم ہو کہ باپ نے اوس سے وطی کی تزوج بکرا فوجدها ثیبا وقالت ابوک فضنی ان صدقها بانت بلا مہر والا لا نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اوسکو باکرہ نپایا پہر اوسنے پوچھا کہ کسنے تیرا ازالہ بکارت کیا اوسنے جواب دیا کہ تیرے باپ نے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکا نکاح ٹوٹ گیا بدون مہر کے یعنی مہر نپاویگی شوہر پر واجب ہو قصور عورت کا تہا کہ اوسنے اول کیون نظاہر کیا اور اگر شوہر نے عورت کی تصدیق نکی تو نکاح نہ ٹوٹیگا چاہیے اوسکو کہ چاہے چہوڑدے وحرم ایضا بالصہریة اصل مزنیته اور یہہ بھی حرام ہے سسرالی رشتہ سے عورت مزنیہ کی اصل یعنی جس عورت سے زنا کیا تو اوسکی مان اور دادی اور نانی مرد پر حرام ہین اراد بالزنا الوطی الحرام مصنف نے زنا سے حرام جماع مراد کہا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی منکوحہ اور جاریہ مشترکہ اور زوجہ حائضہ اور نفساکے جماع سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوتی ہے تو اعتبار جماع کا ٹہہرا حلال ہو یا حرام یہہ حرمت فقط زنا پر مخصوص نہوئی واصل ممسوسة بشهوة ولو لشعر علی الراس بحائل لا یمنع الحرارة اور حرام ہے اصل اوس عورت کی جسکو شہوت سے مساس کیا اگرچہ سر کے لپٹے ہوے بالون کو مساس کیا ہو اور اگرچہ ایسا باریک کپڑا درمیان مین حائل ہو کہ گرمی بدن کی وصول کی مانع نہو تو معلوم ہوا کہ لٹکے بالون کا مساس حرمت کا سبب نہین اور اسیطرح گاڑہے کپڑے کا حائل ہونا جو بدن کی گرمی معلوم ہونے کا مانع ہے ممسوسہ کی اصل کو حرام نہین کرتا واصل ماسته وناظرة الی ذکره والمنظور الی فرجها المدور الداخل ولو نظره من زجاج ومن ماء هی فیه اور حرام ہے اصل اوس عورت کی جسنے مرد کو شہوت سے چہو لیا یا مرد کے آلہ تناسل کو شہوت سے دیکھ لیا اور اوس عورت کی اصل حرام ہے جسکی گول شرمگاہ اندروالی کو مرد نے شہوت سے دیکہا گو شیشے سے دیکہا ہو یا اوس پانی سے دیکہا ہو جسکے اندر عورت داخل ہے سو اگر عورت کی شرمگاہ آئینہ مین دیکہی یا عورت حوض پر بیٹہی ہو اور اوسکی شرمگاہ پانی سے نظر پڑی یا ظاہری شرمگاہ دیکہی یا باطنی نہ دیکہی تو اوسکی اصول اور فروع کی حرمت ثابت نہین ہوتی وفروعهن مطلقا اور فروع ان محرمات مذکورہ کے حرام ہین مطلقا یعنی جیسے عورت مزنیہ اور ممسوسہ اور ماسہ اور ناظرہ اور منظورہ کی اصول حرام ہین ویسے فروع بھی حرام ہین اصول پدری اور مادری اگرچہ عالی ہون اور فروع پسری اور دختری اگرچہ سافل ہون والعبرة للشهوة عند المس والنظر لا بعدهما اور اعتبار شہوت کا مساس کرنے اور نظر کرنے کے وقت کا ہے نہ بعد کا یعنی مساس اور نظر کے وقت اگر شہوت ہوگی تو حرمت مذکورہ ثابت ہوگی اور اگر بعد مساس کرنے اور بعد نظر پڑنے کے شہوت ہوئی تو اوسکا کچھ اعتبار نہین وحدها فیهما تحرک آلته او زیادته یفتی اور مقدار شہوت کے مساس اور نظر مین یہہ ہے کہ آلہ تناسل جنبش مین آوے یا نظر اور مساس کرنے سے جنبش سابق سے زیادہ ہوجاوے اگر سابق سے کچھہ شہوت تھی اسی روایت پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق وفی امرأة ونحو شیخ کبیر تحرک القلب او زیادته اور مقدار شہوت کی عورت اور پیرمرد مین یہہ ہے کہ دل مین جنبش اور خواہش ہو یا اول کی خواہش سابق سے زیادہ ہوجاوے شیخ کے مانند مین عنین اور مجبوب اور مقطوع الذکر داخل ہوگئے وفی الجوهرة لا یشترط فی النظر الفرج تحرک آلته به یفتی اور جوہرہ مین یہہ روایت ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے نظر کرنے مین جنبش آلہ تناسل کی شرط نہین اسی پر فتوی ہے هذا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمة به یفتی ابن کمال وغیره یہہ حرمت مساس اور نظر کی اوسوقت تک ہے جبتک انزال نہین ہوا اور اگر انزال ہوگیا مساس اور نظر کرنے کے ساتھ تو حرمت ثابت نہین اسی پر فتوی دیا ہے ابن کمال وغیرہ نے عدم انزال سبب حرمت کا اسواسطے ہوا کہ جبتک انزال نہین ہوا تو جماع کی خواہش ہے اسواسطے اوسکو قائم مقام جماع کردیا بخلاف انزال کے کہ اوسوقت مطلق خواہش جماع کی نہین ہوتی پہر کیونکر جماع کے قائم مقام ہو کذا فی حاشیة المدنی نقلا عن الاتقانی وفی الخلاصة وطی اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته اور خلاصہ مین یہہ ہے جماع اپنی زوجہ کی بہن کا اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام نہین کردیتا یعنی مصاہرت کی حرمت

سوای فروع اور اصول کے اور کہین ثابت نہین ہوتی چنانچہ زوجہ کی بہن کے جماع سے زوجہ حرام نہوگی لیکن اگر وطی بالشبہہ ہوئی تو زوجہ کی بہن
پر عدت بیٹھنا واجب ہے اور عدت تک زوجہ کے جماع سے پرہیز لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تحرم المنظور الی فرجہا الداخل من مرآۃ او ماء
لان المرئی مثالہ بالانعکاس لا ھو حرام نہین اصول اور فروع اوس عورت کی جسکی شرمگاہ نہانی پر نظر پڑی آئینہ سے یا پانی سے اسواسطے کہ شرمگاہ
کی مثال نظر پڑی انعکاس سے نہ خود شرمگاہ اور اسیطرح تصور اور خیال کرنے سے حرمت ثابت نہین ہوتی ھذا اذا کانت حیۃ او مشتہاۃ ولو ماضیا
اما غیرہا یعنی المیتۃ وصغیرۃ لم تشتہ فلا تثبت الحرمۃ بہا اصلا کوطی دبر مطلقا یہ حرمت مصاہرۃ کی زنا اور مساس اور نظر
سے جب ہے کہ عورت زندہ لائق شہوت کے ہو اگرچہ زمانہ ماضی مین لائق شہوت کے تھی اور اب نہو جیسے بڈہی بیکل اور اگر سوا اسکے ہو یعنی عورت
مردہ ہو یا نو برس سے چھوٹی ہو تو اوسکے جماع اور مساس اور نظر شرمگاہ سے ہرگز حرمت ثابت نہین ہوتی چنانچہ عورت یا مرد کے اغلام سے مطلق حرمت
مصاہرت نہین اگر کوئی سوال کرے کہ یہ عجیب بات ہے کہ فقط مساس سے اصول اور فروع کی حرمت تو ثابت ہو اور عورت کے اغلام سے نہو حالانکہ اغلام مین
بھی مساس کامل موجود ہے اوسکا جواب بحر الرائق مین یون دیا ہے کہ واقع مین علت حرمت کی وہ جماع ہے جس سے لڑکا پیدا ہو اور مساس وغیرہ سے
اسواسطے حرمت ثابت ہوئی کہ اس جماع خاص کا سبب ہے اور اغلام مین اسکا مطلق احتمال نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکما لو افضاہا لعدم تیقن
کونہ فی الفرج مالم تحبل منہ اور اسیطرح اگر مرد نے اوس عورت سے جماع کیا جسکے قبل اور دبر پردہ پھٹ کر ایک ہوگئی حرمت مصاہرت کی ثابت نہین ہوتی
اسواسطے کہ تیقن نہین اس بات کا کہ جماع قبل مین واقع ہو یعنی جب دونون مقام مل گئے تو کیونکر یقین کامل ہو کہ دخول فقط قبل مین ہوا دبر مین نہوا
اس صورت مین حرمت اوسوقت ہوگی جب عورت اوس سے حاملہ ہوجاے اسواسطے کہ حمل قبل سے ہوتا ہے نہ دبر سے بلا فرق بین زنا و نکاح
یعنی میت اور صغیرہ کے جماع سے حرمت ثابت نہین ہمین زنا اور نکاح کا کچھ فرق نہین فلو تزوج صغیرۃ لا تشتہی فدخل بہا وطلقہا وانقضت عدتہا
وتزوجت بآخر جاز لہ ای للاول التزوج ببنتہا لعدم الاشتہاء سو اگر نکاح کیا ایک مرد نے صغیرہ سے جو لائق شہوت کے نہین پھر اوس سے
صحبت کی پھر اوسکو طلاق دی اور اوسکی عدت گذر گئی اور اوس عورت نے بعد مشتہاۃ ہونے کے نکاح کیا اور شخص سے
تو جائز ہے پہلے شوہر کو کہ اوس عورت کی بیٹی سے نکاح کرے اسواسطے کہ شوہر اول کے پاس لائق شہوت کے نتھی اور حرمت مصاہرت کی بدون
اشتہا کے ثابت نہین ہوتی لیکن اس عورت کی ماں شوہر اول پر بلاشبہہ حرام ہے اسواسطے کہ نکاح بنات محرم ہے امہات کا وکذا تشترط الشہوۃ فی الذکر
فلو جامع غیر مراہق زوجۃ ابیہ لم تحرم فتح اور اسیطرح حرمت مصاہرت مین شرط ہے کہ شہوت ہو مرد مین بھی سو اگر جماع کیا باپ کی زوجہ سے لڑکے نے
جو قریب البلوغ نہین تو باپ کی زوجہ باپ پر حرام نہوگی کذا فی فتح القدیر یعنی بسبب عدم شہوت کے ہونہ ٹھہرے گی کہ باپ پر حرام ہوجاے ولا فرق فیما
ذکر بین اللمس والنظر بشہوۃ بین عمد ونسیان وخطاء واکراہ اور مسائل مذکورہ مین کچھ فرق نہین مساس اور شہوت کی نظر سے درمیان قصد
کرنے اور بھول جانے اور چوکنے اور زبردستی کے یعنی ہر صورت سے مصاہرت کی حرمت ثابت ہوجاتی ہے اور نسیان اور خطا اور اکراہ یہان سب
برابر ہین فلو ایقظ زوجتہ لیجامعہا فوصلت یدہ الی بنت منہا المشتہاۃ او ایقظتہ ہی لیجامعہا فوصلت یدہا الی ابنہ حرمت الام ابدا فتح سو اگر جگایا اپنی زوجہ کو یا جگایا زوجہ نے
شوہر کو قربت کے لیے پھر لگ گیا مرد کا ہاتھ زوجہ کی جوان بیٹی کو بیٹی اس مرد سے ہو یا غیر سے یا لگ گیا زوجہ کا ہاتھ شوہر کے بیٹے سے اوسی عورت سے
بیٹا ہو یا اور سے تو ماں ہمیشہ کو حرام باپ پر ہوجاے گی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ جب شہوت سے مساس ہوا تو عمد اور خطا دونون برابر ہین قبل ام
امرأتہ فی ای موضع کان علی الصحیح جوہرۃ حرمت علیہ امرأتہ مالم یظہر عدم الشہوۃ ولو علی الفم کما فہمہ فی الذخیرۃ بوسہ لیا اپنی زوجہ کی ماں کا کسی جگہ
کا بوسہ ہو بنابر مذہب صحیح کے کذا فی الجوہرۃ حرام ہوجائیگی اوسپر زوجہ اوسکی جبتک شہوت نہونا ظاہر نہو گو بوسہ منہ پر لیا ہو چنانچہ ذخیرہ مین اوسکا مصنف

یون ہی سمجھا ہے اور اگر خوشدامن کے بوسہ لینے کے وقت شہوت ظاہر نہوگی تو زوجہ حرام نہوگی اگرچہ منہ پر بوسہ لیا ہو محشیون نے لکھا ہے کہ یہ جو
عموم تقبیل کا شارح نے جوہرہ سے نقل کیا ہے اسمین شارح چوک گیا اسواسطے کہ جوہرہ مین عموم مذکور نہین اگرچہ عموم اور معتبر کتابون مین مثل بحر الرائق وغیرہ
کے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی المس لا تحرم مالم تعلم الشہوۃ لان الاصل فی التقبیل الشہوۃ بخلاف اللمس اور خوشدامن کے مساس کرنے مین
مرد پر زوجہ حرام نہین ہوتی جبتک نہ یقین کرے شہوت کا اور اگر شہوت کا یقین ہوگا تو خوشدامن کی مساس سے زوجہ حرام ہوگی تقبیل مین شہوت شرط
نہوئی اور مساس مین ہوئی اسواسطے کہ اصل تقبیل مین شہوت ہے یعنی بوسہ لینا کم شہوت سے خالی ہوتا ہے بخلاف مساس کے کہ اکثر شہوت سے خالی ہوتا ہے
والمعانقۃ کالتقبیل ح کذا القرص والعض بشہوۃ ولو لاجنبیۃ وتکفی الشہوۃ من احدہما اور باہم گلے لگنا مثل بوسہ لینے کے ہے یعنی معانقہ مین بھی
اصل شہوت ہے تو اس سے بھی حرمت ثابت ہوگی جبتک عدم شہوت ظاہر نہو اور اسیطرح ہے شہوت سے چٹکی لینا اور دانت سے کاٹنا اگرچہ اجنبی عورت سے
ہو یعنی اگر اجنبی عورت کا بوسہ لیا یا اوسکو گلے لگایا یا اوسکے چٹکی لی یا دانت سے کاٹا تو اوسکی بیٹی مرد پر حرام ہوجائیگی اور اگر ان امور کیساتھ شہوت مطلق نہوگی تو حرمت ثابت نہوگی
اور کفایت کرتی ہے شہوت ان امور مین دو مین سے ایک کی یعنی ان امور مین عورت مرد دونون کو شہوت ہونا ضرور نہین ایک کو بھی اگر شہوت ہوگی
تو حرمت ثابت ہوجائیگی ومراہق ومجنون وسکران کبالغ نہر زادیہ اور ان امور مین قریب البلوغ اور دیوانہ اور مست بالغ کے برابر ہے کذا فی البزازیۃ
وفی القنیۃ قبل السکران بنتہ تحرم امہا اور قنیہ مین ہے کہ مست نے اپنی بیٹی کا بوسہ لیا تو مان اوسکی اوسپر حرام ہوگئی وبحرمۃ المصاہرۃ لا یرتفع
النکاح حتی لا یحل لہا التزوج باخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بہا لا یکون زنا اور حرمت مصاہرت سے نکاح ٹوٹ نہین جاتا یہانتک
کہ عورت کو دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہین بدون چھوڑ دینے کے یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گذرنے کے نکاح ہوسکتا ہے اور قربت کرنا اس
حرمت مین زنا نہوگا یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کریگا تو اوسپر حد زنا کی نہ واجب ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الذخیرۃ وفی الخانیۃ ان النظر
بفرج ابنتہ بشہوۃ یوجب حرمۃ امرأتہ خانیہ مین ہے کہ نظر کرنا اپنی بیٹی کی شرمگاہ کو شہوت سے اوسکی زوجہ کو اوسپر حرام کردیتا ہے وکذا لو فزعت فدخلت
فراش ابیہا عریانۃ فانتشر لہا ابوہا تحرم علیہ امہا اور اسیطرح اگر بیٹی ڈری اور ننگی گھس گئی اپنے باپ کے بچھونے مین پھر باپ کو اوس سے شہوت
ہوئی تو حرام ہوجائیگی باپ پر اوس بیٹی کی مان بشرطیکہ باپ نے مساس کیا ہو اور اگر مساس نہین کیا تو فقط گھس جانے سے حرمت ثابت نہین ہوئی کذا فی
حاشیۃ المدنی وبنت سنہا دون تسع لیست بمشتہاۃ بہ یفتی اور جو لڑکی کہ عمر اوسکی نو برس سے کم ہے وہ مشتہاۃ نہین یعنی لائق شہوت کے نہین
اسی روایت پر فتوی ہے موٹی اور دبلی ہونے کا کچھ فرق نہین وان ادعت الشہوۃ فی تقبیلہ او تقبیلہا ابنہ انکرہا الرجل فہو مصدق لا ہے
اور اگر دعوی کیا عورت نے مرد کے بوسہ لینے مین یا اپنے بوسہ لینے مین شوہر کے بیٹے کا اور انکار کیا شہوت کا مرد نے تو یہان شوہر کی تصدیق کیجائے گی
نہ عورت کی یعنی اگر زوجہ نے دعوی کیا کہ شوہر نے میری مان کا یا بیٹی کا بوسہ شہوت سے لیا یا یون دعوی کیا کہ مین نے شوہر کے اصول یا فروع کا بوسہ شہوت
سے لیا اور شوہر شہوت کا منکر ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہوگی نہ زوجہ کے یعنی اس صورت مین حرمت مصاہرت نہ ثابت ہوگی الا ان یقوم الیہا منتشرا
آلتہ فیعانقہا لقرینۃ کذبہ او یاخذ ثدیہا او یرکب معہا او یمسہا علی الفرج او یقبلہا علی الفم قالہ الحدادی مگر شوہر کی تصدیق اوسوقت
نہوگی جب شوہر اوٹھے زوجہ کی بیٹی کی طرف آلہ تناسل کی استادگی مین پھر اوسکو گلے لگا دے تصدیق شوہر کی اسواسطے نہوگی کہ اوسکے جھوٹ کا قرینہ
موجود ہے یا مرد عورت کی چھاتی پکڑ لے یا اوسکے ساتھ سوار ہو یا اوسکی شرمگاہ کو مساس کرے یا اوسکے منہ کا بوسہ لے یہ کہا حدادی نے جوہرہ مین یعنی
ان صورتون مین اگر مرد کہے کہ مجھکو شہوت نہ تھی تو اوسکے قول کی تصدیق نہوگی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجائیگی وفی الفتح یتراءی الحاق الخدین بالفم
اور فتح القدیر مین ہے کہ دل مین آتا ہے ملانا دونون رخسارون کا منہ کے ساتھ یعنی قیاس مین یون آتا ہے کہ رخسارون کا بوسہ لینا اور لبون کا بوسہ لینا

حکم مین برابر ہے وفی الخلاصة قیل له ما فعلت بام امرأتك فقال جامعتها تثبت الحرمة ولا یصدق انه کذب ولو هازلا اور خلاصہ مین ہے کہ ایک مرد سے کہا گیا کہ کیا تو نے اپنی خوشدامن سے کیا سو اوسنے کہا کہ مین نے اوس سے جماع کیا تو حرمت مصاہرت کی ثابت ہوجاویگی اور اوس کے کاذب ہونے کی تصدیق نکیجاویگی اگرچہ اوسنے ہنسی سے کہا ہو وتقبل الشهادة علی الاقرار باللمس والتقبیل عن شهوة اور قبول ہوگی گواہی شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے کے اقرار پر یعنی مرد نے شاہدون کے روبرو اقرار کیا کہ مین نے زوجہ کی بیٹی کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا پھر جب زوجہ نے اوسکا دعوی کیا تو مرد منکر ہوگیا تو اس صورت مین اوسکے اقرار کی گواہی مسموع ہوگی اور زوجہ زوج پر حرام ہوجاویگی وکذا تقبل علی نفس اللمس والتقبیل والنظر الی ذکره او فرجها عن شهوة فی المختار تجنیس لان الشهوة مما یوقف علیها فی الجملة بانتشار او آثار اور اسیطرح سے مقبول ہے گواہی خود چھونے اور بوسہ لینے اور مرد کے آلہ تناسل یا عورت کی شرمگاہ شہوت سے دیکھنے پر بنابر مذہب مختار کے کذا فی التجنیس اسواسطے کہ شہوت اوس قسم کی چیز ہے جسپر فی الجملہ اطلاع ہوسکتی ہے آلہ تناسل کی استادگی سے یا اور آثار سے وحرم الجمع بین المحارم نکاحا ای عقدا صحیحا اور حرام ہے جمع کرنا محرم عورتون کا نکاح مین یعنی عقد صحیح مین جمع بین المحارم جیسے دو بہنون کو نکاح مین جمع کرنا یا خالہ اور بہانجی یا پھوپھی اور بہتیجی سے نکاح کرنا محارم عام ہین نسبی ہون یا رضاعی شارح نے عقد صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ نکاح فاسد مین جمع حرام نہین جیسے ایک عورت سے نکاح فاسد کیا پھر اوسکی بہن سے نکاح صحیح کیا تو درست ہے اسواسطے کہ نکاح فاسد مین وطی کرنا حلال نہین کذا فی حاشیة المدنی وعدة ولو من طلاق بائن اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا عدت مین اگرچہ طلاق بائن کی عدت ہو یعنی جب عورت کو طلاق رجعی یا بائن دی تو جب تک عدت نہوچکے تو اوسکی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کرنا درست نہین وحرم الجمع وطئا بملك یمین اور حرام ہے جمع کرنا محارم کا وطی مین بواسطے ملک یمین کے یعنی جب لونڈی تصرف مین آئی تو اوسکی بہن یا خالہ پھوپھی کو ساتھی تصرف مین نہ لائے بین امرأتین ایتهما فرضت ذکرا لم یحل له الاخری ابدا یعنی نکاح اور عدت اور وطی ملک یمین سے جمع کرنا اون دو عورتون مین حرام ہے کہ اون دو مین سے جسکو مرد فرض کیجیے تو نہ حلال ہو اوسکو دوسری کبھی جیسے عورت اور اسکی عمہ سو اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو عمہ کے ساتھ نکاح حلال نہوگا اور عمہ کو اگر مرد فرض کیجیے تو بہتیجی سے نکاح درست نہوگا اور اسیطرح خالہ اور بہانجی کا حال ہے لحدیث مسلم لا تنکح المرأة علی عمتها وهو مشهور یصلح مخصصا للکتاب جمع کرنا دو عورتون کا بسبب حدیث صحیح مسلم کے حرام ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح نکیا جاوے عورت کا اوسکی عمہ پر اور حدیث صحیح مسلم کی مشہور حدیث ہے صلاحیت رکھتی ہے کہ قرآن کی مخصص ہوجاوے یعنی ہرچند قرآن مجید مین سوای جمع بین الاختین کے بہتیجی اور عمہ کا جمع کرنا منع نہین بلکہ عموم احل لکم ما وراء ذالکم سے حلت معلوم ہوتی ہے لیکن عموم آیت کا حدیث مسلم سے مخصوص ہوگیا اسواسطے کہ اصول فقہ مین ثابت ہوچکا ہے کہ عموم آیت کا حدیث مشہور سے تخصیص قبول کرلیتا ہے تیسیر الاصول مین صحاح ستہ سے ابوہریرہ کی روایت موجود ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ نکاح کیا جاوے عورت کا اوسکی عمہ پر اور عورت کا اوسکی خالہ پر جمع بین المحارم اسواسطے حرام ہوا کہ اوس مین قطع رحم ہوتا ہے چنانچہ طبرانی مین اسی مضمون کی حدیث موجود ہے کذا فی حاشیة المدنی فجاز الجمع بین امرأة وبنت زوجها او امرأة ابنها وامة ثم سیدتها لانه لو فرضت المرأة او امرأة الابن او السیدة ذکرا لم یحرم بخلاف عکسه تو جائز ہے جمع کرنا عورت مین اور اوسکے شوہر کی بیٹی مین اور جائز ہے جمع عورت مین اور اوسکے بیٹے کی جورو مین اور جائز ہے جمع کرنا لونڈی مین پھر اوسکے مالک کی بی بی مین اسواسطے کہ اگر عورت کو اور بیٹے کی جورو کو اور بی بی کو مرد فرض کیجیے تو دوسری حرام نہین ہوتی اور اوسکے برخلاف مین حرمت ہے یعنی جمع کرنا اون دو عورتون کا حرام ہے جنکے مرد فرض کیجیے سے دونون طرف سے حرمت ہو اور تینون صورتون مین ایک طرف سے حرمت ہے دوسری طرف سے نہین اسواسطے جمع کرنا جائز ہو مثلا پہلی صورت مین اگر عورت کو مرد فرض کیجیے تو اوس عورت کے شوہر کی بیٹی اوسپر حرام نہین اور اگر شوہر کے بیٹے کو مرد فرض کیجیے تو البتہ اوسپر عورت حرام ہوگی اور

دوسری صورت مین اگر بیٹے کی جورو کو مرد فرض کیجیے تو عورت اوسپر حرام نہین اور اگر عورت کو مرد کیجیے تو البتہ یہ حرام ہوگی اور تیسری صورت مین اگر بی بی کو مرد قرار دیجیے تو لونڈی حرام نہین اور اگر لونڈی کو مرد ٹھہرایئے تو البتہ بی بی حرام ہوگی فان تزوج بنکاح صحیح اخت امۃ قد وطئہا صح النکاح لکن لا یطأ واحدۃ منہما حتی یحرم احدیہما علیہ بسبب ما پھر اگر صحیح نکاح کیا لونڈی کی بہن سے جس لونڈی کو صحبت مین لا چکا ہے تو نکاح اوسکی بہن کا صحیح ہوگا لیکن دونون مین سے کسیکو تصرف مین نہ لاوے جبتک ایک کی حلت جماع کو اپنے اوپر کسی سبب سے حرام نکرے اگر منکوحہ کو رکھنا منظور ہو تو لونڈی کی صحبت سے پرہیز کرے اور اگر لونڈی کو رکھنا چاہے تو منکوحہ کو چھوڑ دے لان للعقد حکم الوطی حتی لو نکح مشرقی مغربیۃ ثبت النسب اولاد ما منہ لتبوت الوطی حکما لونڈی یا اوسکی منکوحہ بہن کا حرام کرنا اسواسطے ضرور ہوا کہ نکاح جماع کے حکم مین ہے یہانتک کہ اگر نکاح کیا مرد مشرقی نے عورت مغربیہ سے اس طرح کہ اوسکے ولی نے مشرق مین نکاح کردیا تو ثابت ہوگا اوس عورت کی اولاد کا نسب مشرقی مرد سے واسطے ثابت ہونے جماع حکمی کے بسبب نکاح ہونے کے اسواسطے کہ قطع مسافت بطریق کرامت یا بواسطہ اعمال علویہ کے ممکن ہے ولو لم یکن وطی الامۃ لہ وطی المنکوحۃ اور اگر لونڈی سے جماع نہ کیا ہو تو مرد کو جائز ہے کہ اوسکی منکوحہ بہن سے جماع کرے اسواسطے کہ مملوک ہونا وطی کے حکم مین نہین ودواعی الوطی کالوطی ابن کمال اور وطی کے اسباب وطی کے برابر ہین حرمت جمع مین کذا قالہ ابن کمال یعنی اگر لونڈی سے مساس یا تقبیل بشہوت کیا پھر اوسکی بہن سے نکاح کیا تو کسی کی وطی بدون تحریم دوسری کے حلال نہوگی وان تزوجہما معًا ای الاختین وبعقدین ولم یدر الاول فرق بینہ وبینہما ویکون طلاقا اور اگر ایک مرد نے نکاح کیا دو محارم سے ساتھہ ایک ایجاب اور قبول سے یعنی دو بہنون سے نکاح کیا یا جو دو بہنون کے مانند ہون حرمت مین یا دونون سے نکاح کیا دو عقد مین یعنی ہر ایک سے ایجاب اور قبول علیحدہ کیا اور پہلا نکاح بھول گیا تو جدائی کیجائیگی درمیان مرد اور دونو عورتون کے اور یہ جدائی طلاق ہوویگی نہ فسخ یعنی طلاق کے احکام جاری ہون گے نہ فسخ کے ولہما نصف المہر یعنی فی مسئلۃ النسیان اذ الحکم فی تزوجہما معًا البطلان وعدم وجوب المہر الا بالوطی کما فی عامۃ الکتب فتنبہ اور واجب ہوگا ان دونو بہنون کے واسطے آدہا مہر یعنی وجوب نصف مہر کا نسیان کے مسئلہ مین ہے جہان دو عقد سے نکاح ہوا اسواسطے کہ دونو کے ساتھہ نکاح ہونے مین بطلان نکاح اور نہ واجب ہونے مہر کا حکم ہے مگر وطی سے البتہ مہر واجب ہوگا چنانچہ یہ مسئلہ تمام کتب فقہ مین مصرح ہے سو اس مقام مین آگاہ رہنا ہوگا نہ کہنا وہذا ان کان مہراہما متساویین قدرًا وجنسًا وہو مسمی فی العقد وکانت الفرقۃ قبل الدخول وادعت کل منہما انہا الاولی ولا بینۃ لہما اور یہ وجوب نصف مہر کا اوسوقت ہے کہ جب دونون کے مہر برابر ہون مقدار مین اور ایک جنس ہونے مین اور مہر معین ہوگیا ہو عقد مین اور جدائی قبل دخول ہوئی ہو یا ہر ایک عورت دعوی کرتی ہو کہ میرا نکاح پہلے ہوا اور دونون کے گواہ نہون فان اختلف مہراہما فان علما فلکل ربع مہرہا والا فلکل نصف اقل المسمیین ہوا اگر مختلف ہون دونو کے مہر پھر اگر دونو کے مہر معلوم ہون کہ فلانی کا اتنا اور فلانی کا اتنا تو ہر ایک کو اوسکا چوتہائی مہر ملیگا اور اگر ایک مہر معلوم نہوا اگرچہ یہ معلوم ہے کہ ایک کا ہزار ہے اور دوسری کا دو ہزار تو اس صورت مین ہر ایک عورت کو دونو مہرون مین سے جو کمتر ہے اوسکا نصف یعنی پانسو ملیگا ہزار دو ہزار سے کم ہے تو ہر عورت پانسو پاویگی وان لم یکن مسمی فالواجب متعۃ واحدۃ لہما بدل نصف المہر اور اگر مہر مقرر نہ ہوا تو واجب ایک جوڑا کپڑا ہے دونو کے واسطے عوض نصف مہر کے وان کانت الفرقۃ بعد الدخول تجب لکل واحدۃ مہرہا کاملا لتقررہ بالدخول اور اگر جدائی دونو بہنون کی بعد دخول کے ہوئی تو واجب ہوگا ہر ایک کو مہر کامل بسبب ثابت ہونے مہر کے دخول سے ومنہ یعلم حکم دخول باحدٰہما اور اسی مقام سے ایک عورت کے دخول کا حکم بھی معلوم ہوگیا یعنی اگر دونو عورتون کی جدائی ایک عورت کے مدخول ہونے کے بعد ہوئی تو مدخولہ کو مہر کامل ملیگا اور غیر مدخولہ چوتہائی مہر پاویگی کذا الحکم فیما جمعہما من المحارم فی نکاح یعنی جیسا حکم جمع بین الاختین کا ہے ویسا ہی حکم جمع بین محارم کا

سنے نکاح مین اوسی تفصیل سے جسکا بیان ہو چکا وحرم نکاح المولی امتہ اور حرام ہے نکاح کرنا مالک کا اپنی لونڈی سے اسواسطے کہ جماع کی ملکیت مالک کو نکاح سے قبل بھی ثابت ہے اور یہان حرمت سے یہہ مراد نہین کہ نکاح کرنے سے مولی لائق عذاب کے ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ مولی پر نکاح کے احکام مثل مہر اور طلاق وغیرہ کے لازم نہ اوینگے والعبد سیدتہ لان المملوکیۃ تنافی المالکیۃ اور حرام ہے نکاح غلام کو اپنی بی بی سے اسواسطے کہ مملوک ہونا مخالف ہے مالک ہونے کے یعنی غلام کا نکاح بی بی سے اسواسطے حرام ہوا کہ غلام مملوک ہے اور مملوک کو مغلوب ہونا لازم ہے پھر غلام کا شوہر ہونا غالب ہونے کا مقتضی ہے سو ایک شخص غالب بھی ہو اور مغلوب بھی یہ کیونکر ہو سکے نعم لو فعلہ المولی احتیاطا کان حسنا وفیہ انہ لا احتیاط فی عدم عدہا خامسۃ فتامل ہان اگر نکاح کرے مولی اپنی لونڈی سے احتیاط کی راہ سے تو خوب ہوگا اسواسطے کہ شاید حرہ یعنی آزاد ہو اسواسطے کہ دست بدست جانے سے ایسا اکثر ہو جاتا ہے کذا فی البحر شارح نے کہا کہ ہمین یہ ہے کہ اوس لونڈی کو پانچوین یا مثل اوسکے نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین سو اسکو تامل کرے یعنی اگر بالفرض اوسکے نکاح مین چار آزاد یا لونڈیان ہون تو نئی کو پانچوین نہ شمار کرنے مین احتیاط نہین یا یہ کہ لونڈی سے حرہ پر نکاح کرے تو اس نکاح مین کچھہ احتیاط نہین پس اس عبارت سے بظاہر ایسا پایا جاتا ہے کہ مولی کے لیے احتیاط یہی ہے کہ اپنی لونڈی سے عقد نکاح نہ کرے اور فتاوی عالمگیری مین فتاوی سراجیہ سے روایت یون ہے کہ علما نے کہا ہے کہ اس زمانے مین بہتر یہ ہے کہ اپنی لونڈی سے نکاح کرے تا کہ اگر حرہ ہو تو جماع اوسکا نکاح سے حلال ہو جاوے اور بزازیہ مین ہے کہ اگر لونڈی مول لے اور جماع کا ارادہ کرے تو احتیاط یہ ہے کہ اوس سے نکاح کرے اسواسطے کہ اگر واقع مین وہ حرہ ہے تو نکاح سے حرمت وطی کی جاتی رہی اور اگر لونڈی ہے تو کچھہ نکاح سے ضرر نہین اس روایت سے معلوم ہوا کہ مولی پر اپنی لونڈی کا نکاح حرام نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وحرم نکاح الوثنیۃ بالاجماع اور حرام ہے نکاح عورت مشرکہ بت پرست کا بالاتفاق فتح القدیر مین ہے کہ آفتاب پرست اور ستارہ پرست اور صورت پرست اور معطلہ اور زندیق یعنی ملحد اور باطنیہ اور اباحیہ بت پرست مین داخل ہین اور شرح وجیز مین ہے کہ جو مذہب ایسا ہو کہ اوسکے اعتقاد پر تکفیر وارد ہو تو اس مذہب والی عورت سے نکاح نہین جائز اسواسطے کہ مشرک کا نام اون سب کو شامل ہے اور بحر الرائق مین بھی اسی قسم کا مضمون ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وحل نکاح کتابیۃ وان کرہ تنزیہا اور صحیح ہے نکاح کتاب والی عورت سے اگرچہ مکروہ ہے بکراہت تنزیہی فتح القدیر مین کہا کہ اہل کتاب کی عورتون سے نکاح درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ کرے اور کتابیہ حربیہ سے بالاتفاق مکروہ ہے تا کہ مسلمان دار الحرب مین نہ رہ پڑے اور صحبت اہل کفر سے اولاد کے اعتقاد اور اخلاق نہ بگڑ جاوین کذا فی حاشیۃ المدنی مؤمنۃ بنبی مرسل مقرۃ بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الہا کتابیہ سے مراد وہ عورت ہے جو نبی مرسل کا ایمان رکھتی ہو اور کتاب آسمانی کا اقرار کرتی ہو جیسے یہود اور نصاری اگرچہ اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کو معبود جانتے ہون گو کہ اس اعتقاد سے وہ مشرک ہو گئے لیکن شرع مین اہل کتاب کو مشرکون سے جدا کیا چنانچہ قرآن شریف مین فرمایا لم یکن الذین کفروا من اہل الکتب والمشرکین اسواسطے کہ عطف دلیل ہے مغایرت کی وکذا حل ذبیحتہم علی المذہب یعنی جیسے کہ کتابیہ سے نکاح درست ہے ویسے ہی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور بھی حلال ہے بنا بر مذہب قوی کے کذا فی بحر الرائق وصرح فی النہر بجواز مناکحۃ المعتزلۃ لانا لا نکفر احدا من اہل القبلۃ وان وقع لہم الزاما فی المباحث اور صاف کہدیا ہے نہر الفائق مین مناکحت معتزلہ کی جواز کو اسواسطے کہ ہم اہل سنت اہل قبلہ مین سے کسیکی تکفیر نہین کرتے اگرچہ واقع ہو گئی ہے تکفیر اونکی بطور الزام کے مباحث خلافیہ مین معتزلہ ایک فرقہ ہے اسلام کا قرآن مجید کو مخلوق کہتے ہین اور قیامت مین دیدار الہی کے منکر ہین اور عباد کو خالق اپنے افعال کا جانتے ہین وغیرہ ذالک من القبائح فاضل خیر الدین رملی نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ مین کہا کہ رافضیون کے سب فرقے اور معتزلیون کے سب گروہ اہل کتاب مین داخل ہین تو نہ جائز ہوگا سنی عورت کا نکاح رافضی سے اسواسطے کہ عورت مسلمان ہے اور مرد کافر اور حالانکہ مسلمہ کا نکاح کافر سے جائز نہین انتہی اور شیخ رحمتی نے کہا کہ بعضون نے معتزلہ سے نکاح کرنا مطلقا نا جائز کہا تو رافضی اون کے برابر ہون گے یا اون سے

بھی

بھی بتر فاضل چلپی نے اونکو از قبیل اہل کتاب کے قرار دیا تو اونکی عورتون سے نکاح کرنا اہل سنت کو درست ہوگا اور سنیہ کا نکاح رافضی یا معتزلی سے نہ جائز ہوگا اور یہ قول اعدل الاقوال ہے اسواسطے کہ رافضیون کے کفر مین شک نہین بسبب اون کے اعتقاد کفریات کے لیکن جب کتابیہ سے نکاح درست ہوا کو اہل کتاب عیسی علیہ السلام کو معبود یا ابن اللہ کہین تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ رافضی عورت سے بھی نکاح درست ہو اور جو شبہات سے بچا اوسنے اپنا دین بچا یا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی لا یصح نکاح عابدۃ کوکب لا کتاب لہا نہین صحیح ہے نکاح عورت ستارہ پرست کا جسکے پاس آسمانی کتاب نہین صابیہ ایک فرقہ ہی کفار کا اون کے اہل کتاب ہونے مین اشتباہ ہے صاحب ہدایہ نے کہا کہ صابیہ عورت سے نکاح درست ہے اگر اونکو کسی نبی کا ایمان ہو اور آسمانی کتاب ہو اور اگر وہ ستارہ پرست ہون اور کتاب نرکھتی ہون تو نکاح درست نہین اسواسطے کہ مشرک ہین مصنف نے بھی اس قول مین صاحب ہدایہ کی پیروی کی ولا وطیہا بملک یمین اور نہین حلال وطی ستارہ پرست کی ملک یمین سے والمجوسیۃ اور نہین صحیح ہے نکاح آتش پرست عورت کا اور نہ اوسکی وطی حلال ہے ملک یمین سے اسی پر اجماع ہے چارون اماموں کا والوثنیۃ اور نہین صحیح نکاح عورت بت پرست کا یہان عورت بت پرست کے نکاح کی عدم صحت بیان ہوئی اور سابق مین عدم حلت مذکور ہو چکی تو تکرار نہوئی اسواسطے کہ عدم صحت کو عدم حلت لازم نہین وھذا ساقط من نسخ الشرح ثابت فی نسخ المتن وھو عطف علی عابدۃ کوکب اور یعنی مجوسیہ اور وثنیہ کا لفظ مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخون سے ساقط ہے اور متن کے نسخون مین ثابت ہے اور وہ عابدۃ کوکب پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ عابدہ کوکب اور مجوسیہ اور وثنیہ کا نکاح درست نہین وقولہ والمحرمۃ بحج او عمرۃ ولو محرما عطف علی کتابیۃ فتنبہ اور صحیح ہے نکاح اوس عورت کا جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اگرچہ مرد بھی محرم ہو تو بھی صحیح ہے لفظ محرمہ کتابیہ پر عطف ہے تو صحت نکاح محرمہ ثابت ہوئی عابدۃ کوکب پر عطف نہین کہ عدم صحت کوئی سمجھے سو شارح کہتا ہی اسے کتاب دیکھنے والے اس مقام مین خبردار رہنا کہین عطف محرمہ کا عابدۃ کوکب پر نہ کرنا کہ مطلب اولٹا ہو جاے والامۃ ولو کتابیۃ و مع طول الحرۃ اور صحیح ہی نکاح کرنا لونڈی سے اگرچہ کتابیہ ہو یا بی بی کو ساتھ نکاح کرنے کا مقدور ہو نکاح حرہ کا مقدور ہو یعنی اوسکے مہر دینے کا مقدور ہو تو بھی لونڈی سے نکاح کرنا صحیح ہے والاصل عندنا ان کل وطی یحل بملک یمین یحل بنکاح وما لا فلا اور قاعدہ ہم حنفیون کے نزدیک یہ ہے کہ جو وطی حلال ہے ملک یمین سے وہ نکاح سے بھی حلال ہے اور جو ملک یمین سے حلال نہین وہ نکاح سے بھی حلال نہین تو کتابیہ لونڈی کی وطی ملک یمین سے حلال ہے تو نکاح سے بھی حلال ہی اور لونڈی کی وطی ملک یمین سے باوجود قدرت نکاح حرہ کے جائز ہے تو نکاح سے بھی جائز ہے اور مجوسیہ اور بت پرست کی وطی ملک یمین سے درست نہین تو نکاح سے بھی درست نہین وان کرہ تحریما فی الحرۃ وتنزیھا فی الامۃ اگرچہ نکاح مکروہ ہی کراہت تحریمی محرمہ کے نکاح مین اور کراہت تنزیہی لونڈی کے نکاح مین شارح نے کراہت تحریمی نکاح محرمہ کی نہر الفائق کی پیروی سے بیان کی حالانکہ یہ قول جمہور فقہا کے مخالف ہے اسواسطے کہ اون کے اقوال مین نکاح محرمہ کی حلت مصرح ہے اور حلت کراہت تحریمی کے مباین ہے اور صحاح ستہ مین ابن عباس کی روایت سے ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھے ہوے حضرت میمونہ سے نکاح کیا اور حالانکہ حضرت کے افعال مین کراہت تحریمی کا ہرگز احتمال نہین تو قول صاحب نہر الفائق کا اور اوسکا یہ شارح کا لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی مفصلا وحرۃ علی امۃ اور صحیح ہے نکاح حرہ کا لونڈی پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا تو درست ہے لا عکسہ اور اوسکا عکس صحیح نہین یعنی اول حرہ سے نکاح کرے پھر لونڈی سے نکاح کرے تو درست نہین اسواسطے کہ طبرانی مین حدیث ہے کہ منع کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کا نکاح حرہ پر کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ام ولد لم فی عدۃ حرۃ ولو من بائن اگرچہ نکاح ام ولد کا حرہ کی عدت طلاق بائن کی ہو تو بھی صحیح نہین وھو لو راجعھا ای الامۃ علی حرۃ لبقاء الملک اور صحیح ہے اگر رجوع کیا لونڈی کی طرف حرہ پر یعنی اگر اول لونڈی سے نکاح کیا پھر حرہ سے نکاح کیا پھر لونڈی کو طلاق رجعی دی پھر اوسکی طرف رجوع کیا باوجود حرہ کے تو درست ہے واسطے باقی رہنے ملکیت نکاح لونڈی کے اسواسطے کہ طلاق رجعی سے لونڈی نکاح سے باہر نہوگئی تو حرہ پر ادخال امۃ نہ لازم آیا کہ

کو نادرست ہوتا ولو تزوج اربعًا من الاماء وخمسًا من الحرائر فی عقد صح نکاح الاماء لبطلان الخمس اور اگر نکاح کیا چار لونڈیون سے اور
پانچ حرہ سے ایک عقد مین تو صحیح ہو گیا نکاح لونڈیون کا واسطے باطل ہونے نکاح پانچ حرہ کے یعنی جیسا حرہ پر لونڈی کا نکاح درست نہین ویسے ہی
حرہ اور لونڈی کا ایک عقد مین نکاح صحیح نہین لیکن یہان اسواسطے درست ہوا کہ جب پانچ حرہ کا نکاح باطل ٹھہرا تو چار لونڈیون کا نکاح صحیح ہو گیا وصح نکاح
اربع من الحرائر والاماء فقط للحر لا اکثر اور صحیح ہے نکاح فقط چار حرہ کا اور فقط چار لونڈیون کا مرد حر کے واسطے چار سے زیادہ جائز نہین
وله التسری بما شاء من الاماء اور جائز ہے حر کو لونڈی رکھنا صحبت کے واسطے جتنی لونڈیان چاہے یعنی لونڈیون کی مقدار منحصر نہین فلو له اربع
من الحرائر والف سرية واراد شراء اخری فلامه رجل خیف علیه الکفر پس اگر ایک شخص کے پاس چار بی بیان اور ہزار لونڈیان ہون
اور وہ اور ایک لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے پھر اوسکو کوئی مرد ملامت کرے تو اوس مرد ملامت کنندہ پر کفر کا خوف ہے اسواسطے کہ قرآن مین
لونڈیون کے تصرف پر کتنی ہی ہون ملامت نہین تو اسکا ملامت کرنا ظاہر اسپر دلالت کرتا ہے کہ اسکو قرآن کا یقین نہین ولو اراد التسری فقالت
امراته اقتل نفسی لا یمتنع لانه مشروع اور اگر ارادہ کیا ایک شخص نے لونڈی کے تصرف کا یا دوسرے نکاح کا پھر کہا اوسکی جورو نے کہ مین جان کو ہلاک
کرتی ہون تو نہ باز رہے لونڈی کے تصرف سے اسواسطے کہ شرع مین حلال ہے یعنی باز رہنا اوسپر واجب نہین لکن لو ترک لئلا یغتم یوجر لحدیث من رق
لامتی رق الله له بزازیه لیکن اگر لونڈی کا تصرف یا دوسرے نکاح کو اسواسطے ترک کرے کہ زوجہ کو رنج نہو تو ثواب پاویگا اس حدیث کی دلیل سے کہ جو میری
امت پر نرمی اور شفقت کرے گا تو حق تعالی اوسپر رحم کرے گا کذا فی البزازیہ کہا محشی شیخ عابد محمد رح سندی نے کہ اس حدیث کا ٹھکانا مجھکو معلوم نہین لیکن اس
مضمون کی حدیث جامع ترمذی اور ابو داؤد مین موجود ہے حضرت نے فرمایا کہ رحم کرنے والون پر رحمن رحم کرتا ہے زمین والون پر رحم کرو تاکہ آسمان
والا تمپر رحم کرے اور ابن عساکر اور دیلمی نے صدیق اکبر سے حدیث قدسی مرفوع نقل کی کہ حق تعالی فرماتا ہے کہ اگر تم میری رحمت کے امید رکھتے تو میری
خلق پر رحم کیا کرو ونصفها للعبد لو مدبرا ومبعضا علیه غیر ذلك فلا تحل له التسری لانه لا یملك الا الطلاق اور جتنی عورتون کا نکاح
حر کو جائز ہے اوسکے نصف کا غلام کو صحیح ہے یعنی دو حرہ کا اور دو لونڈیون کا اگرچہ غلام مدبر ہو اور منع ہے اوسپر اوسکے سوا تو حلال نہین اوسکو لونڈیونکا
تصرف اسواسطے کہ غلام کو کسی چیز کی ملکیت نہین سوای طلاق دینے اپنی منکوحہ کے غلام مدبر اوسکو کہتے ہین جس سے مالک کہے کہ تو میری موت کے بعد
آزاد ہے وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیره ای الزنا لثبوت نسبه ولو من حربی او سیدها المقر به اور صحیح ہے نکاح حاملہ کا جسکا حمل زنا سے
ہے زنا کے سوا اور حاملہ سے نکاح جائز نہین اسواسطے کہ اوسکا نسب ثابت ہے اگرچہ حمل کافر حربی سے ہو یا لونڈی کے ایسے مالک سے جو اوسکا اقرار کرتا ہے
اور اگر اقرار نہ کرے تو نکاح حاملہ سے درست ہے اسواسطے کہ نفی ولد کی جیسے صریح قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی دلالت حال سے ثابت ہوتی ہے کذا فی
حاشیة المدنی وان حرم وطئها ودواعیها حتی تضع متصل بالمسئلة الاولی اگرچہ زانیہ حاملہ کی وطی اور بوسہ وغیرہ حرام ہے لڑکا ہونے تک اشارہ کیا شارح نے
کہ یہ حرمت وطی پہلے مسئلہ سے متصل ہے یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح درست ہے وطی درست نہین اسکے سوا اور حاملہ کا نہ نکاح درست نہ وطی لئلا یسقی ماءه زرع
غیره اذ الشعر ینبت منه زانیہ حاملہ کی وطی اسواسطے منع ہے کہ نہ سینچے اوسکا جماع کرنے والا اپنا پانی بیگانی کھیتی مین اسواسطے کہ بال اوس سے پیدا ہوتے ہین یعنی زیادہ
ہوتے ہین نہ یہ کہ اسی پر جننا موقوف ہے کذا فی حاشیة المدنی فرع لو نکحها الزانی حل له وطئها اتفاقا والولد له ولزمه النفقة یہ چند مسائل ہین
جنکو شارح نے بڑھایا اگر زانیہ حاملہ سے زانی مرد نے نکاح کیا تو اوسکو اوس سے وطی کرنا باتفاق حنفیہ حرام نہین بلکہ حلال ہے اور بیٹا اوسیکا ہوگا
اور اوسپر نفقہ دینا لازم آویگا اسواسطے کہ وطی اوسکو حلال ہے بخلاف غیر زانی کے اور لڑکے کا نسب زانی سے اس شرط سے ثابت ہوگا جب نکاح کے
چھ مہینے یا زیادہ مدت مین پیدا ہوا اور اگر چھ مہینے سے کم مین پیدا ہوگا تو ثابت النسب نہوگا ولو قبح امته ثم اقر به لا الحامل بعد عله قبل اقراره

بابجاز وکان نفی الولد لہما عن التوشیح اور اگر نکاح کیا ایک مرد نے اپنی حاملہ لونڈی کا یا حاملہ ام ولد کا بعد دریافت کرنے حمل کے اور ولد کے اقرار
کرنے سے پہلے تو جائز ہے اور یہ حمل مین نکاح کر دینا باوجود اوسکے علم نفی کے سبب ولد کی اپنے نسب سے کذا فی النہر عن التوشیح وصح نکاح الموطوءة بملک
یمین او صحیح ہے نکاح اوس عورت کا جس سے صحبت کیجاتی تھی ملک یمین سے یعنی اگر ایک شخص کی لونڈی تھی کہ اوسکے تصرف مین رہا کرتی تھی
پھر اوسنے دوسرے شخص سے نکاح کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ حاملہ نہو اسواسطے کہ لونڈی قوی فراش مالک کی نہین یہان تک کہ اگر اوسکے لڑکا پیدا ہو
تو بدون اقرار مولی اسکے ثابت النسب نہوگا بخلاف زوجہ کے ولا یستبرئہا زوجہا اور نہ استبرا کرے زوج اوسکا وجوبا نہ استحسانا کذا فی الہدایہ اور امام
محمد کے نزدیک استبرا مستحب ہے اور اگر لونڈی خرید کرے تو مشتری پر استبرا واجب ہے اگرچہ عورت یا لڑکے سے خرید کی ہو استبرا یہ ہے کہ بدون ایکبار
حیض ہونے کے صحبت نہ کرنا بل یستبرئہا وجوبا علے الصحیح فتح بلکہ اوسکے مالک پر واجب ہے استبرا نکاح کر دینے سے پہلے بنا بر قول صحیح کے کذا فی الذخیرة
او الموطوءة بزنا ای جاز نکاح الزانیة وان رآها تزنی ولہ وطیہا بلا استبراء یا اوس عورت کی وطی زنا سے ہوئی ہو تو بھی اوسکا نکاح صحیح ہے یعنی زانیہ کا
نکاح جائز ہے اگرچہ مرد نے عورت کو زنا کرتے دیکھا او اوسکو جائز ہے وطی کرنا بدون استبرا کے بشرطیکہ حاملہ نہو چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا واما
قوله تعالى الزانية لا ينكحها الا زان فمنسوخ باية فانكحوا ما طاب لكم اور یہ قول ہے حق تعالی کا کہ عورت زانیہ سے نکاح نہین کرتا
مگر زانی مرد تو اوسکا جواب یہ ہے کہ قول مذکور فانکحوا ما طاب لکم کی آیت سے منسوخ ہو گیا یعنی نکاح کرو جو تمکو اچھا معلوم ہو عورتون سے اس آیت
مین بلا قید زنا کے نکاح کا حکم ہوا اور نسخ کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ
لگانے والے کا ہاتھ نہین ٹالتی یعنی زانیہ ہے حضرت نے فرمایا کہ طلاق دے اوسکو اوسنے کہا کہ وہ خوبصورت ہے مین اوسکو چاہتا ہون حضرت نے فرمایا
تو اپنا مطلب نکال اوس سے یعنی نہ طلاق دے اور اوسکو صحبت مین رکھ کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر ف اس مضمون کی حدیث ابو داؤد
اور نسائی مین موجود ہے ابن عباس کی روایت سے کذا فی تیسیر الوصول وفی اخر حظر المجتبی لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا یجب
علیہا تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود الله فلا باس ان یتفرقا فافی الوہبانیة بحثه بخط المصنف اور مجتبی کے باب الحظر کے آخر مین
ہے کہ واجب نہین مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زنا سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہین واجب عورت پر اپنا خلاص کرنا مرد
بدکار سے مگر اوسوقت جب دونون ڈرین کہ اقامت احکام الہی کی نہ کر سکین گے تو کچھ مضائقہ نہین دونون کی جدائی مین سو جو روایت کہ وہبانیہ
مین ہے کہ زانیہ کی وطی زوج پر حرام ہے بدون حیض ہو جانے کے تو وہ روایت ضعیف ہے چنانچہ اوسکو خوب بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح
منح الغفار مین وصح نکاح المضمومة الی محرمة اور صحیح ہے نکاح حلال عورت کا جو ملائی گئی محرم عورت سے یعنی ایک عورت مرد پر حلال ہے اور دوسری
حرام ہو ان دونون سے ایک عقد مین نکاح کیا تو حلال عورت کا نکاح صحیح ہوگا و محرم کا نکاح باطل ہو جائیگا والمسمی کلہ لہا اور مہر معین سب حلال عورت کا
ہوگا یعنی دونون کا مہر اوسی کو ملیگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون کے مہر مثل پر تقسیم ہوگا ولو دخل بالمحرمة فلہا مہر المثل اور اگر
صحبت کی محرم عورت سے تو اوسکو مہر مثل ملیگا کتنا ہی ہو وبطل نکاح متعة اور باطل ہے نکاح متعہ کا متعہ اوسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص عورت سے کہے
کہ مین نے تجھ سے متعہ کیا اوس قدر دن یا مہینے تک اتنے مال پر اول متعہ خیبر اور فتح مکہ مین مباح تہا جب کہ مردون پر مجرد رہنا نہایت سخت تہا اور عورتون مین
قلت تھی پھر بعد فتح مکہ کے قیامت تک حرام ہو گیا چنانچہ صحیح مسلم مین ربیع بن سبرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین روز
فتح مکہ مین متعہ مباح کیا پھر فرمایا کہ اے لوگو مین نے تمکو متعہ کرنے کی اجازت دی تھی عورتون سے اور بالتحقیق حق تعالی نے اوسکو حرام کر دیا قیامت کے دن
تک ابن عباس اول حلت متعہ کے قائل تھے آخر کو وہ بھی حرمت کے قائل ہوئے چنانچہ جامع ترمذی مین مصرح ہے تو باجماع صحابہ اسکی حرمت ثابت

ہوتی اور جو متعہ کو حلال جانے وہ کافر ہے چنانچہ مضمرات میں موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی **و موقت** اور باطل ہے نکاح موقت یعنی مدت مقرر کرنا نکاح میں
اسکو نکاح موقت کہتے ہیں نکاح موقت اور متعہ میں چند وجوہ سے فرق ہے متعہ میں لفظ متعہ کا بولنا ضرور ہے اور موقت میں لفظ تزویج اور نکاح لازم ہے اور متعہ میں تعیین
مقدار عمر کی لازم ہے موقت میں نہیں اور متعہ میں گواہ شرط نہیں بخلاف موقت کے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جہلت المدۃ او طالت فی الاصح نکاح موقت باطل
ہے اگرچہ مدت مجہول ہو یا طویل ہو بنا بر قول اصح کے ولیس منہ مالو نکحہا علی ان یطلقہا بعد شہر اور نکاح موقت سے یہ نہیں اگر نکاح کیا عورت سے اس شرط پر
کہ اوسکو طلاق دیگا بعد ایک مہینے کے اسواسطے کہ طلاق قاطع ہے نکاح کی تو مدت کی شرط قاطع میں ہوئی نہ نکاح میں تو شرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا بخلاف نکاح موقت کے
کہ اوسمین خود نکاح مشروط ہے او نوی مکثہ معہا مدۃ معینۃ یا نیت کی نکاح کرنیوالے نے زوجہ کے ساتھ مدت معین تک رہنے کی یعنی یہ بھی نکاح موقت میں داخل نہیں وکذا لو تزوج
النہاریات یعنے اور کچھ مضائقہ نہیں نہاریات کے نکاح میں کذا فی البحر نہاریات وہ عورتیں جنکے پاس شوہر دن کو رہے نہ رات کو ویحل لہ وطئ امرأۃ ادعت علیہ
عند قاض انہ تزوجہا بنکاح صحیح وہی ای والحال انہا محل للانشاء ای لانشاء النکاح خالیۃ عن الموانع وقضی القاضی بنکاحہا ببینۃ
اقامتہا ولم یکن فی نفس الامر تزوجہا اور حلال ہے مرد کو وطی اوس عورت کی جسنے مرد پر دعوی کیا قاضی کے نزدیک اسکا کہ مرد نے اوس سے صحیح
نکاح کیا اور حالانکہ وہ عورت محل ہے وجود نکاح کی حلال ہے محرم نہیں خالی ہے موانع نکاح سے یعنی مثلاً غیر کی منکوحہ یا معتدہ نہیں اور حکم کر دیا قاضی
نے اوسکے ثبوت نکاح کا بسبب گواہی اون گواہوں کے جنکو عورت نے قائم کیا اور حالانکہ درحقیقت مرد نے اوس سے نہیں نکاح کیا تہا مدعیہ اور گواہ
دونو جہوٹے سو قاضی کا حکم ظاہر میں نافذ ہوگا نفقہ وغیرہ مرد پر لازم آویگا اور باطن میں بھی نزدیک امام اعظم کے نافذ ہوگا یعنی بلا تردد وطی حلال
ہوگی امام اعظم رح کی یہ دلیل ہے کہ ایک مرد نے گواہوں سے ایک عورت کا نکاح ثابت کیا علی مرتضی کے روبرو حضرت نے اوسکے ثبوت نکاح کا حکم کیا عورت
نے کہا کہ دعوی اسکا جہوٹا ہے چارہ ناچار اگر یہی حکم منظور ہے تو میرا نکاح ہی کر دیجیے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تیرے دونوں شاہدوں نے تیرا نکاح کر دیا
یعنی اب نکاح کی کچھ حاجت نہیں اگر نکاح نہ تہا تو بھی بشہادت شہود ہو گیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وکذا تحل لہ لو ادعی ہو نکاحہا خلافا
لہما اور اسیطرح سے حلال ہے وطی مرد کو اگر خود اوسنے عورت کے نکاح کا دعوی کیا اور گواہ سنکر قاضی نے حکم دیا لیکن اول صورت میں دعوی
باطل سے عورت گنہگار ہوگی اور صورت ثانی میں مرد ہوگا اور یہ قول حلت وطی کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک اسواسطے کہ اون کے نزدیک بدون
نکاح جدید کے وطی کرنا حلال نہیں وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب بقولہما یفتی اور شرنبلالیہ میں بروایت مواہب صاحبین کے قول پر فتوی
ہے احتیاط اسی میں ہے کہ وطی نہ کرے لیکن حکم قاضی کا ظاہر میں بالاتفاق نافذ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قضی بطلاقہا بشہادۃ الزور مع علمہا
بذلک نفذ وحل لہا التزوج بآخر بعد العدۃ اور اگر حکم کیا قاضی نے عورت کی طلاق کا شہادت زور سے باوجود دریافت ہونے عورت کے کہ شہادت
زور ہے قضا نافذ ہوگی اور حلال ہوگا عورت کو نکاح کر لینا دوسرے مرد سے عدت گذرنے کے بعد شہادت زور کا علم عورت کو یوں متصور ہے کہ
اوسنے خود طلاق کا دعوی کیا اور کاذب گواہ پیش کیے تو وہ یقیناً جانتی ہے کہ اوسکے شوہر نے طلاق نہیں دی وحل للشاہد تزوجہا وحرمت
علی الاول اور حلال ہے شاہد زور کو نکاح کر لینا اوس عورت کا اسواسطے کہ قضا نافذ ہوگی ظاہر اور باطن میں اور حرام ہوگئی عورت پہلے شوہر پر
وعند الثانی لا تحل لہما وعند محمد تحل للاول ما لم یدخل الثانی وہی من فروع القضاء بشہادۃ الزور کما سیجیء اور نزدیک ابو یوسف
کے دونوں پر حلال نہیں نہ اول شوہر پر نہ ثانی پر اور نزدیک محمد کے شوہر اول پر حلال ہے جبتک شوہر ثانی نے صحبت نہ کی اور اگر صحبت کی تو اول پر
حرام ہوگی بسبب وجوب عدت شبہ کے اور یہ مسئلہ نکاح اور طلاق کا قضاء شہادت زور کی فروع سے ہے چنانچہ آگے کتاب القضا میں آویگا
والنکاح لا یصح تعلیقہ بالشرط اور نکاح کا معلق کرنا شرط پر صحیح نہیں اسواسطے کہ تعلیق بالشرط اسقاطات خالصہ کو مخصوص ہے جو حلف واقع

ہوتے ہیں جیسے طلاق اور عتاق اور نکاح اون میں سے نہیں كتزوجتك ان رضي ابي لم ينعقد النكاح لتعليقه بالخطر كما في العمادية وغيرها
جیسے کوئی کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہوگا اور دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح نہ منعقد ہوگا واسطے معلق ہونے نکاح
کے خطر پر محتمل ہے کہ شرط واقع ہو یا نہو چنانچہ عدم صحت نکاح معلق کی عمادیہ اور سوائے اسکے میں موجود ہے چنانچہ فتح القدیر اور خلاصہ اور ظہیریہ اور
بزازیہ اور خانیہ اور تاتارخانیہ اور خادمی اور آلبیت اور جامع الفصولین اور قنیہ میں مصرح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وما في الدرر [illegible]
اور جو روایت درر میں ہے سو وہ صحیح نہیں اور خلاصہ یعنی مخالف ہے فقہا کے لائق اعتماد کے نہیں صاحب درر نے کہا کہ نکاح بالشرط جیسے کوئی کہے
کہ اگر تو [illegible] میں جاوے گی تو فلانے شخص سے تیرا نکاح کر دونگا اور فلانے نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ تعلیق باطل ہے اور نکاح صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و
اضافة الى المستقبل كتزوجتك غدا او بعد غد لم يصح اور نہیں صحیح ہے اضافت کرنا نکاح کا زمانہ آیندہ کی طرف جیسے یوں کہے کہ میں نے
تجھ سے نکاح کیا آج کے بعد کل یا پرسوں تو صحیح نہ ہوگا ولكن لا يبطل النكاح بالشرط الفاسد ولیکن نکاح نہیں باطل ہوتا شرط فاسد سے جیسے کوئی
کہے کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہ دونگا یا اپنا گھر مجھکو عاریت دے یا اپنا نفقہ مجھ سے نہ مانگیو یا میری خدمت کرنا وانما يبطل الشرط
دونه يعني لو عقد مع شرط فاسد لم يبطل النكاح بل الشرط بخلاف ما علقه بالشرط اور باطل تو شرط ہوتی ہے نہ نکاح یعنی اگر عقد شرط فاسد کے ساتھ ہوا تو
نکاح نہ باطل ہوگا شرط باطل ہوگی بخلاف اسکے کہ اگر نکاح کو شرط پر معلق کیا تو وہاں شرط بھی باطل اور نکاح بھی باطل ہے اس مقام میں فرق بتانا
معلق علی الشرط اور مشروط بشرط فاسد کا ضرور ہے کہ ناواقفون کو حیرانی نہ ہو معلق علی الشرط سے یہ مراد ہے کہ کسی شرط پر نکاح تعلیق کرے کہ وہ محتمل الوجود
ہو نہ متحقق الوجود جیسے کسی کی دل کی خوشی یا دخول دار یا ہوا چلنا یا پانی کا برسنا یا کسی کے جینے مرنے پر نکاح کا معلق کرنا اوسکو معلق علی الشرط کہتے ہیں
اور نکاح مشروط بشرط فاسد سے یہ مراد ہے کہ نکاح کے ساتھ ایسی شرط کی جو لوازم نکاح کے مخالف ہے جیسے مہر اور نفقہ نہ دینا وعلی ہذا القیاس الا ان يعلقه
بشرط ماض كائن لا محالة مگر نکاح معلق اوسوقت درست ہے جب اوسکی تعلیق کرے شرط ماضی موجود بلا تردد پر یعنی سابق سے شرط پائی گئی یا وقت ایجاب
اور قبول کے حادث ہوئی چنانچہ کسی نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کر دیا بشرط آنے زید کے دوسرے نے قبول کیا اور حالت قبول میں فوراً زید آگیا
تو نکاح منعقد ہو جاویگا کذا فی حاشیۃ المدنی فيكون تحقيقا فينعقد في الحال كان خطب بنتا لابنه فقال ابوها زوجتها قبلك من فلان
فكذبه فقال ان لم اكن زوجتها من فلان فقد زوجتها لابنك فقبل ثم علم كذبه انعقد لتعلقه بموجود یعنی جب موجود شرط پر تعلیق ہوئی تو نکاح
متحقق ہوگیا معلق نرہا تو اوسی وقت منعقد ہو جاویگا جیسے ایک شخص نے اپنے فرزند کے واسطے کسی کی بیٹی سے منگنی کی تو اوسکے باپ نے کہا کہ میں تو تجھ سے
پہلے اوسکا نکاح کر چکا ہوں فلانے شخص سے سو اوسنے اوسکی تکذیب کی پھر بیٹی کے باپ نے کہا کہ اگر میں نے فلانے شخص سے نہیں نکاح کر دیا تو البتہ اوسکا
نکاح تیرے فرزند سے کیا سو اوسنے قبول کر لیا پھر اوسکا کذب معلوم ہوگیا خود اوسکے اقرار سے یا فلانے شخص کے اظہار سے تو یہ نکاح منعقد ہوگیا واسطے
معلق ہونے نکاح کے شرط موجود پر یعنی نکاح معلق اس سبب سے صحیح نہیں کہ شرط کا وجود حاصل نہیں اور جب شرط موجود ٹھہری تو نکاح معلق نرہا بلکہ متحقق
ہوگیا تو البتہ صحیح ہوگا وكذا اذا وجد المعلق عليه في المجلس كذا ذكره چلپی زادہ تبعا المصنف بحثا اور اسیطرح نکاح صحیح ہو جاویگا جب معلق علیہ یعنی جسپر
تعلیق نکاح کی ہوئی وہ ایجاب اور قبول کی مجلس میں پایا جاوے جیسا کہ اوسکو چلپی زادہ نے مذکور کیا اور بعضے نسخون میں چلپی زادہ کے مقام پر حلبی
مرقوم ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اوسکو عام رکھا ہے بحث کر کے مصنف نے عمادیہ سے نقل کی کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درہم پہ
نکاح کیا اگر فلانا شخص آج راضی ہو اور وہ شخص مجلس میں حاضر تھا سو بولا کہ میں راضی ہوا تو نکاح صحیح ہوگا بطریق استحسان کے اور اگر حاضر نہوگا تو نہ جائز
ہوگا اور ظہیریہ میں ہے کہ اگر یوں کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا اگر میرا باپ راضی ہو اور اجازت دے پھر دوسرے نے قبول کیا تو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ تعلیق ہے

اور نکاح تعلیق کا احتمال نہین رکھتا اور اگر باپ مجلس مین حاضر ہوگا اور قبول کرے تو نکاح جائز ہوگا تو معلوم ہوا کہ فقط
وجود معلق علیہ کا مجلس مین کافی نہین جب تک کہ وہ راضی نہو اور اجازت نہ دے اور اگر مجلس کے بعد اجازت دے گا تو
جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی لکن فی النہر قبیل کتاب الصرف فی مسئلۃ التعلیق برضی الاب الحق الاطلاق فلیتامل المفتی
لیکن نہر الفائق مین کتاب الصرف کے قبل مسئلہ تعلیق برضای والد کے یون کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ تعلیق علی الاطلاق صحیح نہین خواہ باپ مجلس مین حاضر
ہوکر راضی ہو یا نہ راضی ہو اور معلق علیہ خواہ باپ ہو یا اجنبی کسیطرح نکاح صحیح نہین اس اطلاق کو صاحب نہر نے خانیہ سے نقل کیا تو چاہیے کہ مفتی تامل
کرے اس مسئلہ کے بیان مین اسواسطے کہ خانیہ نہایت معتمد کتاب ہے کہ قاضیخان اوسکی تصحیحات پر اعتماد کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ٭ ٭ ٭ ٭

باب الولی

یہ باب ہے تعریف اور احکام ولی مین ہو لغۃ خلاف العدو وعرفا العارف باللہ تعالی وشرعا البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا
علی المذہب ما لم یکن متہتکا ولی لغت مین یعنی دوست ہے خلاف دشمن اور عرف مین ولی عارف باللہ کو کہتے ہین اور شرع مین ولی اوسکو کہتے ہین
جو بالغ اور عاقل اور وارث ہو اگرچہ فاسق ہو بنا بر مذہب صحیح کے بشرطیکہ پردہ دری بہت کہو نہو الا نہو اس تعریف مین سلطان اور مالک عبد داخل نہین
اسواسطے کہ وارث نہین تو مصنف اور شارح کو لازم تہا کہ انکو تعریف مین داخل کرتے وخرج نحو صبی ووصی مطلقا علی المذہب تو نکل گیا ولی کی تعریف
سے لڑکا اور دیوانہ اور بیہوش اور وصی مطلقا بنا بر مذہب صحیح کے لڑکا بالغ کی قید سے نکلا اور دیوانہ اور بیہوش عاقل کی قید سے نکلا اور وصی وارث کی
قید سے نکلا وصی کو مطلقا ولایت نکاح کی نہین خواہ اوسکو نکاح کردینے کی باپ نے وصیت کی ہو یا نہکی ہو اور وارث کی قید سے کافر اور غلام بھی نکل گیا تو
کافر اپنے بیٹے مسلمان کا اور غلام حرہ کا ولی نہین والولایۃ تنفیذ القول علی الغیر اور ولایت عبارت ہے جاری ہونے قول سے غیر پر یعنی دوسرے پر اوسکا
قول نافذ ہو جاوے فتثبت باربع قرابۃ وملک وولاء وامامۃ سو ثابت ہے ولایت چار سبب سے اول قرابت سے جیسے نکاح بیٹی کا باپ کردے دوسرے
ملک جیسے نکاح لونڈی یا غلام کا مالک کردے تیسرے ولایت آزاد کرنیکی جیسے نکاح آزاد کا سید کردے چوتھے امامت جیسے نکاح لاوارث کا بادشاہ یا قاضی
کردے شاء او ابی الغیر راضی ہو یا نا راضی یعنی ولی کا قول ہر صورت غیر پر نافذ ہے وہ خوش ہو یا ناخوش وہی ہنا نوعان ولایۃ ندب علی المکلفۃ ولو بکرا
اور ولایت یہان نکاح مین دو قسم ہے ولایت مستحب عاقلہ بالغہ پر اگرچہ کواری ہو یعنی باپ غیرہ کو بالغہ بیٹی پر جبر کرنا نہین پہونچتا نکاح مین لیکن بالغہ کو مناسب ہے
کہ اپنا نکاح ولی پر رکہتا کہ خلاف فقہا سے بچے اور بیحیائی کی طرف منسوب نہو وولایۃ اجبار علی الصغیرۃ ولو ثیبا ومعتوہۃ ومرقوقۃ اور دوسری قسم
ولایت ہے چہوٹی لڑکی پر اگرچہ کواری نہو اور ولایت جبری ہے بالغ بیہوش پر اور لونڈی پر ولایت اجبار کے یہ معنی کہ ولی کے عقد کرنیسے انکا نکاح نافذ ہو جاتا ہے
گو یہ انکار کرین کما افادہ بقولہ وہو ای الولی شرط صحۃ نکاح صغیر ومجنون ورقیق لا مکلفۃ چنانچہ قسم ثانی ولایت کو
اپنے اس قول سے بیان کیا کہ وہ یعنی ولی شرط ہے صغیر اور مجنون اور رقیق کے نکاح کی صحت مین نہ مکلفہ مین قید مذکورات کی اتفاقی ہے صغیرہ اور مجنونہ اور رقیقہ
کا بھی نکاح بدون ولی کے صحیح نہین فنفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی تو نافذ ہوگا نکاح حرہ عاقلہ بالغہ کا بدون
رضامندی ولی کے کفو مین یا غیر کفو مین اسواسطے کہ اوسپر ولایت استحبابی ہے جبری نہین ہے یہی مذہب ہے امام
اعظم اور ابو یوسف کا اور محمد نے بھی اسیطرف رجوع کیا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک عورتون کو بدون اولیا کے نکاح کا اختیار نہین اسواسطے کہ حدیث
شریف مین آیا ہے لا نکاح الا بولی اور ہمارا جواب یہ ہے کہ اکثر آیات قرآنی مین عورتون کو اختیار نکاح کا ثابت ہوتا ہے کما قال تعالی لا جناح علیکم فیما
فعلن فی انفسہن اور حدیث لا نکاح الا بولی صحیح نہین بلکہ مضطرب ہے بخاری اور یحیی بن معین نے کہا کہ اس باب مین یعنی اشتراط ولی مین کوئی صحیح حدیث

نہین ثابت چنانچہ زیلعی نے اسکو نقل کیا اور اگر صحت کو حدیث کی تسلیم کیجیے تو مراد کمال کی نفی ہے نہ جواز کی توفیقا بین الادلہ اور اگر نفی جواز کی مراد لیجیے تو بھی نکاح
مکاتبہ کا بطلان نہین ثابت ہوتا اسواسطے کہ مکاتبہ خود اپنی ذات کی ولی ہے چنانچہ جوان مرد اگر نکاح بدون ولی کے کرے تو جائز ہے خود اپنی ولایت سے اور صحیح مسلم مین
حدیث مرفوع موجود ہے کہ الایم احق بنفسہا من ولیہا کہ عورت بے شوہر اپنی ذات کی سزاوار تر ہے بہ نسبت اپنے ولی کے ایم کہتے ہین عورت بے شوہر کو ہین باکرہ اور غیر
باکرہ دونون شامل ہین تو معلوم ہوا کہ بالغہ پر ولی کا جبر ثابت نہین اوسکو خود اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والاصل ان کل من تصرف فی مالہ تصرف فی نفسہ وما لا فلا
اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو اپنے مال مین تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ذات مین بھی تصرف کر سکتا ہے اور جسکو اپنے مال مین تصرف نہین اوسکو اپنی ذات پر بھی تصرف نہین جو
عاقلہ بالغہ کو اپنے مال مین تصرف کا اختیار ہے تو اپنے نکاح مین بھی اختیار ہے اور صغیرہ اور مجنونہ کو اپنے مال مین اختیار نہین تو اپنے نکاح مین بھی اختیار نہین وله ای للولی اذا
کان عصبۃ ولو غیر محرم کابن العم فی الاصح خانیۃ وخرج ذوو الارحام والام والقاضی الاعتراض فی غیر الکفو اور جائز ہے ولی کو جب
عصبہ بنفسہ ہو اگرچہ غیر محرم ہو جیسے چچا کا بیٹا قول اصح مین کذا فی الخانیہ اعتراض کرنا غیر کفو مین اسطرح کہ قاضی پاس جا کر نکاح کو فسخ کروا ڈالے اور نکل گئی عصبہ کی قید سے
ذوی الارحام اور مان اور قاضی یعنی انکو اعتراض کا حق نہین ویتجدد بتجدد النکاح اور جدید ہوگا فسخ نکاح کا نکاح کے تجدد سے چنانچہ ولی نے عورت کا نکاح
کفو سے کر دیا پھر عورت نے اوسکو پھیر کر دوسرے غیر کفو سے نکاح کیا بدون مرضی ولی کے تو یہان بھی ولی کو تفریق کا اختیار ہوگا اسواسطے کہ نکاح اول کی رضا سے لازم
نہین آتا کہ دوسرے نکاح سے بھی راضی ہو فیفسخہ القاضی ما لم یسکت حتی تلد منہ لئلا یضیع الولد تو نکاح کو فسخ کر دے قاضی بشرطیکہ سکوت نہ کیا ہو
ولی نے یہان تک کہ عورت شوہر غیر کفو سے جنے اور اگر اوس سے لڑکا پیدا ہوا تو ولی کو حق اعتراض نہ رہا تاکہ لڑکا نہ ضائع ہو معلوم ہوا کہ بدون قاضی کے جدائی کا
اختیار ولی کو نہین اور قبل تفریق قاضی کے نکاح کے احکام مثل ارث اور طلاق کے ثابت ہین سو اگر تفریق بعد دخول کے ہوئی تو عورت کو مہر معین ملے گا
اور اوسپر عدت لازم آویگی اور اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو مہر نہ ملے گا اسواسطے کہ جدائی شوہر کی طرف سے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیہ
وینبغی الحاق الحبل الظاہر بہ اور مناسب ہے حمل ظاہر کا ملحق کرنا ولادت کے حکم سے یعنی اگر ولی ساکت رہا یہانتک کہ عورت حاملہ ہو گئی تو حق فسخ
کا ساقط ہو گیا اور یہ تجویز ہے صاحب درر کی ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وہو المختار للفتوی اور فتوی دیا گیا غیر کفو مین عدم جواز نکاح
کا یعنی اگر عورت غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے نکاح کرے تو اصلا جائز نہین اور یہی روایت پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے اور یہی روایت کی ہے
حسن بن زیاد نے امام اعظم رح سے کہ اگر زوج کفو ہے تو نکاح بدون ولی کے نافذ ہوگا اور اگر غیر کفو ہے تو ہرگز نافذ نہوگا اور معراج مین خانیہ سے نقل کیا کہ
ہمارے زمانہ مین مختار فتوی دینے کے واسطے حسن کی روایت ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہے لفساد الزمان عدم جواز پر
فتوی ہوا بسبب فساد زمانہ کے نہ ہر مکلفہ باشرم و حیا ہے کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہے نہ ہر ولی کو نالش کا سلیقہ ہے فلا تحل مطلقۃ ثلثا
نکحت غیر کفو بلا رضی ولی بعد معرفتہ ایاہ فلیحفظ تو نہ شوہر اول کی حلال ہوگی مطلقہ ثلثہ جسنے نکاح کیا غیر کفو سے بدون مرضی ولی کے بعد پہچان لینے ولی کے شوہر
غیر کو سو اوسکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ امر غیر کفو مین کثیر الوقوع ہے یعنی جب فتوی ہوا نکاح غیر کفو کے عدم جواز پر تو ایسے نکاح سے شوہر اول کو مطلقہ ثلاثہ حلال نہوگی
اور اگر مطلقہ کا کوئی ولی نہین یا ولی راضی ہو گیا شوہر غیر کفو کو جان بوجھ کر تو مطلقہ شوہر اول پر حلال ہو گی بعد طلاق دینے شوہر ثانی کے اور زاہدی افاق مین
بزازیہ سے نقل کیا کہ برہان الائمہ نے ذکر کیا کہ فتوی امام اعظم رح کے قول پر ہے بسبب قوت دلیل کے یعنی اگر عاقلہ نے غیر کفو سے نکاح کر لیا بدون مرضی ولی کے تو
جائز ہے باکرہ ہو یا ثیبہ کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا اس مسئلہ مین فتوی مختلف ہے سو اسکو بھی یاد رکھنا چاہیے وبناء علی الاول فرع ما فی الدرایۃ فرضا
البعض من الاولیاء قبل العقد او بعدہ کالکل الذی لم یرض کذا اور بنا بر قول اول کے یعنی ظاہر الروایت کے راضی ہونا بعض اولیا کا قبل عقد کے یا بعد عقد کے سب کے راضی
ہونے کے برابر ہے اسواسطے کہ حق ولایت کا ہر ایک کو پورا ثابت ہے یعنی جب ایک ولی راضی ہوا تو باقی ولیون کو حق اعتراض نہ رہا [illegible]

الی قف فامنہ ولایت امان اور قصاص کے یعنی اگر ایک مسلمان نے حربی کو امان دی تو اور مسلمانوں کو اوسکا تعرض نہیں پہونچتا اور اسیطرح اگر ایک ولی
نے قصاص معاف کیا تو باقی اولیا کو طلب قصاص کا حق نرہا اور کتاب الوقف میں اسکی ہم آگے تحقیق کرینگے وان استووا فی الدرجۃ والا فللاقرب منھم حق الفسخ
ایک ولی کی رضا سب کی رضا کی برابر ہے اگر سب اولیا درجہ میں برابر ہوں جیسے دو بھائی اور دو چچا اور اگر اولیا برابر نہوں ایک زیادہ قریب ہو جیسے باپ اور دوسرا بعید جیسے
مثلاً بھائی تو اولیا میں سے اقرب کو حق ہے فسخ کا یعنی اگر بھائی نے نکاح کر دیا تو باپ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے وان لم یکن لھا ولی فھو ای العقد صحیح نافذ
مطلقاً اتفاقاً اور اگر عورت کا کوئی ولی نہیں تو عقد صحیح اور نافذ ہے مطلقاً خواہ کفو سے نکاح کیا ہو خواہ غیر کفو سے سب کے نزدیک وقبض الولی
حق الاعتراض المھر ونحوہ مما یدل علی الرضا رضاً دلالۃ ان کان عدم الکفاءۃ ثابتاً عند القاضی قبل مخاصمتہ والا لا یکون رضاً
اور قبض کرنا اوس ولی کا جسکو حق اعتراض ہے مہر کو اور جو مہر کے مانند ہو اوس قسم سے جو رضامندی پر دلیل ہو جیسے تحفہ لینا رضامندی ہے باعتبار دلالت حال کے
اگر عدم کفاءت ثابت ہو قاضی کے نزدیک قبل مخاصمت ولی کے اور اگر عدم کفاءت قاضی کے نزدیک ثابت نہیں نالش سے پہلے تو مہر وغیرہ کا قبض کرنا ولی کی
رضا پر دلیل نہیں کما لا یکون سکوتہ رضا ما لم تلد جیسا چپ رہنا ولی کا رضامندی پر دلیل نہیں جبتک عورت نہ جنے چنانچہ یہ مسئلہ سابق ہو چکا فاما تصدیقہ
بانہ کفو فلا یسقط حق الباقین مبسوط اور تصدیق کرنا ایک ولی کا کہ زوج کفو ہے ساقط نہیں کرتا باقی اولیا کے حق کو کذا فی المبسوط ولا تجبر البالغۃ
البکر علی النکاح لانقطاع الولایۃ بالبلوغ اور جبر کرنا نہیں پہونچتا بالغہ کا باکرہ پر نکاح کا اسلئے قطع ہو گئی ولایت کے بالغ ہونے سے فان استاذنھا
ھو ای الولی وھو السنۃ او وکیلہ او رسولہ او زوجھا ولیھا واخبرھا رسولہ او فضولی عدل فسکتت عن ردہ مختارۃ اگر اجازت نکاح کی مانگی بالغہ سے ولی نے
اور یہی سنت ہے یا ولی کے وکیل نے یا اوسکے پیغامی نے اجازت مانگی یا اوسکا نکاح کر دیا اوسکے ولی نے استیذان سے پہلے اور خبر کی بالغہ کو نکاح کی ولی کے
پیغامی نے یا فضولی عادل نے فضولی وہ جو ولی کا وکیل اور رسول نہو پھر سکوت کیا بالغہ نے رد نکاح سے حالت اختیار میں تو اگر استیذان کے وقت عورت کو چھینک یا کھانسی
آئی پھر بعد فراغت کے اوسنے کہا کہ میں راضی نہیں نکاح رد ہو گیا ایسا سکوت عذر سے بے اختیاری لائق اعتبار کے نہیں اور شارح نے سکوت میں قید عن الرد کی لگائی
اسواسطے کہ اگر استیذان کے وقت یا نکاح کی خبر سننے کے بعد بالغہ نے کوئی اجنبی بات کی تو ایسا تکلم سکوت میں شمار کیا جائیگا اسواسطے کہ کلام اجنبی رد نکاح نہیں تو اجازت
میں داخل ہوگا او ضحکت غیر مستھزئۃ یا بالغہ ہنسی بدون تمسخر کے سو اگر تمسخر اور استہزا سے ہنسی تو یہ ضحک اذن نہوگا او تبسمت او بکت بلا صوت فلو بصوت لم یکن اذنا
ولا ردا حتی لو رضیت بعدہ انعقد معراج وغیرہ فما فی الوقایۃ والملتقی فیہ نظر یا مسکرائی یا روئی بدون آواز کے اور اگر آواز سے روئی تو یہ رونا
نہ اذن ہوگا نہ رد نکاح کا ہوگا یہانتک کہ اگر راضی ہوگی بعد اسکے رونے کے تو نکاح منعقد ہو جائیگا کذا فی المعراج وغیرہ سو جو روایت وقایہ اور ملتقی میں ہے اوسمیں نظر
اور اعتراض ہے یعنی صحیح نہیں وقایۃ الروایۃ اور ملتقی الابحر میں یوں ہے کہ بالغہ کا رونا بے آواز اذن ہے اور آواز سے رد ہے شارح نے اعتراض میں صاحب بحر
اور نہر اور منح کی پیروی کی ہے اور حالانکہ متون مقدم ہیں شروح پر اور وقایہ اور ملتقی کے شاہد ہیں اور دو متن یعنی نقایہ اور اصلاح اور اونکی شروح سو کیونکر
کہا جاوے کہ اونکی روایت صحیح نہیں بلکہ یوں کہنا اولی ہے کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فھو اذن ای توکیل فی الاول ان اتحد الولی
تو یہ سکوت اور ضحک اور تبسم اور بکا اذن ہے نکاح کا یعنی اپنے نکاح کا وکیل کرنا ہے ولی کو اول صورت میں یعنی استیذان میں اگر ولی ایک ہی ہے فلو تعدد الزوج
لم یکن سکوتھا اذنا سو اگر اولیا نکاح کر دینے والے کئی ہوں تو اوسکا سکوت اذن نہوگا مثلاً عورت کے دو بھائی ہیں ایک بھائی نے کہا کہ میں تیرا نکاح زید سے
کرتا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ عمرو سے کرتا ہوں اور دونوں کے استیذان میں عورت چپ رہی تو یہ سکوت اذن نہوگا واجازۃ فی الثانی ان بقی النکاح
لا لو بطل بموتہ اور یہ سکوت بالغہ کا یا ضحک وغیرہ جائز کہنا نکاح کا ہے دوسری صورت میں یعنی ولی نے قبل استیذان نکاح کر دیا پھر بعد خبر ہونے کے
اوسنے سکوت کیا تو یہ سکوت اجازت ہے نکاح کی اگر ولی ایک ہو اور اگر اولیا زیادہ ہوں اور بالغہ ہر ایک کی تزویج سنکر سکوت کرے تو یہ سکوت اجازت نہوگا

بلکہ دونون نکاح موقوف رہین گے یہانتک کہ ایک پر اجازت قولی یا فعلی ظاہر کرے کذا فی البدائع اور اگر دونون کو جائز کہا تو دونون نکاح باطل ہونگے کذا فی حاشیۃ المدنی
سکوت اجازت ہوگا اگر نکاح باقی ہے خبر معلوم ہونے تک اور اگر نکاح باطل ہوگیا بسبب موت شوہر کے یعنی شوہر کے مرنے کے بعد بالغہ کو خبر نکاح کی پہونچی تو اوسوقت مین
اوسکا سکوت اجازت نہوگا سو اسطیکہ نکاح خود باطل ہوگیا ولو قالت بعد موتہ زوّجنی ابی بامری وانکرت الورثۃ فالقول لہا فترث وتعتد
اور اگر بعد مرنے شوہر کے عورت نے کہا کہ میرا نکاح کردیا تہا میرے باپ نے میرے اذن سے اور شوہر کے وارث اسکے منکر ہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا تو اپنے شوہر کی
وارث ہوگی اور عدت بیٹھے گی ولو قالت بغیر امری لکنہ بلغنی فرضیت فالقول لہم اور اگر عورت نے کہا کہ میرا نکاح میرے باپ نے بدون میرے اذن کے کیا
لیکن جب مجھکو خبر نکاح کی پہونچی تو مین راضی ہوگئی سو اس صورت مین شوہر کے وارثون کا قول معتمد ہوگا تو اوسکو نہ مہر ملیگا نہ میراث لیکن اگر اوسکو صحت نکاح کا علم ہے تو
اوسپر عدت لازم آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی وقولہا غیرہ اولی منہ رد قبل العقد لا بعدہ اور عورت کا یون بولنا کہ غیر اوسکا بہتر ہے اوس سے یہ رد ہے قبل عقد کے نہ
بعد عقد کے یعنی ولی نے بالغہ سے اذن مانگا زید کے ساتہ نکاح مین اور اوسنے کہا زید کے سوا اور شخص بہتر ہے تو اگر یہ قول عقد سے پہلے ہے تو اجازت نہوئی انکار ہوا اور
اگر بعد عقد کے کہا تو انکار نہوگا بلکہ اجازت ہے کذا فی الظہیریۃ اور بحر الرائق مین کہا کہ قبل عقد اور بعد عقد دونون صورتون مین یہ قول انکار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو زوّجہا لنفسہ فسکتت فہو رد بعد العقد لا قبلہ اور اگر نکاح کیا بالغہ کا ولی نے اپنے ساتہہ تو سکوت کرنا اوسکا رد ہے بعد عقد کے نہ قبل عقد کے یعنی
نکاح کیا ایک شخص نے اپنے چچا کی بیٹی کے ساتھہ بدون اوسکے اذن کے پہر جب بالغہ کو خبر ہوئی تو وہ ساکت ہو رہی تو یہہ سکوت بعد العقد رضا نہوگا ہو اسطیکہ ابن العم
اس نکاح مین اصیل ہوا اپنی طرف سے اور فضولی ہوا عورت کی طرف سے اور فضولی عقد طرفین مین یہہ شرط ہے کہ فضولی نہوا ایک طرف سے نہ دو طرف سے تو یہہ عقد
امام اور محمد کے نزدیک قابل رد اور اجازت کے نہین یہانتک کہ اگر عورت اجازت قولی بھی دے تو بھی صحیح نہین اور اگر استیذان قبل عقد کے ہوا تو سکوت کرنا اوسکا
رضا ہوجایگا اور عقد صحیح ہوگا بالاتفاق کذا فی الخانیہ سو اسطیکہ ابن العم اس صورت مین وکیل ہوا عورت کی طرف سے اور اصیل ہوا اپنی طرف سے تو ایک متولی عقد
طرفین ہونا صحیح ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معیّن فردّت ثم زوّجہا منہ فسکتت صح فی الاصح اور اگر اذن مانگا ولی نے عورت سے ایک معین مین سو اوسنے
رد کیا تہا پہر بعد اسکے نکاح کردیا اوسی شخص مذکور سے سو ساکت ہوگئی بعد خبر معلوم ہونے کے تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح مین بخلاف ما لو بلغہا فردّت ثم قالت رضیت
لم یجز لبطلانہ بالرد بخلاف اسکے کہ اگر عورت کو نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے انکار کیا پہر بولی کہ مین راضی ہون تو نکاح نہ جائز ہوگا بسبب باطل ہو جانے نکاح اول کے
انکار سے ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظہار النفرۃ عند فجأۃ السماع اور اسیواسطے بہتر جانا ہے فقہانے تجدید نکاح کو زفاف کیوقت اسواسطیکہ
غالب [illegible] کنوارہی عورتون کی اظہار نفرت ہے ناگہان سماعت نکاح کیوقت یعنی احتمال ہے کہ اعلان نکاح کیوقت نکاح سے نفرت کی ہو اور نکاح باطل ہوگیا ہو
بسبب عدم رضا کے پہر جب بعد اسکے نکاح جدید کرلیا تو یہہ شبہہ جاتا رہا بحر الرائق مین کہا تجدید نکاح اوسوقت مستحب ہے جب نکاح قبل استیذان کے ہوا ہو اور اگر بعد
استیذان کے نکاح ہوا ہو تو اوسکی کچہہ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو استاذنہا فی معیّن فسکتت فوکّل من یزوّجہا ممن سمّاہ جاز ان عرف الزوج والمہر
کما فی القنیۃ اور اگر اذن لیا ولی نے عورت سے ایک مرد معین مین سو اوسنے سکوت کیا پہر وکیل کیا ولی نے ایک شخص کو کہ عورت کا نکاح کردے اوس سے جسکا نام لیدیا
تو یہہ توکیل اور عقد وکیل جائز ہے اگر زوج اور مہر کی معرفت ہوگئی ہو کذا فی القنیہ صحت نکاح مین معرفت زوج کی ضرور ہے عورت بہی اوسکو جان گئی ہو اور وکیل
بہی جان گیا ہو تاکہ دوسرے سے نہ عقد کردے اور مہر کی معرفت مین اختلاف ہے چنانچہ ماتن آگے تصریح کریگا کہ مہر پر صحت نکاح کی موقوف نہین واستشکلہ
فی البحر بانہ لیس للوکیل ان یوکّل بلا اذن فمقتضاہ عدم الجواز لانہا مستثناۃ اور مشکل جانا ہے مسئلہ سابق کو بحر الرائق مین اس طرح ہے کہ وکیل کو اختیار نہین کہ
دوسرے کو وکیل کرے بدون اجازت موکل کے تو اسسے لازم آتا ہے عدم جواز نکاح کا یعنی بالغہ کے سکوت سے ولی اوسکا وکیل ٹہہرا اور وکیل کو اختیار نہین کہ ولی کے وکیل
کی تزویج جائز ہو یا یہہ کہیے کہ یہہ مسئلہ اوس قاعدہ سے مستثنی ہے یعنی ہرچند وکیل کو توکیل کا اختیار نہین لیکن نکاح مین اختیار ہے اسواسطیکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ نکاح کی وکالت

حقیقی وکالت نہیں بلکہ یہاں سفیر محض اور معبر ہوتا ہے اور اسی واسطے حقوق عقد کے وکیل کیطرف رجوع نہیں کیے اور باب الوکالت میں آویگا کہ اگر موکل نے قیمت معین کر دی ہو تو وکیل کو
اختیار ہے کہ وہ مہر کو وکیل کو دے اسیطرح یہاں بھی شوہر اور مہر معروف اور معلوم میں تو البتہ وکالت صحیح ہوگی تو اب کچھ اشکال باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی ان علمت بالزوج
انہ من ہو لتظہر الرغبۃ فیہ او عنہ ولو بضمن العام کجیرانی او بنی عمی لو محصورین سکوت بالغہ کا اذن ہوگا اگر وہ جان گئی ہو شوہر کو کہ وہ کون ہے تاکہ
اوسمیں شوق ظہور کرے یا نفرت اگرچہ علم شوہر کا ضمن عام ہو جیسے ولی نے کہا کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں اپنے ہمسایوں سے یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے ایک مرد کے ساتھ بشرطیکہ
وہ متناہی ہوں تا ہر ایک کا حال عورت کو معلوم ہو سکے والا لا ما لم تفوض لہ الامر اور اگر متناہی نہوں گے تو رضا نہ ثابت ہوگی جبتک ولی کو اپنا امر سپرد
نہ کرے مثلاً اگر یوں کہے کہ جو تو کرے میں اوس میں راضی ہوں یا یوں کہے کہ میرا نکاح کر دے جس سے تو چاہے تو البتہ رضا ثابت ہوگی لا العلم بالمہر وقیل یشترط
وہو قول المتاخرین بحر عن الذخیرۃ واقرہ المصنف وما صححہ فی الدرر تبعا للکمال شرط نہیں مہر کا علم یعنی استیذان میں مقدار مہر کا
علم ضرور نہیں اسواسطے کہ صحت نکاح مہر پر موقوف نہیں کذا فی الہدایہ اور بعضوں نے کہا کہ مہر کا ذکر کرنا شرط ہے اسواسطے کہ قلت اور کثرت مہر سے شوق مختلف ہوتا ہے
اور یہی ہے قول متاخرین فقہا کا کذا فی البحر عن الذخیرہ اور مصنف نے بھی اسی قول کو ثابت رکھا ہے شرح منح الغفار میں اور جسکی تصحیح کی ہے درر میں بروایت
کافی کے اوسکو رد کیا ہے کمال الدین محقق نے درر میں کہا کہ اگر ولی باپ یا دادا ہے تو ذکر شوہر کا کافی ہے مہر کا ذکر ضرور نہیں اور اگر باپ دادا اسکے سوا اور کوئی ولی ہے
تو مہر کا تسمیہ ضرور ہے محقق نے اسکو یوں کہا کہ اسطرح تفصیل کرنا قائل کی غفلت ہے اسواسطے کہ باپ دادا میں اور اون کے سوا اور اولیا میں تفرقہ کرنے کا محل
تزویج صغیرہ ہے کہ وہاں ولایت اجبار ثابت ہے اور یہاں گفتگو بالغہ میں ہے جسمیں باپ اجنبی کے برابر ہے بدون اوسکی رضا کچھ نہیں کر سکتا وکذا اذا زوجہا
الولی عندہا ای بحضرتہا فسکتت صح فی الاصح ان علمت کما مر اور اسیطرح جب نکاح کر دیا بالغہ کا ولی نے اوسکے روبرو پھر وہ
چپ ہو رہی تو نکاح صحیح ہوگا قول اصح میں بشرطیکہ شوہر کو اوسنے جانا ہو چنانچہ سابق میں مذکور ہو گیا والسکوت کالنطق فی سبع وثلثین مسئلۃ
مذکورۃ فی الاشباہ اور سکوت نطق کے برابر ہے سینتیس۳۷ مسئلہ میں جنکا ذکر اشباہ میں ہے کتاب الاشباہ والنظائر میں ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے بارھویں
قاعدہ میں کہا کہ سینتیس۳۷ مسئلہ میں سکوت مانند نطق کے ہے ۱ سکوت باکرہ کا وقت استیذان ولی کے قبل عقد ہو یا بعد ۲ سکوت کرنا اوسکا اپنے قبض مہر کیوقت
۳ سکوت باکرہ کا اپنے بالغ ہونے کیوقت اپنے خیار نفس میں جبکہ باپ دادا کے سوا اور ولی نے اوسکا نکاح کیا ہو ۴ عورت نے نکاح کرنیکی قسم کھائی ہو پھر
اوسکے باپ نے اوسکا نکاح کر دیا اور وہ چپ رہی تو حانث ہوگی یعنی قسم ٹوٹ جائیگی ۵ سکوت متصدق علیہ یعنی فقیر کا برابر قبول کے ہے نہ موہوب لہ کا ۶
قبض موہوب لہ اور متصدق علیہ کیوقت سکوت کرنا مالک کا اذن میں داخل ہے ۷ سکوت وکیل کا قبول ہے اور رد کرنے سے وکالت رد ہو جاتی ہے ۸
سکوت مقر لہ کا قبول ہے ۹ مفوض الیہ یعنی جسکو کچھ سپرد کیجیے اوسکا چپ رہنا قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۰ موقوف علیہ کا سکوت جبکہ کوئی چیز
وقف کیجیے قبول ہے اور رد ہوتا ہے رد کرنے سے ۱۱ بیع التلجیہ میں بائع یا مشتری نے کہا کہ میں اس بیع کو بیع کرتا ہوں اور دوسرا چپ رہا تو یہ سکوت تصحیح بیع
ہوگا ۱۲ غانمین میں تقسیم مال کی وقت مالک قدیم کا سکوت رضامندی ہے ۱۳ عبد کو بیع اور شری کرتے دیکھکر مشتری بالخیار کا سکوت کرنا خیار کو ساقط
کرنا ہے ۱۴ مشتری کا قبضہ مبیع پر دیکھکر اوس بائع کا سکوت کرنا جسکو حبس مبیع میں اختیار تھا اجازت ہے قبضہ کرنیکی ۱۵ بیع معلوم ہونے کیوقت شفیع کا
سکوت حق شفعہ کا مبطل ہے ۱۶ غلام کو غیر کا مال خرید فروخت کرتے دیکھکر مولی کا سکوت اجازت ہے تجارت کی ۱۷ مولی نے قسم کھائی کہ غلام کو تجارت کا
اذن نہ دونگا پھر سکوت کیا خرید فروخت کرتے دیکھکر تو حانث ہوگا ۱۸ غلام کا سکوت اور بیع اور رہن کیوقت اقرار ہے غلامی کا ۱۹ ایک شخص نے
قسم کھائی کہ فلانے شخص کو اپنے گھر نہ اوترنے دونگا پھر اوسکو اپنے گھر میں اوترتے دیکھا اور سکوت کیا تو حانث ہوگا ۲۰ شوہر کا سکوت کرنا عورت کی ولادت
کیوقت یا مبارکباد دیتے وقت اقرار ہے ثبوت نسب کا پھر سکوت کے بعد نفی ولد کا اختیار نہیں ۲۱ مولی کا سکوت نزدیک ولادت ام ولد کے اقرار ہے ولد کا ۲۲ قبول

بیع کا عیب سنکر سکوت کرنا رضا بالعیب ہے بشرطیکہ مخبر عادل ہو م ۳ سکوت باکرہ کا تزویج ولی کے معلوم ہونے کے وقت رضا ہے نکاح کی م ۴
زوجہ نے یا اور کسی قریب نے زمین بیچی اور اوسوقت شوہر نے سکوت کیا تو یہ سکوت اقرار ہے اسکا کہ وہ زمین شوہر کی نہین ہی اسی پر فتوی ہے مشایخ سمرقند کا
بخلاف مشائخ بخارا کے اور اسیطرح زوجہ کا سکوت زوج کی بیع کے وقت اقرار ہے اپنی عدم ملکیت کا م ۵ ایک شخص نے دیکھا کہ اوسکا اسباب یا گہر کسی نے
بیچا پہر یہانتک مشتری اوسپر تصرف کرتا رہا اور یہہ شخص چپ ہے تو اوسکا سکوت اوسکے دعوی کا مسقط ہے م ۶ شرکت عنان کے دو شریکین مین ایک نے
دوسرے سے کہا کہ اس لونڈی کو خاص مین اپنے واسطے لیتا ہون اور دوسرا چپ رہا تو اسمین دونون کی شراکت نہوگی م ۷ وکیل نے موکل سے کہا کہ فلانی چیز کو
مین خاص اپنے واسطے خرید کرتا ہون اور وہ ساکت رہا تو وہ چیز وکیل ہی کی ہوگی م ۸ صبی عاقل کو خرید فروخت کرتے دیکھکر اوسکے ولی نے سکوت کیا تو یہہ اذن
ہوا م ۹ غیر کو مشک پہاڑتے دیکھا یہانتک کہ بہ گیا جو اوسمین تہا تو یہ سکوت رضا ہے م ۱۰ قسم کہائی کہ مملوک سے خدمت نہ لونگا پہر وہ بدون اوسکے امر و
نہی کی خدمت کرنے لگا اور یہہ ساکت ہے تو حانث ہوا یہ تین مسئلے جامع الفصولین وغیرہ مین تھے اور سات اگلے اشباہ کے مصنف نے زیادہ کیے م ۱
مان نے بیٹی کے جہیز مین کچھہ اسباب باپ کا دیا اور باپ ساکت ہے تو اوسکو پہیر لینا نہین پہونچتا م ۲ مان نے بیٹی کے جہیز مین وہ سامان دیا جسکا رواج ہے اور
باپ ساکت تہا تو مان اوسکی ضامن نہوگی م ۳ زیور پہنے لونڈی کو بیچا بدون شرط کے پہر لونڈی مشتری کو مع زیور حوالہ کی اور وہ اوسکو لے گیا اور بائع ساکت
رہا تو یہہ سکوت بمنزلہ تسلیم ہے زیور کا مالک مشتری ہوگا م ۴ اوستاد کے آگے شاگرد کا پڑہنا اور اوستاد کا چپ رہنا تو یہہ سکوت بمنزلہ نطق کے ہے قول اصح مین
م ۵ مدعا علیہ کا ساکت رہنا انکار ہے اور بعضون نے کہا کہ انکار نہین کذا فی القضاء الخلاصہ م ۶ سکوت راہن کا مرتہن کے قبضہ کرتے وقت مرہون پر م ۷
قاضی نے شاہد کا حال مزکی سے پوچہا اور اوسنے سکوت کیا تو اوسکا سکوت تعدیل ہے شاہد کی اور رہ مسئلے حموی نے اشباہ کے حاشیہ مین زیادہ کیے تو سب اکاون
مسئلے ہوے جنمین سکوت برابر نطق کے ہے خوف طوالت سے اونکا مذکور کرنا ضرور نہ تہا فان استاذنها غیر الاقرب کاجنبی او ولی بعید فلا عبرة بسکوتها
سو اگر اذن چاہا باکرہ بالغہ سے غیر ولی اقرب نے جیسے اجنبی یا ولی بعید نے اقرب ولی کے ہوتے تو اوسکے سکوت کا اوسوقت مین کچھہ اعتبار نہین بل لا بد من القول کالثیب
البالغة بلکہ اوسوقت مین بولنا ضرور ہے مثل ثیبہ بالغہ کے ثیب اوس عورت کو کہتے ہین جسکا ایک بار نکاح ہوا اور صحبت بہی ہوئی پہر شوہر کی موت سے یا طلاق
وغیرہ سے جدائی ہوئی لا فرق بینهما الا فی السکوت نہین فرق دونون مین مگر سکوت مین یعنی باکرہ بالغہ اور ثیبہ بالغہ مین سوا سکوت اور کچھہ فرق نہین مثلا
باپ نے اذن نکاح کا چاہا تو اوسوقت مین باکرہ بالغہ کا سکوت دلیل ہے رضا کی اور ثیبہ کا سکوت کافی نہین بدون رضائے قولی کے لان رضاهما یکون بالدلالة
کما ذکرہ بقوله او ما هو فی معناه من فعل یدل علی الرضاء کطلب مهرها ونفقتها او تمکینها من الوطی وخلوة بها برضاها ظهیریة اسواسطے کہ دونونکی
رضا دلالت حال سے بہی معلوم ہوتی ہے چنانچہ مصنف نے اپنے اس قول مین بیان کیا یعنی ضرور ہے رضا ہی قولی یا جو قول کے مانند ہے یعنی وہ فعل جو رضا پر دلالت
کرے جیسے اپنا مہر مانگنا اور نفقہ مانگنا اور وطی کی قدرت دینا اور اپنی خوشی سے شوہر سے خلوت کرنا کذا فی الظہیریة مراد دخول سے خلوت ہے نہ وطی اسواسطے کہ وطی کا
ذکر اوپر ہوچکا وقبول التهنئة والضحك سرورا ونحو ذلك بخلاف خدمته وقبول هديته اور مبارکبادی کو قبول کرنا اور خوشی سے ہنسنا اور مانند انکے افعال کے
رضامندی پر دلیل ہین جیسے اپنا اسباب شوہر کے گہر لیجانا بخلاف خدمت کرنیکے شوہر کی اور قبول کرنیکے اوسکے تحفہ کے کہ یہ رضامندی کی دلیل نہین ومن زالت
بکارتها بوثبة او درور حیض او حصول جراحة او تعنیس ای کبر بکر حقیقة کمفرق بجب او عنة او طلاق او موت بعد خلوة قبل وطی
جس عورت کی بکارت زائل ہوئی یعنی شرمگاہ کا پردہ پہٹ گیا اوچہلنے کودنے سے یا حیض جاری ہونے سے یا وہان زخم لگنے سے یا زیادہ عمر ہونے سے تو وہ عورت
حقیقی باکرہ ہے کہ مطلق مرد سے خبر نہین مانند اوس عورت کے جسکی تفریق واقع ہوئی شوہر کے مقطوع الذکر ہونے سے یا عنین ہونے سے یا اوسکے نامرد ہونے سے یا طلاق دی
یا مرنے شوہر کے بعد خلوت قبل وطی کے او زنا وهذا فقط ان لم یتکرر ولم تحد به یا بکارت زائل ہوئی ہے زنا سے اور یہی عورت فقط حکمی باکرہ ہے

یعنی بمنزلہ باکرہ کے ہے بشرطیکہ تکرار زنا کی نہوئی ہو اور زنا کی حد بھی اوسپر نہ قائم ہوئی ہو خلاصہ یہ کہ باکرہ حقیقی اور حکمی کا سکوت وقت استیذان ولی کے بجائے
نطق کے ہے بولنا اوسکا شرط نہیں ولا فی ثیب کموطوءۃ بشبہۃ او نکاح فاسد اور اگر چند بار زنا ہوا یا اوسپر زنا کی حد ماری گئی تو وہ باکرہ نہیں ثیب ہے
مانند اوس عورت کے جسکی صحبت شبہہ سے ہوئی یا نکاح فاسد سے قال الزوج للبکر البالغۃ بلغک النکاح فسکت وقالت بل رددت النکاح ولا بینۃ
لھما علی ذلک ولم یکن دخل بھا طوعا فی الاصح فالقول قولھا بیمینھا علی المفتی بہ کہا زوج نے باکرہ بالغہ سے کہ تجھ کو خبر پہونچی نکاح کی سو تو
ساکت رہی اور اوسنے کہا بلکہ میں نے نکاح کو رد کیا اور حالانکہ دونوں کی گواہ نہیں اپنے اس دعوی پر اور دخول بھی رضامندی سے نہوا قول اصح میں تو
لائق اعتبار کے عورت کا قول ہوگا اوسکی قسم کہانے کے ساتھ بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر عورت قسم کہائے گی تو نکاح نہ ثابت ہوگا وتقبل بینتہ علی سکوتھا
لانہ وجودی بضم الشفتین اور مقبول ہوگی زوج کے گواہ زوجہ کے سکوت پر اسواسطے کہ سکوت امر وجودی ہے بسبب ملانے دونوں لبوں کے یہ جواب ہے
سوال مقدر کا کہ سکوت عبارت ہے عدم کلام سے پھر زوج کے گواہ نفی پر کیونکر مقبول ہوں گے شارح نے جواب دیا کہ سکوت دونوں لبوں کے ملانے سے ہوتا ہے تو
وجودی ہوا نہ کہ عدمی ولو برھنا فبینتھا اولی الا ان یبرھن علی رضاھا واجازتھا اور اگر دونوں گواہ لائے تو عورت کے گواہ اولی ہیں لیکن اگر شوہر گواہ لایا عورت
کی رضامندی پر یا اوسکی اجازت پر تو شوہر کے گواہ اولی ہوں گے کما لو زوجھا ابوھا مثلا فزعم عدم بلوغھا فقالت انا بالغۃ والنکاح لم یصح
وھی مراھقۃ وقال الاب او الزوج بل ھی صغیرۃ فان القول لھا ان ثبت ان سنھا تسع چنانچہ اگر نکاح کر دیا عورت کا مثلاً اوسکے باپ
نے نابالغہ جانکر سو عورت نے کہا کہ میں تو بالغہ ہوں اور نکاح صحیح نہیں اور حالانکہ وہ قریب البلوغ ہے اور کہا باپ نے یا زوج نے بلکہ یہ صغیرہ ہے تو اس
صورت میں بھی معتبر قول عورت ہی کا قول ہوگا اگر یہ ثابت ہو کہ عورت کی عمر نو برس کی ہے وکذا لو ادعی المراھق بلوغہ اور اسیطرح اگر دعوی کیا صبی قریب البلوغ
نے اپنے بلوغ کا یعنی باپ نے اپنی بیٹی کی کوئی چیز بیچی بیٹا بولا کہ میں بالغ ہوں بدون میری رضا بیع صحیح نہیں اور باپ یا مشتری نے کہا بلکہ وہ نابالغ ہے تو قول بیٹے کا
معتبر ہوگا ولو برھنا فبینۃ البلوغ اولی اور اگر باپ بیٹے دونوں نے گواہ گذرانے تو گواہ بلوغ کے اولی ہوں گے علی الاصح قول صغیرہ یا صغیر کا معتبر ہے بنا بر مذہب
اصح کے اور غیر اصح میں قول باپ کا معتبر ہے بخلاف قول الصغیرۃ رددت حین بلغت وکذبھا الزوج فالقول لہ لانکارہ زوال ملکہ
بخلاف اس قول صغیرہ کے کہ میں نے نکاح رد کیا جب میں بالغ ہوئی اور زوج اوسکی تکذیب کرتا ہو تو یہاں معتبر قول زوج کا قول ہوگا اسواسطے کہ زوج انکر زوال ملک کا
منکر ہے اور صغیرہ مدعی ہے ظاہر میں اور حالانکہ لائق اعتبار کے منکر کا قول ہوتا ہے نہ مدعی کا ولو اختلفا بعد زمان البلوغ ولحالۃ البلوغ فالقول
لھا شرح وھبانیۃ فلیحفظ لائق اعتبار کے قول کا زوج ہے اگر صغیرہ اور زوج میں اختلاف ہوا ہو بعد زمان بلوغ کے اور اگر وقت بلوغ کے اختلاف ہوا تو قول
صغیرہ کا معتبر ہوگا کذا فی شرح الوھبانیۃ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وللولی الاتی بیانہ انکاح الصغیر والصغیرۃ جبرا ولو ثیبا کمعتوہ ومجنون شہرا اور واسطے اوس ولی
کے جسکا بیان آگے آویگا اختیار ہے صغیر اور صغیرہ کے نکاح کر دینے کا زبردستی اگرچہ صغیرہ ثیبہ ہو مانند احمق بدتدبیر اور مجنون کے جسکا جنون مہینہ بہر برابر رہتا ہو
ولزم النکاح ولو بغبن فاحش بنقص مھرھا وزیادۃ مھرہ او زوجھا بغیر کفو ان کان الولی المزوج بنفسہ بغبن ابا او جدا وکذا المولی
وابن المجنونۃ اور لازم ہوگا نکاح یعنی صغیر اور صغیرہ کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا بعد بلوغ کے اگرچہ نکاح نقصان صریح سے ہوا ہو اسطرح کہ صغیرہ کا مہر کم کیا ہو اور صغیر کا
زیادہ یا اگرچہ صغیرہ کا نکاح غیر کفو سے کر دیا ہو اگر ولی جسنے نکاح بذات خود صریح نقصان سے کیا ہو باپ ہو یا دادا اور اسیطرح مولی بھی جسنے صغیر اور صغیرہ غلام
لونڈی کا نکاح کر کے آزاد کیا اور اسیطرح مجنونہ کا بیٹا ولم یعرف منھما سوء الاختیار مجانۃ وفسقا وان عرف لا یصح النکاح اتفاقا ایسے باپ
یا دادا کا نکاح کر دینا لازم ہے جنکی بدتدبیری از راہ بیباکی اور فسق کے معروف نہیں اور اگر اونکی بدتدبیری معروف ہے تو نکاح صحیح نہیں باتفاق امام اور صاحبین
کے وکذا لو کان سکران فزوجھا من فاسق او شریر او ذی حرفۃ دنیۃ لظھور سوء اختیارہ فلا یعارضہ شفقتہ المظنونۃ

اور

اور اسیطرح بالاتفاق نکاح صحیح نہین اگر باپ یا دادا مست ہو پہر صغیرہ کا نکاح کر دے فاسق سے یا شریر سے یا محتاج سے جو مہر اور نفقہ دینے پر قادر نہین یا ذلیل
کسب والے سے جیسے خاکروب اور موچی اور جلاہا نکاح صحیح نہوگا بسبب ظاہر ہو جانے اوسکی بد تدبیری کے سو ولی کی شفقت مظنون معارض نہوگی اوسکی بد تدبیری
کی یعنی ان صورتون مین ولی کی حماقت کہل گئی گمان شفقت زائل ہو گیا وان کان المزوج غیرهما ای غیر الاب وابیه ولو الام او القاضی
او وکیل الاب لکن فی النہر بحثا لو عین لوکیله القدر صح لا یصح النکاح من غیر کفو او بغبن فاحش اصلا اگر نکاح کر دینے والا باپ یا دادا
کے سوا ہو اگرچہ مان ہو یا قاضی یا باپ کا وکیل لیکن نہر الفائق مین بحث کر کے کہا کہ اگر باپ نے اپنے وکیل سے مہر کی مقدار معین کر دی تو نکاح صحیح ہوگا تو غیر اب و
جد سے نکاح صحیح نہین غیر کفو سے یا صریح نقصان سے ہرگز وما فی صدر الشریعة صح ولهما فسخه وهم اور جو کہ کتاب صدر الشریعت مین ہے کہ غیر اب و جد کا
غیر کفو یا نقصان صریح سے نکاح کر دینا صحیح ہے اور صغیر اور صغیرہ کو بعد بلوغ کے فسخ کا اختیار ہے سو یہ قول خطا ہے ہرگز یہ نکاح صحیح نہین کذا فی فتح القدیر و غایة البیان
وان کان من کفو وبمهر المثل صح ولكن لهما ای لصغیر وصغیرة ویلحق بهما خیار الفسخ ولو بعد الدخول بالبلوغ او العلم بالنکاح
بعد البلوغ لقصور الشفقة اور اگر تزویج غیر اب و جد کی کفو سے ہے اور ساتہ مہر مثل کے تو نکاح صحیح ہے ولیکن ان دونون کو یعنی صغیر و صغیرہ اور اون کے ملحق کو جیسے احمق اور مجنون
کو اختیار ہے نکاح فسخ کر دینے کا اگرچہ بعد دخول کے ہو فسخ کا اختیار ہے بالغ ہونے کے وقت یا بعد بالغ ہونے کے نکاح معلوم ہونے کیوقت یعنی اگر اول سے نکاح کا علم تہا
تو بلوغ کیوقت اختیار ہے اور اگر نکاح اول معلوم نہتہا تو بعد بلوغ کے بہی معلوم ہونے تک اختیار ہے بسبب کم مہری ولی کے یعنی باپ دادا کے برابر اور اولیا کو مہربانی
نہین ہوتی تو اسواسطے صغیر اور صغیرہ کو وقت بلوغ کے اختیار دیا چاہین نکاح رکہین چاہین توڑ دین ویغنیه عنه خیار العتق اور اختیار آزادی کا اختیار بلوغ سے
بے پروا کرتا ہے مثلاً صغیرہ لونڈی کا مالک نے نکاح کر دیا پہر اوسکو قبل بلوغ آزاد کیا تو بلوغ کیوقت اوسمین دو اختیار جمع ہوے خیار بلوغ اور خیار عتق سو ایسی
صورت مین کون سے فسخ کا اختیار ہوگا خیار بلوغ سے یا خیار عتق سے شارح نے جواب دیا کہ ہوتے خیار عتق کے خیار بلوغ کی کچہہ حاجت نہین بسبب قوی ہونے
خیار عتق کے اسواسطے کہ خیار عتق بسبب سکوت اور قیام مجلس کے باطل نہین ہوتا بخلاف خیار بلوغ کے اور حق یہہ ہے کہ اس صورت مین خیار بلوغ مطلق نہین اسواسطے کہ
تزویج مولے کی برابر تزویج اب اور جد کے ہے اور حالانکہ وہان بلوغ کیوقت پر فسخ کا اختیار نہین کذا فی حاشیة المدنی ولو بلغت هی وهو صغیر و
فرق بینهما بحضرة ابیه او وصیه لشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیه ویلزم کل المهر اور اگر بالغ ہوئی زوجہ اور زوج صغیر ہے اور زوجہ نے نکاح توڑنا چاہا
تو تفریق کروائی جاویگی دونون صغیر کے باپ کے روبرو یا اوسکے وصی کے روبرو بشرط حکم قاضی کے واسطے فسخ کے تو دونون باہم وارث ہونگے ایک دوسرے کے نکاح
مین اور لازم ہوگا تمام مہر یعنی وقت بلوغ صغیرہ کے قاضی نے نکاح فسخ نہ کیا یہانتک کہ دونون سے کوئی مر گیا تو بسبب نکاح باقی رہنے کے ایک دوسرے کا
وارث ہوگا اور تمام مہر لازم ہوگا اسواسطے کہ موت بمنزلہ دخول کے ہے مہر پورا کرنے مین ثم الفرقة ان من قبلها ففسخ لا ینقص عدد الطلاق پہر جدائی اگر عورت
کی جانب سے ہے تو فسخ ہی نکاح کا کہ نہین کم کرتا طلاق کے عدد کو یعنی اگر پہر اسے بعد فسخ کے نکاح کیا تو زوج پوری تین طلاق کا مالک ہوگا یہان وہ
فرقت مراد ہے جو غیر ہے خیار بلوغ کی کہ وہ تو محض فسخ ہے طلاق کا اوسمین احتمال نہین فلا یلحقها طلاق الا فی الردة اور نہین لاحق ہوتی طلاق اوس عورت
کو جو فسخ کی عدت مین ہے مگر مرتدہ ہو جانے مین طلاق لاحق ہوتی ہے یعنی ارتداد عورت کا اگرچہ فسخ ہے لیکن مرتدہ کی عدت مین طلاق پڑ سکتی ہے وان من قبله
فطلاق اور اگر فرقت جانب زوج سے ہے تو طلاق ہے فرقت زوج سے مراد وہ فرقت ہے جو عورت کی طرف سے نہو سکے تو تقبیل اور اسلام اور ارتداد اور خیار
بلوغ وغیرہ کی فرقت نکل گئی اسواسطے کہ اس قسم کی فرقت طلاق نہین بلکہ فسخ ہے کیونکہ عورت اور مرد دونون کی طرف سے یہ فرقت ہوتی ہے فقط مرد ہی کو خاص نہین
الا بملك او ردة او خیار عتق مرد کی طرف فرقت طلاق ہے لیکن ملک یا ارتداد یا خیار عتق مین طلاق نہین ملک کی صورت یہ کہ ایک مرد نے لونڈی سے
نکاح کیا پہر اوسکو مول لیا تو نکاح فسخ ہو گیا تو جدائی مرد کی طرف سے ہوئی اور طلاق نہوئی بلکہ فسخ ہوا اور ارتداد زوج بہی فسخ ہے طلاق نہین اور نہ کہ خیار

عتق مین شارح سے سہو ہوا اسواسطے کہ غلام کو خیار عتق نہین ہوتا چنانچہ اسکی تصریح باب نکاح الرقیق مین آویگی ولیس لنا فرقۃ منہ ولا تکون الا
اذا اختار نفسہ بخیار عتق اور نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک کوئی جدائی زوج کی طرف سے جسمین زوج پر مہر ہو مگر جب کہ اختیار کرے اپنی ذات کو خیار عتق سے
شارح کو لازم تہا کہ بجاے خیار عتق کے خیار بلوغ کہتا چنانچہ ابہی اسکا ذکر ہو چکا یعنی زوج کی طرف کی سب جدائیون مین زوج پر مہر دینا واجب ہے سو اسے خیار بلوغ
کے کہ اوسمین مہر ساقط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وشرط للکل القضاء الا ثمانیۃ اور شرط ہے سب جدائیون کے واسطے حکم قاضی کا مگر آٹھ جدائیون
قاضی کا حکم شرط نہین ونظمہا فی النہر فقال اور نظم کیا ہے نہر الفائق مین سو یون کہا اوسکے مصنف نے فرق النکاح اتتک جمعا نافعا فسخ طلاق
وہذا الذی یحکیہا جدائیان نکاح کی آئین تیرے پاس مجموعہ نافع ہوکر اور وہ دو جنس مین منحصر ہین فسخ یا طلاق اور یہ نظم جو نفاست مین موتی کی مانند ہے انکو
بیان کرتی ہے تباین الدار مع نقصان مہر کذا فساد عقد فقد الکفو یتبعہا اول فرقت ہے تباین دارین دوسری فرقت کمی مہر کے
ساتھ نکاح کیا اسیطرح تیسری فرقت فساد عقد اور چوتھی فرقت فقدان کفو کا عورت کو خبر موت کی سناتا ہے تباین دارین مثلا عورت دار الحرب چھوڑکر دار الاسلام
مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر تو اپنے شوہر سے جدا ہوگئی اگر حاملہ نہو تو فی الفور اوسکا نکاح درست ہے دوسری فرقت نقصان مہر ہے یعنی عورت نے اپنا نکاح مہر
مثل سے کم کرلیا تو ولی دونون مین تفریق کرادیگا اگر قبل دخول کے تفریق ہوئی تو کچھ مہر نہ پاویگی اور اگر بعد دخول کے تفریق ہوئی تو مہر مسمی پاویگی تیسری فرقت فساد
عقد کی جیسے لونڈی سے نکاح حرہ پر چوتھی فرقت فقدان کفو کی یعنی جب عورت نے نکاح غیر کفو سے کرلیا تو اولیا کو فسخ کرادینے کا حق ہے تقبیل سبی ثم اسلام
المحارب + ارضاع ضرتہا فقد عدد فیہا + پانچوین فرقت تقبیل کی چھٹی فرقت سبی کی ساتوین فرقت اسلام حربی کی آٹھوین فرقت سوت کی
دودہ پلانے کی اسلام اور ارضاع بھی انہین مین معدود ہین تقبیل کی فرقت یعنی بوسہ لینے سے نکاح ٹوٹنا مراد تقبیل سے جو عمل کہ حرمت مصاہرت کا باعث ہو
مثلا عورت نے شوہر کے بیٹے کو شہوت سے مساس کیا یا بوسہ لیا تو نکاح ٹوٹ گیا یا شوہر نے زوجہ کی بیٹی کا مساس کیا تو نکاح فسخ ہوگیا سبی کی فرقت یعنی عورت
کا قید ہوکر دار الاسلام مین آنا ظاہر ہے یہان سہو ہوا اسواسطے کہ باب نکاح الکافر مین معلوم ہوگا کہ عورت تباین دارین سے جدا ہوتی ہے سبی سے جدا نہین ہوتی
اور اگر سبی مع تباین دار مراد لیجیے تو فقط تباین دار فرقت مین کافی ہے سبی کی کچھ حاجت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی اسلام حربی کی فرقت یعنی شوہر حربی
مسلمان ہوا اور عورت کے تین حیض ہو چکے یا تین مہینے گذر گئے تو یہ جدائی فسخ ہے ارضاع کی فرقت یعنی جوان عورت نے اپنی صغیرہ سوت کو دودہ پلایا
جسکی عمر دو برس سے کم تہی تو دونون کا نکاح فسخ ہوگیا ہے خیار عتق بلوغ ردۃ وکذا + ملک لبعض ثلاث الفسخ یحصیہا نوین فرقت
خیار عتق کی دسوین فرقت خیار بلوغ کی گیارہوین فرقت ارتداد کی بارہوین فرقت ملک بعض کی ان سب جدائیون کو فسخ گھیرتا ہے یعنی یہ سب جدائیان
جو مذکور ہوئین فسخ ہین طلاق نہین خیار عتق کی فرقت فقط عورت کی طرف سے ہوتی ہے نہ مرد کی طرف سے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا بخلاف اگلی جدائیون کے
کہ وہ دونون طرف سے ہوتی ہین ملک بعض کی فرقت یعنی زوج زوجہ کا مالک ہوا یا زوجہ زوج کی مالک ہوئی کل ملکیت ہو یا بعض نکاح نہ رہیگا ظاہر ہے ملک بعض
کو اسواسطے بیان کیا کہ تنبیہ ہو کہ بعض سے جب فرقت ہوتی ہے تو ملک کل سے بطریق اولی ہوگی ہے اما الطلاق فیحصی عدہ وکذا + ابلاء وایلاء لعان ذالک
یشکوہا + اور جو جدائیان کہ طلاق ہین وہ چار ہین مجبوب ہونا اور عنین ہونا اور ایلا اور لعان یہ حکم مین اصل کا تابع ہے مجبوب ہے تو اسکی جدائی یعنی
عورت نے مرد کو مقطوع الذکر والانثیین پایا اسیطرح عنین یعنی نامرد پانے کی جدائی اور ایلا کی فرقت یعنی مرد نے چار مہینے صحبت کرنے کی قسم کہائی اور
چار مہینے بدون جماع گذر گئے لعان کی جدائی یعنی مرد نے عورت کو بدکاری کی نسبت کی بدون گواہون کے پھر کاذب پر لعنت کرکے دونون مین جدائی ہوگئی
یہ سولہ قسم کی جدائیان مذکور ہوئین انمین سے بارہ جدائیان فسخ ہین اور چار جدائیان طلاق ہے قضاء القاضی اتی مشروطا لجمیع خلا + عتق وملک
والاسلام اتی فیہا حکم قاضی کا سب ان جدائیون مین شرط ہے سواے خیار عتق اور ملک اور اسلام کی اور انہین مین اگلی چیزین ہین ہے تقبیل سبی

مع الایلاء یا املی + تباین مع فساد العقد بینہما اور تقبیل اور سبی ساتھ ایلاء کے اسے میری امید گاہ اور تباین دار ساتھ فساد عقد کے یہ فساد
عقد عورت کو اوسکے مرتبہ سے اوتارتا ہے یعنی کوئی فرقت بدون حکم قاضی کے تمام نہیں ہوتی زوجین کو قاضی کے پاس رجوع کرنا ضرور ہے لیکن ان آٹھ
جدائیوں میں قاضی کے حکم کی کچھ حاجت نہیں ۱ فرقت خیار عتق کی ۲ ملک کی ۳ فرقت اسلام حربی کی ۴ فرقت تقبیل وغیرہ کی ۵ فرقت سبی کی
۶ فرقت ایلاء کی ۷ فرقت تباین دارین کی ۸ فرقت فساد عقد کی ویبطل خیار البکر بالسکوت لو مختارۃ عالمۃ باصل النکاح اور باطل ہوتا ہے اختیار
باکرہ کا بشرطیکہ مختار ہو سکوت میں معذور نہو اور اصل نکاح کا علم رکھتی ہو تو اگر چھینک اور کھانسی آنے سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے بول نہ سکے تو یہ سکوت
عذری مبطل خیار کا نہیں اور علم نکاح کا اسواسطے شرط ہوا کہ بدون دانست کے تصرف ممکن نہیں لیکن ثبوت اختیار کا علم شرط نہیں ولو سالت عن قدر
المھر قبل الخلوۃ او عن الزوج او سلمت علی شھود لم یبطل خیارھا بحثا اور اگر باکرہ نے مقدار مہر کی پوچھی قبل خلوت کے یا زوج کے
حال پوچھا یا سلام کیا شاہدوں کو تو ایسے کلام سے اوسکا اختیار باطل نہیں ہوتا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بحث کے ساتھ ولا یمتد الی آخر المجلس
لانہ کالشفعۃ اور خیار بلوغ کا دراز نہیں ہوتا آخر مجلس تک اسواسطے کہ خیار بلوغ کا مانند حق شفعہ کے ہے یعنی جس مجلس میں عورت کو بلوغ ہوا یا علم
نکاح کا ہوا تو فوراً اظہار کرے اگر سکوت کریگی تو ساقط ہوگی جیسے حق شفعہ کا بعد علم بیع کے سکوت سے باطل ہو جاتا ہے ولو اجتمعا تقول اطلب
الحقین ثم تبدأ بخیار البلوغ لانہ دینی وتشہد قائلۃ بلغت الآن ضرورۃ احیاء الحق اور اگر حق شفعہ خیار بلوغ کے ساتھ جمع ہوا تو کہے میں وہ
حق طلب کرتی ہوں پھر بیان میں ابتدا خیار بلوغ سے کرے اسواسطے کہ یہ دینی امر ہے اور گواہ کرے اپنے بلوغ پر یوں کہتی ہوئی کہ میں اب بالغ ہوئی یہ کہنا
احیاء حق کی ضرورت کے سبب سے ہے بحر الرائق میں کہا کہ جب اسے خون حیض دیکھے طلب کرے پھر اگر رات کو دیکھے تو زبان سے یوں طلب کرے کہ میں نے
نکاح فسخ کیا اور صبح کو گواہ کرے اور کہے کہ میں نے خون اب دیکھا اسواسطے کہ حیض ہردم اندک اندک جاری رہتا ہے صبح کو یہ کہنا کہ میں نے اب دیکھا کذب
نہیں علاوہ اسکے بضرورت احیاء حق اسمیں کذب بھی روا ہے چنانچہ امام محمد سے مروی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وان جھلت بہ لتفرغھا للعلم بخلاف
خیار المعتقۃ فانہ یمتد لشغلہا بالمولی یعنی سکوت سے خیار بلوغ کا باطل ہو جاتا ہے اگرچہ حرہ باکرہ حق خیار سے جاہل ہو بسبب فارغ رہنے
حرہ کے احکام شرعی کی دریافت کیواسطے بخلاف آزاد عورت کی خیار کے کہ اوسکو امتداد ہے دریافت ہونے تک بسبب مصروف رہنے لونڈی کے خدمت
مولی میں یعنی دار الاسلام میں حرہ کا جہل عذر نہیں اسواسطے کہ وہ جان و مال کی مالک تھی کیوں نہ اوسنے احکام شرعیہ کو سیکھا اور لونڈی کا جہل عذر ہے
اسواسطے کہ مالک کی خدمت سے فراغت نہ تھی کہ احکام شرعیہ کو سیکھتی وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل بالسکوت بلا صریح رضا او دلالۃ
علیہ کقبلۃ ولمس ودفع مھر اور خیار صغیر اور ثیب کا جبکہ وہ بالغ ہوں باطل نہیں ہوتا سکوت سے بدون صریح رضامندی کے یا جو فعل کہ رضامندی
پر دلالت کرے جیسے بوسہ لینا اور مساس کرنا اور مہر کا دینا یعنی لڑکا نابالغ تھا اور ثیب بھی صغیر تھی اونکا نکاح غیر اب وجد نے کر دیا تو اونکا خیار بعد
بالغ ہونے کے باطل نہیں ہوتا ولا یبطل بقیامہما عن المجلس لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضا اور اختیار باطل نہیں ہوتا دونوں کے کھڑے
ہونے سے مجلس میں سے اسواسطے کہ اون کے اختیار کا وقت تمام عمر ہے سو باقی رہیگا اختیار جبتک رضامندی پائی جاوے ولو ادعت التمکین کرھا فالقول لھا
اور اگر شوہر نے بعد بالغ ہونے ثیب کے جماع کیا اور عورت نے دعوی کیا کہ قادر ہونا جماع پر زبردستی سے تھا تو عورت کی تصدیق کیجاوےگی اسواسطے کہ
ظاہر حال اوسکا مصدق ہے ومفادہ ان القول لمدعی الاکراہ ولو فی حقیر الولی فلیحفظ اور حاصل کلام سابق کا یہ ہے کہ جو دعوی کرے زبردستی
کا اوسکا قول لائق اعتبار کے ہے اگرچہ مدعی حاکم کی قید میں ہو سو اس قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے الولی فی النکاح لا المال العصبۃ بنفسہ
ولی نکاح میں نہ مال میں وہ ہے جو عصبہ ہو بذات خود یہ تعریف ہے نکاح کے ولی کی مال کے ولی کی تعریف آگے آوےگی عصبہ بنفسہ کی قید سے عصبہ بغیرہ

نکل گیا جیسے بنت ابن کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے وھو من یتصل بالمیت حتی المعتقۃ بلا توسط انثی بیان لما قبلہ اور عصبہ بنفسہ وہ ہے جو لگاؤ رکھے میت سے
حتی کہ آزاد عورت سے بدون واسطے عورت کے کہا شارح نے کہ بلا توسط انثی بیان ہے ماقبل کا یعنی عصبہ بنفسہ کا شامل باپ اور بیٹا اور مولی عصبہ بنفسہ ہیں کہ
باپ کا اتصال بیٹی سے اور بیٹی کا اتصال ماں سے اور مولی کا اتصال آزاد عورت سے بے واسطہ عورت کے نہیں شارح کو مناسب تھا کہ تعریف عصبہ بنفسہ میں میت
کا لفظ نہ کہتا اسواسطے کہ نکاح میں میت سے کیا علاقہ ہے بلکہ لائق تھا کہ یوں تعریف کرتا کہ عصبہ بنفسہ وہ ہے جو غیر مکلف سے بلا واسطہ عورت کے اتصال رکھے
کذا فی حاشیۃ المدنی علی ترتیب الارث والحجب فیقدم ابن المجنونۃ علی ابیہا لانہ یحجبہ حجب نقصان ولایت نکاح کی اوپر ترتیب وراثت اور
حجب کے ہے تو مقدم ہوگا مجنونہ کا بیٹا مجنونہ کے باپ پر اسواسطے کہ بیٹا حاجب ہوتا ہے باپ کا حجب نقصان کہ اگر بیٹا نہ ہوتا تو باپ سب مال پاتا اور بیٹے کے ہوتے سے
کل نہ پاویگا چھٹا حصہ پاویگا تو بیٹے کے سبب حجب نقصان ہوا اسواسطے ولایت بیٹے کی باپ پر مقدم ہوئی بشرط حریتہ وتکلیفہ واسلامہ فی حق مسلمۃ
تزوجہا اللہ وتبع وولد مسلم لعدم الولایۃ عصبہ بنفسہ ولی ہے بشرطیکہ آزاد ہووے اور مکلف ہووے اور مسلمان ہونے کے عورت مسلمان کے حق میں کہ ارادہ نکاح
کا رکھتی ہے اور اسلام شرط ہے ولد مسلم کے حق میں اسواسطے کہ کافر کی ولایت مسلمان پر نہیں اور عبد اور صغیر کو تو مطلق ولایت نہیں وکذا لا ولایۃ لکافر
ولا حاکم لمسلم علی کافرۃ الا بالسبب العام بان یکون المسلم سیدا امۃ کافرۃ او سلطانا او نائبہ او شاہدا یعنی جیسے کافر کو مسلم پر ولایت
نہیں ویسے ہی مسلم کو نکاح اور مال میں کافرہ پر ولایت نہیں مگر جامع سبب سے البتہ ولایت ہے سبب عام یہ کہ مسلم مالک ہو کافرہ لونڈی کا یا بادشاہ ہو یا اوسکا
نائب ہو جیسے قاضی یا شاہد ہو وللکافر الولایۃ علی کافر مثلہ اتفاقا اور کافر کو ولایت ہے اپنے سے کافر پر بالاتفاق اہل کفر میں مماثلت چاہیے گو ملت
ہر ایک کی جدا ہو تو نصرانی کو یہودی کی بیٹی پر ولایت ہے فان لم یکن عصبۃ فالولایۃ للام ثم للاب وفی القنیۃ عکسہ ثم للبنت ثم لبنت
الابن ثم لبنت البنت ثم لبنت ابن الابن ثم لبنت بنت البنت وھکذا ثم للجد الفاسد سو اگر عورت کا کوئی عصبہ نہ ہو تو ولایت نکاح کی ماں کو ہے
پھر دادی کو اور قنیہ میں اس کے برعکس ہے یعنی اول دادی پھر ماں پھر دادی کے بعد ولایت ہے بیٹی کو مجنون اور مجنونہ کی پھر پوتی کو پھر نواسی کو پھر پڑپوتی
کو پھر پرنواسی کو اسیطرح آخر فروع تک پھر ولایت نانا کو ثم للاخت لاب وام ثم للاخت لاب ثم لولد الام الذکر والانثی سواء ثم لاولادھم
پھر نانا کے بعد ولایت ہے سگی بہن کو پھر سوتیلی بہن کو پھر مادری اولاد کو اون میں مرد عورت برابر ہیں پھر مادری اولاد کی اولاد کو ثم لذوی الارحام العمات
ثم الاخوال ثم الخالات ثم بنات الاعمام وبھذا الترتیب اولادھم شمنی پھر ولایت ہے باقیہ ذوی الارحام کو یعنی پھوپھیوں کو پھر ماموؤں کو پھر خالاؤں کو
پھر چچا کے بیٹوں کو اور اسی ترکیب سے انکی اولاد کو ولایت ہے یعنی پھوپھیوں کی اولاد کو پھر ماموؤں کی اولاد کو وعلی ھذا القیاس کذا فی الشمنی ثم مولی الموالاۃ
پھر ولایت ہے مولی الموالات کو مولی الموالات اوسکو کہتے ہیں کہ جسکے ہاتھ پر کوئی کافر مسلمان ہو مثلا زید کے ہاتھ پر خالد مسلمان ہوا اور وہ مجہول النسب تھا اور وہ
مرگیا اور وہ اوسکی بیٹی صغیرہ ہے سو اوسکے نکاح کی ولایت زید کو ہوگی ثم للسلطان ثم للقاضی لمن نص لہ علیہ فی منشورہ ثم
لنوابہ ان فوض لہ ذلک والا لا پھر ولایت بادشاہ کو پھر قاضی کو جسکی سند قضا میں تصریح کردی گئی ہے نکاح صغار کی ولایت پر پھر قاضی کے نائبوں کو
اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم ہوا ہو بادشاہ کی طرف سے اور اگر قاضی کو تزویج صغار کا حکم نہ ہو تو قاضی کے نائبوں کو تزویج صغار کی ولایت نہیں ولیس للوصی من حیث
ھو وصی ان یزوج الیتیم مطلقا وان اوصی الیہ الاب بذلک علی المذھب اور جائز نہیں وصی کو وصی ہونے کی راہ سے کہ نکاح کرے یتیم کا مطلق
اگرچہ اوسکا باپ نکاح کردینے کی وصیت کی ہو بنابر قوی مذہب کے نعم لو کان قریبا او حاکما یملکہ بالولایۃ کما لا یخفی ہاں اگر وصی وارث دار یا حاکم ہو تو مالک ہوگا تزویج
کا بسبب ولایت کے نہ بسبب وصی ہونے کے چنانچہ مخفی نہیں **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے لیس للقاضی تزویج الصغیرۃ من نفسہ
ولا ممن لا تقبل شھادتہ لہ اشباہ فی معین الحکام جائز نہیں قاضی کو تزویج صغیرہ کی اپنی ذات سے اور اس سے کہ جسکی گواہی اوسکے حق میں مقبول نہیں جیسے باپ

اور بیٹا کما فی معین الحکام وأقرّہ المصنف وبہ علم ان فعلہ حکم وان عری عن الدعوی اور ثابت رکھا ہے مسئلہ سابقہ کو مصنف نے اپنی شرح مین
اور اوس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فعل بھی حکم ہے اگرچہ خالی ہے دعوی سے صغیرۃ زوجت نفسہا ولا ولی ولا حاکم ثمۃ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا
لان لہا مجیزا وہو السلطان صغیرہ نے نکاح کیا اپنا اور وہان کوئی ولی اور حاکم یعنی قاضی وغیرہ نہین تو یہ نکاح موقوف رہیگا اور نافذ ہوگا بسبب اجازت
صغیرہ کے بعد بالغ ہونے کے یہ نکاح باطل نہین بلکہ موقوف ہے اسواسطے کہ اوسکا اجازت دینے والا موجود ہے اور وہ بادشاہ ہے یہ جواب ہے سوال مقدر کا
کہ یہ نکاح موقوف نہین بلکہ باطل ہے اسواسطے کہ صدور عقد کے وقت اگر اوسکا کوئی مجیز ہو تو وہ عقد باطل ہے شارح نے جواب دیا کہ یہ باطل نہین کہ اسکا مجیز بادشاہ
ہے ولو زوجہا ولیان مستویان قدم السابق فان لم یدر او وقعا معا بطلا اور اگر اوسکا نکاح دو برابر کے ولیون نے کر دیا تو پہلا نکاح مقدم
کیا جائیگا اور اگر نہ معلوم ہو کہ پہلا کون اور پچھلا کون ہے یا دونون نکاح ساتھ ہی ہوے تو دونون باطل ہون گے دو برابر کے ولی جیسے دو بھائی یا دو چچا
وللولی الابعد التزویج بغیبۃ الاقرب فلو زوجہا الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازتہ اور جائز ہے ولی ابعد کو نکاح کر دینا ولی اقرب کے غائب
ہونے مین سو اگر نکاح کر دیا ابعد نے اقرب کے موجود ہونے مین تو نکاح موقوف رہیگا اوسکی اجازت پر مثلاً سوتیلے بھائی نے نکاح کر دیا سگے بھائی کے ہوتے
تو نکاح موقوف رہیگا چاہے سگا بھائی جائز رکھے چاہے باطل کر دے ولو تحولت الولایۃ الیہ لم یجز الا باجازتہ بعد التحول قہستانی وظہیریہ
اور اگر پھر آئی ولایت ابعد کی طرف تو بھی نکاح نہ جائز ہوگا مگر ابعد کی اجازت سے بعد پھر آنے ولایت کے کذا فی القہستانی والظہیریہ یعنی ابعد نے اقرب
کے ہوتے نکاح کر دیا پھر اقرب مر گیا یا بالکل غائب ہو گیا تو اب ولایت ابعد پر پھر آئی تو بھی وہ نکاح جائز نہ ہوگا بدون اوسوقت کے اجازت کے وہی مسافۃ
القصر واختار فی الملتقی ما لم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ واعتمدہ الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیہ تزویج ابعد کی جائز ہے جب
اقرب غائب ہو بمقدار مسافت قصر کے یعنی تین شبانہ روز راہ تین دن ہے کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اختیار کیا ملتقی مین کہ غیبت کی
مقدار یہانتک ہے کہ کفو منگنی کرنے والا ولی اقرب کے جواب کا منتظر نہ رہ سکے اور اسی پر باقانی نے اعتماد کیا اور نقل کیا ابن کمال نے کہ اسی روایت پر
فتوی ہے بحر الرائق مین کہا کہ تعریف غیبت مین تصحیح مختلف ہے تو اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے کہ جسپر اکثر مشائخ ہین یعنی ملتقی کی روایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی
وثمرۃ الخلاف فیمن اختفی فی المدینۃ ہل تکون غیبۃ منقطعۃ اور ثمرہ اختلاف بین القولین کا اوس ولی اقرب مین ظاہر ہوگا جو چھپ جائے شہر مین
اس طرح کہ معلوم نہین ہو سکتا آیا یہ اختفا غیبت منقطعہ ہے یا نہین تو بموجب روایت متن کے اس صورت مین ابعد کی تزویج نہ جائز ہوگی اسواسطے کہ مسافت قصر کی
نہین اور بموجب روایت ملتقی کے جائز ہے اگر کفو انتظار نہ کر سکے ولو زوجہا الاقرب حیث ہو جاز النکاح علی الظاہر ظہیریہ اور اگر نکاح کیا
عورت کا ولی اقرب نے جہان کہ وہ ہے یعنی اپنے محل غیبت مین تو یہ نکاح جائز ہوگا بنا بر قول ظاہر کے کذا فی الظہیریہ اور نہر الفائق مین کہا کہ یہ نکاح جائز
نہین اسواسطے کہ بسبب غیبت کے ولایت منتقل ہو گئی چنانچہ محیط اور مبسوط مین ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت للابعد من اولیاء النسب
شرح الوہبانیۃ لکن فی القہستانی عن الغیاثیۃ لو زوجہ الاقرب زوجہ القاضی عند فوت الکفو اور ثابت ہے ابعد کو اولیاء نسبی سے تو
بادشاہ اور قاضی نکل گیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لیکن قہستانی مین غیاثیۃ المفتیین سے نقل کیا کہ اگر نکاح کر دے ولی اقرب تو قاضی نکاح کر دے جب
فوت ہو کفو کے ملنے کا التزویج بعضل الاقرب ای بامتناعہ عن التزویج اجماعا خلاصۃ یعنی ثابت ہے ابعد کو نکاح اقرب کے روکنے سے یعنی اقرب کے
امتناع تزویج سے ابعد کو نکاح کر دینا ثابت ہے بالاجماع کذا فی الخلاصۃ یعنی جب اقرب نے بالکل نکاح کو روک دیا تو ولایت منتقل ہو اور اوسوقت ولی
ابعد قائم مقام اقرب کے ہوگا ولا یبطل تزویجہا السابق بعود الاقرب مجموعہ لزوالہا او زواجا اور نہ باطل ہوگی بسبب اقرب کے تزویج ابعد کی جو
سابق ہو چکی اقرب کے پھر آنے کے سبب کامل ہونے تزویج کے پوری ولایت سے وولی المجنونۃ والمجنون ولی عارضا فی النکاح ابنا التمہا

فی المال فلا اب اتفاقا ابنھما او ان سفل وان لہما کما مر اور ولی مجنونہ اور مجنون کا اگرچہ جنون عارضی ہو نکاح میں بیٹا ہے امام اور ابو یوسف کے نزدیک گو سافل ہو جیسے پوتا اوسکا پر پوتا نہ باپ مجنونہ کا چنانچہ آگے مذکور ہو چکا اور مال کے تصرف میں پوتا باپ ولی ہے بالاتفاق شیخین اور محمد کے والاولی ان یامر الاب بہ لیصح اتفاقا اور بہتر یہ کہ مجنونہ کے نکاح میں باپ امر کرے بیٹے کو کہ اوسکا نکاح کر دے تاکہ بہ اتفاق امام اور صاحبین کے صحیح ہو ولو اقر ولی صغیر او صغیرۃ او اقر وکیل رجل او امرأۃ او مولی العبد بالنکاح لم ینفذ لانہ اقرار علی الغیر اور اگر اقرار کیا صغیر یا صغیرہ کے ولی نے یا اقرار کیا مرد کے وکیل یا عورت کے وکیل نے یا غلام کے میاں نے نکاح کا تو اقرار نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ اقرار ہے غیر شخص پر اور اقرار اپنی ذات پر حجت ہوتا ہے نہ غیر پر فتح القدیر میں کہا کہ صغیر اور صغیرہ جبکہ بالغ ہو کر نکاح کے منکر ہوں اوسوقت میں ولی کا اقرار نافذ نہیں اور اگر ولی نے اونکی حالت صغر میں اقرار نکاح کا کیا اور وہ دونوں نے بعد بلوغ کے اوسکا انکار نہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف مولی الامۃ حیث ینفذ اجماعا لان منافع بضعہا ملکہ بخلاف لونڈی کے مالک کے اسواسطے کہ اوسکا اقرار نافذ ہے اجماعا اس سبب سے کہ منافع اوسکے فرج کے مولی کی ملک میں ہیں یعنی ایک مرد نے لونڈی کا نکاح کا دعوی کیا اور گواہ اوسکے نہیں اور اس لونڈی کے میاں نے اسکی تصدیق کی تو اقرار مولی کا نافذ ہوگا الا ان یشہد الشہود علی النکاح بان ینصب القاضی خصما عن الصغیر فیکون قیام البینۃ مگر اوسوقت اقرار ولی کا نافذ ہوگا جب گواہی دیں گواہ نکاح کی اس طرح پر کہ قاضی قائم کرے ایک مدعی علیہ صغیر کی طرف سے تاکہ وہ نکاح کا انکار کرے پھر گواہ قائم ہوں یہاں سوال کا مقام تہا کہ اقامت بینہ کی صغیر منکر پر کیونکر صحیح ہوگی شارح نے جواب دیا کہ صغیر کے قائم مقام پر اقامت بینہ ہوگی او یدرک الصغیر او الصغیرۃ فیصدقہ ای الولی المقر بیٹا بالغ ہو صغیر یا صغیرہ پھر اوسکی تصدیق کرے یعنی ولی مقر کی او یصدق الموکل او العبد عند ابی حنیفۃ وقالا یصدق فی ذلک یا تصدیق کرے موکل اپنے وکیل کی اقرار کی یا تصدیق کرے غلام اپنے میاں کی اقرار کی نزدیک ابی حنیفہ کے اور صاحبین نے کہا کہ بدون شہادت اور تصدیق کے بھی ولی وغیرہ کے اقرار کی تصدیق ہوگی وھذہ المسئلۃ مخرجۃ من قولہم من ملک الانشاء ملک الاقرار بہ ولہا نظائر اور یہ مسئلہ اقرار کا خارج ہے فقہا کے اس قول سے کہ جو مالک ہے انشا کا وہ مالک ہے اوسکے اقرار کرنے کا یعنی باوجودیکہ ولی انشاء نکاح کا مالک ہے لیکن اقرار نکاح کا مالک نہیں تو اس قاعدہ سے یہ مسئلہ مستثنی ہوا اور اس مسئلہ مستثنی کی اور بھی مثالیں ہیں جیسے قرض لینا وصی کا یتیم پر کہ وصی اوسکے انشا کا مالک ہے اور اوسکے اقرار کا مالک نہیں یعنی اوسکا اقرار بدون شہادت کے نافذ نہیں **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا ھل لولی مجنون ومعتوہ تزویجہ اکثر من واحدۃ لم ارہ ومنعہ الشافعی وجوزہ فی الصبی للحاجۃ آیا درست ہے مجنون اور احمق بد تدبیر کے ولی کو اوسکا نکاح کر دینا ایک عورت سے زیادہ شارح صاحب النہر کا پیرو ہو کر کہتا ہے کہ یہ مسئلہ اپنے مذہب میں میں نے نہیں دیکھا اور اسکو امام شافعی رح نے منع کیا ہے اور اوسکو صبی کے حق میں جائز کہا ہے بسبب حاجت کے

باب الکفاءۃ

من کافاہ اذا ساواہ والمراد ھنا مساواۃ مخصوصۃ او کون المرأۃ ادنی یہ باب ہے کفاءت کا عرب بولتے ہیں کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہو اور کتاب النکاح میں کفاءت سے مراد مخصوص برابری ہے جسکا آگے مذکور ہوگا یا ہونا عورت کا کمتر مرد سے تو اگر عورت نے اپنا نکاح کیا اپنے سے افضل مرد سے تو یہاں ولی کو حق تفریق نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں ولی کو مقام ننگ نہیں الکفاءۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزومہ او لصحتہ برابری معتبر ہے شروع نکاح میں تو اگر نکاح کیوقت مرد عورت کے برابر تہا پھر کمتر ہو گیا یعنی مثلا فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہیں ہوتا کفاءت معتبر ہے لزوم نکاح کیواسطے یعنی ہرچند نکاح بدون کفاءت کے بھی صحیح ہے لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہے پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہو گیا اور دوسری روایت پر کفاءت کا اعتبار واسطے صحت نکاح کے ہے یعنی نکاح بدون کفاءت کے صحیح نہیں ہوتا من جانبہ ای الرجل لان الشریفۃ تأبی ان تکون فراشا للدنی کفاءت کا اعتبار ہے مرد کیجانب سے اسواسطے کہ عورت شریف انکار کرتی ہے کمتر کے فراش ہونے سے یعنی کمتر مرد کے نیچے رہنا قبول نہیں کرتی لا تعتبر من جانبہا لان الزوج مستفرش فلا تغیظہ دناءۃ الفراش برابری معتبر نہیں عورت کی طرف سے اسواسطے کہ زوج طالب ہے فراش کا تو اوسکو

رنج نہیں آتا کمتری مفروش سے وهذا عند الکل فی الصحیح کما فی الخانیۃ لکن فی الظهیریۃ وغیرها عنده وعندهما تعتبر فی جانبها ایضا
اور یہ یعنی کفاءت کا اعتبار مرد کی جانب میں ہے عورت کی جانب میں امام اور صاحبین سب کے نزدیک ہے قول صحیح میں کما فی الخانیہ لیکن ظہیریہ وغیرہ میں ہے یعنی
عورت کی کفاءت کا اسقاط امام کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک کفاءت معتبر ہے عورت کی جانب میں بھی والکفاءۃ ھی حق الولی لا حقها فلو نکحت
رجلا ولم تعلم حاله فاذا هو عبد لا خیار لها بل للاولیاء اور کفاءت حق ہے ولی کا نہ حق عورت کا تو اگر نکاح کیا عورت نے ایک مرد سے اور اوسکا حال عورت کو
معلوم نہ تھا سو ناگہان وہ غلام نکلا تو اختیار نہ ہوگا عورت کو بلکہ اوسکے اولیا کو حق فسخ ثابت ہے ولو زوجوها برضاها ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا لا خیار
لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرهم بها وقت العقد فزوجوها علی ذلك ثم ظهر انه غیر کفو کان لهم الخیار ولوالجیۃ فلیحفظ
اور اگر اولیا نے عورت کا نکاح کر دیا اوسکی رضامندی سے اور نہ جانا اولیا نے عدم کفاءت کو پھر معلوم کیا کہ زوج کفو نہیں تو کسیکو اختیار فسخ کا نہیں نہ اولیا کو نہ
عورت کو مگر اوس وقت کہ جب شرط کر لی ہو اولیا نے کفاءت کی اور خبر کر دی زوج نے اولیا کو کفو ہونے کی نکاح کے وقت سو اولیا نے اسی شرط پر اوسکا نکاح کر دیا
پھر ظاہر ہوا کہ زوج غیر کفو ہے تو اولیا کو اختیار ہوگا فسخ کا کذا فی الولوالجیہ سو اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبر الکفاءۃ للزوم النکاح خلافا لمالك اور معتبر ہے
کفاءت واسطے لزوم نکاح کے بخلاف امام مالک کے کہ اون کے نزدیک کفاءت کا کچھ اعتبار نہیں نسبا اول اعتبار برابری کا بجہت نسب کے ہے اسواسطے کہ
آدمی نسب کا بڑا فخر کرتے ہیں فقریش بعضهم اکفاء بعض سو قریش آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں قریش اونکو کہتے ہیں جو اولاد ہیں نضر بن
کنانہ کی اور نضر ہیں کنانہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارہویں پشت ہیں اور چاروں خلفاء راشدین قریش ہیں قریش بہ اعتبار نسب کے ایک دوسرے
سے افضل نہیں تو ہاشمی اور نوفلی اور تیمی اور عدوی سب برابر ہیں اور اسیواسطے علی المرتضی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا عمر فاروق سے نکاح کر دیا حالانکہ علی مرتضی
ہاشمی ہیں اور عمر فاروق عدوی ہیں وبقیۃ العرب بعضهم اکفاء بعض قریش کے سوا اور باقی عرب آپس میں ایک دوسرے کے ہمسر اور برابر ہیں تو عجم کے لوگ
عرب کے ہمسر نہیں ہیں واستثنی فی الملتقی تبعا للهدایۃ بنی باهلۃ لخستهم والحق الاطلاق قاله المصنف کالبحر والنهر والفتح ویعضده اطلاق المصنف
کالکنز والدرر اور ملتقی میں ہدایہ کی پیروی سے نکالا ہے بنو باہلہ کو اور عرب سے بسبب اونکی خست اور دناءت کے اور حق یہ ہے کہ اونکو عرب سے نکالنا
صحیح نہیں بلکہ مطلق عرب برابر ہیں یہی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں مثل بحر الرائق اور نہر الفائق اور فتح القدیر کے اور اسی کی تائید کرتا ہے مصنف کا مطلق
کہنا اس متن میں مثل کنز اور درر کے وهذا فی العرب اما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما اور یہ یعنی کفاءت نسب کا اعتبار فقط عرب میں ہے اسواسطے کہ عجمی لوگوں
نے اپنے نسب کو ضائع کر دیا تو عرب کے سوا عجم کے لوگوں میں برابری معتبر ہے حر ہونے میں اور مسلمان ہونے میں فمسلم بنفسه ومعتق غیر کفو لمن
ابوها مسلم او حر ومعتق ام لها حق الاصل سو جو مرد خود مسلمان ہو یا آزاد ہو وہ برابر نہیں اوس عورت سے جسکا باپ مسلمان ہے یا حر ہے یا باپ اوسکا آزاد ہے
اور ماں اوسکی حرۃ اصلی ہے ومن ابوه مسلم او حر غیر کفو لذات ابوین اور جس مرد کا باپ مسلمان ہے یا حر ہے وہ برابر نہیں اوس عورت کے جسکا باپ اور دادا
دونوں مسلمان ہیں وابوان فیهما کالاباء لتمام النسب بالجد اور باپ دادا کا حر اور مسلمان ہونا برابر ہے چند پشت کے اسلام اور حر ہونے کے یعنی دو پشت
کی آزادی اور اسلام دس پشت کی آزادی اور اسلام کی برابر ہے بسبب تمام ہونے نسب کے دادا پر وفی الفتح لا یبعد مکافاۃ مسلم بنفسه لمعتق بنفسه
اور فتح القدیر میں ہے کہ بعید نہیں ہے برابری مسلمان بنفسہ کی آزاد بنفسہ سے اسواسطے کہ مسلمان کے باپ دادا حر تھے مگر مسلمان نہیں اور آزاد کے باپ دادا
مسلمان تھے مگر آزاد نہیں تو عیب سے دونوں خالی نہیں واما معتق الوضیع فلا یکافی معتقۃ الشریف اور جو مرد آزاد ہے کم ذات کا سو برابر نہیں اوس
عورت کے جسکا آزاد کرنے والا شریف ہے ولو مرتد اسلم فکفو لمن لم یرتد اور جو مرتد ہو کر پھر مسلمان ہوا سو برابر ہے اوس مسلمان کے جو مرتد نہیں ہوا واما الکفاءۃ
بین الذمیین فلا تعتبر الا لفتنۃ اور کفاءت درمیان دو ذمیوں کے سو معتبر نہیں مگر واسطے دفع فساد کے یعنی راجا اور چمار دونوں برابر ہیں

لیکن اگر راجہ کی بیٹی نے چمار سے نکاح کیا تو قاضی جدائی کرا دے گا نہ بخیال عدم کفاءت کے بلکہ واسطے دفع فساد کے و تعتبر فی العرب و العجم دیانۃ ای تقویٰ
فلیس فاسق کفؤا لصالحۃ او فاسقۃ بنت صالح معلنا کان او لا علی الظاہر نہر اور معتبر ہے عرب اور عجم میں کفاءت دینداری کی یعنی پرہیزگاری
کی تو مرد فاسق برابر نہیں عورت صالحہ کے یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی ہے فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر و مالا بان یقدر علی
المعجل و نفقۃ شہر لو غیر محترف و الا فان یکسب کل یوم کفایتہا لو تطیق الجماع اور معتبر ہے کفاءت مال میں اس طرح کہ قادر ہو زوج مہر
معجل پر بطور رواج کے اور قادر ہو ایک مہینے کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہو اور اگر پیشہ ور ہو تو کسب کر سکتا ہو ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اوس وقت ضرور
ہے اگر عورت کو جماع کی برداشت ہو و الا فقط مہر معجل کی قدرت کافی ہے کما فی الذخیرۃ و حرفۃ فمثل حائک غیر کفؤ لمثل خیاط اور برابری معتبر ہے پیشہ
میں سو ان جولاہے کی برابر نہیں مثل درزی کی بیٹی کے اسواسطے کہ جولاہا درزی سے ذلیل ہے و لا خیاط لبزاز و تاجر و لا ھما لعالم و قاض اور نہ درزی
برابر ہے بزاز اور سوداگر کے اور نہ وہ دونوں ہمسر ہیں عالم اور قاضی کے و اما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل اور حکام ظالمین کے خدام تو سب پیشہ وروں سے
خسیس تر اور بدتر ہیں اگرچہ صاحب ثروت اور مالدار ہوں اسواسطے کہ اون کے مال ظلم اور ستم سے جمع ہوئے ہیں و اما الوظائف فمن الحرف فصاحبہا کفؤ للتاجر
لو عند دنیۃ کبوابۃ اور وقف کے وظائف اور روزینے حرفوں میں داخل ہیں جیسے امامت اور خطبہ خوانی سو وقف کا وظیفہ دار ہمسر ہے تاجر کا اگر وظیفہ حقیر
جیسے دربانی اور فراشی و ذوو نہ ذیل نحو ناظر کفؤ لبنت الامیر بمصر بحر اور مدرس یا ناظر ہمسر ہے امیر کی بیٹی کا مصر میں کذا فی البحر و الکفاءۃ اعتبارہا
عند ابتداء العقد فلا یضر زوالہا بعدہ اور اعتبار کفاءت کا نزدیک شروع عقد کے ہے سو ضرر نہیں کرتا زوال ہمسری کا بعد عقد کے فلو کان وقتہ کفؤا ثم
فجر لم یفسخ سو اگر زوج وقت نکاح کے عورت کا ہمسر تھا پھر مثلا فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہو گا و اما لو کان دباغا ثم صار تاجرا فان بقی عارہا لم یکن
کفؤا و الا لا نہر بحثا اور اگر شوہر پہلے دباغ تھا پھر تاجر ہو گیا سو اگر دباغت کی عار باقی ہے تو ہمسر نہو گا اور اگر اوسکی عار باقی نہیں تو برابر ہو گا چنانچہ نہر الفائق
سے بہ اعتبار بحث کے نہ بنا بر روایت مذہب کے العجمی لا یکون کفؤا للعربیۃ و لو کان العجمی عالما او سلطانا و ھو الاصح فتح عن الینابیع ادعی
فی البحر انہ ظاہر الروایۃ و اقرہ المصنف مرد عجمی برابر نہیں عورت عربیہ کے اگرچہ عجمی عالم ہو یا بادشاہ ہو اور یہی قول اصح ہے چنانچہ فتح القدیر میں ہے ینابیع
سے اور دعوی کیا بحر الرائق میں کہ یہی ظاہر الروایت ہے اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں و لکن فی النہر ان فسر الحسیب بذی
المنصب و الجاہ فغیر کفؤ للعلویۃ ینابیع و ان بالعالم فکفؤ لان شرف العلم فوق شرف النسب و المال کما جزم بہ البزازی
و ارتضاہ الکمال و غیرہ و الوجہ فیہ ظاہر و لذا قیل ان عایشۃ افضل من فاطمۃ قہستانی لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اگر حسیب کی تفسیر
صاحب منصب اور جاہ کی کیجیے تو حسب والا ہمسر علویہ کا نہیں کذا فی الینابیع اور اگر تفسیر حسیب کی عالم کر کیجیے تو برابر ہے علویہ کے اسواسطے کہ بزرگی علم کی فوق ہے بزرگی
نسب اور مال سے چنانچہ اسکا یقین کیا ہے بزازی نے اور پسند کیا ہے کمال وغیرہ نے اور وجہ اسکی ظاہر ہے بسبب اشرفیت علم کے اور اسیواسطے کہا گیا ہے کہ عایشہ صدیقہ
افضل ہیں فاطمہ زہرا سے یعنی بسبب کثرت علم کے کذا فی القہستانی ثم بر جندی میں تصریح ہے کہ عالم اور بادشاہ علویہ کا کفو نہیں تو اس روایت سے تفضیل نہر الفائق
کی نفی ہوتی ہے اور قول صحیح وہی ہے جو متن میں ہے بموجب تصریح سید احمد محشی کے کذا فی حاشیۃ المدنی و الحنفی کفؤ لبنت الشافعی اور حنفی مرد کفو ہے شافعی
مذہب کی بیٹی کا ظاہرا یوں کہنا تھا کہ شافعی ہمسر ہے حنفی کا اسواسطے کہ حنفی کے ہمسر ہونے میں شافعی سے علماء حنفی کو تامل نہیں لیکن شارح نے برعکس کہا اسواسطے کہ
بعضے حنفی متعصب شافعی مذہب پر طعن کرتے ہیں حالانکہ امام شافعی رح رکن اعظم ہیں ارکان اسلام سے اور مجتہد برحق ہیں رحمۃ اللہ علیہ تو اون کے مقلد بھی حق
ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی و متی سئلنا عن مذہبہ اجبنا بمذہبنا کما بسطہ المصنف معزیا لجواہر الفتاوی اور جب ہمسے سوال ہو مذہب شافعی کا
تو ہم جواب دینگے اپنے مذہب سے چنانچہ اسکو تفصیل بیان کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی سے نقل کر کے جواہر الفتاوی میں یوں ہے کہ ابا کرہ

بالمذہب شافعی مذہب نے حنفی سے نکاح کیا اور باپ اوسکا رافضی نتھا تو نکاح صحیح ہے اور اسیطرح اگر شافعی مذہب سے نکاح کرے بہتر ہے اگر سوال ہو کہ یہ نکاح مذہب
شافعی مین صحیح ہے یا نہین تو ہم یہی جواب دینگے کہ نکاح صحیح ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اسواسطے کہ ہمارا مذہب راجح ہے اور شافعی کا مذہب مرجوح اور اس مسئلہ کا
باب الکفاءت سے کچھ تعلق نہین کذا فی حاشیۃ المدنی والقروی کفو للمدنی فلا عبرۃ بالبلد کما لا عبرۃ بالجمال خانیہ ولا بالعقل ولا بعیوب یفسخ
بہا البیع خلافا للشافعی اور گانون کا رہنے والا کفو ہے شہر کے رہنے والیکا تو کفاءت مین شہر کا کچھ اعتبار نہین جیسے خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہین کذا
فی الخانیہ اور نہ عقل کا کچھ اعتبار ہے یعنی مجنون کفو ہے عاقل کا اور نہ اون عیبون کا اعتبار ہے جن سے بیع فسخ ہو جاتی ہے جیسے جذام اور برص اور گندہ دہنی برخلاف
مذہب شافعی کے لکن فی النہر عن المرغینانی المجنون لیس بکفو للعاقل لیکن نہر الفائق مین منقول ہے مرغینانی سے کہ مجنون ہمسر عاقل کا نہین وکذا
الصبی کفو بغناء أبیہ أو أمہ أو جدہ نہر بالنسبۃ الی المہر یعنی المعجل کما مر لا بالنسبۃ الی النفقۃ لان العادۃ ان الآباء یتحملون
عن الابناء المہر لا النفقۃ ذخیرۃ اور اسیطرح لڑکا کفو ہے بسبب مالداری اپنے باپ کے یا اپنی مان کے یا اپنے دادا کے کذا فی النہر کفو ہے بنسبت مہر کے یعنی مہر
معجل کے چنانچہ سابق مین مذکور ہو چکا نہ بنسبت نفقہ کے اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ باپ اوٹھا لیتے ہین اپنے بیٹون کا مہر نہ نفقہ کذا فی الذخیرۃ ولو نکحت باقل من مہرہا
فللولی العصبۃ الاعتراض حتی یتم مہر مثلہا او یفرق القاضی بینہما دفعا للعار اور اگر نکاح کیا عورت نے کمتر اپنے مہر مثل سے تو جائز ہے
ولی عصبہ کو روک دینا یہانتک کہ مہر مثل اوسکا پورا ہو جاوے یا جدائی کر دے قاضی دونون مین ولی کو حق اعتراض واسطے دفع عار کے ہے ولو طلقہا الزوج قبل
تفریق الولی قبل الدخول فلہا نصف المسمی اور اگر طلاق دی اوسی عورت مذکورہ کو شوہر نے قبل تفریق ولی کے دخول سے پہلے تو اوسکو آدھا مہر
معین ملیگا ولو فرق الولی بینہما قبل الدخول فلا مہر لہا وان بعدہ فلہا المسمی اور اگر تفریق کر دی ولی نے دونون مین قبل دخول کے تو اوسکا کچھ مہر نہین اور اگر بعد
دخول کے تفریق ہوئی تو اوسکو پورا مہر معین ملیگا وکذا لو مات احدہما قبل التفریق فلیس للولی المطالبۃ بالاتمام لانتہاء النکاح بالموت جواہر الفتاوی اور اسیطرح مہر معین ملیگا
اگر دونون مین سے کوئی مر گیا قبل تفریق کے تو ولی کو مہر مثل پورا کر لینے کا مطالبہ نہین بواسطے آخر ہونے نکاح کے موت سے کذا فی جواہر الفتاوی امرہ بتزویج امرأۃ
فزوجہ امۃ نفذ وقالا لا یصح وہو استحسان ملتقی تبعا للہدایۃ امر کیا ایک نے دوسرے کو کسی عورت سے نکاح کر دینے کا سو وکیل نے موکل کا نکاح
کر دیا لونڈی سے تو نکاح نافذ ہوگا اور صاحبین نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہین یعنی نافذ نہین اور یہ قول استحسان یعنی قیاس خفی ہے یہ روایت ملتقی مین ہے ہدایہ کی پیروی
سے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نکاح کر لینے پر ہر ایک کو قدرت ہے تو وکیل کرنے سے عمدہ غرض یہ ہوتی ہے کہ نکاح ہمسر برابر سے ہو نہ کمتر سے وفی شرح الطحاوی
قولہما احسن للفتوی واختارہ ابو اللیث واقرہ المصنف اور شرح طحاوی مین ہے کہ قول صاحبین کا بہتر ہے فتوی کے واسطے اور پسند کیا اوسکو فقیہ ابو اللیث
نے اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اپنی شرح مین واجمعوا انہ لو زوجہ بنتہ الصغیرۃ او موکلتہ لم یجز کما امرہ بمعینۃ او بحرۃ او امۃ فخالف او امرہ
بتزویجہا ولم تعین فزوجہا غیر کفو لم یجز اتفاقا اور اجماع کیا فقہا نے اسپر کہ اگر نکاح کر دیا وکیل نے موکل کا اپنی چھوٹی بیٹی سے یا اپنی محکوم عورت سے
آزاد لونڈی ہو اوسکی یا بھتیجی تو جائز نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے وہ نکاح جائز نہین کہ امر کیا ایک نے دوسری کو کہ نکاح کر دے معین عورت سے یا حرہ سے
یا لونڈی سے پھر وکیل نے موکل کی مخالفت کی یا عورت نے اپنے وکیل سے اپنے نکاح کر دینے کو کہا اور زوج کو معین نکر دیا سو وکیل نے اوسکا نکاح غیر کفو سے کر دیا تو یہ نکاح بالاتفاق جائز نہوگا
ولو زوجہ المامور بنکاح امرأۃ امرأتین فی عقد لا ینفذ للمخالفۃ اور جسکو امر کیا تھا ایک عورت سے نکاح کر دینے کا اوسنے دو عورتون سے نکاح کر دیا ایک عقد مین تو یہ نکاح
نافذ نہوگا بسبب مخالفت امر کی ولہ ان یجیزہما او احدہما ولو فی عقدین لزم الاول وتوقف الثانی اور جائز ہے موکل کو کہ دونون عورتون کا نکاح درست رکھے یا ایک عورت کا
اور اگر دونون کا نکاح دو عقد مین ہوا ہو تو پہلا نکاح لازم ہوگا اور دوسرا موقوف رہیگا موکل کی اجازت پر ولو امرہ بامرأتین فی عقد فزوجہ واحدۃ او اثنتین فی عقدین
جاز الا اذا قال لا تزوجنی الا امرأتین فی عقد او عقدین لم یجز المخالفۃ اور اگر امر کیا ایک نے دوسرے کو دو عورتون کے نکاح کا ایک عقد مین سے نکاح کر دیا

یا اوسکا وکیل نے ایک عورت سے یا دو عورتون سے دو عقد مین تو جائز ہے مگر جبکہ کہا موکل نے کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتون سے ایک عقد مین سو وکیل نے دو عقد مین دو عورتون سے کیا یا یون کہا تہا کہ میرا نکاح نہ کرنا مگر دو ہی عورتون سے دو عقد مین سو وکیل نے دو عورتون سے ایک عقد مین کر دیا تو یہ مخالفت نہ جائز ہو گی ولا یتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح و بیع و غیرھما بل یبطل الایجاب ولا تلحقہ الاجازۃ اتفاقا اور نہین موقوف رہتا ایجاب اوسکے قبول کرنے پر جو مجلس ایجاب سے غائب ہے حاضر نہین تمام عقود مین یعنی معاوضہ کے عقود مین از قسم نکاح اور بیع اور ان دونون کے سوا جیسے صلح اور اجارہ بلکہ ایجاب باطل ہو جاتا ہے اور نہین لاحق ہو سکتی اوسکو اجازت بالاتفاق و یتولی طرفی النکاح واحد بایجاب یقوم مقام القبول اور دو طرفون نکاح کا یعنی ایجاب اور قبول کا ایک شخص متولی ہوتا ہے فقط ایجاب سے جو قائم مقام ہے قبول کے چنانچہ زوجین صغیرین کے ولی نے کہا کہ مین نے دونون کا نکاح کر دیا تو یہ ایسا ایجاب ہے کہ قبول کی معنی اوسمین موجود مین اب اسکے بعد قبول جدا گانہ کی حاجت نہین فی خمس صور کان کان ولیا او وکیلا من الجانبین او اصیلا من جانب و وکیلا من اخر او ولیا من اخر او ولیا من جانب و وکیلا من اخر کزوجت ابنتی من موکلی ایجاب اور قبول مین ایک شخص کا متولی ہونا پانچ صورتون مین منحصر ہے (۱) جیسے ایک شخص جانبین کا ولی ہو مثلاً زید یون کہے کہ مین نے اپنی نواسی کا نکاح اپنے پوتے سے کر دیا (۲) یا ایک شخص وکیل ہو دونون طرفون سے تو یون کہے کہ مین نے اپنے موکل کا نکاح اپنی موکلہ سے کیا (۳) یا ایک طرف سے اصیل ہوا اور دوسری طرف سے وکیل ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنی موکلہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۴) یا اصیل ہو ایک طرف سے اور دوسری کا ولی ہو تو یون کہے کہ مین نے اپنے چچا کی بیٹی صغیرہ کا نکاح اپنی ذات سے کیا (۵) یا ولی ہو ایک طرف سے اور وکیل دوسری طرف سے جیسے یون کہنا کہ مین نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے موکل سے کیا لیس ذلک الواحد بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح اذ ھو غیر معتبر شرعا لما تقرر ان الایجاب لا یتوقف علی قبول غائب بشرطیکہ یہ شخص مذکور جو متولی ہے طرفین کا فضولی نہو گو ایک ہی طرف سے یعنی فضولی نہ چاہیے نہ دو طرف سے نہ ایک طرف سے اگرچہ فضولی دونون کلام بولے بنا بر قول راجح کے یعنی اگر یون کہے کہ مین نے زید کا نکاح کریمہ سے کیا پہر یون کہے کہ مین نے کریمہ کی طرف سے قبول کیا تو بہی درست نہین ہو اسطے کہ قبول کرنا فضولی کا معتبر نہین شرعاً اسواسطے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ایجاب موقوف نہین رہتا غائب کے قبول پر ونکاح عبد و امۃ بغیر اذن السید موقوف علی الاجازۃ کنکاح الفضولی اور نکاح کرنا غلام اور لونڈی کا بغیر اذن میان کے موقوف ہے میان کی اجازت پر جس طرح نکاح کر دینا فضولی کا موقوف ہے زوج یا زوجہ کی اجازت پر فضولی وہ جو غیر کے واسطے تصرف کرے بدون ولایت اور وکالت کے مثلاً زید محمود کا نکاح کسی عورت سے کرے حالانکہ نہ زید محمود کا ولی ہے نہ وکیل تو یہ نکاح موقوف ہے محمود کی اجازت پر اگر محمود نے اسکو جائز رکہا تو نکاح نافذ ہوا اور نہین تو باطل ہو گیا سیجیئ فی البیوع توقف عقودہ کلہا ان لھا مجیز حالۃ العقد والا تبطل عنقریب آویگا کتاب البیوع مین موقوف ہونا تمام عقود فضولی کا اگر اون عقود کا اجازت دینے والا وقت عقد کے ہو گا اور اگر حالت عقد مین اونکا مجیز نہین تو عقود باطل ہین ولابن العم ان یزوج بنت عمہ الصغیرۃ اور جائز ہے چچا کے بیٹے کو نکاح کرنا اپنے چچا کی چھوٹی بیٹی کا اپنے ساتھ فلو کبیرۃ فلا بد من الاستیذان حتی لو تزوجہا بلا استیذان فسکتت او قصحت بالرضاء لا یجوز عندھما وقال ابو یوسف یجوز وکذا المولی المعتق والحاکم و السلطان جوھرۃ یعنی بخلاف الصغیرۃ کما مر لیکن سو اگر بنت عم کبیرہ ہو یعنی بالغہ تو ضرور ہے استیذان یہان تک کہ اگر ابن عم نے اوس سے نکاح کر لیا بدون استیذان کے سو وہ چپ رہی یا رضامندی کی تصریح کر دی تو بہی نکاح جائز نہین نزدیک امام اعظم رح اور محمد رح کے اور کہا ابو یوسف نے کہ جائز ہے اور اسیطرح ہو سکے آزاد کرنے والے کو اور حاکم اور سلطان کو نکاح بالغہ مین استیذان ضرور ہے بدون استیذان کے عقد جائز نہین کذا فی الجوہرہ یعنی بخلاف صغیرہ کے اسواسطے کہ قاضی اور سلطان کو صغیرہ سے اپنا نکاح کرنا جائز نہین چنانچہ یہ سابق مذکور ہو چکا تو یہان تحریر اور تنقیح چاہیے ایسا نہو کہ کوئی قاضی اور سلطان کو بسبب تشبیہ کے جواز نکاح صغیرہ مین مانند ابن عم کے سمجھے من نفسہ فیکون اصیلا من جانب ولیا من آخر ابن عم کو جائز ہے نکاح صغیرہ کا اپنی ذات سے

تو ہوگا ابن عم اصیل اپنی جانب سے اور ولی دوسری جانب سے اور اسیطرح مولیٰ آزاد کنندہ صغیرہ کے نکاح میں اصیل ہوگا اپنی طرف سے اور ولی ہوگا صغیرہ کیطرف
سے کما للوکیل الذی وکلتہ ان یزوّجھا من نفسہ فانّ لہ ذلک فیکون اصیلاً من جانب وکیلاً من جانب جیسا کہ جائز ہے عورت کے وکیل
کو کہ اوسکا نکاح کرے اپنی ذات سے سو اوسکو یہ نکاح کرلینا درست ہے تو ہوگا اصیل اپنی جانب سے اور وکیل عورت کی طرف سے بخلاف ما لو وکّلتہ ان تزوجھا
من رجل فزوّجھا من نفسہ لانھا نصّبتہ مزوِّجا لا متزوّجا برخلاف اوسکے یہ ہے کہ اگر عورت نے اوسکو وکیل کیا اپنے نکاح کردینے کا کسی مرد سے سو
وکیل نے اوسکا نکاح اپنے ساتھ کرلیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ عورت نے وکیل کو نکاح کردینے والا قرار دیا نہ نکاح کرلینے والا او وکلتہ ان یتصرف فی امرھا
او قالت لہ زوّجنی لنفسی ممن شئت لم یصح تزویجھا من نفسہ کما فی الخانیۃ والاصل ان الوکیل معرّف بالخطاب فلا یدخل تحت
المنکرۃ یا وکیل کیا عورت نے اوسکو کہ تصرف کرے اوسکے امر میں یا کہا اس سے کہ میرا نکاح کردے جس سے کہ تو چاہے تو نہ صحیح ہوگا وکیل کو اوسکا نکاح کرلینا
اپنی ذات سے کذا فی الخانیہ اور عدم جواز کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے عورت کے معرفہ یعنی معین ہوگیا تو نہ داخل ہوگا معرفہ تحت نکرہ کے یعنی
غیر معین کے خلاصہ یہ ہے کہ وکیل بسبب خطاب کے معین ہوگیا اور عورت نے وکالت میں زوج کو معین نہ کیا اور قاعدہ یہ ہے کہ معین غیر معین میں داخل نہیں ہوتا
ولو اجاز من لہ الاجازۃ نکاح الفضولی بعد موتہ صح لان الشرط قیام المعقود لہ واحد العاقدین فقط بخلاف اجازۃ بیعہ فانہ
یشترط قیام الاربعۃ الاشیاء کما سیجئ اور اگر اجازت دی جسکو اجازت دینے کا اختیار ہے یعنی زوج یا زوجہ نے جائز کہا فضولی کے نکاح کو بعد اسکے مرنیکے
تو نکاح صحیح ہوگا اسواسطے کہ صحت نکاح میں اجازت کے وقت شرط ہے قیام معقود لہ کا یعنی جسکے واسطے نکاح منعقد ہوا اور احد العاقدین کا فقط ایک عاقد کی موت
یعنی فضولی کی مضر صحت نہیں اسواسطے کہ دوسرا عاقد موجود ہے بخلاف اجازت بیع فضولی کے کہ بعد موت فضولی کے جائز نہیں اسواسطے کہ بیع فضولی کی صحت میں چار چیز کا
قیام شرط ہے یعنی بیع اور دونوں عاقد اور قیمت کا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا کتاب البیوع میں **فوائد** یہ چند مسائل ہیں شارح کے الحاقی الفضولی
قبل الاجازۃ لا یملک نقض النکاح بخلاف البیع فضولی قبل اجازت مالک کے مالک نہیں نکاح توڑنے کا بخلاف بیع کے کہ اوسکو توڑ سکتا ہے یشترط للزوم عقد
الوکیل موافقتہ فی المھر المسمّی شرط ہے واسطے لازم ہونے عقد وکیل کے موافقت رکھنا موکل کی مہر مسمی میں تو بعدم موافقت میں نکاح لازم نہ ہوگا بلکہ موکل کو
اختیار ہوگا قبول کرے یا نہ کرے وحکم رسول کوکیل اور حکم پیامی کا مثل حکم وکیل کے ہے مثلاً مرد نے عورت کے پاس کسیکو بھیجا نکاح کا پیام دیکر اور عورت نے
شہود کے روبرو قبول کرلیا تو نکاح صحیح ہوگا بشرطیکہ مہر مسمی میں مخالفت نہ کی ہو

باب المھر

ومن اسمائہ الصداق والصدقۃ والنحلۃ
والعطیۃ والعقر یہ باب ہے مہر کا صداق اور صدقہ اور نحلہ اور عطیہ اور عقر یہ سب مہر کے نام ہیں اور اجر اور علائق اور حبا اور فریضہ بھی مہر کو کہتے ہیں کذا
فی حاشیۃ المدنی وفی الاستیلاد والجوھرۃ العقر فی الحرائر مھر المثل وفی الاماء عشر قیمۃ البکر ونصف عشر قیمۃ الثیب اور جوہرہ کے باب استیلاد میں ہے
کہ بی بیوں میں عقر مہر مثل ہے اور لونڈیوں میں دسواں حصہ قیمت باکرہ کا اور بیسواں حصہ ثیبہ کا عقر ہے اقلہ عشرۃ دراھم لحدیث البیھقی وغیرہ لا مھر
اقل من عشرۃ دراھم کمتر درجہ کا مہر دس درہم ہیں بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہیں ہے مہر کمتر دس درہم سے اور اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت
طرق کے درجہ حسن تک بلند ہوگئی ہے تو لائق حجت کے ہوئی کذا فی النھر وروایۃ الاقل محمولۃ علی المعجل اور روایت اقل من دس درہم کی محمول ہے مہر معجل پر
مثلاً بخاری اور مسلم میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے مہر کے واسطے فرمایا کہ کچھ تلاش کر لا اگرچہ
لوہے کی انگوٹھی ہو اور سنن ابوداود میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسنے اپنی عورت کے مہر میں دو لپ بھر کر ستو یا کھجور کو دیا تو اوسنے
وطی کو حلال کرلیا حالانکہ لوہے کی انگوٹھی اور ایسے ستو اور کھجور دس درہم سے نہایت کم ہیں تو ایسی روایات کا شارح نے جواب دیا کہ کمتر کی روایت مہر معجل پر محمول
ہے اسواسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ مہر میں سے کچھ قبل دخول کے جلد ادا کرتے تھے اور یہ مراد نہیں کہ سوائے انگوٹھی اور ستو کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اس کے حدیث

جابر کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس نکاح کا متعہ پر جائز نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج تھا چند سورتیں قرآن مجید کی اوسکو یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اوسکا نکاح ایک عورت سے کردیا اور فرمایا ملکتکہا بما معک من القرآن کہ میں نے تجھکو عورت کا مالک کردیا بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے اس سے نہیں
ثابت ہوتا کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور اسواسطے عورت کو قرآن کا سکھلانا شرط نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ بحفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا نکاح کردیا اور غالب یہ ہے کہ مہر اوسکا
حضرت نے خود ادا کیا ہوگا اسواسطے کہ محتاج مسلمین کے اخراجات کے حضرت خود کفیل ہوا کرتے تھے فضۃ وزن سبعۃ مثاقیل کما فی الزکوٰۃ چاندی کے دس
درم جو وزن میں سات مثقال کی برابر ہیں چنانچہ بیان زکوٰۃ میں مذکور ہوچکا دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشے ہوتے ہیں جسکے ڈیڑھ ماشہ کم تین روپیہ ہوئے
اگر گیارہ ماشہ کا روپیہ ہو مضروبۃ کانت اولا ولو دینا او عرضا قیمتہ عشرۃ وقت العقد اما فی ضمانہا بطلاق قبل وطی فیوم القبض درم سکہ دار ہوں یا
بے سکہ جیسے چاندی کی ڈلی یا پتر اگرچہ قرض ہو یعنی شوہر کے دس درم کسی پر قرض تھے اور اوسنے نکاح میں اونہیں دس درموں کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس
ایسی ہو جسکی قیمت دس درم ہوں وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح کے اوسکی قیمت کم ہوجائے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے میں بسبب طلاق قبل
وطی کے تو قبضہ کرنیکے دن کا اعتبار ہے مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جسکی قیمت دس درم تھی پھر جسدن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اوسکی نو درم
ہوگئی تھی سو طلاق دی اوسکو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضایع ہوگیا تو عورت کو ساڑھے چار درم پھیر دینا چاہیئے اسواسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درم کا تھا لیکن جس دن عورت
کے قبضہ میں آیا تو نو کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن المحیط وتجب العشرۃ ان سماہا او دونہا ویجب الاکثر منہا ان سمی الاکثر اور واجب
ہیں دس درم اگر دس کا نام لیا یا دس سے کم کا نام لیا یعنی اگر پانچ درم کا مثلاً مہر باندھا تو بھی دس ہی درم دینا واجب ہوگا اور واجب ہوں گے دس سے زیادہ
اگر دس سے زیادہ کا نام رکھا کتنے ہی کیوں نہوں زیادہ مہر کی کچھ حد نہیں ویتاکد عند وطی او خلوۃ صحت من الزوج او موت احدہما اور پورا مہر لازم
اور محکم ہوتا ہے نزدیک وطی کے یا خلوت کے جو صحیح ہوگئی زوج کی طرف سے یا نزدیک مرجانے زوج یا زوجہ کے او تزوج ثانیا فی العدۃ یا نزدیک دوبارہ نکاح
کرنے کے عدت میں جو عورت اوسکی یہ ہے کہ عورت کو طلاق باین دی بعد دخول کے پھر اوس سے نکاح کیا عدت میں پھر طلاق دی قبل دخول کے تو واجب ہوگا دوسرا
مہر پورا اور عدت جداگانہ واجب ہوگی مہر کامل قبل خلوت کے اسواسطے واجب ہوا کہ وجوب عدت کا فوق ہے خلوت پر کذا فی البحر اور باین کی قید اسواسطے
لگائی کہ طلاق رجعی میں نکاح دوسرا نہیں اور اول مہر کے سوا دوسرا مہر نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی او ازالۃ بکارتہا بنحو حجر بخلاف
ازالتہا بدفع فعلیہ فانہ یجب النصف بطلاق قبل وطی یا مہر کامل ہوتا ہے بسبب ازالہ بکارت عورت کا پتھر وغیرہ سے جیسے اونگلی یا کنجی سے یا موم کی بتی سے بخلاف
اسکے اگر دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو نصف مہر مسمی واجب ہوگا طلاق قبل وطی سے ولو الدفع من اجنبی فعلی الاجنبی ایضا نصف مہر مثلہا ان
طلقت قبل الدخول والا فکلہ نہر بحثا اور اگر اجنبی کے دھکیلنے سے ازالہ بکارت کا ہوگیا تو اجنبی پر بھی نصف مہر مثل واجب ہوگا اگر طلاق ہوئی عورت کو قبل
دخول کے اور اگر بعد دخول کے طلاق ہوئی تو پورا مہر مثل واجب ہوگا چنانچہ یہ روایت نہر الفائق میں ہے بنا بحث کے ویجب نصفہ بطلاق قبل وطی او
خلوۃ فلو کان نکحہا علی ما قیمتہ خمسۃ کان لہا النصف ودرہمان ونصف اور واجب ہوتا ہے نصف مہر طلاق قبل وطی یا خلوت سے تو اگر نکاح کیا عورت سے ایسی چیز پر
جسکی قیمت پانچ درم تھی پھر اوسکو طلاق دی قبل وطی یا خلوت کے تو وہ چیز آدھی عورت کو ملیگی اور اڑہائی درم اور ملینگے آدھی چیز عورت کو اسواسطے ملیگی کہ نصف مہر ملتا ہے طلاق قبل وطی
ہوا اور چونکہ مہر دس درم سے کم تھا تو دس کا پورا کرنا واجب ہوا اسواسطے اڑہائی درم عورت کو اور ملیں گے تا اقل مہر کامل ہوجائے وعاد النصف الی ملک الزوج بمجرد
الطلاق اذا لم یکن مسلما الیہا وان کان مسلما الیہا لم یبطل ملکہا منہ بل توقف عودہ الی ملکہ علی القضاء او الرضاء اور پھر آویگا نصف مہر زوج کی ملکیت میں مجرد
طلاق دینے کے جبکہ زوج نے زوجہ کو مہر تسلیم کیا ہو اور اگر مہر کو تسلیم کردیا ہو تو عورت کی ملکیت کل مہر سے قبل وطی کے باطل نہیں ہوتی بلکہ نصف مہر کی ملکیت کا عود کرنا زوج
کیطرف سے موقوف ہے قاضی کے حکم پر یا عورت کی رضامندی پر فلمہذا لا ینفذ تصرفہ ای الزوج عتق المہر بعد طلاقہا قبلہ ای قبل القضاء ونحوہ

لعدم ملکہ قبلہ تو اسی سبب سے نافذ نہیں زوج کا آزاد کرنا مہر کے غلام کو بعد طلاق دینے عورت کے قضا یا رضا سے پہلے بسبب نہ مالک ہونے زوج کے
قبل قضا یا رضا کے یعنی جب ملکیت زوج کی قضا یا رضا پر موقوف ہوئی تو بدون اوسکے آزاد کرنا کیونکر ثابت ہوگا ولفذ تصرف المرأۃ قبلہ فی الکل لبقاء ملکہا
اور نافذ ہوگا تصرف کرنا عورت کا قبل قضا یا رضا کے کل مہر میں بسبب باقی رہنے ملکیت عورت کے تو جس غلام پر عورت نے مہر کی وجہ سے قبضہ کیا بعد طلاق ہونیکے
بھی اگر اوسکو آزاد کر دے تو یہ عتق نافذ ہوگا اسواسطے کہ اوسکی ملکیت کل مہر پر قبل قضا یا رضا کے ثابت ہے وعلیہا نصف قیمۃ الاصل یوم القبض لان
زیادۃ المہر المنفصلۃ تتنصف قبل القبض لا بعدہ اور عورت پر واجب ہوگی نصف قیمت اصل کی جو قبضہ کرنے کے دن قیمت تھی فقط اصل قیمت اسواسطے
واجب ہوئی کہ مہر کی جدی زیادتی تنصیف ہوتی ہے قبضہ کرنے سے پہلے نہ بعد قبضہ کرنے کے یعنی عورت کو مثلا لونڈی مہر میں ملی پھر اوسکی لڑکی پیدا ہوئی پھر عورت
مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو جتنی لونڈی کی قیمت قبضہ کرنے کے دن تھی اوسکی نصف قیمت عورت زوج کو پھیر دے گی مگر لونڈی کی اولاد کو بالکل اپنے ملک میں
رکھے گی اسواسطے کہ اولاد زیادتی منفصل ہے اور زیادتی منفصل کی تنصیف قبضہ کرنے کے بعد نہیں ہوتی ۔ و وجب مہر المثل فی الشغار وہو ان یزوجہ بنتہ
او اختہ علی ان یزوجہ الاخر بنتہ او اختہ مثلا معاوضۃ بالعقدین اور واجب ہے مہر مثل شغار میں شغار اوسکو کہتے ہیں کہ نکاح کر دے ایک مرد اپنی بیٹی یا بہن کا دوسرے
مرد سے اس شرط پر کہ دوسرا مرد مثلا اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کر دے اس سے تاکہ ایک عقد دوسرے عقد کا بدلا ہو جائے تو دونوں نکاح مہر سے خالی ہیں وہو منہی
عنہ لخلوہ عن المہر فاوجبنا فیہ مہر المثل فلم یبق شغارا اور شغار ممنوع ہے حدیث سے بسبب خالی ہونے شغار کے مہر سے سو ہمنے اوسمیں مہر مثل واجب کیا سو شغار
نہ باقی رہا یعنی شغار اسی سبب سے ممنوع ہوا کہ اوسمیں مہر نہیں ہوتا پھر جب مہر مثل اوسمیں واجب قرار دیا تو حقیقت میں شغار نہ باقی رہا صحاح ستہ میں عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شغار سے منع فرمایا وفی خدمۃ زوج حر سنۃ للامہار لحرۃ او امۃ لان فیہ قلب الموضوع
کذا قالوا اور واجب ہے مہر مثل زوج حر کی خدمت میں ایک برس تک یعنی ایک برس کی خدمت کرنا مہر ٹھہرا ہو حرہ کا یا لونڈی کا اسواسطے کہ
شوہر کے خادم ہونے میں قلب موضوع ہے یعنی اولٹا معاملہ ہے یعنی لازم یوں ہے کہ زوجہ زوج کی خدمت کرے پھر جب زوج کا خدمت کرنا مہر ٹھہرا تو بالعکس ہوا
اسواسطے نادرست ہوا اور مہر مثل اوسمیں واجب ہوا ایسا کچھ فقہا نے کہا ہے قاضیخان نے کہا کہ زوج سے خدمت لینا حرام ہے اسواسطے کہ ذلت کا سبب ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادہ صحۃ تزویجہا علی ان یخدم سیدہا او ولیہا لقصۃ شعیب مع موسی علیہما السلام اور مفاد تعلیل فقہا کا یہ ہے کہ
صحیح ہو نکاح لونڈی کا اس مہر پر کہ خدمت کرے زوج اوسکے مالک کی یا حرہ کا نکاح اس شرط پر کہ زوج اوسکی ولی کی خدمت کرے بدلیل قصہ شعیب کے ساتھ
موسی علیہما السلام کے اسواسطے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح موسی علیہ السلام سے کیا اور آٹھ برس یا دس برس اپنی بکریاں چرانا مہر مقرر کر لیا اور نیز
کصحتہ علی خدمۃ عبدہ او امتہ او عبد الغیر برضاء مولاہ او حر آخر برضاہ جیسے صحیح ہے نکاح اس مہر پر کہ شوہر کا غلام یا لونڈی خدمت کرے زوجہ کی یا غیر کا
غلام خدمت کرے اپنے مالک کی رضامندی سے یا کوئی اور حر اپنی خوشی سے خدمت کرے لیکن جب حر کی خدمت مہر ہوگا تو زوج پر خدمت کی قیمت واجب
ہوگی اسواسطے کہ خدمت حر میں مفاسد بہت ہیں جیسے خلوت ہونا اجنبی سے یا انکشاف بعض اعضا کا کذا فی فتح القدیر وفی تعلیم القرآن للنص بالابتغاء بالمال
اور واجب ہے مہر مثل تعلیم قرآن میں بموجب نص قرآنی کے کہ طلب نکاح کی مال سے چاہیے قرآن شریف میں فرمایا کہ ان تبتغوا باموالکم یعنی
نکاح طلب کرو اپنے مالوں سے اور تعلیم قرآن مال نہیں اسواسطے تعلیم قرآن میں مہر مثل واجب کیا وزوجتکہا بما معک من القرآن للسببیۃ او التعلیل لکن
فی النہر ینبغی ان یعول علی قول المتاخرین اور یہ زوجتک بما معک من القرآن کے واسطے سببیت یا تعلیل کے ہے یہ شارح نے دفعہ دخل کا کیا یعنی حدیث
میں آیا ہے کہ حضرت نے ایک صحابی سے فرمایا کہ زوجتکہا بما معک من القرآن کہ میں تیرا نکاح کرتا ہوں بدلے قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے تو معلوم ہوا کہ تعلیم قرآن کی
مہر ہو سکتا ہے شارح نے اسکا جواب دیا کہ یہ دلیل اوسوقت میں پوری ہوتی کہ اس حدیث میں بے کا حرف فقط عوض کے معنی میں مخصوص ہوتا بلکہ سببیت اور

معنی یہی ہوسکتے ہیں یعنی بسبب قرآن یاد ہونے کے یا قرآن کی برکت سے تیرا نکاح کیا تو تعلیم قرآن کا مہر ہونا ثابت نہوا چنانچہ اول باب میں اس حدیث کا
بیان ہوچکا لیکن نہر الفائق میں کہا ہے سزاوار یہ ہے کہ تعلیم قرآن متاخرین کے قول پر مہر ہوسکے بحر الرائق اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ متاخرین کا فتویٰ اسپر ہے کہ تعلیم
قرآن اور تعلیم فقہ پر اجرت لینا درست ہے پس جب اجرت درست ہوا تو مہر ہونا بھی درست ہوگا اسواسطے کہ جسکی اجرت لینا جائز ہے اوسکا مہر ہونا بھی جائز ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ
قول مفتی بہ پر تعلیم قرآن کا مہر ہونا صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولها خدمته لو كان الزوج عبدًا مأذونًا في ذلك اما الحر فخدمته لها حرام لما فيه من الاهانة
والاذلال وكذا استخدامه نهر عن البدائع اور جائز ہے حرہ عورت کو خدمت لینا شوہر سے بشرطیکہ شوہر غلام ہو اور اوسکے مالک نے خدمت
کرنے کی اجازت دی ہو یعنی اگر غلام بہ اجازت اپنے مولی کے حرہ سے نکاح کرے اور ایک برس کی خدمت مثلاً مہر ٹھہراوے تو درست ہے اسواسطے کہ خدمت کرنے میں غلام کی
ذلت نہیں لیکن حر کو خدمت کرنا زوجہ کی حرام ہے اسواسطے کہ اسمیں ذلت اور اہانت ہے اور اسیطرح زوجہ کو شوہر سے خدمت لینا حرام ہے چنانچہ نہر الفائق میں ہے بدائع
سے وكذا يجب مهر المثل فيما اذا لم يسم مهرًا او نفي ان وطئ الزوج او مات احدهما اذا لم يتراضيا على شيء يصلح مهرًا والا فذلك
الشيء هو الواجب اور اسیطرح واجب ہے مہر مثل اوس صورت میں جب کہ مہر کا نام نہ لیا گیا یعنی نکاح کیا اور مہر کے ذکر سے سکوت کیا یا نفی مہر کی کی یعنی یوں کہا کہ میں نے
نکاح کیا بدون مہر کے تو مہر مثل واجب ہوگا اگر وطی کی ہو زوج نے یا دونوں میں سے ایک مرگیا ہو اوس وقت ہے جب دونوں نہ راضی ہوگئے ہوں کسی چیز پر جو مہر
ہونے کی لیاقت رکھتی ہو اور اگر کسی چیز پر تراضی ہوگئی ہو تو وہی چیز واجب ہوگی مہر مثل کی کچھ ضرورت نہ رہی او سمّٰی خمرًا او خنزيرًا او هذا الخل فهو خمر
او هذا العبد وهو حر لتعذر التسليم یا نام لیا شراب یا سور کا مہر میں تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ شراب اور سور مسلمان کے حق میں مال نہیں یا اشارہ کیا
ایک برتن کیطرف اور کہا کہ یہ سرکہ مہر ہے حالانکہ وہ شراب ہو یا ایک شخص کیطرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ غلام مہر ہو حالانکہ وہ حر ہو تو مہر مثل واجب ہوگا اسواسطے کہ تسلیم کرنا انکا متعذر ہے
اسیطرح تسلیم مذکور خنزیر بھی متعذر ہے کہ مسلمان کو کام کو نہیں او دابة او ثوبًا او دارًا ولم يبين جنسها لفحش الجهالة یا نام لیا مہر میں جانور کا یا کپڑے کا یا گھر کا اور
نہ بیان کیا اونکی جنس کو کہ کون جانور گھوڑا یا بیل اور کون کپڑا ململ یا گزی اور کیسا گھر کچا یا پکا تو ایسا مہر صحیح نہیں بسبب کثرت جہالت کے کہ کچھ امتیاز نہیں ہوسکتی
لہذا ان صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا ويجب متعة لمفوضة وهي من زوجت بلا مهر طلقت قبل الوطئ اور واجب ہے متعہ مفوضہ کو اسلئے مفوضہ
وہ عورت ہے جسکا نکاح ہوا بدون مہر کے جو مطلقہ ہوئی قبل وطی کے وهي درع وخمار وملحفة لا تزيد على نصفه اي نصف مهر المثل لو الزوج
غنيًا ولا تنقص عن خمسة دراهم لو فقيرًا اور مراد متعہ سے تین کپڑے ہیں ایک کرتی دوسری اوڑھنی تیسری چادر سر سے قدم تک زیادہ نہوا ان تینوں
کپڑوں کی قیمت نصف مہر مثل سے اگر زوج مالدار ہے اور کم نہو پانچ درم سے اگر زوج محتاج ہے وتعتبر المتعة بحالهما كالنفقة به يفتى اور معتبر ہے متعہ اندر
حال زوجین کی مثل نفقہ کی اسیکا فتویٰ بحر الرائق میں ہو کہ اگر دونوں محتاج ہیں تو واجب کرپاس متوسط ہو اور اگر دونوں غنی ہیں تو واجب ریشمی کپڑا متوسط ہو اور ایک غنی ہو اور دوسرا محتاج
تو سوتی کپڑا متوسط ہو کذا فی حاشیۃ للمدنی وتستحب المتعة لمن سواها اي المفوضة الا من سمي لها مهرًا وطلقت قبل وطئ فلا تستحب لها بل لها نصف
المهر والا فالمطلقات اربع اور مستحب ہے متعہ دینا سوائے مفوضہ کے مگر جسکا مہر معین ہوا اور وہ مطلقہ ہوئی قبل وطی کے تو اوسکے واسطے متعہ مستحب نہیں
بلکہ متعہ اوس عورت کو مستحب ہے جسکی وطی ہوئی اور اوسکا مہر معین ہوا ہو یا نہوا ہو تو مطلقہ عورتیں چار ٹھہریں ایک وہ مطلقہ جسکی وطی نہوئی نہ مہر معین ہوا
تو اوسکے واسطے متعہ واجب ہے دوسری وہ مطلقہ جسکا مہر معین تھا اور وطی نہوئی تو اوسکو متعہ دینا مستحب نہیں تیسری وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر معین نہوا
چوتھی وہ مطلقہ جسکی وطی ہوئی اور مہر اوسکا معین تھا تو ان دونوں کو متعہ دینا مستحب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی وما فرض بتراضيهما او
بفرض قاض مهر المثل بعد العقد الخالي عن المهر او زيد على ما سمى فانها تلزمه بشرط قبولها في المجلس او قبول ولي الصغيرة في مهر قبضها وبقاء الزوجية على الظاهر تنصف
اور جو مہر کہ مقرر ہوا زوجین کی تراضی سے یا بسبب ٹھہرانے قاضی کے مہر مثل کو بعد نکاح کے جو خالی تھا مہر سے یا جو مہر کہ معین پر بڑھایا گیا زوج نے زیادہ کرکے

یا اوسکے ولی نے سو یہ زیادہ کرنا زوج پر لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ قبول کرے عورت کے مجلس مین یا قبول کرنے عورت کے یہ زیادتی لازم ہوگی درصورت
معرفت مقدار زیادتی کے اور باقی رہنے زوجیت کے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر پس یہ اگر زوج نے کہا کہ مین نے تیرا مہر زیادہ کر دیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زیادتی
مجہول ہے اور اگر بعد طلاق بائن کے کچھ مہر زیادہ کیا تو صحیح نہوگا اسواسطے کہ زوجیت باقی نہین رہی وفی الکافی جدّد النکاح بزیادۃ الف لزمہ الالفان
علی الظاہر ھنر اور کافی مین یون ہے کہ زوج نے نکاح کی تجدید کی ہزار درم زیادہ کرکے تو اوسپر دو ہزار لازم آوینگے بنا بر قول ظاہر کے کذا فی النہر
دو ہزار اسواسطے لازم ہوے کہ ایک ہزار اول نکاح کے اور ایک ہزار دوسرے نکاح کے وفی الخانیۃ لو وہبتہ مہرھا ثم اقر بکذا من المہر وقبلت صح وحمل علی الزیادۃ
وفی البزازیۃ الاشبہ ان لا یصح بلا قصد الزیادۃ اور خانیہ مین ہے کہ اگر زوجہ نے زوج کو مہر بخش دیا پھر اقرار کیا زوج نے اتنے مہر کا اور قبول کر لیا
عورت نے تو صحیح ہے اور یہ محمول ہوگا مہر زیادہ کر دینے پر اور بزازیہ مین ہے اشبہ بحق یہ ہے کہ یہ اقرار صحیح نہین بدون قصد زیادتی کے لا ینتصف لاختصاص
التنصیف بالمفروض فی العقد بالنص یعنی جو مہر کہ مفروض ہوا بعد عقد کے یا زیادہ ہوا اسمین پر اوسکی تنصیف نہوگی طلاق قبل وطی مین واسطے مخصوص ہونے
تنصیف کے عقد کے مفروض سے بموجب نص قرآن کے قرآن مین ارشاد ہوا فنصف ما فرضتم یعنی آدھا مہر مفروض دینا لازم ہے اور عرف مین مفروض
اوسی مہر کو کہتے ہین جو عقد کیوقت مقرر ہوا اور اسکو جو بعد عقد کے مفروض ہوا یا زیادہ ہوا ہو بل یجب المتعۃ فی الاول ونصف الاول فی الثانی بلکہ واجب ہوگا
متعہ اول صورت مین یعنی مفروض بعد العقد مین اور واجب ہوگا نصف اصل مہر کا ثانی صورت مین یعنی زیادت علی المسمی مین وصحّ حطھا لکلہ او بعضہ عنہ
قبل او لا ویرتد بالرد یعنی اور صحیح ہے ساقط کر دینا عورت کا کل مہر کو یا بعض کو شوہر سے قبول کیا ہو شوہر نے اوسکو یا نہ قبول کیا ہو اور پھر جاتا ہے پھیر دینے سے
کذا فی البحر یعنی زوجہ اگر زوج سے اپنا مہر معاف کر دے تو صحیح ہے خواہ زوج قبول کرے یا نہ کرے یہان تک کہ اگر بعد موت زوج کے یا طلاق بائن کی بھی معاف
کرے گی تو معاف ہو جاویگا لیکن اگر زوج یون کہے کہ مہر کا معاف کرنا مین نہین مانتا تو البتہ نہ معاف ہوگا اور شرط یہ ہے کہ عورت اپنے مرض الموت مین نہ
اسقاط کرے اور قنیہ مین ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین تیرے پاس نہین لیٹتا جبتک تو مہر سے ابرا نکرے سو زوجہ نے ابرا کیا بعضون نے کہا کہ مہر معاف ہوگیا
اسواسطے کہ حدیث مین آیا ہے کہ آپس مین تحفہ دیا کرو تا کہ دوست ہو جاو تو سبب محبت کے واسطے تحفہ دینے کا حکم ہوا تو محبت کے واسطے مہر معاف کرنا بھی صحیح ہوگا
کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر والخلوۃ مبتدا خبرہ قولہ الاتی کالوطی اور لفظ خلوت کا مبتدا ہے اور خبر اوسکی مصنف کا آیندہ قول کالوطی ہے یہان سے
احکام خلوت صحیحہ کے شروع ہوے خلوت صحیحہ برابر وطی کے ہے بشرط رفع موانع کے اور مبتدا اور خبر مین موانع کا بیان ہے بلا مانع حسی کمریض لا یمکن معہ
یمنع الوطی وطبیعی کوجود ثالث عاقل ذکرہ ابن الکمال وجعلہ فی الاسرار من الحسی وعلیہ فلیس للطبیعی مثال مستقل خلوت بدون مانع حسی
کے مانند وطی کے ہے مانع حسی وہ ہے جو حس سے معلوم ہو جیسے زوج یا زوجہ کا ایسا بیمار ہونا کہ مانع ہو وطی کا اور خلوت بدون مانع طبعی کے جیسے زوج اور زوجہ مین
تیسرے شخص عاقل کا موجود ہونا ایسا ذکر کیا ابن کمال نے اور وجود ثالث کو اسرار مین مانع حسی سے ٹھہرایا ہے تو اس تقدیر پر مانع طبعی کی کوئی مستقل مثال نہین ہے
وشرعی کاحرام لفرض او نفل اور مانع شرعی جیسے احرام فرض حج کا یا نفل حج کا ومن الحسی رتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون
عظم وعفل بفتحتین غدۃ وصغر ولو بزوج لا یطاق معہ الجماع اور مانع حسی سے رتق ہے رتق بفتحتین بمعنی تلاحم ہے یعنی شرمگاہ کا ایسا بند ہونا
کہ دخول ممکن نہو اور مانع حسی سے قرن ہے قرن بالسکون عظم ہے یعنی ایسی ہڈی شرمگاہ مین جو مانع ہو دخول کی اور بعضی قرن کو غدود غلیظہ کہتے ہین اور بعضے گوشت
زائد کہتے ہین اور مانع حسی سے عفل ہے عفل بفتحتین غدود ہے قاموس مین کہا کہ عفل ایک شے ہے کہ عورت کی شرمگاہ سے نکلتی ہے جیسے فوطہ پھٹنے کی بیماری مرد کو ہوتی
ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ عفل ایک شے مدور ہے کہ عورت کی شرمگاہ مین نکلتی ہے یعنی مثل تولدی کے اور مانع حسی سے کمسنی ہے اگرچہ زوج ہی کمسن ہو ایسا
کہ جس کو قدرت نہو اوس حال کے ساتھ جماع کرنیکی ولا وجود ثالث معھما ولو نائما او اعمی الا ان یکون الثالث صغیرا لا یعقل بان لا یعبر عما

يكون بينهما او مجنونا او مغمى عليه لكن في البزازية ان في الليل صحت لا في النهار وكذا الاعمى في الاصح وجارية احدهما فلا يمنع به يفتى مبتغى

اور خلوت مانند وطی کے ہے بدون موجود ہونے تیسرے شخص کے زوجین کے ساتھ اگرچہ شخص ثالث سوتا ہو یا اندھا مانع ہے خلوت کا مگر کہ تیسرا شخص صغیر لایعقل ایسا ہو کہ بیان نہ کر سکے جو دونوں میں ہوتا ہے یا دیوانہ یا بیہوش ہو تو خلوت زوجین کا مانع نہیں لیکن بزازیہ میں ہے کہ اگر خلوت رات میں ہے اور دیوانہ یا بیہوش پاس ہو تو خلوت صحیح ہے اور دن میں خلوت صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ مجنون کو کبھی ادراک ہوتا ہے اور بیہوش گاہے ہوش میں آتا ہے اور ایسا ہی حال اندھے کا ہے قول اصح میں یا شخص ثالث لونڈی ہو زوج کی یا زوجہ کی تو لونڈی کا ہونا زوجین کے پاس خلوت کا مانع نہیں یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المبتغی بحر الرائق میں کہا کہ جاریہ میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جاریہ مانع خلوت کی نہیں زوجین کی ہو یا اور کسی کی اور بعضوں نے کہا کہ زوجہ کی جاریہ مانع ہے خلوت کی بخلاف جاریہ زوج کے اور مختار یہ ہے کہ زوج اور زوجہ دونوں کی جاریہ مانع خلوت کی نہیں کذا فی الخلاصہ اور اسی پر فتوی ہے کذا فی المبتغی اور امام سرخسی نے مبسوط میں کہا دونوں کی جاریہ مانع ہے خلوت کی اور یہی ہے قول امام اور صاحبین کا اسواسطے کہ لونڈی کے روبرو جماع کرنا زوجہ سے بالطبع نہیں ہو سکتا انتہی علی الخصوص زوجہ کی جاریہ کے روبرو وطی کرنا کسیطرح حلال نہیں اسواسطے کہ وہ اجنبی ہے زوج سے اور لائق یہ ہے کہ اس قول سے عدول نہ کیجیے کہ یہ اعتبار درایت اور روایت کے قوی ہے اور عجیب ہے کہ امام اور صاحبین کے مخالف قول کو مفتی بہ قرار دیجیے اور متن میں داخل کیجیے حالانکہ کسیطرح لائق ترجیح کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشیخ رحمتی المحشی

والكلب يمنع ان كان عقورا مطلقا وفي الفتح وعندي ان كلبه لا يمنع مطلقا او كان للزوجة والا يكن عقورا او كان له لا يمنع

اور کتے کا ہونا زوجین کے پاس مانع ہے خلوت صحیحہ کا اگر کٹہا ہو تو مطلق مانع ہے زوج کا کتا ہو یا زوجہ کا رات ہو یا دن اور فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک زوج کا کتا مطلقا مانع خلوت کا نہیں کٹہا ہو یا نہ ہو اسواسطے کہ اپنے مالک کو ہرگز نہیں کاٹتا تو وہ بخوف وطی پر قادر ہوگا یا کتا زوجہ کا ہو تو اوسکا ہونا مانع ہے خلوت کا اسواسطے کہ زوجہ کا کتا اپنی بی بی کو مرد کے تلے دیکھکر غضب میں آویگا اور حملہ کریگا اور اگر کتا کٹہا نہو یا کٹہا ہو اور زوج کا ہو تو مانع خلوت کا نہیں اسواسطے کہ کلب عقور اپنے مالک کو نہیں کاٹتا چنانچہ فتح القدیر کی روایت میں مذکور ہو چکا

وبقي منه عدم صلاحية المكان كمسجد وطريق وصحراء وسطح بيت بابه مفتوح وفاداً لم يعرفها

اور باقی رہ گیا مانع حسی سے عدم صلاحیت مکان کی یعنی مکان لائق وطی کے نہونا جیسے مسجد اور راہ اور بیابان اور چھت بدون پردہ کی اور کوٹھری جسکا دروازہ کھلا ہو اسواسطے کہ یہ مکانات آمد رفت اور نظر غیر سے خالی نہیں اور باقی رہی مانع شرعی کی وہ صورت جبکہ زوج زوجہ کو نہ پہچانے اسواسطے کہ قدرت وطی کی بدون معرفت زوجہ کے شرعا متصور نہیں

وصوم التطوع والمنذور والكفارات والقضاء غير مانع لصحتها في الاصح اذ لا كفارة بالافساد ومفاده انه لو اكل ناسيا فامسك فخلا بها ان تصح ولذا كل ما اسقط الكفارة هفسا

اور روزہ نفل کا اور نذر اور کفارات اور قضا کا مانع نہیں صحت خلوت کا قول اصح میں اسواسطے کہ ان روزوں کے توڑنے میں کفارہ نہیں اور مفاد اس تعلیل کا یہ ہے کہ اگر صائم بھول کر کھا گیا پھر اوسنے باقی دن کا امساک کیا پھر عورت سے خلوت کی تو خلوت صحیح ہوگی اسواسطے کہ اسمیں کفارہ نہیں چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الصوم میں ہو چکی اور اسیطرح جو کفارہ کو ساقط کرے سو مانع صحت خلوت کا نہیں کذا فی النہر

بل المانع صوم رمضان اداء وصلوة الفرض فقط

بلکہ مانع خلوت صحیحہ کا صوم ہے ادائے رمضان کا اور نماز فرض فقط خواہ نماز ادا کی ہو خواہ قضا کی اور باقی رہ گیا مانع شرعی سے وہ طلاق جو خلوت پر معلق ہو یعنی زوج نے کہا عورت سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت کروں تو تجھکو طلاق ہے پھر اوسنے خلوت کی تو طلاق واقع ہوئی تو زوج فقط نصف مہر دیگا اسواسطے کہ خلوت کرتے ہی عورت مطلقہ ہو گئی تو وطی حرام ہوئی کذا فی الواقعات اور بزازیہ اور خلاصہ میں ہے کہ اس طلاق میں عدت واجب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی

كالوطي فيما يجيء ولو كان الزوج مجبوبا او عنينا او خصيا او خنثى ان ظهر حاله والا فنكاحه موقوف

یعنی خلوت بدون موانع مذکورہ کے برابر وطی کے ہے چند احکام میں جنکا ذکر آگے آتا ہے اگرچہ زوج مقطوع الذکر یا انثیین ہو یا مرد ہو یا خصی ہو یا خنثی ہو

بشرطیکہ خنثی کا حال قبل خلوت کے کھل گیا ہو یعنی مرد ہونا اوسکا ثابت ہو گیا ہو تب اوسکی خلوت مانند وطی کے ہوگی اور اگر خنثی کا حال نہ ظاہر ہوا ہو کہ مرد ہے
یا عورت تو اوسکا نکاح موقوف رہیگا حال ظاہر ہونے تک تو ایسے خنثی کی خلوت مانند وطی کے نہین وما فی البحر والاشباہ لیس ظاہرہ کما بسطہ
فی النھر اور جو خنثی کا مسئلہ بحر الرائق اور اشباہ مین ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول نہین چنانچہ اوسکو خوب بیان کیا ہے نہر الفائق مین ہم اشباہ مین کہا ہے
کہ اگر خنثی کے باپ نے اوسکا نکاح مرد سے کیا پہر مرد نے اوس سے وطی کی تو جائز ہے اور اگر مرد وطی نہ کر سکا تو مجھکو اسکا علم نہین اور اگر خنثی کے باپ نے اوسکا نکاح
عورت سے کیا پہر خنثی نے عورت سے وطی کی تو جائز ہے اور نہین تو اوسکی مدت مقرر ہوگی عنین کی مانند انتہی عبارتہ اس عبارت سے یون ظاہر ہوتا ہے کہ قبل ظاہر ہونے
حال خنثی کے خلوت کرنا اوسکو جائز ہے اور نہر الفائق مین مبسوطات سے نقل کیا کہ نکاح خنثی کا قبل ظاہر ہونے اوسکے حال کے موقوف ہے پہر بعد بالغ ہونے کے اگر خنثی مرد نکلا
اور نکاح عورت سے ہوا تہا تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر مرد سے نکاح ہوا تہا تو نکاح باطل ہے اس عبارت سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ خنثی کو خلوت کرنا قبل ظاہر ہونے اوسکے
حال کے صحیح نہین وفیہ عن شرح الوھبانیۃ قد یکون العنۃ لمرض او ضعف خلقۃ او کبر سن اور نہر الفائق مین ہے شرح وہبانیہ سے اور کاہی
ہوتی ہے نامردی بیماری سے یا ضعف پیدایش سے یا درازی عمر سے ہم یہ جواب اوس سوال کا ہے جو نہر الفائق کی عبارت پر وارد ہوتا ہے نہر الفائق مین کہا کہ اگر خنثی
بعد بالغ ہونے کے جماع پر قادر نہوا تو اوسکی مدت مقرر ہوگی مانند عنین کے اس عبارت پر سوال لگتا ہے کہ نامردی تو درازی عمر مین ہوتی ہے بالغ ہونے کے وقت تو جوش
شہوت کا زمانہ ہے اسوقت مین نامردی کیونکر متصور ہو شارح نے اسکا جواب شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ نامردی فقط پیری پر موقوف نہین بلکہ بیماری اور ضعف خلقت
سے بھی ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فی ثبوت النسب ولو من المجبوب یعنی خلوت صحیحہ مانند وطی کے ہے ثابت ہونے نسب مین اگرچہ خلوت زوج مقطوع الذکر
و الخصیتین سے ہو مناسب یون تہا کہ ماتن ثبوت نسب کو احکام خلوت سے نہ شمار کرتا اسواسطے کہ نسب تو مجرد عقد سے ثابت ہو جاتا ہے خلوت پر موقوف نہین وفی
تأکد المہر المسمی ومھر المثل بلا تسمیۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے مہر مسمی اور مہر بدون تسمیہ کے ثابت اور محکم ہو جانے مین یعنی جیسے وطی سے مہر
مسمی اور مہر مثل غیر مسمی مین زوج پر لازم ہوتا ہے ویسا ہی خلوت صحیحہ سے بھی دونون لازم ہو جاتے ہین و النفقۃ والسکنی اور خلوت مانند وطی کے ہے
نفقہ اور سکنیٰ لازم ہونے مین یعنی نکاح کے بعد اگر خلوت صحیحہ کر کے طلاق دے تو زوج پر نفقہ اور سکنیٰ تا عدت لازم ہوگا والعدۃ وحرمۃ نکاح اختہا واربع
سواھا فی عدتہا اور خلوت مانند وطی کے ہے وجوب عدت مین اور منکوحہ کی بہن کا نکاح اور اوسکے سوا چار عورتون کے نکاح حرام ہونے مین
اوسکی عدت کے اندر یعنی عورت سے نکاح کیا پہر خلوت صحیحہ کر کے اوسکو طلاق دی تو اوسکی عدت مین اوسکی بہن سے نکاح حرام ہے اور اسیطرح سوا اوس
عورت کے اور چار عورتون سے نکاح کرنا اوسکی عدت مین حرام ہے وحرمۃ نکاح الامۃ اور خلوت مانند وطی کے ہے لونڈی کے نکاح حرام ہونے مین یعنی
حرہ منکوحہ بعد خلوت کے مطلقہ ہوئی تو اوسکی عدت مین لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہے ومراعاۃ وقت الطلاق فی حقہا اور خلوت مانند وطی کے ہے
وقت طلاق کے رعایت کرنے مین عورت کے حق مین یعنی جیسے بعد وطی کے مسنون ہے کہ طہر مین طلاق رجعی دے نہ حیض مین ویسے ہی بعد خلوت صحیحہ کے
بھی وقت طلاق کی رعایت رکہے چنانچہ اسکی تصریح کتاب الطلاق مین آویگی وکذا فی وقوع طلاق بائن آخر علی المختار اور اسیطرح خلوت مانند وطی
کے ہے دوسرے طلاق بائن پڑنے مین بنا بر قول مختار کے یعنی خلوت کے بعد ایک طلاق دی پہر عدت کے اندر دوسری طلاق بائن دی تو دوسری طلاق
واقع ہوگی قول مختار مین اور اگرچہ پہلی طلاق بلفظ صریح تہی لیکن وہ بھی در حکم بائن ہے علما کے نزدیک احتیاطاً اور مزید تصریح اسکی حاشیہ طحطاوی اور مدنی
مین ہے جسکو زیادہ شوق ہو وہان دیکھلے ولا یکون کالوطی فی حق بقیۃ الاحکام کالغسل نہین ہے خلوت برابر وطی کے بقیہ احکام کے حق مین جیسے
غسل مین یعنی وطی سے زوجین پر غسل واجب ہوتا ہے اور خلوت صحیحہ سے نہین والاحصان اور نہین ہے خلوت صحیحہ مانند وطی کے ثبوت احصان مین یعنی
وطی سے حکم احصان کا ثابت ہوتا ہے اور خلوت سے نہین محصن اگر زنا کرے تو سنگسار ہو بخلاف خلوت والی کے وحرمۃ البنات اور نہین ہے خلوت مانند

مانند وطی کے بیٹیوں کی حرمت میں یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی تو اسکی بیٹی مرد پر حرام ہے اور خلوت سے اس عورت کی بیٹی حرام نہیں وحلها للاول
اور نہیں خلوت مانند وطی کے عورت کے حلال ہونے میں پہلے زوج کے واسطے یعنی مطلقہ ثلثہ زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہوتی ہے اور زوج ثانی
کی خلوت سے اسکو حلال نہیں ہوتی والرجعة اور نہیں خلوت مانند وطی کے رجعت میں یعنی وطی کے بعد طلاق دینے میں رجعت درست ہے اور خلوت کے بعد طلاق
ہونے سے رجعت درست نہیں اسواسطے کہ بعد خلوت کے طلاق رجعی نہیں رہتی بلکہ بائن ہو جاتی ہے چنانچہ ذخیرہ وغیرہ میں اسکی تصریح موجود ہے کذا فی حاشیة المدنی
والمیراث اور نہیں خلوت مانند وطی کے ورثہ میراث یعنی اگر بعد خلوت کے طلاق ہوئی اور عدت میں زوج مرگیا تو عورت وارث نہ ہوگی بخلاف وطی کے
وتزویجها کالابکار علی المختار وغیر ذلک کما نقله صاحب النهر قال اور نہ تزویج خلوت والی عورت کی مثل باکرہ عورتوں کے ہے بنا بر قول مختار کے یعنی جب
باکرہ کو بعد خلوت کے طلاق ملی تو اسکا نکاح ثانی مانند باکرہ عورتوں کے ہوگا اور سوا اسکے اور احکام میں بھی نہیں خلوت وطی کی مانند نہیں جیسے اجازت نکاح
موقوف کی خلوت سے نہیں ہوتی بخلاف وطی کے چنانچہ اسکو نہر الفائق کے مصنف نے نظم کیا ہے اور کہا ہے ۵ وخلوة الزوج مثل الوطی فی صور * وغیرها
ولهذا التفصیل تحصیل اور خلوت کرنا زوج کا مانند وطی کے ہے چند صورتوں میں اور مغائر ہے وطی کے چند صورتوں میں اور اس نظم سے جو کہ صورتوں کی لڑی ہے احکام
خلوت کی تحصیل ہے ۵ تکمیل مهر و اعتداد کذا النسب * والاتفاق سکنی ومنع الاخت مقبول خلوت برابر ہے وطی کے تکمیل مہر میں اور وجوب عدت میں
اور اسیطرح نسب میں اور نفقہ دینے میں اور سکنی میں اور بہن کے نکاح منع ہونے میں مقبول ہے یہ قول علما کے نزدیک مردود نہیں ہے ۵ واربع وکذا
الاماء یفقد * والعدة زمان فراق فیه تفصیل * اور خلوت مانند وطی کے ہے چار عورتوں کے نکاح حرام ہونے میں اوسکی عدت کے اندر اور اسیطرح علماء نے لونڈیوں
کو کہا ہے اور مقرر رعایت کی ہے علما نے زمانہ فراق کی جسمیں رخصت کرتا ہے یعنی طہر کہ وقت طلاق دینا چاہیے بعض میں ۵ واوقعوا فیه تطلیقا اذا
لحقا * وقیل لا والصواب الاول القیل * اور واقع کی ہے علما نے طلاق کے اندر دوسری طلاق جبکہ وہ لاحق ہو اول طلاق سے اور بعضوں نے
کہا کہ دوسری طلاق نہیں واقع ہوتی اور درست پہلا ہی قول ہے یعنی واقع ہوتی ہے ۵ اما المغایر فالاحصان یا املی * والرجعة وکذا
التوریث مقبول لیکن وہ احکام جنمیں خلوت مغائر ہے وطی کی اول اون میں سے احصان ہے اے میرے مقصود اور رجعت ہے اور اسیطرح وراثت معقول ہے
۵ سقوط وطی واحلال لها وکذا * تحریم بنت لنکاح البکر منقول اور ساقط ہونا وطی کا یعنی جب ایکبار زوجہ سے وطی کی تو اوسکا وطی کا مطالبہ
ساقط ہوگیا اور اگر فقط خلوت کی تو زوجہ کو وطی کے مطالبہ کرنیکا حق ہے اور حلال زوجہ کا یعنی زوج ثانی نے اگر عورت کو بعد خلوت کے طلاق دی تو
زوج اول کو یہ عورت نہ حلال ہوگی بخلاف وطی کے اور اسیطرح حرام ہونا بیٹی کا یعنی اگر عورت سے خلوت کی بدون مساس وغیرہ کے پھر طلاق دی تو اس
عورت کی بیٹی زوج پر حرام نہیں بخلاف وطی کے اور نکاح باکرہ منقول ہے یعنی باکرہ کی طرح خلوت والی عورت کا نکاح ہو یعنی اسکا اذن لیں اور اسکا سکوت
قائم مقام نطق کے ہے باکرہ کی مانند ۵ کذلك الفئ والتكفير فاستمع * عبادة وكذا بالغسل تكميل اسیطرح ایلاء سے رجوع کرنا یعنی زوج نے قسم کھائی
کہ زوجہ سے چار مہینے وطی نہ کرونگا پھر اگر قسم پوری کی تو طلاق بائن ہوتی اور اگر مدت مذکورہ میں وطی کی تو اوسکو فئ کہتے ہیں یعنی نکاح باقی رہنے کیطرف
رجوع کی تو ایلا کرنیوالے کا رجوع وطی کرنے سے ہوتا ہے نہ خلوت سے اور اسیطرح کفارہ دینا صائم کو خلوت سے واجب نہیں ہوتا اور وطی سے کفارہ
واجب ہے اور اسیطرح خلوت سے عبادت حج اور صوم اور اعتکاف فاسد نہیں ہوتے بخلاف وطی کے اور اسیطرح خلوت سے غسل واجب نہیں ہوتا بخلاف وطی
کے اور غسل تک تکمیل ہوئی اون مسائل کی جنمیں خلوت مانند وطی کے نہیں ولو افترقا فقالت بعد الدخول وقال الزوج قبل الدخول فالقول لها
لانکارها سقوط النصف المکرر وان انکرت الوطء اور اگر جدائی ہوئی زوج اور زوجہ میں سو زوجہ نے کہا کہ مجھکو طلاق بعد دخول
کے اور زوج نے کہا کہ قبل دخول کے تو عورت کا قول معتبر ہوگا بسبب منکر ہونے عورت کے سقوط نصف مہر کو اگرچہ منکر ہو وطی کی تو بھی اوسیکا قول معتبر ہوگا

اور پورا مہر پاویگی ولو لم تمکنه فی الخلوة فان بکرا صحت والا لا لان البکر انما توطأ کرها کما بحثه الطرسوسی واقره المصنف
اور اگر قادر ہونے وہ یا زوجہ نے زوج کو خلوت میں تو اگر زوجہ باکرہ ہے تو خلوت صحیحہ ہوئی اور اگر باکرہ نہیں تو خلوت صحیحہ نہوئی اسواسطے کہ باکرہ کی وطی
نہیں ہوتی مگر زبردستی سے چنانچہ یہی تفصیل کی ہے طرطوسی نے اور ثابت رکھا ہے اوسکو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں ولو قال ان خلوت بک
فانت طالق فخلا بها طلقت بائنا لوجود الشرط ووجب نصف المهر ولا عدة علیها بزازیة اور اگر کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر میں تیرے ساتھ خلوت
کروں تو تجھکو طلاق ہے پھر خلوت کی زوجہ سے تو اوسکو طلاق بائن ہوگئی بسبب پائے جانے شرط کے اور واجب ہوگا نصف مہر اور عدت اس عورت پر
واجب نہیں کذا فی البزازیہ پھر جب عدت نہوئی تو نفقہ اور سکنی اور لباس بھی نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ چیزیں فروع عدت سے ہیں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتجب
العدة فی الکل ای کل انواع الخلوة ولو فاسدة احتیاطا ای استحسانا لتوهم الشغل اور واجب ہوتی ہے عدت کل میں یعنی کل اقسام خلوت
میں اگرچہ خلوت فاسدہ ہو خلوت سے عدت واجب ہے احتیاطا یعنی بہ اعتبار استحسان کے بجہت توہم شغل کے یعنی اس توہم سے کہ رحم عورت کا نطفہ زوج سے
مشغول ہوگیا ہر چند سابق میں خلوت سے وجوب عدت کا حکم مذکور ہو چکا لیکن مصنف نے یہاں علیحدہ ذکر کرکے پھر اسواسطے بیان کیا تاکہ معلوم ہو جاے کہ خلوت صحیحہ
اور فاسدہ دونوں میں عدت واجب ہے چنانچہ شارح نے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور سابق فقط خلوت صحیحہ کے احکام مذکور ہوے تھے وقیل قائله
القدوری واختاره التمرتاشی وقاضیخان ان کان المانع شرعیا کصوم تجب العدة وان کان حقیقیا کصغر ومرض مدنف
لا تجب والمذهب الاول لانه نص محمد قاله المصنف اور کہا گیا ہے اس قول کا قائل قدوری ہے اور پسند کیا ہے اسکو تمرتاشی اور قاضیخان نے کہ اگر
خلوت صحیحہ کا مانع شرعی ہے جیسے روزہ تو عدت واجب ہے اور اگر مانع خلوت کا حقیقی ہے جیسے کمسن ہونا یا مرض دائمی جسنے قوت کو بالکل توڑ دیا تو عدت واجب
نہیں اور مذہب مختار اول ہی قول ہے یعنی ہر صورت عدت واجب ہے خلوت صحیح ہو یا نہو اسواسطے کہ تصریح کر دی ہے امام محمد نے جامع صغیر میں چنانچہ مصنف نے
اسکو اپنی شرح میں کہا ہے وفی المجتبی الموت ایضا کالوطی فی حق العدة والمهر فقط حتی لو ماتت الام قبل الدخول له التزوج بنتها اور مجتبی میں ہے
کہ موت بھی مانند وطی کے ہے عدت کے حق میں اور مہر میں فقط یہاں تک کہ اگر ماں مرگئی قبل دخول کے تو اوسکی بیٹی حلال ہوگی ماں کے زوج پر قبضت الف
المهر فوهبته له وطلقت قبل وطی رجع علیها بنصفه لعدم تعیین النقود فی العقد قبض کیے زوجہ نے ہزار درم مہر کے پھر وہی ہزار زوج کو
ہبہ کیے اور طلاق ہوگئی زوجہ کو قبل وطی کے تو زوج زوجہ سے نصف مہر یعنی پانسو پھیر لے اسواسطے کہ مہر فقط ہزار تھا تو طلاق قبل وطی سے آدہا زوج مرد واجب ہر
اور زوجہ نے پورا مہر لیا تھا تو آدہا مہر زوجہ کو پھیر دینا چاہیے اور زوجہ نے جو زوج کو ہبہ کیا اوسکا اعتبار نہیں اسواسطے کہ جو مستحق الاسترداد تھا وہ بعینہ زوج کو نہیں
پہونچا بلکہ غیر مستحق پہونچا بسبب متعین ہونے نقود کے عقود میں مثلا ایک مرد نے عورت سے نکاح دس درم پر جو اوسکے پاس موجود تھے کیا پھر مرد کو اختیار ہے کہ اون
درموں کو اپنے پاس رکھے اور اون کے مانند اور درم زوجہ کو دے اور اسیطرح بیع وغیرہ عقود میں نقود کی تعیین متعین نہیں وان لم تقبضه او قبضت النصف
فوهبت الکل فی الصورة الاولی او ما بقی وهو النصف فی الثانیة او وهبت عرض المهر کثوب معین او فی الذمة قبل القبض
او بعده لا رجوع لحصول المقصود اور اگر زوجہ نے مہر پر قبضہ کیا یا نصف پر قبضہ کیا پھر زوج کو سب مہر ہبہ کیا پہلی صورت میں یعنی بعدم قبض میں یا باقی مہر کو
ہبہ کیا یعنی نصف مہر کو دوسری صورت میں یعنی نصف مہر کے قبضہ کرنے میں یا مہر نقد تھا بلکہ جنس تھی اور زوجہ نے جنس مہر کی زوج کو ہبہ کی جیسے کوئی معین کپڑا
یا دہ کپڑا ہبہ کیا جو کسیکے ذمہ پر قرض تھا قبل قبضہ کرنے جنس مہر کے ہبہ ہوا ہو یا بعد قبضہ کرنے کے پھر طلاق ہوئی عورت کو قبل وطی کے تو ان چاروں صورتوں میں
نصف مہر کا پھیر لینا زوجہ سے نہیں پہونچتا بسبب حصول مقصود کے یعنی زوج کا حق بعینہ مل گیا متعین ہو کر نکحها بالف علی ان لا یخرجها من البلد او لا یتزوج علیها
او نکحها علی الف ان اقام بها وعلی الفین ان اخرجها فان وفی بما شرطه فی الصورة الاولی واقام بها فی الثانیة فلها

الا ان لرضاها بما فيهما صورتان الاولى كمية المهر مع ذكر شرط ينفعها والثانية تسمية المهر على تقدير وغيره على تقدير
وان لا يوف ولم يقيد فمهر المثل لفقد رضاها بفوت المنفعة نکاح کیا عورت سے بعوض ہزار درہم کے اس شرط پر کہ عورت کو شہر سے نہ نکالے گا
یا اس شرط پر کہ اس عورت پر دوسرا نکاح نہ کرے گا یا نکاح کیا عورت سے ہزار درہم کے مہر پر اگر رہا مرد عورت کے شہر میں اور دو ہزار درہم کے مہر پر اگر عورت کو لے کے
شہر سے باہر گیا سو اگر زوج نے شرط کو پورا کیا پہلی صورت میں یعنی شہر سے باہر نہ لے گیا یا دوسرا نکاح نہ کیا اور دوسری صورت میں عورت کے شہر میں
مقیم رہا تو عورت کو ہزار درہم ملینگے بسبب راضی ہو جانے عورت کے تسمیہ مہر پر تو یہاں دو صورتیں ہیں ایک تو مہر کا معین ہونا ایسی شرط کے ساتھ جو عورت
کو مفید ہے دوسری صورت یہ کہ تسمیہ مہر کا ایک تقدیر پر اور اوسکے سوا دوسری تقدیر یعنی اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو ہزار اور اگر شرط پوری نہ کی
اول صورت میں اور اقامت شہر کی نہ کی دوسری صورت میں تو مہر مثل واجب ہوگا بواسطے نہ راضی ہونے عورت کے مہر مسمی پر بسبب فوت ہونے منفعت کے
لكن لا يزاد المهر في المسئلة الاخيرة على الفين ولا ينقص عن الف لاتفاقهما على ذلك لیکن مہر مثل زیادہ نہ کیا جایگا دو ہزار سے مسئلہ اخیرہ
میں یعنی جسمیں شرط ہوئی تھی کہ اقامت میں ہزار اور اخراج میں دو ہزار اور کم نہوگا مہر مثل ہزار سے بسبب متفق ہونے زوجین کے اسپر یعنی عورت راضی ہو چکی تھی دو ہزار
پر حالت اخراج میں تو اوسکو دو ہزار سے زیادہ کیونکر ملیں مثلا مہر مثل پانچ ہزار تھے تو دو ہی ہزار پاویگی نہ زیادہ اور اگر مہر مثل پانسو تھے تو ہزار سے کم نہ دیے جاینگے
اسواسطے کہ مرد راضی ہو چکا تھا ہزار پر حالت اقامت میں تو حالت اخراج میں کیونکر ہزار سے کم ہوسکے ولو طلقها قبل الدخول تنصف المسمى
في المسئلتين لسقوط الشرط وقالا الشرطان صحيحان اور اگر طلاق دی عورت کو قبل دخول کے تو آدھا مہر مسمی دیا جایگا دونوں مسئلوں میں
بسبب ساقط ہو جانے شرط کے طلاق قبل دخول سے اور صاحبین نے کہا کہ دونوں شرطیں صحیح ہیں یعنی عورت ہزار پاویگی اگر مرد شہر میں رہا اور دو ہزار پاویگی اگر
اوسکو باہر لے گیا کذا فی حاشیۃ الدرر بخلاف ما اذا تزوجها على الف ان كانت قبيحة وعلى الفين ان كانت جميلة فانه يصح الشرطان
اتفاقا في الاصح لقلة الجهالة مسئلہ سابقہ برخلاف ہے اسکے کہ جب نکاح کیا عورت سے ہزار پر اگر بدصورت ہو اور دو ہزار پر اگر خوبصورت ہو تو یہ دونوں
شرطیں صحیح ہیں باتفاق امام اور صاحبین کے قول اصح میں بسبب قلت جہالت کے اسواسطے کہ خوبصورتی اور بدصورتی ایسی چیز نہیں کہ جسکی معرفت دشوار ہو اور
اوسکے حصول اور عدم حصول میں تردد واقع ہو تو دونوں شرطیں صحیح ہونگی بخلاف شرط اقامت اور اخراج کے کہ اوسکا وجود اور عدم دونوں محتمل ہیں اسلیے
شرط صحیح نہیں بخلاف ما لو ردد في المهر بين القلة والكثرة للثيوبة والبكارة فانها ان ثيبا لزمه الاقل والا فمهر المثل لا يزاد على الاكثر
ولا ينقص عن الاقل فيصح بخلاف اسکے کہ اگر تردد کیا قلت اور کثرت مہر میں بسبب ثیب ہونے اور باکرہ ہونے کے یعنی یوں کہا کہ اگر عورت
ثیبہ ہے تو ہزار مہر اور اگر باکرہ ہے تو دو ہزار سو اگر عورت ثیبہ ہوگی تو مرد پر لازم ہوگا کمتر مہر مثلا ہزار اور اگر باکرہ ہوگی تو مہر مثل لازم ہوگا نہ زیادہ ہوگا اکثر مہر سے
مثلا دو ہزار سے اور نہ کم ہوگا کمتر مہر سے مثلا ہزار سے کذا فی فتح القدیر ولو شرط البكارة فوجدها ثيبا لزمه الكل هو المختار ورجحه في البزازية اور اگر شرط کی
بکارت کی پھر اوسکو ثیب پایا تو مرد پر لازم ہوگا کل کذا فی الدرر اور ترجیح دی ہے اس عبارت کو بزازیہ میں اسواسطے کہ مہر مشروع ہے مجرد استمتاع کیواسطے
نہ بکارت کے واسطے تو یہ شرط فاسد ہوئی اور شرط فاسد سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ شرط باطل ہو جاتی ہے ولو تزوجها على هذا العبد او هذا الالف
او الالف او على هذا العبد او هذا العبد او على احد هذين او احدهما اوكس حكم القاضي بمهر المثل فان مثل الارفع او فوقه
فلها الارفع او مثل الاوكس او دونه فلها الاوكس والا فمهر المثل اور اگر مہر میں ابہام دیا دو چیزیں مختلف القیمت کا خواہ متحد الجنس ہوں
خواہ مختلف جیسے نکاح کیا عورت سے اس غلام پر یا اس ہزار درہم پر یا دو ہزار درہم پر یا نکاح کیا اس غلام پر یا اس غلام پر یا یوں کہا کہ دو میں سے کسی پر اور ان دو چیزوں میں
ایک کم قیمت ہے اور دوسری زائد تو حکم کریگا ان صورتوں میں قاضی مہر مثل کو سو اگر مہر مثل اونچی قیمت والے کے برابر ہو یا زیادہ تو عورت کو اونچی قیمت والی چیز

ملیگی اور اگر مہر مثل کم قیمتی چیز کی برابر ہو یا اوس سے بھی کمتر ہو تو عورت کو کم قیمتی چیز ملے گی اور اگر مہر مثل بیش قیمتی سے کم ہو اور کم قیمتی سے زیادہ تو عورت کو مہر مثل
ہی ملے گا وفی الطلاق قبل الدخول تحکیم متعۃ المثل لانہا الاصل حینئذ لو کان نصف الاوکس اقل من المتعۃ وجبت المتعۃ فتح
اور اسی مسئلہ میں طلاق ہونے قبل دخول کے حکم کیا جائیگا متعۂ مثل کا اسواسطے کہ متعۂ مثل کا اصل ہے فساد تسمیہ کے وقت جیسے مہر مثل اصل ہے قبل طلاق کے سو اگر متعۂ مثل کا
برابر ہے نصف بیش قیمتی چیز سے یا زائد ہے نصف بیش قیمتی سے تو عورت کو نصف بیش قیمتی ملے گا اور اگر متعۂ مثل برابر ہے نصف کم قیمتی چیز سے تو اوسکو اس صورت میں
نصف کم قیمتی ملے گا یہانتک کہ اگر نصف کم قیمتی کا کمتر ہوگا متعہ سے تو واجب ہوگا متعۂ مثل کا چنانچہ فتح القدیر میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو تزوجہا علی فرس
او عبد او ثوب ھروی او فراش بیت او عدد معلوم من نحو ابل فالواجب فی کل جنس لہ وسط الوسط او قیمتہ
اور اگر نکاح کیا عورت سے گھوڑے کے مہر پر یا غلام پر مثلا ہرات کے کپڑے پر یا کوٹھری کے فرش پر یا عدد معلوم پر اونٹ وغیرہ سے تو واجب ہوگا متوسط ہر جنس متوسط
والی میں یا قیمت متوسط کی میں واجب ہوگی مرد کو اختیار ہے چاہے جنس متوسط دے اور چاہے اوسکی قیمت دے وکل ما یجوز السلم فیہ فالخیار للزوج
والا فلہا کذا اور جو چیز کہ جسمیں بیع سلم جائز نہیں جیسے جانور اور جواہر اور پھل تو اوسمیں اختیار زوج کا ہے خواہ جانور وغیرہ کو دے خواہ اوسکی قیمت کو اور جس
چیز میں کہ بیع سلم جائز ہے جیسے مکیل اور موزون تو اوسمیں عورت کا اختیار ہے چاہے وہی چیز لے چاہے اوسکی قیمت لے وکذا الحکم وھو لزوم الوسط فی کل
حیوان ذکر جنسہ ھو عند الفقہاء المقول علی کثیرین مختلفین فی الاحکام دون نوع ھو المقول علی کثیرین متفقین فیہا
اور ایسا ہی ہے حکم یعنی لازم ہونا متوسط کا ہر حیوان کے مہر ہونے میں جس حیوان کی جنس کو ذکر کیا ہو نہ اوسکی نوع فقہا کے نزدیک جنس اوسکو کہتے ہیں جو بہت افراد پر
صادق آوے اور وہ افراد احکام میں مختلف ہوں جیسے انسان کہ مرد اور عورت دونوں پر صادق آتا ہے اور دونوں کے حکم فقہ میں مختلف ہیں مثلا مرد قضا
اور خلافت اور اذان کی لیاقت رکھتا ہے نہ عورت اور گھوڑا بھی جنس ہے کہ فرس غازی اور فرس غیر غازی پر صادق آتا ہے فرس غازی کا غنیمت میں حصہ
ہے نہ اور فرس کا اور نوع فقہا کے نزدیک اوسکو کہتے ہیں جو کثیرین متفق الاحکام پر صادق آوے جیسے فرس عربی اور ترکی اور غلام حبشی اور ہندی اور مرد اور
عورت بخلاف المجہول الجنس کثوب ودابۃ لانہ لا وسط لہ بخلاف مجہول الجنس کے جیسے کپڑا اور جانور یعنی اگر مجہول الجنس کا مہر ہوگا تو اوس
جنس کا متوسط نہ مراد ہوگا اسواسطے کہ مجہول الجنس میں متوسط نہیں مجہول الجنس وہ کہ جسکے احکام کثرت سے مختلف ہوں جیسے کپڑا کہ لباس حرام اور حلال دونوں
شامل ہے جیسے حریر اور غیر حریر پھر ان دونوں میں بہ اعتبار قیمت کے بڑا اختلاف ہے اور اسیطرح جانور میں بڑا اختلاف ہے بعضے حلال بعضے حرام بعضے سواری کے
لائق ہیں بعضے نہیں تو اگر مجہول الجنس میں مہر میں نام لیا جاویگا تو تسمیہ فاسد ہے اسوقت میں مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ووسط العبید فی
زماننا الحبشی اور غلاموں میں متوسط ہمارے زمانے میں حبشی غلام ہے ذخیرہ میں کہا کہ متوسط غلام ہمارے زمانے میں سندھی غلام ہے اور ادنے ترکی اور اعلی
سندی اور مصر میں صاحب بحر الرائق کے وقت میں حبشی متوسط اور اعلی رومی اور ادنی سیاہ [illegible] اعلی اور ادنی اور متوسط ہونا باعتبار رواج
ہر ملک کے اور ہر زمانے کے مختلف ہے جو جس ملک میں ہو وہیں کے رواج کا اعتبار ہے وان امہرہا العبدین والحال ان احدھما حر فمہرھا
العبد عند الامام ان ساوی قیمتہ عشرۃ دراھم والا کمل لہا العشرۃ لان وجوب المسمی وان قل یمنع مہر المثل اور اگر مہر
مقرر کیا زوج نے زوجہ کا دو غلام کو اور حالانکہ ایک ان دونوں میں کا حر ہے تو مہر عورت کا وہی ایک غلام ہوگا نزدیک امام اعظم رح کے بشرطیکہ برابر ہو اوس
غلام کی قیمت اقل مہر یعنی دس درم سے اور اگر اوس غلام کی قیمت دس درم سے کم ہو تو پورا کردیا جائیگا عورت کے واسطے دس درم کو مثلا اگر غلام سات درم
کا تھا تو تین درم دیکر عشرہ پورا کردیا جائیگا اسواسطے کہ وجوب مہر مسمی کا اگرچہ کمتر ہو اقل مہر سے مانع ہے وجوب مہر مثل کا وعندہما الباقی لہا قیمۃ الحر لو عبدا
ورجحہ الکمال لو اسبتی احدہما اور نزدیک ابو یوسف کے عورت کو حر کی قیمت ملے گی اگر حر غلام ہوتا یعنی جب دو غلام کا مہر مقرر ہوا اور ایک ان میں حر نکلا

تو عورت اوس غلام کو لیگی اور حر کی قیمت لے گی اس طرح کہ حر کے درصورت غلام ہونے کے جو قیمت ہو سکتی وہی زوج سے طلب کریگی اور اسی
قول کو ترجیح دی ہے کمال نے چنانچہ دو غلاموں میں سے اگر ایک غلام غیر کا ثابت ہو تو عورت غیر کے غلام کی قیمت پاویگی اسیطرح ایک کے حر ہونے میں
بھی اوسکی قیمت لے گی ویجب مہر المثل فی نکاح فاسد وهو الذی فقد شرطا من شرائط الصحة کشهود اور واجب ہوتا ہے مہر مثل نکاح فاسد میں نکاح
فاسد وہ جسمیں کوئی شرط شرائط صحت نکاح سے مفقود ہو جیسا کہ گواہ نہوں یعنی بدون گواہوں کے زوجین نے ایجاب اور قبول کر لیا یا خدا اور رسول کو گواہ قرار دیا تو یہ نکاح
صحیح نہیں فاسد ہے اور اسیطرح دو بہنوں سے ساتھ ہی نکاح کرنا یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا عدت والی عورت سے نکاح کرنا یا پانچویں عورت سے جو چوتھی
عورت کی عدت میں نکاح کرنا یا لونڈی سے نکاح کرنا حرہ پر یہ سب قسمیں نکاح کی فاسد ہیں اسواسطے کہ صحت نکاح کی انمیں شرط نہیں بالوطی فی القبل لا بغیرہ کالخلوة للحرمة وطیہ
مہر مثل واجب ہوتا ہی نکاح فاسد میں فرج میں جماع کرنیسے نہیں واجب ہوتا مہر مثل بدون وطی کے مانند خلوت کے یعنی جیسا خلوت سے نکاح صحیح میں مہر واجب ہوتا ہے اوسطرح
نکاح فاسد میں خلوت سے مہر واجب نہیں ہوتا بسبب حرام ہونے وطی عورت کے یعنی نکاح فاسد میں جماع عورت کا حرام ہے تو وجود مانع شرعی سے خلوت صحیح نہوئی اسواسطے خلوت قائم مقام
وطی کے نہیں ہو سکتی بخلاف نکاح صحیح کے اور وطی میں شرط یہ ہے کہ وطی فی القبل ہو تو وطی فی الدبر سے نکاح فاسد میں مہر نہیں واجب ہوتا کذا فی حاشیة الطحطاوی

ولم یزد مہر المثل علی المسمی لرضاها بالحط ولو کان دون المسمی لزم مہر المثل لفساد التسمیة بفساد العقد ولو لم یسم او جہل لزم بالغا ما بلغ
اور مہر مثل زیادہ نہ کیا جائیگا مہر مسمی پر بسبب راضی ہو جانے عورت کے کمی مہر پر اور اگر مہر مثل کم ہوگا مہر مسمی سے تو بھی مہر مثل ہی لازم ہوگا نہ مہر مسمی بسبب فاسد
ہو جانے تسمیہ مہر کے فساد عقد سے اور اگر نکاح فاسد میں مہر کا نام نہ لیا یا مہر مسمی ہوا لیکن اوسکی مقدار مجہول اور نامعلوم ہو گئی تو مہر مثل ہی لازم آویگا
کتنا ہی کیوں نہو حاصل نکاح فاسد میں اگر مہر مثل کم ہوگا مسمی سے تو مہر مثل ہی واجب ہوگا اگرچہ دس درم سے بھی کم ہو مثلا پانچ درم کا مہر مثل ہو تو بھی زیادہ
نہوگا بخلاف نکاح صحیح کے کہ جب اوسمیں مہر مثل واجب ہوگا اور کم ہوگا دس درم سے تو دس درم پورے کیے جاوینگے لیکن اگر نکاح فاسد مجرد سے ہوا تو
مہر مثل واجب ہوگا کتنا ہی کیوں نہو اگرچہ مہر مسمی سے بھی زیادہ ہو جاوے کما فی حاشیة المدنی والطحطاوی ویثبت لکل واحد منہما فسخہ ولو بغیر محضر

من صاحبہ دخل بہا او لا فی الاصح خروجا من المعصیة فلا ینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینہما اور ثابت ہے
ہر واحد کو زوجین سے فسخ کر دینا نکاح فاسد کا اگرچہ بدون حاضر ہونے اپنے ساتھی کے ہو وطی کی ہو عورت سے یا نہ کی ہو قول اصح میں ہر واحد کو فسخ کا
اختیار ہے گناہ سے نکلنے کیواسطے اسواسطے کہ عقد فاسد کا مرتکب ہونا پھر اوسکو قائم رکھنا حرام ہے سو ملکیت فسخ کی منافی وجوب فسخ کی نہیں یعنی اگر کوئی کہے کہ
نکاح فاسد کا فسخ کرنا واجب ہے تو ماتن کو لازم تھا یجب لکل واحد علی کل واحد بولتا شارح نے جواب دیا کہ مالکیت فسخ اور وجوب فسخ میں منافات نہیں
جو علی کل واحد ماتن کو کہنا ضرور ہوتا شارح نے کہا بلکہ واجب ہے قاضی پر جدائی کر دینا درمیان دونوں کے یعنی اگر زوجین فسخ نہ کریں تو قاضی پر تفریق واجب
ہے ویجب العدة بعد الوطی لا الخلوة للطلاق لا للموت اور واجب ہے عدت نکاح فاسد میں بعد وطی کے نہ بعد خلوت کے واجب ہے عدت طلاق کی نہ عدت موت
کی یعنی نکاح فاسد میں بعد وطی کے اگر زوج نے نکاح فسخ کیا یا وہ مر گیا تو عورت پر طلاق کی عدت واجب ہوگی یعنی تین حیض یا تین مہینے یا وضع حمل اور زوج
کی موت سے عدت موت کی نہ واجب ہوگی یعنی چار مہینے اور دس دن کی من وقت التفریق او متارکة الزوج وان لم تعلم المرأة بالمتارکة فی الاصح
عدت واجب ہے تفریق قاضی کے وقت سے یا زوج کے چھوڑ دینے سے اگرچہ عورت کو چھوڑنے کا علم نہو قول اصح میں ویثبت النسب احتیاطا بلا دعوة
اور ثابت ہوگا نسب بنابر احتیاط حفظ ولد کے بدون دعوے کے یعنی اگر زوج ثبوت نسب کا مدعی نہوگا تو بھی نسب ثابت ہوگا وتعتبر مدته وهی ستة اشہر من الوطی
اور معتبر ہوگی مدت نسب کی وطی سے مدت نسب کی چھ مہینے ہیں فان کانت منہ الی الوضع اقل مدة الحمل یعنی ستة اشہر فاکثر یثبت النسب
والا فلا ولو ولدته لاقل من ستة اشہر لا یثبت هذا قول محمد وبہ یفتی پھر اگر ہو وقت وطی سے پیدائش تک اکثر مدت حمل کی یعنی چھ مہینے

ہوں یا زیادہ تو ثابت ہوگا نسب اور اگر اقل مدت سے ہو اس طرح کہ جنے لڑکی کو کم چھ مہینے سے تو نسب نہ ثابت ہوگا یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ
نکاح فاسد بسبب حرام ہونے کے موجب وطی کا نہیں بخلاف نکاح صحیح کے کہ اوسمین وقت عقد سے نسب ثابت ہوتا ہے وقالا ابتداءُ المدّۃ من وقت العقدِ
کالصحیحِ ورجّحہ فی النہر بانّہ احوطُ وذکر من التصرفاتِ الفاسدۃِ احدَ عشرَ ونظمہا العشرَ اللتی فی الخلاصۃِ فقال
اور کہا امام اعظم رح اور ابو یوسف نے کہ ابتداء مدت ثبوت نسب کی عقد کے وقت سے ہے مانند نکاح صحیح کے اور ترجیح دی ہے اس قول کو نہر الفائق مین بطور
کہ اسی مین زیادہ تر احتیاط ہے اور صاحب نہر الفائق نے تصرفات فاسدہ کے گیارہ ذکر کیے ہین اور اون مین سے دس نظم کیے ہین جو خلاصہ مین مذکور ہین سو نظم مین یون
کہا ہے وفاسدُ من العقودِ عشرٌ ۞ اِجارۃٌ وحکمُ ہذی الاجرُ ۞ وجوبُ ادنی المثلِ او مسمّی ۞ او کلِّہ مع فقدِ ذاکَ المسمّی ۞
اور عقود فاسدہ دس ہین ایک اون مین سے اجارہ فاسدہ ہے اور حکم اسکا ہے وجوب اجرت کا اس طرح کہ اگر اجرت معین ہوگئی ہے تو کمتر اجر واجب ہوگا یعنی اگر
اجر مثل کم ہوگا مسمی سے تو اجر مثل واجب ہوگا اور اگر مسمی کم ہوگا تو مسمی واجب ہوگا یا پورا اجر مثل واجب ہوگا ساتھ فقدان مسمی کے یعنی اگر تسمیہ اجر کا نہوا یا اجر مجہول ہوا تو اجر مثل واجب ہوگا
کتنا ہی کیون نہو اجارہ فاسدہ وہ ہے جسمین شروط صحت کی اجارہ کی نہون ۞ والواجبُ الاکثرُ فی الکتابۃِ ۞ مِنَ الّذی سمّاہُ او من قیمۃ
اور کتابت فاسدہ مین جو مسمی اور قیمت سے زائد ہے وہ واجب ہے ۞ وفی النکاحِ المثلُ ان یکن دخل ۞ وخارجُ البذرِ لمالکٍ اجعل ۞ اور نکاح فاسد
مین مہر مثل واجب ہے اگر وطی ہوئی ہو اور مزارعت فاسدہ مین جو چیز کہ پیدا ہوتی ہے کھیت مین وہ بیج کے مالک کی ہے پھر اگر بیج زمین والے کا ہے تو عامل کو اجر
مثل ہے اور اگر بیج عامل کا ہے تو زمین والے کو اجرت زمین کی ہے ۞ والصلحُ والرہنُ لکلٍّ نقضُہ ۞ امانۃٌ اوکالصحیحِ حکمُہ ۞ اور صلح فاسد اور رہن فاسد
مین ہر ایک کو عاقدین مین سے اختیار ہے توڑ دینے کا اور بدل صلح کا مصالح کے ہاتھ مین امانت ہے اور اسیطرح رہن مرتہن کے ہاتھ مین امانت ہے یا صلح فاسد کا مثل
صلح صحیح کے حکم ہے اور رہن فاسد کا مثل رہن صحیح کے حکم ہے ۞ ثمّ الہبۃُ مضمونۃٌ بالبدلِ ۞ وصحّ بیعُہ لعبدٍ اقترضَ ۞ پھر ہبہ فاسد مین موہوب کا ضمان
ہے سو موہوب لہ پر جس وقت قبضہ کیا اور قرض فاسد مین جیسے جانور کے قرض لینے مین مستقرض مالک ہوتا ہے تو بیع کرنا غلام کا صحیح ہے قرض لینے والے کو اور
اوس وقت مین اوسکی قیمت کا ضمان دے گا مقترض کو ۞ مضمانۃٌ وحکمُہا الامانۃُ ۞ وللمثلِ فی البیعِ والّا القیمۃُ ۞ اور مضاربت فاسدہ مین مال مضاربت کا
امانت ہو مضارب کے ہاتھ مین اور بیع فاسد مین اگر مثلی چیز ہے تو مثل مقبوض مالک کا ضمان مشتری پر اور اگر قیمت والی چیز ہے تو قیمت کا ضمان ہے اور اسکے ان عقود کے خود تصریح
آوے گی اسواسطے کہ زیادہ تر تصریح کرنا یہان ضرور نہو ۞ والحرّۃُ مہرُ مثلہا الشرعیّ مہرُ مثلہا اللّغویّ ای مہرُ امراۃٍ تماثلُہا اور حرہ کا مہر مثل شرعی وہ
جو اوسکے مثل لغوی کا مہر ہے یعنی مہر مثل شرع مین اوسکو کہتے ہین جو دوسری عورت برابر والی کا مہر ہو ۞ من قومِ ابیہا لا امّہا ان لم تکن من قومِ
کبنتِ عمِّہ ۞ وہ عورت برابر والی اس عورت کی باپ کی قوم سے ہو نہ اوسکی مان کی قوم سے اگر اوسکے مان اوسکے باپ کی قوم سے نہو اور اگر مان بھی باپ
کی قوم سے ہو جیسے اوسکے چچا کی بیٹی تو مان کی قوم کا بھی اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دونون ایک ہی قوم ٹھہرے خلاصہ یہ کہ اعتبار باپ کی قوم کا ہے نہ مان کی قوم کا۔
وفی الخلاصۃِ یُعتبر باخواتِہا وعمّاتِہا فان لم تکن فبنتُ الشقیقۃِ وبنتُ العمِّ انتہی ومفادہ اعتبارُ الترتیبِ فلیحفظ
اور خلاصہ مین ہے کہ مہر مثل مین اول اعتبار ہوگا عورت کی بہنون کا اور پھوپیون کا پھر اگر وہ نہون گی تو سگی بھانجی اور چچا کی بیٹی کا اعتبار ہوگا انتہی اور مفاد
قول خلاصہ کا یہ ہے کہ باپ کی قوم مین بھی ترتیب کا اعتبار ہے اول زیادہ تر قریب کا اعتبار ہے پھر اور قرابت والے درجہ بدرجہ اسکو یاد رکھنا چاہیے وتعتبرُ
المماثلۃُ فی الاوصافِ وقتَ العقدِ سِنًّا وجمالًا ومالًا وبلدًا وعصرًا وعقلًا ودینًا وبکارۃً وثیوبۃً وعفۃً وعلمًا وادبًا وکمالَ خلقٍ وعدمَ ولدٍ
اور معتبر ہے برابری اس عورت کی باپ کی قوم کی عورتون سے وقت عقد کے ان اوصاف مین عمر مین اور جمال مین اور مال مین اور ایک شہر کے رہنے مین
اور ایک زمانہ مین ہونے مین اور عقل مین اور تقوی مین اور باکرہ ہونے مین اور ثیبہ ہونے مین اور پاکدامنی مین اور علم وادب مین اور کمال خلق مین اور نہ اولاد ہونے مین

تو چھوٹی عورت بڑی عورت کی برابر نہیں اور خوبصورت بدصورت کی برابر نہیں اور مالدار مفلس کی برابر نہیں اور ایک شہر کی رہنے والی دوسرے شہر والی کی برابر نہیں اور ایک
زمانہ والی دوسرے زمانہ والی کی برابر نہیں اور عاقلہ اور مجنونہ برابر نہیں اور تقیہ اور فاسقہ برابر نہیں اور باکرہ اور غیر باکرہ برابر نہیں اور عفیفہ غیر عفیفہ برابر نہیں اور عالمہ اور جاہلہ
برابر نہیں اور ادب والی اور بے ادب برابر نہیں اور خلیق اور بدخلق برابر نہیں اور لڑکے والی اور بے لڑکے والی برابر نہیں و یعتبر حال الزوج ایضاً ذکرہ الکمال
قال وهذا لانه تختلف الرغبة فيها اور معتبر ہے حال زوج کا بھی مماثلت میں یعنی اس عورت کا زوج اور عورتوں کے ازواج کے برابر ہو مال و حسب میں ذکر کیا ہے اسکو
کمال ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور کہا جو لونڈی کا مہر مثل بقدر اوسکی خواہش کے ہے یعنی دیکھنا چاہیے کہ اسکا خواہش کرنے والا کہاں تک مہر دیتا ہے وہی اوسکا مہر مثل ہے اور لونڈی کے
اوسکے باپ کی قوم کا کچھ اعتبار نہیں بحر الرائق میں کہا کہ مہر مثل وہاں واجب ہوتا ہے جہاں نکاح صحیح ہو اور مہر کا تسمیہ نہوا ہو یا تسمیہ مجہول ہو یا اوس چیز کا تسمیہ ہو جو
شرعاً حلال نہیں اور نکاح فاسد میں بعد وطی کے مہر مثل ہے اور وطی بالشبہہ میں جو مہر مثل لازم آتا ہے تو مراد اوس سے یہ مہر مثل مذکور نہیں ہوتی بلکہ وہاں مہر مثل سے
مراد عقر ہے عقر اسکو کہتے ہیں کہ اگر زنا حلال ہوتا تو اوس عورت کی کیا اجرت ہوتی اوسیقدر وطی بالشبہہ میں دینا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ویشترط فیہ
ای فی ثبوت مہر المثل ذکر اخبار رجلین او رجل وامرأتین ولفظ الشہادۃ اور شرط ہے ثبوت مہر مثل میں اشیاء مذکورہ کے اندر خبر دینا دو عادل مردوں کا
یا ایک مرد اور دو عورتوں کا اور شرط ہے لفظ شہادت کا یعنی فقط اخبار بدون لفظ گواہی کے معتبر نہیں فان لم یوجد شہود عدول فالقول للزوج بیمینہ
وفی المحیط من ان للقاضی فرض المہر حملہ فی النہر علی ما اذا رضیا بذلک سو اگر نہ پائے جاویں گواہ عادل تو قول زوج کا قسم
کے ساتھ تقدیر مہر مثل میں معتبر ہوگا اور جو محیط میں یہ ہے کہ گواہ نہونے میں قاضی کو چاہیے مہر مثل کا ٹھہرا دے سو اسکو نہر الفائق میں اوس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ
زوجین فرض قاضی پر راضی ہوگئے ہوں فان لم یوجد من قبیلۃ ابیہا فمن الاجانب ای فمن قبیلۃ تماثل قبیلۃ ابیہا سو اگر نہ پائے جاویں
سب اوصاف مذکورہ یا بعض عورت کے باپ کی برادری میں تو اجنبی قوم کے مہر کا اعتبار ہوگا یعنی اجنبی وہ قوم جو مساوی اور مماثل ہو اوسکے باپ کی قوم سے
تو اوس اجنبی قوم کا اعتبار ہوگا ہم شرح مجمع اور برجندی میں ہے کہ اگر سب اوصاف مذکورہ باپ کی قوم میں نہوں تو جس قدر موجود ہوں وہی معتبر ہونگے
اسواسطے کہ ان سب اوصاف کا دو عورتوں میں جمع ہونا متعذر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یوجدوا فالقول له ای للزوج فی اثباتہ بیمینه کما مر
پھر اگر غیر قوم میں بھی مماثلت باپ کی قوم کی نہ پائی جاوے تو معتبر قول زوج کا ہوگا مہر مثل کی تقدیر میں قسم کہانے کے ساتھ چنانچہ عنقریب گذرا وصح ضمان
الولی مہرها ولو المرأة صغيرة وولي عاقداً لانه سفير لكن بشرط صحته فلو في مرض موته وهو وارثه لم يصح والا صح من الثلث
وقبول المرأة او غيرها في مجلس الضمان اور صحیح ہے ضامن ہونا ولی کا عورت کے مہر کو اگرچہ عورت صغیرہ ہو اگرچہ ولی ہی عاقد ہو نکاح کا تو بھی
اوسکا ضامن ہونا درست ہے اسواسطے کہ ولی عاقد تو محض سفیر اور معتبر ہوتا ہے حقوق نکاح کے اوسپر لازم نہیں اسلئے کہ ایک ہی شخص [illegible] ولی
ضامن زوج کا ولی ہو یا زوجہ کا خواہ زوجین صغیر ہوں یا جوان لیکن جواز ضمان بشرط صحت ولی کے ہے تو اگر ولی ضامن ہوگا اپنے مرض موت میں اور مکفول
عنہ یا مکفول لہ وارث ہے ولی کا تو ولی کا ضامن ہونا صحیح نہیں اور اگر مکفول عنہ یعنی جسکی طرف سے ضامن ہوا یا مکفول لہ یعنی جسکے واسطے ضامن ہوا وارث نہیں ہے
ولی کا تو ضمانت صحیح ہوگی ولی کا ثلث مال سے یعنی ولی کے ثلث متروکہ سے مہر ادا کیا جاویگا اور دوسری شرط صحت ضمان ولی کی قبول کرنا عورت کا ہے یا اوسکے ولی
کا مجلس ضمان میں یعنی بشرطیکہ عورت بالغہ مجلس ضمان میں ولی کی ضمانت قبول کرے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اوسکا ولی قبول کرے تب اوسکی ضمانت صحیح ہوگی
نہر الفائق میں ہے کہ اگر صغیرہ کا ولی ضامن ہوا تو اوسکا ضامن ہونا قائم مقام ہے عورت کے قبول کے کذا فی حاشیۃ المدنی وتطالب ای تشاء من
زوجها البالغ او الولی الضامن اور عورت مہر کو طلب کرے جس سے چاہے خواہ اپنے زوج بالغ سے یا ولی ضامن سے خواہ ولی ضامن زوجہ کا ولی ہو خواہ
زوج کا اور اگر زوج بالغ نہیں تو مطالبہ مہر کا فقط ولی ہی سے ہوگا نہ زوج سے فان ادی رجع علی الزوج ان امرہ کما هو حکم الکفالة پھر اگر ولی ضامن نے

مہر

مہر کو اپنے پاس سے ادا کیا تو زوج سے پھیر لے اگر گواہ کر لیا ہو ورنہ نہیں اور ضامن ہونے کا چنانچہ یہی حکم ہے ضمانت کا اور اگر بدون امر زوج کے ضامن ہوا تو پھیر لینا
نہیں پہونچتا ولا یطالب الاب بمہر ابنہ الصغیر الفقیر اما الغنی فیطالب ابوہ بالدفع من مال ابنہ لا من مال نفسہ اور مطالبہ نہوگا باپ سے اوسکے
بیٹے صغیر محتاج کے مہر کا یعنی اگر باپ مہر کا ضامن نہیں ہوا تو اوسکے صغیر بیٹے محتاج کے مہر کا اوس سے مطالبہ نہوگا لیکن فرزند مالدار صغیر کے مہر کا باپ سے تقاضا ہوگا
کہ اپنے بیٹے کے مال سے ادا کرے نہ اپنے مال سے اذا زوّجہ امرأۃ الا اذا ضمنہ علی المعتمد کما فی النفقۃ فانہ لا یؤاخذ بہا الا اذا ضمنہا
ولا رجوع للاب الا اذا اشہد علی الرجوع عند الاداء یعنی صغیر فقیر کے مہر کا باپ پر مطالبہ نہیں جبکہ نکاح کر دیا ہو اوسکا کسی عورت سے یعنی فقط نکاح کر دینے
سے باپ کو مہر دینا لازم نہیں ہوتا مگر جبکہ ضامن ہو مہر کا بنا بر قول معتمد کے چنانچہ نفقہ دینے میں مواخذہ باپ سے نہیں ہوتا بدون ضمانت کے اور جبکہ باپ نے بیٹے
صغیر کا مہر ادا کیا خواہ صغیر محتاج ہو یا غنی تو اوسکو پھیر لینا بیٹے سے نہیں پہونچتا مگر جس صورت میں کہ باپ نے گواہ کر لیا ہو پھیر لینے پر مہر ادا کرنے کے وقت یا ضامن
ہونے کے وقت تو البتہ پھیر لے سکتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولہا منعہ من الوطء ودواعیہ شرح مجمع والسفر بہا ولو بعد وطء وخلوۃ رضیتہما
لان کل وطأۃ معقود علیہا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی جائز ہے عورت کو روکنا زوج کو وطی سے اور اوسکے دواعی
سے یعنی تقبیل اور مساس سے کذا فی شرح المجمع اور روک دینا اپنے سفر لیجانے سے اگرچہ روکا ہو عورت نے اوس وطی یا خلوت کے بعد جو اوسکی رضامندی سے
ہو چکی یعنی عورت کو مہر معجل کے لینے کیواسطے اور منع سے روکنا پہونچتا ہے اگرچہ اوسکی خوشی سے ایکبار وطی ہو چکی ہو یا خلوت ہو چکی ہو تو بھی اوسکو منع کرنیکا حق
ثابت ہے اسواسطے کہ ہر وطی مہر پر معقود ہے یعنی ہر وطی پر جدا جدا مہر لازم ہے تو تسلیم بعض کی موجب تسلیم باقی کی نہیں لاخذ ما بین تعجیلہ من المہر کلہ
او بعضہ او اخذ قدر ما یعجل لمثلہا عرفا بہ یفتی لان المعروف کالمشروط ان لم یؤجل او یعجل کلہ فکما شرط [illegible]
عورت کو جائز ہے روک دینا وطی کا واسطے لینے اوس مہر کے جسکا جلد دینا بیان ہو چکا ہے کل مہر ہو یا بعض یا واسطے لینے اوس قدر مہر کے جو جلد دیا جاتا ہے اوسکی مثل
عورت کو عرف میں اسیکا فتوی ہے اسواسطے کہ مروج مثل مشروط کے ہے رواج کا اعتبار ہے اگر کل مہر کی مدت یا تعجیل نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر کل مہر کی مدت مقرر
ہو چکی ہو تو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا کہ دونوں نے مقرر کیا یعنی مہر مؤجل میں عورت کو منع کرنا وطی سے نہیں پہونچتا اور معجل میں پہونچتا ہے مشروط دار مروج پر اسواسطے
مقدم ہوا کہ صریح فائق ہے دلالت پر معلوم ہوا کہ کل مہر کی ادائی تاجیل درست ہے بخلاف صاحب منظومہ کے کہ اوسنے اپنے فتاوی میں عدم صحت ذکر کی ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی الا اذا جہل الاجل جہالۃ فاحشۃ فیجب حالا غایۃ الا التأجیل لطلاق او موت فیصح للعرف بزازیۃ مہر مؤجل میں عورت کو حق منع وطی کا نہیں مگر اوس صورت میں
جبکہ مدت مجہول ہو بجہالت فاحشہ کہ جیسے مہر کی مدت مقرر ہوئی ہو زوج کی کشتی آنے تک یا آندھی چلنے تک یا پانی برسنے تک کہ ان چیزون کا ایک وقت مقرر نہیں
تو ایسی مدت میں مہر فی الحال واجب ہوگا کذا فی غایۃ البیان لیکن اگر مہر کی مدت طلاق ہونے تک یا موت تک مقرر ہو تو صحیح ہے حالانکہ اسمیں بھی جہالت فاحشہ
ہے کہ ہرگز طلاق اور موت کا وقت معین نہیں مگر صحیح ہے بسبب رواج کے کذا فی البزازیہ زاہدی نے کہا کہ تاخیر مہر کی موت اور طلاق تک خوارزم میں عادت
مشہورہ اور شہرت معروفہ ہو گئی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ہم کہتے ہیں بلاد ہندوستان میں بھی ایسا رواج ہے بلکہ اگر زوج مہر دینے کا ارادہ کرے تو عورت ہرگز
نہیں لیتی یا نادانی سے جانتی ہے کہ مہر لینے سے نکاح فسخ ہو جاویگا وعن الثانی لہا منعہ ان اجّل کلہ وبہ یفتی استحسانا ولوالجیۃ اور ابو یوسف سے
منقول ہے کہ عورت کو منع وطی کا حق ہے اگر کل مہر کی مدت مقرر ہو گئی ہو اور اسیکا فتوی ہے بدلیل استحسان کے کذا فی الولوالجیہ وجہ دلیل استحسانی یہ ہے کہ جب زوج
نے مہر کی مدت مقرر کی تو گویا اپنے حق استمتاع کے ساقط ہونے پر راضی ہو گیا اسواسطے کہ مہر بدلا ہے استمتاع کا خلاصہ میں ہے کہ استاد ظہیر الدین کا فتوی عدم
امتناع ہے اور صدر شہید کا فتوی جواز امتناع ہے بحر الرائق میں کہا تو معلوم ہوا کہ اسمیں فتوی مختلف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ لو تزوج بہا علی
حکم الحلول علی التعجیل لہا منعہ حتی تقبضہ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر نکاح کیا عورت سے سو درہم مہر کا بشرط انکہ ... مدت نہیں اسکے

اس بنا پر کہ چالیس درہم جلد ادا کر دے گا تو عورت کو جائز ہے کہ منع کرنا وطی وغیرہ کا زوج سے یہاں تک کہ باقی درمون کو بھی قبضہ کرے ولہا النفقۃ
بعد المنع اور ثابت ہے عورت کے واسطے نفقہ بعد منع کے بھی نزدیک امام کے بشرطیکہ قبل مطالبہ کے خلوت یا دخول رضامندی سے ہو چکا ہو ولہا السفر
والخروج من بیت زوجہا للحاجۃ ولہا زیارۃ اہلہا بلا اذنہ مالم تقبضہ ای المعجل اور جائز ہے عورت کو سفر کرنا اور شوہر کے گھر سے نکلنا حاجت کے واسطے
تو بے حاجت نکلنا جائز نہیں اور جائز ہے عورت کو زیارت کرنا اپنے اقربا کی بدون اذن زوج کے جب تک کہ مہر معجل نہ پایا ہو فلا تخرج الا لحق لہا او علیہا او لزیارۃ
ابویہا کل جمعۃ مرۃ او المحارم کل سنۃ ولکونہا قابلۃ او غاسلۃ لا فیما عدا ذلک ان اذن کانا عاصیین اور جب مہر معجل لے چکی ہو تو گھر
سے نہ نکلے مگر بسبب حق کے عورت کا حق کسی پر ہو یا کسی کا حق عورت پر ہو یعنی اگر عورت کا قرض کسی پر ہو یا کسی کا قرض عورت پر ہو تو اوسکا نکلنا درست ہے
زوج کی اجازت ہو یا نہو یا عورت نکلے واسطے زیارت ماں باپ کے ہر ہفتہ میں ایک بار یا محارم کی ملاقات کے واسطے نکلے ہر سال اگرچہ زوج منع کرے کذا
فی فتح القدیر یا عورت دائی جنائی ہو یا مردہ شو ہو تو بھی نکلنا درست ہے لیکن دائی اور مردہ شو کو زوج منع کر سکتا ہے نہ نکلے ان کاموں میں یعنی سوائے حق کے
اور زیارت والدین اور محارم کے اور لڑکا جنانے اور مردہ نہلانے کے اور کسی کام کے واسطے نکلنا عورت کا جائز نہیں اور اگر زوج سوائے ان امور
کے نکلنے کی اجازت دیگا تو زوج اور زوجہ دونوں گنہگار ہوں گے والمعتمد جواز الحمام بلا تزین اشباہ وسیجیء فی النفقۃ اور قول معتمد
یہ ہے کہ عورت کا حمام میں جانا درست ہے بدون آرائش اور عطر ملنے کے کذا فی الاشباہ اور عنقریب مسائل خروج عورت کے باب النفقہ میں بھی آوینگے محقق
ابن ہمام نے کہا کہ جہاں عورت کا نکلنا درست ہے وہاں یہی شرط ہے کہ آرائش اور سنگار نہ کرے بلکہ ایسی صورت بگاڑ کر نکلے کہ مردوں کی نظر اور میل نہ ہوئے
اور چند احادیث نسائی اور ترمذی اور حاکم میں درباب حمام وارد ہوئی ہیں از انجملہ یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ملک عجم
فتح ہوگا اور وہاں تم چند بیوت پاؤگے انکو حمام کہتے ہیں تو مرد اوس میں نہ جاویں بدون ازار کے اور عورتوں کو اوس میں نہ جانے دو سوائے مریضہ اور نفاس
والی کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویسافر بہا بعد اداء کلہ مؤجلا ومعجلا اذا کان مامونا علیہا والا یؤدہ کلہ او لم یکن مامونا لا یسافر بہا وبہ یفتی
کما فی شروح المجمع واختارہ فی ملتقی الابحر ومجمع الفتاوی واعتمدہ المصنف وبہ افتی شیخنا الرملی
اور سفر میں ساتھ لیجاوے عورت کو تین منزل یا زیادہ بعد ادا کرنے کل مہر کے مؤجل ہو یا معجل ہو جبکہ زوج میں یہ اطمینان ہو عورت کی طرف سے یعنی سفر میں
ایذا رسانی کا خوف نہو اور اگر کل مہر ادا نہ کیا اور زوج لائق اطمینان کے نہو تو عورت کو سفر میں نہ لیجاوے اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح مجمع اور اسکو
پسند کیا ملتقی الابحر اور مجمع الفتاوی میں اور مصنف نے اپنی شرح میں اسی پر اعتماد کیا ہے اور اسی پر فتوی دیا ہے ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے لکن
فی النہر والذی علیہ العمل فی دیارنا انہ لا یسافر بہا جبرا علیہا وجزم بہ البزازی وغیرہ وفی المختار وعلیہ الفتوی وفی الفصول یفتی بما یقع عندہ من المصلحۃ لیکن
نہر الفائق میں ہے جس پر عمل ہے ہمارے ملک یعنی مصر میں وہ یہ ہے کہ عورت کو سفر میں نہ لیجاوے اوس پر زبردستی کر کے یعنی سفر عورت کی خوشی پر موقوف ہے اور
اسی قول کی حقیقت پر یقین کیا ہے بزازی وغیرہ نے اور مختار میں ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور فصول میں ہے کہ فتوی دے مفتی جو اوسکے نزدیک مصلحت اور مناسب
معلوم ہو یعنی اگر زوج امانت دار اور صالح ہو اور رنجانے میں عورت کی سرکشی معلوم ہو تو سفر میں لیجانے کا فتوی دے والا نہ لیجانے کا فتوی دے کذا فی حاشیہ
الطحطاوی وینقلہا فیما دون مدتہ ای السفر من المصر الی القریۃ وبالعکس ومن قریۃ الی قریۃ لانہ لیس بغربۃ وقیدہ فی التاتارخانیۃ بقریۃ یمکنہ الرجوع قبل اللیل
الی وطنہ واطلقہ فی الکافی قائلا وعلیہ الفتوی اور لیجاوے زوج زوجہ کو وہاں جو مدت سفر سے کم ہو یعنی تین منزل سے کم ہو خواہ شہر سے
گانوں کی طرف لیجاوے خواہ گانوں سے شہر میں لاوے اور ایک گانوں سے دوسرے گانوں میں لیجاوے اسواسطے کہ اتنی دور جانا غربت نہیں اور قید
لگائی ہے فتاوی تاتارخانیہ میں گانوں کی یعنی ایسی گانوں تک لیجانا جائز ہے کہ ممکن ہو پلٹ آنا زوج کو رات کے آنے سے پہلے اپنے وطن تک اور کافی میں

اوسکو مطلق رکھا ہے یون لکھ کر کہ اسی پر فتوی ہے وان اختلفا فی المهر ففی اصله حلف منکر التسمیة فان نکل ثبت وان حلف یجب
مہر المثل اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مہر مین سو اگر اختلاف اصل مہر مین کیا اس طرح کہ ایک نے کہا کہ مہر معین تہا اور دوسرے نے کہا نہین
حالانکہ دونون گواہ لا سکنے سے عاجز ہین تو قسم کہاوے منکر تسمیہ کا سو اگر منکر نے قسم سے انکار کیا تو دعوی تسمیہ کا ثابت ہوگا اور اگر منکر نے قسم کہائی تو واجب ہوگا
مہر مثل لیکن اگر عورت مدعی ہے تو مہر مثل اوسکے دعوی سے زیادہ نہ دیا جائیگا مثلا عورت نے کہا تہا کہ مہر مسمی ہزار تہا اور مہر مثل دو ہزار ہے تو ایک ہزار وہ پاویگی نہ دو ہزار اور اگر مرد مدعی
تہا تو مہر مثل اوسکے دعوے سے کم نہ کیا جائیگا مثلا مہر مثل ایک ہزار تہا اور مرد مدعی دو ہزار کا ہے تو دو ہی ہزار اوس سے دلائے جاوینگے کذا فی حاشیة المدنی
ناقلا عن البدائع وفی المهر یحلف اجماعا اور مہر مین منکر پر قسم ہے باتفاق امام اور صاحبین کے لفظ اجماع سے ماتن نے رد کیا قول صدر الشریعة کا کہ اونہون نے کہا
کہ منکر پر قسم ہے صاحبین کے نزدیک نہ امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ امام کے نزدیک نکاح مین قسم نہین صاحب بحر الرائق وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان اصل نکاح پر قسم
نہین بلکہ مال پر قسم ہے تو بالاجماع منکر مہر پر قسم ثابت ہوئی کذا فی حاشیة المدنی والطحطاوی وان اختلفا فی قدره حال قیام النکاح فالقول لمن یشهد له
مهر المثل بیمینه اور اگر اختلاف کیا زوجین نے مقدار مہر مین قیام نکاح کیوقت تو قول اوسیکا معتبر ہے جسکی گواہی دے مہر مثل ساتھ قسم کے تو اگر مہر مثل زوج
کے دعوی سے برابر ہو یا کم تو زوج کا قول معتبر ہوگا قسم کے ساتھ اور اگر مہر مثل زوجہ کے دعوی سے برابر ہو یا زیادہ تو زوجہ کا قول مع الیمین معتبر ہوگا وای
اقام بینة قبلت سواء شهد له مهر المثل او لها او لا اور اختلاف مقدار مین زوجین مین سے جو اپنے شاہد قائم کریگا مقبول ہونگے خواہ مہر مثل زوج
کی شہادت دے یا زوجہ کی یا دونون کا شاہد ہو یعنی گواہون کے ہوتے مہر مثل کی موافقت اور عدم موافقت کا کچھ اعتبار نہین وان اقاما البینة فبینتها
مقدمة ان شهد له مهر المثل وبینته مقدمة ان شهد لها مهر المثل لان البینات لاثبات خلاف الظاهر اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے
تو گواہ عورت کے مقدم ہونگے اگر مہر مثل مرد کے دعوی سے موافق ہو اور گواہ مرد کے مقدم ہین اگر مہر مثل عورت کے دعوی سے مطابق ہو اسواسطے کہ گواہ
مقرر ہوے ہین واسطے ثابت کرنے خلاف ظاہر کے اور ظاہر کے خلاف اوسیکا دعوی ہے جو مہر مثل سے موافق نہو وان کان مهر المثل بینهما تحالفا اور اگر مہر مثل
دونون کے مابین ہو تو دونون سے قسم لیجاوے مثلا عورت دو ہزار کے مہر کی مدعیہ اور مرد ایک ہزار کا اور مہر مثل ہو پندرہ سو تو مہر مثل کسی کے موافق نہوا بلکہ
دونون کے درمیان مین پڑا تو دونون پر قسم اویگی مرد اس طرح قسم کہاوے کہ واللہ مین نے دو ہزار مہر پر نکاح نہین کیا اور عورت اس طرح قسم کہاوے کہ واللہ مین نے
ایک ہزار پر نکاح نہین کیا فان حلفا او برهنا قضی به سو اگر دونون نے قسم کہائی یا دونون گواہ لائے تو حکم کریگا قاضی مہر مثل پر یعنی مہر مثل دلاویگا
اسواسطے کہ دونون کی قسم اور گواہ برابر ہین کسیکا دعوی ثابت نہین ہو سکتا وان برهن احدهما قبل برهانه لانه نور دعواه اور اگر دونون مین سے کوئی
ایک گواہ لایا تو مقبول ہونگے اوسکے گواہ اسواسطے کہ اوسنے اپنے دعوی کو روشن اور ظاہر کردیا وفی الطلاق قبل الوطی حکم متعة المثل لو المسمی دینا
وان عینا کمسئلة العبد والجاریة فلها المتعة بلا تحکیم الا ان یرضی الزوج بنصف الجاریة اور طلاق قبل وطی مین فیصلہ مقرر ہوگا متعہ
مثل پر یعنی اگر اختلاف ہوا زوجین مین بعد طلاق قبل وطی کے تو متعہ مثل جسکے دعوی سے مطابق ہوگا اوسی کے قول کا اعتبار ہوگا قسم کے ساتھ بشرطیکہ مہر مسمی دین ہو
جیسے درہم یا دینار اور اگر مہر مسمی عین ہو یعنی مثلی ہو قیمتی چیز ہو جیسے مسئلہ غلام اور لونڈی کا مثلا زوج کہتا ہو کہ مہر غلام تہا اور زوجہ کہتی ہو کہ مہر لونڈی تہی تو زوجہ
کو متعہ مثل ملیگا بدون تحکیم کے مگر اوس صورت مین متعہ مثل کی حاجت نہین اگر زوج راضی ہو جاوے نصف جاریہ پر وای اقام بینة قبلت اور دونون مین
سے جو گواہ لاویگا تو اوسکے گواہ مقبول ہونگے فان اقاما فبینتها اولی ان شهدت له المتعة وبینته ان شهدت لها سو اگر دونون گواہ لائے
تو عورت کے گواہ اولی ہین اگر موافق ہو متعہ مثل کا مرد کے اور گواہ مرد کے اولی ہین اگر مطابق ہو متعہ عورت کے اسواسطے کہ گواہ خلاف ظاہر کو ثابت کرتے ہین
وان کانت المتعة بینهما تحالفا وان حلفا وجبت متعة المثل اور اگر متعہ مثل دونون کے مابین مین واقع ہو یعنی نصف دعوی زوج سے زیادہ ہو اور

نصف دعویٰ زوجہ سے کم ہو تو دونوں سے قسم لیجائیگی اور اگر دونوں نے قسم کھالی تو مہر مثل کا واجب ہوگا وموت احدھما کحیوتہما فی الحکم اصلا وقدرا
لعدم سقوطہ بموت احدھما اور دونوں میں سے ایک کا مرنا دونوں کے زندہ ہونے کے برابر ہے حکم میں خواہ اختلاف اصل مہر میں ہو یا مقدار میں بسبب ساقط ہونے
مہر مثل کے ایک کی موت سے وبعد موتہما ففی القدر القول لورثتہ اور اگر دونوں کے مرجانے کے بعد اختلاف ہو وارثوں میں تو مقدار مہر کی اختلاف
میں زوج کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے وفی الاختلاف فی اصلہ القول لمنکر التسمیۃ اور اصل مہر کے اختلاف میں منکر تسمیہ کا قول معتبر
ہوگا یعنی زوج کے وارثوں کا اسواسطے کہ اگر عورت کے وارث تسمیہ مہر کے منکر ہوں تو انکا حق ثابت ہوتا ہے اور نقیض یقضی بالمہر یقضی علی التسمیۃ
یعنی بعد موت زوجین کے اختلاف پڑا اصل تسمیہ مہر میں تو کچھ حکم نہ کیا جاویگا جبتک کہ گواہ و تاکید کے ساتھ ہوں تسمیہ پر یعنی بدون گواہوں کے مہر مثل پر فیصلہ نہ ہوگا
نزدیک امام کے اسواسطے کہ مرنا زوجہ کا دلالت کرتا ہے کہ اونکی ہمسر عورتیں بھی مرگئیں تو قاضی کس عورت کے مہر کو مہر مثل ٹھہراوے کذا فی الہدایہ اس دلیل سے
معلوم ہوا کہ مہر مثل کا اعتبار نہ کرنا اوس صورت میں ہے جب زوجین کی موت کا زمانہ بہت گذر گیا ہو اور زمانہ قریب ہوگا تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الدر فی
والطحطاوی ناقلا عن البحر وقالا یقضی بمہر المثل کحال الحیوۃ وبہ یفتی اور کہا صاحبین نے بعد موت زوجین کے بھی مہر مثل کا حکم ہوگا مانند حال زندگی
کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی قاضیخان لیکن اگر زوج کے وارث گواہ لاویں ادائے مہر یا زوجہ کے اقرار پر یا اوسکے اقرار پر کہ مہر باقی نہیں تو اس صورت میں
مہر مثل کے اعتبار کی کچھ حاجت نہیں وھذا کلہ اذا لم تسلم نفسہا اور یہ سب اوس صورت میں ہے جبکہ زوجہ نے اپنی ذات کو زوج کو تسلیم کی ہو یعنی
حکم مہر مثل اختلاف قدر مہر میں زوجین کی حیات میں یا ایک کی حیات میں یا دونوں کی موت میں یا اختلاف اصل مہر میں [illegible] فان سلمت
ووقع الاختلاف فی الحالین الحیوۃ وبعدہا لا یحکم بمہر المثل لانہا لا تسلم نفسہا الا بعد تعجیل شیء عادۃ پھر اگر زوجہ نے اپنی ذات تسلیم کی ہو
کو اور واقع ہوا اختلاف دو حال میں یعنی زندگی میں اور بعد اوسکے تو نہ فیصلہ ہوگا مہر مثل پر اسواسطے کہ عورت اپنی ذات تسلیم نہیں کرتی مگر کچھ مہر معجل لینے کے بعد
بطور رواج کے اور تعجیل مہر کی دلیل ہے تسمیہ مہر کی اور تسمیہ کے ہوتے مہر مثل کا اعتبار نہیں لیکن یہ اوس صورت میں ہے جہاں عادت ہو مہر تعجیل کی اور جہاں کل
مہر کی تاخیر ہوتی ہو طلاق یا موت تک جیسے خوارزم میں تو وہاں تسلیم اور عدم تسلیم دونوں برابر ہیں کذا فی حاشیۃ الدر فی ناقلا عن القاسمیۃ بل یقال لہا لا بد
ان تقری بما تعجلت والا قضینا علیک بالمتعارف تعجیلہ ثم یعمل فی الباقی کما ذکرنا وھذا اذا ادعی الزوج الایصال قدر البعض
بلکہ عورت سے یا اوسکے وارثوں سے کہا جاویگا کہ بالضرور تجھکو مہر معجل پانے کا اقرار کرنا ہوگا اور نہیں تو ہم تجھپر حکم کرینگے تعجیل متعارف کا یعنی جتنا مہر میں دستور
معجل دینے کا رواج ہے پھر بعد وضع متعارف کے عمل کیا جاویگا باقی مہر میں یعنی مثلا نصف یا جیسا کہ ہمنے بیان کیا اور یہ اوسوقت ہے جب زوج نے کچھ عورت کو
دینے کا وعدہ کیا کذا فی البحر یعنی متعارف تعجیل پر فیصلہ اوسوقت ہوگا جب زوج کچھ ادا کرنے کا مدعی ہو اور اگر زوج مدعی نہوگا تو متعارف پر فیصلہ نہوگا بلکہ سابق کی
تفصیل پر عمل ہوگا اور قضا بالمتعارف بحر الرائق اور نہر الفائق میں محیط سے منقول ہے اور یہی قول ہے فقیہ ابو اللیث کا اور قاضیخان کے نزدیک یہ قول مسلم
نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الدر فی ولو بعث الی امرأتہ شیئا ولم یذکر جہۃ عند الدفع غیر جہۃ المہر کقولہ لشمع او حناء ثم قال انہ من
المہر لم یقبل قنیۃ لوقوعہ ھدیۃ فلا ینقلب مہرا اور اگر بھیجا زوج نے اپنی عورت کو کچھ نقد یا جنس اور نہ بیان کیا دینے کے وقت کسیوجہ کو جو منافی
موجب مہر کی یعنی دینے کے وقت مہر یا غیر مہر کا کچھ ذکر نہ کیا سو اگر غیر مہر کچھ ذکر کیا مثلا یوں کہا کہ اس نقد کو شمع میں صرف کر یا مہندی میں پھر زوج نے کہا کہ وہ
تو مہر میں تھی تو اوسکا قول مقبول نہوگا کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وہ چیز ہدیہ ہو چکی تو مہر نہو سکے گی اور اگر قبل عقد کے کچھ بھیجا تھا تو اوسکا پھیر لینا درست ہے کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی فقالت ھو ای المبعوث ھدیۃ وقال ھو من المہر او من الکسوۃ او عاریۃ فالقول لہ بیمینہ والبینۃ لہا سو کہا عورت
نے وہ بھیجی چیز ہدیہ ہے اور کہا زوج نے کہ وہ مہر میں ہے یا قسم لباس سے یا عاریت ہے تو قول زوج کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر وہ دونوں گواہ لاویں

تو عورت کے گواہ مقدم ہوں گے فان حلف والمبعوث قائم فلہما ان تردہ وترجع بباقی المہر کذا ذکرہ الکمال پھر اگر قسم کہائی زوج نے اور بھیجی چیز جو دی ہے تو
عورت کو اختیار ہے کہ اوسکو پھیر دے اور اپنا باقی مہر زوج سے لے چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ولو عوضتہ ثم ادعاہ عاریۃ فلہما ان تسترد العوض
من جنسہ زیلعی اور اگر زوج نے ہدیہ بھیجا عورت کی طرف اور عوض میں عورت نے بھیجا زوج کی طرف پھر عورت کا زفاف ہوا پھر مرد نے اوسکو جدا کیا
پھر دعوی کیا کہ وہ چیز عاریت ہے تو جائز ہے عورت کو کہ عوض کی چیز کو پھیر لے عوض کی جنس سے کذا فی الزیلعی لفظ من جنسہ کا زیلعی اور بحر الرائق میں نہیں
اور فتاوی عالمگیری میں یوں ہے کان للمرأۃ ان تسترد ما عوضتہ علیہ کذا فی حاشیۃ المدنی فی غیر المہیا للاکل کثیاب وشاۃ حیۃ وسمن وعسل
وما یبقی شہرا النہر ذادہ اختلاف زوجین میں زوج کا قول معتبر ہوگا اون میں جو کہانے کے واسطے مہیا نہیں جیسے کپڑے اور زندہ بکری اور گھی اور شہد اور
جو چیز کہ مہینہ بہر باقی رہے اور نہ سڑے کذا ذکرہ اخی زادہ والقول لہا بیمینہا فی المہیا لہ کخبز ولحم مشوی لان الظاہر یکذبہ ولذا قال الفقیہ
المختار انہ یصدق فیما لا یجب علیہ کخف وملاءۃ لا فیما یجب کخمار ودرع یعنی ما لم یدع انہ کسوۃ لان الظاہر معہ
اور قول زوجہ کا معتبر ہے قسم کے ساتھ اون میں جو کہانے کے واسطے مہیا ہے جیسے روٹی اور بھونا گوشت عورت کا قول کہانے کی چیزوں میں اسواسطے معتبر ہوا کہ ظاہر
حال زوج کا جھٹلاتا ہے یعنی روٹی اور پختہ گوشت کوئی مہر میں نہیں دیتا اور اسیواسطے فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ زوج کی تصدیق اون میں ہوگی
جو زوج پر واجب نہیں جیسے موزہ اور چادر یا باریک کپڑا اور اون میں تصدیق نہ ہوگی جو اوس پر واجب ہے جیسے اوڑہنی اور قمیص یعنی جبتک زوج نے اسکا دعوی
نہ کیا ہو کہ اوڑہنی اور قمیص کو پوشاک میں دیا ہے اور اگر پوشاک کا دعوی کیا زوج نے اور زوجہ نے کہا کہ پوشاک نہیں بلکہ ہدیہ ہے تو اس صورت میں زوج ہی
کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ ظاہر حال زوج کا مصدق ہے خطب بنت رجل وبعث الیہا اشیاء ولم یزوجہا ابوہا فما بعث للمہر یسترد
عینہ قائما فقط وان تغیر بالاستعمال او قیمتہ ہالکا لانہ معاوضۃ ولم تتم فجاز الاسترداد منگنی کی ایک مرد نے بیٹی اور بھیجا
زوج نے عورت کی طرف چند اشیا کو اور عورت کے باپ نے عورت کا نکاح نہ کیا تو جو چیز مہر کیواسطے بھیجی ہو اور وہ موجود ہی ہو تو فقط اوسیکو پھیر لے
نہ اوسکی قیمت کو اگرچہ متغیر ہوگئی ہو استعمال سے یا قیمت اوسکی پھیر لے اگر نہ موجود ہو اسواسطے پھیر لے کہ یہ تو بدلا تہا سو پورا نہوا تو پھیر لینا جائز ہوا وکذا یسترد
ما بعث ہدیۃ وہو قائم دون الہالک والمستہلک لان فیہ معنی الہبۃ اور اسیطرح اوسکو پھیر لے جو بطریق تحفہ کے بھیجا اور وہ موجود ہی ہو نہ
پھیرے ہالک اور مستہلک کو ہالک وہ جو آپ بگڑ گیا جیسے میوہ سڑ گیا اور مستہلک وہ جو دوسرے کے فعل سے معدوم ہوا جیسے شیرینی کسینے کہالی ہالک اور
مستہلک کا پھیر لینا اسواسطے جائز نہوا کہ تحفہ دینے میں معنی ہبہ کے ہیں سو ہبہ میں اور ہبہ جب ہالک اور مستہلک ہوا تو اوسکا پھیر لینا درست نہیں ولو ادعت
انہ ای المبعوث من المہر وقال ہو ودیعۃ فان کان من جنس المہر فالقول لہا وان کان من خلافہ فالقول لہ بشہادۃ الظاہر
اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ بھیجی چیز مہر ہے اور کہا زوج نے کہ وہ امانت ہے تو اگر وہ چیز مہر کی جنس سے ہو جیسے مہر میں روپیہ اور بہیجا روپیہ تو عورت کا قول
معتبر ہوگا اور اگر وہ چیز مخالف ہے جنس مہر کے جیسے مہر تہا درم اور زوج نے فرش یا کپڑا بھیجا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ دونوں صورتوں میں ظاہر
حال دونوں کا گواہ ہے انفق رجل علی معتدۃ الغیر بشرط ان یتزوجہا بعد عدتہا ان تزوجتہ لا رجوع مطلقا وان ابت فلہ الرجوع
ان کان دفع لہا وان اکلت معہ فلا مطلقا بحر عن العمادیۃ خرچ کیا ایک مرد نے غیر کی معتدہ پر اس شرط سے کہ نکاح کریگا اوس سے بعد عدت
کے تو اگر عورت نے اوس مرد سے نکاح کر لیا تو خرچ کا پھیر لینا مطلقا نہیں خواہ دونوں ساتھ کہاتے ہوں یا علیحدہ اور اگر عورت نے نکاح سے انکار کیا تو مرد کو
خرچ کا پھیر لینا پہونچتا ہے اگر عورت کو دیا ہو اور اگر عورت مرد کے ساتھ کہاتی ہو تو مطلقا پھیر لینا نہیں خواہ نکاح کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا فی البحر عن العمادیۃ وفیہ
عن البزازیۃ جہز ابنتہ بجہاز وسلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منہا ولا لورثتہ بعدہ ان سلمہا ذلک فی صحتہ بل تختص بہ وبہ یفتی

اور بحر الرائق مین مبتغی سے منقول ہے باپ نے اپنی بیٹی کو جہیز دیا اور اوسکے قبضہ مین کر دیا تو اوسکو پھیر لینا اوس سے نہین پہونچتا اور نہ باپ کے وارثون کو بعد
مرنے باپ کے اگر بیٹی کو جہیز تسلیم کیا ہو یا باپ نے اپنی صحت مین لیا اس جہیز کی مالک بیٹی کو مخصوص ہوگی اور اسی پر فتوی ہے اور جہیز تسلیم نہین کیا تو پھیر لے سکتا ہے
اسواسطے کہ تملیک بدون تسلیم کے تمام نہین ہوتی اور اسیطرح اگر مرض الموت مین باپ نے جہیز تسلیم کیا تو وہ وصیت ہوگی اور وصیت وارث کے حق مین درست
نہین وکذا لو اشتراہ لہا فی صغرہا ولوالجیہ اور اسیطرح اگر استرداد ہوگا اگر باپ نے جہیز کو مول لیا صغیرہ بیٹی کے واسطے کذا فی الولوالجیہ اس صورت مین
تسلیم کی حاجت نہین اسواسطے کہ باپ کا قبضہ قائم مقام صغیرہ کے قبضہ کے ہے والحیلۃ ان یشہد عند التسلیم الیہا انہ انما سلمہ عاریۃ اور حیلہ استرداد
کا یہ ہے کہ گواہ کرے باپ بیٹی کے جہیز دینے کے وقت اسپر کہ جہیز کو بطور عاریت ہی دیا ہے والاحوط ان یشتریہ منہا ثم تبرئہ ذمہ اور زیادہ تر احتیاط
حیلہ استرداد مین یہ ہے کہ باپ جہیز کو بیٹی سے مول لے پھر بیٹی قیمت سے ابرا کرے کذا فی الدرر اخذ اہل المرأۃ شیئا عند التسلیم فللزوج ان یستردہ لانہ
رشوۃ زوجہ کے لوگون نے کچھ لیا تسلیم زوجہ کے وقت مثلا بھائی نے بدون لیے رخصت نہ کیا تو زوج اوسکو پھیر لے سکتا ہے اسواسطے کہ یہ رشوت ہے
جہز ابنتہ ثم ادعی ان ما دفعہ الیہا عاریۃ وقالت ہو تملیک او قال الزوج ذلک بعد موتہا لیرث منہ وقال الاب او ورثتہ بعد موتہ
عاریۃ فالمعتمد ان القول للزوج ولہا اذا کان العرف مستمرا ان الاب یدفع مثلہ جہازا لا عاریۃ جہیز دیا اپنی بیٹی کو پھر دعوی کیا کہ اوسکو
تو عاریت ہی دیا ہے اور بیٹی نے کہا کہ وہ تملیک ہے یا زوج نے بھی کہا بعد مرنے زوجہ کے تا کہ جہیز کا وارث ہو اور باپ نے یا اوسکے وارثون نے اوسکے مرنے کے
بعد کہا کہ عاریت ہے تو قول زوج اور بیٹی کا معتمد ہوگا جب رواج دائمی عموما ایسا ہو کہ باپ اتنا مال جہیز مین دیا کرتا ہو نہ بطور عاریت کے واما ان کان مشترکا
کمصر والشام فالقول للاب کما لو کان اکثر مما یجہز بہ مثلہا اور اگر رواج مشترک ہو یعنی بعضی جہیز دیتے ہون اور بعضی عاریت تو قول باپ کا معتمد ہوگا
چنانچہ اگر جہیز زیادہ تر ہے اوس سے جو اوس جیسی عورت کو ملا کرتا ہے یعنی رواج سے جہیز زیادہ تر دیا تو سوا ہی رواج کی زیادتی مین باپ کا قول معتمد ہوگا
والام کالاب فی تجہیزہا وکذا ولی الصغیرۃ شرح وہبانیہ اور ماں مثل باپ کے ہے بیٹی کے جہیز مین اور اسیطرح صغیرہ کا ولی کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی
اگر ماں نے جہیز تسلیم کر دیا تو استرداد نہین کر سکتی اور دعوی عاریت مین ماں اور ولی صغیرہ کا وہی حکم ہے جو باپ کا حکم معلوم ہوا واستحسن فی النہر تبعا
لقاضیخان ان الاب ان کان من الاشراف لم یقبل قولہ انہ عاریۃ اور مستحسن جانا ہے نہر الفائق مین قاضی خان کی پیروی سے یہ کہ اگر باپ اشراف مین سے
ہے تو اوسکا یہ قول مقبول ہوگا کہ جہیز عاریت ہے ولو دفعت فی تجہیزہا لابنتہا اشیاء من امتعۃ الاب بحضرتہ وعلمہ وکان ساکتا
وزفت الی الزوج فلیس للاب ان یسترد ذلک من ابنتہ لجریان العرف بہ اور اگر ماں نے بیٹی کو جہیز مین کچھ چیزین دین باپ کے اسباب سے اوسکے حضور اور
دانستہ مین اور وہ ساکت رہا اور بیٹی زوج کے گھر پہونچائی گئی تو باپ کو نہین پہونچتا کہ اوس جہیز کو پھیر لے اپنی بیٹی سے بسبب جاری ہونے رواج کے اسپر یعنی
رواج یہی ہے کہ باپ جہیز کو ماں پر سپرد کرتا ہے وکذا لو انفقت الام فی جہازہا ما ہو معتاد والاب ساکت لا تضمن الام وہما من المسائل
التسع والثلاثین بل الثمان والاربعین علی ما فی زواہر جواہر التی السکوت فیہا کالنطق اور اسیطرح اگر خرچ کیا ماں نے بیٹی کے جہیز مین اوس قدر جسکی عادت ہے
اور باپ ساکت رہے تو ماں پر ضمان نہین اور یہ دونون مسئلے اون انتالیس بلکہ اڑتالیس مسئلون مین سے ہین جنمین سکوت بمنزلہ نطق کے ہے کذا فی زواہر الجواہر ۞
فروع ۞ مسائل ملحقہ شارح کے لو زفت الیہ بلا جہاز یلیق بہ فلہ مطالبۃ الاب بالنقد قنیہ اگر پہونچائی گئی زوجہ زوج کی طرف بدون ایسے
جہاز کے جو لائق ہو زوج کے تو زوج کو جائز ہے مطالبہ باپ کا نقد مال مین کذا فی القنیہ حکم اوس صورت مین مخصوص ہے جہان عادت ہو کہ ولی کا زوجہ زوج سے
کچھ نقد لینا ہو بنکاح کیساتھ اون کے واسطے پر کچھ سامان زوج کا تیار کرتا ہو اور کچھ زوجہ کا تو ایسی صورت مین اگر زوج کے لائق دینے کے باپ نے کچھ دیا تو زوج
کو نقد مال پھیر لینا پہونچتا ہے اور اسیطرح عورت کو اپنے جہیز کا مطالبہ پہونچتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر قلت فی البحر عن المبتغی الا اذا سکت طویلا

فلا خصومۃ لہ اور بحر الرائق مین یہ مضمون زیادہ نقل کیا ہی مبتغی سے کہ جب زوج چپ یا مطالبہ سے مدت تک تو اوسکو نزاع کرنا نہین پہونچتا
اسواسطے کہ زمان طویل تک ساکت رہنا دلیل ہی رضامندی کی لکن فی النہر عن البزازیۃ الصحیح انہ لا یرجع علی الاب بشیٔ لان المال فی النکاح غیر
مقصود لیکن نہر الفائق مین بزازیہ سے منقول ہی کہ صحیح یہ قول ہی کہ زوج باپ سے کچھہ نہ پھیرلے اسواسطے کہ مال نکاح مین مقصود نہین کہا سید احمد طحطاوی
نے کہ یہ تصحیح مخالف ہی عرف کے اسواسطے کہ لوگون مین قلت دہیز اور کثرت مہر ننگ و عار ہی اور مال کا بالکل نکاح مین مقصود نہونا بھی علی الاطلاق صحیح نہین کہ
حق تعالی نے طلب نکاح کی بعوض مال کے مباح کی نکح ذمی او مستامن ذمیۃ او حربی حربیۃ ثمہ بمیتۃ او بلا مہر بان سکتا عنہ او نفیاہ
والحال ان ذا جائز عندہم فوطئت او طلقت قبلہ او مات عنہا فلا مہر لہا و لو اسلما او ترافعا الینا لانا امرنا بترکہم وما یدینون
نکاح کیا ذمی یا مستامن نے ذمیہ سے یا حربی نے نکاح کیا حربیہ سے دار الحرب مین مردار جانور کے مہر پر یا بدون مہر کے نکاح کیا اسطرح کہ دونون بیان مہر سے
ساکت رہے یا دونو نے مہر کی نفی کی اور حالانکہ یہ اونکے نزدیک جائز ہی پھر وطی ہوئی ذمیہ یا حربیہ کی یا طلاق قبل وطی کے ہوئی یا زوج زوجہ کو چھوڑکر مرگیا تو عورت
کا کچھہ مہر نہوگا اور نہ متعہ طلاق قبل وطی مین اگرچہ دونون مسلمان ہوگئے ہون اور ہمسے معاملہ رجوع کیا ہو تو بھی مہر نہوگا اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور ہین
ذمیون کے چھوڑنے پر اور اونکے دین کے چھوڑنے پر یعنی اونکے دین اور اعتقاد پر اونکو چھوڑنا چاہیے احکام اسلام کے اونپر جاری کرنیکا حکم نہین اسیواسطے
اونکو شراب پینے اور سور کہانے سے روکنا ہمکو نہین پہنچتا وتثبت بقیۃ احکام النکاح فی حقہم کالمسلمین من وجوب النفقۃ فی النکاح ووقوع
الطلاق ونحوہما کعدۃ ونسب وخیار بلوغ وتوارث بنکاح صحیح وحرمۃ مطلقۃ ثلثا ونکاح المحارم اور مہر کے سوا باقی احکام نکاح کے اونکے حق مین
ثابت ہونگے مثل مسلمانون کے جیسے واجب ہونا نفقہ کا نکاح مین اور واقع ہونا طلاق کا اور مثل ان احکام کے جیسے عدت اور نسب اور خیار بلوغ کا اور وراثت
نکاح صحیح سے اور حرام ہونا مطلقہ ثلثہ کا اور حرام ہونا نکاح محارم کا لیکن یہ احکام اوسوقت اونپر جاری ہونگے جبکہ ذکر کیے ان احکام کا اعتقاد ہو اور ہماری طرف
مرافعہ کرین کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان نکحہا بخمر او خنزیر عین ای مشار الیہ ثم اسلما او اسلم احدہما قبل القبض فلہا ذلک فتخلل الخمر
وتسیب الخنزیر ولو طلقہا قبل الدخول فلہا نصفہ اور اگر نکاح کیا ذمی نے ذمیہ سے شراب معین پر یا معین سور پر یعنی جسکی طرف اشارہ ہوا اسطرح کہ
اس سور پر نکاح کیا پھر دونون مسلمان ہوگئے یا ایک اونمین سے مسلمان ہوا قبضہ کرنے سے پہلے تو عورت کو وہی ملیگا یعنی وہی شراب اور سور پاویگی تو سرکہ کرڈالے
شراب کو اور چھوڑدے سور کو اور بہتر یہ ہی کہ سور کو قتل کرے کذا فی حاشیۃ المدنی اور اگر طلاق دی قبل دخول کے تو عورت کو آدھی شراب معین اور آدھا سور معین
ملیگا وفی غیر عین قیمۃ الخمر ومہر المثل فی الخنزیر اذ اخذ قیمۃ القیمی کاخذ عینہ اور عورت کو غیر معین شراب اور غیر معین سور مین قیمت
شراب کی ملیگی اور مہر مثل سور مین ملیگا یعنی سور کی قیمت لینا درست نہین اسواسطے کہ قیمت والی چیز کی قیمت لینا ویسا ہی ہی جیسے اوسی چیز کو بعینہ لینا
تو اگر سور کی قیمت لی تو گویا سور لیا فروع مسائل ملحقہ شارح کے الوطی فی دار الاسلام لا یخلو عن حد او مہر الا فی مسئلتین صبی
نکح بلا اذن وطاوعتہ وبائع امۃ وطیہا قبل التسلیم ویسقط من الثمن ما قابل البکارۃ والا فلا وطی دار الاسلام مین جو ملک یمین کے
خالی نہین حد یا مہر سے مگر دو مسئلون مین نہ حد ہی نہ مہر ایک مسئلہ یہ کہ لڑکے نابالغ نے نکاح کیا جوان عورت سے بدون اجازت اپنے ولی کے اور عورت نے
نابالغ کی اطاعت کی وطی مین تو اس صورت مین نہ حد ہی نہ مہر ہی دوسرا مسئلہ یہ کہ لونڈی کے بیچنے والے نے لونڈی سے وطی کی قبل تسلیم مشتری کے تو بائع پر نہ حد ہی نہ مہر
اور کم ہوجائیگی اس صورت مین وہ قیمت جو مقابل تھی بکارت کے یعنی ازالہ بکارت عیب ہوا تو اوتنی قیمت ساقط ہوگی اور اگر لونڈی باکرہ نہتھی تو کچھہ قیمت نہ گھٹے گی
تدافعت جاریۃ مع اخری فازالت بکارتہا لزمہا مہر المثل ایک لڑکی نے دوسری لڑکی کو ڈھکیلا سو اوسکی بکارت کو کھویا لازم ہوگا ڈھکیلنے والی پر
مہر مثل اور اسیطرح صبی اور مرد اجنبی کے ڈھکیلنے سے ازالہ بکارت کا اگر ہوگا تو اونپر بھی مہر مثل لازم آویگا کذا فی الحاشیۃ المدنی کتاب الصغیر تا الطحطاوی

بالمهر والوطء والمطالبة بتسليمها ان قبضت ای الکل صغیرہ کے باپ کو مطالبہ مہر کا زوج سے پہونچتا ہے اگرچہ زوج کو تمتع نہوا ہو اور زوج کو تسلیم صغیرہ
کا مطالبہ پہونچتا ہے اگر صغیرہ مرد کی برداشت کر سکتی ہو قال البزازی ولا یعتبر السن کہا بزازی نے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہوگا یعنی اگر زوج اور باپ میں خلاف ہو زوج کہتا ہے کہ
صغیرہ لائق تحمل مرد کے ہے اور باپ کہتا ہے کہ مرد کے لائق نہیں تو یہاں صغیرہ کی عمر کا اعتبار نہوگا بلکہ قاضی صغیرہ کو عورتوں کو دکھلاویگا اگر عورتیں کہیں کہ لائق مرد کے ہے تو
زوج کو تسلیم کرے اور نہیں تو نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی فلو سلمها فهربت لیس له مطالبتها اگر باپ نے اپنی بیٹی زوج کو تسلیم کی پھر وہ بھاگ گئی تو زوج پر اوسکی
طلب و تلاش لازم نہیں ہے اسواسطے کہ حرہ کے گم ہونے پر ضمان نہیں کہ طلب زوج پر لازم ہو بخلاف لونڈی کے کہ اگر کسیکے نکاح میں ہو اور بھاگ جاوے تو زوج پر تلاش لازم ہے
اسواسطے کہ اسکے گم ہونے میں زوج پر ضمان لازم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی خدع امرأة واخذها حبس الی ان یأتی بها او یعلم موتها کسی نے فریب دیا عورت کو اور اوسکو
نکال لیگیا تو وہ شخص قید کیا جاویگا یہانتک کہ اوسکو لے آوے یا عورت کا مرنا معلوم ہو المهر مهر السر فی العلانیة مہر وہی معتبر ہے جو پوشیدگی کا مہر ہے اور قول ضعیف
یہ ہے کہ ظاہر کا مہر معتبر ہے یعنی عورت سے نکاح کیا اور مخفی ایکہزار مثلا مہر مقرر کیا پھر دوسری بار نمود کے واسطے لوگوں میں دو ہزار کا مہر ٹھہرایا تو اس صورت میں مہر مخفی ہی کا اعتبار
ہوگا نہ علانیہ کا المؤجل الی الطلاق یتعجل بالرجعی ولا یتأجل برجعتها جو مہر کہ موجل ہو طلاق تک وہ معجل ہوجاتا ہے طلاق رجعی سے اور نہیں موجل ہوتا پھر عورت
کے رجعت کرنے سے ولو وهبته المهر علی ان یتزوجها فابی فالمهر باق نکحها اوّلا اگر عورت نے مہر بخشا اس شرط پر کہ مرد اوس سے نکاح کرلے سو مرد نے ہبہ مہر کا
قبول کیا تو مہر باقی ہے نکاح عورت سے کیا یا نکیا توضیح اس مسئلہ کی بحر الرائق میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی مطلقہ سے کہا کہ میں تجھسے نکاح نکرونگا جب تک تو اپنا مہر معاف نکرے سو
عورت نے بشرط نکاح مہر معاف کیا پھر مرد نے انکار کیا تو مہر باقی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی درصورت نکاح نکرنیکے تو مہر کا باقی رہنا ظاہر ہے اور نکاح کرنے میں مہر اسواسطے باقی ہے
کہ ہبہ بدون قبول کے تمام نہیں ہوتا اور حال آنکہ مرد ہبہ سے انکار کر چکا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو وهبته لابنها الصغیر ووکلته بقبضه صح اور اگر عورت نے اپنا مہر بیٹے کو
ہبہ کیا اور اوسکو مہر لینے پر وکیل کیا تو صحیح ہے اور ہبہ مہر کا بدون توکیل کے ناتمام ہے ولو احالت به انسانا فوهبته الزوج لم یصح وهذه حیلة من
یرید ان تهب ولا تصح اور اگر عورت نے اپنا مہر کسی آدمی کو حوالہ کیا یعنی زوج سے کہا کہ میرا مہر فلانے شخص کو دے اور زوج نے یہ حوالہ قبول کیا پھر عورت نے
وہی مہر زوج کو ہبہ کیا تو یہ ہبہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ مہر کا دوسرا آدمی مالک ہوگیا اور یہ حوالہ کرنے کا حیلہ اوس شخص کے واسطے ہے کہ جو چاہے کہ ہبہ کرے اور صحیح نہو

باب نکاح الرقیق

هو المملوک کلا او بعضا والقن المملوک کلا یہ باب ہے نکاح رقیق کا رقیق اوس غلام کو کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو یا تھوڑا یعنی نصف مملوک ہو یا ربع اور قن اوس غلام کو
کہتے ہیں جو بالکل مملوک ہو توقف نکاح قن وامة ومکاتب ومدبر وام ولد علی اجازة المولی فان اجازه نفذ وان رده بطل موقوف ہے نکاح قن اور لونڈی اور
مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا مولی کی اجازت پر تو اگر مولی نے نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوگیا اور اگر رد کیا تو باطل ہوگیا مکاتب وہ غلام ہے جسکو مالک نے کہا کہ تو سو روپے مثلا کہیں سے پیدا کرلا تو تو
آزاد ہے اور مدبر وہ غلام ہے جسسے مالک نے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے اور ام ولد وہ لونڈی ہے جو مالک کے تصرف میں رہے اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا فلو نکح بلا اذن فدخل
فیجب المثل بعد عتقه سو جب غلام وغیرہ کا نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا تو قبل اجازت مولی کے اس نکاح میں مہر نہیں جب تک وطی نہو اور جب وطی ہوئی
تو مہر مثل طلب کیا جاویگا بعد آزاد ہونے غلام کے اسواسطے کہ قبل آزادی کے غلام کسی چیز کا مالک نہیں اور مولی پر اسواسطے مہر لازم نہوگا کہ اوسکی بدون اجازت نکاح ہوا
ثم المراد بالمولی من له ولایة تزویج الامة من اب وجد وقاض ووصی ومکاتب ومفاوض ومتول پھر مولی سے مراد وہ شخص ہے جسکو اختیار ہو لونڈی کے نکاح
کر دینے کا جیسے صغیر کی لونڈی کا باپ اور دادا اور قاضی اور وصی اور مکاتب اور شریک مفاوض اور متولی وقف تو باپ اپنی بیٹی صغیر کی لونڈی کا نکاح کر سکتا ہے اور اسیطرح دادا
اور قاضی اور وصی ہے لیکن انکو یہ اختیار نہیں کہ اپنے غلام سے اوسکا نکاح کردیں اور اسیطرح مکاتب کو اپنی لونڈی کے نکاح کا اختیار ہے اور اسیطرح شریک مفاوض کو شرکت کی
لونڈی کا نکاح کر دینا جائز ہے اور اسیطرح وقف اور بیت المال کی لونڈی کا نکاح وہاں کے متولی کے اختیار رہے واما العبد فلا یملک تزویجه الا من یملک اعتاقه

اِعتاقه اور غلام کی تزویج کا کوئی مالک نہیں سوائے اوسکے جو مالک ہو اوسکے آزاد کرنیکا یعنی جو کل تصرفات کا مالک ہو وہی غلام کی تزویج کا مالک ہے تو باپ وغیرہ جو سابق
مین مذکور ہوچکے وہ نکاح عبد کے مالک نہیں کذا فی الدرر فان نکحوا باِلاذنِ فالمھر والنفقۃ علیھم ای علی القن وغیرہ او ہوتی سبب الوجوب منھم سو اگر
نکاح کیا قن وغیرہ نے مولی کے اذن سے تو مہر اور نفقہ اونپر لازم ہوگا یعنی قن اور مکاتب وغیرہ پر اسواسطے کہ سبب وجوب نفقہ اور مہر کا یعنی نکاح قن وغیرہ کی طرف سے ہوا
ویسقطان بموتہ مرلفوات محل الاستیفاء اور ساقط ہو جاتے مہر اور نفقہ غلاموں کی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل استیفا کے یعنی نفقہ اور مہر لینیکا مقام نہ رہا
ویباع قن فیھما اور بیچا جاویگا قن نفقہ اور مہر میں یعنی مالک قن کا اوسکو بیچے اور نفقہ اور مہر ادا کرے اور اگر مالک بیع سے انکار کرے تو قاضی بیع کرے لا یباع
غیرہ کمدبر بل یسعی نہین بیچا جائیگا سوائے قن کے جیسے مدبر اور مکاتب وغیرہ کی بیع نہوگی بلکہ محنت مزدوری کروائی جاویگی پھر جو مدبر کے نفقہ سے زائد ہوگا
وہ زوجہ کے مہر اور نفقہ مین صرف ہوگا ولو مات مولاہ لزمہ جملۃ ان قدر نہر وقنیہ اور اگر مدبر کا مولی مرگیا تو مدبر پر یکبارگی مہر لازم ہوگا اگر اوسکو مقدور ہو
اور اگر مقدور نہو تو قدرت تک انتظار ہوگا کذا فی النہر والقنیہ لکنہ یباع فی النفقۃ مرارًا ان تجددت لیکن قن بیچا جائیگا نفقہ مین بار بار اگر متجدد ہوگا نفقہ یعنی
جب غلام پر زوجہ کا نفقہ اتنا ہوگیا کہ دینے سے عاجز ہوا تو واسطے ادائے نفقہ کے بیچا جائیگا پھر جب دوسری بار نفقہ سے عاجز ہوگا تو پھر بیچا جائیگا علی ہذا القیاس
وفی المھر مرۃ ویطالب بالباقی بعد عتقہ الا اذا باعہ منھا خانیہ اور بیچا جائیگا قن مہر مین ایکبار پھر اگر مہر کچھ باقی رہیگا تو مطالبہ باقی مہر کا ہوگا
بعد اوسکے آزاد ہونے کے مگر اوس صورت مین باقی مہر کا مطالبہ نہین جب مالک نے غلام کو اوسکی زوجہ کے ہاتھ بیچا کذا فی الخانیہ یعنی مالک نے اپنے غلام کا نکاح
ایک عورت سے کیا ہزار درہم کے مہر پر پھر غلام کو ادائے مہر کیواسطے اوسی عورت کے ہاتھ سو درہم کو بیچا پھر وہ مول لینے سے نکاح ٹوٹ گیا تو نوسو درہم عورت کا مہر مین گیا
اور ایک سو درہم جو مہر باقی رہا تھا سو ساقط ہوگیا اگر غلام آزاد بھی ہو تو بھی مطالبہ نہین ولو زوج المولی امتہ من عبدہ لا یجب المہر فی الاصح ولو اجب قال لم ازل
بل یسقط وعمل الخلاف اذا لم تکن الامۃ ماذونۃ فان کانت یبیع ایضًا لانہ یثبت لھا ثم ینتقل للمولی نہر اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی لونڈی کا
اپنے غلام سے تو نہ واجب ہوگا مہر قول اصح مین کذا فی الولوالجیہ بزازی نے کہا بلکہ مہر واجب ہوگا پھر ساقط ہو جاویگا اور وجوب اور عدم وجوب کا اختلاف اوسوقت ہے
جب کہ لونڈی ماذون اور قرضدار نہو اور اگر مولی کی اجازت سے لونڈی قرضدار ہو تو اوس لونڈی کا شوہر غلام بھی بیچا جائیگا ادائے مہر کے واسطے اسواسطے کہ مہر
ثابت ہوتا ہے اول لونڈی کے لیے بعد اسکے اگر لونڈی قرضدار نہو تو پھر تا ہے مولی کیطرف کذا فی النہر اور یہان تو لونڈی قرضدار ہے تو اوسکے مہر سے اول اوسکا قرض ادا کیا
جائیگا پھر اگر کچھ قرض باقی رہیگا تو خود لونڈی مولی کی اجازت سے بیچی جائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی فلو باعہ سیدہ لا یبیع ما ذوجہا امرأۃ فالمھر فی رقبتہ
یدور معھا این ما دار کدین الاستہلاک پھر اگر غلام کو اوسکے مالک نے بیچا بعد نکاح کرنے غلام کے ایک عورت سے تو مہر اوس عورت کا غلام کی گردن پر ہے
پھر اگر یگا مہر جہان غلام پھر یگا یعنی غلام اگرچہ دس بار بیچا اور کسی مالک کے پاس رہے مہر عورت کا اوسپر باقی رہیگا جیسے استہلاک کا دین یعنی اگر غلام کسی شخص کا مال ضائع کردے
تو اوسکے دین مین بیچا جائیگا اگرچہ ایک دو بار بک چکا ہو لکن للمرأۃ فسخ البیع لو المھر علیہ لا ن دینھا کانت کالغرماء منح لیکن عورت کو اختیار ہے مالک
کی بیع کو فسخ کردینے کا اگر مہر غلام پر باقی ہو اسواسطے کہ مہر بھی دین ہے تو عورت مثل قرضخواہون کے ہوگی کذا فی المنح الغفار یعنی اگر عبد ماذون پر قرض ہو اور اوسکا مالک
اوسکو بیع کرے تو قرضخواہون کو اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور اوسکی قیمت قرض مین لین اور چاہین بیع کو فسخ کرین اسیطرح مہر عورت کا بھی دین ہے
تو اوسکو بھی فسخ بیع مین اور جائز رکھنے مین اختیار ہے وقولہ لعبدہ طلقھا رجعیۃ اجازۃ للنکاح الموقوف اور یون کہنا مالک کا اپنے غلام
سے کہ عورت کو طلاق رجعی دیدے یہ اجازت ہے نکاح موقوف کی اسواسطے کہ طلاق رجعی بدون نکاح صحیح کے نہین ہوتی لا طلقھا او فارقھا لانہ یستعمل
للمتارکۃ فتحمل ادنیٰ بحلاف الفضولی اور یون کہنا مالک کا کہ اوسکو طلاق دے یا اوسکو چھوڑ دے یہ نکاح موقوف کی اجازت
نہوگی اسواسطے کہ طلاق اور مفارقت کا لفظ چھوڑ دینے مین بھی مستعمل ہوتا ہے یعنی یہ دونو لفظ اجازت اور رد دونو مین محتمل ہین اسواسطے عدم اجازت

پر محمول رکھا یہاں تک کہ اگر مولیٰ بعد عتق لینے ان لفظوں کے اگر غلام کے نکاح کو جائز رکھیگا تو بھی نکاح نافذ نہوگا بخلاف نکاح فضولی کے یعنی ایک فضولی نے کسی مرد کا عورت
سے نکاح کردیا پھر جب اوس مرد کو نکاح کی خبر پہنچی تو اوسنے کہا کہ اوسکو طلاق دیدے تو نکاح کی اجازت ہوگی اسواسطے کہ زوج کو اختیار ہے طلاق دینے کا تو طلاق کا حکم بھی
دیسکتا ہے اور طلاق بدون ثبوت نکاح کے متصور نہیں بخلاف مولیٰ کے کہ اوسکو طلاق کا اختیار نہیں واذنہ لعبدہ فی النکاح ینتظم جائزہ وفاسدہ فیباع
العبد لمہر من نکحہا فاسدا بعد اذنہ فوطیہا خلافا لہما اور اذن دینا مولیٰ کا اپنے غلام کو نکاح میں شامل ہے نکاح جائز اور نکاح فاسد کو تو بیچا جائیگا غلام اوس
عورت کے مہر میں جس سے نکاح فاسد کیا بعد اذن مولیٰ کے پھر اوس سے وطی کی بخلاف مذہب صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اذن مولیٰ کا نکاح فاسد کو
شامل نہیں اور نکاح فاسد میں بعد وطی کے غلام نہ بیچا جائیگا بلکہ بعد آزاد ہونے کے اوسپر مہر لازم آویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نوی المولی الصحیح فقط تقید
کما لو نص علیہ ولو نص علی الفاسد صح وصح الصحیح ایضا نہر اور اگر مولیٰ نے غلام کو نکاح کا اذن دیا اور فقط صحیح نکاح کی نیت کی تو یہ اذن نکاح صحیح کو مخصوص
ہوگا چنانچہ اگر مولیٰ تصریح کردے اذن میں نکاح صحیح پر تو فقط صحیح منعقد ہوگا نہ فاسد اور اگر تصریح کی مولیٰ نے نکاح فاسد کے اذن پر تو نکاح فاسد کرنا درست ہوگا
اور نکاح صحیح بھی درست ہوگا کذا فی النہر ولو نکحہا ثانیا صحیحا او نکح اخری بعد ما نکحہا وقف علی الاجازۃ لانتہاء الاذن بمرۃ وان نوی مرارا اور اگر
مطلق اذن دیا مولیٰ نے سو غلام نے نکاح فاسد کیا ایک عورت سے پھر دوسری بار اوسی عورت سے نکاح صحیح کیا یا دوسری عورت سے نکاح صحیح کیا پہلی عورت کے بعد
تو یہ نکاح ثانی موقوف ہوگا مولیٰ کی اجازت پر اسواسطے کہ مولیٰ کا اذن ایکبار نکاح کرنے پر منتہی ہوچکا اگرچہ مولیٰ نے چند بار نکاح کرنیکی نیت کی ہو تو بھی نکاح ثانی
اجازت پر موقوف رہیگا ولو نوی مرتین صح لانہا کل نکاح العبد اور اگر مولیٰ نے اپنے اذن میں دو بار دو عورتوں سے نکاح کرنیکی نیت کی تو یہ نیت دو بار کی صحیح ہوگی اور
غلام کو دوسری عورت سے نکاح کرنا درست ہوگا اسواسطے کہ دو نکاح کرنا غلام کے نکاح کی تمامی ہے یعنی غلام کو دو نکاح سے زیادہ کرنا درست نہیں وکذا التوکیل
بالنکاح اور اسی طرح وکیل کرنا نکاح میں یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا نکاح کردے تو وکیل کو ایک نکاح کے سوا دوسرا نکاح کرنیکا اختیار نہیں بخلاف
التوکیل بہ فانہ لا یتناول الفاسد فلا ینتہی بہ یعنی اذن مولیٰ کا نکاح صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے بخلاف توکیل بالنکاح کے کہ وہ نکاح فاسد کو شامل نہیں
تو وکالت نکاح فاسد پر منتہی بھی نہوگی اسی قول کا فتویٰ ہے یعنی اگر نکاح کے وکیل نے فاسد نکاح کیا تو نافذ نہوگا اور نکاح فاسد کرنیسے اوسکی وکالت بھی منقطع نہوگی تو اگر اوسی
عورت سے یا دوسری عورت سے دوسری بار نکاح صحیح وکیل کردیگا تو نافذ ہوگا والوکیل بنکاح فاسد لا یملک الصحیح بخلاف البیع ابن ملک اور نکاح فاسد کا وکیل
مالک نہیں صحیح نکاح کرنیکا بخلاف بیع کے یعنی بیع فاسد کا وکیل بیع صحیح کا مالک ہے کذا ذکر ابن الملک فی شرح الملتقی وفی الاشباہ فی قاعدۃ الاصل فی الکلام الحقیقۃ
الاذن فی النکاح والبیع والتوکیل بالبیع یتناول الفاسد وبالنکاح لا اور اشباہ کے اس قاعدہ میں کہ اصل ہر کلام میں معنی حقیقی ہیں نہ مجازی یوں کہا ہے کہ نکاح اور
بیع کے اذن میں اور بیع کی وکالت میں فاسد بھی شامل ہے اور نکاح کی وکالت میں نکاح فاسد شامل نہیں یعنی اگر مولیٰ غلام کو نکاح اور بیع کا اذن دے تو یہ اذن نکاح صحیح اور
فاسد کو اور بیع صحیح اور بیع فاسد دونوں کو شامل ہے اور اسیطرح بیع کی وکالت بیع صحیح اور فاسد دونوں کو عام ہے لیکن نکاح کی وکالت نکاح فاسد کو شامل نہیں والیمین علی
نکاح وصلوۃ وصوم وحج وبیع ان کانت علی الماضی تناولہ وان علی المستقبل لا اور قسم نکاح پر اور نماز پر اور صوم اور حج اور بیع پر اگر فعل ماضی پر ہو تو فاسد کو بھی شامل ہے اور
اگر قسم فعل مستقبل پر ہے تو سوائے صحیح کے فاسد کو شامل نہیں یعنی اگر یوں قسم کھائی کہ میں نے نکاح نہیں کیا تو نکاح صحیح اور فاسد دونوں کو شامل ہے اور اگر قسم کھائی
کہ میں نکاح نکرونگا تو فقط صحیح کو شامل ہے نہ فاسد کو تو حانث نہوگا مگر صحیح نکاح سے اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ میں نے نماز نہیں پڑھی اور حج نہیں کیا یا بیع نہیں کی تو
نماز فاسد اور حج فاسد اور بیع فاسد سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ میں نماز نہ پڑھونگا یا حج نکرونگا یا بیع نکرونگا تو حانث نہوگا مگر نماز صحیح اور
حج صحیح اور بیع صحیح سے ولو زوج عبدا لہ ماذونا مدیونا امرأۃ صح وساوت المرأۃ غرماءہ فی مہر مثلہا والاقل والزائد علیہ یطالب بہ بعد استیفاء
الغرماء اور اگر نکاح کیا مولیٰ نے اپنے غلام ماذون قرضدار کا تو نکاح صحیح ہوگا اور برابر ہوجائیگی عورت غلام کے قرضخواہوں سے اپنے مہر مثل میں اور کمتر میں

یعنی جیسے اور قرضخواہ غلام کی کمائی سے حصہ لیتے ہین ویسا ہی عورت بھی حصہ پاویگی جو مہر مثل ہین اور کمتر مین اور جو مہر کہ زائد ہی مہر مثل سے اور اقل ہے تو عورت غلام سے
مطالبہ کریگی زائد کا قرضخواہون کے قرض پانیکے بعد کدین الصحۃ مع دین المرض جیسے دین صحت کا ساتھ دین مرض کے یعنی ایک شخص پر قرض ہی حالت صحت کا
اور حالت مرض کا تو اول صحت کا دین دیا جائیگا پھر اگر کچھ مال باقی رہیگا تو دین مرض کا ادا ہوگا الا اذا باعہ منھا کما مر مگر جبکہ مولی نے غلام کو عورت کے ہاتھ بیچا تو باقی
مہر کا مطالبہ غلام پر نرہیگا چنانچہ یہ مسئلہ سابق مین مذکور ہوا صورت اوسکی یہ ہی کہ مولی نے غلام مدیون کا نکاح ایک عورت سے ہزار درم کے مہر پر کیا اور غلام پر سابق
سے ہزار درم قرض تھے پھر مولی نے غلام کو اوسی عورت کے ہاتھ قرضخواہون کی اجازت سے دوسو درم کو بیچا تو نوسو درم کو قرضخواہ اور عورت موافق اپنے حصون کے
بانٹ لینگے اور جسقدر عورت کا مہر باقی رہیگا وہ ساقط ہوگا کذا فی الحاشیۃ المدنی ولو زوج بنتہ مکاتبہ ثم مات لا یفسد النکاح لانھا لم تملک المکاتب
بموت ابیھا الا اذا عجز فرد فی الرق فحینئذ یفسد للتنافی اور اگر نکاح کیا مولی نے اپنی بیٹی کا اپنے مکاتب غلام سے پھر مولی مرگیا تو نکاح فاسد نہین ہوتا
اسواسطے کہ بیٹی مالک نہین ہوئی مکاتب کی اپنے باپ کے مرنے سے مگر جب کہ عاجز ہوا ادا کرنے بدل کتابت سے اور پھر غلام بنایا گیا اوسوقت مین نکاح فاسد ہوگا بسبب
مخالفہ ہونے زوجیت اور ملکیت کے زوج امتہ او ام ولدہ لا یجب علیہ تبوئتھا وان شرطھا فی العقد نکاح کر دیا مولی نے اپنی لونڈی کا یا ام ولد کا تو واجب نہین
مولی پر شب باشی کرنا لونڈی کا زوج کے گھر اگرچہ مولی نے شب باشی نکاح مین شرط کر لی ہو تو بھی واجب نہین ہو اسطے کہ مولی کا حق زوج کے حق پر مقدم ہی اگر کوئی کہے
کہ کیا سبب ہی کہ شب باشی کی شرط مولی پر لازم نہوئی اور اگر زوج لونڈی کا ازادی اولاد کی شرط کرلے تو آزادی ثابت ہو جاتی ہی اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول
مین دیا اما لو شرط الحر حریۃ اولادھا فیہ صح وعتق کل من ولدت فی ھذا النکاح لان قبول المولی الشرط والتزویج علی اعتبارہ ھو
معنی تعلیق الحریۃ بالولادۃ فیصح فتح ومفادہ انہ لو باعھا او مات عنھا قبل الوضع فلا حریۃ لیکن اگر شرط کرلیا زوج حر نے آزاد ہونا لونڈی
کی اولاد کا عقد مین تو یہ شرط صحیح ہوگی اور آزاد ہونگے جنکو لونڈی اس نکاح مین جنیگی اسواسطے کہ قبول کرنا مولی کا اس شرط کو اور نکاح کر دینا اس شرط کے اعتبار پر
درحقیقت آزادی کی تعلیق ہی ولادت پر یعنی گویا مولی نے لونڈی سے یون کہا کہ اگر تو اس نکاح مین اولاد جنیگی تو وہ سب حر ہین تو یہ تعلیق صحیح ہوگی
اور جب تعلیق صحیح ہوئی تو بالضرور حریت اولاد کی ثابت ہوگی اور مولی کو اسمین کچھ اختیار باقی نرہیگا بخلاف شب باشی کی شرط کے کہ اوسمین تعلیق کے
معنی نہین ہوسکتے کذا فی فتح القدیر اور اس تعلیل سے یہ نکلا کہ اگر مولی نے اوس لونڈی کو بیچا یا اوسکو چھوڑکر مرگیا قبل ولادت کے تو اولاد کی آزادی نہ ثابت
ہوگی اسواسطے کہ تعلیق نہین صحیح ہوتی مگر اوسوقت کہ تعلیق کرنیوالا زندہ ہو اور مالک ہو وجود شرط کے وقت ولو ادعی الزوج الشرط ولا بینۃ
لہ حلف المولی نھر اور اگر دعوی کیا لونڈی کے زوج نے حریت اولاد کی شرط کا اور اوسکے پاس گواہ نہین تو قسم کھاوے مولی کذا فی النھر لکن لا نفقۃ
ولا سکنی الا بھا بان یدفعھا الیہ ولا یستخدمھا لیکن لونڈی کا نفقہ اور سکنی زوج پر نہین بدون شب باشی کے شب باشی کا یہ طریق ہی کہ مولی اوسکو اوسکے
شوہر کے حوالہ کرے اور اوس سے خدمت نلیوے وتخدم المولی ویطاء الزوج ان ظفر بھا فارغۃ عن خدمۃ المولی ویکفی فی تسلیمھا قولہ متی ظفرت
بھا وطئتھا نھر اور لونڈی خدمت کیا کرے مولی کی اور وطی کرے زوج اگر اوسکو پاویے مولی کی خدمت سے خالی اور کفایت کرتا ہی لونڈی کی تسلیم مین مولی کا یون
کہنا اوسکے زوج سے کہ جب اوسکو خالی پایا کر تو وطی کیا کر کذا فی النھر فان بوأھا ثم رجع عنھا صح رجوعہ لبقاء حقہ وسقطت النفقۃ سو اگر مولی
نے شب باشی کی اجازت دی پھر اوس سے رجوع کی تو اوسکا رجوع کرنا صحیح ہوگا بسبب باقی رہنے حق مولی کے اور ساقط ہوگا نفقہ زوج سے یعنی زمان
آیندہ کا نفقہ نہ طلب ہوگا اور گذشتہ کا نفقہ البتہ طلب ہوگا ولو خدمتہ ای السید بعد التبوئۃ بلا استخدامہ واستخدمھا نھارا واعادھا
لبیت الزوج لیلا لا تسقط لبقاء التبوئۃ اور اگر خدمت کی لونڈی نے مولی کی بعد اجازت شب باشی کے بدون خواہش مولی کے یا مولی نے اوس سے
دن کی خدمت چاہی اور رات کو شوہر کے گھر اوسکو بھیجا تو نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا بسبب باقی رہنے شب باشی کے وکذا ای المولی السفر بھا

ای بامتہ وان ابی الزوج ظہیریہ اور مولی کو اختیار ہے اپنی منکوحہ لونڈی کو سفر مین لیجانیکا اگرچہ اوسکا زوج نمانے کذا فی الظہیریہ وله اجبار قنہ وامتہ ولو کانت ام ولدٍ اور مولی کو اختیار ہے اپنے قن اور لونڈی کے نکاح مین جبر کرنیکا اگرچہ لونڈی ام ولد ہوا سواسطے کہ اوسکی ملکیت کامل ہے تو اوسکو نکاح مین زبردستی کرنا جائز ہے اگرچہ وہ راضی نہون مگر مار کوٹ کر نکاح نکرنا چاہیے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن البحر ولا یلزمہ الاستبراء بل یندب فلو ولدت لاقل من نصف حولٍ فھو من المولی والنکاح فاسد لحجۃ من الاستیلاد وثبوت النسب اور لازم نہین مولی پر استبرا بلکہ مستحب ہے یعنی جو لونڈی مولی کے تصرف مین ہو اور وہ اوسکا نکاح کر دے تو استبرا مولی پر ضرور نہین سو اگر لونڈی بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر مین جنے وہ لڑکا مولی کا بیٹا ہوگا اور نکاح فاسد ہو جائیگا بشرطیکہ قنہ اور مدبرہ مین مولی نے دعوی نسب کا کیا ہو اور ام ولد مین نفی ولد کی نکی ہو چنانچہ یہ مسئلہ بحر الرائق کے باب الاستیلاد اور ثبوت النسب مین مذکور ہے علی النکاح وان لم یرضیا لا مکاتبہ ومکاتبتہ بل یتوقف علی اجازتھما ولو صغیرین الحاقا بالبالغ مولی کو جبر کرنیکا اختیار ہے لونڈی غلام کے نکاح پر اگرچہ دونو راضی نہون نہ غلام مکاتب پر اور نہ لونڈی مکاتبہ پر بلکہ نکاح مکاتب اور مکاتبہ کا اون دونو کی اجازت پر موقوف ہے اگرچہ دونو صغیر ہون بسبب ملا دینے صغیرین کے بالغ کے ساتھ یعنی بسبب کتابت کے مکاتب اور مکاتبہ خود مختار ہوگئے تو اونکا نکاح اونکی اجازت پر موقوف رہا یہانتک کہ اگر دونو صغیر بھی ہونگے تو بھی اونکا نکاح اونکی اجازت پر ہی موقوف رہیگا یعنی بسبب کتابت کے صغیر بھی بالغ کے برابر ہوگیا مولی کا اختیار نکاح کرنے مین باقی نرہا فلو ادیا فعتقا عاد موقوفا علی اجازۃ المولی لا علی اجازتھما لعدم اھلیتھما ان لم یکن عصبۃ غیرہ پھر اگر مکاتب اور مکاتبہ صغیرین نے نکاح ہونے کے بعد مال کتابت کا مولی کو ادا کیا تو آزاد ہوگئے نکاح پھر پلٹا مولی کی اجازت پر موقوف ہو کر نہ صغیرین کی اجازت پر بسبب عدم اہلیت صغیرین کے اگر کوئی عصبہ صغیرین کا نہو سوائے مولی کے تب مولی کی اجازت پر نکاح اونکا موقوف ہوگا اور اگر صغیرین کا بعد آزاد ہونیکے بھائی یا چچا ہوگا تو اوسکی اجازت پر موقوف رہیگا نہ مولی کی اجازت پر خلاصہ یہہ کہ مولی نے مکاتب اور مکاتبہ صغیرین کا نکاح کیا نکاح نافذ نہوا اسواسطے کہ مکاتب پر ولایت جبری نہین بلکہ صغیرین کی اجازت پر موقوف تہا بعد اسکے صغیرین نے بدل کتابت ادا کیا تو آزاد ہوگئے تو اب بہی نکاح مولی کی اجازت پر موقوف ٹھہرا اسواسطے کہ بسبب آزاد ہونے صغیرین کے مولی کی ولایت جدید پیدا ہوئی سواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ ہوتا ہے اور یہ مسئلہ عجیب ہے کہ لڑکا جب تک مملوک تہا تو مختار تہا اور بعد آزاد ہونیکے مجبور ہوگیا اور مولی کی ملکیت قبل آزادی کے مکاتب پر تھی تب اوسپر اختیار تہا اور بعد آزاد ہونیکے بالکل ملکیت باقی نرہی اب اختیار حاصل ہوا ولو عجزا توقف نکاح المکاتب علی رضی المولی ثانیا لعود مؤن النکاح علیہ اور اگر عاجز ہوئے مکاتب اور مکاتبہ ادا ے بدل کتابت سے تو موقوف رہیگا نکاح مکاتب کا مولی کی رضامندی پر دوبارہ اسواسطے پہر آنے تصرف اور زیرباری نکاح کے مولی پر یعنی اول مکاتب کی رضا پر موقوف تہا جب مکاتب عاجز ہوا تو خالص غلام ہوگیا اوسکی اجازت اور عدم اجازت کا کچھ اعتبار نرہا اب دوسری بار مولی کی اجازت چاہیئے اور مولی کی بھی اول رضا کا اعتبار نہین اسواسطے کہ مہر اور نفقہ اسوقت مین مکاتب پر تھا نہ مولی پر جب مکاتب عاجز ہوا تو اوسکی کمائی مولی کی ہوگئی اسواسطے دوسری بار مولی کی رضامندی ضرور ہوئی وبطل نکاح المکاتبۃ لانہ طرا حل بات علی موقوف فابطلہ والدلیل یعمل العجائب وبحث الکمال ھنا غیر صائب اور باطل ہوگیا نکاح مکاتبہ کا عاجز ہونے سے اسواسطے کہ طاری ہوئی حلت قاطعہ موقوف پر سو اوسکو مٹا ڈالا اور دلیل سے امور عجیبہ ثابت ہوتے ہین اور اعتراض کمال الدین ابن الہمام کا یہان ٹھیک نہین یعنی جب مولی نے مکاتبہ کا نکاح بدون اوسکی رضا کے کر دیا تو وہ نکاح موقوف تہا اوسکی اجازت پر پہر جب مکاتبہ ادا ے بدل کتابت سے عاجز ہوگئی تو رقیت عود کیا تو مولی پر بسبب عود ملکیت کے اوسکی وطی حلال ہوئی اس حلت کا مدنے نکاح موقوف غیر نافذ کو مٹا ڈالا نکاح باطل ہوگیا محقق ابن الہمام نے یہان اعتراض کیا ہے کہ بعد آزاد ہونے مکاتب صغیر کے اوسکے نکاح کا اجازت پر موقوف ہونا معقول نہین اسواسطے کہ مولی کی ولایت بعد آزاد ہونے کے باقی نرہی خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ بعد آزاد ہونے صغیر کے مولی کو بسبب حکم ولا کے ولایت جدیدہ حاصل ہوئی اور جو ولایت کہ منتفی ہوئی وہ بحکم ملک تھی موقوف ہونا اوسکے نکاح کا مولی کی اجازت پر بلا تردد معقول ہوگیا دلیل کی یہی صفت ہے کہ ایسے مسائل عجیبہ اوس سے ثابت ہو جاتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر ولو قتل المولی امتہ قبل الوطی او خطا

خطاءً فتح وھو مکلف فلو صبیا لم یسقط علی الراجح ذکرہ المصنف سقط المھر لمنعہ البدل کحرۃ ارتدت ولو صغیرۃ اور اگر قتل کیا مولی نے اپنی لونڈی کو قبل وطی یا خلوت صحیحہ کے اگرچہ قتل خطا کا ہو کذا فی فتح القدیر اور حال آنکہ مولی مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہو تو اگر مولی لڑکا ہوگا تو مہر ساقط نہوگا بنا بر قول راجح کے چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح مین ذکر کیا تو مولی کے قتل سے ساقط ہوگا مہر لونڈی کا اوسکے زوج پر سے بسبب روکنے مولی اسکے عوض کو یعنی مہر عوض ہو وطی کا جب قبل وطی مولی نے لونڈی کو قتل کیا تو مہر کو کس وجہ سے پاویگا جیسے حرہ کا مہر ساقط ہوجاتا ہو اوسکے مرتد ہونے سے قبل وطی کے اگرچہ حرہ صغیرہ ہو تو بھی ساقط ہوگا اسواسطے کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی نہ مرد کی طرف سے لا لو فعلت ذلک القتل امرأۃ ولو امۃ علی الصحیح خانیۃ بنفسھا او قتلھا وارثھا او ارتدت الامۃ او قبلت ابن زوجھا کما رجحہ فی النھر اذ لا تفویت من المولی نہ مہر ساقط ہوگا اگر یہ قتل عورت نے کیا اگرچہ لونڈی ہو بنا بر قول صحیح کے کذا فی الخانیہ عورت نے خود آپ کو قتل کیا یا اوسکے وارث نے اوسکو قتل کیا یا لونڈی مرتد ہوگئی یا اوسنے زوج کے فرزند کا بوسہ لیا چنانچہ نہر الفائق مین اسی قول کو ترجیح دی ہے لونڈی کے قتل اور مرتد ہونے اور بوسہ لینے سے اسواسطے مہر نہ ساقط ہوگا کہ مولی کی طرف سے تفویت اور قصور نہین یعنی مہر کا مالک مولی ہو تو لونڈی کے قصور سے مہر کیونکر ساقط ہوگا اور اسیطرح اگر حرہ نے آپکو قتل کیا تو اوسکے مہر کے وارث مالک ہونگے اور اگر اوسکے وارث نے حرہ کو قتل کیا تو اور وارث مالک ہونگے ان صورتون مین مہر نہین ساقط ہوتا او فعلہ بعدہ ای الوطی لتقررہ بہ یا مولی مکلف نے لونڈی کا قتل بعد وطی کے کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بسبب ثابت ہوجانے مہر کے وطی سے ولو فعلہ بعبدہ او مکاتبۃ او ماذونۃ المدیونۃ لم یسقط اتفاقا اور اگر مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا یا اپنی مکاتبہ کو قتل کیا یا لونڈی ماذونہ قرضدار کو قتل کیا تو مہر نہ ساقط ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ مہر کا مالک ان صورتون مین مولی نہین جب مولی نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اوسکی زوجہ غلام کی قیمت سے اپنا مہر مولی سے لیگی والاذن فی العزل وھو الانزال خارج الفرج لمولی الامۃ لا لھا لان الولد حقہ وھو یفید التقیید بالبالغۃ وکذا الحرۃ نہر اور اذن دینا عزل مین عزل خارج شرمگاہ کے انزال کو کہتے ہین او بہتر تعریف عزل کی بحر الرائق مین معراج سے منقول ہو وہ یہ کہ وطی کرے جب وقت انزال کا آوے تو علیحدہ ہوکر خارج شرمگاہ کے انزال کرے سو عزل مین اجازت دینا مولی کے اختیار مین ہو نہ لونڈی کے اسواسطے کہ لونڈی کا لڑکا حق ہو مولی کا اور اس سے یہ نکلتا ہو کہ لونڈی کو بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنی جب لڑکا مولی کا حق ٹھہرا تو اگر لونڈی بالغہ ہو تو اوسکا شوہر مولی سے عزل کی اجازت لے صغیرہ لونڈی مین اجازت مولی کی حاجت نہین اسواسطے کہ صغیرہ کے لڑکا نہین ہوتا جو عزل سے مولی کا حق تلف ہو اور اسیطرح حرہ کو بھی بالغہ کر مقید کرنا چاہیے یعنی اگر حرہ بالغہ ہو تو اوسکا شوہر اوس سے عزل کی اجازت لے اور صغیرہ سے اجازت کی حاجت نہین کذا فی النہر ویعزل عن الحرۃ وکذا المکاتبۃ نہر بحثا باذنھا اور عزل کرے حرہ سے حرہ کی اجازت سے اور یہی حال ہو مکاتبہ کا چنانچہ نہر الفائق مین ہو باعتبار بحث کے لکن فی الخانیۃ انہ یباح فی زماننا لفساد الزمان قال الکمال فلیعتبر عذرا مسقطا لاذنھا لیکن خانیہ مین ہو کہ عزل حرہ سے بدون اذن حرہ کے مباح ہو ہمارے زمانے مین بسبب فساد زمانہ کے یعنی اسوقت مین اکثر لڑکے اطاعت نہین کرتے والدین کو رنج پہونچاتے ہین تو کمال الدین محقق نے کہا کہ فساد زمانے کو اذن حرہ کا عذر مسقط اعتبار کرنا چاہیے وقالوا یباح اسقاط الولد قبل اربعۃ اشھر ولو بلا اذن زوج اور کہا ہو فقہا نے کہ مباح ہو اسقاط ولد کا چار مہینے سے پہلے اگرچہ بے اجازت زوج کی ہو یعنی جان پڑنے سے قبل پیٹ کا گرانا درست ہو ہرچند شارح نے اسقاط ولد مطلقا بیان کیا لیکن حق یہ ہو کہ بدون ضرورت کے جائز نہین جیسے لڑکا عورت کا دودھ پیتا ہو اور اوسکے حمل رہ گیا اور زوج کو دایہ رکھنے کی طاقت نہین تو بسبب خوف ہلاکی ولد کے اسقاط قبل نفخ روح کے جائز ہو خانیہ کے باب الکراہیت مین ہو کہ مین نہین کہتا کہ اسقاط مطلقا مباح ہو اسواسطے کہ محرم اگر شکاری پرند کا انڈا توڑے تو اوسپر ضمان ہو اسواسطے کہ انڈا اصل ہو پرند کی جب محرم ماخوذ ہوا تو سعید اسقاط مین کیونکر گناہ نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وعن امتہ بغیر اذنھا بلا کراھیۃ فان ظھر بھا حبل حل نفیہ ان لم یعد قبل البول اور عزل کرے اپنی لونڈی سے بدون اوسکی اجازت کے بلا کراہیت سو اگر لونڈی سے عزل کیا اور اوسکے حمل ظاہر ہوا تو مولی کو اوسکی نفی کرنا درست ہو یعنی یون کہنا کہ یہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہو درست ہو بشرطیکہ دوبارہ وطی نکی ہو پیشاب کرنے سے پہلے یعنی اگر مولی نے اول جماع کیا اور عزل کیا پھر بدون پیشاب کیے

دوبارہ عزل کیا تو نفی کرنا درست نہوگا اسواسطے کہ احتمال ہی کہ بقیہ منی دوسرے عزل مین نکلی ہو اور جب حمل کی ہوئی ہو اور دوسری شرط نفی کی یہ ہی کہ لونڈی غیر محصنہ ہو
یعنی گھر سے باہر آتی جاتی ہو اور اگر محصنہ ہو تو نفی جائز نہین اسواسطے کہ عزل کیوقت شاید کچھ منی اندر رہ گئی ہو تیسری شرط نفی کی یہ ہی کہ غیر محصنہ مین ظن غالب چاہیے کہ
یہ حمل میرے نطفہ سے نہین ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وخیرت امۃ ولو ام ولد ومکاتبۃ ولو حکما کمعتقۃ البعض عتقت تحت حر او عبد ولو کان النکاح
برضاہا دفعا لزیادۃ الملک علیہا بطلقۃ ثالثۃ نکاح باقی رکھنے یا نرکھنے مین مختار ہی لونڈی اگرچہ ام ولد ہو اور مکاتبہ مختار ہی اگرچہ حکمی مکاتبہ ہو جیسے وہ لونڈی
کہ کل آزاد نہو مثلاً نصف آزاد ہی یا ربع یہ اختیار اوسوقت ہی جب آزاد ہو جاوے خواہ حر کے نیچے ہو خواہ عبد کے اگرچہ نکاح اوسکی رضا سے ہوا ہو تو بھی اوسکو
اختیار ہی تاکہ دفع ہو زیادتی ملک کی اوسپر سے بسبب طلقہ ثالثہ کے یعنی جب لونڈی تھی زوج کے دو بار طلاق دینے سے چھوٹ سکتی تھی اور حرہ بدون تین طلاق کے نہین چھٹتی
تو حرہ پر بنسبت لونڈی کے ایک طلاق کی ملک زیادہ ہوتی ہی تو اسواسطے شارع نے اوسکو اختیار دیا کہ اپنے اوپر سے طلقہ ثالثہ کی ملک چاہے دفع کرے اور چاہے
جائز رکھے فان اختارت نفسہا فلا مہر لہا او زوجہا فالمہر لسیدہا سو اگر لونڈی آزاد نے اپنی ذات کو اختیار کیا یعنی نکاح توڑا تو اوسکا کچھ مہر نہین
اگر وطی نہوئی ہو اسواسطے کہ جدائی اوسیکی طرف سے ہوئی اور اگر وطی ہوئی ہو تو مہر مولی کو ملیگا اور اگر اوسنے زوج کو اختیار کیا یعنی نکاح قائم رکھا تو مہر اوسکے
مولی کا ہی وطی ہوئی ہو یا نہوئی ہو مولی مہر کا اسواسطے مالک ہوگا کہ مہر ثابت ہوا تھا عقد سے اور اوسوقت مولی ہی کی ملک تھی ولو صغیرۃ تاخر لبلوغہا
ولیس لہا خیار بلوغ فی الاصح اور اگر لونڈی صغیرہ ہو تو اوسکی آزادی کا اختیار اوسکے بالغ ہونے تک متاخر رہیگا اسواسطے کہ صغیر کے افعال کا بسبب
عقل نہونے کے کچھ اعتبار نہین اور نہین ہی اختیار لونڈی کو بلوغ کا قول اصح مین اسواسطے کہ خیار عتق کا مغنی ہی خیار بلوغ سے چنانچہ باب الولاء مین مذکور
ہوگا او کانت الامۃ عند النکاح حرۃ ثم صارت امۃ بان ارتدت ولحقا بدار الحرب ثم سبیا معا فاعتقت خیرت عند الثانی
خلافاً للثالث مبسوط یا خیار عتق کا اوسوقت بھی ثابت ہوگا جب لونڈی نکاح کے وقت حرہ تھی پھر لونڈی ہو گئی اسطرح کہ زوج اور زوجہ مرتد ہو گئے اور دونو
دار الحرب مین جا رہے پھر وہان سے دونو قید ہو آئے دار الاسلام مین پھر عورت آزاد ہوئی تو اوسکو نکاح رکھنے نرکھنے کا اختیار ہوگا نزدیک ابو یوسف کے نہ نزدیک محمد کے
کذا فی المبسوط والجہل بہذا الخیار خیار العتق عذر فلو لم تعلم بہ حتی ارتدا ولحقا فعلمت ففسخت صح الا اذا قضی باللحاق ولیس ہذا الحکم
بل فتوی کافی اور یعنی اس خیار عتق کی عذر ہی بخلاف خیار بلوغ کے اسواسطے کہ لونڈی کو بسبب مشغولی خدمت مولی کے تحصیل مسائل دینی کی فرصت نہین بخلاف حرہ کے
سو اگر لونڈی کو خیار عتق کا علم نہوا اسطرح کہ لونڈی منکوحہ تھی پھر مولی نے اوسکو آزاد کیا اور اوسکو خیار عتق کا مسئلہ معلوم ہوا یہان تک کہ وہ اور اوسکا شوہر دونو
مرتد ہو گئے اور دار الحرب مین جا ملے پھر دار الاسلام مین گرفتار ہو آئے یا مسلمان ہو کر خود آگئے پھر عورت نے خیار عتق کا مسئلہ جانا خواہ دار الاسلام مین خواہ
دار الحرب مین ہو نکاح فسخ کیا تو یہ فسخ کرنا باوجود اتنی مدت گذرنیکے بسبب عذر جہل کے صحیح ہوگا مگر جبکہ قاضی نے اوسکے حق مین لحوق کفار کا حکم دیا تو
عورت کا فسخ کرنا صحیح نہوگا اسواسطے کہ بعد حکم لحوق کے اگر پھر آویگی تو لونڈی ہو جاویگی اور فسخ کو صحیح کہنا حکم نہین ہی بلکہ فتوی ہی یہ جواب ہی سوال مقدر کا تقریر
سوال کی یہ ہی کہ تمنے دار الحرب کے ملنے والون مین بھی حکم دیا کہ فسخ نکاح کا صحیح ہی اور حالانکہ دار الحرب سے احکام مسلمین کے منقطع ہین شارح نے جواب دیا کہ یہ حکم نہین
بلکہ فتوی ہی یعنی حادثہ کے سوال کا جواب ہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ولا یتوقف علی القضاء ولا یبطل بسکوت ولا یثبت لغلام ویقتصر
علی مجلس کخیار مخیرۃ بخلاف خیار البلوغ فی الکل خانیہ اور نہین موقوف ہی خیار عتق کا قاضی کے حکم پر اور نہین باطل ہوتا سکوت سے اور نہین ثابت
خیار عتق غلام صغیر کو یعنی جب غلام صغیر آزاد ہو تو اوسکو خیار عتق حاصل نہین اور منحصر ہی یہ خیار مجلس علم پر تو اگر مجلس سے عورت اوٹھ گئی خیار باطل ہو گیا جیسے خیار
مخیرہ کا مجلس علم پر منحصر ہی مخیرہ وہ عورت جسکے زوج نے اوس سے کہا کہ تجکو مینے طلاق کا اختیار دیا تو اگر وہ مجلس سے اوٹھ گئی تو اختیار اوسکا باطل ہو گیا بخلاف خیار
بلوغ کے کہ وہ پانچون حکم مین مخالف ہی خیار عتق کے کذا فی الخانیہ یعنی خیار بلوغ قضا پر موقوف ہی اور سکوت سے باطل ہوتا ہی اور غلام کو بھی ثابت ہی اور آخر مجلس تک

منتفی نہیں ہوتا اور اوسمین جہل عذر نہیں چنانچہ باب المولی میں مفصل مذکور ہوچکا نکح عبدٌ بلا اذنٍ فعتق او باعہ فاجاز المشتری نفذ لزوال المانع نکاح کیا
غلام نے بدون اجازت مولی کے پھر آزاد ہوا یا بیچ ڈالا مولی نے اوسکو سو مشتری نے اوسکا نکاح جائز رکھا تو نکاح نافذ ہوگیا بسبب زوال مانع کے یعنی اول غلام کا نکاح
مولی کی اجازت پر موقوف تھا جب آزاد ہوا تو حق مولی کا جاتا رہا اب اوسکی اجازت کی کچھ حاجت نرہی وکذا حکم الامۃ ولا خیار لہا لکون النفوذ بعد العتق
فلم یتحقق زیادۃ الملک اور ایسا ہی حکم ہی لونڈی کا یعنی اوسکا بھی نکاح بلا اذن بعد آزادی کے نافذ ہوتا ہی اور یہان نکاح فسخ کرنے مین لونڈی کا اختیار نہین
بسبب نافذ ہونے نکاح کے بعد آزادی کے تو زیادتی ملک طلقۂ ثالثہ کی نہ ثابت ہوئی وکذا لو اقترنا بان زوّجہا فضولیٌ واعتقہا فضولیٌ اٰخر واجازہما
المولی اور اسیطرح لونڈی کو اختیار فسخ کا نہین اگر اجازت نکاح کی اور آزادی ساتھ ہی ہو بطرح پر کہ نکاح کردیا لونڈی کا ایک فضولی نے اور آزاد کیا اوسکو
دوسرے فضولی نے اور جائز رکھا ان دونو کو یعنی نکاح اور عتق کو مولی نے وکذا مدبّرۃ عتقت بموتہ اور اسیطرح اختیار فسخ کا اوس مدبرہ کو نہین جسنے اپنا
نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر آزاد ہوئی مولی کی موت سے وکذا امّ الولد ان دخل بہا الزوج والا لم ینفذ لان عدّتہا من المولی تمنع نفاذ النکاح اور
اسیطرح اوس ام ولد کو اختیار فسخ کا نہین جسنے اپنا نکاح بے اذن مولی کے کیا پھر وہ آزاد ہوئی مولی کے آزاد کرنے سے یا اوسکی موت سے نکاح ام ولد کا اوسوقت
نافذ ہوگا اگر اوسکے زوج نے وطی کی ہوگی اور اگر زوج نے قبل آزادی کے وطی نکی تو اوسکا نکاح نافذ نہوگا اسواسطے کہ عدت ام ولد کی مولی کی موت سے مانع ہی نفاذ نکاح کی
اور جب قبل عتق کے زوج وطی کرچکا تو مولی کی عدت معدوم ہوگئی بموجب روایت ابن سماعہ کے محمدؒ سے اور ظاہر الروایت مین زوج کی وطی سے بھی مولی کی عدت نہین جاتی
تو نکاح صحیح نہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فلو وطی الزوج الامۃ قبلہ ای العتق فالمہر المسمّٰی لہ ای للمولی او بعدہ فلہا لمقابلتہ بمنفعۃ ملکتہا
سو اگر وطی کی زوج نے لونڈی سے قبل آزاد ہونیکے تو مہر مسمّٰی مولی کا ہی اور اگر وطی کی بعد آزادی کے تو مہر عورت کا ہی واسطے مقابل ہونے مہر کے اوسکی ملک کی منفعت سے
یعنی جب لونڈی آزاد ہوئی تو اپنے ذات کے تصرف کی مالک ہوئی اور مہر بدلا ہی وطی کا تو بعد آزادی کے مہر کی مالک عورت ہی ہوگی ومن وطئ امۃ ابنہ فولدت فلو
لم تلد لزمہ عقرہا وارتکب محرّمًا ولا یحدّ قاذفہ فادعاہ الاب وہو حرٌّ مسلمٌ عاقلٌ ثبت نسبہ بشرط بقاء ملک ابنہ من وقت الوطی الی
الدعوۃ اور جسنے وطی کی اپنی بیٹے کی لونڈی سے پھر وہ حاملہ ہوئی اور لڑکا جنی تو اگر نہ جنے گی تو لازم ہوگا باپ پر مہر مثل اور اوسنے حرام کام کیا اور جسنے اوسکو زانی
کہا اوسپر حد قذف کی نہ ماری جائیگی پھر باپ نے اوس لونڈی کے ولد کا دعوی کیا اور حالانکہ باپ حر اور مسلمان اور عاقل ہی تو اوسکا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ
بیٹے کی ملک لونڈی پر باقی رہی ہو وطی کے وقت سے دعوی کرنے تک وبیعہا لاخیہ مثلا لا یضر نہر اور مثلا بیچ ڈالنا لونڈی کا اپنے بھائی سے ضرر
نہین کرتا چنانچہ نہر الفائق مین ہی بحث کے ساتھ یعنی جب باپ نے بیٹے کی لونڈی سے وطی کی اور وہ لونڈی دوسرے بیٹے کی ملک مین جاتی رہی خواہ بیع سے خواہ
ہبہ سے اور وہان جنی تو ایسا ملک مین کچھ ضرر نہین ہو اسواسطے کہ باپ کے دونون بیٹے برابر ہین ولایت مین فصارت امّ ولدہ لاستنادہ الملک لوقت العلوق
تو بیٹے کی لونڈی ام ولد ہوگئی باپ کی بسبب استناد ملک کے حمل رہنے سے اسواسطے کہ باپ مالک ہی بیٹے کے مال کا حاجت کے وقت کیونکہ حدیث مین آیا ہی انت و
مالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا مملوک ہی اور نطفہ آدمی کا جز ہی تو اوسکی حفاظت ضرور ہی اس ضرورت سے بیٹے کے مال کا باپ یہان مالک ٹھہرا اور لونڈی اوسکی
ام ولد ہوگئی وعلیہ قیمتہا ولو فقیرًا لقصور حاجۃ بقاء نسلہ عن بقاء نفسہ ولذا یحل لہ عند الحاجۃ الطعام لا الوطی ویجبر علی نفقۃ ابیہ لا علی
دفع جاریۃ للتسری اور باپ پر واجب ہی قیمت لونڈی کے حمل رہنے کے دن سے اگرچہ باپ فقیر ہو بسبب کم ہونے حاجت بقاے نسل کے بہ نسبت بقاے نفس کے
اور اسیواسطے حلال ہی باپ کو حاجت کیوقت طعام بیٹے کا نہ وطی اوسکی لونڈی کی اور جبر کیا جائیگا بیٹے پر باپ کے نفقہ کا اور جبر نہوگا لونڈی دینے پر تاکہ باپ اوسکو حرم بناوے
ہم پر جواب ہی سوال مقدر کا کہ تم نے فقیر باپ پر کیون قیمت واجب کی حالانکہ باپ اپنے حفظ منی اور بقاء نسل مین مضطر ہی اور باپ اگر مضطر ہو بیٹے کا طعام کہا لے تو اوسپر
ضمان نہین شارح نے جواب دیا کہ طعام مین بقاء نفس ہی اور حفظ منی مین بقاء نسل ہی اور بقاء نفس مقدم ہی بقاء نسل سے تو دونو برابر نہوے اسواسطے حفظ منی مین

قیمت واجب ہوگی نہ طعام میں لاحتمالہا وقیمۃ ولدہا مالم تکن مشترکۃ فیجب حصۃ الشریک باپ پر قیمت لونڈی کی واجب ہوگی نہ اوسکا مہر مثل اور نہ قیمت
اوسکے لڑکے کی بشرطیکہ لونڈی مشترک نہو اور اگر لونڈی بیٹے اور اجنبی میں مشترک ہو تو بقدر حصہ شریک کے مہر مثل واجب ہوگا وہذا اذا ادعاہ وحدہ فلو مع الابن فان
شریکین قدم الاب والا فالابن اور یہ حکم مسائل سابقہ کا اوسوقت ہے جب فقط باپ ہی نے دعوی نسب کا کیا پھر اگر شریک ہوا باپ بیٹے کے ساتھ دعوی میں
یعنی باپ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے اور بیٹے نے کہا میرا بیٹا ہے تو اگر باپ و بیٹا دونو شریک ہوں لونڈی کی ملکیت میں تو باپ کا دعوی مقدم ہوگا وجہ یہ ہے کہ اپنے حصہ میں
ملک متحقق ہے اور بیٹے کے حصہ میں ملک حکمی اور اگر دونو شریک نہوں تو اوسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ لونڈی فقط بیٹے کی ملک ہو تو بیٹے کا دعوی مقدم ہے دوسرے یہ کہ
باپ کی خالص ملک ہو تو دعوی بیٹے کا غیر مسموع ہے اور ظاہر کلام شارح سے یہی نکلتا ہے کہ دوسری صورت میں بھی دعوی بیٹے کا مقدم ہے اور حالانکہ یہ ظاہر الفساد ہے کذا
فی الطحطاوی ولو ادعی ولد ام ولدہ المنفی او مدبرتہ او مکاتبتہ شرط تصدیق الابن اور اگر دعوی کیا باپ نے اپنے بیٹے کی ام ولد کے ولد منفی کا
یا اوسکے مدبرہ کے ولد کا یا اوسکی مکاتبہ کے ولد کا تو ثبوت نسب کے واسطے مشروط ہے تصدیق بیٹے کی پھر جب بیٹا باپ کے دعوی کی تصدیق کریگا تو نسب ثابت ہوگا اس
احتمال سے کہ باپ نے نکاح کر لیا ہو صحیح یا فاسد یا وطی اشتباہ سے ہوگئی ہو اور اگر بیٹے نے اپنی ام ولد کی ولد کی نفی نکی تو الحاق اوس ولد کا باپ سے صحیح نہوگا اسواسطے کہ نسب
قابل انتقال کے نہیں وجد صحیح کالاب بعد زوال ولایتہ بموت وکفر وجنون ورق فیہا ای فی الحکم المذکور دادا مانند باپ کے ہے بعد زائل ہونے
ولایت باپ کے بسبب موت کے یا کفر کے یا جنون کے یا غلام ہونے کے حکم مذکور میں یعنی اگر دادا پوتے کی لونڈی سے ولد کا دعوی کرے تو صحیح ہے بشرطیکہ ولایت باپ کی اسباب
مذکورہ سے زائل ہوگئی ہو لا یکون کالاب قبلہ ای قبل الزوال المذکور نہوگا دادا مثل باپ کے قبل اوسکے یعنی قبل زوال ولایت مذکور کے دادا مثل اجنبی کے ہے ویشترط
ثبوت ولایتہ من حین الوطی الی الدعوۃ اور صحت دعوی میں شرط ہے ثبوت ولایت دادا کی وقت وطی سے دعوت تک سو اگر وطی کی دادا نے باپ کی ولایت میں پھر مثلا
باپ مر گیا اور لونڈی جنی دادا کی ولایت میں تو دعوی صحیح نہوگا ولو تزوجہا ولو فاسدا ابوہ ولو بالولایۃ فولدت لم تصر ام ولدہ لتولدہ من نکاح اور اگر نکاح کیا
باپ نے بیٹے کی لونڈی سے اگرچہ نکاح فاسد ہو اسواسطے کہ نکاح فاسد مثل صحیح کے ہے ثبوت نسب میں اور گو کہ باپ نے نکاح بولایت کیا اس صورت میں کہ بیٹا صغیر یا مجنون تھا پھر لونڈی
جنی تو نہوگی ام ولد باپ کی بواسطے پیدا ہونے ولد کے نکاح سے اور ام ولد بدون ملک یمین کے نہیں ہوتی ویجب المہر لا القیمۃ وولدہا حر لملک اخیہ لہ اور واجب ہوگا
باپ پر مہر مسمی یا مہر مثل نہ قیمت لونڈی کی اور بیٹا لونڈی کا آزاد ہوگا اسواسطے کہ اوسکا بھائی اوسکا مالک ہوا تو بسبب قرابت کے آزاد ہوگیا ومن الحیل ان یملکہا امتہ لطفلہ
ثم یتزوجہا اور جو چاہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور وہ لڑکا پیدا ہو نیسے ام ولد نہو تو اوسکا حیلہ یہ ہے کہ اپنی لونڈی کو اپنے لڑکے کی ملک میں کردے خواہ بیع سے خواہ ہبہ سے
پھر اوس لونڈی سے نکاح کرے تو جب یہ لونڈی جنے گی تو ام ولد باپ کی نہوگی اور لڑکا حر ہوگا ولو وطی جاریۃ امرأتہ او والدہ او جدہ فولدت وادعاہ لا یثبت النسب
الا بتصدیق المولی فلو کذبہ ثم ملک الجاریۃ وقتاما ثبت النسب ولم یصح فی الاستیلاد اور اگر وطی کی اپنی جورو کی لونڈی سے یا اپنے باپ کی لونڈی یا دادا کی
لونڈی سے پھر وہ جنی اور وطی کرنے والے نے دعوی نسب کا کیا تو نسب ثابت ہوگا مگر لونڈی کے مالک کی تصدیق سے یعنی جورو اور باپ اور دادا یوں کہے کہ یہ لونڈی
مدعی پر حلال تھی اور یہ لڑکا اوسیکا ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر مالک نے اوسکی تکذیب کی پھر مدعی لونڈی کا مالک ہوگیا عمر بھر میں کسی وقت اور کسی وجہ سے تو ثابت ہوگا
نسب اور لڑکا حر ہوگا اور یہ مسئلہ باب الاستیلاد میں آویگا حرۃ متزوجۃ برقیق قالت لمولی زوجہا الحر المکلف اعتقہ عنی بالف او زادت رطل
من خمر ای الفاسد ففعل فسد النکاح لتقدیم الملک اقتضاء کانہ قال بعتہ منک واعتقتہ عنک حرہ غلام کی منکوحہ نے اپنے زوج کے
مولی سے جو حر اور مکلف ہے کہا کہ آزاد کردے اوسکو میری طرف سے بعوض ہزار درم کے یا زیادہ کیا ہزار پر یعنی یوں کہا کہ بدلے ہزار درم اور ایک رطل شراب کے اوسکو آزاد کر
اسواسطے کہ فاسد بھی یہاں یعنی احتمال سقوط قبض میں مانند صحیح کے ہے پھر مولی نے ایسا ہی کیا یعنی اوسکو آزاد کردیا تو فاسد ہوگا نکاح بسبب مقدم ہونے ملک زوجہ کے
بطریق اقتضاء کلام کے گویا مولی نے کہا کہ بیچا میں نے اپنے غلام کو تیرے ہاتھ بیچا اور اوسکو بیچنے تیری طرف سے آزاد کیا یعنی آزادی بدون ملکیت کے نہیں ہوتی پھر جب
اوسکی طرف سے آزاد کیا تو اول حرہ مالک ٹھہری جب مالک ہوئی تو نکاح فاسد ہوگیا لکن لو قال کذلک وقع العتق عن المامور لعدم القبول کما فی العنایۃ

السعدیۃ ومفادہ انہ لو قال قبلت وقع عن الامر لیکن اگر مولی نے صریح کہا کہ میں نے غلام کو ہزار درہم سے جو تونے بھیجا یا تیری طرف سے اوسکو آزاد کیا تو عتق مامور کی طرف سے ہوگا
یعنی مولی کیطرف سے واقع ہوگا بسبب پائے جانے قبول کے آمر کی طرف سے چنانچہ حواشی سعدیہ میں ہی یعنی اس صورت میں فقط مامور کیطرف سے ایجاب بیع کا ہوا
اور قبول آمر کا نہوا تو بیع منعقد نہوئی تو آزادی غلام کی مامور کی جانب سے ہوگی نہ آمر سے بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اگرچہ وہان بھی قبول آمر کا ثابت نہین لیکن بیع وہان ضمناً
منعقد ہوئی تھی نہ صریحاً اور بیع ضمنی مین قبول کی حاجت نہین بخلاف صریح بیع کے تو حواشی سعدیہ کی تعلیل سے یہ نکلا کہ اگر مامور کے ایجاب کے بعد آمر کہدے کہ مینے
قبول کیا تو عتق آمر کیطرف سے ہوگا والولاء لھا ولزمھا الالف ویسقط المھر اور ولاء حرہ منکوحہ کیواسطے ہی اور اوسپر ہزار درم لازم ہونگے اور مہر اوسکا ساقط
ہوگا یعنی جب آزادی غلام کی حرہ کیطرف سے ہوئی تو ولاء حرہ کا ہوگا اسواسطے کہ ولاء حق ہی آزاد کرنے والے کا ولا اوسکو کہتے ہین کہ بعد مرنے غلام آزاد کے اگر اوسکا
کوئی وارث نہو تو آزاد کرنیوالا اوسکے مال کا مالک ہوگا ویقع العتق عن کفارتھا ان نوت عنھا اور واقع ہوگا عتق عورت کے کفارہ سے اگر عورت نے عتق
کفارہ کی نیت کی ہو ولو لم تقل بالف لا یفسد لعدم الملک والولاء لہ لانہ المعتق اور اگر حرہ نے یون نہ کہا کہ ہزار درم کے بدلے آزاد کر بلکہ فقط آزاد
کرنے کو کہا بدون ذکر مال کے تو نکاح نہ فاسد ہوگا بسبب نہ مالک ہونے حرہ کے اور اس صورت مین حق ولاء مولی کا ہوگا اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہی

باب نکاح الکافر

یشتمل المشرک والکتابی یہ باب ہی کافر کے نکاح کا اور کافر شامل ہی مشرک اور کتابی کو وھھنا ثلثۃ اصول الاول ان کل نکاح صحیح بین المسلمین
فھو صحیح بین اھل الکفر خلافا لمالک ویؤیدہ قولہ تعالی وامرأتہ حمالۃ الحطب وقولہ علیہ الصلوۃ والسلام ولدت من نکاح لا
من سفاح اور بیان یعنی نکاح کفار مین تین قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ ہی کہ جو نکاح صحیح ہی مسلمانون مین سو صحیح ہی کافرون مین برخلاف امام مالک کے
کہ انکے نزدیک کافرون کا نکاح صحیح نہین اور رد کرتا ہی اس قول کو قول اللہ تعالی کا وامرأتہ حمالۃ الحطب حق تعالی نے ابولہب کی جورو فرمایا تو یہ
اضافت عرف اور لغت مین صحت نکاح پر ناطق ہی اور اوسکو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رد کرتا ہی حضرت نے فرمایا کہ مین نکاح سے پیدا ہوا نہ زنا
سے تو معلوم ہوا کہ قبل اسلام کے بھی نکاح صحیح تھا والثانی ان کل نکاح حرم بین المسلمین لفقد شرطہ کعدم شھود یجوز فی حقھم اذا اعتقدوہ
عند الامام ویقرون علیہ بعد الاسلام اور دوسرا قاعدہ یہ ہی جو نکاح کہ حرام ہی مسلمانون مین بسبب فوت ہونے شرط نکاح کے جیسے گواہون کا نہونا یا عدت مین
نکاح کرنا وہ نکاح جائز ہی کفار کے حق مین جب کہ وہ اوسکی صحت کے معتقد ہون نزدیک امام اعظم رحمہ اللہ کے اور ثابت رکھے جاوینگے اوسی نکاح پر بعد مسلمان ہونے کے اسواسطے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد مسلمان ہونے کفار کے اونکے نکاحون کو دوبارہ نکیا اور استفسار نفرمایا کہ تمنے اپنا نکاح کیونکر کیا تھا تو اس دلیل سے معلوم ہوا کہ
اونکے حق مین ویسا نکاح صحیح تھا گو ہمارے حق مین صحیح نہین والثالث ان کل نکاح حرم لحرمۃ المحل کمحارم یقع جائزا وقال مشایخ العراق لا بل فاسدا
والاول اصح وعلیہ فتجب النفقۃ ویحد قاذفہ اور تیسرا قاعدہ یہ ہی کہ جو نکاح حرام ہی بسبب حرمت محل کے جیسے محارم سے نکاح کرنا تو ہمارے مشایخ کے نزدیک
جائز ہوگا اور مشایخ عراق نے کہا کہ جائز نہوگا بلکہ فاسد ہوگا اور پہلا قول اصح ہی تو اسی قول پر نفقہ عورت کا واجب ہوگا اور بعد مسلمان ہونے اوس نکاح والیکے اگر اوسکو
کوئی زانی کہیگا تو اوسپر حد ماری جاویگی واجمعوا انھم لا یتوارثون لان الارث ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقا فیقتصر
علیہ ابن ملک اور اتفاق کیا ہی فقہا نے کہ کفار باہم وارث نہین ہوتے بسبب نکاح محارم کے لیکن نسب کی جہت سے البتہ وارث ہونگے مثلا ایک کافر نے
اپنی بہن سے نکاح کیا اور مرگیا تو عورت بسبب نکاح کے وارث نہوگی لیکن بہن ہونیکی راہ سے وارث بھائی کی ہوگی اسواسطے کہ وراثت زوجین ثابت ہوئی نص
سے برخلاف قیاس کے اوس نکاح مین جو علی الاطلاق صحیح ہی تو اوسی پر منحصر ہوگی اسواسطے کہ جو برخلاف قیاس ہو وہ عام نہین ہوتا کما ذکرہ ابن ملک وراثت
زوجین کی خلاف قیاس اسواسطے ہوئی کہ دونون اجنبی ہین الشلم التابع للتحقیق ان یقال لا اجماع لشھود اولی عدتہ کافر معتقدین ذلک اقر اعلیہ لانا امرنا بترکھم

ومایعتقدون اسلام لاسئے زوج اور زوجہ جنہون نے نکاح بدون سماع شاہدون کے یا کافر کی عدت مین کیا اور حالانکہ دونو حالت کفر مین اسکے معتقد تھے
یعنی نکاح بلا شہود اور نکاح عدت کو درست جانتے تھے تو اوسی پر ثابت رکھے جاوینگے اسواسطے کہ ہم مامور ہین انکے ترک پر اور انکے معتقدات کے ترک پر دونو مسلمان
ہوئے ہون یا ایک دونو نے قاضی کے پاس نالش کی ہو یا ایک نے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو کانا المتزوجان للذان اسلما محرمین او اسلم احد
المحرمین او ترافعا الینا وکلاھما علی الکفر فرق القاضی او الذی حکماہ بینہما لعدم المحلیۃ وبمرافعۃ احدھما لا یفرق لبقاء حق الاخر
بخلاف اسلامہ لان الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ اور اگر دونو نکاح کرنیوالے جو مسلمان ہوئے محرم ہون یا دو محرمون مین سے ایک مسلمان ہوا یا دونو نے
ہمسے نالش کی اور حالانکہ وہ کافر ہین تو جدائی کرادے دونون کے درمیان مین قاضی یا جسکو اونہون نے حکم قرار دیا بسبب عدم محلیت نکاح کے اور دو کافرون مین سے
ایک کافر کی نالش سے تفریق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق دوسرے کا باقی رہا بخلاف ایک کے مسلمان ہونیکے اسواسطے کہ اسلام بلند ہی رہتا نہین پست ہو سکتا الا اذا طلقہا
ثلثا وطلبت التفریق فانہ یفرق بینہما اجماعا کما لو خالعہا ثم اقام معہا من غیر عقد او تزوج کتابیۃ فی عدۃ مسلم وتزوجہا قبل زوج
اخر وقد طلقہا ثلثا فانہ فی ھذہ الثلثۃ یفرق من غیر مرافعۃ بحر عن المحیط خلافا للزیلعی والحاوی من اشتراط المرافعۃ مگر جب طلاق دی
مرد نے عورت کو تین بار اور عورت نے جدائی چاہی تو یہان فقط ایک کی نالش سے جدائی کرادی جاویگی دونو مین بالاتفاق اسواسطے کہ تین طلاق نکاح کی قاطع ہین سب
دینون مین تو دوسرے کا حق باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے کہ مرد نے عورت سے خلع کیا پھر اوسکے ساتھ قائم رہا بدون عقد کے یا کافر نے نکاح کیا کتابیہ سے مسلمان
کی عدت مین یا عورت سے نکاح کیا قبل دوسرے زوج کے اور حالانکہ اوسکو طلاق دیچکا تھا تین بار سوان تینون مسئلون مین تفریق کیجاویگی بدون نالش کے کذا فی البحر
عن المحیط بخلاف زیلعی اور حاوی کہ اونہین جدائی کیواسطے نالش شرط ہے واذا اسلم احد الزوجین المجوسیین او امرأۃ الکتابی عرض الاسلام علی الاخر
فان اسلم فبہا والا بان ابی او سکت فرق بینہما ولو کان الزوج صبیا ممیزا اتفاقا علی الاصح والصبیۃ کالصبی فیما ذکر والاصل ان
کل من صح منہ الاسلام اذا اتی بہ صح منہ الاباء اذا عرض علیہ اور جب مسلمان ہوا دو مجوسی زوج اور زوجہ مین سے ایک شخص یا مسلمان ہوئی جورو کتابی کی
تو عرض کیا جاویگا اسلام دوسرے پر یعنی اوس سے کہا جاویگا کہ تو بھی مسلمان ہوجا سو اگر وہ بھی مسلمان ہوگیا تو خوب ہوا کہ نکاح باقی رہا اور اگر اوسنے اسلام نہ قبول کیا
اسطرح کہ انکار کرگیا یا ساکت رہا تو دونو مین جدائی کرائی جاویگی اگرچہ زوج لڑکا باتمیز ہو تو بھی اوسکے انکار سے تفریق ہوگی بالاتفاق بنا بر قول اصح کے اور اس تمیز کی
یہ ہے کہ جیسا اوسکو ادیان کا تعقل ہوا اور بعضے نے کہا سات برس سے تمیز رکھتے ہین اور صبیہ مانند صبی کے ہے حکم مذکور مین یعنی اگر زوج کتابی مسلمان ہوا اور اوسکی زوجہ صبیہ ہے پس
(دینون کا سمجھنا ۱۲)
تو اوس سے بھی مسلمان ہونے کو کہا جاویگا سو اگر وہ مسلمان ہوئی تو نکاح باقی رہیگا اور اگر نہ مسلمان ہوئی تو تفریق واقع ہوگی اور اصل علت اسکی یہ ہے کہ جسکا مسلمان
ہونا صحیح ہے اسلام لانے کے وقت اوسکا انکار بھی صحیح ہے اسلام سے عرض اسلام کیوقت تو فہمیدہ صبی اور صبیہ کا اسلام لانا تو صحیح ہے تو اوسکا انکار بھی صحیح ہوگا
وینتظر عقل ای تمییز غیر الممیز ولو کان مجنونا لا ینتظر لعدم نہایتہ بل یعرض الاسلام علی ابویہ فان اسلم احدھما تبعہ فیبقی
النکاح فان لم یکن لہ اب نصب القاضی عنہ وصیا فیقضی علیہ بالفرقۃ باقانی عن البہنسی عن روضۃ العلماء للزاہدی اور صبی
غیر ممیز کی عقل یعنی تمیز کا انتظار کیا جاویگا اور اگر زوج مجنون ہے تو انتظار نہوگا اسواسطے کہ جنون کی کچھ نہایت نہین بلکہ اسلام عرض ہوگا مجنون کے ماباپ پر
جو اونہین سے اسلام قبول کریگا مجنون بھی اسلام مین اوسکا تابع ہوگا تو نکاح باقی رہیگا پھر اگر اوسکا باپ یا ما نہو تو قائم کرے قاضی مجنون کیطرف سے ایک وصی
پھر اوسپر حکم ہوگا تفریق کا چنانچہ اس مسئلہ کو باقانی نے بہنسی سے اور اوسنے زاہدی کے روضۃ العلما سے نقل کیا ہے ولو اسلم الزوج وہی مجوسیۃ فتہودت
او تنصرت بقی نکاحہا کما لو کانت فی الابتداء کذلک لانہا کتابیۃ مآلا اور اگر مسلمان ہوا زوج اور عورت مجوسیہ تھی پھر یہودیہ ہوگئی یا نصرانیہ تو اوسکا
نکاح باقی رہیگا جیسے کہ اگر عورت پہلے سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو نکاح بنا رہیگا مجوسیہ کے یہودیہ یا نصرانیہ ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہا کہ وہ اہل کتاب ہوئی باعتبار

انجام کار سکے اور مسلم اور کتابیہ مین نکاح درست ہی والتفریق بینهما طلاقٌ ینقص العدد لو ابی لا لو ابت لان الطلاق لا یکون من النساء اور تفریق
کرنا دونون مین طلاق بائن ہی کہ کم کرتا ہی عدد طلاق کو یعنی اگر بعد تفریق کے اوس عورت سے نکاح کریگا تو زوج تین طلاق کا مالک نہ ہوگا بلکہ دو ہی کا مالک ہوگا اور اگر زوجہ
لونڈی ہو تو ایک طلاق کا مالک رہیگا تفریق اوسوقت طلاق ہی اگر زوج اسلام سے انکار کرے اور اگر عورت انکار کرے تو تفریق طلاق نہین ہی اسواسطے کہ طلاق عورتون کیجانب سے
نہین ہوتی وَاِبَاءُ المُمَیِّزِ وَاَحَدِ اَبَوَی المجنونِ طلاقٌ فی الاصح وهی من اغرب المسائل حیث یقع الطلاقُ من صغیرٍ ومجنونٍ زیلعی وفیه
نظر اذ الطلاقُ من القاضی وهو علیهما لا منهما فلیسا باهلٍ للایقاع بل للوقوع اور انکار صبی ممیز کا اور مجنون کی ما یا باپ کا طلاق ہی قول اصح مین اور
یہ مسئلہ نہایت عجیب وغریب ہی اسواسطے کہ طلاق واقع ہوئی صغیر اور مجنون کیطرف سے کذا فی الزیلعی شارح نے کہا کہ زیلعی کے کلام مین خلل ہی اسواسطے کہ طلاق واقع ہوتی
قاضی کیطرف سے اور طلاق صغیر اور مجنون پر زبردستی ڈالی جاتی ہی نہ کہ انکے اختیار سے تو وہ دونو طلاق ڈالنے کے اہل نہین ہان طلاق پڑنیکے اہل ہین پھر جب طلاق اونکی
طرف سے نہوئی تو اسمین تعجب کیا باقی رہا کالو ورث قریبه فانه یعتق علیه ولو قال ان جننت فانت طالق فجن لم یقع بخلاف ما اذا قال ان دخلت
الدار فدخلها مجنونًا وقع جیسا کہ اگر صغیر یا مجنون وارث ہوا اپنے قرابت دار کا تو آزاد ہو جائیگا تو یہ آزادی شارع کیطرف سے واقع ہوئی نہ صغیر اور مجنون کیطرف سے
اور اسیطرح اگر مکلف نے اپنی زوجہ سے یون کہا کہ اگر مین مجنون ہو جاؤن تو تجھکو طلاق ہی پھر وہ مجنون ہوگیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ طلاق بعد وجود شرط کے واقع ہوتی
اور یہان شرط تھی جنون پھر جب جنون پایا گیا تو وہ شخص مکلف باقی نہ رہا بخلاف اسکے کہ اگر اوسنے کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو تجھکو طلاق ہی پھر گھر مین مجنون ہوکر داخل ہوا تو طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ معلق ہی دخول پر سو دخول پایا گیا تو یہ وقوع ہوا طلاق کا نہ ایقاع اور پہلی صورت مین ایقاع تھا نہ وقوع اسواسطے واقع نہوا خلاصہ یہ کہ مجنون اور صغیر سے
ایقاع طلاق صحیح نہین وقوع طلاق البتہ صحیح ہی اور زیلعی نے ایقاع اور وقوع مین فرق نکیا اسواسطے تعجب اور غرابت کا قائل ہوا کذا فی حاشیة المدنی ولو اسلم
احدهما ای احد المجوسیین او امرأة الکتابی ثمة ای فی دار الحرب وملحق بها کالبحر الملح لم تبن حتی تحیض ثلثا او تمضی ثلثة اشهر قبل
اسلام الآخر اقامة لشرط الفرقة مقام السبب ولیست بعدة لدخول غیر المدخول بها اور اگر اسلام لائے دو مجوسی مرد اور عورت سے ایک
یا کتابی کی عورت مسلمان ہوگئی وہان یعنی دار الحرب مین اور جو کہ دار الحرب سے ملحق ہی جیسے دریای شور تو عورت نکاح سے جدا نہوگی یہانتک کہ تین بار اوسکو
حیض آوے یا تین مہینے گذر جاوین دوسرے کے مسلمان ہونیکے پہلے اسواسطے قائم کرنے شرط فرقت سے یعنی گذر جانا مدت کا بجای سبب فرقت کے یعنی انکا
اسلام کا یعنی جب زوجہ اور زوج دونو دار الاسلام مین نہوے ایک اونمین سے دار الحرب مین ہی تو ایک کے مسلمان ہونے سے دوسرے پر عرض اسلام
نہین ہو سکتا کہ وہان مسلمانون کی حکومت نہین ہی اسواسطے اتنی مدت جدائی کی قائم مقام عرض اسلام کے مقرر ہوئی اور یہ مدت عدت نہین ہی اسواسطے کہ عورت
غیر مدخولہ بھی اسمین داخل ہی اور غیر مدخولہ پر عدت نہین ولو اسلم زوج الکتابیة بقی نکاحهما کما کان اور اگر مسلمان ہوگیا کتابیہ عورت کا شوہر تو وہ عورت
اوسکی ہوگی یعنی جدائی دونو مین نہوگی اسواسطے کہ مسلم اور کتابیہ کا نکاح درست ہی اگرچہ عورت پہلے سے کتابیہ نہو بلکہ پہلے مجوسیہ یا مشرکہ ہو آخر کار یہودیہ یا نصرانیہ
ہوگئی ہو چنانچہ سابق مین اسکا مذکور ہو چکا والمرأة تبین بتباین الدارین حقیقةً وحکمًا اور عورت جدا ہو جاتی ہی اپنے زوج سے بسبب تباین دارین کے
باعتبار تباین حقیقی اور حکمی کے تباین حقیقی یہ کہ دونون شخصون مین دوری واقع ہو جیسے مثلاً زوج دار الاسلام مین ہو اور زوجہ دار الحرب مین اور تباین حکمی یہ کہ مثلاً
دار الحرب کا رہنے والا دار الاسلام مین پھر جانیکے قصد سے نہ آوے بلکہ اوسکی سکونت اور توطن کے ارادہ سے آوے تو اگر کافر حربی دار الاسلام مین امان لیکر آیا تو
اوسکی زوجہ چھوٹ جاویگی اسواسطے کہ وہ حکمًا اپنے ملک مین ہی اگر جب تک ذمی ہوکر رہیگا تو دونون مین جدائی ہو جاویگی کما لا بالتباین نہین چھوٹتی عورت
زوج سے بسبب قید ہو جانیکے یعنی علت فرقت کی تباین دارین ہی امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہ مقید ہونا اور امام شافعی کے نزدیک بالعکس ہی فلو خرج احدهما
الینا مسلمًا او ذمیًا او اسلم او صار ذمیًا فی دارنا او اخرج مسبیًا او دخل دارنا بامان ثم بانت بتباین الدارین اذ الحربی مستامن

ولا نکاح بائن تجی و میتۃ سو اگر ایک حربی زوج یا زوجہ دار الاسلام مین نکل آیا مسلمان ہوکر یا ذمی ہوکر یا وہ مسلمان ہوگیا یا دار الاسلام مین ذمی ہوگیا یا نکالا گیا دار الحرب سے مقید کرکے اور دار الاسلام مین داخل کیا گیا تو عورت چھوٹ گئی اپنے شوہر سے بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ کافر حربی مُردون کے مانند ہین اور حالانکہ زندہ اور مُردہ مین نکاح نہین اور یہی سبب ہے کہ جب مرتد حربیون مین ملا اوسپر احکام میت کے جاری ہوتے ہین وان سُبیا او خرجا الینا معًا ذمیین او مسلمین او ثم اسلما او صارا ذمیین لا تبین لعدم التباین حتی لو کانت المسبیّۃ منکوحۃ مسلم او ذمی لم تبن اور اگر زوج اور زوجہ دونو ساتھ ہی مقید ہوئے یا دونو نکل آئے ہماری طرف ساتھ ہی ذمی ہوکر یا مسلمان ہوکر یا دونو نکلے مسلمانون سے امان لیکر پھر اسلام لائے یا امان لیکر نکلے پھر دونو ذمی ہوگئے تو ان صورتون مین زوجہ زوج سے جدا نہوگی بسبب نہونے تباین دارین کے یہانتک کہ اگر عورت مقیدہ منکوحہ ہو مسلم کی یا ذمی کی تو جدا نہوگی اپنے شوہر سے اسواسطے کہ دونو دار الاسلام مین ہوگئے اختلاف دارین نہین جو موجب ہو فرقت زوجین کا ولو نکحہا ثمہ ثم خرج قبلہا بانت وان خرجت قبلہ لا وما فی الفتح عن المحیط تحریف ظاہر اور اگر نکاح کیا مسلم نے کتابیہ سے وہان یعنی دار الحرب مین پھر نکلا وہان سے قبل عورت کے تو وہ جدا ہوگئی بسبب اختلاف دارین کے اور اگر نکلی عورت قبل مرد کے تو جدائی نہوئی اسواسطے کہ اگرچہ اختلاف حقیقی ہوا لیکن اختلاف حکمی نہین ہوا کیونکہ مسلم دار الاسلام کا مقیم ہے دار الحرب کا اور جو روایت کہ فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے وہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق فتح القدیر مین محیط سے منقول ہے کہ اگر مسلم عورت کو نکال لایا دار الاسلام مین اور پہلے نکاح اوس سے کرچکا تھا دار الحرب مین تو وہ جدا ہوگئی صاحب نہر الفائق نے کہا کہ مینے محیط رضوی کو دیکھا تو اوسمین یہ مضمون تھا کہ مسلم نے حربیہ کتابیہ سے دار الحرب مین نکاح کیا پھر نکلا دار الحرب سے اکیلا بدون عورت کے تو عورت جدا ہوگئی اور اگر عورت مرد سے پہلے نکلی تو جدا نہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ فتح القدیر کی نقل روایت محیط مین تحریف اور تبدیل واقع ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ہاجرت الینا مسلمۃ او ذمیۃ حائلا بانت بلا عدۃ فیحل تزوجہا اما الحامل فمتی تضع علی الاظہر لا للعدۃ بل لشغل الرحم بحق الغیر اور جس عورت نے ہجرت کی ہماری طرف یعنی دار الحرب سے دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر یا ذمیہ ہوکر درانحالیکہ وہ حاملہ نہین تھی وہ جدا ہوگئی اپنے زوج سے بدون عدت کے پھر جب امام کے نزدیک اوسپر عدت واجب نہوئی تو فوراً اوس سے نکاح کرلینا درست ہوا لیکن اگر مہاجرہ حاملہ ہو تو اوس سے نکاح کرنا تب درست ہوگا جب وہ جنے بنا بر قول اظہر کے حمل تک نکاح کرنا بسبب عدت کے نہین بلکہ بسبب خالی نہونے رحم کے حق غیر سے وارتداد احدہما ای الزوجین فسخ فلا ینقص عدد الطلاق عاجل بلا قضاء اور مرتد ہونا ایک کا زوجین مین بالفعل فسخ ہے نکاح کا تو حکم قاضی کی حاجت نہین ارتداد طلاق نہین بلکہ فسخ ہے تو عدد طلاق کم ہوگا سو اگر مرد چند بار مرتد ہوگیا اور ہر بار مسلمان ہوا اور ہر بار تازہ نکاح کرلیا امام کے نزدیک عورت حلال ہوگی دوسرے زوج کی وطی کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی ناقلا عن الخانیۃ فللموطوءۃ ولو حکما کل مہرہا لتاکدہ بہ سو جس عورت کی وطی ہوگئی اگرچہ وطی حکمی ہو جیسے خلوت صحیحہ تو عورت کا کل مہر واجب ہوگا بسبب محکم ہوجانے مہر کے وطی سے خواہ مرد مرتد ہوا ہو خواہ عورت کذا فی الطحطاوی ولغیرہا النصف لو مسمی والمتعۃ لو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ اور جس عورت کی وطی نہین ہوئی تو اوسکو نصف مہر ملیگا اگر مہر معین ہو اور اگر معین نہین تو متعہ یعنی پوشاک پاویگی اور اگر مرد مرتد ہوا تو نصف مہر اور متعہ عورت کو ملیگا اور مرد پر نفقہ عدت کا واجب ہوگا اور اگر عورت مدخولہ نہین تو عدت واجب ہے نہ نفقہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا شیء من المہر والنفقۃ سوی السکنی بہ یفتی لو ارتدت لمجیء الفرقۃ منہا قبل تاکدہ اور اگر عورت مرتد ہوئی تو کچھ مہر اور نفقہ مرد پر نہین سوای مکان سکونت کے اسی پر فتوی ہے مہر اور نفقہ اسواسطے نہوا کہ جدائی عورت کی طرف سے ہوئی قبل محکم ہونے مہر کے اسواسطے کہ مہر محکم ہوتا ہے دخول یا موت سے سو یہان پایا نہین گیا سکنی مرد پر اوسوقت واجب ہوگا جب بادشاہ حکم کرے زوج کو کہ عورت کو اپنے پاس قید مین رکھ اور اگر بادشاہ خود قید کرے تو زوج پر سکنی واجب نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ماتت فی العدۃ ورثہا زوجہا المسلم استحسانا اور اگر عورت مرتدہ مرگئی عدت مین تو وارث ہوگا اوسکا زوج مسلم بدلیل استحسان وصح ان تجزیرہا خمسۃ وسبعین اور تصریح کی فقہا نے عورت مرتدہ کو تعزیر دینے کی پچھتر کوڑے سے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا اور امام اور محمد کے نزدیک نہایت تعزیر آزاد کی ننانوے کوڑے ہین حلوی مین کہا کہ ابو یوسف کے

قول پر فتوی ہے اور بحر الرائق مین کہا کہ یہی معتمد ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح زجرا لها بمهر یسیر کدینار وعلیہ
الفتوی ولوالجیہ اور زبردستی کیجاوے عورت مرتد کے اسلام پر اور تجدید نکاح پر جھڑکی کیواسطے تھوڑے مہر پر جیسے ایک دینار پر یعنی اقل مہر پر اور اسی روایت
پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ تو ہر قاضی پر ضرور ہے کہ تجدید نکاح کی کردے عورت خوش ہو یا ناخوش اور اگر زوج اوسکے نکاح سے راضی نہو یا ساکت رہے تو اوسپر جبر نہین
اور مرد سے نکاح اوسکا کردے جبر اسلام اور تجدید نکاح پر اوس صورت مین ہے جب عورت ابطال نکاح کیواسطے ارتداد اختیار کرے چنانچہ فتاوی عالمگیری مین
اسکی تصریح ہے کہ اگر عورت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کیواسطے اور مہر بڑھانیکے واسطے بسبب نکاح جدید کے تو اوسکو زبردستی مسلمان کرنا
چاہیے اور ہر قاضی اوسکا نکاح جدید کردے تھوڑے مہر پر کذا فی حاشیۃ المدنی وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتها زجرا وتیسیرا لاسیما التی تقع
فی المکفر ثم تنکر قال فی النهر والافتاء بهذا اولی من الافتاء بما فی النوادر اور فتوی دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنے کا عورت کے مرتد ہونیسے عورت کی جھڑکی
کیواسطے تاکہ شوہر پر اوسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کیواسطے جہان قاضی اور حاکم نہو علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے نہر الفائق مین کہا کہ
اس روایت پر فتوی دینا بہتر ہے نوادر کی روایت کے فتوے سے لکن قال المصنف ومن تصفح احوال نساء زماننا وما یقع منهن من موجبات الردۃ
مکررا فی کل یوم لم یتوقف فی الافتاء بروایۃ النوادر اقول وقد بسطت فی القنیۃ والمجتبی والفتح والبحر وحاصلها انها بالردۃ تسترق وتکون
فیئا للمسلمین عند ابی حنیفۃ ویشتریها الزوج من الامام او یصرفها الیہ لو مصرفا ولو استولی علیها الزوج بعد الردۃ ملکها وله بیعها ما لم تکن
ولدت منه فتکون کام الولد لیکن مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین کہا کہ جو کوئی تفحص اور تلاش کرے ہمارے زمانہ کی عورتون کے احوال کو اور جو اونسے موجبات
ارتداد واقع ہوتے ہین مکرر ہر دن مین تو توقف اور تردد نکرے نوادر کی روایت پر فتوی دینے سے شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ نوادر کی روایت مبسوط اور شرح ہے
قنیہ اور مجتبی اور فتح القدیر اور بحر الرائق مین اور خلاصہ اس روایت کا یہ ہے کہ عورت بسبب مرتد ہونیکے لونڈی بنائی جاتی ہے اور مسلمانون کے واسطے غنیمت ہوجاتی ہے
نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور مول لیوے زوج اوسکو امام سے اگر وہ مصرف غنیمت کا نہو یا زوج اوسکو اپنے صرف مین لاوے اگر وہ مصرف ہو غنیمت کا اور اگر زوج اوسپر
مسلط ہو بعد ارتداد کے مالک ہوگا اوسکا اور اوسکو اوسکا بیچنا نادرست ہے جب تک عورت جنی نہو زوج سے اور اگر زوج کا لڑکا عورت جنے تو وہ ام ولد کی مثل ہو جاویگی
ونقل المصنف فی کتاب الغصب ان عمر رضی الله عنه هجم علی نائحة فضربها بالدرۃ حتی سقط خمارها فقیل له یا امیر المؤمنین قد سقط
خمارها فقال انها لا حرمة لها ومن هنا قال الفقیه ابو بکر البلخی حین مر بنساء علی شط نهر کاشفات الرؤس والذراع فقیل له کیف تمر فقال
لا حرمة لهن انما الشك فی ایمانهن کانهن حربیات اور نقل کیا مصنف نے کتاب الغصب مین کہ البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفعتہ جا پڑے ایک عورت
نوحہ گر پر پھر اوسکو دُرّے سے مارا یہانتک کہ اوسکے سر کا کپڑا گر پڑا تو لوگون نے اونسے کہا کہ یا امیر المؤمنین اوسکے سر کا کپڑا گر پڑا اور حالانکہ عورت کا سر کھولنا جائز نہین
تو فرمایا فاروق اعظم نے کہ مقرر اس عورت کی کچھ حرمت اور عزت نہین اسواسطے کہ خدا کی نافرمانی پر سرگرم ہے اور گانے سے نوحہ گری مرتد بھی کر دیتی ہے اور اس جگہہ سے
فقیہ ابو بکر بلخی نے کہا جبکہ وہ گذرے عورتون پر جو نہر کے کنارے پر سر اور ہاتھ کھولے تھین تو اونسے لوگون نے کہا کہ آپ کیونکر انکو برہنہ دیکھکر انکے پاس ہو کر نکلے
تو فقیہ موصوف نے کہا کہ انکی کچھ عزت اور حرمت نہین انکے تو ایمان مین شک ہے گویا کہ وہ حربی عورتین ہین اور حربی عورتین لونڈیان ہوتی ہین تو انکے سر اور ہاتھ واجب الستر نہین
هم یہ نقل مصنف کی استدلال نہین بلکہ روایت سابقہ کی استیناس ہے اسواسطے کہ غالب حال نوحہ گری کا یہ ہے کہ باعث ارتداد کا ہو جاتا ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وبقی النکاح ان ارتدا معا بان لم یعلم السبق فیجعل کالغرقی ثم اسلما کذلك استحسانا اور باقی رہیگا نکاح اگر زوج اور زوجہ ساتھ ہی مرتد
ہو جاوین پھر اسیطرح ساتھ ہی مسلمان ہون ساتھ ہی مرتد ہون جیسے مثلا دونو یکبارگی بت کو سجدہ کرین یا معاذ اللہ قرآن مجید کو اہانت سے پھینکدین یا اسطرح کہ
دونون مین سے کسیکے ارتداد کی سبقت نہ معلوم ہو تو غرقی کے مانند قرار دیے جاوینگے یعنی دو شخص غرق ہوگئے یا جل گئے اور معلوم نہین کہ کون پہلے ڈوبا یا کون پہلے جلا

تو دونوں سا تھ ہی غرق اور حرق قرار دیئے جاوینگے کوئی ان مین ایک دوسرے کا وارث نہوگا اور یہ نکاح باقی رہنا بدلیل استحسان کے ہے نہ بطور قیاس کے اسواسطے کہ جب ایک کا ارتداد منافی ہوا نکاح کا تو دونوں کا ارتداد بطریق اولی منافی ہوگا وفسد ان اسلم احدھما قبل الآخر ولا مھر قبل الدخول لو المتاخر ھی ولو ھو فنصفہ او متعة اور فاسد ہوگا نکاح اگر مسلمان ہوا ایک قبل دوسرے کے اور مہر نہوگا قبل دخول کے اگر عورت پیچھے مرد سے مسلمان ہوئی اور اگر مرد عورت سے پیچھے مسلمان ہوا تو نصف مہر واجب ہوگا اگر مہر معین تھا اور اگر مہر معین نہین تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے ارتداد اور اسلام ہوا تو مہر مسمی یا مہر مثل واجب ہوگا کذا فی حاشیة المدنی

والولد یتبع خیر الابوین دینًا ان اتحدت الدار ولو حکمًا بان کان الصغیر فی دارنا والاب ثمة بخلاف العکس اور لڑکا تابع ہے والدین مین سے بہتر دین والے کا یعنی اگر باپ مسلمان ہے تو لڑکا باپ کا تابع ہوگا دین مین اور اگر ماں مسلمان ہے تو ماں کا تابع ہوگا بشرطیکہ ملک متحد ہو اگرچہ حکمی اتحاد ہو اسطرح پر کہ لڑکا ہمارے ملک مین ہو اور ماں اوسکی ذمیہ ہے اور باپ وہان یعنی دار الحرب مین اسلام لایا ہو تو اگرچہ یہاں حقیقت مین اختلاف دارین ہے لیکن باپ بسبب اسلام کے دار الاسلام مین حکمًا داخل ہے بخلاف بالعکس کے یعنی لڑکا دار الحرب مین ہو اور باپ دار الاسلام مین مسلمان ہوا ہو تو اس صورت مین لڑکا اسلام مین باپ کا تابع نہوگا بسبب اختلاف دارین کے حقیقةً وحکمًا والمجوسی ومثله کوثنی وسائر اھل الشرک شر من الکتابی والنصرانی شر من الیھودی فی الدارین لانه لا ذبیحة له بل یخنق کمجوسی وفی الآخرة اشد عذابًا اور مجوسی اور اوسکے مانند جیسے بت پرست اور باقی اہل شرک جنکا دین آسمانی نہین وہ بد تر ہین کتابی سے اسواسطے کہ اہل کتاب کا دین باعتبار دعوی کے آسمانی ہے اسیواسطے اونکا ذبیحہ حلال ہے بخلاف مجوس کے تو اگر مجوسی اور کتابی سے لڑکا پیدا ہوگا تو کتابی شمار ہوگا اور نصرانی بد تر ہے یہودی سے دارین مین اسواسطے کہ نصرانی کا ذبیحہ نہین بطور عادت کے بلکہ نصرانی جانور کا گلا گھونٹ ڈالتا ہے مجوسی کیطرح ہان اگر نصرانی بوجہ شرع حلال کریگا تو ذبیحہ حلال ہوگا یہ برائیان دنیاوی ہین اور آخرت مین سخت تر عذاب ہے نصرانی پر بہ نسبت یہودی کے اسواسطے کہ نزاع نصاری کا الہیات مین ہے اور نزاع یہود کا نبوات مین لیکن اگر نصرانی اور یہودی سے لڑکا ہوگا تو یہودی نہوگا کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النھر وفی جامع الفصولین لو قال النصرانیة خیر من الیھودیة او المجوسیة کفر لاثباته الخیر لما قبح بالقطعی لکن ورد فی الشنترانی المجوسی اسعد حالا من المعتزلة لاثبات المجوسی خالقین فقط وھؤلاء خالقا لا عدد له بزازیه وجھر اور جامع الفصولین مین ہے اگر کوئی کہے دین نصرانی کا بہتر ہے یہود کے دین سے یا مجوس کے دین سے تو کافر ہو جائیگا بسبب ثابت کرنے بہتری کے اوسکو جو دلیل قطعی سے قبیح ہے یعنی سوائے دین اسلام کے سب دینوں سے خیریت اور بہتری مسلوب ہے لیکن حدیث مین وارد ہے کہ مجوسی خوشحال ہے معتزلہ سے اسواسطے کہ مجوسی فقط دو خالق کو ثابت کرتا ہے اور معتزلہ بیشمار خالق ثابت کرتے ہین کذا فی البزازیة والنھر مسند امام اعظم وغیرہ مین بروایت صحیح ثابت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم القدریة مجوس ھذہ الامة یعنی قدریہ مجوس ہین اس امت کے قدریہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو منکر ہے تقدیر کا اور معتزلہ قائل ہین کہ خدا خالق شر کا نہین بلکہ شر بندون کا مخلوق ہے تو بہت خالق ٹھہرے اور مجوسی قائل ہین دو خالق کے ایک نور جسکو یزدان کہتے ہین اور دوسرا ظلمت جسکو اہرمن بولتے ہین ۱۲ ولو تمجست ابو صغیرة نصرانیة تحت مسلم بانت بلا مھر ولو کانت قد ماتت الام نصرانیة مثلا وکذا عکسه لم تبن لتناھی التبعیة بموت احدھما ذمیًا او مسلمًا او مرتدًا فلم تبطل بکفر الآخر اور اگر مجوسی ہوگیا صغیرہ نصرانیہ کا باپ جو مسلمان کے نیچے ہے تو جدا ہوجائیگی نصرانیہ بدون مہر کے اسواسطے کہ صغیرہ نصرانیہ تابع ہوگی دین مین باپ کی پھر جب وہ مجوسی ٹھہری تو نکاح ٹوٹ گیا اور اگر صغیرہ کی ماں نصرانیہ مثلًا یا یہودیہ مر چکی ہو اور باپ اوسکا مجوسی ہو جاوے اور اسیطرح بالعکس یعنی باپ صغیرہ کا نصرانی مر چکا ہو اور ماں اوسکی مجوسیہ ہو جاوے تو صغیرہ جدا نہوگی مسلم سے بسبب متناہی ہونے تابعداری کے ایک کی موت پر ذمی ہو کر یا مسلمان ہو کر یا مرتد ہو کر تو تابعداری باطل نہوگی دوسرے کے کفر سے یعنی جب صغیرہ کی ماں یا باپ ذمی یا مسلمان یا مرتد ہو کر مرا تو تبعیت دین کی ختم ہوگئی اب دوسرے کے کافر ہونے سے نکاح نہ ٹوٹ جائیگا ماں یا باپ کے مرتد ہونے سے اسواسطے نکاح باقی رہیگا کہ مرتد بجبر مسلمان کیا جاتا ہے اور اوسکے مرتد ہونے سے لڑکا مرتد نہین ہوتا وفی المحیط لو ارتدا لم تبن ما لم یلحقا اور محیط مین ہے کہ اگر ماں باپ صغیرہ کے دونو مرتد ہوگئے تو صغیرہ جدا نہوگی اپنے زوج مسلم سے جبتک دونو دار الحرب مین صغیرہ کو لیکر نہ ملین ارتداد والدین سے جدائی اسواسطے نہوئی کہ

ہنوز احکام اسلام کے دونو پر قائم ہین کیونکہ اونپر جبر کرنا مسلمان ہونیکے واسطے ثابت ہی اور اونکا کفر بوجہ نہ ماننے مسلمین کا ہی اور جب دار الحرب مین شوہر کو ایکبار حیض آیا
تو اونکا حربی ہونا ثابت ہوگیا اور حکومت مسلمین سے بالکل باہر ہوگئے اور اگر صغیرہ دار الاسلام مین رہی تو بھی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ اوسکا اسلام حکمی موجود ہی ولو
بلغت عاقلة مسلمة ثم جنت فارتد الابوان لم تبن مطلقاً اور اگر صغیرہ منکوحہ مسلم کی تابع ہوئی عاقل مسلمان ہوکر پھر مجنون ہوگئی پھر اوسکے ماباپ مرتد ہوگئے تو
اپنے زوج سے جدا نہوگی کسی طرح خواہ والدین دار الحرب مین جا ملے ہون خواہ نہ ملے ہون اسواسطے کہ عورت خود اصلی مسلمان ہوچکی اب تبعیت الدین کی باقی نرہی مسلم
تحته نصرانية فتمجسا او تنصرا بانت ایک مسلمان کے نیچے نصرانیہ ہی پھر زوج اور زوجہ مجوسی ہوگئے یا نصرانی ہوگئے تو نکاح ٹوٹ جائیگا عورت جدا ہوگی
نزدیک ابو یوسف کے اسواسطے کہ سبب فرقت کا یعنی ارتداد فقط زوج کی طرف سے ہوا اور عورت تو کافرہ کتابیہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح ان ینکح مرتد او
مرتدة احداً من الناس مطلقاً اور نہین صحیح ہی کہ نکاح کرے مرد مرتد اور عورت مرتدہ سے کوئی آدمی مطلقاً یعنی نہ مرتد نہ مسلم نہ کافر اسواسطے کہ مرتد مستحق ہی قتل کا
اور چند روز مہلت بضرورت تامل کے ہی کہ شاید سمجھکر مسلمان ہوجاوے اور مرتدہ واجب الحبس ہی اسواسطے تامل کے اور فوائد نکاح کے دونو مین کسیکو حاصل نہین آسلم
الکافر وتحته خمس نسوة فصاعداً او اختان او ام وبنتها بطل نکاحهن ان تزوجهن بعقد واحد فان رتب فالآخر باطل مسلمان ہوا ایک کافر
اور اوسکے نیچے پانچ عورتین ہین یا زیادہ یا اوسکے نیچے دو بہنین ہین یا ماں اور اوسکی بیٹی ہی تو نکاح اون عورتون کا باطل ہی اگر اونسے نکاح ایک عقد مین کیا اور اگر نکاح ترتیب
کیا یعنی اول پہلی سے پھر دوسری سے علی ہذا القیاس پانچوین تک یا ایک عقد مین تین سے نکاح اور دوسرے عقد مین دو سے کیا یا اول ایک بہن سے نکاح کیا
پھر دوسری سے وعلی ہذا القیاس ماں اور بیٹی مین بھی نکاح مرتب ہوا تو پچھلا نکاح باطل ہوگا یعنی پانچوین عورت کا یا دوسری بہن کا یا ماں کا یا بیٹی کا وخیّره محمد
والشافعي بحديث فيروز اور اختیار دیا ہی اوسکو محمد اور شافعی نے حدیث فیروز کی دلیل سے یعنی محمد اور شافعی نے مختار کیا ہی اسلام لانیوالے کو چار عورتون کے
رکھنے مین کوئی ہون اور دو بہنون مین بھی اختیار ہی کہ جسکو چاہے رکھے اور ماں اور بیٹی نکاح مین فقط بیٹی کو اختیار کرے یا دونو کو چھوڑ دے ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ
اور صحیح ابن حبان مین ضحاک ابن فیروز عن ابیہ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فیروز دیلمی سے اور حالانکہ وہ مسلمان ہوا تھا اور اوسکے نیچے دو بہنین تھین
کہ ان دو مین سے جسکو تیرا جی چاہے اختیار کر اور دوسری کو طلاق دے اور ترمذی مین مروی ہی کہ غیلان بن سلمہ ثقفی مسلمان ہوا اور اوسکے پاس دس عورتین تھین جاہلیت مین
وہ بھی مسلمان ہوئین تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسے فرمایا کہ ان عورتون مین سے چار کو اختیار کرے کذا فی حاشیۃ المدنی قلنا کان التخییر فی التزوج بعد الفرقة
محمد اور شافعی کے جواب مین ہم کہینگے کہ حضرت صلعم کا اختیار دینا نکاح کرنے مین ہی بعد فرقت کے یعنی نکاح سابق باطل ہوگیا [illegible] کو مختار کیا کہ جسکو
چاہین کرلین بلغت المسلمة المنکوحة ولم تصف الاسلام بانت ولا مهر قبل الدخول وینبغی ان یذکر الله تعالی بجمیع صفاته
عندها وتقول هی نعم بذلک کذا فی الکافی بالغ ہوئی مسلمہ منکوحہ اور بیان نکرسکی ارکان اسلام کو بسبب جہل کے تو جدا ہوگئی شوہر سے اور اوسکو مہر ملیگا قبل دخول کے
اور لائق ہی زوج کو کہ ذکر کرے حق تعالی کو اوسکی جمیع صفات سے عورت کے پاس اور اوس سے اوسکا اقرار کرائے کذا فی الکافی یعنی اوس سے یون کہلاوے کہ ایسا خدا
ایسا ہی اور اگر وہ کہے کہ ہان ایسا ہی تو وہ مسلمان ہی نکاح قائم رہا اور اگر اسلام کو بوجھتی ہو اور بیان نکرسکتی ہو تو بھی نکاح موجود ہی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الکافی

باب القسم

بفتح القاف القسمة وبالکسر النصیب یہ باب ہی ازواج کے برابر رکھنے کا قسم بفتح قاف اور سکون سین بمعنی قسمت کے اور قسم بکسر قاف بمعنی
نصیب اور حصہ کے ہی اور یہان مراد تسویہ منکوحات ہی یجب وظاهره الآیة انه فرض ان تعدلوا ای ان لا تجوروا فیما ای فی القسم بالتسوية فی
البیتوتة وفی الملبوس والماکول والصحبة لا فی المجامعة کالمحبة واجب ہی اور ظاہر آیت کا یہ ہی کہ فرض ہی عدل کرنا یعنی جور اور ظلم نکرنا قسم مین
اسطرح کہ برابر رکھنا چاہیے منکوحات کو شب باشی مین اور لباس اور کھانے اور ہم انسیت مین نہ جماع کرنے مین مثل محبت کے یعنی جماع مین برابری ضرور نہین

اسواسطے کہ جماع نشاط خاطر پر موقوف ہے اور اسیطرح محبت میں بھی برابر رکھنا ضرور نہیں اسواسطے کہ محبت آدمی کے اختیار میں نہیں بل یستحب ویسقط
حقہا بمرۃ ویجب دیانۃ احیانا جماع واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور ساقط ہوتا ہے حق عورت کا ایکبار جماع کرنے سے باعتبار حکم قضا کے اور واجب ہے جماع
باعتبار دیانت کے گاہ گاہ ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاہا اور نہ پہنچے چھوڑنا جماع کا ایلا کی مدت تک یعنی حرہ کے حق میں چار مہینے اور لونڈی کے حق میں
دو مہینے تک ترک کی نوبت نہ پہنچے مگر عورت کی خوشی سے ویؤمر المتعبد بصحبتہا احیانا اور امر کیا جاویگا عابد کو عورت کی صحبت کا گاہ گاہ اور اسیطرح جو شخص
مشغول ہو لونڈیوں کے تصرف کا اوسکو بھی موانست ازواج کا قاضی حکم کریگا گاہے گاہے یعنی اسمین مدت مقرر نہیں وقدرہ الطحاوی بیوم ولیلۃ من کل اربع
لحرۃ وسبع لامۃ اور ٹھہرائی ہے مدت صحبت کی طحاوی نے ہر چار روز میں ایک رات اور دن حرہ کیواسطے اور ہر ہفتے میں ایک رات اور دن منکوحہ لونڈی کیواسطے ولو تضررت
من کثرۃ جماعہ لم تجز الزیادۃ علی قدر طاقتہا والرای فی تعیین المقدار للقاضی بما یظن طاقتہا نہر بحثا اور اگر ضرر ہو عورت کو کثرت جماع زوج سے
جو جائز نہیں زیادتی اوسکی قدر طاقت پر اور تجویز تعیین مقدار جماع کی قاضی پر ہے جسقدر عورت کی طاقت کو گمان کرے کذا فی النہر از روی بحث کے شرح ملتقی میں کہا ہے
کہ ذکر کرنا مقدار جماع کا میرے اپنے علما کی کتب میں نہیں دیکھا البتہ کتب مالکیہ میں ہے کہ چار بار دن اور چار بار رات کو چاہیے اور بعضی روایت میں دو بار دن اور دو بار رات
اور نہر الفائق میں کہا کہ میرے نزدیک قاضی کی تجویز تعیین مقدار میں پسندیدہ ہے اور حال انکہ جب مسئلہ ہمارے مذہب میں مصرح نہو تو امام مالک کیطرف رجوع کرنا چاہیے چنانچہ
حموی نے حاشیہ اشباہ میں اسکو مصرح کیا ہے تو صاحب نہر الفائق کی تجویز اور بحث کوئی وجہ معقول نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی بلا فرق بین فحل وخصی وعنین و
مجبوب ومریض وصحیح وصبی دخل بامرأتہ وبالغ لم یدخل بہ بحثا وافق المصنف قسم زوج پر واجب ہے بدون فرق کے درمیان فحل اور خصی کے
اور نامرد اور مقطوع الذکر کے اور بلا فرق درمیان بیمار اور تندرست اور صبی کے جو وطی کر چکا ہے اپنی عورت کی اور بلا فرق بالغ کے جسنے وطی نہیں کی چنانچہ یہ مسئلہ
بحر الرائق میں ہے بحث کرکے اور ثابت رکھا ہے اوسکو مصنف نے اپنی شرح میں فحل وہ جسکا آلہ تناسل صحیح اور جماع پر قادر ہو اور خصی وہ جسکے خصیے نکالڈالے گئے ہوں
یعنی خصی اور عنین اور مجبوب سے ہر چند جماع متصور نہیں تو بھی اگر شب باشی اپنے منکوحات کے ساتھ واجب ہے مانند فحل کے واسطے صحبت اور موانست کے
نہ واسطے جماع کے ومریضۃ وصحیحۃ وحائض وذات نفاس ومجنونۃ لا یخاف ورتقاء وقرناء وصغیرۃ یمکن وطیہا ومحرمۃ ومظاہرۃ
ومولی منہا ومقابلاتہن وکذا مطلقۃ رجعیۃ ان قصد رجعتہا والا لا بحر اور قسم واجب ہے بلا فرق درمیان عورت بیمار اور تندرست کے اور حائض
اور نفاس والیکے اور اوس مجنونہ کے جس سے خوف ضرر رسانی کا نہیں اور بدون فرق رتقا اور قرنا کے رتقا وہ عورت جسکی شرمگاہ بند ہو لائق دخول کے نہو اور قرنا وہ عورت
جسکی شرمگاہ میں ہڈی زائد مانع ہو جماع کی اور بدون فرق اوس صغیرہ کے جس سے وطی کرنا ممکن ہو اور بلا فرق محرمہ کے جسنے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور بدون
فرق مظاہرہ یعنی جسکو محارم کے ساتھ تشبیہ دی اور بدون فرق اوس عورت کے جس سے ایلا کیا یعنی چار مہینے تک جماع نکرنیکی قسم کھائی اور بلا فرق اونکے
مقابلات کے یعنی غیر محرمہ اور جس سے ظہار اور ایلا نہیں کیا اور اسیطرح سے مطلقہ رجعیہ اگر اوسکے ساتھ قصد رجوع کرنیکا ہو اور اگر قصد رجوع کا نہو تو اوسکے
ساتھ قسم نہیں کذا فی البحر حاصل یہ کہ منکوحات مذکورہ کے ساتھ شب باشی وغیرہ واجب ہے واسطے رفع وحشت کے نہ جماع کے ولو اقام عند واحدۃ
شہرا فی غیر سفر ثم خاصمتہ الاخری فی ذلک یؤمر بالعدل بینہما فی المستقبل وھدر ما مضی وان اثم بہ لان القسمۃ
تکون بعد الطلب اور اگر اقامت کی زوج نے ایک زوجہ کے پاس ایک مہینہ بدون سفر کے پھر جھگڑا کیا زوج سے دوسری زوجہ نے اسمین تو زوج کو
دونوں کے برابر رکھنے کا حکم ہوگا زمانہ آیندہ میں اور جو زمانہ ماضی میں ہو چکا اوسکا عوض نہیں اگرچہ زوج اوسکے سبب گنہگار ہوا اسواسطے کہ قسمت بعد
طلب کے ہوتی ہے اور طلب نہیں ہوئی مگر زمانہ مستقبل میں وان عاد الی الجور بعد نہی القاضی عزر بغیر حبس ... حتی یتوب وھذا
اذا لم یتقدم ... فبیات ... القاضی ... اور اگر پھر ظلم کیا اور رجوع سے بعد منع کرنے

قاضی کے یعنی ایک منکوحہ کے پاس زیادہ رہا تو اوسکو تعزیر ہی کیجاویگی بدون قید کے کذا فی الجوہرہ تعزیر ہوگی بسبب فوت کر دینے زوج کے حق کو یعنی حق وجہ کا نو فوت کیا
اور ممنوع شرعی کا مرتکب ہوا اور یہ تعزیر او سوقت ہوگی جب کہ زوج نے کہا ہو کہ میں ایک کے پاس زیادہ اسواسطے ٹھہرا کہ اختیار دورہ کا مجھکو ہے یعنی دوسری زوجہ کی باری
میں اوسیقدر اوسکے پاس بھی رہونگا تو اوسوقت میں قاضی حکم کرے اوسیقدر کا یعنی جتنا ایک کے پاس رہا دوسری کے پاس بھی اوتنا ہی رہے کذا فی النہر
والبکر والثیب والجدیدۃ والقدیمۃ والمسلمۃ والکتابیۃ سواء لاطلاق الآیۃ اور باکرہ اور ثیبہ اور جدیدہ اور قدیمہ اور مسلمہ اور کتابیہ سب
برابر ہیں بسبب مطلق ہونے آیت قرآنی کے عدل منکوحات میں اور مسند امام احمد میں حدیث مرفوع ہے کہ جسکی دو عورتیں ہوں اور وہ ایک کیطرف کو مائل ہو تو وہ قیامت
میں آویگا اور اوسکا آدھا بدن ٹیڑھا ہوگا یہ حدیث بھی مطلق ہے باکرہ اور ثیبہ اور قدیمہ اور جدیدہ وغیرہ کا اسمیں کچھ فرق نہیں اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک ایک
باکرہ سے نکاح کرے تو سات دن اوسکے پاس رہے اور اگر ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اوسکے پاس رہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ باکرہ کے سات دن اور ثیبہ کے
تین دن ہیں ہم حدیث مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ ابتدائی نوبت جدیدہ سے چاہیے نہ زیادتی نوبت کی یعنی اگر سات دن باکرہ کے پاس رہے تو اور ازواج کے پاس بھی سات دن
رہے اور اگر تین دن ثیبہ کے پاس رہے تو اسیقدر اور منکوحات کے پاس بھی رہنا چاہیے کذا فی حاشیۃ المدنی وللامۃ والمکاتبۃ وام الولد والمدبرۃ والمبعضۃ
نصف ما للحرۃ ای من البیتوتۃ والسکنی معہا اما النفقۃ فبحالہما اور قسم لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ اور مبعضہ کیواسطے بقدر نصف حرہ کے ہے
یعنی شب باشی اور اوسکے ساتھ رہنے میں لیکن نفقہ میں معتبر ہے بقدر حال زوجین کے تونگری اور افلاس میں خلاصہ یہ ہے کہ اگر لونڈی اور مکاتبہ منکوحہ ہو تو اوسکی باری حرہ سے
آدھی ہے مثلاً ایک مرد کے پاس ایک حرہ اور ایک لونڈی منکوحہ ہو تو دو شب حرہ کے پاس رہے اور ایک شب لونڈی کے پاس مبعضہ وہ عورت جو کل آزاد نہو بلکہ نصف آزاد ہو یا ربع
ولا قسم فی السفر دفعا للحرج فلہ السفر بمن شاء منہن والقرعۃ احب تطییبا لقلوبہن اور سفر میں باری نہیں واسطے دفع حرج کے تو مرد کو اختیار ہے
جسکو چاہے اونمیں سے سفر میں لیجائے اور قرعہ کر لینا مستحب ہے ازواج کا دل خوش کرنیکے واسطے اور قرعہ کا یہ طریق ہے کہ ایک پرچہ کاغذ میں سفر کا لفظ لکھا اور دوسرے
کاغذ میں حضر کا لفظ لکھا پھر اونکی مٹھی میں اندر کر کے گولی بنا لے پھر کسی لڑکے کو دے کہ ہر عورت کو حوالہ کرے جسکے پاس سفر کی گولی جاوے اوسکو ساتھ لے کذا فی الطحطاوی
والمدنی عن القہستانی ولو ترکت قسمہا بالکسر ای نوبتہا لضرتہا صح ولہا الرجوع فی ذلک فی المستقبل لانہا ما وجب فما سقط اور اگر ایک
زوجہ اپنی باری چھوڑ دے اپنی سوت کیواسطے تو یہ درست ہے اور اوسکو رجوع کرنا یعنی باری وکر پھیر لینا بھی آئندہ میں جائز ہے زمانہ آیندہ میں اسواسطے کہ زمان مستقبل میں
حق عورت کا واجب نہیں تو اوسکے ساقط کرنے سے ساقط بھی نہوگا ولو جعلتہ لمعینۃ ہل لہ جعلہ لغیرہا ذکر الشافعی لا وفی البحر بحثا نعم ونازعہ
فی النہر اور اگر کسی عورت نے اپنی باری مخصوص ایک سوت کو دی تو آیا زوج کو جائز ہے کہ اوسکے سوا دوسری کے واسطے مقرر کرے شافعی نے ذکر کیا کہ دوسری کو باری دینا
جائز نہیں اور بحر الرائق میں بعد گفتگو کے کہا کہ زوج کو اختیار ہے اور نزاع کیا ہے اوس سے نہر الفائق میں ہم بحر الرائق میں کہا کہ شاید مشایخ حنفیہ نے اس تفصیل شافعیہ کو
اسواسطے ذکر نہیں کیا کہ یہ ہبہ اسقاط ہے زوج سے تو اوسمیں زوج کا اختیار ہوگا خواہ زوج کو ہبہ کرے خواہ سوت کو نہر الفائق میں کہا کہ سوت کو دینے سے زوج کا
حق ہو جاوے یہ مسلم نہیں ہے اسواسطے کہ باری عورت کا حق ہے جسطرح چاہے ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ باری عورت کا حق ہے قبل اسقاط کے اور بعد اسقاط کے زوج کا اختیار ہے
نزدیک مشایخ کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویقیم عند کل واحدۃ منہما یوما ولیلۃ لکن انما تلزمہ التسویۃ فی اللیل حتی لو جاء للاولی بعد الغروب وللثانیۃ
بعد العشاء فقد ترک القسم اور ٹھہرے ہر ایک کے پاس دن بھر یعنی ایک دن اور ایک رات اور دونوں کا حال یہی چاہیے لیکن برابری تو زوج کو رات میں لازم ہے
یہانتک کہ اگر آیا زوج پہلی عورت کے پاس بعد غروب کے اور دوسری کے پاس بعد عشا کے تو البتہ اوس نے چھوڑا عدل کو خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کے پاس رات کے رہنے میں
زیادتی کمی نکرے اور دن کو اختیار ہے یہانتک کہ اگر ایک کے پاس دن بھر رہا اور دوسری کے پاس ایک لحظہ ٹھہرا تو جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن فتح القدیر
ولا یجامعہا فی غیر نوبتہا وکذا لا یدخل علیہا باللیل لا لعیادتہا ولو اشتد ففی الجوہرۃ لا باس ان یقیم عندہا حتی تشفی او تموت

انتهى يعني ذا لكر لكن عندها من نوبتها اور جماع کرے عورت اوسکی باری کی سوا میں اگرچہ دن ہو اور اسیطرح ہو باری کے رات کو اوسکے پاس نجاوے مگر اوسکی عیادت
کیواسطے اور اگر زوجہ کی بیماری سخت ہو تو جوہرہ میں ہے کہ پہونچا انیس یعنی کچھ اوسکے پاس رہے یہانتک کہ اوسکا آرام ہو یا مرجاوے نقدا یعنی بقدر بیمار عورت کے پاس ٹھہرنا اوس وقت
میں ہے جبکہ اوسکے پاس کوئی مونس اور غمخوار نہو ولو مرض هو في بيته دعا كلا في نوبتها لانه لو كان صحيحا واراد بذلك ينبغي ان يقبل منهم
اور اگر بیمار ہو زوج اپنے گھر میں تو بلاوے ہر عورت کو اوسکی باری میں سو اسطے کہ اگر تندرست ہوتا اور یہی ارادہ کرے یعنی بلانے کا تو لائق ہے کہ اوسکا امر قبول کیا جاوے کذا في النهر

وان شاء ثلثا اي ثلثة ايام ولياليها اور اگر چاہے تین یعنی تین تین ہر ایک کے پاس رہے ولا يقيم عند احدهما اكثر الا باذن الاخرى
خلاصه وزاد في الخانية والراي في البداءة في القسم اليه وكذا في مقدار الدور ههنا وتبيين اور نہ ٹھہرے زوج ہر ایک کے پاس زیادہ مگر دوسرے کی اجازت سے کذا فی
الخلاصہ اور زیادہ کیا ہے خانیہ میں و تجنیس شروع باری میں زوج کی طرف ہے یعنی مثلاً اگر سفر سے آوے تو جسکے پاس چاہے جاوے اور اسیطرح مقدار دور کی زوج کے اختیار
میں ہے چاہے ایک یا دو یا سات سات دن جتنے چاہے کم و بیش کذا فی الہدایہ والتبیین وقیدہ فی الفتح بحثا بمدة الايلاء اربعة اشهر وعممه في البحر فانظر فيه
النہر قال المصنف والظاهر عندي انهما لم يطلعا على ما في الخلاصة من التقييد بثلثة ايام كما عولنا عليه في المختصر والله اعلم اور مقید کیا ہے فتح القدیر میں دور کو بحث کر کے مدت
ایلاء کے یعنی چار مہینہ اور عام کیا ہے مدت دور کو بحر الرائق میں سو اعتراض کیا ہے عموم بحر میں صاحب نہر الفائق نے کہا مصنف نے منح الغفار میں اور ظاہر یہ ہے
صاحب فتح القدیر اور بحر الرائق کی دلالت کرتی ہے کہ دونوں مطلع نہیں ہوئے اوس روایت پر جو خلاصہ میں ہے یعنی تین دن کی تقیید ہے جیسا کہ ہم نے اوسی خلاصہ کی روایت پر
اعتماد کیا ہے مختصر میں یعنی تنویر الابصار میں واللہ اعلم فتح القدیر میں کہا کہ اطلاق دور کا معتبر نہیں اسواسطے کہ اگر ایک ایک برس کا دورہ زوج مقرر کرے تو یہ اطلاق خیال میں
نہیں آتا بلکہ مدت ایلاء تک یعنی چار مہینے تک مطلق کہنا ہی لائق نہیں اور جبکہ باری تانیس اور دفع وحشت کے لیے واجب ہے تو قریب مدت اعتبار کرنا چاہیے اور میرے گمان میں
یہ ہے کہ ایک ہفتہ سے زیادہ دورہ مقرر کرنا ضرر رسانی ہے مگر یہ کہ دونوں اوس پر راضی ہوجاویں فقط تو معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت میں لفظ او بمعنی بل ہے اسیواسطے مترجم نے
ویساہی ترجمہ کیا اور بحر الرائق میں کہا کہ مدت دور کی مطلق ہے اسواسطے کہ جب دورہ برابر ہوا تو کچھ ضرر رسانی نہیں کیونکہ عورت اپنی باری کے آنے پر مطمئن رہیگی
اور نہر الفائق میں کہا کہ اطلاق دور میں نفی مضرت کی مسلم نہیں فقط یعنی مثلاً اگر مدت دور کی دس برس ہوئی اور زوج قبل آنے باری دوسری عورت کے مر گیا
تو صریح مضرت ہے اور مصنف جو خلاصہ کی عبارت سے تین دن کی تقیید سمجھا سو بھی لائق اعتماد کے نہیں اسواسطے کہ خلاصہ کی عبارت محتمل ہے تمثیل کی
نہ تحدید کی اور شارح قہستانی نے خانیہ اور سراجیہ سے نقل کیا کہ زوج کو اختیار ہے کہ ہر ایک عورت کے پاس سات سات دن رہے اور بلا شک تمرتاشی متون کی
ترجیح میں مقدم ہیں فتاووں پر کذا فی حاشیۃ المدنی **فروع** مسائل متعلقہ شارح کے لو كان عمله ليلا كالحارس ذكر الشافعية انه يقسم نهارا
وهو حسن اگر کام زوج کا رات کو ہو جیسے چوکیدار اور اوسکی دو یا تین عورتیں ہوں تو شافعیوں نے ذکر کیا ہے کہ وہ دن کو باری مقرر کرے شارح نے کہا کہ
یہ کلام شافعیوں کا خوب ہے وحقه عليها ان تطيعه في كل مباح يأمرها به اور حق زوج کا زوجہ پر یہ ہے کہ اوسکی اطاعت کرے ہر ایک امر مباح میں جو اوسکو
حکم کرے ظاہر یہ ہے کہ امر مباح زوج کے امر سے عورت پر واجب ہوجاتا ہے جیسے حکم سلطان کا رعیت پر اور زوج کو جائز ہے کہ ترک آرایش سے اور ترک نماز اور طہارت
سے اور وطی کی عدم اجابت سے عورت کو مارے کذا فی فتح القدیر اور اگر مرد کے پاس عورت ہو کہ نماز نہ پڑھتی ہو تو اوسکو طلاق دینا جائز ہے اگرچہ ادا کرنے مہر پر قادر نہو
اور اگر عورت کا باپ لنگڑا ہو اور اوسکا کوئی خبر گیر نہو اور زوج اوسکے پاس جانے سے منع کرتا ہو تو اس صورت میں عورت کو نافرمانی زوج کی جائز ہے اور
خدمت باپ کی ضرور ہے باپ خواہ مسلمان ہو خواہ کافر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن العالمگیریہ وله منعها من الغزل اور جائز ہے مرد کو عورت کا منع کرنا
سوت کاتنے سے اسواسطے کہ نفقہ اوسکا زوج پر واجب ہے ومن اكل ما يتاذى من رائحته اور مرد کو جائز ہے کہ عورت کو منع کرے اوس چیز کے کھانے
سے جسکی بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو جیسے کچا پیاز اور لہسن و مولی اور حقہ پینا اسواسطے کہ بوسہ لینا حق ہے زوج کا اور بدبو سے نفرت آتی ہے اور اسلیے سعدی نے کہا

اپنے فتاوے میں مصرح کیا ہے کہ زوج کو اگر بکرو معلوم ہو تو حقہ پینے سے عورت کو منع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی بل ومن الحناء والنقش ان تاذی من رائحتہ نھر
وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی بلکہ زوج کو اختیار ہے کہ مہندی لگانے اور نقش کاری سے منع کرے عورتکو اگر اوسکی بو سے اوسکو تکلیف ہوتی ہو کذا فی النہر الفائق اور اس مقام کی
پوری تقریر ملتقی کے حاشیہ میں مین نے بیان کی ہے ؏ ہدایہ میں ہے کہ احکام نکاح سے ایک معاشرت بالمعروف ہے جو بآیت قرآنی کے یعنی احسان اور کرم کرنا عورت سے
باعتبار قول اور فعل اور خلق کے اور معاشرت بالمعروف کے بعضوں نے یہ معنی کہے کہ مرد عورت سے ایسا سلوک کرے جو اپنی ذات کیواسطے پسند رکھتا ہے اور یہ حسن سلوک
دونوں طرف سے مستحب ہے اور احکام نکاح سے یہ ہے کہ اگر عورت نافرمانی زوج کی کرے تو اول اوسکو نصیحت کرے اگر نصیحت نہ مانے تو کلام کرنا اور پاس لیٹنا اور جماع کرنا ترک کرے
اگر اس سے بھی نہ باز آوے تو پھر مارنا جائز ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور مکروہ ہے مرد کو اپنی عورت سے وطی کرنا جبکہ عاقل اور اندیشہ اور اوسکی سوت کے نزدیک اور اسی طرح اپنی
لونڈی اور اوسکی لونڈی کے روبرو کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الرضاع

یہ باب ہے رضاع کا یعنی اسمیں احکام شیرخوارگی کے مذکور ہیں

ھو لغۃ بفتح وکسر مص الثدی وشرعا مص من ثدی ادمیۃ ولو بکرا او میتۃ او ایسۃ والحق بالمص الوجور والسعوط
رضاع بفتح وکسر لغت میں چوسنا ہے چھاتی کا اور شرع میں چوسنا ہے عورت کی چھاتی سے اگرچہ عورت کواری ہو یا مردہ یا آئسہ اور چوسنے سے ملحق ہے حلق میں
ڈالنا اور ناک سے چڑھانا یہ اشارہ ہے صاحب بحر الرائق کی تردید پر اوسنے کہا کہ کبھی مص ہوتا ہے اور پیٹ میں نہیں جاتا اور کبھی رضاع ثابت ہوتا ہے بدون
مص کے جیسے کہ وجور اور سعوط میں شارح نے جواب دیا کہ وجور اور سعوط ملحق ہے مص سے اور چونکہ سبب غالب پیٹ میں جانے کا مص ہوتا ہے اسواسطے
اسکو ذکر کیا نہر الفائق میں کہا کہ مص متلزم ہے وصول کا اسواسطے کہ صاحب قاموس نے مص کو شرب رفیق کر تعبیر کیا ہے فی وقت مخصوص ھو حولان
ونصف عندہ وحولان فقط عندھما وھو الاصح فتح وبہ یفتی کما فی تصحیح القدوری عن العون مص ہو وقت مخصوص میں وہ وقت اڑھائی برس
ہیں امام کے نزدیک اور فقط دو برس ہیں صاحبین کے نزدیک اور یہی مذہب صاحبین کا اصح ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی پر فتوی ہے کما فی تصحیح القدوری سے
ناقلا عن عون الدرایۃ وفی نسخۃ عن العیون اور لفظ حولین کاملین سے جو کلام مجید میں واقع ہے ثابت ہوتا ہے کہ رضاع بعد تمامی حولین کے نہیں اور طحاوی
نے اسی روایت کو پسند کیا ہے لکن فی الجوھرۃ انہ فی الحولین ونصف ولو بعد الفطام محرم وعلیہ الفتوی لیکن جوہرہ میں ہے
کہ البتہ رضاع اڑھائی برس کے اندر اگرچہ بعد چھوڑانے کے ہو حرمت ثابت کرتا ہے اور اسی روایت پر فتوی ہے کما فی الولوالجیۃ اور یہی ظاہر الروایت ہے کما فی الخانیۃ
اور فتح القدیر میں واقعات ناطفی سے منقول ہے کہ فتوی ہے ظاہر الروایت پر کذا فی حاشیۃ المدنی تو معلوم ہوا کہ مدت رضاع میں فتوی مختلف ہے تو اسمیں ترجیح ظاہر الروایت
مرجح ہوگی واستدل لقول الامام بقولہ تعالی وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا ای مدۃ کل منھما ثلثون اور استدلال کیا ہے علما نے
واسطے قول امام کے حق تعالی کے اس قول پاک سے کہ حمل اوسکا اور دودھ چھڑانا اوسکا تیس مہینے میں ہے یعنی مدت ہر ایک کی دونوں میں سے تیس مہینے ہیں
حمل کبھی تیس مہینہ اور دودھ چھڑانا بھی تیس مہینہ اسواسطے کہ حق تعالی نے دو چیزیں ذکر کیں اور دونوں کی مدت مقرر فرمائی تو وہ پوری مدت دونوں میں ہر ایک کے واسطے ہوگی جیسے کوئی مدت
مقرر کرے دو قرض کیواسطے یوں کہا کہ زید کے مجھپر ایک ہزار درہم اور پانچ من گیہوں ایک مہینہ تک ہیں تو مہینہ پورا ہر ایک کی مدت ہوگی اور ایسا ہی ہر ایک کی یہی مدت ہوگی اسمیں سوال ہوتا
کہ اس تقریر سے لازم آیا کہ مدت حمل اڑھائی برس ہو حالانکہ امام کے نزدیک حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں تو اوسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول میں دیا غیر ان النقص فی
الاول قام بقول عائشۃ لا یبقی الولد اکثر من سنتین ومثلہ لا یعرف الا سماعا مگر یہ کہ کمی تیس مہینے کی اول امر میں یعنی حمل میں ثابت ہوئی بسبب عائشہ صدیقہ کے قول کے فرمایا
کہ نہیں باقی رہتا لڑکا پیٹ میں زیادہ دو برس سے اور مثل اس مضمون کا معلوم نہیں ہو سکتا مگر شارع کی سماع سے کیونکہ تعیین مدت میں اجتہاد مجتہد کو دخل نہیں تو یقیناً
معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا تو اوس صورت میں قول صحابی کا قائم مقام حدیث مرفوع کے ہو گیا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو شرح
نخبۃ الفکر میں مشرح بیان کیا ہے اور قول حضرت صدیقہ کا سنن دارقطنی اور بیہقی میں جمیلہ بنت سعد کی روایت سے موجود ہے کذا فی حاشیۃ المدنی

پھر بیان ہوئی اس سوال کا رد ہوا کہ امام نے تخصیص آیت کی حدیث سے کیونکر تجویز کی حالانکہ آیت قطعی ہے اور حدیث ظنی اور تخصیص قطعی کی ظنی سے جائز نہیں ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول سے دیا
دلالۃ الآیۃ مؤولۃ لتوزیعھما الاجل علی الاقل والاکثر فلم تکن دلالتھا قطعیۃ اور آیت موصوفہ ماول ہے یعنی اپنے ظاہری معنی پر محمول نہیں بسبب تقسیم کرنے علماء کے
مدت کو اقل مدت حمل اور فصال اکثر مدت پر یعنی صاحبین نے شافعی وغیرہ نے تیس مہینے کو یون تقسیم کیا کہ چھہ مہینے حمل کی مراد رکھے اور دو برس فصال کی پھر حسب تیس مہینے کی مدت حمل اور
فصال پر اس طرح تقسیم ہوئی تو دلالت آیت کی قطعی نہ رہی ظنی ہو گئی اور حدیث بھی ظنی ہے تو تخصیص ظنی کی ظنی سے درست ہو گئی علی ان الواجب علی المقلد العمل بقول المجتہد
وان لم یظہر دلیلہ کما افادہ فی رسم المفتی علاوہ استدلال ہی یہ ہے کہ مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اوسکی دلیل ظاہر نہ ہو چنانچہ قاضی خان نے اسکو بیان
کیا ہے اپنے فتاوی میں رسم مفتی کے مقام میں یعنی اگر کوئی بسبب دقت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہیں اسواسطے کہ جسکو اجتہاد کا پایہ نہیں اوسپر
تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے گو اوسکی دلیل کو نجانے تو حنفی مذہب کو مثلاً امام کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اوسپر ضرور نہیں لکن فی آخر الحاوی فان خالفاہ
قیل یخیر المفتی والاصح ان العبرۃ لقوۃ الدلیل لیکن حاوی قدسی کے آخر میں یون ہے کہ اگر مخالفت کی صاحبین نے امام کے کسی مسئلہ میں
تو بعضون نے کہا ہے کہ مختار ہے مفتی دونوں قول میں جس قول پر چاہے فتوی دے اور بعضون نے کہا کہ امام کے قول کو مقدم رکھے اور صحیح یہ ہے کہ اختلاف امام
اور صاحبین میں قوت دلیل کا اعتبار ہے یعنی اگر امام کی دلیل قوی ہے تو امام کے قول پر فتوی دے اور اگر صاحبین کی دلیل قوی ہے تو اونکے قول پر مفتی فتوی دے
لیکن قوت دلیل کو کون سمجھہ سکتا ہے سوائے اہل اجتہاد کے اور صاحب بحر الرائق اور نہر الفائق کہ گو نہ پایہ اجتہاد کا رکھتے ہیں مصرح کر چکے ہیں کہ مدت رضاع میں
دلیل صاحبین کی قوی ہے کما قال تعالیٰ (والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین) کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی ثم الخلاف
فی التحریم اما لزوم اجر الرضاع للمطلقۃ فمقدر بحولین بالاجماع پھر معلوم کیا چاہیے کہ اختلاف امام اور صاحبین کا تحریم میں ہے یعنی امام کے نزدیک اڑھائی
برس کے اندر دودھ پینے سے حرمت مرضعہ وغیرہ کی ثابت ہوتی ہے اور صاحبین کے نزدیک فقط دو برس کے اندر لیکن لازم ہونا دودھ پلانے کی اجرت کا مطلقہ
کیواسطے سو دو ہی برس کا مقدر ہے باجماع امام اور صاحبین کے یعنی اگر زوج زوجہ کو طلاق دے اور وہ لڑکے کو دودھ پلائے جائے بعد طلاق کے تو فقط دو ہی
برس تک بالاتفاق اجرت پاوے گی نہ دو برس سے زیادہ میں ویثبت التحریم فی المدۃ فقط ولو بعد الفطام والاستغناء بالطعام علی
ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی فتح وغیرہ قال المصنف تبعا للبحر فما فی الزیلعی خلاف المعتمد لان الفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ
اور ثابت ہوتی ہے تحریم مدت رضاع میں فقط یعنی بعد مدت کے شیرخوارگی سے تحریم نہیں مدت کے اندر تحریم ثابت ہے اگرچہ رضاعت ہو بعد دودھ چھوڑانے کے
اور بسبب استغنا طعام کے ہو بنابر ظاہر مذہب کے یعنی اگر مدت کے اندر مثلاً چھہ مہینے کے بعد لڑکا روٹی دال کھانے لگا ہو اور دودھ چھوڑ چکا ہو تو بھی اگر دو برس کے اندر دودھ پھر
پیئے گا تو حرمت ثابت ہوگی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے کہا مصنف نے بحر الرائق کی پیروی سے سو جو روایت کہ زیلعی میں ہے مخالف ہے
معتمد کے زیلعی نے کہا کہ حسن نے امام سے روایت کی کہ اگر لڑکے کو دودھ کے سوا کھانے کی عادت ہو گئی قبل گذرنے مدت رضاع کے تو تحریم نہیں ثابت ہوتی اور اسی پر فتوی ہے مصنف نے
کہا کہ یہ قول لائق اعتماد کے نہیں ہے اسواسطے کہ جب فتوی مختلف ہوا تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوئی اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ مدت کے اندر مطلقاً تحریم ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ولم یبح الارضاع بعد مدتہ لانہ جزء آدمی والانتفاع بہ لغیر ضرورۃ حرام علی الصحیح شرح الوہبانیۃ اور مباح نہیں دودھ پلانا بعد مدت رضاع کے
یعنی دو برس کے بعد اسواسطے کہ دودھ جزو ہے آدمی کا اور نفع لینا جزو آدمی سے بغیر ضرورت شرعی کے حرام ہے بنابر قول صحیح کے کذا فی شرح الوہبانیہ یعنی بعد دو برس کے
لڑکا کھانے پینے لگتا ہے اب کچھ دودھ کی ضرورت نہ رہی یہاں شبہہ ہوتا تھا کہ جب انتفاع آدمی کے دودھ سے بغیر ضرورت جائز نہ ہوا تو بطور علاج کے استعمال اسکا جائز ہونا چاہیے
سو اس وہم کو شارح نے اپنے اگلے قول سے دفع کیا وفی البحر لا یجوز التداوی بالمحرم فی ظاہر المذہب اصلہ بول الماکول کما مر
اور بحر الرائق میں ہے کہ جائز نہیں دوا کرنا حرام چیز سے ظاہر مذہب میں اور اصل تداوی بالمحرم کی ماخوذ ہے تداوی سے بول ماکول اللحم سے چنانچہ کتاب الطہارۃ

ہین قبل فصل ہر کے ہمکا ذکر ہو چکا شارح نے یہان کہا کہ تداوی بالمحرم مین اختلاف ہے ظاہر مذہب مین تو منع ہے اور بعضون نے کہا جائز ہے جب شفا اوسمین معلوم ہو اور کوئی دوسری دوا اوسکے سوا
نہو اور اسی روایت پر فتوی ہے جیسے شراب جائز ہے پیاسے کو ولاب اجبار امتہ علی فطام ولدھا منہ قبل الحولین ان لم یضرہ ای الولد الفطام کما
له ایضًا اجبارھا ای امتہ علی الارضاع اور باپ کو جائز ہے اپنی لونڈی سے زبردستی کرنا اوسکے لڑکے کے دودھ چھوڑانے پر جو لڑکا مولی کے نطفے سے ہے دودھ چھوڑانے پر جائز ہے
قبل دو برس کے اگر لڑکے کو دودھ چھوڑانا مضرت نکرے جسطرح باپکو جبر کرنا اپنی لونڈی پر دودھ پلانے پر بھی جائز ہے یعنی لونڈی مال ہے مولی کا تو اوسکو دودھ پلانے اور چھوڑانے پر اگرچہ لڑکا
لڑکا مولی کے نطفے سے ہو یا غیر کے نطفے سے ہان اگر غیر نے حریت اولاد کی شرط کرلی ہو تو مولی کو جبر کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولیس له ذلك یعنی الاجبار بنوعیہ فی حق
الحرۃ ولو قبلہا لان حق التربیۃ لھا بحر اور باپ کو یہ جائز نہین یعنی دونون قسم کا جبر اپنی زوجہ حرہ کے ساتھ اگرچہ قبل مدت دو برس کے ہو اسواسطے کہ حق پرورش کا زوجہ کے واسطے ہے
دودھ پلانے اور چھوڑانے مین حرہ کا اختیار ہے کذا فی الجوہرہ یعنی دودھ چھوڑانے اور دودھ پلانے مین اگرچہ قبل مدت کے ہو زوج کو جبر کرنا جائز نہین ہان بعد مدت کے دودھ
چھوڑانے پر اوسکو جبر کرنا درست ہے ویثبت به ولو بین الحربیین بزازیہ وان قل ان علم وصوله بجوفه من فمه او انفه لاغیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر ادخل
اللبن فی حلقه ام لا لم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیۃ اور ثابت ہوتا ہے یعنی دائی کا ماہونا دودھ پینے سے اگرچہ قلیل دو حربی کافرون مین ہو کذا فی البزازیہ اگرچہ دودھ
نہایت قلیل ہو بشرطیکہ معلوم ہو دودھ کا پیٹ مین پہونچنا لڑکے کے منہ سے یا اوسکی ناک سے نہ اور طرح سے یعنی کان مین ٹپکانے سے یا حقنہ وغیرہ سے سو اگر لڑکے
نے سر پستان کو منہ مین لیا اور معلوم نہوا کہ دودھ حلق مین داخل ہوا یا نہین تو حرمت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ حلت کے مانع مین شک ہے یعنی حلت اصل ہے اور بالیقین
ثابت ہے اور مانع حلت مین یعنی دودھ کے اندر جانے مین شک ہے تو شک سے یقین نہین زائل ہوتا کذا فی الولوالجیۃ ولو ارضعها اکثر اهل قریۃ ثم لم یدر
فاراد احدھم تزوجها ان لم یظھر علامۃ ولم یشھد بذلك جاز نکاحه خانیہ اور اگر دودھ پلایا ایک عورت کو اکثر اہل قریہ نے پھر معلوم نہوا کہ کون کون عورت نے اوسکو
دودھ پلایا ہے پھر ارادہ کیا اہل قریہ مین سے کسی نے اوس عورت سے نکاح کا تو اگر علامت ظاہر نہو اور کوئی تعیین مرضعہ کا گواہ نہو تو نکاح کرنا جائز ہے کذا فی الخانیہ طحطاوی
نے کہا کہ اس علامت کو کسی نے تفسیر نہین کیا اور ممکن ہے کہ علامت کو یون بیان کیجیے کہ مثلًا ایک عورت دودھ والی وہان بہت آتی جاتی ہو جہان صبیہ تھی
یا اوسی گھر مین وہ رہتی ہو تو یہ نشان قوی ہے دودھ پلانے پر اور تقوی ایسے مسائل مین یہ ہے کہ مواقع اشتباہ مین نکاح نکرے اور ولوالجیہ مین ہے کہ
عورتون پر واجب ہے کہ ہر لڑکے کو دودھ نہ پلاوین بلا ضرورت اور اگر پلاوین تو یاد رکھین بلکہ لکھ رکھین یعنی تا نادانستگی مین حرام نہ واقع ہو اور خانیہ مین ہے کہ عورت کو
اجنبی لڑکے کا دودھ پلانا بدون اجازت شوہر کے مکروہ ہے مگر جب ہلاک ہونے کا خوف ہو تو مضائقہ نہین اور مجتبی مین ہے کہ مرد کو مناسب نہین کہ اپنے لڑکے کو
احمق عورت کا دودھ پلاوے اسواسطے کہ حدیث مین منع ہے کہ دودھ کا اثر ہوتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی امومیۃ المرضعۃ للرضیع ویثبت ابوۃ زوج
مرضعۃ اذا کان لبنها منه له والا لا کما سیجیء ثابت ہوتا ہے ماہونا دائی کا شیرخوارگی کے واسطے اور ثابت ہوتا ہے باپ ہونا دائی کے زوج کا جبکہ دودھ
دائی کا اوسی زوج سے ہو اور اگر دودھ دائی کا پہلے زوج سے ہو تو زوج ثانی کا باپ ہونا ثابت نہوگا بلکہ شیرخوار ربیب رضاعی ہوگا زوج ثانی کا چنانچہ اسکی تصریح آگے
آوے گی فیحرم منه ای بسببه ما یحرم من النسب رواہ الشیخان واستثنی بعضهم احدی وعشرین صورۃ وجمعها فی قوله پس حرام ہوتا ہے
اوس سے بسبب رضاعت کے جو حرام ہے نسب سے یہ حدیث بلفظہ ہے روایت کیا ہے اسکو بخاری اور مسلم نے مرفوع ابوہریرہ سے اور ابن عباس کی روایت سے ان الفاظ
کہ یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب اور عموم اس حدیث سے بعض علما نے اکیس صورتین مستثنی کی ہین اور اونکو اپنے آیندہ قول مین نظم کیا ہے یفارق النسب
الارضاع فی صور کام نافلۃ او جدۃ الولد جدا ہے دودھ پلانا نسب سے چند صورتون مین چنانچہ پوتے کی یا لڑکے کی نانی یعنی پوتے کی رضاعی ماں دادا کو حلال ہے مثلًا
زید کا بیٹا محمود ہے اور محمود کا بیٹا خالد ہے سو خالد کو ایک اجنبی عورت ہندہ نے دودھ پلایا تو زید کو ہندہ سے نکاح کرنا حلال ہے بخلاف نسب کے کہ پوتے کی ماں
نسبی دادا کو حلال نہین اسواسطے کہ خالد کی ماں زوجہ ہے محمود کی تو بہو ہوئی زید کی اور اگر محمود کا بیٹا رضاعی ہو اسطرح کہ محمود کی زوجہ نے بکر کو دودھ پلایا ہو تو زید کو

کیونکہ ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فانّ حرمۃ امّ اختہ واخیہ نسبًا لکونہا امّہ او موطوءۃ ابیہ وھذا المعنی مفقودٌ فی الرضاع سو حرام ہونا بہن اور بھائی کی ماں کا باعتبار نسب کے اسواسطے ہی کہ بہن بھائی کی ماں خود اپنی ماں ہے یا اپنے باپ کی مدخولہ ہے اور یہ امر مفقود ہے رضاعت میں یعنی زید کے بھائی کی رضاعی ماں زید کی ماں نہیں اور نہ اوسکی باپ کی مدخولہ ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان نظم کی شرح میں مذکور ہو چکا پھر جو علت تھی حرمت کی نسب میں وہ جب رضاعت میں نہ پائی گئی تو حدیث مذکور مستثنیٰ صورتوں کو ہرگز شامل نہوئی تو دعویٰ تخصیص عقلی کا غلط ہو گیا وقس علیہ اخت ابنہ وبنتہ وجدۃ ابنہ وبنتہ وامّ عمّہ وعمتہ وامّ خالہ وخالتہ

اور قیاس کرلے بھائی بہن کی ماں پر بیٹا بیٹی کی بہن کو اور باقی معطوفات کو یعنی ان رشتوں میں جو حرمت کا سبب نسب میں ہے وہ امر رضاعت میں مفقود ہے بیٹا بیٹی کی بہن اور بیٹا بیٹی کی نانی اور چچا اور پھوپھی کی ماں اور ماموں اور خالہ کی ماں باعتبار رضاعت کے حلال ہیں چنانچہ اسکا بیان شرح نظم میں مثالوں کے ساتھ ہو گیا دوبارہ بیان ضرور نہیں لیکن چچا اور عمہ کی ماں کی حلت جو یہاں مذکور نہیں سو اب یہاں دریافت کرنا چاہیے کہ مثلاً زید کا چچا اور عمہ میں نسبی ہیں اونکو ایک اجنبی عورت نے جسکا جمیلہ نام ہے دودھ پلایا سو زید پر جمیلہ حلال ہے اور اسیطرح اگر زید کا چچا رضاعی ہو یعنی زید کے باپ نے اور اوسنے حمیدہ کا دودھ پیا ہو پھر رضاعی چچا نے فریدہ کا دودھ پیا تو زید کو فریدہ حلال ہے اور باعتبار نسب کے چچا یا عمہ کی ماں حلال نہیں اسواسطے کہ چچا کی نسبی ماں یا سگی دادی ہے یا دادا کی مدخولہ اور یہ دونوں حرام ہیں وکذا امّ عمّۃ ولدہ وبنت عمتہ وبنت اخت ولدہ وامّ اولاد اولادہ فھؤلاء من الرضاع حلال للرجل اور اسیطرح اپنے ولد کی عمہ اور اپنے ولد کی عمہ کی بیٹی اور اپنے ولد کی بہن کی بیٹی اور اپنے پوتوں کی ماں سو یہ سب رشتے ام الاخ سے یہانتک رضاعت سے حلال ہیں مرد کو چنانچہ انکا بیان نظم کے ترجمہ میں گذرا لیکن دو کا بیان یہاں ضرور ہے ایک یہ کہ ولد کی عمہ کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اسواسطے کہ بہن کی بیٹی بھانجی ہوئی دوسری یہ کہ ولد کی بہن کی بیٹی رضاعت سے حلال ہے نہ نسب سے اسواسطے کہ یا وہ نواسی ہے یا ربیبہ کی بیٹی سو دونوں حرام ہیں وکذا اخو ابن المرأۃ لھا فھذہ عشر صُوَرٍ اور اسیطرح عورت کے بیٹے کا بھائی عورت کو حلال ہے یہ صورت مکرر ہو گئی ماتن کے قول ام اخیہ سے یعنی مثلاً جب زید کے بھائی کی ماں زید پر حلال ہوئی تو زید کی بھائی کی ماں پر زید بھی حلال ہوا سو زید اوس عورت کے بیٹے کا بھائی ٹھہرا شارح کہتا ہے سو دس صورتیں ہیں پہلی صورت بھائی بہن کی ماں دوسری بیٹا بیٹی کی بہن تیسری بیٹا بیٹی کی دادی چوتھی چچا اور عمہ کی ماں پانچویں ماموں اور خالہ کی ماں چھٹی ولد کی عمہ ساتویں ولد کی عمہ کی بیٹی آٹھویں ولد کی بہن کی بیٹی نویں پوتے کی ماں دسویں عورت کے بیٹے کا بھائی لیکن دسویں صورت مکرر ہے اسواسطے کہ متقابلات سے ہے تو حقیقت میں نو صورتیں ہوئیں تصل باعتبار المذکورۃ والانوثۃ الی عشرین یہ دس صورتیں باعتبار مرد ہونے اور عورت ہونے مضاف الیہ کے بیس صورتوں تک پہنچتی ہیں سو اگر مضاف الیہ کو سب صورتوں میں مرد فرض کیجیے تو یوں ہوگا بھائی کی ماں اور بیٹے کی بہن اور بیٹے کی دادی اور چچا کی ماں اور ماموں کی ماں اور بیٹے کی عمہ اور بیٹے کی عمہ کی بیٹی اور بیٹے کی بہن کی بیٹی اور پوتے کی ماں اور اگر مضاف الیہ کو عورت فرض کیجیے تو یوں ہوگا بہن کی ماں اور بیٹی کی بہن اور بیٹی کی دادی اور عمہ کی ماں اور خالہ کی ماں اور بیٹی کی عمہ اور بیٹی کی عمہ کی بیٹی اور بیٹی کی بہن کی بیٹی اور پوتی کی ماں وباعتبار ما یحلّ لہ اولھا الی اربعین مثلاً یجوز تزوّجہ بام اخیہ وتزوّجھا باخی ابنہا اور اس اعتبار سے کہ یہ بیس صورتیں مرد کو حلال ہیں یا عورت کو حلال ہیں تو چالیس صورتوں تک نوبت پہونچے گی مثلاً جب مرد کے واسطے حلت ہو تو اول صورت میں یوں کہا جائے گا کہ مرد کو اپنے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے اور جب عورت کے واسطے حلت ہوگی تو اوسی صورت میں یوں بولیں گے کہ عورت کو اپنے بیٹے کے بھائی سے نکاح کرنا درست ہے ھم جو متن اور شرح میں مثالیں ہیں سو مرد کی حلت کی ہیں اور عورت کی حلت میں یوں بولیں گے کہ بھائی کا باپ اور بیٹے کا بھائی اور بیٹے کا دادا اور چچا کا باپ اور ماموں کا باپ اور بیٹے کا ماموں اور بیٹے کے ماموں کا بیٹا اور بیٹے کی بہن کا بیٹا اور پوتے کا باپ عورت کو حلال ہیں دو مثالیں نہیں خلاف قیاس تعبیر واقع ہوئی اسواسطے کہ بیٹی کا چچا اور بیٹے کی عمہ کا بیٹا نسب سے بھی حرام نہیں اور یہاں اوسکا بیان ہے جو رضاعت سے حلال ہو نہ نسب سے اور بعضے نسخوں میں تزوجہا باخی اخیہا کے مقام پر تزوجہا بابن اخیہا واقع ہے سو غلط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکلٌّ منہا یجوز ان یتعلّق الجارّ والمجرور اعنی من الرضاع تعلّقًا معنویًا بالمضاف کامّ کان تکون لہ اخت نسبیۃ لھا

اوسکو دفن کر دیا یعنی ایک صغیرہ نے مردہ عورت کا دودھ پیا پھر اوس صغیرہ ہی کو ایک شخص نے نکاح کیا تو صغیرہ کا زوج محرم ہوا میت کا یعنی داماد ہوا سو اگر وہاں عورتیں نہوں تو زوج صغیرہ کا میت کو غسل کے بدلے تیمم کراوے اور کپڑا حائل کرنے کی حاجت نہیں اور دفن بھی کر دے اسواسطے کہ یہی بہتر ہے دفن کرنا محرم کو بہتر ہے اس مقام میں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ میت کے دودھ پینے سے حرمت رضاعت کی ثابت ہوئی اور میت کے جماع سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوئی اوسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا بخلاف وطئها وفُرِّق بوجود التغذی لا اللذة بخلاف وطی میت کے کہ اوس سے حرمت مصاہرت کی ثابت نہیں ہوتی اور وطی اور رضاعت میں فرق ثابت کیا ہے بسبب غذا ہونے کے نہ حاصل ہونے لذت کے یعنی مقصود اصلی رضاعت سے غذا ہے سو میت کے دودھ سے بھی حاصل ہے اور مقصود وطی سے لذت کا ملنا ہے سو میت کے جماع میں حاصل نہیں اسواسطے دودھ سے حرمت ہوئی نہ جماع سے لیکن یہاں فرق میں لذت کا ذکر کرنا خوب نہیں ہے اسواسطے کہ اگر فقط لذت ثبوت مصاہرت کی علت ہوتا تو انزال شہوت اور وطی فی الدبر سے بھی حرمت مصاہرت کی ثابت ہوا اور حالانکہ ایسا نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کہ حرمت مصاہرت کا سبب طلب ولد ہے اور جماع میت میں یہ امر حاصل نہیں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ومخلوط بماء او دواء او لبن اخرىٰ او لبن شاۃ اذا غلب لبن المرأۃ وکذا اذا استویا اجماعًا لعدم الاولویۃ جوهرة اور اسیطرح حرمت رضاعت کی ثابت کرتا ہے جو دودھ کہ مخلوط ہو پانی سے یا دوا سے یا دوسری عورت کے دودھ سے یا بکری کے دودھ سے بشرطیکہ عورت کا دودھ پانی وغیرہ سے غالب ہو اور اسیطرح جب کہ دونوں کا دودھ برابر ہو تو دونوں عورتوں کی تحریم بالاتفاق ثابت ہوگی بسبب عدم ترجیح کے وعلق محمد الحرمۃ بالمرأتین مطلقًا قیل وهو الاصح اور معلق کیا ہے محمد نے حرمت کو دونوں عورتوں سے مطلقًا یعنی جو دونوں عورتوں کے مخلوط دودھ سے دونوں عورتوں کی حرمت ہر طرح سے ثابت ہے خواہ دونوں دودھ برابر ہوں خواہ کم و بیش بعضوں نے کہا ہے کہ یہی قول اصح ہے لا المخلوط بطعام مطلقًا وان حساه حسوًا وکذا لو جبنه لان اسم الرضاع لا یقع علیه بحر اور حرمت ثابت نہیں کرتا وہ دودھ جو ملا ہو طعام سے کسی طرح اگرچہ اوس مخلوط دودھ کو گھونٹ گھونٹ پیا ہو اور اسیطرح اگر دودھ کو پنیر بنایا ہو تو بھی حرمت ثابت نہیں اسواسطے کہ نام رضاعت کا اوس پر واقع نہیں ہوتا یعنی پنیر کھانے کو دودھ پینا نہیں بولتے کذا فی البحر الرائق ولا الاحتقان والاقطار فی اذن واحلیل وجائفۃ وآمۃ اور حرمت ثابت نہیں کرتا دودھ کا حقنہ لینا اور کان میں اور سوراخ ذکر اور پیٹ کے زخم اور سر کے زخم میں دودھ کا ٹپکانا ولا لبن رجل وخنثی مشکل الا اذا قال النساء انه لا یکون علی غزارته الا للمرأۃ والا لا جوهرة اور حرمت ثابت نہیں کرتا مرد اور خنثی مشکل کا دودھ مگر جب کہ عورتیں خنثی مشکل کے دودھ کو یہ کہیں کہ اس کثرت کا دودھ سوا عورت کے نہیں ہوتا تو البتہ اوس سے حرمت ثابت ہوگی احتیاطًا اور اگر عورتیں اوسکے دودھ کو یوں نہ کہیں تو حرمت ثابت نہ ہوگی کذا فی الجوهرہ مرد سے اگر دودھ نکلے تو وہ حقیقت میں دودھ نہیں اسواسطے کہ حقیقت میں دودھ اوسکا ہوتا ہے جس سے ولادت متصور ہو ولا لبن شاۃ وغیرها لعدم الکرامۃ اور حرمت رضاعت کی ثابت نہیں کرتا بکری کا دودھ اور اوسکے سوا اور حیوانات کا دودھ بسبب عدم بزرگی کے یعنی حرمت رضاعت کی بطریق کرامت اور فضیلت کے باشتباہ جزئیت کے ہے اور آدمی اور بہائم میں جزئیت نہیں ہوتی فلو ارضعت الکبیرۃ ولو مبانۃ ضرتها الصغیرۃ وکذا لو اوجره رجل فی فیها حرمتا ابدًا ان دخل بالام او اللبن منه والا جاز تزوج الصغیرۃ ثانیًا اور اگر دودھ پلایا زوجہ کبیرہ نے اگرچہ طلاق بائنہ ہو اپنی صغیرہ سوت کو اور اسیطرح اگر اوسکے دودھ کو کسی مرد نے زوجہ صغیرہ کے حلق میں ڈالدیا ہو تو کبیرہ اور صغیرہ دونوں اپنے زوج پر دائمی حرام ہو جاوینگی بسبب [illegible] کہ ماں اور بیٹی منافی کا اجتماع ہوا بشرطیکہ وطی کی ہو زوج نے ماں کی یعنی زوجہ کبیرہ کی یا دودھ کبیرہ کا زوج سے ہو اور اگر زوجہ کبیرہ کی وطی نکی ہو اور دودھ زوج سے نہو تو جائز ہے زوج کا نکاح کرنا صغیرہ سے دوسری بار اسواسطے کہ پہلا نکاح بسبب جمع ہونے ماں اور بیٹی کے ٹوٹ گیا اور یہ مسئلہ تب صحیح ہو کہ زوجہ کبیرہ مدخولہ نہ تھی تو صغیرہ ربیبہ ہوئی [illegible] نکاح ربیبہ کا جب اوسکی ماں مدخولہ نہو اور کبیرہ سے مطلقًا نکاح جائز نہیں ہے اسواسطے کہ بیٹی کا فقط نکاح ماں کو حرام کر دیتا ہے مدخول ہو یا نہو اور اگر کبیرہ غیر مدخولہ نے [illegible] صغیرہ کو دودھ پلایا تو صغیرہ کا نکاح فسخ ہوگا اسواسطے کہ پلانے کے وقت کبیرہ سوت صغیرہ کی نہ رہی اسواسطے کہ غیر مدخولہ کی عدت نہیں کذا فی حاشیۃ [illegible] ولا مهر للکبیرۃ ان لم توطأ لمجیء الفرقۃ منها وللصغیرۃ نصفه لعدم الدخول اور کچھ مہر نہیں ہے زوجہ کبیرہ کا بشرطیکہ غیر مدخولہ ہو [illegible] طرف سے اور زوجہ صغیرہ کو نصف مہر ملے گا بسبب عدم دخول کے اور اگر کبیرہ مدخولہ ہو گی تو کل مہر پاوے گی لیکن عدت کا نفقہ اوسکو نملیگا ویرجع الزوج به ای بالنصف [illegible] علی الکبیرۃ ان تعمدت الفساد بان تکون عاقلۃ طائعۃ مستیقظۃ عالمۃ بالنکاح وبافساد الرضاع ولم تقصد [illegible] اور رجوع کرے شوہر مہر کو کبیرہ پر اور اسیطرح اوس مرد پر جسنے اوسکا دودھ صغیرہ کے حلق میں ڈالا یعنی نصف مہر جو صغیرہ کو دیا ہے اوسکا کبیرہ سے [illegible]

ہاں وسنے فساد نکاح کا قصد کیا ہو اس طرح پر کہ کبیرہ دودہ پلانے کی وقت عاقل ہو اور اپنی خوشی سے دودہ پلایا ہو جاگتی ہو اور صغیرہ کی نکاح کو اور رضاعت سے فساد نکاح کو جانتی ہو اور دفع کرسکتی اور ہلاکی صغیرہ کا
نہ ہو تو جب اوسکو نصف مہر دینا ہوگا الا لان التسبب یشترط فیه التعدی اور اگر کبیرہ نے دودہ پلانے سے فساد نکاح کا قصد نکیا اسطرح پر کہ وہ اوسوقت مجنونہ تھی یا سوتی تھی یا
بسر کسی نے جبر کیا یا وہ نکاح صغیرہ کا اور فساد رضاعت کو نجانتی تھی یا اوسکو دفع کرسکتی اور ہلاکی صغیرہ کی مقصود تھی توان صورتون میں زوج نصف مہر کو کبیرہ سے نلے سکیگا اسواسطے کہ ضمان نہیں
دی اور زیادتی شرط ہی اور ان صورتون میں کبیرہ کی تعدی نہیں والقول لها ان لم یظهر منها تعمد الفساد معراج اور قول کبیرہ کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر
سکی طرف سے فساد کا قصد ظاہر ہو کذا فی معراج الدرایۃ طلق ذات لبن فاعتدت وتزوجت بآخر فحملت وارضعت فحکمه من الاول لانه منه بیقین فلا یزول
بالشك ویکون ابنا للثانی حتی تلد فیکون اللبن من الثانی نے طلاق دیا زوج ذی دودہ والی زوجہ کو پھر وہ عدت میں رہی اور بعد عدت کے اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور اوسکو حمل
رہ گیا اور اوسنے کسی صغیرہ کو دودہ پلایا تو حکم اوس دودہ کا زوج اول کیطرف ہوگا اسواسطے کہ یہ دودہ زوج اول کا ہی بالیقین تو یقین زائل نہوگا شک سے تو صغیرہ زوج اول کا بیٹا ہوگا اور زوج
ثانی کا ربیب ہوگا تو زوج ثانی کی بیٹی کا نکاح اس صغیرہ سے جائز ہوگا زوج اول کا حکم ثابت رہیگا یہانتک کہ وہ عورت جنے پھر جب جنے گی تو اب زوج ثانی سے دودہ ثابت ہوگا
والوطی بالشبهة کالحلال قیل وکذا الزنا والاوجه لا فتح اور شبہہ کی وطی حلال وطی کی برابر ہے حرمت کی رضاعت کی ثبوت میں اور بعضون نے کہا اور اسیطرح زنا سے بھی
حرمت ثابت ہوتی ہی اور قول معقول یہ ہے کہ زنا کے دودہ سے حرمت نہیں کذا فی فتح القدیر مثلاً ایک عورت کی وطی ہوئی شبہہ سے سو وہ حاملہ ہوئی اور جنی اور پھر اوسنے نکاح کیا بعد
اوسکے دودہ پلایا صغیر کو تو یہ صغیر بیٹا اوس مرد کا ہوگا جسنے شبہہ سے وطی کی نہ اوسکی زوج کا اور اسیطرح زنا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قال لزوجته هذه رضیعتی ثم رجع عن قوله
صدق لان الرضاع مما یخفی فلا یمنع التناقض فیه ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے پھر اپنے اس قول سے پلٹا یعنی منکر ہوا کہ
مینے غلطی سے کہا تھا تو اوسکو صادق جانینگے اور زوجہ کی تفریق نواقع ہوگی اسواسطے کہ شیرخوارگی اس قسم کی چیز ہے کہ مخفی رہ سکتی ہے تو اوسمین تناقض قول کا ممنوع نہیں
ولو ثبت علیه بان قال بعده هو حق کما قلت ونحوه هکذا فسر الثبات فی الهدایة وغیرها فرق بینهما اور اگر ثابت رہا زوج اول اقرار پر اسطرح پر کہ
اوسکے بعد بھی کہا کہ قول اول حق ہے جیسا کہ مینے کہا اور مانند اس کلام کے اسی طرح تفسیر ثبات کی ہدایہ وغیرہ میں ہی تو درصورت ثبات تفریق کروائی جائیگی زوج اور زوجہ میں خانیہ
میں ہی کہ قاضی تفریق کردیگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان اقرت المرأة بذلك ثم اكذبت نفسها وقالت اخطأت وتزوجها جاز كما لو تزوجها قبل ان تكذب
نفسها وان اصرت علیه لان الحرمة لیست الیها قالوا وبه یفتی فی جمیع الوجوه بزازیه اور اگر اقرار کیا عورت نے اسکا یعنی یون کہا کہ مرد
میرا رضاعی باپ ہے یا بھائی اور مرد اوسکا منکر ہے پھر عورت نے اپکو جھٹلایا اور کہا کہ مینے خطا کی تھی دعوی رضاعت میں اور اوس مرد نے اوس عورت سے نکاح کیا تو درست ہے چنانچہ مرد کو جائز
ہے کہ عورت سے نکاح کرے قبل اسکی کہ عورت اپنی خطا کی قائل ہو اگرچہ عورت دعوی رضاعت پر مصر ہے تو بھی نکاح درست ہے اسواسطے کہ شرع میں حرمت کا اختیار عورت کو نہیں یا
نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے جمیع مقامات میں کذا فی البزازیه یعنی مرد کو نکاح کرنا اور اوس سے رہنا حلال ہے خواہ عورت نے مرد کو باپ رضاعی کہا ہو خواہ بھائی یا یون کہا ہو کہ مینے
ہی خلع کیا ہی یا اوسنے مجھکو طلاق بائن دی ہی سو اوسکو مرد کا اوس سے رہنا نچاہیے اور مرد کو باوجود ایسے اقرارون کے نکاح اسواسطے جائز ہوا کہ عورت کا مستعد ہونا نکاح پر
دلیل ہے کہ وہ دعوی رضاعت میں جھوٹھی ہی یہ فتوی ہی لیکن ایسے مقام میں فتوی یہ ہے کہ نکاح نکرے اسواسطے کہ حدیث میں ثابت ہی کہ جو شبہات سے بچا اوسکا دین سلامت
کذا فی حاشیۃ المدنی ومفاده انها لو اقرت بثلث من رجل حل لها تزوجه اور مفاد تعلیل سابق کا یہ ہے کہ اگر عورت اقرار کرے تین طلاق کا ایک مرد سے تو
حلال ہے اوس عورت کو اوس مرد کا نکاح کرنا اسواسطے کہ طلاق عورت کے حق میں مخفی رہ سکتی ہے تو اوسکو رجوع کرنا اس اقرار سے درست ہے کذا فی النهر عن الصغری
لیکن یہ حکم ظاہر کا ہے اور اگر عورت کو تین طلاق کا یقین ہے تو باعتبار دیانت کی عورت کو نکاح اوس مرد کا حلال نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المجتبی

وان اقرا بذلك جمیعا ثم اكذبا انفسهما وقالا اخطأنا ثم تزوجها جاز ۔ یا اقرار کیا اس رضاعت کا عورت و مرد دونوں نے پھر دونون نے آپ کو جھٹلایا اور کہا کہ ہمنے
اس اقرار میں خطا کی ہے پھر مرد اوس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر قیام نکاح کی حالت میں ایسا کہا تو دونوں میں تفریق نواقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

وكذا الاقرار بالنسب ليس يلزمه الا ما ثبت عليه فلو قال هذه اختي او امي وليس نسبها معروفا ثم قال وهمت صدق وان ثبت عليه فرق بينهما

اور اسیطرح اقرار نسب کا مرد کو لازم نہیں مگر جب اقرار پر کہ ثابت رہے قائم رہے سو اگر ایک مرد نے اپنی زوجہ کو کہا کہ یہ میری بہن ہی یا ماں ہے اور عورت کا نسب مشہور نہیں پر اوس مرد نے کہا کہ مین نے اقرار نسب مین غلطی کی تو اوسکی تصدیق کیجائیگی یعنی نکاح قائم رہیگا اسواسطے کہ غلط اور اشتباہ نسب مین رضاعت سے زیادہ متصور ہی اور اگر وہ ثابت رہا اقرار نسب پر تو دونون مین تفریق کرادیجائیگی لیکن اگر عورت کا نسب مشہور ہوگا تو مرد کی اقرار کرنے اور ثابت رہنے سے تفریق نہ واقع ہوگی اور اسیطرح اگر عورت کا بہن ہونا یا ماں ہونا اوس مرد کی عمر کے لائق نہوگا تو بھی تفریق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والدر المنتقی والایضاح وحجتہ حجۃ المال وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين لكن لا يقع الفرقة الا بتفريق القاضي لتضمنها حق العبد اور رضاعت کی حجت کا ثبوت وہی ہے جو حجت ثبوت مال کی ہے اور ثبوت مال کی حجت گواہی دو عادل مرد کی یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتونکی لیکن اگر دو عادل مرد گواہی رضاعت کی دینگے تو زوجین مین فرقت نہ واقع ہوگی بدون قاضی کی تفریق کے اسواسطے کہ شہادت متضمن ہے حق العبد کو یعنی اگر نکاح قائم ہی تو ابطال حق عبد ہوتا ہے اور اگر نکاح نہین تو ابطال حلت نکاح ہوتا ہے تو فقط گواہی سے ثبوت رضاعت کا نہوگا بدون حکم قاضی کے وهل يتوقف ثبوته على دعوى المرأة الظاهر لا لتضمنها حرمة الفرج وهو من حقوقه تعالى اور کیا موقوف ہے ثبوت رضاع کا عورت کے دعوے پر ظاہر یہی ہے کہ عورت کے دعوی پر ثبوت اوسکا موقوف نہیں اسسبب سے کہ متضمن ہے ثبوت رضاعت کے شرمگاہ کی حرمت کو اور وہ حق تعالی کے حقوق سے ہے اور ثبوت حق اللہ دعوی پر موقوف نہیں کما في الشهادة بطلاقها ثبوت رضاع دعوی پر موقوف نہیں جیسے کہ عورت کی طلاق کی گواہی مین دعوی سعی کا ضرور نہیں اسواسطے کہ حق اللہ دعوی پر موقوف نہین ولو شهد عندها عدلان على الرضاع بينهما او طلاقها ثلاثا وهو يجحد ثم ماتا او غابا قبل الشهادة عند القاضي لا يسعها المقام معه ولا قتله به يفتى ولا التزوج باخر وقيل لها التزوج ديانة شرح وهبانية اور اگر گواہی دی نزدیک عورت کے دو عادل گواہون نے دونون کی رضاعت پر یعنی یون گواہی دی کہ وہ عورت اور اوسکا زوج مثلاً رضاعی بھائی بہن ہین یا گواہی دی دو عادلون نے عورت کی تین طلاق پر اور زوج اوسکا انکار کرتا ہے پھر دونون شاہد مرگئے یا وہان سے غائب ہوگئے قاضی کے پاس گواہی دینے سے پہلے نہین جاریہ سے ہوتا کہ مرد کے ساتھ قیام کرنا اسواسطے کہ حرمت رضاعت کی ثابت ہوگئی فقط حکم قاضی کا باقی رہ گیا اور نہ عورت کو جائز ہے زوج کا قتل کرنا دو اسی پر فتوی ہے بھی قول ہے بعضون نے کہا کہ اگر عورت کو قدرت نہو زوج کو روکنے کی تو اوسکو زہر سے مار ڈالے تا حرام سے بچے لیکن اس روایت پر فتوی نہیں ہے اسواسطے کہ حکم قاضی کا رضاعت کی گواہی سے متصل نہیں ہوا کہ ثبوت کامل ہوتا اور یہ بھی عورت کو جائز نہیں کہ تین طلاق کی گواہی سنکر دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کرلینا باعتبار دیانت کے جائز ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ شیخ عبد البر شحنی نے شرح وہبانیہ کی عبارت نقل کی اس مضمون کی کہ اگر دو گواہ زوج اور زوجہ کی رضاعت کی گواہی دین تو عورت کو مرد کے پاس سے بھاگ جانا حلال ہے اور دوسرے زوج سے نکاح کرلینا اوس عورت کے بعضون نے کہا کہ عورت کو یہ جائز نہین تو تضعیف شارح کی مخالف ہی اس کے

فرع مسائل ملحقہ شارح کے قضى القاضي بالتفريق برضاع بشهادة امرأة لم ينفذ حکم کیا قاضی نے تفریق زوجین کا رضاعت کے سبب گواہی دینے ایک عورت کے تو یہ حکم نافذ ہوگا اسواسطے کہ شہادت کامل نہین مص رجل ثدي زوجته لم تحرم چوسی ایک مرد نے اپنی زوجہ کی چھاتی تو زوجہ حرام نہوگی اسواسطے کہ جوان کی رضاعت سے حرمت ثابت نہین ہوتی تزوج صغيرتين فارضعتهما امرأة ولبنهما من رجل لم تضمنا وان تعمدتا الفساد لعدم فرضه بالاختية نکاح کیا دو صغیرہ سے پھر دودھ پلایا ہر ایک صغیرہ کو عورت نے یعنی ایک عورت نے ایک صغیرہ کو پلایا اور دوسری عورت نے دوسری صغیرہ کو پلایا اور دودھ دونون عورتونکا ایک مرد کے ہے یعنی دونون کا زوج ایک ہی تو وہ دونون عورتین نصف نصف مہر کی ضامن نہونگی اگرچہ دونون نے عمداً افساد کیا ہے اسواسطے کہ فساد نکاح کا سبب بہن ہوجانی دونون صغیرہ کی ہوگیا یعنی جب دونون عورتون کا دودھ ایک مرد کے نطفہ سے ہے تو وہ مرد رضاعی باپ ہوا دونون صغیرہ کا اور دونون صغیرہ آپس مین ایک دوسری کی بہن ہوگئیں نکاح ٹوٹ گیا بسبب جمع بین الاختین کے اور زوج کو نصف نصف مہر دونون کو دینا پڑا لیکن زوج اس مہر کو دودھ پلانے والیون سے نہین لے سکتا اسواسطے کہ ہر واحد کے فعل سے حرمت نہین ہوئی جو اون پر ضمان آوے بلکہ حرمت تو بسبب بہن ہوجانے دونون کے عارض ہوگئی قبل الابن زوجة ابيه وقال تعمدت الفساد يغرم المهر ولو وطئها او قال ذلك لا للزوم الحد فلم يلزم المهر بوسہ لیا بیٹے نے باپ کی زوجہ کا اور کہا کہ مین نے عمداً افساد نکاح باپ کا کیا تو بیٹا مہر کا ضامن ہوگا بسبب تعدی کے اور اگر بیٹے نے باپ کی زوجہ کی وطی کی اور یہی کہا یعنی افساد نکاح کے واسطے عمداً مین نے وطی کی تو مہر کا ضامن نہوگا اسواسطے کہ بیٹے پر حد زنا کی لازم آئی تو مہر

نا لازم ہوگا اسواسطے کہ صلوۃ عصر دونا جمع مین ہوتا واللہ اعلم **کتاب الطلاق** هو لغةً رفع القيد لكن جعلوه في المرأة طلاقًا وفي غيرها اطلاقًا
فلذا كان انتِ مُطلقة بالسكون كناية یہ کتاب بیچ بیان مسائل طلاق کی ہے اور طلاق لغت عرب مین بمعنی رفع قید ہے یعنی بند کھولنا لیکن فقہانے عورت کی رفع قید نکاح
مین طلاق اور اطلاق قرار دیا ہے اور عورت کے سوا اور چیز کی رفع قید مین اطلاق مستعمل ہے تو اسواسطے انتِ مطلقہ بسکون طا کنایہ ہے طلاق سے اسواسطے کہ مطلقہ اطلاق سے مشتق ہے اور اطلاق
بمعنی طلاق کے مستعمل نہین وشرعًا رفع قيد النكاح في الحال بالبائن او المآل بالرجعي بلفظٍ مخصوصٍ هو ما اشتمل على الطلاق فخرج الفسوخ كخيار عتق
وبلوغ وردةٍ فانه فسخ لا طلاق اور طلاق شرع مین رفع قید نکاح کو کہتے ہین خواہ رفع قید فی الحال ہو جیسے کہ طلاق بائن سے یا آخر کار رفع قید ہو جیسے کہ طلاق رجعی سے بعد گذرنے عدت کے
اسواسطے کہ زوج کو عدت کے اندر رجعت کا اختیار ہے اور اگر زوج عدت مین مرجاتا تو زوجہ مطلقہ اسکی وارث ہوگی رفع قید نکاح ہو اسواسطے لفظ مخصوص کے لفظ مخصوص سے مراد وہ شے ہوئی جو طلاق ہے یہ
طلاق صریح ہو یا کنایہ رجعی ہو یا بائن تو لفظ مخصوص کی قید سے فسوخ نکاح نکل گئی جیسے خیار عتق لونڈی کا اور خیار بلوغ صغیر اور صغیرہ کا اور فسخ بسبب ارتداد کی تو تفریق ان صورتون مین فسخ ہے نہ طلاق
چنانچہ شارح نے باب الولی مین اقسام فسخ اور طلاق کی ضمن شرح مین مفصل بیان کئے ہین اور مراد قید نکاح سے وہ احکام ہین جو نکاح صحیح مین ثابت ہین چنانچہ حلت وطی اور حلت نظر اور ملک تمتع
اور ملک حبس وغیرہ لکن بهذا عُلم ان عبارة الكنز والملتقى منقوضة طردًا وعكسًا بحر اور اس لفظ مخصوص کی قید سے معلوم ہوگیا کہ مقر عبارت کنز اور ملتقی الابحر کی تعریف طلاق
مین منقوض ہے باعتبار جمع اور منع کے کذا فی البحر الرائق کنز اور ملتقی مین یہ عبارت ہے کہ الطلاق رفع القيد الثابت شرعًا بالنكاح یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے جو شرعًا ثابت ہے
تو یہ تعریف افراد محدود کو یعنی طلاق کو جامع نہین کیونکہ رجعی کو شامل نہین اسواسطے کہ اوسمین رفع قید بالفعل نہین بلکہ بعد عدت کے ہے اور غیر محدود کی مانع نہین اسواسطے کہ تفریق
ارتداد کی اور خیار بلوغ اور خیار عتق وغیرہ پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے اور حالانکہ یہ جدائیان فسخ ہین طلاق نہین ہے اسواسطے مصنف نے لفظ مآل کا زیادہ کیا تاکہ طلاق رجعی داخل
ہے اور لفظ مخصوص کو بھی زیادہ کیا تاکہ یہ فسوخ حد طلاق سے نکلجاوین وایقاعه مُباحٌ عند العامة لاطلاق الآيات اكمل اور طلاق دینا مباح ہے نزدیک جمہور فقہا کے
بسبب مطلق ہونے آیات طلاق کی کما ذکرہ اکمل یعنی آیات قرانی مین طلاق کی اجازت ہے بلا قید تو یہ دلیل ہے اباحت کی نہ کراہت کی لیکن ابغض المباحات ہے چنانچہ ابو داؤد وحاکم نے عبد اللہ
بن عمر سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابغض الحلال الی اللہ الطلاق اسواسطے کہ وصال زوجین کا قاطع ہے اور قلت تناسل کا باعث ہے یعنی فی نفسہ حلال ہے مگر ان
وجوہ سے مبغوض ہے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا طلاق دینا بھی ثابت ہے اگر مکروہ ہوتا تو حضرت سے نہ واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی وقيل قائله الكمال الاصح حظرُه اے
منعه الا لحاجةٍ كريبةٍ وكبرٍ والمذهب الاول كما في البحر اور بعضون نے کہا یعنی کمال الدین بن الہمام نے کہ قول اصح یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے مگر وقت
حاجت کے ممنوع نہین جیسے حاجت شبہ زناکاری زوجہ کا یا بڑھاپا عورت کا اور قوی مذہب پہلا ہے یعنی اباحت تو یہ سبب طلاق آیات کے اوفق ہوگی کذا فی البحر الرائق لیکن یہان سوال وارد ہوتا ہے
کہ فقہانے طلاق کو مباح قرار دیا ہے اور بعضے مسائل کی تعلیل مین کہا ہے کہ طلاق اصل مین منع ہے حاجت کے واسطے جائز ہے تو اباحت اور منع مین صریحًا تناقض ہے اسکا جواب شارح نے اگلے قول مین دیا
وقولهم الاصل فيه الحظر معناه ان الشارع ترك هذا الاصل فاباحه بل يستحب لو مؤذيةً او تاركة صلوةٍ غاية اور فقہا کا یہ قول کہ اصل طلاق مین منع ہے اسکی یہ مراد
کہ شارع نے اس اصل کو چھوڑ دیا ہے اور اسکو مباح کر دیا تو حقیقت مین اباحت اور منع کے دونون قولون مین تناقض باقی نہ رہا جبکہ شرع مین اصل متروک ہوئی تو اباحت بلا تردد ثابت ہوگئی بلکہ طلاق
مستحب ہے اگر زوجہ قول یا فعل سے ایذا رسانی کرے یا تارک الصلوۃ ہو کذا فی الغاية ومفاده ان لا اثم بمعاشرة من لا تصلي اور مفاد تعلیل استحباب کا یہ ہے کہ گناہ نہین
بے نماز عورت کے ساتھ رکھنے مین اسواسطے کہ اگر گناہ ہوتا تو طلاق واجب ہوتی نہ مستحب ويجب لو فات الامساك بالمعروف اور طلاق واجب ہے اگر فوت ہو دستور کے
موافق رکھنا چنانچہ اگر زوج خصی ہو یا عنین ہو یا مقطوع الذکر ہو یا تشکار ہو یعنی عورت کو ہاتھ لگانے سے (یا کلام کرنے سے) منزل ہو جائے پھر وطی کے واسطے استادگی نہ ہو تو ان صورتون مین طلاق واجب ہے
اسواسطے کہ اسمین عورت کی حق تلفی ہے ويحرم لو بدعيًا اور طلاق حرام ہے اگر بدعی ہو بدعت کی طلاق یہ کہ حیض مین طلاق دے یا طہر مین وطی کی بعد طلاق دے
یا تین طلاق ایک طہر مین یا تین طلاق ایک آن مین چنانچہ نسائی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر معلوم ہوئی کہ ایک مرد نے تین طلاق
یکبارگی دی تو آپ غضب مین کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل ہوتا ہے میرے ہوتے یعنی یکبارگی قرآن مجید مین اجازت نہین اور ابن عمر کی حدیث

یہیں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا سوال ہوا کہ اگر تین طلاق دے تو کیسا فرمایا کہ تو نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی و من محاسنہ التخلص
بہ من المکارہ اور طلاق کی خوبیوں سے یہ ہے کہ سبب طلاق کے مکروہات سے نجات ہوتی ہے یعنی جو مرد طلاق دے عورت کی بدخلقی سے بچتا ہے اور اگر بقدر ضرورت ہو تو نان نفقہ کی فکر سے نجات پاتا ہے اور اگر دو عورتیں
ہیں تو ایک کی طلاق سے خوبصورتی باری کی کشاکش سے خلاصی ہو جاتی ہے اور ایک ہی طلاق پر جدائی نہ مقرر ہوئی تاکہ اگر طلاق سے ندامت ہو تو تدارک کر سکے اور تین عدد اس واسطے متعین ہوئے
کہ اقل جمع ہے وبہ یعلم ان طلاق الدور نحو ان طلقتک فانت طالق قبلہ ثلثا واقع اجماعا کما حررہ المصنف معزیا بالجواہر الفتاوی حتی لو حکم بصحتہ
حاکم لا ینفذ اصلا اور اسی سے یعنی خلاصی مکروہات سے معلوم ہوا کہ طلاق دور کی بالاجماع واقع ہوتی ہے چنانچہ اوسکو مصنف نے تحریر کیا ہے جواہر الفتاوی کی طرف نسبت کر کے یہانتک کہ اگر کوئی
صحت دور کا حکم کرے یعنی بسبب طلاق دور کے عدم طلاق کا حکم دے تو اوسکا حکم ہرگز نہ جاری ہوگا اسواسطے کہ مخالف ہے اجماع کی طلاق دور یہ ہے جیسے کوئی اپنی عورت سے کہے کہ میں تجھکو طلاق دوں تو
طلاق دینے سے پہلے تجھ پر تین طلاق ہیں اسکو طلاق دور اسواسطے کہا کہ اسمیں امر دائر ہے درمیان منافی کے اسواسطے کہ لازم آتا ہے کہ جب طلاق دے تو تین طلاق اوس سے پہلے واقع ہو جاوین اور جب
تین طلاق پہلے ہوگئیں تو لازم آتا ہے کہ یہ طلاق نہ واقع ہو اور اس مقام میں دور سے وہ مراد نہیں جو علم کلام میں مصطلح ہے خلاصہ یہ کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے بسبب لغو ہونے قبلیت کے
اسواسطے کہ خلاصی مکروہات محاسن طلاق سے ہے سو اگر طلاق نہ واقع ہو تو یہ حکمت فوت ہوتی ہے پھر جب قبلیت لغو ہوئی تو گویا اوسنے یوں کہا کہ ان طلقتک فانت طالق ثلثا یعنی اگر
تجھکو طلاق دوں تو تجھ پر تین طلاق ہیں پھر جب طلاق دیگا تو ایک طلاق پڑیگی پھر اوسکے بعد تین طلاق پڑینگی تین میں سے ایک لغو ہوگی کہ اوسکی گنجائش نہیں تو تین طلاق پڑجاوینگی
ایک پہلی اور دو پچھلی ابن سریج شافعی قائل ہے کہ طلاق دور واقع نہیں ہوتی بعض صالحین نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ طلاق دور واقع ہوتی ہے یا نہیں فرمایا کہ جو طلاق
دور کی عدم وقوع کا قائل ہوا اوسنے میری امت کو گمراہ کیا کذا فی حاشیۃ البحر لابی السعود والمدنی واقسامہ ثلثۃ حسن واحسن وبدعی یاثم بہ اور اقسام طلاق کے تین ہیں
ایک حسن یعنی خوب دوسرا احسن یعنی خوبتر تیسرا بدعی یعنی بدعت والا جسکے فعل سے آدمی گنہگار ہوتا ہے بدعت سے مراد یہاں بدعت محرمہ ہے والفاظہ صریح وملحق بہ وکنایۃ اور الفاظ
طلاق کے بھی تین ہیں ایک صریح دوسرا ملحق بہ تیسرا کنایہ طلاق صریح وہ جو طلاق کے سوا اور معنی میں مستعمل نہ ہو اور نیت کا محتاج نہ ہو جیسے لفظ طلاق اور طالق اور تطلیق اور مطلقہ کہ ان الفاظ سے
طلاق پڑ جاتی ہے نیت طلاق کی کرے یا نہ کرے لیکن وقوع طلاق میں عورت کا خطاب شرط ہے تو اگر عورت نے مرد سے طلاق چاہی ہو اور اوسنے کہا کہ طالق طالق یا یوں کہا کہ طلاق طلاق
تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ خطاب عورت کی طرف نہیں چنانچہ حموی نے شرح کنز میں اسکی تصریح کر دی ہے پھر طلاق صریح کاہے رجعی ہوتی ہے جیسے ایکبار یا دو بار طلاق دینا اور کاہے بائن
ہوتی ہے جیسے تین بار طلاق دینا اور ملحق بصریح جیسے لفظ حرام اور تحریم کہ اسمیں بھی نیت کی حاجت نہیں اور کنایہ وہ جو طلاق اور غیر طلاق دونوں کا محتمل ہو اور اسمیں بدون نیت کے طلاق نہیں پڑتی
کذا فی حاشیۃ المدنی ومحلہ المنکوحۃ اور محل طلاق کا منکوحہ ہے یعنی جسپر طلاق واقع ہوتی ہے سو منکوحہ عورت ہے تو لونڈی محل طلاق کا نہیں مولی کے حق میں واہلہ زوج
عاقل بالغ مستیقظ اور اہل طلاق کا زوج ہے جو عاقل اور بالغ اور جاگتا ہو تو مولی اور اجنبی زوج کی قید سے نکل گیا اور مجنون اور صبی اور سوتا آدمی بھی نکل گیا یعنی انکی طلاق نہیں واقع
ہوتی ورکنہ لفظ مخصوص خال عن الاستثناء اور رکن طلاق کا لفظ مخصوص ہے جو خالی ہو استثناء سے تو لفظ مخصوص سے
فسوخ نکل گئے اور معلوم ہوا کہ اگر انشاء اللہ کی قید طلاق میں متصل کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ مخصوص استثناء سے خالی نہیں طلقۃ رجعیۃ
فقط فی طہر لا وطی فیہ وترکہا حتی تمضی عدتہا احسن بالنسبۃ الی البعض الآخر فقط ایکبار طلاق رجعی دینا اوس طہر میں جسمیں وطی نہیں ہوئی
اور چھوڑنا اوسکا یعنی دوسری نہ دینا یہانتک کہ اوسکی عدت گذر جاوے یہ طلاق احسن ہے نسبت اور دوسری طلاق کے یعنی حسن اور بدعی سے احسن ہے نہ یہ کہ
فی نفسہ احسن ہے تو اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوا جو بعضوں نے کہا کہ طلاق احسن یا حسن کہنا کیونکر درست ہوگا حالانکہ وہ ابغض الحلال ہے وطلقۃ
لغیر موطوءۃ ولو فی حیض ولموطوءۃ تفریق الثلث فی ثلثۃ اطہار لا وطی فیہا ولا فی حیض قبلہا ولا طلاق فیہ فیمن تحیض وثلثۃ اشہر
فی حق غیرہا حسن وسنی فعلم ان الاول سنی بالاولی اور ایک طلاق دینا غیر مدخولہ کو اگرچہ طلاق حیض میں واقع ہو اور مدخولہ کو جدا جدا تین طلاق دینا تین
طہر میں جنمیں وطی نہ ہوئی ہو اور نہ اوس حیض میں وطی ہوئی ہو جو تین طہر سے پہلے تھا اور نہ اوسمیں طلاق ہوئی ہو جو حیض ہونیوالی عورت کے حق میں ہے اور تفریق تین

طلاق کی تین مہینے میں اوس عورت کے حق میں جسکو حیض نہیں آتا یعنی بڑی عمر والی اور صغیرہ اور حاملہ تو ان شرطوں سے طلاق دینا طلاق حسن ہے اور سنی ہی یعنی مسنون ہے سو جب کہ طلاق حسن
مسنون ہوئی تو طلاق احسن بطریق اولیٰ مسنون ہوگی کہ اوس میں فقط ایک ہی طلاق ہے خالی طہر میں عدت تک اور مسنون کے معنی کہ طلاق ثواب کی نہیں اور یہ مراد نہیں کہ اوس میں کچھ
ہے اسواسطے کہ طلاق فی نفسہ عبادت نہیں کہ ثواب کی توقع ہو وحل طلاقهن ای الآیسة والصغیرة والحامل عقیب وطی لان الکراهة فیمن تحیض لتوهم الحبل وهو
مفقود هنا اور حلال ہے طلاق دینا اون کو یعنی آیسہ صغیرہ اور حاملہ کا بعد وطی کے بھی اسواسطے کہ کراہت طلاق کی حیض والی عورتوں میں بسبب احتمال حمل کے ہے اور احتمال حمل کا یہاں
ان عورتوں میں مفقود ہے آیسہ وہ عورت ہے جسکا حیض بسبب بڑی عمر کے بند ہو گیا ہو سو پچپن برس والی عورت آیسہ ہے قول ظاہر میں اور جسکی عمر نو برس سے کم ہو وہ صغیرہ ہے بنابر قول مختار کے
وبدعی ثلث متفرقة او ثنتان بمرة او مرتين فی طهر واحد لا رجعة فيه او واحدة فی طهر وطئت فيه او واحدة فی حيض موطوءة اور طلاق بدعی
تین طلاق دینا جدا جدا یا دو طلاق یکبارگی یعنی ایک لفظ سے یا طلاق دو لفظ سے ایک طہر میں جسمیں رجعت نہیں یا ایک طلاق دینا اوس طہر میں جسمیں وطی ہو چکی ہے یا ایک طلاق دینا
حیض میں ... سب تین طلاق بدعی کی ہیں سو جب تین طلاق متفرق بدعی ہوئیں تو یکبارگی تین طلاق دینا بطریق اولیٰ بدعی ہوگا اور اگر طہر میں طلاق بدعی دے تو رجعت کرے گا
طلاق ... ظاہر ہے اور شیعہ کے نزدیک تین طلاق یکبارگی دینے سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک تینوں واقع ہو جاتی ہیں اگرچہ تین طلاق دینا
... حدیث عجلانی کی ہے جو صحیح بخاری اور مسلم میں مروی ہے اوس میں یہ مضمون ہے کہ عجلانی نے تینوں طلاق بدون اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دی
... حدیث ... سے وقوع ثابت ہوا کذا فی حاشیة المدنی لو قال البدعی ما خالفهما کان اوجز وافید شارح کہتا ہے کہ اگر مصنف بجائے تین بدعی کی
... کہتا کہ طلاق بدعی وہ ہے جو مخالف ہو طلاق حسن و احسن کے تو کلام مختصر ہوتا اور زیادہ مفید ہوتا اسواسطے کہ طلاق بدعی آٹھ قسم ہے اول قسم تین طلاق متفرق ایک
... دوسری قسم تین طلاق ایک لفظ سے ایک طہر میں دینا تیسری دو طلاق ایک لفظ سے دینا چوتھی دو طلاق دو لفظ سے اوس طہر میں دینا جسمیں رجعت نہیں پانچویں حیض میں طلاق
... طہر میں طلاق دینا جسمیں وطی ہو چکی ساتویں اوس طہر میں طلاق دینا جسمیں وطی نہیں ہوئی لیکن طہر کے قبل حیض میں وطی ہو چکی آٹھویں نفاس میں طلاق دینا سو آٹھویں
قسم ... مصنف کی تعریف میں داخل نہیں اگر یوں کہتا کہ بدعی مخالف ہے احسن و حسن کے تو یہ دونوں قسمیں بھی داخل ہو جاتیں کذا فی حاشیة المدنی وتجب رجعتها علی الاصح
فی الحیض رفعا للمعصية فاذا طهرت طلقها ان شاء وامسکها قيد بالطلاق لان التخيير والاختيار والخلع فی الحيض لا يكره مجتبى اور واجب ہے رجعت کرنا
... بنا بر قول اصح کے حیض میں یعنی حیض میں اگر طلاق دی ہو تو رجعت کرے واسطے گناہ دور ہونے کے پھر جب عورت طاہر ہو حیض سے تو چاہے اوسکو طہر
میں طلاق دے یا چاہے اوسکو رکھے شارح کہتا ہے کہ مصنف نے قید طلاق کی اسواسطے لگائی کہ تخییر اور خلع اور اختیار حیض میں مکروہ نہیں کذا فی المجتبی تخییر یہ کہ زوج اپنی
زوجہ کو نکاح باقی رکھنے اور طلاق میں مختار کرے اور اختیار یہ کہ نابالغ کا باپ دادا کے سوا کسی ولی نے نکاح کیا پھر جب وہ بالغ ہوا تو اوسکو اپنی ذات کا اختیار ہے
اپنے نکاح کو باطل کر دے اگرچہ اوس وقت زوجہ حیض میں ہو خلاصہ یہ کہ طلاق دینا حیض میں مکروہ ہے اور تخییر زوج اور اختیار صبی اور اسیطرح خلع حیض میں مکروہ
نہیں والنفاس کالحیض جوهرة اور نفاس مانند حیض کے ہے کذا فی الجوهرة یعنی طلاق نفاس میں مکروہ اور تخییر اور اختیار صبی اور خلع نفاس میں مکروہ نہیں
قال لموطوءته وهی حال کونها ممن تحیض انت طالق ثلثا او ثنتین للسنة وقع عند کل طهر طلقة وتقع اولها فی طهر لا وطی فيه
زوج نے اپنی مدخولہ سے دران حالیکہ وہ حیض آنے والیوں میں سے ہے کہا تجھ کو تین طلاق ہیں یا دو ہیں مخصوص سنت تو واقع ہوگی ہر طہر کے نزدیک ایک طلاق خواہ قائل نے
سنت کی ... ہو اور پہلی طلاق اون تینوں سے یا دو سے اوس طہر میں واقع ہوگی جسمیں وطی نہیں ہوئی فلو غیر موطوءة او لا تحیض تقع واحدة للحال
ثم کلما نکحها او مضی شهر تقع سو اگر وہ عورت جسکو تین طلاق مسنون ہوئی مدخولہ نہ ہو یا حیض اوسکو نہ آتا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی فی الحال
غیر مدخولہ سے جب زوج نکاح کرے گا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب تیسرا نکاح کریگا تو تیسری طلاق واقع ہوگی یا جس عورت کو حیض نہیں آتا جب ایک مہینہ گذریگا تو طلاق
واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی وان نوی ان تقع الثلث الساعة او ان تقع عند راس کل شهر واحدة صحت نيته لانه محتمل کلامه

اور اگر سنت کی تینوں طلاق واقع ہونگی اوسی ساعت میں بانیت کی ایک طلاق واقع ہونگی ہر مہینے کے سرے پر تو نیت اوسکی صحیح ہوگی ہو واسطے کہ اوسکے کلام میں اسکا بھی احتمال ہے اسواسطے کہ
لفظ السنة کا لام جیسے کہ تصادم کا محتمل ہے ویسے ہی تعلیل کا بھی احتمال رکھتا ہے تو اسصورت میں للسنة کے یہ معنی ہونگے کہ وہ طلاق جسکا حکم سنت سے ثابت ہے یا واقع ہونا اوسکا مذہب ہے اہل سنت کا
ویقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولو تقدیرًا بدائع لیدخل السکران اور واقع ہوتی ہے طلاق ہر زوج بالغ عاقل کی اگرچہ تقدیرًا عاقل ہو کذا فی البدائع تقدیرًا کی
قید اسواسطے لگائی تاکہ مست عاقل میں داخل ہو یعنی عقل اور نشے میں کوئی تباین نسمجھے اسواسطے کہ شارع نے مست کو وقوع طلاق میں قائم مقام عاقل کے قرار دیا ہے ولو عبدًا
او مکرھًا فان طلاقه صحیح لا اقراره بالطلاق اگرچہ زوج غلام ہو یا مکرہ ہو یعنی زبردستی کسی نے اوس سے طلاق دلوائی ہو واسطے کہ طلاق دینا مکرہ کا صحیح ہے اور اقرار طلاق
مکرہ کا صحیح نہیں یعنی زبردستی سے کوئی طلاق کا اقرار کرادے تو اوس اقرار سے طلاق نہیں واقع ہوتی وقد نظم فی النہر ما یصح مع الاکراہ فقال ؎ طلاق وایلاء ظہار
ورجعة + نکاح مع استیلاد عفو عن العمد اور البتہ نظم کیا ہے نہر الفائق میں یون عقود کہ جو اکراہ اور زبردستی کیساتھ صحیح ہوجاتے ہین سو کہا کہ طلاق ہے اور ظہار ہے اور
ایلا ہے اور رجعت اور نکاح ہے ساتھ استیلاد کے اور عفو کرنا ہے قصاص کو ؎ رضاع وایمان وفیء ونذره + قبول لایداع کذا الصلح عن عمد + رضاع ہے
اور خدا کی قسمین کھانا اور ایلا کے رجوع کرنا اور نذر کرنا اور ودیعت قبول کرنا اور صلح قصاص عمد سے مال پر صلح کرنا ؎ طلاق علی جعل یمین به اتت + کذا
العتق والاسلام تدبیر للعبد + اور طلاق عوض مال کی خواہ زوجہ کیطرف سے ہو یا غیر کی طرف سے اور قسم طلاق کی یعنی زبردستی سے کسی نے یون قسم کھائی کہ اگر فلانا کام کرے تو اوسکی عورت
طلاق ہے سو اگر وہ کام کریگا تو طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح جبرًا آزاد کرنا اور مسلمان ہونا اور غلام یا لونڈی کا مدبر کرنا ؎ وایجاب احسان وعتق فهذه + تصح مع الاکراہ
عشرین فی العد + اور واجب کرنا صدقہ کا اور واجب کرنا عتق کا یعنی زبردستی یون کہلاوے کہ مینے اوپر خدا کے واسطے ایک صوم یا ایک غلام کی آزادی واجب کی تو یہ عقود
مذکورہ صحیح ہین اکراہ کے ساتھ جو گنتی مین تمام بیس ہین کذا ھازلًا لا یقصد حقیقة کلامه او سفیها خفیف العقل یا اگرچہ زوج ہازل ہو یعنی خوش طبعی اور ہنسی سے طلاق دی ہو یا ہازل وہ ہے
جسکو اپنے کلام کی حقیقت مقصود نہو یا زوج سفیہ خفیف العقل کم فہم ہو او سکران ولو بنبیذ او حشیش او افیون او بنج زجرًا به یفتی تصحیح القدوری یا مست ہو
اگرچہ نشا حنیفیہ مذہب کا ہو یا بہنگ کا ہو یا افیون کا یا خراسانی اجوائن کا ان چیزوں کے نشے سے طلاق واقع ہوتی ہے واسطے زجر اور توبیخ کے تا لوگ باز رہین اسی پر فتوی ہے کذا فی
تصحیح القدوری زجر اور توبیخ کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر خراسانی اجوائن یا افیون کو بطریق دوا کی استعمال کیے تو اوسے زجر نہین ہو واسطے کہ معصیت نہین تو اس صورت مین طلاق بھی
نہ واقع ہوگی نہر الفائق میں کہا کہ خراسانی اجوائن کی اباحت و حرمت مین اختلاف ہے اور حق یہ ہے کہ اگر بطریق دوا کے استعمال ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ معصیت نہین
اور اگر بطریق لہو اور سرور کے ہے تو طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیة المدنی والطحطاوی مست کی طلاق اسواسطے واقع ہے کہ شارع نے مست کو اوسکی حالت مستی مین امر اور نہی سے
خطاب کیا چنانچہ فرمایا (یا ایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکاری) تو معلوم ہوا کہ اوسکو بجاے قائم العقل کے احکام شرعیہ مین تنگ پکڑنے کے واسطے
قرار دیا اور وقوع طلاق مین حد سکر کی یہ ہے کہ عورت کو مرد سے اور آسمان کو زمین سے فرق نکرے یہی مذہب ہے امام کا اور یہی قول دیان معتمد ہے اور سکر پر حد واجب ہونے مین
صاحبین کا قول مختار ہے وہ یہ ہے کہ جسکا اکثر کلام بیہودہ اور ہذیان ہو اور طہارت ٹوٹنے مین حد سکر یہ ہے کہ جسکی چال ڈانواڈول ہو بحر الرائق مین کہا کہ ورق القنب
یعنی بہنگ کے نشے سے باتفاق علماء شافعیہ اور حنفیہ کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ اوسکے حرام ہونے پر بالاتفاق فتوی ہے اور اوسکے بائع پر تعزیر ہے
اور جو اوسکو حلال کہے وہ زندیق اور ملحد ہے کذا فی المجتبی اور جوہرہ مین حرمت افیون اور خراسانی اجوائن کی مصرح ہے کذا فی حاشیة المدنی واختلف التصحیح فیمن سکر مکرهًا
او مضطرًا اور مختلف ہے تصحیح کرنا علما کا اوس شخص کے حق مین جو مست ہوگیا زبردستی نشا پلانے سے یا اضطرار سے پھر اوس نے طلاق دی نہر الفائق میں کہا
صحیح یہ ہے کہ اوسکی طلاق واقع نہین ہوتی چنانچہ تحفہ اور شرح جامع اور خانیہ مین ہے کذا فی الطحطاوی والمدنی نعم لو زال عقله بالصداع او بمباح لم یقع
ہان اگر زائل ہو عقل نشا پینے والے کی بسبب درد سر کے یا مباح چیز کے استعمال سے جیسے کوئی افیون کھاوے بطریق دوا کے تو طلاق واقع نہین ہوتی اسواسطے کہ
زوال عقل درد سر سے ہوا نہ نشے سے وفی القہستانی معزیا للزاہدی انه لو لم یمیز ما یقوم به الخطاب کان تصرفه باطلا انتهی اور قہستانی میں

اور یہی منقول ہے اگر مست کی بھی عقل زائل ہو جاتی یا نہ یہ احکام شرعیہ کو تو اوسکا تصرف باطل ہوگا فقط یعنی نہایت مست کی طلاق نہ واقع ہوگی بحرالرائق میں کہا کہ یہ قول ضعیف ہے
واستثنی فی الاشباہ من تصرف السکران سبع مسائل منها الوکیل بالطلاق صاحیا اور مستثنی کیا ہے اشباہ میں مست کے تصرفات سے سات مسائل کو یعنی مست اور
ہوشیار کا ایک حکم ہے لیکن سات مسائل میں مست ہوشیار کے برابر نہیں انجملہ طلاق کا وکیل ہوشیاری میں یعنی مثلاً زید نے حالت ہوشیاری میں خالد کو وکیل کیا طلاق کا سو خالد نے مست ہو کر طلاق
دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی لکن قیدہ البزازی بکونہ علی مال والا وقع مطلقا لیکن مقید کیا ہے بزازی نے طلاق وکیل کو مال کے بدلے پر یعنی اگر وکیل نے عوض مال کے طلاق
دی تو طلاق صحیح نہ ہوگی اور اگر طلاق بعوض مال کے نہیں تو واقع ہوگی ہر طرح سے خواہ موکل نے ہوشیاری میں وکیل کیا ہو خواہ مستی میں اور وکیل نے ہوشیاری میں طلاق دی ہو یا مستی میں ثم یقع
الشافعی طلاق السکران واختارہ الطحاوی والکرخی وفی التاتارخانیۃ عن التفریق والفتوی علیہ اور امام شافعی نے مست کی طلاق کو واقع نہیں کہا اور پسند
کیا ہے اس قول کو طحاوی اور کرخی نے اور تاتارخانیہ میں تفریق سے ہے کہ اسی روایت پر فتوی ہے ہم یہ روایت مخالف ہے متون کی اور کتب معتمدہ میں ہرگز اس پر اعتماد نہیں بلکہ عالمگیری
میں محیط سے منقول ہے کہ طلاق مست کی واقع ہے اور یہی مذہب ہے ہمارے اصحاب کا کذا فی حاشیۃ المدنی او اخرس ولو طاریا ان دام للموت بہ یفتی یا گونگا ہو یعنی
گونگے کی طلاق اشارہ سے واقع ہوتی ہے اگرچہ پیدائشی گونگا نہ ہو بشرطیکہ موت تک گونگا رہا اسی پر فتوی ہے وعلیہ فتفرع فانہ موقوفۃ واستحسن الکمال اشتراط
کتابتہ اور اسی پر متفرع ہے گونگے کے تصرفات موقوف رہیں گے موت تک یعنی اگر موت تک گونگا رہا تو اشارہ کی طلاق وغیرہ تصرفات صحیح ہونگے اور اگر زبان کھل گئی بولنے لگا تو اوس سے
دریافت کیا جائیگا اور پسند کیا ہے کمال الدین بن ہمام نے اوسکی کتابت کا شرط ہونا یعنی اگر گونگا لکھنا جانتا ہو تو اوسکی طلاق اشارہ سے نہ واقع ہوگی لکھنے سے واقع ہوگی باشارتہ المعہودۃ
فانہا تکون کعبارۃ الناطق استحسانا گونگے کی طلاق واقع ہوگی اوسکے اشارہ معلومہ سے اسواسطے کہ اوسکا اشارہ ناطق کے بیان کے برابر ہے باعتبار استحسان کے وجہ
استحسان کی یہ کہ اگر اوسکا اشارہ مثل عبارت ناطق کے نہ ہو تو موجب ہو حرج کا او مخطئا بان اراد التکلم فجری علی لسانہ الطلاق او تلفظ بہ غیر عالم بمعناہ او غافلا
او ساہیا او بالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط یا زوج نے خطا سے طلاق دی اس طرح کہ ارادہ کسی بات کہنے کا کیا سو اوسکی زبان پر طلاق جاری ہوگئی یا طلاق کا لفظ بولا حالانکہ
اوسکے معنی سے آگاہ نہ تھا یا زوج بھولا یا غافل ہو یا بھولکر طلاق بولا ہو مثلاً صورت یہ کہ اوسنے قسم کھائی کہ لفظ طلاق نہ بولوں گا پھر طلاق بول گیا بھولکر یا طلاق کے الفاظ محرفہ
سے بولا چنانچہ بجائے طلاق کے تلاق یا تلاغ یا تلاک بولا تو ان صورتوں میں طلاق واقع ہوگی فقط باعتبار قضا کے یعنی باعتبار حکم ظاہر کے نہ باعتبار دیانت کے بخلاف الہازل
واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ہزلہ بہ جدا فتح بخلاف ہنسی کرنیوالے اور کھیلنے والے کے کہ اوسکی طلاق ظاہر اور باطن دونوں میں
واقع ہو جاتی ہے اسواسطے کہ شارع نے اوسکی ہزل کو جد قرار دیا ہے یعنی طلاق دینے والے کی ہنسی اور خوش طبعی کو سچائی اور واقعی کلام کے ٹھہرایا ہے کذا فی فتح القدیر
ومریضا او کافرا لوجود التکلیف یا زوج بیمار یا کافر ہو بسبب وجود تکلیف کے یعنی کافر بھی احکام شرعی کا مخاطب ہے لیکن قاضی حکم تفریق کا کافر کے حق میں اوس وقت کرے گا
جب وہ عورت اوسکے پاس نالش کرے کذا فی حاشیۃ المدنی واما طلاق الفضولی والاجازۃ قولا وفعلا فکالنکاح اور لیکن طلاق دینا فضولی کا اور جائز رکھنا زوج کا
باعتبار قول اور فعل کے مانند نکاح کے ہے کذا فی البزازیۃ یعنی جیسے نکاح فضولی کا زوج کی اجازت پر موقوف ہے اسیطرح طلاق فضولی کی بھی اوسکی اجازت پر موقوف ہے
اجازت خواہ قولی ہو چنانچہ زوج فضولی سے کہے کہ خدا تجھکو راحت دے جیسے تونے مجھکو اوس عورت سے راحت دی یا یوں کہے کہ تو نے مجھ پر احسان کیا کہ اوس سے چھوڑایا خواہ اجازۃ
فعلی ہو چنانچہ اوسکا باقی مہر حوالہ کرے یا اوسکے سوا چار عورتوں سے نکاح کرے وبناء علی اعتبار الزوج المذکور لا یقع طلاق المولی علی امرأۃ عبدہ لحدیث
ابن ماجۃ الطلاق لمن اخذ بالساق الا اذا شرط فی العقد فقال زوجتہا منک علی ان امرہا بیدی اطلقہا کلما شئت فقال العبد
قبلت ولذا قال العبد اذا تزوجتہا فامرہا بیدک ابدا کان کذلک نہر اور بنا بر اعتبار زوج کے جو سابق میں مذکور ہو چکا یعنی ہر زوج عاقل بالغ کی
طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ وہ غلام ہو تو اس اعتبار سے نہ واقع ہوگی طلاق مولی کی اپنے غلام کی جورو پر بدلیل حدیث ابن ماجہ کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ طلاق کا اختیار اوسکو ہے جسنے عورت کی پنڈلی کو پکڑا یعنی زوج کے سوا دوسرے کو طلاق کا اختیار نہیں مگر جب کہ مولی نے شرط کر لیا ہو

حالت عقد مین یعنی یون کہا ہو غلام سے کہ تیری عورت سے نکاح تیرے ساتھ کرتا ہون اس شرط پر کہ عورت کا امر میرے ہاتھ مین ہے اسکو مین طلاق دون جب چاہون پھر غلام کہے کہ مینے قبول کیا
اور اسیطرح جب غلام نے کہا کہ جب مین اوس سے نکاح کرون تو اوسکا امر تیرے ہاتھ مین ہوگا ہمیشہ تو اس شرط سے ایسا ہی ہوگا یعنی مولی کو طلاق کا اختیار رہیگا کذا فی الخانیہ
والمجنون الا اذا علق عاقلا ثم جن فوجد الشرط او کان عنینا او مجبوبا او اسلمت وهو کافر وابی ابوه الاسلام وقع الطلاق اشباه اور نہین واقع
ہوتی طلاق مجنون کی مگر جبکہ معلق کیا طلاق کو کسی شرط پر جب تک ہوشیاری مین پھر دیوانہ ہوگیا پھر پائی گئی شرط یا مجنون نامرد یا مقطوع الذکر ہو یا زوجہ مجنون کی مسلمان ہوگئی اور
وہ کافر ہو اور اوسکے باپ نے اسلام نہ قبول کیا تو ان صورتون مین مجنون کی طلاق واقع ہوگی کذا فی الاشباہ ان صورتون مین وقوع طلاق ہے نہ ایقاع اور مجنون سے ایقاع طلاق ممتنع ہے
نہ وقوع کذا فی حاشیۃ المدنی والصبی ولو مراهقا او اجازه بعد البلوغ اما لو قال اوقعته وقع لانه ابتداء ایقاع وجوزه الامام احمد اور نہین واقع
ہوتی طلاق صبی کی اگرچہ لڑکا قریب البلوغ ہو یا لڑکپن مین طلاق دی اور اوسکو بعد بلوغ کے جائز رکھے تو بھی طلاق نہ ہوگی لیکن اگر یون کہیگا کہ مینے طلاق کو واقع کردیا تو واقع ہوجائیگی
اسواسطے کہ اس کلام مین ابتداء ایقاع ہے یعنی اسی وقت مین واقع کی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ اومین طلاق بالفعل نہین واقع ہوگی بلکہ طلاق سابق کو بحال رکھا اور سابق مین اوسکو
اہلیت طلاق کی نہ تھی اور امام احمد بن حنبل نے طلاق صبی جائز رکھی ہے والمعتوه من العته وهو اختلال فی العقل اور نہین واقع ہوتی طلاق پریشان عقل کی لفظ معتوہ کا
مشتق ہے عتہ سے یعنی اختلال عقل بحر الرائق مین کہا کہ بہتر اقوال معتوہ اور مجنون کی فرق مین یہ ہے کہ معتوہ وہ ہے جو قلیل الفہم پریشان کلام فاسد التدبیر ہو لیکن نہ مارے نہ گالی دے
بخلاف مجنون کے والمبرسم من البرسام بالکسر علة کالجنون اور نہین واقع ہوتی طلاق مبرسم کی لفظ مبرسم کا مشتق ہے برسام سے جو بروزن قرطاس ہے برسام بیماری
ہے مانند جنون کی اور بعض کتب طبیہ مین ہے کہ برسام گرم ورم ہے جو جگر اور آنتون کے درمیان الی پردے مین عارض ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ اس بیماری سے بیہوشی لاحق ہوتی ہے اسواسطے
طلاق واقع نہین ہوتی والمغمی علیه وهو لغة المغشی اور نہین طلاق واقع ہوتی جسکو غشی آوے اغما لغت مین بمعنی غشی کے ہے اور یہی معنی فقہ مین بھی مراد ہین منح الغفار مین
کہا کہ اغما یہ کہ دماغ بلغم غلیظ یا بارد سے بھر جاوے اور قہستانی مین کہا کہ غشی عبارت ہے تعطل قوی محرکہ اور حساسہ سے بسبب ضعف قلب کے تو غشی نیند کی برابر ہے بے اختیاری مین کذا فی حاشیۃ المدنی
والمدهوش فتح وفی القاموس دهش تحیر ودهش بالبناء للمفعول فهو مدهوش وادهشه الله اور نہین واقع ہوتی طلاق مدہوش کی مدہوش وہ ہے
جسکی عقل جاتی رہے کذا فی فتح القدیر اور قاموس مین کہا کہ دہش یعنی تحیر کے ہے اور دہش مجہول کا صیغہ ہے اور اسم مفعول مدہوش ہے اور عرب بولتے ہین ادہشہ اللہ یعنی بیہوش یا متحیر
کیا اوسکو اللہ نے خلاصہ یہ کہ یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی ہے اور باب افعال سے بھی مستعمل ہے ہمارے شارح کے اوستاد خیر الدین رملی نے فتاوی خیریہ مین کہا کہ تاتارخانیہ اور
فتح القدیر مین مصرح ہے کہ طلاق مدہوش کی نہین واقع ہوتی اور اجماع ہے فقہا کا کہ طلاق غیر عاقل کی نہین پڑتی سواے مست کے کہ مست کی طلاق بنابر زجر اور توبیخ کے
واقع ہوجاتی ہے تو غیر عاقل مین مجنون اور معتوہ اور مبرسم اور مغمی علیہ اور مدہوش سب داخل ہین اور مدہوش یہان بمعنی ذاہب العقل کے ہے اور جس نے مدہوش کو
یہان بمعنی متحیر کے تفسیر کیا سو غلط ہے اسواسطے کہ تحیر اور تردد کو ذہاب عقل لازم نہین اور مدہوش قاموس مین بمعنی متحیر اور ذاہب العقل کے مذکور ہے انتہی خلاصہ کذا فی
حاشیۃ المدنی والنائم لانتفاء الارادة ولذا لا یتصف بصدق ولا کذب ولا خبر ولا انشاء اور نہین واقع ہوتی طلاق سونیوالے کی بسبب
نہونے ارادہ اور اختیار کے اور اسیواسطے سونیوالے کو صادق اور کاذب نہین بولتے اور اوسکے کلام کو خبر اور انشا نہین کہتے اسواسطے کہ اوسکا کلام بالاتفاق نہین جیسا کہ کتب
اصول مین مصرح ہے فلو قال اجزته او اوقعته لا لانه اعاد الضمیر الی غیر معتبر جوهرة اور اگر سونیوالے سے اوسکے جاگنے کے بعد کسی نے کہا
کہ تونے سوتی ہوئے طلاق دی سو اوسنے کہا کہ مینے اوسکو جائز رکھا یا واقع کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ اوسنے ضمیر کو اوسکی طرف پھیرا جو غیر معتبر ہے لائق اعتبار
کے نہین یعنی طلاق نوم کذا فی الجوہرہ اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ صبی اگر بعد بلوغ کے کہے کہ اوقعتہ یعنی اوسکو مینے واقع کردیا تو طلاق پڑجاتی ہے اور اگر
یہی لفظ نائم بعد جاگنے کے کہے تو نہین پڑتی دونون مین کیا فرق ہے شارح نے اوسکا جواب دیا کہ کلام صبی کا لغت اور نحو مین معتبر ہے لیکن شارع نے بسبب
قصور عقل کے اوسکو لغو کردیا بخلاف نائم کے اوسکا کلام کسی کے نزدیک معتبر نہین اسواسطے کہ اوسکا قصد نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اوقعت ذلک

الطلاق او جعلته طلاقًا وقع بحث اور اگر نائم نے کہا بعد بیداری کے کہ مینے اس طلاق کو واقع کر دیا یا مینے اوسکو طلاق ٹھہرا دی تو واقع ہوگی کذا فی البحر الرائق تو اوسوقت مین مطلب یہ ہوگا کہ جس جنس کی طلاق حالت نوم مین صادر ہوئی تھی اوس جنس کی طلاق بیداری مین مینے واقع کر دی تو یہ طلاق دوسری ہوئی نوم کی سوا تو واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی و اذا ملک احدهما الآخر او بعضه بطل النکاح اور جبکہ مالک ہوا زوج اور زوجہ مین سے ایک دوسرے کا کل کا مالک ہوا یا بعض کا تو نکاح باطل ہوگیا اسواسطے کہ ملکیت منافی ہے زوجیت کی ولو قال لحرۃ تحته ان ملکتک فطلقها فی العدۃ او خرجت الحربیة الینا مسلمة ثم خرج زوجها کذلک مسلما فطلقها فی العدۃ لغا الثانی مسئلتین واوقعه الثالث فیهما اور اگر زوج نے کہا کہ عورت سے جو اپنی زوج مملوکہ کو آزاد کر دیا جبکہ اوسکی مالک ہوئی پھر زوج نے عورت کو طلاق دی عدت مین یا عورت حربیہ نکل آئی ہماری ملک یعنی دار الاسلام مین آئی مسلمان ہوکر پھر اوسکا زوج نکلا اسیطرح مسلمان ہوکر پھر اوسنے اوسکو طلاق دی عدت مین تو اس طلاق کو ابو یوسف نے لغو کہا ہے دونون صورتون مین اور واقع کہا ہے اسکو محمد نے دونون مین اور فتوی ابو یوسف کے قول پر ہے کذا فی الخانیہ اسواسطے کہ مالک ہوئی اور دار الاسلام مین آنے سے جدائی دونون مین ہوگئی پھر جب جدائی ہوئی تو طلاق کا اختیار باقی نہ رہا کذا فی حاشیۃ المدنی واعتبار عدده بالنساء وعند الشافعی بالرجال اور اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے اور نزدیک امام شافعی کے مردون پر ہے فطلاق حرۃ ثلث وطلاق امۃ ثنتان مطلقا تو طلاق حرہ کی تین بار ہے اور طلاق لونڈی کی دو بار ہے ہر طرح سے یعنی حرہ کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو تین بار طلاق ہوگی اور لونڈی کا زوج خواہ حر ہو خواہ عبد اوسکو دو بار طلاق ہوگی اسواسطے کہ اعتبار عدد طلاق کا عورتون پر ہے نہ مردون پر ویقع الطلاق بلفظ العتق بنیة او دلالة حال لا عکسه لان ازالة الملک اقوی من ازالة القید اور واقع ہوتی ہے طلاق عتق کے لفظ سے بشرط نیت کے یا دلالت حال سے نہ بالعکس یعنی عتق طلاق کے لفظ سے نہین واقع ہوتا اسواسطے کہ ازالہ ملک کا قوی تر ہے ازالہ قید سے یعنی عتق عبارت ہے ازالہ ملک سے اور طلاق عبارت ہے ازالہ قید نکاح سے تو عتق سے طلاق مراد ہو سکتی ہے اسواسطے کہ عتق قوی تر ہے طلاق سے اور طلاق سے عتق مراد نہین ہو سکتا اسواسطے کہ طلاق ضعیف ہے عتق سے تو ضعیف مین قوی نہین آسکتا مثلاً زوج نے زوجہ سے کہا کہ مینے تجھکو آزاد کیا تو اگر نیت طلاق کی زوج نے کی یا قرینہ طلاق کا پایا گیا جیسے زوجہ نے طلاق کی خواہش کی تھی تو طلاق واقع ہوگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع ان نوی وقیل مطلقا لکھا طلاق کو یعنی زوج نے زوجہ کو یہ لکھ دیا کہ تجھکو طلاق ہو اگر یہ صاف ظاہر ہے جیسے تختہ پر یا دیوار مین پر تو طلاق واقع ہوگی اگر نیت طلاق کی زوج نے کی اور قول ضعیف ہے کہ ہر طرح طلاق واقع ہوتی ہے نیت کی ہو یا نہ کی ہو ولو علی نحو الماء فلا مطلقا اور اگر طلاق لکھی ایسی چیز پر جسپر نقش ثابت نہین رہتا جیسے پانی پر یا ہوا پر تو کسیطرح طلاق نہ واقع ہوگی نیت طلاق کی کرے یا نکرے ولو کتب علی وجه الرسالة والخطاب کان کتب یا فلانة اذا اتاک کتابی هذا فانت طالق طلقت بوصول الکتاب جوهرة اور اگر طلاق لکھی زوج نے بطریق خط بھیجنے اور خطاب کرنے کے چنانچہ یون لکھا کہ اے [illegible] جب تیرے پاس میرا یہ خط پہونچے تو تجھکو طلاق ہے تو عورت مطلقہ ہو جاویگی بمجرد خط پہونچنے کے کذا فی الجوهرة وفی البحر کتب لامرأته کل امرأة لی غیرک وغیر فلانة فطالق ثم محی اسم الاخیرة وبعثه لم تطلق وهذه حیلة عجیبة وسیجیء ما لو استثنی بالکتابة اور بحر الرائق مین ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو یہ لکھا جسکا مثلاً [illegible] نام [illegible] عورت کہ میری ہے سوا تیرے اور سوا فلانی کے یعنی مثلاً سوا زینب کے مطلقہ ہے پھر محو کیا عورت کا نام مثلاً الا یعنی زینب کا تو زینب کو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب کو بھی نام لکھنے کے وقت مستثنی کر دیا تھا اور بعد اسکے مٹا دالا مثلاً زید کی زوجہ کہ یہ بھی ہے وہ دوسرے شہر مین گیا اور وہان زینب سے نکاح کیا یہ خبر سنکر ہندہ کو رنج ہوا اب زید نے ہندہ کو یہ لکھا تاکہ اوسکا دل خوش ہو جاوے اور زینب کو طلاق بھی نہ پڑے شارح کہتا ہے یہ حیلہ عجیب ہے کہ لکھنا بعد مٹانے کے بھی مفید ہوا اور باب التعلیق مین عنقریب آویگا مستثنی کرنا کتابت سے

باب الصریح

یہ باب ہے طلاق صریح کا صریحه ما لم یستعمل الا فیه ولو بالفارسیة کطلقتک وانت طالق ومطلقة بالتشدید قید بخطابها لانه لو قال ان خرجت یقع الطلاق او لا تخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لم یقع لترکه الاضافة الیها طلاق صریح وہ ہے جو مستعمل نہو مگر اوسی مین اگرچہ فارسی زبان مین ہو فارسی سے مراد غیر عربی ہے یعنی طلاق صریح عربی مین منحصر نہین بلکہ ہر بولی مین جو ایسا ہو کہ سوا طلاق کے اور معنی مین مستعمل نہوتا ہو وہ صریح ہے جیسا عربی مین طلقتک بتشدید لام طلاق صریح ہے یعنی مین نے تجھکو طلاق دی اور

انتِ طالقٌ اور مطلقۃ یعنی تو طلاق والی ہے لفظ مطلقۃ کا بتشدید لام صریح ہے اور بتخفیف لام صریح نہیں کنایہ ہے شارح کہتا ہے مصنف نے طلاق صریح کی مثالوں کو عورت کے خطاب سے مقید کیا
پہلی مثال میں کاف ضمیر ہے اور دوسری اور تیسری مثال میں انت ہے اسواسطے کہ اگر بغیر خطاب یوں بولیگا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی یا یوں کہا کہ نہ نکلنا بدون میرے حکم کے سوا تیرے
لیئے قسم کھائی ہے طلاق کی پھر بعد اس کلام کے عورت نکلے تو طلاق نہ واقع ہوگی جب تک کہ نہ اضافت کرے عورت کیطرف یعنی دونوں صورتوں میں طلاق کو عورت کیطرف مضاف نہیں کیا
تو اول صورت میں احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق واقع ہو یا اسکی غیر کی اور دوسری صورت میں احتمال ہے کہ اس عورت کی طلاق کی قسم کھائی یا اوسکے غیر کی ھم خطاب میں بھی یہ شرط ہے کہ
وہ عورت مقصود بالخطاب ہو تب طلاق واقع ہوگی اور اگر مقصود بالخطاب عورت نہ ہو چنانچہ مسائل طلاق کو مرد نے عورت کے سامنے تکرار کیا بطریق تعلیم و مثال کے تو طلاق نہ واقع ہوگی
نہ قضا میں نہ دیانت میں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ویقع الطلاق بھا ای بھذہ الالفاظ وما بمعناھا من الصریح اور واقع ہوتی ہے ایک طلاق رجعی ان الفاظ مذکورہ سے اور جو
ان الفاظ کی معنی رکھتا ہو قسم صریح سے چنانچہ یوں کہا کہ شئت طلاقک یعنی میں نے تیری طلاق چاہی ورضیت طلاقک یعنی میں راضی ہوا تیری طلاق سے ووقعت علیک طلاقک یعنی میں نے
تجھ پہ تیری طلاق ڈالی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاک وتلاک او ط ل ق او طلاق باش بلا فرق بین عالم وجاھل وان قال
تعمدتہ تخویفا لم یصدق قضاءً الا اذا اشھد علیہ قبلہ بہ یفتی اور طلاق صریح میں داخل ہیں یہ الفاظ مصحفہ چنانچہ طلاغ غین معجمہ سے یا تلاغ یعنی تے عوض طو
یا طلاک یعنی کاف عوض قاف کے یا تلاک یعنی تے عوض طو کے اور کاف عوض قاف کے چنانچہ پنجابی عوام تلاک ہی بولتے ہیں اور تلاک تشدید لام بھی جہال میں مستعمل ہے یا ط ل ق یعنی طلاق کو بطریق
تہجی کے کہا یا طلاق باش اس لفظ کو طحطاوی نے طلاق غلیظ [illegible] اسواسطے کہ صریح غلیظ ہے کنایہ ہے اور بدر الدین نے کہا کہ یہ لفظ فارسی ہے یعنی طلاق ہو شارح کہتا ہے ان الفاظ مصحفہ کے بولنے
میں کچھ فرق نہیں درمیان عالم اور جاہل کے یعنی عالم اور جاہل جو ان الفاظ کو عورت کیطرف خطاب کریگا طلاق واقع ہوگی بدون نیت کے اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح میں داخل ہیں نیت کے محتاج
نہیں اور اگر زوج کہے کہ میں نے بالقصد طلاق کو محرف کیا عورت کو ڈرانے کے واسطے تو ظاہر میں اوسکی تصدیق نہ کیجاویگی یعنی قاضی اوسکو نہ مانیگا اگر وہ سچا ہے تو عند اللہ طلاق نہ واقع ہوگی
مگر ظاہر میں صرف زوج کی تصدیق ہوگی جب اوسنے تخویف پر گواہ کرلیا ہو قبل اس تکلم کے اسی قول پر فتوی ہے ولو قیل لہ طلقت امرأتک فقال نعم او بلی بالھجاء طلقت بحر
اور اگر زوج سے کہا گیا کہ تو نے طلاق دی اپنی عورت کو سو اوسنے کہا نعم یا بلی ہجی کر کے یعنی نعم کے حروف کو علیحدہ علیحدہ کہا یعنی ن ع م یا بلی کے حروف کو جدا جدا کہا یعنی ب ل ی تو طلاق
بدون نیت کے عورت کو ہوگی کذا فی البحر الرائق [illegible] کہ ہاں میں نے طلاق دی ہجی کر کے یعنی ط ا ل ق لیکن مصنف نے تکرار لازم آتی ہے اسواسطے کہ طلاق ہجی کی سابق میں ہو چکی
واحدۃ رجعیۃ وان نوی خلافھا من البائن او اکثر خلافا للشافعی او لم ینو شیئا یعنی صریح الفاظ کے بولنے سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہے اگرچہ اوسنے
ایک رجعی کے خلاف کا ارادہ کیا از قسم بائن یا ایک سے زیادہ کا بخلاف ہے امام شافعی کے یا طلاق صریح بولکر کچھ ارادہ نہ کیا تو بھی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح محتاج نیت کی نہیں
ھم طلاق رجعی وہ کہ جسمیں تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور عورت کی رضامندی رجوع میں ضرور نہیں اور اوسکی عدت میں ترک زینت نہیں اور ایک گھر میں زوج اور زوجہ کا عدت میں رہنا جائز ہے
بخلاف طلاق بائن کے اسیواسطے علماء نے کہا ہے کہ طلاق رجعی مانند قطع کے ہے اور طلاق بائن مانند قتل کے ہے ولو نوی بہ الطلاق عن وثاق دین ان لم یقرنہ بعدد ولو مکرھا
صدق قضاء ایضا کما صح بالوثاق او القید اور اگر نیت کی زوج نے طلاق صریح سے قید سے چھوڑنے کی تو اوسکی دیانت پر عمل کیا جاویگا یعنی تصدیق اوسکی ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی اگر
اوسنے طلاق کو عدد کے ساتھ نہ مذکور کیا یعنی یوں نہ کہا کہ تجھکو تین طلاق اسواسطے کہ ذکر عدد کا قرینہ ہے طلاق کا نہ چھوڑنے قید کا یا زبردستی سے زوج طلاق بولا پھر قید سے چھوڑنے کا
ارادہ بیان کیا تو اوسکی تصدیق ہوگی باعتبار حکم قضا کی بھی چنانچہ اگر طلاق صریح کو قید وثاق یا قید کا لفظ صریح کہیگا تو ظاہر میں بھی اوسکی تصدیق ہوگی طلاق نہ واقع ہوگی
وکذا لو نوی طلاقھا من زوجھا الاول علی الصحیح خانیہ اور ایسا ہی ظاہر و باطن میں تصدیق ہوگی اگر زوج نے صریح سے عورت کی طلاق اوسکے اول زوج سے
ارادہ کیا بنا بر قول صحیح کے اور قول غیر صحیح میں تصدیق فقط دیانت میں ہوگی نہ قضا میں کذا فی الخانیہ ولو نوی عن العمل لم یصدق اصلا ولو صرح بہ دین فقط
اور اگر نیت کی زوج نے طلقتک کے قول کہ طلاق عن العمل کی یعنی کام کرانے سے تجھکو چھوڑا تو مطلقا اوسکی تصدیق نہ کیجاویگی نہ دیانت میں نہ قضا میں اسواسطے کہ
یہ ایسی نیت ہے کہ اوسکو لفظ محتمل نہیں اور اگر لفظ عن العمل کو کھولکر کہا یعنی یوں بولا کہ طلقتک عن العمل تو اوسکی تصدیق فقط دیانت میں ہوگی نہ قضا میں ھم بحر الرائق میں

والفخذ والظہر والبطن واللسان والاذن والفم والصدر والذقن والسن والریق والعرق وکذا الثدی والدم جوہرۃ لانہ لا یعبر بہ عن الجملۃ فلو عبر قوم بہ
عنہا وقع چنانچہ طلاق واقع نہیں ہوتی اگر نسبت کی طلاق کی ہاتھ کیطرف مگر بہ نیت مجاز کی اور نہیں واقع ہوتی اگر طلاق کی نسبت کیطرف پاؤں کے اور دبر کے اور بال کی اور ناک کے
اور پنڈلی کے اور ران کی اور پیٹھ کے اور پیٹ کے اور زبان کی اور کان کی اور منہ کے اور سینے کے اور ٹھوڑی کی اور دانت کے اور رال کی اور پسینے کے اور اسیطرح چھاتی اور خون کذا فی الجوہرہ ان اعضا کیطرف
طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق نہیں واقع ہوتی اسواسطے کہ ان اعضا سے کل جسم کی تعبیر نہیں ہوتی اور اگر کسی قوم کے عرف میں ان اعضا سے بھی کل عورت کی تعبیر ہوتی ہو تو طلاق واقع ہوگی
کذا کل ماکان من اسباب الحرمۃ لا الحل اتفاقا اور اسیطرح جو اسباب کہ حرمت کے ہیں نہ حلت کے اونکا یہی حکم ہے بالاتفاق جو طلاق کا حکم ہے حرمت کے اسباب جیسے ایلا اور ظہار اور
عتق اور حلت کو اسباب جیسے نکاح یعنی اگر ایلا اور ظہار کل عورت کی یا اوس عضو کی جو بجائی کل مستعمل ہوتا ہے جیسے سر اور گردن اور چہرہ اور فرج یا نصف اور ثلث کی تو ایلا اور ظہار
واقع ہوگی اور ہاتھ یا پاؤں کیطرف نسبت کرنے سے نہ واقع ہوگی بخلاف نکاح کے کہ گردن اور سر اور فرج اور نصف کی طرف نسبت کرنے سے صحیح ہوگا بنا بر احتیاط کی کذا فی حاشیۃ المدنی
نقلا عن البحر وجزء الطلاق ولو من الف جزء تطلیقۃ لعدم التجزی اور حصہ ایک طلاق کا اگرچہ ہزاروں حصہ ہو ایک طلاق دینے کے برابر ہے بسبب عدم تقسیم پذیری کے
یعنی طلاق لائق قسمت کے نہیں تو اوسکا جز اگرچہ نہایت قلیل ہو بجائی کل کے ہے مثلا اگر کوئی کہے کہ میں نے ایک طلاق کا ہزاروں یا لاکھواں حصہ واقع کیا تو پوری ایک طلاق واقع
ہوگی ولو زادت الاجزاء وقع اخری وھکذا اور اگر زیادہ ہوں اجزا ایک طلاق سے تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح اگر اجزا دو طلاق سے زیادہ ہوں تو تین طلاق
واقع ہوگی چنانچہ اگر یوں کہا انت طالق نصف طلقۃ وثلثیہا یعنی تجھکو آدہی طلاق ہے اور دو تہائیاں اوسکی تو دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ ایک طلاق سے چھٹا حصہ زیادہ ہو گیا
لم یقل نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ فیقع الثلث لما سبق اور وقت کہ یوں نہیں کہا کہ نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ اور اگر یوں ہی
تو تین طلاقیں واقع ہونگی یعنی ہر چند نصف اور ثلث اور سدس سے ایک طلاق پوری ہوئی زیادتی اجزا کی نہوئی لیکن لفظ طلقۃ کا نکرہ ہو کر تین بار مکرر ہوا اور قاعدہ عربی کا یہ ہے کہ نکرہ کا جب
وہ ہوا تو وہ غیر ہوتا ہے اول کا تو بسبب مغایرت کے تین طلاقیں ٹھہریں بخلاف معرفہ کے کہ اگر وہ مکرر آویگا تو عین ہوگا اول معرفہ کا ولو بلا واو فواحدۃ اور اگر مثال مذکور کو
بن واو عاطفہ کے بولا مثلا یوں کہا کہ انت طالق نصف طلقۃ ثلث طلقۃ سدس طلقۃ تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر واحد بدل واقع ہوگا اپنے ماقبل سے اور مبدل منہ
ساقط ہو جاتا ہے نیت میں کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال طلقۃ ونصفہا فثنتان علی المختار جوہرہ اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے اور نصف اوسکا تو دو طلاقیں
ہیں بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوہرہ وکذا لو کان مکان السدس ربعا فثنتان علی المختار وقیل واحدۃ قہستانی اور اسیطرح اگر مثال سابق میں بجای سدس کے
ربع ہو تو دو طلاقیں ہونگی بنا بر قول مختار کے اور قول ضعیف میں ایک طلاق ہے کذا فی القہستانی سید احمد طحطاوی نے کہا کہ قہستانی سے اس مقام میں دو خطائیں واقع ہوئیں ایک نقل
کی دوسری حکم میں نقل میں یہ خطا ہوئی کہ اس عبارت کو منسوب محیط سرخسی سے نقل کیا حالانکہ یہ عبارت محیط میں نہیں چنانچہ فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری میں محیط کی عبارت منقول
ہے اور حکم میں یہ خطا ہوئی کہ جب انت طالق نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وسدس طلقۃ میں بسبب تکرار نکرہ کے تین طلاق واقع ہوئیں تو انت طالق نصف طلقۃ وثلث طلقۃ وربع طلقۃ میں
بطریق اولی تین واقع ہونگی اسواسطے کہ ربع زائد ہے سدس سے کذا فی حاشیۃ المدنی وسیجیء ان استثناء بعض التطلیق لغو بخلاف ایقاعہ اور عنقریب باب التعلیق میں
آویگا کہ استثنا کرنا بعض تطلیق کا لغو ہے بخلاف ایقاع طلاق کے یعنی اگر یوں کہا کہ انت طالق ثلثا الا نصف طلقۃ تو امام محمد کے نزدیک تین طلاق واقع ہوگی اسواسطے
کہ طلاق قسمت پذیر نہیں بخلاف ایقاع کے کہ اوسمیں بعض طلاق لغو نہیں ہوتی یعنی اگر یوں کہے کہ تجھکو ایک طلاق اور آدہی طلاق ہے تو دو واقع ہونگی ویقع بقولہ
من واحدۃ الی ثنتین او ما بین واحدۃ الی ثنتین واحدۃ اور ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے دو تک یا یوں
کہ تجھکو طلاق ہے مابین ایک سے دو تک وبقولہ من واحدۃ او ما بین واحدۃ الی ثلث ثنتان الاصل فیما اصلہ الحظر دخول الغایۃ الاولی فقط
للامام وفیما مرجعہ الاباحۃ کخذ من مالی من مائۃ الی الف الغایتین اتفاقا اور اس قول سے کہ تجھکو طلاق ہے ایک سے تین تک یا مابین
ایک سے تین تک واقع ہونگی دو طلاق شارح کہتا ہے قاعدہ کلیہ ان مسائل کا جنکی اصل منع ہے یعنی ضرورت مباح نہیں یہ ہے کہ اونمیں فقط اولی حد داخل ہوتی ہے

بدون شرط کر نہیں ہوتی اور قال لہا انت طالق بدخولک الدار او بحیضتک تنجیز اور اگر یوں کہا کہ تجھکو طلاق ہے بسبب داخل ہونے تیرے کے گھر میں یا بسبب تیرے حیض کے تو یہ قول تنجیز ہے یعنی فی الحال

طلاق واقع ہوگی و دخول دار اور حیض پر موقوف نہیں و فی اللام والباء تعلیق اور اگر بجای لام کے بای موحدہ ہو یعنی یوں کہا کہ انت طالق بدخولک الدار یعنی ٹ تو یہ قول تعلیق ہے یعنے

دخول دار اور حیض پر طلاق موقوف ہوگی و فی حیضک وھی حائض فحتی تحیض اخری اور اگر اس قول میں کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیض میں اور حالانکہ اوسکو حیض ہو

ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوے و فی حیضۃ فحتی تحیض و تطہر اور اس قول میں کہ تجھکو طلاق ہے تیرے حیضۃ میں یعنی ایکبار حیض آنے

میں تو وہ طالقہ نہ ہوگی یہانتک کہ اوسکو دوسری بار حیض آوے اور پاک بھی ہو جاوے اسواسطے کہ حیضۃ حیض کامل کو کہتے ہیں اور کامل حیض بدون طہر کے نہیں ہوتا ہے کہ اگر حیض ہو

ہے کہ ہو تو تعلیق طلاق حیض ثانی پر ہوگی اور اگر ہے کو اوس میں ملایا تو تعلیق طلاق کی طہر پر حیض ثانی کے ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی و فی ثلثۃ ایام تنجیز و فی مجیء

ثلثۃ ایام تعلیق یجیء اسم الثالث ساعۃ لیوم حلفہ لان الشرط ان یعتبر فی المستقبل اور اس قول میں کہ تجھکو طلاق ہے تین دن میں فی الحال طلاق ہوگی

اور اس قول میں کہ تجھکو طلاق ہے تین دنکے آنے میں تعلیق ہو طلاق کی تیسرے دنکے آنے پر سوای اوس دن کے جسدن یہ کلام کیا اسواسطے کہ شرط کا اعتبار زمانہ مستقبل میں ہوتا ہے

نہ ماضی میں اور آنا دن کا ابتدای لوم سے ہوتا ہے حالانکہ یوم تکلم کچھ دن گذر چکا تھا تو یوم تکلم کا آنا ثابت نہوا اسواسطے اوس دن کو شمار سے نکالا لغا لا و یوم القیمۃ لغو اور یوں

کہنا کہ تجھکو طلاق ہے قیامت کے دن لغو ہے یعنی اس کلام سے طلاق نہیں واقع ہوتی اسواسطے کہ قیامت کا دن محل وقوع احکام شرعیہ نہیں و قبلہ تنجیز اور اس قول میں کہ تجھکو طلاق

ہے روز قیامت سے پہلے فی الحال طلاق واقع ہوگی و فی طالق تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار ان رفع حسنۃ تنجیز و ان نصبہا تعلیق اور اس قول میں کہ انت طالق

تطلیقۃ حسنۃ فی دخولک الدار اگر رفع دیا لفظ حسنۃ کو تو فی الحال طلاق ہوگی اور اگر نصب دیا اوسکو تو تعلیق ہوگی اسواسطے کہ لفظ حسنۃ حالت رفع میں صفت ہوگی عورت کی تو فاصل

ہوگی درمیان طلاق اور تعلیق کے تو فی دخولک الدار جدا کلام ہوگیا تعلیق نہوا تو تنجیز ہوگا اور حسنۃ کو نصب دیا تو صفت ہوئی طلاق کی تو فاصل نہوئی تو دخول دار پر تعلیق ہوگی طلاق کی

وسال الکسائی محمدا عمن قال لامرأتہ شعر فان ترفقی یا ھند فالرفق ایمن + و ان تخرقی یا ھند فالخرق اشأم + فانت طلاق و الطلاق عزیمۃ

ثلث و من یخرق اعق و اظلم + کم یقع فقال ان رفع ثلث فواحدۃ و ان نصبہا فثلث و تمامہ فی المغنی و فیما علقناہ علی الملتقی

اور سوال کیا کسائی نحوی اور قاری نے امام محمد سے کہ جس شخص نے اپنی عورت سے یہ شعر کہا کہ اگر نرمی کریگی تو اے ہند تو نرمی کرنا مبارک ہے اور اگر سختی اور بدمزاجی کریگی اسے ہند تو سختی

نامبارک ہے سو تو طلاق ہے اور طلاق تو عزیمت کی چیز ہے یعنی لہو اور لعب نہیں ہے تین بار اور جو سختی اور بدمزاجی کرتا ہے وہ نافرمان تر اور ظالم تر ہے تو کسائی نے پوچھا کہ اس کلام سے

کے بار طلاق واقع ہوتی ہے تو امام محمد نے جواب دیا کہ اگر اوسنے لفظ ثلث کو رفع دیا تو ایک طلاق ہوگی اور اگر اوسکو نصب دیا تو تین بار طلاق ہوگی شارح نے کہا اور پوری تقریر اسکی

مغنی اللبیب اور ہماری شرح میں ہے جو ملتقی پر ہے جب لفظ ثلث مرفوع ہوگا تو ایکبار طلاق ہوگی گویا یوں کہا کہ انت طالق پھر خبر دی کہ پوری طلاق تین بار ہے اور جب ثلثا منصوب

ہوگا تو تین بار طلاق ہوگی تو تقدیر کلام کی انت طالق ثلثا ہوگی اور والطلاق عزیمۃ جملہ معترضہ ہوگا کتاب مغنی اللبیب کے باب اول میں مذکور ہے کہ ہارون رشید نے یہ سوال امام

ابو یوسف سے کیا اونکو جواب آیا کسائی سے دریافت کر کے جواب دیا بحر الرائق میں کہا کہ یہ حکایت غلط ہے اسواسطے کہ ابو یوسف مجتہد تھے اور شرط اجتہاد کی ایک یہ بھی ہے کہ عربیت کا علم

ہو اور یہ نقل اہل روایت کے مخالف ہے چنانچہ مبسوط میں مذکور ہے کہ یہ سوال کسائی نے امام محمد سے کیا اور تاریخ خطیب بغدادی میں بھی یوں ہی مذکور ہے چنانچہ

جلال الدین سیوطی نے حاشیہ مغنی اللبیب میں اسکی تصریح کردی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و بقولہ انت طالق غدا او فی غد یقع عند طلوع الصبح اور اس قول سے کہ

تو طالق ہے کل یا کل میں تو واقع ہوگی طلاق طلوع صبح کے وقت و صح فی الثانی نیۃ العصر ای اخر النہار قضاء و صدق فیہما دیانۃ و مثلہ انت طالق

شعبان او فی شعبان اور صحیح ہے قول ثانی میں یعنی انت طالق فی غد میں نیت عصر کی یعنی آخر دن کی باعتبار قضا کے اور تصدیق کیجاوے گی متکلم کی دونوں

قولوں میں باعتبار دیانت کے اور مانند اوسکے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے شعبان کو یا شعبان میں تو اگر اوس متکلم نے کچھ نیت نکی تو آخر رجب بعد غروب آفتاب کے

طلاق واقع ہوگی اور اگر آخر شعبان کی نیت کی تو قضاء قول ثانی میں صحیح ہوگی اور دیانۃ دونوں میں تصدیق ہوگی و فی انت طالق الیوم غدا و غدا الیوم اعتبر اللفظ الاول

طلاق دی جبکہ میں لڑکا تھا یا جبکہ میں سوتا تھا یا جبکہ میں دیوانہ تھا اور حالانکہ اوسکا جنون معلوم تھا تو یہ قول لغو ہوگا اسواسطے کہ حالات مذکورہ منافی ہیں ایقاع طلاق کے
بخلاف قوله انت حرة قبل ان اشتریك او انت حر امس وقد اشتراه الیوم فانه یعتق کما یعتق لو اقر بعتقه ثم اشتراه لاقراره بحریته
برخلاف حکم سابق کے ہے یہ قول کہ تو آزاد ہے قبل اسکے کہ میں تجھکو خرید کروں یا یون کہا کہ تو آزاد تھا کل اور حالانکہ اوسکو خرید کیا آج تو وہ آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ آزادی القاع اور
وقوع کی محتاج نہیں احتمال ہے کہ اوسکو اور شخص نے آزاد کیا ہو یا کہ وہ اصلی آزاد ہو بخلاف طلاق کے چنانچہ اسیطرح بھی آزاد ہوجاویگا اگر اقرار کیا کہ ایک شخص نے کسی کے غلام کو حق میں
کہ یہ آزاد ہے پھر اوسکو خرید کیا اور ان دونوں صورتوں میں آزادی ثابت ہوگی بسبب اقرار کے قائل کے اوسکی آزادی کا انت طالق قبل موتی بشهرین او اکثر ثم مات قبل مضی
شهرین لم تطلق لانتفاء الشرط وان مات بعده طلقت مستندا لاول المدة لا عند الموت وفائدته انه لا میراث لها لو کانت العدة قد انقضت بشهرین بثلاث حیض تو طالق ہو میری
دو مہینے پہلے یا کہ اس مدت سے زیادہ اور مرگیا زوج قبل گذرنے دو مہینے کے تو عورت مطلقہ نہوگی بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اگر زوج مرگیا بعد دو مہینے کے تو مطلقہ
ہوگی نزدیک امام کے فی الحال باستناد اول مدت کے یعنی دو مہینے سے مطلقہ ہوگی نہ موت کے نزدیک سے اور فائدہ طلاق مستند کا یہ ہے کہ عورت کو میراث زوج کی نہ ملے گی
اسواسطے کہ عدت اوسکی منقضی ہوجاتی ہے دو مہینے میں تین حیض ہوکر ھ مصنف قہستانی شارح نے اس مقام میں قول حنیفہ کو پسند کیا ہے باتباع صاحب کنز کے اور قول صحیح یہ ہے
عدت وقت موت سے ہوگی اور عورت وارث ہوگی نزدیک امام کے اسواسطے کہ دقت میں تین متعاد ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ اوسمیں ابطال ہے عورت کے حق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
اور تحریر میں تصحیح ہے کہ موجب عدت نزدیک امام کے موت سے ہے اور علامہ سمرقندی نے کہا کہ اسی پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی قال لها انت طالق کل یوم
او کل جمعة او رأس کل شهر ولا نیة له تقع واحدة فان نواه کل یوم او قال فی کل یوم او مع او عند او کلما مضی یوم یقع ثلث فی ایام ثلث
لان الاصل انه متی ترك کلمة الظرف اتحد والا تعدد کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے ہر دن یا ہر جمعہ یا ہر مہینے کے شروع پر اور زوج کے ان اقوال میں کچھ نیت
نہیں تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور اگر اوسنے نیت کی ہر روز ایک طلاق کی یا اوسنے یون کہا کہ تو طالق ہے ہر ایک دن میں یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر دن کے
ساتھ یا کہا کہ تو طالق ہے نزدیک ہر دن کے یا یون کہا کہ تو طالق ہے ہر بار کہ دن ہو چکے تو ان صورتون میں تین بار طلاق واقع ہوگی تین دن میں اور قاعدہ کلیہ
تین طلاق یا ایک طلاق کے واقع ہونے کا ان مثالون میں یہ ہے کہ جب کلمہ ظرفیہ کا متروک ہوگا کلام میں تو ایکبار طلاق واقع ہوگی اور جب کلمہ ظرفیہ کا مذکور ہوگا
تو تین بار طلاق واقع ہوگی کلمہ ظرف کا ان اقوال میں لفظ فی اور مع اور عند ہے وفی الخلاصة انت طالق مع کل یوم تطلیقة وقع ثلث للحال + اور خلاصہ میں
ہے کہ اگر یون کہے کہ تو طالق ہے ہر دن کے ساتھ ایک طلاق کی تو واقع ہونگی تین طلاق فی الحال ھ روایت خلاصہ کی مخالف ہے شارح کے قول کے
اسواسطے کہ شارح نے کہا کہ مع کل یوم میں تین طلاق تین دن میں واقع ہونگی اور خلاصہ میں فی الحال واقع کہا اور دونون کلامون میں سوا مفعول مطلق کے
کوئی فارق ظاہر نہیں ہوتا اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ خلاصہ میں یون عبارت ہے کہ انت طالق مع کل تطلیقة یعنی اوسمیں لفظ یوم کا نہیں تو یہ مطلب ہوا کہ تو طالق
ہے ہر طلاق کے ساتھ تو اس صورت میں تین بار طلاق فی الحال واقع ہونگی اور شاید کہ نسخہ صاحب بحر الرائق میں تحریف واقع ہوگئی اور مصنف اور شارح
نسخہ مذکور کے پیرو ہوگئے کذا فی حاشیۃ المدنی قال اطولکما عمرا طالق الان لا تطلق حتی تموت احدیهما فتطلق الاخری لوجود شرطه حینئذ
کہا زوج نے اپنی دو زوجہ سے کہ تم دونون میں بڑی عمر والی کو طلاق ہے اس وقت تو کسی کو طلاق نہوگی یہانتک کہ ایک اونمیں سے مرجاوے پھر جب ایک مرگئی
تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے شرط زوج کے اوس وقت یعنی جب ایک مرگئی تو دوسری عورت کی زیادتی عمر کی ثابت ہوئی ھ شیخ رحمتی
نے کہا کہ طول عمر بعد دونون عورتون کے مرجانے کے ثابت نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ جو عورت کہ اول مرگئی جائز ہے کہ چالیس برس کی ہو اور جو زندہ
ہے شاید اوسکی عمر تیس ہی برس کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی اور نسخہ مطبوع میں بعد حینئذ کے لفظ مستندا کا بھی مرقوم ہے قال انت طالق قبل قدوم زید
بشهر فقدم بعد شهر وقع الطلاق مقتصرا کہا زوج نے کہ تو طالق ہے زید کے آنے سے پہلے بقدر ایک مہینے کے پھر زید آیا مہینے کے

بعد

تو فی الفور طلاق واقع ہوگی وفی قوله انتِ طالِقٌ مالم اطلّقكِ انتِ طالقٌ مع الوصل بقوله مالم اطلقكِ طلقت بالمنجّزة الاخيرة فقط استحسانًا
اور اس قول میں کہ انتِ طالقٌ مالم اطلقکِ انتِ طالقٌ یعنی زوج نے انت طالق کو اپنے قول مالم اطلقک سے ملا کر کہا تو عورت مطلقہ ہوگی فقط پچھلے قول منجز سے
باعتبار استحسان کے یعنی اخیر قول انتِ طالقٌ سے کہ وہ منجز ہے معلق نہیں طلاق واقع ہوگی اور اگر انتِ طالقٌ کو مالم اطلقک سے جدا ذکر کیا وصل نہ کیا تو منجز اور معلق
دونوں واقع ہونگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی عن البحر **فرع** مسئلہ ملحقہ شارح کا قال ان لم اطلّقکِ الیوم ثلثًا فانتِ طالقٌ فحیلته ان یطلّقها علی الف (ای ثلثا کما فی نسخۃ ۱۲)
ولا تقبل المرأة فان مضی الیوم لا تطلق به یفتی خانیه لان التطلیق المقیّد یدخل تحت المطلق کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر میں
آج تجھکو تین طلاق نہ دوں تو تجھکو طلاق ہے تو حیلہ نہ طلاق واقع ہونے کا یہ ہے کہ اوسکو طلاق دی بالعوض ہزار کے یعنی یوں کہے کہ میںنے تجھکو طلاق دی بشرط ہزار اشرفی
کے اور عورت ہزار اشرفی دینا نہ قبول کرے پھر اگر وہ دن گذر جاویگا تو عورت مطلقہ نہوگی اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ والخلاصۃ والمحیط اسواسطے کہ تطلیق مقید داخل ہے
سے تطلیق مطلق کی تحت میں یعنی ہر چند تعلیق طلاق مطلق پر تھی بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جو طلاق کہ زوج نے دی وہ مقید ہے یعنی بالعوض مال کے ہے لیکن چونکہ مقید مطلق
میں داخل ہے اسواسطے طلاق نہ واقع ہوگی انتِ طالقٌ یومَ اتزوّجکِ فنکحها لیلًا حنث بخلاف الامر بالید امرکِ بیدکِ یومَ یقدمُ زیدٌ فقدم لیلًا لم یتخیّر ولو
نهارًا بقی للغروب — کہا مرد نے عورت سے کہ تو طالق ہوگی جس دن کہ میں تجھ سے نکاح کروں پھر نکاح کیا اوس سے رات میں تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ یوم اس قول میں بمعنی مطلق وقت کے ہے جو رات دن دونوں کو شامل ہے بخلاف امر بالید کے یعنی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یعنی تجھکو
طلاق کا اختیار ہے جس دن کہ زید آوے پھر زید آیا رات کو تو عورت کو اختیار طلاق کا نہوگا اور اگر دن میں زید آویگا تو عورت کو اختیار طلاق کا باقی رہیگا اوسی دن کے
غروب تک والاصل انّ الیوم متی قُرن بفعلٍ یستوعب المدة یراد به النهار کالامر بالید فانه یصح جعله بیدها یومًا او شهرًا
ومتی قُرن بفعلٍ لا یستوعبها یراد به مطلق الوقت کایقاع الطلاق فانه لو قال طلقتکِ شهرًا کان ذکر المدة لغوًا وتطلق للحال
اور قاعدہ کلیہ جو فارق ہو طلاق اور امر بالید میں یہ ہے کہ یوم جب مقرون ہو ایسے فعل سے کہ پورا ہو سکے تمام مدت کو تو وہاں یوم سے مراد نہار ہوگا چنانچہ امر بالید ایسی چیز ہے
کہ اوسکو عورت کے اختیار میں دینا ایک دن یا ایک مہینہ درست ہے اور اسطرح ہے سیر اور رکوب اور صوم کہ کل مدت یوم میں ممتد ہو سکتا ہے اور جبکہ یوم مقرون ہو اوس فعل سے کہ کل مدت
ممتد نہو سکے تو وہاں یوم سے مراد مطلق وقت ہوگا جو شامل ہے لیل اور نہار کو چنانچہ ایقاع طلاق اور تزوج اور کلام اور دخول اور خروج اور اعتاق سو اگر کہے گا کہ میںنے تجھکو طلاق دی مہینہ بھر
تو ذکر مدت کا لغو ہوگا اور فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایقاع طلاق لائق امتداد کے نہیں انا منکِ طالقٌ او بریٌ لیس بشیء ولو نوی به الطلاق اور اگر کہا
اپنی عورت سے کہ میں تجھ سے طالق ہوں یا کہ میں تجھ سے بری ہوں تو یہ قول کچھ نہیں اگرچہ اس قول سے طلاق کی نیت کرے تو بھی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ محل طلاق
عورت ہے نہ مرد سو جبکہ اضافت طلاق کی مرد کیطرف ہوئی تو بے موقع ہوئی تو لغو ہوئی وتبین فی البائن والحرام ای انا منکِ بائنٌ او انا علیکِ حرامٌ ان نوی لانّ
للابانة لازالة الوصلة والتحریم لازالة الحلّ وهما مشترکان فتصح الاضافة الیه حتی لو لم یقل منکِ او علیکِ لم یقع
اور جدا ہو جاویگی عورت لفظ بائن اور حرام میں یعنی اگر عورت سے کہا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یعنی جدا ہوں یا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو مطلقہ ہوگی اگر طلاق کی نیت کرے اسواسطے
کہ لفظ ابانت یعنی جدائی کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے اتصال نکاح کے اور لفظ تحریم کا موضوع ہے واسطے زائل کرنے حلت کے اور یہ دونوں یعنی ازالہ اتصال نکاح اور
ازالہ حلت مشترک ہیں درمیان زوج اور زوجہ کے تو صحیح ہوگی اضافت ابانت اور تحریم کی طرف زوج کے یہانتک کہ اگر نہ کہے گا لفظ منک اور علیک کا تو طلاق نہ واقع
ہوگی اسواسطے کہ اسمیں عورت کیطرف خطاب نہیں تو احتمال ہے کہ دوسری زوجہ کی جدائی اور حرمت مراد ہو بخلاف انتِ بائنٌ او حرامٌ حیث یقع اذا نوی وان
لم یقل منی بخلاف اس قول کے کہ انت بائن او حرام یعنی تو جدا ہے یا کہ تو حرام ہے اسواسطے کہ اس کلام سے طلاق واقع ہوگی جب کہ زوج نیت طلاق کی کرے
اگرچہ لفظ منی کا نہ کہے یعنی اگرچہ یوں نہ کہے کہ تو جدا ہے مجھ سے تو بھی طلاق واقع ہوگی شارح نے اس کلام سے خزانۃ الاکمل کی عبارت کو رد کیا اوسمیں یوں ہے

کہ انت بائن سے جدائی نہیں ہوتی تاوقتیکہ انت بائن منی نہ کہے نعم لو جعل امرھا بیدھا لَمْ یُشْتَرَطْ قَوْلُھَا بَائِنٌ مِنِّیْ ہان اگر عورت کو طلاق کا اختیار دے تو عورت کا یون کہنا مشروط ہے کہ بائن منی یعنی تو مجھ سے جدا ہے یعنی وقوع طلاق مین منی کا لفظ عورت کو کہنا ضرور ہے ھم بحر الرائق مین خلاصہ ان مسائل کا یون مذکور ہے کہ اگر اضافت حرمت اور بینونت کی عورت کی طرف کی یعنی یون کہا کہ تو حرام یا بائن ہے تو طلاق واقع ہوگی زوج کی طرف اضافت کی حاجت نہین یعنی یون کہنا کہ تو حرام ہے مجھ پر ضرور نہین اور اگر حرمت کی اضافت اپنی طرف کی یعنی یون کہا کہ مین حرام یا بائن ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی بدون اضافت عورت کے یعنی یون کہے کہ مین حرام ہون تجھ پر یا تو بائن ہے مجھ سے اور اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا تو حرمت اور بینونت کی اضافت زوج اور زوجہ دونون کیطرف ضرور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَیَقَعُ بَائِنًا اَنْتِ عَنِ الزَّوْجِیَّۃِ بِلَا نِیَّۃٍ اور طلاق واقع ہوگی اس قول سے کہ تو تجھکو بری کیا زوجہ ہونے سے بدون نیت کے جدائی ہوگی اسواسطے کہ یہ قول صریح ہے ابطال نکاح مین اور صریح محتاج نیت کا نہین اَنْتِ طَالِقٌ ثِنْتَیْنِ مَعَ عِتْقِ مَوْلَاکِ اِیَّاکِ فَاَعْتَقَ سَیِّدُھَا طُلِّقَتْ بِثِنْتَیْنِ وَلَہُ الرَّجْعَۃُ لِوُجُوْدِ التَّطْلِیْقِ بَعْدَ الْاِعْتَاقِ لِاَنَّہٗ شَرْطٌ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے جو لونڈی ہے کسیکی کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ آزاد کرنے مولی کے تجھکو یعنی تیری آزادی کے ساتھ تجھکو دو بار طلاق ہے پھر اوسکے مالک نے اوسکو آزاد کیا تو دو طلاق کر مطلقہ ہوگی اور اوسکی زوج کو رجعت کا اختیار ہوگا بسبب وجود تطلیق کے بعد آزاد کرنے کے یعنی اول آزادی ہوئی بعد اوسکے طلاق واقع ہوئی اسواسطے کہ آزادی شرط تھی طلاق کی اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر تو آزادی مقدم ہوئی طلاق پر یعنی عورت پہلے حرہ ہوچکی پھر طلاق واقع ہوئی اور حرہ سے رجعت کرنا دو طلاق کے بعد درست ہے اگر کوئی کہے کہ لفظ مع مقارنت کا مقتضی ہے جب مقارنت ہوئی تو تقدیم اور تاخیر کی کہان گنجایش ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ لفظ مع کا ہے یعنی تاخیر بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا مین یعنی سختی کے بعد آسانی ہے اور یہ مطلب نہین کہ سختی اور آسانی آن واحد مین مقارن ہین وَنَقَلَ ابْنُ الْکَمَالِ اَنَّ کَلِمَۃَ مَعَ اِذَا اُقْحِمَ بَیْنَ جِنْسَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ یَحِلُّ مَحَلَّ الشَّرْطِ اور نقل کیا ہے ابن کمال نے ایضاح مین طحاوی سے کہ کلمہ مع کا جب داخل کیا جاوے درمیان دو جنسون مختلف کے تو قائم مقام ہوتا ہے شرط کی تو طلاق اور عتاق دو جنسین ہین مختلف ان مین کلمہ مع کا داخل ہوا اسواسطے بجاے شرط ہوگیا تو گویا تقدیر کلام یون ہوئی کہ ان عتقک مولاک فانت طالق ثنتین یعنی اگر تیرا مولی تجھے آزاد کردے تو تجھکو دو بار طلاق ہے وَلَوْ عَلَّقَ بِالْمَجِیْئِ لِلْمَجْھُوْلِ عِتْقَھَا وَطَلَاقَھَا بِمَجِیْئِ الْغَدِ فَجَاءَ الْغَدُ لَا رَجْعَۃَ لَہٗ لِتَعْلِیْقِھِمَا بِشَرْطٍ وَاحِدٍ اور اگر معلق ہو آزادی لونڈی کی اور طلاق اوسکی کل کے آنے پر یعنی اوسکے مولی نے کہا ہو کہ جب کل کا دن آوے تو تو آزاد ہے اور اوسکے زوج نے کہا کہ جب کل آوے تو تجھکو طلاق ہے پھر آیا کل کا دن تو زوج کو رجعت کا اختیار نہوگا واسطے معلق ہونے عتق اور طلاق کے ایک شرط پر یعنی زمانہ عتق اور طلاق کا ایک ہی ہوا کیونکہ شرط دونون کی ایک ہی تھی بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان عتق طلاق پر مقدم تھا باعتبار رتبہ کے اور لونڈی کے حق مین دو طلاق ایسی ہین جیسے حرہ کے حق مین تین طلاق تو اوسکے زوج کو رجعت کا اختیار نہ باقی رہا وَعِدَّتُھَا فِی الْمَسْئَلَتَیْنِ ثَلٰثُ حِیَضٍ اِحْتِیَاطًا اور عدت اوس عورت کی دونون مسئلون مین یعنی اس مسئلہ مین اور مسئلہ سابقہ مین تین حیض ہین بنا بر احتیاط کے وَلَوْ کَانَ الزَّوْجُ مَرِیْضًا لَا تَرِثُ مِنْہُ لِوُقُوْعِہٖ وَھِیَ اَمَۃٌ فَلَا تَرِثُ مَبْسُوْطٌ اور مسئلہ ثانیہ مین اگر زوج مریض ہوگا تو عورت اوسکی وارث نہوگی اسواسطے کہ طلاق اوسوقت واقع ہوئی جب کہ وہ لونڈی تھی تو وارث نہوگی کذا فی المبسوط بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہ وارث ہوگی اَنْتِ طَالِقٌ ھٰکَذَا مُشِیْرًا بِالْاَصَابِعِ الْمَنْشُوْرَۃِ وَقَعَ بِعَدَدِھَا کہا عورت سے کہ تو طالق ہے اسطرح منتشر انگلیون سے اشارہ کرکے تو واقع ہوگی طلاق مشار الیہ کے شمار پر یعنی اگر ایک انگلی سے اشارہ کیا تو ایک طلاق اور دو انگلیون سے اشارہ کیا تو دو طلاق اور اگر تین انگلیون سے اشارہ کیا تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ لفظ ہکذا مین ہا واسطے تنبیہ کے ہے اور کاف واسطے تشبیہ کے اور ذا واسطے اشارہ کے ہے بِخِلَافِ مِثْلِ ھٰذَا فَاِنَّہٗ اِنْ نَوٰی ثَلٰثًا وَقَعْنَ وَاِلَّا فَوَاحِدَۃٌ لِاَنَّ الْکَافَ لِلتَّشْبِیْہِ فِی الذَّاتِ وَمِثْلَ لِلتَّشْبِیْہِ فِی الصِّفَاتِ وَلِذَا قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ اِیْمَانِیْ کَاِیْمَانِ جِبْرِیْلَ لَا مِثْلَ اِیْمَانِ جِبْرِیْلَ بخلاف اسکے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہے مثل اسکے اور تین انگلیون سے اشارہ کیا تو اگر تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر نیت تعدد کی نہ کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ مسئلہ سابقہ مین کاف ہکذا کا موضوع ہے واسطے تشبیہ فی الذات کے تو گویا اوس نے یون کہا کہ تجھکو ایسی طلاق ہے جسکی ذات ان انگلیون کی ذات کے مشابہ ہے

المرة وثنتين في الامة فيصح يا مسٹ یا یوں کہا کہ تجھکو اسوء طلاق ہے یعنی بُری طلاق ہے یا اشد طلاق ہے یا اخبث طلاق ہے یا اخشن طلاق ہے اخشن
بمعنی اشد ہے یا اکبر طلاق ہے یا اعرض طلاق ہے یا اطول طلاق ہے یا اغلظ طلاق ہے یا اعظم طلاق ہے تو ایک ہی طلاق بائن واقع ہوتی ہے ان سب الفاظ مذکورہ مین
اسواسطے کہ قائل نے طلاق کو موصوف کیا ایسی صفت کیساتھ کہ طلاق محتمل ہے یعنی صفت بینونت کی ان سب الفاظ مین صریح ہے مثلاً طلاق بدعت اسواسطے طلاق بائن ٹھہری
کہ طلاق رجعی سُنّی ہے تو بدعی بائن ہوگی بسبب تقابل اور ضدیت کے اور طلاق شدید اسواسطے بائن ہوئی کہ طلاق رجعی شدید نہین ہے باقی تفصیل اسکی مطولات مین مصرح ہے ایک طلاق
بائن ان الفاظ مین اسوقت ہے کہ اگر قائل نے نیت تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین نکی ہو اور اگر قائل نے تین طلاق کی حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین
نیت کی تو صحیح ہوگی اسواسطے کہ باب اول مین مذکور ہو چکا کہ مصدر محتمل فرد اعتباری کو تو تین طلاق کی نیت حرہ مین اور دو طلاق کی لونڈی مین صحیح ہوگی صیغہ افعل کا
ان الفاظ مین معنی تفضیل کے نہین بلکہ اصل وصف مراد ہے یعنی افحش بمعنی فاحش اور اشد بمعنی شدید کے ہے نہ بمعنی شدید تر اور فاحش تر کذا فی حاشیۃ المدنی
کما لو نوی بطالق واحدۃ وبنحو بائن اخری فیقع ثنتان بائنتان　چنانچہ اس قول مین کہ انت طالق بائن صحیح ہے اگر نیت کرے لفظ طلاق سے ایک طلاق کی
اور بائن اور اوسکے مانند سے دوسری طلاق کی تو دو طلاق بائن واقع ہونگی بائن کی مانند لفظ بتہ اور جمیع کنایات متصل طالق کے واقع ہون کذا فی حاشیۃ المدنی
ولو عطف فقال وبائن او ثم بائن ولم ینو شیئا فرجعیۃ ولو بالفاء فبائنۃ ذخیرہ　اور اگر عطف کیا سو یون کہا کہ انت طالق و بائن یا یون کہا کہ
انت طالق ثم بائن اور لفظ بائن سے کچھ نیت نکی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر بحرف فا عطف کیا یعنی یون کہا کہ انت طالق فبائن اور کچھ نیت نکی تو ایک طلاق
بائن واقع ہوگی کذا فی الذخیرہ کما یقع البائن لو قال انت طالق طلقۃ تملکین بها نفسک لانها لا تملک نفسها الا بالبائن　چنانچہ طلاق بائن واقع
ہوتی ہے اگر یون کہے کہ تو طالقہ ہے ایسی طلاق کہ مالک ہو جاوے تو بسبب اوس طلاق کے اپنی ذات کی اس قول سے طلاق بائن اسواسطے ثابت ہوئی کہ عورت
اپنی ذات کی مالک نہین ہوتی مگر طلاق بائن سے اسواسطے کہ طلاق رجعی مین زوجیت ہر طرح سے ثابت ہے یہانتک کہ اوسکی باری واجب ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
ولو قال انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک یلغو الشرط لانه شرط خلاف المشروع فیقع رجعیاً ۔ وقیل لا جوهرۃ ورجحہ فی البحر الثانی　اور اگر کہا کہ طالق ہے اس شرط پر کہ مجھکو رجعت نہین
تجھپر تو اوسکو رجعت کرنا جائز ہے یعنی شرط عدم رجعت کی لغو ہوئی اور بعضون نے کہا کہ اس قول سے زوج مالک رجعت کا نہین اسواسطے کہ طلاق بائن پڑ گئی اور اگر تین طلاق کی
نیت کریگا تو تین واقع ہونگی کذا فی الجوهرہ اور ترجیح دی ہے بحر الرائق نے قول ثانی کو اس طرح کہ ظاہر ہدایہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قول ثانی قوی ہے کیونکہ ہدایہ مین کہا ہے کہ جب طلاق کو
کسی طرح کی شدت اور زیادت کیساتھ موصوف کیا تو طلاق بائن ہوتی ہے اور یہ عبارت فتح القدیر مین مصرح ہے کہ شرط عدم رجعت سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے تو معلوم ہے کہ صحیح قول ثانی ہی
شہر کذا فی حاشیۃ المدنی وخطأ من افتی بالرجعی فی التعالیق وقول الموثقین تکون طالقاً طلقۃ تملک بها نفسها الخ　اور بحر الرائق مین
خطا کار کہا ہے اونکو جنھون نے فتوی طلاق رجعی کا دیا تعلیقات مین اور اس قول موثقین مین جو وثیقہ نکاح مین بعد ذکر عقد اور شروط کے لکھتے ہین کہ جب اس عورت پر دوسرا
نکاح کریگا یا اوسکو شہر سے باہر لیجاویگا تو یہ عورت طالق ہوگی ایسی طلاق کہ مالک ہوجاوے گی بسبب اوس طلاق کے اپنی جان کی الی آخر عبارۃ البحر موثقین بتشدید
ثا مثلثہ وکسرہ وہ لوگ ہین جو عہد ولی ہری از القضاۃ کے موثقین اسواسطے اونکو کہتے ہین کہ وہ شاہدون کی توثیق کرتے ہین یا یہ وجہ ہے کہ اونکے لکھے اشرعی کاغذ
لوگون مین معتمد ہوتے ہین کذا فی الطحطاوی خلاصہ بحر الرائق کا یہ ہے کہ تعلیق مذکور موثقین کی طلاق بائن ہے رجعی نہین لکن فی البزازیۃ وغیرها لو قال
للمدخولۃ ان طلقتک واحدۃ فهی بائنۃ او ثلث ثم طلقها یقع رجعیاً لان الوصف لا یسبق الموصوف　لیکن بزازیہ وغیرہ مین یون ہے
کہ اگر کہا زوجہ مدخولہ سے کہ اگر مین تجھکو ایک طلاق دون تو وہ ایک طلاق بائن ہے یا تین بار طلاق ہے پھر زوج نے اوسکو طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی
اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی اگر کہا اس قول کو طلاق بائن یا رجعی کہین تو لازم آوے کہ مقدم صفت کی موصوف پر اسواسطے کہ
اصل طلاق تو معلق ہے ہنوز واقع نہین ہوئی پھر قبل از وقوع اوسکو بائن قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا شارح نے اس قول سے استدراک کیا تخریجا لما حبسہ

وجہ استدراک کی یہ ہے کہ جب اسنے یہ قول کہ نہ بائن ثابت ہوگی نہ ثلث باوجود صراحت بینونت کے اور ثابت ہوا کہ تعلیق ساتھ بائن کے بھی رجعی ہے تو یہ قول کہ انت طالق علی ان لا رجعۃ لی علیک بھی
رجعی ہوگی بعید ہے بلکہ اسکا رجعی ہونا بطریق اولیٰ ہو اسواسطے کہ اسمیں صراحت بینونت کی نہیں لیکن تصریح صاحب ہدایہ کی اس استدراک کی مخالف ہو کہ جب طلاق موصوف
ثابت ہو بینونت کیساتھ تو طلاق بائن واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ان دخلت الدار فکذا ثم قال قبل دخولها الدار قال جعلتہ بائنا او
ثلثا لا یصح لعدم وقوع الطلاق علیہا انتہی۔ اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو طلاق ہے پھر قبل داخل ہونے عورت کے گھر میں زوج نے کہا کہ میں نے
اس طلاق کو بائن یا تین طلاق قرار دی تو صحیح نہوگا بسبب واقع نہونے طلاق کے عورت پر یعنی ہنوز طلاق معلق واقع نہیں ہوئی اوسکو بائن وغیرہ قرار دینا کیونکر صحیح ہوگا
انتہی قول الشارح طحطاوی نے کہا کہ تقدیم صفت کا موصوف پر اس مادہ میں البتہ باعث ہے بخلاف مسئلہ البتہ کے ومفادہ وقوع الطلاق الرجعی فی متی تزوجتک
علیک فانت طالق طلقۃ تملکین بها نفسک اذ غایتہ مساواتہ لانت بائن والوصف لا یسبق الموصوف کذا حررہ المصنف ھنا و
فی الکنایات ـــــ تعلیل شارح سے یہ ثابت ہوتا ہے وقوع طلاق رجعی اس قول میں کہ جب میں تجھے اور دوسرا نکاح کروں تو تو طالق ہے ایسی طلاق کہ مالک
ہو جاوے تو سبب اوسکے اپنی ذات کی اسواسطے کہ غایت مضمون اس قول کا یہ ہے کہ برابر ہے انت بائن کے اور وہاں انت بائن کہنے سے بھی طلاق رجعی واقع ہوتی ہے
اسواسطے کہ صفت مقدم نہیں ہوتی موصوف پر ایسی ہی تحقیق کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں یہاں اور کنایات میں بخلاف انت طالق اکثرہ ای الطلاق بالثاء
المثناۃ من فوق فانہ یقع بہ الثلث ولا یدین فی ارادۃ الواحدۃ بخلاف الفاظ بائنہ سابقہ کے ہے یہ قول کہ تو طالق ہے اکثر طلاق کی لفظ اکثر کا ثا مثناۃ
فوقانیہ سے ہے اس قول میں تین طلاق اس قول سے واقع ہونگی اور قائل کی تصدیق دیانۃ میں نہوگی ایک طلاق کی نیت میں ھ عوام عرب بالفعل بجائے اکثر ثا مثلثہ کے
اکثر ثا مثناۃ فوقانیہ بولتے ہیں تو حاصل یہ ہے کہ مصنف نے تصریح کردی کہ تحریف اور غیر تحریف میں تین طلاق واقع ہونے میں یکساں ہی اسواسطے کہ طلاق کا عارض ہے اور سابق میں تصریح
ہو چکی ہے کہ الفاظ محرفہ سے بھی طلاق واقع ہوتی ہے کما لو قال اکثر الطلاق او انت طالق مرارا او الوفا او لا قلیل ولا کثیر فثلث علی المختار کما فی
الجوھرۃ چنانچہ ارادہ ایک طلاق کا دیانۃ میں تصدیق نہوگی اگر یوں کہیگا کہ تو طالق ہی اکثر طلاق کہ اکثر میاں ثا مثلثہ ہو یا یوں کہے کہ تو طالق ہے چند بار یا
ہزاروں بار یا یوں کہے کہ تو طالق ہے نہ قلیل نہ کثیر تو ان اقوال میں تین تین بار طلاق واقع ہوگی بنا بر قول مختار کے کذا فی الجوھرۃ ھ لفظ مرارا میں تین بار طلاق ہوگی اسواسطے
کہ جمع ہے اور اقل جمع تین ہیں اور لفظ الوفا میں بھی تین بار طلاق ہوگی اور زیادتی لغو ہوگی اسواسطے کہ نہایت طلاق تین ہیں اور لا قلیل میں اور لا کثیر میں تین طلاق
اسواسطے ہونگی کہ جب قائل نے کہا کہ لا قلیل تو معلوم ہوا کہ طلاق کثیر کا ارادہ کیا اور کثیر تین ہیں بعد اوسکے کہا اوسنے کہ لا کثیر تو اسمیں کلام سابق کی نفی ہوتی تو مقبول
نہوگی اور بعضوں نے کہا کہ لا قلیل اور لا کثیر میں دو بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ لا قلیل سے ایک طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور لا کثیر
سے تین طلاق کی نفی ہوئی اسواسطے کہ اکثر طلاق تین ہیں تو دو طلاق ثابت ہوئی اور طحطاوی نے اسی قول کو پسند کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال
اقل الطلاق فواحدۃ اور اگر کہا کہ تجھکو کمتر طلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ اقل طلاق ایک ہے اور ظاہر اس کلام کا یہ ہے کہ طلاق رجعی ہے
اسواسطے کہ رجعی اقل ہے بائن سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو قال عامۃ الطلاق او اجلہ او لونین منہ او اکثر الثلث او کبیر الطلاق فثنتان
اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے عامہ طلاق کی یا تجھکو اجل طلاق ہے یا تجھکو دو رنگ کی طلاق ہے یعنی دو قسم کی یا تجھکو طلاق ہے اکثر الثلث یا تجھکو کبیر الطلاق
ہے تو ان اقوال میں دو بار طلاق واقع ہوگی ھ عامہ طلاق میں دو بار طلاق اسواسطے ہوئی کہ عامہ بمعنی غالب کے کثیر الاستعمال ہے اور غالب طلاق دو
ہیں اور اجل طلاق میں مع تشدید کے کہا کہ لفظ اجل میں ان تحریف کا تبادر ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں جل الطلاق ہے بضم جیم و تشدید لام اور جل بمعنی
معظم ہے اور اکثر الثلث میں دو اسواسطے مراد ہیں کہ کلمہ اکثر کا مضاف ہے افراد کی طرف اور اکثر افراد کے دو ہیں کما مر فی عامۃ الطلاق بخلاف اکثر الطلاق کے
وہاں تین مراد ہیں اسواسطے کہ اکثر مضاف ہے طرف جنس کے اور کبیر الطلاق میں دو اسواسطے ہوئی کہ طلاق واحد صغیر الطلاق ہے اور تین طلاق اکبر الطلاق

میں مذکور ہے ہیں ارادہ کرنے نفی طلاق کی دونوں شکلوں میں یعنی پہلی صورت جملہ خبریہ ہے محتمل ہے صدق اور کذب کو اور قسم موضوع ہے واسطے تقویت ایک جانب کے تو قسم سے خبریت قوی
ہوگئی اور طلاق واقع نہیں ہوتی مگر جملہ انشائیہ سے اور سوال کا جواب بھی جملہ خبریہ ہوتا ہے وفی الخلاصۃ قیل لہ الست طلقتہا تطلق ببلیٰ لا بنعم اور خلاصہ میں ہے
کہ پوچھا گیا ایک مرد سے کہ کیا تو نے اپنی عورت کو طلاق نہیں دی تو طلاق واقع ہوگی لفظ بلیٰ سے نہ نعم سے یعنی اگر اوس نے جواب میں بلیٰ کہا تو طلاق واقع ہوگی اگر
نعم کہا تو نہ ہوگی اسواسطے کہ کلمہ بلیٰ کا موضوع ہے واسطے نفی کی اثبات کے تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہوا کہ ہاں طلاق دی اور کلمہ نعم کا موضوع ہے واسطے اثبات ما قبل کی منفی ہو یا مثبت استفہام
ہو یا خبر تو مثال مذکور کا یہ مطلب ہے کہ طلاق نہیں دی ہے وفی الفتح ینبغی عدم الفرق للعرف اور فتح القدیر میں ہے کہ بلیٰ اور نعم میں فرق کرنا نہ چاہیے بسبب عرف اہل زمانہ کے
یعنی ہر چند اصل لغت عرب میں بلیٰ اور نعم میں فرق ثابت ہے لیکن طلاق میں دونوں میں فرق کرنا لائق نہیں اسواسطے کہ عرف میں دونوں برابر ہیں تو دونوں لفظوں سے طلاق واقع
ہوگی اسواسطے کہ مدار طلاق کا عرف پر ہے نہ اصل لغت پر وفی البزازیۃ قالت لہ انا امرأتک فقال انت طالق کان اقرارا بالنکاح وتطلق لاقتضاء الطلاق
النکاح فتنبہ اور بزازیہ میں ہے کہ کہا عورت نے مرد سے کہ میں تیری جورو ہوں شوہر نے کہا کہ تو طالق ہے تو یہ مرد کا کلام اقرار ہے نکاح کا اور عورت پر طلاق واقع ہوگی اس کلام سے نکاح
اسواسطے ثابت ہوا کہ طلاق مقتضی ہے نکاح کا باعتبار شرع اور لغت کے علم انہ حلف ولم یدر بطلاق او بغیرہ لغا کما لو شک أطلق ام لا مرد کو معلوم ہے کہ
قسم کھائی ہے اور یہ یاد نہیں کہ طلاق کی قسم کھائی یا غیر طلاق کی تو ایسی قسم لغو ہے یعنی طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اگر مرد کو شک پڑے کہ طلاق دی ہے یا نہیں تو طلاق نہ واقع ہوگی
اسواسطے کہ نکاح بالیقین ثابت ہے اور رفع نکاح کا مشکوک ہے (لان الشک لا یرفع الیقین) ولو شک أطلق واحدۃ او اکثر بنی علی الاقل اور اگر شک پڑے
کہ آیا ایک طلاق دی ہے یا زیادہ تو کمتر کو قائم رکھے یعنی اگر ایک اور دو میں شک ہے تو ایک کو قائم رکھے اور اگر دو میں اور تین میں شک ہے تو دو کو قائم رکھو وفی الجوہرۃ طلق
منکوحۃ فاسدا ثلثا لہ تزوجہا بلا محلل ولم یحک خلافا اور جوہرہ میں ہے کہ ایک مرد نے اوس عورت کو طلاق دی جس سے نکاح فاسد کیا تھا تو
… ہے اوس مرد کو کہ وہی عورت سے بدون محلل کے نکاح کرے اور صاحب جوہرہ نے اس مسئلہ میں خلاف فقہا کا نہیں نقل کیا نکاح فاسد یہ کہ مثلاً عورت سے اور اوسکی بہن کی عدت کے
… نکاح کرے یا نکاح بدون گواہوں کے کرے طلاق نکاح فاسد میں محلل کی اسواسطے حاجت نہ ہوئی کہ طلاق لاحق نہیں ہوتی مگر نکاح صحیح میں یا عدت میں یا فسخ از ارتداد
… یا انکار اسلام میں تو نکاح فاسد نہیں داخل نہیں

باب طلاق غیر المدخول بہا

اس باب میں مسائل ہیں عورت غیر مدخولہ کی طلاق کے

قال لزوجتہ غیر المدخول بہا انت طالق یا زانیۃ ثلثا فلا حد ولا لعان لوقوع الثلث علیہا وہی زوجتہ ثم بانت بعد کہا زوج نے اپنی زوجہ
غیر مدخولہ سے کہ تو طالق ہے اے زانیہ تین بار تو زوج پر نہ حد ہے قذف کی اور نہ لعان واسطے پڑ جانے تین طلاقوں کے حالت زوجیت میں پھر وہ عورت بائن ہو گئی بعد تین طلاق کے
نہ حد قذف اسواسطے ساقط ہوئی کہ زوجہ کا قذف موجب حد کا نہیں اور جبکہ مرد نے اوس کو زانیہ کہا تھا تو وہ اوس کی زوجہ تھی پھر جب آخر میں تین طلاق کہی تو بائن ہو گئی زوجیت
… ہو گئی اور لعان نہیں ہوتا مگر زوجہ سے وکذا انت طالق ثلثا یا زانیۃ ان شاء اللہ تعالیٰ لتعلق الاستثناء بالوصف بزازیۃ اور چنانچہ واقع ہونا قذف کا
درمیان طلاق اور عدد کی مثال سابق میں مخل نہیں اسی طرح واقع ہونا قذف کا درمیان طلاق اور استثنا کے اس مثال میں فاصل نہیں کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے
تین بار اے زانیہ اگر خدا نے چاہا متعلق ہوگا استثنا یعنی مشیت خدا وصف سے یعنی طلاق سے کذا فی البزازیۃ تو طلاق اس صورت میں نہ واقع ہوگی اسواسطے
فاصل کا کچھ اعتبار نہیں اور اس صورت میں یا زانیہ کہنا موجب ہے لعان کا بسبب بقائے زوجیت کے تو تشبیہ اس مثال کی مثال سابق سے محض بنا بر عدم فصل
کے ہے نہ باعتبار نفی حد اور لعان کے وقعن لما تقرر انہ متی ذکر العدد کان الوقوع بہ یعنی اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ انت طالق ثلثا تو اوس پر
تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب طلاق کے بعد عدد مذکور ہوگا تو واقع ہونا طلاق کا بقدر عدد کے ہوگا اور امام محمد نے
تصریح کی ہے کہ غیر مدخولہ پر تین طلاق واقع ہونا بحکم حدیث مرفوع اور آثار علی مرتضیٰ اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو چکا ہے کذا فی
… الطحطاوی والمدنی پر رد ہے حسن بصری اور عطا کی مذہب کا کہ اونکے نزدیک غیر مدخولہ پر تین طلاق نہیں واقع ہوتی فقط انت طالق سے ایک طلاق بائن

ہو گئی لان الثلث کا سبب باقی ہے محل کو نقص ہو گیا اور اسکے زوج کو جائز ہے کہ اوس عورت سے بدون محلل کے نکاح کرے اور یہ آیۃ شریفہ فان طلقہا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح
زوجا غیرہ عورت مدخولہ کے حق میں نازل ہوئی ہے غیر مدخولہ میں زوج ثانی سے نکاح کر لینا شرط نہیں ہے جیسا کہ بعض شارح نے آئندہ قول سے دیا وما قیل انہ لا یقع
الا بعد ولی الایۃ فی الموطوءۃ باطل محض منشاءہ الغفلۃ عما تقرر ان العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب اور یہ جو بعضوں نے کہا ہے کہ انت
طالق ثلثا سے تین طلاق نہیں واقع ہوتی اور غیر مدخولہ میں محلل شرط نہیں بسبب نازل ہونے آیت کے حق مدخولہ میں سو محض قول باطل ہے قابل تاویل کے نہیں منشاء اس قول باطل کا
غفلت ہے اوس قاعدہ سے جو مقرر ہو چکا ہے کہ بہ دلالت آیت اور حدیث میں اعتبار ہے عموم لفظ نص کا نہ خصوص سبب کا یعنی ہر چند آیت موصوفہ مدخولہ کے حق میں نازل ہوئی
لیکن لفظ آیت کا عام ہے مدخولہ اور غیر مدخولہ دونوں کو شامل ہے وتمامہ فی البحر اما الاذکار علی کونہا متفرقۃ فلا یقع الا الاول لے فقط اور محمول کیا حسن بصری
کے قول کو بحر الاذکار میں متفرق تین طلاق ہونے پر یعنی اگر جدا جدا تین بار طلاق کہیگا تو نہ واقع ہوگی اس عورت میں مگر پہلی طلاق فقط اور اگر بالاجماع یکبارگی تین طلاق
کہے گا تو تینوں واقع ہونگی سو اگر یہ قول واقع میں صحیح ہو تو حسن بصری اور جمہور میں کچھ اختلاف نہیں لیکن ظاہر کتب کے مخالف ہے واللہ اعلم وان فرق بوصف اوخبر
او جمل بعطف اوغیرہ بانت بالاولی لا الی عدۃ اور اگر تین طلاق کو جدا جدا کہیگا بذکر وصف یعنی یوں کہیگا کہ انت طالق واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ یا بذکر خبر تفریق کی
چنانچہ یوں کہا کہ انت طالق طالق طالق یا بذکر چند اقوال تفریق کی خواہ بعطف چنانچہ یوں کہا کہ انت طالق وانت طالق وانت طالق یا بدون عطف کے چنانچہ یوں کہیگا کہ انت طالق
انت طالق انت طالق ان تینوں صورتوں میں پہلی لفظ سے طلاق بائن غیر مدخولہ پر پڑ جائیگی بدون عدت کے اسواسطے کہ طلاق غیر مدخولہ میں عدت نہیں چنانچہ کلام مجتبی میں
مصرح ہے ولذا لم یقع الثانیۃ بخلاف الموطوءۃ حیث یقع الکل اور چونکہ غیر مدخولہ پر اول لفظ سے طلاق بائن بلا عدت پڑ جاتی ہے اسیواسطے اوسپر طلاق ثانی
نہیں پڑتی تو ثالث بطریق اولی نہ واقع ہوگی بخلاف مدخولہ کے کہ اوسپر دوسری اور تیسری طلاق سب واقع ہو جاتی ہیں کمل اشارۃ بالمقدمین وتحقق التفریق قولہ وکذا
انت طالق ثلثا متفرقات او ثنتین مع طلاقی ایاک فطلقہا واحدۃ وقع واحدۃ اور شامل ہے تفریق طلاق مصنف کی اس قول کو اور اصطلاح ہے یوں کہنا
کہ تو طالق ہے تین بار جدا جدا یا یوں کہتا کہ تو طالق ہے دو بار ساتھ طلاق دینے میری کے تجھکو پھر طلاق دی عورت کو ایکبار تو واقع ہوگی دونوں صورتوں میں ایک طلاق اسواسطے
کہ لفظ مع کا ثانی میں بمعنی شرط کے ہے اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر اور شرط ایک طلاق تھی جب ایک طلاق واقع ہوگئی تو مشروط کے واسطے یعنی دو طلاق کے واسطے محل نہ باقی رہا
اور جملہ دوسری کہا کہ مع یہاں بمعنی بعد کے ہے چنانچہ ان مع العسر یسرا میں ہے تو غیر مدخولہ میں بعد ایک طلاق پڑنے کے دو طلاق کا محل نہ باقی رہا بسبب نہ ہونے عدت کے
کما لو قال نصفا وواحدۃ علی الصحیح جوہرہ چنانچہ اگر کہا کہ تو طالق ہے آدھی طلاق اور ایک طلاق تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی بنا بر قول صحیح کے کذا فی الجوہرہ اسواسطے کہ نصفا
وواحدۃ بولنا معمول نہیں بلکہ واحدۃ ونصفا بولنا معمول ہے پس بسبب مخالف استعمال ہوا تو کلام واحد نہ ٹھہرا متفرق ہوا ولو قال واحدۃ ونصفا فثنتان اتفاقا لانہ جملۃ واحدۃ
اور اگر کہا کہ تجھکو ایک طلاق ہے اور آدھی تو دو طلاقیں واقع ہونگی بالاتفاق اسواسطے کہ یہ ایک جملہ ہے موافق استعمال کے ولو قال واحدۃ وعشرین او وثلثین فثلاث لما مر
اور اگر کہا انت طالق واحدۃ وعشرین یا یوں کہا کہ واحدۃ وثلثین تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدلیل گذشتہ یعنی یہ ایک جملہ ہے طلاق متفرق نہیں والطلاق یقع بعدد
قرن بہ لا بہ لو قرنہ عند ذکر العدد اور طلاق واقع ہوتی ہے عدد سے جو طلاق کو متصل ہے نہ کہ خود لفظ طلاق سے نزدیک فقیہ کے عدد سے یہاں مراد عدد
عدد ہے جو واحد کو بھی شامل ہو وعند عدمہ الوقوع بالصیغۃ اور نزدیک عدم ذکر عدد کے وقوع طلاق ہوگا صیغہ طلاق سے خلاصہ یہ ہے کہ جب طلاق کے ساتھ
عدد مذکور ہو جیسا کہ انت طالق واحدۃ او ثنتین او ثلثا تو وقوع طلاق متعلق ہوگا عدد سے نہ صیغہ طلاق سے اور اگر عدد مذکور نہیں چنانچہ انت طالق تو یہاں وقوع
طلاق فقط صیغہ طلاق سے متعلق ہوگا فلو ماتت بعد قولہ انت طالق ثم المتطوع ونحوہا بما لا ایقاع قبل تمام العدد لغا لما تقرر تو اگر زوجہ مر گئی خواہ مدخولہ ہو خواہ
غیر مدخولہ بعد ایقاع طلاق کے قبل تمام ہونے عدد کے تو طلاق لغو ہوگی یعنی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ابھی ثابت ہو چکا کہ وقوع طلاق عدد سے ہوتا ہے نہ صیغہ
طلاق سے اور جبکہ زوج نے عدد ذکر کیا تب زوجہ میت ہے کہ محل طلاق نہ باقی رہی پھر سبب طلاق نہ واقع ہوگی تو مہر پورا ثابت رہا اور زوج اپنی زوجہ کا وارث ہوگا

تو دوسری طلاق واقع ہوگی اوسمین گنجایش ہے بخلاف غیر مدخولہ کے کہ اوسکی عدت نہین تو دوسری طلاق کا وہان محل نہین اسواسطے زوج کی تصدیق نہوگی قاضی کے نزدیک قال
امرأتي طالق ولہ امرأة معروفة [illegible] قال امرأته [illegible] اعنيت اخرى یعنی کہا کہ میری عورت طالق ہے اور عورت کا نام نہ لیا اور اوسکی ایک عورت مشہور ہے تو اوسکی
یہی عورت مطلقہ ہوگی باعتبار استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ بدون نام یا اشارت کے طلاق نہو طحاوی نے کہا جبکہ زوج مدعی دوسری عورت کا ہو اور ایک ہی اوسکی عورت مشہور ہو تو قیاس
مقتضی ہے اوسکی طلاق کا فان قال لی امرأة اخرى واياها عنيت لا يقبل قوله الا ببينة ولو كان له امرأتان كلتاهما معروفة له صرفه الى ايتهما
شاء خانیہ وظہیریہ نہ لاسو جبکہ زوج نے کہا کہ میری ایک عورت اور ہے کہ مشہور نہین اور وہی مراد ہے کہ میری عورت کو طلاق ہے پھر اگر زوج کہیگا کہ میری ایک عورت اور ہے اور وہی غیر مشہور کی
طلاق کا ارادہ کیا تو اوسکا یہ قول نہ قبول ہوگا بدون گواہوں کے اور اگر زوج کی دو عورتین ہین اور دونون مشہور ہین تو اوسکو اختیار ہے طلاق کو جسکی طرف چاہے پھیرے کذا فی
الخانیہ اور ظہیریہ کے مصنف نے اس مسئلہ میں طلاق نہ واقع ہونا نہین منقول کیا **فروع** مسائل متفرقہ شارح کے کرر لفظ الطلاق وقع الكل فان نوى التاكيد دين
مکرر کہا لفظ طلاق کو یعنی یون کہا کہ انت طالق انت طالق تو ہر ایک طلاق علیحدہ واقع ہوگی پھر اگر اوسنے کہا کہ مین نے طلاق ثانی سے طلاق اول کی تاکید کی نیت کی تو باعتبار
دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے کذا فی العالمگیری کان اسمها طالق او حرة فناداها ان نوى الطلاق او العتاق وقعا والا لا تھا نام زوجہ کا طالق
اور لونڈی کا حرہ پھر اوسنے زوجہ کو طالق کہا اور لونڈی کو حرہ کہکر پکارا اگر نیت طلاق یا عتاق کی کی تو طلاق یا عتاق واقع ہوگی اور اگر نیت نہین کی نہ عتاق واقع ہوگا
نہ طلاق قال لامرأته هذه الكلبة طالق طلقت او لعبده هذا الحمار حر عتق کہا اپنی زوجہ سے کہ یہ کتیا مطلقہ ہے تو وہ مطلقہ ہوجائیگی یا کہا اپنے غلام سے
کہ یہ گدھا آزاد ہے تو وہ آزاد ہوجائیگا اسواسطے کہ پہلی صورت مین گالی کا ارادہ کیا اور طلاق کا اور دوسری صورت مین گالی کا قصد کیا اور آزادی کا قال انت طالق او
انت حر وعنى به الاخبار كذبا وقع قضاء الا اذا اشهد على ذلك کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے یا کہا غلام سے کہ تو حر ہے اور ارادہ ہر واحد سے جھوٹ خبر
دینے کا کیا تو طلاق اور عتاق باعتبار حکم قاضی کے واقع ہوگی مگر جبکہ گواہ کر لے جھوٹ خبر دینے پر تو باعتبار دیانت کے بھی اوسکی تصدیق ہوگی اور باعتبار قضا کے
بھی وكذا المظلوم اذا اشهد عند استحلاف الظالم بالطلاق الثلث انه يحلف كاذبا صدق قضاء وديانة شرح وهبانيه اور اسیطرح
مظلوم جبکہ گواہ کرے نزدیک قسم لینے ظالم کے تین طلاق کی اس بات پر کہ مظلوم جھوٹی قسم کھائیگا تو اسوقت مظلوم کی قضا اور دیانت دونون مین تصدیق ہوگی کذا فی
شرح الوہبانیہ اور اگر گواہ نہ کیا کہ جھوٹی قسم کھاتا ہے تو قضا مین اوسکی تصدیق نہوگی اور اوسکی زوجہ پر طلاق کا حکم ہوجائیگا علما مین اختلاف ہے کہ قسم مین قسم کھانیوالے کی
نیت کا اعتبار ہے یا قسم لینے والے کی فتوی اس پر ہے کہ اگر قسم کھانیوالا مظلوم ہے تو اوسی کی نیت کا اعتبار ہے اور نہین تو قسم لینے والے کی نیت معتبر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ناقلا عن الاشباہ وفی النہر قال فلانة طالق واسمها كذلك وقال عنيت غيرها دين ولم يصدق قضاء اور نہر الفائق مین ہے کہ کہا فلانی یعنی
زینب طالق ہے اور واقع مین اوس عورت کا نام بھی زینب تھا اور کہا زوج نے کہ مینے اپنی زوجہ کے سوا اور عورت جسکا نام بھی زینب ہے ارادہ کیا تو اوسکی دیانت مین تصدیق ہوگی
نہ قضا مین اور اگر اوسکی زوجہ کا نام غیر زینب ہے تو قضا مین بھی اوسکی تصدیق ہوگی وعلى هذا لو حلف لدائنه بطلاق امرأته فلانة واسمها غيره
لا تطلق اور اسیطرح پر اگر قسم کھائی اپنے قرضخواہ سے اپنی زوجہ زینب کی طلاق کی اگر فلان دن قرض نہ ادا کرے اور حالانکہ اوسکی زوجہ کا نام زینب نہین بلکہ حلیمہ ہے
تو اوسکی زوجہ پر طلاق نہ واقع ہوگی وقد كثر فی زماننا قول الرجل انت طالق على اربعة مذاهب قال المصنف ينبغي الجزم بوقوعه قضاء
وديانة اور البتہ کثرت سے مستعمل ہے ہمارے زمانہ مین مرد کا یون کہنا کہ تو طالق ہے چارون مذہب پر یعنی باتفاق مذاہب اربعہ تجھکو طلاق ہے کہا مصنف نے
اپنی شرح منح الغفار مین کہ لائق ہے یقین کرنا وقوع اس طلاق کا قضا مین بھی اور دیانت مین بھی اور فتاوی رملی مین ہے کہ یہ طلاق رجعی ہے نہ بائن اسواسطے
کہ مذاہب اربعہ کا اتفاق ہے کہ انت طالق سے طلاق رجعی ہوتی ہے نہ بائن کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال انت طالق فی قول الفقهاء او فلان القاضی
او المفتی دينت اور اگر کہا کہ تو طالق ہے فقہا کے قول مین یا فلانے قاضی کے قول مین یا فلانے مفتی کے قول مین تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی

یعنی طلاق نہ واقع ہوگی بدون نیت کے لیکن قضا میں تصدیق نہ ہوگی قال نساء الدنیا او نساء العالم طوالق لم تطلق امرأته بخلاف نساء المحلة او
الدار او البیت کہا مرد نے کہ دنیا کی عورتیں یا جہان کی عورتیں مطلقہ ہیں تو اوسکی عورت کو نہ طلاق ہوگی اسواسطے کہ یہ طلاق صریح نہیں کذا فی حاشیة المدنی
ناقلا عن البحر لیکن اگر نیت کریگا تو مطلقہ ہوگی کذا فی حاشیة الطحطاوی بخلاف محلہ یا گھر یا کوٹھری کی عورتوں کی یعنی اگر یوں کہا کہ محلہ کی عورتیں یا گھر کی عورتیں یا کوٹھری کی عورتیں
مطلقہ ہیں اور اونمین اوسکی زوجہ بھی داخل ہے تو اوسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوگی و فی نساء القریة والبلدة خلاف الثانی اور گانوں اور شہر کی عورتوں میں خلاف ہے
ابو یوسف کا یعنی اگر یوں کہا کہ گانوں کی عورتیں یا شہر کی عورتیں مطلقہ ہیں تو ابو یوسف کے نزدیک اوسکی زوجہ پر طلاق نہ ہوگی وکذا العتق اور مثل طلاق کے ہے
حال عتق کا یعنی اگر کہا کہ دنیا کی غلام یا جہان کی غلام آزاد ہیں تو اوسکا غلام نہ آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ محلہ کی غلام یا گھر کی غلام یا کوٹھری کی غلام آزاد ہیں تو اوسکا غلام آزاد ہوگا
اور اگر کہا کہ گانوں کی غلام یا شہر کے غلام آزاد ہیں تو اوسکا غلام ابو یوسف کے نزدیک آزاد نہ ہوگا اور محمد کے نزدیک آزاد ہوگا قالت لزوجها طلقني قال فعلت
طلقت کہا عورت نے اپنے زوج سے کہ مجھکو طلاق دے زوج نے کہا میں نے کیا تو عورت مطلقہ ہوگی فان قالت زدني فقال فعلت طلقت اخرى پھر اگر زوجہ نے کہا کہ میری
طلاق کو زیادہ کر سو زوج نے کہا کہ میں نے کیا تو دوسری طلاق اوسپر واقع ہوگی ولو قالت طلقني طلقني طلقني فقال طلقت فواحدة ان لم ينو الثلث ولو عطفت
بالواو فثلث اور کہا زوجہ نے کہ مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے مجھکو طلاق دے سو کہا زوج نے کہ میں نے طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی
اگر زوج نے نیت تین طلاق کی نہیں کی اور اگر زوجہ نے عطف واو سے کیا یعنی یوں کہا کہ طلقني وطلقني وطلقني تو تین بار طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ واو موضوع ہے واسطے جمع کے
ولو قالت طلقت نفسي فاجاز طلقت اعتبارا بالانشاء كذا ابنت نفسي اذا نوى ولو ثلثا بخلاف الاول اور اگر کہا زوجہ نے کہ
میں نے اپنی ذات کو طلاق دی پھر زوج نے اوسکو جائز کیا تو اوسپر طلاق پڑ گئی باعتبار انشاء طلاق کے یعنی اجازت طلاق قائم مقام انشاء طلاق کے ہو گئی گویا زوج نے خود کہا کہ
طلقت اسیطرح ہے ابنت نفسي یعنی زوجہ نے کہا کہ میں نے اپنی ذات کو جدا کیا اور زوج نے اجازت دی تو اوسپر طلاق پڑ جاوے گی بشرطیکہ زوج نے نیت طلاق کی کی ہو اگرچہ تین
طلاق کی بھی نیت کی ہو اسواسطے کہ ابانت طلاق کنایہ ہے اور کنایہ بدون نیت کے معتبر نہیں بخلاف صورت اول کے یعنی طلقت محتاج بہ نیت کا نہیں اور تین طلاق کی
نیت کرنا اوسمین صحیح نہیں وفي اخترت لا يقع لانه لم يوضع الا جوابا اور لفظ اخترت میں طلاق نہیں واقع ہوتی یعنی اگر زوجہ نے کہا کہ میں نے اپنی
ذات کو اختیار کیا اور زوج نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اخترت کا موضوع نہیں مگر واسطے جواب کے یعنی اگر زوج کہے کہ مثلا
اختاري نفسك زوجہ اوسکے جواب میں کہے کہ اخترت اور لفظ جواب کا بجاے انشاء طلاق کے نہیں ہو سکتا وفي البزازية قال بين اصحابه من كانت
امرأته عليه حراما فليفعل هذا الامر ففعله واحد منهم فهو اقرار منه بحرمتها وقيل لا انتهى اور بزازیہ میں ہے کہ کہا ایک مرد نے اپنے ساتھیوں
سے کہ جس شخص کی زوجہ اوسپر حرام ہو وہ یہ کام کرے یعنی پانی پیوے یا اسپر نہ آوے اور کسی نے ویسا ہی کام کیا تو یہ کام کرنا اوسکی جانب سے اقرار ہے
اوسکی زوجہ کی حرمت کا اور بعضوں نے کہا کہ یہ فعل اقرار درست کا نہیں اسواسطے کہ طلاق قولی چیز ہے نہ فعلی انتہی قول البزازية و سئل ابو الليث عمن قال
لجماعة كل من له امرأة مطلقة فليصفق بيديه فصفقوا اوقال طلقن وقيل ابسرهو با تراسيا ر در سوال ہوا ابو اللیث فقیہ سے اوس شخص کے
کلام کا کہ اوسنے ایک جماعت سے کہا کہ جسکی عورت مطلقہ ہو وہ اپنے ہاتھ سے تالی بجاوے پھر سب نے تالی بجائی تو جواب دیا ابو اللیث نے کہ
سبکی عورتیں مطلقہ ہوگئیں اور قول صحیح یہ ہے کہ فعل اقرار طلاق کا نہیں روایت بزازیہ میں قائل ایک شخص ہے اور اون جماعت شارح نے فرمایا کہ یہاں ارادہ کیا
جماعة يتحدثون في مجلس فقال رجل منهم من تكلم بعد هذا فامرأته طالق ثم تكلم الحالف طلقت امرأته لان كلمة من للتعميم
والحالف لم يخرج نفسه عن اليمين فيحنث چند لوگ ہیں کہ باتیں کرتے ہیں ایک مجلس میں سو ایک مرد نے اونمیں سے کہا کہ جو بولے گا اب سے تو اوسکی
جورو کو طلاق ہے پھر بولا قسم والا تو اوسکی جورو پر طلاق پڑ جاوے گی اسواسطے کہ کلمہ من کا جسکا ترجمہ جو ہے عام ہے متکلم اور غیر متکلم دونوں کو شامل ہے

اور حالانکہ حصہ والا نہیں نکالتا اپنی فوت کو قسم سے تو حانث ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی لیکن اگر جماعت سے مسکل کسی کو کوئی اور بولا تو اوسکا حکم بیان مذکور نہیں ظاہر او سکی تکلم سے طلاق نہوگی اسواسطے کہ تعلیق اوس قسم متکلم کی غیر پر جاری نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الطحطاوی

باب الكنايات

یہ باب ہے کنایات طلاق میں جب بیان احکام طلاق صریح سے کہ حقیقت میں یہی اصل ہے فراغت ہوئی تو وقت بیان احکام کنایات کا آیا کنایته عند الفقهاء ما لم يوضع له اي للطلاق واحتمله وغيره کنایہ طلاق فقہا کے نزدیک اس مقام میں وہ لفظ ہے جو طلاق کیواسطے موضوع نہو اور احتمال رکھے طلاق کا اور غیر طلاق کا مثلا لفظ بتہ کا واضع نے طلاق کے واسطے موضوع نہیں کیا لیکن طلاق اور غیر طلاق کا محتمل ہے اسواسطے کہ بتہ یعنی قطع کے ہے تو اگر پیوند نکاح کا کاٹنا مراد لیجیے تو معنی طلاق ہے اور اگر قطع الفت اور قطع دوستی کو ارادہ کیجیے تو طلاق کا محتمل نہیں مصنف نے کنایہ کی تعریف بصیغہ عام کی تو معلوم ہوا کہ کنایات منحصر نہیں شرح ملتقی میں کہا ہے کہ الفاظ کنایات پچاس سے زیادہ ہیں کذا فی حاشية المدني فالكنايات لا تطلق بها قضاء الا بنية او دلالة الحال وهي حالة مذاكرة الطلاق او الغضب سو کنایات سے طلاق نہیں واقع ہوتی باعتبار قضا کی مگر نیت طلاق سے یا دلالت حال سے دلالت حال یہ کہ اوسوقت گفتگو ہو طلاق کی یا رنج یا غصہ ہو شارح نے قضا کی قید اسواسطے لگائی کہ وقوع طلاق باعتبار دیانت کی محض نیت پر موقوف ہے اوسمیں دلالت حال کا کچھ اعتبار نہیں اور کنایات سے وقوع طلاق میں نیت یا دلالت حال اسواسطے شرط ہوئی کہ الفاظ کنایہ کے طلاق اور غیر طلاق دونوں کی محتمل ہیں تو احتیاج پڑی طرف مرجح کی کہ وہ غیر طلاق کے احتمال کو قطع کردے اور یہاں ایسا مرجح سواے نیت یا دلالت حال کے کوئی نہیں مذاکرہ طلاق اسطرح پر کہ زوجہ نے زوج سے کہا کہ مجھکو طلاق دے اور زوج نے کہا اعتدی تو حالت مذاکرہ دلالت کرتی ہے کہ اس لفظ سے زوج نے طلاق کا ارادہ کیا فالحالات ثلث رضا وغضب ومذاكرة والكنايات ثلث ما يحتمل الرد او يصلح للسب او لا ولا سو حالات تین ہیں ایک رضا مندی کی حالت دوسری رنج و خفگی کی حالت تیسری مذاکرہ طلاق کی حالت اور الفاظ کنایات کے بھی تین احتمال سے خالی نہیں بعضے اونمیں محتمل ہیں رد کو یعنی عورت کی سوال طلاق کا رد اونمیں سے نکلتا ہے اور جواب طلاق کی بھی محتمل ہیں یا بعضے اونمیں صلاحیت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں اور محتمل ہیں جواب طلاق کی بھی یا بعضے وہ ہیں کہ نہ رد سوال کو محتمل ہیں نہ لیاقت سب اور دشنام کی رکھتے ہیں لیکن جواب طلاق کا البتہ احتمال رکھتے ہیں فنحو اخرجي واذهبي وقومي تقنعي تخمري استتري انتقلي انطلقي اعزبي اغربي من الغربة او العزوبة يحتمل ردا سو مانند اخرجی اور اذہبی اور قومی کو تقنعی تخمری استتری انتقلی انطلقی اعزبی اغربی احتمال رکھتے ہیں یہ الفاظ رد سوال طلاق کا اور جواب کے بھی محتمل ہیں اور سب و شتم کی صلاحیت نہیں رکھتے سو اخرجی یعنی نکل یعنی اس مکان سے نکل تاکہ تیرے شر سے نجات ہو تو یہ رد ہوا طلاق کے سوال کا یا یہ مطلب کہ نکل میرے گھر سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے طلاق کے سوال کا اور اذہبی یعنی جا یعنی اپنی کام کو جا یہ رد ہے سوال کا یا یہ مطلب کہ اپنی ماں باپ کے گھر جا اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور قومی یعنی اوٹھ یعنی اپنے ضروری کام کے واسطے اوٹھ یہ رد ہے سوال کا یا اوٹھ میرے پاس سے اسواسطے کہ تجھکو طلاق ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تقنعی یا مشتق قناع سے ہے یا قناعت سے قناع یعنی خمار سے یعنی اپنا منہ کپڑے سے چھپا لے حیا کر ایسا کام نکر یا قناعت سے یعنی اس کلام پر قناعت کر باز رہ یہ رد ہے سوال کا یا استتار اور باز رہنے کلام کا اسواسطے امر کیا کہ طلاق واقع ہوئی یہ جواب ہے سوال کا اور تخمری یعنی اپنے سر پر خمار ڈال خمار وہ کپڑا جس سے سر چھپاتے ہیں اس لفظ میں بھی مانند تقنعی کے دو احتمال ظاہر ہیں اور استتری یعنی چھپ اور پردہ کر پس استتار کا حکم اسواسطے کیا کہ شرعا محرم ہے تو رد ہوا سوال کا یا اسواسطے کہ مجھکو تیرا دیکھنا جائز نہ رہا بسبب طلاق کے یہ جواب ہے سوال کا اور انتقلی اور انطلقی یعنی چل جا مانند اذہبی کے دو احتمال ہیں اور اعزبی بعین معجمہ اور راے مہملہ مشتق ہے عزبت سے یعنی دور ہو یا اغربی بغین معجمہ و رے مہملہ مشتق ہے غربت سے یعنی قرب اور دوری سے تو مطلب یہ کہ دور ہو ایسا کلام نکر یہ رد ہے سوال کا یا دور ہو میرے پاس نہ بیٹھ اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی یہ جواب ہے سوال کا ونحو خلية برية حرام بائن ومرادفها كبتة بتلة يصلح سبا اور مانند الفاظ خلیہ بریہ حرام بائن اور ہم معنی ان الفاظ کے مثل بتہ اور بتلہ کے صلاحیت رکھتے ہیں سب اور دشنام کی مراد سب سے وہ کلام ہے جس سے آبروریزی اور بے حرمتی نکلے مخاطب کی ان الفاظ میں رد سوال کا احتمال نہیں لیکن جواب سوال طلاق کا احتمال البتہ موجود ہے خلیہ یعنی تو خالی ہے حسن یا خوبیوں سے یہ دشنام ہوئی یا خالی ہے نکاح سے یہ جواب ہے سوال کا اور بریہ یعنی

تو خوبیوں سے بری ہے یا نکاح سے بری اور حرام یعنی منع یا ممنوع لفظ حرام کا مصدر ہے یعنی صفت کی یا خود صفت ہی اور آگے مذکور ہوگا کہ ہمارے زمانہ میں بلفظ حرام طلاق بائن واقع
ہوتی ہے بدون نیت کے بسبب عرف اہل زمانہ کی اور بائن یعنی منفصل ہو یعنی تو خوبیوں سے منفصل ہے منقطع ہی یہ دشنام ہے یا نکاح سے منفصل ہی یہ جواب ہے سوال کا اور بتہ مشتق ہے بت سے
یعنی قطع سے اور بتلہ مشتق ہے بتل سے یعنی انقطاع شامل الفاظ سابقہ کو ان دونوں لفظوں میں بھی احتمال سب اور جواب کا ظاہر اور باہر ہے دیکھو اختدی اور استبری
رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک لا یحتمل الرد والسب — اور مانند ان الفاظ کی نہیں احتمال رکھتے
ہیں رد سوال کا اور نہ سب اور نہ دشنام کا اعتدی یعنی شمار کر اپنے حیضوں کو اسواسطے کہ تو طلاقہ ہوئی یہ احتمال ہی سوال کے جواب کا یا میرے نکاح کو خدا کی نعمت اپنے اوپر شمار کر
استبری یعنی اپنے رحم کی صفائی حاصل کر لڑکے سے اسواسطے کہ تو مطلقہ ہوئی تو یہ جواب ہی سوال کا یا یہ مطلب کہ تو اپنے رحم کو صاف کرے تاکہ میں تجھکو طلاق دوں تو یہ وعدہ ہے
طلاق کا ایسے کلام سے طلاق نہیں ہوتی انت واحدۃ یعنی تو طالق ہے طلاق واحد یہ جواب ہی سوال کا یا یہ مطلب کہ تو میرے نزدیک اپنی برادری میں ایک ہی ہے خوبیوں
میں یا برائیوں میں اشتمال ہے تو یہ مدح ہی یا مذمت انت حرۃ تو آزاد ہے حقیقۃ مملوکیت سے یا آزاد ہی مملوکیت نکاح سے اختاری یعنی اپنی ذات اختیار کر لے امرک بیدک یعنی تیرا
امر تیرے ہاتھ میں ہی یہ دونوں الفاظ کنایہ ہیں تفویض طلاق ہی تو عورت مطلقہ نہو گی جبتک کہ وہ اپنی ذات کو طلاق نہ دے اور کنایات طلاق میں ان دونوں لفظوں کو
اسواسطے داخل کیا کہ طلاق اور غیر طلاق کا بھی انمیں احتمال موجود ہی چنانچہ اختاری میں یہ احتمال ہی کہ اختاری نفسک بالفراق او فی عمل یعنی اختیار کر اپنی ذات کو بسبب فراق کے
یا پسند کر لے اپنی ذات کو کسی کام کی مشغولی میں اور امرک بیدک میں یہ احتمال ہی کہ امرک بیدک فی الطلاق او فی تصرف آخر یعنی تیرے واسطے ہاتھ میں ہے طلاق یا کوئی اور کام اور ذکر الفاظ
میں حواشی سعدیہ میں منقول ہے کہ ان دونوں لفظوں کا ذکر کنایات طلاق میں مناسب نہیں اسواسطے کہ اکثر ہیبت بعضے مفتی خوارزم کے علم میں واقع ہوسکے یہ گمان کرے کہ
ان لفظوں سے طلاق واقع ہو جاتی ہے بدون ایقاع زوجہ کے اور شارح نے بھی آپ آگاہ کر دیا ہے کہ اختاری کنایات تفویض طلاق ہی سے نہ ایقاع طلاق ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
والطحطاوی سرحتک مشتق ہی سراح بالفتح سے یعنی ارسال کو یعنی میں نے تجھکو بھیجا یا اسواسطے بھیجا کہ تو مطلقہ ہی اور آپ اپنے گھر لوٹ یا فارقتک یعنی کسی کام کے واسطے اس مکان میں
تجھکو چھوڑا یا طلاق دی اسواسطے چھوڑا اعلم ان الفاظ میں احتمال رد سوال اور دشنام کا نہیں بلکہ یہ خفیف ہیں جواب کے واسطے چنانچہ صاحب البحر الرائق اور قہستانی نے اسکی تصریح
کی ہے اور بعضے محشیوں نے کہا ہے کہ انت واحدۃ میں احتمال دشنام کا موجود ہے یعنی تو بدکاروں میں یکتا ہے چنانچہ منح الغفار میں اسکی تصریح ہے اور اعتدی میں بھی احتمال دشنام ہے
یعنی شمار کر اپنے قبائح کو جو تجھ سے صادر ہوئے کذا فی حاشیۃ المدنی ففی حالۃ الرضاء ای غیر الغضب والمذاکرۃ تتوقف الاقسام الثلثۃ تاثیرا علی النیۃ للاحتمال
تو حالت رضامندی میں یعنی سوائے حالت خفگی اور مذاکرہ طلاق میں تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہے بسبب احتمال کے یعنی اس حالت میں احتمال ہے کہ
زوج نے ان الفاظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نکی ہو اور قرینہ کوئی موجود نہیں تو بدون نیت کے ایقاع طلاق کی کوئی وجہ نہیں اگر کوئی کہے کہ جو الفاظ کہ جواب کے واسطے
مخصوص ہیں تو لائق یوں ہے کہ رضامندی میں اونسے طلاق بدون نیت کی بھی واقع ہو جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مطلب نہیں ہیں کہ وہ الفاظ فقط جواب طلاق
کے واسطے موضوع ہیں بلکہ وہ الفاظ مطلق کلام کے جواب ہیں اور اگر عورت نے طلاق کا سوال کیا اور زوج نے جواب کا لفظ کہا تو یہ حالت مذاکرہ طلاق کی ہو گئی
اس حالت میں وقوع طلاق نیت پر موقوف نہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی والقول له بیمینه فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفها له فی منزله فان ابی رفعته
الی الحاکم فان نکل فرق بینهما مجتبی اور قول زوج کا قسم کے ساتھ معتبر ہے عدم نیت میں اور کفایت کرتا ہے قسم لینا عورت کا زوج سے اوسکے گھر میں
سو اگر زوج نے قسم کھانے سے انکار کیا تو عورت نالش کرے اوسکی حاکم سے سو اگر زوج وہاں بھی قسم نکھاوے تو قاضی دونوں میں جدائی کرا دے کذا فی
المجتبی لیکن قسم نہ کھانا غیر مجلس قاضی میں باعث تفریق کا نہیں وفی الغضب توقف الاولان ان نوی وقع والا لا اور خفگی کی حالت میں دونوں قسمیں
پہلی نیت پر موقوف رہینگی یعنی جو قسم صلاحیت رد اور جواب کی رکھتی ہے اور جو کہ لیاقت دشنام اور جواب کی رکھتی ہے اگر وہ پہلی قسموں سے نیت طلاق کی کی
تو طلاق واقع ہوگی اور اگر نیت نکی تو نہ واقع ہو گی لیکن جو الفاظ جواب کے واسطے متعین نہیں حالت غضب میں اونسے بلا توقف نیت کے طلاق واقع ہو جاویگی

یعنی باقی الفاظ کنایات سے تین طلاق کی نیت کرنا صحیح ہے سوا لفظ اختاری کے اسواسطے کہ تین طلاق کی نیت کرنا لفظ اختاری میں بھی صحیح نہیں چنانچہ اعتدی اور استبرئی رحمک اور
انت واحدۃ میں صحیح نہیں چنانچہ باب تفویض طلاق میں اسکی تصریح آویگی اور اس لفظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور یہ امر کہ بیدک ہی سے ہوتی ہے تا وقتیکہ عورت اپنی ذات کو طلاق نہ دے
چنانچہ اسکا بیان بھی باب تفویض طلاق میں آویگا البائن إن نواها والثنتين لما تقرر ان الطلاق مصدر لا يحتمل العدد لفظ بائن فاعل ہے یقع یا تقع کا
یعنے باقی الفاظ کنایات سے ایک طلاق بائن واقع ہوتی ہے اگر ایک طلاق کی نیت کی یا دو کی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ لفظ طلاق مصدر ہے محتمل نہیں ہے عدد کا تو طلاق سے دو کا
ارادہ کرنا صحیح نہوگا دو کی نیت کرنے سے بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی لیکن علیت کل الفاظ کنایات میں ظاہر نہیں ہوتی اسواسطے کہ سرحتک وفارقتک وخلیۃ وبریۃ میں مصدر نہیں کذا فی
حاشیۃ الطحطاوی وثلث إن نواه للوحدة الجنسية ولذا صح في الأمة نية الثنتين اور الفاظ باقیہ کنایات سے تین طلاقیں واقع ہونگی اگر زوج تین طلاق کی
نیت کریگا بسبب وحدت جنسی کے اور اسیواسطے ان الفاظ سے لونڈی کے حق میں دو طلاق کی بھی نیت کرنا صحیح ہے خلاصہ یہ کہ مصدر موضوع ہے وحدت کیواسطے خواہ وحدت حقیقی ہو چنانچہ ایک میں
یا وحدت جنسی ہو چنانچہ تین میں تو تین فرد حکمی ہوئی اسواسطے کہ تین حرہ کے حق میں کل طلاق ہیں اور اسیطرح دو لونڈی کے حق میں فرد حکمی ہیں اسواسطے کہ کل طلاق ہیں قال اعتدی

ثلثا ونوى بالأول طلاقا وبالباقي حيضا صدق قضاء لنيته حقيقة كلامه زوج نے زوجہ سے اعتدی کا لفظ تین بار کہا اور نیت کی اول لفظ سے
طلاق کی اور باقی دوسرے اور تیسرے لفظ سے حیض کی تو اوسکی تصدیق کیجاویگی قضا میں بسبب نیت کرنے حقیقت کلام اپنے کے اسواسطے کہ اعتداد کے حقیقی معنی حیض ہے اور طلاق
مجاز ہے تو حیض والی صورت میں جب زوج نے حیض کا ارادہ کیا بعد لفظ اعتدی کے تو معنی حقیقی کا ارادہ کیا تو بلا شبہہ اوسکی قضا میں تصدیق ہوگی اور جب قضا میں تصدیق ہوگی
تو دیانت میں بھی ہوگی وإن لم ينو بالباقي شيئا فثلث لدلالة الحال بنية الأول اور اگر نیت نکی باقی سے کچھ نہ طلاق کی نہ حیض کی تو تین طلاق واقع
ہونگی بواسطے دلالت حال کے بسبب نیت کرنے طلاق کے لفظ اول سے یعنی جب زوج نے اول لفظ اعتدی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو بسبب اس قرینہ
کے باقی دونوں لفظوں سے بھی طلاق کا تعین ہوگیا تو اس صورت میں نفی نیت زوج کی تصدیق نہوگی قضا میں لیکن دیانت میں طلاق نہ واقع ہوگی مگر اول لفظ سے کذا فی
حاشیۃ المدنی حتى لو نوى بالثاني فقط فثنتان أو بالثالث فواحدة دلالت حال یہانتک معتبر ہے کہ اگر زوج صرف لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کریگا
تو دو طلاق واقع ہونگی ایک طلاق لفظ ثانی سے اور دوسری طلاق لفظ ثالث سے اسواسطے کہ جب زوج نے لفظ ثانی سے طلاق کا ارادہ کیا تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی تو لفظ
ثالث سے بھی بقرینہ حالیہ طلاق ثابت ہوگی اور اگر فقط لفظ ثالث سے طلاق کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اسواسطے کہ اول دو لفظوں میں حالت مذاکرہ طلاق کی نہ پائی گئی
ولو لم ينو بالكل لم يقع اور اگر زوج نے کل الفاظ ثلثہ سے نیت طلاق کی نکی تو ایک طلاق بھی نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال میں کوئی قرینہ نہیں نیت کا اور اگر
اون الفاظ سے حیض کی نیت کریگا تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وأقسامها أربعة وعشرون ذكرها الكمال اور مسئلہ اعتدی کے جب تین بار کہے
چوبیس قسمیں ہیں فتح القدیر میں کمال الدین نے اونکو ذکر کیا ہے اونمیں سے چھ قسموں میں ایک طلاق واقع ہوتی ہے اور گیارہ میں دو طلاق واقع ہوتی ہیں اور چھ میں
تین طلاقیں ہوتی ہیں اور ایک قسم میں مطلق طلاق نہیں ہوتی پہلی صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے حیض کی نیت کی اسمیں ایک طلاق ہوگی دوسری صورت یہ کہ فقط
تیسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی تیسری یہ کہ تیسرے لفظ سے فقط حیض کی نیت کی چوتھی یہ کہ دوسرے لفظ سے طلاق اور تیسرے لفظ سے حیض کی نیت کی
پانچویں یہ کہ ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی چھٹی یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی اور ثالث سے حیض کی نیت کی ان چھ صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی ساتویں
یہ کہ فقط دوسرے لفظ سے طلاق کی نیت کی آٹھویں یہ کہ اول سے طلاق اور ثانی سے حیض کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نکی نویں یہ کہ اول دو لفظوں سے حیض کی
نیت کی اور ثالث سے کچھ نکی دسویں یہ کہ اول و ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی گیارہویں یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے
حیض کی بارہویں یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور ثانی سے حیض کی تیرہویں یہ کہ اول اور ثانی سے حیض اور ثالث سے طلاق کی نیت کی چودہویں
یہ کہ اول اور ثالث سے حیض اور ثانی سے طلاق کی نیت کی پندرہویں یہ کہ ثانی سے حیض کی نیت کی باقی سے کچھ نیت نکی سولہویں یہ کہ اول سے طلاق اور

ثالث سے حیض کی نیت کی اور ثانی سے کچھ نیت نکی سترھوین یہ کہ ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور اول سے کچھ نیت نکی ان گیارہ صورتون مین یعنی ساتوین سے سترھوین تک دو طلاقین
واقع ہونگی اٹھارھوین یہ کہ لفظ اول سے حیض کی نیت کی اونیسوین یہ کہ اول اور ثانی سے طلاق کی نیت کی اور ثالث سے کچھ نیت نکی بیسوین یہ کہ اول اور ثالث سے طلاق کی نیت کی اور
ثانی سے کچھ نیت نکی اکیسوین یہ کہ اوس سے حیض کی اور ثانی اور ثالث سے طلاق کی نیت کی بائیسوین یہ کہ الفاظ ثلثہ سے طلاق کی نیت کی تیئیسوین یہ کہ اول سے طلاق کی نیت کی اور
ثانی اور ثالث سے کچھ نیت نکی ان چھہ صورتون مین یعنی اٹھارھوین سے بائیسوین تک تین طلاقین واقع ہونگی چوبیسوین صورت یہ کہ الفاظ ثلثہ سے کچھ نیت نکی تو کچھ نہ واقع ہوگا اور قاعدہ کلیہ
ان مسائل کو دریافت کرنیکا یہ ہیکہ جب ایک لفظ سے طلاق کی نیت کی تو حالت مذاکرہ طلاق کی پائی گئی سو مابعد وس لفظ کی نفی نیت کی تصدیق نہوگی ہان اگر مابعد مین
حیض کی نیت کریگا تو صحیح ہوگی اور اگر کسی لفظ سے طلاق کی نیت نکریگا تو صحیح ہوگا اور اسیطرح قبل منوی کی عدم نیت صحیح ہے مثلاً لفظ ثانی سے طلاق کی نیت کی تو ثانی مین نفی نیت مقبول
نہوگی اسواسطے کہ بعد منوی کے واقع ہے اور لفظ اول مین عدم نیت طلاق کی البتہ مقبول ہے اسواسطے کہ قبل منوی کے واقع ہے اور اگر کسی لفظ سے حیض کی نیت کی اور اوسکے قبل طلاق کی
نیت نہین تو اوس سے حیض کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور اگر اوسکے قبل طلاق کی نیت ہوچکی ہے تو حیض کی نیت سے طلاق نہ واقع ہوگی اگر اس قاعدہ کو خوب غور کرے
تو مسائل مذکورہ کا حکم نکالنا آسان ہوجاویگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً عن البحر ویزاد لو نوی بالکل واحدۃ فواحدۃ دیانۃ وثلث قضاءً اور چوبیس قسمون کو یہ
ایک قسم اور زیادہ کی گئی ہے کہ اگر کل الفاظ ثلثہ سے ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی دیانت مین بنظر احتمال تاکید کے اور تین طلاق ہونگی قضا مین اسواسطے
کہ تاکید خلاف ظاہر ہے ولو قال انت طالق اعتدی او عطفہ بواو او فاء فان نوی واحدۃ فواحدۃ او ثنتین وقعتا واذا لم ینو ففی الواو
ثنتان وفی الفاء قیل واحدۃ وقیل ثنتان اور اگر کہا زوج نے انت طالق اعتدی بدون عطف کے یا لفظ اعتدی کو عطف کیا واو سے یا فاء سے یعنی
یون کہا کہ انت طالق واعتدی یا یون کہا کہ انت طالق فاعتدی سو اگر ان دونون صورتون مین ایک طلاق کا ارادہ کیا تو ایک ہی طلاق ہوگی یا دو طلاق کا قصد کیا تو دو واقع
ہونگی اور اگر کچھ نیت نکی تو انت طالق واعتدی مین دو طلاق واقع ہونگی اور فاعتدی مین بعضون کے نزدیک ایک طلاق اور بعضون کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگی طلقہا
واحدۃ بعد الدخول فجعلہا ثلثا صح کما لو طلقہا رجعیا فجعلہ قبل الرجعۃ بائنا او ثلثا ایک طلاق بائن دی بعد دخول کے پھر اوس ایک
طلاق کو تین طلاق کر ڈالا تو یہ ایک کا تین کر ڈالنا امام کے نزدیک صحیح ہے چنانچہ یہ بھی صحیح ہے کہ اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر اوسکو قبل رجعت کے بائن کر ڈالا
یا ایک رجعی کو تین کر ڈالا وکذا لو قال فی العدۃ الزمت امرأتی ثلث تطلیقات بتلک التطلیقۃ او الزمتہا تطلیقتین بتلک التطلیقۃ
فہو کما قال اور اسیطرح اگر کہا زوج نے عدت مین کہ لازم کردی اپنی عورت کو تین طلاق اوسی ایک طلاق سے جسکے سبب عدت مین تھی یا یون کہا
کہ مین نے اوسکو دو طلاق لازم کر ڈالی اوسی ایک طلاق سے تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا یعنی وہ عورت اوسپر حرام ہوگئی اور کبھی اوسکو حلال نہوگی بغیر بعد
طلاق زوج ثانی کے ولو قال ان طلقتک فہی بائن او ثلث ثم طلقہا یقع رجعیا لان الوصف لا یسبق الموصوف کما قدمنا اور اگر کہا
کہ اگر تجھکو طلاق دون تو وہ طلاق بائن ہوگی یا تین پھر اوسکو طلاق دی تو رجعی واقع ہوگی نہ بائن اور نہ تین اسواسطے کہ صفت مقدم نہین ہوتی موصوف پر یعنی
بائن یا تین ہونا صفت ہے طلاق کی تو طلاق پر کیونکر مقدم ہوگی چنانچہ یہ امر سابق مذکور ہوچکا اوسکو یاد کر الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن
بشرط العدۃ طلاق صریح لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو اور لاحق ہوتی ہے طلاق بائن کو بشرط عدت کے یعنی اول کہا انت طالق پھر کہا انت طالق یا طلاق عوض
مال کے دی تو یہ دوسری طلاق بھی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح لاحق ہوتی ہے صریح کو یا اول یون کہا کہ انت بائن پھر کہا انت طالق تو یہ دوسرے بھی طلاق
واقع ہوگی اور بائن ہوجاویگی اسواسطے کہ طلاق سابق کا بائن ہونا مانع ہوا رجعی ہونے سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والبائن یلحق الصریح
اور طلاق بائن لاحق ہوتی ہے طلاق صریح کو بشرط عدت کے مثلاً اول یون کہا کہ انت طالق پھر کہا انت بائن تو طلاق ثانی بھی واقع ہوگی الصریح ما لا یحتاج
الی نیۃ بائنا کان الواقع بہ او رجعیا فتح فمنہ الطلاق الثلث فیلحقہما طلاق صریح وہ ہے جو محتاج نہو نیت کا خواہ صریح سے طلاق بائن واقع ہو

یا رجعی کذا فی فتح القدیر سو طلاق صریح مین داخل ہی تین بار طلاق دینا تو یہ طلاق ثلث صریح اور بائن دونون کو لاحق ہوگی ھ بعضون نے کہا کہ طلاق صریح وہ ہو جس سے رجعی
واقع ہو شارح نے اس قول کو ذکر کیا تعمیم صریح کی ثابت کرکے اور فی الواقع طلاق عوض مال یا طلاق ثلث یا طلاق عوض مال اگر بائن ہوگی چنانچہ بعضون کا گمان ہے تو طلاق بائن کو نہ لاحق
ہوگی حالانکہ دونون اوسکو لاحق ہوتی ہین کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الطَّلاقُ علی مالٍ فیلحقُ الرجعیَّ ویجبُ المالُ والبائنَ ولا یلزمہ المالُ کما فی الخلاصۃ
اور اسیطرح طلاق عوض مال کی صریح مین داخل ہے تو لاحق ہوگی طلاق رجعی کو اور مال دینا عورت کو واجب ہوگا اور بائن کو لاحق ہوگی اور مال دینا اوسمین لازم نہ آویگا کذا فی الخلاصۃ
ھ رجعی کے بعد مال دینا اسواسطے واجب ہوا کہ رجعی مین زوج کو اختیار ہے کہ رجوع کرے اور عورت کو چھوڑے تو عورت نے اپنی جان چھوڑانے کا بدلا دیا اور بائن مین زوج کا
عورت پر بدون اوسکی رضامندی کے کچھ اختیار باقی نہ رہا تو عوض دینے کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فالمعتبرُ فیه اللفظُ لا المعنٰی علی المشهور تو معتبر طلاق کی صریح اور
بائن ہونے مین لفظ ہے نہ معنی بنا بر قول مشہور کے یعنی اگر لفظ محتاج نیت کا نہین تو وہ صریح ہے خواہ طلاق اوس سے بائن پڑے یا رجعی تو صریح مین طلاق ثلث اور طلاق
عوض مال کے داخل ہوئی اور جو کہ بلفظ حرام ہے وہ بائن مین داخل ہے اسواسطے کہ عدم احتیاج نیت کی اوسمین طاری ہوگئی ہے بسبب شیوع استعمال عرفی کے
لا یلحقُ البائنُ البائنَ اذا امکن جعلُه اخبارًا عن الاوّل کانت بائنٌ بائنٌ او ابنتُكِ بتطلیقةٍ ولا یقعُ لانہ اخبارٌ فلا ضرورةَ فی جعلہ انشاءً
نہین لاحق ہوتی طلاق بائن اول طلاق بائن کو جب ممکن ہو دوسری بائن کو اول بائن سے خبر ڈالنا چنانچہ اول کہا انت بائن دوسری بار کہا انت بائن یا دوسری بار
یون کہا کہ ابنتک بتطلیقۃ یعنی مینے تجھکو ایک طلاق بائن کرکے جدا کیا تو یہ دوسری بائن نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ یہ اخبار ہے اول سے تو کچھ ضرورت نہین اسکے انشاء
طلاق ٹھہرانے مین یعنی بائن ثانی سے دوسری طلاق بائن پیدا کرنا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ اسکا خبر ڈالنا اول سے ممکن ہے یعنی اول کلام سے طلاق واقع کی
اور کلام ثانی سے وقوع طلاق سابق کی خبر دی ھ یہ جو کہا کہ بائن بائن سے ملحق نہین ہوتی مراد یہ ہے کہ جو بائن بلفظ کنایات ہے وہ ملحق نہین ہوتی اور اگر بائن
بلفظ کنایہ نہین تو وہ واقع ہوتی ہے چنانچہ اگر اول یون کہا کہ انت طالق افحش الطلاق پھر دوسری بار کہا انت طالق افحش الطلاق تو یہ طلاق ثانی بھی واقع
ہوگی اور یہ جو شارح نے کہا اخبار کی مثال انت بائن بائن کر ذکر کے خوب نہین بلکہ یون کہنا مناسب تھا کہ انت بائن انت بائن اسواسطے کہ یہان مراد اخبار
سے خبر نحوی نہین بلکہ جملہ خبر یہ مراد ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی بخلاف ابنتُكِ باخرٰی وانتِ طالقٌ بائنٌ او قال نویتُ البینونةَ الکبرٰی لتعذّرِ
حملِه علی الاخبار فیجعلُ انشاءً بخلاف سابق کے یہ ہے کہ اول طلاق بائن دی پھر کہا کہ مین نے تجھکو دوسری طلاق کر بائن کیا یا اول طلاق
بائن دی پھر کہا انت طالق بائن یا اول کہا انت بائن پھر کہا انت بائن اور کہا کہ مین نے ثانی بائن سے بینونت کبرٰی یعنی بہت بڑی جدائی کی نیت کی
تو ان تینون صورتون مین دوسری طلاق بھی واقع ہوگی بسبب تعذر محمول کرنے اس کلام کے اخبار پر تو یہ کلام ثانی انشاء طلاق قرار دیا جاویگا
ھ صورت اول مین لفظ اخری کا مانع ہے حمل اخبار کا اور صورت ثانی مین لفظ طلاق کا صریح ہے اور حمل اخبار کا نہین ہوتا مگر کنایہ مین اور لفظ بائن کا لغو ہے اور
صورت ثالث مین بینونت کبرٰی یعنی طلاق ثلث کا ارادہ کیا پھر جب ان تینون صورتون مین بسبب وجوہ مذکورہ کے حمل علی الاخبار نہو سکا تو خواہ مخواہ دوسری طلاق
بائن بھی واقع ہوئی ولِذا وقع المعلَّقُ کما قال الا اذا کان البائنُ معلقًا بشرطٍ او مضافًا قبلَ ایجادِ المنجّزِ البائنِ کقوله اِن دخلتِ الدارَ
فانتِ بائنٌ ناویًا الطلاقَ ثم ابانَها ثم دخلتْ بانتْ باخرٰی لانه لا یصلحُ اخبارًا اور اسیواسطے یعنی بسبب تعذر حمل اخبار کے واقع ہوتی
ہے طلاق معلق چنانچہ مصنف نے کہا کہ بائن ملحق نہین ہوتی بائن سے مگر جبکہ بائن معلق شرط پر ہو یا کہ بائن مضاف ہو قبل واقع کرنے منجز بائن کے یعنی اول
تعلیق یا اضافت ہو بعد اسکے منجز بائن یعنی طلاق بائن بلا شرط واقع ہوئی مانند قول زوج کے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو بائن ہوگی تو یہ کہا طلاق کی نیت سے
پھر اس کہنے کے بعد عورت کو طلاق بائن دی پھر عورت گھر مین داخل ہوئی تو اوسپر دوسری طلاق بائن پڑے گی اسواسطے کہ طلاق معلق کو صلاحیت نہین خبر واقع
ہونے کی اسواسطے کہ تعلیق قبل ہو چکی تھی اور خبر نہین ہوتی مگر بعد منجز شدہ کے ومثلہ المضافُ کانتِ بائنٌ غدًا ثم ابانَها ثم دخلتْ بالغدِ یقعُ اخرٰی

اور مانند معلق کے ہے مضاف چنانچہ اول زوج نے کہا کہ تجھکو طلاق بائن ہے کل پھر اوسکو آج ہی طلاق بائن دی پھر جب دوسرا دن آویگا تو دوسری طلاق بائن واقع ہوگی بسبب [illegible]
سابقہ کے اسواسطے کہ مضاف بھی بسبب مناسبت سابقہ کی خبر نہیں ہوسکتا و فی البحر عن الوہبانیۃ انتِ بائنٌ کنایۃٌ معلّقاً کان او منجّزاً فیفتقر الی النیۃ اور
بحر الرائق میں ہے وہبانیہ سے کہ انتِ بائن یہ کنایہ ہے طلاق سے خواہ معلق ہو خواہ منجز تو لفظ بائن کا محتاج ہے نیت کی طرف اس قول سے شارح نے استدلال کیا کہ لفظ بائن میں نیت کرنا
ضرور ہے بدون نیت کے طلاق نہوگی ولو قال اِنْ دخلتِ الدارَ فانتِ بائنٌ ثم قال اِن کلّمتِ زیداً فانتِ بائنٌ ثم دخلتِ الدار بانت ثم
ثُمّ کلمتہ یقع اخریٰ ذخیرۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو بائن ہے پھر کہا اگر تو زید سے بولے گی تو تو بائن ہے پھر زوجہ گھر میں داخل ہوئی تو ایک طلاق بائن
پڑی پھر وہ زید سے بولی تو دوسری طلاق بائن اوسپر واقع ہوگی کذا فی الذخیرہ یہ مثال ہے دو معلق بائن کی و فی البزازیۃ اِنْ فعلتُ کذا فحلالُ اللّٰہِ علیّ حرامٌ ثُمّ
قال کذلک لامرٍ اٰخر ففعل احدہما بانت وکذا لو فعل الثانی علی الاشبہ فلیحفظ اور بزازیہ میں ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر میں ایسا کروں یعنی مثلاً اگر شراب
پیون تو اللہ کا حلال مجھپر حرام ہے پھر اسیطرح دوسرے امر کے واسطے کہا یعنی مثلاً اگر میں ترک صلوۃ کروں تو حلال خدا کا مجھپر حرام ہے سو زوج نے کوئی اون دونون میں سے کیا تو اوسکی
عورت پر ایک طلاق بائن پڑی اور اسیطرح اگر دوسرا امر کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی بنا بر قول اشبہ کے سو اسکو یاد رکھنا چاہیے قَیّد بالقَبْلِیَّۃِ لانہ لو ابانہا اولاً
ثم اضاف البائنَ او علّقہ لم یصح کتنجیزہ بدائع مصنف نے مقید کیا معلق کو قبلیت کے اسواسطے کہ اگر عورت کو طلاق بائن دیگا پھر مضاف کریگا بائن یا معلق کو تو
صحیح نہوگا مثل تنجیز بائن کے کذا فی البدائع یعنی جیسے بائن بالتعلیق بعد بائن کے صحیح نہیں ویسے ہی تعلیق اور اضافت بعد بائن کے درست نہیں ویُستثنیٰ ما فی
البزازیۃ قال کلُّ امرأۃٍ لہ طالقٌ لم یقع علی المختلعۃ اور اوس قاعدہ سے کہ طلاق صریح بائن کو لاحق ہوتی ہے وہ روایت جو بزازیہ میں ہے مستثنیٰ ہے کہ کہا مرد نے
ہر عورت کہ اوسکی ہے وہ طالق ہے تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی مختلعہ پر یعنی وہ عورت جسپر طلاق بدلے مال کے واقع ہوئی اسواسطے کہ صریح بائن کو اوسوقت لاحق ہوتی
ہے جبکہ عورت کیطرف خطاب ہو طلاق کا یا اشارہ ہو اوسکی طرف اور یہان نہ خطاب ہے نہ اشارہ کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال اِنْ فعلتُ کذا فامرأتہ کذا لم یقع علی
المبانۃ اور اگر کہا کہ اگر میں ایسا کرون تو اوسکی عورت ایسی ہے یعنی طالق ہے تو نہ واقع ہوگی معتدہ بائن پر اسواسطے کہ بائن سے نکاح جاتا رہتا ہے تو وہ اوسکی
عورت نہیں علاوہ اسکے خطاب و اشارہ یہان بھی نہیں وقد ضبط الکلَّ ما قیل ع کلٌّ اجِزْ لا بائناً مع مثلہ + الّا اذا علّقتہ من قبلہ + الّا بکلّ
فانہ خالعٌ + والحقِ الصریحَ بعدہ لم یقع + اور جمع کردی ہین نظم مین بعضے علما نے تمام لحوق کی صورتین مع استثنی اور عدم لحوق کی صورتین مع استثنی یعنی طلاق
بائن کی ہر صورت کے لحوق کو جائز رکھ نہ جائز جان بائن کے لحوق کو ساتھ بائن کے مگر جبکہ تو نے تعلیق کی ہو بائن کی قبل بائن کے یعنی اس صورت مین بائن لاحق ہوگی بائن سے
صریح بعد بائن کے لاحق ہوتی ہے مگر اس صورت مین کہ کل امرأۃ لہ طالق کہا اور حالانکہ اول خلع کیا اور طلاق صریح کو بعد خلع کے لاحق کیا تو یہ طلاق صریح بعد بائن سے کے
واقع ہوگی اور بعضی نسخون مین مصرع اولی یون ہے بہ لحوقاً اجز لا بائناً مع مثلہ یعنی ہر لحوق کو جائز جان نہ بائن بعد بائن کے کلُّ فُرقۃٍ ہی فسخٌ من کلّ وجہٍ کاسلامٍ
وارتدادٍ مع لحاقٍ وخیارِ بلوغٍ وعتقٍ لا یقع الطلاقُ فی عدّتہا مطلقاً جو جدائی کہ وہ فسخ نکاح ہے ہر طرح سے جیسے مسلمان ہونا زوجین مین سے کسی کا یا مرتد ہونا
ساتھ جانے کے اور دار الحرب مین جا کر ملنا اور خیار بلوغ کا عورت یا مرد کو یا خیار عتق عورت کا تو نہ واقع ہوگی طلاق اوسکی عدت مین مطلقا نہ طلاق صریح نہ بائن نہ منجز نہ معلق خواہ
بعوض ہو خواہ بیعوض ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وکلُّ فُرقۃٍ ہی طلاقٌ یقعُ الطلاقُ فی عدّتہا علی نحو ما بیّنّا اور جو جدائی کہ وہ طلاق ہے تو واقع
ہوگی طلاق اوسکی عدت مین اوسطرح پر واقع ہوگی جیسا کہ ہمنے بیان کیا یعنی الصریح یلحق الصریح الی آخرہ **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے انما یلحق الطلاق
لمعتدۃ الطلاقِ امّا المعتدّۃُ للوطیِ بشبہۃٍ فلا یلحقہا خلاصہ طلاق تو اوس عورت کو لاحق ہوتی ہے جو طلاق کی عدت مین ہے اور جو عورت
وطی بشبہ سے کی عدت مین ہے اوسکو طلاق نہین لاحق ہوتی کذا فی الخلاصہ ثم اسیطرح نکاح فاسد اور لونڈی جبکہ آزاد ہو جاوے تو اوسکی عدت مین بھی
نہین لاحق ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحاوی و فی القنیۃ زوّج امرأتہ من غیرہ لم یکن طلاقاً ثم رقم اِن نوی طُلّقت اور قنیہ مین ہے کہ زوج نے

نکاح کردیا اپنی زوجہ کا غیر سے تو یہ نہیں طلاق نہیں اسواسطے کہ تزویج نہ طلاق صریح ہے نہ کنایہ ہے پھر صاحب قنیہ نے بعض مشائخ کیطرف اشارہ کرکے رقم کیا کہ اگر زوج اس تزویج
سے طلاق کی نیت کریگا تو عورت مطلقہ ہوگی اور ظاہر اسوجہ طلاق معتمد ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن البحر اذھبی فتزوجی یقع واحدۃ بلا نیۃ کما لو قال زوج نے زوجہ سے
کہ جا اور نکاح کرلے تو اس قول سے ایک طلاق بدون نیت کے واقع ہوگی کذا فی البزازیہ اور قاضیخان کی شرح جامع صغیر میں یون ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اذھبی فتزوجی اور طلاق کی نیت نکی
تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ مطلب یہ ہے کہ تو نکاح کرلے اگر تجھکو نکاح ممکن اور حلال ہو تو ان دونون روایتون میں اختلاف ثابت ہوا اور دونون قولون میں واو اور فا کا
فرق نکالنا نہایت بعید ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن البحر وکذا اذھبی الی جھنم یقع ان نوی خلاصۃ کما لو زوج نے زوجہ سے کہا کہ جہنم کو جا تو اس قول سے طلاق واقع ہوگی
اگر زوج نے طلاق کی نیت کی کذا فی الخلاصہ تو مراد اس قول سے گالی اور طلاق ہے وکذا اذھبی عنی اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے
کہ جا میرے پاس سے وافلحی اور اسیطرح افلحی سے بشرط نیت کے طلاق واقع ہوتی ہے اسواسطے کہ افلحی بمعنی اذھبی کے ہے یعنی جا رخصت کے وقت عرب بولتے ہیں افلح بخیر اور یہ بھی
محتمل ہے کہ افلحی بمعنی اظفری بمرادک ہو یعنی اپنا مطلب حاصل کر کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن البحر الرائق فسخت النکاح اور اسیطرح بشرط نیت کے طلاق واقع
ہوتی ہے اس قول سے کہ مین نے نکاح کو فسخ کردیا وقوع طلاق میں اس قول سے شاید نیت اسواسطے شرط ہوئی کہ نکاح کی نسبت زوجہ کیطرف نہیں یعنی یون نہیں کہا کہ
مین نے تیرا نکاح فسخ کردیا اور اگر عورت کیطرف نسبت کرے تو نیت کی حاجت نہو لیکن مشکل یہ ہے کہ اس قول کو الفاظ طلاق صریح میں شمار نہین کیا تو یہ مقتضی ہے احتیاج نیت کا
مع صورت مسئلہ تحریر او یعنی بلاتے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن الشیخ الرحمتی وانت علی کالمیتۃ او کلحم الخنزیر او حرام کالماء لانہ تشبیہ بالسرعۃ
اور اسیطرح بشرط نیت طلاق واقع ہوتی ہے اس قول سے کہ تو میرے نزدیک مثل مردار کے ہے یا مثل سور کے گوشت کے ہے یا تو مجھپر حرام ہے مثل پانی کے اسواسطے
کہ تشبیہ ہے جلدی اور شتابی میں گویا یون کہا کہ تو مجھپر حرام ہے نہایت جلد جیسے پانی میں جلدی ہوتی ہے بجھنے کی وقت ولا یقع باربعۃ طرق علیک مفتوحۃ
وان نوی مالم یقل خذی ای طریق شئت اور نہیں واقع ہوتی طلاق اس قول سے کہ چارون رستے تجھپر کھلے ہیں اگرچہ نیت طلاق کی بھی کرے جبتک یون نکہے
کہ تو لے جس راہ کو کہ تو چاہے ف یہان چند الفاظ کنایات طلاق کا ذکر کرنا یہان مناسب معلوم ہوا اسواسطے مزید افادہ طالبین کے انکا تحفہ انکے سامنے لکھتے ہیں
[illegible] یعنی تو [illegible] ہے جیسے [illegible] حبلک علی غاربک یعنی تیری رسی تیری گردن پر ہے یہ استعارہ ہے کنایہ ہے عرب کا دستور ہے کہ جب اونٹنی کو چھوڑ دیتے ہین تو اپنا
[illegible] رسی اسکی گردن پر ہی ڈال دیتے ہیں [illegible] الحقی باہلک یعنی اپنے لوگون میں جا مل وھبتک لاہلک اور ابیک اور امک یعنی میں نے تجھکو تیرے لوگون کو دیا یا تجھکو تیرے باپ کو
یا تیری ماں کو دیا [illegible] یعنی میں نے تجھکو [illegible] تیرے لوگون کو پھیر دیا اور ان صورتون مین [illegible]
[illegible] تو ان الفاظ سے طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ
زوج نے نیت بھی کی ہو [illegible] انت حرۃ یعنی تو آزاد ہو جا اظفری بمرادک یعنی تو اپنے مطلب کو حاصل کر [illegible]
خلع کی [illegible] لست لی بامراۃ یعنی تو میری جورو نہیں [illegible] لست لک بزوج یعنی میں تیرا زوج نہیں ولا نکاح بینی وبینک یعنی میرے اور تیرے
درمیان نکاح نہیں [illegible] فقال صدقت یعنی زوجہ نے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں سو شوہر نے کہا کہ تو
سچ کہا [illegible] ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگی بشرط نیت کے یا دلالت حال کے اور اگر
زوج نے کہا لا ارید [illegible] یعنی میں تجھکو نہیں چاہتا تجھسے محبت نہیں رکھتا مجھکو تیری خواہش نہیں تو ان الفاظ سے طلاق واقع نہیں
ہوتی اگرچہ نیت بھی کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاعن الملتقی والھندیہ

باب تفویض الطلاق

یہ باب ہے تفویض طلاق کا
لما ذکر ما یوقعہ بنفسہ بنوعیہ ذکر ما یوقعہ غیرہ باذنہ شارح کہتا ہے جب کہ مصنف ذکر کر چکا اوس طلاق کو کہ جسکو زوج خود واقع کرتا ہے
دونون قسمون کے ساتھ یعنی صریح اور کنایہ تو اب ذکر کیا اوس طلاق کو کہ جسکو غیر زوج [illegible] وانواعہ ثلاثۃ تفویض وتوکیل ورسالۃ

اور ایقاع غیر کی تین قسمیں ہیں ایک تفویض یعنی غیر کو طلاق کا مالک کر دینا دوسرے توکیل یعنی دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا تیسری قسم رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا فرق تفویض
اور توکیل میں یہ ہے کہ جسکو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہے اور توکیل میں وکیل مامور ہوتا ہے غیر کیواسطے عمل کرتا ہے اور رسالت تو محض نقل و سفارت سے عبارت ہے
والالفاظ التفویض ثلثة تخییر وامر بید ومشیئة اور الفاظ تفویض کے تین ہیں ایک تخییر دوسرا امر بالید تیسرا مشیت قال لها اختاری او امرک بیدک
ینوی تفویض الطلاق لانهما کنایة فلا یعملان بلا نیة او طلقی نفسک فلها ان تطلق فی مجلس علمها به مشافهة او اخبارا اگر کہا زوج نے
زوجہ سے کہ اختیار کر لے یا یوں کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے نیت کی ان دونوں لفظوں میں طلاق سپرد کرنے کی اسواسطے کہ یہ دونوں لفظ کنایۂ طلاق ہیں تو طلاق واقع
ہونے میں بدون نیت کے عمل کرینگے یا زوج نے یوں کہا کہ طلاق دے لے اپنی ذات کو تو ان تینوں صورتوں میں زوجہ کو اختیار ہے کہ اپنی ذات کو طلاق دے لیوے علم تفویض کی
مجلس میں یعنی جس جگہ عورت کو تفویض طلاق کا حال معلوم ہوا وہیں تک اسکو اختیار حاصل ہے خواہ بالمشافہ زوج سے اسکا علم ہوا ہو خواہ وکیل یا رسول سے خبر ہو گئی ہو
یا زوج کا خط آیا ہو وان طال یوما او اکثر ما لم یوقته ویمضی الوقت قبل علمها مجلس علم تک عورت کو اختیار حاصل ہے اگرچہ مجلس دراز ہو گئی ہو ایک دن تک
یا زیادہ مجلس طویل میں وہاں تک اختیار ہے جبتک زوج نے تفویض کا وقت نہیں ٹھہرایا اور حال یہ ہے کہ وقت معین گذر گیا قبل علم زوجہ کے یعنی مثلا زوج نے کہا تھا
کہ زوجہ کو جمعہ تک اختیار ہے پھر زوجہ کو خبر ہوئی بعد غروب آفتاب جمعہ کے تو تفویض باطل ہو گئی ما لم تقم لتبدل مجلسها حقیقة او حکما بان تعمل ما یقطعه
مما یدل علی الاعراض لانه تملیک فیتوقف علی قبولها فی المجلس لا توکیل فلم یصح رجوعه زوجہ کو اختیار باقی ہے جبتک مجلس علم سے نہ اوٹھے
اسواسطے کہ اوٹھنے میں اوسکی مجلس کا تبدل ہے حقیقت میں یا تبدل مجلس حکما ہو اس طرح پر کہ وہ کام کرنے لگی جو قاطع ہو اختیار کا اوس قسم سے جو دلالت کرے بے التفاتی اور روگردانی پر
اسواسطے کہ تفویض تملیک ہے تو موقوف ہو گی عورت کے قبول پر مجلس میں تفویض توکیل نہیں بلکہ تملیک ہے تو زوج کو تفویض سے رجوع کرنا صحیح نہیں حتی لو خیرها ثم حلف
ان لا یطلقها فطلقت لم یحنث فی الاصح تفویض تملیک ہے یہانتک کہ اگر زوجہ کو اختیار طلاق کا دیا پھر قسم کھائی کہ میں اوسکو طلاق نہ دونگا پھر عورت نے
خود طلاق دے لی تو زوج حانث نہو گا قول اصح میں اسواسطے کہ طلاق دینے والی عورت ہوئی نہ زوج اور اگر تفویض تملیک نہوتی بلکہ توکیل ہوتی تو عورت کی طلاق سے زوج حانث
ہوتا اسواسطے کہ وکیل کا فعل بعینہ موکل کا فعل ہوتا ہے اور اگر زوج بعد حلف کے زوجہ کو مختار کریگا تو بالاتفاق حانث ہو گا شارح کو مناسب تھا کہ حتی لو خیرها کے مقام پر
واو غیر لکھتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ بھی متفرع ہے تملیک تفویض پر کذا فی حاشیة المدنی لا تطلق بعده ای المجلس الا اذا زاد علی قوله طلقی نفسک واخواته
متی شئت او متی ما شئت او اذا شئت فلا یتقید بالمجلس نہ طلاق دے سکیگی عورت بعد مجلس علم کے مگر اوسوقت کہ زیادہ کرے اپنے قول طلقی نفسک
اور اسکے امثال پر لفظ متی شئت کا یا متی ما شئت کا یا لفظ اذا شئت کا یا اذا ما شئت کا تو اوسکے زیادہ کرنے سے اختیار عورت کا مجلس علم تک مقید نہو گا بلکہ ہر وقت
اوسکو اختیار باقی رہیگا اسواسطے کہ قول زوج کا یوں ترجمہ ہے کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے لے جب تو چاہے یا جسوقت تو ارادہ کرے ولا یصح رجوعه
لما مر اور نہیں صحیح ہے رجوع کرنا زوج کا اوس سبب سے جو مذکور ہو چکا یعنی تفویض تملیک ہے نہ توکیل جو پلٹ جانا درست ہوتا فاما فی طلقی ضرتک او قوله
لاجنبی طلق امرأتی فیصح رجوعه منه ولم یتقید بالمجلس لانه توکیل محض اور اس قول میں کہ طلقی ضرتک یعنی طلاق دے اپنی سوت کو
یا اس قول میں جو اجنبی سے کہا کہ تو طلاق دے میری عورت کو صحیح ہے رجوع کرنا اس قول سے اور یہ تخییر مقید اوسی مجلس کے نہیں اسواسطے کہ یہ قول محض توکیل
ہے مطلق تملیک نہیں اسواسطے کہ مامور اسمیں عمل غیر کے واسطے کرتا ہے نہ اپنے واسطے بخلاف مسئلہ سابقہ کے پھر جب توکیل ہوئی تو رجوع کرنا درست ہے
اور توکیل میں مجلس کی قید نہیں وفی طلقی نفسک وضرتک کان تملیکا فی حقها توکیلا فی حق ضرتها جوهرة اور اس قول میں کہ طلاق
دے اپنی ذات کو اور اپنی سوت کو تو یہ قول تملیک ہے مخاطبہ کے حق میں اور توکیل ہے اوسکی سوت کے حق میں کذا فی الجوهرة تو زوج کو طلاق دلانے مخاطبہ
سے رجوع کرنا درست نہیں اور اوسکی سوت کے طلاق دلانے سے رجوع درست ہے اور مخاطبہ کی تخییر مقید مجلس ہے بخلاف اوسکی سوت کے

اِلَّا اِذَا عَلَّقَه بِالْمَشِیَّةِ فَیَصِیْرُ تَمْلِیْکًا لَا تَوْکِیْلًا توکیل میں رجوع کرنا درست ہے مگر جبکہ زوج نے طلاق کو مشیت وکیل سے معلق کیا تو اوس وقت میں توکیل تملیک ہو جاویگی توکیل نہ باقی رہیگی یعنی اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تیرا جی چاہے تو اپنی سوت کو طلاق دیدے تو اب رجوع کرنا زوج کو اس قول سے جائز نہیں کیونکہ یہ توکیل نہیں بلکہ تملیک ہو گئی ہے اسواسطے کہ وکیل سے فعل مطلوب ہوتا ہے وکیل کا دل چاہے یا نہ چاہے اور جب اوسکی خواہش اور رائے پر رکھا تو اوسکو مالک کر دیا اسواسطے کہ اپنی خواہش کے موافق تصرف کرنا یہ صفت ہے مالک کی نہ وکیل کی اس قول سے نزدیک امام زفر کے کذا فی حاشیۃ المدنی والفرق بینہما فی خمسۃ احکام ففی التملیک لا یرجع ولا یعزل ولا یبطل بجنون الزوج ویتقید بمجلس ولا یعقل فیصح تفویضہ لمجنون وصبی لا یعقل بخلاف التوکیل بحر اور فرق درمیان توکیل اور تملیک کے پانچ حکموں میں ہے تملیک میں نہیں رجوع کر سکتا زوج اور نہیں معزول کر سکتا مملک کو اور باطل نہیں ہوتی تملیک زوج کے دیوانہ ہونے سے اور مقید ہوتی ہے تملیک مجلس سے اور نہیں مقید ہوتی مملک کی عقل سے تو صحیح ہے تفویض طلاق کی دیوانہ کو اور صبی بے عقل کو بشرطیکہ وہ دونوں کلام کر سکتی ہوں بخلاف توکیل کے کہ اوس میں رجوع کرنا اور وکیل کو معزول کرنا درست ہے اور موکل کے جنون سے وکالت باطل ہوتی ہے اور وکالت مقید بمجلس نہیں اور وکیل کے عاقل ہونے پر مقید ہے کذا فی بحر الرائق ہم عزل کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی ذکر عدم رجوع کافی ہے یعنی جب تملیک سے رجوع کرنا جائز نہ ہوا تو معزول کرنا بھی جائز نہ ہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی فَلَوْ جُنَّ بَعْدَ التَّفْوِیْضِ لَمْ یَقَعْ فَہُنَا شَیْءٌ ابْتِدَاءً لَا بَقَاءً عَکْسُ الْقَاعِدَةِ فَلْیُحْفَظْ ہاں اگر مفوض الیہ یعنی جسکو طلاق کی تفویض ہوئی مجنون ہو گیا بعد تفویض کے پھر اوسنے حالت جنون میں طلاق دی تو یہ طلاق نہ واقع ہوگی تو اس مسئلہ میں مسامحہ اور تساہل ہوا ابتداء میں نہ بقا میں بالعکس قاعدہ فقہیہ کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قاعدہ فقہیہ یہ کہ یتسامح فی البقاء ما لا یتسامح فی الابتداء یعنی مسامحہ کیا جاتا ہے بقاء امر میں ایسا جو کہ نہیں مسامحہ ہوتا ابتداء امر میں اور اس مسئلہ میں بالعکس اس قاعدہ کے ہوا یعنی ابتداء میں مسامحہ ہوا نہ بقا میں یعنی مجنون کو تفویض طلاق درست ہے اور اوسکا ایقاع بھی درست ہے اور اگر مفوض الیہ وقت تفویض کے عاقل ہو اور پھر مجنون ہو جاوے تو اوسکی طلاق درست نہیں اور سبب اسکا یہ ہے کہ جب مجنون کو زوج نے تفویض طلاق کی کی تو اوسکے ایقاع طلاق پر باوجود اوسکی بے عقلی کے راضی ہوا گویا طلاق کو مجنون زوجہ سے معلق کیا بخلاف اسکے اگر عاقل کو تفویض کی پھر وہ دیوانہ ہو گیا تو یہاں تفویض تھی اوسکی عقل کے اعتماد پر حالانکہ عقل بعد جنون کے باقی نہیں وصلوحٌ مُرَادٌ اقامتہ وانکاءُ القاعدۃ وقعود المتکئۃ ودعاء الاب وغیرہ للمشورۃ بفتح فضم المشاورۃ ودعاء الشہود للاشہاد علی اختیارہا الطلاق اذا لم یکن عندہا من یدعوہم سواء تحولت عن مکانہا اولا فی الاصح خلاصہ

اور قاطع مجلس کا نہیں ہے بیٹھا کھڑی عورت کا اور تکیہ لگانا بیٹھی کا اور اوٹھنا تکیہ لگانیوالی کا اور بلانا باپ کا یا غیر اوسکے کسی اور کا باہم صلاح کرنے کے واسطے اور بلانا گواہوں کا گواہ کرنے کے واسطے اپنی طلاق کی اختیار کرنے پر جبکہ عورت کے نزدیک کوئی اونکا بلا دینے والا نہ ہو خواہ اوس بلانے میں عورت اپنے مکان سے ٹل گئی ہو یا نہ ٹلی ہو دونوں برابر ہیں قول صحیح میں کذا فی الخلاصہ معلوم ہوا کہ اگر باپ وغیرہ کو صلاح کرنے کو نہ بلایا یا ہوتے ہوتے دوسرے بلا دینے والے کے عورت خود گواہوں کے بلانے کو گئی تو مجلس بدل گئی اوسکو اختیار نہ باقی رہا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی شارح نے کہا کہ مشورہ بفتح میم وضم شین بمعنی مشاورت ہے یعنی باہم صلاح کرنا اور مصباح میں تصریح ہے کہ مشورہ میں دو لغت ہیں لغت اول سکون شین کا اور فتح واو کا لغت ثانی ضمہ شین کا اور سکون واو کا اور قاموس میں ہے کہ مشورہ مفعلہ کے وزن پر ہے نہ مفعولہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی وایقاف دابۃ ہی راکبتہا لا یقطع المجلس اور ٹھہرانا اوس سواری کا جس پر عورت سوار ہے مجلس اختیار کو قطع نہیں کرتا ولو اقامہا او جامعہا مکرہۃ بطل لتمکنہا من الاختیار اور اگر زوج نے بعد تخییر کے عورت کو مجلس سے اوٹھا یا یا زبردستی اوس سے صحبت کی تو باطل ہو گیا اختیار عورت کا واسطے قادر ہونے عورت کے اختیار سے یعنی حالت اقامت اور حالت جماع میں عورت یوں کہنے پر قادر تھی کہ اخترت نفسی پھر جب کہ اوسنے نکہا تو اختیار باطل ہو گیا والفلک لہا کالبیت وسیر دابتہا کسیرہا حتی لا یتبدل المجلس بجری الفلک ویتبدل بسیر الدابۃ لاضافتہ الیہا اور کشتی عورت کے حق میں مانند کوٹھری کے ہے اور چلنا اوسکی

ادری کا مانند چلنے عورت کو ہے یہانتک کہ نہین بدلتی مجلس کشتی کو چلنیسے اور بدلتی ہے سواری کو چلنے سے واسطے منسوب ہونے چال کے عورت کی طرف اسواسطے کہ سواری کے چلانے پر جانور
قادر ہے بخلاف کشتی کے الا ان تجیب مع سکوتہ او یکون فی محمل یقودھا الجمال فانہ کالسفینۃ سواری کو چلانے سے مراد عورت کو خود چلنے سے
بدل جاتی ہے اگر اوسوقت مجلس نہین بدلتی جب عورت بول اوٹھے جواب مین زوج کو چپ رہنے کے ساتھ یعنی فوراً سنکر جانور رکے یا اپنے قدم اوٹھاتے ہی
کہدے یا اور اگر پہلے قدم اوٹھا پھر جواب دیا تو طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ناقلا عن الہندیہ یا کہ زوج اور زوجہ دونو ایک عماری مین ہون
اور اونٹ کو اونٹ والا ہانکتا ہو اوسوقت مین مثل کشتی کے ہے یعنی اوسکے چلنے سے مجلس نہین بدلتی وفی اختاری نفسک لا تصح نیۃ الثلث لعدم
تنوع الاختیار بخلاف انت بائن او امرک بیدک اور اختاری نفسک یعنی اپنی ذات کو اختیار کرلے اسمین صحیح نہین عورت کو تین طلاق کی نیت کرنا
بسبب عدم تنوع اختیار کے یعنی اختیار ایسا امر نہین جو چند قسم ہو بخلاف انت بائن کے یا امرک بیدک کے اسواسطے کہ بینونت چند قسم ہوسکتی ہے یعنی بینونت صغری اور بینونت
کبری تو اگر انت بائن مین تین طلاق کی نیت کریگی تو صحیح ہے بسبب تنوع کے اور اسیطرح امرک بیدک بھی چند قسم ہے زوج کو اختیار ہے یا طلاق کو پھر طلاق رجعی کو اختیار
کرے یا بائن کو پھر بینونت صغری کا ارادہ کرے یا کبری کا بخلاف اختاری نفسک کے کہ اوسمین تنوع اور تعدد کو گنجائش نہین اسواسطے کہ اختیار عورت کا مفید ہے استخلاص
کو اور استخلاص کو بینونت اقتضاءً ثابت ہے اور جو چیز اقتضاءً ثابت ہوتی ہے اوسکو عموم نہین ہوتا تو بقدر ضرورت تصحیح کلام کے اوسکی تقدیر ہوگی اور قدر
ضرورت یہانتک ہے کہ بینونت کا یعنی بینونت صغری ہو اسواسطے کہ بینونت صغری سے بھی استخلاص نفس کا ملک زوج سے ہوتا ہے تو بینونت کبری یعنی تین طلاق کی نیت کرنا صحیح نہوگا
کذا فی حاشیۃ المدنی بل تبین بواحدۃ اذا قالت اخترت نفسی او انا اختار نفسی استحسانا بخلاف قولہ طلقی نفسک فقالت انا طالق او انا
اطلق نفسی لم یقع لانہ وعد جوہرۃ ما لم یتعارف او تنو الانشاء بلکہ اختاری نفسک مین بائن ہوگی عورت ایک طلاق کر اگر یون کہیگی کہ مین نے
اپنی ذات کو اختیار کیا یا یون کہے کہ میں اختیار کرتی ہون اختار نفسی سے طلاق واقع ہوگی بدلیل استحسان کے برخلاف قیاس بخلاف اس قول کے کہ طلقی نفسک تو
عورت نے جواب مین کہا کہ انا طالق یعنی مین مطلقہ ہون یا یون کہا کہ مین اپنی ذات کو طلاق دیتی ہون تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ وعدہ ہے ایقاع طلاق کا یہ قول
ایقاع طلاق نہین کذا فی الجوہرہ عدم وقوع طلاق جبتک ہے کہ وقوع طلاق اس لفظ سے متعارف نہو یا عورت نے نیت طلاق کی نہ کی ہو اور اگر اوس شہر مین
فعل مضارع سے یا جملہ اسمیہ سے طلاق واقع کرنا مروج اور مشہور ہو یا عورت نے ایسی ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو البتہ طلاق واقع ہوگی ہم قیاس چاہتا ہے
کہ اختار نفسی سے طلاق نہ واقع ہو اسواسطے کہ یہ وعدہ ہے خود انشاء طلاق نہین انشا ہوتا ہے ماضی سے نہ مضارع سے لیکن باعتبار استحسان کے اس لفظ سے طلاق
ہوتی ہے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ صحیح مسلم مین حدیث مروی ہے کہ جب آیت تخییر کی نازل ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو
اختیار دیا تو صدیقہ نے کہا کہ انی ارید اللہ ورسولہ والدار الآخرۃ یعنی مین اللہ اور اوسکے رسول اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہون اور مسلم کی دوسری روایت مین یون ہے
بل اختار اللہ ورسولہ یعنی بلکہ مین اللہ اور اوسکے رسول کو اختیار کرتی ہون اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بصیغہ مضارع معتبر رکھا وذکر
النفس والاختیارۃ فی احد کلامیہما شرط صحۃ الوقوع بالاجماع اور مذکور کرنا نفس کا یا لفظ اختیارۃ کا زوجین مین سے ایک کے کلام مین شرط ہے واسطے
صحت وقوع طلاق کے باجماع صحابہ یعنی وقوع طلاق کا بلفظ اختیارۃ باجماع صحابہ کرام معلوم ہوا ہے ہم ذکر نفس و اختیارۃ کا بالخصوص ضرور نہین بلکہ جو لفظ
قائم مقام نفس اور اختیارۃ کے ہے وہ بھی انہین دونو لفظون کی برابر ہے ویشترط ذکرہا متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح لانہا تملک
الایقاع اور مشروط ہے ذکر نفس کا یا اختیارہ کا متصل کلام مین پھر اگر منفصل ہے سو اگر اسی مجلس مین اوسکا ذکر ہوگیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ عورت مجلس مین انشاء
کی مالک ہے تو ذکر نفس اور اختیارہ کی بھی مالک ہے والا لا الا ان یتصادقا علی اختیار النفس فیصح وان خلا کلامہما عن ذکر النفس بحر وتاجیہ واقرہ البہنسی
فانی لکن رد الکمال ونقلہ الاکمل بقیل فالحق ضعفہ نہر اور اگر ذکر نفس کا عورت نے مجلس مین نہ کیا تو ایقاع طلاق صحیح نہین تفویض باطل ہوگی مگر اگر زوجین

اختیار نفس پر اتفاق کیا یعنی زوج نے زوجہ کی تصدیق کی کہ اوسنے اپنا نفس اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ دونو کا کلام ذکر نفس سے خالی ہو کذا فی الدرر والفوائد التاجیہ اور
ثابت رکھا ہو اس قول کو بہنسی اور باقانی نے لیکن رد کیا ہو اسکو کمال الدین محقق نے اور نقل کیا ہو اس قول کو اکمل الدین نے عنایہ مین بصیغہ تمریض یعنی قیل کی لفظ سے
تو ضعیف ہو تا اس قول کا ٹھیک ہو بدون ذکر نفس کے تصادق زوجین کا کچھ اعتبار نہین کذا فی النہر الفائق فلو قال اختاری اختیارۃ او طلقۃ او امرک وقع
لو قالت اخترت فان ذکر الاختیارۃ کذکر النفس اذ التاء فیہ للوحدۃ وکذا ذکر التطلیقۃ پھر اگر کہا زوج نے اختاری اختیارۃ یا یون کہا اختاری طلقۃ
یا یون کہا کہ اختیار ہی تیری ملک ہی طلاق واقع ہوگی اگر زوجہ نے کہا اخترت اسواسطیکہ ذکر لفظ اختیارہ کا مانند ذکر نفس کے ہو خصوصیت طلاق مین اسواسطی کہ لفظ اختیارۃ
مین ت واسطے وحدت کے ہے اور تاء وحدت نشانی ہو اتحاد کی اور اسیطرح ذکر تطلیقہ کا وقوع طلاق مین مثل ذکر نفس کے ہو بلکہ اوس سے بھی صریح تر ہو کذا فی
حاشیۃ المدنی وتکرار لفظ اختاری وقولھا اخترت ابی وامی واھلی والازواج یقوم مقام ذکر النفس اور تکرار لفظ اختاری کا اور یون
کہنا عورت کا کہ مین نے اپنے باپ یا اپنی مان کو یا اپنے اہل کو یا اپنے شوہرون کو اختیار کیا قائم مقام ہو ذکر نفس کے لیکن اختیار کرنا قوم کا یا اور کسی قرابت والیکا تو
طلاق کا نہین لیکن اگر عورت کے ماں باپ نہون اور اوسکا بھائی ہو اور وہ کہے کہ مین نے بھائی کو اختیار کیا تو اس صورت مین بھی طلاق واقع ہوگی کذا فی
حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والشرط ذکر ذلک فی کلام احدھما کما مثلنا فلم یختص اختیارہ بکلامہ کما ظن اور شرط ہو ذکر کرنا اوسکا یعنی نفس
یا قائم مقام نفس کا ایک کے کلام مین خواہ زوج سے کہے خواہ زوجہ سے چنانچہ ہمنے مثالون مین مذکور کیا تو نہین مخصوص ہی اوسکا ذکر زوج کے کلام مین جیسا کہ بعضون
کا گمان ہو ولو قالت اخترت نفسی وزوجی او نفسی لا بل زوجی وقع اور اگر کہا عورت نے کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو اور اپنے شوہر کو یا یون
کہا کہ مین نے اختیار کیا اپنی ذات کو نہین بلکہ اپنے زوج کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اسواسطیکہ جب اول اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگئی پھر
زوج کو اختیار کیا تو کچھ رجوع ہوا طلاق سے حالانکہ بعد وقوع طلاق کے اوس سے رجوع کرنا درست نہین وما فی الاختیار من عدم الوقوع سھو اور جو کتاب
اختیار مین مسئلہ ثانیہ مین عدم وقوع طلاق مذکور ہی سو خطا ہو نعم لو عکس لم یقع اعتبارا للمقدم وبطل امرھا کما لو عطفتہ باو وان شاھا النھتار
فاختارت او قالت اخترت نفسی یا اھلی ہان اگر عورت اوس کلام کو بالعکس کہے یعنی یون کہے کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو اور اپنے نفس کو یا یون کہے
کہ مین نے اختیار کیا اپنے زوج کو نہین بلکہ اپنے نفس کو تو طلاق نہ واقع ہوگی بسبب اعتبار مقدم کے یعنی جسکو اول ذکر کیا اوسکا اعتبار ہو اور موخر کا کچھ اعتبار نہین
اور باطل ہوگیا اختیار اوسکا چنانچہ باطل ہو اختیار عورت کا اگر عطف کیا بحرف او یعنی یون کہا کہ اخترت نفسی او زوجی یعنی اختیار کیا مین نے اپنی ذات کو یا اپنے زوج
اسواسطے کہ بسبب تذبذب اور تردد کے اختیار اوسکا باطل ہوگیا طلاق نہ واقع ہوگی یا زوج نے عورت کو رشوت دی تاکہ زوج ہی اختیار کرے سو اوسنے زوج ہی کو اختیار کیا تو عورت
کا اختیار باطل ہوا طلاق نہ واقع ہوئی اور زوج کو مال دینا واجب نہین اسواسطیکہ رشوت دینا حرام ہو بلکہ اگر دی ہو تو پھیر سکتا ہی یا زوج نے کہا اختاری اور عورت نے کہا الحقت
نفسی باھلی یعنی مین نے اپنی ذات کو اپنے لوگون مین ملایا تو طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اختیار کی جواب مین ان الفاظ سے معروف اور مشہور نہین کذا فی حاشیۃ المدنی
والطحطاوی ولو کررھا ای لفظۃ اختاری ثلثا بعطف او غیرہ فقالت اخترت او اخترت اختیارۃ او اخترت الاولی او الوسطی او الاخیرۃ یقع ثلثا بلا نیۃ
من الزوج لدلالۃ التکرار ثلثا اور اگر مکرر کیا زوج نے لفظ اختاری کو تین بار خواہ بعطف چنانچہ اختاری واختاری واختاری کہا یا تکرار بدون عطف کے کی چنانچہ اختاری
اختاری اختاری کہا اس صورت مین جواب مین فقط اخترت کہا یعنی مین نے اختیار کیا یا یون کہا کہ اخترت اختیارۃ یا یون کہا کہ مین نے پہلی یا درمیان والی
یا پچھلی اختیار کی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بدون نیت زوج کے واسطے دلالت کرنے تین بار کے تکرار کی اوپر طلاق کے اور صاحب کنز
اور ہدایہ اور صدر الشہید اور عتابی نے اسی قول کو پسند کیا ہو اسواسطے کہ جامع صغیر مین امام محمد نے اسمین نیت مشروط نہین کی اور زیادات اور
جامع کبیر مین اور قاضیخان وغیرہا مین نیت مشروط ہو اور صاحب فتح القدیر نے بھی مشروط ہونیکو پسند کیا اور صاحب البحر الرائق مین کہا کہ باعتبار روایت

اور روایت کو بھی قول معتمد ہو کہ نیت مشروط ہو نہ ذکر نفس کذا فی حاشیۃ المدنی وقالا یقع فی اخترتُ الاولیٰ الی اخرہ واحدۃٌ بائنۃٌ واختارہ الطحاوی
بحراً اقرہ المقدسی و فی الحاوی القدسی وبہ ناخذ انتہی فقد افاد ان قولہما ھو المفتی بہ لان قولہم وبہ ناخذ من الالفاظ المُعلَم بہا علی
الافتاء کذا بخط الشرف الغزی محشی الاشباہ اور صاحبین نے کہا کہ اخترت الاولیٰ میں اور اخترت الوسطیٰ اور اخترت الاخرۃ میں ایک طلاق بائن واقع ہوگی
اور طحاوی نے اسکو پسند کیا ہے کذا فی البحر اور ثابت رکھا ہے اسکو مقدسی نے اور حاوی قدسی میں ہے کہ اسی روایت کو ہم لیتے ہیں تو حاوی قدسی کے کلام نے البتہ اسکا
فائدہ بخشا کہ صاحبین ہی کا قول مفتی بہ ہے اسواسطے کہ فقہا کا یوں کہنا کہ بہ ناخذ یعنی ہم اسیکو لیتے ہیں اون الفاظ سے جنسے اعلام دیا جاتا ہے افتا پر
ایسا ہی مرقوم ہے شرف غزی محشی اشباہ کے دستخط سے ولو قالت فی جواب التخییر المذکور طلقتُ نفسی واخترتُ نفسی بتطلیقۃٍ او اخترتُ الطلقۃ
الاولیٰ بانت بواحدۃٍ فی الاصح لتفویضہ بالبائن فلا تملک غیرہ اور اگر عورت نے کہا تخییر مذکور کے جواب میں کہ طلاق دی میں نے اپنی ذات کو یا اختیار
کیا میں نے اپنی ذات کو ایک طلاق کر یا میں نے پہلی طلاق اختیار کی تو ایک طلاق کر بائن ہوگی مذہب اصح میں اسواسطے کہ زوج نے طلاق بائن تفویض کی ہے
تو عورت مالک نہیں غیر بائن کی یعنی رجعی کو اختیار نہیں کر سکتی امرکِ بیدکِ فی تطلیقۃٍ واختاری تطلیقۃً فاختارت نفسہا طُلِّقت رجعیۃً لتفویضہ
الیہا بالصریح والمفید للبینونۃ اذا قُرن بالصریح صار رجعیاً کعکسہ زوج نے کہا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے ایک طلاق میں اور اختیار کر ایک طلاق کو
سو عورت نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو اوسکو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ زوج نے اوسکو صریح طلاق تفویض کی اور صریح طلاق سے رجعی طلاق واقع ہوتی ہے
نہ بائن اور جو لفظ کہ بینونت کا فائدہ دیتا ہے جب صریح سے متصل ہوگا تو بائن بھی رجعی ہو جائیگا چنانچہ بالعکس یعنی جب صریح متصل بائن کے ہوگا تو صریح بائن ہو جاتا ہے
چنانچہ انتِ طالقٌ بائنٌ میں طلاق بائن ہی واقع ہوگی یہہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی لفظ امر بالید اور لفظ اختیار کا بینونت کا مفید ہے پھر طلاق رجعی ہونیکی کیا وجہ شارح نے
جواب دیا کہ جب بائن کے بعد صریح متصل ہوتا ہے تو رجعی ہو جاتا ہے اور صریح کے بعد بائن جب متصل ہوگا تو رجعی بھی بائن ہوگا ومثلہما الباء بخلاف لتطلّقی
نفسکِ وحتی تُطلّقی فہی بائنۃٌ مقید کیا مصنف نے مثال مذکور کو بحرف فی اور مثل فی کے ہے باء لیکن مخالف ہے لتطلقی نفسک یا حتی تطلقی کے کہ اسمیں ایک طلاق
بائن ہوتی ہے یعنی امرکِ بیدکِ فی تطلیقۃ میں رجعی طلاق ہوتی ہے بسبب اتصال صریح کے بائن کے ساتھ اسواسطے کہ فی اور ب یہاں اسواسطے ظرفیت کے ہے اور ظرف اور مظروف کا
اتصال صریح ہے بخلاف امرکِ بیدکِ لتطلّقی نفسکِ کے یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تاکہ تو اپنی ذات کو طلاق دے دے یا یوں کہا کہ امرکِ بیدکِ حتی تطلّقی یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ ہے
طلاق دینے تک کہ اسمیں لفظ طلاق کا منفصل ہے اسواسطے کہ علت اور غایت شی کی شی سے جدا ہوتی ہے تو جب صریح بائن سے متصل نہوئی تو بائن ہی واقع ہوگی کذا
فی حاشیۃ المدنی کما لو جعل امرہا بیدہا لو لم تصل نفقتی الیکِ فطلّقی نفسکِ متی شئتِ فلم تصل فطلّقت کان بائناً لان لفظۃ الطلاق لم تکن
فی نفس الامر چنانچہ اگر عورت کو طلاق کا اختیار دیا اسطرح کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اگر میری طرف سے تجھکو خرچ نہ پہونچے تو طلاق دے لینا اپنی ذات کو جب چاہنا پھر
زوج کی طرف سے خرچ نہ پہونچا سو عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو یہہ طلاق بائن ہوگی اسواسطے کہ لفظ طلاق کا لفظ امر کی ذات سے متصل نتھا پھر جب اتصال صریح کا
بائن سے نہوا تو بائن طلاق واقع ہوگی هم نفس الامر سے یہاں واقع مراد نہیں بلکہ لفظ امرک بیدک مراد ہے فقال فـ ﴿ؔ﴾ مسائل ملحقہ شارح کے
قال لرجلٍ خیّر امرأتی فلا خیار لہا ما لم یخیرہا زوج نے کسی مرد سے کہا کہ طلاق کا اختیار دے میری زوجہ کو سو عورت طلاق کو اختیار نہیں کر سکتی جب تک
وہ مرد عورت کو اختیار نہ دے اسواسطے کہ زوج نے ایک امر کا امر کیا تو جبتک وہ مرد اوسکو نکریگا زوج کا مامور نہ حاصل ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
بخلاف اخبرہا بالخیار لاقرارہ بہ بخلاف اس قول کے کہ اگر زوج نے کسی مرد سے کہا کہ خبر کردے عورت کو اختیار کی سو عورت نے قبل خبر پہونچانے اوس مرد
کے طلاق لی تو طلاق واقع ہوگی بسبب اقرار کرنے زوج کے اختیار کے یعنی اس قول میں اختیار مقدم ہے خبر پر تو گویا زوج نے خود ثبوت اختیار کا اقرار کیا قال لہا
انتِ طالقٌ اِن شئتِ واختاری فقالت شئتُ واخترتُ وقع ثنتان زوج نے کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اختیار کر طلاق کو

سو کہا زوجہ نے کہ میں نے چاہا اور اختیار کیا تو دو طلاق واقع ہونگی ایک مشیت سے اور دوسری اختیار سے قال اختاری الیوم وغدًا اتحد کہا زوج نے
کہ اختیار کر آج اور کل تو یہہ ایک ہی اختیار ہوا تو اگر عورت آج کو اختیار کو رد کریگی تو کل کا بھی اختیار باطل ہوگا ولو قال اختاری الیوم واختاری غدًا تعدد
اور اگر کہا کہ اختیار کر آج اور اختیار کر کل تو یہہ متعدد ہوا یعنی دو اختیار ہوئے بسبب اعادہ لفظ اختیار کے بواسطے عطف کے اور عطف مقتضی ہے مغایرت کا تو آج کو
اختیار رد کرنے سے کل کا اختیار نہ باطل ہوگا قال اختاری الیوم او امرک بیدک ھذا الشھر خیرت فی بقیتھما کہا کہ اختیار کر آج یا یوں کہا کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ میں ہے اس مہینہ میں تو مختار ہوگی عورت بقیہ دن میں اور بقیہ مہینہ میں یعنی اگر زوج نے پہر دن چڑھے اختیار دیا تو تین پہر تک اختیار عورت کو حاصل ہے اور اگر
مثلا دسویں تاریخ اختیار دیا تو بیس یا انیس ۱۹ دن تک اختیار رہے وان یومًا او شھرًا فمن ساعۃ تکلم الی مثلھا من الغد فالی تمام ثلثین یومًا اور اگر
زوج نے کہا اختاری یومًا یعنی اختیار کر ایک دن یا یوں کہا کہ اختیار کر ایک مہینہ یعنی یوم اور شہر کو نکرہ کہا تو بولنے کے وقت سے دوسرے دن کے اسی وقت تک پہلی صورت میں
اور بولنے کے وقت سے پورے تیس دن تک دوسری صورت میں عورت مختار ہے طلاق کی ولو جعلہ لھا راس الشھر خیرت فی اللیلۃ الاولی ویومھا اور اگر زوج
نے عورت کا اختیار مہینہ کے سرے پر قرار دیا تو عورت مختار ہوگی اوس مہینہ کی پہلی رات اور اوسکے دن میں ولا یبطل الموقت بالاعراض بل بمضی الوقت
اور موقت باطل نہیں ہوتا ہے اعراض سے بلکہ باطل ہوتا ہے وقت معین کے گذر جانے سے عورت کو تخییر کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو بخلاف اختیار غیر معین کے کہ اعراض سے باطل ہوتا ہے

باب الامر بالید

یہہ باب ہے امر بالید کا امر سے مراد حال ہے اور ید سے تصرف یعنی یہہ باب ہے طلاق عورت کے حوالہ کرنے کا اسکو تخییر سے مقدم کیا اسواسطے کہ تخییر باجماع صحابہ
ثابت ہے بخلاف امر بالید کے اگرچہ اوس میں اختلاف نہیں لیکن صحابہ کا اجماع نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ھو کالاختیار الا فی نیۃ الثلث لا غیر امر بالید
مانند اختیار کے ہے نسبت کی طرف محتاج ہونے اور مجلس کے مقید ہونے میں اور نفس کے ذکر کرنے میں یا جو نفس کے قائم مقام ہو مگر تین طلاق کی نیت کرنے میں
اختیار کے مانند نہیں اسکے غیر میں یعنی فقط اتنا فرق ہے کہ اختیار میں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں اور امر بالید میں صحیح ہے باقی امور میں برابر ہیں اذا قال
لھا ولو صغیرۃ لانہ کالتعلیق امرک بیدک او بشمالک او فمک او لسانک ینوی ثلثا ای تفویضھا فقالت فی مجلسھا اخترت
بواحدۃ او قبلت نفسی او اخترت امری او انت علی حرام او منی بائن او انا منک بائن او طالق وقعن جبکہ کہا زوج نے زوجہ سے اگرچہ عورت صغیرہ ہو
اسواسطے کہ امر بالید مثل تعلیق کے ہے کذا فی البزازیہ اسطرح کہا کہ تیرا امر تیری مٹھی میں یا تیرے بائیں ہاتھ میں ہے یا تیرے منہ میں یا تیری زبان میں ہے تفویض تین طلاق سے
تین کی نیت کرکے کہا سو زوجہ نے اپنی مجلس میں کہا کہ میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا ایک اختیار کر یا قبول کیا میں نے اپنی ذات کو یا اختیار کیا امر اپنا یا عورت نے
کہا کہ تو مجھپر حرام ہے یا کہ تو مجھ سے بائن ہے یا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یا طالق ہوں تو سب صورتوں میں تین طلاق واقع ہونگی ھم صغیرہ کی تخییر صحیح ہے مثل تعلیق کے
یعنی اگر یوں کہا کہ ان اخترت نفسک فانت کذا پھر جب صغیرہ اختیار کریگی تو شرط پائی جاویگی تو طلاق واقع ہوگی اسطرح صغیرہ کی ایقاع سے بھی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ
اوسکو فعل سے بھی تعلیق صحیح ہے اسطرح صغیرہ کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو قال ابوھا قبلتھا خلاصۃ وینبغی ان یقید بالصغیرۃ اور اسیطرح تین طلاق واقع ہونگی
اگر تفویض مذکور میں عورت کے باپ نے کہا کہ میں نے قبول کیا اونکو یعنی تین طلاق کو کذا فی الخلاصہ اور لائق یوں ہے کہ اس مسئلہ کو مقید بصغیرہ کیجیے یعنی صغیرہ کے باپ کا
قبول بھی موجب ہے طلاق کا ھم شارح نے قید صغیرہ کی مصنف نہر الفائق کی تقلید سے لگائی حالانکہ اسکی کچھہ حاجت نتھی اسواسطے کہ عبارت خلاصہ عام ہے بلا قید بالغ اھ فظ
لو جعل امرھا بیدھا فقال ابوھا قبلتہ طلقت اسواسطے کہ امر جب باپ کے ہاتھ میں ہوا اور پھر اوسنے قبول کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی خواہ عورت صغیرہ ہو خواہ کبیرہ اسواسطے
کہ یہہ مانند تعلیق کے ہے بلکہ اجنبی شخص کو اختیار دینا بھی صحیح ہے اگرچہ عورت کبیرہ ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الشیخ الرحمتی المحشی امرتک طلاقک او امرک بید اللہ وبیدک او امری بیدک علی المختار
خلاصہ کا قولہ بیدک و ذکر اسم اللہ تعالی للتبرک وان لم ینو ثلثا فواحدۃ اور یہہ اقوال یعنی میں نے تجکو تیری طلاق عاریۃ دی اور امر تیرا خدا کے ہاتھ میں ہے یعنی

سلہ اگر زوج اختیار کرے اپنی نفس کو تو تو ایسی ہے ... اور اسکے ہاتھ اختیار میں کیا اور اوسکو باپ نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہو جاویگی

اختیار مین اور تیری بابت تجھہ مین ہے اور امر میرا تیری ہاتھ مین ہے بنابر قول مختار کے کذا فی الخلاصہ یہہ اقوال مذکورہ مانند امرک بیدک کے ہین تین طلاق واقع ہونگی بشرط
نیت کے اور اس قول مین کہ امرک بید اللہ و بیدک کے اسم اللہ تعالی کا محض برکت کے واسطے ہے اور اگر ان اقوال مین تین طلاق کی نیت نکریگا تو ایک ہی طلاق واقع
ہوگی ولو طلقت ثلثا فقال نویت واحدۃ ولا دلالۃ حلف وتقبل بینتها علی الدلالۃ کما مر اور اگر امر بالید وغیرہ مین عورت نے اپنی ذات کو تین طلاق کر
طالقہ کیا پھر زوج نے کہا کہ مین نے تخییر مین ایک ہی کی طلاق کی نیت کی تھی اور حالانکہ دلالت حال اوسوقت موجود نہین تو قسم لیجاویگی زوج سے تین طلاق کی
نیت نکرنے پر اور اگر عورت گواہ لاویگی تو مقبول ہونگے اوسکی گواہ دلالت حال پر یا اوسکے اقرار پر چنانچہ یہہ مضمون اول باب الکنایات مین مذکور ہو چکا واتحاد
المجلس وعلمها وذکر النفس او ما یقوم مقامها شرط فلو جعل امرها بیدها ولم تعلم بذلک وطلقت نفسها لم تطلق لعدم شرطه خانیہ
متحد ہونا مجلس تخییر اور اختیار کا اور دریافت کرنا عورت کا تخییر زوج کو اور مذکور ہونا نفس یا اوسکے قائم مقام کا شرط ہے سو اگر زوج نے لفظ امر بالید عورت کو اختیار
اور اوسکو اوسکا علم نہو اور عورت نے اپنی ذات کو طلاق دی تو عورت پر طلاق نہ پڑیگی بسبب پائے جانے شرط وقوع طلاق کے یعنی علم کے کذا فی الخانیہ
ان لفظ یصلح للایقاع منه یصلح للجواب منها وما لا یصلح للایقاع منه فلا یصلح للجواب منها فلو قالت انا طالق او طلقت نفسی وقع
لا نحو طلقتک لان المراۃ توصف بالطلاق دون الرجل اختیار اور جو لفظ کہ لیاقت رکھتا ہے ایقاع طلاق کی جانب زوج سے وہی لیاقت رکھتا ہے
جواب کی جانب زوجہ سے اور جو ایقاع کی لیاقت نہین رکھتا جانب زوج سے وہ عورت کیطرف سے بھی جواب کی لیاقت نہین رکھتا تو اگر عورت نے کہا کہ مین طلاق ہوئی
یا کہا کہ مین نے اپنی ذات کو طلاق دی تو واقع ہوگی اسواسطے کہ دونو لفظ ایقاع طلاق کو لائق ہین جانب زوج سے بخلاف ایسے قول کے کہ عورت مرد سے کہے
مین نے تجھکو طلاق دی ہر چند کہ یہہ لفظ ایقاع زوج کے لائق ہے لیکن عورت کو جواب کے لائق نہین اسواسطے کہ عورت موصوف ہوتی ہے وقوع طلاق کے نہ مرد کذا فی الاختیار
عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے نہ مرد پر الا لفظ الاختیار خاصۃ فانه لیس من الفاظ الطلاق ویصلح جوابا منها بالاثر مگر لفظ اختیار کا خاص کر
اسواسطے کہ لفظ اختیار کا طلاق واقع کرنیکے الفاظ سے نہین اور حالانکہ جواب کو لائق ہے عورت کی طرف سے کذا فی البدائع لکن یرد علیه صحته بقبولها وقبوله
اتکما مر فتدبر لیکن اعتراض وارد ہوتا ہے مصنف کے حصر کرنے پر جواب صحیح ہونیکا عورت کو قبول کرنے اور اوسکے باپ کو قبول کرنے سے چنانچہ اسی باب مین
سبب مذکور ہو چکا سو اسکو غور کر یعنی مصنف نے دعوی کیا کہ سوای لفظ اختیار کے جو لفظ صالح ہے ایقاع کا وہی صالح ہے جواب کا اور حالانکہ قبول کرنا وجواب اوسکا
جواب کا صالح ہے اور ایقاع کا صالح نہین اور جواب مصنف کیطرف سے یون ہو سکتا ہے کہ قبول کا جواب ہونا تقدیر طلاق کر ہے یعنی گویا عورت یون کہتی ہے کہ مین نے
قبول کی اور طلاق کا لفظ ایقاع اور جواب دونو کے لائق ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی قولها فی جوابه طلقت نفسی واحدۃ او اخترت نفسی
بتطلیقۃ بانت بواحدۃ لما مر ان المعتبر تفویض الزوج لا ایقاعها
یون عورت کے کہنے مین مرد کے جواب امر بالید مین کہ مین نے اپنی ذات کو مطلقہ کیا ایک طلاق کر یا یون کہا کہ مین نے اپنی ذات کو پسند کیا ایک طلاق کر تو عورت بائن ہوگی ایک طلاق کر
اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معتبر بائن یا رجعی ہونے مین تفویض زوج کی ہے نہ ایقاع عورت کا یعنی ہر چند عورت کے جواب مین لفظ طلاق ہے اور لفظ طلاق سے رجعی واقع
ہوتی ہے نہ بائن لیکن چونکہ زوج نے بلفظ امر بالید بائن کی تفویض کی تو اوسکی تفویض کا اعتبار ہوگا نہ عورت کے جواب کا اور جب کہ مرد نے تین طلاق کا اختیار عورت کو دیا
طلاق کا بھی اوسکو اختیار ہوگا ولا یدخل اللیل فی قوله امرک بیدک الیوم وبعد غد لانهما تملیکان اور نہ داخل ہوگی رات مرد کے اس قول مین کہ تیرا امر تیرے
ہاتھ مین ہے آج اور پرسون کے ساتھ اسواسطے کہ یہہ داخل نہین کہ اس قول مین دو تملیکین ہین جدا جدا فان ردت الامر فی یومها بطل الامر فی ذلک الیوم وکان امرها بیدها بعد غد
لو طلقت لیلا لم یقع ولا تطلق الا مرۃ سو اگر مثال مذکور مین رد کیا عورت نے اختیار آج کا تو باطل ہوگا اختیار اوسی دن کا تو اوسکا اختیار باقی رہیگا پرسون
اور عورت طلاق دیگی رات کو تو صحیح نہوگی اسواسطے کہ رات اس تخییر مین داخل نہین اور طلاق نہ دیگی عورت مگر ایک بار یعنی ہر چند دو تملیکین ہین یہان جدا جدا لیکن ایک طلاق کے سوا

دو طلاق نہیں دیسکتی کذا فی حاشیۃ الحلبی و یدخل اللیل فی امرک بیدک الیوم بعد غد و ان ردتہ فی یومہا لم یبق فی الغد لانہ تفویض واحد اور داخل ہے رات اس قول میں کہ تیرا امر تیرے ہاتھہ میں ہے آج اور کل اور اگر عورت رد کر دیگی تفویض کو آج تو باقی رہیگا اختیار کل کو نہیں سو اسطے کہ یہہ ایک ہی تفویض تھی لو قال امرک بیدک الیوم وامرک بیدک غدا فہما امران و لعین کو خلافا و لا یدخل اللیل کما لا یخفی اور اگر زوج کہیگا کہ امر تیرا تیرے ہاتھہ میں ہے آج اور امر تیرا تیرے ہاتھہ میں ہے کل تو یہہ دو امر ہین اسو اسطے کہ دو کلام مستقل ہین اور رفاقیہ یہان ہین اس مسئلہ مین اختلاف فقہا کا مذکور نہیں کیا اور رات اس مسئلہ مین داخل نہین ہے جنانچہ یہہ مخفی نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی تنبیہ یہہ آگاہ کرنا ہے شارح کی طرف سے دفع تناقض وغیرہ پر ظاہر ما مر انہ یرتد برد ہا لکن فی العمادیۃ انہ یرتد قبل قبولہ لا بعدہ کالابراء ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ اختیار عورت کا پھر جاتا ہے اوسکو رد کر دینے سے اور ذخیرہ مین ثابت ہے کہ امر بالید لازم ہے عورت کے رد کرنے سے رد نہیں ہوتا تو دونو قول مین تناقض ثابت ہوا لیکن عمادیہ مین توفیق اس تناقض کی یون مذکور ہے کہ امر بالید مین اختیار عورت کا پھر جاتا ہے قبل قبول کرنے امر کے نہ بعد قبول کرنے کے یعنی اگر عورت نے ہنوز تخییر کو قبول نہین کیا تو رد کر سکتی ہے اور بعد قبول کر چکنے کے رد نہین کر سکتی مانند ابرا کی یعنی قرض سے ابرا کرنا ہر چند قرضدار کے قبول کرنے پر موقوف نہین لیکن اوسکے رد کرنے سے رد ہو جاتا ہے اور مراد قبول سے یہان مباشرت مفوض الیہ کی ہے قبول لفظی ضرور نہیں تو اگر عورت نے بعد تفویض کے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہو چکی اب یہہ طلاق نہیں رد ہو سکتی اور یہہ دفع تناقض کا نہایت خوب اور ظاہر ہے کذا فی حاشیۃ المدنی و اما فی المتحد لا یبقی فی الغد لکن فی الولوالجیۃ امرک بیدک الی رأس الشہر فقالت اخترت زوجی بطل خیارہا فی الیوم ولہا ان تختار نفسہا فی الغد عند الامام و وجہہ فی الدرایۃ انہ متی ذکر الوقت اعتبر تعلیقا والا فتملیکا اور ظاہر مطلب مسائل مذکورہ کا یہہ ہے کہ تخییر متحد مین یعنی امرک بیدک الیوم وغدا مین اگر عورت اول دن انکار کریگی تو دوسرے دن بھی اختیار عورت کا باقی نہ رہیگا اور ولوالجیہ مین یون ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھہ مین ہے اس مہینہ کے سرے تک پھر عورت نے کہا کہ مین نے اپنے زوج کو اختیار کیا تو باطل ہوگا اختیار اسکا اوسدن جسدن اوسنے یہہ کہا اور جائز ہے عورت کو کہ اپنے نفس کو اختیار کرے بعد اوسدن کے نزدیک امام کے بخلاف ابی یوسف کے تو باوجود تخییر متحد ہونیکے ایک دن کے رد کرنے سے دوسرے دن کا اختیار باقی رہا تو یہہ قول اول قول کا متناقض ہوا اور وجہ قول امام کی درایہ مین مذکور ہے کہ جب تفویض کے ساتھہ وقت مذکور ہوگا تو اوسکو تعلیق معتبر کرینگے اور اگر وقت مذکور نہیں تو اوسکو تملیک قرار دینگے حلبی نے کہا کہ یہان دونو متناقض ہین وقت مذکور ہے تو شارح کے تقریر سے تناقض نہ دفع ہوا طحطاوی نے کہا کہ شارح کو یہان اثبات تناقض منظور ہے نہ دفع تناقض کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو طلقہا بائنا ہل یبطل امرہا ان کان للتفویض منجزا نعم وان کان معلقا کان دخلت الدار او موقتا لا عمادیہ باقی رہا بیان اس مسئلہ کا کہ اگر زوج نے اول تفویض کی پھر اوسکو طلاق بائن دی تو آیا باطل ہوا اختیار عورت کا جواب اسکا یہہ ہے کہ اگر تفویض منجز تھی یعنی معلق شرط پر نہ تھی تو ہان اوسکا اختیار باطل ہوا اسو اسطے کہ اگر باطل نہو تو لازم آوے لاحق ہونا بائن کا بائن کو اور حالانکہ یہہ جائز نہیں اور اگر تفویض معلق ہے اسطرح کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو امر تیرا تیرے ہاتھہ مین ہے یا تفویض موقت ہے اسطرح کہ امر تیرا تیرے ہاتھہ مین ہے کل تو اختیار عورت کا باطل نہوگا اسو اسطے کہ بائن معلق اور بائن موقت کا لاحق ہونا جائز ہے چنانچہ سابق مین گذرا کذا فی العمادیہ لکن فی البحر عن القنیۃ ظاہر الروایۃ ان المعلق کالمنجز لکن بحر الرائق مین قنیہ سے منقول ہے کہ ظاہر روایت یہہ ہے کہ تفویض معلق مانند تفویض منجز کے ہے یعنی دونو صورتون مین اختیار باقی نہین رہتا تو جواب عمادیہ کی تفصیل معتمد نہین اسو اسطے کہ ظاہر روایت مقدم ہے **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے نکحہا علی ان امرہا بیدہا صح نکاح کیا مرد نے عورت سے اس شرط پر کہ عورت طلاق کی مختار ہے تو یہہ صحیح ہے قلم بحر الرائق مین خلاصہ اور بزازیہ سے اسمین تفصیل مذکور ہے یعنی اگر یہہ شرط مرد کی طرف سے ہے تو عورت کو اختیار نہین اور اگر عورت کی طرف سے ہے تو اختیار ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو ادعت جعل امرہا بیدہا لم تسمع الا اذا طلقت نفسہا یحکم الامر ثم ادعتہ فتسمع اور اگر دعوی کیا عورت نے کہ مجہکو مختار کر دیا تو اوسکے دعوی کی سماعت نہوگی مگر جبکہ طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو بموجب امر زوج کے پھر اس تفویض کا دعوی کیا تو مسموع ہوگا اور گواہ طلب ہونگے قالت طلقت فی المجلس بلا تبدل و انکر فالقول لہا کہا عورت نے کہ مین نے طلاق دی اپنی ذات کو مجلس ہین بلا تبدل مجلس کے اور زوج نے اوسکا انکار کیا تو عورت ہی کا قول معتمد ہوگا جعل امرہا بیدہا ان ضربہا بغیر جنایۃ فضربہا فادعی الزوج انہا جنایۃ اختلفا فالقول لہ لانہ منکر مرد نے عورت کو طلاق کا اختیار دیا اگر اوسکو بیقصور مارے پھر اوسکو مارا پھر دونو مختلف ہوئے زوج کہتا ہے کہ مین نے قصور پر مارا

زوجہ کہتی ہے کہ نہین بلا قصد مارا تو مرد ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وَتُقْبَلُ بَيِّنَتُهَا عَلَى الشَّرْطِ الْمَنْفِيِّ كَمَا سَيَجِيْءُ اور مقبول ہوتی ہین گواہ عورت کے شرط منفی پر چنانچہ
باب التعلیق مین اسکا ذکر آویگا یعنی اگر عورت گواہ لاوے کہ زوج نے اوسکو بلا قصور مارا تو لائق یہہ ہے کہ مقبول ہون ہر چند نفی پر گواہ مقبول نہین لیکن شرط منفی پر مقبول ہین طَلَبَ
اَوْلِيَاؤُهَا طَلَاقَهَا فَقَالَ الزَّوْجُ لِأَبِيهَا مَا تُرِيْدُ مِنِّيْ اِفْعَلْ مَا تُرِيْدُ فَخَرَجَ فَطَلَّقَهَا اَبُوْهَا لَمْ تُطَلَّقْ اِنْ لَمْ يُرِدِ الزَّوْجُ التَّفْوِيْضَ وَالْقَوْلُ لَهُ فِيْهِ خُلَاصَةٌ
عورت کو والیون نے عورت کی طلاق طلب کی سو زوج نے اوسکے باپ سے کہا کہ تو مجھہ سے کیا چاہتا ہے کر جو تیرا جی چاہے اور یہہ کہکر زوج باہر نکلا پھر عورت کے باپ نے اوسکو طلاق دی تو عورت کو طلاق
نہوگی اگر زوج نے اس قول سے تفویض طلاق کا ارادہ نکیا اور زوج ہی کا قول اسمین معتبر ہوگا کذا فی الخلاصۃ لَا يَدْخُلُ نِكَاحُ الْفُضُوْلِيِّ مَا لَمْ يَقُلْ اِنْ دَخَلَتْ اِمْرَأَةٌ فِيْ
نِكَاحِيْ نہ داخل ہوگا نکاح فضولی کا جبتک زوج یون نہ کہے کہ اگر داخل ہو عورت میرے نکاح مین یعنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ اگر مین تجھپر دوسری عورت سے نکاح کرون تو اوسکی طلاق تیرے
اختیار مین ہے پھر ایک عورت داخل ہوتی اوسکے نکاح مین فضولی کے نکاح کر دینے سے اور زوج نے فضولی کے نکاح کو جائز رکھا تو زوجہ اولی اوسکی طلاق کی مالک
نہوگی اسواسطے کہ زوج نے اوس عورت سے خود نکاح نہین کیا بلکہ دوسرے شخص نے اوسکا نکاح کر دیا اور اوسنے اوسکو جائز رکھا اور اسیطرح اگر وکیل نے نکاح کر دیا کذا فی حاشیۃ
المدنی جَعَلَ اَمْرَهَا بِيَدِ رَجُلَيْنِ فَطَلَّقَهَا اَحَدُهُمَا لَمْ يَقَعْ زوج نے طلاق عورت کی دو شخص کو تفویض کی پھر ان مین سے ایک شخص نے طلاق عورت کو دی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک کو فقط اختیار نہ تھا

فصل فی المشیۃ

یہہ فصل ہے مشیت مین یعنی وہ مسائل جنمین طلاق عورت کی خواہش پر زوج نے رکھی لیکن اول مصنف نے
مسئلہ طلقی نفسک کا مقدم کیا مسائل مشیت پر قَالَ لَهَا طَلِّقِيْ نَفْسَكِ وَلَمْ يَنْوِ اَوْ نَوٰى وَاحِدَةً اَوْ ثِنْتَيْنِ فِي الْحُرَّةِ فَطَلَّقَتْ وَقَعَتْ رَجْعِيَّةً
وَاِنْ طَلَّقَتْ ثَلَاثًا وَنَوَاهُ وَقَعْنَ قَيَّدَ بِخِطَابِهَا لِاَنَّهُ لَوْ قَالَ طَلِّقِيْ اَيَّ نِسَائِيْ شِئْتِ لَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ عُمُوْمِ خِطَابِهِ کہا زوج نے زوجہ سے
کہ طلاق دے اپنی ذات کو اور کچہہ نیت نکی یا ایک طلاق کی نیت کی یا دو طلاق کی نیت کی حرہ مین پھر زوجہ نے اپنی ذات کو طلاق دی خواہ ایکبار خواہ دو بار خواہ تین بار
اور یہہ تینون صورتین عدم نیت کے ساتھہ ہون یا ایک طلاق کی نیت کے ساتھہ ہو یا دو طلاق کی نیت کے ساتھہ ہو تو ان سب صورتون مین ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور
اگر عورت نے تین بار طلاق دی اور حالانکہ مرد نے نیت بھی تین کی کی تھی تو اس صورت مین تین طلاق واقع ہونگی مصنف نے طلقی نفسک کو عورت کے خطاب سے مقید کیا اسواسطے
کہ اگر یون کہا کہ تو طلاق دے میری عورتون مین سے جس عورت کو کہ تو چاہے تو مخاطبہ اس عموم خطاب مین نہ داخل ہوتی یعنی بسبب اس قید کے یہہ مقام کہ مخاطبہ اس صورت مین
خود اپنی ذات کو طلاق نہ دے سکتی وَيَقَعُ بِهَا فِيْ جَوَابِهِ اَبَنْتُ نَفْسِيْ طَلَّقَتْ رَجْعِيَّةً اِنْ اَجَازَهُ لِاَنَّهُ كِنَايَةٌ اور زوج کے جواب مین یعنی طلقی نفسک کے جواب مین
عورت کا یون کہنا کہ مینے اپنی ذات کو طلاق بائن دی ایک طلاق رجعی اوسپر واقع ہوگی اگر زوج نے اوسکو جائز رکھا اسواسطے کہ ابنت نفسی کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہوتا ہے نیت کا
زوج نے طلاق رجعی کو مفوض کیا اور زوجہ نے طلاق بائن دی تو اصل طلاق مین دونو کلام موافق ہوتے وصف بینونت زوجہ نے زیادہ کیا تھا سو لغو ہو گیا اور بحہ شارح نے
اجازت زوج کی شرط لگائی اور بسبب کنایہ ہونیکے احتیاج نیت کیطرف اشارہ کیا سو اسکی کچہہ حاجت نتھی اسواسطے کہ طلاق کا حکم کرنا صاف دلیل ہے کہ زوج نے طلاق کی
نیت کی تو اب کیا حاجت ہے اجازت اور نیت کی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی المدنی لَا بِاخْتَرْتُ نَفْسِيْ وَاِنْ اَجَازَهُ لِاَنَّ الْاِخْتِيَارَ لَيْسَ بِصَرِيْحٍ وَلَا كِنَايَةٍ اور نہ واقع
ہوگی طلاق عورت کے اس قول سے کہ مین نے اپنی ذات کو اختیار کیا اگرچہ زوج اسکو جائز رکھے اسواسطے کہ لفظ اختیار نہ طلاق صریح مین داخل ہے نہ کنایہ مین اور لفظ اختیار سے
وقوع طلاق نہین ہوتا تو جواب بھی نہوگا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا وَلَا يَمْلِكُ الزَّوْجُ الرُّجُوْعَ عَنْهُ اَيْ عَنِ التَّفْوِيْضِ بِاَنْوَاعِهِ الثَّلَاثَةِ لِمَا فِيْهِ مِنْ مَعْنَى التَّعْلِيْقِ اور
نہین ہے زوج تینون قسم کی تفویض سے رجوع کرنیکا خواہ تفویض بلفظ تخییر ہو خواہ بلفظ امر بالید ہو خواہ یون کہے کہ طلقی نفسک رجوع کا اختیار اسواسطے نہین کہ تفویض مین تعلیق کے معنی
پائے جاتے ہین اور تعلیق مین رجوع کا اختیار نہین تو تفویض مین بھی نہین وَتَقَيَّدَ بِالْمَجْلِسِ لِاَنَّهُ تَمْلِيْكٌ اِلَّا اِذَا زَادَ مَتٰى شِئْتِ وَنَحْوَهُ مِمَّا يُفِيْدُ عُمُوْمَ الْوَقْتِ فَتُطَلِّقُ
مُطْلَقًا اور امر تطلیق کا مقید ہے مجلس علم سے اسواسطے کہ تملیک ہے مگر جبکہ زوج نے متی شئت اور مانند اسکے جو عموم وقت کا مقید ہے زیادہ کیا ہو تو عورت مطلقہ ہوگی مطلقا یعنی ہر وقت
طلاق دے سکیگی یعنی جبکہ زوج نے کہا کہ طلقی نفسک متی شئت او اذا شئت تو مجلس اور غیر مجلس ہر وقت عورت کو اختیار ہے وَلَوْ قَالَ لِرَجُلٍ ذٰلِكَ اَوْ قَالَ لَهَا طَلِّقِيْ

ضرتك لم يتقيد بالمجلس لانه توكيل فله الرجوع الا اذا قال كلما عزلتك فانت وكيل اور اگر کہا زوج نے کسی دوسرے سے کلام کیا یعنی اپنی زوجہ کی تطلیق کے بابت یا کہا زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی
سوت کو تو یہ مقید بمجلس نہوگا تو اوسکو مجلس اور بعد مجلس کے طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ یہ کلام خالص توکیل ہے تملیک کا اوسمین لگاؤ نہیں پھر جب توکیل ہوئی تو زوج کو رجوع کرنا بھی درست ہے اسواسطے
کہ وکالت عقد جائز ہے لازم مگر جس وقت کہ زوج نے امر تطلیق کے ساتھ اتنا مضمون زیادہ کیا کہ ہر وقت کہ مین تجکو معزول کرون تو میرا وکیل ہے تو اب زوج وکیل کو معزول نہیں کر سکتا ہے بحر الرائق
مین اس وکالت عامہ کے عزل کی تدبیر یون بتلائی کہ یون کہے کہ مین تجکو جمیع وکالات سے معزول کیا کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا زاد ان شئت فیتقید به ولا یرجع لصیرورته
تملیکا تو توکیل مقید بمجلس نہیں ہوتی مگر جبکہ توکیل مین زوج نے ان شئت کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا طلاق دے تو میری زوجہ کو اگر تیرا جی چاہے تو اسوقت مین مقید بمجلس ہوگا اور زوج
رجوع نکر سکیگا بسبب ہو جانے توکیل کے تملیک یعنی جب وکیل کی خواہش پر تفویض ہوئی تو وکالت نہ باقی رہی اسواسطے کہ وکالت مین خواہش یا عدم خواہش وکیل کو دخل نہیں
وفی الخانیة طلقها ان شاءت لم یصر وکیلا مالم تشأ فاذا شاءت فی مجلس علمها طلقها فی مجلسه لا غیر والوکلاء عنه غافلون اور خانیہ مین ہے کہ اگر
زوج نے کہا کہ طلاق دے زوجہ کو اگر وہ چاہے تو وہ مرد وکیل نہوگا جبتک عورت طلاق کی خواہش کرے پھر جب طلاق کی خواہش کریگی اپنی مجلس علم مین تو وکیل اسکو طلاق دے اپنی مجلس مین نہ غیر اوس مجلس مین
اسواسطے کہ مشیت عورت کی منحصر ہے مجلس پر تو اسیطرح وکالت اوسکی مشیت کی بھی مجلس پر منحصر ہوگی اور وکیل اس مسئلہ سے غافل ہین یعنی وکلا طلاق نہیں جانتے کہ ایقاع طلاق
مشیت کی مجلس تک مقید ہے تو یہ مسئلہ مستثنی ہے اوس قاعدہ سے کہ وکالت مجلس کی مقید نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والطحطاوی ناقلا عن النہر قال لها طلقی نفسك ثلثا
او ثنتین فطلقت واحدة وقعت لانه بعض ما فوضه وكذا الوكيل مالم يقل بالف کہا زوج نے زوجہ سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین بار یا دو بار پھر زوجہ نے اپنی ذات کو
ایک بار طلاق دی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک طلاق بعض ہے تفویض زوج کی یعنی جب کل کا اختیار رہا تو بعض کا بھی ہوگا اسیطرح وکیل کا حکم ہے جبتک زوج یون نکہے
کہ عوض ہزار کے یعنی وکیل کو تین یا دو طلاق کا اختیار دیا اور وکیل نے ایک طلاق واقع کی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے زوج نے یون کہا کہ زوجہ کو تین طلاق دے بعوض ہزار درہم کے
مثلا تو اس صورت مین اگر وکیل ایک طلاق واقع کریگا تو نہ واقع ہوگی لا یقع شیء فی عکسه وقالا واحدة نہ واقع ہوگی کوئی طلاق اسکے بالعکس مین یعنی اگر یون کہا کہ ایک طلاق دے
اپنی ذات کو سو عورت نے یکبارگی تین دیدین تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ ایک طلاق واقع ہوگی والمتن طلقی نفسك ثلثا ان شئت
فطلقت واحدة وكذا عكسه لا يقع فيهما لاشتراط الموافقة لفظا لما في تعليق الخانية امرها بعشر فطلقت ثلثا او بواحدة فطلقت نصفا
لم يقع کہا مرد نے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین طلاق اگر تو چاہے سو طلاق دی عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق اور اسیطرح بالعکس یعنی طلاق دے اپنی ذات کو ایک طلاق کہ سو عورت نے تین
طلاق واقع کین تو ان دونو صورتو مین طلاق نہ واقع ہوگی بواسطے شرط ہونے موافقت لفظی کے اسواسطے کہ خانیہ کے باب التعلیق مین ہے کہ امر کیا زوج نے زوجہ کو دس طلاق کا
اسیطرح پر کہ اپنی ذات کو دس طلاق دے اگر تو چاہے پھر عورت نے تین طلاق واقع کین یا امر کیا تھا ایک طلاق کا سو اوسنے نصف طلاق واقع کی تو دونو صورتو مین طلاق نہ واقع ہوگی
بسبب مخالفت لفظی کے اس مسئلہ مین بدون موافقت لفظی کے موافقت معنوی کافی نہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کہ جسمین مشیت پر تعلیق نہیں امرها ببائن او رجعی فعکست
فی الجواب یقع ما امر الزوج به ویلغو وصفها والاصل ان المخالفة فی الوصف لا تبطل بخلاف الاصل وهذا اذا لم یکن معلقا بمشیتها
فان علقه بمشیتها فعکست لم یقع شیء لانها ما اتت بمشیئة ما فوض الیها خانیه حکم کیا مرد نے عورت کو طلاق بائن کا یا رجعی کا سو عورت نے جواب
مین بالعکس کہا یعنی پہلی صورت مین طلاق رجعی اور دوسری صورت مین طلاق بائن واقع کی تو وہی طلاق واقع ہوگی جسکا زوج نے امر کیا اسواسطے کہ اصل طلاق حاصل ہے ساتھ زیادتی
وصف کی یعنی رجعی ہونا یا بائن ہونا سو اصل قائم رہیگی اور وصف لغو ہو جائیگا اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ مخالفت جواب کی تفویض سے اگر وصف مین ہے تو یہ مخالفت
جواب کو باطل نہیں کرتی بلکہ وصف باطل ہوتا ہے چنانچہ بائن اور رجعی کی مخالفت بخلاف مخالفت اصل کے کہ اوسمین جواب ہی باطل ہو جاتا ہے چنانچہ امام کے نزدیک ایک طلاق کی تفویض مین
تین طلاق واقع کرنا اور یہ حکم وصف کا لغو ہونا اور بموجب تفویض زوج کے واقع ہونا اوسوقت ہے جب کہ طلاق معلق نہو سو اگر عورت کی مشیت پر مرد نے طلاق کو معلق کیا اور عورت نے جواب بالعکس
کہا تو کچھ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ عورت بجا نہ لائی اوس امر کو جو اوسکی مشیت پر مفوض ہوا تھا کذا فی البحر ناقلا عن الخانیة قال لها انت طالق ان شئت فقالت شئت ان شئت انت فقال

شئت ینوی الطلاق او قالت شئت ان کذا المعدوم ای لم یوجد بعد کان شاء ابی او ان جاء اللیل وهی فی النهار بطل الامر لفقد الشرط کہا
عورت سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے عورت نے کہا میں نے چاہا اگر تو نے چاہا سو مرد نے کہا کہ میں نے چاہا اور اس قول سے طلاق کی نیت کی یا عورت نے جواب میں یوں کہا کہ میں نے
چاہا اگر ایسا امر ہو یعنی امر معدوم پر تعلیق کی مراد امر معدوم سے وہ امر ہے جو ممکن الوجود ہو لیکن ہنوز موجود نہیں مثلا یوں کہا عورت نے کہ میں نے چاہا اگر میرے باپ نے چاہا یا یوں کہا کہ
میں نے چاہا اگر رات آوے اور حالانکہ عورت وقت تکلم کے دن میں ہے تو ان دونو صورتوں میں باطل ہو گا امر یعنی طلاق جو معلق تھی عورت کی مشیت پر وہ باطل ہوتی
بسبب نہ پائی جانے شرط کے اسواسطے کہ شرط زوج کی مطلق مشیت تھی بلا قید اور عورت نے اپنی مشیت کو معلق اور مقید کر دیا تو حقیقت میں شرط نہ پائی گئی وان قالت شئت
ان کان الامر قد مضی اراد بالماضی المحقق وجوده کان کان ابی فی الدار وهو فیها او ان کان هذا لیلا وهی فیه مثلا طلقت لانه تنجیز اور اگر
تفویض مذکور کے جواب میں عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر ایسا ہو یعنی معلق کیا امر ماضی پر مراد ماضی سے وہ امر ہے جو ثابت الوجود ہو چنانچہ عورت نے کہا کہ میں نے چاہا اگر میرا باپ گھر میں
ہو اور حالانکہ اوسکا باپ گھر میں موجود ہے یا یوں کہا کہ میں نے چاہا اگر یہہ وقت رات ہے اور حالانکہ عورت اوسوقت رات ہی میں تھی مثلا تو عورت مطلقہ ہو گی
اوسیوقت اسواسطے کہ تعلیق امر ثابت الوجود پر در حقیقت تعلیق نہیں بلکہ تنجیز ہے قال لها انت طالق متی شئت او متی ما شئت او اذا او اذا ما شئت فردت الامر لا یرتد
ولا یتقید بالمجلس ولا تطلق نفسها الا واحدة لانها تعم الازمان لا الافعال فتملك التطلیق فی کل زمان لا تطلیقا بعد تطلیق کہا عورت سے
کہ تو طالق ہے جب کہ تو چاہے یہہ عموم زمانی خواہ بلفظ متی شئت ذکر کیا یا متی ما شئت یا اذا شئت یا اذا ما شئت کے لفظ سے بیان کیا پھر عورت نے رد کیا امر کو یعنی کہا کہ میں نے
طلاق نہیں چاہتی تو اس کہنے سے عورت کا اختیار رد نہو گا اور مقید نہو گا یہہ اختیار مشیت کا مجلس علم پر اور نہ طلاق دیسکے گی عورت مگر ایک طلاق اسواسطے کہ یہہ الفاظ سب زمانوں
کو شامل ہیں نہ افعال کو تو عورت مالک رہیگی طلاق کی ہر زمانہ میں اور مالک نہو گی دوسری تطلیق کی بعد تطلیق اول کے بسبب عدم عموم افعال کے وفی کلما تفرق الثلث
فی کلما شئت ولا تجمع ولا تثنی لانها تعم الافراد اور عورت کو اختیار ہے تین طلاق کو علیحدہ علیحدہ لینا کلما شئت میں یعنی مرد نے کہا کہ تو طالق ہے
ہر بار کہ تو چاہے سو عورت نے ایک مجلس میں کہا کہ میں اپنی ذات کی طلاق چاہتی ہوں پھر دوسری مجلس میں یہی کہا پھر تیسری مجلس میں یوں ہی کہا تو درست ہے ولیکن تین طلاق کو ایک مجلس میں جمع
نکر سکیگی اور نہ دو طلاق کو اسواسطے کہ کلما کا لفظ موضوع ہے واسطے عموم افراد کے تو اوسمیں جمع اور تثنیہ کا ارادہ صحیح نہیں ولو طلقت بعد زوج اخر لا یقع
ان کانت طلقت نفسها الثلث متفرقة والا فلها اتمامها بعد زوج اخر وهی مسئلة الهدم الاتیة اور اگر طلاق واقع کی عورت نے بعد دوسرے زوج کے تو طلاق
نہ واقع ہو گی اگر اپنی ذات کو تین متفرق طلاق دے چکی ہو گی یعنی اگر زید نے مثلا حمیدہ سے کہا کہ انت طالق کلما شئت سو اوسنے تین طلاق متفرق اپنے نفس پر واقع کیں اور
اوسنے خالد سے نکاح کیا پھر خالد نے اوسکو طلاق دی پھر حمیدہ نے زید سے نکاح کیا اور اپنی ذات پر طلاق واقع کی تو یہہ طلاق ثانی نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ تعلیق کلما شئت
کی اول ملک تک تھی تو اس ملک ثانی مستحدث کو شامل نہو گی اور اگر حمیدہ نے اپنی ذات پر مطلق طلاق نہ واقع کی تھی یا تین طلاق ایک مجلس میں کر چکی تھی یا فقط ایک طلاق
یا دو طلاق ایک مجلس میں واقع کر چکی ہے تو حمیدہ کو تین متفرق طلاق واقع کرنیکا اختیار ہے بعد دوسرے زوج کے اور اسکا مسئلہ الہدم نام ہے جو باب التعلیق اور باب الرجعة
میں آویگا انت طالق حیث شئت او این شئت لا تطلق الا اذا شاءت فی المجلس فان قامت من مجلسها قبل مشیتها فلا مشیة لها لانهما للمکان ولا تعلق للطلاق
به فجعلا مجازا عن ان لانها ام الباب کہا زوج نے انت طالق حیث شئت یعنی تو طالق ہے جہاں تو چاہے یا یوں کہا کہ انت طالق این شئت یعنی تو طالق ہے جس جگہ
تو چاہے تو عورت طلاق نہ دیسکے گی مگر جب کہ چاہیگی مجلس علم میں اور اگر اوٹھہ کھڑی ہو گی اپنی مجلس سے قبل مشیت کے تو اب اوسکی خواہش کا کچھ اعتبار نہو گا اسواسطے کہ حیث اور این ظرف
ہیں واسطے مکان کے اور حالانکہ طلاق کو کچھ تعلق نہیں مکان سے تو مکان کا وجود اور عدم بہ نسبت طلاق کے برابر ہے تو اسواسطے حیث اور این باعتبار مجاز کے بمعنی ان
شرطیہ کے قرار دیئے گئے اسواسطے کہ ان شرطیہ اصل ہے باب تعلیق میں علاقہ مجاز کا یہہ کہ ظرف اور شرط میں مناسبت ہے اسواسطے کہ مظروف بدون ظرف کے نہیں پایا جاتا جیسے کہ مشروط
بدون شرط کے نہیں ہوتا کذا فی الحاشیة المدنی والطحطاوی وفی کیف شئت یقع فی الحال رجعیة اور انت طالق کیف شئت میں یعنی تو طالق ہے جسطرح کہ تو چاہے

ایک طلاق رجعی فی الحال واقع ہوگی یعنی قبل مشیت عورت کے طلاق رجعی ہوگی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بدون مشیت کے طلاق نہوگی دلیل امام کی یہہ کہ زوج نے طلاق کو خود واقع کیا اور وصف طلاق مین یعنی رجعی یا بائن ہونے مین عورت کو مختار کیا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی فان شاءت بائنۃ او ثلاثا وقع ما شاءت مع نیتہ والا فرجعیۃ لو موطوءۃ والا بانت ویبطل الامر وقول الزیلعی والعینی قبل الدخول صوابہ بعدہ فتنبہ سو اگر کیفیت مشیت مین عورت نے طلاق بائن کو چاہا یا تین طلاق سو واقع ہوگا جو کہ وہ چاہیگی اسواسطے کہ وہ مختار تھی وصف اور عدد مین اگر مشیت عورت کی موافق ہے ساتھہ نیت زوج کے اور اگر نیت زوج کی مخالف ہے مشیت سے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یعنی اس صورت مین دونوں کی نیت لغو ہوگی اصل وقوع صریح کا باقی رہیگا اگر عورت مدخولہ ہے اور اگر مدخولہ نہین تو عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی اور باطل ہوگا امر مشیت کا اور قول زیلعی اور عینی کا قبل دخول کے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے سو سہو ہے قلم کا ٹھیک یون ہے کہ بعد دخول کے رجعی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی کم شئت او ما شئت لہا ان تطلق ما شاءت فی مجلسہا ولم یکن بدعیا للضرورۃ اور اس قول مین کہ انت طالق کم شئت یا ما شئت یعنی تو طالق ہے جتنا کہ تو چاہے یا جو بار کہ تو چاہے تو عورت مختار ہے طلاق دینے مین تین طلاق تک جیسا کہ وہ چاہے اوسی مجلس مین اپنی ذات کو خواہ ایک طلاق دی خواہ دو یا تین اور عورت کا تین طلاق واقع کرنا طلاق بدعی مین نہ شمار ہوگا بسبب ضرورت کے یعنی عورت مضطر ہے تین طلاق کیطرف اپنی خلاصی کیواسطے اسواسطے کہ اوسکو بعد مجلس کے اختیار نہ باقی رہیگا بخلاف زوج کے کہ اوسکو تین طلاق دینا بدعت ہے وان ردت او تقوم بما یفید الاعراض ارتد لانہ تملیک فی الحال فیقبل بہ کذلک اور اگر عورت نے رد کیا امر کو یعنی یون کہا کہ مین طلاق نہین چاہتی یا لائی اوس فعل کو جو مفید ہے اعراض کا تو امر رد ہو جائیگا پھر عورت کو اختیار نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہہ تملیک ہے فی الحال تو اسکا جواب بھی ایسا ہی فی الحال چاہیے قال لہا طلقی نفسک من ثلث ما شئت تطلق ما دون الثلث ومثلہ اختاری من الثلث ما شئت لان من تبعیضیۃ وقالا بیانیۃ فتطلق الثلث والاول اظہر کہا عورت سے کہ طلاق دے اپنی ذات کو تین سے جسقدر کہ تو چاہے تو عورت طلاق دے کمتر تین سے یعنی دو یا ایک طلاق بائن وہ مختار ہے اور مانند اوسی قول کے یہہ قول ہے کہ اختیار کر اپنی ذات کیواسطے تین سے جسقدر کہ تو چاہے اسواسطے کہ کلمہ من کا طلقی من ثلث مین تبعیضیہ ہے اور کہا صاحبین نے کہ من بیانیہ ہے تو اس صورت مین عورت تین طلاق بھی دے سکیگی اور پہلا قول ظاہر تر ہے اسواسطے کہ من اپنی حقیقی معنی مین مستعمل ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے قال انت طالق ان شئت وان لم تشائی طلقت للحال کہا زوج نے زوجہ سے کہ تو طالق ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نچاہے تو فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ خواہش یا عدم خواہش سے خالی ہونا ممکن نہین تو ایک شرط بلا شبہ ثابت ہے ولو قال ان کنت تحبین الطلاق فانت طالق وان کنت تبغضینہ فانت طالق لم تطلق لانہ یجوز ان لا تحب ولا تبغض ولا یجوز ان تشاء ولا تشاء اور کہا مرد نے کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھتی ہے تو تو طالق ہے اور اگر اوسکو مبغوض اور مکروہ جانتی ہے تو تو طالق ہے تو اس صورت مین عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ جائز ہے کہ عورت طلاق کو نہ محبوب رکھتی ہو نہ مبغوض بخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان مشیت اور عدم مشیت عورت سے خالی ہونا جائز نہین ولو قال لہما اشدکما حبا للطلاق او اشدکما بغضا لہ طالق فقالت کل انا اشد حبا لہ لم یقع لدعوی کل ان صاحبتہا اقل حبا منہا فلم یتم الشرط اور اگر کہا مرد نے اپنی دو عورتون سے کہ تم دونون مین جو زیادہ تر محبت رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہے یا یون کہا کہ تم دونون مین جو زیادہ تر بغض رکھتی ہو طلاق سے اوسکو طلاق ہے سو کہا ہر عورت نے کہ مین زیادہ تر محبت رکھتی ہون طلاق سے تو کسی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ ہر ایک عورت کا دعوی ہے کہ اوسکی سوت کو کمتر حب ہے بہ نسبت میرے کے تو تمام ہوتی شرط زوج کی یعنی کثرت حب کسیکی نہ ثابت ہوتی بسبب عدم تصادق آپس کے ثم التعلیق بالمشیۃ او الارادۃ او الرضا او الہوی او المحبۃ یکون تملیکا فیہ معنی التعلیق فیتقید بالمجلس کالتملیک بید لہ بخلاف التعلیق بغیرہا پھر یہہ معلوم کرنا چاہیے کہ طلاق کو معلق کرنا عورت کی مشیت پر یا ارادہ پر یا رضا پر یا ہوی یعنی خواہش پر یا محبت پر تملیک ہے جسمین تعلیق کے معنی ہین پھر بحیثیت تعلیق تملیک کے ٹھہری تو مقید بمجلس ہوگی مانند امر بید کے بخلاف اوس تعلیق کے جو بغیر الفاظ مذکورہ کے ہو جیسے دخول دار کی تعلیق کہ وہ تملیک نہین بلکہ خالص تعلیق ہے تو مقید بمجلس نہین واللہ اعلم

باب التعلیق

پہلے باب ہو مسائل تعلیق طلاق میں جب طلاق منجز سے مصنف نے فراغت پائی تو طلاق معلق کا بیان شروع کیا اسواسطے کہ معلق مرکب ہے طلاق اور شرط سے لہذا طلاق مفرد کے بعد ذکر ہوا ھو من علقہ تعلیقا
جعلہ معلقا واصطلاحا ربط حصول مضمون جملۃ بحصول مضمون جملۃ اخری تعلیق باعتبار لغت کے ماخوذ ہے علقہ تعلیقا سے عرب اس کلام کو اوسوقت بولتے ہیں جبکہ کسی
چیز کو کسی چیز سے معلق کرے یعنی لٹکا دے اور اصطلاح فقہا میں تعلیق عبارت ہے مربوط کرنے حصول مضمون ایک کلام کے ساتھ حصول مضمون دوسرے کلام کے یعنی مضمون جزا کو مضمون شرط سے گانٹھنا اور لٹکانا اوسکو تعلیق کہتے ہیں
چنانچہ انت طالق ان دخلت الدار تعلیق ہے اسواسطے کہ طلاق مخاطبہ کی دخول دار سے مربوط ہے یعنی طلاق کا حصول دخول دار کے حصول پر موقوف ہے ویسمی یمینا مجازا اور
تعلیق کو یمین بھی مجازا کہتے ہیں وشرط صحتہ کون الشرط معدوما علی خطر الوجود فالمحقق کان کانت السماء فوقنا تنجیز والمستحیل
کان دخل الجمل فی سم الخیاط لغو اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا معدوم جائز الوجود یعنی وقت تکلم کے شرط موجود نہیں لیکن موجود ہونا اوسکا محال
نہیں تو امر ثابت الوجود جیسے ان کانت السماء فوقنا یعنی تنجیز ہے تعلیق نہیں یعنی اگر کوئی یون کہے کہ تو طالق ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہے تو اوسیوقت طلاق واقع ہوگی
اور امر محال چنانچہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو تو ایسی تعلیق لغو ہے یعنی اگر طلاق کو امر محال پر معلق کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی وکونہ متصلا الا
لعذر اور شرط صحت تعلیق کی ہونا شرط کا متصل مشروط کے تو اگر انت طالق کہا پھر بعد سکوت کے شرط بیان کی تو صحیح نہوگی مگر بسبب عذر کے البتہ صحیح ہوگی عذر
جیسے کہ کھانسی یا ہچکی سے بات پوری کرتا ہو وان لا یقصد بہ المجازاۃ فلو قالت یا سفلۃ فقال ان کنت کما قلت فانت کذا تنجیز کان کذلک
اولا اور شرط صحت تعلیق کی یہہ ہے کہ مرد تعلیق سے عورت کی کلام کا بدلا دینے کا نہ قصد کرے سو اگر عورت نے مرد سے کہا یا سفلہ یعنی او بے غیرت پھر مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا ہوں
جیسا کہ تو نے کہا تو تو ایسی ہے یعنی طالق ہے تو یہہ تعلیق نہیں تنجیز ہے یعنی فی الحال طلاق واقع ہوگی مرد سفلہ ہو یا نہو وذکر المشروط فنحو انت طالق ان لغو
اور شرط صحت تعلیق کی یہہ ہے کہ مشروط مذکور ہو شارح نے لفظ مشروط سے فعل شرط کا ارادہ کیا تو ایسا کہنا کہ انت طالق ان یعنی حرف شرط کا بدون فعل شرط کے بولنا
لغو ہے اس صورت میں طلاق نہ واقع ہوگی اسی روایت پر فتوی ہے ووجود رابط حیث تاخر الجزاء کما یاتی اور شرط صحت تعلیق کی وجود رابط کا ہے جہاں جزا موخر ہو
چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا رابط سے مراد وہ حرف جو ربط دے شرط اور جزا کو چنانچہ ف اور اذا مفاجات کا شرطہ الملک حقیقۃ کقولہ لقنہ ان فعلت کذا
انت حر او حکما کقولہ لمنکوحتہ او معتدتہ ان ذہبت فانت طالق اور شرط لزوم تعلیق کی ملک ہے خواہ ملک حقیقی ہو چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے
غلام سے کہ اگر تو ایسا کام کریگا تو تو آزاد ہے یا ملک حکمی ہو اگرچہ ملک حکمی حقیقۃ نہو بلکہ حکما ہو مانند قول زوج کے اپنی منکوحہ یا عدت والی سے اگر تو جاویگی تو تو طالق ہے ملک
حقیقی کی مثال غلام ہے اسواسطے کہ مولی غلام کی گردن کا مالک ہے اور منکوحہ ملک حکمی کی مثال ہے اسواسطے کہ زوج منکوحہ کی گردن کا مالک نہیں لیکن بسبب نکاح کے انتفاع
کا مالک ہے اور معتدہ ملک حکمی حکما کی مثال ہے تو ملک حکمی کی دو صورتیں ہیں اگر نکاح بلا مانع قائم ہے تو ملک حکمی ہے حقیقۃ اور اگر طلاق کے بعد عورت عدت میں ہے تو
یہ ملک حکمی ہے حکما بسبب باقی رہنے اثر نکاح کے اسواسطے کہ معتدہ محل ہے طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی او الاضافۃ الیہ ای الملک الحقیقی عاما او خاصا کان ملکت
عبدا او ان ملکتک فکذا او الحکمی کذلک کان نکحت امراۃ او ان نکحتک فانت طالق وکذا کل امراۃ یا اضافت و نسبت ہو ملک حقیقی کی طرف عام ہو یا خاص چنانچہ یون کہنا
اگر میں مالک ہوونگا کسی غلام کا تو وہ آزاد ہے یا اگر میں مالک ہونگا تیرا یعنی کہا معین شخص سے تو تو آزاد ہے اول مثال ہے ملک حقیقی عام کی اضافت کی اور ثانی مثال ہے ملک حقیقی
خاص کی اضافت کی یا اضافت ہو ملک حکمی کیطرف اسیطرح یعنی حکمی عام ہو یا خاص حکمی عام کی مثال چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کرون تو وہ مطلقہ ہے یا یون کہنا
کسی عورت سے کہ اگر میں تجھ سے نکاح کرون تو تو طالق ہے یہہ مثال ہے حکمی خاص کی اضافت کی اور اسیطرح کل امراۃ نکحتہا فہی طالق مثال ہے حکمی عام کی اضافت کی ویکفی
معنی الشرط الا فی المعینۃ باسم او نسب واشارۃ اور اضافت ملک کی صحت کیواسطے کافی ہیں معنی شرط کے خواہ حرف شرط مذکور ہو یا نہو مگر جو عورت کہ معین ہو گئی
ہو نسب یا اشارہ کے ساتھ تو وہان معنی شرط کا کافی نہیں بلکہ معینہ کی تعلیق طلاق میں شرط صریح ضرور ہے شارح نے باسم او نسب کہا اور بحر الرائق اور نہر الفائق اور شارح کی
ملتقی میں تعبیر ہوا ہے یعنی باسم و نسب اور تعبیر ہوا و نہایت خوب ہے صورت تعیین باسم او نسب کی یون ہے کہ زینب بیٹی زید بن عبد اللہ ہاشمی کی جس سے میں نکاح کرونگا

مطلقہ ہو پھر زینب سے نکاح کیا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ زینب معین ہو چکی ہے اسم اور نسب سے اسکی تعلیق طلاق میں معنی شرط کی کافی نہیں بلکہ شرط صریح چاہیے کذا فی حاشیۃ الدر للطحطاوی فلو قال المرأۃ التی اتزوجہا طالق تطلق بتزوجہا اور اگر مرد کہیگا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ طالق ہے تو وہ عورت مطلقہ ہوگی بمجرد اسکے نکاح کے اسواسطے کہ یہہ عورت باسم و نسب یا اشارہ معین نہیں تو اوسکی صحت تعلیق میں معنی شرط کی کافی ہیں ولو قال ہذہ لا لتعرفہا بالاشارۃ فلغا الوصف اور اگر یون کہیگا کہ ہذہ المرأۃ التی اتزوجہا طالق یعنی یہہ عورت جس سے میں نکاح کروں گا طالق ہے تو اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگر بعد اس اضافت کے اوس سے نکاح کریگا اسواسطے کہ وہ معین ہو چکی بسبب اشارہ کرنیکے تو لغو ہوگیا وصف یعنی التی اتزوجہا کہنا بیفائدہ ہوگیا اسواسطے کہ صفت تو تمیز کیواسطے ہوتی ہے غیر معروف میں اور معروف میں صفت کی کیا حاجت ہے بلکہ عورت معینہ کی تعلیق اضافت میں شرط صحیح ذکر کرنا چاہیے اسطرح کہ اگر اس عورت سے نکاح کرونگا تو یہہ طالق ہے تب تعلیق صحیح ہوگی فلغا قولہ لاجنبیۃ ان زرت زیدا فانت طالق فنکحہا فزارت تو لغو ہوا یون کہنا مرد کا اجنبی عورت سے کہ اگر تو زیارت یعنی ملاقات کریگی زید سے تو تو طالق ہے پھر بعد اس قول کے اوس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے زید کی ملاقات کی یہہ تعلیق اسواسطے لغو ہوئی کہ تعلیق کے وقت نہ ملک تھی مرد کی عورت پر اور نہ اضافت طرف ملک کی وکذا کل امرأۃ اجتمع معہا فی فراش فہی طالق فنکح امرأۃ تطلق ومثلہ کل جاریۃ اطأہا حرۃ فاشتری جاریۃ فوطئہا لم تعتق لعدم الملک والاضافۃ الیہ اور اسیطرح لغو ہے یہہ قول کہ جس عورت کے ساتھ میں جمع ہوں فرش پر تو وہ طالق ہے پھر نکاح کیا تو یہہ منکوحہ طالق ہوگی اسواسطے کہ اجتماع فی الفراش لازم نہیں کہ فقط نکاح ہی سے ہو تو اجتماع فی الفراش ملک ہے نہ اضافت ملک کی اور مانند اوسکے یہہ قول ہے کہ جس لونڈی سے میں صحبت کروں وہ آزاد ہے پھر مول لیا اوسنے ایک لونڈی کو پھر اوس سے صحبت کی تو وہ آزاد نہوگی بسبب عدم ملک اور بسبب عدم اضافت الی الملک کے وافاد فی البحر ان زیارۃ المرأۃ فی عرفنا لا تکون الا بطعام مع ہا یطبخ عند المزور فلیحفظ اور فائدہ بیان کیا ہے بحر الرائق میں یہہ کہ عورت کی زیارت ہمارے عرف میں یعنی مصر کے عرف میں نہیں ہوتی مگر جب عورت کے ساتھہ کھانا ہو اور اوس کھانے کو جسکی زیارت کو گئی ہے اوسکے پاس پکا دے تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے تو بموجب اس عرف کے اگر عورت قرض مانگنے یا خرید و فروخت کو گئی تو اوسکو زیارت نکہینگے طحطاوی نے کہا کہ اب مصر میں یہہ عرف باقی نہیں کما لغا ایقاعہ الطلاق مقارنا لثبوت ملکہ کانت طالق مع نکاحک ونحوہ مع تزوجی ایاک لتمام الکلام بفاعلہ ومفعولہ جیساکہ لغو ہے واقع کرنا طلاق کو اپنی ملک ثابت ہونیکے متصل یعنی بمجرد ثبوت نکاح ایقاع طلاق لغو ہے جیسا یون کہنا کہ تو طالق ہے اپنے نکاح کے ساتھہ اور ایقاع طلاق یون صحیح ہے کہ تو طالق ہے ساتھہ نکاح کرنے میرے کے تجھکو بسبب تمام ہوجانے کلام کے اپنے فاعل اور مفعول پر ہے بحر الرائق میں دونوں صورتوں میں اسطرح فرق بیان کیا ہے کہ مع تزوجی ایاک میں جب بلفظ تزوج کا اپنے فاعل اور مفعول سے ملکے کلام کامل ہوا تو تزوج بمعنی ملک کے مجاز اقرار دیا گیا اور مع بمعنی بعد کے محمول ہوا اور اسکی تصحیح کلام کی اور مع نکاحک میں فقط مفعول ہے فاعل مذکور نہیں تو کلام ناقص ہوا اسواسطے مع بمعنی بعد کے محمول نہوا لیکن اس تعلیل میں مناقشہ ہے کہ اگرچہ مع نکاحک میں فاعل مذکور نہیں لیکن مقدر ہے اسطرح کہ مع نکاحی ایاک اور حذف فاعل کا مصدر میں شائع ہے اور جب کہ فاعل مقدر ہوا تو قائم مقام ملفوظ کے ہے تو اب دونوں صورتوں میں کچھہ فرق نہ ثابت ہوا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی او زوالہ کمع موتی او موتک بالغو ہے ایقاع طلاق زوال ملک زوج کے متصل جیسے یون کہنا کہ تو طالق ہے میری موت کے ساتھہ یا یون کہا کہ تو طالق ہے اپنی موت کے ساتھہ یہہ کلام لغو ہوا اسواسطے کہ حالت موت منافی ہے ایقاع اور وقوع طلاق کے جیسا کہ طلاق قاصر کے باب میں مفصل مذکور ہو چکا فائدہ فی المجتبی عن محمد فی المضافۃ لا یقع وبہ افتی ائمۃ خوارزم انتہی وہو قول للشافعی والحنفی تقلیدہ بفسخ قاض شافعی بلا تحکیم بل افتاء عدل وبفتوی فی حادثتین مذہب لا یبطلہ ولا یفسخ یمین زید فائدہ ہے اس مقام کے مجتبی میں امام محمد سے روایت ہے کہ یمین مضاف میں طلاق نہیں واقع ہوتی یعنی تعلیق باضافت ملک اسطرح کہ اگر میں تجھہ سے نکاح کروں یا جس عورت سے کہ نکاح کروں وہ مطلقہ ہے تو بقول امام محمد نکاح کرنیکے بعد طلاق نہ واقع ہوگی اور اسی روایت پر فتوی دیا ہے علمای خوارزم نے انتہی عبارۃ المجتبی اور یہی قول ہے امام شافعی کا اور حنفی مذہب کو جائز ہے تقلید مذہب شافعی کی قاضی شافعی کے فسخ کر دینے میں یعنی اگر حنفی مذہب نے تعلیق مضاف کی ہو تو اوسکو جائز ہے کہ مقدمہ قاضی شافعی کے نزدیک رجوع کرے تاکہ قاضی اس تعلیق کو فسخ کرے پھر وطی اوس عورت کی بلا تردد حلال ہوگی کذا فی البحر الرائق بلکہ حنفی کو فسخ اس تعلیق میں تقلید تحکیم یعنی حکم اور پنچ کی بھی جائز ہے لیکن تقلید قاضی شافعی کی بالاتفاق جائز ہے اور تقلید محکم شافعی میں خلاف ہے بلکہ حنفی کو فتوی دینا عادل شافعی کا کافی ہے اور وہ مقلد دو فتوی پر عمل کرنا دو مقدموں میں جائز ہے یعنی ایک شخص کو ایک مفتی نے بطلان تعلیق مضاف کا فتوی دیا اور اوسنے اوس فتوی پر عمل کیا ایک عورتکے حق میں پھر دوسرے مفتی نے حرمت کا فتوی دیا تو وہ

شخص دوسری فتوی پر عمل کرے دوسری عورت کے حق میں پہلی عورت میں اور اس مسئلہ کو درست کر لینا چاہیے فتوی اس پر دینا نچاہیے کذا فی البزازیہ شیخ الاسلام مفتی ابو سعود نے کہا فائدہ دیتا
ہے یہ کیا ہے کہ وقت ضرورت کے اپنی ذات پر عمل کرے سلطانی نے کہا اسکا علم رکھے فتوی نہ دے تا کہ جاہل لوگ ہدم مذہب کی راہ نہ پاویں اور بحر الرائق میں بزازیہ سے منقول ہے کہ ہمارے زمانہ میں فسخ یمین
سے نکاح فعلی بہتر ہے اسطرح کہ کسی عالم پاس جاوے اور اپنی یمین کا ذکر کرے کہ اپنی احتیاج طرف نکاح فضولی کے بیان کرے سو عالم اوسکا نکاح عورت سے کر دے اور یہ شخص اجازت فعلی سے نکاح کو
صحیح کر دے تو اس سے پیر نکاح بھی ہو گیا اور حانث بھی نہوا کذا فی حاشیۃ المدنی ویبطل تنجیز الثلاث للحرۃ والثنتین للامۃ تعلیقہ الثلاث وما دونہا
اور باطل کرتا ہے فی الحال تین طلاق واقع کرنا حرہ کے حق میں اور دو طلاق لونڈی کے حق میں تین طلاق کی تعلیق کو اور تین سے کمتر کو یعنی زوج نے اول تین طلاق یا
کمتر کی تعلیق کی پھر اسکی بعد تین طلاق کو بلا تعلیق کے فی الحال واقع کر دیا تو اگلی تعلیق کا کچھ اعتبار نہ رہا اگر اس مطلقہ سے بعد زوج ثانی کے نکاح کریگا اور بعد اسکے شرط
تعلیق پائی جاویگی تو طلاق نہ واقع ہوگی الا المضافۃ الی الملک کما مر تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی مگر اوس تعلیق کو جو ملک کی طرف مضاف ہے مبطل نہیں چنانچہ
سابق میں مذکور ہو چکا مراد تعلیق مضاف سے وہ تعلیق ہے جو بلفظ کلما ہو چنانچہ کلما تزوجتک فانت طالق یعنی جب بار کہ میں تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق ہے تو تنجیز تین طلاق کی اس تعلیق
مضاف کی مبطل نہیں ہو سکتی کذا فی حاشیۃ المدنی طحطاوی نے لکھا یہ جو شارح نے کہا کہ یہ مسئلہ مذکور ہو چکا سو درست نہیں ہے اسواسطے کہ سابق میں یہ مسئلہ کہیں مذکور نہیں ہے
لا تنجیز ما دونہا مبطل تعلیق ثلث کی نہیں تین طلاق سے کمتر کی تنجیز اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملک دریافت کر کہ تعلیق طلاق کی باطل
ہوتی ہے زوال حلت سے نہ زوال ملکیت سے اور حلت زائل ہوتی ہے بینونت کبری سے یعنی تین طلاق سے حرہ میں اور دو طلاق سے لونڈی میں پھر جب تین طلاق کے بعد جدائی کامل
ہو گئی اور حلت باطل ہو چکی تو اب وقوع طلاق کا محل باقی نہ رہا تو تعلیق بھی باطل ہو گئی اور جو حلت کہ بعد زوج ثانی کے پیدا ہو گی وہ بالفعل معدوم ہے اور معدوم لائق
اعتبار کے نہیں فلو علق الثلاث او ما دونہا بدخول الدار ثم نجز الثلاث ثم نکحہا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولہا شیئ
تو اگر زوج نے تین طلاق یا کمتر کی تعلیق دخول دار پر کی پھر فی الحال تین طلاق کو واقع کر دیا پھر نکاح کیا اوسی عورت سے بعد تحلیل زوج ثانی کے تو باطل ہو گی تعلیق کو
تو نہ واقع ہو گا کچھ عورت کو دخول دار سے اسواسطے کہ اثر تعلیق کا اب کچھ باقی نہ رہا تعلیق کے وقت کی حلت بالکل مٹ گئی اور حلت حادثہ سے اوس تعلیق کو کچھ علاقہ نہیں ولو
کان نجز ما دونہا لم یبطل فیقع المعلق کلہ اور اگر زوج نے تین طلاق کی تعلیق کی پھر فی الحال دو طلاق یا ایک طلاق کو واقع کر دیا تو تعلیق نہ باطل ہو گی تو بالکل
معلق واقع ہو گا تعلیق اسواسطے نہ باطل ہوئی کہ حلت زوج کی ایک یا دو طلاق سے نہ زائل ہوئی زوج کو جائز تھا بعد ایک یا دو طلاق کے کہ بدون زوج ثانی کو مطلقہ کی رضا مندی
سے نکاح کر لیا اس صورت میں تو فقط ملکیت زوج کی بسبب بینونت صغری کے زائل ہوئی تھی اور ثابت ہو چکا ہے کہ زوال ملک سے تعلیق باطل نہیں ہوتی پھر جبتک حلت باقی ہے
تو تعلیق بھی باقی ہے پھر جب یہ عورت زوج مطلق معلق کے پاس عود کریگی اور شرط پائی جاویگی تو جسقدر طلاق کی تعلیق ہوئی تھی سب واقع ہو گی خواہ ایک طلاق ہو خواہ دو خواہ تین
وافقہ محمد ببقیۃ الاولی وہی مسئلۃ الہدم الآتیۃ اور واقع کرتے ہیں امام محمد بقیہ اول کو یعنی جب تنجیز تین طلاق سے کم کی ہوئی تو جسقدر ملک اول میں عدد
طلاق کو باقی رکھے تھے بعد وجود شرط کے واقع ہونگے مثلا زوج نے تین طلاق کی تعلیق کی دخول دار پر پھر ایک طلاق کی تنجیز کی یعنی فی الحال واقع کر دی اور بعد زوج ثانی کے
پھر زوج اول کے نکاح میں عورت آئی اور شرط تعلیق کی پائی گئی تو دو طلاق واقع ہونگی اور اگر ملک اول میں دو طلاق کی تنجیز ہوئی تھی تو ایک ہی طلاق سے واقع ہو گی
اسواسطے کہ اتنا ہی بقیہ تھا ملک اول کا اور یہ مسئلہ ہدم کا ہے جو باب الرجعۃ میں آویگا خلاصہ یہ ہے کہ تنجیز ما دون ثلث میں باتفاق شیخین اور محمد تعلیق باطل نہیں ہوتی
لیکن اختلاف ہے وقوع معلق میں شیخین کے نزدیک کل معلق واقع ہوتا ہے اور محمد کے نزدیک جسقدر تین طلاق سے باقی رہا ہے اتنا واقع ہوتا ہے وثمرتہ فیمن علق واحدۃ
ثم نجز ثنتین ثم نکحہا بعد زوج آخر قد طلقت ثلثا عندہما خلافا لمحمد اور ثمرہ اختلاف شیخین اور محمد کا ظاہر ہوتا ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے
ایک طلاق کی تعلیق کی دخول دار پر پھر بعد تعلیق کے اوس نے دو طلاق کو فی الحال واقع کیا پھر اوس عورت سے نکاح کیا بعد دوسرے زوج کے پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو شیخین کے
نزدیک یہ وجہ اول کہ عورت کو تین طلاق ہو گئیں اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق منجز کو تو ہدم کر دیا گویا اوسکا وجود ہی نہ تھا تو زوج اول کو ملک جدید پھر تین طلاق کا اختیار حاصل ہوا پھر جب ایک

طلاق معلق واقع ہوئی تو دو طلاق کا اختیار باقی رہا اسواسطے اوسکو رجعت کا اختیار ہے بخلاف امام محمدؒ کے کہ اونکے نزدیک زوج اول رجعت نہیں کرسکتا اسواسطے کہ دو طلاق پہلے واقع ہو چکی تھی اور ایک طلاق معلق اب واقع ہوئی تینوں طلاق پوری ہو چکی رجعت کی گنجائش کہاں ہی کذا یبطل بلحاقہ مرتدًا بدار الحرب خلافًا لھما اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق طلاق کی بسبب ملحق ہونے زوج کے دار الحرب مین مرتد ہوکر بخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک اس لحوق سے تعلیق باطل نہین ہوتی ویفوت محل البر کان کلمت فلانًا او دخلت ھذہ الدار فمات او جعلت بستانًا کما بسطناہ فیما علقناہ علی الملتقی وسیجیء مسئلۃ الکوز بفروعھا اور اسیطرح باطل ہوتی ہے تعلیق بسبب فوت ہونے محل بر کے یعنی قسم پورا کرنیکا مقام نہ باقی رہے جیسے زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو فلانے شخص سے کلام کریگی یا داخل ہوگی اس گھر مین تو طالق ہے پھر وہ شخص مرگیا اور وہ گھر باغ بنایا گیا تو یہ تعلیق باطل ہوگئی یعنی اگر عورت اوس باغ مین جائیگی تو طلاق نہ واقع ہوگی چنانچہ اس مسئلہ کو ہمنے شرح ملتقی مین خوب واضح بیان کیا ہے اور عنقریب مسئلہ کوزہ کا مع الفروع کتاب الایمان کے باب الاکل والشرب مین آویگا **ف** مسئلہ ملحقہ شارح کا قال لزوجتہ الامۃ ان دخلت الدار فانت طالق ثلثًا فعتقت فدخلت لہ رجعتھا قنیہ کہا زوج نے اپنی زوجہ لونڈی سے کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہے تین بار پھر وہ لونڈی آزاد ہوئی پھر گھر مین داخل ہوئی تو زوج کو اس سے رجعت کرنا درست ہے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ وقت تعلیق کے لونڈی تھی دو طلاق سے زیادہ پر اختیار نہ تھا تو گویا دو ہی طلاق کی تعلیق ہوئی نہ تین کی پھر جب شرط پائی گئی تو وہ حرہ تھی تو زوج کو تین طلاق کا اختیار ہوا تو جب طلاق معلق واقع ہوئی تو ایک طلاق کی ملکیت زوج کو باقی رہی اسواسطے رجعت کرسکتا ہے والفاظ الشرط ھی علامات وجود الجزاء ان المکسورۃ ولو فتحھا وقع للحال مالم ینو التعلیق فیدین اور الفاظ شرط کے یعنی نشانیان وجود جزا کی یعنی یہ الفاظ بالذات وجود جزا پر دلالت کرتے ہین نزدیک وجود شرط کے ایک اون مین سے ان مکسورہ ہے اور اگر زوج نے اوسکو فتح دیا تو فی الحال طلاق واقع ہوگی جبتک کہ زوج تعلیق کی نیت نکرے اور اگر تعلیق کی نیت کریگا باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے وکذا لو حذف الفاء من الجواب فی نحو طلبیۃ واسمیۃ وبجامد وبما وقد وبلن وبالتنفیس کما لخصناہ فی شرح الملتقی اور اسیطرح فی الحال طلاق واقع ہوگی اگر فا کو جواب سے حذف کرے جملہ طلبیہ مین اور جملہ اسمیہ مین اور جملہ فعلیہ جامدہ مین اور اوس جملہ مین جو متصل ہے ما اور لن اور تنفیس سے شارح کہتا ہے چنانچہ ہمنے اس مقام کو ملخص کیا ہے شرح ملتقی مین ہم جملہ طلبیہ عبارت ہے امر اور نہی اور تمنی اور تحضیض اور دعا سے اور جملہ اسمیہ کی مثال چنانچہ ان تعذبھم فانھم عبادک اور جملہ فعلیہ جامدہ کی مثال چنانچہ ان تبدوا الصدقات فنعما ہی اور ما کی مثال فان تولیتم فما سألتکم من اجر اور قد کی مثال چنانچہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ اور لن کی مثال چنانچہ وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ اور تنفیس کی مثال چنانچہ ان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ اور ان امور کی مثال مناسب تعلیق طلاق کی اوسکا ان دخلت فانت طالق اور لیجعلی ان دخلت فانت لی زوجۃ یہ نیت طلاق او فقد طلقتک او فلن تکونی منی بہ نیت طلاق او فسوف اطلقک خلاصہ یہ ہے کہ ان اقعین واجب ہے کہ جب صحیح طور سے موقع پر فا نہ لایا تو اوس شرط کی شرط بنا اوسکی جزا ثابت ہوئی تو تعلیق نہوئی جب تعلیق نہ رہی تو بالضرور طلاق فی الحال واقع ہوگی ہان اگر زوج تعلیق کی نیت کریگا تو دیانۃً مقبول ہوگی نہ قضاءً کما مر واللہ اعلم واذا واذا ما وکل ولم تسمع کلما الا منصوبۃ ولو مبتدأ لاضافتھا للمبنی اور الفاظ شرط سے اذا ہے اور اذا ما اور کل اور مسموع نہیں ہوا لفظ کلما کا مگر منصوب اگرچہ وہ مبتدا ہو موجب ہونے ابن عصفور نحوی کے بسبب اضافت ہونے کلما کی طرف مبنی کی مراد منصوب سے مفتوح ہے بدلیل اضافتہا الی المبنی ومتی ومتی ما ونحو ذلک کلو وکانت طالق لو دخلت الدار تعلق بدخولھا اور الفاظ شرط سے متی ہے اور متی ما ہے اور مانند ان الفاظ کے جیسا لو چنانچہ انت طالق لو دخلت الدار یعنی تو طالق ہے اگر داخل ہوگی گھر مین تو طلاق معلق ہوگی عورت کے دخول پر ومن نحو من دخل منکن الدار فھی طالق فلو دخلت واحدۃ مرارًا طلقت بکل مرۃ لان الدخول اضیف الی جماعۃ فاراد عموم کذا فی التاتارخانیۃ وھی غریبۃ وجعلہ فی البحر احد القولین اور مانند الفاظ مذکورہ کے لفظ من ہے چنانچہ قول زوج کا اپنی ازواج سے کہ جو تم مین سے داخل ہوگی گھر مین طالق ہے تو اگر ایک عورت اون مین سے داخل ہوگی گھر مین چند بار تو اوسپر بقدر ہر بار داخل ہونے کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دخول مضاف ہوا جماعت کیطرف تو اوسکا عموم زیادہ

ہوگیا یعنی تعمیم فعل کی بار بار مراد ہوتی کذا فی الغایہ اور یہ مسئلہ غریب ہے وجہ غرابت کی یہہ ہے کہ تکرار فعل کی فقط کلما مین مشہور ہے نہ اوسکے غیر مین اور بحر الرائق مین روایت غایہ کو
احد القولین ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ غیر کلما کو کوئی موجب تکرار فعل نہین کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہا کلہا تنحل ای تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط
مرۃ الا فی کلما فانہ ینحل بعد الثلث لاقتضائہا عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء در ان الفاظ شرط مین سب مین باطل ہو جاتی ہے یمین
بسبب باطل ہوجانے تعلیق کے جب کہ ایکبار شرط پائی جاتی مگر کلما کہ لفظ مین ایکبار شرط پائی جانے سے یمین باطل نہین ہوتی اسواسطے کہ کلما مین بعد تین بار کے یمین باطل ہوتی ہے
بواسطہ اقتضاء کلما کے عموم افعال کو جیسے کہ مقتضی ہے لفظ کل کا عموم اسکو تو اگر زوج نے کہا کلما دخلت الدار فانت طالق پھر عورت داخل ہوئی گھر مین تین بار تو وہ تین
طلاق کر بائن ہوگی پھر اگر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح مین آویگی اور چوتھی بار گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا بسبب بطلان تعلیق کے اور اگر کہا کلما امرءۃ
اتزوجہا فہی طالق یعنی جس عورت سے کہ مین نکاح کرون تو وہ طالق ہے تو ہر عورت مطلقہ ہوگی بعد نکاح کر پھر اگر دوسری بار اوسی عورت سے نکاح کریگا تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے
کہ لفظ کل عموم اسما کو مقتضی ہے نہ عموم افعال کو فلا یقع ان نکحہا بعد زوج آخر الا اذا دخلت کلما علی التزوج نحو کلما تزوجتک فانت کذا
لدخولہا علی سبب الملک وہو غیر متناہ تو نہ واقع ہوگی طلاق کلما دخلت الدار فانت طالق کہنے اور عورت کو تین بار داخل ہونیکے بعد اگر زوج اول اوس سے
نکاح کریگا بعد زوج ثانی کے مگر جبکہ داخل ہو کلما تزوج کے لفظ پر چنانچہ کلما تزوجتک فانت کذا یعنی جبکہ مین تجھسے تزوج کرون تو تو طالق ہے تو اس صورت مین بعد نکاح
کرنے تین بار کے بھی تعلیق نہ باطل ہوگی بسبب داخل ہونے کلما کے ملک کے سبب پر یعنی تزوج پر اور سبب ملک کا متناہی نہین تو طلاق واقع ہوگی ہر بار نکاح کرنے کی اگرچہ ستر بار
نکاح کرے سے تزوج کے بعد اسواسطے کہ جب شرط پائی جاویگی یعنی تزوج تو بالضرور اوسکو جزا لاحق ہوگی یعنی طلاق ومن لطیف مسائلہا لو قال لموطوئتہ کلما
طلقتک فانت طالق فطلقہا واحدۃ تقع ثنتان اور مسائل کلما سے لطیف مسئلہ یہہ ہے کہ اگر کہا زوج نے اپنی مدخولہ کو کہ جب کہ مین تجھکو طلاق دون تو تو طالق ہے
پھر اوسکو ایکبار طلاق دی تو دو بار طلاق واقع ہوگی ایک طلاق بسبب تنجیز کے اور دوسری طلاق بسبب تعلیق کے لواسطے وجود شرط کے وفی کلما وقع علیک طلاقی یقع ثلث
لتکرر الوقوع لکنہ لا یزید علی الثلث اور اس قول مین کہ کلما وقع علیک طلاقی فانت طالق یعنی جب تجھپر طلاق واقع ہو تو تو طالق ہے پھر اسکو ایک طلاق دی تو
تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب مکرر ہونے وقوع طلاق کے اسواسطے کہ جب ایک طلاق دی تو شرط پائی گئی تو دوسری طلاق واقع ہوئی اور ثانی کے وقوع سے پھر شرط پائی گئی تو تیسری
طلاق واقع ہوئی وعلی ہذا القیاس الی غیر النہایۃ لیکن وقوع طلاق کا تین سے زیادہ نہوگا اسواسطے کہ تنجیز تین کی مبطل ہے تعلیق کی بخلاف مسئلہ سابقہ کہ کہ اوسمین تکرار وقوع کا
نہین تو دو ہی بار واقع ہوگی نہ تین بار واللہ اعلم وزوال الملک من نکاح او یمین لا یبطل الیمین فلو ابانہا او باعہ ثم نکحہا او اشتراہ فوجد
الشرط طلقت وعتق لبقاء التعلیق ببقاء محلہ اور بعد تعلیق کے زوال ملک کا ملک نکاح کا زوال ہو یا ملک یمین کا نہین باطل کرتا
تعلیق کو تو اگر منکوحہ کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دی اور اوسکی عدت گذر گئی یا غلام کو بیچا بعد تعلیق عتق کے پھر نکاح کیا مطلقہ بائنہ سے کو بعد زوج ثانی کے یا اوس
غلام کو مول لیا پھر تعلیق کی شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا بسبب بقا تعلیق کے بسبب باقی رہنے محل تعلیق کے مراد محل تعلیق سے عورت اور غلام
ہے اور یہہ جو کہا کہ زوال ملک مبطل تعلیق کا نہین یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ زوال کمتر تین طلاق سے ہوا ہو اور اگر زوال ملک کا تین طلاق سے ہوا ہو تو بلا شبہ مبطل ہے تعلیق کا
اسواسطے کہ تنجیز تین طلاق کی مبطل ہے تعلیق کی کما مر وتنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکنہ ان وجد فی الملک طلقت وعتق والا لا اور باطل ہوجاتی
ہے تعلیق بعد پائے جانے شرط کے ہر طرح سے یعنی وجود شرط کا ملک مین ہوا ہو یا غیر ملک مین ہر طرح تعلیق باقی نہین رہتی لیکن اگر ملک مین شرط پائی گئی تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام
آزاد ہوگا اور اگر شرط ملک مین نہ پائی گئی اسطرح کہ عورت داخل ہوئی گھر مین مثلا بعد ابانت اور انقضای عدت کے قبل تزوج کے تو عورت مطلقہ نہوگی اسیطرح غلام آزاد نہوگا
اسواسطے کہ جزا شرط کو لاحق نہین ہوتی غیر ملک مین چنانچہ اسی پر شارح نے مسئلہ آیندہ کو متفرع کیا فحیلۃ من علق الثلث بدخول الدار ان یطلقہا واحدۃ
بعد العدۃ تدخلہا فتنحل الیمین فینکحہا تو حیلہ اوس شخص کے واسطے جسنے معلق کیا تین طلاق کو دخول دار پر یہہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے پھر جبکہ ہو چکے

کہ اوسکی عدت گذر جاوے اور بعد عدت کے عورت گھر مین داخل ہو تو ٹوٹ جائیگی تعلیق اسواسطے کہ بعد وجود شرط کے تعلیق باطل ہو جاتی ہے پھر اوس عورت سے نکاح کر لے تو
اگر عورت پھر اُس گھر مین داخل ہوگی تو کچھ نہ واقع ہوگا یہہ اوس صورت مین ہے جب کہ تعلیق بکلمہ کلما نہو اور اگر بکلمہ کلما تعلیق ہو تو ایکبار داخل ہونیسے تعلیق باطل نہوگی تو وہان
بعد عدت کے قبل اعادہ نکاح کے عورت کو تین بار گھر مین داخل ہونا چاہیے تب تعلیق باطل ہوگی کما مر کذا فی حاشیۃ المدنی فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوتہ لیعم
العدمی فالقول لہ مع الیمین لانکارہ الطلاق پھر اگر اختلاف کرے زوج اور زوجہ بیچ وجود شرط مین یعنی ثبوت شرط مین شارح نے وجود کو ثبوت کرا اسواسطے
تعبیر کیا تا کہ شرط عدمی کو بھی شامل رہے چنانچہ ان لم تدخلی الدار الیوم فانت طالق تو حالت اختلاف مین قول زوج کا قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا بسبب انکار زوج کے طلاق کو اور معتبر قول
منکر کا ہوتا ہے ومفادہ انہ لو علق طلاقہا بعدم وصول نفقتہا ایاما فادعی الوصول وانکرت ان القول لہ وبہ جزم فی القنیۃ اور مفاد تعلیل مذکور کا
یہہ ہے کہ اگر معلق کیا زوج نے طلاق کو چند روزہ خرچ عورت کے نہ پہونچنے پر یعنی یون کہا کہ اگر تجکو نفقہ مثلا شہر رجب مین نہ پہونچے تو تو طلاق ہے پھر دعوی کیا زوج نے وصول کا اور انکار کیا
اوسکا عورت نے تو قول زوج کا معتبر ہوگا اور اسی روایت پر یقین کیا ہے قنیہ مین بنظر ظاہر عورت منکر معلوم ہوتی ہے لیکن درپردہ مدعی ہے طلاق کی اور نفس الامر مین ثبوت شرط کا
اور طلاق کا زوج منکر ہے تو اوسی کا قول معتبر ہوگا لکن صحح فی الخلاصۃ والبزازیۃ ان القول لہا واقرہ فی البحر والنہر وہو یقتضی تخصیص المتون لکن
قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواہ بما یفیدہ المتون والشروح لانہا الموضوعۃ لنقل المذاہب کما لا یخفی لیکن تصحیح کی ہے خلاصہ اور بزازیہ مین اسکی کہ مسئلہ
سابقہ مین عورت ہی کا قول معتبر ہے اور اسیکو ثابت رکھا ہے بحر الرائق اور نہر الفائق مین اور یہہ مقتضی ہے متون کی تخصیص کا اسواسطے کہ متون مین مطلقا قول زوج ہی معتبر ہے خواہ اختلاف
کے نزدیک خواہ وصول نفقہ مین اختلاف ہو یا اوسکے غیر مین لیکن مصنف نے منح الغفار مین کہا ہے کہ ہمارے شیخنا یعنی بحر الرائق کے مصنف نے یقین کیا ہے اپنے فتوی مین موافق متون اور شروح
کے اسواسطے کہ اقوال شروح و متون موضوع ہین نقل مذہب مین تو بلا شبہہ روایت متون اور شروح کی مقدم ہوگی خلاصہ اور بزازیہ کی روایت پر اسواسطے کہ وہ دونو فتاوی مین داخل ہین چنانچہ
یہہ امر اہل فقہ کے نزدیک مخفی نہین الا اذا برہنت فان البینۃ تقبل علی الشرط وان کان نفیا کان لم تجئ صہرتی اللیلۃ فامرأتی کذا فشہدا انہا لم تجئہ قبلت
وطلقت منح مگر جبکہ عورت گواہ لاوے اپنے دعوی پر تو گواہ مقبول ہونگے شرط پر اگرچہ شرط نفی کی ہو چنانچہ یون کہنا زوج کا کہ اگر آج کی رات میری خوشدامن یا میری سالی نہ آویگی تو میری
عورت طالق ہے پھر دو گواہ نے گواہی دی کہ خوشدامن یا سالی زوج کے پاس نہین آئی تو یہہ گواہی مقبول ہوگی اور عورت مطلقہ ہوگی کذا فی منح الغفار ہرچند کہ نفی پر گواہی
مسموع نہین لیکن یہان اسواسطے مسموع ہوگی کہ یہہ ظاہر مین نفی ہے لیکن حقیقت مین اثبات ہے طلاق کا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی التبیین ان لم اجامعک فی
حیضک فانت طالق للسنۃ ثم قال جامعتک ان حائضا فالقول لہ لانہ یملک الانشاء والا لا انتہی قلت فالمسئلۃ السابقۃ والاتیۃ
لیستا علی اطلاقہما اور تبیین مین یہہ روایت ہے کہ زوج نے کہا کہ اگر مین تجہہ سے جماع نکرون تیرے حیض کے اندر تو تو طالق ہے موافق سنت کے پھر زوج نے کہا کہ مین نے تجہہ سے جماع حیض مین کیا
اگر دعوی جماع کے وقت عورت کو حیض موجود ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہے اسواسطے کہ وہ مالک ہے انشاء جماع کا یعنی حیض مین جماع کرنا اوسکا ممکن ہے گو شرعا جائز نہین اور اگر وقت دعوی جماع
کے عورت طاہر ہے حائض نہین تو قول زوج کی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ واقع اوسکے قول کے مخالف ہے اور طلاق سنت کا وقت موجود ہے یعنی طہر شارح کہتا ہے کہ مسئلہ سابقہ یعنی ان اختلفا
فی وجود الشرط فالقول لہ اور مسئلہ آیندہ یعنی ان حضت فانت طالق یہہ دونو مسئلہ اپنے اطلاق پر نہین یعنی مطلق نہین اسواسطے کہ تقیید مسئلہ سابقہ کی تبیین کی روایت سے ثابت ہوتی
یعنی وقت طہارت حیض کے زوج کا قول معتبر نہین اور تقیید مسئلہ آیندہ کی خود متن مین ہے شرح ومالا یعلم وجودہ الا منہا صدقت فی حق نفسہا خاصۃ استحسانا کالحیض
نظر ہیجانا اور جو شرط ایسی ہے کہ اوسکا وجود نہ معلوم ہو سکے بجز عورت کے چنانچہ حیض اور حبل اور بغض تو وہان صرف عورت کے قول کی تصدیق ہوگی فقط اوسکی ذات کے حق مین نہ غیر کے حق مین اسواسطے کہ اپنی ذات کے
وہ امین ہے اور غیر کے حق مین اسواسطے متہم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی تصدیق قول عورت کی باعتبار استحسان کے ہے ورنہ قیاس کے کذا فی النہر الفائق بخلاف وجہ استحسان کی کہ یہہ شرط بدون عورت کے معلوم نہین ہو سکتی
اور اوسپر حکم شرعی مترتب ہے تو عورت پر اوسکی خبر پر بنا دینا ہے تا کہ حرام مین نہ واقع ہو کبالغۃ واحتلام کحیض فی الاصح اور عورت قریب البلوغ بالغہ کی برابر ہے اور احتلام مانند
حیض کے ہے قول اصح مین اگر حیض پر تعلیق طلاق کی ہے اور کہا قریب البلوغ نے کہ مجکو حیض آیا تو اوسکی تصدیق ہوگی مانند بالغہ کے اور اسیطرح غلام قریب البلوغ کی آزادی احتلام پر معلق ہوتی اور

فلام نے کہا کہ تجھکو احتلام ہوا تو اوسکے قول کی تصدیق ہوگی مثل حیض کے کقولہ ان حضت فانت طالق و فلانۃ او ان کنت تحبین عذاب اللہ فانت کذا او عبدہ حر قال
قالت حضت و الحیض قائم فان انقطع لم یقبل قولہا زیلعی و حدادی او احبت طلقت ہی فقط ان کذبہا الزوج فان صدقہا او علم وجود الحیض طلقتا جمیعا حدادی
چنانچہ اوسکا کہنا زوج کا کہ اگر تو حائض ہو تو تو طالق ہے اور فلانی عورت طالق ہے یا یوں کہا کہ اگر تو عذاب الٰہی کو دوست رکھتی ہے تو تو طالق ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے تو اگر عورت نے کہا کہ حائض
ہوئی اور حالانکہ حیض اوسوقت قائم ہے اور اگر حیض منقطع ہو گیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ زیلعی اور حدادی نے اسکو مصرح کیا ہے یا عورت نے یون کہا کہ مسئلہ ثانیہ کے جواب میں کہ میں عذاب
خدا کو دوست رکھتی ہوں تو فقط وہی عورت تنجیز مطلقہ ہوگی نہ اوسکی سوت اگر زوج نے اوسکی تکذیب کی اور اگر زوج نے اوسکی تصدیق کی یا زوج کو اوسکے حیض کا ہونا معلوم ہو گیا
تو دونون عورتین مطلقہ ہونگی یعنی خبر دینے والی اور اوسکی سوت کذا صرح الحدادی و فی ان حضت لا یقع برؤیۃ الدم لاحتمال الاستحاضۃ فان استمر ثلاثا وقع
من حین رات و کان بدعیا اور اس قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی تو تو طالق ہے طلاق نہ واقع ہوگی بمجرد نظر آنے خون کے بسبب احتمال کے کہ شاید وہ استحاضہ کا ہو پھر اگر
خون برابر جاری رہا تین روز تو طلاق واقع ہوگی اوسوقت سے جبسے کہ عورت نے خون کو دیکھا اور یہہ طلاق بدعی ہوگی اسواسطے کہ حیض میں واقع ہوئی فلو غیر مدخولۃ فتزوجت
بآخر فی ثلثۃ ایام صح فلو ماتت فیہا فارثہا للزوج الاول دون الثانی و تصدق فی حقہا دون ضرتہا پھر اگر عورت غیر مدخولہ ہو سو وہ نکاح کرے
دوسرے زوج سے تین دن میں تو یہہ نکاح صحیح ہوگا پھر اگر غیر مدخولہ بعد نکاح ثانی کے مرگئی تین دن کے اندر تو وراثت اوس عورت کی زوج اول کو ہوگی اسواسطے کہ معلوم نہیں کہ یہہ
خون حیض تھا یا نہیں کیونکہ حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا اور اگر تین دن برابر خون جاری رہا تو زوج ثانی اوسکا وارث ہوگا اور تصدیق ہوگی عورت کے قول کی اوسکے حق میں نہ اوسکی سوت
کے حق میں کما مر و فی ان حضت حیضۃ او نصفہا او ثلثہا او سدسہا لا یقع حتی تطہر منہا لان الحیضۃ اسم للکامل اور زوج کے اس
قول میں کہ اگر تو حائض ہوگی ایک حیض کو یا نصف حیض یا ثلث حیض یا سدس حیض کو یعنی کل اور بعض حیض کہنا یکساں ہے بسبب عدم قسمت پذیری حیض کے تو ایک یا بعض حیض کی تعلیق سے
طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ پاک ہو جاوے عورت اوس سے اسواسطے کہ ایک حیض نام ہے پوری حیض کا اور پورا ہونا بدون پاکی کے متصور نہیں ثم انما یقبل قولہا ما لم تحض حیضۃ اخری
جوہرہ پھر یہہ ہے کہ قول عورت کا حیض میں سے یہیں وہاں تک مقبول ہے کہ اوسنے دوسری بار حیض نہیں دیکھا کذا فی الجوہرہ یعنی حالت حیض میں یا بعد پاک ہونے حیض کا اظہار کیا تب تک مقبول ہوگا
اور اگر حیض ثانی میں اظہار کیا تو مقبول نہوگا و فی ان صمت یوما فانت طالق تطلق حین تغیب الشمس من یوم صومہا بخلاف ان صمت فانہ یقع بمجرد
ساعۃ اور اس قول میں کہ اگر تو روزہ رکھیگی ایک دن تو تو طالق ہے تو طلاق واقع ہوگی وقت غروب آفتاب کے جسدن روزہ رکھی بخلاف اس قول کے کہ ان صمت یعنی اگر تو صائم
ہوگی تو تو طالق ہے تو غروب آفتاب کی ضرورت نہیں اسواسطے کہ صوم لغوی ایک ساعت پر بھی صادق آتا ہے قال لہا ان ولدت غلاما فانت طالق واحدۃ و ان ولدت
جاریۃ فانت طالق ثنتین فولدتہما ولم یدر الاول تلزمہ واحدۃ قضاء و ثنتان تنزہا ای احتیاطا لاحتمال تقدم الجاریۃ کہا زوج نے
کہ اگر تو لڑکا جنی تو تجھکو ایکبار طلاق ہے اور لڑکی جنی تو تجھکو دو بار طلاق ہے سو عورت لڑکا اور لڑکی ایک کے دوسرے کے بعد جنی اور معلوم نہیں کہ اول کون جنی لڑکا یا لڑکی تو لازم ہوگی اوسکو
ایک طلاق باعتبار قضا کے اور دو بار طلاق باعتبار احتیاط کے بسبب احتمال تقدم جاریہ کے یعنی شاید اول لڑکی ہی پیدا ہوئی ہو و مضت العدۃ بالثانی فلذا لم یقع بہ شیء
لان الطلاق المقارن لانقضاء العدۃ لا یقع اور آخر ہوگی عدت اس طلاق کی ولد ثانی سے اور اسی سبب سے ولد ثانی کے تولد سے کچھہ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ جو طلاق کہ
متصل ہو انقضاء عدت کے اوس سے کچھہ نہیں واقع ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی فان علم الاول فلا کلام وان اختلفا فالقول للزوج لانہ منکر وان تحققوا ولادتہما
معا وقع الثلث و تعتد بالاقراء پھر اگر معلوم ہو پہلا ولد تو اوس میں کچھہ کلام کی حاجت نہیں یعنی اگر عورت اول لڑکا جنی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکی
پیدا ہونے سے آخر ہوگی پھر دوسری طلاق نہ واقع ہوگی اور اگر اول لڑکی جنی تو دو بار طلاق واقع ہوگی اور عدت لڑکا ہونے سے منقضی ہوگی پھر تیسری طلاق نہ واقع ہوگی
اور اگر زوجین میں اختلاف ہوا سو عورت نے دعویٰ کیا کہ اول لڑکی پیدا ہوئی اور زوج نے کہا کہ نہیں اول لڑکا ہوا تو زوج کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے
لزوم طلاق ثانی کا اور اگر ثابت ہوئی دونوں کی ولادت ساتھہ ہی تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور عدت اس صورت میں حیضوں سے ہوگی اسواسطے کہ عدت

بسبب ولادت کے مقتضی نہیں ہو گی اسواسطے کہ ولادت ولدین مثل شرط واقع ہو گئی طلاق کی وان ولدت غلاما وجاریتین ولم یدر الاول یقع ثنتان قضاء وثلث
تنزھا اور اگر جنی عورت ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اور پہلا ولد معلوم نہیں تو دو بار طلاق باعتبار قضا کے واقع ہو گی اور تین بار بنا بر احتیاط کے اسواسطے کہ اگر لڑکا اول یا درمیان
میں ہو گا تو تین بار طلاق ہو گی ایک اسکے سبب سے اور دو پہلی لڑکی کے سبب سے اور اگر لڑکا آخر ہو گا تو دو طلاق پہلی لڑکی کے سبب سے ہونگی پھر باقی دو سے کچھ نہ واقع ہو گا کذا فی حاشیۃ
الطحطاوی ناقلا عن النہر وان ولدت غلامین وجاریۃ فواحدۃ قضاء وثلث تنزھا اور اگر عورت دو غلام اور جاریہ جنی اور پہلا معلوم نہیں تو بنا بر قضا کے
ایک طلاق واقع ہو گی اور بنا بر احتیاط کے تین اسواسطے کہ اگر دو غلام پہلے ہیں تو ایک طلاق ایک غلام کے سبب سے کچھ نہ واقع ہو گا اسواسطے کہ تعلیق باطل ہو گئی بسبب اول غلام کے اور ولادت
جاریہ سے کچھ نہو گا اسواسطے کہ انقضای عدت اسکی ولادت سے متعلق ہے اور اگر جاریہ اول ہے یا وسط تو تین طلاق واقع ہونگی ایک طلاق بسبب اول غلام کے اور دو بسبب جاریہ
کے تو یہہ مسئلہ محتمل ہے ایک کو اور تین کو تو قضا میں اقل لازم ہو گا اور بنا بر احتیاط کے اکثر کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وھذا بخلاف ما لو قال ان کان حملك غلاما
فانت طالق واحدۃ وان کان جاریۃ فثنتین فولدت غلاما وجاریۃ لم تطلق لان الحمل اسم للکل فما لم یکن الکل غلاما او جاریۃ لم تطلق
اور یہہ مسئلہ ولادت کا مخالف ہے مسئلہ حمل سے اسطرح کہ اگر کہا زوج نے کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہے تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ جنی
تو طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ حمل نام ہے کل کا اسواسطے کہ اسم جنس مضاف ہے تو کل کو شامل ہو گا تو جبتک کل حمل لڑکا یا لڑکی نہو گا تو طلاق نہ واقع ہو گی بسبب پائے
جانے شرط کے وکذا لو قال ان کان ما فی بطنك غلاما والمسئلۃ بحالہا لعموم ما اور اسیطرح طلاق نہ واقع ہو گی اگر زوج نے کہا کہ جو تیرے پیٹ میں ہے اگر وہ لڑکا ہے
تو تجھکو ایک طلاق ہے پھر وہ لڑکا اور لڑکی ساتھ جنی تو طلاق نہ واقع ہو گی بسبب عموم لفظ ما کے تو مطلب یہہ ہوا کہ جب جمیع ما فی البطن لڑکا ہو تب شرط پائی جاوے حالانکہ ایسا نہیں ہے
بخلاف ان کان فی بطنك والمسئلۃ بحالہا فانہ یقع الثلث لعدم اللفظ العام بخلاف سابق کے یہہ مسئلہ ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تجھکو
ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی ہے تو دو طلاق ہیں پھر عورت لڑکا اور لڑکی ساتھ جنی تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ اس قول میں کوئی عام لفظ نہیں ہے کہ جمیع ما فی البطن مراد ہو بلکہ لفظ فی البطن کا لڑکا اور لڑکی دونوں
پر صادق آتا ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے لو علق طلاقہا بحبلہا لم تطلق حتی تلد لاکثر من سنتین من وقت الیمین اگر معلق کیا طلاق کو عورت
کے حمل پر تو طلاق اوسپر نہ واقع ہو گی یہانتک کہ جنی دو برس سے زیادہ وقت تعلیق سے یعنی بعد تعلیق کے جبتک دو برس سے زیادہ ولادت نہو گی طلاق نہ واقع ہو گی اور اگر قبل
دو برس کے یا پورے دو برس میں جنی تو طلاق نہو گی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ شاید حمل تعلیق سے پہلے ہوا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی قال ان ولدت ولدا فانت طالق
او حرۃ فولدت ولدا میتا طلقت وعتقت کہا کہ اگر تو لڑکا جنی گی تو تو طالق ہے یا آزاد ہے پھر عورت مردہ لڑکا جنی تو زوجہ مطلقہ ہو گی اور لونڈی آزاد ہو گی اسواسطے کہ
مردہ کو بھی لڑکا کہتے ہیں قال لام ولدہ ان ولدت فانت حرۃ تنقضی بہ العدۃ جوھرۃ کہا مولی نے اپنی ام ولد سے کہ اگر تو جنی گی تو تو آزاد ہے پھر وہ مردہ لڑکا جنی
تو اوسکے تولد سے ام ولد کی عدت منقضی ہو جاوے گی کذا فی الجوہرہ علامہ حلبی اور طحطاوی نے غلطی کہا کہ اس مسئلہ میں سہو واقع ہوا ہے اسواسطے کہ عدت نہیں ہوتی مگر بعد آزاد ہونے کے اور آزادی
ثابت نہیں ہوتی مگر بعد ولادت کے تو کیونکر ولادت سے مدت منقضی ہو گی شیخ رحمتی محشی نے جواب دیا کہ قیاس تو یہی ہے لیکن عدت سے مقصود تو یہہ ہے کہ رحم کی صفائی
معلوم ہو اور ولادت سے صفائی ثابت تو ہو گئی لہذا ولادت ہی پر اکتفا کی واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی علق العتاق والطلاق ولو الثلث بشیئین حقیقۃ
بتکرر الشرط او کان جاء زید وبکر فانت کذا یقع المعلق ان وجد الشرط الثانی فی الملك والا لا لاشتراط الملك حالۃ الحنث والمسئلۃ
رباعیۃ تعلیق کی عتاق اور طلاق کی گو تین طلاق ہوں دو چیز پر فی الحقیقۃ دو پر تعلیق ہو بسبب مکرر لانے شرط کے اسطرح کہ اگر آویگا زید اور اگر آویگا بکر تو تو طالق ہے یا
تعلیق دو چیز پر بدون تکرار شرط کی ہو اسطرح کہ اگر آویگا زید اور بکر تو تو طالق ہے یا آزاد ہے تو عتاق اور طلاق معلق واقع ہو گی اگر شرط ثانی ملک یمین میں پائی جاوے اور
اگر شرط ثانی ملک میں نہ پائی جاوے گی تو معلق نہ واقع ہو گی بسبب شرط ہونے ملک کے وقت حنث یعنی تعلیق ٹوٹنے کے (آزادی ۱۲) وقت ملک ضرور ہے پھر جب شرط ثانی ملک میں نہ حاصل ہوئی تو معلق
نہ واقع ہو گی اور شرط اول کا ملک میں حاصل ہونا کافی نہیں اور یہہ مسئلہ رباعی ہے یعنی چار صورتوں کا محتمل ہے ایک صورت یہہ کہ دونوں چیزیں ملک میں پائی جاویں اسمیں طلاق واقع

ہو گی دوسری صورت یہہ کہ دونو چیزیں ملک مین نہ پائی جاوین اسمین طلاق نہو گی تیسری صورت یہہ کہ اوّل چیز ملک مین پائی گئی نہ دوسری تو اسمین طلاق نہو گی چوتھی
یہہ کہ دوسری چیز ملک مین پائی گئی پہلا اسمین طلاق واقع ہو گی علق الثلاث او العتق لامتہ بالوطی حنث بالتقاء الختانین ولم یجب علیہ العقر فی
اللبث بالتقاء الختانین بعدما لا ایلاج لان اللبث لیس بوطی معلق کیا تین طلاق کو یا اپنی لونڈی کی آزادی کو جماع پر تو حانث ہو گا بمجرد ملنے دونو شرمگاہ کے یعنی
بمجرد دخول کے طلاق اور آزادی ثابت ہو گی اور نہ واجب ہو گا مرد پر عقر دونو صورتونمین بسبب توقف اور درنگی کے بعد ادخال کے اسواسطے کہ ٹھہرنا اور درنگی جماع نہین ملکہ
جماع عبارت ہے ادخال سے سوا دخال کے بعد طلقات ثلثہ اور عتق کے نہین پایا گیا عقر عبارت ہے مہر مثل سے حرہ مین لونڈی مین سوان حصہ قیمت کا اگر وہ باکرہ ہو اور اگر باکرہ نہو
تو بیسوان حصہ وکذا لم یصر بہ مراجعاً فی الطلاق الرجعی اور چونکہ لفظ ٹھہرنا بدون ادخال کو جماع نہین لہذا بسبب ٹھہرنیکے طلاق رجعی مین زوج مراجع
نہو گا یعنی زوج نے دخول کیا پھر عورت کو طلاق رجعی دی اور ٹھہر گیا بدون حرکت کے تو بمجرد اس ٹھہرنیکے رجعت ثابت نہو گی نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس فعل کو جماع
نہین کہتے اور ابو یوسف کے نزدیک فقط اسی فعل سے رجعت ثابت ہے اسواسطے کہ بعد طلاق رجعی کے ٹھہرنا مساس سے خالی نہین اور مساس مثبت ہے رجعت کا بحر الرائق مین
کہا کہ مذہب ابو یوسف کا بسبب قوت دلیل کے لائق ترجیح کے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا اخرج ثم اولج ثانیاً حقیقۃ او حکماً بان حرک نفسہ فیصیر
مراجعاً بالحرکۃ الثانیۃ ویجب العقر لا الحد لاتحاد المجلس مگر جبکہ زوج نے نکالا پھر داخل کیا دوبارہ خواہ ادخال ثانی حقیقۃ ہو اسطرح کہ آلہ تناسل کو
عورت کی شرمگاہ سے جدا کیا پھر داخل کیا یا ادخال حکماً ہو اسطرح کہ بلا انفصال حرکت دی بدون اخراج اور ادخال کے تو دونو طرح زوج مراجع ہو گا بسبب دوسری حرکت کے
طلاق رجعی مین اور مرد پر عقر واجب ہو گا تین طلاق یا عتق کی تعلیق مین اور حد نہ واجب ہو گی بسبب متحد ہونے مجلس عتق اور وطی کے اس قول سے شارح نے معراج الدرایہ
کے اعتراض کو دفع کیا اوسمین یون مذکور ہے کہ تعلیق عتق مین جب کہ آلہ تناسل کو خارج کیا پھر داخل کیا تو چاہیے کہ مرد پر حد زنا واجب ہو اسواسطے کہ یہہ وطی
بعد آزاد ہونے لونڈی کے نہ ملک مین واقع ہوئی نہ شبہ حلت مین بخلاف مسئلہ تعلیق طلاق کے کہ وہان شبہ حلت کا موجود ہے یعنی عدت شارح نے جواب دیا کہ بسبب اتحاد مجلس کے
یہہ فعل ابتدائی نہین ہے وجہ ہے کہ حد لازم آوے کذا فی حاشیۃ المدنی لا تطلق الجدیدۃ فی قولہ للقدیمۃ ان نکحتہا ای فلانۃ علیک فہی طالق اذا نکح
فلانۃ علیہا فی عدۃ البائن لان الشرط مشارکتہا فی القسم ولم یوجد نہ مطلقہ ہو گی منکوحہ جدیدہ منکوحہ قدیمہ کو اسطرح کہنے سے زوج کے کہ اگر مین فلانی سے
نکاح کرون تیرے اوپر تو وہ طالق ہے جب کہ نکاح کیا زوج نے فلانی سے قدیمہ پر اوسکی طلاق بائن کی عدت مین یعنی اول قدیمہ کو طلاق بائن دی پھر اوسکی عدت مین
جدیدہ سے نکاح کیا تو جدیدہ پر طلاق نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ شرط طلاق جدیدہ کی مشارکت تھی جدیدہ کی قدیمہ کے ساتھہ باری مین حالانکہ مشارکت مذکورہ بعد
طلاق بائن کے موجود نہین عدم لزوم قسم کی تعلیل خوب نہین اسواسطے کہ اگر جدیدہ سے سفر مین زوج نکاح کریگا تو بھی طلاق واقع ہو گی حالانکہ سفر مین باری نہین
تو عدم بقای نکاح قدیمہ سے تعلیل ہے عدم طلاق کی کذا فی حاشیۃ المدنی ولو نکح فی عدۃ الرجعی او لم یقل علیک طلقت الجدیدۃ ذکرہ مسکین
وقیدہ فی النہر بحثاً بما اذا اراد رجعتہا والا فلا لقسمۃ لہا کما مر اور اگر نکاح کیا جدیدہ سے قدیمہ کی عدت رجعی مین یا زوج نے یون نہ کہا کہ اگر تیرے اوپر
نکاح کرون بلکہ یون کہا کہ اگر فلانی سے نکاح کرون تو وہ طالق ہے تو دونو صورتون مین منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہو گی مذکور کیا اسکو مسکین نے اور نہر الفائق
مین بحث کر کے طلاق مذکور کو مقید کیا ہے قصد رجعت سے یعنی زوج جب قدیمہ سے رجعت کا ارادہ رکھتا ہو تب جدیدہ پر طلاق واقع ہو گی اور اگر ارادہ رجعت کا
نہین تو مطلقہ رجعی کی باری نہین چنانچہ باب القسم مین اسکا بیان ہو چکا پھر جب اوسکی باری نہوئی تو جدیدہ مطلقہ بھی نہو گی بسبب عدم شرط کے عنقریب گذرا
کہ سفر مین باری نہین حالانکہ وہان بھی نکاح جائز نہین تو بحث صاحب نہر الفائق کی مندفع ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی قال لہا انت طالق ان شاء اللہ
متصلا الا لتنفس او سعال او جشاء او عطاس او ثقل لسان او امساک فم او فاصل مفید لتاکید او تکمیل او حد او طلاق او
نداء کانت طالق یا زانیۃ او یا طالق ان شاء اللہ صح الاستثناء خانیہ کہا زوجہ سے کہ تو طالق ہے ان شاء اللہ مگر یہہ کلام انشاء اللہ کو متصل کہا

بسبب دم لینے کے یا کھانسی کے یا ڈکار سے یا چھینک سے یا ہکلا پن سے یا کسی کے منہ بند کر لینے سے یا بسبب لفظ فاصل کے جو مفید ہے تاکید طلاق یا تکمیل طلاق کو فاصل
تاکیدی کی مثال چنانچہ انتِ طالقٌ طالقٌ انشاء اللہ اور فاصل تکمیلی کی مثال چنانچہ انتِ طالقٌ واحدةً او ثلثاً او بائناً انشاء اللہ یا بسبب فاصل کے جو مفید ہے حد کا یا
طلاق کا یا ندا کا چنانچہ مفید حد کی مثال انتِ طالقٌ یا زانیة انشاء اللہ اور مفید طلاق کی مثال انتِ طالقٌ یا طالقُ انشاء اللہ اور ندا کی مثال انتِ طالقٌ یا کلثوم
انشاء اللہ سو ان سب صورتوں میں استثنا صحیح ہے کذا فی الخانیہ یعنی سعدر انفصال مانع اتصال استثنا کا نہیں بخلاف الفاصل اللغو کانتِ طالقٌ رجعیًا
انشاء اللہ وقع و بائنًا لا یقع بخلاف فاصل لغو کے چنانچہ یوں کہنا کہ انتِ طالقٌ رجعیا انشاء اللہ تو اسمیں طلاق واقع ہو گی لفظ رجعیا کا فاصل لغو ہو اسواسطے کہ
لفظ طالق خود موضوع ہے واسطے طلاق رجعی کے تو رجعیا کہنا محض بیفائدہ ہوا تو مانع ہو گا صحت استثنا کو اور اگر یوں کہیگا کہ انتِ طالقٌ بائنًا انشاء اللہ تو طلاق
نہ واقع ہو گی اسواسطے کہ یہہ فاصل لغو نہیں کہ مانع ہو صحت استثنا کا بلکہ یہہ فاصل تکمیلی ہے چنانچہ عنقریب گذرا ولو قال رجعیًا او بائنًا یقع بنیة البائن
لا الرجعي قنیہ وقواہ فی النہر اور اگر زوج نے کہا انت طالق رجعیا او بائنا انشاء اللہ تو طلاق واقع ہو گی بائن کی نیت سے نہ رجعی کی نیت سے کذا فی القنیہ
اور تقویت دی ہے روایت قنیہ کو نہر الفائق میں ھم بحر الرائق میں قنیہ کی روایت کی تضعیف ہے اور نہر الفائق میں اوسکی تقویت ہے اور درالمختار کے محشیوں
نے یعنی شیخ رحمتی اور حلبی نے بحر الرائق کی تصویب کی ہے بسبب صراحت دلیل کے یعنی جب کہ رجعی سبب ہے طلاق کا تو نیت رجعی کی بھی سبب طلاق کی ہو گی اور جب کہ
ذکر بائن سے طلاق نہیں ہوتی تو اوسکی نیت سے بھی طلاق نہ واقع ہو گی کذا فی حاشیة المدنی مسموعًا بحیث لو قرب شخص اذنه الی فیه یسمع
فصح استثناء الاصم خانیه استثنا متصل مسموع ہو اسطرح کہ اگر نزدیک کرے کوئی شخص اپنا کان متکلم کے منہ کی طرف تو سنلے تو صحیح ہوا استثنا کرنا بہرے آدمی
کا کذا فی الخانیہ یعنی جب سماع کی یہہ حد ہوئی کہ دوسرا آدمی کان لگا کر سن سکے تو بہرے آدمی کا استثنا کرنا بھی صحیح ہو گا کہ ہر چند وہ خود نہیں سنتا لیکن دوسرا اوسکو سن سکتا ہے تو یہہ قول جو
مشہور ہے فقہا کا کہ مسموع قول وہ ہے جسکو آپ سنے اوس سے یہ صم مستثنی ہے کذا فی حاشیة المدنی لا یقع للشك نہ واقع ہو گی طلاق انشاء اللہ کہنے سے بسبب شک کے اسواسطے کہ زوج نے
طلاق کو معلق کیا خدا کی مشیت پر اور خدا کی مشیت معلوم نہیں تو ہمکو شک پڑا مشیت اوسکی میں اور نکاح ثابت ہو چکا ہے بالیقین تو طلاق نہ ثابت ہو گی بسبب شک کے وان مات قبل
قبل قوله ان شاء اللہ طلاق نہ واقع ہو گی اگر یہہ زوج مر گیا ہو انشاء اللہ کہنے سے پہلے یعنی زوج نے اسقدر کہا تھا کہ انت طالق ہنوز انشاء اللہ کہنے کی نوبت نہ آئی کہ زوج
مرگیا تو بھی طلاق نہ واقع ہو گی عدم طلاق کا ثمرہ یہہ ہے کہ زوجہ غیر مدخولہ کا زوج وارث ہو گا اور اگر طلاق پڑتی تو زوج اوسکا وارث نہوتا کذا فی حاشیة المدنی وان مات یقع اہ
اگر زوج مرگیا قبل لفظ انشاء اللہ کے تو طلاق واقع ہو گی بسبب عدم علم کے ہم استثنا زوج کا ارادہ اسطرح معلوم ہو سکتا ہے کہ زوج نے قبل تلفظ طلاق کے کسی شخص سے قصد استثنا کا ذکر
کیا ہو ولا یشترط فیه القصد اور شرط نہیں صحت استثنا میں قصد استثنا کا کرنا تو اگر زوج نے تین طلاق دینے کا ارادہ کیا اور اوسکی زبان سے انت طالق انشاء اللہ نکل گیا تو استثنا
صحیح ہو گا طلاق نہ واقع ہو گی ولا التلفظ بهما اور شرط نہیں بولنا طلاق اور استثنا کا فلو تلفظ بالطلاق وكتب الاستثناء موصولا او عكس او ازال الاستثناء
بعد الكتابة لم يقع عماديه تو اگر بولا طلاق کو اور لکھا استثنا متصل بولنے کے یا اسکے بالعکس کیا یعنی طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا یا طلاق اور استثنا دونوں کو لکھا پھر
استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا تو ان تینوں صورتوں میں طلاق نہ واقع ہو گی اسلئے کہ تلفظ شرط نہیں کذا فی العمادیہ حتی الطلاق بالمشیة من غیر قصد ... خلافا
للشافعی ... استثنا کا یہاں تک کہ اگر زوج انشاء اللہ کو بغیر کلام بلا قصد نا دانستہ بولا تو بھی طلاق واقع ہو گی بخلاف امام شافعی کے کہ انکے نزدیک صحت استثنا میں قصد اور
اوسکو سننا شرط ہے وافتی الشیخ الرملی الشافعی فیمن حلف علی شیء بالطلاق فاستثنی له الغیر ظانا انه یصح بعدم الوقوع انتہی قلت ولم اره لاحد من
علمائنا واللہ اعلم اور فتویٰ دیا ہے شیخ رملی شافعی نے اوس شخص کے حق میں جسنے قسم کھائی کسی چیز پر طلاق کی بغیر انشاء اللہ کہا قسم کھانیوالے کے واسطے کوئی غیر شخص نے دراںحالیکہ
قسم کھانیوالا ... استثنا غیر کا ... عدم وقوع طلاق کا انتہی کلام یعنی اسطرح کا اوس عالم کے نزدیک صحیح ہے لہذا عدم وقوع کا فتویٰ دیا شارح کہتا ہے کہ میں نے
... علماء حنفیہ ... کہ اتحاد متکلم شرط ہے تو غیر کا استثنا کرنا صحیح نہو گا واللہ اعلم

ولو شهدا بها وهو لا يذكرها ان كان بحال لا يدري ما يجري على لسانه لغضب جاز له الاعتماد عليهما والا لا بحر اور گواہی دی دو گواہون
نے مشیت کی یعنی ان شاء اللہ کہنی کی اور زوج کو یاد نہین وسکا کہتا سو اگر زوج وقت تکلم کے اس حال پر تہا کہ نہین جانتا تھا کہ کیا نکلتا تھا اوسکی زبان سی بسبب غضب کے
تو زوج کو اعتماد کرنا شاہدون کے قول پر جائز ہے اور اگر اوسکو ایسی حالت بیخبری کی نتہی تو اوسکو اونکی قول پر اعتماد کرنا نچاہیے کذا فی بحر الرائق ویقبل قوله ان ادعاه
ای ادعی انه استثنی فی ظاهر المروی عن صاحب المذهب قیل لا یقبل الا ببینة وعلیه الاعتماد والفتوی احتیاطا لغلبة الفساد خانیه اور مقبول ہوگا قول زوج کا
اگر وہ مدعی ہو استثنا کا اور منکر ہو اوسکی عورت ظاہر الروایت مین جو مروی ہے صاحب مذہب سے اور قول غیر ظاہر یہہ ہے کہ زوج کا قول مقبول نہین بدون گواہون کے
اور اسی قول پر اعتماد اور فتوے ہے بنا بر احتیاط کے بسبب غلبہ فساد زمانہ کے کذا فی الخانیه یعنی اہل زمانہ مین بسبب شیوع فسق کے حلال حرام کی امتیاز نہین تو بدون گواہون کے
قول زوج پر اعتماد نچاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہہ اگلی زمانہ کا حال تھا ہم اپنے زمانہ کا کیا حال بیان کرین کہ جاہل یکطرف بعضی علما طمع دنیا سے سائل کو یہہ حیلہ سکہا دیتے
ہین تا کہ طلاق نہ واقع ہو بسبب دعوی استثنا کی استغفر اللہ من شرور الفساد وقیل ان عرف بالصلاح فالقول له اور بعضی علما نے یعنی کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین
کہا کہ اگر زوج معروف بصلاح وتقوی ہو تو اوسکا قول معتبر ہے ہم خیر الدین رملی نے منح الغفار کی حاشیہ مین کہا کہ جب دو قول کی ترجیح مین اختلاف پڑے تو ظاہر الروایت
کیطرف رجوع کرنا واجب ہے کذا فی حاشیة المدنی وحکم من لم یوقف علی مشیته مما ذکر کالانس والجن والملائکة والجدار والحمار کذلک اور حکم اوس
شخص کا جسکی مشیت نہین معلوم ہو سکتی امر مذکور مین یعنی تعلیق بالمشیة مین چنانچہ آدمی اور جن اور فرشتے اور دیوار اور گدہا ایسا ہی ہے جیسا مشیت خدا کا حکم ہے یعنی اگر زوج زوجہ
سے کہے کہ تو مطلقہ ہے اگر سب آدمی یا جن یا فرشتے چاہین یا دیوار یا گدہا چاہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ سب آدمیون کی خواہش معلوم نہین ہو سکتی
اسیطرح جن اور فرشتے کی مشیت معلوم نہین ہو سکتی اور دیوار اور گدہے مین تو مطلق مشیت نہین ہوا سے مراد جمیع جمادات اور گدہے سے مراد جمیع حیوانات و
غیرک کان شاء اللہ وشاء زید لم یقع اصلا اور اگر ملایا مشیت خدا کو ساتھہ مشیت اوس شخص کی جسکی مشیت معلوم ہو سکتی ہے مثلا یون کہا کہ تو مطلقہ
ہے اگر چاہا خدا نے اور چاہا زید نے تو طلاق اصلا نہ واقع ہوگی اگرچہ زید چاہے ومثل ان الا وان لم واذا وما وکالم اور مانند ان شرطیه کے ہی لفظ الا وان لم اور اذا
اور ما اور مالم کا یعنی اگر زوج نے کہا انت طالق الا ان یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق ان لم یشاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق اذا شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق
(مگر یہہ کہ خدا چاہے ۱۲ — اگر خدا نچاہے ۱۲ — جب خدا چاہے ۱۲)
ما شاء اللہ یا یون کہا کہ انت طالق مالم یشاء اللہ تو ان سب مثالون مین طلاق نہ واقع ہوگی جیسے کہ ان شاء اللہ کہنے سے نہین واقع ہوتی ومن الاستثناء انت طالق لولا ابوک
(جو چاہا خدا نے ۱۲ — جبتک خدا نچاہے ۱۲)
ولولا حسنک ولولا انی احبک فلا یقع خانیه اور استثنا مین سے یہہ قول ہو کہ انت طالق لولا ابوک یعنی تو مطلقہ ہے اگر تیرا باپ نہو اور انت طالق لولا حسنک یعنی تو مطلقہ ہے
اگر تیرا حسن نہو اور انت طالق لولا انی احبک یعنی تو مطلقہ ہے اگر مین تیرا محب نہوتا سو اس قول سے طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیه یہہ قول استثنا مین اسواسطے
داخل ہوا کہ کلمہ لولا کا امتناع جزا پر دلالت کرتا ہے یعنی طلاق پر بسبب وجود شرط کے ومنه سبحان الله ذکره ابن الهمام فی فتواه اور استثنا مین سے ہے
سبحان اللہ بیان کیا ہے اسکو کمال الدین بن الہمام نے اپنے فتوے مین یعنی اگر یون کہے کہ انت طالق سبحان اللہ تو طلاق نہ واقع ہوگی جیسی ان شاء اللہ
سے نہین ہوتی ہم سبحان اللہ بمعنی استثنا ہونے کی حلبی محشی نے وجہ بعید بیان کی ہے کہ قتال وغیرہ محشیون کو پسند نہین اور فتح القدیر سی سبحان اللہ
کا بمنزلہ استثنا کی ہونا ثابت نہین ہوتا بلکہ خلاف اسکو متبادر ہوتا ہے واللہ اعلم کذا فی حاشیة المدنی قال انت طالق ثلثا وثلثا ان شاء اللہ او انت حر
وحر ان شاء اللہ طلقت ثلثا وعتق العبد عند الامام لان اللفظ الثانی لغو ولا وجه لکونه تاکیدا للفصل بالواو بخلاف قوله حر حر او حر
وعتیق لانه توکید وعطف تفسیر فیصح الاستثناء کہا زوج نے کہ تو طالق ہے تین بار اور تین بار اگر چاہا اللہ نے یا مولی نے غلام سی کہا کہ تو حر ہے اور حر ہے
اگر چاہا اللہ نے تو زوجہ مطلقہ ہوگی تین طلاق کر اور غلام آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے اسواسطے کہ لفظ ثانی یعنی ثلثا اور حر لغو ہے لفظ اول سے کچھہ زیادہ فائدہ
اسمین نہین اور لفظ ثانی تاکید بھی نہین ہو سکتا اسواسطے کہ جدائی ہوگئی لفظ اول کو لفظ ثانی سے بسبب واو کی اور تاکید مین جدائی نہین ہوتی تو استثنا صحیح

الا ان یشاء اللہ کے ہے مگر لفظ علم میں فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسیطرح قدرت میں اگر نیت کی زوج نے قدرت سے ضد عاجزی کی طلاق واقع ہوگی بسبب موجود
ہونے قدرت حق تعالی کے یقیناً مانند علم الہی کے یعنی اگر یون کہا کہ انت طالق فی علم اللہ یا یون کہا کہ انت طالق فی قدرۃ اللہ تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ علم الہی اور قدرت
الہی قطعی الوجود ہے اس واسطے کہ علیم سے کسیوقت نفی علم اور قدرت کی متصور نہیں تو گویا یہہ تعلیق ہوئی امر موجود پر تو فی الحال واقع ہوگی اور اگر زوج نے قدرت سے تقدیر کی نیت
کی تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حکیم مطلق کاہے شئے کو مقدر کرتا ہے اور کاہے نہیں تو اس صورت میں تعلیق بالمجہول ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی وان اضاف الی العبد کان تملیکا فی الاربع
الاول وما بمعناها کالھوی والرؤیۃ تعلیقا فی غیرها وھی ستۃ اور اگر نسبت کی بندہ کیطرف بحرف فی تو تملیک ہوگی پہلے چار امور میں یعنی مشیت اور
ارادہ اور محبت اور رضا میں اور جو لفظ کہ انکے ہم معنی ہو چنانچہ ہوی بمعنی محبت اور خواہش اور رویت بمعنی رویت قلبی اور یہہ اضافت تعلیق ہوگی ان چارون کے غیر میں
اور وہ چھہ ہین یعنی امر اور حکم اور قضا اور اذن اور علم اور قدرت تو اگر زوج نے یون کہا کہ انت طالق فی مشیۃ زید تو یہہ تملیک ہے زید کو مجلس تک تطلیق کا اختیار ہے
اور اگر یون کہا کہ انت طالق فی امر زید تو یہہ تعلیق ہے ثم العشرۃ اما ان تضاف للہ او للعبد والعشرون اما ان تکون بباء او لام او فی فھی ستون
پھر الفاظ عشرہ یا مضاف ہون خدا کیطرف یا عبد کیطرف تو بیس ہوئے اور بیسون تین حال سے خالی نہین یا ساتھہ بے کے مستعمل ہون یا لام کے یا فی کے چنانچہ
انت طالق بعلم اللہ او لعلم اللہ او فی علم اللہ او بعلم زید او لعلم زید او فی علم زید تو یہہ ساٹھہ صورتین ہوئین اسواسطے کہ بیس کو تین میں ضرب کرنے سے ساٹھہ ہوتی ہین فی البزازیۃ کتب
الطلاق واستثنی بالکتابۃ صح اور بزازیہ میں ہے کہ لکھا زوج نے طلاق کو اور استثنا کیا ساتھہ لکھنے کے تو صحیح ہے ہم اس عبارت سے دو صورتین مفہوم ہوئین ایک یہہ کہ
طلاق اور استثنا کو ساتھہ بولے دوسری یہہ کہ دونو کو ساتھہ لکھے پھر اگر ساٹھہ کو دو میں ضرب کیجیے تو ایکسو بیس ہوتی ہین شارح نے اس سے بھی زیادہ ترقی
کا ارادہ کیا لھذا کہا وعلی ما مر عن المعادیۃ فھی مائۃ وثمانون اور بنابر اس قول کے جو معادیہ سے اس باب میں قریب مذکور ہو چکا تو ایکسو اسی ہوتے ہین ہم
معادیہ میں تین احتمال مذکور ہین ایک یہہ کہ طلاق کو بولا اور استثنا کو فورا لکھا دوسرا یہہ کہ طلاق کو لکھا اور استثنا کو فورا بولا تیسری یہہ کہ استثنا کو بعد لکھنے کے مٹا ڈالا
اور اگر ساٹھہ کو تین میں ضرب کیجیے تو ایکسو اسی ہوتی ہین علامہ محشی نے کہا کہ یہان تیس صورتین ہین اسواسطے کہ الفاظ عشرہ یا مضاف ہونگے اللہ کیطرف یا بندہ کیطرف تو بیس ہوئے
اور ہر ایک خالی نہین کہ مستعمل ہو ادات شرطیہ سے یا بے سے یا لام سے یا فی سے تو اسی ہوئے بیس کو چار میں ضرب کرنے سے اور ہر ایک صورت چار حال سے خالی نہین ایک یہہ کہ طلاق اور
استثنا دونو ملفوظ ہون دوسرے یہہ کہ دونو مکتوب ہون تیسرے یہہ کہ طلاق ملفوظ ہو اور استثنا مکتوب چوتھے یہہ کہ طلاق مکتوب ہو اور استثنا ملفوظ تو یہہ تین سو بیس ہوئے اسی کو چار میں ضرب کرنے سے
اور شیخ رحمتی محشی نے اور بہتر ہزار ایکسو بیس بلکہ چوراسی ہزار چار سو صورتین ثابت کی ہین وفوق کل ذی علم علیم جسکو دریافت تفصیل کا شوق ہو وہ حاشیہ شیخ عابدین کے
مدنی کو ملاحظہ کرے مترجم نے خوف طوالت سے ذکر کرنا تفصیل کا ضرور نسمجھا وفی کیف شاء اللہ الطلاق رجعیۃ اور اس قول میں کہ انت طالق کیف شاء اللہ یعنی تو طلاق ہے جسطرح
کیفیت سے کہ خدا چاہے ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ خلاصہ میں مذکور ہے کہ کیفیت باطل ہو گئی بسبب تعلیق بالمشیۃ کے تو باقی رہ گیا انت طالق تو اس سے ایک ہی طلاق واقع ہوگی
کذا فی حاشیۃ المدنی انت طالق ثلثا الا واحدۃ تقع ثنتان اس قول سے کہ تو طالق ہے تین بار مگر ایکبار نہیں دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا اقل کا اکثر سے بالاتفاق
جائز ہے یہان بحث استثنای تحصیلی کی شروع ہوئی بعد فراغت استثنای تعطیلی کے بحر الرائق میں کہا کہ استثنا دو قسم ہے ایک استثنای عرفی دوسرا استثنای وضعی استثنای
عرفی مذکور ہو چکا یعنی تعلیق بالمشیۃ اور استثنای وضعی اب مذکور ہوتا ہے استثنای وضعی وہ ہے جو ما بعد الا یا اخوات الا مذکور ہوا اور ما بعد الا کا حکم مخالف ہو ما قبل الا کے
منکو ہوتی ہین ما بعد الا کو مستثنی بولتے ہین وفی الا ثنتین تقع واحدۃ اور اس قول میں کہ انت طالق ثلثا الا ثنتین یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگی وفی الا ثلثا تقع ثلث
لان استثناء الکل باطل ان کان بلفظ الصدر او مساویہ اور اس قول میں کہ انت طالق ثلثا الا ثلثا یعنی تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ استثنا کل کا
کل سے باطل ہے اگر بلفظ صدر کلام یعنی مستثنی منہ کے ہو یا معنی میں برابر اسکے ہو استثنا بلفظ صدر کے مثال اوپر مذکور ہو چکی یعنی ثلث سے ثلث
مستثنی ہوا اور مساوی کی مثال یہہ کہ انت طالق ثلثا الا واحدۃ وواحدۃ وواحدۃ وان بغیرھا کنسائی طوالق الا ھولاء او الا زینب وعمرۃ وھند

الا ہولاء الا سالما وغانما وراشدا وهم الكل صح عاسبجي في الاقرار اور اگر استثنا کل کا بغیر لفظ صدر اور بغیر مساوی ہو چنانچہ نسائی طوالق الا ہولاء
یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر یہ بایون کہا کہ نسائی طوالق الا زینب وعمرة وهند یعنی میری عورتین مطلقہ ہین مگر زینب و عمرہ اور ہندہ اور چنانچہ عبیدی احرار الا ہولاء
یعنی میری غلام آزاد ہین مگر یہ بایون کہا کہ میری غلام آزاد ہین مگر سالم اور غانم اور راشد اور حالانکہ اوسکی عورتین اور غلام اونہی ہی ہین جنکو کہ اوسنے مذکور کیے تو یہ استثنا
صحیح ہو اگرچہ استثنای کل ہو اسواسطے کہ لفظ نسا عام ہو اگرچہ واقع مین اوسکی کل عورتین اونہی ہی ہین اور لفظ عبید بھی عام ہو اگرچہ نفس الامر مین اوسکی غلام اونہی ہی ہین
چنانچہ کتاب الاقرار مین آویگا ويعتبر في المستثني كونه كلا او بعضا من جملة الكلام لا من جملة الكلام الذي يحكم بصحته وهو الثلث اور مستثنی
مین معتبر ہے ہونا اوسکا کل یا بعض مستثنی منہ کا منجملہ مطلق کلام کہ نہ منجملہ اوس کلام کی جسکی صحت پر حکم ہوتا ہے اور وہ تین ہین یعنی اگر مستثنی منہ زیادہ ہو تین
طلاق سے تو اوسی اکثر سے استثنا ہوگا نہ فقط تین سے في انت طالق عشرا الا تسعا يقع واحدة تو اس قول مین کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو بار ایک طلاق
واقع ہوگی اسواسطے کہ جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا اور اگر استثنا کو منجملہ کلام صحیح کا اعتبار کرین یعنی تین طلاق سے نو استثنا کرین تو استثنا باطل ہوتا اسواسطے
کہ اکثر اقل سے نہین گر سکتا والا ثمانية يقع ثنتان اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا ثمانية یعنی تو طالق ہے دس بار مگر آٹھہ بار دو طلاق واقع ہونگی اسواسطے
کہ اگر دس سے آٹھہ ساقط کیجیے تو دو باقی رہتی ہین والا سبعا يقع ثلث اور اس قول مین کہ انت طالق عشرا الا سبعا یعنی تو طالق ہے دس بار مگر سات بار تین طلاق
واقع ہونگی ومتى تعدد الاستثناء بلا واو كان كل اسقاطا مما يليه اور جب کہ چند استثنا ہون بدون واو کے تو ہوگا ہر مستثنی کا اسقاط اپنی متصل سے اور یہی صحیح مذہب
نحویونکا ہے اور اگر چند مستثنی بحرف واو ہون تو ہر ایک مستثنی کا اسقاط صدر سے ہوگا چنانچہ انت طالق عشرا الا خمسا والا ثلثا والا واحدة مین ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے
کہ خمس اور ثلث اور واحد کا مجموعہ نو ہین جب نو کو دس سے گرایا تو ایک باقی رہا کذا في حاشية المدني فيقع ثنتان في انت طالق عشرا الا تسعا الا ثمانية الا سبعة جب کہ مستثنی
متعدد بلا واو کا ضابطہ معلوم ہوا تو دو طلاق واقع ہونگی اس قول سے کہ تو طالق ہے دس بار مگر نو مگر آٹھہ مگر سات ہم اسکی دریافت کے دو قاعدے ہین پہلا قاعدہ یہ کہ اول
مستثنی کو مستثنی منہ سے ساقط کیا جو باقی رہا اوسکو ثانی مستثنی پر بڑہایا اور ثالث مستثنی کو ثانی سے ساقط کیا وعلی ہذا القیاس آخر تک پھر جو باقی رہا وہی مستثنی مراد ہے سو مثال
مذکور مین اول مستثنی تسعہ ہے اوسکو عشر سے ساقط کیا ایک باقی رہا اوسکو ثانی مستثنی یعنی ثمانیہ پر زیادہ کیا تو تسعہ ہوا پھر اوس سے ثالث یعنی سبعہ کو ساقط کیا دو باقی رہ گئے
لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی اور دوسرا قاعدہ یہ کہ مستثنی اخیر کو اوسکی قریب سے ساقط کیا جو باقی رہا اوسکو اوسکی قریب سے گرایا اسیطرح گراتے گراتے
مستثنی منہ تک سو مثال مذکور مین اخیر مستثنی سبعہ ہے اوسکو ثمانیہ سے ساقط کیا ایک رہا ایک کو تسعہ سے ساقط کیا آٹھہ رہے آٹھہ کو عشر سے ساقط کیا دو باقی رہے اسیواسطے شارح نے
کہا کہ مثال مذکور مین دو طلاق واقع ہونگی کذا في حاشية المدني ويلزمه خمسة في له علي عشرة الا تسعا الا ثمانيا الا سبعا الا ستا الا خمسا الا اربعا الا ثلثا الا اثنين
الا واحدا اور لازم ہونگی مقر کو پانچ درم اس قول سے کہ مثلا زید نے کہا کہ خالد کے مجھپر دس درم ہین مگر نو مگر آٹھہ مگر سات مگر چھہ مگر پانچ مگر چار مگر تین مگر دو مگر ایک ہم
وجہ اسکی بموجب قاعدہ اولی کے یہ ہے کہ مستثنی اول یعنی نو کو دس سے ساقط کیا ایک باقی رہا اوسکو آٹھہ پر بڑہایا نو ہوئے اوس سے سات کو ساقط کیا دو باقی رہے اونکو چھہ پر
بڑہایا آٹھہ ہوئے اوس سے پانچ کو گرایا تین باقی رہے اونکو چار پر بڑہایا سات ہوئے اوس سے تین کو گرایا چار باقی رہے اونکو دو پر بڑہایا چھہ ہوئے اوس سے ایک کو ساقط کیا پانچ باقی
رہ گئے اور بموجب قاعدہ ثانیہ کے ایک کو ساقط کیا دو سے ایک باقی رہا اوسکو تین سے گرایا دو باقی رہے اونکو چار سے ساقط کیا دو باقی رہے اونکو پانچ سے گرایا تین باقی
رہے اونکو چھہ سے گرایا تین باقی رہے اونکو سات سے ساقط کیا چار باقی رہے اونکو آٹھہ سے گرایا چار باقی رہے اونکو نو سے ساقط کیا پانچ باقی رہے اونکو دس سے
گرایا پانچ باقی رہ گئی لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور مین پانچ درم لازم آتے ہین باقی رہا تیسرا قاعدہ اسکی دریافت کرنیکا سو اسکو شارح نے اپنی اگلی قول مین بیان
کیا وتقريبه ان تاخذ العدد الاول بيمينك والثاني بيسارك والثالث بيمينك والرابع بيسارك وهكذا ثم تسقط ما بيسارك مما
بيمينك فما بقي فهو الواقع اور تقریب اسکو دریافت کی یہ ہے کہ لے عدد اول کو اپنی داہنے ہاتھہ مین اور عدد ثانی کو اپنی بائین ہاتھہ مین اور عدد

ثالث کو اپنے داہنے میں اور عدد رابع کو اپنے بائیں میں اور اسیطرح لیتا جا ایک داہنے میں اور ایک بائیں میں اخیر تک پھر ساقط کر بائیں ہاتھ کے اعداد کو داہنے ہاتھ کے اعداد
سے پھر جسقدر بعد اسقاط کے باقی رہے وہی واقع ہے تو مثال مذکور میں مستثنیٰ اول کو یعنی نو کو داہنے ہاتھ میں لیا اور ثانی کو یعنی اٹھ کو بائیں میں لیا پھر ثالث یعنی سات کو داہنے میں
لیا اور رابع کو یعنی چھہ کو بائیں میں لیا پھر خامس یعنی پانچ کو داہنے میں اور سادس یعنی چار کو بائیں میں لیا پھر سابع یعنی تین کو داہنے میں اور ثامن یعنی دو کو بائیں میں لیا باقی رہا
ایک اسکو داہنے میں لیا تو داہنے میں نو اور سات اور پانچ اور تین اور ایک مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا پچیس اور بائیں میں اٹھ اور چھہ اور چار اور دو مجتمع ہوئے جنکا مجموعہ ہوا بیس
پھر بائیں ہاتھ کے اعداد کو یعنی بیس کو داہنے کے اعداد سے یعنی پچیس سے ساقط کیا تو پانچ باقی رہ گئے لہذا شارح نے کہا کہ مثال مذکور کے اقرار سے پانچ درم لازم آتے ہیں لغا اخراج
بعض التطلیقة لغو بخلاف ایقاعه ایک طلاق کے بعض کو نکالنا بطریق استثنا کے لغو ہے بخلاف اسکے ایقاع کے یعنی مثلاً نصف طلاق کا واقع کرنا لغو نہیں بلکہ نصف
سے پوری ایک طلاق واقع ہوگی چنانچہ اول باب میں مذکور ہوچکا لیکن نصف یا ثلث کا استثنا کرنا صحیح نہیں فلو قال انت طالق ثلثا الا نصف تطلیقة وقع الثلث
فی المختار وعن الثانی ثنتان فتح تو اگر زوج نے کہا کہ تجھکو تین طلاق ہیں مگر آدھی طلاق تو قول مختار میں تین طلاق واقع ہونگی اسواسطے کہ بعض طلاق کا استثنا لغو ہے
اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دو ہی طلاق واقع ہونگی کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ انکے نزدیک استثنا بعض کا صحیح ہے مانند ایقاع کے وفی السراجیة انت طالق الا واحدة تقع
ثنتان انتهی فکانه استثنی من ثلث مقدر اور سراجیہ میں ہے کہ اس قول میں کہ تو طالق ہے مگر ایک دو طلاق واقع ہونگی انتہی کلامہ تو گویا استثنا کیا تین سے جو مقدر ہیں سالت
امرأته الطلاق فقال انت طالق خمسین طلقة فقالت المرأة ثلث تکفینی فقال ثلث لک والبواقی لصواحبک وله ثلث نسوة غیرها تطلق المخاطبة
لا غیرها اصلا هو المختار لصیرورة الباقی لغوا فلم یقع بصرفه لصواحبها ایک عورت نے طلاق مانگی شوہر سے تو زوج نے کہا کہ تو طالق ہے پچاس طلاق سے تو عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق
کافی ہیں تو زوج نے کہا تین طلاق تجھکو اور باقی تیری ساتھہ والی سوتون کیواسطے اور حالانکہ اس زوج کی تین عورتیں ہیں سوا اس مخاطبہ کے تو مخاطبہ ہی مطلقہ ہوگی نہ اسکے سوا کوئی یہی
قول مختار ہے بسبب ہوجانے باقی طلقات کے لغو یعنی پچاس میں سے تین کے باطل ہوگئی تو اسکی سوتون پر لغو طلاق کے صرف کرنے سے کچھہ نہ واقع ہوگا ف وهم مسائل ملحقہ شارح کے
قال فی ایمان الفتح ما لفظه وقد عرف فی الطلاق انه لو قال ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق ان دخلت الدار فانت طالق وقع
الثلث واقره المصنف ثمه فتح القدیر کے باب الایمان میں یہ مسئلہ ان لفظ مذکور ہے جیسا کہ شارح نے ذکر کیا یعنی باب الطلاق میں معلوم ہوچکا ہے کہ اگر زوج نے کہا کہ اگر تو گھر میں
داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے اگر تو گھر میں داخل ہوگی تو تو طالق ہے تو تین طلاق واقع ہونگی دخول سے اگرچہ دخول ایک ہی بار ہو کذا فی حاشیة المدنی اور
مصنف نے منح الغفار میں اسکو ثابت رکھا ہے باب الایمان میں ان سکنت هذه البلدة فامرأته طالق فخرج فورا فخلع امرأته ثم سکنها قبل العدة لم تطلق بعد (وفی) فانت
طالق فلیحفظ کہا اگر میں رہوں اس شہر میں تو اسکی زوجہ مطلقہ ہے یعنی اسی زوجہ پھر فوراً شہر سے نکل گیا پھر اپنی زوجہ سے خلع کیا بعد اسکے اوسی شہر میں رہا قبل گذرنے عدت
مختلعہ کے تو بسبب اسکے نہیں کہ وہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ شرط پائی جائے کیوقت وہ عورت اسکی زوجہ نہیں کذا فی البحر بخلاف اس مسئلہ کے یہ ہے کہ اگر کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر
میں اس شہر میں رہوں تو تو مطلقہ ہے پھر فوراً نکل گیا پھر اوس سے خلع کیا پھر بعد اوسکے شہر میں آیا تو مخاطبہ مطلقہ ہوگی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسواسطے کہ اس صورت میں تعلیق ساکنی پر مقید
زوجیت نہیں بخلاف پہلی صورت کے کذا فی حاشیة المدنی ان تزوجتک وان تزوجتک فانت کذا لم یقع حتی یتزوجها مرتین بخلاف ما لو لم یؤخر الجزاء فلیحفظ
اگر میں تجھسے نکاح کروں اور اگر میں تجھسے نکاح کروں تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو مخاطبہ پر طلاق نہ واقع ہوگی یہانتک کہ اوس سے دو بار نکاح کرے بخلاف اسکے وہ صورت
ہے کہ اگر جزا کو موخر نہ لاوے سو اسکو یاد رکہنا چاہیے یعنی اگر جزا کو شرط پر مقدم کریگا یا درمیان میں لاویگا دونو شرطوں کے تو ایک ہی بار نکاح کرنے سے مخاطبہ مطلقہ ہوگی تقدیم
جزا کی مثال انت طالق ان تزوجتک وان تزوجتک اور توسیط جزا کی مثال ان تزوجتک فانت طالق وان تزوجتک کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النهر والهندیة ان غبت عنک
اربعة اشهر فامرک بیدک ثم طلقها فاعتدت فتزوجت ثم عادت للاول ثم غاب اربعة اشهر فلها ان تطلق نفسها ولو اختلعت لا لانه یحتمل والا
تعلیق زوج نے کہا کہ اگر میں تجھسے غائب رہوں چار مہینے تو امر تیرا تیرے ہاتھ میں ہے پھر اوسکو طلاق دی یعنی کمتر تین سے پھر عورت نے عدت کی زوج ثانی سے نکاح کیا پھر مطلقہ ہو کر اول

بعد عدت کے زوج اول کے نکاح مین پھر آئی بعد اسکے مرد غائب ہوا چار مہینے تو عورت کو اپنی ذات کو طلاق دینے کا اختیار ہے اسواسطے کہ سابق مذکور ہو چکا کہ زوال ملک مبطل تعلیق
نہین اور اگر عورت نے خلع کیا یعنی زوج نے زوجہ کو طلاق مفوض کی بدون تعلیق کے پھر عورت نے خلع کیا تو اختیار طلاق کا عورت کو نہ باقی رہیگا اسواسطے کہ یہہ تنجیز ہے نہ تعلیق یعنی
تفویض منجز ما دام النکاح قائم ہے پھر جب نکاح نہ رہا تو تفویض بھی نہ رہیگی اور شامل اول تعلیق ہے تو زوال نکاح سے باطل نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی دعاها للوقاع فابت فقال متی
یکون فقالت غدا فقال ان لم تفعلی هذا المراد غدا فانت کذا ثم نسیاه حتی مضی الغد لا یقع بلایا زوج نے زوجہ کو واسطے جماع کے سو زوجہ نے انکار کیا تو زوج
نے کہا یہہ امر کب ہوگا سو عورت نے کہا کہ کل تو مرد نے کہا کہ اگر اس مطلب کو کل نکریگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے پھر زوج اور زوجہ دونون بھولگئے یہانتک کہ کل کا دن گذر گیا تو طلاق
نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تقاضا تعلیق موقت مین امکان بر ہے یہان بسبب بھولنے کے اوسکا وقت باقی نرہا اس جہت سے تعلیق باطل ہوگئی حلف لا یاتیہا فاستلقت
فجامعتہا مستیقظا حنث قسم کھائی کہ عورت سے صحبت نکریگا پھر چت لیٹا سو عورت آئی اور اوس سے صحبت کی تو اگر مرد حالت جماع مین جاگتا ہوگا تو حانث ہوگا ان لم
اشبعک من الجماع فعلی انزالہا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تجھکو آسودہ نکرون جماع سے تو تجھکو طلاق ہے تو یہہ آسودگی عورت کے انزال پر موقوف ہے اسواسطے کہ آسودگی سے
مراد کسر شہوت ہے بسبب جماع کے سو بدون انزال کے نہین ہوتی ان لم اجامعہا الف مرۃ فکذا فعلی المبالغۃ لا العدد مرد نے کہا کہ اگر مین جو سے ہزار بار جماع نکرون تو وہ مطلقہ ہے تو یہہ
محمول مبالغہ اور کثرت جماع پر ہے نہ اس عدد خاص پر خانیہ مین کہا کہ ستر بار کثیر مین داخل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ان وطئتک فعلی الجماع الفرج وان نوی الدوس بالقدم
حنث بہ ایضا مرد نے عورت سے کہا کہ اگر مین تیری وطی کرون تو تو طالق ہے تو یہہ وطی جماع شرمگاہ پر محمول ہے اسواسطے کہ متبادر وطی سے جماع ہے اور اگر زوج وطی سے قدم سے روندنا اور کچلنا مراد لیگا
تو اس معنی سے بھی حانث ہوگا چنانچہ جماع سے قال لہ امرأۃ جنب وحائض ونفساء فقال اخبثکن طالق طلقت النفساء ایک مرد ہے کہ عورت اوسکی جنب ہے جماع یا احتلام سے اور دوسری
حائض ہے اور تیسری نفاس والی ہے سو اوس مرد نے کہا تم عورتون مین سے گندہ تر اور پلید تر عورت مطلقہ ہے تو نفاس والی عورت پر طلاق واقع ہوگی وفی افحشکن فعلی الحائض اور
اگر مرد نے کہا ان عورتون سے کہ تم مین سے افحش کو طلاق ہے تو حائض پر طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ذکر کرنے مین حیض افحش اور معیوب تر ہے نفاس سے کذا فی حاشیۃ المدنی قال
لی الیک حاجۃ فقال ما هی فقال امرأته طالق ان لم اقضها فقال هی ان تطلق امرأتک فله ان لا یصدقه مثلا زید نے کہا خالد سے کہ میری کچھہ حاجت ہے تیری طرف تو خالد نے
کہا کہ اوسکی زوجہ مطلقہ ہے اگر مین قضا حاجت نکرون سو زید نے کہا کہ وہ حاجت تو یہی ہے کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دے تو خالد کو جائز ہے کہ زید کی تصدیق نکرے اسواسطے کہ احتمال
دروغگوئی زید کا ممکن ہے شاید کہ اوسکی حاجت کچھہ اور ہو جب اوسنے دیکھا کہ یہہ قسم کھا بیٹھا تو زوج یا زوجہ کی ضرر رسانی کیواسطے یون اظہار کیا علاوہ اسکے جب زوج اور زوجہ مین وجود شرط کا اختلاف
ہو تو زوج ہی کا قول معتبر ہے تو اجنبی کے ساتھہ بطریق اولی معتبر ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی قال لاصحابه ان لم اذهب بکم اللیلۃ الی منزلی فامرأته کذا فذهب بهم بعض
الطریق فاخذهم العسس فحبسهم لا یحنث کہا ایک شخص نے اپنے ساتھیون سے کہ اگر مین نہ لیجاؤن تمکو آجکی رات اپنے گھر کیطرف تو اسکی عورت مطلقہ ہے سو اونکو لیچلا تھوڑی
راہ تو پکڑا اوسکو کوتوال نے اور قید کر رکھا سبکو اوسکے گھر تک نہ پہونچ سکے تو وہ شخص حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ تعلیق لیجانے پر تھی نہ گھر مین داخل کرنیکی سو
لیجانا متحقق ہو چکا ان خرجت من الدار الا باذنی فخرجت لحریقها لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو گھر سے نکلیگی بدون حکم میرے تو تو طالق ہے پھر عورت نکلی
بسبب آگ لگنے گھر کے تو زوج حانث نہوگا اور یہی حال ہے خوف انہدام اور خوف غرق اور خوف ڈاکہ کا اسواسطے کہ بنا یمین عرف پر ہے اور ایسے امور عرف مین یمین سے مستثنی ہوتے ہین
حلف لا یرجع ثم رجع لشئ نسیه لا یحنث قسم کھائی شہر یا گھر سے نکلتے کہ نہ پلٹیگا پھر پلٹا کسی بھولی چیز کے لینے کے واسطے تو حانث نہوگا ان لم تجیئی بفلان او
ان لم تردی ثوبی الساعۃ فانت طالق فجاء فلان من جانب اخر بنفسه او اخذ الثوب قبل دفعها لا یحنث کہا زوج نے زوجہ سے کہ اگر تو فلانے
شخص کو نہ لاویگی تو تو طالق ہے یا یون کہا کہ اگر تو میرا کپڑا اسی دم نہ پھیر دیگی تو تو طالق ہے پھر فلانا شخص خود آگیا دوسری طرف سے یا زوج نے فورا اپنا کپڑا لے لیا عورت
کے دینے سے پہلے تو حانث نہوگا کذا ان لم ادفع الیک الدینار الذی علی راس الشهر فکذا فابرأته قبل الشهر بطل الیمین اسیطرح حانث نہوگا اس قول مین کہ زوج
نے زوجہ سے کہا کہ اگر مین تجھکو نہ دون وہ اشرفی جو مجھپر قرض ہے فلانے مہینے کے شروع تک تو تو طالق ہے پھر زوجہ نے وہ اشرفی زوج کو معاف کر دی اوس مہینے کے آنے سے پہلے تو یمین

باطل ہوگئی طلاق نہ واقع ہوگی حلف لیخرجن ساکن دارہ الیوم والساکن ظالم فان لم یمکنہ اخراجہ فالیمین علی التلفظ باللسان قسم کھائی کہ ضرور
نکالیگا اپنے گھر کے رہنے والیکو آج کے دن اور رہنے والا اوسکے گھر کا مرد ظالم ہے سو اگر گھر والیکو اوسکا نکالنا ممکن نہو تو یمین یعنی واسطے قسم فقط زبان کو بولنے پر ہے یعنی زبان سے یون کہے
کہ مین نے تجھکو اپنے گھر سے نکالا تو حانث نہوگا بقی ما یکتب فی التعالیق متی نقلہا او تزوج علیہا او ابرأتہ من کذا او من باقی صداقہا فلو دفع لہا الکل ہل
تبطل الظاہر لا لتصریحہم بصحۃ براءۃ الاسقاط والرجوع بما دفعہ باقی رہا کلام اوسمین جو تعالیق مین لکھا جاتا ہے کہ جب زوج زوجہ کو شہر سے باہر لیجائیگا
یا اوسپر دوسرا نکاح کریگا یا کہ زوجہ زوج کو فلانے قرض سے ابرا کریگی یا باقی مہر سے ابرا کرے تو زوجہ مطلقہ ہے سو اگر زوج زوجہ کو کل قرض یا سب باقی مہر دیدے تو آیا تعلیق براءۃ کی باطل
ہوگی یا نہین جواب ظاہر یہہ ہے کہ زوج کے دینے سے تعلیق نہ باطل ہوگی اسواسطے کہ فقہانے تصریح کیا ہے کہ بعد وصول دین کے بھی براءۃ اسقاط صحیح ہے اور جو دیا ہے اوسکا پھیر لینا درست ہے
ہم تعالیق سے مراد وہ وثائق ہین جو عقد نکاح کے وقت شروط لکھی جاتی ہین براءۃ اسقاط یہہ ہے کہ دائن مدیون کو اپنا دین معاف کردے اپنا حق اوسکی گردن سے ساقط کرے سو براءۃ اسقاط
قبل وصول دین کے بھی ہوتی ہے اور بعد وصول کے بھی لیکن مدیون بعد براءۃ اسقاط کے جو دیا تھا دائن سے پھیر سکتا ہے اسواسطے کہ وہ براءۃ سے فارغ الذمہ ہوگیا پھر جب براءۃ بعد وصول کے
بھی صحیح ہوتی تو تعلیق براءۃ کی کیونکر باطل ہوگی تو بعد براءۃ کے طلاق واقع ہوگی حلف باللہ انہ لم یدخل ہذہ الدار الیوم ثم قال عبدہ حر ان لم یکن دخل الیوم
لا کفارۃ ولا یعتق عبدہ اما لصدقہ او لانہا غموس ولا مدخل للقضاء فی الیمین باللہ ایک شخص نے قسم کھائی اللہ کی کہ وہ داخل نہین ہوا اوس گھر مین
آج پھر بولا کہ اوسکا غلام آزاد ہے اگر آج اس گھر مین نہ داخل ہوا ہو تو اوسپر کفارہ قسم کا نہ لازم آویگا اور اوسکا غلام بھی آزاد ہوگا کفارہ نہ لازم آویگا یا بسبب صدق اوس شخص کے
یعنی عدم دخول دار کے یا اس سبب سے کہ وہ قسم غموس ہے اور غموس مین گناہ ہے کفارہ نہین اور قاضی کے حکم کو کچھ دخل نہین خدا کی قسم مین خلاصہ یہہ ہے کہ یہہ دو قسمین متناقض ہین اگر ایک مین
صادق ہوگا تو بالضرور دوسری مین کاذب ہوگا اور آزادی غلام کی ثابت نہوگی جبتک پہلی قسم مین صادق نہو اور پہلی قسم یمین باللہ ہے اور اوسمین قاضی کے حکم کو دخل نہین بدون قاضی کے اوسکا
صادق یا کاذب ہونا کیونکر ثابت ہو لہذا اس مسئلہ مین نہ کفارہ ہے نہ عتق حتی لو کانت یمینہ الاولی بعتق او طلاق حنث فی الیمینین لدخولہما فی القضاء یہانتک
کہ اگر اوسکی پہلی قسم عتق یا طلاق کی ہوگی تو وہ شخص دونو قسمون مین حانث ہوگا بسبب داخل ہونے دونو یمین کے قاضی کے حکم مین باقی بیان اسکا باب عتق البعض مین انشاء اللہ تعالی
آویگا اعطتہ من مالہ درہما فاشترت بہ لحما وخلطہ اللحام بدراہمہ وقال زوجہا ان لم تردیہ الیوم فانت کذا فحیلتہ ان تاخذ کیس اللحام وتسلمہ
للزوج ولو ضاع عن اللحام فما لم یعلم انہ اذیب او سقط فی البحر لا یحنث لیا زوجہ نے زوج کے مال سے ایک درم پھر اوس سے گوشت مول لیا اور قصاب نے اوس درم کو اپنے
درمون مین ملا ڈالا اور اوسکے زوج نے کہا کہ اگر اوسی درم کو آج نہ پھیر لاویگی تو تو طالق ہے تو تدبیر اوسکی یہہ ہے کہ عورت قصاب کی تھیلی جسمین وہ درم داخل ہے لاوے اور زوج
کو دیوے اور اگر وہ درم قصاب سے ضائع ہوا تو جبتک یہہ معلوم نہو کہ وہی درم پگھلا ڈالا گیا یا دریا مین گر گیا تو زوج حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا پھر ملنا ممکن ہے بخلاف اذابت
اور سقوط فی البحر کے حلف ان لم اکن الیوم فی العالم او فی ہذہ الدنیا فکذا فحبس لو فی بیت حتی یمضی الیوم قسم کھائی کہ اگر ہون نہین آج جہان یا اس دنیا مین تو اوسکی زوجہ
مطلقہ ہے تو وہ شخص محبوس کیا جاوے اگرچہ کسی گھر ہی مین قید رہے یہانتک کہ وہ دن گذر جاوے تو جبکہ وہ قید ہوگا حانث نہوگا طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید مین
حبس پر نفی من الارض کا اطلاق کیا ہے چنانچہ فرمایا او ینفوا من الارض تو گویا وہ حبس سے دنیا مین موجود نہ رہا اس مسئلہ مین عرف کا اعتبار نہین طحطاوی نے کہا کہ شارح کو چاہئے ان لم اکن کی
جگہ ان اکن کہنا واجب تھا اسواسطے کہ تعلیق وجود پر ہے نہ عدم پر مترجم اسیواسطے ترجمہ بمضارع مثبت کا کیا نہ منفی کا ولو حلف ان لم تہدم بیت فلان غدا فقید ومنع حتی
مضی الغد حنث وہو المختار اور اگر قسم کھائی کہ اگر مین نہ ویران کرون فلانے کے گھر کو کل تو ایسا ہو پھر اوسکے پاؤن مین بیڑیان ڈالی گئین اور روکا گیا ویران کرنے سے تو وہ حانث
ہوگا یہی قول مختار ہے وکذا ان لم اخرج من ہذہ المنزل فکذا فقید وان لم اذہب بک الی منزلی فاخذہا فہربت منہ وان لم تحضری
اللیلۃ منزلی فکذا فمنعہا الوالی حنث فی المختار اسیطرح حانث ہوگا جسنے یون کہا کہ اگر مین نہ نکلون اس گھر سے تو ایسا ہو پھر اوسکے بیڑیان ڈالی گئین یا یون
کہا اپنی زوجہ سے کہ اگر مین تجکو نہ لیجاؤن اپنے گھر تو ایسا ہو پھر اس عورت کو پکڑا اسو وہ اوس سے چھوٹ بہاگی یا یون کہا عورت سے کہ اگر تو حاضر نہوگی آجکی رات

میری گھر میں تو ایسا ہوگا پھر اوسکی باپ نے اوسکو نکال دیا تو ان سب صورتوں میں مرد حانث ہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ مقید کرنا اور منع کرنا اکراہ ہے یعنی زبردستی ہے اور اکراہ
کی تاثیر فعل میں ہوتی ہے نہ عدم فعل میں اور ان مسائل میں تعلیق عدم فعل پر ہوئی ہے تو ان میں اکراہ کی تاثیر نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف فی لا اسکن فاغلق الباب او قید فانہ یحنث
فی المختار بخلاف اس مسئلہ کے کہ کہا میں نہ سکونت کرونگا اس گھر میں پھر دروازہ بند کر لیا گیا یا اوس شخص کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی گئیں تو حانث نہوگا قول مختار میں اسواسطے کہ شرط حنث کی فعل
ہے یعنی سکونت کرنا اور اکراہ کی تاثیر فعل میں ثابت ہے قلت قال ابن الشحنۃ والاصل انہ متی عجز عن شرط الحنث حنث فی العدمی لا الوجودی شارح
کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ ابن شحنہ نے کہا کہ قاعدہ کلیہ حنث اور عدم حنث کا یہ ہے کہ جب قسم کھانیوالا عاجز ہوا شرط حنث سے تو حانث ہوگا عدمی میں نہ امر وجودی میں یعنی جب قسم
ٹوٹنا مترتب ہو عدم شئی پر نہ وجود پر چنانچہ عدم حضور اور عدم ذہاب مسائل سابقہ میں تو عاجز ہونیسے حانث ہوگا اور اگر قسم ٹوٹنا امر وجودی پر مرتب ہے چنانچہ دخول ان خلت میں اور سکونت
لا اسکن میں تو بسبب عاجز ہونیکے حانث نہوگا قال فی النہر ومفادہ الحنث فیمن حلف لیؤدین الیوم دینہ فعجز لفقرہ وفقد من یقرضہ خلافا لما بحثہ فی البحر
ھذا یہ کہا نہر الفائق میں اور مستفاد ہوتا ہے اس اصل سے حانث ہونا اوس شخص کے حق میں جسنے قسم کھائی کہ قرض ادا کریگا آجکے دن آخر تک پھر وہ عاجز ہوگیا بسبب اپنی محتاجی کے اور مفقود ہونے
اوس شخص کے جو اوسکو قرض دے بخلاف اوس بحث کی جو بحر الرائق میں ہے سو غور اور تامل کر اس مقام میں ہم قائل اس کلام کا تعجب کی اسواسطے حانث ہوا کہ شرط حنث کی امر عدمی یعنی عدم ادائے دین
بحر الرائق میں کہا کہ قنیہ میں ثابت ہے کہ جب محلوف علیہ سے عاجز ہوا وہ بیچ وقت کے تو یمین باطل ہو جاتی ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مثال مذکور میں جب اداسے عاجز ہو تو یمین باطل ہو یعنی یمین باطل ہو گئی جہاں
نہوئی کا انتہی کلامہ حالانکہ قول قنیہ کا مطلق نہیں بلکہ اوس صورت پر محمول ہے جبکہ شرط حنث کی وجودی ہو اور یہاں عدمی ہے صاحب نہر نے کہا کہ یہ مقام لائق اہتمام کے ہے یہاں خوب دار رہنا لہذا شارح نے تدبر اور تامل کرنیکو

باب طلاق المریض

یہ باب ہے طلاق مریض کے احکام میں جبکہ مصنف نے طلاق تندرست سے اور اقسام طلاق سے یعنی تنجیز اور تعلیق اور صریح اور کنایہ سے فراغت پائی تو باب طلاق مریض کی شروع کی عادت یہ کہ اصالۃ
مصنف نے شروع اس باب کے طلاق مریض کی تعبیر کیا بسبب اسکی اصالت کے یعنی مقصود بالذات اسمیں احکام مریض کے ہیں اور احکام مقتول وغیرہ کے بالتبع ہیں قال لہ الفار لفرارہ من ارثہا فیرد
علیہ قصدہ الی تمام عدتہا وقد یکون الفرار منہا کما سیجیء اور طلاق دینیوالے مریض کو فار بھی کہتے ہیں یعنی بھاگنیوالا بسبب اوسکی بھاگنے کے عورت کی وراثت
سے یعنی مرض الموت میں اسواسطے عورت کو طلاق دیتا ہے تاکہ وہ اوسکے مال کی وارث نہو تو مردود ہوگا اوسپر ارادہ اوسکا تمامی عدت تک یعنی اوسکے فرار کا کچھ اثر نہوگا عورت عدت تک اوسکی وارث
ہوگی اور کبھی فرار عورت کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ اسی باب میں اوسکا ذکر بھی آویگا من غالب حالہ الہلاک بمرض او غیرہ بان اضناہ مرض عجز بہ عن اقامۃ مصالحہ خارج
البیت ہو الاصح کعجز الفقیہ عن الاتیان الی المسجد وعجز السوقی عن الاتیان الی دکانہ وفی حقہا ان تعجز عن مصالحہا داخلہ کما فی البزازیۃ جو شخص
کہ غالب حال اوسکا ہلاکی ہے مرض سے یا غیر مرض سے اسطرح کہ توڑ دیا اور لاغر کر ڈالا اوسکو بیماری نے اتنا کہ عاجز ہوگیا اوسکے سبب سے اپنے مصالح کی اقامت سے گھر کو باہر یعنی بیماری سے
باہر کی کار بار ضروری نہیں کرسکتا یہی اول تعریف یعنی میں اصح ہے چنانچہ عاجز ہوجانا فقیہ مدرس کا مسجد کے جانیسے اور عاجز ہونا مرد بازاری کا اپنی دکان کے جانے سے اور عورت کے حق میں
حد مرض کی یہ ہے کہ وہ عاجز ہوجاوے گھر کے اندر کے کار و بار سے یعنی پکانے اور گھر جھاڑنیسے کذا فی البزازیۃ ومفادہ انہا لو قدرت علی نحو الطبخ دون صعود السطح لم تکن
مریضۃ قال فی النہر وھو الظاہر اور مستفاد ہوتا ہے تعریف مذکور سے کہ اگر عورت قادر ہو پکانے وغیرہ پر نہ چھت کے چڑہنے پر تو وہ مریض نہوگی نہر الفائق میں کہا کہ یہی قول ظاہر ہے
قلت وفی اخر وصایا المجتبی المرض المعتبر المضمن المبیح لصلوتہ قاعدا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح ثم رمز
شیخ حد التطاول سنۃ انتہی میں کہتا ہوں کہ مجتبی کی کتاب الوصایا کے آخر میں لکھا ہے کہ بیماری خطرناک جو معتبر ہے فار ہونے میں وہ ہے جس سے مباح ہوجاوے نماز پڑہنا
بیٹھکر اور جسکو بیماری نے بٹھلا دیا اور جسکو فالج کی بیماری ہووے یعنی آدہا دہڑ رہگیا ہو اور جسکو سل کی بیماری ہے جبکہ بیماری پرانی ہوجاوے اور اوسکو بستر پر نہ ڈالے تو یہ
تینوں بیمار مانند تندرست اور صحیح کے ہیں پھر رمز کی شیخ نے کہ حد تطاول مرض کی ایک سال ہے انتہی کلام المجتبی فتاوی عالمگیری میں ہے حد تطاول کی شیخ عمر تاشی سے منقول
ہے اور واقعات میں شیخ شمس الدین حسنی سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ المفلوج والمسلول والمقعد ما دام یزداد کالمریض اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج اور مسلول اور مقعد جبتک

یہہ بیماریان بڑہتی جاتی ہون مانند مریض کی ہین فتاوی عالمگیری مین ہی کہ جبتک ان بیماریون پر مرض کی ترقی ہی وہ مریض کی مانند ہین اور جبتک ترقی موقوف ہوگئی تو مانند
صحیح کی ہین او بارز رجلا اقوی منه او قدم لیقتل من قصاص او رجم او بقی علی لوح من السفینة او افترسه سبع وبقی فی فیه فار بالطلاق خواہ مین غالب
ہلاکی کا اسطرح پر ہو کہ جنگ کری اپنی سی زیادہ زورآور مرد کی یا پیش کیا گیا ہو قتل کرنیکی واسطی خون کی بدلی سی یا سنگسار ہونی یا پانی رہ گیا ہو ایک تختہ پر کشتی کی تختون سی یا پکڑا ہو اسکو
درندہ جانور نی اور اوسکی منہ مین بچ رہا ہو تو ایسا شخص فار بالطلاق ہی اسکو طلاق دینا جائز نہین اسواسطی کہ عورت کا حق اسکی مال مین متعلق ہو چکا شارح نی کہا کہ فار بالطلاق
خبر ہی مین غالب حاله الہلاک کی یعنی جسپر ظن غالب ہلاکی کا ہو خواہ بیماری سی خواہ قوی تر کی جنگ سی خواہ تقدیم قتل وغیرہ سی وہ فار ہی ولا یصح تبرعه الا من الثلث او صحیح
نہین ہی تبرع فار کا مگر تہائی مال سی تبرع سی مراد عقود غیر لازمہ جیسی وقف یا نکاح کرنا زیادہ مہر مثل سی فلو ابانها وهی من اهل المیراث علم باهلیتها ام لا کان اسلمت
او عتقت ولم یعلم سو اگر فار نی عورت کو طلاق بائن دی اور عورت اہل تہی میراث کی یعنی حرہ مسلمہ تہی زوج اوسکی اہلیت کو جانتا ہو یا نجانتا ہو چنانچہ اسکی زوجہ کتابیہ
مسلمان ہوگئی یا اوسکی زوجہ لونڈی آزاد ہوگئی اور زوج کو اسکا اسلام یا آزاد ہونا معلوم نہوا طائعا بلا رضاها فلو اکرهها او رضیت لم ترث طلاق بائن دی اپنی خوشی بدون
رضامندی زوجہ کی تو اگر طلاق مین زبردستی ہوئی زوجہ کی زوج پر یا کہ عورت راضی ہوگئی اپنی طلاق سی تو وارث نہوگی اسواسطی کہ عورت نی اپنا حق آپ قطع کیا اور یہہ دہین کہ بغیر
زوجہ کا اکراہ مبطل ہی وراثت کا اسواسطی کہ اس صورت مین عورت کا کچھہ قصور نہین کذا فی حاشیة المدنی لہذا مترجم نی ترجمہ مین اکراہ زوجہ کی قید زیادہ کی ولو اکرهت علی رضاها او سؤالها
ابنه فکرهته ورثت اور اگر عورت پر جبر ہوا اوسکی راضی ہونی پر یعنی عورت سی زبردستی طلاق کا سوال کردیا یا زوج کی بیٹی نی زبردستی عورت سی صحبت کی تو عورت وارث ہوگی
اسواسطی کہ جبر مین رضامندی نہین وهو کذلک بذلك الحال ومات فیه فلو صح ثم مات فی عدتها لم ترث اور حالانکہ زوج طلاق دینی والا ویسا ہی بیمار او حال پر باقی رہا اور
اوسی مرض مین مرگیا تو اگر زوج بعد طلاق کی تندرست ہوگیا پہر زوجہ کی عدت مین مرگیا تو زوجہ نہ وارث ہوگی او بذلك السبب او نحوه کان یقتل المریض او یموت
بجهة اخری فی العدة للمدخولة ورثت هی منه لا هو منها لرضاه باسقاط حقه اسی مرض ہی کی سبب سی موت ہو زوج کی یا اسکی سوا سبب کی کہ مریض قتل کرڈالا جائی
یا کسی اور جہت سی مرجائی عدت مین عدت کی قید مدخولہ کیواسطی ہی تو عورت مطلقہ وارث ہوگی زوج کی اور اگر عورت مرگئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا بسبب راضی ہونی زوج کی اپنی اسقاط حق سی
ہم متن مین لفظ ورثت کا جزا ہی شرط کی یعنی فلو ابانها کی تو متن کا خلاصہ مطلب یہہ ہی کہ اگر طلاق بائن دیگا اپنی خوشی اور اوسکی بیماری مین عدت کی اندر مرجائیگا تو عورت مطلقہ اوسکی وارث
ہوگی موت اوسکی اوسی بیماری سی ہو یا کسی اور وجہ سی اور مدخولہ کی قید سی خلوت والی عورت نکل گئی اسواسطی کہ ہرچند اوسپر عدت واجب ہی لیکن وہ وارث نہین ہوتی وعند احمد
ترث بعد العدة ما لم تتزوج وبقی باخر اور امام احمد حنبل کی نزدیک زوجہ فار کی وارث ہوگی بعد عدت کی بہی جب تک دوسری زوج سی نکاح نکری اور رہنی دی بحث آخر اور ابن ابی لیلی اور
امام مالک کی نزدیک اگرچہ دوسری ازواج سی نکاح کرلی تو بہی وارث ہوگی کذا فی حاشیة المدنی وکذا ترث طالبة رجعیة او طلاق فقط طلقت بائنا وقلنا لان الرجعی لا یزیل
النکاح حتی حل وطئها ویتوارثان فی العدة مطلقا اور اسیطرح وارث ہوگی رجعی طلاق یا فقط طلاق کو مانگنی والی جو مطلقہ ہوگئی ایک طلاق بائن کی یا تین طلاق کی اسواسطی کہ
طلاق رجعی نکاح کو زائل نہین کرتی یہانتک کہ وطی اوسکی حلال ہی اور زوجین ایک دوسری کی وارث ہوتی ہین عدت کی اندر مطلقا سی یعنی خواہ صحت مین طلاق رجعی دی خواہ بیماری مین اور اگر
عدت منقضی ہوگئی تو نکاح زائل ہوگا وتکفی اهلیتها للارث وقت الموت بخلاف البائن اور کفایت کرتی ہی اہلیت عورت کی وراثت کیواسطی زوج کی موت کی وقت بخلاف بائن کی
کہ اوسمین طلاق اور موت دونو وقت مین اہلیت وراثت کی شرط ہی وکذا ترث مبانة قبلت ابن زوجها او وطئها ابن زوجها الحرمة بینونته اور اسیطرح وارث ہوگی
مطلقہ بائنہ جسنی بوسہ لیا اپنی زوج کی بیٹی کا یا بیٹی نی اوس سی ہم صحبت ہوئی اسواسطی کہ حرمت کی سبب طلاق بائن سی نہ زوج کی یعنی اول جدائی زوج کیطرف سی ہوئی نہ زوجہ کیطرف سی تو بیٹی کی
زوجہ کی سبب باطل وراثت کی نہوگی وحکم لعانها فی مرضها او الایلاء فیه کالطلاق ای ترث لما مر اور حکم لعان کیا اپنی عورت سی اپنی بیماری مین یا ایلا کیا اوسمین یہ حالت
بیماری مین اوسکا ہی ایسا ہی حکم ہی یعنی عورت وارث ہوگی زوج کی چنانچہ اسکی وجہ مذکور ہوچکی یعنی فرقت مرد کیطرف سی ہوئی نہ عورت کیطرف سی وان آلی فی صحته
وبانت به ای بالایلاء فی مرضه او ابانها فی مرضه فصح فمات او ابانها فارتدت فاسلمت فمات لم ترثه لانه لا بد ان یکون المرض الذی طلقها

فیہ مرض الموت فاذا صح تبین انہ لم یکن مرض الموت۔ اور اگر ایلا کیا زوج نے اپنی صحت میں اور جدا ہوگئی عورت بسبب انقضاء مدت ایلا کے اوسکے مرض میں تو وارث
نہوگی یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اپنی بیماری میں پھر وہ تندرست ہوا پھر مرگیا یا عورت کو طلاق بائن دی بیماری میں پھر عورت مرتد ہوگئی پھر اسلام لائی پھر زوج مرگیا عدت میں
تو عورت وارث نہوگی زوج کی درصورت صحت اسواسطے وارث نہوگی کہ وراثت مطلقہ میں یہہ ضرور ہے کہ جس مرض میں زوج نے اوسکو طلاق دی ہے وہ مرض الموت ہو پھر جب بعد
مرض کے وہ تندرست ہوگیا تو ظاہر ہوگیا کہ وہ مرض جسمین طلاق واقع ہوئی مرض الموت نتھا ولا بد فی البائن ان تستمر اھلیتہا للارث من وقت الطلاق الی وقت
الموت حتی لو کانت کتابیۃ او مملوکۃ وقت الطلاق ثم اسلمت او اعتقت لم ترث اور درصورت ارتداد اسواسطے وارث نہوگی کہ ضرور ہے طلاق بائن میں کہ اہلیت
وراثت کی عورت میں برابر ثابت رہی طلاق کے وقت سے موت کیوقت تک یہانتک کہ اگر عورت کتابیہ یا مملوکہ ہو طلاق کیوقت پھر اسلام لاوے کتابیہ یا آزاد کیجاوے مملوکہ تو وارث
نہوگی اسواسطے کہ اسلام اور آزادی وقت طلاق سے موت تک برابر ثابت نہین تھے دونو مین اہلیت وراثت کی بالاستمرار ثابت ہوئی اسواسطے کہ کفر اور مملوکیت مانع ہے وراثت کی
کما لا ترث لو طلقہا رجعیا او لم یطلقہا فطاوعت او قبلت ابنہ لمجیئ الفرقۃ منہا چنانچہ عورت وارث نہین ہوتی اگر زوج نے اوسے طلاق رجعی دی یا نہدی پھر عورت
نے زوج کے بیٹے کو اپنے اوپر بخوشی قادر کیا یا اوسکا بوسہ لیا اسواسطے وارث نہوگی کہ فرقت اوسیکی طرف سے آئی او ابانہا بامرہا قید بہ لانہا لو ابانت نفسہا فاجاز ورثت
عمادیۃ باجازتہ قنیہ یا زوج نے عورت کو طلاق بائن دی اوسکی کہنے سے تو وارث نہوگی مصنف نے امر عورت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر عورت نے خود اپنی ذات کو طلاق بائن دی
پھر زوج نے اوسکو جائز رکہا اپنی مرض میں تو عورت وارث ہوگی زوج کی اجازت پر عمل کرینگے کذا فی القنیہ یعنی اس صورت مین فاعل نکاح مرد کی اجازت سے ہوا نہ عورت کی طلاق پر
او اختلعت منہ او اختارت نفسہا ولو ببلوغ وعتق وجب وعنۃ لم ترث لرضاہا یا خلع کیا عورت نے زوج سے یا اپنی ذات کو اختیار اگرچہ خیار نفس بسبب بلوغ
عورت کے اور آزادی کے اور زوج کے مقطوع الذکر ہونیکے اور نامرد ہونیکے ہو وارث نہوگی اپنی رضامندی کے سبب سے یعنی ان صورتون مین عورت نے جدائی بخوشی چاہی لہذا وارث نہوگی
ولو کان الزوج محصورا او محبوسا او فی صف القتال ومثلہ حال فشو الطاعون اشباہ او قائما بمصالحہ خارج البیت مشتکیا من الم او
محموما او محبوسا لقصاص او رجم لا ترث لغلبۃ السلامۃ اور اگر زوج مقید ہو بسبب حبس کے یا صف قتال میں ہو اور یہی حال ہے کثرت وبا کا کذا فی الاشباہ یا کہ زوج گہر کے
باہر اپنے کاروبار ضروری کرتا ہو بحالت دردمندی کہ زوج کو تپ ہے یا ہو کہ محبوس ہے بعلت قصاص یا رجم کے تو عورت وارث نہوگی اگر ان حالات مین مطلقہ ہوئی اور زوج عدت ہی مین مرگیا
بسبب غلبہ سلامتی کے ان حالات مین والحامل لا تکون فارۃ الا تلبسہا بالمخاض وھو الطلق لانہا حینئذ کالمریضۃ وعند مالک اذا تم لہا ستۃ اشہر اور حاملہ فارہ
نہین ہے لیکن بوقت لاحق ہونے درد زہ کے اسواسطے کہ وہ اسوقت مین مثل مریضہ کے ہے یعنی گہر کا کام نہین کرسکتی اور امام مالک کے نزدیک جبکہ اسکو چہہ مہینے پورے ہوجاوین تب فارہ ہوگی
ھم مخاض بمعنی طلق ہے یعنی درد زہ اذا علق المریض طلاقہا البائن بفعل اجنبی ای غیر الزوجین لو ولدہا منہا وبمجیئ الوقت الحال ان التعلیق والشرط
فی مرضہ او علق طلاقہا بفعل نفسہ وھما فی المرض والشرط فقط فیہ او علق بفعلہا ولا بد لہا منہ طبعا او شرعا کاکل وکلام ابوین او
ھما فی المرض او الشرط فیہ فقط ورثت لفرارہ جب کہ معلق کیا مریض نے عورت کی طلاق بائن کو اجنبی کے فعل پر مراد اجنبی سے وہ شخص ہے جو زوج اور زوجہ کے
سوا ہو اگرچہ شخص مذکور اوس عورت کا بیٹا ہو زوج سے یا معلق کیا طلاق بائن کو وقت کے آنے پر مثلا ابتداء محرم پر اور حالانکہ تعلیق اور شرط یعنی اجنبی ورمحرم کا آنا اوسکی بیماری
ہوئی یا معلق کیا اوسکی طلاق کو اپنی ذات کے فعل پر اور حالانکہ تعلیق اور فعل ذات مرض مین ہوئی یا فقط شرط ہی مرض مین ہوئی یا معلق کیا طلاق کو عورت کے فعل پر اور حالانکہ اس
فعل سے عورت کو چارہ نہین یعنی ضروری ہے خواہ باعتبار طبیعت بشری کے خواہ باعتبار شریعت کے چنانچہ کہانا اور ماں باپ سے بات کرنا اور حالانکہ دونو یعنی تعلیق اور شرط مرض
مین ہوئی یا فقط شرط مرض مین ہوئی تو ان سب صورتون مین عورت وارث ہوگی بسبب فرار زوج کے منہ مافی البدائع ان لم اطلقک او ان لم اتزوج علیک فانت طالق
ثلثا فلم یفعل حتی مات ورثتہ ولو ماتت ھی لم یرثہا اور از قسم فرار ہے وہ صورت جو بدائع مین ہے کہ اگر مین تجہکو طلاق نہ دون یا تیرے اوپر دوسرا نکاح نکرون تو تجہکو
طلاق ہے تین بار پھر زوج نے اسکو نہ کیا یعنی تطلیق یا تزوج نکیا یہانتک کہ وہ مرگیا تو عورت اوسکی وارث ہوگی اور اگر اس صورت مین عورت مرگئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا اسواسطے کہ

بسبب ترک طلاق اور تزوج کے اپنے اسقاط حق پر راضی ہوا (وفی غیرها لا ترث وهو ما اذا کانا فی الصحة او التعلیق فقط او بفعلها ولها منه بُدٌّ) اور ان
صورتوں کے غیر میں وارث نہوگی اور وہ غیر وہ ہی جبکہ تعلیق اور شرط دونو صحت میں ہوں خواہ تعلیق اجنبی کے فعل پر ہو خواہ وقت کے آنے پر خواہ زوج یا زوجہ کے فعل پر یا
فقط تعلیق صحت میں ہو یا تعلیق ہو عورت کے فعل پر اور حالانکہ وہ فعل اوس کو لابدی نہیں خواہ تعلیق اور شرط دونو مرض میں ہوں خواہ تعلیق صحت میں ہو اور شرط مرض میں
(وحاصلها ستة عشر لان التعلیق اما بمجیء وقت او بفعل اجنبی او بفعله او بفعلها وکل وجه علی اربعة لان التعلیق والشرط اما فی الصحة او فی المرض
او احدهما وقد علم حکمها) خلاصہ اسکا یہہ ہی کہ سولہ صورتیں ہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق کی یا وقت کے آنے پر ہی یا اجنبی کے فعل پر یا زوج کے فعل پر یا عورت کے فعل پر تو یہہ
چار صورتیں ہوئیں اور ہر وجہ چار وجہ پر ہے اسواسطے کہ تعلیق اور شرط یا صحت میں ہیں یا مرض میں یا ایک صحت میں اور دوسرا مرض میں یعنی تعلیق صحت میں اور شرط مرض
میں یا شرط صحت میں اور تعلیق مرض میں تو یہہ سولہ صورتیں ہو گئیں چار کو چار میں ضرب کرنے سے اور ان کا حکم معلوم ہو چکا حکم ہر صورت کا کہ ان چھہ صورتوں میں عورت وارث ہو
اور دس صورتوں میں نہیں ہم تفصیل وجوہ مذکورہ کی احکام کی پوری ذیل صورت یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر اور تعلیق اور فعل اجنبی مرض میں ہوئی تو عورت وارث ہو
۲ صورت یہہ کہ تعلیق اور فعل مذکور صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۳ صورت یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہوگی
۴ یہہ کہ تعلیق کی اجنبی کے فعل پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہوگی ۵ یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط دونو مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی
۶ یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۷ یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق صحت میں ہوئی اور شرط مرض میں تو وارث نہوگی ۸
یہہ کہ تعلیق کی وقت کے آنے پر لیکن تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو بھی وارث نہوگی ۹ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونو مرض میں ہوئی تو وارث ہوگی
۱۰ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۱۱ یہہ کہ تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث ہوگی ۱۲ یہہ کہ
تعلیق کی اپنے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث نہوگی ۱۳ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط دونو مرض میں ہوئی تو عورت وارث ہوگی
۱۴ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر اور تعلیق اور شرط صحت میں ہوئی تو وارث نہوگی ۱۵ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی مرض میں اور شرط صحت میں تو وارث
نہوگی ۱۶ یہہ کہ تعلیق کی عورت کے فعل پر مگر تعلیق ہوئی صحت میں اور شرط مرض میں تو وارث نہوگی کذا فی حاشیة المدنی (قال لها فی صحته ان شئت انا وفلان فانت
طالق ثلثا ثم مرض فشاء الزوج والاجنبی الطلاق معا او شاء الزوج ثم الاجنبی ثم مات الزوج لا ترث) کہا زوج نے زوجہ کو اپنی صحت میں کہ اگر میں
چاہونگا اور فلانا شخص چاہیگا تو تو طلاق ہی تین بار پھر بیمار ہوا زوج پھر چاہا زوج اور اجنبی نے طلاق کو ساتھ یا کہ اول زوج نے چاہا پھر اسکے اجنبی نے پھر زوج مر گیا تو عورت وارث
ہوگی (وان شاء الاجنبی اولا ثم الزوج ورثت کذا فی الخانیة والفرق لا یخفی اذ بمشیة الاجنبی اولا صار الطلاق معلقا علی فعله فقط) اور اگر چاہا طلاق کو اجنبی
نے پہلے پھر زوج نے چاہا تو عورت وارث ہوگی کذا فی الخانیة اور فرق دونو صورتوں میں پوشیدہ نہیں اسواسطے کہ اجنبی کے اول خواہش کرنے سے طلاق معلق ہوگی فقط زوج ہی کے فعل پر
یعنی تمامی علت طلاق کی زوج ہی کے فعل پر ہوئی بخلاف اول صورت کے کہ اجنبی مشیت زوج کی جزو علت کی تمامی علت کی (تصادقا ای المریض مرض الموت والزوجة
علی ثلث فی الصحة وعلی مضی العدة ثم اقر لها بدین او عین او اوصی لها بشیء فلها الاقل منه ای مما اقر او اوصی ومن المیراث للتهمة) مرض الموت
والے بیمار نے اور زوجہ نے اتفاق کیا صحت کی تین طلاق پر اور انقضای عدت پر پھر زوج نے اقرار کیا عورت کے دین کا یا سوای نقد کے کسی جنس کا یا زوج نے وصیت کی
عورت کیواسطے کسی چیز کی تو عورت کو اقرار یا وصیت اور میراث سے جو کمتر ہوگا وہ ملیگا یعنی اگر اقرار یا وصیت کا مال کمتر ہی میراث سے تو اقرار یا وصیت والا مال عورت
پاوے گی اور اگر میراث عورت کی کمتر ہی اقرار یا وصیت کے مال سے تو میراث ہی پاوے گی کمتر مال ملیگا بسبب اس تہمت کے کہ شاید عورت طلاق کو اسواسطے اظہار کرتی ہو تا کہ اقرار
یا وصیت اسکی واسطے صحیح ہو تا کہ میراث سے زیادہ پاوے اور اقرار یا وصیت وارث کے حق میں صحیح نہیں اور احتمال ہی کہ زوجہ کی محبت سے زوج اسکے موافق ہو گیا ہو اور
قدر میراث میں کچھ تہمت نہیں لہذا کمتر مال عورت کیواسطے مقرر ہو گیا (والعدة من وقت الاقرار) یعنی اور عورت کی عدت شروع ہوگی وقت اقرار زوج سے اسی پر فتوی ہی

ولو مات بعد مضيها فلها جميع ما اقر او اوصى عمادية اور اگر مرگيا زوج بعد انقضاء عدت كے وقت اقرار سے تو عورت سب اُس مال كو پاويگی جسكا زوج نے اقرار كيا يا وصيت كی كذا فی العمادية اسواسطے كه بعد عدت كے وه وارث نرہی اجنبی ہوگئی تو اقرار يا وصيت اوسكے حق ميں صحيح ہوگا كذا فی حاشية المدنی ولو لم يكن بمرض موته صح اقراره ووصيته ولو كذبته لم يصح اقراره شرح مجمع اور اگر تصادق اور اتفاق زوجين زوج كے مرض الموت ميں نہوا تو صحيح ہوگا اقرار اُسكا اور وصيت اوسكی اور اگر زوج نے صحت ميں دعوی طلاق اور انقضاء عدت كا كيا اور عورت نے اوسكی تكذيب كی تو نه صحيح ہوگا اقرار اُسكا كذا فی شرح المجمع اور اسيطرح وصيت بھی صحيح نہوگی كذا فی حاشية المدنی وفی الفصول ادعت عليه مريضا انه ابانها فجحد وحلفه القاضی فحلف ثم صدقته ومات ترثه لو صدقته قبل موته لا لو بعده اور فصول ميں ہے كه دعوی كيا عورت نے زوج پر اُسكی بيماری كی حالتميں كه اوسنے عورت كو طلاق بائن دی ہے سو زوج نے اُسكا انكار كيا اور قسم لی اُس سے قاضی نے سو اُسنے قسم كہائی طلاق نه دينے پر پہر عورت نے عدم تطليق ميں زوج كی تصديق كی اور زوج مرگيا تو عورت وارث ہوگی زوج كی اگر اوسنے تصديق زوج كی كی اسكے مرنے سے پہلے اور اگر اوسكی موت كے بعد تصديق كی تو وارث نہوگی لكن طلقت ثلثا بامرها فی مرضه ثم اوصى لها او اقر فلها الاقل مسئلة تصادق كا حكم مانند اس عورت كے ہے جو مطلقه ہوئی تين طلاق كر اپنے امر سے زوج كی بيماری ميں بعد اسكے زوج نے اسكو واسطے وصيت كی يا اقرار دين كيا تو عورت كو كمتر مال مليگا يعنی اگر وصيت كمتر ہے ميراث سے تو وصيت كا مال پاويگی اور اگر ميراث كمتر ہو وصيت سے تو ميراث پاويگی قال صحيح لامرأتيه احدكما طالق ثم بين الطلاق فی مرضه الذی مات فيه فی احديهما صار فارا بالبيان فترث منه كما فی شهادات المجتبی وكذا لو حلف صحيحا وحنث مريضا فبينه فی احديهما صار فارا ولم اره فليحرر كہا ايک تندرست نے اپنی دو عورتوں سے كه ايک تم ميں سے طالق ہے پہر طلاق كی تصريح اور تعيين كردی ايک عورت ميں اپنے مرض كے اندر جسميں كه مرگيا تو ہوگيا زوج فار بسبب بيان كے تو عورت اوسكی وارث ہوگی كذا فی الكافی اور اس سے يہه مستفاد ہوتا ہے كه اگر قسم كہائی يعنی تعليق كی زوج نے صحت ميں اور حانث ہوا يعنی شرط واقع ہوئی مرض ميں پہر تعليق مبہم كا بيان كر ديا ايک عورت ميں تو زوج فار ہوگا اور اس مسئله قسم كو كتب فقه ميں ميں نے نہيں ديكہا كذا فی النهر الفائق ولا يشترط علمه ای الزوج باهليتها ای اهلية الميراث فلو طلقها بائنا فی مرضه وقد كان سيدها اعتقها قبله وكانت كتابية فاسلمت ولم يعلم به كان فارا فترثه ظهيريه اور شرط نہيں علم زوج كا ساتهه اہليت عورت كيواسطے ميراث كے سو اگر زوج نے عورت كو طلاق بائن دی اپنی بيماری ميں درحالانكه عورت كے مالک نے اوسكو آزاد كيا تها قبل طلاق كے يا كه عورت كتابيه تهی سو مسلمان ہوگئی اور زوج كو اوسكی آزادی يا اسلام كا علم نہوا تو بہی زوج فار ہوگا تو عورت اوسكی وارثه ہوگی كذا فی الظهيريه بخلاف قال لو قال لامته انت حرة غدا وقال الزوج انت طالق ثنتين بعد غد ان علم بكلام المولى كان فارا والا لا لانها لم ترث حقا به بخلاف سابق كے يہه صورت ہے كه مالک نے اپنی لونڈی سے كہا كه تو آزاد ہے كل اور اوس لونڈی كے زوج نے كہا كه تجهكو دو بار طلاق ہے پرسوں اگر زوج كو كلام مولی كا علم ہوا تو فار ہوگا يعنی زوجه وارث ہوگی اور اگر اوسكو كلام مولی كا علم نہوا تو عورت وارث نہوگی كذا فی الخانيه اسواسطے كه وقت تعليق طلاق كے اوسكو علم نتها تو ابطال حق كا قصد اسكی طرف سے ثابت نہوا اگرچه عورت اہل ميراث كی تہی قبل نزول طلاق كے ولو علقه بفعلها وهو مريض او وكله به وهو صحيح فاوقعه حال مرضه قادرا على عزله كان فارا اور اگر زوج نے معلق كيا طلاق كو عورت كے آزاد ہونے پر يا اپنی بيماری پر يا وكيل كيا زوج نے كسی شخص كو اپنی زوجه كی تطليق پر اپنی حالت صحت ميں اور وكيل نے طلاق كو زوج كی بيماری ميں واقع كيا حالانكه زوج قادر تها وكيل كے معزول كرنے پر تو زوج فار ہوگا تينوں صورتوں ميں عورت وارث ہوگی ولو باشرت المرأة سبب الفرقة وهی ای والحال انها مريضة وماتت قبل انقضاء عدتها ورثها الزوج كما اذا وقعت الفرقة بينهما باختيارها نفسها فی خيار البلوغ والعتق او تقبيلها او مطاوعتها ابن زوجها وهی مريضة لانها من قبلها ولذا لم يكن طلاقا اور اگر عورت خود مرتكب ہوئی فرقت كے سبب كی اور درحالانكه وه بيمار تهی اور مرگئی قبل انقضاء عدت كے تو زوج اوسكا وارث ہوگا چنانچه جسوقت فرقت واقع ہوئی دونوں ميں بسبب اختيار كرنے عورت كے اپنی ذات كو خيار بلوغ ميں اور خيار عتق ميں يا كه جدائی ہوئی بسبب بوسه لينے عورت كے ابن زوج كا يا اوسكی مطاوعت سے اپنی بيماری كی حالت ميں تو زوج باوجود جدائی كے اسواسطے وارث ہوگا كه ان مسائل ميں فرقت عورت ہی كيطرف سے ہوئی اور اسيواسطے يہه جدائی طلاق نہيں كيونكه عورت طلاق كی مالک نہيں بلكه يہه جدائی فسخ ہے بخلاف وقوع الفرقة بينهما بالجب والعنة واللعان فانه لا يرثها على ما فی الخانية والفتح

عن الجامع وجزم بہ فی الکافی قال فی البحر فکان ھو المذہب لانہا طلاق فکانت مضافۃ الیہ وقیل فائلہ الزیلعی ھو کالاولی فیرثہا بخلاف واقع ہونے فرقت کے دونوں میں بسبب منقطع الذکر ہونیکے اور نامردی اور لعان کے کہ ان صورتوں میں زوج وارث نہوگا زوجہ کا بنا بر روایت خانیہ اور فتح القدیر کے جامع سے اور عدم وراثت پر یقین کیا ہے کافی میں بحر الرائق میں کہا تو یہی مذہب ٹھہرا اسواسطے کہ یہہ فرقت طلاق ہے تو زوج ہی کیطرف منسوب ہوگی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ یہہ فرقت بھی مثل پہلی فرقت کی ہے تو زوج اس فرقت میں بھی وارث ہوگا مانند قول اول کے اور اس قول ضعیف کا قائل زیلعی ہے ولو ارتدت ثم ماتت او لحقت بدار الحرب فان کانت الردۃ فی المرض ورثہا زوجہا استحسانا اور اگر عورت مرتد ہوگئی اور دار الحرب میں جا ملی تو اگر ارتداد اسکا مرض میں ہوا تھا تو زوج اوسکا وارث ہوگا باعتبار دلیل استحسان کے اور قیاس مقتضی ہے عدم وراثت کو اسواسطے کہ مسلم اور کافر میں وراثت نہیں والا بان ارتدت فی الصحۃ لا یرثہا بخلاف ردتہ فانہا فی معنی مرض موتہ فترثہ مطلقا ولو ارتدا معا فان اسلمت ھی ورثتہ والا لا خانیہ اور اگر عورت بیمار میں مرتد نہیں ہوئی اسطرح کہ صحت میں مرتد ہوئی تو زوج اوسکا وارث نہوگا بخلاف ارتداد زوج کے اسواسطے کہ زوج کا ارتداد بجاے اوسکی مرض الموت کی ہے اسواسطے کہ وہ اگر ارتداد سے توبہ نکرے تو قتل ہوتا ہے تو عورت مرتد کی وارث ہوگی ہر طرح سے خواہ وہ بیماری میں مرتد ہوا خواہ صحت میں اور اگر زوج اور زوجہ دونو ساتھ ہی مرتد ہوئے پھر اگر عورت مسلمان ہوئی تو وارث ہوگی اور اگر زوج مسلمان ہوگا تو وارث نہوگا کذا فی الخانیہ قال اخر امرأۃ اتزوجہا طالق ثلثا فنکح امرأۃ ثم اخری ثم مات الزوج طلقت الاخری عند التزوج ولا یصیر فارا خلافا لہما لان الموت معرف والاتصاف بالاخریۃ من وقت الشرط فیثبت مستندا کہا اگر دوسرے کہ پچھلی عورت جس سے میں نکاح کرون وہ مطلقہ ہے تین بار سوا دسنے نکاح کیا ایک عورت سے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا پھر زوج مرگیا تو مطلقہ ہوگی دوسری عورت نکاح کے ساتھہی اور زوج فار نہوگا تو وہ عورت وارث نہوگی بخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ موت فقط یعنی زوج کی موت سے یہہ معلوم ہوا کہ پچھلی عورت منکوحہ یہی دوسری عورت ہے اور متصف ہونا تزوج ثانی کا بوصف آخریت شرط کے وقت سے ہوا یعنی تزوج کے وقت سے تو طلاق ثابت ہوگی وقت تزوج سے مستند ہوکر خلاصہ یہہ کہ امام کے نزدیک طلاق واقع ہوئی تزوج ثانی کیوقت اور اسوقت زوج بیمار نہ تھا لہذا دوسری عورت وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہوگی موت کے نزدیک لہذا وارث ہوگی فروع مسائل متفرقہ شارح کے ابانہا فی مرضہ ثم قال لہا اذا تزوجتک فانت طالق ثلثا فتزوجہا فی العدۃ ومات فی مرضہ لم ترث لانہا فی عدۃ مستقبلۃ وقد حصل التزوج بفعلہا فلم یکن فارا خلافا لمحمد خانیہ زوج نے طلاق بائن دی زوجہ کو اپنی مرض موت میں پھر کہا اوسکے کہ جب میں تجھسے نکاح کرون تو تو طالق ہے تین طلاق پھر اوسنے نکاح کیا عدت میں اور مرگیا اپنی مرض میں تو وہ وارث نہوگی اسواسطے کہ وہ عدت مستقبلہ میں ہوگئی اور البتہ تزوج ثانی عورت کے فعل سے ہوا تو یہہ فار نہوا بخلاف محمد کے کذا فی الخانیہ یعنی طلاق بائن کے پہلے عدت بسبب نکاح ثانی کے باطل ہوگئی اب عورت پر بسبب نکاح ثانی اور وقوع طلاق ثانی کے دوسری جدی عدت واجب ہوئی جب پہلی عدت باطل ہوگئی تو وراثت کیونکر ثابت ہوگی اسواسطے کہ وراثت فار کی عدت تک منحصر ہے اور یہہ ممکن نہیں کہ عدت ثانیہ میں وہ وارث ہوسکے اسواسطے کہ ابطال عدت کا عورت ہی کی رضا سے ہوا تو زوج پر فرار ثابت نہوگا کذبہا الورثۃ بعد موتہ فی الطلاق فی مرضہ فالقول لہا کقولہا طلقنی وھو نائم وقالوا فی الیقظۃ ولوا لجیہ جھٹلایا عورت کو وارثون نے بعد موت زوج کے اوسکی بیماری کی طلاق دینے میں یعنی زوج کو وارثون نے کہا کہ زوج نے اپنی مرض میں اوسکو طلاق نہیں دی عورت کا دعوی غلط ہے تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا چنانچہ اسکا قول اس دعوی میں معتبر ہے کہ زوج نے مجھکو طلاق دی حالانکہ وہ سوتا تھا اور وارثون نے کہا کہ جاگتے میں طلاق دی کذا فی الولوالجیہ طلقہا فی المرض ومات بعد العدۃ فالمشکل من متاع البیت لوارث الزوج لصیرورتہا اجنبیۃ بخلاف ما فی العدۃ جامع الفصولین طلاق دی زوج نے زوجہ کو مرض میں اور مرگیا بعد عدہ کے تو مشکل اسباب گھر کا زوج کے وارث کا ہوگا بسبب بیگانہ ہو جانے عورت مطلقہ کے بعد انقضای عدت کے بخلاف اسکے کہ اگر زوج عدت میں مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور مشکل اسباب اوسکے قبضہ میں ہوگا تو عورت

ہی کا قول اسوقت معتبر ہوگا کذا فی جامع الفصولین مشکل اسباب سے وہ اسباب مراد ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے مناسب حال ہو چنانچہ نقدا ور تونتک اور لحاف خلاصہ یہہ کہ جب بعد عدت کے زوج مرگیا تو عورت وارث نہوگی تو جو اسباب کہ مرد کے مناسب حال ہوگا مانند کتب اور اسلحہ کے اسمین زوج کے وارثوں کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ عورت کے مناسب حال ہوگا اوسمین عورت کا قول معتبر ہوگا اور جو اسباب کہ دونوں کے مناسب حال ہے اوسکو شارح نے مشکل کہا سو زوج کے وارثوں کا ہوگا کذا فی حاشیۃ للمدنی

باب الرجعۃ

بالفتح وتکسر یتعدی ولا یتعدی یہہ باب ہے رجعت کا رجعت کی ری کو فتح ہے اور اوسکو کسرہ بہی ثابت ہے اور لفظ رجعت کا متعدی بنفسہ ہوتا ہے اور کاہے بنفسہ متعدی نہین ہوتا بلکہ بواسطے عن یا اور الی کے متعدی ہوتا ہے رجعت کو بعد طلاق کے اسواسطے ذکر کیا کہ رجعت مشروع ہے واسطے رفع طلاق کے اور رافع نہین ہوتا مگر بعد وقوع کے ہی استدامۃ الملک القائم بلا عوض ما دامت فی العدۃ ای عدۃ المدخول حقیقۃ اذ لا رجعۃ فی عدۃ الخلوۃ ابن الکمال اصطلاح فقہا مین رجعت عبارت ہے طلب دوام ملکیت استمتاع سے جو قائم ہے نکاح سے بدون عوض کے جبتک کہ مطلقہ عدت مین ہے اور مراد عدت سے عدت دخول کی ہے فی الحقیقت یعنی وطی کی عدت اسواسطے کہ خلوت کی عدت مین رجعت نہین کذا ذکرہ ابن الکمال ہم رجعت کو استدامت ملک قائم کہا اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا فامسکوہن بمعروف یعنی رکہو مطلقات کو دستور کے موافق اور امساک عبارت ہے استدامت ملک قائم سے نہ اعادہ زائل سے اور بلا عوض کی قید اسواسطے لگائی کہ رجعت مین مال دینے کی حاجت نہین اسواسطے کہ تصرف ہے اپنی ملک قائم مین بلکہ اگر رجعت مین کچہہ مال مشروط ہوگا تو زوج پر اوسکا دینا واجب نہوگا کذا فی المعراج اور شرط رجعت مین بقای عدت کی قید اسواسطے لگائی کہ بعد انقضای عدت کی رجعت نہین ہے بسبب باقی نرہنے زوجیت کی بعد عدت کی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی البزازیۃ ادعی الوطی بعد الدخول وانکرت فله الرجعۃ لا فی عکسہ اور بزازیہ مین ہے کہ زوج نے دعوی کیا وطی کا بعد دخول کی اور عورت نے وطی کا انکار کیا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اور بالعکس مین یعنی اگر عورت وطی کی مدعی ہو اور زوج منکر ہو تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ انکار وطی سے حق رجعت کا ساقط ہوگیا وتصح مع اکراہ وہزل ولعب وخطاء اور صحیح ہے رجعت ساتھہ جبر اور بیہودگی اور کہیل اور چوک کے ہم ہزل نقیض ہے جد کی اور قاموس مین ہے کہ لعب ضد ہے جد کی تو ہزل اور لعب مرادف ٹہہری اور خطا کی صورت یہہ کہ زوج اور کچہہ کلام کیا چاہتا تہا اور اوسکی منہہ سے نکل گیا کہ مین نے اپنی زوجہ سے رجعت کی تو بہی رجعت صحیح ہوگی بنحو راجعتک باستدامۃ راجعتک ورددتک ومسکتک بلا نیۃ لانہ صریح استدامت ملک ثابت ہوتی ہے مانند لفظ راجعتک سے یعنی مین نے تجہسے رجعت کی اور لفظ رددتک سے یعنی مین نے تجہکو پہیرا اور لفظ مسکتک سے یعنی مین نے تجہکو رکہا ان الفاظ ثلثہ سے رجعت قولی صحیح ہے بدون نیت کے بہی اسواسطے کہ ہر لفظ الفاظ ثلثہ سے صریح ہے رجعت مین بلا خلاف اور صریح مین حاجت نیت کی نہین اور کنایات رجعت سے یہہ قول ہے کہ انت عندی کما کنت کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسی کہ تہی انت امرأتی یعنی تو میری عورت ہے تو ان الفاظ سے بدون نیت کے رجعت صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الحموی وبالفعل مع الکراہۃ بکل ما یوجب حرمۃ المصاہرۃ کمس ولو منہا اختلاسا او نائما او مکرہا او مجنونا او معتوہا ان صدقہا ہو او ورثتہ بعد موتہ جوہرۃ اور صحیح ہے رجعت فعل سے ساتہہ کراہت کے رجعت فعلی ہر اوس فعل سے صحیح ہے جو موجب ہے حرمت مصاہرت کا مانند مساس بالتقبیل کے اگرچہ اس عورت ہی کیطرف سے بطور جہپٹا ہو یا کہ زوج سوتا ہو یا کہ اوسپر زبردستی ہوئی یا کہ دیوانہ یا کہ بیہوش ہو بشرطیکہ بعد خواب یا اکراہ کے یا ہوشیار ہونیکے زوج عورت کی تصدیق کرے یعنی یون کہے کہ عورت نے مجہکو بشہوت مساس کیا یا وارث زوج کی بعد زوج کے عورت کی تصدیق کرین کذا فی الجوہرہ تو اس دلیل سے ان حالات مین رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ فعل قصد رجعت مین شرط نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ورجعۃ المجنون بالفعل بزازیہ اور رجعت دیوانہ کی ساتہہ فعل کے ہوگی کذا فی البزازیہ یعنی جس زوج نے حالت صحت عقل مین زوجہ کو طلاق دی پہر دیوانہ ہوگیا تو رجعت فعلی صحیح ہے اسواسطے کہ اقوال مجنون کے لغو ہین لائق اعتبار کے نہین وتصح بتزوجہا فی العدۃ بہ یفتی جوہرہ اور صحیح ہے رجعت عورت کی نکاح کرنے سے

اسی پر فتویٰ ہے کذا فی البحر پھر صحت رجعت بلفظ تزوج یہہ مذہب ہے امام محمد کا خلافاً للشیخین و وطیہا ولو فی الدبر علی المعتمد لانہ لا یخلو عن مس بشہوۃ اور
صحیح ہے یہہ رجعت مطلقہ کی وطی سے اگرچہ وطی مقعد مین ہو بنا بر قول معتمد کے اسواسطے کہ وطی مقعد کی شہوت کی ساتھ مس سے خالی نہین ان لم یطلق بائنا فان ابانہا فلا
رجعت صحیح ہو اگر زوج نے طلاق بائن نہین دی اور اگر عورت کو طلاق بائن دی تو پھر رجعت نہین ہو سکتی مگر عورت کی رضامندی سے اور نکاح جدید سے وان ابتنا او قال ابطلت
رجعتی ولا رجعۃ لی فلہ الرجعۃ بلا عوض یعنی اگر طلاق بائن نہین دی تو رجعت صحیح ہے اگرچہ عورت انکار کرے یا کہ زوج یون کہے کہ مین نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا
یا یون کہے کہ رجعت میرے واسطے نہین تو بھی زوج کو رجعت کا اختیار ہے بدون عوض کے اسواسطے کہ رجعت باطل کرنا یا اوسکی نفی کرنا خلاف مشروع ہے لہذا صحیح نہوگا
ولو بمسمّی ولم یجعل زیادۃ فی المہر قولان اور اگر زوج نے کچھ مال معین کیا رجعت مین یعنی یون کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی بدلے ہزار درہم کے تو آیا یہہ مال مسمی مہر
کی زیادتی مین قرار دیا جائیگا یا نہین جواب اس سوال کا یہہ ہے کہ یہان دو قول ہین ایک قول مین درست ہے اور دوسرے قول مین نہین ویتعجل المؤجل بالرجعی ولا یتأجل
برجعتہا خلاصہ اور مہر موجل معجل ہو جاتا ہے بسبب طلاق رجعی کے اور موجل نہین ہوتا بسبب رجعت کرنے عورت کے کذا فی الخلاصہ صورت اوسکی یہہ ہے کہ نکاح کیا
عورت سے مہر موجل پر یعنی مدت والی مہر پر اور مہر کی مدت ٹھہرائی طلاق یا موت جاوین قریب تر ہے پھر عورت کو طلاق رجعی دی تو اقرب مدت پائی گئی یعنی طلاق تو مدت
مہر کی ساقط ہو گئی تو مہر معجل ہو گیا بسبب طلاق کے یعنی شتابی بلا مدت ادا کرنا مہر کا لازم ہوا پھر جب بعد طلاق کے رجعت کی تو مہر موجل نہوگا یعنی مہر کی مدت پھر عود نکریگی
اسواسطے کہ مدت ساقط ہو چکی بسبب طلاق کے اور جو ساقط ہوتا ہے وہ پھر عود نہین کرتا کذا فی حاشیۃ للمدنی وفی الصیرفیۃ لا یکون المؤجل حالاً حتی تنقضی العدۃ
اور صیرفیہ مین یون ہے کہ مہر مدت والا فی الحال واجب الادا نہین ہوتا بسبب طلاق رجعی کے جبتک اوسکی عدت نہ منقضی ہو جاوے ہم ظاہر عبارت صیرفیہ کی مخالف
ہے خلاصہ کے اور شاید کہ توفیق دونو قولون مین یون ہے کہ خلاصہ کی عبارت اوس صورت پر محمول ہے جبکہ مدت مہر کی طلاق ہو اور صیرفیہ کی عبارت اوس صورت
پر محمول ہے جبکہ مدت مہر کی فراق زوجین ہو واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی وندب اعلامہا لئلا تنکح غیرہ بعد العدۃ فان نکحت فرق بینہما وان
دخل شمنی اور مستحب ہے خبر دینا عورت کو رجعت کی یعنی زوج عورت کو رجعت کرنیکی اطلاع کر دے تاکہ وہ نکاح نکرے بعد عدت کے زوج کے سوا کسی اور شخص سے
اگر زوج نے رجعت کی خبر نکی اور عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو جدائی کروائی جاویگی دونون مین یعنی عورت اور زوج ثانی مین اگرچہ اوسنے وطی بھی کی ہو کذا ذکرہ
الشمنی ہم جدائی اسواسطے ہوگی کہ وہ منکوحہ ہے زوج اول کی تو نکاح ثانی فاسد ہوا پھر اگر زوج ثانی نے وطی کی تو اوسکو مہر مثل دینا لازم آویگا اور عورت بعد
عدت کے زوج اول کے پاس رجوع کریگی بلا اعادہ نکاح کذا فی حاشیۃ المدنی وندب الاشہاد بعدلین ولو بعد الرجعۃ بالفعل اور مستحب ہے گواہ کرنا دو عادل
شاہدونکا اگرچہ بعد رجعت فعلی کے ہو وندب عدم دخولہ بلا اذنہا علیہا لتتأھب وان قصد رجعتہا لکراھتہا بالفعل کما مر اور مستحب ہے نہ
داخل ہونا زوج کا عورت کے پاس بدون اوسکی اجازت کے تاکہ وہ پردہ کا سامان کرلے اگرچہ زوج اوسکی رجعت کا قصد رکھتا ہے بسبب مکروہ ہونے رجعت فعلی کے چنانچہ مذکور ہو چکا
ہم ہدایہ مین کہا کہ جب رجعت کا قصد ہو تو اعلان اور اذن مانگنا مستحب نہین شارح نے اوسکو رد کیا کہ بدون اجازت جانے مین احتمال ہے کہ عورت برہنہ ہو اور مرد اوسکی شرمگاہ
کو بنظر شہوت دیکھے اور رجعت فعلی ہو جاوے حالانکہ رجعت فعلی مکروہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ادعاہا بعد العدۃ فیہا بان قال کنت راجعتک فی عدتک
فصدقتہ صح بالمصادقۃ والا لا یصح زوج نے دعوی کیا رجعت کا بعد عدت کی عدت کے اندر رجعت کرنیکا یعنی اسطرح کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی تیری عدت
مین سو عورت نے اوسکی تصدیق کی تو دعوی رجعت کا صحیح ہوگا باہم کی تصدیق کے سبب سے اور اگر عورت نے مرد کی تصدیق نکی تو دعوی رجعت کا صحیح نہوگا وکذا لو اقام
بینۃ بعد العدۃ انہ قال فی عدتہا قد راجعتہا او انہ قال قد جامعتہا وتقدم قبولہا علی نفس اللمس والتقبیل فلیحفظ اور اسیطرح رجعت ثابت
ہوگی اگر قائم کیے زوج نے گواہ بعد عدت کے کہ زوج نے کہا تھا عورت کی عدت مین کہ مین نے اوس سے رجعت کی یا کہ زوج نے کہا تھا کہ مین نے اوس سے جماع کیا تھا اور فصل محرمات
مین مقدم ہو چکا ہے کہ گواہ مقبول ہین نفس لمس اور تقبیل پر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگر لمس اور تقبیل گواہی سے ثابت ہونگے عدت مین تو بھی رجعت ثابت ہوگی

کان رجعة لان الثابت بالبینة کالثابت بالمعاینة وھذا من اعجب المسائل حیث لا یثبت اقراره باقراره بل بالبینة یعنی اگر گواہی سے
رجعت قولی باجماع ثابت ہوگا تو رجعت ثابت ہوگی اسواسطے کہ جو چیز گواہی سے ثابت ہو وسکی برابر ہے جو کہ مشاہدہ سے ثابت ہے اور یہہ عجیب تر مسئلہ ہے اس سببسے کہ
مرد کا اقرار ثابت نہین ہوتا اوسکی اقرار کرنیسے بلکہ اوسکا اقرار ثابت ہوتا ہے گواہی سے ہم بحر الرائق مین اور نہر الفائق مین یہہ عجوبگی امام سرخسی کیطرف منسوب ہے
اور حلبی محشی نے کہا کہ یہہ مسئلہ کچھہ تعجب کا مقام نہین اسواسطے کہ زوج کا بعد عدت کے یون اقرار کرنا کہ مین نے عدت مین رجعت کا اقرار کیا تھا یہہ مجرد دعویٰ ہے تو بدون
گواہون کے کیونکر ثابت ہوگا کذا فی حاشیة المدنی کما لو قال فیہا کنت راجعتک امس فانہا تصح وان کذبتہ لملکہ الانشاء فی الحال چنانچہ اگر زوج نے عدت مین
کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کل کی تھی تو رجعت صحیح ہوگی اگرچہ عورت اوسکی تکذیب کرے بسبب مالک ہونے زوج کے انشاء فی الحال کا اور جو انشاء کا مالک ہے وہ اخبار کا
بھی مالک ہے بخلاف قولہ لہا راجعتک یرید الانشاء فقالت مجیبة لہ قد مضت عدتی فانہا لا تصح عند الامام لمقارنتہا لانقضاء العدة
حتی لو سکتت ثم اجابت صحت اتفاقا بخلاف اس قول کے کہ زوج نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے رجعت کی یعنی اب رجعت کرتا ہون اس قول سے انشاء رجعت کا
ارادہ کیا نہ اخبار سو عورت نے بلا توقف جواب مین کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی تو یہہ رجعت صحیح نہوگی نزدیک امام کے بسبب متصل ہونے رجعت کے انقضاء
عدت سے یہانتک کہ اگر عورت سکوت کریگی رجعت سنکر پھر جواب دیگی انقضاء عدت کا تو رجعت صحیح ہوگی باتفاق امام اور صاحبین یعنی رجعت بعد عدت کے صحیح نہین تو
جب بلا سکوت عورت نے انقضاء عدت کی خبر دی تو اقرب احوال بعد عدت کے قول زوج ٹھہرا تو رجعت انقضاء عدت کے مقارن اور متصل ہوئی لہذا رجعت ثابت نہوگی بخلاف
جواب بعد از سکوت کے کہ وہان اقرب احوال بعد عدت کے سکوت ہوگا تو اسصورت مین رجعت عدت کے اندر واقع ہوگی لہذا صحیح ہوگی اور امام کے نزدیک انقضاء عدت کی خبر وقت
مقبول ہوگی جبکہ مدت محتمل ہو انقضا کی یعنی بعد طلاق کے دو مہینے گذر گئے ہون اور اگر دو مہینہ سے قبل انقضاء عدت کے عورت نے خبر دیتی مقبول نہوگی اور رجعت ثابت
ہو جاویگی کذا فی حاشیة المدنی کما لو نکلت عن الیمین عن مضی العدة چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر قسم لی گئی عورت سے انقضاء عدت پر سو اوسنے انقضاء عدت کی
قسم سے انکار کیا قال زوج الامة بعدہا ای العدة راجعتہا فیہا فصدقہ السید وکذبتہ الامة ولا بینة او قالت مضت عدتی وانکر الزوج
والمولی فالقول لہا عند الامام لانہا امینة کہا لونڈی کے زوج نے بعد عدت کے کہ مین نے اوس سے رجعت کی عدت کے اندر ہوا وسکی تصدیق کی مالک نے اور تکذیب اسکی
کی لونڈی نے اور گواہ زوج کے نہین یا کہ لونڈی منکوحہ نے کہا کہ میری عدت منقضی ہوگئی اور زوج اور مالک نے انکار کیا تو لونڈی ہی کا قول معتبر ہوگا نزدیک امام کے اسواسطے
لونڈی بیان عدت مین امین ہے فلو کذبہ المولی وصدقتہ الامة فالقول لہ ای للمولی علی الصحیح لظہور ملکہ فی البضع فلا تملک ابطالہ پھر اگر
تکذیب کی زوج کی عدت کی رجعت مین لونڈی کے مالک نے اور تصدیق کی زوج کی لونڈی نے تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا بنا بر قول صحیح کے بسبب ظاہر ہونے ملکیت مالک کے
لونڈی کی وطی مین سو ممکن نہین لونڈی کو ابطال اوسکا یعنی جب لونڈی کے زوج نے اوسکو طلاق دی اور عدت گذر گئی تو مولی کی ملکیت حلت وطی مین ظاہر ہوچکی
اب تصدیق رجعت زوج سے اس ملکیت کو لونڈی باطل نہین کر سکتی قالتا انقضت عدتی ثم قالت لم تنقض کان لہ الرجعة لاخبارہا بکذبہا فی
حق علیہا شمنی کہا عورت نے کہ میری عدت منقضی ہوگئی پھر اوسنے کہا کہ عدت نہین منقضی ہوئی تو زوج کو رجعت کرنا صحیح ہوگا بسبب خبر دینے عورت کے اپنے کذب کی
پر اوس حق مین جو اوسپر واجب تھا کذا ذکرہ الشمنی ثم انما تعتبر المدة لو بالحیض لا بالسقط ولہ تحلیفہا انہ مستبین الخلق ولو بالولادة لم تقبل
الا ببینة ولو حرة فتح پھر تو اعتبار مدت کا اوسی صورت مین ہے اگر انقضاء عدت حیض سے ہو یعنی اگر عورت نے انقضاء عدت کا بسبب حیض کے دعوی کیا
طلاق کے دو مہینے مین تو مسموع ہوگا اور اگر اس مدت سے کمتر مین دعوی کیا تو مقبول نہوگا اور مدت معتبر نہین اسقاط حمل مین اسواسطے کہ ممکن ہے بعد طلاق کے
بلا توقف اسقاط حمل ہوا ور عدت منقضی ہو جاوے اور درصورت دعوی اسقاط زوج کو جائز ہے کہ قسم لے عورت سے اس امر کی کہ اسقاط حمل سے جو بچہ گرا اسکے
بعضے اعضا مخلوق ہو چکے تھے اسواسطے کہ گوشت کے لوتھڑا گرنے سے عدت نہین منقضی ہوتی تا وقتیکہ کچھہ صورت نہ بنے اور اگر عورت مدعی انقضاء عدت کی ہو بسبب

ولادت کی تو اسکا قول قبول نہوگا بدون گواہی کے اگرچہ عورت ثقہ ہو کذا فی فتح القدیر و تنقطع الرجعۃ اذا طہرت من الحیض الاخیر لتمام الاکثر لعشرۃ
ایام مطلقاً وان لم تغتسل اور منقطع ہوتی ہے رجعت جبکہ عورت طاہر ہو حیض اخیر سے بسبب گذر جانے دس روز کے ہر طرح سے خواہ خون بند ہو گیا ہو یا کہ
جاری ہو اگرچہ عورت نہائی نہو اور طہارت یعنی حیض سے لونڈی کو بھی شامل ہے اور یہی وقت صلوٰۃ یا اگرچہ وقت ایک نماز کا نگذر گیا ہو تو بھی بعد دس
روز کے عدت منقضی ہوگی و لاقل لاتنقطع حتی تغتسل ولو بسؤر حمار مع وجود الماء المطلق لکن لا تصلی ولا تتزوج احتیاطا اور اگر طاہر ہوئی
حیض اخیر سے دس دن سے کمتر میں تو عدت منقطع نہوگی یہانتک کہ عورت غسل کرے اگرچہ غسل گدہے کے جھوٹے پانی سے ہو باوجود مطلق پانی یعنی مشکوک پانی سے غسل
سے کیونکہ طہارت ثابت ہوگی انقضاء عدت کے حق میں لیکن اس غسل سے نماز نہ پڑھے اور نکاح بھی نکرے بنا بر احتیاط کے او تمضی علیہا وقت صلوۃ فتصیر
دینا فی ذمتہا یا اسپر گذر جاوے تمام وقت نماز کا تو نماز دین ہو جاوے عورت کے ذمہ میں مثلا اشراق کے وقت اول مدت حیض میں عورت طاہر ہوئی اور غسل نکیا تو
ظہر کیوقت اوسکی عدت منقضی ہوگی فان عاد الدم ولم یجاوز العشرۃ فلہ الرجعۃ اور اگر عورت کو حیض پھر عود کیا اور حالانکہ دس روز سے تجاوز
نکیا تھا تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے اسواسطے کہ بسبب عود حیض کے معلوم ہوا کہ ہنوز عدت منقضی نہیں ہوئی او حتی تتیمم عند عدم الماء و تصلی
ولو نفلا صلوۃ تامۃ فی الاصح یا یہانتک کہ عورت تیمم کرے پانی نہونیکے وقت اور نماز پڑھے پوری نماز اگرچہ نفل کی نماز ہو قول اصح میں یعنی اقل حیض میں عورت
طاہر ہوئی اور پانی غسل کا موجود نہیں سو اوسنے تیمم کرکے نماز پڑھی تب عدت منقضی ہوگی وفی الکتابیۃ بمجرد الانقطاع ما تقی لعدم خطابہا قلت مفادہ
ان المجنونۃ والمعتوہۃ کذلک اور رہا عورت کتابیہ پس بمجرد حیض منقطع ہونیکے عدت منقضی ہوتی ہے کذا المنتقی بسبب اسکے کہ مخاطب ہونیکے یعنی احکام شرعی کی
وہ مخاطب نہیں شارح کہتا ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ دیوانی عورت اور بیہوش بھی اسیطرح ہے یعنی اوسکی عدت بھی بمجرد انقطاع حیض کے منقضی ہوگی
اسواسطے کہ وہ بھی بسبب زوال عقل کے احکام شرعی کی مکلف نہیں ولو اغتسلت ونسیت اقل من عضو تنقطع الرجعۃ لاحتمال الجفاف فلو تیقنت عدم الوصول
او ترکتہ عمدا لا تنقطع اور اگر غسل کیا عورت نے اور بھول گئی کسی عضو کے ٹکڑے کو پانی پہونچانا چنانچہ ایک اونگلی کو تو عدت منقطع ہوگی
اسواسطے احتمال جلد خشک ہو جانیکے تو اگر عورت کو پانی نہ پہنچنے کا اوس ٹکڑے میں یقین ہو یا اوسنے اسکو عمدا ترک کیا ہو تو عدت منقطع نہوگی ولو نسیت عضوا
لا تنقطع اور اگر غسل میں پوری عضو کا پانی پہچانا بھول گئی مانند بانہہ یا پانوں کے تو عدت نہ منقطع ہوگی وکل احدی المضمضۃ والاستنشاق کالاقل
لانہما عضو واحد علی الصحیح اور ہر واحد مضمضہ اور استنشاق سے مانند بعض کے ہے اسواسطے کہ وہ دونوں ملکر ایک عضو میں بنا بر قول صحیح کے تو اگر کلی کرنا بہول گئی
غسل میں تو عدت منقطع ہوگی طلق حاملا منکرا وطئہا فراجعہا قبل الوضع فجاءت بولد لاقل من ستۃ اشہر من وقت الطلاق او لستۃ اشہر
فصاعدا من وقت النکاح صحت رجعتہ السابقۃ طلاق دی حاملہ کو اوسکی وطی سے منکر ہوکر پھر عورت سے رجعت کی قبل وضع حمل کے پھر حاملہ لڑکا
جنی چھ مہینے سے کمتر میں طلاق دینے کے وقت سے یا پوری چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں جنی نکاح کے وقت سے تو زوج کی اگلی رجعت صحیح ہوگی کیونکہ جبکہ بعد طلاق
کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں حاملہ جنی تو زوج کا انکار وطی کو شرع نے باطل کیا اور یہ لڑکا زوج ہی کا ٹھہرا اور رجعت سابقہ کی صحت بھی ظاہر ہوگئی اسواسطے کہ علوق
عدت میں واقع ہوئی اور اگر بعد نکاح کے چھ مہینے سے کمتر میں جنیگی تو شرعا تکذیب زوج کی انکار وطی میں ثابت نہوگی اسواسطے کہ انعقاد ولد کا قبل نکاح کے ہوا اور رجعت
بھی صحیح نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی یہاں در المختار کے نسخوں میں اختلاف ہے بعضی نسخوں میں یوں ہی عبارت ہے او لاقل من ستۃ اشہر فصاعدا من وقت النکاح
ظاہرا یہ نسخہ صحیح نہیں اسواسطے کہ وقت نکاح سے کمتر چھ مہینے میں ولادت ہونیسے شرعا تکذیب زوج کی ثابت نہوگی لہذا مترجم نے نسخہ محشی مدنی کا اختیار کیا و وقف
ظہور صحتہا علی الوضع لا ینافی صحتہا قبلہ فلا منافاۃ فی کلام الوقایۃ اور موقوف ہونا ظہور صحت رجعت کا وضع حمل پر صحیح ہونے رجعت کا قبل
وضع حمل کے منافی نہیں تو کچھ تساہل اور نیز منافی وقایۃ الروایۃ کے کلام میں نہیں ہے یہ شارح نے جواب دیا اس اعتراض کا جو صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں

اعتراض کیا ہے پر وقایہ کا مضمون یہہ ہے کہ اگر حاملہ کو طلاق دی اور اوسکی وطی سے منکر ہوکر تو زوج کو رجعت کا اختیار ہے خلاصہ عبارت شرح وقایہ کی اعتراض کا یہہ ہے کہ وقت طلاق سے بدون کمتر چھہ مہینے کی ولادت کے حمل ثابت نہین ہوسکتا پھر سبب عورت جنی تو عدت منقضی ہوگئی پھر رجعت کیونکر صحیح ہوگی اور حالت رجعت کی قبل وضع حمل کے مراد نہین ہوسکتی اسواسطے کہ زوج منکر ہے وطی کا اور بدون ولادت مذکورہ کے شرع اوسکی تکذیب نہین کرتی فقط شارح نے وقایہ کیطرف سے جواب دیا کہ صحت رجعت کا ظاہر ہونا البتہ ولادت پر موقوف ہے تو اس سے یہہ لازم نہین آتا کہ اصل صحت قبل ولادت کے نہ ثابت ہو خلاصہ یہہ کہ وضع حمل پر ظہور صحت موقوف ہے نہ اصل صحت اور کلام وقایہ کا اصل صحت پر مبنی ہے نہ ظہور صحت پر تو اب اوس کلام مین کچھہ تساہل اور مسامحہ باقی نرہا کما صحت لو طلق من ولدت قبل الطلاق فلو ولدت بعدہ فلا رجعۃ لمضی العدۃ منکرا وطیہا لان الشرع کذبہ بجعل الولد للفراش فبطل زعمہ حیث لم یتعلق باقرارہ حق الغیر چنانچہ رجعت صحیح ہے اگر طلاق دی منکر وطی ہوکر اوس عورت کو جو جنی قبل طلاق کے اور اگر بعد طلاق کے جنی تو رجعت صحیح نہین اسواسطے کہ بسبب ولادت کی عدت منقضی ہوگئی اور ولادت قبل طلاق مین باوجود انکار وطی کے رجعت اسواسطے صحیح ہوی کہ شرع نے انکار زوج کی تکذیب کی بسبب ٹھہرانے ولد کے واسطے فراش کے یعنی تا قیام نکاح منکوحہ کا لڑکا زوج ہی کیطرف منسوب ہوگا شرعًا تو زوج کا عدم وطی کا زعم باطل ہوگیا اسوجہ سے کہ اسکی اقرار پر غیر کا حق متعلق نہین ولو خلا بہا ثم انکر ای الوطی ثم طلقہا لا یملک الرجعۃ لان الشرع لم یکذبہ اور اگر عورت سے خلوت کی پھر وطی کا منکر ہوا پھر اوسکو طلاق دی تو رجعت کا مالک نہوگا اسواسطے کہ شرع نے اوسکی تکذیب نہین کی ولو اقر بہ وانکرتہ فلہ الرجعۃ اور اگر زوج نے بعد خلوت کے وطی کا اقرار کیا اور عورت نے اوسکا انکار کیا تو زوج کو رجعت جائز ہے اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد ہے زوج کا ولو لم یخل بہا فلا رجعۃ لہ لان الظاہر یکذبہ ولوالجیہ اور اگر زوج نے وطی کا دعوی کیا اور عورت اوسکی منکر ہے اور حالانکہ زوج نے عورت سے خلوت نہین کی تو زوج کو رجعت کا اختیار نہین اسواسطے کہ ظاہر حال شاہد عورت کا ہے کذا فی الولوالجیہ فان طلقہا فراجعہا والمسئلۃ بحالہا فجاءت بولد لاقل من حولین من حین الطلاق صحت رجعتہ السابقۃ لصیرورتہ مکذبا کما مر پھر اگر طلاق دی عورت کو اور اوس سے رجعت کی اور یہہ مسئلہ بھی بحال سابق کے ہے یعنی بعد خلوت کے وطی کا انکار کرکے طلاق دیکر رجعت کی پھر عورت لڑکا جنی دو برس سے کمتر مین وقت طلاق سے تو صحیح ہوگی زوج کی رجعت سابقہ بواسطے ہوجانے زوج کے دروغگو شرعًا چنانچہ عنقریب گذرا یعنی بسبب ولادت کے انکار وطی مین زوج کی تکذیب ہوئی تو رجعت سابقہ عدت کے اندر واقع ہوئی لہذا صحیح ہوگی ولو قال ان ولدت فانت طالق فولدت فطلقت فاعتدت ثم ولدت آخر ببطنین یعنی بعد ستۃ اشہر ولو لاکثر من عشر سنین مالم تقر بانقضاء العدۃ لان امتداد الطہر لا غایۃ لہ الا الایاس فہو ای الولد الثانی رجعۃ اذ یجعل العلوق بوطی حادث فی العدۃ بخلاف مالو کان ببطن واحد اور اگر زوج نے کہا زوجہ سے کہ اگر تو جنی گی تو تو طالق ہے پھر وہ جنی سو وہ مطلقہ ہوئی پھر وہ معتدہ ہوئی بعد اوسکے وہ دوسرا لڑکا جنی دوسرے پیٹ سے یعنی ولادت ولد اول سے بعد چھہ مہینے کے ولد ثانی جنی اگرچہ ولد ثانی کو دس برس سے زیادہ مین جنی جبتک کہ عورت انقضاء عدت کا اقرار نکرے اسواسطے کہ درازی طہر کی کچھہ حد نہین سوای بڑہاپے کی تو یہہ ولد ثانی رجعت ہوگا اسواسطے کہ علوق ولد ثانی کا وطی جدید سے قرار دیا جائگا عدت مین بخلاف اوس صورت کے جبکہ ولد ثانی ایک ہی پیٹ سے ہو یعنی دونوں کی ولادت مین چھہ مہینے سے کم مدت ہو مثلاً ولد اول کے بعد چار یا پانچ مہینے کے ولد ثانی پیدا ہو تو رجعت نہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ علوق ثانی کا وطی حادث سے ثابت نہین وفی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعۃ فی الطلاق الاول کما مر وتطلق بہ ثانیا کالولد الثالث فانہ رجعۃ فی الثانی وتطلق بہ ثلثا عملا بکلما وتعتد للطلاق الثالث بالحیض لانہا من ذوات الاقراء مالم تدخل فی سن الایاس فبالاشہر اور اس قول مین کہ جب تو جنی گی تو تو طالق ہے پھر وہ جنی تین لڑکے تین پیٹ سے تو تین بار طلاق ہوگی اور ولد ثانی رجعت ہوگا طلاق اول مین چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی علوق اوسکا عدت مین وطی جدید سے ہوا اور ولد ثانی سے دوسری بار عورت مطلقہ ہوگی مانند ولد ثالث کے اسواسطے کہ ولد ثالث رجعت ہے طلاق ثانی مین اور مطلقہ ہوگی عورت تین طلاق کر ولد ثالث کی

بسبب سے کیا کہ معنی پر عمل کریں اسواسطے کہ کلما مقتضی ہے عموم افعال کا اور طلاق ثالث کیواسطے عورت کی عدت ہوگی حیض سے اسواسطے کہ مطلقہ وقت طلاق سے حیض
آنیوالی عورتوں میں داخل ہے جبتک کہ وہ ناامیدی کے سن میں نہ داخل ہو پھر جبتک اس میں داخل ہوگی تو اسکی عدت مہینوں سے ہوگی ولو کانوا ببطنین یقع ثنتان بالاولی
لا بالثالث لانقضاء العدۃ بہ فتح اور اگر تین لڑکے دو حمل سے جنی تو پہلے دو لڑکوں سے دو بار طلاق واقع ہوگی تیسرے لڑکے سے واسطے منقضی ہونے عدت کے اوسکی ولادت سے
خواہ اول حمل سے دو پیدا ہوئے ہوں خواہ دوسرے حمل سے کذا فی فتح القدیر والمطلقۃ الرجعیۃ تتزین ویحرم ذلک فی البائن والوفات لزوجہا الحاضر لا الغائب
لفقد العلۃ اذا کانت الرجعۃ مرجوۃ والا فلا تفعل ذکرہ مسکین اور مطلقہ رجعیہ سنگار کرے اور حرام ہے سنگار کرنا طلاق بائن میں اور زوج کی وفات میں مطلقہ
رجعیہ اپنے زوج موجود کیواسطے سنگار کرے نہ زوج غائب کیواسطے بسبب فقدان علت کے یعنی سنگار فقط بامید رجعت ہے سو غائب میں حاصل نہیں سنگار اسوقت مستحب ہے
جبکہ رجعت کی امید ہو اور اگر رجعت کی امید نہو تو سنگار نکرے چنانچہ مسکین نے اسکو مذکور کیا ہے ولا یخرجہا من بیتہا ولو لما دون سفر للنہی المطلق ما لم یشہد
علی رجعتہا فتبطل العدۃ وھذا اذا صرح بعدم رجعتہا فلو لم یصرح کان السفر رجعۃ دلالۃ فتح بحثا واقرہ المصنف اور زوج مطلقہ رجعیہ کو اوسکے
گھر سے نہ نکال لیجاے اگرچہ اخراج مدت سفر سے کم ہو بسبب نہی مطلق کے یعنی قرآن مجید میں مطلقہ کا مطلقا اخراج ممنوع ہے بقدر مدت سفر ہو یا کم مطلقہ کو گھر سے
نہ نکالے جبتک گواہ نکرے اوسکی رجعت پر پھر جب رجعت پر گواہ کریگا تو عدت طلاق کی باطل ہوگی تو نکالنا جائز ہوگا اور یہہ یعنی اخراج بلا شہادت کا رجعت
نہونا اوسوقت ہے جبکہ زوج سفر کے وقت اخراج کے عدم رجعت کی تصریح کی ہو اور اگر عدم رجعت کی تصریح نکی ہو تو سفر میں مطلقہ کا لیجانا بھی رجعت ہے باعتبار
دلالت حال کے چنانچہ یہہ قید فتح القدیر میں بدلیل ہے صریح ہے اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں اسکو مسلم رکھا ہے والطلاق الرجعی لا یحرم الوطی خلافا للشافعی
فلو وطی لا عقر علیہ لانہ مباح اور طلاق رجعی حرام نہیں کرتی وطی کو بخلاف مذہب شافعی کے سو اگر مطلقہ رجعی کی وطی کریگا تو زوج پر مہر مثل دینا
لازم نہ آویگا اسواسطے کہ وطی کرنا مباح ہے یعنی حرام نہیں اگرچہ مکروہ ہے اسواسطے کہ رجعت فعلی مکروہ ہے لکن تکرہ الخلوۃ بہا تنزیہا ان لم یکن من قصدہ المراجعۃ
والا لا یکرہ لیکن مطلقہ رجعی سے خلوت کرنا مکروہ ہے کراہت تنزیہی بشرطیکہ زوج کو رجعت کا قصد نہو اور اگر رجعت کا قصد ہو تو خلوت کرنا مکروہ نہیں ولہا
القسم لہا ان کان من قصدہ المراجعۃ والا لا قسم لہا بحر عن البدائع قال وما مر ان لہ ضرب امراتہ علی ترک الزینۃ وھو شامل للمطلقۃ
رجعیا اور مطلقہ رجعی کیواسطے باری ثابت ہے اگر زوج کو قصد رجعت کا ہو اور اگر قصد رجعت کا نہیں تو اوسکی باری بھی نہیں کذا فی البحر عن البدائع صاحب
بحر الرائق نے کہا کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ زوج کو مارنا عورت کا ترک زینت پر جائز ہے اور یہہ جواز ضرب مطلقہ رجعی کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ طلاق رجعی میں
زوجیت تا عدت منقطع نہیں وینکح مبانۃ بما دون الثلث فی العدۃ وبعدھا بالاجماع اور نکاح کرے زوج ساتھ مطلقہ بائنہ کے تین طلاق سے کمتر میں یعنی اگر
ایک طلاق بائن ہوئی یا دو طلاق تو عدت کے اندر بدلیل اجماع نکاح جائز ہے اور بعد عدت کے بھی جائز ہے ھم افاد بالاجماع متعلق ہے فی العدۃ کا تو بہتر یون تھا کہ بلا فصل
اوسکے قریب ہوتا اور یہہ جواب ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے ولا تعزموا عقدۃ النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ یعنی نکاح کا قصد کرو
تا وقتیکہ عدت نہ تمام ہو اور یہہ خطاب شامل ہے زوج اور غیر زوج دونو کو پھر زوج کو عدت میں نکاح کرنیکی کیا وجہ ہے خلاصہ جواب یہہ ہے کہ زوج اس عموم سے
بدلیل اجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الدر المنتقی ومنع غیرہ فیہا لاشتباہ النسب اور غیر زوج ممنوع ہوا عدت میں نکاح کرنے سے
بسبب اشتباہ نسب کے یعنی اگر غیر زوج کو عدت مطلقہ میں نکاح جائز ہوتا اور بعد اوسکے لڑکا پیدا ہوتا تو معلوم نہوتا کہ زوج اول کا یہہ نطفہ ہے یا ثانی کا ھم یہہ
تعلیل ہے غیر مدار اور آئسہ اور عدت وفات قبل دخول اور معتدہ صبی سے منقوض ہے تو یوں کہنا بہتر ہے کہ نص قرآنی سے عدت میں نکاح کرنا عموما منع ہے اور زوج اوس
سے بالاجماع مخصوص ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر لا ینکح مطلقۃ من نکاح صحیح نافذ کما سنحققہ بہا ای بالثلث لو حرۃ وبالثنتین لو امۃ ولو قبل
الدخول نہ نکاح کرے زوج مطلقہ کو تین سے بشرطیکہ نکاح صحیح نافذ کے بعد تین بار طلاق واقع ہو چنانچہ قید صحت اور نفاذ کی اس باب میں بعد ایک صفحہ کے ہم ثابت

کرین کی اگر منکوحہ حرہ ہی تو بعد تین طلاق کی نکاح نہین اور اگر لونڈی ہی تو بعد دو طلاق کی نکاح نہین اگرچہ قبل دخول مطلقہ ہوئی ہو تو بھی نکاح حلال نہین وما فی
المشکلات باطل او مأول مّا مرّ اور جو قول مشکلات مین ہی یعنی مطلقہ ثلثہ کا قبل دخول کی نکاح بلا تحلیل جائز ہے سو باطل ہی یا مأول ہی باطل اس وجہ سے ہی کہ نص اور
اجماع کی مخالف ہی اور تاویل اسکی یون ہوسکتی ہی کہ متفرق تین طلاق پر محمول ہی تو اس صورت مین اول طلاق سے بلا عدت جدا ہوگئی اور دوسری اور تیسری طلاق
لغو ہوگئی بسبب فقدان محل کی چنانچہ اسکا بیان باب الطلاق قبل الدخول مین شرح ہوچکا حتّی یطاها غیره ولو الغیر مراهقا یجامع مثله وقدّره
شمس الاسلام بعشر سنین او خصیّا او مجنونا او ذمیا لذمیة مطلقہ ثلثہ کا نکاح زوج اول کو جائز نہین یہانتک کہ جماع کرے اوس سے غیر اوسکا اگرچہ غیر
یعنی زوج ثانی مراہق یعنی قریب البلوغ لڑکا ہو کہ ویسا لڑکا جماع کرسکتا ہو اور شمس الاسلام نے مراہق کا اندازہ دس برس کر مقرر کیا ہی یا کہ زوج ثانی خصی ہو یا کہ دیوانہ ہو
یا ذمی ہو مطلقہ ذمیہ کیواسطے خصی کا محلل ہونا اسواسطے صحیح ہوا کہ اگرچہ اوسکی فوطی نہین لیکن آلہ تناسل ہی اور مجنون کی تحلیل اسطرح ہوسکتی ہی کہ اوسکا ولی اسکا
نکاح کردے مگر طلاق اوسکی بدون ہوش آنیکی صحیح نہوگی اور ذمی کی محلل ہونیکی یہہ صورت ہی کہ کتابیہ ذمیہ مسلم کی منکوحہ تھی سو مطلقہ ثلثہ ہوئی تو اگر بعد عدت کی
ذمی اوس سے نکاح کریگا اور بعد دخول کی طلاق دیگا تو زوج اول پر نکاح اوسکا حلال ہوگا بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف فلو نکح عبد بلا اذن سیّده
ووطیها قبل الاجازة لا یحلّها حتّی یطاها بعدها زوج ثانی مطلقہ ثلثہ کی وطی نافذ نکاح سے کرے تب زوج اول پر حلال ہوگی نکاح نافذ کی قید سے نکاح
فاسد اور نکاح موقوف نکل گیا تو اگر مطلقہ سے غلام نے نکاح بدون اذن مولی کے کیا اور وطی کی اوس سے قبل اجازت مولی کی تو وطی اوس غلام کی عورت کو زوج اول
پر حلال نکریگی جب تک دوبارہ اوس عورت سے وطی نکرے بعد اجازت مولی کی اسواسطے کہ نکاح غلام کا مولی کی اجازت پر موقوف ہی بدون اجازت کے نافذ نہین و
من لطیف الحیل ان تتزوّج بمملوك مراهق بشاهدین فاذا اولج ملّکه لها فیبطل النکاح ثم تبعثه لبلد اخر فلا یظهر امرها اور زوج
اول پر حلال ہونیکی نہایت خوب تدبیر یہہ ہی کہ مطلقہ ثلثہ کا نکاح کردے قریب البلوغ غلام سے روبرو دو شاہدون کی پھر جب وہ دخول کرچکے تو غلام کا مالک عورت
کو غلام کا مالک کردے تو نکاح باطل ہوگا پھر عورت غلام کو کسی دوسرے شہر مین بھیجدے کہ وہان بیچڈالا جاوے تو اس تدبیر سے عورت کا حال کسی پر نکھلے اور یہہ حیلہ مبنی
ظاہر مذہب پر ہے کہ کفاءت نکاح مین شرط نہین لہذا شارح نے آئندہ قول مین اسکا استدراک کیا لکن علی روایة الحسن المفتی بها انه لا یحلها لعدم الکفاءة
ان لها ولیّ والا فیحلها اتفاقا کما مرّ لیکن حسن بن زیاد کی روایت پر جسپر فتویٰ دیا گیا ہی البتہ غلام عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب کفاءت کی اگر عورت
کا ولی موجود ہوگا اور اگر ولی نہوگا تو اوسکو حلال کردیگا باتفاق حنفیہ کی چنانچہ یہہ مسئلہ باب الاکفاء والاولیاء مین گذر گیا تمضی عدة الثانی ومطلقہ ثلثہ زوج اول پر
اسوقت حلال ہوگی جبکہ زوج ثانی بنکاح نافذ وطی کرے اور زوج ثانی کی عدت بھی گذر جاوے خواہ عدت طلاق کی ہو خواہ عدت فسخ نکاح کی خواہ موت کی لا بملك
المدنی لا بملك یمین لاشتراط الزوج بالنص فلا یحلّها وطی المولی اور حلال نہین کرتی مطلقہ کو وطی مالک یمین کی یعنی جسکا مالک ہو اسواسطے کہ نص مین زوج کی شرط ہی تو لونڈی کو حلال
نکریگی وطی مولی کی یعنی زوج نے اپنی منکوحہ لونڈی کو دو بار طلاق دی تو زوج پر بحرمت غلیظہ حرام ہوگئی پھر اوس لونڈی کے مالک نے اوس سے وطی کی تو لونڈی بعد عدت کی زوج اول پر حلال نہوگی
زوج پر حلال نہوگی اسواسطے کہ نص قرآنی مین حلت موقوف ہی زوج کی وطی پر نہ مالک کی وطی پر فلا یملك امة بعد طلقتین اور نہ مالک ہونا لونڈی کا بعد دو طلاق
کی یعنی جسنے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو دو بار طلاق دی پھر اوس لونڈی کو مول لیا تو اس مشتری کو وطی اوسکی بملک یمین حلال نہین اسواسطے کہ حلت
مطلقہ کی غایت ہنوز موجود نہین یعنی زوج ثانی کی وطی قال تعالیٰ حتّی تنکح زوجا غیره هم مسئلہ ملك امة کا لا یحلها وطی المولی پر معطوف نہین اسواسطے
کہ وہ غیر کی ملک پر متفرع ہے بخلاف اسکی تو شارح نے مناسبت مقام اسکو بطور استیناف کے ذکر کیا کذا فی حاشیة المدنی او حرّة بعد ثلث وردّة وسبی
یا ملک حرہ کی بعد تین طلاق کی اور مرتد ہونے اور گرفتار ہونیکی بعد یعنی ایک مرد نے اپنی زوجہ حرہ پر تین بار طلاق واقع کی پھر وہ مرتد ہوگئی اور دار الاسلام مین گرفتار
ہو آئی پھر اوسکے مالک نے اوس سے وطی کی تو زوج اول پر یہہ عورت حلال نہوگی اسواسطے کہ زوج ثانی کی وطی غایت ہی حلت کی نہ مالک یمین کی وطی وقطا لذا

مَن فُرِّقَ بَینَہُما بِظِہارٍ او لِعانٍ ثم ارتدّت وسُبِیَت ثم ملکہا لم تحِلَّ لہ ابداً اور مانند مسئلہ حرہ مرتدہ کے وہ ہے کہ بسبب ظہار یا لعان کے زوج اور زوجہ میں تفریق واقع ہوئی یعنی وطی ممنوع ہوئی پھر زوجہ مرتد ہو گئی اور دار الحرب سے دار الاسلام میں گرفتار ہو آئی پھر زوج اوسکا مالک ہو گیا تو یہہ عورت مرد پر کبھی حلال نہو گی یعنی ظہار میں بدون کفارہ کے اور لعان میں بدون ابطال لعان کے حلال نہو گی تو شارح کے کلام میں یعنی حرمت موبدہ کے ذکر میں مسامحت ہے اس اعتماد سے کہ باب ظہار اور لعان میں قیود متورہ مذکور ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وشرطہ للتیقّن بوقوع الوطی فی المحلّ المتیقّن بہ فلو کانت صغیرۃ لا توطأ مثلہا لم تحِلّ للاوّل اور شرط تحلیل کی یہہ ہے کہ مکان مخصوص میں وطی واقع ہونیکا یقین ہو یعنی محل مشتہی ہو تو اگر عورت مطلقہ ایسی صغیرہ ہو کہ ویسی لڑکی لائق جماع کے نہو تو زوج اول پر حلال نہو گی اگرچہ زوج ثانی وطی کر چکا ہو اسواسطے کہ نہایت صغیرہ محل شہوت نہیں اور اوسکی وطی شرعاً معتبر نہیں تو وجود کالعدم ہوا وطی متیقن نہ پائی گئی کذا فی حاشیۃ المدنی والا حلّت وان افضاہا بزازیۃ اور اگر ویسی صغیرہ وطی کے لائق ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال ہو گی اگرچہ زوج ثانی صغیرہ کو مفضاۃ کر ڈالے کذا فی البزازیہ مفضاۃ اوس عورت کو کہتے ہیں جسکی قُبل اور دبر کے درمیان کا پردہ پھٹ کر ایک ہو جاویں فلو مُفضاۃً لا الّا اذا حَبِلَت لیُعلم انّ الوطی کان فی قُبُلِہا جب وطی متیقن شرط تحلیل کی ہوئی تو اگر مطلقہ ثلثہ مفضاۃ ہو تو زوج ثانی کی وطی سے زوج اول پر حلال نہو گی مگر جبکہ وہ حاملہ ہو جاوے تاکہ بالیقین معلوم ہو جائے کہ وطی اوسکی قبل ہی میں ہوئی نہ دبر میں اور بدون حمل ہونیکے قبل کی وطی کا یقین نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ دونو مکان ملکر ایک ہو گئے ہیں بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہاں قبل کی وطی میں شبہہ نہیں اسواسطے کہ صغیرہ پہلے مفضاۃ نہتی بلکہ قبل کی وطی سے اوسکی یہہ حالت ہو گئی تو دونو صورتوں میں فرق ظاہر ہو گیا کما لو تزوّجت بمجبوبٍ فانہا لا تحِلّ حتی تحبَل لوجود الدخول حکماً حتی یثبت النسب فتح فالاقتصار علی الوطی قصورٌ الّا ان یُعَمّم بالحقیقی والحکمی چنانچہ اگر مطلقہ ثلثہ نے نکاح کیا زوج ثانی مقطوع الذکر سے تو یہہ عورت زوج اول پر حلال نہو گی تا وقتیکہ حاملہ نہو اور جب حاملہ ہو گی تو اول کو حلال ہو گی بسبب وجود دخول حکمی کے یعنی ہرچند یہاں دخول حقیقی متصور نہیں اسواسطے کہ زوج ثانی کا آلہ تناسل مطلق باقی نہیں لیکن حکمی دخول ہے یعنی شرع میں یہہ حمل زوج ہی کیطرف منسوب ہو گا بسبب قیام نکاح کے یہانتک کہ بسبب اسی دخول حکمی کے اوس ولد کا نسب زوج ہی سے ثابت ہو گا کذا فی فتح القدیر پھر جب دخول حکمی بھی علت ہوا تحلیل کی تو اقتصار کرنا مصنف کا شرط تحلیل کے ذکر میں فقط وطی پر قصور ہے عبارت کا مگر یہہ کہ وطی کو عام سمجھئے وطی حقیقی اور وطی حکمی سے تو البتہ قصور باقی نرہیگا مقطوع الذکر بھی وطی حکمی میں داخل ہو گا والا یلائم فی محلّ البکارۃ یحِلّہا والموتُ عنہا لا کما فی القنیۃ واستشکلہ المصنف اور ادخال محل بکارت میں حلال کر دیتا ہے عورت کو زوج اول کیواسطے اور مرجانا زوج ثانی کا عورت کو زندہ چھوڑکر حلال نہیں کرتا بدون وطی کے کذا فی القنیہ اور مشکل جانا ہے اس حلال کو مصنف نے اپنی شرح میں اور اصل اشکال صاحب بحر الرائق کا ہے تقریر اشکال کی یہہ ہے کہ قنیہ میں کہا کہ مجرد ادخال محل بکارت میں سبب ہے حلت کا حالانکہ باوجود باقی رہنے پردہ بکارت کے دخول حشفہ کا متصور نہیں اور تحلیل میں وہ ادخال معتبر ہے جو موجب ہو غسل کا اور غسل بدون دخول حشفہ کے واجب نہیں وفی النہر وکانہ ضعیفٌ لما فی التبیین یُشترط ان یکون الایلاج موجباً للغسل وھو التقاء الختانین بلا حائلٍ یمنع الحرارۃ اور نہر الفائق میں کہا ہے کہ شاید قول قنیہ کا ضعیف ہے اسواسطے کہ تبیین میں یوں ثابت ہے کہ تحلیل میں شرط یہہ ہے کہ وہ ادخال ہو جو موجب ہے غسل کا اور موجب غسل کا ملنا دونو ختنہ گاہ ہو نیکا ہے بدون حائل ہونے ایسی چیز کے جو مانع ہو حرارت کی ھم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ ادخال فی محل البکارۃ سے مراد یہہ ہے کہ بعد ازالہ بکارت کے ادخال ہو اسواسطے کہ دو چیز کا حلول کرنا محل واحد میں محال ہے تو اشکال مصنف کا اور تضعیف صاحب نہر الفائق کی مندفع ہو گئی کذا فی حاشیۃ المدنی وکونہ عن قوّۃ نفسہ فلا یحِلّہا من لا یقدر علیہ الّا بمساعدۃ الید الّا اذا انتعش وعمِل ولو فی حیضٍ ونفاسٍ واحرامٍ وان کان حراماً وان لم ینزل لانّ الشرط الذوق لا الشبع اور شرط تحلیل سے ہونا ادخال کا اپنی قوت ذات سے تو عورت کو زوج پر حلال نکریگا وہ شخص جو قادر نہیں ادخال پر بدون مددگاری ہاتھ کے مگر اسوقت حلت ثابت ہو گی جبکہ بعد

ادخال بمساعدت ید کی اوسکو استادگی حاصل ہوا ور عمل کرے یعنی بلامساعدت داخل کرے اگرچہ ادخال حیض اور نفاس اور احرام میں ہوا اگرچہ وطی ان حالتوں میں
حرام ہے لیکن تحلیل صحیح ہوگی اگرچہ اس وطی سے انزال نہو اسواسطے کہ تحلیل میں لذت پانا شرط ہے نہ کہ سیری جماع سے قلت وفی المجتبی الصواب حلّها بدخول
الحشفة مطلقاً لكن في شرح المشارق لابن ملك لو وطيها وهي نائمة لا يحلها للاول لعدم ذوق العسيلة وينبغي ان يكون الوطي في حالة
الاغماء كذلك شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ مجتبی میں ہے کہ حق یوں ہے کہ ثابت ہوتی ہے حلت عورت کی دخول حشفہ سے مطلقاً خواہ بمساعدت ہاتھ کے
ہو خواہ بلامساعدت لیکن ابن ملک کی شرح مشارق میں یوں ہے کہ اگر سوتی عورت سے وطی کریگا تو عورت کو زوج اول پر حلال نکریگا بسبب عدم ذوق عسیلہ
کے ذوق عسیلہ کنایہ ہے لذت جماع سے یعنی حدیث صحیح میں مرد اور عورت دونوں کیواسطے جماع کی لذت پانی تحلیل کی شرط فرمائی ہے حالانکہ سوتی عورت کو لذت
حاصل نہیں ہوئی در منزا وار یوں ہے کہ بیہوشی کیحالت کی وطی بھی اسیطرح ہو یعنی مانند وطی نائمہ کے ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ استدراک شارح کا لائق اعتماد کے
نہیں ہے اسواسطے کہ شارح مشارق فقہ میں ایسی کتاب معتمد نہیں کہ اوسکی روایت نقل مذہب میں معتبر ہو اور اطلاق متون اور شروح کا اوسکو رد کرتا ہے اور ذوق
عسیلہ نائمہ کو موجود ہے حکماً کیا تو نہیں جانتا کہ جب نائم طراوت کو پاوے تو اسپر غسل واجب ہے حالانکہ خروج منی بدون لذت کی موجب غسل کا نہیں تو نائم کو حکم
غسل کا نہیں مگر بسبب وجود لذت حکمی کے اسواسطے کہ اکثر یہ ہے کہ لذت حاصل ہوتی ہے مگر بسبب ثقل نوم کے یاد نہیں رہتی کذا فی حاشیۃ المدنی وكره التزوج
للثاني تحريماً لحديث لعن الله المحلل والمحلل له بشرط التحليل كتزوجتك على ان احللك وان حلت للاول لصحة النكاح وبطلان الشرط
فلا يجبر على الطلاق كما حققه الكمال خلافاً لما زعمه البزازي اور مکروہ تحریمی ہے زوج ثانی کو نکاح کرنا تحلیل کی شرط سے بموجب حدیث عبد اللہ
ابن مسعود کے جو جامع ترمذی میں بروایت صحیح مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تحلیل کرنیوالے پر اور اوسپر جسکے واسطے تحلیل ہوئی
یعنی زوج ثانی اور زوج اول دونو پر لعنت ہے شرط تحلیل کا طریقہ یوں ہے جیسے کہ زوج ثانی عورت سے کہے کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ میں تجھکو طلاق
دونگا اگرچہ نکاح بشرط تحلیل سے عورت حلال ہوگی زوج اول کو بسبب صحیح ہو جانے اس نکاح مشروط کے اور باطل ہو جانے شرط تحلیل کے تو زوج ثانی پر جبر نہیں ہو سکتا
طلاق دینے پر چنانچہ اسیکو تحقیق کیا ہے کمال الدین محقق نے بخلاف اوسکے جو بزازی نے گمان کیا کہ بزازی نے کہا کہ نکاح بشرط تحلیل میں نکاح بھی جائز ہے اور شرط بھی جائز ہے
یہانتک کہ اگر زوج ثانی طلاق دینے سے انکار کریگا تو قاضی اوسپر طلاق دلائیگا اور فتح القدیر میں محقق نے اوسکو رد کیا کہ یہ قول ظاہر الروایت میں ثابت
نہیں اور قواعد مذہب کے مخالف ہے اسواسطے کہ یہ شرط ایسی ہے جسکو عقد مقتضی نہیں تو اصل نکاح صحیح ہوگا اور شرط باطل ہو جائیگی کذا فی حاشیۃ المدنی
ومن لطيف الحيل قوله ان تزوجتك وجامعتك او امسكتك فوق ثلاث [illegible] فانت بائن اور تحلیل کیواسطے لطیف حیلہ زوج کا یوں کہنا ہے
کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں اور جماع کروں تو تو بائن ہے یا اگر [illegible] تین رات سے زیادہ رکھوں تو تو بائن ہے تو اگر بعد جماع کے تین رات سے زیادہ
زوج ثانی عورت کو رکھیگا تو عورت مطلقہ ہو کر بعد عدت کے زوج اول پر حلال ہو جائیگی ولو خافت ان لا يطلقها تقول زوجتك نفسي على ان امري
بيدي [illegible] في الخانية اور اگر عورت اس سے ڈرے کہ زوج ثانی اوسکو طلاق نہ دیگا تو اسکے واسطے یہ حیلہ ہے کہ عورت ایسا کہے کیونکہ [illegible]
اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ میں ہے [illegible] کذا فی الزیلعی اور یہی [illegible] فصول عمادیہ میں ہے
فصول عمادیہ میں یوں ہے کہ جب عورت نے [illegible] اپنی ذات کا نکاح تجھسے کیا اس شرط پر کہ امر میرا میرے ہاتھ میں ہے [illegible] اور زوج
کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور عورت کو طلاق کا اختیار [illegible] اور اگر زوج نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھسے نکاح کیا اس شرط پر کہ امر
تیرا تیرے ہاتھ میں رہے سو عورت نے اوس ایجاب کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا [illegible] اور اوسکو اختیار نہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ جب زوج نے عورت کو طلاق
تفویض کی تو [illegible] نکاح میں نہ تھی اور تفویض بدون ملک یا اضافت الی ملک کے صحیح نہیں ہے [illegible] موجود نہیں بخلاف پہلی صورت کے

کہ جب زوج نے قبول کیا تو عورت کے منکوحہ ہونیکے مقارن تفویض پائی گئی لہذا صحیح ہوئی اما اذا اضمر ذلک لا یکرہ وکان الرجل ماجوراً لقصد الاصلاح
وتاویل اللعن اذا شرط الاجر ذکرہ البزازی اور اگر قصد تحلیل کو زوج ثانی نے دل میں رکہا یعنی زبان سے نکہا تو اوس مرد کو ثواب ملیگا بسبب قصد
اصلاح کے کہ بعد ازالہ حرمت کے دو شخص مسلمانوں کو ملا دیا اور تاویل لعن محلل کی یہہ ہے جبکہ کچھ اجرت تحلیل پر لی کذا ذکرہ البزازی ثم ھذا کلہ فرع
صحۃ النکاح الاول حتی لو کان بلا ولی بل بعبارۃ المرأۃ او بلفظ ھبۃ او بحضرۃ الفاسقین ثم طلقہا ثلثاً واراد حلہا بلا زوج یرفع الامر
لشافعی فیقضی بہ ببطلان النکاح ای فی القائم والآتی لا فی المنقضی بزازیہ پھر یہہ سب کچھ جو مذکور ہوا تو اول نکاح کی صحت پر متفرع ہے یعنی اگر
زوج اول کا نکاح صحیح تہا تو بعد تین طلاق کے تحلیل کیواسطے ان حیلوں کی البتہ حاجت ہے سو اگر اول نکاح بدون ولی کے تہا بلکہ خود عورت کی عبارت سے ہوا تہا
یا بلفظ ہبہ تہا یا دو فاسق گواہوں کے روبرو ہوا تہا پھر زوج نے اوسکو تین بار طلاق دی اور عورت کا حلال ہونا بدون زوج ثانی کے چاہا تو اس امر کو قاضی شافعی المذہب
کے پاس رجوع کرے تاکہ قاضی حلت کا اور بطلان نکاح کا حکم کرے یعنی حکم بطلان کا اوس نکاح میں کرے جو قائم اور اب موجود ہے نہ نکاح گذشتہ میں کذا فی البزازیہ
شارح کی یہہ تعبیر ٹہیک نہیں اسواسطے کہ یہہ تعبیر اوسکا مقتضی ہے کہ نکاح بلا ولی اور بلفظ ہبہ اور بحضور شاہدین فاسقین حنفی مذہب میں صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے
حالانکہ یہہ غلط ہے تو عبارت میں قصور ہے یوں کہنا تہا کہ جب نکاح فاسد ہوگا تو طلاق نہ واقع ہوگی سو اگر ہمارے نزدیک صحیح ہوا اور ہمارے غیر کے نزدیک فاسد ہو
چنانچہ مسائل مذکورہ میں تو شافعی کے پاس مرافعہ کرے طحطاوی نے کہا ایسی مسائل لائق اظہار کے نہیں کہ انمیں مفاسد کا دروازہ کہلتا ہے علاوہ اوسکے تین طلاق کا وجود
کا ہے تحقق نہو سکیگا اسواسطے کہ جب شافعی نے بطلان نکاح اول کا حکم درصورت شہادت فاسقین کے کیا تو عقد ثانی کس مذہب ہوگا اگر شافعی مذہب ہو تو نہایت صعب ہے
اسواسطے کہ عدالت مشروطہ نزدیک شافعی کے نادر الوجود ہے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور اگر عقد ثانی بموجب مذہب حنفی کے ہو تو وہاں آتش در کاسہ کذا فی حاشیۃ المدنی
وفیہا قال الزوج الثانی کان النکاح فاسداً او لم ادخل بہا وکذبتہ فالقول لہا ولو قال الزوج الاول ذلک فالقول لہ اور بزازیہ میں ہے
کہ زوج ثانی نے کہا کہ نکاح ثانی فاسد تہا یا یوں کہا کہ نکاح صحیح تہا لیکن میں نے اس عورت سے جماع نہیں کیا یعنی بعد طلاق کے زوج ثانی نے یہہ اظہار کیا تاکہ عورت
زوج اول کو حلال نہو اور عورت نے زوج ثانی کی تکذیب کی تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اور اگر زوج اول نے یہہ کہا یعنی فساد نکاح ثانی یا عدم دخول زوج کا دعوی
کیا تو زوج اول ہی کا قول معتبر ہوگا والزوج الثانی یہدم بالدخول فلو لم یدخل لم یہدم اتفاقاً فیہدم ما دون الثلث ایضاً کما یہدم الثلث اجماعاً
لانہ اذا ہدم الثلث فما دونہا اولی خلافاً لمحمد اور زوج ثانی بعد دخول کے تین طلاق سے کمتر کو گراتا ہے چنانچہ تین طلاق کو بالاجماع گراتا ہے
اسواسطے کہ جب تین طلاق کو اوس نے گرایا تو کمتر کو بطریق اولی گراویگا بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک ایک یا دو طلاق کو نہیں گراتا پھر اگر زوج ثانی نے وطی نہیں
کی تو بالاتفاق نگراویگا کذا فی القنیہ فمن طلقت دونہا وعادت الیہ بعد آخر عادت بثلث لو حرۃ وبثنتین لو امۃ وعند محمد وباقی الائمۃ
بما بقی وھو الحق فتح واقرہ المصنف وغیرہ سو جو عورت کہ تین طلاق سے کم مطلقہ ہوئی یعنی ایک طلاق ہوئی یا دو اور طلاق دینے والی زوج کے نکاح میں
پھر آئی بعد دوسرے زوج کے تو زوج اول کو پھر تین طلاق دینے کا اوس عورت پر اختیار ہوگا اگر وہ حرہ ہے اور اگر لونڈی ہے تو دو طلاق کا اختیار ہوگا اسلئے
کہ زوج ثانی نے پہلے ایک یا دو طلاق کو گرا دیا یعنی نیست و نابود کر ڈالا اور نزدیک محمد اور باقی اماموں کے باقی طلاق کا زوج اول کو اختیار ہوگا یعنی اگر پہلے ایک
طلاق دی تہی تو اب دو طلاق کا اختیار رہیگا اور اگر اول دو بار طلاق واقع کی تہی تو اب ایک طلاق کا اختیار ہوگا اور یہی قول امام محمد کا حق ہے کذا فی فتح القدیر
اور اسیکو ثابت رکہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور بعض مصنفین کے سوا اور علما نے چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے ہم شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ قول امام کا علی الاطلاق
ماخوذ ہے اور ابو یوسف کا ساتہ ہے زیادہ ترجیح اسے ہے ترجیح کا اور اسیواسطے متون میں یہی ثابت ہے اور ترجیح کمال الدین ابن ہمام کے مخالف متون کے معتبر نہیں کذا فی
حاشیۃ المدنی ولو اخبرت مطلقۃ الثلث بمضی عدتہ وعدۃ الزوج الثانی بعد دخولہ والمدۃ تحتملہ لہ ای للاول ان یصدقہا ان غلب

ظنه صدقها اور اگر خبر دی مطلقہ ثلثہ نے زوج اول کی عدت اور زوج ثانی کی عدت گذر جانیکو بعد دخول زوج ثانی کے اور مدت گنجایش رکھتی ہو انقضاء عدت کی تو
زوج اول کو جائز ہے کہ اوسکی تصدیق کرے یعنی نکاح کر لے اگر اوسکو ظن غالب ہو عورت کی راستی کا واقل مدة عدتها عنده بحیض شهران ولامة اربعون یوما
مالم تدع السقط کما مرّ اور کمتر مدت حیض والی کی عدت کی نزدیک امام کے حرہ کیواسطے دو مہینے ہیں اور لونڈی کیواسطے چالیس دن ہیں جبتک کہ عورت اسقاط ولد کا دعوی
نکرے چنانچہ گذرا اسواسطے کہ اسقاط سے فوراً عدت منقضی ہو جاتی ہے ولو تزوجت بعد مدة تحتمله ثم قالت لم تنقض عدتی او ما تزوجت باخر لم تصدق
لان اقدامها على التزوج دليل الحل وعن السرخسی لا تحل تزوجها حتى يستفسرها اور نکاح کیا مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے بعد اوس مدت کے کہ انقضاء
عدت کی محتمل تھی پھر عورت نے کہا کہ میری عدت ہنوز نہیں منقضی ہوئی یا کہ میں نے زوج ثانی سے نکاح نہیں کیا تو عورت کی تصدیق نہوگی سواسطے کہ عورت کی پیش قدمی
نکاح کرنے پر دلیل ہے حلت کی یعنی زوج اول پر حلال ہونے عورت کی دلیل ہے اور سرخسی سے روایت ہے کہ زوج اول کو اوسکا نکاح کرنا حلال نہیں جبتک کہ عورت سے
حلت کو دریافت نکر لے وفی البزازية قالت طلقنی ثلثا ثم ارادت تزويج نفسها منه ليس لها ذلك اصرت عليه او اكذبت نفسها اور بزازیہ میں ہے
کہ عورت نے کہا کہ زوج نے مجھکو تین بار طلاق دی پھر عورت نے اپنے نکاح کرنیکا ارادہ کیا اوسی زوج سے تو عورت کو یہہ نکاح کرنا جائز نہیں خواہ عورت طلاق کے
قول پر ثابت رہے ہو یا کہ اوسنے اپنی ذات کو جھٹلایا ہو یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ عورت مدعی تھی طلاق کی زوج اوسکا منکر تھا اور اگر زوج نے بھی طلاق کا اقرار
کیا تھا تو بالاتفاق عورت کو نکاح کرنا اوس سے درست نہوگا کذا فی حاشیة المدنی سمعت من زوجها انه طلقها ولا تقدر على منعه من نفسها الا بقتله
لها قتله بدواء خوف القصاص ولا تقتل نفسها وقال الاوزجندی ترفع الامر الى القاضی فان حلف ولا بينة فالاثم عليه وان قتله فلا شیء عليها
والبائن كالثلث بزازیہ عورت نے اپنی زوج سے سنا کہ اوسنے اوسکو طلاق دی یعنی تین بار طلاق اور عورت اپنی ذات کو مرد سے بچا نہیں سکتی بدون اوسکو مار ڈالنے کے
تو عورت کو اوسکا قتل کرنا دوا سے جائز ہے قصاص کے ڈر سے یعنی زہر سے مارے کہ قصاص اوسپر نہ لازم آوے اور نہ مار ڈالے عورت اپنی ذات کو اوزجندی نے کہا
کہ اوسکی نالش کرے قاضی کے پاس سو اگر زوج قاضی کے روبرو طلاق نہ دینے کی قسم کھا جاوے اور عورت کے گواہ نہوں تو گناہ اوسکا مرد پر ہوگا اگر عورت کو اپنی جان
کا خوف ہو اور اس صورت میں اگر عورت اوسکو قتل کر ڈالے تو اوسپر کچھ گناہ نہیں اور طلاق بائن انقطاع نکاح میں مانند تین طلاق کے ہے کذا فی البزازیة وفيها شهدا انه
طلقها ثلثا لها التزوج باخر للتحليل لو غائبا انتهى قلت يعنى ديانة والصحيح عدم الجواز قنية اور بزازیہ میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے
عورت کو تین بار طلاق دی تو عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز ہے تحلیل کیواسطے اگر زوج اول غائب ہو یعنی اگر عورت کو خوف ہو کہ زوج طلاق کا انکار کریگا
تو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور بعد وطی کے اوس سے طلاق لے تا کہ زوج اول پر حلال ہو رہے پھر جب زوج اول آوے تو اوس سے بعد عدت زوج
ثانی کے تجدید نکاح کی درخواست کرے کذا فی حاشیة المدنی والعالمگیریہ شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مراد بزازیہ کی یہہ ہے کہ عورت کو دیانۃً نکاح جائز ہے یعنی
قضاءً جائز نہیں اسواسطے کہ قضا علی الغائب صحیح نہیں اور مذہب صحیح یہہ ہے کہ عورت کو دوسرے مرد سے نکاح کر لینا جائز نہیں یعنی دیانۃً بھی درست نہیں جیسے کہ
قضاءً درست نہیں کذا فی القنیہ وفيها لو لم يقدر ان يتخلص عنها ولو غاب سحرته وردته اليها لا يحل له قتلها ويبعد عنها جهده اور قنیہ
میں ہے کہ اگر زوج بعد تین بار طلاق دینے کے قادر نہو کہ آپ چھوڑ اسکے عورت سے اور اگر غائب ہو جاوے اوس سے تو عورت اوسپر جادو کر کے اوسکو پھیر لاوے
اپنی طرف تو مرد کو اوسکا قتل کرنا حلال نہیں اور دور رہے اوس سے اپنے مقدور بھر وقيل لا تقتله قال الاوجیا بل دیانةً کما فی لتاتارخانية وشرح
الوهبانية عن الملتقط اى فلا اثم عليه کما مرّ اور دوسرا قول مطلقہ ثلثہ میں جو مرد کو نہیں ہو کہ سکتی ہے کہ مرد کو قتل نکرے قائل اس قول کا اسیجابی ہے اور قول
پر یعنی عدم قتل پر فتوی ہے چنانچہ تاتارخانیہ اور شرح وہبانیہ میں ملتقط سے یہہ فتوی منقول ہے یعنی اس صورت میں گناہ وطی وغیرہ کا مرد پر ہوگا عورت پر کچھ نہیں چنانچہ
تصریح اسکی قول اوزجندی میں مذکور ہو چکی قال بعدها ای بعد الطلاق ثلثا کانت قبلها المطلقة واحدة وانقضت عدتها وصدقته المرأة فے

ذلك لا يصدق فان على المذهب المفتى به كما لو لم تصدقه هي وقيل يصدق فان کہا زوج نے تین بار طلاق دینے کے بعد کہ اس تین طلاق سے پہلی میں نے
عورت کو ایک طلاق دی تھی اور عدت اوسکی منقضی ہو گئی تھی زوج کی غرض اس کلام سے یہہ ہے کہ تا مجھکو اوس عورت سے نکاح کر لینا درست ہو اسواسطے کہ تین
طلاق بعد عدت کے واقع ہوئی تو لغو ہو گئی اور عورت نے مرد کی تصدیق کی اس قول میں تو مرد اور عورت کی تصدیق نہو گی بنا بر مذہب مفتی بہ کے جیسا کہ [illegible]
جبکہ عورت مرد کی تصدیق نکرے اور قول ضعیف یہہ ہے کہ زوج اور زوجہ کی کلام کی تصدیق کرنا چاہیے ولو طلقها ثنتين قبل الدخول ثم قال كنت طلقتها قبلهما واحدة
اخذ بالثلث اور اگر عورت کو دو بار طلاق دی قبل دخول کے پھر بولا کہ میں اوسکو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہوں غرض اس کلام سے یہہ ہے کہ دو طلاق باطل ہو جاوین
اسواسطے کہ غیر مدخولہ پہلی ایک ہی طلاق سے بائن ہو چکی بلا عدت تو زوج اس کلام سے ماخوذ ہوگا تین طلاق کے اسواسطے کہ اقدام زوج کا دو طلاق پر دلالت کرتا ہے شبہ نکاح پر والله سبحانه اعلم

باب الايلاء

یہہ باب ہے ایلا کا مناسبته البينونة مآلاً مناسبت ایلاء کی طلاق رجعی سے باعتبار جدائی انجام کار کے ہے یعنی جیسے طلاق رجعی میں عورت بعد عدت کے پوری
جدا ہو جاتی ہے ویسی ہی ایلا میں بعد چار مہینے کے جدا ہوتی ہے لہذا دونو باب متصل ذکر کئے هو لغة اليمين وشرعاً الحلف على ترك قربانها مدته ولو
ایلاء لغت میں یعنی قسم کو ہے اور شرع میں ایلاء وہ قسم ہے جو زوج زوجہ کی ترک قربت پر چار مہینے تک قسم کھائی ہو اگرچہ زوج ذمی ہو چنانچہ ایلاء ذمی کا بیان آگے
مذکور ہوگا والمولى هو الذي لا يمكنه قربان امرأته الا بشيء مشق يلزمه الا لمانع كفر اور مولی بضم میم و کسر لام اوسکو کہتے ہیں جسکو ممکن نہیں اپنی عورت سے وطی کرنا
بدون مشقت والی چیز کے کہ یہہ لازم ہوتی ہو اوسپر یعنی بدون کفارہ کے قربت نہیں کر سکتا مگر مانع کفر سے ہو یعنی کفارہ لازم نہیں تا یعنی کافر اگر ایلا کریگا تو اوسکو قربت
اپنی زوجہ کی ممکن ہے بدون لزوم کفارہ کے وركنه الحلف اور رکن ایلا کا قسم ہے خواہ قسم اللہ تعالی کے نام پاک سے ہو یا تعلیق ہو بالالتزام نذر کے یا طلاق یا عتاق کے
وشرطه محلية المرأة بكونها منكوحة وقت تنجيز الايلاء اور شرط ایلا کی یہہ ہے کہ عورت محل ہو ایلا کی بسبب منکوحہ ہونے عورت کے وقت تنجیز ایلا کے یعنی
اگرچہ وقت تعلیق کے منکوحہ نہو لیکن ایلا واقع ہونیکے وقت منکوحہ ہونا کفایت کرتا ہے ومنه ان تزوجتك فوالله لا اقربك اور ایلا مذکور سے یہہ مثال ہے کہ مرد
نے عورت سے کہا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں گا تو قسم اللہ کی کہ تجھسے وطی نکرونگا ہرچند عورت اس قول میں وقت ایلا کے منکوحہ نہیں لیکن بعد نکاح کے ایلا
ہوگا اسواسطے کہ تعلیق بعد وجود شرط کے مانند تنجیز کے ہے تو گویا اوسنے بعد نکاح کے ایلا کیا ولو زاد وانت طالق ثم تزوجها لزمه كفارة بالقربان ووقع بائن
بترکه اور اگر مثال مذکور میں وانت طالق زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ ان تزوجتك فوالله لا اقربك وانت طالق یعنی اگر میں تجھسے نکاح کروں تو قسم اللہ کی کہ تجھسے
وطی نکرونگا اور تو مطلقہ ہو گی تو لازم آویگا اس قائل کو کفارہ بسبب وطی کے اور طلاق بائن واقع ہو گی وطی چھوڑ دینے سے [illegible] اس مثال میں کفارہ لازم آویگا
وطی سے اسواسطے کہ ایلا ہے اور طلاق واقع ہو گی ترک وطی سے چنانچہ وطی سے [illegible] لیکن مشکل یہہ ہے کہ اسمیں تعلیق ہے طلاق کی نکاح پر تو بمجرد نکاح کے طلاق واقع
ہو گئی کفارہ وطی سے کیونکر لازم آویگا تو مراد یہہ ہے کہ اول بار عورت سے نکاح کیا اور وہ مطلقہ ہو گئی بسبب تعلیق طلاق کے بعد اوسکے دوسری بار اوس سے نکاح کیا تو
اگر بعد نکاح ثانی کے چار مہینے گذر گئے بدون وطی کے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر چار مہینے کے اندر وطی کی تو کفارہ لازم آویگا کذا فی حاشیة المدنی واهلية
الزوج للطلاق وعندهما للكفارة ايضا اور شرط ایلا کی ہے اہل ہونا زوج کا واسطے طلاق کے یعنی جسکو طلاق کی لیاقت ہو اسکو ایلا کی بھی لیاقت ہے اور صاحبین کے نزدیک
کفارہ کی اہلیت شرط ہے ایلا کی فصح ايلاء الذمي بغير ما هو قربة تو صحیح ہے ایلا کرنا ذمی کا امام کے نزدیک جبکہ عبادات کی [illegible] ہو ایلا کا تو اوسکا ایلا بھی صحیح ہے
لیکن اگر ذمی عبادات کی قسم کھاوے تو صحیح نہیں اور صاحبین کے نزدیک ذمی کا ایلا صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ کفارہ کا اہل نہیں [illegible] کرنا چاہیے کہ ذمی کا ایلا [illegible]
ایک یہہ کہ بالاتفاق صحیح ہے یعنی بغیر عبادت کی قسم کھاوے چنانچہ [illegible] دوسری عبادات کی قسم کھانا چنانچہ حج یا صوم [illegible] یہہ بالاتفاق باطل ہے تیسرے میں اختلاف
ہے یعنی بنام خدا قسم کھانا [illegible] کذا فی حاشیة المدنی اگر کوئی کہے [illegible] کفارہ لازم نہو تو امام کے نزدیک [illegible] ایلا کا کیا فائدہ ہو شارح نے آگے قول میں اسکا جواب دیا

وفائدته وقوع الطلاق اور ایلاء کی ذمی کا فائدہ وقوع طلاق ہے یعنی اگر بعد ایلا کی چار مہینے تک قربت نکریگا تو طلاق واقع ہوگی ومن شرائطہ عدم النقص
عن المدۃ اور ایلا کی شرائط سے یہ ہے مدت مہینہ سے کم نہو تا تو اگر کوئی قسم کہا وی کہ میں ایک مہینہ قربت نکرونگا تو ایلا نہ ثابت ہوگا وحکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان بر
فلم یطأہا اور حکم ایلا کا یہہ ہے کہ ایک طلاق بائن واقع ہوگی اگر اوسنی قسم پوری کی یعنی چار مہینے تک وطی نکی والکفارۃ والجزاء المعلق ان حنث بالقربان اور
کفارہ اور جزای معلق لازم آویگی اگر اوسنی قسم توڑی بسبب وطی کرھم والجزاء کا واو بمعنی او ہے یعنی اگر قسم بدون تعلیق کے ہے تو کفارہ لازم ہے اور اگر تعلیق کی قسم ہے
تو جزا لازم ہے اور گاہے کفارہ اور جزا ساتھ ہی لازم آتا ہے جب کہ حالف باللہ اور تعلیق معا ہو چنانچہ اس مثال میں کہ واللہ کہ قربت نکرونگا اور اگر قربت کروں تو مجھپر حج ہے
والمدۃ اقلہا للحرۃ اربعۃ اشہر وللامۃ شہران ولا حد لاکثرہا فلا ایلاء بحلفہ علی اقل الاقلین اور کمتر مدت ایلا کی حرہ کیواسطے چار مہینے ہیں اور لونڈی
کیواسطے دو مہینے ہیں اور اکثر مدت کی کچھ حد نہیں تو دونو کمتر مدتوں سے کمتر کی قسم کہا نہیں ایلا نہیں تو اگر حرہ میں دو یا تین مہینے کی قسم کہائی یا لونڈی میں ایک مہینے
کی قسم کی تو ایلا نہ ثابت ہوگا وسببہ کالسبب فی الرجعی اور سبب ایلا کا مانند اس سبب کے ہے جو طلاق رجعی میں ہے یعنی جیسا کہ اختلاف مزاج اور ناموافقت
طلاق رجعی کا سبب ہوتا ہے ویسی ہی ایلا کا سبب پڑتا ہے والفاظہ صریح وکنایۃ اور الفاظ ایلا کے دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح وہ جو فقط جماع میں مستعمل ہو اور
کنایہ وہ جو جماع اور غیر جماع دونو میں مستعمل ہو صریح محتاج نیت کا نہیں بخلاف کنایہ کے کذا فی حاشیۃ المدنی فمن الصریح لو قال واللہ وکل ما ینعقد بہ الیمین
لا اقربک لغیر حائض ذکرہ سعدی لعدم اضافۃ المنع الی الیمین اور منجملہ ایلا صریح کے یہہ مثال ہے کہ اگر زوج کہے زوجہ غیر حائضہ سے کہ میں تجھسے قربت
نکرونگا اور جس لفظ سے کہ یمین منعقد ہوتی ہے وہ بھی مانند واللہ کے ہے یعنی بعظمۃ اللہ وبجلالہ وکبریائہ سے ایلا صحیح ہے اور علم اللہ اور غضب اللہ سے صحیح نہیں اسواسطے
کہ اول سے یمین منعقد ہوتی ہے نہ ثانی سے علامہ سعدی نے صحت ایلا میں عدم حیض کی قید لگائی بسبب نہ مضاف ہونے منع قربت کی طرف یمین کے یعنی حالت
حیض میں باز رہنا وطی سے بسبب منع شرعی کے ہے نہ کہ بسبب قسم کے او واللہ لا اقربک لا اجامعک لا اطأک لا اغتسل منک من جنابۃ اربعۃ اشہر ولو
لحائض لتعیین المدۃ یا یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا تجھسے جماع نکرونگا تجھسے وطی نکرونگا غسل جنابت نکرونگا تیرے سبب سے چار مہینے اگرچہ خطاب حائض
سے ہو بسبب تعیین کرنیکے مدت کے یعنی تعیین چار مہینہ کی یہہ قرینہ ہے کہ منع وطی کا بسبب قسم کے ہے نہ کہ بسبب حیض کے اسواسطے کہ چار مہینے تک ہر حیض نہیں رہتا بخلاف
مسئلہ سابقہ کے کہ وہاں قسم میں مدت مذکور نہیں وان قربتک فعلی حج او نحوہ مما یشق بخلاف فعلی صلوۃ رکعتین فلیس مولیا لعدم مشقتہا اور اگر قربت
کروں تیری تو مجھپر حج واجب ہے یا مانند اسکے اوس قسم سے جسکا فعل انسان پر شاق اور سخت ہے جیسا کہ ایک مہینہ روزہ رکھنا یا طلاق یا عتاق بخلاف اس
قول کے کہ اگر میں قربت کروں تو مجھپر دو رکعت واجب ہیں تو اسکا قائل مولی نہیں یعنی ایلا کرنیوالا نہیں بسبب شاق ہونے دو رکعت نماز کے بخلاف فعلی مائۃ رکعۃ
وقیاسہ ان یکون مولیا بمائۃ ختمۃ او اتباع مائۃ جنازۃ ولم ارہ بخلاف اس قول کے کہ اگر میں تیری قربت کروں تو مجھپر سو رکعتیں لازم ہیں اسواسطے
کہ اسقدر نماز اکثر لوگوں پر شاق ہے اور قیاس شفقت کا اسکو مقتضی ہے کہ سو بار ختم قرآن مجید اور سو جنازہ کے اتباع سے مولی ہو شارح کہتا ہے کہ اسکو میں نے کتب فقہ
میں نہیں دیکھا یعنی اگر کوئی کہے کہ اگر میں تجھسے قربت کروں تو سو بار قرآن ختم کرنا مجھپر لازم ہو یا سو جنازہ کی ہمراہی اور دفن کرنیکی شرکت مجھپر واجب ہوئی تو
ایلا ثابت ہوا اسواسطے کہ اسمین غایت مشقت ہے او فانت طالق او عبدہ حر یا یوں کہا کہ اگر میں تجھسے قربت کروں تو تو مطلقہ ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے
ھم یہانتک مثالیں ایلا صریح کی تہیں ومن الکنایۃ لا امسک لا اٰتیک لا اغشاک لا اقربک فراشک لا ادخل علیک اور از قسم کنایہ یہہ مثالیں کہ
میں تجھکو چھوؤنگا تیرے پاس آؤنگا تیرے بچھونیکے نزدیک نہ جاؤنگا نہ داخل ہونگا تیرے اوپر یعنی تیرے پاس نہ آؤنگا ھم لا اغشاک یعنی لا اتیک سے ہے
یعنی تیرے پاس نہ آؤنگا اسواسطے کہ غشیان بالکسر بمعنی اتیان ہے کذا فی المغرب اور صراح میں کہا کہ غشیان بالکسر مجامعت فروگرفتن وبیہوش شدن ومن
المؤید نحو حتی تخرج الدابۃ او الدجال او تطلع الشمس من مغربہا اور از قسم ایلا دائمی کے ہے یوں کہنا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا یہانتک کہ

کہ دابۃ الارض نکلے یا دجال خروج کرے یا کہ آفتاب اپنے غروب گاہ سے طلوع کرے فان قربہا فی المدۃ ولو مجنونا حنث وحینئذ ففی الحلف باللہ وجبت الکفارۃ
وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء لانتہاء الیمین سے زوج نے وطی کی زوجہ سے مدت کے اندر اگرچہ زوج اسوقت دیوانہ ہو تو حانث ہوگا پھر جسوقت کہ حانث
ہوگا تو اللہ کی قسم سے کفارہ واجب ہوگا اور اسکے سوا میں یعنی تعلیق یمین میں جزا واجب ہوگی خواہ حج خواہ اعتاق خواہ سوا اسکے اور ساقط ہوگا ایلا بسبب آخر ہونے یمین کے یعنی جب بعد
وطی کے کفارہ یا جزا لازم ہوئی تو اب حکم ایلا کا باجماع علما باقی نرہا یعنی بعد چار مہینے گذرنیکے اب طلاق نہ واقع ہوگی والا یقربہا بانت بواحدۃ بمضیہا اور اگر مدت میں زوج نے
وطی نکی تو عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی بسبب منقضی ہونے مدت کے ولو ادعاہ بعد مضیہا لم یقبل قولہ الا ببینۃ اور اگر زوج نے دعوی وطی کا کیا بعد گذرنے مدت کے
تو اسکا قول مقبول نہوگا بدون گواہوں کے وسقط الحلف لو کان موقتا ولو مؤبدا تبین بمضی الثانیۃ تبین بثانیۃ وسقط الایلاء اور ساقط ہوگی قسم بعد جدائی کے
اگر موقت ہو اور مؤبد ہوگی اگرچہ تو نیت دو مدت کی ہو اسواسطے کہ دوسری مدت کے گذرنیسے عورت پر دوسری طلاق بائن واقع ہوگی یعنی اگر زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے ابد
مہینے صحبت نکرونگا پھر چار مہینے اوسنے صحبت نکی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی پھر مرد نے اوس سے نکاح کیا اور باقی چار مہینے تک صحبت نکی تو دوسری طلاق واقع ہوگی اسکے
بعد اب قسم کا اثر نہ باقی رہیگا یعنی اگر تیسری بار اوس عورت سے نکاح کریگا اور بعد اسکے چار مہینے تک صحبت نکریگا تو اب طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ساقط ہونے قسم کے لو کان
مؤبدا وکانت طاہرۃ کما مر اور قسم ساقط نہوگی بائن ہونیسے اگر قسم دائمی اور ابدی ہوگی اور عورت طاہر ہوگی یعنی بشرطیکہ حائض نہو عورت قسم کھانیکے وقت
چنانچہ ذکر اس قید کا گذر گیا وفرع علیہ فلو نکحہا ثانیا وثالثا ومضت المدتان بلا فیء ای قربان بانت باخریین اور متفرع کیا مصنف نے عدم سقوط قسم دائمی
پر اس قول کو کہ اگر زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور طلاق بائن اوسپر پڑی اوس سے دوسری اور تیسری بار نکاح کیا اور دو مدتیں بدون قربت کے گذر گئیں
تو عورت پر دو بار طلاق بائن اور پڑینگی یعنی زوج نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت نکی تو ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسری بار نکاح
کیا اور چار مہینے بدون جماع کے گذر گئے تو دوسری بار طلاق بائن واقع ہوگی پھر تیسری بار نکاح کیا اور چار مہینے بدون وطی کے منقضی ہوگئے تو تیسری بار طلاق بائن پڑیگی
اسواسطے کہ قسم دائمی تھی نہ موقت والمدۃ من وقت التزوج اور مدت کا اعتبار ہے نکاح کیوقت سے یعنی اگر دائمی قسم کھائی اور بعد چار مہینے کے عورت بائن ہوگئی اور زوج نے
اوس سے نکاح نکیا اور بعد بائن ہونیکے چار مہینے گذر گئے تو اب دوسری بار طلاق نہوگی اسواسطے کہ وہ منکوحہ نہیں اور بدون نکاح کے مدت کا اعتبار نہیں فلو نکحہا بعد
زوج آخر لم تطلق لانتہاء ہذا الملک سوا اگر ایلا کرنیوالے نے اس عورت سے نکاح کیا دوسرے زوج کے بعد تو اب وہ پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب آخر ہونے
اس ملک کے یعنی زوج نے عدم قربت کی دائمی قسم کھائی اور تین بار طلاق بائن عورت پر واقع ہوئی بسبب نکاح ثانی اور ثالث کے اور عدم قربت کے پھر عورت
نے زوج ثانی سے نکاح کیا اور بعد وطی کے مطلقہ ہوئی اور عدت کے بعد زوج اول نے اوس سے نکاح کیا اور چار مہینے تک قربت نکی تو اب وہ پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب حلف
دائمی کے اسواسطے کہ بعد وقوع تین طلاق کے زوج کی ملکیت بالکل معدوم ہوگئی پھر جب ملکیت باقی نرہی تو طلاق کیونکر واقع ہو بخلاف ما لو بانت بالایلاء
دون ثلث او ابانہا بتنجیز الطلاق ثم عادت بثلث یقع بالایلاء خلافا لمحمد کما مر فی مسئلۃ الہدم بخلاف اسکے کہ اگر عورت جدا ہوگئی بسبب
ایلا کے کمتر تین طلاق سے یا کہ زوج نے عورت کو قبل چار مہینے کے طلاق بائن دی پھر بعد زوج ثانی کے زوج اول کے نکاح میں آئی او شیخین کے نزدیک زوج اول کو تین
طلاق کی ملکیت حاصل ہوئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی بسبب قسم دائمی کے بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک بقدر باقی طلاق واقع ہوگی چنانچہ اسکے تصریح
باب الرجعت کے اندر مسئلہ ہدم میں ہوچکی یعنی اگر بعد ایلا دائمی کے تین بار طلاق نہوئی اسطرح پر کہ ایک شخص نے کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا اور چار مہینے
تک قربت نکی تو اوسپر ایک طلاق بائن پڑی پھر اوس عورت سے دوسری بار نکاح کیا اور قربت نکی تو دو بار طلاق بائن ہوئی پھر عورت نے دوسرے زوج سے
نکاح کیا اور بعد طلاق اور عدت کے زوج اول کے نکاح میں پھر آئی تو زوج اول پھر تین طلاق کا مالک ہوا نزدیک امام اور ابو یوسف کے اسواسطے کہ زوج ثانی نے طلاق
سابق کو منہدم کر دیا تو اگر زوج اول چار مہینے تک قربت نکریگا تو ایک طلاق بائن پڑیگی پھر اگر نکاح کر کے قربت نکریگا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر اگر نکاح کر کے

قربت نکریگا تو تیسری بار طلاق واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک بعد زوج ثانی کے ایک ہی طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ دو بار طلاق پہلے ہو چکی ہے اور اسیطرح تنجیز
طلاق کا حال ہے یعنی اگر کہا کہ واللہ میں قربت نکرونگا اور قبل چار مہینے گذرنے کے ایکبار یا دو بار طلاق بائن فی الحال واقع کی اور اوسنے زوج ثانی سے نکاح کیا پھر
زوج اول کے نکاح میں آئی تو مانند سابق کے تین بار اوسپر طلاق بائن واقع ہوگی اور امام محمد کے نزدیک ایک بار وان وطیہا بعد زوج اٰخر کفر لبقاء الیمین لحنثہ
اور اگر قسم دائمی کہانیوالے نے عورت سے وطی کی بعد دوسرے زوج کے تو کفارہ دے بسبب باقی رہنے یمین کے کفارہ لازم ہوا بسبب قسم توڑنیکے یعنی ہر چند بعد تین طلاق
بائن پڑجانیکے اب چوتھی طلاق نہ پڑیگی لیکن یمین عدم قربت کی ہنوز باقی ہے تو وطی سے کفارہ لازم ہوگا واللہ لا اقربک شہرین وشہرین بعد ہذا الشہرین
ایلاء لتحقق المدۃ اور یوں کہنا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد اگلے دو مہینوں کے تو ایلاء ہے بسبب محقق ہونے مدت ایلاء کے اسواسطے کہ واو عاطفہ
موضوع ہے واسطے جمع کے تو چار مہینے ثابت ہونگے ولو مکث یوما اراد بہ مطلق الزمان اذ الساعۃ کذلک بحر اور اگر زوج نے کہا کہ واللہ میں دو مہینے تجھسے قربت
نکرونگا پھر اوسنے ایک دن توقف کیا شارح کہتا ہے مصنف نے لفظ یوم سے مطلق زمانہ مراد رکہا اسواسطے کہ ایک ساعت کا توقف بھی مانند یوم کے ہے حکم میں کذا فی البحر
ثم قال واللہ لا اقربک شہرین لم یکن مولیا قال بعد الشہرین الاولین او لا لنقص المدۃ پھر بعد توقف ایکدن یا ایک ساعت کے کہا کہ واللہ میں تجھسے دو مہینے قربت نکرونگا
دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے یا بعد الشہرین الاولین کے لفظ کو نہ بیان کیا یعنی اسیقدر بولا کہ واللہ میں دو مہینے تجھسے قربت نکرونگا تو دونو صورتوں میں مولی نہوگا یعنی
ایلاء نہ ثابت ہوگا بسبب کم ہونے مدت کے یعنی جب اوسنے کہا کہ واللہ میں تجھسے دو مہینے صحبت نکرونگا تو دو مہینے اس یمین سے ثابت ہوئے پھر اوسنے ایکدن توقف کرکے
دوسری قسم کہائی اسطرح کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا دو مہینے بعد پہلے دو مہینوں کے تو دونو یمین کے چار مہینے ہوئے ایکدن توقف کا درمیان سے ساقط ہوگیا تو
ایکدن کم چار مہینے باقی رہے اور حالانکہ مدت ایلاء کی پوری چار مہینے ہیں لہذا ایلاء نہ ثابت ہوا اور جبکہ زوج نے بعد الشہرین الاولین کو یمین ثانی میں نہ مذکور کیا
تو دونو یمین متداخل ہونگی مثلا یمین اول غرہ محرم سے شروع ہوئی آخر صفر میں تمام ہوئی اور یمین ثانی دوسری تاریخ محرم سے شروع ہوئی غرہ ربیع الاول
کو تمام ہوئی مدت ایلاء کی اسمیں بھی نہ پائی گئی لکن ان قالہ اتحدت الکفارۃ والا تعددت لیکن اگر بعد الشہرین الاولین کہیگا تو وطی سے ایک ہی کفارہ لازم
آویگا اور اگر نہ کہیگا تو دو کفارہ لازم آوینگے پہلی صورت میں اگر پہلے دو مہینوں میں وطی کریگا تو ایک کفارہ لازم ہوگا اور اگر پچھلے دو مہینوں میں وطی کریگا تو بھی
ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مدت ہر یمین کی جدی جدی ہے متداخل نہیں اور دوسری صورت میں اگر دو مہینے کے اندر وطی کریگا تو دوہرا کفارہ
لازم آویگا ایک کفارہ یمین اول سے اور دوسرا کفارہ یمین ثانی سے اسواسطے کہ دونو یمین کی مدت متداخل ہے جدی جدی نہیں او قال واللہ لا اقربک
سنۃ الا یوما لم یکن مولیا للحال بل ان قربہا وبقی من سنۃ اربعۃ اشہر فاکثر صار مولیا والا لا یا زوج نے زوجہ سے یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت
نکرونگا ایک سال مگر ایکدن تو فی الحال مولی نہوگا بلکہ اگر قربت کرے عورت سے اوسوقت جبکہ باقی رہگئی ہوں ایک سال سے چار مہینے یا زیادہ اسوقت مولی ہوگا
اور اگر سال میں سے چار مہینے باقی نہیں رہے مثلا تین مہینے باقی رہے تھے کہ اوسنے قربت کی تو مولی نہوگا ولو حذف سنۃ لم یکن مولیا حتی یقربہا فیصیر
مولیا اور اگر مثال مذکور سے سال کا لفظ گرادیا یعنی یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے قربت نکرونگا مگر ایک دن تو مولی نہوگا بدون قربت کے پھر جب عورت سے قربت
کریگا تو مولی ہوگا بعد غروب ہونے آفتاب کے وطی کے دن اور یہی قید مثال سابق میں بھی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو زاد الا یوما اقربک فیہ لم یکن مولیا
ابدًا لانہ استثنی کل یوم یقربہا فیہ فلم یتصور منعہ ابدًا اور اگر اوس نے مثال مذکور میں الا یوما اقربک فیہ کو زیادہ کیا یعنی یوں کہا کہ واللہ میں تجھسے
قربت نکرونگا ایک سال مگر وہ دن جسمیں تجھسے قربت کرونگا تو کبھی مولی نہوگا خواہ قربت کرے یا نکرے اسواسطے کہ اوسنے ہر ایک اوس دن کو مستثنی کرلیا
جسمیں عورت سے قربت کرے تو اوسکا ممنوع ہونا وطی سے کبھی متصور نہیں تمام سال او قال وھو بالبصرۃ واللہ لا ادخل مکۃ وھی بہا لا یکون مولیا
لانہ یمکنہ ان یخرجہا منہا فیطأھا یا کہ زوج بصرہ میں تھا اور اوسنے یوں کہا کہ واللہ میں مکہ نجاونگا اور حالانکہ زوجہ مکہ میں ہے تو اس قول سے مولی نہوگا اسلئے

کہ ممکن ہے کہ عورت کو نکاح کرے بلا ایلاء پھر اوس سے وطی کرے والی من المطلقة رجعیا صح لبقاء الزوجیة ویبطل بمضی المدة اگر ایلا کیا رجعیہ مطلقہ سے تو یہ صحیح ہے
بسبب باقی رہنے زوجیت کے اور باطل ہوگا ایلا بعد طلاق بائن پڑنے کے بسبب گذر جانے مدت ایلاء کے یعنی چار مہینے گذر گئے اور ہنوز عدت رجعی کی باقی ہے پس بسبب انتفاء
محل کے اور اگر مدت عدت کی قبل مدت ایلاء کے گذر گئی تو بھی ایلا باطل ہوگا بسبب باقی نہ رہنے محل کے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن النهر والبحر ثم بعض نسخون مین
بمضی العدة ہے بجائے بمضی المدة کے چونکہ نسخہ محشی مدنی کا دوسری صورت کو شامل تھا لہذا اوسیکو مترجم نے اختیار کیا ولو والی من مبانة او اجنبیة بان قال لها
بعد ما تی الایلاء عدو لم یضفه الی الملک کما مر لا یصح لفوات محله ولو وطئها کفر لبقاء الیمین اور اگر ایلا کیا مطلقہ بائنہ سے یا اجنبیہ سے جس سے بعد
ایلا کرنیکے نکاح کیا اور ایلا باضافت الی الملک نکیا یعنی نکاح پر تعلیق نکی چنانچہ اسکا ذکر ہوچکا تو ایلا صحیح نہوگا بسبب فوت ہونے محل ایلا کے یعنی نکاح کے اور اگر
بعد ایلا کے بائنہ یا اجنبیہ سے وطی کریگا تو کفارہ لازم آویگا بسبب باقی رہنے یمین کے یعنی ہرچند ایلا نہوا لیکن یمین علی عدم قربت کی ثابت ہے ولو آلی فابانها ان مضت
مدته وهی فی العدة بانت باخری والا لا خانیه اور اگر زوج نے ایلا کیا پھر زوجہ کو طلاق بائن دی اگر مدت ایلا کی گذر گئی اور حالانکہ عورت ہنوز عدت
مین تھی تو اوسپر دوسری طلاق بائن پڑیگی اور اگر عدت پہلے منقضی ہوگئی تو دوسری طلاق نہ واقع ہوگی کذا فی الخانیه وعجز عجزا حقیقیا لا حکمیا کاحرام لکونه باختیاره
عن وطئها لمرض احدهما او صغرها او رتقها او جبه او عنته او لمسافة فانه لا یقدر علی قطعها فی مدة الایلاء او لحبسه اذا لم یقدر علی وطئها
فی السجن کما فی البحر عن الغایة وقوله لا بحق ثم آره لغیره فلیراجع عاجز ہوا ایلا کرنیوالا وطی سے حقیقی عاجز ہونا نہ حکمی جیسے بسبب احرام باندھنے کے ایسا نہ ہوا
کے اسواسطے کہ یہ عاجزی اختیاری ہے نہ اضطراری عاجز ہوا وطی سے بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغیرہ ہونے عورت کے یا بسبب بند ہونے شرمگاہ عورت کے یا بسبب مقطوع الذکر
یا نامرد ہونے مرد کے یا بسبب حائل ہونے اتنی مسافت کے کہ اوسکو قطع نہیں کرسکتا اور نہ پہنچ سکتا زوجہ تک ایلا کی مدت مین یا بسبب محبوس ہونے زوج کے ناحق بشرطیکہ
قادر نہو عورت کی وطی پر قید خانہ مین کما فی البحر الرائق عن الغایه شارح کہتا ہے حبس مین ناحق کی قید مصنف کرتے ہیں اور کسی فقیہ کے کلام مین نہین دیکھی تو اسکو دریافت
کرنیکو کتب فقہ کیطرف رجوع کرنا چاہیے حلبی محشی نے کہا کہ مینے اس روایت کی تلاش کی سو فتاوی عالمگیری مین اسکو پایا منقول فتاوی السرخسی سے کہ حبس واجبی
مین رجوع کرنا زبانی معتبر نہین اور حبس ناحق مین معتبر ہے اور مترجم نے بھی اس روایت کو فتاوی مذکور مین دیکھا تو اب مصنف کا قول تحقیق ہوگیا وکذا حبسها
ونشوزها ففیئه بقوله بلسانه فئت الیها او راجعتك او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوه لانه اذاها بذکره فیرضیها بالوعد
اور اسیطرح عاجز ہوا وطی سے بسبب محبوس ہونے زوجہ کے اور اوسکی نافرمانی سے تو رجوع کرنا زوج کا اوسکی زبانی قول سے کفایت کرتا ہے چنانچہ یون کہنا کہ مینے
رجوع کیا زوجہ کیطرف یا یون کہا کہ مینے تیری طرف یا یون کہا کہ مینے ایلا کو باطل کردیا یا یون کہا کہ جو مین نے کہا تھا اوس سے مین پھرا اور مانند ان اقوال کے
یعنی بعد ایلا کے بسبب عذرات مذکورہ کے وطی نکرسکا تو زبانی قول سے ایلا دفع کرے اسواسطے کہ زوج نے زوجہ کو اذیت اور تکلیف دی تھی بسبب منع وطی
کے تو اوسکو اب راضی کرے وعدہ کرکے فان قدر علی الجماع فی المدة ففیئه الوطء فی الفرج لانه الاصل فان وطئ فی غیره ابدا
لا یکون فیئا پھر بعد رجوع قولی کے اگر زوج قادر ہوا جماع پر مدت ایلا مین تو اوسکا رجوع کرنا معتبر ہوگا وطی فی الفرج سے اسواسطے کہ وہی اصل ہے سو اگر
غیر فرج مین وطی کریگا جیسے کہ مقعد مین تو رجوع کرنا معتبر نہوگا ومفاده اشتراط دوام العجز من وقت الایلاء الی مضی مدته وبه صرح فی
الملتقی وفی الحاوی الی وهو صحیح ثم من لم یکن فیئه الا الجماع اور مستفاد ہوتا ہے قول مصنف سے یعنی فان قدر علی الجماع سے شرط ہونا دوام
عاجزی کا رجوع لسانی مین ایلا کے وقت سے اوسکی مدت کے گذرنے تک اور اسی شرط کو مصرح کردیا ہے ملتقی الابحر مین اور حاوی مین بیان کیا کہ زوج نے حالت صحت مین ایلا کیا پھر
بیمار ہوگیا تو اوسکا رجوع کرنا ثابت نہوگا بدون جماع کے شارح نے اس روایت سے ملتقی کے کلام کی تائید کی وبقی شرط ثالث ذکره فی البدائع وهو قیام النکاح
وقت الفیء باللسان فلو ابانها ثم فاء بلسانه بقی الایلاء اور باقی رہی تیسری شرط رجوع قولی کی شرط اول عجز ہے اور شرط ثانی دوام عجز اور شرط ثالث

کو بدائع میں مذکور کیا وہ قیام ہے نکاح کا وقت رجوع کرنے زبانی کے یعنی رجوع کیوقت عورت منکوحہ ہو نہ بائنہ تو اگر زوج نے بعد ایلا کے عورت کو طلاق بائن
دی پھر زبانی رجوع کیا تو رجوع کرنا ثابت نہوگا اور ایلا باقی رہیگا قال لامرأته انتِ علیّ حرام ونحو ذلك کانتِ معی فی الحرام ایلاء ان نوی التحریم
اولم ینو شیئا وظهار ان نواه وهدر ان نوی الکذب وذا دیانة واما قضاء فایلاء قهستانی وتطلیقة بائنة ان نوی الطلاق وثلث
ان نواها ویفتی بانه طلاق بائن وان لم ینوه لغلبة العرف ولذا لا یحلف به الا الرجال کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ تو مجھپر حرام ہے اور
مانند اس کلام کے کہہ اور بولا جسمیں حرام کا لفظ ہو چنانچہ یوں کہا کہ تو میرے ساتھہ ہے حرام کے اندر تو یہہ قول ایلاء ہے اگر اوس نے تحریم کا ارادہ کیا اسواسطے
کہ تحریم حلال کی یمین ہے یا زوج نے اس کلام سے کچھہ ارادہ نکیا نہ ظہار کا نہ طلاق کا نہ ایلا کا نہ کذب کا تو بھی ایلاء ہے اور یہہ کلام ظہار ہوگا اگر اوس نے
ظہار کا ارادہ کیا اور یہہ کلام باطل اور مہمل ہوگا اگر اوس نے کذب کا ارادہ کیا اور اسکا باطل ہونا باعتبار دیانت کے ہے اور باعتبار حکم قاضی کے تو ایلا ہی ہوگا
کذا فی القهستانی اور یہہ کلام ایک بائن طلاق ہوگا اگر اوس نے طلاق کی نیت کی اور تین بار طلاق واقع ہوگی اگر اوس نے تین طلاق کی نیت کی اور فتوی یہہ ہے
کہ یہہ کلام یعنی انتِ علیّ حرام طلاق بائن ہی ہے اگرچہ زوج نے طلاق بائن کی نیت نکی ہو بسبب غلبہ استعمال کے یعنی بالفعل یہہ قول طلاق ہی میں اکثر مستعمل ہے واسطے
اس قول سے سوای مردوں کے کوئی قسم نہیں کہاتا ولو لم یکن له امرأة او حلفت به المرأة کان یمینا کما لو ماتت وبانت لا الی عدة ثم وجد الشرط لم تطلق امرأته
المتزوجة بعد لصیرورتها یمینا فلا تنقلب طلاقا اور اگر مرد کی کوئی زوجہ نہو اور اوسنے کہا کہ علیّ الحرام یعنی حرام مجھپر لازم ہوا یا کہ عورت نے بلفظ حرام قسم کی یعنی
زوج سے خطاب کر کے بولی کہ تو مجھپر حرام ہے تو یہہ قول یمین ہوگا نہ طلاق چنانچہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجھپر حرام ہے اگر میں غلام کو ماروں پھر زوجہ مخاطبہ مر گئی
یا بائن ہو گئی بدون عدت کے بسبب طلاق قبل دخول کے پھر شرط پائی گئی یعنی مثلا غلام کو مارا تو مطلقہ نہوگی اوسکی عورت وہ عورت جس سے بعد موت زوجہ اولی کے نکاح کیا ہی
قول پر فتوی ہے کہ زوجہ ثانیہ پر طلاق نہ واقع ہوگی بسبب ہوجانے تعلیق کے یمین یعنی جبکہ زوجہ مخاطبہ مر گئی یا بائن ہو گئی تو تعلیق طلاق کی بسبب فوت ہونے محل کے یمین ہوگئی پھر جب تعلیق
یمین ہوگئی تو یمین منقلب ہوکر طلاق نہیں ہوسکتی ومثله انتِ معی فی الحرام والحرام یلزمنی ومحرمة علیّ وانتِ محرمة او حرام علیّ او لم یقل علیّ وانا
علیکِ حرام او محرم او حرمت نفسی علیکِ او انتِ علیّ حرام کالمیتة او الخنزیر بزازیه اور انتِ علیّ حرام کی مانند ہیں یہہ قول کہ تو ساتھہ میرے
حرام میں اور حرام مجھکو لازم ہوا اور میں نے تجھکو اپنے اوپر حرام کیا اور تو مجھپر محرمہ ہے یا حرام ہے یا کہ اس مثال میں مجھپر کا لفظ نہ بولا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ تو حرام ہے
یا محرم ہے اور میں تجھپر حرام ہوں یا محرم ہوں یا کہ میں نے اپنی ذات کو تجھپر حرام کیا یا کہ تو مجھپر حرام ہے مانند مردہ کے ہے یا سور کے کذا فی البزازیہ یعنی ان سب اقوال سے طلاق
بائن واقع ہوگی بقول مفتی بہ اور اگر قائل کی زوجہ نہوگی تو یہہ اقوال یمین ہوجاوینگے گر تو حانث ہونے سے کفارہ لازم آویگا ولو کان له اربع نسوة والمسئلة
بحالها وقع علی کل واحدة منهن طلقة بائنة وقیل تطلق واحدة منهن والیه البیان کما مر فی الصریح وهو الاظهر والاشبه ذکره
الزیلعی والبزازی وغیرهما وقال الکمال الاشبه عندی الاول وبه جزم صاحب البحر فی فتاواه وصححه فی جواهر الفتاوی واقره
المصنف فی شرحه اور اگر زوج کی چار عورتیں ہوں اور یہہ مسئلہ بحال خود بطور سابق ہو ذکر تحریم میں یعنی چار عورتوں کو زوج نے کہا کہ امرأتی علیّ حرام یعنی میری
عورت مجھپر حرام ہے تو ہر عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ ان چار عورتوں میں سے ایک ہی عورت پر طلاق واقع ہوگی اور زوج کا اختیار
ہے بیان تعیین میں چنانچہ اسکا ذکر طلاق صریح میں ہوچکا اور یہی قول ظاہر تر اور اشبہ بالحق ہے چنانچہ زیلعی اور بزازی اور انکے سوا اور فقہا نے مثل
صاحب خلاصہ اور ذخیرہ اور ظہیریہ نے اسکو ذکر کیا ہے اور کمال الدین محقق نے فتح القدیر میں کہا کہ میرے نزدیک اشبہ بحق قول اول ہے یعنی ہر عورت پر طلاق واقع ہونا
اور اسیکا یقین کیا ہے صاحب بحر الرائق نے اپنی فتاوی میں اور جواہر الفتاوی میں بھی اسیکی تصحیح کی ہے اور مصنف نے بھی اسی قول کو اپنی شرح میں قائم رکھا ہے
منح الغفار میں کلام محقق کا فتح القدیر سے یوں منقول ہے کہ میرے نزدیک اشبہ بحق وہ ہے جو فتاوی میں ہے اسواسطے کہ یوں کہنا کہ حلال خدا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام

سے یہہ ہر زوجہ کو شامل ہے تو ہر ایک زوجہ پر طلاق بائن واقع ہوگی انتہی تو معلوم ہوا کہ محقق ممدوح اور اوسکے تابعین کا کلام حلال اللہ اور حلال المسلمین میں ہے نہ کہ انت
علی حرام میں اسواسطے کہ خطاب صریح مانع ہے عموم کا اور نہ امراتی علی حرام میں ہے اور ظاہر نظر میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہہ گفتگو انتِ علیَّ حرام میں ہے لہذا شارح نے
اکثر قولین سے کا استدراک کیا لکن فی النھر یجب ان یکون معنی قول الزیلعی والمسئلۃ بحالھا یعنی التحریم لا بقید انتِ علیَّ حرام مخاطبا لواحدۃ
کما فی المتن بل یجب فیہ ان لا یقع الا علی المخاطبۃ انتھی قلت یعنی بخلاف حلال اللہ او حلال المسلمین فانہ یعم وبہ یحصل التوفیق فلیحفظ
لیکن نہر الفائق میں ہے کہ واجب ہے کہ ہوں معنی اس قول زیلعی کے کہ یہہ مسئلہ بطور سابق کے ہے یعنی فقط تحریم میں مثل مسئلہ سابقہ کے ہے نہ کہ بقید خطاب زوجۂ واحدہ
کے چنانچہ متن میں ہے یعنی کنز میں بلکہ یہہ واجب ہے انتِ علیَّ حرام میں کہ طلاق نہ واقع ہو کسی پر بجز زوجۂ مخاطبہ کے انتہی کلام النہر شارح کہتا ہے کہ میں کہتا ہوں
یعنے بخلاف حلال اللہ یا حلال المسلمین کے کہ یہہ عام ہے چاروں عورتوں کو شامل ہے اور اسی سے حاصل ہوگئی توفیق یعنی تصریح صاحب نہر الفائق اور توضیح شارح
سے کلام فقہا میں اتفاق حاصل ہوگیا سو اس تحقیق کو یاد رکھنا چاہیئے یعنی جو کہتا ہے کہ سب عورتوں پر طلاق واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے کہ حلال اللہ یا
حلال المسلمین اور جو کہتا ہے کہ فقط زوجہ مخاطبہ ہی پر واقع ہوگی سو اس قول سے کہتا ہے کہ انت علی حرام اور شارح کا یہہ مطلب نہیں کہ نہر الفائق کی تصریح سے متن تنویر الابصار
کے دونوں قولوں میں اتفاق ہوگیا اسواسطے کہ ان دونوں قولوں کا اختلاف امراتی علی حرام پر مبنی ہے سو توفیق یا کہ عموم کے قائل ہیں سو امراتی کی اضافت کو اضافت جنسی کہتے
ہیں اور جو خصوص کے قائل ہیں وہ اضافت عہدی کہتے ہیں خلاصہ یہہ ہے کہ الفاظ تین طرح پر ہیں قسم اول حلال اللہ یا حلال المسلمین سو یہہ تو عام ہے اور یہی اصح ہے
فتاوی اور کمال الدین محقق اور مصنف کی اپنی شرح میں قسم ثانی انت علی حرام یہہ خاص ہے مخاطبہ کو قسم ثالث امراتی علی حرام اسمیں اختلاف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
فروع مسائل متفرقہ شارح کے انت علیَّ حرام الف مرۃ یقع واحدۃ زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو مجہپر حرام ہے ہزار بار تو ایک طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ حرمت شئی واحد
میں تعدد کی گنجائش نہیں بخلاف طلاق کے واللہ اعلم طلقھا واحدۃ ثم قال لھا انتِ حرام ناویا ثنتین وقع واحدۃ عورت کو ایک طلاق دی پہر کہا اوس
کہ تو حرام ہے دو طلاق کی نیت کرکے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی کذا مرتین ونوی بالاول طلاقا وبالثانی یمینا صح انت حرام کو دو بار کہا اور اول سے
طلاق کی نیت کی اور دوسری سے یمین کی تو صحیح ہے قال ثلث مرات حلال اللہ علیہ حرام ان فعل کذا ووجد الشرط وقع الثلث کہا تین بار کہ حلال
خدا کا حرام ہے اسپر اگر ایسا کرے اور شرط پائی گئی تو تین بار طلاق واقع ہوگی قال لھما انتما علیَّ حرام ونوی فی احدھما ثلثا وفی الاخری واحدۃ فکما
نوی یفتی وتمامہ فی البزازیہ کہا دو عورتوں سے کہ تم دونو مجہپر حرام ہو اور ایک عورت میں تین طلاق کا ارادہ کیا اور دوسری میں ایک طلاق کا تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اوس نے
ارادہ کیا اسی پر فتوی ہے اور پورا بیان اسکا بزازیہ میں ہے قال انتما علیَّ حرام یحنث بوطی کل ولو قال واللہ لا اقربکما لم یحنث الا بوطیھما والفرق لا یخفی
کہا کہ تم دونو مجہپر حرام ہو تو حانث ہوگا ہر عورت کی وطی سے اور اگر یوں کہا کہ واللہ تم دونوں سے میں قربت نکرونگا تو حانث نہوگا مگر دونوں کی وطی سے یعنی ایک کی وطی
سے قسم نٹوٹیگی اور وجہ فرق دونو مسئلونکی مخفی نہیں اسواسطے کہ پہلی صورت میں ہر عورت کو متصف بحرمت کیا تو ہر عورت کو حرمت مستقلہ ثابت ہوئی اور دوسری
صورت میں دونوں کی وطی سے اپنی ذات کو روکا تو ایک کی وطی سے حانث نہوگا اور دوسری وجہ فرق کی یہہ ہے کہ پہلی صورت میں ایلا معنوی ہے باعتبار معنی تحریم کے ہر ایک
میں جدی جدی موجود ہے بخلاف صورت ثانیہ کے واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وفی الجوھرۃ کرر واللہ لا اقربک ثلثا فی مجلس ان نوی
التکرار تعدد والا فالایلاء واحد والیمین ثلث وان تعدد المجلس تعدد الایلاء والیمین واللہ اعلم اور جوہرہ میں ہے کہ واللہ میں تجہسے قربت نکرونگا
اسکو تین بار ایک مجلس میں مکرر کہا اگر تکرار کی یعنی تاکید کی نیت کی تو ایک ہی ایلا اور ایک ہی یمین ہوگی اور اگر تاکید کی نیت نکی تو ایک ایلا ہوا یعنی اگر چار مہینے
بدون وطی کے منقضی ہوں گے تو ایک طلاق ہوگی اور تین یمین ہونگی یعنی اگر وطی کریگا تو تین کفارے دینے لازم ہونگے اور مجلسیں متعدد ہونگی یعنی ہر مجلس
میں ایکبار واللہ لا اقربک کہیگا تو تین ایلا اور تین یمین ہونگی اگر چار مہینے تک قربت نکریگا تو تین بار طلاق واقع ہوگی اور اگر قربت کریگا تو تین کفارے لازم آوینگے واللہ اعلم

باب الخلع

هو لغۃ الازالۃ یہ باب ہی احکام خلع مین اور خلع لغت مین بمعنی ازالہ یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے زائل کرنا اور جدا کرنا اور لکالنا جیسے کپڑے کو بدن سے اور موزہ
کو پاؤن سے نکالنا واستعمل فی ازالۃ الزوجیۃ بالضم وفی غیرہ بالفتح اور خلع مستعمل ہے ازالہ زوجیت مین بضم اول اور ازالہ زوجیت کے غیر مین بفتح اول
مستعمل ہے وشرعا کما فی البحر ازالۃ ملک النکاح خرج بہ الخلع فی النکاح الفاسد وبعد البینونۃ والردۃ فانہ لغو کما فی الفصول اور خلع
باعتبار اصطلاح شرع کے چنانچہ بحر الرائق مین ہی عبارت ازالہ ملک نکاح سے ہی ملک نکاح کی قید سے نکاح فاسد مین خلع کرنا اور طلاق بائن او رمرتد ہونیکے
بعد خلع کرنا خلع شرعی کی تعریف سے نکل گیا اسواسطے کہ وہ لغو ہے بسبب عدم ملکیت نکاح کے کذا فی الفصول المتوقفۃ علی قبولہا خرج بہ ما لو قال خلعتک
ناویا الطلاق فانہ یقع بائنا غیر مسقط للحقوق لعدم توقفہ علیہ ویسا ازالہ ملک نکاح کا خلع ہے جو موقوف ہے عورت کے قبول کرنے پر تو اس
قید سے نکل گئی وہ صورت کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو خلع کیا طلاق کی نیت سے یون کہا تو طلاق بائن واقع ہوگی بلا اسقاط حقوق زوجیت
تو یہہ قول خلع نہوگا بسبب نہ موقوف ہونے اس طلاق کے عورت کے قبول پر اور جو ازالہ ملک نکاح عورت کے قبول پر موقوف نہین وہ خلع نہین بخلاف خالعتک
بلفظ المفاعلۃ او اختلعی بالامر ولم یسم شیئا فقبلت فانہ خلع مسقط حتی لو کانت قبضت البدل ردتہ خانیہ بخلاف خالعتک یعنی زوج
نے بلفظ باب مفاعلت خلع کیا یا عورت سے بصیغہ امر اختلعی کہا یعنی خلع قبول کر اور اوسکے عوض مین کچھ مال مقرر نکیا سو عورت نے خلع قبول کیا تو یہہ قول خلع ہے
مسقط حقوق زوجیت کا یہانتک کہ اگر منکوحہ مہر قبض کر چکی ہوگی تو اوسکو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا کذا فی الخانیہ بلفظ الخلع خرج الطلاق علی مال فانہ
غیر مسقط فتح یعنی ازالہ ملک بلفظ خلع ہو تو اس قید سے طلاق بعوض مال کے تعریف خلع سے نکل گیا اسواسطے کہ طلاق ان کو حقوق زوجیت کو ساقط نہین کرتا کذا فی فتح القدیر
وزاد قولہ او ما فی معناہ لیدخل لفظ المبارأۃ فانہ مسقط کما سیجیء ولفظ البیع والشراء فانہ کذلک کما صححہ فی الصغری خلافا للخانیہ یعنی خلع
عبارت ہے اوس ازالہ ملک سے جو بلفظ خلع ہو یا اوس لفظ سے ہو جو معنی خلع ہو مصنف نے اس قول کو اسواسطے زیادہ کیا تاکہ مبارات کا لفظ خلع مین داخل ہو جاوے
اسواسطے کہ وہ بھی حقوق زوجیت کا مسقط ہے چنانچہ عنقریب آویگا اور تاکہ خلع بلفظ بیع اور شرا داخل رہے خلع مین اسواسطے کہ وہ بھی اسیطرح مسقط ہے چنانچہ اسکی تصحیح
کی ہے فتاوی صغری مین خلاف خانیہ کے ہم اب تعریف خلع کی پوری ہوگئی اپنے افراد کی جامع اور غیر کی مانع وافاد التعریف صحۃ خلع المطلقۃ رجعیا اور فائدہ دیا
تعریف مذکور نے مطلقہ رجعی کی صحت خلع کا اسواسطے کہ خلع عبارت ہے ازالہ ملک نکاح سے اور بقاء عدت تک طلاق رجعی مین ملک ثابت ہے لہذا رجعت بدون تجدید نکاح کے درست
ولا باس بہ عند الحاجۃ للشقاق بعدم الوفاق اور کچھہ مضائقہ نہین خلع کرنے مین وقت ضرورت کے جب آپسمین پھوٹ پڑے نا اتفاقی سے اور دکھ دینا عورت
چھوڑ دینیکے بدلے جائز ہے بشرطیکہ نااتفاقی دونو طرف سے نہو چنانچہ صحیح بخاری مین بروایت عبد اللہ بن عباس ثابت ہے کہ ایک عورت نے ایک باغ اپنے مہر مین پایا تھا وہ اپنی زوج
راضی نتھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ باغ پھیر کر خلع کرا اور بلا ضرورت عورت کو خلع کی خواہش کرنا حرام ہے جامع ترمذی مین بحدیث مرفوع ثابت ہے کہ جو عورت
کہ بلا ضرورت زوج سے طلاق کی خواہش کریگی تو اوسپر بہشت کی خوشبو حرام ہے لیکن جب کسیطرح موافقت نہو سکے تو بموجب نص قرآنی کے جدائی بعوض مال کے جائز
ہے کذا فی حاشیۃ المدنی بما یصلح للمهر بغیر عکس کلی لصحۃ الخلع بدون العشرۃ وبما فی یدہا وبطن غنمها وجوز العینی انعکاسہا خلع
جائز ہے عوض اس مال کے جو صلاحیت مہر کی رکھتا ہو بدون عکس کلی کے یعنی جو صلاحیت خلع کی رکھتا ہو وہ صلاحیت مہر کی بھی رکھے یہہ کلیہ صحیح نہین بسبب صحت
خلع کے کمتر دس درم سے اور بعوض اوس مال کے جو عورت کے قبضے مین ہے اور بعوض اوس بچہ کے جو بکری کے پیٹ مین ہے اور حالانکہ دس درم سے کم مین اور
عورت کے مقبوضی سے بسبب مجہول ہونے مال کے اور پیٹ کے بچہ سے مہر صحیح نہین اور علامہ عینی نے اسکا انعکاس جائز رکھا ہے ہم کلام عینی مین انعکاس سے مراد شاید
انعکاس منطقی ہے اسواسطے کہ منطق مین موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوتا ہے سو یہان صحیح ہے عکس لغوی کیسیطرح صحیح نہین ہوسکتا وتمہ کلیہ کا اطلاق اور شرط

خلع کرنا مانند شرط طلاق کرنے کے ہے یعنی منکوحہ ہونا زوجہ کا اور اہلیت زوج کی تو صبی اور مجنون کا خلع صحیح نہیں وصفتہ ما ذکر بقوله هو یمین فی جانبه لانه تعلیق
الطلاق بقبول المال فلا یصح رجوعه عنه قبل قبولها ولا یصح شرط الخیار له ولا یقتصر علی المجلس ای مجلسه ویقتصر قبولها علی مجلس
علمها اور خلع یمین ہے مرد کی جانب میں اسواسطے کہ وہ تعلیق ہے طلاق کی مال کی قبول پر تو صحیح نہیں پلٹنا زوج کا خلع سے قبل قبول کرنے عورت کے اور صحیح
نہیں زوج کو شرط کرنا اپنے اختیار کا اور منحصر نہیں زوج کی مجلس پر یعنی اگر زوج مجلس بدلیگا تو خلع باطل نہوگا اور موقوف ہے قبول کرنا عورت کا اپنے علم
کی مجلس پر یعنی جب عورت کو خلع کی خبر ہو اور وہ مجلس میں نہ قبول کرے اٹھہ کھڑی ہو خلع باطل ہوگا وفی جانبها معاوضة بمال فیصح رجوعها قبل قبوله
ویصح شرط الخیار لها ولو اکثر من ثلثة ایام بحر ویقتصر علی المجلس کالبیع اور عورت کی جانب میں خلع بدلائی ہے عوض مال دینے کی تو صحیح ہے عورت
کا رجوع کرنا قبل قبول کرنے زوج کے اور صحیح ہے عورت کو اختیار کا شرط کرنا اگرچہ تین روز سے زیادہ اپنے اختیار کو شرط کرلے کذا فی البحر الرائق اور موقوف ہے
صحت خلع کی عورت کی مجلس پر مانند بیع کے فائدة یشترط فی قبولها علمها بمعناه لانه معاوضة بخلاف طلاق وعتاق وتدبیر لانه اسقاط
والاسقاط یصح مع الجهل فائدہ مشروط ہے عورت کی صحت قبول میں دریافت کرنا عورت کا معنی خلع کو تو اگر زوج مثلا ہند کی عورت سے خلع بعوض
مال عربی زبان میں کرادے تو قبول صحیح میں صحیح نہوگا اسواسطے کہ خلع بدلائی کا نام ہے اور بدلائی بدون دریافت کے نہیں ہوتی بخلاف طلاق اور عتاق اور
تدبیر کی کہ اون میں علم ہونا ضرور نہیں اسواسطے کہ یہ ہر واحد عبارت ہے اسقاط حق سے اور اسقاط نادانی کے ساتھہ صحیح ہوجاتا ہے یعنی فقط قضا صحیح ہے نہ دیانة
کذا فی حاشیة المدنی وطرف العبد فی العتاق علی مال کالطرف فیها فی الطلاق اور جانب غلام کی آزادی بشرط مال میں مانند جانب عورت کے ہے طلاق میں
یعنی اگر غلام کہے مولی سے کہ عوض اسقدر مال کے مجھکو آزاد کیجئے تو غلام کو رجوع کرنا قبل قبول مولی کے درست ہے اور اگر مولی کہے کہ میں نے بعوض اتنے مال کے
تجھکو آزاد کیا تو مولی اس کلام سے پلٹ نہیں سکتا اور شرط خیار اور اقتصار علی المجلس کو بھی اسی پر قیاس کرلینا چاہئے والخلع یکون بلفظ البیع والشراء وطلاق
والمبارأة کبعت نفسك او طلاقك او طلقتك علی کذا او بارأتك ای فارقتك وقبلت المرأة اور خلع ہوتا ہے بلفظ بیع اور شرا اور طلاق اور مبارأت
کے چنانچہ یون زوج کا کہنا کہ میں نے تیری ذات کو یا تیری طلاق کو بیچا یا یون کہے کہ میں نے تجھکو طلاق بعوض اتنے مال کے دی یا یون کہا کہ مبارأة کی میں نے تجھسے یعنی تجھکو
جدا کیا اور عورت نے قبول کرلیا تو خلع ان الفاظ سے ثابت ہوگیا ھم خلع بلفظ شرا کی یہہ مثال کہ عورت نے کہا کہ میں نے اپنی ذات یا اپنی طلاق تجھسے مول لی بعوض
اتنے مال کے کذا فی منح الغفار وحکمه ان الواقع به ولو بلا مال وبالطلاق الصریح علی مال طلاق بائن وثمرته فیما لو بطل البدل کما سیجئ
اور حکم خلع یہہ ہے کہ جو خلع سے واقع ہوتی ہے سو طلاق بائن ہے اگرچہ خلع بدون مال کے ہوا اور اگرچہ بلفظ طلاق صریح ہو عوض مال کے اور ثمرہ اس حکم کا اوس صورت میں
ظاہر ہوتا ہے جب کہ بدل خلع کا مال باطل واقع ہو مانند شراب یا سور کے چنانچہ بدل باطل کا بیان بعد چند سطر کے عنقریب آتا ہے یعنی جب کہ بدل خلع میں مال
باطل مذکور ہوگا تو اگر خلع بلفظ خلع ہوا ہے تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بلفظ طلاق ہوا ہے تو طلاق رجعی واقع ہوگی والخلع هو من الکنایات فیعتبر
فیه ما یعتبر فیها من قرائن الطلاق لکن لو قضی بکونه فسخا نفذ لانه مجتهد فیه وقیل لا اور خلع کنایات میں داخل ہے تو خلع میں اعتبار کیا جاوگا
اس امر کا جسکا کنایات میں اعتبار ہوتا ہے یعنی قرائن طلاق کا چنانچہ قبل اسکے مذاکرہ طلاق کا ہونا یا طلاق کا سوال کرنا در المنتقی میں ہے کہ مال مقرر کرنا خلع میں یہ
بھی قرینہ ہے طلاق کا کذا فی حاشیة المدنی اور باوجودیکہ خلع کنایات میں داخل ہے اور کنایات سے طلاق ہی واقع ہوتی ہے نہ فسخ لیکن اگر قاضی حنبلی یا شافعی بموجب
اپنے مذہب کے خلع کو فسخ ہونیکا حکم کرے تو نافذ ہوگا اسواسطے کہ اس امر میں اجتہاد کی گنجایش ہے اور قول مجتہد فیہ میں حکم قاضی نافذ ہے اگرچہ قاضی شافعی ہو اور
مدعی یا مدعا علیہ حنفی یا مالکی یا حنبلی اور قول ضعیف یہہ ہے کہ قاضی کا حکم اسمین نافذ نہیں خلعها ثم قال لم انو به الطلاق فان ذکر بدلا لم یصدق
قضاء فی الصور الاربع اور اگر مرد نے عورت سے خلع کیا پھر بولا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہین کی تو اگر زوج بدل خلع میں کچھہ مال کو ذکر کیا ہے تو قضاء

اوسکی تصدیق نہوگی چاروں صورتوں مین الفاظ بیع اور شرا اور خلع اور مبارات مین اسواسطے کہ ذکر عوض کا قرینہ ہے طلاق کا مگر باعتبار دیانت کے البتہ تصدیق
ہوگی لیکن اس صورتمین بہی عورت کو مرد کے پاس رہنا جائز نہین اسواسطے کہ عورت مانند قاضی کے اوسکے ظاہر پر عمل کرتی ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر
والا صُدِّقَ فی ما اذا وقع بلفظ الخلع والمباراۃ لانهما کنایتان ولا قرینۃ بخلاف لفظ بیع وطلاق اور اگر مال مذکور نہین ہوا تو زوج کی تصدیق ہوگی
اوس خلع مین جو کہ بلفظ خلع اور بلفظ مبارات واقع ہوا ہے اسواسطے کہ یہہ دونو لفظ کنایہ ہین طلاق سے اور قرینہ طلاق کا کوئی موجود نہین بخلاف لفظ بیع اور
طلاق کے کہ اوسمین زوج کی تصدیق نہوگی بدون ذکر مال کے بہی اسواسطے کہ وہ دونو لفظ طلاق صریح ہین قرینہ اور نیت کی کچہہ اوسمین حاجت نہین لفظ بیع
اسواسطے طلاق صریح ٹہرا کہ بیع عبارت ہے زوال ملک عین سے اور زوال ملک عین کو زوال ملک منافع لازم ہے وفیہ اشارۃ الی اشتراط النیۃ وهو
ظاہر الروایۃ الا ان المشائخ قالوا لا یشترط النیۃ لانه بحکم غلبۃ الاستعمال صار کالصریح کما فی القہستانی عن متفرقات طلاق المحیط
اوراسمین یعنی خلع اور مبارات کی کنایہ ہونیمین اشارہ ہے نیت کی شرط ہونیکی طرف یعنی بلفظ خلع بدون نیت کے طلاق نہ واقع ہوگی اور یہہ ظاہر الروایۃ
ہے مگر مشائخ نے کہا ہے کہ نیت شرط نہین اسواسطے کہ لفظ خلع بسبب کثرت استعمال کے مانند طلاق صریح کے ہوگیا ہے چنانچہ قہستانی مین یہہ مذکور ہے متفرقات
طلاق محیط سے طحطاوی نے لکہا کہ مشائخ سابقین کے زمانہ مین شاید ایسا ہی ہوگا کہ خلع بجای طلاق صریح مستعمل ہوتا ہوگا وکُرِہَ له تحریما اخذ شیءٍ
ویلحق به الابراء عمالها علیه ان نشز اور اگر ناموافقت اور زیادتی زوج کیطرف سے ہو تو اوسکو خلع کی عوض کچہہ لینا عورت سے مکروہ تحریمی ہے
اوراس سے ملحق ہے ابرار دین یعنی اگر عورت کا دین ہو مرد پر مہر ہو یا غیر مہر اور مرد عوض خلع کے اوسکی معافی چاہے تو یہہ بہی مکروہ تحریمی ہے طحطاوی
محشی نے لکہا کہ حق یون ہے کہ اس حال مین مال لینا حرام قطعی ہے لیکن اگر لیگا تو مالک ہوگا بملک خبیث کذا فی حاشیۃ المدنی وان نشزت لا ولو
منه نشوز ایضا ولو باکثر مما اعطاها علی الاوجه فتح اور اگر نافرمانی اور ناموافقت عورت کیطرف سے ہو تو عورت سے عوض خلع کے مال لینا
مکروہ نہین اگرچہ بعد نافرمانی زوجہ کے زوج کیطرف سے بہی ناموافقت ہوگئی ہو تو بہی مال لینا درست ہے اگرچہ خلع مین لینا دینے سے زیادہ ہو
یعنی اگر مثلا دس درم مہر مین عورت کو دئے تہے اور بیس درم خلع کی عوض سلئے تو بہی جائز ہے بنابراوس قول کے جسکی وجہ خوب تر ہے کذا فی فتح القدیر و
صحح الشمنی کراهیۃ الزیادۃ وتعبیر الملتقی لا باس به یفید انها تنزیهیۃ وبه یحصل التوفیق اور شمنی نے مہر سے زیادہ لینے کی کراہیت کو صحیح کہا
ہے اور تعبیر ملتقی الابحر کی بلفظ لا باس به کے اسکا فائدہ دیتی ہے کہ کراہت تنزیہی ہے تو اس تقریر سے حاصل ہوگیا اتفاق دو قولون کا سو جو فقیہ کہ دینے سے
زیادہ لینے کو کہتا ہو سو کراہت تنزیہی کا ارادہ کرتا ہے اور جو نفی کراہت کی کرتا ہے وہ کراہت تحریمی کی نفی کرتا ہے نہ تنزیہی کی تو اختلاف جاتا رہا اکرهها الزوج
علیه تطلق بلا مال لان الرضا شرط للزوم المال وسقوطه زبردستی کی عورت پر زوج نے خلع قبول کرنے پر تو بدون مال کے طلاق واقع ہوگی اسواسطے
کہ رضامندی شرط ہے لازم ہونے مال میں اور ساقط ہونے مال مین یعنی خواہ عورت نے مال دینا اپنے اوپر جبر سے لازم کر لیا ہو یا اسقاط مہر کا قبول کیا تو جبر مین مال
دینا لازم ہوگا اور نہ مہر ساقط ہوگا ولو هلك بدل له فی یدها قبل الدفع او استحق فعلیها قیمته لو البدل قیمیا ومثله لو مثلیا لان الخلع
لا یقبل الفسخ اور اگر ہلاک ہوگیا بدل خلع کا عورت کے ہاتہہ مین یا اوسکا کوئی اور مالک نکلا عورت کے سوا تو اگر بدل قیمت والی چیز تہا چنانچہ غلام یا کپڑا تو عورت پر
اوسکی قیمت دینا لازم ہوگا اور اگر بدل مثلی تہا چنانچہ کیلی یا وزنی چیز تہا تو عورت کو اوسکی مانند دینا لازم آویگا اسواسطے کہ خلع فسخ ہونیکو قبول نہین کرتا بخلاف
بیع کے جب کہ بائع کے پاس ہلاک ہوجاوے اسواسطے کہ بیع فسخ ہوسکتی ہے خلعها او طلقها بخمر او خنزیر او میتۃ او نحوها مما لیس بمال وقع طلاق بائن
فی الخلع رجعی فی غیرہ وقوعا مجانا فیهما لبطلان البدل وهو الثمرۃ کہا مصنف نے خلع کیا عورت سے یا طلاق دی اوسکو عوض شراب یا سور یا مردار یا مانند
اسکے اس قسم سے کہ وہ مسلمان کے حق میں مال نہین تو طلاق بائن واقع ہوگی خلع کے لفظ مین اور طلاق رجعی ہوگی خلع کے سوا اور الفاظ مین دونو صورتون مین طلاق

کا واقع ہونا مفت ہوگا بسبب باطل ہونے بدل کے اور یہہ وہ ثمرہ ہے جسکی آمد کا شارح نے وعدہ کیا تھا ولو سمّت حلالاً کھذا الخل فاذا ھو خمر رجع
بالمھر ان لم یعلم والا لا شیٔ لہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین حلال مال کا نام لیا چنانچہ یون کہا کہ مجھسے خلع کر عوض اس سرکہ کے حالانکہ وہ شراب تھی سرکہ
نتھا تو زوج مہر کو پھیر لے اگر ادا کیا ہوا اور اگر ہنوز دیا نہین تو ساقط ہوا بشرطیکہ زوج کو شراب ہونیکا علم نتھا اور اگر زوج جانتا ہو کہ وہ سرکہ نہین بلکہ شراب ہے
تو مفت طلاق واقع ہوگی مہر عورت کا قائم رہیگا اسواسطے کہ فریب عورت کا ثابت نہین اس صورتمین کما لو قالت علیٰ ما فی یدی ای الحسیة ولا شیٔ
فی یدھا لعدم التسمیة چنانچہ مفت طلاق واقع ہوتی ہے اس صورتمین کہ عورت نے اپنے مرد سے کہا کہ مجھسے خلع کر میرے ہاتھہ والی چیز پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھہ مین
کچھہ نہین مفت طلاق ہوگی بسبب عدم تقرر مال کے اور ہاتھہ سے مراد اس مثال مین ظاہری ہاتھہ ہے نہ معنوی یعنی قبض اور تصرف وکذا عکسہ اور اسیطرح اس
مثال کے بالعکس مین مفت طلاق ہوگی یعنی اگر مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجھسے خلع کیا اپنی ہاتھہ والی چیز پر اور حالانکہ اوسمین کچھہ نہین لکن لو کان فی یدہ جوھرة
لھا فقبلت فھی لہ علمت اولا لاضرارھا نفسھا بقبولھا لیکن اگر زوج کے ہاتھہ مین عورت کا جواہر ہوگا اور عورت ہاتھہ والی چیز پر خلع قبول کریگی تو وہ
جواہر مرد کا مملوک ہوجاویگا عورت کو ہاتھہ مین جواہر کے ہونیکا علم ہوا یا نہو بسبب ضرررسانی عورت کے اپنی ذات کو اوسکے قبول کر لینے سے وان زادت من مال
او دراھم رددت علیہ فی الاولیٰ مھرھا ان قبضتہ والا لا شیٔ علیھا جوھرة او ثلثة دراھم فی الثانیة اور اگر عورت نے مثال مذکور مین مال
یا دراہم کا لفظ زیادہ کیا یعنی یون کہا کہ مجھسے خلع کر میری ہاتھہ والی مال پر یا میری ہاتھہ والی دراہم پر اور حالانکہ اوسکے ہاتھہ مین کچھہ نہین تو پہلی صورتمین
یعنی درصورت ذکر مال عورت اپنا مہر مرد کو پھیر دے اگر مہر کو مرد سے لے چکی ہو اور اگر مہر ہنوز نہ پایا ہو تو عورت کو کچھہ دینا لازم نہین یعنے اگر مہر مرد پر ہوگا
تو ساقط ہوگا عورت کو کچھہ نہ دینا پڑیگا یا کہ عورت تین درم مرد کو پھیر دے دوسری صورتمین یعنی درصورت ذکر دراہم کے ہم ہاتھہ سے مراد ان دونوں صورتونمین
ظاہری ہاتھہ نہین بلکہ مقبوضہ مراد ہے ولو فی یدھا اقل کملتھا اور اگر مثال مذکور مین عورت کے ہاتھہ مین تین درم سے کم ہون یعنی ایک درم ہو
یا دو تو تین کو پورا کر دے تاکہ اقل جمع پایا جاوے ولو سمّت دراھم فبان دنانیر لم ارہ اور اگر عورت نے عوض خلع مین دراہم کا نام لیا پھر ظاہر ہوا کہ
عورت کے ہاتھہ مین درم نہین بلکہ دینارین ہین شارح کہتا ہے کہ مین نے اسکا حکم کتب فقہ مین نہین دیکھا ہم صاحب نہر نے کہا کہ اس صورتمین دراہم ہی
واجب ہون گے نہ دنانیر لیکن اسکو کہین مصرح نہین دیکھا کذا فی حاشیة المدنی والبیت والصندوق وبطن الجاریة اذا لم تلد لاقل المدة
وبطن الغنم وثمر الشجر کالید فذکر الید مثال کما فی البحر اور کوٹھری اور صندوق اور لونڈی کا پیٹ بشرطیکہ چھہ مہینے سے کم مین جنی ہو اور بھیڑ بکری کا
پیٹ اور درخت کا پھل حکم مین مانند ہاتھہ کے ہین تو ذکر ہاتھہ کا امثلہ سابقہ مین بطور مثال کے ہے کذا فی بحر الرائق یعنی اگر عورت نے کہا کہ میری کوٹھری والی یا صندوق
والی چیز یا میری لونڈی کے پیٹ کی بچی یا میرے درخت کے پھلون پر مجھسے خلع کر اور حالانکہ اوسکی کوٹھری اور صندوق مین اور لونڈی و بکری کے پیٹ مین اور درخت پر کچھہ
نہین تو طلاق مفت ہوگی عورت پر کچھہ دینا لازم نہوگا لیکن اگر لونڈی چھہ مہینے سے کم مدت مین جنی گی تو مرد اوسکے بچہ کا مالک ہوگا اور اگر پوری چھہ مہینے یا زیادہ مدت مین جنی گی تو
مرد اوسکا مالک نہوگا کذا فی حاشیة المدنی قال وقیدہ فی الخلاصة وغیرھا بعدم العلم فقال لو علم انہ لا متاع فی البیت او انہ لا مھر لھا علیہ فی خلعھا
بمھرھا لا یلزمھا شیٔ لانھا لم تطمعہ فلم یصر مغرورا ولو ظن ان علیہ المھر ثم تذکر عدمہ ردت المھر اور صاحب بحر الرائق نے کہا کہ مسائل مذکورہ
مین مفت طلاق واقع ہونیکو خلاصہ وغیرہا مین مقید کیا ہے بقید عدم علم کے سو یون کہا ہے کہ اگر زوج نے جانا کہ کچھہ اسباب کوٹھری یا صندوق مین نہین یا خلع بعوض مہر
مین زوج یہہ جانتا تھا کہ عورت کا اوسپر کچھہ مہر نہین تو عورت کو کچھہ دینا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ اس صورتمین عورت نے مرد کو کچھہ لالچ نہین دکھلایا تو زوج کو عورت
سے کچھہ فریب نہین دیا اور اگر مرد کو اپنے اوپر مہر واجب ہونیکا گمان تھا پھر اوسکو یاد آگیا کہ مجھپر مہر باقی نہین ہے تو عورت کو مہر کا پھیر دینا لازم ہوگا اسواسطے
کہ مرد کو دھوکا ہوا ہم طحطاوی نے لکھا کہ شارح کو مناسب تھا کہ بعدم العلم سے لفظ عدم کو محذوف کرتا تاکہ آئندہ قول سے مناسبت ہوتی کذا فی حاشیة المدنی

خالعت علی عبدٍ ابقٍ لها علی برائتها من ضمانه لم تبرأ وعلیها تسلیمه ان قدرت والا فقیمته لانه لا یبطل بالشرط الفاسد کالنکاح عورت نے خلع کیا اپنے بھاگے غلام پر بشرط بری الذمہ ہونیکے اوسکی ضمانت سے تو عورت بری الذمہ نہوگی اس شرط سے اور عورت پر تسلیم غلام کی واجب ہوگی اگر قادر ہوا سپر اور اگر غلام نہ مل سکے تو قیمت غلام کی لازم ہوگی اسواسطے کہ خلع باطل نہین ہوتا شرط فاسد سے چنانچہ نکاح نہین باطل ہوتا قالت طلقنی ثلثاً بالفٍ او علی الفٍ فطلقها واحدۃً وقع فی الاولی بائنۃ بثلثه ای بثلث الالف ان طلقها فی مجلسها لا مجاناً ثم عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر مرد نے اوسکو ایک طلاق دی تو پہلی صورت مین یعنی بالف مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی ہزار کی تہائی کی عوض بشرطیکہ عورت کی مجلس نہ بدلی ہو اور اگر دوسری مجلس مین طلاق دی تو مفت طلاق واقع ہوگی کذا فی فتح القدیر وفی الخانیۃ لو کان طلقها ثنتین فله کل الالف اور خانیہ مین ہے کہ اگر زوج عورت کو دو طلاق اول دیچکا تہا تو اوسکو پوری ہزار ملین گے یعنی اگر بعد دو طلاق دینے کے عورت نے کہا کہ مجھکو تین طلاق دے عوض ہزار کے اور زوج نے ایک طلاق دی تو عورت کو ہزار کا دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ دو اور ایک ملکر تین ہوگئی عورت کا مطلب تہا پورا جدائی سے سو حاصل ہوگیا وفی الثانیۃ رجعیۃ مجاناً لان علی للشرط وقالا کالباء اور دوسری صورت مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مفت یعنی جب عورت نے کہا کہ طلقنی علی الف تو ایک طلاق رجعی مفت واقع ہوگی اسواسطے کہ حرف علیٰ کا واسطے شرط کے ہے اور شرط منقسم نہین ہوتا اجزا شرط پر اور رجعی طلاق اسواسطے ہوئی کہ مال سے خالی ہے اور صاحبین نے کہا کہ حرف علیٰ کا مانند با کے ہے تو جیسے پہلی صورت مین ہزار کی تہائی کے عوض ایک طلاق واقع ہوئی تہی ویسی ہی دوسری صورت مین ایک طلاق بائن واقع ہوگی قال لها طلقی نفسک ثلثاً بالفٍ او علی الفٍ فطلقت نفسها واحدۃً لم یقع شیٔ لانه لم یرض بالبینونۃ الا بکل الالف بخلاف ما مر لرضاها بها بالف فببعضها اولیٰ مرد نے عورت سے کہا کہ تین طلاق دے اپنی ذات کو عوض ہزار کے یا ہزار پر سو عورت نے اپنی ذات کو ایک طلاق دی تو کچہ نہ واقع ہوگا اسواسطے کہ مرد راضی نہوا جدائی سے مگر پوری ہزار کے بدلے اور عورت نے تہائی کے بدلے جدائی چاہی تو مطلب مرد کا نہوا لہذا ایک طلاق بہی واقع نہوگی بخلاف مسئلہ گذشتہ کے بسبب راضی ہونے عورت کے جدائی سے عوض ہزار کے تو ہزار سے کم مین بطریق اولیٰ راضی ہوگی وقوله لها انت طالق بالفٍ او علی الف فقبلته فی مجلسها لزم ان لم تکن مکرھۃ کما مر ولا سفیھۃ ولا مریضۃ کما یجیٔ الالف لانه تعویض او تعلیق اور مرد کا عورت سے یون کہنا کہ تو مطلقہ ہے عوض ہزار کے یا بشرط ہزار کے پھر عورت نے اوسے قبول کر لیا اپنی مجلس مین تو عورت پر ہزار کا دینا لازم ہوگا بشرطیکہ اوسپر زبردستی نکی ہو چنانچہ اسکا ذکر سابق ہو چکا اور عورت احمق اور بیمار نہو چنانچہ حکم بیمار کا آگے آویگا ہزار دینا اسواسطے لازم ہوگا کہ یہہ قول یا بدلائی ہے یا تعلیق ہے یعنی بالف کہنے مین بدلائی ہے اور علی الف مین تعلیق ہے وفی البحر عن التاتارخانیۃ قال لامرأتیه احدٰکما طالق بالف درھم والاخری بمائۃ دینارٍ فقبلتا طلقتا بغیر شیٔ اور بحر الرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہا اپنی دو عورتون سے تم مین سے ایک مطلقہ ہے بعوض ہزار درم کے اور دوسری بعوض سو درم کے سو قبول کر لیا اوسکو دونو نے تو دونو پر طلاق واقع ہوگی مفت بسبب مجہول ہونے مال کے اسواسطے کہ ہر عورت یہہ کہہ سکتی ہے کہ مجہپر لازم نہین دینا مگر سو درم کا انتِ طالقٌ وعلیکِ الفٌ او انت حرٌّ وعلیک الفٌ طلقت وعتق مجاناً وان لم یقبلا لان قوله وعلیک الف جملۃ تامۃ وقالا ان قبلا صح ولزم المال عملاً بان الواو للحال وفی الحاوی وبقولهما یفتی زوج نے زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے اور تجہپر ہزار درم دینا لازم ہے یا مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے اور تجہپر ہزار درم دینا لازم ہے تو عورت مطلقہ ہوگی اور غلام آزاد ہوگا مفت اگرچہ دونو نے ہزار درم دینا قبول بہی نکر لیا ہو اسواسطے کہ زوج یا مالک کا یون کہنا وعلیک الف یہہ پورا جملہ ہے یعنی ما قبل سے کچہ علاقہ نہین رکہتا اعراب مین خواہ واو عطف کا ہو خواہ استیناف کا اور صاحبین نے کہا کہ اگر عورت اور غلام نے ہزار درم کو قبول کر لیا ہے تو طلاق یا اعتاق صحیح ہوگا اور مال کا دینا لازم ہوگا باعتبار اس عمل کے کرنیکے کہ یہہ واو حالیہ ہے تو وعلیک الف پورا جملہ نہ ٹہرا بلکہ انت طالق وعلیک الف ایک جملہ ہوگیا تو مطلب یہہ ہوا کہ تو طالق ہے در حالت وجوب

ہزار درم اور حاوی قدسی مین کہا ہے کہ صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے قال طلقتكِ على الفٍ فلم تقبلي فقالت قبلتُ فالقولُ له بيمينه بخلاف
بعتكِ طلاقكِ امسِ على الفٍ فلم تقبلي وقالت قبلتُ فالقولُ لها وكذا لو قال لعبده كذلك كقوله لغيره بعتُ منكَ هذا العبدَ بالفٍ
امسِ فلم تقبلْ وقال المشتري قبلتُ فانّ القولَ للمشتري الفرقُ انّ الطلاقَ بمالٍ يمينٌ من جانبه وهي تدّعي حنثَه وهو ينكر اما البيعُ
فاقرارُه به اقرارٌ بالقبول فانكارُه رجوعٌ فلا يُسمع فلو برهنا اُخِذَ ببيّنتها تاتارخانيه زوج نے زوجہ سے کہا کہ مین نے تجھکو طلاق دی تھی ہزار درم پر
سو تو نے ہزار درم دینا قبول کیا سو عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھہ قسم کے بخلاف اس قول کے کہ مرد نے عورت
سے کہا کہ مین نے تیری طلاق کل بیچی تھی ہزار درم پر سو تو نے ہزار درم کو نہ قبول کیا تھا اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو اس صورت مین عورت
ہی کا قول معتبر ہوگا اور اسیطرح اگر مالک نے اپنے غلام سے کہا تو اوسکا بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی اگر مالک نے غلام سے کہا کہ مین نے تجھکو ہزار درم پر آزاد
کیا تھا سو تو نے دینا نہ قبول کیا تھا اور غلام نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مالک ہی کا قول معتبر ہوگا ساتھہ قسم کے اور اگر یون کہا کہ مین نے تیری ذات کو
ہزار درم پر بیچا تھا سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور غلام بولا کہ مین نے قبول کیا تھا تو غلام کا قول معتبر ہوگا چنانچہ مالک کا یون کہنا غیر عبد سے کہ مین نے
بیچا تھا تیرے ہاتھہ اس غلام کو بعوض ہزار درم کے کل سو تو نے نہ قبول کیا تھا اور مشتری نے کہا کہ مین نے قبول کیا تھا تو مشتری ہی کا قول لائق اعتماد
کے ہوگا نہ مالک کا اور وجہ فرق کی درمیان طلاق اور بیع کے یہہ ہے کہ طلاق بعوض مال کے تعلیق ہے جانب زوج سے اور تعلیق طلاق کو قبول
زوجہ لازم نہین اسواسطے کہ تعلیق بدون قبول کے بھی صحیح ہے اور زوجہ مدعی ہے زوج کے حانث ہونیکی یعنی تعلیق ٹوٹنے کی اور زوج اوسکا انکار
کرتا ہے اور قول معتبر نہین مگر منکر کا لہذا درصورت مذکورہ زوج ہی کا قول معتبر ہوا اور بیع کا تو یہہ حال ہے کہ بیع کا اقرار وہی اقرار ہے قبول کا اسواسطے
کہ بیع عبارت ہی ایجاب اور قبول سے ہے تو جب بیع کا اقرار کیا تو وہی قبول کا بھی اقرار ہو گیا تو بیع کا اقرار کر کے قبول کا انکار کرنا پھرنا اور پلٹنا ہے بیع سے
تو مسموع نہوگا اور اگر زوج اور زوجہ اپنے قول کے گواہ لاوین تو عورت ہی کے گواہ لیے جاوینگے اسواسطے کہ عورت مثبت ہے اور زوج نافی تو گواہ
اثبات کے اولی ہین نفی سے کذا فی التاتارخانیہ ولو ادّعى الخلعَ على مالٍ وهي تنكر يقعُ الطلاقُ باقراره والدعوى في المال بحالها فيكون
القولُ لها لانها تنكر وعكسه لا كيف ما كان بزازية اور اگر دعوی کیا مرد نے خلع کا مال پر اور عورت منکر ہے تو طلاق واقع ہو جائیگی بسبب اقرار
مرد کے اور دعوی مال کا بحال خود ہے سو اگر زوج گواہ لاویگا تو مال عورت پر لازم ہوگا اور اگر گواہ نہین تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے
اور اوسکے بالعکس مین طلاق نہ واقع ہوگی یعنی اگر عورت نے دعوی خلع کا کیا اور زوج منکر ہے تو طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ عورت طلاق واقع
کرنیکی مالک نہین کسیطرح کا دعوی ہو طلاق نہوگا کذا فی البزازیہ یعنی دعوی خلع کا بعوض مال ہو یا بلا عوض اور جب خلع نہ ثابت ہوا تو عورت کو
مال کا دینا بھی نہ لازم ہوگا اسواسطے کہ مال تھا عوض خلع کے فروع مسائل ملحقہ شارح کے انكرَ الخلعَ او ادّعى شرطًا او استثناءً او انّ ما قبضه
من دَينه او اختلفا في الطوعِ والكره فالقولُ له زوج نے خلع سے انکار کیا یا خلع مین دعوی شرط کا کیا مثلا یون کہا کہ مین نے خلع کیا تھا بشرط
رضامندی اپنے باپ کے یا دعوی استثنا کا کیا یعنی خلع کے ساتھہ مین نے انشاء اللہ کہا تھا یا یہہ دعوی کیا کہ جو مال کہ لیا وہ اسکو قرض مین سے تھا یعنی
زوجہ قرضدار تھی زوج کی سو زوج نے کہا کہ مجھکو قرض کی بابت زوجہ نے مال دیا نہ بابت خلع کے یا دونو مین اختلاف پڑا خوشی اور زبردستی مین زوجہ
کہتی ہے کہ مجھسے زبردستی مال کا اقبال کرایا اور زوج کہتا ہے کہ اوسنے اپنی خوشی قبول کیا تو ان سب صورتو مین اگر گواہ نہون گے تو زوج ہی کا قول لائق
اعتبار کے ہوگا ولو قالت كان بغير بدلٍ فالقولُ لها اور اگر عورت یون کہیگی کہ خلع بلا عوض تھا اور زوج کہتا ہے کہ خلع بعوض تھا تو عورت ہی کا
قول معتبر ہوگا ادّعت المهرَ ونفقةَ العدّة وانه طلّقها وادّعى الخلعَ ولا بيّنةَ فالقولُ لها في المهر وله في النفقة دعوی کیا عورت نے مہر اور نفقہ عدت کا

اور یہہ دعوی کیا کہ مرد نے مجھکو طلاق دی ہے اور مرد نے دعوی کیا کہ خلع عوض مہر اور نفقہ عدت کے ہوا ہے اور گواہ کسیکے نہین تو عورت کا قول مہر مین معتبر ہوگا اور مرد کا قول نفقہ عدت مین مقبول ہوگا مہر مین عورت کا قول اسواسطے معتبر ہوا کہ زوجہ بین بقای مہر اصلی مرہی اور رائق اعتبار کی قول وسیکا ہی جو متمسک ہو اصل کا اور نفقہ عدت مین زوج کا قول اسواسطے معتمد ہوا کہ عورت نفقہ عدت کی استحقاق کی مدعی ہو بسبب طلاق کے اور زوج اوسکا منکر ہی اور بحر الرائق مین کہا کہ یہہ تعلیل مشکل ہے اسواسطے کہ زوج اور زوجہ استحقاق نفقہ عدت مین متفق ہین اسواسطے کہ طلاق اور خلع دونو سے نفقہ ثابت ہوتا ہے تو کیونکر ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خَلَعَ امرأتیه علی عبدٍ قُسِّمَتْ قیمتُه علی مُسَمَّیَیْهِمَا خلع کیا مرد نے اپنی دو عورتون سے ایک غلام پر تو منقسم ہوگی قیمت غلام کی دونو عورتون کے معین مہرون پر مثلا قیمت غلام کی ہو تین سو درم اور ایک عورت کا مہر دو سو درم کا ہو اور دوسری کا ہو سو درم کا تو دو سو درم والی پر بیس درم لازم ہونگے اور سو درم والی پر دس درم واجب ہونگے طحطاوی نے کہا یہہ قسمت اوس صورت مین ہی کہ وہ غلام کسی اجنبی شخص کا ہو یا دونو عورتون کا ہو اور دونو کے مہر برابر نہون اور اگر غلام عورتون کا مملوک ہو بالمناصفہ اور دونو کے مہر بھی برابر ہون تو قیمت کی تقسیم کی کچہہ حاجت نہین ہی غلام بدل خلع کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی خَلَعْتُكِ علی عبدِی تَوَقَّفَ علی قبولها ولم یجب شیءٌ بخلع مرد نے عورت سے کہا کہ مین نے تجسے خلع کیا اپنے غلام پر تو نافذ ہونا خلع کا عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہوگا اسواسطے کہ خلع بعوض معین چیز کے ہی تو بدون عورت کی قبول کے کیونکر درست ہوگا و لیکن عورت کو کچہہ دینا لازم نہوگا کذا فی بحر الرائق اسواسطے کہ زوج کو اپنے مال سے عوض خلع کا اقرار دینا صحیح نہین ویسقط الخلعُ فی نکاحٍ صحیحٍ ولو بلفظِ بیعٍ وشراءٍ کما اعتمده الاعتمادی وغیره والمبارأة ای الابراءُ من الجانبین کلَّ حقٍّ ثابتٍ وقتهما لکلٍّ منهما علی الآخر ممّا یتعلّق وقتهما بالنکاح حتی لو ابانها ثم نکحها ثانیًا بمهرٍ آخر فاختلعت منه علی مهرها برئ عن الثانی لا الاوّل ومثله المتعةُ بزازیه اور ساقط کرتا ہی خلع نکاح صحیح مین اگرچہ خلع بلفظ بیع اور شرا کے ہو چنانچہ اسی پر اعتماد کیا ہی عمادی وغیرہ نے اور ساقط کرتا ہی مبارات یعنی ابرا جانبین اسطرح کہ عورت کہی کہ مجھکو بری کی اپنے مال پر اور مرد کہی کہ مین نے تجھکو بری کر دیا خلع اور مبارات ساقط کرتے ہین ہر ایک حق کو جو کہ بوقت خلع اور مبارات کے ثابت ہی ہر ایک کا حق دوسرے پر اوس قسم کا حق جو متعلق ہی اس نکاح سے جسکے بعد خلع ہوا یہانتک کہ اگر عورت کو طلاق بائن دی پہر اوسسے دوسرا نکاح کیا دوسرا مہر ٹھہرا کر پہر عورت نے خلع کی خواہش کی زوج سے اپنے مہر پر تو زوج بری ہوگا نکاح ثانی کے مہر سے نہ نکاح اول کے مہر سے اور مانند مہر کے متعہ ہی کذا فی البزازیہ ہم یہہ جو کہا کہ خلع حق ثابت کو ساقط کرتا ہی یعنی مہر نفقہ اگرچہ ایام گذشتہ کا ہو اور پوشاک تو ثابت کی قید سے نفقہ عدت اور سکنی نکل گیا کہ یہہ خلع سے بدون شرط کرنیکے ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ یہہ حق خلع کیوقت ثابت تہا بلکہ بعد ثابت ہوا اور یہہ جو کہا کہ وہ حق ثابت ساقط ہوتا ہی جو متعلق ہے نکاح سے تو وہ حق نکل گیا جو بجہت نکاح کے متعلق نہین چنانچہ ایک کا دین دوسرے پر بسبب قبض کے یا بسبب قیمت مبیع کے تو ایسا حق خلع سے ساقط ہوگا اور یہہ جو کہا کہ متعہ مہر کی مثل ہی اوسکی صورت یہہ ہے کہ عورت سے بدون تقرر مہر کے نکاح کیا اور قبل دخول خلع کیا تو متعہ یعنی ایک جوڑا کپڑے کا دینا ساقط ہوگا ہرچند قیاس اسکو مقتضی ہی کہ متعہ ساقط نہو خلع سے مانند نفقہ عدت کے اسواسطے کہ یہہ حق وقت خلع ثابت نتہا بلکہ بعد ثابت ہوا لیکن چونکہ متعہ عوض ہی مہر کا تو جیسے مہر ساقط ہوتا ہی ویسے ہی یہہ بہی ساقط ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن ابی سعود وفیها اختلعتْ علی ان لا دعوی لکلٍّ علی صاحبه ثم ادّعی انّ له کذا من القطن صحّ لاختصاص البراءة بحقوق النکاح اور بزازیہ مین ہی کہ عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ کچہہ دعوی نہین کسیکا اپنے ساتھی پر پہر مرد نے دعوی کیا کہ اوسکی یعنی میری اتنی روئی ہی عورت کے ذمہ پر تو یہہ دعوی صحیح ہی بسبب خاص ہونے برات کے ساتہہ حقوق نکاح کے یعنی خلع سے حقوق نکاح البتہ ساقط ہو جاتے ہین نہ اور حقوق الا نفقة العدّة وسکناها فلا یسقطان الا اذا نصّ علیها فتسقط النفقة لا السکنی لانها حقُّ الشرع الا اذا ابرأته عن مؤنة السکنی فیصحّ فتح وهو مستغنی عنه بما ذکرنا اذ النفقة والسکنی لم یجبا وقتها بل بعدها سوا حقوق کے متعلق بنکاح ساقط ہوتے ہین مگر نفقہ عدت کا اور سکنی عورت کا سو یہہ نہین ساقط ہوتے مگر جبکہ تصریح ہوگئی ہو نفقہ عدت کی نفی پر تو نفقہ عدت کا ساقط ہوگا نہ سکنی اسواسطے کہ سکنی حق شرع ہی حقتعالے نے فرمایا کہ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ یعنی نہ نکالو مطلقات کو اونکی رہنے کے مکان سے یعنی تا انقضائے عدت

مگر جب کہ عورت مرد کو بری الذمہ کرے بار برداری اور سکنی کے خرچ سے اسطرح کہ مثلا دونو کرایہ کے مکان مین رہتے تھے تو عورت نے اپنے اوپر کرایہ دینا لازم کر لیا یا یون بولی
کہ مین دوسرے گھر کرایہ کو لونگی یا کہ اپنی مملوک گھر مین رہتی ہو تو اسطرح صحیح ہے کذا فی فتح القدیر خلاصہ یہہ کہ سکنی کسیطرح ساقط نہین ہوتا لیکن کرایہ سکنی کا البتہ
ابرا سے ساقط ہوتا ہے شارح کہتا ہے کہ نفقہ عدت اور سکنی کو استثنا کرنیکی کچھہ حاجت نہین جب ہمارے بیانکی یعنی قولہ ثابت وقتہا بعد قول المصنف کل حق کی اسواسطے کہ نفقہ اور سکنی
واجب نہین وقت خلع اور مبارات کی بلکہ بعد اونکی واجب ہوئے ہین یعنی اگر مصنف ثابت وقتہا کی قید لگاتا جیسی شارح نے لگائی ہے تو استثنا کرنیکی کچھہ حاجت نہین ہوتی
لیکن چونکہ مصنف نے اوس قید کو مذکور نہین کیا تو البتہ استثنا کرنیکی حاجت ہوگی اور بعض حواشی مین یون ہے کہ قید ثابت کی مصنف کے قول یسقط سے مفہوم
ہوتی ہے اسواسطے کہ امر ثابت ساقط ہوتا ہے نہ کہ امر حادث تو اس توجیہ سے الا النفقۃ العدۃ استثناء منقطع ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وقیل الطلاق علی مال
مُسقِطٌ للمھر کالخلع والمعتمد لا ذکرہ البزازی اور قول معتمد یہہ ہے کہ طلاق عوض مال کے بھی مہر کو ساقط کرتا ہے مانند خلع کے اور قول معتمد یہہ ہے کہ ساقط نہین
کرتا کذا ذکرہ البزازی ولا یبرأ بابراک اللہ ذکرہ البہنسی اور زوج بری نہین ہوتا عورت کے اس قول سے کہ خدا تجھکو بری کرے چنانچہ بہنسی نے اسکو ذکر
کیا ہے اور اوسکا شاگرد علامہ باقانی اور خیر الدین رملی بھی اسکے قائل ہین لیکن قاری ہدایہ نے اسکے خلاف فتوی دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قول سے طلاق
واقع ہوگی اور ابرا صحیح ہوگا اور کازرونی اوسکا تابع ہوگیا ہے اپنے فتاوی مین اور علامہ مقدسی نے کہا کہ ہمارے زمانہ مین یہہ رائج ہے کہ مرد عورت سے برات
چاہتا ہے سو عورت کہتی ہے کہ اللہ تجھکو بری کرے اور بعض نے لکھا ہے کہ یہہ برات صحیح ہے بسبب عرف کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الاسقاط شرط البراءۃ
من نفقۃ الولد وقتًا وقّتا کسنۃ صحّ ولزم والا لا بحر وفیہ عن المنتقی وغیرہ لو کان الولد رضیعًا صحّ وان لم یوقتا وترضعہ حولین
بخلاف الفطیم شرط کیا زوج نے خلع مین اپنا بری الذمہ ہونا اپنے لڑکے کے خرچ سے تو اگر دونون نے کوئی برات کی مدت مقرر کی چنانچہ ایک سال کی مدت تو
یہہ شرط صحیح ہے اور عورت پر نفقہ لڑکے کا لازم ہوگیا اور اگر مدت نفقہ کی مقرر نکی تو شرط بھی صحیح نہوگی اور عورت پر نفقہ بھی نہ لازم ہوگا کذا فی البحر الرائق
اور اوسمین منتقی وغیرہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکا شیرخوار ہوگا تو شرط برات کی صحیح ہوگی اگرچہ دونون نے مدت نہ مقرر کی ہو اور عورت اوسکو دودھ پلاوے دو
برس اسواسطے کہ شیرخوار مین قرینہ دلالت کرتا ہے کہ مدت رضاعت نفقہ مراد ہے بخلاف اوس لڑکیکی جو دودھ چھوڑ چکا ہے کہ اگر اوسکی پرورش مین مدت
مقرر نہین ہوئی تو عورت پر نفقہ لازم نہوگا لیکن خلع صحیح ہوگا بسبب قبول کرلینے عورت کے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو تزوجہا او ھربت او ماتت
او مات الولد رجع ببقیۃ نفقۃ الولد والعدۃ اور اگر خلع کیا عورت سے بشرط برات نفقہ عدت اور نفقہ ولد کے اور پھر اوس عورت سے نکاح کیا یا کہ عورت نفقہ
رسانی ولد سے بھاگ نکلی یا کہ عورت بعد شرط مذکور کے مرگئی یا کہ لڑکا مرگیا تو زوج پھیر دے بقیہ نفقہ ولد اور نفقہ عدت کو درصورت نکاح کر لینے مختلعہ مذکورہ کے زوج پر نفقہ
عورت کا لازم ہوگیا اور یہان اگر لڑکے کو بھی اوسکے باپ کے مال سے کھلاویگی لہذا زوج کو جسقدر عدت بعد نکاح کے باقی رہی ہوگی اوتنی مدت کا نفقہ عورت کا
اور نفقہ ولد کا پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ وہ عوض تھا خلع کا اور درصورت ہرب کے بھی بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا اسواسطے کہ عورت نے شرط کو پورا نکیا ہرب سے
یا یہہ مراد ہے کہ نفقہ رسانی سے عورت بھاگ کذا فی النہر الفائق یا یہہ مراد ہے کہ عورت ناشزہ ہوجاوے یعنی نافرمانی کرے تاکہ نفقہ عدت کا ساقط ہوجاوے کذا فی
البحر الرائق اور درصورت مرجانے عورت کے اوسکے ترکہ سے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا شرطت برائتہا اور درصورت مرنے عورت
یا مرنے ولد کے بقیہ نفقہ کو زوج پھیر لیگا مگر اوسوقت نہ لیسکیگا جب کہ عورت نے اپنی برات شرط کرلی ہو یعنی خلع کے وقت عورت نے یہہ شرط کرلی ہو کہ مین مرگئی یا کہ
لڑکا مرگیا تو مین بری الذمہ ہون نفقہ سے ولہا مطالبتہ بکسوۃ الصبی الا اذا اختلعت علیہا ایضا ولو فطیما فیصح ذکرہ الحلبی اور جس صورت مین کہ خلع بعوض
نفقہ دار ہوا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ پوشاک ولد کی اوسکے باپ سے طلب کرے مگر اوس صورت مین مطالبہ نہوگا جب کہ عورت نے پوشاک کے عوض بھی خلع کیا ہو گرچہ
لڑکا شیرخوار نہو تو بھی خلع کرنا بعوض اوسکے لباس کے صحیح ہے چنانچہ اجارہ دائی کا طعام اور پوشاک پر صحیح ہے ہر چند یہہ اجارہ مجہول ہے لیکن بسبب نزاع نہونیکے جائز

نہیں اسواسطے کہ والدین بسبب کثرت شفقت ولد کے دانہ کے کھانے اور لباس دینے میں تنگی نہیں کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خالعتہ علی نفقۃ ولدہ شہرا
مثلاً وہی معسرۃ فطالبتہ بالنفقۃ یجبر علیہا وعلیہ الاعتماد فتح اور اگر عورت نے خلع کیا مرد سے اوسکی ولد کے ایک مہینے کے خرچ پر اور عورت محتاج
ہے سوا اوسنے مرد سے ولد کا خرچ مانگا تو مرد سے بزور خرچ دلایا جاویگا اور اسی قول پر اعتماد ہے کذا فی فتح القدیر یعنی چونکہ عورت مفلس ہے تو ولد کے باپ سے حاکم
اسکا خرچ ضروری دلاویگا اور عورت پر ایک مہینے کا نفقہ قرض بنا رہیگا جب اوسکو مقدور ہوگا تو مرد لیگا وفیہ لو اختلعت علی ان تمسکہ الی البلوغ صح
فی الانثی لا الغلام ولو تزوجت فللزوج اخذ الولد وان اتفقا علی ترکہ لانہ حق الولد وینظر الی مثل نسائہ کہ لبنات المدۃ فیرجع بہ علیہا
اور فتح القدیر میں ہی کہ اگر عورت نے خلع کیا اس شرط پر کہ ولد کو اپنے پاس رکھیگی اوسکے بالغ ہونے تک تو یہ خلع صحیح ہوگا لڑکی کے حق میں نہ بیسر کے حق میں اسواسطے کہ لڑکا
عورت کی صحبت میں تا بلوغ رہنے سے زنانہ ہو جاویگا مردوں کے آداب سے ناواقف رہیگا اور اگر عورت نے نفقہ ولد پر خلع کر کے دوسرے مرد سے نکاح کیا تو زوج
اول کو اپنے لڑکے کا لے لینا ضرور ہے اگرچہ زوج اول اور عورت متفق ہوں عورت کے پاس لڑکا رہنے پر بعد نکاح کے تو بھی لینا ضرور ہے اسواسطے کہ یہہ حق ہے
ولد کا اور تامل کیا جاویگا اس مدت کے رکھنے کے خرچ میں یعنی مثلاً ایک مہینے کے خرچ پر عورت سے خلع ہوا تھا تو حساب کیا جاوے کہ باپ نے جو مہینہ بھر ولد کو
رکھا تو کتنا اوسپر خرچ ہوا تو اوسیقدر مال عورت سے زوج اول پھیر لے خلع الاب صغیرتہ بمالہا او مہرہا طلقت فی الاصح کما لو قبلت ہی وہی
ممیزۃ ولم یلزم المال لانہ تبرع خلع کیا باپ نے اپنی صغیرہ بیٹی کا اوسکے مال یا اوسکے مہر کے عوض تو اوسپر طلاق واقع ہوگی قول اصح میں جیسا کہ طلاق واقع
ہوتی ہے اوس صورت میں کہ اگر صغیرہ تمیزوار ہو اور خلع کو قبول کرے اور مال دینا لازم نہ آویگا نہ باپ پر نہ صغیرہ پر اسواسطے کہ باپ کا خلع کرنا مال پر از قسم تبرع ہے
یعنی فعل غیر ضروری ہے تو معتبر نہوگا وکذا الکبیرۃ الا اذا قبلت فیلزمہا المال اور اسیطرح اگر باپ نے کبیرہ بیٹی کا خلع کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال
دینا لازم نہ آویگا مگر جب کہ کبیرہ نے مال کا دینا قبول کر لیا ہو تو اوسکو مال کا دینا ہوگا ولا یصح من الام ما لم تلتزم البدل اور صحیح نہیں خلع غیرہ
کا ماں کی طرف سے جب تک کہ ماں اپنے اوپر عوض کے مال کو لازم نہ کر لے بسبب عدم ولایت ولا علی صغیر اصلا اور صحیح نہیں خلع کرنا ولد صغیر پر کسیطرح یعنی نہ
باپ خلع کر سکتا ہے نہ ماں خواہ اپنے مال سے ہو خواہ صغیر کے مال سے اسواسطے کہ صغیر طلاق کا مالک نہیں تو نہ باپ اوسکا نائب بنی نہیں ہو سکتی کذا فی حاشیۃ المدنی کما لو خالعت
المراۃ بذلک ای بمالہا او بمہرہا وہی غیر رشیدۃ فانہا تطلق ولا یلزم المال حتی لو کان بلفظ الطلاق یقع رجعیا نہر شرح الوہبانیۃ یعنی
اگر خلع کیا عورت نے بعوض اپنے مال کے یا بعوض اپنے مہر کے اور حالانکہ عورت ہوشیار نہیں یعنی امور دنیا وی میں نادان ہے تو وہ مطلقہ ہوگی اور اوسکو مال کا دینا لازم
نہوگا یہانتک کہ اگر خلع بلفظ طلاق ہوگا تو دونوں صورتوں میں یعنی درصورت صغیرہ اور نادان ہونیکی طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطے کہ صریح خالی از عوض ہے کذا فی
شرح الوہبانیۃ فان خالعہا الاب علی مال ضامنا لہ ای ملتزما لا کفیلا لعدم وجوب المال علیہا صح والمال علیہ کالخلع من الاجنبی فالاب
اولی بلا سقوط مہر لانہ لم یدخل تحت ولایۃ الاب پھر اگر صغیرہ بانا دان کا خلع کیا باپ نے مال پر خود ضامن ہو کر یعنی مال دینا اپنی ذات پر لازم کر کے
خلع کیا نہ صغیرہ کیطرف سے کفیل ہو کر بسبب واجب ہونے مال کے صغیرہ پر تو اگر باپ نے بالتزام مال خلع صغیرہ کا کیا تو صحیح ہے اور مال کا دینا باپ پر واجب ہوگا مانند
خلع کرنے اجنبی شخص کے یعنی جب اجنبی کا خلع کرنا بالتزام مال صحیح ہوا تو باپ کا خلع کرنا بطریق اولی صحیح ہے بدون سقوط مہر صغیرہ کے اسواسطے کہ مہر باپ کی ولایت
میں داخل نہیں ومن حیل سقوطہ ان یجعلہ بدل الخلع علی الاجنبی بقدر المہر ثم یحیل بہ الزوج من لہ ولایۃ قبض ذلک منہ بزازیہ اور حیلہ
سقوط مہر کا یہہ ہے کہ زوج اور باپ عوض خلع کا اجنبی پر ٹھہراویں بقدر مہر کے تو اجنبی یوں کہے کہ بدلا خلع کا دینا مجھ پر لازم ہوا پھر زوج بدل خلع کا حوالہ کر دے
جسکو زوج سے مہر لینے کی ولایت ہے یعنی باپ کو کذا فی البزازیہ یعنی زوج صغیرہ کے باپ سے کہے کہ تو فلانے اجنبی سے اپنی صغیرہ کا مہر لے تو اس تدبیر سے صغیرہ کا مہر زوج
سے ساقط ہوگا وان شرطہ ای الزوج الضمان علیہا ای الصغیرۃ فان قبلت وہی من اہلہ بان کانت تعقل ان النکاح جالب والخلع سالب

طلقت بلا شیء لعدم اہلیۃ الغرامۃ وان لم تقبل او لم تعقل لم تطلق وان قبل الاب فی الاصح زیلعی اور اگر زوج نے بدل خلع کی ضمانت صغیرہ پر شرط
کی سو اگر صغیرہ نے خلع قبول کیا اور حالانکہ اوسکو لیاقت تھی قبول کرنیکی اسطرح پر کہ وہ اتنا بوجھتی سمجھتی ہے کہ نکاح سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے مال جاتا ہے
تو اوسپر طلاق واقع ہوگی مفت اسواسطے کہ صغیرہ قابل تاوان کے نہیں اور اگر صغیرہ نے خلع بشرط ضمان نہ قبول کیا یا قبول کیا لیکن اوسکو اتنا فہم نہیں کہ نکاح
سے مال حاصل ہوتا ہے اور خلع سے نقصان ہوتا ہے تو اوسپر طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ اوسکے باپ نے قبول کر لیا ہو اوسکی طرف سے قول صحیح میں کذا فی شرح الزیلعی
ولو بلغت واجازت جاز فتح اور اگر صغیرہ بالغ ہوئی اور اوسنے قبول سابق کو جائز رکھا تو خلع جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر در المنتقی میں کہا کہ اگر صغیرہ نے
بعد بلوغ کے اپنے باپ کے قبول کو درست رکھا تو جائز ہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ یہہ بھی احتمال ہے کہ صغیرہ بعد بلوغ کے اپنے قبول سابق کو جائز رکھے کذا فی حاشیۃ
المدنی قال الزوج خلعتک فقبلت المرأۃ ولم یذکرا مالا طلقت لوجود الایجاب والقبول وبرئ عن المہر الموجل لو کان علیہ والا ان علیہ
من الموجل شیء ردت علیہ ما ساق الیہا من المہر المعجل لما تقرر انہ معاوضۃ فتعتبر بقدر الامکان کہا زوج نے کہ میں نے تجھسے خلع کیا سو قبول
کر لیا عورت نے اور دونوں نے کچھہ مال کو نہ ذکر کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بسبب پائے جانے ایجاب و قبول کے اور زوج بری الذمہ ہوگا مہر موجل سے اگر مہر موجل ہنوز
اوسپر ہوگا اور اگر مہر موجل سے کچھہ باقی رہا ہوگا تو عورت پھیر دیگی اوسکو جسقدر کہ مہر معجل زوج اوسکو دیچکا ہے اسواسطے کہ یہہ مذکور ہوچکا ہے کہ خلع معاوضہ
ہے عورت کیطرف سے تو بقدر امکان معاوضہ معتبر ہوگا خلع المریضۃ یعتبر من الثلث لانہ تبرع فلہ الاقل من ارثہ وبدل الخلع ان خرج من الثلث
والا فالاقل من ارثہ والثلث ان ماتت فی العدۃ ولو بعدہا او قبل الدخول فلہ البدل ان خرج من الثلث وتمامہ فی الفصولین اور خلع بیمار
عورت کا معتبر ہے اوسکی تہائی مال سے اسواسطے کہ بیماری میں خلع کرنا تبرع ہے اور تبرع صحیح نہیں مگر تہائی مال سے تو وراثت اور بدل خلع میں سے جو کمتر ہوگا سو
زوج اوسکو پاویگا بشرطیکہ ثلث زیادہ ہو وراثت اور بدل خلع سے اور اگر ثلث زیادہ نہو وراثت اور بدل خلع سے تو وراثت اور ثلث میں سے جو کمتر ہوگا
سو زوج کو ملیگا یعنی اگر زوج کی ارث کم ہے ثلث سے تو ارث پاویگا اور اگر ثلث کم ہے ارث سے تو ثلث پاویگا یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ عورت عدت میں
مرگئی ہو اور اگر عورت بعد عدت کے مرگئی یا خلع قبل الدخول کے بعد مرگئی تو زوج بدل خلع کا پاویگا اگر بدل کمتر ہو ثلث سے اور اگر بدل ثلث سے کم نہو تو ثلث
ہی پاویگا اور پورا بیان اسکا جامع الفصولین میں ہے اختلعت المکاتبۃ لزمہا المال بعد العتق ولو باذن المولی لحجرہا عن التبرع خلع کیا مکاتبہ نے
تو لازم ہوگا اوسپر مال بعد آزاد ہونے مکاتبہ کے اگرچہ اوسنے خلع مالک کی اجازت سے کیا ہو بسبب ممنوع ہونے مکاتبہ کے تبرع سے یعنی ہنوز مال دیکر اوسنے
اپنی گلو خلاصی نہیں کی لہذا اوسکو عقود زائدہ غیر ضروریہ جائز نہیں ولو امۃ وام الولد ان باذن المولی لزمہما المال للحال فتباع الامۃ وتسعی
ام الولد والمدبرۃ ولو بلا اذن فبعد العتق اور اگر خلع کیا لونڈی اور ام ولد نے اگر باجازت مالک کے خلع کیا ہے تو اون دونوں پر فی الحال مال لازم ہوگا
تو لونڈی بدل خلع کیواسطے بیچ لیجاویگی اور ام ولد اور مدبرہ مزدوری کر کے مال ادا کرینگی اور اگر لونڈی اور ام ولد نے بدون اجازت مالک کے خلع
کیا ہے تو بعد آزاد ہونیکے مال دینا اونپر لازم آویگا خلع الامۃ مولاہا علی رقبتہا ان زوجہا حرا صح الخلع مجانا وان زوجہا مکاتبا او عبدا
او مدبرا صح وصارت امۃ للسید فلا یبطل النکاح خلع کیا لونڈی کا اوسکے مالک نے لونڈی کی گردن پر یعنی خود لونڈی کو بدل خلع کا قرار دیا تو
اگر زوج لونڈی کا آزاد ہے تو خلع صحیح ہوگا مفت اور اگر اوسکا زوج مکاتب ہے یا مدبر ہے یا غلام ہے تو خلع صحیح ہے اور لونڈی زوج کے مالک کی مملوک
ہو جاویگی اسواسطے کہ زوج خود مملوک ہے تو نکاح قائم رہیگا باطل نہوگا اسواسطے کہ زوج زوجہ کا مالک نہ ٹھہرا کہ نکاح باطل ہوتا اور عدم ملکیت غلام اور مدبر کی
ظاہر ہے مگر مکاتب مالک ہوگا زوجہ کا لیکن اوسکی ملکیت تام نہیں تو نکاح فسخ نہوگا اور بعد آزاد ہونے مکاتب کے زوجہ اوسکی ام ولد ہو جاویگی اگر اولاد ہوگی
اور اگر اولاد نہوگی نکاح فسخ ہوکر اوسکی لونڈی بن جاویگی تو یہہ جو متن میں کہا ہے کہ لونڈی مکاتب کے مالک کی مملوک ہو جاویگی یہہ اوس صورت میں ہے جبکہ

وہ آزاد نہین ہوا کذا فی حاشیۃ المدنی اما الحر فلو ملکہا لبطل النکاح فیبطل الخلع فکان فی تصحیحہ ابطالہ اختیار اور زوج آزاد کا تو یہی حال ہی کہ اگر وہ لونڈی کا مالک ہو نکاح باطل ہو جاوے پھر جب نکاح باطل ہوا تو خلع بہی باطل ہوگا اور جب خلع باطل ہوگا تو لونڈی کا نہ مالک ہوگا تو خلع کی تصحیح مین ابطال خلع کا ہوگیا کذا فی الاختیار اور حالانکہ یہہ باطل ہی لہذا زوج آزاد کی ملکیت باطل ٹھہری تاکہ یہہ قبائح لازم نہ آوین کذا فی حاشیۃ المدنی فروع ہم مسائل متفرقہ شارح کی قال خالعتک علی الف قالہ ثلثاً فقبلت طلقت ثلثاً بالف لتعلیقہ بقبولہا کہا زوج نے کہ مین نے تجہسے خلع کیا ہزار پر اسکو تین بار کہا سو عورت نے قبول کیا تو عورت مطلقہ ہوگی بعوض تین ہزار کی بسبب تعلیق ہونے طلاق کے عورت کی قبول پر یعنی جب زوج نے کہا کہ مین نے تجہسے خلع کیا ہزار پر تو مطلب یہہ ہوا کہ اگر تو قبول کرے تو مشابہ ہے ہزار پر پھر جب اسکو تین بار کہا اور اخیر مین عورت نے قبول کیا تو تین طلاق کی شرط تعلیق کی پائی گئی یعنی قبول کرنا عورت کا لہذا تین بار طلاق عوض تین ہزار کے واقع ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی فی المنتقی انت طالق اربعاً بالف فقبلت طلقت ثلثاً بالف وان قبلت لثلث لم تطلق لتعلیقہ بقبولہا بازاء الاربع ورالمنتقی مین ہے کہ زوج نے کہا کہ تو طالق ہے چار بار عوض ہزار کے سو عورت نے قبول کیا تو اسپر تین بار طلاق واقع ہوگی عوض ہزار کے اور چوتہی طلاق بسبب عدم محل کے لغو ہوجاویگی اور اگر عورت نے تین طلاق کو قبول کیا چار طلاق مین سے تو کوئی طلاق نہ واقع ہوگی بسبب تعلیق کرنے زوج کے طلاق کو عورت کے قبول پر بمقابلہ چار طلاق کے تو گویا زوج نے یون کہا کہ اگر تو چار طلاق کو عوض ہزار کے قبول کرے تو تو مطلقہ ہے تو جبتک چار طلاق کو عورت قبول کرے گی شرط نہ پائی جاویگی انت طالق علی دخولک الدار توقف علی القبول وعلی ان تدخلی الدار توقف علی الدخول قلت فیطلب الفرق فان ان والفعل بمعنی المصدر فتدبر زوج نے کہا کہ تو طالق ہے بشرط دخول دار کے تو موقوف ہوگی طلاق عورت کی قبول پر یعنی بعد قبول کے طلاق واقع ہوگی اگرچہ دخول دار نہوا اور اگر یون کہا انت طالق علی ان تدخلی الدار یعنی تو طالق ہے اس شرط پر کہ تو داخل ہو گہر مین تو طلاق موقوف ہوگی دخول پر شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ ان دو نو صورتونمین وجہ فرق کی تلاش کرنا چاہیے اسواسطے کہ ان درا وسکی بعد کا فعل بمعنی مصدر کے ہے تو پہلے مسئلہ مین بہی مصدر ہے یعنی دخول اور دوسرے مسئلہ مین بہی معنی مصدر ہے پہر کیا وجہ پہلی صورتمین تو قبول پر طلاق موقوف ہے اور دوسری صورتمین دخول پر موقوف تو اسکی جواب مین غور اور تامل کرے ہم مصدر صریح اور مصدر ماول مین البتہ فرق ثابت ہے چنانچہ شیخ رحمتی محشی نے شرح ملتقی سے نقل کیا ہے کہ مصدر صریح کا حمل کرنا شخص انسانی پر صحیح نہین تو یون کہنا درست نہین کہ انت ایاک دخولک الدار واما عدمہ تو حاجت پڑی تقدیر مضاف کی یعنی انت طالق علی التزامک دخول الدار تو مطلب یہہ ہوا کہ تو طالق ہے بشرط التزام اور قبول کرنے تیرے دخول دار کو لہذا مصدر صریح مین قبول پر طلاق موقوف ہوگی نہ دخول پر اور مصدر ماول کا حمل کرنا جسم انسانی پر صحیح ہے چنانچہ یون کہنا درست ہے کہ انت ایاک ان تدخلی واما ان لا تدخلی اسواسطے کہ فعل مین ضمیر موجود ہے کچہہ ضرورت تقدیر مضاف کی نہین تو انت طالق علی ان تدخلی الدار مین حمل صحیح ہے بدون تقدیر مضاف کے تو طلاق دخول پر موقوف ہوگی نہ قبول پر اسواسطے کہ دخول حقیقۃ مدلول ہے اس لفظ کا اور التزام دخول مجازاً اور ہو حقیقت کے مجاز کیطرف عدول کرنا جائز نہین کذا فی حاشیۃ المدنی قال خلعتک واحدۃ بالف وقالت انما سالتک الثلث فلک ثلثہا فالقول لہا زوج نے کہا کہ مین نے تجہسے خلع کیا ایک طلاق کے بعوض ہزار کے اور عورت نے کہا کہ مین نے تجہسے تین طلاق کا سوال کیا تہا تو تجہکو ہزار کی تہائی چاہیے تو عورت ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی مع الیمین خلعہا علی ان تمسک الولد عندہ صح الخلع وبطل الشرط خلع کیا عورت سے اس شرط پر کہ عورت کے مہر کا عورت کا بیٹا مالک ہے یا کوئی بیگانہ شخص مالک ہوگا یا اس شرط پر خلع کیا کہ عورت لڑکے کو مرد کی پاس رہنے دے تو خلع صحیح ہے اور یہہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ خلع اسکو مقتضی ہے کہ زوجین مین ایک کا حق دوسرے پر نہ باقی رہے منجملہ حقوق نکاح کے تو عورت کی بیٹی کو یا اجنبی کو مہر کا مالک قرار دینا یہہ شرط فاسد ہے مخالف خلع کے لہذا خلع صحیح ہوگا اور شرط باطل ہوگی تو مہر زوج کا ہوگا نہ ولد اور اجنبی کا اور پرورش ولد کا حق عورت پر شرعاً ثابت ہے تو ساقط کرنے سے ساقط نہوگا قالت اختلعت منک فقال طلقتک بائن وقیل رجعی عورت نے کہا کہ مین خلع چاہتی ہون تجہسے سو مرد نے کہا کہ مین نے تجہکو طلاق دی تو یہہ طلاق بائن ہے اسواسطے کہ تطلیق اختلاع کے جواب مین واقع ہوئی اور اختلاع مقتضی جدائی کا اور اسی

فتوی دیا ہی امام ظہیر الدین نے اور قول ضعیف یہہ ہی کہ یہہ طلاق رجعی ہی اسواسطی کہ اعتبار مرد کی ایقاع کا ہی نہ عورت کی ایقاع کا اور مرد نے بلفظ صریح طلاق دی ہی تو رجعی ہی واقع ہوگی اور یہہ قول ہی قاضی ابو علی نسفی کا کذا فی حاشیۃ المدنی ولا دوایۃ لو قالت ابرأتک من المہر بشرط الطلاق الرجعی فطلقہا رجعیًا لکن فی الزیادات انت طالق الیوم رجعیًا وغدًا اخری رجعیًا بالف فالبدل لہما وہما بائنان لکن یقع غدًا بغیر شئ ان لم یعد ملکہ اور قنیہ میں کہا کہ کوئی روایت نہیں اس صورت میں کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھکو بری الذمہ کیا مہر سے بشرط طلاق رجعی کے سو مرد نے اوسکو رجعی طلاق دی یعنی اس صورت میں بائن طلاق ہوگی باعتبار مقابلہ مال کے یا رجعی ہوگی باعتبار ایقاع کے لیکن زیادات میں یون ہی کہ مرد نے کہا کہ تجھکو آج ایک طلاق رجعی ہی اور کل دوسری رجعی طلاق ہی عوض ہزار درم کے تو ہزار درم بدلا دونو طلاق کا ہوگا اور دونو طلاق بائن ہونگی لیکن آج ایک طلاق بعوض پانسو کے واقع ہوگی اور کل دوسری طلاق بدون مال کے واقع ہوگی اگر دوبارہ ملک زوج کی نہ ثابت ہوئی ہو یعنی اگر زوج نے پہلی طلاق کے بعد عورت سے نکاح نکیا تو عورت پر مال دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ مطلقہ بائنہ کا التزام مال صحیح نہیں بسبب باقی رہنے ملکیت زوج کے تو عوض بلا معوض کیونکر ہو ہان اگر بعد طلاق کے دوسری بار نکاح کر لیا ہو تو دوسرے دن دوسری طلاق بعوض نصف مال باقی کے البتہ واقع ہوگی ہم زیادات سے ثابت ہی کہ طلاق رجعی بمقابلہ مال کے بائن ہو جاتی ہی تو وہ جو قنیہ میں کہا کہ مسئلہ مذکورہ میں روایت نہیں سو اسکی روایت بخوبی ثابت ہوگئی کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ قال لصغیرۃ ان غبت عنک اربعۃ اشہر فامرک بیدک بعد ان تبرئنی من المہر فوجد الشرط فابرأتہ وطلقت نفسہا لا یسقط المہر ویقع الرجعی اور فتاوی ظہیریہ میں ہی کہ زوج نے اپنی زوجہ صغیرہ سے کہا کہ اگر مین غائب ہون تجھ سے چار مہینے تو تجھکو طلاق کا اختیار ہی بعد اس کے کہ تو مجھکو بری الذمہ کردے مہر سے پھر شرط پائی گئی یعنی چار مہینے زوج غائب رہا سو صغیرہ نے اسکو مہر سے بری کر دیا اور اپنی ذات کو طلاق دی تو مہر اوسکا ساقط نہوگا اور یہہ طلاق رجعی واقع ہوگی اسواسطی کہ صغیرہ کا ابرا کرنا صحیح نہیں پھر جبکہ نہ ساقط ہو تو طلاق بلا مال رجعی ہوگی وفی البزازی اختلعت بمہرہا علی ان یعطیہا عشرین درہما وکذا منًّا من الارز صح ولا یشترط مکان الایفاء لان الخلع اوسع من البیع اور بزازی میں ہی کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بعوض اپنی مہر کے اس شرط پر کہ زوج اوسکو بیس درم دے یا اتنے من چانول دے تو یہہ خلع صحیح ہی اور شرط نہیں مکان معین کرنا واسطے درم اور چانول دینے کے اسواسطے کہ خلع وسیع تر ہی بیع سلم سے یعنی جیسے بیع سلم مین مکان حبس لینے دینے کا شرط ہے ویسا خلع مین شرط نہیں قلت ومفادہ صحۃ ایجاب بدل الخلع علیہ فلیحفظ شارح کہتا ہی مین کہتا ہون کہ روایت بزازی سے یہہ مستفاد ہوا کہ بدل خلع کا زوج پر بھی واجب ہونا صحیح ہی تو اسکو یاد رکہنا چاہئی یعنی جب بیس درم زوج پر لازم آئے تو بدل خلع کا وجوب زوج پر ثابت ہوگیا لیکن یہہ اوس صورت مین ثابت ہوگا جب مہر عورت کا بیس درم سے کم ہو اور اگر مہر اوسکا زیادہ ہو بیس درم سے تو یہہ بدل خلع نہوگا بلکہ استثنا ہوگا بدل خلع سے یا بالجملہ زوج پر بدل خلع کا واجب ہونا مختلف فیہ ہی فقہا مین کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ اختلعت بشرط الصک او بشرط ان یرد الیہا اقمشتہا فقبل لم تحرم ویشترط کتبۃ الصک ورد الاقمشۃ فی المجلس اور قنیہ میں ہی کہ عورت نے خلع کی درخواست کی بشرط اقرار نامہ کے یعنی لکھنا اقرار نامہ کا زوج کے ذمہ ہی یا اس شرط پر خلع کی درخواست کی کہ زوج عورت کی اجناس اور اسباب کو پھیر دے سو زوج نے اوسکو قبول کر لیا تو بمجرد قبول کرنیکے عورت مرد پر حرام نہو جاویگی بلکہ حرام ہونے میں لکھہ دینا زوج کا اقرار نامہ کا اور پھیر دینا اسباب کا اوسی مجلس میں مشروط ہی ملحوظ رہے اور چونکہ خلع مسقط ہی حقوق کا تو عورت کا مہر اوس صورت مین ساقط ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی

باب الظہار

یہہ باب ہی ظہار کا ظہار کو خلع کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ دونو غالبا عورت کی نافرمانی سے ہوتے ہیں اور خلع کو اسواسطے مقدم کیا کہ اوسکی حرمت زائد ہی بسبب منقطع ہو جانے نکاح کے اور ظہار میں نکاح باقی رہتا ہی ہو لغۃ مصدر ظاہر من امرأتہ اذا قال لہا انت علی کظہر امی ظہار لغت میں مصدر ہی ظاہر کا جو ظاہر من امرأتہ اوسوقت بولتے ہیں جب کہ زوج نے اپنی عورت سے یون کہا کہ تو مجہپر ایسی ہی جیسے میری ماں کی پیٹھ یہہ استعارہ ہی واسطے حرمت کے یعنی تو حرام ہی ظہار کے معنی لغت

ہین ہر چند اور یہی ثابت ہین لیکن شارح نے بمناسبت مقام اسکو مخصوص بذکر کیا و شرعًا تشبیہُ المسلم فلا ظہار للذمی عندنا اور اصطلاح شرع
مین ظہار عبارت ہے تشبیہ مسلم سے تو مسلم کی قید سے معلوم ہوا کہ کافر ذمی کیواسطے ظہار نہین ہمارے نزدیک یعنی حنفیہ کے نزدیک بخلاف مذہب شافعی کے اسواسطے کہ
ثمرہ ظہار کا کفارہ ہے اور کفارہ مین معنی عبادت کے ہین اور حالانکہ عبادت لائق نہین مگر مسلمان کیواسطے اور تشبیہ کی قید سے یون کہنا مرد کا عورت سے کہ تو میری
ماں ہے ظہار سے نکل گیا اسواسطے کہ بموجب تصریح قہستانی کے یہہ قول باطل ہے اگرچہ اس کلام سے تحریم یا ظہار کا قصد کرے کذا فی حاشیۃ المدنی زوجتہ ولو کتابیۃ
او صغیرۃ او مجنونۃ تشبیہ مسلم کی اپنی زوجہ کو اگرچہ زوجہ کتابیہ ہو یا صغیرہ یا مجنونہ ہو اسواسطے کہ قرآن مجید مین ثبوت ظہار مین من نسائہم کا لفظ ارشاد ہوا ہے
اور عرف مین نساء رجل اوسکی زوجات کو بولتے ہین تو کتابیہ اور صغیرہ اور مجنونہ بلکہ غیر مدخولہ سے ظہار صحیح ہوگا بخلاف اپنی لونڈی اور مدبرہ اور ام ولد اور مکاتبہ اور
اجنبیہ کے لیکن اجنبیہ سے بوقت اضافت الی سبب الملک البتہ ظہار صحیح ہے کما سیجیٔ اور فتاوی عالمگیری مین معراج سے منقول ہے کہ غیر کی لونڈی اور مکاتبہ سے
جب کہ منکوحہ ہو تو ظہار صحیح ہے او تشبیہُ ما یعبّر بہ عنہا من اعضائہا و تشبیہ جزءٍ شائعٍ منہا بمحرّم علیہ تابیدًا بوصفٍ لا یمکن زوالہ یا ظہار
عبارت ہے تشبیہ اوس عضو سے جس عضو کر عورت کی تعبیر کیجاتی ہے چنانچہ سر اور گردن یا ظہار عبارت ہے عورت کے جزء شائع کی تشبیہ سے ساتھہ اوس شخص
کے جو مرد پر ہمیشہ حرام ہے ایسی وصف کر کہ ممکن نہین زوال اوسکا چنانچہ وصف مادری اور خواہری کہ کبھی زوال پذیر نہین خواہ حرمت باعتبار نسب اور
صہریت کے ہو خواہ باعتبار رضاعت کے جزء شائع کی مثال جیسے نصف اور ثلث اور ربع خلاصہ یہہ ہے کہ محرمات ابدیہ کے ساتھہ زوجہ کی تشبیہ دینا یا اوسکے
اوس عضو کی تشبیہ دینا جو بجای کل واقع ہوتا ہے یا جزء شائع کی تشبیہ دینا اسکو ظہار کہتے ہین چنانچہ یون کہنا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسے میری ماں کی پیٹھہ
یا تیری گردن ایسی جیسے میری ماں کی پیٹھہ یا تیرا نصف بدن ایسا جیسے میری ماں کی پیٹھہ فخرج تشبیہہا باخت امرأتہ او بمطلقۃ ثلثًا وکذا بمجوسیۃ لجواز
اسلامہا تو وصف غیر ممکن الزوال کی قید سے اپنی عورت کو سالی کے ساتھہ تشبیہ دینا یا مطلقہ ثلثہ کے ساتھہ تشبیہ دینا ظہار کی تعریف سے نکل گیا ہر چند سالی
اور مطلقہ ثلثہ مرد پر حرام ہے لیکن وصف حرمت کا ایسا نہین کہ زائل نہو سکے بلکہ اگر زوجہ مرجاے یا بعد طلاق کے اوسکی عدت گذر جاے تو اوسکی بہن سے نکاح
جائز ہے اور مطلقہ ثلثہ سے بھی بعد زوج ثانی کے نکاح حلال ہے اور اسیطرح مجوسیہ کے ساتھہ زوجہ کو تشبیہ دینا ظہار نہین بسبب احتمال اوسکی اسلام کے یعنی
ہر چند مجوسیہ مسلم پر حرام ہے لیکن اگر وہ مسلمان ہوجاے تو مرد پر حلال ہوگی تو اوسکی بھی حرمت دائمی نٹھہری وقولہ بمحرّم صفۃ لشخصٍ المتناول
للذکر والانثی فلو شبّہہا بفرج ابیہ او قریبہ کان مظاہرًا قالہ المصنف تبعًا للبحر اور مصنف کا قول بمحرم صفت ہے شخص متعدد کی جو شامل
ہے مرد اور عورت کو تو مطلب یہہ ہوا کہ ظہار عبارت ہے تشبیہ زوجہ سے ساتھہ شخص محرم کے تو اگر زوج نے اپنی زوجہ کی تشبیہ دی اپنے باپ کی شرمگاہ سے
یا کسی اور اپنے قریب کی شرمگاہ سے تو زوج مظاہر ہوگا یعنی ظہار کا حکم اوسپر لازم آویگا اسواسطے کہ مشبہ بہ عام ہے نساء سے ہو یا رجال سے ماں اور باپ دونوں کی
شرمگاہ حرمت مین برابر ہین مصنف نے ایسا ہی ذکر کیا ہے اپنی شرح منح الغفار مین بحر الرائق کی پیروی کر کے اور بحر الرائق مین اس عموم کو محیط سے نقل
نقل کیا ہے کذا فی منح الغفار وردّہ فی النہر بما فی البدائع من شرائط الظہار کون المظاہر بہ من جنس النساء حتی لو شبّہہ بظہر ابیہ او ابنہ
لم یصح لانہ انما عُرِف بالشرع والشرع وَرَدَ فی النساء اور بحر الرائق کے قول کو نہر الفائق مین رد کیا ہے بدائع کی اس عبارت سے کہ ظہار کی شرائط
سے ایک یہہ شرط ہے کہ ظہار کا مشبہ بہ جنس نساء سے ہو یہانتک کہ اگر زوج زوجہ کی تشبیہ دیگا اپنے باپ کی پیٹھہ سے یا اپنے بیٹے کی پیٹھہ سے تو ظہار صحیح
نہین اسواسطے کہ حرمت ظہار کی شرع سے معلوم ہوئی ہے اور شرع کا حکم عورتون مین وارد ہے نہ مردون مین ثمّ یردّ ما فی الخانیۃ انتِ علیّ کالدّم
والخنزیر والخمر والغیبۃ والنمیمۃ والزنا والرّبا والرّشوۃ وقتل المسلم ان نوی طلاقًا او ظہارًا فکما نوی علی الصحیح ان بدائع کے قول پر
اعتراض وارد ہوتا ہے خانیہ کی اس عبارت سے کہ زوج نے اپنی زوجہ سے کہا تو مجھپر ایسی ہے جیسے کہ خون اور سور اور شراب اور غیبت اور چغلخوری اور زنا

اور زنا اور رشوت اور مسلمان کا قتل کرنا اگر زوج نے اس کلام سے طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے اور اگر ظہار کی نیت کی تو ظہار ہے بنا بر قول صحیح کے ہم
خانیہ کے قول سے ثابت ہوا کہ غیر نساء کی تشبیہ میں بھی ظہار ہوتا ہے تو یہہ قول بدائع کی مخالف ہوا لیکن بدائع کیطرف سے تین جواب ہو سکتے ہیں جواب اول یہہ کہ غرض
صاحب بدائع کی یہہ ہے کہ تشبیہ رجال سے ظہار صحیح نہیں اور یہہ مطلب نہیں کہ دم اور خمر کی تشبیہ سے بھی ظہار نہیں بلکہ ان امور سے اوسکی عبارت ساکت ہے جواب ثانی
یہہ کہ بدائع میں ظہار صریح کا ذکر ہے اور خانیہ میں کنایات ظہار مذکور ہیں تو کچھہ مخالفت نہوئی جواب ثالث یہہ کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک روایت کو صاحب بدائع نے
اختیار کیا اور دوسری روایت کو صاحب خانیہ نے پسند کیا چنانچہ قول اوسکا علی الصحیح دو قول ہونے پر دلالت کرتا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فتاوی قاضیخان میں
مذکور ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھپر مانند مردار اور خون اور لحم خنزیر کے ہے اسمیں روایات مختلف ہیں اور صحیح قول یہہ ہے کہ اگر کچھہ نیت نکریگا تو ایلا ہے اور اگر
طلاق کی نیت کریگا تو طلاق ہوگی اور اگر ظہار کی نیت کریگا تو ظہار صحیح نہیں معلوم ہوا کہ روایت قاضیخان کی مخالف ہے خانیہ کے اور موافق ہے بدائع کے واللہ اعلم
کانتِ علیّ کامّی فان التشبیہ بالام تشبیہ بظہرھا وزیادۃ ذکرہ القہستانی معزیا للمحیط چنانچہ صحیح ہے نیت ظہار کی اس قول میں کہ تو میرے
نزدیک ایسی ہے جیسی کہ میری ما اسواسطے کہ ما کے ساتھہ تشبیہ دینے میں اوسکی پیٹھہ کے ساتھہ بھی تشبیہ ہوئی ساتھہ زیادتی کے یعنی جب ما کے ساتھہ تشبیہ ہوئی تو
اوسکی پیٹھہ اور باقی اعضا کی بھی تشبیہ ہو گئی چنانچہ قہستانی نے اسکو ذکر کیا ہے محیط کیطرف منسوب کر کے وصحّ اضافتہ الی ملک او سببہ کان نکحتکِ فکذا حتیٰ
لو قال ان تزوجتکِ فانتِ علیّ کظہر امّی مائۃ مرۃٍ فعلیہ لکل مرۃٍ کفارۃ تاتارخانیہ اور صحیح ہے اضافت ظہار کی طرف ملک کے یا اضافت طرف
سبب ملک کے اضافت الی الملک سے مراد یہہ کہ منکوحہ ہونیکی حالتمیں ظہار کرنا اور اضافت الی سبب الملک سے مراد یہہ کہ قبل از نکاح بتعلیق نکاح ظہار کرنا چنانچہ
یوں کہنا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو ایسا یہانتک کہ اگر یوں کہیگا کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو تو مجھپر ایسی ہے جیسی میری ما کی پیٹھہ سو بار تو ہر بار کیواسطے ایک کفارہ لازم
آویگا کذا فی التاتارخانیہ وظہارہا منہ لغو ولا حرمۃ ولا کفارۃ بہ یفتی جوہرۃ ورجح ابن الشحنۃ ایجاب کفارۃ یمین اور ظہار کرنا عورت کا مرد سے
لغو ہے یعنی اگر عورت اپنے مرد سے یوں کہے کہ تو مجھپر ایسا ہے جیسے میرے باپ کی پیٹھہ یا یوں کہے کہ میں تجھپر ایسی ہوں جیسی تیری ما کی پیٹھہ تو اس قول سے نہ حرمت ہوگی اور نہ کفارہ ظہار
کا نہ کفارہ یمین کا اسی قول پر فتوی ہے اور ابن شحنہ نے ترجیح دی ہے کفارہ یمین کے واجب ہونیکی یعنی اگر عورت ظہار کریگی تو اسپر کفارہ یمین کا لازم آویگا نہ کفارہ ظہار کا اسواسطے کہ
تحریم حلال کی یمین ہے اور یہی روایت ہے ابو یوسف سے کذا فی حاشیۃ المدنی وذا ای الظہار کانتِ علیّ کظہر امّی او امّکِ وکذا لو حذف علیّ کما فی النہر
او رأسکِ کظہر امّی ونحوہ کالرقبۃ مما یعبّر بہ عن الکل او نصفکِ ونحوہ من الجزء الشائع کظہر امّی او کبطنہا او کفخذہا او کفرجہا او کظہر
اختی وعمتی او فرج امّی او فرج بنتی کذا فی نسخ الشرح ولا یخفی ما فیہ من التکرار والذی فی نسخ المتن او فرج ابی الباء او قریبی وقد علمت
ردّہ اور یہہ یعنی ظہار کی مثالیں چنانچہ یوں کہنا زوج کا زوجہ سے کہ تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے کہ میری ما کی پیٹھہ یا تیری ما کی پیٹھہ اور اسیطرح اگر لفظ علی کا محذوف
ہو جاوے کذا فی النہر الفائق یا یوں کہنا کہ تیرا سر میری ما کی پیٹھہ کی مانند ہے اور مانند اس لفظ کے چنانچہ گردن یعنی ایسا عضو جو تمام بدن کے مقام پر بولا جاتا ہے
چنانچہ عتق یا یوں کہنا کہ تیرا نصف اور مانند اس لفظ کے از قسم جز شائع یعنی تیرا ثلث یا ربع میری ما کی پیٹھہ کی مانند ہے یا مانند اوسکی پیٹ کے ہے یا مانند اوسکی ران
کے ہے یا مانند اوسکی شرمگاہ کے ہے یا میری بہن کی پیٹھہ کی مانند ہے یا میری عمہ کی پیٹھہ کی مانند ہے یا میری ما یا بیٹی کی شرمگاہ کی مانند ہے شارح نے کہا ایسا ہی
لفظ فرج امی کا مصنف کی شرح کے نسخوں میں واقع ہے اور اسمیں جو تکرار ہے سو مخفی نہیں اور جو متن کے نسخوں میں ہے سو بجائے فرج امی کے فرج ابی او قریبی ہے
اور تجھکو اوسکا مردود ہونا معلوم ہو چکا ہے نہر الفائق کے کلام سے بنقل روایت بدائع کے یعنی ظہار تشبیہ رجال سے صحیح نہیں خلاصہ یہہ کہ جب منکوحہ کو
تشبیہ دے محرمات ابدیہ کی اون اعضا سے جنکا دیکھنا اسکو جائز نہیں تو ظہار صحیح ہے تو اگر ہاتھہ یا پانون یا پہلو کے ساتھہ تشبیہ دیگا تو ظہار کا حکم نہ ثابت
ہوگا اسواسطے کہ ان اعضا کا دیکھنا محرم کو درست ہے بخلاف پیٹھہ اور پیٹ اور ران کے یصیر بہ مظاہراً بلا نیۃ لانہ صریح فیحرم وطئہا علیہ و

بِرًّا وَظِهَارًا وَطَلَاقًا صَحَّتْ نِيَّتُهُ وَوَقَعَ مَا نَوَاهُ لِأَنَّهُ كِنَايَةٌ اور اگر اس قول سے کہ تو میرے نزدیک میری ماں کی مانند ہے یا بجائے مثل ماں کے کاف بولا تو
اسیطرح ہے اگر علی کا لفظ محذوف کر دیا یعنی یون کہا انت مثل امی تو اگر زوج نے اس قول سے تعظیم زوجہ کی نیت کی یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو صحیح ہے
نیت اوسکی اور جو نیت کریگا وہی واقع ہوگا اسواسطے کہ یہہ قول کنایہ ہے اور کنایہ محتاج ہے نیت کا تو اگر تعظیم کی نیت کریگا تو ظہار اور طلاق کچھہ واقع ہوگی اور
طلاق کی نیت سے طلاق واقع ہوگی اور ظہار کی نیت سے ظہار وَإِلَّا يَنْوِ شَيْئًا أَوْ حَذَفَ الْكَافَ لَغَا وَتَعَيَّنَ الْأَدْنَى أَيِ الْبِرُّ يَعْنِي الْكَرَامَةَ اور اگر اوس
قول یعنی انت علی مثل امی سے کچھ نیت نکریگا یا کاف کو یا مثل کو حذف کریگا یعنی یون کہیگا انت امی تو یہہ قول لغو ہوگا اور متعین ہوگا کمتر یعنی تعظیم اور تکریم مراد
ہوگی ظہار یا طلاق نہ واقع ہوگی کمتر مفہوم اسواسطے مراد ہے کہ یہی الادنی ہے تاکہ کلام مہمل نہ ٹھہرے وَيُكْرَهُ قَوْلُهُ أَنْتِ أُمِّي وَيَا ابْنَتِي وَيَا أُخْتِي وَنَحْوُهُ اور مکروہ
ہے زوج کا یون کہنا اپنی زوجہ سے کہ تو میری ماں ہے اور یون کہنا کہ اے میری بیٹی اور اے میری بہن اور مانند اسکی جیسے خالہ اور پھوپھی کہنا ہر چند اس قول سے ظہار ثابت نہیں
اسواسطے کہ تشبیہ سے خالی ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے اسواسطے کہ قریب تشبیہ ہے اور سنن ابی داؤد میں حدیث مرفوع ثابت ہے کہ بیوی کو بہن کہنا ممنوع اور مکروہ
کذا فی حاشیۃ المدنی وَبِأَنْتِ عَلَيَّ حَرَامٌ كَأُمِّي صَحَّ مَا نَوَاهُ مِنْ ظِهَارٍ أَوْ طَلَاقٍ وَتَمْتَنِعُ إِرَادَةُ الْكَرَامَةِ لِزِيَادَةِ لَفْظِ التَّحْرِيمِ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ ثَبَتَ الْأَدْنَى وَهُوَ
الظِّهَارُ فِي الْأَصَحِّ اور اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے میری ماں کی مانند جو نیت کہ ظہار یا طلاق کی کریگا تو صحیح ہے اور جائز نہیں اس قول سے تعظیم کا ارادہ کرنا
بسبب زیادہ ہونے لفظ تحریم کے بخلاف انت علی مثل امی کے کہ اوس میں تحریم کا لفظ نہیں اور اگر کچھ نیت نکریگا تو ادنی ثابت ہوگا یعنی ظہار قول اصح میں وَبِأَنْتِ
عَلَيَّ حَرَامٌ كَظَهْرِ أُمِّي ثَبَتَ الظِّهَارُ لَا غَيْرُ لِأَنَّهُ صَرِيحٌ اور اس قول سے کہ تو مجھپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہی ثابت ہوگا نہ طلاق نہ تعظیم اسواسطے کہ یہہ
لفظ صریح ہے ظہار میں تو بدون نیت ظہار کے بھی ظہار ثابت ہوگا اور اگر شخص طلاق یا ایلا کا ارادہ کریگا تو لغو ہوگا وَلَا ظِهَارَ إِلَّا مِنْ زَوْجَةٍ فَلَا ظِهَارَ مِنْ أَمَتِهِ اور ظہار صحیح
نہیں اپنی لونڈی سے اور نہ ام ولد اور مدبرہ سے اسواسطے کہ لفظ نسائکم جو آیت ظہار میں واقع ہے وہ لونڈی کو شامل نہیں اسواسطے کہ عرف میں نساء رجل
اوسکی زوجات کو کہتے ہیں نہ لونڈی اور حرم کو کذا فی حاشیۃ المدنی نقلا عن البحر الرائق وَلَا مِمَّنْ نَكَحَهَا بِلَا إِذْنِهَا ثُمَّ ظَاهَرَ مِنْهَا ثُمَّ أَجَازَتْ لِعَدَمِ الزَّوْجِيَّةِ
اور ظہار صحیح نہیں اوس عورت سے جس سے نکاح کیا بدون اوسکی اذن کے پھر اوس سے ظہار کیا پھر عورت نے نکاح کو جائز کیا بسبب عدم زوجیت کے یعنی وقت ظہار
کے وہ زوجہ نتھی اسواسطے کہ اوسکو نکاح کی خبر بھی نتھی فضولی نے اوسکا نکاح کر دیا تھا انتہی أَنْتُنَّ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي ظَاهَرَ مِنْهُنَّ جَمِيعًا وَكَفَّرَ لِكُلٍّ وَقَالَ
مَالِكٌ وَأَحْمَدُ يَكْفِيهِ كَفَّارَةٌ وَاحِدَةٌ كَالْإِيلَاءِ مرد نے کہا اپنی عورتوں سے کہ تم مجھپر ایسی ہو جیسی میری ماں کی پیٹھ تو ظہار ہے سب عورتوں سے باتفاق فقہا کے اور کفارہ
دیگا مرد ہر عورت کا جدا جدا اور کہا امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے کہ ایک کفارہ سب عورتوں کی حلت کیواسطے کافی ہے مانند کفارہ ایلا کے یعنی اگر مرد نے قسم کھائی
کہ اپنی عورتوں سے صحبت نکریگا پھر اوسنے ایک سے صحبت کی تو ایک کفارہ دینے سے سب عورتیں حلال ہو جاوینگی ظَاهَرَ مِنِ امْرَأَتِهِ مِرَارًا فِي مَجْلِسٍ أَوْ
مَجَالِسَ فَعَلَيْهِ لِكُلِّ ظِهَارٍ كَفَّارَةٌ فَإِنْ عَنَى التَّكْرَارَ أَيِ التَّأْكِيدَ فَإِنْ بِمَجْلِسٍ صُدِّقَ قَضَاءً وَإِلَّا لَا عَلَى الْمُعْتَمَدِ وَكَذَا لَوْ عَلَّقَهُ بِنِكَاحِهَا كَمَا مَرَّ عَنِ التَّتَارْخَانِيَّةِ
ظہار کیا اپنی عورت سے چند بار ایک مجلس میں یا چند مجالس میں تو واجب ہے اوسپر عوض ہر ظہار کے ایک کفارہ پھر اگر مرد نے ارادہ تکرار اور تاکید کا کیا سو اگر چند بار ظہار کو
ایک مجلس میں کہا تو باعتبار قضا کے اوسکی تصدیق ہوگی اور اگر چند مجالس میں چند بار ظہار کر چکا ہے تو قضاءً اوسکی تصدیق نہوگی لیکن دیانۃً البتہ
تصدیق ہوگی بنا بر قول معتمد کے اور ایسا ہی حکم ہے اگر تعلیق ظہار کی اجنبیہ کے نکاح پر کی چنانچہ اسکی تصریح فتاوی تاتارخانیہ سے اسی باب میں اوپر ہو چکی ہے
مصنف نے تصدیق تاکید میں اتحاد مجلس کی قید لگائی اور شارح نے بھی اوسکی پیروی کی حالانکہ مصنف کا قول اوسکے استاد کی روایت کے مخالف ہے
یعنی صاحب بحر الرائق کے بحر الرائق میں لکھا ہے کہ اگر اپنی عورت سے چند بار ظہار کریگا ایک مجلس میں یا چند مجلس میں تو اوسپر عوض ہر ظہار کے کفارہ لازم آویگا
مگر جبکہ تاکید کی نیت کریگا یعنی تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا کما ذکرہ الاسبیجابی وغیرہ اور بعضی کتابوں میں ایک مجلس اور چند مجالس میں فرق

کیا ہے اور معتمد اول ہی قول ہے انتہےٰ مضمونہ اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں تفصیل ایک مجلس اور مجالس کی اسبیجابی کیطرف منسوب کی ہے اور حالانکہ اسبیجابی کا قول بموجب روایت صاحبین کے کہ مطلق ہے بلا تفصیل اور فتاوی عالمگیریہ میں بھی قول صاحبین کا اسیطرح منقول ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فروع مسائل لیہہ شارح کے انت علی کظہر امی کل یوم اتحد ولو اتی بفی تجدد ولہ قربہا لیلاً اگر زوج نے کہا تو مجھپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن تو یہہ قول ایک ہی ظہار ہے تو اسپر رات اور دن میں وطی حرام ہے بدون کفارہ کے اور اگر شارح نے کہا کہ یہہ فی کا لفظ لایا یعنی یوں کہا انت علی کظہر امی فی کل یوم یعنی تو مجھپر ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہر دن میں تو ہر روز جدا گانہ ظہار ثابت ہوگا پھر جب دن گذر جاویگا اور رات آئیگی ظہار باطل ہوگا پھر جب دوسرے دن آفتاب نکلیگا تو دوسرا ظہار شروع ہوگا لیکن رات کو صحبت کرنا عورت سے راتمیں جائز ہوگا اسواسطے کہ فی ظرفیت کیواسطے موضوع ہے اور ظرف میں معنی شرط کی ہوتی ہیں تو فقط دن کو ظہار ہوگا نہ رات کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو قال کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم فکلما جاء یوم صار مظاہراً ظہاراً آخر مع بقاء الاول اور اگر یوں کہا کہ تو مجھپر ایسی جیسی کہ میری ماں کی پیٹھ ہے آجکے دن اور جب دن آویگا تو اس صورت میں جب کوئی دن آویگا تو مرد مظاہر ہو جاویگا دوسری ظہار کر یعنی ہر روز جدا جدا ظہار ثابت ہوگا باوجود باقی رہنے ظہار اول کے لیکن وانی نے کہا کہ یہہ روایت شارح کی مخالف ہے بحر الرائق کی اسمیں یوں ہے کہ اگر اسطرح کہیگا انت علی کظہر امی الیوم وکلما جاء یوم تو مظاہر ہوگا آجکے دن عورت سے اور جب دن گذر جائیگا تو یہہ ظہار باطل ہوگا اور رات میں جماع کو قربت کا اختیار ہے پھر جب کل کا دن آویگا تو دوسری مظاہر ہوگا اسیطرح ہمیشہ تجدد ظہار ہوتا رہیگا انتہی کذا فی حاشیۃ المدنی اور یہہ جو شارح نے ظہار اول کی بقا کو ذکر کیا سو وہ اوس صورت میں ہے جب یوں کہے کہ انت علی کظہر امی کلما جاء یوم تو ظہار روز اول کا منتہے نہوگا باقی رہیگا اور جب دن آویگا تو مرد مظاہر ہوگا دوسری ظہار کا بغیر کفارہ کے ظہار اول کے باطل ہوگا کذا فی العالمگیریہ ناقلا عن شرح تلخیص الجامع ومتی علق بشرط متکرر تکرر اور جب ظہار کو شرط متکرر پر معلق کریگا تو ظہار بھی متکرر ہوگا مثلا یوں کہا جب کہ تو گھر میں داخل ہوگی تو تو میرے نزدیک میری ماں کی پیٹھ کی مانند ہوگی تو جتنی بار عورت گھر میں داخل ہوا اتنی بار ظہار ثابت ہوگا تو کفارہ لازم آویگا ہر بار داخل ہونیکی شمار پر ولو قال کظہر امی رمضان کلہ ورجب کلہ اتحد استحسانا ویصح تکفیرہ فی رجب لا فی شعبان ولو استثنی یوم الجمعۃ مثلاً ان کفر فی یوم الاستثناء لم یجز والا جاز تاتارخانیہ اور یوں کہا کہ تو میرے نزدیک ایسی جیسی ماں کی پیٹھ رمضان بھر اور رجب بھر تو یہہ ایک ہی ظہار ہے یہ ظہار استحسانا ہے اور اسیواسطے صحیح کفارہ دینا اس ظہار کا رجب میں نہ شعبان میں اور کفارہ رجب کے ظہار رمضان بھی فقط ہوگا [illegible] ظہار کو چنانچہ ایک شخص نے ظہار کیا اور جمعہ کا دن مستثنی کر لیا یعنی یوں کہا کہ انت علی کظہر امی الا یوم الجمعۃ تو اگر کفارہ دیگا روز استثنا میں یعنی جمعہ میں تو جائز نہوگا اور اگر روز استثنا کے سوا کسی اور دن کفارہ دیگا تو جائز ہوگا کذا فی الفتاوی التاتارخانیہ [illegible] فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ ظہار میں [illegible] تو ظہار ذمی اور صبی اور مجنون صحیح نہیں

باب الکفارۃ

یہہ باب ہے کفارہ ظہار کا اختلف فی سببہا والجمہور علی انہ الظہار والعود اختلاف کیا ہے کفارہ کے سبب میں جمہور علما کا یہہ مذہب ہے کہ کفارہ کا سبب ظہار اور عود ہے یعنی عزم وطی اور بعض علمانے کہا کہ سبب کفارہ کا ظہار ہے اور عود اسکی شرط ہے اور بعضوں نے اسکے بالعکس کہا ہے وھی لغۃ من کفر اللہ الذنب محاہ کفارہ لغت میں ماخوذ ہے اس قول سے کہ کفر اللہ الذنب یہہ اسوقت بولا جاتا ہے جب حق تعالی گناہ مٹا ڈالے کفارہ کو کفارہ اسواسطے کہا کہ گناہ کو مٹا ڈالتا ہے اور حکم کفارہ کا یہہ ہے کہ واجب ساقط ہو جاتا ہے گردن سے اور حصول ثواب ہے بسبب محو ہو جانے خطا کے اور کفارہ فی الفور واجب نہیں بنا بر مذہب صحیح کے اسواسطے کہ امر اسکا مطلق ہے تو اگر تاخیر ہوگی اول وقت قدرت سے تو گناہ نہوگا اور تاخیر کے بعد دینا ادا ہوگا نہ قضا اور اگر بدون ادا کفارہ مر جاویگا تو گنہگار مریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وشرعا تحریر رقبۃ قبل الوطی ای اعتاقہا بنیۃ الکفارۃ فلو ورث اباہ ناویا الکفارۃ لم یجز اور کفارہ اصطلاح شرع میں عبارت ہے تحریر رقبہ سے قبل وطی کے اور مراد تحریر رقبہ سے اعتاق رقبہ ہے یعنی گردن آزاد کرنا بہ نیت کفارہ تو اگر اپنے باپ کو وراثت میں پاکر ادائے کفارہ کی نیت کریگا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ جب باپ ماں کا اپنی ملک کا ہوگا

صورتوں میں تمام ہونے اور چلنے کی منفعت بالکل مفقود ہے ومعتوہ مغلوب کافی اور جس غلام پر کہ بیخبری اور بیہوشی غالب ہو کذا فی الکافی ولا یجزئ مدبرٍ
وامّ ولدٍ ومکاتبٍ ادّی بعض بدله ولم یعجز نفسه فان عجز فحرّره جاز وھی حیلة الجواز بعد ادائه شیئا اور کفایت نہیں کرتا آزاد کرنا مدبر کا
اور ام ولد کا اور اُس مکاتب کا جسنے اپنی کتابت کا کچھ بدلا ادا کیا ہو اور وہ عاجز نہیں ہو گیا ادای باقی سے سو اگر عاجز ہو گیا پھر اوسکو مالک نے اوسکو
آزاد کر دیا بہ نیت کفارہ تو جائز ہے اور یہی عاجزی حیلہ ہے حق مکاتب کا بعد کچھ ادا کرنیکے یعنی جس مکاتب نے کچھ مال ادا کیا ہو اوسکا مالک بہ نیت کفارہ
اُسکو آزاد کیا چاہے تو اوسکی یہی تدبیر ہے کہ مکاتب اپنی عاجزی کو ظاہر کرے واعتاق نصف عبدٍ مشترکٍ ثم باقیه بعد ضمانه لتمکّن النقصان اور کفایت
نہیں کرتا آزاد کرنا نصف عبد مشترک کا پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد ضامن ہونے اوسکی قیمت کے واسطے جم جانے نقصان کے نصف اخیر میں یعنی ایک غلام کہ دو مالکوں کا
نصف نصف تھا ایک مالک نے بہ نیت کفارہ اپنا آدھا حصہ آزاد کر دیا تو نصف اخیر کی مملوکیت میں نقصان پڑ گیا یعنی دوسرا مالک اوسکو بیچ نہیں سکتا لہذا اگر آزاد
کرنیوالا نصف باقی کی قیمت کا ضامن ہو کر باقی کو آزاد بھی کریگا تو بھی کفارہ نہ ادا ہوگا ہاں اگر اول اپنا حصہ آزاد نکرتا اور نصف باقی کا ضامن ہو کر کل عبد کو آزاد کرتا
تو صحیح ہوتا و نصف عبدہ عن تکفیرہ ثم باقیه بعد وطی من ظاھر منھا لان الامر قبل التماس اور کفایت نہیں کرتا اپنے نصف غلام کو آزاد کرنا بہ نیت کفارہ
پھر نصف باقی کو آزاد کرنا بعد وطی اوس عورت کے جس سے ظہار کر چکا اسواسطے کہ حکم کفارہ دینے کا قبل وطی وغیرہ کے ہے اور قبل وطی کے نصف آزاد کیا نہ کل لہذا صحیح نہیں فان
لم یجد المظاھر ما یعتق وان احتاج لخدمته او لقضاء دینه لانه واجد حقیقة بدائع فما فی الجوھرة له عبد للخدمة لم یجز الصوم الا
ان یکون زمنا انتھی یعنی العبد لیوافق کلامھم ویحتمل رجوعه للمولی لکنه یحتاج الی نقل سو اگر ظہار کرنیوالا نپاوے اوسکو جسکو آزاد کرے اگرچہ محتاج
ہو غلام کا اپنی خدمت کیواسطے یا اوسکو بیچ کر اپنا قرض ادا کرنیکے واسطے اسواسطے کہ وہ قادر ہے غلام پر فی الحقیقت کذا فی البدائع تو جو کلام کہ جوہرہ میں یوں
ہے کہ مظاہر کا ایک غلام ہے خدمت کیواسطے اوسکو ادای کفارہ ظہار میں روزہ رکھنا درست نہیں بلکہ اوسی غلام کو آزاد کرے مگر اوسوقت غلام کا آزاد نکرنا اور روزہ
رکھنا درست ہے جب کہ وہ ایسا لنگڑا ہو کہ چل نسکے انتہی کلام الجوہرہ یعنی غلام لنگڑا ہو تو اوسکا آزاد کرنا درست نہوگا اور روزہ رکھنا جائز ہوگا شارح نے کہا ضمیر یکون کی
عبد کیطرف پھیر کر یہہ مطلب جوہرہ کا اسواسطے مذکور کیا تاکہ کلام اسکا اور فقہا کے کلام سے موافق ہو جاوے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ ضمیر یکون کی مولی کیطرف پھیر تو مطلب یہہ ہوگا
کہ اگر مالک لنگڑا ہو تو غلام کو نہ آزاد کرے روزہ رکھے لیکن اس صورت میں نقل روایت کی احتیاج ہوگی یعنی تاوقتیکہ کتب معتبرہ سے نقل صریح اس باب میں ثابت نہوگی احتمال اخیر
نامقبول ہے الحاصل چونکہ عبارت جوہرہ کی بظاہر مخالف تھی بدائع کی لہذا شارح نے اوسکی توجیہ معقول کر دی تا اختلاف مندفع ہو جاوے ولا یعتبر مسکنه اور گھر اوسکا
معتبر نہیں یعنی اگر مظاہر کا ایک گھر ہو جسمیں وہ رہتا ہے تو اوسپر اوسکا بیچنا اور اوسکی قیمت سے اور کفارہ ظہار کیواسطے غلام کا خرید کرنا ضرور نہیں اسواسطے کہ مکان ضروریات میں
داخل ہے تو اوسپر صوم لازم ہوگا ولو له مال وعلیه دین مثله ان ادّی الدین اجزاہ الصوم والا فقولان اور اگر مظاہر کا پاس مال ہو اور اوسپر اوتنا ہی قرض
ہو تو اگر اول قرض کو ادا کر دے تو اوسکو صوم کفایت کرتا ہے اسواسطے کہ وہ اعتاق پر قادر نہیں اور اگر قرض کو ہنوز ادا نہیں کیا تو اسمیں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ روزہ رکھنا کافی ہے
اور دوسرا قول یہہ کہ کافی نہیں ولو له مال غائب انتظرہ اور اگر اوسکا مال غائب ہے یعنی مثلا سفر میں ہے تو اوسکی حصول کا منتظر رہے جب آوے تو غلام خرید کر کے آزاد کرے ولو علیه
کفارتان فی ملکه رقبة فصام عن احدھما ثم اعتق عن الاخری لم یجز وبعکسه جاز اور اگر مرد پر دو کفارے ہوں یعنی دو عورتوں سے ظہار کیا ہو اور اوسکی ملک
میں ایک ہی غلام ہو سو اوسنے ایک کفارہ میں روزے رکھے اور دوسرے کفارہ میں غلام آزاد کیا تو صوم کا کفارہ جائز نہوگا اسواسطے کہ باوجود قدرت اعتاق کے صوم جائز نہیں لیکن
کفارہ اعتاق بلاشک صحیح ہے اور بالعکس اسکے جائز ہے یعنی اگر اول آزاد کیا ہے اور دوسرے کفارے میں روزے رکھے تو درست ہے اسواسطے کہ بعدم قدرت میں صوم کافی ہے
کذا فی حاشیة المدنی صام شھرین ولو ثمانیة وخمسین یوما بالھلال والا فستین یوما اگر مظاہر اعتاق پر قادر نہو تو دو مہینے روزے رکھے اگرچہ دونوں
کے اٹھاون ہی دن ہوں چاند دیکھنے سے یعنی اگر پہلی تاریخ سے روزہ رکھا اور دونوں مہینہ اور دوسرا مہینہ انتیس دنکا ہوا تو اٹھاون دن کے روزے بھی کفایت کرتے ہیں اور اگر

پہلی تاریخ سے صوم شروع نہیں کیا تو دو مہینے کے ساٹھ روزے رکھنا چاہیے ولو قدر علی التحریر فی اخر الاخیر لزمہ العتق اور اگر قادر ہو گیا غلام آزاد کرنے پر
پہلے مہینے کے آخر دن میں تو لازم ہوگا اوسے آزاد کرنا یعنی ساٹھویں دن مثلاً ظہر یا عصر کے وقت مظاہر کو مال ملگیا تو کفارہ صوم کا نہ ادا ہوا اسواسطے کہ استمرار
عجز اول سے آخر تک شرط ہے صوم کی سو یہاں پایا نگیا تو یہہ صوم اوسکا نفل ہو گیا اوسپر واجب ہے کہ غلام خرید کر آزاد کرے واتم یومہ ندباً ولا قضاء لو افطرہ
لانہ صار نفلاً اور اوسدن کے صوم کو پورا کرے استحباب کی راہ سے نہ وجوب کی راہ سے اور اگر اس صوم کو توڑ ڈالی تو اوسپر قضا واجب نہیں اگرچہ یہہ صوم نفل ہو گیا یعنی ہر چند
افطار صوم نفل سے قضا واجب ہے لیکن اس صورت میں باوجود نفل ہونیکے قضا واجب نہیں اسواسطے کہ شروع صوم بقصد نفل نہ تھا لہذا نہ اوسکی قضا واجب ہے نہ اتمام
لیکن یہہ اوس صورت میں ہے جب کہ بمجرد قدرت اعتاق کے فی الفور صوم کو قطع کر دیا اور اگر بعد قدرت اعتاق کے ساعت دو ساعت صوم ثابت رکھا تو یہہ قائم مقام شروع فی النفل
کے ہو گیا اب اوسپر تمام واجب ہوگا اور اگر اب افطار کریگا تو قضا واجب ہوگی چنانچہ کتاب الصوم میں گذر چکا کذا فی حاشیۃ المدنی متتابعین قبل المسیس لیس
فیہما رمضان وایام نہی عنہ صومہا دو مہینے پے در پے لگاتار روزے رکھے وطی وغیرہ سے پہلے ایسے دو مہینے کا صوم ہو جنمیں رمضان اور وہ پانچ دن جنکا صوم ممنوع ہے
نہ واقع ہوں اسواسطے کہ اگر رمضان درمیان میں آجاویگا تو رمضان کا صوم مقدم ہوگا اور اگر رمضان میں کفارہ کی نیت سے روزہ رکھیگا تو بھی رمضان ہی کا صحیح ہوگا
نہ کفارہ کا تو صوم کفارہ میں تتابع نہ رہا انقطاع ہو گیا لیکن اگر مظاہر مسافر ہوگا اور روزہ بہ نیت کفارہ رکھیگا تو البتہ صحیح ہوگا اور جسطرح درمیان میں آنا رمضان کا مانع
ہے تتابع کا اوسیطرح ایام منہیہ کا درمیان میں پڑنا مانع ہے تتابع کا وکذا کل صوم شرط فیہ التتابع اور اسیطرح جس صوم میں لگاتار روزہ رکھنا شرط ہے رمضان اور
ایام خمسہ کا درمیان میں آنا مانع ہے تتابع کا چنانچہ کفارہ قتل میں اور کفارہ افطار میں اور کفارہ یمین میں اور نذر معین میں جسمیں تتابع مشروط کر لیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلاً
عن الفتح فان افطر بعذر یستقبل وکذا یستقبل بخلاف حیض لا اذا ایست سو اگر افطار کرے بسبب عذر کے چنانچہ بسبب سفر یا نفاس کے بخلاف حیض کے اسواسطے کہ حیض کا آنا مانع
تتابع کا نہیں کفارۂ قتل اور کفارۂ افطار میں اسوجہ سے کہ عورت ایسے دو مہینے نہیں پاسکتی جو حیض سے خالی ہوں مگر جبکہ عورت کا بسبب پیری کے حیض منقطع ہو گیا ہو
اور اوسنے مثلاً کفارۂ افطار کا صوم شروع کیا ہو تو اگر اب حیض آویگا تو مانع ہوگا تتابع کا تو اوسکو پھر سرے سے روزہ رکھنا پڑیگا ھ کفارۂ ظہار میں حیض اور نفاس
کا ذکر بیجا ہے خود نہیں اسواسطے کہ یہہ کفارہ سوا مرد کے عورت پر واجب نہیں ہوتا لیکن شارح نے بمناسبت تتابع کے اسکو بھی ذکر کر دیا او بغیرہ او وطیہا ای المظاہر منہا
الا لو وطی غیرہا وطیاً غیر مفطر لم یضرہ اتفاقاً کالوطی فی کفارۃ القتل یا افطار صوم کا بلا عذر کرے یا اوس عورت سے جس سے ظہار کر چکا ہے وطی کرے لیکن اگر اوس
عورت کے سوا اور زوجہ سے ایسی وطی کرے جو روزہ نہ توڑے یعنی رات میں یا دن کو سہو سے وطی کرے تو ایسی وطی صوم کے کفارہ کو مضر نہیں باتفاق طرفین اور ابی یوسف کے نزدیک
جیسے کہ وطی کرنا کفارۂ قتل میں مضر نہیں فیہما ای الشہرین مطلقاً لیلاً او نہاراً عامداً او ناسیاً کما فی المختار وغیرہ وتقیید ابن ملک اللیل بالعمد غلط
بحر لکن فی القہستانی ما یخالفہ فتنبہ اگر وطی کرے ظہار والی عورت سے کسیطرح رات کو یا دن کو بالقصد یا بھول کر چنانچہ یہہ اطلاق مصرح ہے مختار وغیرہ میں اور
قید لگانا ابن ملک کا وطی شب میں ساتھ عمد کے غلط ہے یعنی یہہ جو ابن ملک نے لکھا ہے کہ اگر رات کو عمداً وطی کرے تو مضر کفارہ ہے اور سہواً مضر نہیں یہہ قول غلط ہے بلکہ عمداً
اور سہواً مطلقاً مضر ہے اور جن کتابوں میں وطی لیل میں عمد کی قید ہے سو اتفاقی قید ہے نہ احترازی کما فی شرح المجمع اور غایۃ البیان اور عنایہ میں تصریح ہے کہ یہہ قید
اتفاقی ہے کذا فی البحر الرائق لیکن شرح قہستانی میں وہ قول ہے جو مخالف ہے بحر الرائق کے تو خبردار رہنا خصم قہستانی نے یوں کہا ہے کہ اگر مظاہر نے منہا سے شب کو عمداً وطی
کری تو استیناف صوم کرے چنانچہ نظم اور مبسوط اور ہدایہ اور کافی اور قدوری اور مضمرات اور منتقی میں اونکے سوا اور کتابوں میں یوں ہی ہے اور فقط اسبیجابی کے قول پر
شرح طحاوی میں یوں کہہ گیا ہے کہ وطی لیل میں عمد اور نسیان برابر ہے لائق نہیں کہ عمد کو ہدایہ وغیرہ کے کلام میں قید اتفاقی پر محمول کیجئے چنانچہ صاحب کفایہ اور اوسکی
اتباع میں کیا ہے حالانکہ صاحب نہایہ نے اسکی طرف التفات نہیں کیا انتہی کلام القہستانی شیخ رحمتی محشی نے لکھا کہ قہستانی غلط گوئی میں ابن ملک کے موافق ہو گیا
اور بعض کتب کی عبارتوں میں قید اتفاقی پر دلیل ہے او نسے استدلال کرتا ہے اور حالانکہ کتب متعددہ میں مصرح ہے کہ عمد اور نسیان دونوں برابر ہیں چنانچہ مختار اور

اور اختیار اور غایۃ البیان اور عنایہ اور اطلاق صاحب کنز اسپر شاہد ہین کذا فی حاشیۃ المدنی استأنف الصوم لا الاطعام إن وطئها فی خلاله لإطلاق
النص فی الإطعام وتقییده فی تحریر وصیام یعنی اگر کفارہ ظہار مین بعذر یا بلا عذر روزہ افطار کرے یا ظہار والی عورت سے وطی کرے دو مہینے کے اندر تو استیناف
کرے صوم کا نہ اطعام کا یعنی پھر سرے سے روزہ رکھنا شروع کرے لیکن اطعام کا استیناف لازم نہین اگر درمیان اطعام کے اوس عورت سے وطی کرے بسبب اطلاق نص
قرآنی کے اطعام مین اور مقید ہونے نص کے اعتاق اور صیام مین یعنی حقتعالی نے کفارہ اطعام مین قبل مساس کے قید نہین لگائی اور وطی مفسد اطعام نہین اور اعتاق اور صیام
مین قید لگائی کہ قبل مساس ہو لہذا وطی مفسد صیام ہے تو استیناف لازم ہوا والعبد ولو مکاتبا او مستسعی وکذا الحر المحجور علیه بالسفه علی المعتمد
اور غلام اگرچہ مکاتب ہو یا ایسا غلام ہو جسکے مالک نے مثلا نصف آزاد کر دیا ہو اور باقی کو خلاصی کیواسطے اوس سے محنت مزدوری کرواتا ہو اور اسیطرح وہ حر جسکے
تصرف مالی کو اوسکی حماقت کے سبب سے حاکم نے روک دیا ہو بنا بر قول معتمد کے یعنی بموجب قول صاحبین کے لا یجزیه إلا الصوم المذکور غلام وغیرہ کو کفایت نہین کرتا مگر
صوم مذکور یعنی دو مہینے پے در پے روزے رکھنا کفارہ ظہار مین واجب ہے غلام اور مکاتب اور حر محجور علیه کو اور اوس غلام کو جو پورا آزاد نہین اور بسبب عدم قدرت کے ان پر اعتاق
اور اطعام نہین ہم اس مقام مین سوال وارد ہوتا قاعدہ یہہ ہے کہ غلام پر نعمت اور عقوبت آدھی ہوتی ہے اور کفارہ بھی عقوبت ہے تو لازم تھا کہ کفارہ عبد کا نصف ہوکر
حر سے یعنی ایک مہینے کا صوم غلام کو کفایت کرتا اس سوال مقدر کا جواب شارح آیندہ قول مین دیا ولم یتنصف لما فیها من معنی العبادۃ اور کفارہ غلام کا آدھا
نہوا اسواسطے کہ کفارہ مین معنی عبادت موجود ہے یعنی ہر چند کفارہ مین مضمون عقوبت اور مضمون عبادت دونو ہین لیکن عبادت اسمین غالب ہے اور حالانکہ عبادات مین
تنصیف نہین چنانچہ صوم اور صلاۃ مین اسیطرح کفارات مین ولیس للسید منعه منه اور مالک کو اختیار نہین غلام کو صوم سے منع کرنیکا اسواسطے کہ یہہ منجملہ حقوق
نکاح کے ہے سو جب مالک نے غلام کو نکاح کی اجازت دی تو اوسکے سب حقوق کو اپنے اوپر گویا لازم کر لیا تو اب کیونکر صوم کفارہ سے روک سکے ولو وصلیه اعتق سیده
عنه او أطعم ولو بأمره لعدم أهلیة التملیك إلا فی الإحصار فیطعم عنه المولی قیل ندبا وقیل وجوبا کفارہ ظہار مین اعتاق اور اطعام غلام کا
کفایت نہین کرتا اگرچہ اسکا مالک اوسکی طرف سے آزاد کرے یا اطعام کرے اگرچہ یہہ اعتاق اور اطعام بامر غلام ہو بسبب عدم قابلیت تملیک کے یعنی اعتاق اور اطعام بدون
ملک کے نہین ہو سکتا اور غلام کسی چیز کا مالک نہین ہوتا اگرچہ مالک اوسکو تملیک کرے مگر احصار مین غلام مالک ہوتا ہے یعنی اگر غلام باجازت مولی حج کا احرام کرے اور
کسی عذر شرعی سے حج کو نجا سکے تو مولی اوسکی طرف سے اطعام کرے یعنی قربانی کا جانور اوسکی طرف سے حرم مین بھیجکر وہان ذبح کر کے تصدق ہو بعضی علما نے کہا تھا کہ
قربانی کا بھیجنا مولی پر مستحب ہے اور بعضون نے کہا تھا کہ واجب ہے ہم اطلاق اطعام کا ارسال قربانی پر غیر مشہور ہے شارح نے اسمین صاحب نہر اور منح کی پیروی کی ہے فإن
عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برؤه أو کبر أطعم أی ملك ستین مسکینا ولو حکما ولا یجزئ غیر المراهق بدائع سو اگر عاجز ہو مظاہر صوم سے بسبب ایسی
بیماری کے کہ توقع نہین اوسکی صحت کی یا بسبب بڑہاپے کے تو طعام دیوے یعنی طعام کا مالک کرے ساٹھ مسکین کو اگرچہ تملیک ساٹھ مسکین کی حکما ہو اسطرح پر کہ ایک محتاج کو ساٹھ
دن دیا کرے تو گویا ساٹھ محتاج کو دیا اور کفایت نہین کرتا اطعام غیر مراہق کا کذا فی البدائع یعنی اطعام اوس صغیر کا جو قریب البلوغ نہین کافی نہین کالفطرۃ قدرا
ومصرفا أو قیمة ذلك من غیر المنصوص إذ العطف للمغایرۃ ہر مسکین کو دے مانند صدقہ فطر کے مقدار مین اور مصرف مین کما مر فی الزکوۃ یعنی اگر گیہون سے
دے تو نصف صاع دے اور اگر جو اور کہجور سے دے تو پورا صاع دے یا اوسکی قیمت دے غیر منصوص سے یعنی اگر گیہون اور کہجور اور جو کے سوا اور کوئی اناج دے تو قیمت
کا اعتبار ہے تو اگر ربع صاع چانول کا مساوی ہو نصف صاع گیہون کے تو جائز ہے یا دو صاع باجرا برابر ہو ایک صاع جو کے یا نصف صاع کہجور کے تو درست ہے
اسواسطے کہ عطف کرنا مصنف کا قیمت کو فطرہ پر مقتضی ہے مغایرت کا تو اگر ربع صاع گیہون کا برابر ہو نصف صاع کہجور کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ اعتبار قیمت
کا غیر منصوص مین ہے اور گیہون اور کہجور تو دونو منصوص ہین انمین اعتبار قیمت کا صحیح نہین وإن أراد الإباحة فغداهم وعشاهم أو غداهم وأعطاهم
قیمة العشاء أو عکسه أو أطعمهم غداءین أو عشاءین أو عشاء وسحورا وأشبعهم جاز بشرط إدام فی خبز شعیر وذرۃ لا بر اور کفارہ

کفارہ ہو نہیں ہو الا محتاجوں کو تملیک طعام نکرے بلکہ ارادہ کرے اباحت طعام کا تو انکو دن چڑھتے اور دن ڈھلے دو وقت کھلاوے یا دن چڑھتے انکو کھلادے اور دن ڈھلے تو وقت
کہ کھانیکی قیمت دیدے یا اوسکے بالعکس کرے یعنی اول وقت کہ کھانیکی قیمت دیدے اور آخر وقت کھلادے یا انکو دو روز دن چڑھتے کھلادے یا دو روز دن ڈھلے کھلاوے یا دن
ڈھلے اور سحر کے وقت کھلاوے اور پیٹ انکا بھردے خلاصہ یہہ کہ اگر ساٹھہ محتاجوں کو دو وقت آسودہ کر کے کھلادے تو جائز ہے بشرطیکہ سالن ہو جو اور جوار کی روٹی
کے ساتھہ نہ گیہونکی روٹی کے ساتھہ یعنی گیہونکی روٹی کے ساتھہ سالن کی حاجت نہیں کہ اوسمین بدون سالن بہی سیری ہوتی ہے بخلاف جو اور جوار کی کہ اونمین بدون
سالن کے پیٹ نہین بہرتا ہم تملیک طعام اور اباحت طعام مین یہہ فرق ہے کہ تملیک طعام مین محتاج مالک ہوتا ہے طعام کا جو چاہے سو کرے اور اباحت طعام مین محتاج
مالک نہین طعام کا کیونکہ اوسمین تصرف نہین کر سکتا فقط کہانیکا اوسکو اختیار ہے اور اباحت طعام مین مقدار اطعام کی کچہہ مقرر نہین نصف صاع مین آسودہ ہوجاوے
خواہ کمتر مین بخلاف تملیک کے کہ نصف صاع سے کم جائز نہین کما جاز لو اطعم واحدا ستين يوما لتجدد الحاجة چنانچہ یہہ بہی جائز ہے کہ اگر طعام دے ایک محتاج
کو ساٹھہ دن یہہ جائز ہے بسبب تجدد حاجت کے یعنی ہر روز آدمی کو کہانیکی حاجت نئی ہوتی ہے تو گویا ساٹھہ محتاج کو طعام دیا چنانچہ یہہ عنقریب مذکور ہوچکا ولو اباحه كل
الطعام في يوم واحد اجزأه عن يومه ذلك فقط اتفاقا اور اگر ایک محتاج کو ساٹھہ محتاج کا سب کہانا مباح کردیگا ایکدن مین تو فقط اوسی ایک ہی دن کا کفایت
کریگا بالاتفاق یعنی مظاہر پر انسٹھہ محتاج کا طعام دینا اور رہا واجب ۱۲ وكذا اذا ملكه الطعام بدفعات في يوم واحد على الاصح ذكره الزيلعي لفقد التعدد
حقيقة وحكما اور اسیطرح جب کہ ایک محتاج کو مالک طعام کا کرے چند بار ایک دن بنابر قول اصح کے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے یعنی ایکدن مین ایک شخص کو ساٹھہ بار دینا کفایت
نہین کرتا بسبب نبودن تعدد حقیقی اور حکمی کے نہ ساٹھہ محتاج کو دیا کہ تعدد حقیقی ہوتا نہ ساٹھہ دن ایک محتاج کو دیا کہ تعدد حکمی ہوتا امر غيره ان يطعم عنه عن ظهاره
ففعل الغير ذلك صح وهل يرجع ان قال على ان ترجع علي رجع وان سكت ففي الدين يرجع اتفاقا وفي الكفارة والزكوة لا يرجع على المذهب امر کیا
مظاہر نے کسی غیر آدمی سے کہ مظاہر کیطرف سے کفارہ ظہار کا طعام دیوے سو غیر آدمی نے بموجب اوسکے امر کے ایسا ہی کیا تو یہہ صحیح ہے یعنی کفارہ مظاہر کا ادا ہوگیا اور یہہ غیر آدمی
بقدر طعام کے مظاہر سے پہیر سکتا ہے یا نہین جواب یہہ ہے کہ اگر مظاہر نے دلانیکے وقت یون کہا تھا کہ مجہسے لیجیو تو لیوے اور اگر مظاہر چپ ہو رہا تھا تو دین مین یعنی اداے
قرض مین بالاتفاق پہیر لیوے اور کفارہ اور زکوۃ مین نہ پہیرے بنابر ظاہر مذہب کے كما صحت الاباحة بشرط الشبع في طعام الكفارات سوى القتل وفي الفدية
لصوم وجناية حج چنانچہ صحیح ہے مباح کرنا طعام کا بشرط آسودگی کے اور کفارون کے طعام مین سواے کفارۂ قتل کے اسواسطے کہ کفارۂ قتل مین طعام کا حکم نہین اور اباحت
صحیح ہے فدیہ صوم اور فدیہ جنایت حج مین جو فدیہ صوم شیخ فانی پر ہے عوض صوم کے اور بقدر نصف صاع کے حالت تملیک مین اور بقدر سیری کے حالت اباحت مین اور جسنے بعد احرام
کے سر منڈایا یا کوئی اور ممنوع کام کیا تو اوس قصور کے عوض چاہے ذبح کرے چاہے نصف صاع محتاج کو دیوے یا اوسکو پیٹ بہر کھلاوے یا تین روزے رکہے وجاز الجمع بين الاباحة
والتمليك اور جائز ہے جمع کرنا درمیان اباحت اور تملیک کے چنانچہ عنقریب گذرا کہ ساٹھہ محتاج کو ایک وقت کھلاوے اور دوسرے وقت کے کہانیکی قیمت دیدے یا تیس محتاجون کو بطور
اباحت کے کھلاوے اور تیس کو نصف نصف صاع گیہون تملیک کرے دون الصدقات والعشر صدقات اور عشر مین یعنی زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر مین اباحت صحیح
نہین بلکہ تملیک دینی ضرور ہے والضابط ان ما شرع بلفظ الطعام جاز فيه الاباحة وما شرع بلفظ ايتاء واداء شرط فيه التمليك اور قاعدہ کلیہ جواز اباحت
اور عدم اباحت کا یہہ ہے کہ جو بلفظ اطعام اور طعام مشروع ہے تو اوسمین اباحت جائز ہے اور جو کہ بلفظ ایتا اور ادا مشروع ہے تو اسمین تملیک مشروط ہے تو کفارہ ظہار اور کفارہ
یمین مین اور کفارہ افطار اور کفارہ صید مین قرآن مجید مین اطعام وطعام کا لفظ ارشاد ہوا ہے اور اطعام عبارت ہے تمکین سے یعنی طعام پر محتاج کو قادر کر دینا خواہ
با اباحت ہو خواہ بتملیک اور زکوۃ وغیرہ صدقات مین لفظ ایتا اور ادا وارد ہوا ہے اور ایتا اور ادا معنی دینے کے ہے لہذا اونمین تملیک شرط ہے اباحت کافی نہین حرر
عبدين عن ظهارين من امرأة او امرأتين ولم يعين واحدا لواحد صح عنهما ومثله في الصحة الصيام اربعة اشهر والاطعام مائة وعشرين
فقيرا لاتحاد الجنس مظاہر نے آزاد کیا دو غلامون کو دو ظہار سے خواہ دونو ظہار ایک عورت سے کیے ہون یا دو عورتون سے اور مظاہر نے معین اور مقرر نکیا

کسی ایک غلام کو کسی ایک ظہار کیواسطے یعنی یوں تعیین نہ کی کہ یہہ غلام اول ظہار کیواسطے ہے اور دوسرا غلام ثانی ظہار کیلیے ہے تو یہہ اعتاق دونوں ظہار کیطرف
سے صحیح ہے اور اسی کی مثل ہے صحت میں روزے رکھنا چار مہینے کا دو ظہار سے اور اطعام ایک سو بیس فقیر کا دو ظہار سے بسبب اتحاد جنس کے یعنی دونوں ظہار چونکہ
متحد الجنس ہیں لہذا نیت تعیین کی کچھ حاجت نہیں ہے بدون نیت تعیین بھی صحت حاصل ہے (بخلاف اختلافہ الا ان ینوی بکل کلا فیصح) بخلاف اختلاف
جنس کے چنانچہ کسی شخص پر کفارہ ظہار اور کفارہ یمین اور کفارہ قتل ہوا اور وہ تین غلام کو بلانیت تعیین آزاد کرے تو صحیح نہوگا جبتک کہ ہر غلام کو کفارہ کیواسطے
نہ مقرر کریگا اسواسطے کہ یہہ کفارات مختلف الجنس ہیں پس یہہ اعتاق صحیح نہیں مگر اسطرح پر کہ ہر غلام کے اعتاق کے ساتھہ ایک کفارہ کی نیت کرے تو صحیح ہے … ہر جنس
بسبب نام لینے ظہار یا یمین کے رفع جہالت اور دفع ابہام نہیں لیکن ایسی جہالت مضر اعتاق نہیں کذا فی المحیط اور ظہیریہ اور شمنی کہا کہ یہہ مشتبہ ہوتا ہے کلام شارح
سے کہ ہر غلام سے ہر کفارہ کی نیت کرے سو مراد نہیں بلکہ وہی مراد ہے جو اوپر ہو چکی اسواسطے کہ منح الغفار میں یوں مصرح ہے کہ اگر آزاد کریگا ہر غلام کو ایک کفارہ کی نیت
کرکے بلاتعیین ظہار یا یمین کے تو جائز ہوگا بالاجماع کذا فی حاشیۃ المدنی (وان حرر عبدا عن ظہارین رقبۃ واحدۃ او صام عنہما شہرین صح عن واحد یعینہ وان وطی
اللتی کفر عنہا دون الاخری) اور اگر ایک غلام کو ایک ظہار سے آزاد کیا یا دو ظہار سے دو مہینے روزہ رکھا تو یہہ اعتاق و صوم صحیح ہوگا ایک ظہار سے جسکو مظاہر
مقرر کرے یعنی مظاہر کو اختیار ہے کہ اس اعتاق یا صوم کو اول ظہار یا ثانی کا کفارہ قرار دے اور مظاہر کو وطی اوس عورت کی درست ہے جسکے ظہار کا کفارہ دیا نہ دوسری
عورت کی (وعن ظہار وقتل لا یصح لما مر یا لم یجوز کافرۃ فتصح عن الظہار) استحسانا لعدم صلاحیتہا للقتل اور اگر ایک غلام آزاد کیا کفارہ ظہار
اور کفارہ قتل سے تو یہہ اعتاق صحیح نہیں کسی کفارہ سے جبتک کہ کافر غلام کو نہ آزاد کرے اور جبکہ کافر غلام کو آزاد کریگا تو یہہ اعتاق صحیح ہوگا کفارہ ظہار سے بدلیل استحسان کے
بسبب عدم صلاحیت رقبہ کافرہ کیواسطے کفارہ قتل کے یعنی کفارہ قتل میں غلام مسلمان کا آزاد کرنا شرط ہے تو اعتاق کافر کا ظہار ہی کیواسطے خاص ہو جاویگا اسواسطے کہ ظہار میں
اعتاق مسلم اور کافر دونوں کا درست ہے ہم کفارہ ظہار اور کفارہ قتل میں اعتاق عبد مسلم بلاتعیین نیت اسواسطے صحیح نہیں کہ یہہ دونوں کفارہ مختلف الجنس ہیں تعیین نیت ضرور ہے
چنانچہ اسکا بیان سابق میں گذر چکا (اطعم ستین مسکینا کل مسکین صاعا بدفعۃ واحدۃ عن ظہارین کما مر صح عن احد کذا فی نسخ الشرح ونسخ المتن
لم یصح الا عن واحد) خلافا لمحمد ورجحہ الکمال اطعام دیا ساٹھہ محتاج کو ہر ایک کو ایک صاع گیہوں یکبارگی دو ظہار کیطرف سے خواہ ایک عورت سے دو ظہار کئے ہوں یا دو عورتوں سے
چنانچہ سابق میں گذر چکا تو یہہ صحیح ہوگا ایک ظہار کیطرف سے اسیطرح لفظ صح کا ہے مصنف کی شرح کی نسخوں میں اور متن کے نسخوں میں جو شرح سے علیحدہ ہیں
لم یصح کا لفظ ہے تو اوسکا مطلب یہہ ہے کہ ہر محتاج کو ایک صاع گیہوں کا دینا دو ظہار کی طرف سے صحیح نہیں بلکہ ایک ظہار سے درست ہے برخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک دونوں
ظہار کیطرف سے صحیح ہے اور اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر میں ہم نے ترجمہ میں گیہوں کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ اختلاف شیخین اور محمد کا ایک صاع
گیہوں اور دو صاع جو اور کھجور میں ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور شارح نے یکبارگی کی قید اسواسطے زیادہ کی کہ اگر ایک صاع گیہوں دو بار کرکے محتاج کو دیگا تو بالاتفاق
دونوں ظہار کیطرف سے جائز ہوگا کذا فی منح الغفار ناقلا عن الکافی لیکن دو بار دونوں … اسواسطے کہ ایکدن میں چند بار دینا ایک محتاج کو کفایت نہیں کرتا چنانچہ مذکور ہو چکا
(وعن افطار وظہار صح عنہما) اذ الاصل ان نیۃ التعیین فی الجنس المتحد لغو وفی المختلف معتبرۃ … اور اگر ساٹھہ محتاج کو ہر محتاج کو
ایک صاع گیہوں یکبارگی کفارہ افطار اور کفارہ ظہار کی نیت سے دیا تو صحیح ہوگا دونوں کفارہ سے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اصل یہہ ہے کہ جنس ایک ہو تو تعیین کی
نیت لغو ہے اور جنس کا سبب مختلف ہو تو تعیین کی نیت مفید ہے لغو نہیں … اتحاد جنس عبارت ہے اتحاد سبب سے اور اختلاف جنس عبارت ہے اختلاف سبب سے
تو دو کفارہ ظہار کے متحد الجنس ہیں اسواسطے کہ اون کا سبب ایک ہی ہے یعنی ظہار تو دو کفارہ ظہار میں نیت تعیین لغو ہے … لہذا مظاہر کو جسکا
کہ جس ظہار کیواسطے چاہے مقرر کرے اور دو کفارہ ظہار اور افطار کے مختلف الجنس ہیں اسواسطے کہ ہر ایک کا سبب … لغو نہیں بلکہ مفید ہے اور جب کہ
لہذا دونوں صحیح ہیں (فروع) مسائل … شارح کی … (المعتبر فی الیسار والاعسار وقت التکفیر) … کفارہ کا وقت معتبر ہے یعنی وقت جو

کفارہ متغیر نہیں بلکہ اگر کفارہ دینے کے وقت مقدور ہے تو روزہ رکھنا جائز نہیں اگرچہ وقت وجوب کفارہ وہ مفلس تھا اور اگر کفارہ دینے کے وقت مفلس ہے تو روزہ رکھنا درست ہے اگرچہ وقت وجوب کفارہ کے اوسکو مقدور تھا اَطْعَمَ مِائَةً وَعِشْرِيْنَ فِيْ يَوْمٍ لَمْ يُجْزِ اِلَّا عَنْ نِصْفِ الْاِطْعَامِ فَيُعِيْدُ عَلٰى سِتِّيْنَ مِنْهُمْ غَدَاءً وَعَشَاءً وَلَوْ فِيْ يَوْمٍ آخَرَ لِلُزُوْمِ الْعَدَدِ مَعَ الْمِقْدَارِ کہانا کہلایا ایک سو بیس محتاج کو ایک وقت میں ایک وقت تو کفایت نکریگا مگر نصف اطعام سے تو دوبارہ کہانا کہلاویگا اون میں سے ساٹھہ محتاج کو خواہ دن چڑہتے کہلاوے یا دن ڈہلتے اگرچہ دوسرے دن کہلاوے تو بھی درست ہے اعادہ اطعام ضرور ہے بسبب لازم ہونے شمار کو ساتھہ مقدار کے یعنی اباحت طعام میں ساٹھہ محتاجوں کا شمار اور دو وقت کہلانیکی مقدار لازم ہے تو ساٹھہ محتاجوں کا شمار ایک سو بیس کے ضمن میں تو البتہ پایا گیا لیکن مقدار اطعام یعنی دو وقت کہلانا نہ حاصل ہوا لہذا ساٹھہ محتاج کو ایک بار اور کہلانا لازم ہوا وَلَمْ يُجْزِ اِطْعَامُ فَطِيْمٍ وَلَا شَبْعَانَ اور کفارہ ظہار میں جائز نہیں کہانا کہلانا اوس لڑکے کا جو دودہ چہوڑ چکا اور شکم سیر کا ہم یہہ مضمون مکرر ہو گیا اسواسطے کہ اسی باب میں بدائع سے مذکور ہو چکا کہ اطعام غیر مراہق جائز نہیں تو اسمیں وہ چہوٹا لڑکا بھی داخل تھا اور یہہ بھی مذکور ہو چکا ہے کہ محتاجوں کا پیٹ بہر دینا مشروط ہے حالانکہ شکم سیر میں یہہ حاصل نہیں تو اسکا کہلانا بھی جائز نہیں

باب اللعان

یہہ باب ہے لعان کا هُوَ لُغَةً مَصْدَرُ لَاعَنَ كَقَاتَلَ مِنَ اللَّعْنِ وَهُوَ الطَّرْدُ وَالْاِبْعَادُ سُمِّيَ بِهِ لَا بِالْغَضَبِ لِلُعْنِهِ نَفْسَهُ قَبْلَهَا وَالسَّبْقُ مِنْ اَسْبَابِ التَّرْجِيْحِ لعان باعتبار لغت کے مصدر ہے لاعن کا جو قاتل کے ہموزن ہے یعنی لعان باب مفاعلت کا مصدر ہے لعن سے مشتق ہے اور لعن عبارت ہے ہانکنے اور پہٹکارنے اور دور کرنے سے یعنی رحمت الٰہی یا مراتب صالحین سے دور کرنا اور لعان مسمی به لعان ہے نہ بغضب حالانکہ لعنت اور غضب دونو لعان میں مذکور ہوتے ہیں بسبب لعنت کرنے مرد کے اپنی ذات کو قبل عورت کے اور سبقت ترجیح کے اسباب سے ہے حکم لعان کا اول ہلال بن امیہ کے حق میں اترا حق تعالی فرماتا ہے سورہ نور میں کہ جو لوگ کہ اپنی ازواج کو زنا کا عیب لگا دیں اور کوئی گواہ نہو سوا اونکی ذاتوں کے تو عیب لگانیوالا اللہ کے نام کی چار گواہی دے کہ وہ شخص سچا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کی لعنت اوسپر اگر وہ جہوٹہا ہو اور عورت سے ماریوں ٹلتی ہے کہ وہ بھی چار بار اللہ کے نام کی گواہی دے کہ مقرر اوسکا زوج جہوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ کا غضب اوسپر یعنی عورت پر اگر مرد سچا ہو وَشَرْعًا شَهَادَاتٌ اَرْبَعَةٌ كَشُهُوْدِ الزِّنَا مُؤَكَّدَاتٌ بِالْاَيْمَانِ اور لعان باعتبار اصطلاح شرع کے عبارت ہے چار گواہیوں سے مانند شہود زنا کے ایسی گواہیاں جو موکد اور مستحکم ہوں قسموں سے اسواسطے کہ لفظ اشہد کا مشاہدہ یقینی اور قسم محسوس ہے چنانچہ اسکو فقہا نے کتاب الشہادۃ میں ذکر کیا ہے اور درر المنتقی میں کہا کہ کوئی ایسی گواہی نہیں جو جانب مدعی سے متعدد ہو مگر لعان و قسامت میں کذا فی حاشیۃ المدنی مَقْرُوْنَةٌ شَهَادَتُهُ بِاللَّعْنِ وَشَهَادَتُهَا بِالْغَضَبِ لِاَنَّهُنَّ يُكْثِرْنَ اللَّعْنَ فَكَانَ الْغَضَبُ اَرْدَعَ لَهُنَّ اور پانچویں گواہی مرد کی مقرون ہے لعنت سے اور عورت کی پانچویں گواہی مقرون ہے غضب سے عورت کے لفظ غضب کا اسواسطے مخصوص ہے کہ عورتیں اپنی گفتگو میں اپنے اوپر اور غیر پر لعنت بہت کیا کرتی ہیں اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی عادت ہوتی اوس سے وحشت اور خوف کم ہو جاتا ہے تو غضب کا لفظ اونکے واسطے زیادہ تر زجر اور خوف کا باعث ہوگا قَائِمَةٌ شَهَادَاتُهُ مَقَامَ حَدِّ الْقَذْفِ فِيْ حَقِّهِ وَشَهَادَاتُهَا مَقَامَ حَدِّ الزِّنَا فِيْ حَقِّهَا اَيْ اِذَا تَلَاعَنَا سَقَطَ عَنْهُ حَدُّ الْقَذْفِ وَعَنْهَا حَدُّ الزِّنَا لِاَنَّ الْاِسْتِشْهَادَ بِاللّٰهِ مُهْلِكٌ كَالْحَدِّ بَلْ اَشَدُّ مرد کی گواہیاں قائم مقام ہیں حد قذف کے اوسکے حق میں اور عورت کی گواہیاں قائم مقام حد زنا کی اوسکے حق میں یعنی جبکہ دونو نے باہم لعنت کی تو مرد سے حد قذف کی یعنی تہمت زنا لگانے کی ساقط ہو گئی اور عورت سے زنا کی حد ساقط ہوئی اسواسطے کہ جہوٹ میں خدا کو گواہ بکرنا مہلک ہے مثل حد کے بلکہ حد سے بھی سخت تر ہے اسواسطے کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ جہوٹی قسم ملک کو اوجاڑتی ہے بلکہ حد سے بھی زیادہ سخت تر ہے اسواسطے کہ حد سے فقط دنیا میں تکلیف ہوتی ہے اور جہوٹی قسم سے دنیا اور آخرت دونوں میں تکلیف ہے وَشَرْطُهُ قِيَامُ الزَّوْجِيَّةِ وَكَوْنُ النِّكَاحِ صَحِيْحًا لَا فَاسِدًا اور شرط لعان کی قیام زوجیت ہے اور نکاح کا صحیح ہونا نہ فاسد ہونا تو مطلقہ طلاق ثلثہ اور مطلقہ بائنہ اور منکوحہ بنکاح فاسد کا قذف لعان کا موجب نہیں بسبب عدم زوجیت و عدم صحت نکاح کے وَسَبَبُهُ قَذْفُ الرَّجُلِ زَوْجَتَهُ قَذْفًا يُوْجِبُ الْحَدَّ فِي الْاَجْنَبِيَّةِ خُصَّتْ بِذٰلِكَ لِاَنَّهَا هِيَ الْمَقْذُوْفَةُ فَتَلِيْهَا شُرُوْطُ الْاِحْصَانِ اور سبب لعان کا تہمت لگانا ہے مرد کا اپنی زوجہ

کو ایسی تہمت کہ اگر بیگانی عورت کو ویسی تہمت لگاوے تو مرد پر حد واجب ہو یعنی عورت آزاد مسلمان پاک دامن ہو حرام کاری سے اور مرد کے دعوے پر گواہ نہون او وہ عورت
منکر ہو تہمت سے عورت مخصوص بشرائط مذکورہ اسواسطے ہوئی کہ تہمت اوسی پر لگی ہے تو شروط احصان کی اوسکے واسطے پوری چاہئین وَرُکْنُہٗ شَہَادَاتٌ مُؤَکَّدَاتٌ
بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ اللَّعْنِ اور لعان کا رکن گواہیان ہین جو مؤکد بقسم و لعن ہون وَحُکْمُہٗ حُرْمَۃُ الْوَطْیِ وَالْاِسْتِمْتَاعِ بَعْدَ التَّلَاعُنِ وَلَوْ قَبْلَ التَّفْرِیْقِ بَیْنَھُمَا لِحَدِیْثِ الْمُتَلَاعِنَانِ
لَا یَجْتَمِعَانِ اَبَدًا اور لعان کا حکم حرمت وطی اور استمتاع ہے باہم لعنت کرنیکے بعد اگرچہ قبل تفریق زوجین کے ہو یعنی بعد تلاعن کے وطی اور مساس حرام ہے
اگرچہ حاکم نے ہنوز حکم جدائی کا نہ دیا ہو اور احکام لعان سے وجوب تفریق ہے اور واقع ہونا طلاق بائن کا بعد تفریق کے اور وجوب نفقہ اور سکنی کا تا عدت دارقطنی نے
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث اَلْمُتَلَاعِنَانِ اِذَا تَفَرَّقَا لَا یَجْتَمِعَانِ یعنی زوجہ اور زوج لعان کرنیوالے جب جدا
ہون تو مجتمع نہون حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا کہ اس حدیث کی اسناد مین کچھ مضائقہ نہین یعنی ہرچند قوی نہین لیکن لائق عمل کے ہے اور حضرت عمر اور علی اور عبد اللہ
ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے عبد الرزاق نے روایت کی کہ یہہ سنت جاری ہے کہ لعان کرنیوالے کبھی مجتمع نہون یعنی جبتک لعان کی حقیقت پر اصرار کرین تو بالاتفاق اونمین
اتفاق کا ہے نہین ہوسکتا اور اگر بعد لعان کے اپنی تکذیب کرین تو بعد طلاق بائن واقع ہونیکے امام اعظم اور محمد کے نزدیک باہم نکاح درست ہے اور ابی یوسف اور امام
شافعی کے نزدیک حرمت دائمی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وَاَھْلُہٗ مَنْ ھُوَ اَھْلٌ لِلشَّہَادَۃِ عَلَی الْمُسْلِمِ اور اہل لعان کا وہ ہے جو مسلمان پر گواہی دینے کا اہل ہے یعنی
حر مسلم بالغ عاقل تو غلام اور کافر اور لڑکا اور دیوانہ لائق لعان کے نہین فَمَنْ قَذَفَ بِصَرِیْحِ الزِّنَا فِیْ دَارِ الْاِسْلَامِ زَوْجَتَہُ الْحَیَّۃَ بِنِکَاحٍ صَحِیْحٍ وَلَوْ فِیْ عِدَّۃِ
الرَّجْعِیِّ الْعَفِیْفَۃَ عَنْ فِعْلِ الزِّنَا وَتُہْمَتِہٖ بِاَنْ لَمْ تُوْطَأْ حَرَامًا وَلَوْ مَرَّۃً بِشُبْہَۃٍ وَلَا بِنِکَاحٍ فَاسِدٍ وَلَا لَہَا وَلَدٌ بِلَا اَبٍ سو جسنے عیب لگایا صریح زنا کا دار الاسلام مین
اپنی زندہ زوجہ کو جو کہ منکوحہ ہے بنکاح صحیح اگرچہ طلاق رجعی کی عدت مین عیب لگایا ہو اپنی زوجہ کو جو پاک دامن ہے فعل زنا سے اور تہمت زنا سے عفت زنا سے اسطرح
کہ اوس سے کسینے حرام وطی نکی ہو ایکبار بھی بسبب شبہہ حلت کے اور نہ نکاح فاسد اور تہمت زنا اسطرح کہ عورت کا بیٹا بے باپ کا نہو قیود مذکورہ سے معلوم ہوا کہ کنایات
زنا سے اور قذف فی دار الحرب سے اور قذف مردہ عورت سے اور قذف غیر عفیفہ اور متہمہ سے لعان ساقط ہے وَصَلُحَا لِاَدَاءِ الشَّہَادَۃِ عَلَی الْمُسْلِمِ فَخَرَجَ نَحْوُ قِنٍّ وَصَغِیْرٍ
وَدَخَلَ الْاَعْمٰی وَالْفَاسِقُ لِاَنَّہُمَا مِنْ اَھْلِ الْاَدَاءِ اور زوج اور زوجہ صلاحیت رکھتے ہون حضرت مسلم کی شہادت پر تو اس قید سے غلام اور صغیر نکل
گیا اور داخل ہوگیا اس قید مین اندہا اور مسلمان فاسق اسواسطے کہ وہ دونو اہل ہین ادائے شہادت کے اَوْ مَنْ نَفٰی نَسَبَ الْوَلَدِ مِنْہُ اَوْ مِنْ غَیْرِہٖ یا جسنے نسب لڑکے کی
اپنے سے نفی کی ہو اور اپنی غیر سے یعنی یون کہا ہو کہ یہہ لڑکا زنا کا ہے میرا نہین اور نہ اسکے زوج سابق کا وَطَالَبَتْہُ اَوْ طَالَبَہُ الْوَلَدُ الْمَنْفِیُّ بِہٖ اَیْ بِمُوْجَبِ الْقَذْفِ
وَھُوَ الْحَدُّ عِنْدَ الْقَاضِیْ وَلَوْ بَعْدَ الْعَفْوِ اَوِ التَّقَادُمِ فَاِنَّ تَقَادُمَ الزَّمَانِ لَا یُبْطِلُ الْحَقَّ فِیْ قَذْفٍ وَقِصَاصٍ وَحُقُوْقِ عِبَادٍ جَوْھَرَۃٌ اور مطالبہ
کیا ہو زوجہ نے زوج کا یا مطالبہ کیا ہو اوس ولد منفی النسب نے اوسکا جو قذف سے واجب ہوتا ہے یعنی حد کا روبرو قاضی کے یعنی حد قذف کا مطالبہ کیا ہو اگرچہ
مطالبہ بعد عفو اور گذرنے مدت مدید کے ہو اسواسطے کہ حد قذف حق اللہ ہے تو عورت کے عفو سے عفو نہین ہوتا اور مدت کا گذر جانا بھی مبطل مطالبہ نہین اسواسطے کہ زمانہ
مدت گذر جانا حق کو باطل نہین کرتا قذف اور قصاص اور حقوق عباد مین کذا فی الجوہرہ لعان مین مطالبہ اسواسطے شرط ہوا کہ اگر عورت مطالبہ نکریگی تو لعان ساقط ہوگا
اسواسطے کہ لعان حق ہے عورت کا تاکہ اپنی ذات سے دفع عار کرے وَالْاَفْضَلُ لَہَا السَّتْرُ وَلِلْحَاکِمِ اَنْ یَاْمُرَہَا بِہٖ اور بہتر ہے عورت کو پردہ پوشی اور حاکم کو چاہیے
کہ عورت کو پردہ پوشی کا حکم کرے یعنی عورت کو پردہ پوشی مناسب ہے تاکہ بدکاری مشہور نہو وَلَا تَبْطُلُ عَلَیْہَا اَیْ تُقَدِّمُہٗ فَاِنْ اَثْبَتَ قَذْفَہٗ بِالْبَیِّنَۃِ فَلَوْ
اَنْکَرَ وَلَا بَیِّنَۃَ لَہَا لَمْ یُحَلَّفْ وَسَقَطَ اللِّعَانُ لعان لازم ہوگا کہ خبر ہے مَنْ قَذَفَ کی یعنی جسنے اپنی زوجہ کو بشرائط مذکورہ عیب لگایا وہ لعان کرے اگر اپنی قذف کا مقر
ہو یا اوسکا قذف گواہی سے ثابت ہوگیا ہو پھر اگر مرد بعد قذف کے منکر ہوگیا ہو اور عورت کے پاس گواہ نہون تو مرد قسم نہ لیجاویگی اور لعان ساقط ہوگا چنانچہ کہا ہے
الدعوی مین وَلَوْ کَانَ اَبٰی حُبِسَ حَتّٰی یُلَاعِنَ اَوْ یُکَذِّبَ نَفْسَہٗ فَیُحَدُّ لِلْقَذْفِ سو اگر زوج لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ لعان کرے یا اپنی

ذات کو جھٹلاوے پھر جب اپنی وہ گفتگو کو جھٹلا کر تو اسکو حد قذف کی ماری جاوے یعنی اسّی کوڑے فان لاعن لاعنت بعدہ لانہ المدعی فلو بدأ
بہا نفا اعادت فلو فرق قبل الاعادۃ صح لحصول المقصود سو اگر زوج نے لعان کیا ہے تو زوجہ اسکے بعد لعان کرے اسواسطے کہ زوج مدعی ہے تو اسکو
مقدم چاہیے پھر اگر قاضی پہلی عورت سے لعان کراوے تو بعد لعان حکم کرے کہ عورت دوبارہ لعان کرے تاکہ ترتیب مشروع متحقق ہو سو اگر قاضی تفریق کر دے تو دونوں میں
قبل اعادہ عورت کی تو صحیح ہے بسبب حصول مقصود کے یعنی تلاعن مقصود تھا سو حاصل ہو چکا کذا فی الاختیار والاجنبیۃ حتی تلاعن او تصدقہ
فیندفع بہ اللعان اور اگر عورت بعد لعان مرد کے لعان سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہاں تک کہ لعان کرے یا زوج کی تصدیق کرے پھر جب زوج کی تصدیق
کریگی تو اس تصدیق کے سبب سے زوجہ سے لعان کرنا دفع ہوگا ولا تحد وان صدقتہ اربعا لانہ لیس باقرار قصدا اور عورت پر حد زنا نہ ماری جاویگی
اگرچہ مرد کی چار بار تصدیق کرے اسواسطے کہ تصدیق اقرار زنا نہیں قصدا بلکہ مقصود عورت کا تصدیق مرد سے یہ ہے کہ اسکو لعان کرنا پڑے ولا ینتفی النسب لانہ حق
الولد فلا یصدقان فی ابطالہ اور جبکہ مرد نے قذف نفی ولد کیا اور عورت نے مرد کی تصدیق کی تو نسب لڑکے کی نفی نہ ہوگی اسواسطے کہ نسب حق ہے لڑکے کا
تو وہ دونوں کی تصدیق نہ ہوگی اسکے ابطال میں تو لڑکا زوجین ہی کا ٹھہریگا ولو امتنعا حبسا وحملہ فی البحر علی ما اذا لم تعف المرأۃ اور اگر بعد
نالش کے زوجین نے لعان سے انکار کیا تو دونو قید کیے جاوینگے اور محمول کیا ہے حبس زوجین کو بحر الرائق میں اس حالت پر کہ عورت نے قذف کو معاف نہ کر دیا ہو تو بعد
معافی کے دونو محبوس نہ کیے جاوینگے لیکن عورت کو حق مطالبہ ثابت رہیگا چنانچہ مذکور ہو چکا واستشکل فی النہر حبسہا بعد امتناعہ لعدم وجوبہ علیہا حینئذ
اور مشکل جانا ہے نہر الفائق میں حبس عورت کو بعد امتناع زوج کے بسبب نہ واجب ہونے لعان کے عورت پر اسوقت میں یعنی جب زوج لعان سے باز رہا تو زوجہ پر لعان ہی واجب
نہیں تو اسوقت میں اسکو حبس کی کیا وجہ خلاصہ اشکال نہر الفائق کا یہ ہے کہ جو بحر الرائق وغیرہ میں مذکور ہے کہ زوجین امتناع لعان سے محبوس ہونگے اسمیں حبس زوجہ
کی کیا وجہ اسواسطے کہ بدون لعان زوج کے زوجہ پر لعان واجب نہیں تو شیخ محشی رحمتی نے اس اشکال کا یوں جواب دیا کہ امتناع زوجین سے یہ مراد نہیں کہ دونوں آن واحد میں امتناع
کیا تا دونو کا حبس ساتھ ہی لازم آوے اور اشکال مذکور وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ جو کوئی احد عند الطلب لعان نہ کریگا تو محبوس ہوگا اور طلب لعان زوج سے بعد قذف کے ہوا اور زوجہ سے بعد
لعان زوج کے واذا لم یصلح الزوج شاہدا لرقہ او کفرہ وکان ہو اہلا للقذف ای بالغا عاقلا لما تقدم ان الاصل ان اللعان اذا سقط لمعنی من جہتہ
فلو القاذف صحیحا حد والا فلا حد ولا لعان اور جب کہ زوج لیاقت نہ رکھتا ہو شاہد ہونیکی بسبب مملوکیت اور کفر کے اور ہو اہل قذف کا یعنی بالغ اور عاقل ہو بوجہ ماتقدم
تو اسپر قذف کی حد ماری جاویگی اور اصل اسکی یہ ہے کہ جب لعان ساقط ہو مرد کیطرف سے کسی علت سے تو اگر قذف صحیح ہے یعنی شروط قذف کی جامع ہے تو مرد پر حد ماری
جاویگی اور اگر قذف کی شروط حاصل نہیں چنانچہ زوج صغیر ہو یا دیوانہ ہو یا گونگا ہو تو حد ہے نہ لعان وان صلح شاہدا والحال انہا ممن لم تصلح او ممن
لا یحد قاذفہا فلا حد علیہ کما لو قذفہا اجنبی ولا لعان لانہ خلفہ لکنہ یعزر حسما لہذا الباب ہذا التعمیم یعم ما فی ہم اور اگر زوج لیاقت
شاہد ہونیکی رکھتا ہو اور حالانکہ زوجہ لائق گواہی کے نہیں یعنی صغیرہ تھی یا دیوانی ہے یا عیب لگانیکی مار کھا چکی ہے اور ایسی وجہ نہیں جسکو عیب لگانیسے قاذف پر حد ماری
جاتی یعنی عفیفہ نہیں یا زانیہ ہو یا ایسی عورت کی عیب لگانیسے زوج پر حد نہیں چنانچہ اگر اجنبی آدمی ایسی عورت کو عیب لگا دیگا تو اسپر بھی حد نہیں تو زوج پر چنانچہ حد نہیں
ویسی ہی لعان بھی نہیں ہے اسواسطے کہ لعان قائم مقام حد کے ہے جس جگہ حد نہیں تو اسکا قائم مقام بھی نہیں لیکن زوج کو تعزیر دیجاویگی واسطے سد باب کے یعنی تعزیر اسواسطے ہے تاکہ
گالی دینا اور عیب لگانا موقوف ہو جاوے شارح کہتا ہے یہ قول مصنف کا جزئی عدم حد اور لعان کو شامل ہے اور سکی جو اوسکے قول سابق سے مفہوم ہو چکا تھا یعنی من
قذف زوجتہ العفیفۃ الخ ولیعتبر الاحصان عند القذف فلو قذفہا وہی امۃ او کافرۃ ثم اسلمت او اعتقت فلا حد ولا لعان زیلعی ومعتبر
ہوگا احصان وقت قذف کے تو اگر قذف کیا زوج نے زوجہ کا اور حالانکہ وہ لونڈی تھی یا کافرہ تھی پھر کافرہ مسلمان ہوگئی اور لونڈی آزاد ہوگئی تو زوج پر نہ حد ہے نہ لعان
کذا ذکرہ الزیلعی اسواسطے کہ لونڈی اور کافرہ کی قذف سے حد نہیں کیونکہ بعد مسلمان اور آزاد ہونیکے زوج سے تو قذف صادر نہیں ہوا کہ حد یا لعان واجب ہو

اور یہ تقریر صاحب نہر الفائق کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو لم یفرق الحاکم حتی عزل او مات استقبله الحاکم الثانی خلافاً لمحمد اختیار پھر اگر بعد لعان
کے حاکم نے تفریق نہ کی یہانتک کہ حاکم معزول ہوگیا یا مرگیا تو دوسرا حاکم پھر دوبارہ دونوں سے لعان کرادے اور تفریق کرے یعنی حاکم ثانی کو لعان اول پر تفریق کرنا جائز نہیں
بخلاف امام محمد کے کہ اونکے نزدیک اعادۂ لعان شرط نہیں ہے بدون اعادہ بھی تفریق جائز ہے کذا فی الاختیار ولو اخطأ الحاکم ففرق بینهما بعد وجود الاکثر من کل منهما صح ولو
بعد الاقل ای مرة او مرتین کا اور اگر چوک گیا حاکم سو اسنے تفریق کردی دونوں میں بعد وجود اکثر لعان کے ہر ایک سے یعنی تین تین لعان کے بعد حاکم نے تفریق کردی تو صحیح ہے
اسواسطے کہ اکثر بجائے کل ہے اور اگر حاکم چوک گیا اور بعد کمتر لعان کے یعنی ایکبار یا دوبار کے بعد تفریق اوسنے کردی تو یہ تفریق صحیح نہیں اسواسطے کہ اقل کالعدم ہے ولو
فرق بعد لعانه قبل لعانها نفذ لانه مجتهد فیه تاتارخانیه وقیده فی البحر بغیر القاضی الحنفی اما هو فلا ینفذ
اور اگر تفریق کردی حاکم نے بعد لعان زوج کے قبل لعان زوجہ کے تو یہ تفریق نافذ ہوگی کذا فی التاتارخانیہ اسواسطے کہ اس
مقام میں اختلاف مجتہدین ہے یعنی ہرچند امام اعظم کے مذہب میں تفریق قبل لعان زوجہ کے جائز نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک
جائز ہے کذا فی النهر الفائق اور بحر الرائق کے اندر اس میں قید لگائی ہے غیر قاضی حنفی کی یعنی اگر حنفی مذہب کا سوا قاضی شافعی مذہب قبل لعان زوجہ کے تفریق کا حکم
کریگا تو یہ تفریق نافذ ہوگی خواہ زوجین حنفی ہوں یا شافعی اور اگر حنفی مذہب قاضی ایسی تفریق کریگا تو نافذ نہوگی اسواسطے کہ مقلد قاضی کا حکم اپنے امام کے مخالف نافذ نہیں
وحرم وطیها بعد اللعان قبل التفریق لا هو والنفقة العدة اور حرام ہے وطی زوجہ کی بعد لعان قبل تفریق حاکم کے بوجہ اوس حدیث کے جو مذکور ہوگئی یعنی متلاعنین
میں اجتماع نہیں ہوتا نفقہ عورتکی عدت کا مرد پر لازم ہے بسبب جو بجاعت کے وان قذف الزوج بولد نفی الحاکم نسبه عن ابیه والحقه بامه بشرط صحة النکاح
وکون العلوق فی حال یجری فیه اللعان حتی لو علق وهی امة او کتابیة فعتقت او اسلمت لا ینتفی لعدم التلاعن اور اگر عیب لگایا زوج نے اپنی
زوجہ کو زندہ ولد کی نفی کرکے تو حاکم ولد کے نسب کو اوسکے باپ سے نفی کرے اور اوسکی ماں سے اوسکو ملادے بشرط صحت نکاح کے اور ہونے علوق ولد کے اوس حال میں جسمیں لعان
جاری ہو سکتا ہے یہانتک کہ اگر نطفہ ولد کا ٹھہرا جبکہ زوجہ لونڈی یا کتابیہ تھی پھر وہ آزاد ہوئی یا مسلمان ہوگئی تو اس صورت میں ولد کی نفی نہوگی بسبب عدم تلاعن کے
ہم صحت نکاح اور حریت و اسلام لعان کی شرطیں ہیں نفی ولد کی تو نکاح فاسد میں نفی ولد سے لعان نہوگا اور نسب کی بھی نفی نہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن النهر والبحر واما شرائط النفی فستة مبسوطة مذکورة فی البدائع وسیجیء اور نفی ولد کی شرطیں چھ ہیں تفصیل مذکور ہیں بدائع میں اور کچھ شرطیں نفی ولد کی اسی باب
میں عنقریب آوینگی ہم شروط مذکورہ کا ذکر بالاجمال یہ ہے پہلی شرط تفریق حاکم دوسری قرب الولادت تیسری عدم اقرار نسب صراحۃً یا دلالۃً چوتھی حیات ولد چنانچہ
مسئلہ سابقہ میں اوسکی تصریح ہوچکی پانچویں یہ کہ بعد تفریق کے اوسی حمل سے دوسرا لڑکا نہ جنی ہو چھٹے یہ کہ ثبوت نسب کا کسی وجہ سے شرعاً حکم ہوگیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
فان اکذب نفسه ولو دلالة بان مات الولد المنفی عن مال فادعی نسبه حد للقذف پھر اگر زوج نے اپنی تکذیب کی بعد لعان کے اگرچہ صراحۃً تکذیب
نکی دلالۃً کی اسطرح کہ جس ولد کی نفی کرچکا تھا اسوقت مال چھوڑکر مرگیا اسکی ولدیت کا دعوی کیا تو اوسکو حد قذف کی ماریجاویگی وله بعد ما اکذب نفسه ان ینکحها
حد او لا اور جائز ہے زوج کو نکاح کرلے بعد اپنی تکذیب کے یعنی نکاح کرلے اوس عورت سے حد قذف کی اسکو ماری گئی ہو یا نہ ماری گئی ہو اسواسطے کہ بعد تکذیب کے لعان باقی نہیں
تو حرمت کہ بسبب لعان کے طاری ہوئی تھی سو زائل ہوگئی وکذا ان قذف غیرها فحد او صدقته او زنت وان لم تحد لزوال العفة والحاصل ان له ان ینکحها
اذا خرجا او احدهما عن اهلیة اللعان اور اسیطرح نکاح کرلینا جائز ہے اگر زوج نے عیب لگایا اپنی زوجہ کے سوا کسی عورت کو پھر اوسپر حد قذف کی ماری گئی
یا عورت نے قذف زوج کی تصدیق کی یا زنا کیا اگرچہ اوسپر حد زنا نہوئی ہو تو یہ نکاح جائز ہوگا بسبب زوال عفت کے خلاصہ یہ ہے کہ زوج کو اپنی زوجہ سے نکاح کرلینا بعد
لعان کے جائز ہے جبکہ وہ دونوں یا ایک اہلیت لعان سے نکل جاوے ولا لعان لو کانا اخرسین او احدهما وکذا لو طرء ذلک الخرس بعده ای اللعان قبل التفریق
فلا تفریق ولا حد لدرئه بالشبهة مع فقد الرکن وهو لفظ اشهد ولذا لا یلاعن بالکتابة اور لعان نہیں ہے اگر زوجین گونگے ہوں یا ایک دونوں میں سے

کوئی گونگا ہوا گرچہ یہ گنگی پیدائشی نہو بلکہ لعان کے بعد طاری ہوگئی ہو قبل تفریق حاکم کے تو اب نہ تفریق ہوگی نہ حد واسطے ٹل جانے حد کے بسبب شبہہ کے ساتھ گم ہونے
رکن لعان کے یعنی اشہد کا لفظ رکن ہے لعان کا سو یہ گونگے سے متصور نہین اور چونکہ تلفظ اشہد کا ضرور ہے لہذا باہم لعان کرنا لگنے سے جائز نہین ھم جب زوج گونگا ہوگا
تو اوسکو حد قذف نہ ماری جاوے گی اسواسطے کہ اوسکی قذف مین شبہہ ہے کما لا لعان بنفی الحمل لعدم تیقنہ عند القذف چنانچہ لعان نہین حمل کی نفی سے بسبب نہ
متیقن ہونے حمل کے نزدیک قذف کے اسواسطے کہ شاید حمل نہو بیماری سے پیٹ پھولا ہو ولو تیقنہ بولادتہا لاقل المدۃ یصیر کانہ قال ان کنت حاملا فولدک
لیس منی والقذف لا یصح تعلیقہ بالشرط اور اگر حمل کا یقین ہوگیا بسبب ولادت کمتر مدت کے یعنی وقت قذف سے کمتر چھہ مہینے مین جنی تو بھی امام اعظم کے نزدیک لعان
ثابت نہین غایۃ الامر یہ ہے کہ نفی حمل اس صورت مین تعلیق ہوگئی گویا زوج نے یون کہا کہ اگر تو حاملہ ہوگی تو تیرا لڑکا مجھسے نہین حالانکہ قذف کی تعلیق شرط پر صحیح نہین اور
صاحبین کے نزدیک بعد وضع حمل کے لعان جاری ہوگا وتلاعنا بقولہ زنیت وہذا الحمل منہ القذف فی الصحیح اور دونو لعان کرین زوج کے یون کہنے سے
کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہے لعان کرین بسبب صحیح قذف کے یعنی اس مسئلہ مین صریح زنا کی نسبت ہے بخلاف مسئلہ سابقہ کے اوسمین حمل کی نفی ہے نہ زنا کی نسبت
ولم ینف الحاکم الحمل لعدم الحکم علیہ قبل ولادتہ اور حاملہ کے لعان مین حاکم نفی حمل کی نکرے بسبب عدم حکم حمل پر قبل اوسکی ولادت کے یعنی بدون ولادت کے
ثبوت حمل متصور نہین کہ شاید بیماری سے پیٹ پھولا ہو پھر جب ثبوت حمل مین تردد ہوا تو حاکم کیونکر نفی کرے اس مقام مین سوال وارد ہوتا ہے کہ سنن ابی داؤد مین عبد اللہ
ابن عباس سے روایت ہے کہ ہلال بن امیہ نے اپنی حاملہ زوجہ سے لعان کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مین تفریق کردی اور حکم کردیا کہ عورت کے بیٹے کو ہلال
بن امیہ کا بیٹا کوئی نکہے پھر جب حضرت نے نفی حمل کی کردی پھر کیا وجہ کہ حاکم نکرے اسکا جواب شارح نے اپنے آیندہ قول مین دیا ونفیہ علیہ الصلوۃ والسلام ولد ہلال
لعلمہ بالوحی اور نفی کرنا رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا ہلال کے ولد کا بسبب علم وحی کے تھا یعنی حضرت کو وحی سے معلوم ہوگیا تھا کہ عورت کے پیٹ مین لڑکا ہے
نفی نکی اب ختم نبوت کے وحی سے علم ہونا متصور نہین نفی الولد الحی عند التہنیۃ ومدتہا سبعۃ ایام عادۃ وعند ابتیاع آلۃ الولادۃ صح وبعدہ لا لاقرارہ
بہ دلالۃ ولو غائبا فحالۃ علمہ کحال ولادتہا مرد نے زندہ ولد کی نفی نسب کی مبارکبادی دینے کے وقت اور مدت مبارکبادی دینے کی سات دن ہین باعتبار عادت
خلق کے اور بلحاظ ایام عقیقہ کے اور نزدیک خریدنے کے سامان ولادت کے نفی کی تو یہ نفی صحیح ہے اور بعد اسکے نفی کرنا صحیح نہین بسبب اوسکے اقرار کے یعنی نسب کے باعتبار دلالت
حال کے یعنی سات دن تک نفی نکرنا دلالت کرتا ہے کہ وہ نسب ولد کا مقر ہے تو اب نفی کرنا اوسکا صحیح نہوگا اور اگر مرد غائب ہوا اور لڑکا اوسکی غیبت مین پیدا ہو تو
اوسکے علم آنیکی حالت مانند حالت ولادت کے ہے یعنی جیسے عورت کے جننے سے سات دن تک نفی صحیح ہے ویسے ہی غائب کے بعد دریافت کے سات دن تک نفی صحیح ہے یہ
نزدیک امام کے اور صاحبین کے نزدیک بقدر مدت نفاس یعنی چالیس دن تک نفی صحیح ہے کذا فی الہدایہ ولاعن فیہما فیما اذا صح اولا لوجود القذف فقد
تحقق اللعان بنفی الولد ولم ینتف النسب فقولہ فیما مر ونفی نسبہ لیس علی اطلاقہ اور لعان کرے دونو نفی کی صورتون مین یعنی جسمین کہ نفی صحیح ہے یا نہین
صحیح ہے بسبب پائی جانے قذف کے دونو صورتون مین تو حالت عدم صحت نفی مین لعان تو بسبب نفی ولد کے ثابت اور نسب ولد کا منتفی نہوا تو مصنف کا قول جو سابق
گذر گیا کہ قذف ولد سے حاکم اوسکا نسب نفی کردے سوا اپنے اطلاق پر نہین بلکہ وہ مقید ہے بقید صحت نفی کے یعنی جب نفی ولد کی باجتماع شرائط نفی کے صحیح ہو تب
قذف ولد سے حاکم نفی نسب کی کرے نہ مطلقا نفی اول التوأمین واقر بالثانی حد ان لم یرجع لتکذیبہ نفسہ مرد نے نفی کی اول توام کی اور اقرار نسب کا
کیا دوسرے توام کا تو اوسکو حد قذف ماری جاوے بسبب تکذیب کرنے اپنی ذات کے ھم توامان اون دو لڑکون کو کہتے ہین جنکی ولادت مین چھہ مہینے سے کم مدت
گذری ہو تو جب اول کی نفی کی اور ثانی کا اقرار کیا تو اوسکی تکذیب نفس لازم آئی اسواسطے کہ وہ دونو ایک ہی نطفہ سے پیدا ہوے ہین اسلیے کہ اقل مدت چونکہ
حمل کی چھہ مہینے کی ہے تو ایک کا اقرار اور ثانیکی نفی متصور نہین شارح نے حد مین عدم رجوع کی قید لگائی یعنی اگر اپنے قول سے نہ پھر جائیگا تو حد ماری جاویگی
شیخ رحمتی محشی نے لکھا کہ یہ قید شارح کی بے موقع ہے اسواسطے کہ ولد ثانی کے اقرار سے اوسکو تکذیب نفس لازم ہوگئی اسواسطے کہ دونو ایک نطفہ سے ہین تو وہ فائدہ نہ بخشیگا

سے ہے بعد نقل عدم خیار سکے مجبوب سے کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ المجبوب کالعنین الا فی مسئلتین التاجیل ومجیء الولد اور بحر الرائق
مین ہے کہ مجبوب مانند عنین سکے ہے مگر دو مسئلون مین ایک تاجیل مین یعنی عنین کی فرقت مین مدت ہے اور مجبوب مین مدت نہین اور دوسرا لڑکا
ہونے مین یعنی مجبوب کی زوجہ سکے اگر لڑکا پیدا ہو دو برس تک بعد تفریق سکے تو اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا اور تفریق باطل نہوگی اور عنین مین تفریق
باطل ہو جاویگی ھم بحر الرائق مین یہ بہی مذکور ہے کہ تفریق مجبوب مین بلوغ شرط نہین بخلاف عنین سکے اور تفریق مجبوب مین صحت مجبوب شرط نہین بخلاف
عنین سکے کذا فی حاشیۃ المدنی فرق الحاکم بطلبہا لو حرۃ بالغۃ غیر رتقاء او قرناء وغیر عالمۃ بحالہ قبل النکاح وغیر راضیۃ بہ بعدہ
اور اگر زوج مجبوب ہو تو جدائی کروا دے حاکم عورت کی درخواست سے اگر عورت حرہ بالغہ ہو بشرطیکہ اوسکی شرمگاہ مین گوشت زائد اور ہڈی مانع جماع
نہو اور قبل نکاح سکے زوج کا حال بہی نہ جانتی ہو یا بعد نکاح سکے اوس حال پر راضی نہوگئی ہو اور اگر عورت مجبوب کی لونڈی ہو تو فرقت کا اختیار
اوسکو نہین بلکہ اوسکی مالک کو ہے اور اگر صغیرہ ہے تو تا بلوغ تفریق نہوگی کہ شاید وہ راضی ہو جاوے اور اگر اوسکی شرمگاہ مین گوشت زائد یا ہڈی
ہو تو نقصان عورت کی طرف سے ہے تو اسکا طلب فرقت مین حق نہین اور اگر جان کر راضی ہوئی تو بہی اسکو طلب فرقت مین اختیار نہین بینہما
فی الحال ولو المجبوب صغیرا لعدم فائدۃ التاجیل مجبوب اور اوسکی زوجہ مین حاکم بعد درخواست عورت کی فوراً جدائی کروا دے اگرچہ مجبوب
نابالغ صغیر ہو بسبب نہونے فائدہ تاخیر سکے فلو جب بعد وصولہ الیہا مرۃ او صار عنینا بعدہ ای الوصول لا یفرق لحصول حقہا بالوطی مرۃ
سو اگر ایکبار عورت سے جماع کرنیکے بعد اوسکے آلات تناسل کاٹ گئے یا کہ زوج عنین ہوگیا عورت سے ایکبار جماع کرنیکے بعد تو دونو صورت
مین تفریق نہوگی بسبب حاصل ہو جانے عورت کی حق سکے ایکبار جماع کرنیسے اور ایکبار سے زیادہ جماع کرنیکا استحقاق دیانۃ ثابت ہے نہ قضاءً
کذا فی البحر الرائق ناقلا عن جامع قاضی خان اور اگر باوجود قدرت جماع سکے شرارت سے ترک کریگا تو گنہگار ہوگا اور لونڈی کی ترک وطی مین
کچہہ گناہ نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن النہر جاءت امرأۃ المجبوب بولد ولم تعلم بجبہ فادعاہ ثبت نسبہ ثم علمت فلہا الفرقۃ تاتارخانیہ
اور اگر عورت مجبوب کی ایک لڑکا لائی یعنی جنی اور عورت کو زوج کا مقطوع الذکر ہونا معلوم نہین سو مجبوب نے اوس لڑکے کا دعوے کیا ثابت ہو جاویگا
نسب اوسکا اور بعد اسکے عورت کو مقطوع الذکر ہونا زوج کا معلوم ہوا تو اوسکو جدائی مین اختیار ہے کذا فی التاتارخانیہ ولو ولدت بعد التفریق
الی سنتین ثبت نسبہ لانزالہ بالسحق والتفریق باق بحالہ لبقاء جبہ اور اگر عورت مجبوب کی بعد تفریق سکے دو برس تک لڑکا جنے تو
اوسکا نسب مجبوب سے ثابت ہوگا بسبب احتمال انزال ہونے مجبوب سکے رگڑنیسے اور باوجود ثبوت نسب کے تفریق بحال خود باقی ہے بسبب
بقاے مجبوبیت سکے ولو کان عنینا بطل التفریق لزوال عنتہ بثبوت نسبہ کما یبطل التفریق بالبینۃ علی اقرارہا بالوصول قبل التفریق
لا بعدہ للتہمۃ فسقط نظر الزیلعی اور اگر زوج عنین ہوگا اور قاضی نے تفریق کردی ہو بعلت نامردی سکے پہر عورت اوسکی لڑکا جنی دو برس
سکے اندر تو تفریق باطل ہوگئی بواسطے زوال اسکی نامردی سکے بسبب ثابت ہونے اوسکے نسب سکے چنانچہ باطل ہوتی ہے تفریق گواہون سے
یعنی گواہون نے گواہی دی کہ عورت جماع زوج کا اقرار کرچکی تہی قبل تفریق سکے تو تفریق باطل ہوگی اور اگر گواہی دی کہ بعد تفریق کی عورت نے جماع کا
اقرار کیا تو تفریق نہ باطل ہوگی بسبب تہمت سکے تو اعتراض زیلعی کا ساقط ہوگیا ھم زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ طلاق واقع ہوگئی حاکم کی تفریق سے اور یہ
طلاق بائن ہے پہر یہ تفریق کیونکر باطل ہوگی چنانچہ عورت کا اقرار جماع بعد تفریق کے مبطل تفریق نہین جواب اس اعتراض کا یہ ہی کہ ثبوت نسب مجبوب
سے باحتمال انزال ہے اور تفریق باعتبار قطع آلات تناسل تہی سو موجود ہے بخلاف ثبوت نسب کے عنین سے اسواسطے کہ ثبوت نسب سے زوال نامردی ظاہر ہوتا ہی اور تفریق
تہی باعتبار نامردی کہ جب نامردی زائل ہوئی تو تفریق بہی باطل ہوگئی بخلاف اقرار بعد تفریق کہ اسمین عورت پر تہمت ہے ابطال قضا کی یعنی احتمال ہی کہ عورت جہوٹا اقرار

اسواسطے کرتی ہو کہ قاضی کا حکم باطل ہو جاوے لہذا اوسکا اقرار لائق سماعت کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر لو وجدتہ عنینا ھو من لا یصل الی النساء لمرض او کبر او سحر و یسمی المعقود وھبانیۃ اور اگر عورت نے اپنے زوج کو عنین پایا عنین وہ ہے جو وطی نسا پر قادر نہو بسبب بیماری کے یا بڑہاپے کے یا جادو کے یعنی مرد پر ایسا جادو کیا ہو کہ جماع نکر سکے اور مسحور کو معقود بھی کہتے ہین کذا فی الوہبانیہ اور بالفعل عرب مین اوسکو مربوط بولتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی او خصیا لا ینتشر ذکرہ فان انتشر لم تخیر بحر و علیہ فھو من عطف الخاص علی العام لخفائہ و ان کان باو لان الفقہاء یتسامحون فی ذلک نھر یا عورت نے اپنے زوج کو خصی پایا جسکے آلہ تناسل مین ایستادگی نہین خصی اوسکو کہتے ہین جسکے آلہ تناسل ہو اور فوطے نہون خواہ مل ڈالنے سے خواہ قطع کرنیسے سو اگر ایسا خصی ہو کہ اوسکے آلہ تناسل کو ایستادگی ہوتی ہو تو اوسکی عورت کو اختیار فرقت کا نہین کذا فی البحر الرائق تو بر تقدیر عدم ایستادگی آلہ تناسل کے خصی کا عطف عنین پر از قسم عطف خاص کے ہے عام پر اور ہر چند خاص عام کے حکم مین داخل ہوتا ہے لیکن بالتخصیص اوسکو ذکر کیا بسبب اسکے مخفی ہونیکے یعنی شاید کسیکو اختصاص حکم کا ساتھ عنین کے گمان ہو اور ہر چند عطف خاص کا عام پر بواو عاطفہ مخصوص ہے اور یہان عطف خصی کا عنین پر بلفظ او ہے لیکن فقہا ایسے امور مین تساہل کرتے ہین اسواسطے کہ اصل مقصود ان کا افادہ احکام ہے کذا فی النہر الفائق ھھنا الفائق تو مین یہ جواب ہے اعتراض صاحب بحر کا کہ خصی کا عطف کرنا عنین پر کیا ضرور تہا اسواسطے کہ خصی کو عنین شامل تہا اور اگر عطف خاص کا عام پر ہے تو بواو عاطفہ لازم تہا نہ بلفظ او اُجِّلَ سنۃ لاشتمالہ علی الفصول الاربعۃ یعنی اگر عورت اپنے زوج کو عنین یا خصی پاوے تو زوج کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاوے واسطے مشتمل ہونے سال کے چار فصلوں پر تو اگر نامردی پیدایشی نہوگی بیماری سے ہوگی تو سال بھر مین بسبب تبدل فصول مختلفہ کے دفع ہو جاویگی اور عنین کیواسطے مدت ایک سال کی حضرت عمر اور علی مرتضی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کذا فی الہدایہ ولا عبرۃ بتاجیل غیر قاضی البلدۃ اور سواے قاضی شہر کے اور کسیکا مدت ٹھہرانا معتبر نہین ھم تاجیل عورت کی اور غیر قاضی کی صحیح نہین کذا فی فتاوے قاضیخان قمریۃ بالاھلۃ علی المذھب وھی ثلثمائۃ واربع وخمسون یوما و بعض یوم مدت عنین کی قمری سال سے بنا بر ظاہر روایت مذہب کے ہے اور قمری سال وہ ہے جسکے بارہ مہینونکا شمار ہلال نکلنے سے ہوتا ہے اور اوسکے تین سو چون دن پورے ہوتے ہین کچھ تھوڑا دن اور یہی جسکی نو ساعت اور اڑتالیس دقیقہ ہو کذا فی القہستانی اور بعض فقہانے کسر کو ذکر نہین کیا کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الکافی اور واقعات ولوالجیہ مین سال قمری کی تصحیح کی ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے کذا فی الہدایہ اور یہی قول معتمد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ سے یہی ثابت ہے کذا فی منح الغفار وقیل شمسیۃ بالایام وھی ازید باحدی عشر یوما قیل وبہ یفتی اور قول ضعیف یہ ہے کہ مدت عنین مین سال شمسی معتبر ہے جسکا شمار ایام سے ہے نہ چاند دیکھنے سے اور وہ سال قمری سے گیارہ دن زیادہ ہے بعضون نے کہا یعنی صاحب خلاصہ نے کہ اسی پر فتوی ہے اور یہ روایت حسن کی ہے امام سے اور شمس الائمہ سرخسی اور صاحب تحفہ اور صاحب غایۃ البیان اور قاضی خان اور ظہیر الدین نے سال شمسی کو مختار کیا ہے بنا بر احتیاط کے اور کمال الدین محقق نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب اقوال محدث ہین اسواسطے کہ امیر المومنین عمر نے قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ عنین کیواسطے ایک سال مقرر کرے اور خود حضرت عمر نے عنین کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کی بلا قید شمسی کے اور چونکہ عرب سواے سال قمری کے سال شمسی کو ہرگز نجانتے تھے تو جہان مطلق سال مذکور ہوگا وہان قمری ہی مراد ہوگا تا وقتیکہ تصریح اسکی خلاف پر نہ ثابت ہو اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ سال قمری ظاہر الروایت ہے تو وہی معتمد ہوگا اور اوسکا خلاف لائق التفات کے نہین کذا فی حاشیۃ المدنی لو اُجِّلَ فی اثناء الشھر فبالایام اجماعا اور اگر مدت عنین کی درمیان مہینے کے مقرر کیجاوے تو سال کا اعتبار ایام کے شمار سے ہوگا باجماع سب علما کے یعنی اختلاف سال قمری یا شمسی کا اوس صورت مین ہے جب کہ تاجیل شروع چاند سے ہو اور اگر مثلا دسوین یا پندرہوین تاریخ سے مدت مقرر کیجاوے تو بالاتفاق حساب سال کا دنون سے ہوگا نہ مہینون سے یعنی تین سو ساٹھ دن کا سال لیا جاویگا اسکو سال عددی کہتے ہین کذا فی حاشیۃ المدنی ودخل رمضان وایام

حیضہا منہا وکذا حجہ وغیبتہ لا مدۃ حجہا وغیبتہا ومرضہ ومرضہا مطلقا وبہ یفتی (والجیۃ) اور رمضان اور عورت کے ایام حیض سال
ہی میں داخل ہیں اور اسیطرح مرد کے ایام حج اور اوسکا سفر کرنیکے ایام بھی سال میں داخل ہیں نہ عورت کے حج کی مدت اور نہ اوسکی سفر کی مدت اور نہ مرد اور عورت
کی بیماری کی مدت مطلقا خواہ پورا مہینہ ہو یا کم اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الولوالجیہ یعنی جتنی مدت بیماری زوجین کی ہوگی اوتنی مدت سال پر زیادہ کیجاویگی
اور اسیطرح عورت کے حج اور سفر کی مدت سال پر بڑہائی جاویگی بخلاف رمضان اور ایام حیض اور ایام حج اور سفر مرد کے ولو اجل من وقت الخصومۃ ولم یکن
صبیا او مریضا او محرما فبعد بلوغہ وصحتہ واحرامہ اور مدت سال کی خصومت اور نالش کے وقت سے مقرر کیجاویگی بشرطیکہ زوج لڑکا اور بیمار اور
محرم نہو اور اگر لڑکا ہو تو بعد بلوغ کے اور اگر بیمار ہوگا تو بعد صحت کے اور اگر محرم ہوگا تو بعد تمامی احرام کے سال کا شروع ہوگا ولو مظاہرا لا یقدر
علی العتق اجل سنۃ وشہرین اور اگر زوج ظہار کرنیوالا ہو اور واسطے کفارہ ظہار کے غلام آزاد کرنے پر قادر نہو تو اوسکی مدت ایک برس اور دو مہینے مقرر
کیے جاوینگے دو مہینے اسواسطے زیادہ ہوئے تاکہ اونمیں روزہ رکہکر کفارہ ادا کرے کیونکہ صحبت قبل کفارہ کے نہیں فان وطئ مرۃ فیہا والا بانت بالتفریق
من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا یتعلق بالجمیع فیعم ما مر انہ المجبوب [illegible] سو اگر عنین یا خصی نے ایکبار وطی کی سال کے اندر تو خوب ہوا کہ قضا کر
عورت کا حق ادا ہوگیا اور اگر سال کی مدت میں ایکبار بھی وطی نکر سکا تو عورت کو طلاق بائن ہوگی قاضی کے جدا کردینے سے اگر زوج اسکی طلاق دینے سے
انکار کرے تفریق واقع ہوگی عورت کی دوسری درخواست سے اور پہلے درخواست سے مدت ایک سال کی مقرر ہوئی تھی اور طلب عورت کے جمیع مسائل گذشتہ سے
متعلق ہے تو مجبوب کی عورت کو بھی شامل ہے چنانچہ تفریق مجبوب میں بھی قید طلب کی شرط مذکور کردیا ہے ہم [illegible] طلاق دینے زوج کے قاضی
اسواسطے تفریق کریگا کہ جب زوج عاجز ہوا امساک بالمعروف سے تو اوسپر تسریح بالاحسان واجب ہے جب اوسنے نہ چھوڑا تو وہ ظالم ہوا لہذا قاضی
اوسکا نائب ہوجاویگا دفع ظلم کیواسطے ولو مجنونۃ فبطلب ولیہا او من نصبہ القاضی اور اگر عورت دیوانی ہو تو قاضی تفریق کرے اوسکے ولی کی طلب
یا اوس شخص کی طلب سے جسکو قاضی نے مجنونہ کیطرف سے مدعی قرار دیا ہو ولو امۃ فالخیار للمولی لان الولد لہ اور اگر زوجہ عنین کی لونڈی ہو تو اختیار تفریق
کا اوسکے مالک کو ہے نہ لونڈی کو اسواسطے کہ اولاد لونڈی کی اوسکے مالک کی ملک ہے وہو ای خیار التفریق علی التراخی لا الفور فلو وجدتہ عنینا او مجبوبا
ولم تخاصم زمانا لم یبطل حقہا وکذا لو خاصمتہ ثم ترکتہ مدۃ فلہا المطالبۃ ولو [illegible] الایام [illegible] اور وہ یعنی یہ اختیار فرقت کا یا طلب
تفریق کی درنگی کے ساتہ ثابت ہے نہ فی الفور سو اگر عورت نے زوج کو عنین یا مجبوب پایا اور مدت دراز تک دعوی سے چپکی ہوگئی تو اس درنگی سے اسکا حق باطل
نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر جہگڑا کرکے مدت تک چپ ہورہی تو بہی اوسکو مطالبہ کا اختیار ہے اگرچہ [illegible] زوج کے پاس لیٹا ہی کرتی ہو اور بدون جماع کے
[illegible] کذا فی الخانیہ والمجتبی ولو رفعتہ الی قاض فاجلہ سنۃ ومضت السنۃ ولم تخاصم زمانا کذا ذکرہ الزیلعی چنانچہ اگر عورت نے
عنین زوج کی نالش کی قاضی کے پاس قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کردی اور وہ سال بہی گذر گیا اور مدت تک دعوی مطالبہ نکیا تو بہی عورت کا اختیار باقی
ہے کذا ذکرہ الزیلعی ولو اختلفا فی الوطی وان [illegible] قالت امرأۃ ثقۃ والاثنان احوط ہی بکر بان تبول علی جدار او یدخل فی فرجہا اصغر بیضۃ دجاج
فی مجلسہ [illegible] اور اگر دعوی کیا زوج نے وطی کا اور اوسکا انکار کیا عورت نے تو اگر ایک متقی عورت نے کہا اور دو متقی عورتوں کا کہنا قرین احتیاط
ہے کہ یہ عورت باکرہ ہے اور باکرہ کی یہ علامت ہے کہ وہ دیوار پر پیشاب کرے اگر پیشاب دیوار پر پڑے تو وہ باکرہ ہے اور اگر اوسکی ران پر پڑے تو وہ باکرہ
نہیں یا اوسکی شرمگاہ میں زردی انڈہ مرغی کی ڈالی اگر داخل ہوجاوے تو باکرہ نہیں اور داخل نہو تو باکرہ ہے پس عورت جب باکرہ ہونا ثابت ہوا تو عورت
کو اختیار دیا جاوے اوسی مجلس میں [illegible] باقی کا سو اگر راضی ہوگی زوج سے یا کہڑی ہوگئی قبل تفریق کے تو اختیار باطل ہوگیا ہم پر یہ مسئلہ
متعلق ہے مسئلہ سابق سے کہ وہاں تا مدت دراز اختیار باقی ہے اور یہاں مجلس تک مقصور ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ مسئلہ سابق بنا بر [illegible]

على النكاح ثانيا بعد التفريق صح اور اگر وہ دونوں یعنی عنین اور اوسکی عورت راضی ہوگئی دوسری بار نکاح کرنے پر بعد تفریق کے تو صحیح ہے یعنی تفریق عنین کی
مثل لعان کی تفریق کو نہیں جو دائمی حرمت ہو جاوے وله شق رتق امته وكذا زوجته وهل يجبر الظاهر نعم لان التسليم الواجب عليها لا يمكن
بدونه نهر اور مالک کو جائز ہے اپنی لونڈی کا رتق چیرنا یعنی بستگی مکان مخصوص کا چیرنا واسطے قربت کے درست ہے اور اسطرح زوج کو اپنی زوجہ کی بستگی چیرنا جائز
ہے اور اگر زوجہ نہ مانے تو اسمین کیا زبردستی کرنا درست ہے ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ درست ہو واللہ اعلم اسواسطے کہ تسلیم نفس کی عورت پر واجب ہے وہ بدون اسکے
ممکن نہین كذا في النهر الفائق قلت وافاده البهنسي انها لو تزوجته على انه حر او سني او قادر على المهر والنفقة فبان بخلافه او على انه فلان
بن فلان فاذا هو لقيط او ابن زنا كان لها الخيار فليحفظ شارح کہتا ہے کہ بہنسی نے بیان کیا ہے کہ اگر عورت نے نکاح کیا مرد سے اس شرط پر کہ زوج حر ہو یا سنی
مذہب ہو یا قادر ہو مہر اور نفقہ پر پھر ظاہر ہوا کہ زوج اوسکے برخلاف ہے یعنی غلام ہے یا رافضی یا خارجی ہے یا محتاج کہ اوسکو مہر اور نفقہ کا مقدور نہین یا اس شرط پر نکاح کیا کہ
زوج فلان بن فلان ہے اور وہ ناگہان لقیط یا ولد الزنا نکلا تو عورت کو ان مسائل میں اختیار ہے فرقت کا سوا اسکو یاد رکھنا چاہیے لقیط وہ لڑکا جو کہیں پڑا ہو اور والدین اسکے نہ
معلوم ہون تمت عدت کو ان مسائل میں اختیار فسخ ہوا السبب فقدان کفاءت کے اول میں نسب کی سبب ہے اور ثانی میں کفاءت دینی نہین اور ثالث میں کفاءت مالی نہین اور رابع میں کفاءت نسبی نہین

باب العدۃ

یہ باب ہے احکام عدت کے بیان میں هي لغة بالكسر الاحصاء وبالضم الاستعداد للامر لغت میں عدت بکسر اول و تشدید ثانی بمعنی شمار اور گنتی کے ہے
اور بضم اول اور تشدید ثانی کسی کام پر مستعد ہونے اور تیار ہونے کو کہتے ہیں اور اصل لغت اور تیار کو بھی کہتے ہیں جو حوادث زمانہ کیواسطے مہیا کر رکھے وشرعا
تربص يلزم المرأة او الرجل عند وجود سببه اور عدت بالکسر شرع میں وہ تربص اور انتظار کو کہتے ہیں جو عورت کو یا مرد کو لازم آتا ہے نزدیک پائے جانے
سبب انتظار کی اور مرد کے اسباب انتظار سے وہ موانع مراد ہیں کہ جو موانع ہیں وطی کے اور ہر چند انتظار مرد پر اطلاق عدت کا شرعا جائز ہے لیکن اصطلاح
فقہا میں عدت مخصوص ہے عورت کے انتظار کو نہ مرد کے كذا في فتح القدير ومواضع تربصه عشرون مذكورة في الخزانة وحاصلها يرجع الى امتناع
نكاحها عليه لمانع لزم زواله كنكاح اختها واربع سواها اور مواضع انتظار مرد کے بیس ہیں خزانۃ الفقہ میں مذکور ہیں اور حاصل ان بیس مواضع
کا رجوع کرتا ہے اس قاعدہ کلیہ کیطرف کہ جس عورت کا نکاح یا وطی مرد پر ممتنع ہے بسبب کسی مانع شرعی کے تو لازم ہے انتظار کرنا مرد کو اوس مانع کے زوال
تک جیسے نکاح کرنا سالی سے زوجہ کی زندگی یا عدت میں یا چار عورتون سے نکاح کرنا سوا اپنی زوجہ کے هم فقیہ ابو اللیث نے خزانۃ الفقہ میں بیس مواضع
کو یون ضبط کیا ہے کہ اپنی زوجہ کی بہن اور اوسکی عمہ اور خالہ اور اوسکی بھانجی اور بھتیجی سے نکاح کرنا اور چار زوجہ کی ہوتے پانچوین عورت سے نکاح کرنا اور لونڈی
کا نکاح بی بی پر اور عورت سے بعد نکاح فاسد کے وطی کرکے پھر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا عورت سے بشبہ نکاح وطی کرکے پھر اوسکی بہن سے نکاح کرنا یا
پانچوین عورت سے بنکاح فاسد یا بشبہہ نکاح وطی کرکے پانچوین سے نکاح کرنا بدون گذرنے عدت کے جائز نہین اسواسطے کہ نکاح فاسد اور شبہہ نکاح
مین بعد وطی کے عدت واجب ہوتی ہے اور عدت والی عورت سے شخص اجنبی کو نکاح کرنا اور مطلقہ ثلثہ سے نکاح کرنا اور خریدی لونڈی سے قبل استبراء کے
وطی کرنا اور حاملہ زانیہ سے نکاح کرکے قبل ولادت کے وطی کرنا اور اوس حربیہ سے جو دار الحرب میں مسلمان ہوکر دار الاسلام میں حاملہ آئی نکاح کرنا قبل ولادت
کے اور ایسی لونڈی سے جو دار الحرب سے گرفتار ہوکر آئی وطی کرنا درست نہین بدون ایکبار حیض ہو جانیکے یا ایک مہینہ گذرنیکے اگرچہ صغیرہ یا کبیرہ ہو اور
اپنی مکاتبہ سے مالک کو نکاح کرنا بدون آزاد ہونے کے یا عاجز ہونیکے بدل کتابت سے اور عورت بت پرست اور مرتد اور مجوسیہ سے بدون مسلمان ہونے کے
نکاح کرنا ایسی بیس صورتون میں نکاح یا وطی جائز نہین بدون گذرنے مدت اور رفع موانع کے كذا في منح الغفار اور اکیسوین صورت ایک یہ ہے کہ غیر
کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہین واصطلاحا تربص يلزم المرأة او ولي الصغيرة عند زوال النكاح فلا عدة لزنا او شبهته كنكاح

فاسدٍ ومن فرقةٍ لغيرِ زوجها وينبغي زيادة او شبهةٍ ليشمل عدّة ام الولد اور اصطلاح فقہا میں عدت عبارت ہے اوس انتظار سے جو عورت کو لازم ہو
یا صغیرہ کے ولی کو لازم ہے نزدیک زائل ہونے نکاح کے تو عدت نہیں لازم ہے واسطے زنا کی اسواسطے کہ عدت نہیں ہوتی مگر زوال نکاح سے یا زوال شبہہ نکاح
سے جیسے کہ نکاح فاسد یا جیسے وہ عورت جسکو عورتیں شب زفاف میں زوج کے سوا کسی اور مرد کو پاس چوک کر پہنچا دیں اور کہیں کہ یہ تیری زوجہ ہے اور وہ مرد وطی
کرے تو اوسپر عدت واجب ہے شارح کہتا ہے کہ تعریف عدت میں لائق یہ ہے کہ شاید نکاح کا لفظ بھی زیادہ کیا جاوے تاکہ یہ تعریف ام ولد کی عدت کو بھی شامل ہو جاوے کہ
کہ ام ولد کو مولی آزاد کردیا اوسکو چھوڑ کر مولی مرجاوے اسواسطے کہ ام ولد کو بھی انتظار لازم ہے مانند زوجہ کے بسبب مشابہت فراش کی کذا فی البحر الرائق ہم شبہہ کہیں اول سکوت ثانی او نفع اول
وثانی بھی صحیح ہے یعنی مشابہ شارح نے ولی صغیرہ کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا کہ صغیرہ پر بعد موت زوج کے انتظار واجب نہیں اسواسطے کہ وہ ہنوز مکلف نہیں تو اسوقت میں
صغیرہ کے ولی پر انتظار کرانا لازم ہوگا تعریف عدت پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ تعریف طلاق رجعی کی عدت کو شامل نہیں اسواسطے کہ طلاق رجعی میں نکاح نہیں زائل ہوتا
اسیواسطے بلا تجدید نکاح عدت میں رجعت کرنا صحیح ہے لہذا اور کتب فقہ سے بدائع اور ابن کمال کی تعریف عدت کی نہایت خوب ہے کہ عدت نام ہے اوس مدت کا جو واسطے
انقضاے بقیہ آثار نکاح اور فراش کے مقرر ہوئی ہے تو اوسمیں سب افراد عدت کے داخل ہوگئے یہانتک کہ بقیہ فراش عدت ام ولد کی بھی داخل ہوگئی اور صغیرہ کا
اعتراض دفع ہوگیا اسواسطے کہ اس تعریف میں ذکر لزوم نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی **حکایت عجیبہ** قبل مشہور ہونے امام اعظم کے ایک مقام پر طعام ولیمہ
ہوا دو بھائیوں کا جنکا نکاح ہوا تھا دو بہنوں سے عورتوں نے چوک کر اوسکی زوجہ اوسکے پاس کردی اور اوسکی اوسکے پاس آخر شب صبح کو یہ حال کھلا اور فقہا
مشہور سے فتوی دریافت کیا گیا سب علما نے فتوی دیا کہ ہر عورت پر عدت لازم ہے بعد عدت کے ہر عورت اپنے اپنے زوج پاس چلی جاوے اور ہر ایک بھائی پر بسبب وطی
بالشبہہ کے مہر مثل دینا واجب ہے امام اعظم نے کہا کہ سب حضرات نے سخت حکم فرمایا میری نزدیک اس سے آسان تر حکم ہو سکتا ہے علما نے فرمایا کہ وہ کیا ہے بیان کرو امام اعظم
نے دونوں بھائیوں کو بلایا اور پوچھا کہ تم دونوں کو یہ پسند ہے کہ ہر ایک کے پاس وہی رات والی عورت بنی رہے دونوں نے کہا کہ ہم بدل سے اسپر راضی ہیں امام نے فرمایا کہ ہر شخص
اپنی منکوحہ کو طلاق دیوے اور اپنی ہم بستر عورت سے نکاح کر لے تو اسمیں عدت لازم نہوگی اسواسطے کہ طلاق قبل دخول میں عدت نہیں ہے سب علما نے اسکو نہایت
پسند کیا اور امام کی ذکاوت کی تعریف کی کہ ہر ایک کی ہم بستر ہر ایک کے پاس بنی رہی اور عدت کی حاجت نہوئی وسبب وجوبها عقد النكاح المتأكّد
بالتسليم وما جرى مجراه من موتٍ وخلوةٍ صحيحةٍ فلا عدّة بخلوة الرتقاء اور عدت واجب ہونیکا سبب عقد نکاح ہے جو مؤکد کیا گیا بتسلیم وطی یا قائم مقام
وطی کے ہے قائم مقام وطی عبارت ہے موت سے یا خلوت صحیحہ سے تو عدت لازم نہیں رتقا کی خلوت سے اسواسطے کہ رتقا کی خلوت صحیح نہیں بسبب مانع حسی کے رتقا وہ
عورت ہے جو بسبب بستگی شرمگاہ کے لائق جماع کے نہیں وشرطها الفرقة اور شرط عدت کی جدائی ہے وركنها حرمات ثابتة بها كحرمة تزوّجٍ وخروجٍ و
صحّة الطلاق فيها اى فى العدّة اور عدت کا رکن وہ حرمتیں ہیں جو بسبب عدت کے ثابت ہیں جیسے غیر زوج سے نکاح کی حرمت اور زوج کے گھر سے نکلنے کی حرمت اور طلاق
واقع ہونیکی صحت عدت کے اندر ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ رکن کہتے ہیں حقیقت شے کو تو مصنف اور شارح کو مناسب تھا کہ انتظار کو رکن عدت کا کہتے اور حرمات مذکورہ
تو عدت سے پیدا ہوتی ہیں تو حرمات کو حکم عدت کا کہنا مناسب تھا اسواسطے کہ حکم اوسکو کہتے ہیں جو شے پر مترتب ہو اور اسیطرح صحت طلاق اور حرمت خروج و
بھی حکم میں داخل ہے تو بعض کو رکن کہنا اور بعض کو حکم قرار دینا تحکم اور سخن بے دلیل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور صاحب بحر نے فرمایا ہے کیا ہی اچھی جگہ پر سبب
رکن کہا ہے اونکو حکم عدت میں مذکور کیا ہے وبھا حرمۃ نکاح اختہا اور عورت کی بہن سے نکاح حرام ہوتا حکم ہے عدت کا اور اونکا [illegible]
[illegible] اور اقسام عدت کو حیض اور مہینے اور وضع حمل میں چنانچہ اسکو مصنف نے آیندہ قول میں مذکور کیا وهى فى حقّ حرّةٍ ولو كتابيّةً
تحت مسلمٍ تحيض لطلاقٍ ولو رجعيًّا او فسخٍ بجميع اسبابه ومنها الفرقة بتقبيل ابن الزوج نهر اور عدت حرہ کی حق میں اگرچہ حرہ کتابیہ ہو تحت مسلم
کے عدت اوس حرہ کی جسکو حیض آتا ہو خواہ عدت بسبب طلاق کے ہو اگرچہ رجعی طلاق ہو یا بسبب فسخ نکاح کے اوسکے جمیع اسباب سے فسخ ہو چنانچہ کتابیہ [illegible]

میں اسباب فسخ کی تفصیل مذکور ہو چکی اور منجملہ فسخ وہ جدائی ہے جو عورت کو حاصل ہوتی ہے اپنے زوج کے فرزند کو بوسہ لینے سے کذا فی النہر منح الغفار
میں مصنف نے کہا کہ فسخ کو مطلق کہا تاکہ جمیع اسباب فسخ کو شامل ہو خیار بلوغ اور خیار عتق اور ملک احد الزوجین و ارتداد احد الزوجین اور عدم کفارت کو
بعد الدخول حقیقۃً او حکماً اسقطہ فی الشرح وجزم بان قولہ الآتی ان وطئت راجع للجمیع بعد دخول کے دخول حقیقی ہو جیسے کہ وطی یا دخول حکمی جیسے
خلوت مصنف نے اپنی شرح منح الغفار میں حقیقۃً او حکماً کو ساقط کر دیا ہے اور یہ یقین کیا ہے کہ اوسکا آیندہ قول یعنی ان وطئت سب کو شامل ہے یعنی عدت بالحیض اور
عدت بالاشہر کو تو یہاں حقیقۃً اور حکماً کہنا کچھ ضرور نہیں اسواسطے کہ وطی حقیقی اور حکمی دونو کو شامل ہے ثلث حیض کوامل لعدم تجزی الحیضۃ حرہ مذکورہ
کی عدت پورے تین حیض ہیں بسبب عدم تقسیم پذیری حیض کے یعنی بموجب نص قرآنی جبکہ ثابت ہے کہ تین حیض کامل ٹھہرے تو اگر عورت کو حیض کے اندر طلاق ہوئی تو لازم تھا
کہ اوسکی تکمیل بعض حیض رابع سے کیجاوے لیکن چونکہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ حیض تجزی اور انقسام کو لائق نہیں لہذا کل حیض رابع تک عدت ممتد ہوگی اور حیض اول بسبب
نقصان کے کالعدم ہے فالاولی لتعرف براءۃ الرحم والثانیۃ لحرمۃ النکاح والثالثۃ لفضیلۃ الحریۃ جب یہ معلوم ہوا کہ مدت تین حیض ہیں تو اب اوسکی مشروع
ہونیکی حکمت دریافت کرنا چاہیے تو پہلا حیض واسطے دریافت ہونے صفائی رحم کی ہے اسواسطے کہ اگر حمل ہوتا تو حیض نہ آتا اور دوسرا حیض واسطے تعظیم نکاح کے
یعنی تاکہ زوجہ زوال نعمت نکاح کا تاسف کرے کہ عفت اوسکو حاصل تھی اور دکھائی کہ اوسکو فکر تھا اور تیسرا حیض واسطے فضیلت آزادی کے اسواسطے کہ لونڈی
کی عدت دو حیض ہیں تو واسطے امتیاز اور عزت حرہ کے تیسرا حیض زیادہ ہوا کذا فی البحر الرائق اور یہ بھی احتمال ہے کہ واسطے احتیاط کے تین حیض کو مقرر فرمایا کہ
شاید حیض اول استحاضہ ہو اسواسطے کہ استحاضہ حمل میں بھی آتا ہے اور تین بار حیض کا آنا قاطع ہے احتمال کا کذا عدۃ ام ولد مات مولاھا او اعتقھا لانھا فراش
کالحرۃ مالم تکن حاملاً او آئسۃ او معتدۃ او محرمۃ علیہ اور اسیطرح عدت اوس ام ولد کی بھی تین کامل حیض ہیں جسکا مالک مر گیا یا اوسکو اوسنے آزاد کر دیا اسواسطے کہ
ام ولد کو بھی ہم بستری ثابت ہے مانند حرہ کے یہ عدت ام ولد کی اسوقت تک ہے جبتک کہ وہ حاملہ اور آئسہ اور مالک پر حرام نہو اور اگر حاملہ ہوگی تو تا وضع حمل اوسکی
عدت ہے اور اگر آئسہ ہوگی تو تین مہینے اوسکی عدت ہے اور اگر مالک پر حرام ہو گئی ہو کسی سبب سے تو کچھ عدت نہیں اور مالک پر حرام ہونیکی یہ صورت ہے کہ غیر کے نکاح یا عدت
میں ہو یا مولی کے فرزند کی بشہوت تقبیل کی ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الخانیۃ ولو مات مولاھا و زوجھا ولم یدر الاول تعتد باربعۃ اشہر وعشر
او بابعد الاجلین ہی اور اگر مولی ام ولد کا اور زوج اوسکا مر گیا اور معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا تو وہ عدت چار مہینے دس دن کرے یا کہ جو مدت تین حیض سے بعید تر ہو اوسکو عدت
ٹھہراوے کذا فی البحر الرائق ہم اگر یہ معلوم ہو کہ مولی پہلے مر گیا تو ام ولد پر عدت نہیں ہے اور اگر زوج کی موت اول ثابت ہو تو اوسکے دو مہینے پانچ دن عدت ہیں اور اگر مولی
زوج کی عدت میں مر گیا تو کچھ عدت نہیں اور اگر مولی بعد عدت زوج کے مر گیا تو تین حیض کامل اوسکی عدت ہے اور اگر مولی اور زوج کی موت کا تقدم اور تاخر معلوم
نہو تو اوسکی تفصیل بحر الرائق میں یون ہے کہ اگر اسقدر معلوم ہو کہ دونوکی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت سے کمتر ہے تو اس صورت میں ام ولد کی عدت چار مہینے اور
دس دن کی ہے احتیاطاً بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور اگر معلوم ہو کہ دونوکی موت میں دو مہینے اور پانچ دن کی مدت یا زیادہ گذر گئی ہے تو اوسکی عدت چار مہینے اور دس
دن ہیں باعتبار استکمال تین حیض کے اور اگر دونوکی موت کے درمیان کی مدت معلوم نہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ کون پہلے مر گیا تو امام کے نزدیک چار مہینے دس دن کی عدت
ہے بدون اعتبار کرنے تین حیض کے اور صاحبین کے نزدیک ابعد الاجلین عدت ہے یعنی چار مہینے اور دس دن یا استکمال حیض اور ابعد الاجلین کی تفسیر اور توضیح
بعد تین ورق کے آویگی کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترث من زوجھا لعدم تحقق حریتھا یوم موتہ اور ام ولد وارث نہوگی اپنی زوج کی سب صورتون میں بسبب
نہ ثابت ہونے آزادی ام ولد کے اپنے زوج کی موت کے دن ولا عدۃ علی امۃ و مدبرۃ کان یطأھا لعدم الفراش جوہرہ اور عدت نہیں لونڈی پر اور
مدبرہ پر جس سے مولی وطی کرتا تھا بسبب نہ ثابت ہونے فراش کے کذا فی الجوہرہ و لہذا لونڈی اور مدبرہ کے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہوگا بدون اقرار مولی
کے بخلاف ام ولد کے کہ اوسکا فراش مثل حرہ کے ثابت ہے یہانتک کہ اوسکے ولد کا نسب مولی سے ثابت ہے بدون اقرار کے بھی وکذا موطؤۃ بشبہۃ

کے موطوءۃ لغیر تحلیلہا او نکاح فاسد او موقت فی الموت والفرقۃ یتعلق بالصورتین معًا اور اسیطرح تین حیض کامل کی عدت ہے اوس عورت کی
جسکی وطی بشبہہ ہوگئی چنانچہ عورت شب زفاف میں اپنے زوج کے سوا کسی اور مرد کے پاس پہنچائی گئی یا اندھیری رات میں زوج نے اپنی زوجہ جان کے کسی اجنبیہ
عورت سے وطی کی یا وطی بنکاح فاسد ہوئی چنانچہ نکاح موقت اور متعہ سے اور نکاح بلا شہود سے عدت مذکور لازم ہے مرد کی موت میں بھی اور جدائی میں بھی
شارح کہتا ہے موت اور جدائی دونوں صورت سے متعلق ہے یعنی وطی بشبہہ سے موت اور جدائی میں تین حیض کی عدت ہے اور وطی بنکاح فاسد سے بھی موت اور فرقت میں تین
ہی حیض کی عدت ہے ان صورتوں میں مرد کی موت سے عدت وفات اسواسطے واجب نہوئی کہ عدت وفات واسطے اظہار غمناکی کے ہے زوج کی فوت سے جسکا مرتے دم
تک ساتھ رہا بخلاف ان صورتوں کے کہ اسمیں حیل وجیت ثابت نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والعدۃ فی حق من لم تحض حرۃ او ام ولد لصغر بان لم تبلغ تسعًا
او کبر بان بلغت سن الایاس اور عدت وسعت کی حق میں جسکو حیض نہیں آیا بی بی ہو یا ام ولد بسبب کم عمری کے کہ ہنوز وہ نو برس کی نہیں ہوئی یا بسبب
زیادتی عمر کے کہ نا امیدی کی عمر کو پہونچ گئی یعنی پچاس یا پچپن برس کی ہوئی او بلغت بالسن وخرج بقولہ ولم تحض الشابۃ الممتدۃ الطہر بان حاضت
ثم امتد طہرہا فتعتد بالحیض الی ان تبلغ حد الایاس جوہرۃ وغیرہا یا بالغ ہوگئی عورت بسبب عمر کے یعنی پندرہ برس کی ہوئی اور ہنوز اوسکو حیض
نہیں آیا اور حیض نہ آنیکی قید سے اس مسئلہ سے خارج ہوگئی جوان عورت لمبی طہر والی جسکو حیض ایکبار آیا پھر اوسکا طہر ممتد اور دراز ہوگیا تو اوسکی عدت باعتبار تین مہینے
کے نہیں بلکہ اسکی عدت باعتبار حیض کے ہوگی یہانتک کہ ناامیدی کی حد کو پہونچی یعنی پچاس یا پچپن برس اگر حیض نہ آویگا تو اوسکی طلاق یا فسخ کی عدت آخر ہوگی اور
جب پچاس یا پچپن برس کی ہوگی تب تین مہینے کی اوسکی عدت ہوگی کذا فی الجوہرۃ وغیرہا وفی شرح الوہبانیۃ من انقضائہا بتسعۃ اشہر غریب مخالف لجمیع
الروایات فلا یفتی بہ اور جو روایت کہ شرح وہبانیہ میں ہے کہ لمبی طہر والی کی عدت نو مہینے میں منقضی ہوجاتی ہے سو نادر روایت ہے مخالف ہے تمام روایات معتبرہ
کے سوا کوئی مفتی حنفی مذہب اوسکا فتوی نہ دے ہم جو کوئی ظاہر عبارت شارح سے سمجھے کہ اوسکی عدت نو مہینے کی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب ان عورتوں کو چھ مہینے تک حیض نہ آوے
تب وہ تین مہینے کی عدت کرے تو اسطرح چھ اور تین ملا کر نو مہینے ہوئی شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا ہے کہ اگر جوان عورتکو چھ مہینے تک حیض نہ آیا اور بعد اسکے اوس نے
تین مہینے کی عدت کی اور قاضی نے اسپر حکم دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اور یہ بات اور کسی کے لائق ہے اسواسطے کہ کثیر الوقوع ہے اور بعضوں نے کہا اس وقت
پر فتوی ہے اور یہی مذہب ہے امام مالک کا انتہی اور شرح زاہدی میں کہا کہ بعضے ہمارے اصحاب ضرورۃً امام مالک کے قول پر فتوی دیتے ہیں اس مسئلہ میں بنا بر ضرورت اور بزازیہ
کے اور جامع الفصولین اور شرح منظومہ میں بھی انقضاء عدت نو مہینے میں مذکور ہے لیکن بحر الرائق میں لکھا ہے کہ روایت نو مہینے کی روایت معتمدہ کی مخالف ہے تو
لائق فتوی کے نہیں نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتوی دینے کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ قاضی مالکی کیطرف مرافعہ کرنا کفایت کرتا ہے کہ وہ بموجب اپنے مذہب کے
فیصل کر دیگا طحطاوی نے لکھا کہ نہر الفائق کا قول غیر مسلم ہے اسواسطے کہ بقول حموی اکثر ملکوں میں حنفی مذہب ہے مثلاً بخارا اور ہندوستان میں اور وہاں
قاضی مالکی نہیں پھر کسکے پاس مرافعہ کرے اور فتوی دینا بقول مالک یہ عین تقلید ہے اور اسکے جواز میں کسیکو نزاع اور گفتگو نہیں بشرط عدم تلفیق کے کیف وفی
الخلاصۃ لو قیل لحنفی ما مذہب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ کما فی البحر والنہر اور کیونکر فتوی
دیا جاوے امام مالک کے قول پر اور حالانکہ خلاصہ کی کتاب النکاح میں یوں مذکور ہے کہ اگر حنفی مذہب سے کوئی مسئلہ پوچھے کہ امام شافعی کا مذہب اس
امر میں کیا ہے تو حنفی مذہب پر واجب ہے کہ یوں کہے کہ امام ابو حنیفہ نے اس امر میں یوں کہا ہے ہاں اگر قاضی مالکی مذہب نو مہینے کی عدت کا حکم کر دے تو اسکا
حکم نافذ ہوگا یعنی حنفی مذہب اوسکو توڑ نہیں سکتا اسواسطے کہ امر مجتہد فیہ بسبب حکم قاضی کے محکم ہوجاتا ہے کذا فی البحر الرائق والنہر الفائق ہم حنفی مذہب
باوجود سوال مذہب شافعی کے بموجب امام اعظم کے مذہب کے جواب دیں اسواسطے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنا مذہب صواب کہے چونکہ بخطا اور حنفی کے اعتقاد میں
غیر کا قول خطا محتمل الصواب ہے لیکن محل اس اعتقاد کا مجتہد ہے نہ مقلد یعنی مجتہد اپنے قول کو صواب محتمل الخطا جانتا ہے اور غیر کے قول کو خطا محتمل الصواب

سلہ یعنی یہ نہ کہے کہ ایک ہی مسئلہ میں کسیقدر تقلید ایک امام کی ہو اور کسیقدر دوسرے کی ۱۲

اعتقاد کرنا ہی اور مقلد پر غیر مذہب کو خطا اعتقاد کرنا واجب نہیں بلکہ فقہا نے تصریح کردی ہی کہ تقلید مفضول کی جائز ہی باوجود فاضل کے حالانکہ مفضول کی خطا زیادہ تر ہی فاضل سے چنانچہ صاحب بحر الرائق نے اپنے بعض رسائل میں اسکو بیان کیا ہے اور اسیواسطے حموی نے کہا ہی کہ صاحب نہر الفائق نے جو خلاصہ کے قول سے اپنی بحث کی تقویت کی ہی وہ مسلم نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ لممتد طہر بتسعۃ اشہر وفاء عدۃ زن مالکی بتزید ومن بعدہ لا وجہ للنقض ھکذا یقال بلا نقض علیہ پھر شارح کہتا ہی اور البتہ نظم کیا ہی اسکو ہمارے استاد خیر الدین رملی حنفی نے سو یون فرمایا ہی کہ واسطے اوس عورت کے جسکا طہر ممتد ہو نو مہینے پوری عدت ہی اگر مالکی قاضی اسکا حکم کرکے ثابت کردے اور بعد حکم قاضی مالکی کے کوئی وجہ نہیں اس اس حکم کو توڑنے کی یعنی قاضی حنفی اس حکم کو نہیں اوٹھا سکتا ایسا ہی قول کہنا چاہیے بلا خلل جسپر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا ہے وفا عدۃ اصل میں فاعدۃ ہے لیکن بضرورت نظم ہمزہ کو محذوف کردیا اور بعضے نسخوں میں اتقید بجائے بتزید کے ہے طحطاوی نے کہا کہ جو اعتراض اس قول پر وارد ہوتا ہی سو مذکور ہو چکا یعنی اکثر ملکوں میں مالکی قاضی میسر نہیں تو وہاں نہایت مشقت اور تنگی ہوگی واما ممتدۃ الحیض فالمفتی بہ کما فی حیض النھر تقدیر طہرھا بشہرین فستۃ اشہر للاطہار وثلث حیض بشہر احتیاطا اور جس عورت کا حیض دراز ہو جاوے یعنی ہمیشہ خون جاری رہے اور وہ اپنے حیض کی عادت بھول جاوے تو قول مفتی بہ جو فتح القدیر کے باب الحیض میں مذکور ہے یہ ہی کہ اوسکے طہر کا اندازہ دو مہینے ہیں تو اس حساب سے کل عدت اوسکی سات مہینے ہیں چھ مہینے تین طہر کے اور ایک مہینہ تین حیض کا بنا بر احتیاط کے ہے اور یہ قول حاکم کا ہے اور غیر مفتی بہ مرغینانی کا قول ہی کہ اوسکے نزدیک اس عورت کی عدت تین مہینے ہیں اور اگر عورت کا خون ہمیشہ جاری ہو اور اوسکو اپنے حیض کی مدت یاد ہو تو بموجب اپنی عادت کے حساب کرے کذا فی البحر الرائق اور اگر شارح بجائے ممتدۃ الحیض کے مستحاضہ کا لفظ کہتا تو خوب تھا اسواسطے کہ حیض دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ثلثۃ اشہر بالاھلۃ لو فی الغرۃ والا فبالایام بلوغ وغیرہ یعنی صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ غیر حائضہ کے حق میں تین مہینے کی عدت ہی اگر طلاق پہلی تاریخ واقع ہوئی تو حساب ہر مہینہ کا ہلال سے ہوگا اور اگر درمیان مہینے کے طلاق واقع ہوئی تو حساب ہر مہینے کا دنوں سے ہوگا یعنی ہر مہینہ تیس دن کا کذا فی البحر الرائق وغیرہ ان وطئت فی الکل ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ کما مر عدت واجب ہوگی اگر عورت سے وطی ہوئی ہو جمیع مسائل مذکورہ میں اگرچہ وطی حقیقی نہیں بلکہ حکمی وطی ہو چنانچہ خلوت اگرچہ خلوت فاسدہ ہو چنانچہ اسکا بیان باب المہر میں ہو چکا شارح نے خلوت کو مطلق کہا یعنی خلوت صحیحہ اور فاسدہ دونوں سے عدت لازم ہوتی ہی اور یہی قول صحیح ہے اور ابتدائے باب العدۃ میں فقط خلوت صحیحہ کو سبب عدت کا کہا موافق قدوری کے قول کے جو غیر صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولو رضیعا تجب العدۃ لا المہر قنیہ اور اگر زوج شیرخوار ہو اور بعد خلوت کے فراق ہو تو عدت بالاتفاق واجب ہوگی اور امام محمد کے نزدیک مہر نہ واجب ہوگا کذا فی القنیہ صورت فراق شیرخوار کی یہ ہی کہ شیرخوار کے باپ نے اوسکا نکاح فاسد کردیا اور بعد خلوت کے بحکم قاضی تفریق ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی والمدنی والعدۃ للموت اربعۃ اشہر بالاھلۃ لو فی الغرۃ کما مر وعشر من الایام بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت اور عدت زوج کی موت کی چار مہینے ہیں بحساب ہلال کے اگر موت پہلی تاریخ ہوئی ہو چنانچہ بیان اسکا ہو چکا اور دس دن یعنی چار مہینے دس دن عدت موت ہے بشرطیکہ باقی رہے نکاح کے صحیح موت تک اسواسطے کہ نکاح فاسد میں زوج کی موت سے عدت وفات کی نہیں اور اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خرید کیا پھر بدل کتابت ادا کرکے مرگیا تو اوسکی زوجہ پر عدت وفات نہیں اسواسطے کہ موت کے وقت نکاح باقی نہیں بسبب آزاد ہونے مکاتب کے ادائے بدل کتابت سے پھر جب وہ قبل موت کے آزاد ہوا تو اپنی زوجہ کا مالک ہوا اور حالانکہ ملک احد الزوجین سے نکاح باقی نہیں رہتا مطلقا وطئت اولا ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنھا الا الحامل عدت وفات مطلقا واجب ہی عورت کی وطی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اگرچہ زوجہ صغیرہ یا کتابیہ ہو جو مسلمان کے اگرچہ مسلم غلام ہو تو زوج کی موت میں کسی زوجہ کی عدت چار مہینے اور دس دن سے خالی نہیں سوائے حاملہ کے کہ اوسکی عدت وضع حمل ہی قلت وعلم کلامہ ممتدۃ الطہر کالمرضع ولم ار من افتی ولم ادرھا فلان فراجعہ شارح کہتا ہی کہ کلام مصنف کا بیان عدت وفات میں ممتدۃ الطہر کو بھی شامل ہے ممتدۃ الطہر کی مثال جیسے دودھ پلانیوالی عورت کہ اوسکو اکثر حیض نہیں ہوتا مدت تک اور اس مسئلہ کا فتوی مطلوب ہوا اور میں نے

اسکو کسی کتاب فقہ میں مصرح نہیں دیکھا سواے دیکھنے والے در المختار کے اب اس مسئلہ کو تلاش کیجیو کتب فقہ میں ہم طحطاوی ذکرہا جب فقہا تصریح کر چکے کہ عدت وفات
کوئی خارج نہیں سواے حاملہ کے تو اس قاعدے کلیہ میں معتدہ طہر بھی داخل ہے تو اب مراجعت اور تلاش کتب کی کیا حاجت ہے و فی حق امۃ تحیض للطلاق و فسخ
حیضتان لعدم التجزی اور جس لونڈی کو حیض ہوتا ہے تو واسطے طلاق یا فسخ نکاح کے اوسکے حق میں دو حیض کی عدت ہے واسطے عدم قسمت پذیری حیض کے یعنی
قاعدہ شرع کا یہ ہے کہ عدت لونڈی کی حرہ کی عدت سے آدھی ہوتی ہے یعنی ڈیڑھ حیض لیکن چونکہ حیض میں نصف اور ثلث متصور نہیں لہذا النصف کو پورا کر دیا و فی
امۃ لم تحض لطلاق و فسخ او ماتت عنہا زوجہا نصف ما للحرۃ لقبولہ التنصیف اور اوس لونڈی کے حق میں جسکو حیض نہیں آتا بسبب خوردی یا بزرگی کے یا بعد
بلوغ کے بھی واسطے طلاق یا فسخ کے یا اوسکا زوج اوسکو زندہ چھوڑ کر مر گیا حرہ کی آدھی عدت ہے بسبب لیاقت تنصیف کے یعنی حرہ کی عدت ایسی صورتوں میں
آدھی ہو سکتی تھی لہذا لونڈی کی عدت یہاں آدھی مقرر ہوئی تو صغیرہ اور آئسہ اور بالغہ بلا حیض کی عدت طلاق یا فسخ میں ڈیڑھ مہینہ ہے اور عدت وفات
دو مہینے پانچ دن ہے و فی حق الحامل مطلقا ولو امۃ او کتابیۃ او من زنا بان تزوج حبلی من زنا فدخل بہا ثم مات او طلقہا تعتد بالوضع جواہر
الفتاوی وضع جمیع حملہا لان الحمل اسم لجمیع ما فی البطن اور حاملہ کے حق میں مطلقا اگرچہ حاملہ لونڈی ہو یا کتابیہ ہو یا حاملہ زنا سے ہو اسطرح پر کہ مثلا
زید نے نکاح کیا اوس عورت سے جسکو زنا کا حمل تھا پھر وطی کی اوس سے اگرچہ وطی تا وضع حمل حرام تھی پھر زید مر گیا یا اوسکو طلاق دی تو اوسکی بھی عدت بوضع
حمل ہوگی کذا فی جواہر الفتاوی بوضع جمیع حمل عدت ہے حاملہ کی اسواسطے کہ حمل نام ہے جمیع ما فی البطن کا تو اگر مثلا آج ایک لڑکا جنی اور بعد مہینے کے دوسرا لڑکا جنی
تو اسکی عدت پچھلے لڑکے سے منقضی ہوگی نہ اول ولد سے و فی البحر خروج اکثر الولد کالکل فی کل الاحکام الا فی حلہا للازواج احتیاطا اور بحر الرائق
میں ہے کہ نکلنا اکثر بدن ولد کا مانند نکلنے کل بدن کے ہے سب احکام میں مگر عورت کی حلال ہونے میں واسطے ازواج کے اکثر بجاے کل نہیں بنا بر احتیاط کے یعنی اگر حاملہ
کے پیٹ سے اکثر بدن ولد کا نکل آیا اور اقل اندر رہا تو عدت تمام ہوئی زوج اول پر حرام ہو گئی لیکن زوج ثانی کو ہنوز حلال نہیں بنا بر اس احتیاط کے کہ جمیع
حمل کا وضع نہیں ہوا ولا عبرۃ بخروج الراس ولو مع الاقل فلا قصاص بقطعہ اور کچھ اعتبار نہیں سر نکلنے کا اگرچہ قدرے بدن کے ساتھ سر نکلا ہو تو اوس
نکلنے سے عدت آخر نہوگی اور قصاص بھی نہوگا اوسکے قطع کرنے میں بلکہ پورا خونبہا بھی واجب نہوگا بلکہ بیسواں حصہ خونبہا کا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی اور
اگر حمل گر گیا تو اگر کچھ اعضا جدا جدا معلوم ہوتے ہوں تو عدت آخر ہوئی اور اگر خون بستہ یا گوشت کا لوتھڑا گرا تو عدت منقضی نہیں ہوئی کذا فی العالمگیریۃ
ناقلا عن البدائع ولا یثبت نسبہ من المبانۃ اولا قل من سنتین ثم باقیہ لاکثر اور ثابت نہیں ہوتا نسب لڑکے کا سر نکلنے سے عورت بائنہ کے پیٹ سے اگر کم دو برس
سے سر نکلا پھر اوسکا باقی بدن بعد دو برس کے نکلا ولو کان زوجہا المیت صغیرا غیر مراہق وولدت لاقل من نصف حول من موتہ فی الاصح
لعموم آیۃ واولات الاحمال عدت حاملہ کی وضع حمل ہے اگرچہ زوج اوسکا جو مر گیا ہے صغیر ہو نہ قریب البلوغ اور جنی وہ صغیر کی زوجہ کم چھ مہینے سے
ابتداے موت زوج سے بنا بر قول اصح کے ہر چند صغیر سے حمل متصور نہیں لیکن اقتضاے عدت بدون وضع حمل کے نہیں بسبب عموم آیت قرآنی کے حق تعالی نے
فرمایا کہ حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے اسمیں خصوصیت بالغ کی نہیں فرمائی تو صغیر اور کبیر کی موت یکساں ہو گئی اور یہ قول امام اور محمد کا ہے بخلاف ابی یوسف
کے اونکے نزدیک موت کی عدت لازم ہے نہ حمل کی و فیمن حبلت بعد موت الصبی بان ولدت لنصف حول فاکثر عدۃ الموت اجماعا لعدم الحمل
حین الموت اور اوس عورت کے حق میں جو حاملہ ہو گئی بعد موت صغیر کے اسطرح کہ جنی چھ مہینے یا زیادہ میں موت کے بعد سے تو اوسکو موت کی عدت لازم ہے
بالاجماع بسبب نہ ثابت ہونے حمل کے صغیر کی موت کے وقت بلکہ بعد موت صغیر کے حمل حادث ہوا بخلاف پہلی صورت کے ولا نسب فی الحالین اذ لا ماء للصبی
اور نسب لڑکا صغیر سے ثابت نہیں دونوں صورتوں میں اسواسطے کہ صغیر میں منی نہیں پھر جب منی نہیں تو ولد کہاں فان قلت ینبغی ثبوتہ من المراہق احتیاطا
قلت ہاں لائق ہے ثبوت نسب ولد کا زوج قریب البلوغ سے بنا بر احتیاط کے کذا فی فتح القدیر قریب البلوغ دس برس کے لڑکی کو کہتے ہیں چنانچہ مذکور ہو چکا

ولو ماتَ فی بطنہا ینبغی بقاءُ عِدَّتہا الی اَن ینزِلَ او تبلغَ حدَّ الایاس نہر اور اگر لڑکا حاملہ کے پیٹ میں مرگیا تو اوسکی بقا ہی عدت اوسکی گرنے
تک ہے اور رہے یا کہ عورت نا امیدی تک پہنچی کذا فی النہر الفائق ہم یہ مسئلہ امام اور صاحبین سے منقول نہیں یہ تجویز ہے صاحب نہر کی شیخ رحمتی فرماتا کہ جب
عورت نا امیدی کی عمر کو پہنچی تو تین مہینے کی عدت ہوگی لیکن یہ مخالف ہے عموم آیت قرآنی کو کہ حمل والیونکی عدت وضع حمل ہے اور شاید صاحب نہر الفائق نے
حد ایاس سے دو برس بعد رہنے کا ارادہ کیا ہو نہ سن ایاس کا اسواسطے کہ فقہا کا یہ قول کہ لڑکا دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں ٹھہرتا زندہ اور مردہ دونوں کو شامل ہے کذا فی
حاشیۃ المدنی وفی حق امرأۃ الفارّ من الطلاق البائن ان ماتَ وھی فی العدۃ ابعدُ الاجلینِ من عدۃ الوفاۃ وعدۃ الطلاق احتیاطاً
بان تتربّصَ اربعۃ اشہرٍ وعشراً من وقت الموت فیہا ثلثُ حیضٍ من وقت الطلاق شمنی وفیہ قصورٌ لانہا لو لم ترفیہا حیضاً تعتدُّ بعدہا بثلث
حیضٍ حتی لو امتدّ طہرہا تبقی عدتہا حتی تبلغَ الایاس فتح اور زوجہ فار کے حق میں طلاق بائن کی عدت اگر مرد مرگیا ہو عورت کی عدت میں تو ابعد الاجلین
ہے یعنی عدت وفات اور عدت طلاق میں جو بعید تر ہے وہ عدت کرنا لازم ہے بنا بر احتیاط کے اسطرح پر کہ چار مہینے اور دس دن انتظار کرے موت کے وقت سے اسی
چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر جائیں شروع طلاق سے کذا ذکرہ الشمنی اور اس بیان میں قصور ہے یعنی ابعد الاجلین کی تفسیر جو شمنی نے کی پوری نہیں کہ
سب صورتوں کو شامل نہیں اسواسطے کہ اگر عورت نے چار مہینے دس دن میں حیض نہ دیکھا تو وہ بعد چار مہینے دس دن کے تین حیض کی عدت کرے جتنے دنوں میں ہو یہانتک
کہ اگر عورت کا طہر دراز ہو جاوے حیض نہ آوے تو اوسکی عدت باقی رہیگی نا امیدی کی عمر تک کذا فی فتح القدیر اور بعد پچاس برس کے تین مہینے کی عدت ہوگی ہم
تفسیر ابعد الاجلین کی آسان طریق پر موافق فتاوی قاضیخان کے یوں ہے کہ اگر چار مہینے دس دن میں تین حیض بھی گذر چکے ہیں تو عدت منقضی ہوگئی اور اگر
چار مہینے دس دن ہو چکیں اور تین حیض نہ ہو چکیں تو جبتک تین بار حیض نہوگا عدت آخر نہوگی اور اگر تین حیض قبل چار مہینے دس دن کے ہو چکے ہیں تو بدون تمام ہوئے
چار مہینے دس دن کے عدت منقضی نہوگی **فائدہ** عدت ابعد الاجلین چار صورتوں میں ہوتی ہے ایک فار کی عورت جسکا بیان ابھی تھا دوسری صورت یہ کہ زوج
کی دو عورتیں ہیں اور اونمیں ایک کو معین کرکے طلاق دی بشرطیکہ دونوں سے وطی کر چکا ہو اور دونوں حیض والیاں ہوں پھر زوج مرگیا اور یاد نرہا کہ دونوں میں سے
مطلقہ کون ہے تو ہر عورت پر واجب ہے ابعد الاجلین تیسری صورت یہ کہ دو عورتوں میں سے ایک کو بلا تعیین تین بار طلاق دی اپنی صحت میں پھر مرگیا بدون بیان
کرنے تعیین کے تو ہر عورت کی عدت ابعد الاجلین ہے چوتھی یہ صورت کہ دو عورتوں میں سے ایک کو طلاق دی بلا تعیین صحت میں پھر اپنے مرض الموت میں بیان کر دیا کہ
فلانی کو طلاق دی تھی اور قبل انقضائے عدت طلاق مرگیا تو مطلقہ پر ابعد الاجلین کی عدت واجب ہوگی کذا فی فتاوی قاضیخان اور پانچویں صورت ابعد الاجلین
کی وہ ہے جسکو شارح اسی باب میں مذکور کر چکا یعنی جب ام ولد کا مولی اور زوج دونوں مرجاویں اور معلوم نہو کہ کون پہلے مرگیا وقیدہ بالبائن لان المطلقۃ الرجعی
بالموت عدۃ وفاۃ اور فار کی زوجہ کی ابعد الاجلین عدت ہونے میں مصنف نے طلاق بائن کی قید لگائی اسواسطے کہ اوسکی مطلقہ رجعی کی عدت وفات جو موت کی
عدت ہے بالاتفاق یعنی چار مہینے دس دن کی عدت ہے خواہ اوسمیں تین حیض ہوں یا نہوں والعِدّۃ فیمن اُعتِقت فی عدۃ رجعیٍّ لاعدۃ البائنِ ولا الموتِ
اَن تُتِمَّہ کعِدّۃ حُرّۃٍ اور عدت اوس لونڈی کی حق میں جو آزاد ہوگئی طلاق رجعی کی عدت میں نہ طلاق بائن کی عدت میں اور نہ موت کی عدت میں یہ ہے کہ پوری کرے
عدت کو مانند حرہ کی عدت کی یعنی لونڈی کو زوج نے اوسکو طلاق رجعی دی تو اوسکی عدت تھی دو حیض یا ڈیڑھ مہینا لیکن ہنوز اوسکی عدت منقضی نہوئی
تھی کہ اوسکے مولی نے اوسکو آزاد کر دیا تو اب اوسپر حرہ کی عدت پوری لازم ہوگئی یعنی تین حیض کی عدت اور اگر صغیرہ یا آئسہ ہو تو تین مہینے کی عدت
ولو اُعتِقت فی احدِہما ای البائنِ والموتِ فکعِدّۃ اَمۃٍ لبقاءِ النکاح فی الرجعیِّ دونَ الاٰخیرین اور اگر لونڈی آزاد ہوئی طلاق بائن
یا زوج کی موت میں تو اوسکی عدت مانند لونڈی کی عدت کے ہے بسبب باقی رہنے نکاح کے طلاق رجعی میں نہ بائن اور موت میں یعنی چونکہ رجعی میں نکاح قائم ہے
لہذا مطلقہ رجعی کی عدت مانند حرہ کے ہے بخلاف بائن اور موت کے وقد تنتقلُ العدّۃُ ستّاً کاَمۃٍ صغیرۃٍ منکوحۃٍ طُلِّقت رجعیّاً فتعتدُّ بشہرٍ ونصفٍ

حکم اسواسطے ہوا تاکہ جمع ہو جاوے اصل اور بدل سے بچاؤ ہوے اسواسطے کہ بدل درصورت لعذر حاصل ہوا ہی تو کچھ عدت اصل ہوا اور کچھ بدل جائز نہیں
والایاس سنۃ الرومیۃ وغیرھا خمس وخمسون عند الجمہور وعلیہ الفتوی وقیل الفتوی علی خمسین نہر اور ایاس یعنی نا امیدی
کی عمر خواہ عورت روم کی رہنے والی ہو خواہ اور کسی ملک کی پچپن برس ہے نزدیک اکثر فقہا کے اور اسی قول پر فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ پچاس برس ہے
فتوی ہے کذا فی النہر الفائق اور محمد سے روایت ہے کہ روم کی عورت میں حد ایاس پچپن برس اور اوسکے سوا میں ساٹھ یا ستر برس لیکن اس روایت پر
فتوی نہیں کذا فی البحر الرائق وفی المجتبی عن الجامع صغیرۃ بلغتہ ثلثین سنۃ ولم تحض حکم بایاسہا اور بحر الرائق میں جامع سے منقول ہے کہ صغیرہ تیس
برس کو پہونچی اور اوسکو حیض نہ آیا تو اوسپر ایاس کا حکم کیا جاویگا وعدۃ المنکوحۃ نکاحا فاسدا فلا عدۃ فی باطلہ وکذا موقوف قبل الاجازۃ
اختیار لکن الصواب ثبوت العدۃ والنسب بحر اور عدت منکوحہ بنکاح فاسد کی حیض ہے تو نکاح فاسد کی قید سے نکاح باطل نکل گیا کہ اوسمین عدت
نہیں نکاح باطل یہ کہ غیر کی عورت سے دانستہ نکاح کرے اور اسیطرح نکاح موقوف میں قبل اجازت کے عدت نہیں کذا فی الاختیار نکاح موقوف جیسے نکاح فضولی
کا یا نکاح غلام یا لونڈی کا بلا اذن مولی لیکن حق یہ ہے کہ نکاح موقوف میں عدت اور نسب لڑکا ثابت ہے کذا فی البحر الرائق والموطوءۃ بشبہۃ ومنہ تزوج امرأۃ
الغیر غیر عالم بحالہا کما سیجیء وللموطوءۃ بشبہۃ ان تقیم مع زوجہا الاول وتخرج باذنہ فی العدۃ لقیام النکاح بینہما وانما حرم الوطی حتی
لا تلزمہ نفقتہا وکسوتہا بحر یعنی اذا لم تکن عالمۃ راضیۃ کما سیجیء اور عدت اوس عورت کی جسکی وطی بشبہہ ہوئی اور منجملہ وطی بشبہ غیر کی عورت سے نکاح
کر لینا ہے نادانستہ چنانچہ آخر باب میں آویگا اور اگر مرد نے دانستہ غیر کی عورت سے نکاح کیا تو وہ شبہہ نہیں صریح زنا ہے اوسمیں عدت نہیں اور جسکی وطی بشبہہ ہوئی
اوسکو اپنے اول زوج کے پاس رہنا جائز ہے اور نکلنا گھر سے اوسکی اجازت سے عدت میں لازم ہے بسبب قائم رہنے نکاح کے دونوں میں اور زوج اول کو حرام فقط
وطی ہے عدت تک قیام نکاح کا یہانتک ثابت ہے کہ زوج اول کو عورت کا نفقہ اور لباس دینا لازم ہے کذا فی البحر الرائق شارح کہتا ہے نفقہ زوج اول پر اوسوقت لازم
ہوگا جبکہ عورت واقف اور راضی نہو یعنی دونوں قیدیں یا ایک قید ضرور ہے وجوب نفقہ میں چنانچہ اگر عورت واقف ہو کہ یہ شخص میرا زوج نہیں لیکن بجبر اوسکو
مرد کے پاس شب زفاف میں کر دیا ہو اور مرد سے کہا ہو کہ یہ تیری زوجہ ہے اور وقت وطی کے ہر چند عورت نے کہا ہو کہ میں غیر کی زوجہ ہوں لیکن اوسنے اعتبار نکیا ہو
اور تلوار سے دہمکایا ہو تو اس صورتمین کسی پر حد نہیں مرد پر بسبب شبہہ کے اور عورت پر بسبب جبر کے اور عدت بعد وطی کے اوسپر واجب ہوگی اور نفقہ زوج اول پر
لازم ہوگا اسواسطے کہ عورت کا کچھ قصور نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی وام الولد فلا عدۃ علی مدبرۃ ومعتقۃ غیر الآئسۃ والحامل فان عدتہما
بالاشہر والوضع اور عدت ام ولد کی تو اس قید سے مدبرہ اور معتقہ پر عدت نہیں سوا انکے کہ ام ولد آئسہ اور حاملہ نہو اسواسطے کہ عدت آئسہ کی مہینوں سے ہے
اور عدت حاملہ کی بوضع حمل ہے الحیض للموت ای موت الواطی وغیرہ کفرقۃ او متارکۃ لان عدۃ ہؤلاء لتعرف براءۃ الرحم وھو بالحیض
ولم تکتف بحیضۃ احتیاطا یعنی عدت منکوحہ بنکاح فاسد اور موطوءہ بشبہ اور ام ولد کی بشرط عدم ایاس اور حمل کے فقط تین حیض ہیں وطی کرنیوالی کی موت
میں بھی حیض کی عدت ہے نہ مہینوں کی اور غیر موت میں بھی تین حیض ہی کی عدت ہے غیر موت کی عدت جیسے نکاح فاسد میں فرقت ہوئی ہو بحکم قاضی یا اظہار ترک
وطی کے عزم کا ایسی عورتونکی عدت بالحیض ہوئی نہ بالاشہر اسواسطے کہ عدت انکی محض اسواسطے دریافت کرنے صفائی رحم کے ہے اور یہ دریافت نہیں ہو سکتا مگر حیض
سے اور ہر چند ایک حیض سے بھی صفائی معلوم ہو جاتی ہے لیکن ایک حیض پر کفایت نکی بلکہ بنا بر احتیاط کے تین حیض مقرر ہوئے ولا اعتداد بحیض طلقت
فیہا اجماعا اور وہ حیض کہ جسمین طلاق واقع ہوئی عورت پر شمار نہیں عدت میں بالاجماع اسواسطے کہ قرآن سے حرہ کی عدت میں تین حیض اور حدیث
سے لونڈی کی عدت میں دو حیض ثابت ہیں تو پورے حیض معتبر ہونگے نہ ناقص لہذا طلاق والا حیض ساقط الاعتبار ہے یعنی اوسکے سوا تین اور حیض حرہ میں
اور دو حیض لونڈی میں لازم ہونگے واذا وطئت المعتدۃ بشبہۃ ولو من المطلق وجبت عدۃ اخری لتجدد السبب وتداخلتا والمرئی من الحیض منہما

وتتلیہا ات ثلثة العدة الثانية ان تمت الاولی اور جب وطی ہوگئی عدت والی عورت کی شبہہ سے اگرچہ طلاق دینے والے زوج نے ہی وطی کی ہو تو واجب ہوگی
معتدہ پر دوسری عدت بسبب متجدد ہونے سبب عدت کے اور دونو عدتین متداخل ہو جاوینگی یعنی ملجاوینگی او جو حیض کہ بعد وجوب عدت ثانیہ کے دیکھا گیا
وہ دونو عدتوں مین شمار ہوگا اور واجب ہے گا معتدہ پر پورا کرنا دوسری عدت کا اگر تمام ہوگئی پہلی عدت چنانچہ اگر عورت کو طلاق بائن ہوئی اور اوسکو ایکبار
حیض آیا اور اوسنے دوسرے زوج سے نکاح کیا اور بعد وطی کے تفریق ہوئی پھر عورت کو اور دوبار حیض آیا تو یہ تینوں حیض وہ دونو عدتوں مین محسوب ہونگے تو زوج اول
کی عدت تو پوری ہوگئی پہلا حیض اور یہ دو حیض ملکر اور زوج ثانی کی عدتین فقط وہی حیض ہین تو جب ایک حیض اور ہوگا تب ثانی کی عدت تمام ہوگی حاصل
یہ ہے کہ یہان چار حیض ہین پہلا حیض تو پہلی عدت کو مخصوص ہے اور پچھلا حیض دوسری عدت کو مخصوص ہے اور درمیان کے دو حیض دونو عدتوں مین مشترک
اور متداخل ہین ہم معتدہ سے مراد طلاق بائن کی معتدہ ہے تاکہ زوج مطلق کی وطی داخل ہے وطی بشبہہ مین اور اگر طلاق رجعی کی عدت مین معتدہ سے زوج وطی کریگا
تو رجعت ثابت ہو جاویگی کذا فی حاشیة المدنی وکذا لو کانتا بالاشہر او بہما لو معتدة وفاة اور اسیطرح متداخل ہونگی دو عدتین اگر ہر ایک عدت مہینوں کی
ہو چنانچہ اس کی عدتین وطی بشبہہ ہوگئی تو اگر پہلی عدت آخر ہوگی قبل دوسری کے تو دوسری عدت کا بھی پورا کرنا مہینون سے واجب ہوگا یا ایک عدت مہینون
کی ہو اور دوسرے حیض کی اگر معتدہ وفات ہو یعنی ایک عورت وفات زوج سے چار مہینے دس دن کی عدت مین تھی کہ اوسکی وطی بشبہہ ہوگئی تو دوسری عدت حیض
کی ہوگی تو اگر چار مہینے دس دن مین تین حیض بھی ہوگئے تو دونو عدتین منقضی ہوگئین بسبب تداخل کے اور اگر اس مدت مین حیض جاری نہوا تو بعد اسکے تین حیض
کی عدت ثانیہ عورت پر واجب ہوگی کذا فی البحر الرائق فلو حذف قوله والمرئي منهما لشملهما وشمل الحامل لو حبلت فيه فتنقضي بالوضع لا معتدة الوفاة
فلا تتغير بالحمل كما مر وحققه في البدائع سو جب معلوم ہوا کہ تداخل دو عدتونکا جیسا حیض کی عدتوں مین ہوتا ہے ویسا ہی مہینونکی عدتون مین بھی ہوتا ہے تو اگر
مصنف اپنے قول والمرئی منہما کو محذوف کرتا یعنی رویت حیض نہ مذکور کرتا تو دونو قسم کی عدتون کو شامل ہوتا اور اس معتدہ کو بھی شامل ہوتا جو عدت مین حاملہ ہوگئی
تو اوسکی عدت وضع حمل ہے یعنی اس عورت کو دو عدتین لازم ہین ایک حیض کی دوسری وضع کی لیکن دونو عدتین وضع حمل سے منقضی ہوجاوینگی سوا اسکے کہ حاملہ
کو حیض نہین آتا کذا فی الکافی ہر حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مگر معتدہ وفات کی عدت مہینون کے حساب سے ہے سو اوسکو تغیر نہین ہوتا حمل سے چنانچہ گذر گیا اسکا
بیان زوجہ صغیر مین جبکہ بعد موت صغیر کے وہ حاملہ ہو جاوے اور اسی روایت کی تصحیح کی ہے بدائع مین ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور
اور عدت کا شروع بعد طلاق اور بعد موت کے ہوتا ہے فی الفور بلا توقف وتنقضي العدة وإن جهلت المرأة بهما اي بالطلاق والموت لانها اجل فلا يشترط العلم
بمضيه سواء اعترف بالطلاق او انكر اور آخر ہو جاتی ہے عدت اگرچہ عورت کو خبر نہو طلاق اور موت کی یعنی زوج نے طلاق دی یا وہ پردیس مین ہوگیا اور زوج
مرگیا اور چار مہینے دس دن گذر گئے عدت آخر ہوگئی عورتکو طلاق اور موت کی خبر ہو یا نہو اسواسطے کہ عدت نام ہے مدت معین کا سو گذر گئی تو اوسکو گذر جانیکا علم شرط
نہین خواہ زوج طلاق کا مقر ہو یا منکر فلو طلق امرأته ثم انكر واقيمت عليه بينة وقضى القاضي بالفرقة وكان الطلاق في شوال وقضى به في المحرم
فالعدة من وقت الطلاق لا من وقت القضاء بزازیہ سو اگر زوج نے طلاق دی اور پھر منکر ہوگیا اور گواہون نے اوسکو ثابت کیا اور قاضی نے حکم جدائی
کا مثلا عورت نے دعوی کیا کہ زوج نے اوسکو شوال مین طلاق دی تھی یا دو حکم جدائی کا محرم مین تو عدت کی ابتدا طلاق کے وقت سے ہوگی یعنی شوال سے
نہ قاضی کے حکم دینے سے یعنی محرم سے کذا فی البزازیہ وفی الطلاق المبہم من وقت البیان اور طلاق مبہم مین ابتدا عدت بیان کے وقت سے ہوگی نہ
طلاق سے ولو شهدا بطلاقها فتم بعد ايام عدلا فقضى بالفرقة فالعدة من وقت الطلاق لا القضاء اور اگر دو شاہدون نے گواہی دی
عورت کی طلاق کی پھر بعد چند روز کے عدالت شاہدونکی ثابت ہوئی پھر قاضی نے حکم جدائی کا دیا تو ابتدا عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ قضا سے
بخلاف ما لو اقر بطلاقها منذ زمان ماض فان الفتوى انها من وقت الاقرار مطلقا نفيا لتهمة المواضعة بخلاف اس صورت کے کہ اگر زوج نے اقرار

کیا عورت کی طلاق کا شروع زمان ماضی سے مثلا رجب میں کہا کہ میں نے محرم میں طلاق دی تھی تو فتوی اسپر ہے کہ ابتدای عدت اقرار کے وقت سے ہوگی مطلقا
خواہ عورت اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے یا کچھ نہ کہے کیونکہ معلوم نہیں یہ فتوی ہوا تاکہ مواضعت و جبین کی تہمت دور ہو جاوے یعنی احتمال ہے کہ خلاف واقع اظہار
انقضای عدت میں زوج اور زوجہ موافق ہو گئے ہوں کسی غرض سے مثلا زوج کی یہ غرض ہو کہ پانچویں عورت سے نکاح کرلے اور عورت کی یہ غرض ہو کہ زوج
ثانی سے نکاح کرلے تو اس تہمت کے دفع ہونیکے واسطے فتوی یہ ہوا کہ اقرار طلاق سے عدت شروع ہو نہ زمان ماضی سے لکن ان کذبته فی الاسناد او قالت
لا ادری وجبت العدۃ من وقت الاقرار ولها النفقة والسکنی وان صدقته فکذلک غیر انه ان وطیها لزمه مهر ثان اختیار ولا نفقة
ولا سکنی ولا کسوۃ لها لقبول قولها علی نفسها خانیه لیکن اگر عورت نے تکذیب زوج کی اسناد میں کی یعنی زوج نے جو طلاق کو زمان ماضی کیطرف
منسوب کیا تھا اوسکی تکذیب کی یا کہ عورت نے کہا کہ میں نہیں جانتی تو عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے اور عورت کا نفقہ اور سکنے مرد پر لازم ہوگا اور اگر عورت نے
زوج کو طلاق دینے زمان ماضی کی تصدیق کی تو بھی اسیطرح عدت واجب ہوگی وقت اقرار سے سوای اسبات کے کہ اگر زوج نے وطی کی ہوگی بعد اوس وقت کے
جسمیں ایقاع طلاق کا اظہار کرتا ہے تو دوسرا مہر اوسپر لازم ہوگا بشرطیکہ طلاق بائن ہو کذا فی الاختیار اور عورت کا نفقہ لازم نہوگا اور نہ سکنے اور نہ لباس بسبب مقبول
ہونے عورت کے قول کے اوسکی ذات کی مضرت پر کذا فی الخانیہ یعنی عورت خود قائل ہو چکی کہ میری عدت گذر گئی تو اوسکا حق ساقط ہو گیا وفیها ابانها ثم اقام
معها زمانا ان منکرا طلاقها انقضت عدتها لا ان منکرا اور خانیہ میں ہے کہ زوج نے اپنی عورت کو طلاق بائن دی پھر اوسکے پاس رہا ایک مدت تک اگر مقر ہو اوسکی
طلاق کا تو عدت اوسکی منقضی ہوگی اور اگر منکر ہو طلاق کا تو عدت منقضی نہوگی وفی اول طلاق جواهر الفتاوی ابانها واقام معها فان اشتهر
طلاقها فیما بین الناس تنقضی والا لا وکذا لو خالعها ان بین الناس تنقضی علی ذلک تنقضی والا لا هو الصحیح وکذا لو کتم طلاقها لم تنقض
زجرا له وحینئذ فمبدأها من وقت الثبوت والظهور اور جواهر الفتاوی کی اول کتاب الطلاق میں یوں ہے کہ زوج نے طلاق بائن دی پھر عورت کو ٹھہرا کر
ساتھ رکھا سو اگر اوسکا طلاق دینا لوگوں میں مشہور ہو گیا تو عدت اوسکی منقضی ہوگی اور اگر طلاق مشہور نہیں ہے تو انقضای عدت نہیں ہوا اسیطرح اگر خلع کیا
عورت سے سو اگر خلع مشہور ہو گیا لوگوں میں اور گواہ کیا لوگوں کو اسپر تو عدت منقضی ہوگی اور نہیں تو نہیں یہی قول صحیح ہے اور اسیطرح اگر مرد نے عورت کی طلاق مخفی رکھی
تو عدت منقضی نہوگی مرد کی جھڑکی کیواسطے انتہی کلام جواهر الفتاوی شارح کہتا ہے کہ اسوقت یعنی عدم شہرت طلاق میں ابتدای عدت وقت ثبوت اور ظہور طلاق سے
ہوگی ومبدأها فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینهما ثم لو وطیها حد جوهرہ وغیرها ونکاره فی البحر بحثا بکونها بعد العدۃ
لعدم الحد بوطئه المعتدۃ اور ابتداء عدت نکاح فاسد میں بعد تفریق کردینے قاضی کے ہے دونوں میں پھر اگر مرد وطی اوس عورت سے کریگا تو اوسکو حد پہنچاوینگے
کذا فی الجوهرہ وغیرها اور بحر الرائق میں قابل بیان کرکے مخصوص کیا ہے وطی کو ساتھ ہونے وطی کے بعد عدت کے یعنی حد اوس صورت میں لازم آویگی جب وطی بعد عدت کے
ہوئی ہو اسواسطے کہ معتدہ کی وطی میں حد نہیں او المتارکة ای اظهار العزم من الزوج علی ترک وطیها بان یقول بلسانه ترکتک ونحوہ یا ابتدای
عدت نکاح فاسد میں بعد متارکت کے ہے یعنی قصد کرنا زوج کا عورت کی ترک وطی پر اسطرح کہ اپنی زبان سے کہے عورت سے کہ میں نے تجھکو چھوڑ دیا اسیطرح کچھ اور کہے
ومنه الطلاق وانکار النکاح لو بحضرتها والا لا لا بمجرد العزم لو مدخولة والا فیکفی تفرق الابدان اور قسم متارکت سے طلاق دینا یا نکاح
فاسد سے انکار کرنا اگر عورت کے سامنے طلاق دی اور انکار رہا ہو اور اگر عورت کے پیچھے طلاق دی یا انکار کریگا تو متارکت صحیح نہوگی اگر منکوحہ بنکاح فاسد مدخولہ ہو تو ایسے فقط عزم ترک سے متارکت
نہ جانینگے اور اگر مدخولہ نہیں ہے تو فقط تفرق ابدان کافی ہے یعنی عورت کو اسطرح چھوڑ کر چلا جانا کہ پھر اسکے پاس آنیکا ارادہ نہو والخلوۃ فی النکاح الفاسد لا توجب العدۃ اور
خلوت کرنا نکاح فاسد میں خواہ خلوت صحیحہ ہو خواہ فاسدہ موجب عدت کی نہیں والطلاق فیه لا ینقص عدد الطلاق لانه فسخ جوهرہ ولا نفقة فی عدۃ الزوج
نہ زیادہ اور نکاح فاسد میں طلاق دینا عدد طلاق کو کم نہیں کرتا یعنی اگر دوسری بار اوس عورت سے نکاح صحیح کریگا تو پوری تین طلاق کا مالک ہوگا اسواسطے کہ نکاح فاسد کی

طلاق فسخ ہو نہ طلاق واقع کذا فی الجوہرہ اور نکاح فاسد میں عورت زوج کے گھر میں عدت کو نہ اخیر کرے اسواسطے کہ واقع میں وہ زوجہ ہی نہیں کذا فی البزازیہ
قالت مضت عدتی والمدۃ تحتملہ وکذبہا الزوج قبل قولہا مع حلفہا والا تحتمل المدۃ لا لان الامین انما یصدق فیما لا یخالفہ الظاہر کما ستقدم کہ میری عدت ختم ہو چکی اور
مدت گنجائش رکھتی ہو انقضاء عدت کی اور زوج عورت کی تکذیب کرتا ہو تو مقبول ہوگا قول عورت کا ساتھ قسم کے یعنی عدت کی اور اگر مدت میں انقضاء عدت کا احتمال نہیں تو قول عورت کا
مقبول نہیں اسواسطے کہ ہرچند عورت اس باب میں امین ہے اور امین کا قول البتہ مقبول ہوتا ہے لیکن امین کے قول کی اوسوقت تصدیق ہوتی ہے جب ظاہر حال اوسکے بیان
کا مخالف نہو اور جب مدت میں گنجائش انقضاء عدت کی نہو تو ظاہر حال اوسکا مخالف ہوا لہذا اوسکا قول مقبول نہوگا ثم لو بالشہور فالمقدر بالمذکور وان بالحیض
فاقلہا للحرۃ ستون یوما وللامۃ اربعون پھر اگر عدت عورت کی مہینوں کی ہو جیسے صغیرہ اور آئسہ کی تو مقدار اوسکی مذکور ہو چکی یعنی طلاق اور فسخ میں تین مہینے اور
موت میں چار مہینے دس دن اور اگر لونڈی ہو تو آدھی اسکے اور اگر عدت حیضوں کی ہو تو کمتر مدت انقضاء عدت کی حرہ کے حق میں ساٹھ دن ہیں اور لونڈی کے حق میں چالیس
دن ہم ساٹھ دن اس حساب سے ہوئے کہ گویا اول طہر میں طلاق واقع ہوئی قبل وطی کے اسواسطے کہ معتبر طلاق سنی ہے نہ بدعی تو تین طہر کے پینتالیس دن ہوئے اور تین حیض
کے باعتبار اوسط مرتبہ کے پندرہ دن تو سب ساٹھ دن ہوئے اور اسیطرح لونڈی کے دو طہر کے تیس دن اور دو حیض کے دس دن مجموع چالیس دن ہوئے یہ مذہب امام اعظم
کا ہے بروایت امام محمد کے اور صاحبین کے نزدیک اقل مدت حرہ کی انتالیس دن ہیں اس حساب سے کہ گویا اوسکو آخر طہر میں طلاق ہوئی تو دو طہر کے تیس دن
ہوئے اور تین حیض کے نو دن بحساب اقل حیض کے اور لونڈی کی اقل مدت اکیس دن ایک طہر کے پندرہ دن اور دو حیض کے چھ دن مجموعہ اکیس دن ہوئے تو موجب امام اعظم کے
مذہب کے اگر حرہ دعوی کرے ساٹھ دن کے بعد کہ میری عدت آخر ہوگئی تو اوسکا قول مع الیمین مقبول ہوگا اور اس مدت سے کم میں مقبول نہوگا مالم تدع السقط کما
مر فی الرجعۃ وما لم یکن طلاقہا معلقا بولادتہا فیضم لذلک خمسۃ وعشرین للنفاس کما مر فی الحیض اس اقل مدت کا اعتبار اوسوقت
تک ہے جبتک عورت نے سقوط ولد کا اپنے پیٹ سے دعوی نہیں کیا چنانچہ اسکی تصریح باب الرجعۃ میں مذکور ہو چکی اور جبتک کہ طلاق عورت کی اوسکی ولادت پر معلق
نہو اور اگر طلاق ولادت پر معلق ہوگی تو اقل مدت کے ساتھ پچیس دن نفاس کے ملائے جاوینگے چنانچہ اسکا بیان باب الحیض میں ہو چکا خلاصہ یہ کہ اگر عورت اسقاط
حمل کا دعوی کریگی بشرطیکہ ولد کے کچھ اعضا بن گئے ہوں تو فورا بمجرد اسقاط کے عدت آخر ہو جاویگی اور اگر زوج نے یوں تعلیق کی کہ اگر تو جنیگی تو تو مطلقہ ہے تو اس صورت
میں کمتر مدت انقضاء عدت حرہ کی پچاسی دن ہیں ساٹھ دن حیض کی عدت کے اور پچیس دن نفاس کے ہرچند نفاس کی اقل مدت معین نہیں لیکن عدت کی تعیین میں
پچیس ہی دن مقرر ہو چکے ہیں نکح نکاحا صحیحا معتدتہ ولو من فاسد وطلقہا قبل الوطی ولو حکما وجب علیہ مہر تام وعلیہا عدۃ مبتدأۃ لانہا
مقبوضۃ فی یدہ بالوطی الاول لبقاء اثرہ وھو العدۃ مرد نے نکاح صحیح کیا اپنی معتدہ سے اگرچہ عدت اوسکی نکاح فاسد ہی کے سبب سے ہو اور طلاق دی
اوسکو قبل وطی کے اگرچہ وطی حکمی ہو یعنی بعد خلوت کے تو واجب ہے مرد پر پورا مہر اور لازم ہوگی عورت پر دوسری عدت سر نو سے اسواسطے کہ عورت مرد کے قبضہ
اور قابو میں ہے بسبب اول وطی کے بواسطے بقا اثر وطی کے وہ اثر وطی عبارت ہے عدت سے تو جب اوس نے دوسرا نکاح کیا تو قبض اول بجائے قبض ثانی
ہوگیا چنانچہ اگر چیز مغصوب غاصب کے قبضہ میں ہو اور وہ اوسکا مالک سے اوسکو خرید کرے تو بمجرد خرید کے وہ قابض ٹھہریگا تجدید قبض کی کچھ حاجت نہیں وھذہ احدی
المسائل العشرۃ المبنیۃ علی ان الدخول فی النکاح الاول دخول فی الثانی اور یہ ایک مسئلہ ہے اون مسائل عشرہ کا جنکی بنا اس قاعدہ پر ہے کہ نکاح اول کی
وطی قائم مقام ہے نکاح ثانی کی وطی کے ہم تفصیل اون مسائل عشرہ کی یوں ہے کہ پہلا مسئلہ تو مذکور ہو چکا ۲ نکاح فاسد کیا اور بعد دخول کے تفریق ہوئی پھر اوسی عورت سے
نکاح صحیح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی تو مہر کامل اور عدت مستقلہ واجب ہوگی شارح اس مسئلہ ثانیہ کو ملتقط و اومین فاسد ذکر کیا ہے ۳ نکاح کیا اور بعد دخول
صحت میں طلاق بائن دی پھر عدت کے اندر نکاح ثانی کیا پھر حالت مرض الموت میں قبل دخول طلاق بائن دی ۴ عورت نے بغیر کفو سے نکاح کیا اور قاضی نے
ولی کی نالش سے تفریق کردی دونوں پھر عدت کے اندر اوس سے نکاح ثانی پھر جدید کیا اور قاضی نے پھر تفریق کردی اور مرد نے قبل دخول کے طلاق دی

۵ صغیرہ سے نکاح کیا اور بعد دخول کے طلاق بائن دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی پھر وہ ناراض ہوئی نکاح سے قبل دخول کے ۶ ایک عورت سے
نکاح کیا پھر بعد دخول کے اوسکو طلاق دی پھر وہ مرتدہ ہو گئی پھر مسلمان ہوئی پھر عدت میں ہی اوس نے نکاح کیا اور قبل دخول طلاق دی ۷ بعد نکاح اور
دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہو گئی پھر مسلمان ہوئی پھر اوس نے عدت میں نکاح کیا پھر قبل دخول طلاق دی ۸ بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی
پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ مرتدہ ہو گئی قبل دخول کے ۹ لونڈی سے نکاح کیا اور بعد دخول کے وہ آزاد ہو گئی سو اوسنے اپنی ذات کو اختیار کر کے نکاح فسخ کیا پھر عدت میں اوس سے
دوسرا نکاح کیا اور قبل دخول کے طلاق دی ۱۰ لونڈی کو بعد نکاح اور دخول کے طلاق دی پھر عدت میں نکاح کیا پھر وہ آزاد ہو گئی اور اوسنے فسخ نکاح کر دیا قبل
دخول کے سو ان مسائل عشرہ میں دخول نکاح اول بجائے دخول نکاح ثانی کے ہوا امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک پورا مہر اور عدت مستقلہ واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک
نصف مہر اور تکمیل عدت سابقہ واجب ہے نہ عدت مستقلہ کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر وقول زفر لا عدۃ علیہا ابطلہ المصنف بالطول وجزم
بان القاضی المقلد اذا خالف مشہور مذہبہ لا ینفذ حکمہ فی الاصح کما لو ارتشی الا ان یأمر السلطان بالعمل بغیر المشہور فیسوغ فیصیر
حنفیا زفریا ولہذا لم یقع بل الواقع خلافہ فلیحفظ اور زفر کا یہ قول کہ جس معتدہ مدخولہ کا نکاح ہوا اور قبل دخول مطلقہ ہوئی اوسپر عدت واجب نہیں سو اس
قول کو مصنف نے ابطال کیا ہے بکلام طویل اور یقین کیا ہے اسپر کہ اگر قاضی مقلد نے اپنے مشہور مذہب کی مخالفت کی تو اوسکا حکم جاری نہوگا قول اصح میں چنانچہ
اگر رشوت لیکر حکم کریگا جاری نہوگا مگر یہ کہ سلطان قصد سے کردے سند قضا میں غیر مشہور پر عمل کرنیکی تو حکم جاری ہو جاویگا تو اوس وقت میں وہ حنفی زفری ہوگا
اور ایسا حکم سلاطین کا ہنوز واقع نہیں ہوا اگر حکم سلطان روم کا اسکے مخالف واقع ہے یعنی قول راجح پر عمل کرنیکا حکم ہے روم اور شام اور حرمین شریفین میں تو اسکو یاد رکھنا
چاہیے ذمیۃ غیر حامل طلقہا ذمی او مات عنہا لم تعتد عند ابی حنیفۃ اذا اعتقدوا ذلک لانا امرنا بترکہم وما یعتقدون ذمیہ غیر حاملہ کو
طلاق دی ذمی نے یا ذمیہ کو زندہ چھوڑ کر ذمی مرگیا تو اوسپر عدت نہیں ہے نزدیک امام اعظم کے جبکہ کفار ذمی عدم عدت کے معتقد ہوں اسواسطے کہ ہم اہل اسلام مامور بعدم
تعرض میں اونکے اور اون کے عقائدیات سے اور اسواسطے کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں ولو کانت الذمیۃ حاملا تعتد بوضعہ اتفاقا وقیدنا بالحبلی
کما اذا اعتقدوہا اور اگر ذمیہ حاملہ ہو تو وہ عدت کرے بوضع حمل باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اوسکے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہے کذا فی الہدایہ اور
لو الحبلی [illegible] ذمیہ حاملہ کو مقید کیا ساتھ اس قید کے کہ جب کفار ذمی وجوب عدت حاملہ کے معتقد ہوں اور یہ قول ضعیف ہے اور پہلا اصح ہے کذا فی منح الغفار وان
طلقہا مسلم او مات عنہا فتعتد اتفاقا مطلقا لان المسلم یعتقدہ اور ذمیہ کو اگر مسلمان طلاق دے یا اوسکو زندہ چھوڑ کر مرجاوے تو وہ عدت
کرے بالاتفاق مطلقا خواہ حاملہ ہو یا نہو اسواسطے کہ مسلمان وجوب عدت کا معتقد ہے وکذا لا تعتد مسبیۃ او مہاجرۃ افترقت بتباین الدارین لان العدۃ حیث
وجبت وجبت حقا للعباد والحربی ملحق بالجماد الا الحامل فلا یصح تزوجہا لا لانہا معتدۃ بل لان فی بطنہا ولدا ثابت النسب
اور اسیطرح مثل ذمیہ کے وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الاسلام میں گرفتار ہوکر اپنے زوج سے جدا ہو گئی بسبب تباین دارین کے اسواسطے کہ عدت جہاں کہیں
واجب ہوئی ہے تو واسطے محفوظ رکھنے حق عباد کے واجب ہوئی ہے اور کافر حربی ملحق ہے ساتھ بہائم اور جماد کے سواے حاملہ حربیہ کے کہ اوس سے نکاح کر لینا صحیح نہیں
یہ عدم صحت اسوجہ سے نہیں کہ وہ معتدہ ہے بلکہ اس وجہ سے کہ اوسکے پیٹ میں لڑکا ثابت النسب ہے کحربیۃ خرجت الینا مسلمۃ او ذمیۃ او مستامنۃ
ثم اسلمت او صارت ذمیۃ لما مر انہ ملحق بالبہائم الا الحامل لما مر چنانچہ وہ حربیہ عدت نکرے جو دار الحرب چھوڑ کر ہماری طرف نکل آئی مسلمان
ہوکر یا ذمیہ ہوکر یا امان لیکر پھر مسلمان ہوگئی یا ذمیہ ہوگئی اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حربی جانور اور پتھر میں داخل ہے سواے حاملہ کے بدلیل گذشتہ یعنی ہر چند اوسپر عدت
نہیں لیکن بخیال حمل ثابت النسب دوسرے سے نکاح کرنا صحیح نہیں وکذا لا عدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطئہا عالما بذلک وفی نسخۃ المتن ودخل
بہا ولا بد منہ وبہ یفتی [illegible] لانہ زنا والمزنی بہا لا تحرم علی زوجہا وفی شرح الوہبانیۃ لو زنت المرأۃ

لا یقربہا زوجہا حتی تحیض لاحتمال علوقہا من الزنا فلا یسقی ماءہ زرع غیرہ فلیحفظ لغرابتہ اور اسیطرح عدت نہین اگر نکاح کرے کوئی مرد
غیر کی منکوحہ سے اور وطی کرے اوس غیر کی منکوحہ جانکر اور متن کے نسخون مین و دخل بہا داخل ہے اور مصنف کی شرح سے ساقط ہے اور حالانکہ ضرور کی
ضرور ہے اسواسطے کہ اگر مرد ثانی نکاح کر کے دخول نکریگا تو عدت کا احتمال ہی نہین اور اسی قول پر یعنی عدم عدت منکوحہ غیر پر فتوی ہے اور چونکہ منکوحہ غیر پر عدت
نہین بسبب نکاح ثانی کے اسیواسطے مرد پر حد مارے جاویگی ساتھہ دانستہ حرمت کے اسواسطے کہ غیر منکوحہ سے حرام جانکر وطی کرنا یہی زنا ہے اور زنا موجب عدت کا نہین اور
جس عورت سے زنا کیا وہ اپنی زوج پر حرام نہین اسواسطے کہ زانی کے نطفہ کی کچھہ شرع مین عزت نہین اور شرح وہبانیہ مین ہوئی ہے کہ اگر عورت نے زنا کیا تو اوسکا زوج
اوس سے قربت نکرے یہانتک کہ اوسکو ایکبار حیض آجاوے بسبب احتمال نطفہ رہجانے زنا کے تو نہ سینچے زوج کا پانی غیر کی کھیتی کو سو اس روایت کو یاد رکھنا چاہیے
بسبب غرابت کے نہ بسبب اعتماد کے اسواسطے کہ روایت معتمد مفتی بہ یہ ہے کہ کچھہ عدت نہین اور فصل محرمات مین شارح تصریح کر چکا ہے کہ روایت وہبانیہ کی ضعیف
طحطاوی نے لکھا کہ اگر روایت وہبانیہ کو استحباب پر محمول کیجیے نہ وجوب پر تو کچھہ غرابت نہین کذا فی حاشیۃ المدنی بخلاف ما اذا لم یعلم حیث تحرم علی الاول
الی ان تنقضی العدۃ ولا نفقۃ لعدتہا علی الاول لانہا صارت ناشزۃ خانیہ قلت لو عالمۃ راضیۃ کما مر فتدبر بخلاف اسکے جبکہ زوج ثانی کو معلوم
نہو کہ یہ عورت غیر کی منکوحہ ہے اور وہ نادانستہ نکاح اور وطی کرے تو اسوقت مین عورت حرام ہوگی زوج اول پر یہانتک کہ عدت نکاح ثانی کی منقضی ہو جاوے
اسواسطے کہ یہ زنا نہین شبہہ نکاح ہے اور زوج پر اسکی عدت کا نفقہ واجب نہین اسواسطے کہ وہ نافرمان ہوئی کذا فی الخانیہ شارح کہتا ہے کہ عورت نافرمان اسوقت
ہوگی جبکہ وہ دانستہ اپنی خوشی نکاح کرے اور اگر نادانستہ یا جبر سے نکاح ہوا ہوگا تو وہ نافرمان نہین اور نفقہ عدت کا زوج اول پر لازم ہوگا چنانچہ اسکی
تفصیل اسی باب مین مذکور ہو چکی سو اوسکو غور و تامل کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادخلت منیہ فی فرجہا ہل تعتد فی البحر بحثا نعم لاحتمال الحبل فی براءۃ
الرحم وفی النہر بحثا ان ظہر حملہا نعم والا لا عورت نے ڈالدی منی مرد کی اپنی شرمگاہ مین کیا اوس سے عدت لازم ہے بحر الرائق مین بنا بر بحث کے جواب اس سوال
کا دیا کہ ہان عدت لازم ہے واسطے دریافت ہوجانے صفائی رحم کے اور نہر الفائق مین بطریق سوال کے جواب مین تفصیل کی کہ اگر منی ڈالنے سے حمل ظاہر ہوا تو
عدت وضع حمل تک لازم ہے اور اگر حمل ظاہر نہین تو عدت بھی لازم نہین ثم دونو جوابکا ثمرہ اختلاف یہ ہے کہ اگر قبل دریافت کرنے صفائی رحم کے نکاح کیا اور بعد
اسکے معلوم ہوا کہ رحم خالی تھا تو بطور صاحب نہر نکاح صحیح ہے اور بطور جواب صاحب بحر کے نکاح صحیح نہین شیخ رحمتی محشی نے لکھا کہ جواب صاحب بحر کا قوی ہے اسواسطے کہ
فقہا نے تصریح کر دی ہے کہ منی ڈالنے سے بھی لڑکا پیدا ہوتا ہے تو بخوف اختلاط نطفہ اور ثبوت نسب کے ہر صورت عدت لازم ہے اور بحث صاحب نہر کی اپنی بنائی
یعنی صاحب بحر سے بلا وجہ ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وفی القنیۃ ولدت ثم طلقہا ومضی سبعۃ اشہر فنکحت آخر لم یصح اذا لم تحض فیہا ثلث حیض
ان لم تکن حاضت قبل الولادۃ لان من لا تحیض لا تحبل اور قنیہ مین ہے کہ ایک عورت نے بچہ جنا پھر زوج نے اوسکو طلاق دی اور سات مہینے گذر گئے سو عورت نے
دوسرے زوج سے نکاح کیا تو نکاح صحیح نہین جبتک کہ اوس مدت مین تین حیض اوسکو نہ آوین اگرچہ قبل ولادت کے اوسکو حیض نہ آیا ہو اسواسطے کہ جسکو حیض نہین آتا
وہ حاملہ نہین ہوتی تو اوسکی عدت حیضونکی ہوگی نہ مہینونکی وفیہا طلقہا ثلثا ویقول کنت طلقتہا واحدۃ ومضت عدتہا فلو مضیہا معلوما
عند الناس لم تقع والا تقع اور قنیہ مین ہے طلاق دی زوج نے عورت کو تین بار اور بعد تین طلاق کے کہتا ہے کہ مین اوسکو ایک طلاق دے چکا تھا اور اوسکی عدت
بھی گذر گئی یعنی تین طلاق سے پہلے ایک طلاق دی ہے اور عدت گذر گئی زوج کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ تین طلاق نہ واقع ہون بسبب عدم بقاء ملک کے تاکہ
بلا توسط زوج ثانی بنکاح جدید عورت اوسکو حلال ہو جاوے تو اگر طلاق اول کی عدت کا گذرنا لوگونکو معلوم ہو تو تین طلاق نہ واقع ہونگی اور اگر لوگون کو
انقضاء عدت نہ معلوم ہو تو تین طلاق واقع ہونگی اور بلا توسط زوج ثانی عورت اوسکو حلال نہوگی ولو حکم علیہ بوقوع الثلاث بالبینۃ بعد
انکارہ فلو برہن انہ طلقہا قبل ذلک بمدۃ طلقۃ لم تقبل یعنی اور اگر قاضی کا حکم ہو چکا ہو زوج پر تین طلاق واقع ہونیکا بسبب شہادت گواہونکے

بعد انکار زوج کے پھر اگر زوج گواہوں سے ثابت کرے کہ وہ عورت کو ایک طلاق عدت سے قبل ان تین طلاق کے دیچکا ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی کذا فی البحر الرائق اسواسطے
کہ ابطال حکم قاضی گواہوں سے نہیں ہوسکتا و فیہ عن الجوہرۃ اخبرھا ثقۃ ان زوجھا الغائب مات او طلقھا ثلثا او اتاھا منہ کتاب علی یدیہ ثقۃ
بالطلاق ان اکبر رائیھا انہ حق فلا باس ان تعتد وتتزوج اور بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ عورت کو خبر دی ثقہ نے کہ اوسکے غائب
زوج نے اوسکو طلاق دی تین بار یا وہ مرگیا یا عورت کے پاس زوج کیطرف سے خط آیا طلاق کا معتبر شخص کے ہاتھ سو اگر عورت کو ظن غالب ہو کہ خبر اور خط حق ہے تو کچھ مضائقہ
نہیں کہ عدت کرے اور بعد عدت کے نکاح کرلے وکذا لو قالت امرأۃ لرجل طلقنی زوجی وانقضت عدتی لا باس ان ینکحھا اور اسیطرح اگر کسی
عورت نے کسی مرد سے کہا کہ میری زوج نے مجھکو طلاق دی ہے اور اوسکی عدت منقضی ہوگئی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ مرد اوس سے نکاح کرلے ھم لا باس کی قید سے معلوم ہوا
کہ نکاح نکرنا اولی ہے یا تحقیق کامل وفیہ عن الحاکم لو شکت فی وقت موتہ تعتد من وقت تستیقن احتیاطا اور بحر الرائق میں کافی حاکم سے منقول ہے کہ اگر
عورت کو شک پڑے زوج کی موت کے وقت میں تو عدت کرے اوسوقت سے کہ جسمیں یقین ہوجاوے موت کا بنا بر احتیاط کے وفیہ عن المحیط لو تزوجت فی مدۃ العدۃ
لم تسقط نفقتھا وجاز لہ نکاح اختھا عملا بخبر یھما بقدر الامکان ولو ولدت لاکثر من نصف حول ثبت نسبہ منہ لم افسدنا نکاح
اختھا فی الاصح فانہ ثلوثات دون المعتدۃ اور بحر الرائق میں محیط سے منقول ہے کہ مرد نے دعوی کیا کہ عورت اپنی انقضائے عدت کی خبر دیچکی ہے اور عورت
اوسکی تکذیب کرتی ہے اور مدت میں جو انقضائے عدت کی محتمل ہے تو نفقہ عورت کی عدت کا مرد سے ساقط نہوگا اور جائز ہوگا مرد کو نکاح کرنا اوسکی بہن سے بنا بر عمل کرنے
دونوں کے خبروں پر حتی الامکان عدم سقوط نفقہ میں عورت کی خبر پر عمل کیا اور اوسکی بہن سے جواز نکاح میں مرد کی خبر پر عمل کیا اور اگر عورت مطلقہ جنی چھہ مہینے سے
زیادہ مدت میں تو ولد کا نسب مرد سے ثابت ہوگا اور نہ فاسد ہوگا نکاح عورت کی بہن کا قول اصح میں تو اوسکی بہن ہی وارث ہوگی مرد کی اگر وہ مرگیا نہ عورت معتدہ

فصل فی الحداد

یہ فصل ہے حداد میں یعنی سوگ میں جاء من باب کے تعد وصل وفر وربی بالجیم لفظ حداد کا آیا ہے تین باب سے افعال اور نصر اور ضرب ہے اور جیم کبھی مروی ہے یعنی جاء مہملہ
بمعنی قطع یعنی قطع زینت اور صحیح منکر ہے الا باب افعال کا کذا فی الصحاح وھو لغۃ کما فی القاموس ترک الزینۃ للعدۃ اور حداد لغت میں جیسا کہ قاموس میں ہے
ترک زینت ہے بسبب عدت کی خواہ طلاق بائن ہو خواہ رجعی عورت کا فرہ ہو یا صغیرہ تو معنی لغوی عام ہے معنی شرعی سے وشرعا ترک الزینۃ ونحوھا لمعتدۃ بائن او موت
اور اصطلاح شرع میں حداد عبارت ہے ترک زینت اور خوشبو وغیرہ سے واسطے معتدہ طلاق بائن اور موت کے متعلق بضم الحاء وکسرھا کا مر مکلفۃ مسلمۃ ولو امۃ منکوحۃ
بنکاح صحیح ودخل بھا بدلیل قولہ اذا کانت معتدۃ بتۃ او موت وان امرھا المطلق والمیت بترکہ لانہ حق الشرع اظھارا للتاسف علی
فوات نعمۃ النکاح سوگ کرے عورت عاقلہ بالغہ مسلمہ اگرچہ زوجہ لونڈی منکوحہ ہو بنکاح صحیح اور زوج اوسکی وطی کرچکا ہو سوگ اوسوقت واجب ہے جبکہ زوجہ بعد قطع
نکاح اور موت زوج سے عدت میں ہو یعنی قطع نکاح عبارت ہے تین طلاق سے یا طلاق بائن سے یا خلع سے یا عنین وغیرہ کی فرقت سے قطع نکاح اور موت
سے سوگ واجب ہے اگرچہ زوج طلاق دینے والا یا میت سوگ نکرنے کی وصیت کرگیا ہو اسواسطے کہ ترک زینت حق ہے شرع کا واسطے ظاہر کرنے افسوس کے
نعمت نکاح کی فوت ہوجانے پر تو اس مسئلہ کی قیود سے معلوم ہوا کہ صغیرہ اور مجنونہ اور کافرہ اور منکوحہ بنکاح فاسد اور مطلقہ رجعی پر سوگ کرنا لازم نہیں شارح
کہتا ہے کہ نکاح میں دخول کی قید لگائی ہے اس قول مصنف سے کہ بہت سے کہ معتدہ بت پر ترک زینت واجب ہے کیونکہ بتوتہ پر عدت واجب نہیں مگر بعد دخول کے
ھم حلبی نے کہا کہ قید دخول کی متبوتہ کے واسطے تو صحیح ہے لیکن معتدہ موت کے واسطے مضر ہے اسواسطے کہ معتدہ موت پر بہر صورت ترک زینت واجب ہے
مدخولہ ہو یا نہو تو اس قید کا ساقط کرنا ہی لازم تھا بترک الزینۃ بحلی او حریر او امتشاط بضیق الاسنان والطیب وان لم یکن لھا
کسب الا فیہ والدھن ولو بلا طیب کزیت خالص والکحل والحناء ولبس المعصفر والمزعفر ومصبوغ بمغرۃ او ورس الا بعذر

دَاجِعُ الجمیع اذا الضرورات تبیح المحظورات سوگ کرے عورت ترک زینت سے خواہ آرایش زیور کی ہو یا ریشمی کپڑے کی یا باریک دانتوں کی کنگھی کرنے سے
تو کشادہ دانتوں کی کنگھی منع نہیں اسواسطے کہ وہ سنگہار کی چیز نہیں دافع تکلیف ہے کذا فی البحر اور سوگ کرے خوشبو کی ترک سے اگرچہ عورت کا کوئی اور پیشہ نہو
سوا خوشبو سازی کے اور تیل سر میں ڈالنا یا بدن میں ملنا ترک کرے اگرچہ تیل بے خوشبو کا ہو جیسے خالص تیون کا تیل یا میٹھا تیل یا گھی کذا فی البحر اور سرمہ اور
مہندی ترک کرے اور کسم اور زعفران اور گیرو اور ورس کا رنگین کپڑا نہ پہنے ورس گہاس ہے زرد رنگ خوشبودار یمن میں ہوتی ہے اوس سے کپڑے رنگتے ہیں ان سب چیزوں کا
استعمال جائز نہیں مگر عذر سے اسواسطے کہ ضروریات مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو تو ریشمی کپڑا پہنا واسطے دفع خارش اور جوں کے جائز ہے اور سرمہ لگانا آنکہونکی
بیماریمیں درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ شب کو لگاوے اور صبح کو دہو ڈالے اور اگر اور کوئی کپڑا میسر نہو تو کسم اور زعفران کا رنگین کپڑا پہنا جائز ہے ولا بأس باسود وازرق
ومعصفر خلق لا رائحة له اور کچھ مضائقہ نہیں سیاہ اور کرنجی کپڑے میں اور کسم کے رنگین پرانے کپڑے میں جسمیں کسم کی خوشبو باقی نہیں لا حداد علی سبعة
کافرة وصغیرة ومجنونة ومعتدة عتق کموته عن ام ولده ومعتدة نکاح فاسد او وطی بشبهة او طلاق رجعی سوگ نہیں سات عورتوں
پر کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ اور آزاد ہونیکی عدت والی پر چنانچہ مولی کی موت ام ولد کو چہوڑکر اور نکاح فاسد اور وطی بشبہ اور طلاق رجعی کی عدت والیوں
پر ہم کافرہ اور صغیرہ اور مجنونہ پر اسواسطے سوگ واجب نہیں کہ وہ مکلف نہیں اور ام ولد قید مملوکیت سے چہوٹ گئی تو اوسکو تاسف کا کیا مقام ہے اور نکاح فاسد اور
وطی بشبہ سے نعمت نکاح کی فوت نہیں ہوئی کہ افسوس کی جگہ ہو بلکہ گناہ سے خلاصی ملی اور مطلقہ رجعی میں سوگ کا کیا ذکر ہے بلکہ اوسکو آرایش اور سنگار کرنا چاہیے
تاکہ اوسکا زوج مائل ہو کر رجعت کرے ویباح الحداد علی قرابة ثلثة ایام فقط وللزوج منعها لان الزینة حقه فتح وینبغی حل الزیادة علی الثلثة
اذا رضی الزوج او لم تکن متزوجة نہر اور مباح ہے ترک زینت کرنا قرابت والونکی موت میں فقط تین دن تک اور زوج کو درست ہے کہ اپنی زوجہ کو تین دن کے
اندر بھی منع کرے سوگ کرنے سے اسواسطے کہ آرایش حق ہے مرد کا کذا فی فتح القدیر اور لائق یوں ہے کہ حلال ہو زیادتی ترک زینت تین دن سے بھی زیادہ جب کہ
زوج عورت کا راضی ہو یا وہ منکوحہ نہو کذا فی النہر الفائق ہم صحیحین میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ حلال نہیں اوس عورت مسلمان کو جو حق تعالی اور قیامت کو حق جانتی ہو کہ تین دن سے زیادہ کسی کے غم میں سوگ کرے مگر اپنے زوج پر چار مہینے اور دس دن
فتح القدیر میں اسیقدر ہے کہ بموجب اس حدیث کے تین دن سے زیادہ ترک زینت حرام ہے غیر ازواج کی موت میں اور یہ جو شارح نے فتح القدیر کیطرف نسبت کیا کہ تین
دنمیں بھی منع کر دینا زوج کو درست ہے سو یہ وہم پڑ گیا ہے اوسکو یہ فتح القدیر کی عبارت نہیں بلکہ صاحب نہر الفائق کی یہ عبارت ہے اور یہ جو صاحب
نہر نے بشرط رضائے زوج یا عدم تزوج تین دن سے زیادہ سوگ کرنا قرابت والوں کے واسطے تجویز کیا سو مخالف ہے اطلاق حدیث مذکور کی اور مخالف ہے روایت
فقہ کے امام محمد نے نوادر میں کہا کہ حلال نہیں عورت کو سوگ کرنا اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا انکی موت میں یعنی تین دن سے زیادہ سوگ مخصوص ہے زوج کیواسطے کذا فی حاشیة
المدنی وفی التاتارخانیة ولا تعذر فی لبس السواد وهی آثمة الا الزوجة فی حق زوجها فتعذر الی ثلثة ایام قال فی البحر وظاهره
منعها من السواد تاسفا علی موت زوجها فوق الثلث اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے کہ عورت معذور نہیں سیاہ کپڑے پہنے میں بتقریب ماتم اور وہ اس سیاہ
پوشش سے گنہگار ہے مگر زوجہ اپنے زوج کے حق میں صرف تین دن تک معذور ہے بحر الرائق میں کہا کہ ظاہر کلام تاتارخانیہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو سیاہ پوشی
ممنوع ہے اپنے زوج کی موت کی تاسف پر تین دن سے زیادہ ہم شارح عنقریب تصریح کر چکا ہے کہ سیاہ پوشش میں کچھ مضائقہ نہیں اور تاتارخانیہ سے معلوم
ہوا کہ جائز نہیں تو مطلب یہ ہے کہ اگر قبل موت زوج کے سیاہ کپڑا رنگا ہو تو درست ہے اور اگر بعد موت کے بتقریب ماتم رنگین کیا تو جائز نہیں چنانچہ یہ تفصیل
تاتارخانیہ کی عبارت سے مفہوم ہوتی ہے وفی النہر لو بلغت فی العدة لزمها الحداد فیما بقی اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر زوجہ صغیرہ بالغ ہو گئی
عدت کے اندر تو اوسپر سوگ کرنا لازم ہوگا باقی عدت میں والمعتدة ای معتدة کانت یعنی فیعم معتدة عتق ونکاح فاسد واما الخالیة

فتنطلب ذا لم یخطبها غیرہ وترضی بہ فلو سکتت فقولان کرہ خطبتہا بالکسر والضم اور عدت والی سے پیام نکاح کا دینا حرام ہے کوئی عدت
والی ہو کذا فی العینی تو معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد کو بھی یہ حرمت شامل ہے اور جو عورت کہ عدت سے خالی ہو تو اوس سے پیام دینا درست ہے اوسوقت
جب کہ دوسرے نے اوسکو پیام نہ دیا ہو اور وہ راضی نہو گئی ہو اور اگر بعد پیام کے عورت نے سکوت کیا ہو نہ اقبال کیا ہو نہ انکار تو اسمین دو قول ہین ایک قول
یہ ہے کہ پیام دینا جائز ہے اور دوسرا قول یہ کہ جائز نہین ہم اصل ان روایات کی وہ حدیث متفق علیہ ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا
کہ لایخطب احدکم علی خطبۃ اخیہ یعنی کوئی تم مین سے پیام نکاح کا نہ دے اپنے بھائی کی منگنی پر فقط خطبہ بکسر اول معنی پیام نکاح اور بعضی اہل لغت بضم اول
بھی قائل ہین وصح التعریض لہا لو معتدۃ الوفاۃ لا المطلقۃ اجماعا لافضائہ الی عداوۃ المطلق ومفادہ جوازہ لمعتدۃ
عتق ونکاح فاسد ووطی بشبہۃ نہر اور صحیح ہے تعریض اگر معتدہ وفات ہو یعنی گول گول پیام نکاح کا دینا درست ہے نہ کھول کر چنانچہ یون کہنا کہ
مین نکاح کا ارادہ رکھتا ہون یا کہ مجھکو آرزو ہے کہ حق تعالی مجھکو نیکبخت عورت میسر کرے اور صحیح نہین تعریض مطلقہ سے بالاجماع اسواسطے کہ تعریض مطلقہ سے
طلاق دینے والے کی عداوت کی نوبت پہنچتی ہے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے جواز تعریض کا واسطے معتدہ عتق اور معتدہ نکاح فاسد اور معتدہ
وطی بشبہ کے اسواسطے کہ ان صورتون مین کوئی طلاق دینے والا نہین جسکی عداوت کا خوف ہو لکن فی القہستانی عن المضمرات انہ انما التعریض علی الخ
لیکن قہستانی مین مضمرات سے یون منقول ہے کہ بنا تعریض عورتونکو نکلنے پر ہے اسواسطے کہ گھر کے اندر جا کر تعریض کرنا درست نہین ہے سواے معتدہ وفات کو کسی معتدہ
کا گھر سے نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نفقہ سے مستغنی والی ہو نکا مدار بر فرض ہے سواے معتدہ وفات کے پھر جب نکلنا اور نقادت البیوت کو جائز نہوا تعریض کیونکر ہوگا و
لاتخرج معتدۃ رجعی وبائن بای فرقۃ کانت علی ما فی الظہیریۃ ولو مختلعۃ علی نفقۃ عدتہا فی الاصح اختیار او علی السکنی فیلزمہا ان
تکتری بیت الزوج معراج لو حرۃ او امۃ مبوأۃ ولو من فاسد اور نہ نکلے معتدہ رجعیہ اور بائنہ کسی طرح سے جدائی ہوگئی ہو کذا فی الظہیریہ اگرچہ عورت
نے اپنی عدت کو عوض خلع کیا ہو تو بھی نہ نکلے قول صحیح مین کذا فی الاختیار یا عوض سکنی کے خلع کیا ہو تو لازم ہوگا عورت پر اسصورت مین زوج کے گھر کو کرایہ لینا تا عدت
کذا فی المعراج یہ عدم خروج لازم ہے اگر معتدہ حرہ ہو یا ایسی لونڈی ہے جسکو زوج نے ایک مکان رہنے کیواسطے مقرر کر دیا ہو اگرچہ عدت نکاح فاسد کی ہو تو بھی اپنے گھر سے
نہ نکلے ہم اگر لونڈی کیواسطے زوج نے مکان کو نہ معین کر دیا ہو تو اوسکو عدت مین نکلنا درست ہے خواہ وہ خالص لونڈی ہو یا مدبرہ ہو خواہ ام ولد خواہ مکاتبہ اسواسطے
کہ خدمت مولی کی اوسپر واجب ہے کذا فی البحر الرائق مکانہ من بیتہا اصلا لالیلا ولا نہارا ولا الی صحن دار فیہا منازل لغیرہ ولو باذنہ لانہ
حق اللہ تعالی بخلاف نحو امۃ لتقدم حق العبد یعنی نہ نکلے معتدہ مکان اپنے گھر سے جسمین قبل عدت کے رہتی تھی اصلا نہ نکلے رات کو نہ دن کو اور گھر کے اوس صحن
مین نکلے جسمین سواے زوج کے مکانات ہون اگرچہ زوج کی اجازت نکلنے مین ہو تو بھی نہ نکلے اسواسطے کہ گھر سے نہ نکلنا حق ہے اللہ تعالی کا تو زوج اوسکو باطل
نہین کر سکتا قرآن مجید مین ارشاد فرمایا لاتخرجوہن من بیوتہن ولا یخرجن یعنی عدت والیونکو اونکے گھرون سے نہ نکالو اور نہ وہ آپ نکلین بخلاف
لونڈی کے کہ اوسکو عدت مین نکلنا جائز ہے بسبب مقدم ہونے حق عبد کے یعنی مولی کی خدمت کے ومعتدۃ موت تخرج فی الجدیدین وتبیت
اکثر اللیل فی منزلہا لان نفقتہا علیہا فتحتاج للخروج حتی لو کان عندہا کفایتہا صارت کالمطلقۃ فلا یحل لہا الخروج فتح
اور موت زوج کی عدت والی نکلے دنمین اور رات مین اور اکثر شب اپنے گھر مین شب باشی کرے اسواسطے کہ نفقہ اوسکا اوسی پر ہے نہ وارثون پر تو ضرورت
ہوئی اوسکو نکلنے کی واسطے تحصیل معاش کے یہانتک کہ اگر عورت کے پاس بقدر کفایت مال ہو تو وہ بھی مطلقہ کی مانند ہو جاویگی پھر اوسکو بھی باہر
نکلنا جائز نہوگا کذا فی فتح القدیر ہم مراد جدیدین سے رات اور دن ہے اسواسطے کہ ہر دن نیا دن ہے اور ہر رات نئی رات ہے وجوز فی القنیۃ خروجہا لاصلاح
ما لا بد لہا منہ کزراعۃ ولا وکیل لہا اور جائز رکھا قنیہ مین نکلنا معتدہ کا اپنے ضروری کام کی درستی کیواسطے جیسے کھیتی کی خبر گیری کیواسطے

اوس حالت میں جبکہ کوئی اوسکا کارندہ ہو طلقت او مات وھی زائرۃ فی غیر مسکنھا عادت الیہ فورًا لوجوبہ علیہا مطلقہ ہوی یا زوج
مر گیا اور حالانکہ وہ اپنے رشتہ داروں کو ملنے کو گئی تھی اور کسی مکان میں اپنے گھر کے سوا تو طلاق یا موت سنکر فورًا اپنے گھر میں پلٹ آوے اسواسطے کہ عورت
پر پلٹ آنا واجب ہے وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولا تخرجان منہ اور معتدہ طلاق اور معتدہ موت عدت پوری
کریں اوس مکان میں جسمیں عدت واجب ہوئی ہو اور نہ نکالی جاویں اوس سے الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا
او لا تجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج معتدہ کو نکلنا جائز نہین
مگر اوسوقت جبکہ کوئی بزور نکالے خواہ زوج یا صاحب مکان یا وارث یا گھر منہدم ہو جاوے یا ڈرے کہ گھر گر پڑیگا یا اپنے مال کو تلف ہونیسے ڈرے یا گھر کا کرایہ
دینے کا عورتکو مقدور نہو اسی قسم کی ضرورتو نہین نکلی اور رہے اوس مکان میں جو مکان عدت سے قریب تر ہو یعنی حتی الامکان ورنہ جائز ہے یہ حکم تھا معتدہ وفات
کا اور طلاق کی عدت میں اگر اس قسم کی ضرورتین پیش آوین تو وہان رہے جہان کہ زوج چاہے ولو لم یکفھا نصیبھا من الدار اشترت من الاجانب مجتبی
وظاھرہ وجوب الشراء لو قادرۃ او الکراء بحر واقرہ اخوہ والمصنف قلت لکن الذی رایتہ بنسختی المجتبی استترت من الاستتار فلیحرر
اور اگر معتدہ وفات کو کفایت نکرے اوسکا حصہ جو زوج کے گھر سے بطور وراثت کے اوسکو ملا تو خرید کرے بیگانون سے کذا فی المجتبی اور ظاہر کلام مجتبی کا دلالت کرتا ہے
مول لینے کے وجوب پر اگر اوسکو مقدور ہو یا کرایہ دینے کے وجوب پر کذا فی البحر الرائق اور اوسکو صاحب بحر کے بھائی یعنی صاحب نہر نے اور مصنف نے اپنی شرح مین
مسلم رکھا ہے شارح کہتا ہے لیکن جو کہ مین نے مجتبے کے دو نسخوں میں لکھا ہے بجاے اشترت کے سو استترت ہے جسکا مصدر استتار ہے تو اسکو تحقیق و تنقیح کرنا چاہیے
تو اس تقدیر مین مطلب مجتبی کا یہ ہوا کہ اگر حصہ عورت کا رہنے کو کفایت نکرے تو عورت بیگانے لوگون سے پردہ کرے حلبی اور شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ جن نسخوں نے شارح
نے استترت دیکھا سو غلط نسخے تھے اسواسطے کہ صورت تو یہ مفروض ہے کہ حصہ عورت کا اتنا تنگ ہے کہ رہنے کو کفایت نہین کرتا پھر جب مکان بقدر کفایت نہوا تو پردہ
کر لینے سے کیا کام نکلیگا علاوہ اسکے پوری عبارت مجتبی کی یون ہے کہ اشترت من الاجانب والاولاد الکبار یعنی عورت خرید کرے بیگانون اور زوج کی اولاد کبار سے
تو در صورت استتار کے مطلب یہ ہوگا کہ زوج کی اولاد کبار سے بھی پردہ کرے حالانکہ زوج کی اولاد سے پردہ نہین اسواسطے کہ وہ عورت کے محرم ہین کذا فی حاشیۃ
المدنی ولا بد من سترۃ بینھما فی البائن لئلا یختلی بالاجنبیۃ ومفادہ ان الحائل یمنع الخلوۃ المحرمۃ اور طلاق بائن میں ضرور ہے پردہ مرد اور
عورتکے درمیان تاکہ مرد کو اجنبی عورت سے خلوت نہو طلاق بائن سے عورت اجنبی ہوگئی تو پردہ کرنا ضرور ہوا اور اس کلام سے معلوم ہوا کہ حائل مانع ہے خلوت محرمہ
کا یعنی اگر کوئی چیز درمیان میں حائل ہو دیوار یا ٹاٹ کا پردہ یا کپڑے کا پردہ تو حرام خلوت ثابت نہین ہوتی وان ضاق المنزل علیھما او کان الزوج فاسقا
فخروجہ اولی لان مکثھا واجب لا مکثہ ومفادہ وجوب الحکم بہ ذکرہ الکمال اور اگر تنگی کرے مکان مرد و عورت پر یعنی پردہ کرنے سے لائق گذران کے
نرہے یا کہ زوج فاسق ہو جسکو حرام حلال کی کچھ تمیز نہین تو نکل جانا مرد کا اوس مکان سے بہتر ہے اسواسطے کہ رہنا عورت کا اوس مکان میں تا عدت واجب ہے
مرد کا رہنا اوس مکان مین کچھ واجب نہین اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ واجب ہے حکم کرنا زوج کے خروج پر کذا فی فتح القدیر رحمہ ہر چند فقہا نے زوج فاسق
کے خروج کو اولی کہا ہے اولی سے وجوب نہین ثابت ہوتا ہے لیکن اولویت کی تعلیل مین وجوب مکث عورت کو ذکر کیا ہے تو اس قرینہ سے اولی بمعنی ارجح
ہے تو حکم خروج کا واجب ہوگا اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم متعارض ہوتے ہین تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر وحسن ان یجعل القاضی بینھما
امرأۃ ثقۃ ترزق من بیت المال بحر عن تلخیص الجامع قادرۃ علی الحیلولۃ بینھما اور مستحب یہ ہے کہ قاضی مرد اور عورتکے درمیان ایک ثقہ معتمد
عورتکو مقرر کرے جسکی روزی بیت المال سے دیجاوے کذا فی البحر عن تلخیص الجامع وہ عورت ایسی ہو کہ قادر ہو مرد و عورت مین حائل ہونے پر یعنی ہوشیار
قوت والی ہو کہ مرد کو ڈانٹے اور اگر نہ مانے تو شور کر کے لوگون کو بلا سکے وفی المجتبی الافضل الحیلولۃ بستر ولو فاسقا فامرأۃ قال وھل

ان یسکنا بعد الثلث فی بیت واحد اذا لم یلتقیا التقاء الازواج ولم یکن فیہ خوف فتنۃ انتہی اور مجتبیٰ میں یون ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اگر دوجا
پردہ سے اور اگر زوج فاسق ہو تو ایک عورت معتبر کیجاوے کہ وہ حائل رہے دونوں میں کہا مجتبیٰ کے مصنف نے کہ جائز ہے مرد اور عورتکو رہنا ایک گھر میں بعد عدت
کے بشرطیکہ دونوں بیج اور زوجہ کیطرح نہ ملتے ہوں مثلاً عورت سر اور ہاتھوں کو برہنہ نکرتی ہو مرد کے سامنے اور بشرطیکہ دونوں کو ایک جا رہنے میں کچھ
فساد کا خوف نہو انتہیٰ کلامہ وسئل شیخ الاسلام عن زوجین افترقا ولکل منہما ستون سنۃ وبینہما اولاد تتعذر علیہما مفارقتہم
فیسکنان فی بیتہم ولا یجتمعان فی فراش ولا یلتقیان التقاء الازواج ہل لہم ذلک قال نعم واقرہ المصنف اور کسی نے سوال کیا شیخ الاسلام
سے زوجین کے باب میں جنمین طلاق وغیرہ سے جدائی ہوگئی اور عدت گذر گئی اور ہر ایک کی ساٹھ ساٹھ برس کی عمر ہے اور دونوں کی اولاد ہے کہ اونکا چھوڑنا دونوں
پر سخت مشکل ہے سو دونوں اولاد والی گھر میں رہتے ہیں اور ایک فرش پر جمع نہیں ہوتے اور آپسمیں جورو خاوند کیطرح نہیں ملتے کیا اسطرح کا رہنا انکو درست
ہے شیخ الاسلام نے کہا کہ ہاں درست ہے اور مصنف نے بھی اس روایت کو اپنی شرح میں مسلم رکھا ہوا ابانہا او مات عنہا فی سفر ولو فی مصر ولیس
بینہا وبین مصرہا مدۃ سفر رجعت ولو بین مصرہا مدۃ وبین مقصدہا اقل مضت طلاق بائن دی عورتکو یا اوسکو چھوڑ کر سفر میں
مرد مر گیا اگرچہ راہ میں نہیں بلکہ کسی شہر میں طلاق یا موت واقع ہوئی ہو اور نہو درمیان اس جگہ کے اور درمیان عورت کے شہر کے سفر کی مدت یعنی تین دنکی راہ
نہو تو عورت لوٹ آوے اپنے شہر میں اور اپنے گھر میں عدت منقضی کرے اور اگر عورت کے شہر میں اور اس جگہ میں تین دنکی راہ ہو اور جہان کو جاتی تھی اوسکی
مسافت وہان سے تین منزل سے کم ہے تو وہیں چلی جاوے وان کانت تلک ای مدۃ السفر من کل جانب منہا ولا یعتبر ما فی میمنۃ ومیسرۃ
فان کان فی مفازۃ خیرت بین رجوع ومضی معہا ولی اولا فی الصورتین اور اگر اوس جگہ سے دونوں طرف مدت سفر کی ہو یعنی وہان سے
وطن بھی تین منزل ہے یا زیادہ اور مکان مقصود بھی تین منزل ہے یا زیادہ تو اگر مکان طلاق یا موت کا جنگل ہو تو عورت کو اختیار ہے وطن کو پھر آئیں
اور مکان مقصود کیطرف چلے جائیں اور داہنے بائیں اگر کوئی شہر قریب ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہیں عورتکو ساتھ کوئی اوسکا محرم ہو یا نہو دونوں صورتوں میں
جب وطن تک مدت سفر نہو تو عورت پر رجوع وطن واجب ہے اوسکے ساتھ محرم ہو یا نہو اور جب دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو عورتکو پھرنے اور چلے جانے
میں اختیار ہے خواہ محرم ساتھ ہو یا نہو والعود احمد لتعتد فی منزل الزوج اور جب کہ دونوں طرف مدت سفر کی ہو تو ہر چند عورت مختار ہے لیکن وطن
میں پھر آنا مستحب ہے تاکہ عدتکو زوج کے گھر میں منقضی کرے ولکن ان مرت بما یصلح للاقامۃ کما فی البحر وغیرہ وزاد فی النہر وبینہ وبین مقصدہا
سفر او کانت فی مصر او قریۃ تصلح للاقامۃ تعتد ثمۃ ان لم تجد محرما اتفاقا وکذا ان وجدت عند الامام ثم تخرج بمحرم ان کان
ولیکن اگر عورت کا جانا یا پھرنا ایسے مقام پر گذرا ہوا جو رہنے کے لائق ہے یعنی شہر ہو یا گانو نہ جنگل کما فی البحر وغیرہ اور نہر الفائق میں اتنی قید اور زیادہ
کی کہ اوس محل اقامت میں جہان گذر ہوا اور عورت کے مکان مقصود میں سفر کی مدت ہو یا کہ عورت طلاق اور موت کے وقت کسی شہر یا گانو میں ہو جو
لائق رہنے کے ہے تو وہیں عدت کرے اگر محرم کو نپاوے باتفاق امام اور صاحبین کے اور اسیطرح وہیں عدت کرنا چاہیے اگر محرم کو بھی پاوے نزدیک امام
کے پھر بعد عدت کے وہان سے نکلے اور اپنے وطن کو آوے اگر محرم ساتھ ہو اور اگر محرم نہو تو اوسکو تین منزل یا زیادہ سفر کرنا حرام ہے یہانتک کہ اوسکا محرم آوے
یا کہ عورت وہان کسی سے نکاح کر لے اور نہر الفائق کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر درمیان کے شہر سے اور مکان مقصود سے سفر کی مدت سے کم مسافت ہوگی تو عدت
وہین کرنا واجب نہیں بلکہ اگر عورت چاہے تو مکان مقصود کو چلی جاوے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وتنتقل المعتدۃ المطلقۃ بالبادیۃ مع اہل الکلأ
فی محفۃ او خیمۃ مع زوجہا ان تضررت بالمکث فی المکان الذی طلقہا بہ فلہا ان تتحول بہا والا لا اور نقل مکان کرتی رہے وہ عدت والی
جسپر طلاق واقع ہوئی جنگل میں کذا فی فتح القدیر یعنی جب زوج مرد صحرائی اور بادیہ نشین ہو اور انکا دستور ہے کہ ایک جگہ نہیں ٹھہرتے جہان جہان

چارہ اور پانی اونکی جانوروں کو ملتا ہو وہان ٹھہر تے ہین پھر جب چارہ ہو چکا تو پھر کوچ کر جاتے ہین تو اگر کسی بادیہ نشین نے طلاق دی تو عورت اونہین چارہ پانی
تلاش کرنیوالون کے ساتھ نقل مکان کرتی رہے ڈولی مین یا خیمہ مین اپنے زوج کے ساتھ اگر عورت کو غیر لوگون کے پاس رہنے سے اس مکان مین جسمین زوج نے
اسکو طلاق دی کچھ ضرر ہو جان یا مال کا تو اس صورت مین زوج کو جائز ہے کہ اوسکو ساتھ لیکر چلتا پھرتا رہے ڈولی یا خیمہ مین اور اگر عورتکو طلاق کی مکان مین
کچھ مضرت نہو تو وہین عدت کو آخر کرے زوج کے ساتھ نہ پھرے ولیس للزوج المسافرۃ بالمعتدۃ ولو عن رجعی بحر اور جائز نہین زوج کو سفر مین
لیجانا عدت والیکا اگرچہ عدت رجعی کی ہو کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ بعد عدت کے عورت اجنبی ہو جاویگی اور اجنبی عورت کو غیر محرم یا غیر زوج کے
ساتھ سفر کرنا جائز نہین ومطلقۃ الرجعیۃ کالبائن فیما مر غیر انھا تمنع عن مفارقۃ زوجھا فی مدۃ السفر لقیام الزوجیۃ بخلاف المبانۃ
اور مطلقہ رجعیہ بائن کی مانند ہے احکام سابقہ مذکورہ مین یعنی اگر سفر مین طلاق رجعی ہو گئی تو اگر وطن تین منزل سے کم ہو تو ضرور پلٹ آوے اور اگر مکان مقصود
کم ہو تو ادھر چلی جاوے وغیرہ ذلک مطلقہ بائنہ اور رجعیہ مین فقط اتنا فرق ہے کہ اگر جنگل مین طلاق رجعی ہوئی ہو اور وطن تک اور مکان مقصود تک سفر کی
مدت ہو مطلقہ رجعیہ کو ممنوع ہے اپنے زوج کی مفارقت سفر کی مدت مین بسبب قائم رہنے زوجیت کے بخلاف مطلقہ بائنہ کے کہ اوسپر مفارقت لازم ہے فروع
مسائل ملحقہ شارح کے مطلب ہے انما یمکنھا بجوار الاجنبیۃ وانما تعتد فی مسکن المفارقۃ ظہیریہ زوج نے درخواست کی قاضی سے کہ معتدہ
کو اپنے پڑوس مین رکھے تو قاضی اوسکو قبول کرے وہین عدت کرے عورت جہان مفارقت ہوئی قبلت ابن زوجھا فلہ السکنی لا النفقۃ تتارخانیہ
زوجہ نے ابن زوج کا بوسہ بشہوت لیا تو جدا ہو گئی اور عدت لازم آئی تو زوج پر عورت کیواسطے سکونت کا مکان دینا لازم ہوگا نہ نفقہ دینا کذا فی التاتارخانیہ
معتدۃ نکاح فاسد منع الخروج مجتبی قلت مر عن البزازیۃ خلافہ لکن فی البدائع لہ منعھا لتحصین مائہ ککتابیۃ ومجنونۃ وام ولد
اعتقھا فلیحفظ روکی نہین معتدہ نکاح فاسدہ کو باہر نکلنے سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہے کہ روایت بزازیہ کی اسکی مخالف گذر گئی لیکن بدائع مین ہے کہ مرد کو جائز ہے
منع کرنا معتدہ نکاح فاسدہ کا اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے جیسے معتدہ کتابیہ اور مجنونہ اور ام ولد کا جسکو مولی نے آزاد کر دیا ہے روکنا جائز ہے واسطے حفاظت نطفہ کے
تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے ہم شارح نے کلام بدائع سے مجتبی اور ظہیریہ کا تخالف مٹا دیا یعنی مجتبی کی نفی منع خروج اسپر محمول ہے کہ روکنا خالصہ منع ہے اور روایت ظہیریہ اسپر محمول ہے کہ روکنا
باعتبار وجوب شرعی کے نہین بلکہ اپنے نطفہ کی حفاظت کیواسطے ہے اور پھر شارح نے کہا کہ روایت بزازیہ اسکے مخالف ہے سو یہ سہو کاتب ہے اسواسطے کہ روایت منع خروج ظہیریہ سے سابق مذکور ہو چکی نہ بزازیہ سے

فصل فی ثبوت النسب

یہ فصل ہے ثبوت نسب کے بیان مین یعنی ولد کا نسب زوج سے کس امر مین ثابت ہوتا ہے اور کس مین نہین اکثر مدۃ الحمل سنتان لخبر عائشۃ رضی اللہ عنھا
کما فی الرضاع وعند الائمۃ الثلاثۃ اربع سنین زیادہ سے زیادہ مدت حمل کی دو برس ہے بدلیل خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو باب الرضاع مین مذکور ہو چکی اور تینون
اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین ہم سنن دارقطنی اور بیہقی مین بطریق ابن مبارک عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی
ہے کہ حمل زیادہ نہین ٹھہرتا دو برس سے بقدر گردش ظل مغزل یعنی جتنی دیر سایہ چرخی کا گھومنے کے وقت ٹھہرتا ہے اسقدر بھی دو برس سے زیادہ حمل نہین ٹھہرتا کیونکہ یہ
ہے کمال صراحت سے اور ہر چند یہ اثر ہے حدیث مرفوع نہین لیکن چونکہ تعیین مدت داخل اجتہاد مجتہد نہین ہے بالضرور یہ مرفوع ہوگا شارع سے اور بیہقی نے ولید بن مسلم
سے روایت کی کہ مین نے حدیث عائشہ صدیقہ کو امام مالک کے روبرو ذکر کیا اونہون نے کہا سبحان اللہ یہ کون کہتا ہے محمد بن عجلان کی زوجہ تین بار بارہ برس مین حاملہ
ہو کر چار برس مین جنی لیکن یہ استدلال تمام نہین ہے اسواسطے کہ حکایت ساقط ہے روایت کی نہین ہو سکتی اور انقطاع حیض اور پیٹ کا پھولنا دلیل نہین ہو سکتا
اسواسطے کہ امتداد طہر سالہا سال ہوتا ہے اور بیمار سے پیٹ بھی پھول جاتا ہے یہانتک کہ مواد اور ریاح سے حرکت بھی حمل کی طرح معلوم ہوتی ہے اور حالانکہ حمل نہین
ہوتا کذا فی فتح القدیر واقلھا ستۃ اشھر اجماعا اور کمتر مدت حمل کی چھ مہینے ہین باجماع ائمہ اربعہ اسمین کسیکو خلاف نہین حقتعالی نے فرمایا کہ حملہ وفصالہ

ثلثون شهرا یعنی حمل ولدکا اور فصال اوسکا ہی تیس مہینے یہان حمل اور فصال کو یکجا فرمایا بلا تفصیل مدت پھر دوسری آیت مین ارشاد ہوا کہ فصال
کی مدت دو برس ہین تو معلوم ہوگیا کہ باقی چھ مہینے حمل کی مدت ہین اور یہ جو علماء نے آیت مذکور سے باب الرضاع مین امام اعظم کے مذہب کیواسطے استدلال کیا ہے کہ
تیس مہینے رضاع کی مدت اور تیس مہینے اکثر حمل کی مدت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے لیکن حدیث عائشہ صدیقہ سے ثابت ہوا کہ دو برس سے زیادہ حمل
کی مدت نہین ہوتی سو یہ استدلال صحیح نہین اسواسطے کہ لفظ ثلثون سے اطلاق واحد مین رضاعت کیواسطے تیس مہینے مراد لینا اور حمل کیواسطے چوبیس مہینے ارادہ کرنا
یہ جمع بین الحقیقت والمجاز ہے حالانکہ یہ صحیح نہین علاوہ اسکے تحقیق یہ ہے کہ عدد مین گنجایش مجازیت کی نہین کذا فی فتح القدیر فیثبت نسب ولد معتدة
الرجعی ولو بالاشهر لایاسها بدائع وفاسدة النکاح فی ذلک کصحیحه قهستانی وان ولدت لاکثر من سنتین ولو لعشرین سنة فاکثر
لاحتمال امتداد طهرها وعلوقها فی العدة تو ثابت ہوگا نسب معتدہ رجعی کے لڑکا اگرچہ عدت اوسکی مہینون کے حساب سے ہو بسبب ایاس کے کذا فی البدائع
اور نکاح فاسد فقط ثبوت نسب مین برابر نکاح صحیح کے ہے کذا فی القهستانی اگرچہ معتدہ رجعی بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مین جنی ہو گو بعد بیس برس یا
یا زیادہ کے جنے تو بھی نسب ثابت ہو جاویگا بسبب احتمال دراز ہونے اوسکے طہر کے اور باحتمال اوسکے حاملہ ہونیکے عدت مین یعنی احتمال ہے کہ مثلا بعد طلاق کے اٹھارہ
برس تک اوسکو طہر رہا حیض نہ آیا تو عدت ہنوز قائم ہے پھر عدت مین زوج نے وطی کی اور حمل رہ گیا اور دو برس مین لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا ثابت النسب ہے یعنی زوج
ہی کا ٹھہریگا مالم تقر بمضی العدة والمدة تحتمله زیادہ دو سال کی ولادت سے ولد ثابت النسب اوس صورت مین ہوگا جب کہ عورت اقرار نکرتی ہو انقضاے
عدت کا اور حالانکہ مدت بھی انقضاے عدت کی محتمل تھی تو اگر طلاق سے بعد آٹھ مہینے کے جنی اور پہلے انقضاے عدت کا طلاق سے ساٹھ دن کے بعد اقرار کرچکی
تھی تو ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ اقل مدت عدت کی امام کے نزدیک ساٹھ دن ہین اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہین تو آٹھ مہینے انقضاے عدت اور حدوث حمل
اور تولد کے محتمل ہین اور اگر انقضاے عدت کا اوسنے اقرار کیا اور وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ مدت انقضاے عدت
کی محتمل نہین تو شرعا عورت کی تکذیب ہوگی اسواسطے کہ چھ مہینے سے کمتر مدت مین لڑکا پیدا نہین ہوسکتا تو معلوم ہوا کہ عین عدت مین حمل رہا تھا هم ہدایہ
اور کنز اور باقی متون معتمدہ مین یہی روایت مصرح ہے کہ اقرار کے وقت سے اگر چھ مہینے سے کمتر مین عورت جنی تو ولد ثابت النسب ہے اور یہ جو شرح وقایہ مین
بجاے اقرار طلاق کا لفظ ہے سو اغلاط کاتب سے ہے کذا فی الدرر وکانت الولادة رجعة لو فی الاکثر منهما ولتمامهما لعلوقها فی العدة لا فی الاقل
للشک وان ثبت نسبه اور ہوگی ولادت رجعت اگر مطلقہ رجعی دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین جنی بسبب حمل رہنے کے عدت مین اور دو
سال سے کمتر مدت مین جنی تو ولادت سے رجعت نہ ثابت ہوگی بسبب شک کے اگرچہ ولد کا نسب دو سال سے کمتر مین بھی ثابت ہوگا هم ثبوت رجعت مطلقہ
عدت کی وطی پر موقوف ہے تو جب دو سال سے زیادہ یا پورے دو سال مین ولادت ہوئی تو معلوم ہوا کہ بعد طلاق کے عدت مین حمل رہا تھا اور اگر دو سال سے کم یعنی
نو مہینے یا بارہ مہینے مین مثلا ولادت ہوئی تو احتمال ہے کہ حمل قبل طلاق کے ہوا اور محتمل ہے کہ بعد طلاق کے ہو تو بسبب اس شک کے رجعت ثابت نہین ہوسکتی لیکن
نسب ہر صورت ثابت ہوگا ثبت بلا دعوة احتیاطا فی مبتوتة جاءت به لاقل منهما من وقت الطلاق لجواز وجوده وقته چنانچہ ثابت
ہوتا ہے نسب بدون دعوے زوج کے مبتوتہ مین یعنی مختلعہ اور مطلقہ بائنہ اور مطلقہ ثلثہ مین جو لڑکا جنی دو سال سے کمتر مین طلاق کے وقت سے ثبوت نسب ہوگا بسبب جواز
وجود حمل کے بوقت طلاق یعنی جب مبتوتہ دو سال سے کمتر مین جنی تو یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ طلاق کے وقت حمل موجود تھا خلاصہ یہ کہ ثبوت نسب مین شارع کو اہتمام
زیادہ ہے تاکہ لڑکا ضایع نہو لہذا اوسکے ثبوت مین احتمال بھی کافی ہے یقین ہونا کچھ ضرور نہین بخلاف ثبوت رجعت کے اوسمین احتمال کافی نہین یقین چاہیے ولم تقر
بمضیها کما مر یعنی ولد مبتوتہ کا نسب کمتر دو سال سے پیدا ہونے مین اوس وقت ثابت ہوگا جب کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار نہ کرچکی ہو بشرط احتمال عدت
چنانچہ یہ مضمون عنقریب مذکور ہوچکا اور اگر بعد اقرار انقضاے عدت دو سال سے کمتر اور چھ مہینے سے اکثر مین جنی گی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر بعد اقرار کے

چھ مہینے سے کمتر میں جنی کی تو ولد ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ عورت کی شرعاً تکذیب ہوگی لیکن یہ حکم مبتوتہ مدخولہ پر مخصوص ہے اور اگر مدخولہ نہوگی اور وقت فرقت سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنیگی تو ثبوت نسب نہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر میں جنی تو نسب ثابت ہوگا کذا فی البرجندی شیخ الاسلام مفتی ابوسعید نے تصریح کی کہ اگر غیر مدخولہ وقت نکاح سے پورے چھ مہینے میں جنی تو نسب لڑکا ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وان لتمامہا لا یثبت النسب وقیل یثبت لتصور العلوق فی حالۃ الطلاق وزعم فی الجوہرۃ انہ الصواب اور اگر مبتوتہ لڑکا جنی پورے دو برس میں تو نسب ثابت نہوگا یہ روایت ہے قدوری کی اسواسطے کہ اگر نسب ثابت ہو تو لازم آوے کہ حمل قبل طلاق کے تھا اور حمل قبل طلاق سے لازم آتا ہے کہ دو برس سے زیادہ مدت میں ولادت ہوئی حالانکہ یہ ممنوع ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ پورے دو سال سے نسب ثابت ہوگا بسبب احتمال رہنے حمل کے حالت طلاق میں تو قبل زوال زوجیت حمل ثابت ہوا اور یہی مذہب ہے قاضیخان کا اور مصنف جوہرہ نے یہ اعتقاد کیا ہے کہ یہی قول ٹھیک ہے اور قدوری کی روایت میں سہو ہے بحر الرائق میں کہا کہ حق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور عدم ثبوت نسب میں متون متفق ہیں چنانچہ کلام صاحب کنز اور وافی اور صدر الشریعۃ اور صاحب مجمع البحرین اس پر دلالت کرتا ہے اور یہ علماء روایت مذہب سے زیادہ تر واقف ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی لانہ لا بد من دعوۃ لانہ التزمہ وہی شبہۃ عقد ایضاً پوری دو سال کی ولادت سے ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر زوج کے دعوے سے البتہ ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ زوج نے نسب کو اپنے اوپر خود لازم کرلیا اور یہاں شبہہ عقد کا بھی ہے ہم یہ شارح نے جواب دیا زیلعی کے اعتراض کا کہ وطی مبتوتہ کی عدت میں فقط شبہۃ الفعل ہے اس سے نسب نہیں ثابت ہوتا تو دعوے زوج سے کیونکر نسب ثابت ہوگا بحر الرائق میں جواب دیا کہ یہاں فقط شبہۃ الفعل ہی نہیں کہ اعتراض لگے بلکہ اسکے ساتھ شبہۃ العقد بھی ہے تو اب دعوے مثبت نسب کا ہوگا اور تقسیم شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد کی کتاب الحدود میں معلوم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی والا اذا ولدت توامین احدہما لاقل من سنتین والآخر لاکثر پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جب کہ مبتوتہ دو لڑکوں کو ایک حمل سے جنی اسطرح کہ بعد طلاق کے ایک لڑکے کو دو برس سے کمتر میں جنی اور دوسرے لڑکے کو دو برس سے زیادہ میں جنی مثلاً پہلا لڑکا بائیس مہینے میں جنی اور دوسرا ستائیس مہینے میں جنی اسواسطے کہ پہلا لڑکا تو بلا شرط دعوے ثابت النسب ہے تو دوسرا بھی بلا دعوے ثابت النسب ہوگا اسواسطے کہ دونوں ایک ہی نطفہ سے ہیں والا اذا ملکہا فیثبت ان ولدتہ لاقل من ستۃ اشہر من وقت الشراء ولو لاکثر من سنتین من وقت الطلاق پورے دو سال میں ولد مبتوتہ ثابت النسب نہوگا مگر جبکہ مبتوتہ کا مالک ہوجاوے اسطرح کہ مثلاً لونڈی سکو جو تھی پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو خرید کیا تو اوسکا ولد ثابت النسب ہوگا بلا دعوے اگر وہ خرید کیوقت سے چھ مہینے سے کمتر میں جنی اگرچہ طلاق کے وقت سے دو برس سے زیادہ میں جنی ہو کذا فی العالمگیریۃ عن التبیین وکالطلاق سائر اسباب الفرقۃ بدائع اور مانند طلاق بائن کے ہیں سب باقی اسباب جدائی کے کذا فی البدائع یعنی خیار بلوغ اور عتق اور عدم کفارت اور ارتداد تو یہ سب اسباب فرقت کے احکام سابقہ مفصلہ میں مانند طلاق بائن کے ہیں لکن فی القہستانی عن شرح الطحاوی ان الدعوۃ مشروطۃ فی الولادۃ لاکثر منہا لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یہ منقول ہے کہ ثبوت نسب میں دعوے شرط ہے دو سال سے زیادہ کی ولادت میں یعنی پورے دو سال میں ثبوت نسب بلا دعوت ہوگا یہ شارح نے استدراک کیا متن کا ہم ظاہر یہ وہی روایت ہے جو مختار ہے صاحب جوہرہ کی اور مصنف نے روایت قدوری کو اختیار کیا بموافقت متون وان لم تصدقہ المرأۃ فی روایۃ وہو الاوجہ فتح یعنی پوری دو سال کی ولادت مبتوتہ میں دعوے زوج سے نسب ثابت ہوگا اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نکرے موجب ایک روایت کے اور یہی روایت قوی اقرب بدلیل ہے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں ہے کہ دعوے زوج میں یہاں دو روایتیں ہیں ایک روایت یہ ہے کہ دعوے میں تصدیق عورت کی مشروط ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ شرط نہیں اور اسی روایت کو ترجیح دی ہے صاحب فتح القدیر نے ویثبت نسب ولد المطلقۃ ولو رجعیا المراہقۃ المدخول بہا وکذا غیر المدخول بہا ان ولدت لاقل من اقل اور ثابت ہے نسب مراہقہ مطلقہ کی ولد کا اگرچہ طلاق رجعی ہو مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ بشرطیکہ مراہقہ جنی ہو کمتر سے کمتر مدت میں ہم کمتر مدت چھ مہینے میں اور اوس سے کمتر مثلاً ساڑھے پانچ مہینے حاصل یہ کہ اگر مراہقہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہوگا مراہقہ اوس لڑکی کو کہتے ہیں جو وطی کے لائق ہے پر نشانیاں بلوغ کی ہنوز ظاہر نہیں نو برس کی ہو یا زیادہ اور جو لڑکی نو برس سے کم ہو تو اوسکی ولادت متصور نہیں اسواسطے

اوسمین نطفہ نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی غیر المقرۃ بانقضاء عدتہا وکذا المقرۃ ان ولدت لاقل من وقت الاقرار اذا لم تدع حبلا فلو ادعتہ فکبالغۃ
جس مراہقہ ذکا اپنی انقضای عدتکا اقرار نہیں کیا اوسکا ولد ثابت النسب ہی اور ایسا ہی اور مقرہ کا ولد ثابت النسب ہی جو چھہ مہینے سے کمتر مین جنی اقرار کے وقت سے
یہ اوسوقت مین ہی جب کہ مراہقہ نے اپنی حاملہ ہونیکا دعوی نہین کیا اور اگر حمل کا دعوی کیا تو وہ بالغہ کی مانند ہی لاقل من تسعۃ اشہر من الطلاق فیہا لکون الفعل
فی النکاح والعدۃ والا لا یکونہ بعدہا لانتفاء بصغرہا فجعل سکوتہا کاقرارہا بمضی عدتہا مراہقہ غیر مقرہ کا ولد ثابت النسب ہی جبکہ جنی بعد
طلاق کے نو مہینے سے کمتر مدت مین بواسطے حمل رہنے کے نکاح مین یا عدت مین اور اگر نو مہینے سے کمتر نہ جنی بلکہ پورے نو مہینے یا زیادہ مین جنی تو ثبوت نسب نہوگا بسبب احتمال رہنے حمل
کے بعد عدت کے اسواسطے کہ بسبب کم عمری مراہقہ کے اوسکا سکوت بجائے اقرار انقضای عدت قرار دیا جاویگا ہم یہ جواب ہی اس سوال مقدر کا کہ جب مراہقہ مدخولہ نو مہینے
یا زیادہ مین جنی تو احتمال ہی کہ اوسکو نکاح مین یا عدت مین حمل رہا ہو پھر کیا وجہ عدم ثبوت نسب کی اور مسئلہ مفروض ہی عدم اقرار کا ہان اگر اقرار انقضای عدتکا
کرتی اور اوسکی بعد پورے چھہ مہینے یا زیادہ مین لڑکا ہوتا تو البتہ نسب ثابت نہوتا خلاصہ جواب کا یہ ہی چونکہ انقضای عدت مراہقہ کا بسبب کم عمری کے مخصوص ایک
ہی طور پر تھا یعنی فقط مہینون پر نہ حیض پر تو بعد طلاق کے تین مہینے کا گذر جانا اور بسبب کم عمر ہونے کے اوسکا سکوت کرنا یہ قائم مقام اقرار کے ہی تو جب کہ بعد تین مہینے
کے پورے چھہ مہینے یا زیادہ مین جنی تو معلوم ہوا کہ حمل بعد عدت کے پیدا ہوا لہذا نسب ثابت نہوگا فلو ادعت حبلا فہی ککبیرۃ فی بعض الاحکام لاعترافہا
بالبلوغ سو اگر دعوی کیا مراہقہ نے حمل کا تو وہ اب برابر بالغہ کے ہوگی بعضے احکام مین بسبب اقرار بلوغ کے ہم بحر الرائق مین کہا کہ اگر مراہقہ نے دعوی حمل کا کیا طلاق بائن مین
پہر کمتر دو برس سے جنی او طلاق رجعی مین ستائیس مہینے سے کمتر مین جنی تو اوسکا ولد ثابت النسب ہوگا کذا فی غایۃ البیان کا مراہقہ اس حکم مین تو کبیرہ کی برابر ہوئی لیکن اور احکام
مین برابر نہین ہی مثلا طلاق رجعی مین اگر مراہقہ مذکورہ ستائیس مہینے پورے مین یا زیادہ مین جنی تو نسب ثابت نہوگا بخلاف کبیرہ کے کہ اوسکے ولد کا نسب یا اس تک ثابت
ہوگا بسبب امتداد طہر کے کذا فی حاشیۃ المدنی ویثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منہما من وقتہ ای الموت اذا کانت کبیرۃ ولو غیر مدخول
بہا اور ثابت ہوتا ہی نسب معتدہ موتکا اگر ابتدای موت سے کمتر دو سال سے جنی بشرطیکہ کبیرہ ہو اگرچہ وہ مدخولہ نہو اسواسطے کہ فراش عقد سے ثابت ہوتا ہی نہ دخول
اور اجتماع زوجین سے چنانچہ اسکا ذکر آویگا اما الصغیرۃ فان ولدت لاقل من عشرۃ اشہر وعشرۃ ایام ثبت والا لا اور معتدہ موت کی اگر صغیرہ ہو اور دس
مہینے اور دس دن سے کمتر مین جنی تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ اس سے ثابت ہوا کہ حمل موجود تھا قبل انقضای عدت وفات کے کیونکہ چار مہینے دس دن عدت کے ہوئے
اور باقی اقل مدت حمل ہی اور اگر پورے دس مہینے اور دس دن یا زیادہ مین جنی تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ حمل بعد عدت کے حادث ہوا ولو اقرت بمضیہا بعد
اربعۃ اشہر وعشر فولدت لستۃ اشہر لم یثبت اور اگر اقرار کیا کبیرہ یا مراہقہ نے انقضای عدتکا بعد چار مہینے دس دن کے موت سے پھر جنی پوری چھہ مہینے مین تو
نسب ثابت نہوگا واما الآیسۃ فکحائض لان عدۃ الموت بالاشہر للکل الا الحامل زیلعی اور عدت موت مین آئسہ برابر حائضہ کے ہی اسواسطے کہ عدت
موت کی مہینون سے ہی سب معتدہ کیواسطے سوای حاملہ کے کذا ذکرہ الزیلعی وان ولدت لاکثر منہما من وقتہ لا یثبت بدائع ولو لہما وکالاکثر یعنی
اور اگر معتدہ موت کی جنی دو برس سے زیادہ مدت مین ابتدای موت سے تو نسب ثابت نہوگا کذا فی البدائع اور اگر پورے دو سال مین جنی تو اوسکا حکم مثل اکثر دو سال کے ہی
کذا فی البحر حاصل بحث یہ ہی کہ معتدہ موت کو معتدہ مبتوتہ کے ساتھ ملحق کیا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا المقرۃ بمضیہا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت
الاقرار ولاقل من اکثرہا من وقت البت للتیقن بکذبہا اور اسیطرح ثابت ہوتا ہی نسب اوس عورتکے ولد کا جسنے اقرار کیا اپنی عدتکے گذر جانیکا اگر وہ جنی چھہ مہینے
سے کمتر مدت مین اقرار کیوقت سے اور اگر جنی دو برس سے کمتر مین وقت فراق سے یعنی طلاق بائن یا موت سے نسب ثابت ہوگا بسبب یقین ہوجانے دروغگوئی عورت
کے یعنی جبکہ وقت اقرار سے چار یا پانچ مہینے مین جنی تو معلوم ہوا کہ اوسوقت اوسکے رحم مین نطفہ تھا اور اوسکا اقرار انقضای عدتکا محض غلط تھا اسواسطے کہ چھہ
مہینے سے کمتر مین تولد ہونا ممکن نہین خلاصہ یہ کہ ولد مقرہ کے ثبوت نسب مین دو شرطین ہین ایک یہ کہ چھہ مہینے سے کمتر مدت مین جنی وقت اقرار سے دوسری شرط یہ کہ

وقت فراق سے دو سال سے کم میں جنی تو اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنی کی تو ولد ثابت النسب نہوگا اگرچہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہو چنانچہ اگر بعد فراق کے
بائیس مہینے کے بعد اوس نے اقرار انقضاء عدت کا کیا پھر وقت اقرار سے تین مہینے کے بعد لڑکا پیدا ہوا تو یہ ولد ثابت النسب نہوگا اسواسطے کہ شرط ثانی نہ پائی گئی
اگرچہ شرط اول موجود ہے کذا فی منح الغفار والا لا یثبت لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار اور اگر وقت اقرار سے پوری چھ مہینے یا زیادہ میں یا وقت فراق سے
دو برس سے زیادہ میں معتدہ جنی تو نسب نہ ثابت ہوگا بواسطہ احتمال حدوث حمل کے بعد اقرار کے یا بواسطہ انقضاء اکثر مدت حمل کے وقت فراق سے ویثبت نسب
ولد المعتدۃ بموت او طلاق ان جحدت ولادتہا بحجۃ تامۃ واکتفیا بالقابلۃ قیل وبرجل اور ثابت ہوتا ہے نسب لڑکے معتدہ موت یا طلاق کا اگر عورت
کی ولادت کا انکار ہو گیا ہو یعنی زوج نے طلاق میں اور زوج کے وارثوں نے موت میں انکار کیا ہو کہ معتدہ نہیں جنی اور معتدہ مدعی ہو ولادت کی تو ثبوت نسب
پوری دلیل سے ہوگا یعنی دو مردوں کی گواہی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک فقط دائی جنائی کی گواہی
ثبوت نسب میں کافی ہے اور ایک روایت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہے او حبل ظاہر وھل تکفی الشہادۃ بکونہ ظاہرا فی البحر
بحثا نعم یا حمل ظاہر سے نسب ثابت ہوگا حمل ظاہر سے یہ مراد کہ چھ مہینے سے کمتر مدت میں ولادت ہو کذا فی الجوہرہ اور مفتی ابو سعود نے کہا کہ حمل ظاہر سے یہ مراد کہ نشانیاں
حمل کی اس قدر ظاہر ہوں کہ حمل رہنے کا ظن غالب حاصل ہو اور کیا کفایت کرتی ہے گواہی کہ قبل وضع کے حمل ظاہر تھا بحر الرائق میں بدلیل کہا ہے کہ ہاں شہادت ظہور حمل
کی مثبت ہوگی نسب کی اسواسطے کہ بعد ولادت اور انکار زوج کے حمل موجود نہیں تو واسطے اثبات کے ضرور شہادت کی حاجت ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی او اقرار الزوج
بہ ای بالحبل یا اقرار زوج سے کہ یہ حمل میرا ہے نسب ثابت ہوگا ولو انکر تعیینہ تکفی شہادۃ القابلۃ اجماعا کما تکفی فی معتدۃ رجعی ولدت لاکثر من
سنتین لا لاقل اور اگر تعیین ولد میں انکار ہو یعنی زوج یا ورثہ کہتے ہوں کہ یہ لڑکا معتدہ کا نہیں تو اس صورت میں دائی جنائی کی گواہی ثبوت نسب میں کافی
ہے باجماع امام اور صاحبین کے چنانچہ کافی ہے گواہی دائی جنائی کی معتدہ رجعی میں جو دو برس سے زیادہ مدت میں جنی نہ دو برس سے کم میں یعنی اگر معتدہ رجعی دو برس
سے کم میں جنی گی تو ثبوت میں درحالت انکار زوج دائی کی گواہی نہ کفایت کریگی بلکہ حجت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کی گواہی لازم ہوگی او تصدیق
بعض الورثۃ فیثبت فی حق المقرین یا تصدیق کرے بعض وارثوں سے نسب ثابت ہوگا یعنی زوج نے ولادت معتدہ کا انکار کیا اور مر گیا اور اوس کے بعض وارثوں
نے تصدیق ولادت کی کی تو نسب ثابت ہوگا فقط اقرار کرنیوالے وارثوں کے حق میں نہ سب وارثوں کے حق میں یعنی ورثہ مقرین ولد کو اپنے حصوں وراثت میں گنینگے
منکرین فی انما یثبت النسب فی حق غیرہم حتی الناس کافۃ ان تم نصاب الشہادۃ بہم بان شہد مع المقر رجل آخر وکذا لو صدق المقر
نصابہا الورثۃ وہم من اہل التصدیق فیثبت النسب لا بنفع الوجوہ اور ثابت ہو جاویگا نسب غیر مقرین کے حق میں یہاں تک کہ سب لوگوں کے حق میں
اگر پوری ہو جاوے نصاب شہادت کی اون مقرین سے اسطرح پر کہ گواہی دے وارث مقر کے ساتھ دوسرا مرد اور اسی طرح اگر تصدیق کریں وارث مقر کی باقی ورثہ اور وہ اہل
ہوں تصدیق کے یعنی عاقل بالغ ہوں تو اسوقت میں ثابت ہوگا نسب لڑکے معتدہ کا اور نفع نکریگا ایسا تصدیق کرنے والا یعنی حصہ ولد کا دینا پڑیگا والا یتم
نصابہا لا یثبت الا فی حق المقرین اور اگر نصاب شہادت کی نہ پوری ہوئی یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں تصدیق نکریں وارثوں میں سے بلکہ ایک مرد اور ایک عورت
تصدیق کریں تو ولد معتدہ کا شریک منکرین کا نہ ہوگا بلکہ فقط ورثہ مقرین حصہ لینگے وھل یشترط لفظ الشہادۃ ومجلس الحکم الاصح لا نظرا الی انہ اقرار
وشرطوا العدد نظرا الی شبہ الشہادۃ اور ورثہ کی تصدیق میں کیا لفظ شہادت کا اور مجلس حکم قاضی بھی شرط ہے قول اصح یہ ہے کہ شرط نہیں برعایت شبہ اقرار
اور شرط کیا ہے فقہا نے شمار مقرین کا بمناسبت شبہ شہادت خلاصہ یہ ہے کہ تصدیق ورثہ کی دو امر کی مشابہ ہے ایک اقرار اور دوسرے شہادت اور چونکہ اقرار میں لفظ
شہادت اور مجلس حکم شرط نہیں تو اسواسطے تصدیق میں بھی شرط نہیں اور چونکہ شہادت میں عدد لازم ہے تو تصدیق میں بھی لازم کیا ونقل المصنف
عن الزیلعی ما یفید اشتراط العدالۃ ثم قال فقول شیخنا وینبغی ان لا تشترط العدالۃ فیہ تأمل ینبغی قلت وفیہ انہ کیف تشترط العدالۃ فی المقر مالم یشہد

سنتین حتی نبینہ غایۃ کہا مولیٰ نے اپنی لونڈی سے کہ اگر تیرے پیٹ مین لڑکا ہو اور حالانکہ حمل اوس وقت موجود تھا اور وہ میرا لڑکا ہے پھر ایک عورت نے گواہی دی
ولادت کی وہ عورت دائی جنائی ہو یا کوئی اور عورت ہو تو وہ لونڈی اوسکی ام ولد ہو بالاتفاق اگرچہ جنی کمتر چھ مہینے سے تھا لہ مولیٰ کی وقت سے اور اگر چھ مہینے سے زیادہ
مدت مین جنی تو ام ولد نہوگی اسواسطے احتمال حمل ہے کہ بعد مقالہ مولیٰ کے معنف نے اس مسئلہ کو تعلیق کے ساتھ مقید کیا اسواسطے کہ اگر مولیٰ نے بلا تعلیق یون کہا کہ یہ لونڈی
حاملہ ہے مجھسے تو اوسکا نسب ثابت ہوگا دو برس تک یہانتک کہ اوسکی نفی کرے مولیٰ کذا فی غایۃ البیان قال لغلام ھو ابنی ومات المقر فقالت امۃ المیت و ھی
بحریۃ الاصل والاسلام وانا ام الغلام اما انہ و ھو ابنہ یرثانہ استحسانا کہا اگر مرد نے ایک لڑکے کو کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مر گیا مقر سو کہا اوسکی بی بی نے جسکی
حریت اصلی اور اسلام اور لڑکی کی ماہونا مشہور ہے کہ مین عورت ہون مقر کی اور لڑکا اوسکا بیٹا ہے تو یہ دونو وارث ہونگے اوسکی دیگر بدلیل استحسان مشہور ہے کہ
مقر کی امنی عمر ہو کہ ویسا لڑکا اوس سے پیدا ہو سکتا ہو اور لڑکا مجہول النسب ہو اور مرد کی نکاح یہ بھی ظاہر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی فان جہلت حریتہا او امومتہا
لم ترث وقولہ فقال وارثہ انت ام ولد لابی فیہ انہ تعتق اذا الکل الا انہ لم یقل شیئا و کان صغیرا کما فی البحر او کنت نصرانیۃ وقت موتہ ولم یعلم
اسلامہا وقتہ او قال وارثہ کانت زوجتہ وہی امۃ لم ترث فی الصور المذکورۃ وھل لہا مہر المثل قیل نعم پھر اگر عورت کا حرہ ہونا اور لڑکی
ماہونا معروف نہ ہو اور مشہور نہو تو عورت وارث مقر کی نہوگی تو عدم وراثت مین مصنف کا یہ قید لگانا کہ جب وارث مقر کا کہے کہ تو میرے باپ کی ام ولد ہے یہ قید اتفاقی
ہے نہ احترازی اسواسطے کہ اسیطرح عدم وراثت کا ہے حکم ہے اگر وارث کچھ نہ کہیگا یا صغیر ہوگا کذا فی البحر یا مقر کے وارث نے عورت سے کہا کہ تو نصرانیہ تھی وقت موت
مقر کی یا وقت مرگ مقر عورت کا اسلام نہ معلوم ہو یا وارث نے یون کہا کہ وارث کی زوجہ اور لونڈی تھی اور یہ عورت لونڈی ہے تو ان مسائل مذکورہ مین وارث نہوگی فقط
لڑکا وارث ہوگا اور کیا اس عورت کو مہر مثل ملیگا بعضون نے کہا کہ ہان مہر ملیگا مہر مثل یا مہر تو بالاتفاق ہے اور صاحب فتح القدیر وجوب مہر کے قائل ہین اور اتفاقی نے اوسکا رد کیا ہے کذا
فی النہر الفائق زوج امتہ من عبدہ فجاءت بولد فادعاہ المولی لم یثبت نسبہ للزوم فسخ النکاح و ھو لا یقبل الفسخ مالک نے نکاح کر دیا اپنی
لونڈی کا اپنے غلام سے پھر لونڈی لڑکا جنی سو اوسکا دعوی کیا مالک نے یعنی کہا کہ میرا بیٹا ہے تو اوسکا نسب مالک سے ثابت نہوگا بسبب لازم ہونے فسخ نکاح کے یعنی اگر
نسب لڑکا مالک سے ثابت ہو تو لازم آتا ہے کہ نکاح غلام فسخ ہو جاوے اور حالانکہ نکاح فسخ نہین ہوتا بعد تمام ہونیکے ہم تحریم مین تمام ہونیکی قید لگاتی
تاکہ فسخ بعدم کفاءت اور فسخ خیار بلوغ اور خیار عتق کا اعتراض نہ لگے اسواسطے کہ وہ فسخ قبل از تمام ہے اگر کوئی کہے کہ ارتداد سے بھی نکاح فسخ ہوتا ہے اوسکا جواب
یہ ہے کہ یہ فسخ نہین ہے انفساخ ہے یعنی نکاح خود ٹوٹ گیا بدون توڑنے کے اور فسخ عبارت ہے توڑنیسے وعتق الولد وتصیر الامۃ ام ولد لاقرارہ بنوتہ
واستیلادہا اور لڑکا آزاد ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاوے گی اسواسطے اقرار کرنے مولیٰ کے ولد کو بیٹا ہونیکا اور لونڈی کو ماہونیکا ولدت امتہ الموطوئۃ لہ ولدا
توقف ثبوت نسبہ علی دعوتہ لضعف فراشہا مالک کی لونڈی موطوئہ جنی ایک لڑکا تو موقوف ہوگا ثبوت نسب لڑکا مالک کے دعوی پر یعنی بدون
دعوی مولیٰ کے وہ لڑکا ثابت النسب نہوگا بسبب ضعیف ہونے فراش لونڈی کے بخلاف ام ولد کے کہ اوسکا ولد بدون دعوی مولیٰ کے بھی ثابت النسب ہے لیکن نفی
کرنیسے نفی ہو جاوے گی اسواسطے کہ ام ولد کا فراش لونڈی سے قوی ہے اور منکوحہ سے ضعیف ہے کما یاتی مشترکۃ بین اثنین استولدہا احدہما جبابرۃ الدر استولدہا
ثم جاءت بولد لا یثبت النسب بدون الدعوۃ لحرمۃ وطیہا کاحکام ولد الام کا ثبوت مولیٰ چنانچہ لونڈی مشترک دو شخصون مین کہ اونمین سے ایک شخص نے
طلب ولد کی یعنی اوسکی وطی سے اولاد کی خواہش کی اور کتاب مدد کی یہ عبارت ہے کہ دونو نے خواہش اولاد کی پھر وہ مشترک لونڈی ایک لڑکا جنی تو نسب
ثابت نہوگا بدون دعوی کے بسبب حرام ہونے وطی لونڈی مشترک کے جیسے اس ام ولد کی وطی حرام ہے جسکا مولیٰ نے اوسکو نکاح کیا تو اوسکا ولد بھی ثابت نسب
نہوگا بدون دعوی مولیٰ کے وسیجی فی الاستیلاد ان الفراش علی اربع مراتب اور عنقریب باب الاستیلاد مین آویگا کہ فراش عورتکا چار مرتبہ پر ہے
ایک مرتبہ ضعیف وہ فراش لونڈیکا کہ اوسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب نہین دوسرا متوسط یعنی فراش ام ولد کا کہ اوسکا ولد بدون دعوی کے ثابت النسب

ہے لیکن نفی کرنیسے نفی ہوجاتا ہے بسبب اقوی یعنی فراش منکوحہ اور معتدہ رجعی کا کہ اونکا ولد بدون دعوے کے ثابت النسب ہے اور اوسکی نفی نہین ہوسکتی بدون
لعان کے جو تھا اقوی یعنی فراش معتدہ بائن کہ اوسکا ولد ثابت النسب ہے بلا دعوے اور اوسکے ولد کی نفی نہین ہوسکتی کسیطرح اسواسطے کہ نفی موقوف ہے لعان پر اور
لعان کی شرط ہے قیام زوجیت سو وہ بائنہ مین قائم نہین اور اسیطرح منکوحہ فاسدہ اور لونڈی منکوحہ کے ولد کی نفی نہین ہوسکتی بسبب معدوم ہونے شروط لعان کے یعنی صحیح
حریت وقد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینهما مسافة سنة فولدت لستة اشهر منذ تزوجها لتصوره
کرامة واستخداما فتح اور البتہ کفایت کی ہے فقہانے قیام فراش بلا دخول پر ثبوت نسب مین قیام فراش عبارت ہے حلت وطی سے جو بسبب عقد کے ہو اگرچہ
دخول حقیقی اور حکمی کچھ بھی نہوا مانند نکاح مرد مغربی کے عورت مشرقیہ سے یعنی مرد منتہائی مغرب اور عورت منتہائے مشرق مین اتنے فاصلہ سے رہتی ہون کہ دونون کے
درمیان سال بھر کی راہ ہو سو منکوحہ مشرقیہ پورے چھہ مہینے مین جنی ابتدا نکاح سے تو یہ ولد ثابت النسب ہے بسبب متصور ہونے وطی کے باعتبار کرامت یا استخدام جن کے
کذا فی فتح القدیر یعنی ممکن ہے کہ بعد نکاح کے از راہ کرامت یا بعمل تسخیر جن کے زوج مشرق سے مغرب مین ساعت واحد مین آوے اور وطی کرے وطحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ بعد
نکاح کے چھہ مہینے اور ایک ساعت مین ولادت فرض کیجاوے تا کہ اوس ساعت مین زوج کا زوجہ کے پاس پہونچنا مستحیل ہو متصور ہو لکن فی النهر الاقتصار علی الثانی
اولی لان طی المسافة لیس من الکرامة قلت لکن فی عقائد التفتازانی جزم بالاول تبعا لمفتی الثقلین النسفی بل سئل عما یحکی
ان الکعبة کانت تزور واحدا من الاولیاء هل یجوز القول به فقال خرق العادة علی سبیل الکرامة لاهل الولایة جائز عند اهل السنة
ولا لبس بالمعجزة لانها اثر دعوی الرسالة وبادعائها یکفر فورا فلا کرامة وتمامه فی شرح الوهبانیة من السیر عند قوله ومن لولی قال طی
مسافة یجوز جهول ثم یعدو تکفیره واثباتها فی کل ما کان خارقا عن النسفی النجم یروی ویبصر ای ینصر هذا القول بعض مشائخنا اذ نکر
بکرامات الاولیاء لیکن نہر الفائق مین ہے کہ تصور وطی مغربی مین دوسری وجہ یعنی استخدام جن پر اختصار کرنا بہتر ہے اسواسطے کہ مسافت بعیدہ کا طی کرنا زمانہ
قلیل مین کرامات مین داخل نہین شارح کہتا ہے لیکن شرح عقائد نسفی مین علامہ سعد الدین تفتازانی نے وجہ اول کا یقین کیا ہے یعنی طی مسافت کو کرامت مین
داخل کیا ہے باتباع مفتی ثقلین امام نجم الدین عمر نسفی کے بلکہ امام ممدوح سے سوال ہوا کہ یہ جو حکایت ہے کہ کعبہ معظمہ ایک ولی کی زیارت کو جاتا تھا یہ کہنا جائز
یا نہین سو مفتی ثقلین نے جواب مین کہا کہ خرق عادت بطریق کرامت کے اہل ولایت کیواسطے جائز ہے اہل سنت کے نزدیک اور کچھ التباس نہین کرامت مین ساتھ معجزہ
کے یعنی یہ کوئی نہ سمجھے کہ کرامت اور معجزہ دونو خارق عادت ہین تو کیا فرق ہے کرامت اور معجزہ مین اسواسطے کہ معجزہ نہین ہوتا مگر بعد دعوی پیغمبری کے اور ادعائے
رسالت سے فورا کافر ہوتا ہے ولی پھر کرامت کہان بلکہ وہ استدراج ہوا اور پوری تقریر اسکی شرح وہبانیہ مین کتاب السیر سے اس قول ناظم کے پاس ہے کہ جو ولی کیواسطے
طے مسافت کو جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعض علما اوسکو کافر کہتے ہین اور اثبات کرامت کا ہر امر خارق عادت مین خواہ طی مسافت ہو یا غیر اسکے نجم الدین عمر نسفی
سے منقول اور منصور ہے یعنی اس قول کی نصرت اور تائید امام ممدوح کی اس قول سے ہے کہ ہم تصدیق کرتے ہین کرامات اولیا کی ہم خرق عادت مدعی رسالت کے ہاتھ
پر ہو وہ معجزہ ہے اور اگر مومن متقی کے ہاتھ پر ہو وہ کرامت ہے اور اگر کافر اور فاسق کے ہاتھ پر ہو وہ استدراج ہے اور کہتے ہین تو اس تقریر سے ایک قسم کا دوسری قسم سے اشتباہ
نہین شرح وہبانیہ مین ہے کہ طی مسافت بعیدہ کو زمانہ قلیل مین ولی کیواسطے بعض علما جائز نہین کہتے اور اوسکے مجوز کو جاہل کہتے ہین اور بعضی کافر اور اسیطرح ظہور
معجزات کیا زکا مانند احیاء میت اور عصا کو سانپ کر دینا اور شق قمر اور جوش کر کے پانی بہنا انگلیون سے اور طعام قلیل مین جماعت کثیر کو آسودہ کر دینا اولیا کے لیے
کرنا جائز جانتے ہین اور حق یہ ہے کہ طی مسافت کرامت مین داخل ہے اور اوسکا معتقد جاہل یا کافر نہین امام الحرمین نے کہا کہ قول پسندیدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ خوارق
عادات بطریق کرامت کے جائز ہین سوائے اوس امر کے جو بدلیل قطعی ممنوع الوقوع ہے جیسے قرآن کی مثل پر دوسرے کلام ظاہر کرنا اور قول باتصاف امام نسفی کا کلام ہو جو اوپر گذرا
انتہی کذا فی حاشیة للمدنی غاب عن امرأته فتزوجت باخر وولدت اولادا ثم عاد ثم جاء الزوج الاول فالاولاد للثانی علی المذهب الذی رجع الیه الامام

وعليه الفتوى كما في الخانية والجوهرة والكافي وغيرها وفي حاشية شرح المنار لابن الحنبلي وعليه الفتوى ان احتمله الحال لكن
في اخر دعوى المجمع حكى اربعة اقوال ثم افتى بما اعتمده المصنف وعلله ابن ملك بانه المستفرش حقيقة والولد للفراش الحقيقي
وان كان فاسدًا وتمامه فيه فراجعه غائب ہوا مرد اپنی عورت سے پھر اوسکو موت زوج کی یا طلاق کی خبر پہونچی سو اوسنے بعد عدت کے زوج ثانی سے
نکاح کیا یا عورت نے بدون خبر سنے دعوی موت یا طلاق کا کر کے بعد عدت کے نکاح کیا اور زوج ثانی سے اولاد ہوئی پھر زوج اول آیا تو یہ لڑکے زوج ثانی کے ہونگے
بنا بر مذہب مفتی بہ کے جسکی طرف امام اعظم نے آخرکار رجوع کیا کذا فی التجنیس عن القدوری اور اسی پر فتوی ہے کما فی الخانیہ والجوہرۃ والکافی وغیرہا اور قول اول
غیر مفتی بہ امام کا یہ ہے کہ یہ اولاد زوج اول کی ہوگی بسبب بقاء نکاح کے اور شرح منار کے حاشیہ میں جو ابن حنبلی کا تصنیف ہے یون ہے کہ زوج ثانی کی اولاد ہونے پر فتوی ہے بشرطیکہ
ظاہر حال اوسکا محتمل ہو اسطرح کہ بعد نکاح ثانی کے پورے چھ مہینے میں لڑکا پیدا ہوا ہو اور اگر اس سے کم مدت میں ہوگا تو زوج اول ہی کا نسب ثابت ہوگا لیکن مجمع البحرین کی
آخر کتاب الدعوی میں اس مسئلہ میں چار قول نقل کئے ہیں پھر فتوی اوسی پر دیا ہے جسکو مصنف نے معتمد جانا ہے یعنی زوج ثانی کی اولاد ہونے پر اور دلیل مفتی بہ ہونیکی ابن
مالک نے شرح مجمع البحرین میں یون بیان کی ہے کہ حقیقت میں زوج ثانی ہی مستفرش ہے یعنی مالک فراش ہے عورت اوسکی تحت تصرف میں ہے تو نسب ولد کا فراش حقیقی
کیواسطے ثابت ہوگا اگرچہ نکاح فاسد ہے اور پوری تقریر اسکی شرح مجمع البحرین میں ہے سو اوسکی طرف رجوع کرو طحطاوی نے فرمایا زوج ثانی کیلئے ثبوت نسب میں یہ شرط ضروری
ہے کہ نکاح ثانی سے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ولادت ہو چنانچہ حاشیہ منار سے اوسکی تصریح ہو چکی اور یہ اختلاف مفتی بہ ہونا فقط اولاد کے نسب میں ہے نہ عورت میں کیونکہ
کہ جب شوہر اول آویگا تو عورت اسیکو دلائی جاویگی باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الحاشیۃ المدنی **فروع** مسائل متعلقہ شارح کے نکح امۃ فطلقها فشراها فولدت
لاقل من نصف حول مذ شراها لزمه نکاح کیا ایک مرد نے غیر کی لونڈی سے پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو مول لیا پھر وہ جنی چھ مہینے سے کم مدت میں ابتدای خرید سے تو
ولد کا مرد کو لازم ہوگا خواہ مرد اقرار کرے نسب کا یا انکار کرے اسواسطے کہ وہ ولد منکوحہ ہے یا ولد معتدہ ولد ملوکہ اسواسطے کہ خرید کیوقت سے اقل مدت حمل نہیں گذری اور ذکر
طلاق کا اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بدون طلاق کے بھی اوسکو خرید کریگا تو بھی یہی حکم ہے اور اسیطرح ذکر خرید کا بھی اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر بطریق ہبہ یا وراثت لونڈی کا
مالک ہوگا تو بھی یہی حکم ہے والا لا الا المطلقۃ قبل الدخول والمبانۃ بثنتين فمذ طلقها اور اگر وہ لونڈی بعد خرید کے پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب
مرد سے ثابت نہوگا بدون اقرار مرد کے اسواسطے کہ وہ اس صورت میں ولد مملوکہ ہے نہ ولد منکوحہ یا معتدہ اسواسطے کہ بعد خرید کے اقل مدت حمل پائی گئی لیکن اگر لونڈی منکوحہ کو طلاق
قبل دخول ہوئی ہے یا بعد دخول کے دو بار طلاق بائن ہو گئی ہے تو وہاں اعتبار ولادت کا ابتدای طلاق سے ہوگا نہ ابتدای خرید سے تو اگر مطلقہ قبل دخول طلاق سے چھ مہینے
سے کمتر مدت میں جنی تو ولد اوسکا ثابت النسب ہے بلا شرط اقرار لکن فی الثانیۃ یثبت لسنتين فاقل لیکن دوسری صورت میں یعنی جسکو دو بار طلاق بائن ہوئی
تو اوسکے ولد کا نسب ثابت ہوگا پورے دو برس تک یا کمتر مدت میں یعنی اس صورت میں بعد طلاق کے چھ مہینے سے کمتر مدت کا اعتبار نہیں بلکہ اگر وہ پورے دو برس یا اس سے کم مدت میں
جنے گی بعد طلاق کے تو نسب ثابت ہوگا اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی حرام ہو جاتی ہے بحرمت غلیظہ تو بعد خرید کے اوسکی وطی نہیں ہو سکتی لہذا اوسکو حمل کے بعد
اوقات کیطرف نسبت کیا الیوق یا قبل الطلاق کے کذا فی حاشیۃ المدنی دفی الرجعی لاکثر مطلقا اذ جاءت بہ لاقل من نصف حول منذ شراها فی المسئلتین
اور طلاق رجعی میں ولد ثابت النسب ہے اگر بعد طلاق کے دو برس سے زیادہ مدت میں پیدا ہو کتنی ہی مدت زیادہ دہ پانچ برس یا دس برس لیکن ابتدای خرید سے چھ مہینے سے
کمتر مدت ہو دونو صورتون میں پہلی صورت سے وہ مطلقہ مراد ہے جسکو بعد دخول کے ایک طلاق بائن ہوئی اور دوسری صورت سے مطلقہ رجعی مراد ہے خلاصہ ان
مسائل مذکورہ کا یہ ہے کہ جب غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو طلاق دی پھر اوسکو خرید کیا تو دو حال سے خالی نہیں یا طلاق قبل دخول کے ہے یا بعد دخول کے
اور بعد دخول کی طلاق دو حال سے خالی نہیں کہ یا طلاق رجعی ہے یا بائن اور طلاق بائن دو حال سے خالی نہیں یا بینونت صغری ہے یعنی ایک طلاق بائن یا بینونت
کبری یعنی دو طلاق بائن بخلاف حرہ کے کہ اوسمین تین طلاق سے بینونت کبری ہوتی ہے نہ دو سے تو اگر طلاق قبل دخول کے دی تو اگر ولادت اور طلاق میں چھ

مہینے سے کمتر مدت ہو اور نکاح سے پورے چھ مہینے یا زیادہ ہیں تو نسب ثابت ہے اور اگر نکاح سے چھ مہینے سے کم مدت ہو ولادت میں تو نسب ثابت نہیں اور اگر ایک طلاق
بائن دی بعد دخول کے تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہے اور ولادت اور طلاق میں دو برس سے کم مدت ہے تو نسب ثابت ہے اور اگر ولادت اور خرید میں
پورے چھ مہینے یا زیادہ کی مدت ہے تو مرد پر اوسکا نسب لازم نہیں بلکہ ولادت اور طلاق میں پورے دو برس یا کم کی مدت ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر طلاق رجعی دی
تو اگر ولادت اور خرید سے چھ مہینے سے کمتر مدت ہے اور ولادت اور طلاق سے دو برس سے زیادہ کتنی ہی مدت کیوں نہو بہر صورت نسب ثابت ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اعتقہا
بعد الشراء اور اسیطرح اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو آزاد کر دیا بعد خرید کے فورا تو نسب ثابت ہوگا اگر چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی خرید کے وقت سے اور اگر وقت خرید سے
چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر باقرار زوج کذا فی العالمگیریۃ نقلا عن الکافی فلو باعہا فولدت لاکثر من الاقل منذ باعہا فادعاہ
هل يفتقر لتصديق المشتري قولان اور اگر غیر کی لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسکو خرید کیا پھر اوسکو بیچ ڈالا پھر وہ جنی چھ مہینے سے زیادہ مدت میں ابتدای بیع سے پھر
زوج بائع نے لڑکا کا دعوی کیا تو اس صورت میں تصدیق مشتری کی حاجت ہے یا نہیں یہاں دو قول ہیں ابو یوسف کے نزدیک تصدیق مشتری کی حاجت ہے
بدون تصدیق مشتری کے ثبوت نسب نہیں اگرچہ بائع دعوی کرے اسواسطے کہ بسبب خرید کے نکاح باطل ہوگیا اور محمد کے نزدیک تصدیق
مشتری کی حاجت نہیں کذا فی العالمگیریۃ مات عن ام ولدہ او اعتقہا فولدت لدون سنتين لزمه ولاكثر لا الا ان يدعيه مولی مر گیا اپنی ام ولد کو چھوڑ کر یا اوسکو آزاد
کر دیا پھر وہ جنی دو سال سے کم میں بعد موت یا آزادی کے تو نسب ولد کا مولی کو لازم ہوگا اور اگر دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اوسکا مولی کو نہ لازم ہوگا مگر یہ کہ مولی بعد عتق کے
دعوی لڑکا کا کرے تو نسب ثابت ہوگا ولو تزوجت في العدة فولدت لستة من عتقها او موته ولنصف حول فاكثر منذ تزوجت وادعياه معا كان للمولى
اتفاقا لكونها معتدة بخلاف ما لو تزوجت ام الولد بلا اذنه فانه للزوج اتفاقا اور اگر ام ولد نے نکاح کیا عدت موت یا عتق میں پھر جنی پورے دو برس میں آزادی کے
مولی سے یا اوسکی موت سے اور پورے چھ مہینے یا زیادہ میں ابتدای نکاح سے اور مولی اور زوج نے دعوی کیا ولد کا ساتھ ہی مولی کہتا ہے یہ میرا ولد ہے اور زوج ام ولد کا کہتا ہے کہ میرا
تو یہ ولد مولی ہی کا ہوگا بالاتفاق اسواسطے کہ ام ولد مولی کی معتدہ ہے بخلاف اس صورت کے کہ اگر ام ولد نے نکاح کر لیا بدون اذن مولی کے پھر وہ پورے چھ مہینے یا زیادہ
میں جنی ابتدای نکاح سے پھر ولد میں مولی اور زوج نے دعوی کیا تو ولد زوج ہی کا ہوگا بالاتفاق نہ مولی کا ہم شارح کے قول میں جو تھا ذکر تو معنی ہے اسواسطے کہ بعد موت مولی
کے دعوی کرنا مولی کا غیر متصور ہے ولو تزوجت معتدة بائن فولدت لاقل من سنتين منذ بانت ولاقل من الاقل منذ تزوجت فالولد للاول والنكاح
الاخر فاسد اور اگر نکاح کر لیا معتدہ بائن نے پھر وہ جنی دو سال سے کم مدت میں ابتدای طلاق بائن سے اور چھ مہینے سے کمتر میں ابتدای نکاح ثانی سے تو یہ ولد زوج اول کا ہوگا
بسبب فاسد ہونے نکاح ثانی کے اسواسطے کہ عدت میں ہوا ولو لاكثر منهما منذ بانت ولنصف حول منذ تزوجت فالولد للثاني اور اگر معتدہ بائن نے نکاح کیا اور
جنی دو برس سے زیادہ مدت میں ابتدای طلاق بائن سے اور پورے چھ مہینے میں ابتدای نکاح ثانی سے تو یہ بیٹا زوج ثانی کا ہوگا اسواسطے کہ زوج اول کی طرف نسبت
ولد کی متعذر ہوگئی کیونکہ دو برس سے زیادہ حمل نہیں ٹھہرتا اور زوج ثانی کیطرف نسبت بلا معارض ثابت ہے ولو لاقل من نصفه لم يلزم الاول ولا الثاني
والنكاح صحيح اور اگر مدت مذکورہ ابتدای طلاق بائن سے دو سال سے زیادہ مدت میں جنی تو نسب اس ولد کا نہ زوج اول کو لازم ہوگا اور نہ زوج ثانی کو اور نکاح
ثانی صحیح ہوگا زوج اول کو اسواسطے نسب لازم نہوا کہ نسبت اوسکی زوج اول کیطرف بسبب زیادہ ہو جانے اکثر مدت حمل سے متعذر ہے اور زوج ثانی کی طرف بھی نسبت
متعذر ہوگئی اسواسطے کہ کمتر مدت حمل سے بھی کمتر ہے اور نکاح ثانی اسواسطے صحیح ہوا کہ بعد طلاق بائن کے دو سال سے زیادہ مدت میں ولادت ہونا یہ دلیل ہے
کہ زوج اول کا نطفہ معتدہ کے پیٹ میں نہ تھا تو حاملہ ثابت النسب سے نکاح کرنا نہ لازم آیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو لاقل منهما ولنصفه ففي عدة البحر بحثا انه
للاول لكن نقل هنا عن البدائع انه للثاني سئلا ... اقدامها على التزوج دليل انقضاء عدتها حتى لو علم بالعدة فالنكاح فاسد والولد
للاول ان امكن اثباته منه بان تلد لاقل من سنتين منذ طلق او مات اور اگر نکاح کیا معتدہ بائن نے پھر جنی کمتر دو سال سے ابتدای طلاق بائن سے اور

پوری چھ مہینے میں نکاح ثانی سے تو بحر الرائق کے باب العدۃ میں بحث کر کے کہا ہے کہ یہ ولد زوج اول کا ہے اسواسطے کہ نکاح ثانی فاسد ہے بخلاف اول کے لہذا ولد زوج اول
ہی کو ملحق ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے وہیں نقل کیا ہے بدائع سے کہ یہ ولد زوج ثانی کا ہوگا اس دلیل سے کہ پیش قدمی کرنا عورت کا نکاح پر دلیل ہے اوسکی انقضاے عدت پر
اور بعد مدت کے زوج اول سے ملحق نہیں ہو سکتا اور یہی یعنی روایت بدائع کی قوی ہے تو بحث صاحب بحر الرائق اعتماد کے نہیں اور الحاق ولد کا زوج ثانی کے اسواسطے اوس وقت ترجیح
جب ہے کہ اوسکو بقاے عدت اول کا علم نہو یہانتک کہ اگر زوج ثانی نکاح کے وقت بقاے عدت کو جانتا ہو تو نکاح فاسد ہوگا اور ولد معتدہ کا زوج اول کا ہوگا اگر ممکن ہے اثبات
اوسکا زوج اول سے اسطرح پر کہ جنی معتدہ دو سال سے کمتر میں ابتداے طلاق سے یا زوج اول کی موت سے اور اگر طلاق سے دو سال سے زیادہ مدت میں اور نکاح سے پوری
چھ مہینے میں جنی تو ولد زوج ثانی کا ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البدائع ولو نکح امرأۃ فجاءت بسقط مستبین الخلق فان لاربعۃ اشہر فنسبہ للثانی
وان لاربعۃ الا یوما فنسبہ للاول وفسد النکاح الکل من البحر اور اگر نکاح کیا مرد نے عورت معتدہ سے پھر اوسکے پیٹ سے بچہ ناتمام جسکی بعضی اعضا ظاہر
ہو چلی تھی گرا تو اگر بعد نکاح ثانی کے پوری چار مہینے میں گرا تو نسب اوسکا زوج ثانی سے ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم چار مہینے میں گرا تو نسب اوسکا زوج اول سے ہوگا اور
نکاح فاسد ہوگا یہ مسائل بحر الرائق سے منقول ہیں اوپر چار مہینے میں زوج ثانی کا نسب اسواسطے ہوا کہ خلقت اعضا ظاہر نہیں ہوتی مگر ایک سو بیس دن میں چالیس دن
نطفہ پیٹ میں رہتا ہے اور چالیس دن خون بستہ ہوتا ہے اور چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے کذا فی البحر اور نکاح ثانی صورت ثانیہ میں اسواسطے فاسد ہوا کہ نکاح عدت میں
واقع ہوا قلت وفی مجموع الفتاوی نکح کافر مسلمۃ فولدت منہ لا یثبت النسب منہ ولا تجب العدۃ لانہ نکاح باطل شارح کہتا ہے کہ مجموع الفتاوی
میں ہے کہ نکاح کیا کافر نے مسلمان عورت کا پھر جنی اوس سے تو ولد کا نسب کافر سے نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ زنا سے نسب ثابت نہیں ہوتا اور عورت پر عدت بھی واجب نہیں اسواسطے کہ یہ
نکاح باطل ہے بخلاف نکاح فاسد کے اسواسطے کہ اوسکی وطی بشبہہ ہے لہذا اوسمیں نسب ثابت ہوتا ہے اگر ایک مرد نے زنا کیا ایک عورت سے پھر وہ حاملہ ہوئی پھر اوس سے نکاح
کیا پھر وہ جنی تو اگر پوری چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو ولد کا نسب اوس سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کمتر مدت میں جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر دعوی نسب سے البتہ ثابت ہوگا بشرطیکہ
یوں کہا ہو کہ یہ میرا بیٹا زنا سے نہیں ہے اور اگر یوں کہیگا کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے تو نسب ثابت نہوگا اور لڑکا اوسکا وارث نہوگا کذا فی الینابیع مرد مسلمان نے نکاح کیا اپنے محارم سے پھر اولاد ہوئی
تو وہ اولاد امام کے نزدیک اوس سے ثابت النسب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ثابت النسب نہیں اسواسطے کہ نکاح محارم کا فاسد ہے امام کے نزدیک اور باطل ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الظہیریہ نسب اشارہ
کرنیسے بھی ثابت ہوتا ہے باوجود قدرت تکلم کے کذا فی النہایۃ کذا فی العالمگیریۃ

باب الحضانۃ — بقیہ [illegible]

یہ باب ہے حضانت میں حضانت بفتح و کسرہ حا عبارت ہے تربیت والدہ وغیرہ کی لڑکوں کی پرورش کر احکام اس باب میں بیان کرے گا اور قاموس میں حضانت کو بکسرہ اول کہا ہے اور شارح نے باتباع
مصباح اور بحر اور نہر کے بفتح اول کے بھی کہا ہے اور حاضنہ وہ عورت ہے جو لڑکے کو پرورش کرے اور گود میں رکھے اور خیر الدین رملی نے کہا کہ شروط حضانت کی یہ ہیں کہ حاضنہ حرہ
بالغہ امینہ ہو قادر ہو پرورش پر اور زوج اجنبی کے نکاح میں نہو اور اگر پرورش کرنیوالا مرد ہو تو اوسمیں بھی یہی شرطیں ہیں سوا شرط اخیر کے کذا فی حاشیۃ المدنی [illegible]
[illegible] النسبیۃ ولو کتابیۃ او مجوسیۃ [illegible] فحتی تسلم [illegible] ثابت ہے حق پرورش کا نسبی کو اگرچہ [illegible]
بعد حبالی زوج کے [illegible] حق پرورش نہیں [illegible] اسلام قبول کرے اسواسطے کہ مرتدہ [illegible] حق پرورش [illegible]
[illegible] پرورش [illegible] ہو گیا اور عورت مجوسی بھی رہے تو بھی حق پرورش اوسکا ہوگا اسواسطے کہ [illegible]
[illegible] امر ہے کافرہ ہو یا مسلمہ اوفاجرۃ فجورا یضیع الولد بہ کزنا وغناء وسرقۃ ونیاحۃ کما فی البحر والنہر بحثا قال المصنف والذی یظہر ان العمل باطلاقہم
کما ہو مذہب الشافعی فیعلم ان الفاسقۃ بترک الصلوۃ لا حضانۃ لہا وفی القنیۃ الام احق بالولد ولو سیئۃ السیرۃ معروفۃ بالفجور ما لم یعقل
ذلک یا ولد کی یا فاسقہ ہو ایسا فسق اور گناہ کرتی ہو جس سے لڑکا ضائع ہو جاوے مانند زنا اور گانا اور چوری اور نوحہ گری کے چنانچہ یہ تفصیل بحر الرائق

اور بحرالفائق مین ہی بحث کی ساتھہ اسواسطے کہ جب عورت حرام کار ہوتی یا گانی یا نوحہ گری کا پیشہ لیا یا چوری کرنیکی یا اوسکو خو پڑی تو گھر مین نہ ٹھہریگی تو لڑکا تباہ
ہوگا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ جو امر کہ مخل با طلاق فقہا سے ظاہر ہوتا ہی جیسا کہ نہر مین ہی مذہب شافعی بھی یہی ہی وہ یہ ہی کہ جو عورت کہ فاسقہ ہو بسبب ترک نماز کی تو اوسکو حق پرورش
نہیں اور قنیہ مین ہی کہ ماں سے زیادہ اثر ہی پرورش لدین اگرچہ وہ با طریق مشہور بفسق ہو جبتک کہ لڑکی کو بدکاری کا شعور ہو انتہی کلام المصنف هم اکثر کتب فقہ مین مراد یہ ہی کہ فاجرہ
ماں کو حق پرورش نہیں صاحب بحر نے کہا کہ فاجرہ سے مراد زانیہ ہی جو پرورش ولد سے غافل ہو جاوے نہ مطلق فسق کہ شامل ہو ترک صلوٰۃ کو اسواسطے کہ جب کتابیہ احق بالولد ہی
تو مسلمہ فاسقہ اولی ہوگی مصنف نے کلام صاحب بحر کا پسند نہ کیا اور مطلق فسق کو قائم رکھا اور کتابیہ اور فاسقہ مین فرق کیا کہ کتابیہ اپنے اعتقاد پر ہی بخلاف مسلمہ فاسقہ کے
شیخ رملی و طحطاوی و محشیون نے کہا کہ جب مدار حکم کا ولد کو ضائع ہونے پر ہو تو بحث مصنف کی بیجا ہی اور بحث صاحب بحر کی قوی ہی اور تفرقہ کتابیہ اور فاسقہ کا حضانت
مین کچھہ مفید نہیں مفتی ابو سعود نے کہا کہ مطلق فجور مسقط حضانت کا نہین تا وقتیکہ خوف ولد کی ضائع ہونیکا نہو عزمی زادہ نے کہا کہ لحاظ اس قبیلہ کا ضرور ہی کذا فی حاشیۃ المدنی
او غیر مامونۃ ذکرہ فی المجتبی بان تخرج کل وقت وتترک الولد ضائعا یا ولد کی ماں غیر مامونہ ہو یعنی اوسپر اطمینان نہو مجتبی مین تفسیر غیر مامونہ کی اسطرح پر کی ہی
کہ ہر وقت گھر سے نکلا کرتی ہو اور لڑکی کو تباہ حالت چھوڑ جاتی ہو خواہ بلا ضرورت نکلتی ہو خواہ بضرورت مانند کشتہ کاری کے یا کہ وہ دائی جنائی ہو
یا مردہ شو او تکون امۃ او ام ولد او مدبرۃ او مکاتبۃ ولدت ذلک الولد قبل الکتابۃ لاشتغالھن بخدمۃ المولی لکن ان کان الولد رقیقا
کن احق بہ لانہ للمولی مجتبی یا کہ ماں ولد کی لونڈی ہو یا ام ولد یا مدبرہ ہو یا مکاتبہ ہو جو کہ اسکو قبل کتابت کے جنی ان سب کی پرورش ساقط ہی بسبب مشغول رہنے
ان عورتون کو خدمت مولی مین تو اونکو پرورش ولد کی فرصت کہان لیکن اگر ولد انکا مملوک ہوگا مولی کا تو یہی عورتین اوس ولد کی پرورش کیواسطے لائق تر ہین اسواسطے
کہ وہ ولد مولی کا ہی تو اوسکی پرورش کرنا گویا مولی کی خدمت ہی کذا فی المجتبی هم تعلیل مذکور مکاتبہ پر صادق نہین آتی اسواسطے کہ مکاتبہ پر مولی کی خدمت واجب نہین
تو نفی حضانت کی یون علت بیان کرنا بہتر ہی کہ حضانت ایک نوع کی ولایت ہی اور ان عورتونکو اپنی ذات پر ولایت نہین تو غیر پر بطریق اولی ولایت نہوگی
او متزوجۃ بغیر محرم الصغیر یا ولد کی ماں نے نکاح کرلیا ہو صغیر کے غیر محرم کے ساتھہ اسواسطے کہ مرد اجنبی ولد کی پرورش سے راضی نہوگا اور اگر اوسکی ماں نے اوسکے محرم
کے ساتھہ نکاح کیا ہو مثلا ولد کے چچا کے ساتھہ نکاح کیا ہو تو حق حضانت کا ساقط نہین اور مراد محرم سے محرم نسبی ہی نہ رضاعی او ابت ان تربیہ مجانا والحال ان
الاب معسر والعمۃ تقبل ذلک ای تربیتہ مجانا ولا تمنعہ عن الام قیل للام اما ان تمسکیہ مجانا او تدفعیہ للعمۃ علی المذہب ش ہل یرجع العم
والعمۃ علی الاب اذا ایسر قیل نعم مجتبی والعمۃ لیست بقید فیما یظہر یا کہ ماں انکار کرے ولد کو مفت پالنے سے اور حالانکہ باپ کو مقدور اجرت دینے کا نہین اور
عمہ ولد کی اسکی پرورش کو مفت قبول کرتی ہی اور ماں کو بچے کے پاس آنے جانے سے روکتی بھی نہین تو اس صورت مین اوسکی ماں سے کہا جاوے کہ یا لڑکی کو مفت اپنے پاس رکھو یا کہ
اوسکی عمہ کو دے کہ وہ رکھے یہی حکم ہی بنا بر مذہب صحیح کے اور جسقدر مال چچا یا عمہ کا پرورش مین صرف ہوا ہی اوسکو باپ سے پھیر لینا جب کہ باپ کو مقدور ہو درست ہی
یا نہین بعضی علما نے جواب دیا کہ ہان پھیر لینا پہونچتا ہی کذا فی المجتبی اور ظاہرا ذکر عمہ کا اس مسئلہ مین کچھہ قید نہین بلکہ جب کہ ماں مفت پرورش سے انکار کرے اور باپ کو
مقدور نہو اور کوئی اجنبی عورت مفت پرورش کا اقبال کرے تو بھی یہی حکم ہی کہ اجنبی یا کہ کذا ذکرہ شرنبلالی فی کشف المضایق علی حاشیۃ الدرر تو توقف شارح
کا حکم اتفاقی قید ہونیمین اس روایت سے زائل ہوگیا کذا فی حاشیۃ المدنی و فی المنیۃ تزوجت ام صغیر توفی ابوہ وارادت تربیتہ بلا نفقۃ مقدرۃ
واراد وصیہ تربیتہ بما دفع الیہا لا الیہ ابقاء لمالہ اور منیہ مین ہی کہ نکاح کرلیا صغیر کی ماں نے جس صغیر کا باپ مرگیا اور صغیر کی ماں نے بدون صرف مقرری کے
اوسکی پرورش کا ارادہ کیا اور صغیر کے وصی نے چاہا کہ نفقہ دیکر کسی اور اجنبی عورت سے پرورش کراوے تو لڑکا ماں ہی کو دلایا جاویگا نہ وصی کو تا کہ مال صغیر کا
باقی رہے و فی الحاوی تزوجت باجنبی وطلبت تربیتہ بنفقۃ والتزمہ ابن عمہ مجانا ولا حاضنۃ لہ فلہ ذلک اور حاوی مین ہی کہ نکاح کیا
صغیر کی ماں نے اجنبی سے اور پرورش ولد کی درخواست کی بعوض نفقہ کے اور صغیر کے ابن عم نے اپنے اوپر لازم کرلی پرورش اوسکی مفت اور حالانکہ صغیر

کی کوئی اور عورت حاضنہ نہیں تو ایسی قسم کو اسکا اختیار ہو ولا تجبر من لھا الحضانۃ علیہا الا اذا تعینت لھا بان لم یاخذ ثدی غیرھا ولم یکن للاب ولا للصغیر مال بہ یفتی خانیہ وسیجیٔ فی النفقۃ اور جس عورتکو حق حضانت شرعا ثابت ہوا اوسپر جبر کرنا پرورش کیواسطے نہیں ہو نہیں تاکہ شاید اوس سے نہو سکتی ہو مگر جبکہ حاضنہ متعین ہو جاوے اسطرح پر کہ صغیر کسیکی چھاتی نہ لیتا ہو سوا اوس عورت کی یا کہ باپ اور صغیر مالدار نہوں تاکہ خادمہ نوکر رکھی جاوے تو اس صورتمین بالاتفاق حاضنہ پر جبر کیا جاوےگا پرورش کیواسطے اور اسی پر فتوی ہے یعنی عدم جبر پر الا در صورت تعیین کذا فی الخانیہ اور عنقریب اسکا ذکر باب النفقہ مین آویگا ھم ہدایہ اور تبیین اور ولوالجیہ اور واقعات اور خلاصہ مین اسی روایت پر فتوی ہے کہ حاضنہ پر جبر نہیں اور ظہیریہ مین ہے کہ اگر صغیر کا کوئی محرم نہو تو پرورش کیواسطے ماپر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر ضائع نہو جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی واذا اسقطت الام حقھا صارت کمیتۃ او متزوجۃ فینتقل للجدۃ بحر اور جب کہ ماں نے اپنا حق پرورش ساقط کر دیا تو مانند میت یا متزوجہ کی ہو گئی تو اس صورتمین حق حضانت کا نانی کیطرف منتقل ہوگا کذا فی البحر ولا تقدر الحاضنۃ علی ابطال حق الصغیر فیہا حتی لو اختلعت علی ان تترک ولدھا عند الزوج صح الخلع وبطل الشرط لانہ حق الولد فلیس لھا ان تبطلہ بالشرط وان لم یوجد غیرھا اجبرت بلا خلاف فتح وھذا انما یتم لو وجد وامتنع من القبول لھا وحینئذ فلا اجرۃ لھا جوھرہ اور قدرت نہیں حاضنہ کو حق صغیر کے باطل کرنے پر وہ حق صغیر کا جو حاضنہ کی ذات مین ثابت ہے یہانتک کہ اگر خلع کیا عورت نے اس شرط پر کہ صغیر کو چھوڑ جاویگی زوج کے پاس تو خلع صحیح ہوگا اور شرط عدم پرورش کی باطل ہو جاویگی اسواسطے کہ پرورش حق ہے صغیر کا تو عورتکو اختیار نہیں کہ اوسکو باطل کرے کسی شرط کرکے اور اگر اوسکے سوا کوئی حاضنہ نپائی جاوے تو ماپر جبر کیا جاویگا بلا خلاف کذا فی فتح القدیر اور یعنی غیر ام کا نپایا جانا شامل ہے اس صورتکو کہ غیر ام موجود ہو اور پرورشکا قبال نکرے کذا فی البحر اور سوقت یعنی سوا اوسکے کوئی حاضنہ نہو یا ہو مگر اقبال نکرے تو ماکو اجرت پرورش کی نملیگی اسواسطے کہ واجب ہے کرنے پر کچھ اجر نہین کذا فی الجوہرہ معلوم ہوا کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین ایک قول یہ ہے کہ ماپر جبر نہین پرورش مین چنانچہ قبل اسکی تفصیل اوسکی مذکور ہو چکی اور دوسرا قول یہ ہے کہ ماں مجبور ہے پرورش صغیر مین اور یہی منقول ہے فقہاء ثلثہ سے یعنی فقیہ ابو اللیث اور ہندوانی اور خواہرزادہ سے اور فتح القدیر مین کافی حاکم سے خلع مشروط کا مسئلہ نقل کرکے فقہاء ثلثہ کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ کافی جامع ہے کلام محمد کی تو معلوم ہوا کہ یہی ثبوت جبر ظاہر الروایۃ ہے طحطاوی نے فرمایا کہ کیونکر ماپر جبر ثابت ہوگا یعنی در صورت عدم تعیین اور حالانکہ اقوال مشائخ کہ عدم جبر کہ مفتی بہ ہونے پر مطابق ہو گئے ہین اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر روایت سے عدول کر کے مفتی بہ پر عمل ہوتا ہے انتہی اور تعجب ہے مصنف اور شارح سے کہ اس مقام مین جمع بین المنافیین پر راضی ہوئے اور لازم یون تھا کہ ایک قول کو پسند کرتے اور دوسرے پر چاہتے تو اشارہ کرتے کذا فی حاشیۃ المدنی وتستحق الحاضنۃ اجرۃ الحضانۃ اذا لم تکن منکوحۃ ولا معتدۃ لابیہ وھی غیر اجرۃ ارضاعہ ونفقتہ کما فی البحر عن السراجیۃ خلافا لما نقل المصنف عن جواھر الفتاوی اور مستحق ہوتی ہے حاضنہ اجرت حضانت کی جبکہ منکوحہ اور معتدہ اوسکے باپ کی نہو بشرطیکہ صغیر منکوحہ یا معتدہ کے پیٹ سے ہوا اور اگر منکوحہ یا معتدہ کی سوت کا بیٹا ہوگا تو بھی وہ اجرت کی مستحق ہوگی کذا فی الزیلعی اور یہ اجرت پرورش کی دودھ پلانے اور نفقہ ولد کے سوا ہے کذا فی البحر عن السراجیہ تو یہ تینوں چیزین علیحدہ ہین اجرت حضانت اور اجرت رضاعت اور نفقہ ولد کذا فی الشرنبلالیہ اور متغایر ہونا اجرت حضانت کا رضاعت سے مخالف ہے اوس قول کے جو مصنف نے اپنی شرح مین جواہر الفتاوی سے نقل کیا ہے منح الغفار مین جواہر الفتاوی سے یون منقول ہے کہ قاضی خان سے سوال ہوا کہ مبتوتہ کو اجرت حضانت کی پہونچتی ہے بعد ایام شیرخوارگی کے جواب دیا کہ نہین تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجرت حضانت اور رضاعت متغایر نہین شیخ رحمتی محشی نے فرمایا کہ شاید جواہر کی عبارت مین تحریف یا سقوط ہے اسواسطے کہ حضانت اور رضاعت دونو متغایر چیزین ہین رضاعت کی مدت دو سال اور حضانت کی سات برس یا نو برس تو ایک کے سقوط سے دوسری کیونکر ساقط ہو وفی شرح النقایۃ للباقانی عن البحر المحیط سئل ابو حفص عمن لھا امساک الولد ولیس لھا مسکن مع الولد فقال علی الاب سکناھما جمیعا وقال نجم الائمۃ المختار انہ علیہ السکنی فی الحضانۃ وکذا ان احتاج الصغیر الی خادم یلزم الاب بہ اور باقانی کی شرح نقایہ مین بحر محیط سے منقول ہے کہ ابو حفص سے کسی نے سوال کیا اوس عورت کا مسئلہ کہ جسکو صغیر کے رکھنے کا حق پہنچتا ہے اور اوس عورت کا کوئی مکان نہین ہے ساتھ صغیر کے

ساتھ لیکر رہی تو بہتر اسمین کہ باپ پر دونونکیواسطے مکان دینا واجب ہی اور نجم الائمہ نے کہا کہ قول مختار یہ ہی کہ باپ پر مکان دینا ایام پرورش مین واجب ہی اور
اسیطرح اگر بچہ خادم کا محتاج ہو تو باپ پر خادم کا دینا لازم کیا جاویگا و فی کتب الشافعیۃ مؤنۃ الحضانۃ فی مال المحضون لو لہ مال والا فعلی
من تلزمہ نفقتہ قال شیخنا وقواعدنا تقتضیہ فیفتی بہ ثم حرر ان الحضانۃ کالرضاع اور کتب شافعیہ مین ہی کہ خرچ پرورش کا صغیر کے مال سے ہوگا اگر
اوسکو مال وراثت سے ملا ہو اور اگر صغیر کا مال نہو تو حضانت کا صرفہ وسپر واجب ہی جسپر صغیر کا نفقہ لازم ہی شارح کہتا ہی ہمارے اوستاد خیرالدین رملی نے کہا کہ ہم
حنفیونکے قواعد بھی اسیکو مقتضی ہین تو اسی پر فتوی دینا چاہیے پھر خیرالدین رملی نے تحریر اور تنقیح کی ہی کہ حضانت مانند رضاعت کے ہی یعنی بنابر قول راجح کے جیسے
رضاعت بقدر ارث کے وارثون پر واجب ہی ویسی ہی حضانت بھی بقدر ارث واجب ہی خلاصہ یہ کہ اسمین تصریح روایت کی نہین ہی لیکن نظر فقہی اسکو مقتضی ہی کہ جب صغیر کا
باپ نہو اور مال بھی نہو تو حضانت کی اجرت وارثون پر واجب ہی بقدر ارث کے مانند رضاعت کے کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن فتاوی خیرالدین الرملی ثم ای بعد الام بان
ماتت اولم تقبل او اسقطت حقہا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اہلیۃ القربی پھر بعد ماں کے اسطرح کہ ماں مر گئی یا وہ فاجرہ غیر
امونہ ہی یا اوسنے حضانت قبول نکی یا اوسنے اپنے حق کو ساقط کر دیا یا اجنبی سے نکاح کر لیا تو نانی کو حق حضانت ثابت ہی اگرچہ بعید واسطہ نانی بعید ہو مثلا نانی کی ماں
یا نانی کی نانی لیکن نانی بعیدہ کو حضانت ثابت ہوگی نزدیک عدم اہلیت نانی قریبہ کے یعنی اگر نانی غیر کی مثلا منکوحہ ہو گی تو اسوقت تک حق پرورش صغیر کا نانی کو نہوگا
ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور پھر بعد نانی کے حق پرورش صغیر کی دادی کو ثابت ہی اگرچہ دادی بعید واسطہ بعید ہو لیکن شرط مذکور یعنی دادی بعیدہ کو درصورت
عدم اہلیت قریبہ کے حق پرورش ہوگا واما ام ابی الام فتوخر عن ام الاب بل عن الخالۃ ایضا بحر اور نانا کی ماں دادی سے موخر کیجاتی ہی بلکہ خالہ سے بھی کذا فی البحر الرائق ثم
الاخت لاب وام ثم لام لان ہذا الحق لقرابۃ الام پھر دادی کے بعد سگی بہن پھر مادری بہن مقدم ہی سوتیلی بہن پر اسواسطے کہ یہ حق پرورش صغیر کا مخصوص ماں کی
قرابت کیوجہ سے ثم الاخت لاب ثم بنت الاخت لابوین ثم لام ثم لاب پھر مادری بہن کے بعد سوتیلی بہن کو حق ہی پرورش کا پھر سگی بہن کی بیٹی کو پھر مادری بہن کی
بیٹی کو پھر سوتیلی بہن کی بیٹی کو اور سوتیلی بہن کی بیٹی خالہ پر مقدم نہین بنابر قول صحیح کے کذا فی فتاوی قاضیخان و بحر الرائق یہ روایت غیر صحیح ہی جو شارح نے بیان کرکے کہا
قولا ہندیہ مین صحیح و شارح خالہ کی تقدیم کو سوتیلی بہن کی بیٹی پر بیان کریگا ثم الخالات کذلک ای لابوین ثم لام ثم لاب ثم بنت الاخت لاب ثم بنات الاخ
پھر مادری بہن کی بیٹی کے بعد خالاؤنکو مراتب ہین اسطرح یعنی پہلی سگی خالہ پرورش کیواسطے مقدم ہی پھر مادری خالہ پھر سوتیلی بہن کی بیٹی پھر صغیر کے بھائی کی بیٹیان ثم العمات
کذلک پھر بھتیجیون کے بعد پھوپیان اسیطرح ہین یعنی پہلی سگی پھوپہی پھر مادری پھوپہی پھر سوتیلی پھوپہی ثم خالۃ الام کذلک پھر پھوپیونکے بعد ماں کی خالہ اسیطرح پھر
یعنی پہلی ماں کی سگی خالہ پھر مادری خالہ اوسکے بعد سوتیلی خالہ ثم خالۃ الاب کذلک پھر ماں کی خالہ کے بعد باپ کی خالہ اسیطرح ہی یعنی اول سگی خالہ باپ کی پھر مادری خالہ پھر
سوتیلی خالہ ثم عمات الامہات والاباء بہذا الترتیب پھر باپ کی خالہ کے بعد ماں کی پھوپیان پھر باپ کی پھوپیان اسی ترتیب سے جو گذشتہ ہی یعنی ماں کی سگی پھوپہی مقدم
ہی پھر مادری پھوپہی پھر سوتیلی پھوپہی پھر اسکے بعد باپ کی سگی پھوپہی پھر مادری پھوپہی پھر سوتیلی پھوپہی کذا فی النہر [illegible] فتح القدیر [illegible] ہی کیونکہ
پرورش کی اصل مستفاد ہی ماں کی جانب سے لہذا درباب حضانت قرابت ماں کی مقدم ہی باپ کی قرابت پر کذا فی الاختیار شرح مختار ابو داؤد مین عبداللہ بن عمرو
سے روایت ہی کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرا بیٹا ہی میرا پیٹ اسکا ظرف تھا اور میری چھاتی اسکے دودھ کی مشک تھی اور میری گود
اسکا گہوارا اور بچھونا تھا اور اسکے باپ نے مجھکو طلاق دی ہی اور چاہتا ہی کہ اس لڑکے کو مجھسے چھین لے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تو اسکی کشش مین
تو احق ہی جبتک کہ تو دوسرا نکاح کرے اور اختیار شرح مختار مین سعید بن مسیب سے مروی ہی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ ام عاصم کو طلاق دی اور
ولد کو لینا چاہا تو دونون مین جھگڑا ہوا مقدمہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس رجوع ہوا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اے عمر اسکی ماں لڑکے کیواسطے بہتر ہی تیرے شہد سے
پھر لڑکا عورت کو دیا پرورش کیواسطے اور اصل اس روایت کی امام مالک کی موطا اور بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہی کذا فی فتح القدیر اور سنن ابو داؤد

سے بسبب دور ہونے مانع کے یعنی حق حضانت بسبب نکاح اجنبی کے ساقط ہوا تھا پھر جب پوری جدائی ہوگئی تو حق حضانت بسبب زوال مانع عود کر آویگا تو بائن کی قید سے معلوم ہوا کہ طلاق رجعی سے عود حق نہوگا والقول لہا فی نفی الزوج اور قول عورت ہی کا معتبر ہوگا نفی زوج میں یعنی زوج نے مطلقہ سے کہا کہ تو نے دوسرا نکاح کر لیا ہے تیرا حق حضانت ساقط ہوگیا اور عورت اسکی منکر ہے اور زوج کے دعوے کے گواہ موجود نہیں تو اسوقت میں عورت ہی کا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ساقط نہوگا وکذا فی تطلیقہ ان ابہمتہ لا ان عینتہ اور اسیطرح قول عورتکا مقبول ہوگا زوج ثانی کے طلاق دینے میں اگر اوسنے زوج ثانی کو مبہم بیان کیا ہو تو قول عورتکا اگر اوسکو معین کر کے بیان کیا یعنی اگر عورت نے دعوے کیا کہ مین نے کسی شخص سے نکاح کیا تھا سو اوسنے مجھے طلاق دی تو اس صورت مین اوسکا قول مقبول ہوگا اور حق حضانت ثابت ہوگا اور اگر اوسنے کہا کہ مین نے زید سے نکاح کیا تھا سو اوسنے مجھکو طلاق دی تو اس صورت مین دعوی طلاق کا مسموع نہوگا بدون گواہوں یا اقرار زید کے اسواسطے کہ یہان صاحب حق ایک شخص معین ہے والحاضنۃ اُمًّا او غیرہا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی لانہ الغالب اور حاضنہ ماہو یا کوئی اور عورت مستحق پرورش کی احق ہے لڑکا رکھنے مین یہانتک کہ اوسکو حاجت نرہے عورتون کے پاس رہنے کی اور اس استغنا کی مدت سات برس کی مقرر ہوی ہے اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ تقدیر سات برس کی حصول استغنا مین غالب ہے ہم یہ تقدیر خصاف کی ہے اور قدوری نے کہا کہ جب لڑکا اپنے ہاتھ سے کہانے پینے لگے اور بول و براز سے آپ طہارت کر لے بدون اعانت کے تو مستغنی ہوا عورتون سے اور واقع مین دونو قولونمین کچھ تفاوت نہین اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ سات برس کا لڑکا خود کہانا پینا ہے اور استنجا کر لیتا ہے ولو اختلفا فی سنہ فان اکل وشرب ولبس واستنجی وحدہ دفع الیہ ولو جبرا والا لا اور اگر اختلاف کرین ماں باپ لڑکے کی عمر مین باپ کہتا ہو کہ سات برس کا ہے اور ماں کہتی ہو کہ چھ برس کا ہے تو قاضی کسی سے قسم نہ لے بلکہ لڑکے کا حال دریافت کرے سو اگر لڑکا خود کہاتا پیتا ہے کپڑے پہنتا اپنا استنجا کر لیتا ہو تو لڑکا باپکو دلایا جاوے اگرچہ باپ پر جبر ہو یعنی اگر باپ قبول کرے تو حاکم زبردستی سے دے اسواسطے کہ بعد مدت پرورش کے باپ پر تعلیم اور تادیب اور نماز سکہانا واجب ہے اور اگر لڑکا کہانے پینے اور لباس ور استنجا کرنے مین غیر کا محتاج ہو آپ نکر سکتا ہو تو باپ کو نہ دلایا جاویگا ماں یا خالہ کے پاس رہیگا والام والجدۃ لام اولاب احق بہا بالصغیرۃ حتی تحیض ای تبلغ فی ظاہر الروایۃ اور ماں اور نانی یا دادی صغیرہ کے رکھنے مین سزاوار تر ہین یہانتک کہ اوسکو حیض آنے لگے حیض سے مراد یہ ہے کہ بالغ ہوجاوے خواہ بلوغ حیض سے ہو خواہ احتلام سے خواہ عمر سے اور یہی ظاہر الروایت ہے اسواسطے کہ لڑکی بعد مدت حضانت کے عورتون کے آداب دریافت کرنیکی محتاج ہے جیسے سینا کاتنا کہانا پکانا اور ایسے امور کی تعلیم مین عورت زیادہ تر قادر ہے مرد اور جب صغیرہ بالغ ہوی تو عفت اور حفاظت کی محتاج ہے سو اسپر باپ زیادہ تر قوی اور قادر ہے بہ نسبت ماں یا نانی کے کذا فی البحر الرائق ولو اختلفا فی حیضہا فالقول للام بحر بحثا واقول ینبغی ان یحکم سنہا ویعمل بالغالب اور اگر اختلاف کرین ماں اور باپ صغیرہ کے حیض ہونے مین ماں کہتی ہو کہ ہنوز اوسکو حیض نہین آیا اور باپ کہتا ہو کہ ہوتا ہے تو ماں کا قول معتبر ہوگا کذا فی البحر الرائق بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے بحث یہ ہے کہ عورت منکر ہے اور قول منکر کا معتبر ہوتا ہے مگر شارح کہتا ہے مین کہتا ہون کہ اختلاف مذکور مین لائق ہے کہ صغیرہ کی عمر پر حکم کیا جاوے اور عمل کیا جاوے غالب حال پر یعنی اگر صغیرہ اتنی عمر کو پہنچی ہو کہ جسمین حیض آتا ہو تو باپکا قول معتبر ہوگا اور اگر ہنوز حیض کی عمر کو نہیں پہنچی تو ماں کا قول لائق اعتبار کے ہے یہ قول ہے صاحب نہر الفائق کا شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ اس مسئلہ مین بحث اور تجویز علمار کی کچھ حاجت نہین بلکہ روایت مصرح پر عمل کرنا مناسب ہے کہ جب اختلاف ہے ماں باپ مین تو صغیرہ اور صغیرہ سے دریافت کرنا چاہیے اگر وہ بلوغ کا اقرار کرین تو اونکی تصدیق کرنا چاہیے کہ وہ امین ہین اس امر مین ماں باپ کو اسکی کیا اطلاع ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وعند مالک حتی یحتلم الغلام وتتزوج الصغیرۃ ویدخل بہا الزوج عینی اور امام مالک کے نزدیک ماں اور نانی احق ہین انکے پاس رکھنے مین یہانتک کہ صغیر کو احتلام ہو اور صغیرہ کا نکاح ہو اور زوج اوسکی وطی کرنے لگے کذا فی العینی وغیرہما احق بہا حتی تشتہی وقدر بتسع وبہ یفتی وبنت احدی عشرۃ مشتہاۃ اتفاقا زیلعی اور ماں اور نانی یا دادی کے سوا اور حاضنہ جیسے خالہ یا عمہ احق ہے صغیرہ کی پرورش مین یہانتک کہ وہ مشتہاۃ یعنی لائق شہوت اور رغبت کے ہو اور نو برس کی عمر حد ٹھہرائی گئی ہے مشتہاۃ کی یہ تقدیر ہے

فقیہ ابو اللیث کی اور اسی پر فتوی ہے اور گیارہ برس کی لڑکی مشتہاۃ ہے باتفاق علما کذا فی الزیلعی ہم یا یا نانی کے پاس تو بلوغ تک رکھنے کا حکم ہوا اور ان کے سوا خالہ
یا عمہ کے پاس نو برس تک حکم ہوا نہ بلوغ تک اسواسطے کہ تعلیم آداب نساء کی جیسے سینے پکانیکے بدون خدمت لینے کی نہیں ہو سکتی اور ماں یا نانی یا دادی کے سوا خالہ یا عمہ
اونکی طرح خدمت نہیں لی سکتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذلک وبہ یفتی لکثرۃ الفساد زیلعی اور امام محمد سے ایک روایت خلاف
ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ ماں اور نانی میں بھی یہی حکم ہے یعنی ماں اور نانی کے پاس بھی صغیرہ نو برس سے زیادہ نہ رہے اور اسی روایت پر فتوی ہے بسبب کثرت فساد زمانہ کے کذا فی الزیلعی
اور نقایہ اور وقایہ اور خلاصہ اور غیاث المفتی اور بحر الرائق میں بھی اسی روایت پر فتوی ہے اور شرح نقایہ میں کہا کہ ایک روایت ابی یوسف سے بھی ثابت ہے موافق
محمد کے کذا فی حاشیۃ المدنی ہم صغیرہ کو بعد نو برس کے ماں کے پاس رکھنا ظاہر ادس صورت میں ہے جب کہ باپ نے اوسکو طلاق دی ہو اور وہ کہیں بیاہی رہتی ہو اور اگر
ماں مطلقہ نہو اور صغیرہ کے باپ کے پاس رہتی ہو تو اوس سے جدا کرنیکی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی واللہ اعلم وافاد انہ لاتسقط الحضانۃ بتزوجہا ما دامت
لاتصلح للرجال لان فی روایۃ عن الثانی اذا کان لایستانس بہا کما فی القنیۃ اور مصنف نے اس قول سے کہ حضانت صغیرہ کی تا حد مشتہاۃ ہے یہ
فائدہ معلوم ہوا کہ حق حضانت کا ساقط نہیں صغیرہ کے نکاح سے جبتک صغیرہ مرد کے پاس لائق رہنے کے نہو مگر ایک روایت میں ابو یوسف سے یوں ہے کہ جب صغیرہ لائق
موانست زوج کے ہو اور زوج اوسکے رکھنے سے راضی ہو تو حق حضانت ساقط ہے اگرچہ صغیرہ مشتہاۃ نہو کذا فی القنیۃ موانست سے یہ مراد ہے کہ زوج کا تنہائی میں
صغیرہ سے جی لگتا ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ یہ روایت ابی یوسف کی ضعیف ہے کہ مذہب معتمد کے مخالف ہے یعنی نو برس تک کسیطرح حق حضانت ساقط نہوگا
کذا فی حاشیۃ المدنی وفی الظہیریۃ امرأۃ قالت ہذا ابنک من بنتی وقد ماتت امہ فاعطنی نفقتہ فقال صدقت لکن امہ لم تمت وہی فی منزلی
واراد اخذ الصبی یمنع حتی یعلم القاضی انہ ویحضر فیاخذہ لانہ اقر بانہا جدتہ وحاضنتہ ثم ادعی احقیۃ غیرہا وذا محتمل فان احضر
الاب امرأۃ وقال ہذہ ابنتک وہذا ابنی منہا وقالت الجدۃ بل ہذہ ابنتی وقد ماتت ابنتی ام ہذا فالقول للرجل والمرأۃ التی معہ
ویدفع الصبی الیہما لان الفراش لہما فیکون الولد لہما اور ظہیریہ میں ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ یہ تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے اور میری بیٹی
مر گئی ہے تو مجھکو اس لڑکے کا خرچ دے اسواسطے کہ بعد ماں کے نانی پرورش کی مالک ہے سو مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہ میرا بیٹا ہے لیکن ماں اسکی نہیں مر گئی اور وہ میرے گھر
میں ہے اور ارادہ کیا اوس لڑکا لینے کا تو منع کیا جاویگا یہانتک کہ قاضی اوسکی ماں کو جانے اور لڑکی کی ماں قاضی کے پاس حاضر ہو پھر لڑکے کو لیجاوے اسواسطے مرد کو لڑکا
نہ دیا جاویگا کہ مرد نے اوسکے نانی اور حاضنہ ہونیکا اقرار کیا پھر دعوی کیا حقیت غیر کا یعنی نانی اور ماں دونوں حق پرورش ثابت ہے لیکن ہوتے ماں کے نانی سے ماں احق
ہے پرورش میں اور یہ دعوی احق ہونیکا محتمل ہے صدق اور کذب کا سو اگر باپ نے حاضر کیا ایک عورتکو اور پہلی عورت یعنی نانی سے کہا کہ یہ تیری بیٹی ہے اور میرا
بیٹا ہے اسکے پیٹ سے اور نانی نے کہا یہ میری بیٹی نہیں اور میری بیٹی اس لڑکے کی ماں تو مر گئی ہے تو اس صورت میں قول مرد کا اور اوس عورت کا جو اوسکے ساتھ ہے معتبر ہوگا
اور لڑکا انہیں دونو کو دلایا جاویگا اس واسطے کہ فراش دونوکا ثابت ہے تو ظاہر ایہ لڑکا انہیں دونو کا ہے کیونکہ وہ زوجین ہیں ولو ادعی الزوج انہ ابنہ لامنہا
بل من غیرہا وعکست فقالت ہو ابنی لامنہ یحکم بکونہ ابنا لہما اما قلنا بیٹا کے زوج اور زوجہ کے پاس ایک لڑکا ہے پھر دعوی کیا زوج نے کہ یہ لڑکا
میرا بیٹا ہے نہ اس وجہ سے کہا اور عورت سے اور اسکے بالعکس دعوی کیا عورت نے سو اوسنے یوں کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرد سے نہ اس سے اور دونوں میں کوئی گواہ کچھ
پاس نہیں تو حکم کیا جاویگا کہ یہ لڑکا دونوکا بیٹا ہے اوسی دلیل سے جو ہمنے بیان کی یعنی بسبب ثبوت فراش یعنی حالت زوجین کے ظاہر حال یوں ہے کہ
دونوکا بیٹا ہے وکذا لو قالت الجدۃ ہذا ابنک من بنتی المیتۃ فقال بل من غیرہا فالقول لہ ویاخذ الصبی منہا ولذا لو احضر امرأۃ وقال
ابنی من ہذہ لامن بنتک وکذبتہ الجدۃ وصدقتہ المرأۃ فالاب اولی بہ لانہ لما قال ہذا ابنی من ہذہ المرأۃ فقد انکر کونہا جدتہ
فیکون منکرا للوجوب حضانتہا وہی ادعت لہ بالحق انتہی ملخصا اور اسیطرح اگر کہا نانی نے ایک مرد سے کہ یہ لڑکا تیرا بیٹا ہے میری بیٹی سے جو

مرگئی سو مرد نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری بیٹی سے نہیں بلکہ اور عورت سے ہے تو قول مرد ہی کا معتبر ہوگا اور لیگا صغیر کو اوس عورت سے اور اسیطرح اگر مرد نے حاضر کیا ایک عورتکو اور کہا کہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری بیٹی سے اور تکذیب کی نانی نے مرد کی اور اوس عورت نے مرد کی تصدیق کی تو باپ ہی سے اوتار ہے صغیر کا اسواسطے کہ جب مرد نے کہا کہ یہ لڑکا میرا بیٹا ہے اس عورت سے نہ تیری بیٹی سے تو اوسنے نانی ہونیکا انکار کیا تو اوسکے حق حضانت کا بھی منکر ہوا اور وہ عورت جو اوسکو نانی بتاتی ہے مرد کے حق کا اقرار کر چکی اوسکا بیٹا کہہ کے آخر ہو گیا یہانتک قول ظہیریہ کا خلاصہ ہو کر لاخیار للولد عندنا مطلقاً ذکرا او انثی خلافاً للشافعی قلت وهذا قبل البلوغ اما بعده فیخیر بین ابویه وان اراد الانفراد له ذلك مؤید زاده معزیا للمنیة اور نہیں ہے اختیار صغیر کو ہمارے نزدیک مطلقاً لڑکا ہو یا لڑکی بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک بعد ایام حضانت کے صغیر کو اختیار ہے چاہے ماں کے پاس رہے چاہے باپ کے پاس رہے شارح کہتا ہے کہ یہ عدم اختیار صغیر کا ہمارے نزدیک قبل بلوغ کے ہے اور بعد بالغ ہونیکے تو اوسکو اختیار ہے ماں باپ کے پاس رہنے میں اور اگر بعد بلوغ کے تنہا رہنے کا ارادہ کرے تو بھی اوسکو جائز ہے چنانچہ اسکو مؤید زادہ نے ذکر کیا ہے منیہ کیطرف منسوب کر کے تنہا رہنا مشروط ہے اوسکے رشید ہونے پر اور اگر اوسکی تنہائی میں خوف ہے فساد کا تو باپ ہی کے پاس رہے کذا فی الولوالجیہ اور امام شافعی کی دلیل ترمذی کی حدیث ہے کہ ایک عورت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرا زوج میری بیٹی کو لیجاتا ہے اور حالانکہ بیٹا کنوئین سے پانی بھر لاتا ہے میرے واسطے اور میری خدمت کرتا ہے تو حضرت نے لڑکے سے فرمایا کہ یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں ہے تو ہاتھ پکڑ لے جسکا تو چاہے تو اوسنے ماں کا ہاتھ پکڑ لیا سو وہی اوسکو لیگئی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکا مختار ہے حنفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ قرینہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بالغ ہو گیا تھا اسواسطے کہ کنوئین سے پانی بھر لانا دلیل ہے بلوغ کی اور نابالغ کو ہمارے نزدیک اسواسطے اختیار نہیں ہے کہ لڑکا نافہم ہے وہ رہنا اختیار کریگا جہاں کھیلنے اور پھرنے سے کوئی مانع نہوگا اور البتہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ صحابہ کرام لڑکون کو اختیار نہیں دیتے تھے کذا فی الهدایه وحاشیة المدنی وافاده بقوله بلغت الجاریة مبلغ النساء ان بکراً ضمها الاب الی نفسه الا اذا دخلت فی السن واجتمع لها رای فتسكن حيث احبت حيث لا خوف عليها ورحكم بلوغ کو مصنف نے اپنے اس قول میں بیان کیا ہے یعنی لڑکی عورتونکی حد یعنی بالغ ہوئی تو اگر وہ کنواری ہے تو اوسکو باپ اپنے پاس رکھے اسواسطے کہ اوسکو فاسق مرد کے مکر و فریب کی خبر نہیں مگر جبکہ کنواری کی زیادہ عمر ہو جاوے اور عقل کامل ہو چکی تو رہے جہان اوسکا جی چاہے اسواسطے کہ اسپر اب خوف باقی نہیں رہا ہے دخول فی السن سے مراد یہ ہے کہ مُسِنّہ اور بڈھی ہو جاوے کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن ابو حیز وکفایة المتحفظ وان ثیبا لا یضمها الا اذا لم تکن مامونة علی نفسها فللاب والجد ولایة الضم لا لغیرهما کما فی الابتداء بحر عن الظهیریة اور اگر لڑکی ثیبہ ہو یعنی ایکبار اوسکا نکاح ہو چکا ہو تو باپکو ولایت اوسکو پاس رکھنے کی نہین مگر جبکہ ثیبہ کی ذات پر اطمینان نہو یعنی خوف ہو فساد کا تو باپ اور دادا کو اپنے پاس رکھنے کی ولایت و قدرت ہے نہ اور اولیا کو جیسا کہ باپ دادا کو ابتدا مین پاس رکھنے کی ولایت تھی ویسے ہی خوف فساد مین بھی ولایت ہے کذا فی البحر الرائق ناقلا عن الظهیریة والغلام اذا عقل واستغنی برایه لیس للاب ضمه الی نفسه الا اذا لم یکن مامونا علی نفسه فله ضمه لدفع فتنة او عار وتادیبه اذا وقع منه شیء ولا نفقة علیه الا ان یتبرع بحر اور لڑکا جب عاقل ہوا اور ایسا ہوشیار ہو جاوے کہ دوسرے کا محتاج نرہے سکھانیکا تو باپکو اوسپر ولایت نہین اپنے پاس رکھنے کی مگر جبکہ اوسپر اطمینان اور اعتماد نہو یعنی امرد خوبصورت ہو یا فاسق ہو تو اسوقت مین باپکو اختیار ہے اوسکو اپنے پاس رکھنے کا واسطے دفع فتنہ اور دفع عار و ننگ کے اور باپکو ولد بالغ کی تادیب کا اختیار ہے اگر اوس سے کوئی فعل بد واقع ہوا اور باپ پر اوسکا نفقہ واجب نہین اگر بالغ کسب سے عاجز نہو مگر بطریق احسان کے کذا فی حاشیہ بحر الرائق وحاشیة المدنی والجد بمنزلة الاب فیه فیما ذکر اور دادا باپ کی برابر ہے اسمین جو مذکور ہو چکا وان لم یکن لها اب ولا جد ولکن لها اخ او عم فله ضمها ان لم یکن مفسدا وان کان مفسدا لا یمکن من ذلك وکذا الحکم فی کل عصبة ذی رحم محرم منها اور اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور اوسکا بھائی یا چچا ہو تو اوسکو اختیار ہے بالغہ کو پاس رکھنے کا بشرطیکہ بھائی یا چچا مفسد نہو مراد مفسد سے فاسق ہے نہ مفسد مال

بالغہ اسواسطے کہ جب فساد ومال کا خوف ہو تو کسی امین کے پاس امانت رکھنا کفایت کرتا ہے اور اگر بھائی یا چچا فاسق ہو تو اوسکو بالغہ کے پاس کا اختیار نہوگا اور یہی
حکم ہے ہر عصبہ مین جو بالغہ کا قرابت دار محرم ہے یعنی صالح کو پاس رکھنے کا اختیار ہے اور فاسق کو نہین کذا فی حاشیۃ المدنی فان لم یکن لھا اب ولا جد و
لا غیرہما من العصبات او کان لھا عصبۃ مفسد فالنظر فیہا الی الحاکم فان کانت مامونۃ خلاھا تنفرد بالسکنی والا وضعھا عند امراۃ امینۃ قادرۃ
علی الحفظ بلا فرق فی ذلک بین بکر وثیب لانہ جعل ناظرا للمسلمین ذکرہ العینی وغیرہ پھر اگر بالغہ کا باپ اور دادا نہو اور نہ اونکے سوا کوئی اور عصبہ ہو
یا عصبہ فاسق ہو تو اسمین حاکم کو فکر کرنا چاہیے سو اگر بالغہ پر خوف فساد کا نہو تو حاکم اوسکو چھوڑ دے جہان چاہے تنہا رہے اور اگر خوف فساد ہو تو حاکم اوسکو
کسی امانتدار عورت کے پاس رکھے جو قادر ہو اوسکی حفاظت پر کچھ فرق نہین آئین باکرہ اور ثیبہ مین حاکم کو اسواسطے اختیار ہوا کہ وہ اسیواسطے مقرر ہوا ہے کہ مسلمانونکو
دیکھتا رہے تاکہ فساد سے بچا رہے ذکرہ العینی فی شرح الکنز وغیرہ کالزیلعی واذا بلغ الذکور حد الکسب یدفعھم الاب الی عمل لیکتسبوا او یوجرھم وینفق
علیھم من اجرتھم بخلاف الاناث ولو الاب مبذرا یدفع کسب الابن الی امین کما فی سائر الاملاک مؤید زادہ معزیا للخلاصۃ اور جب کہ
بچے لڑکے کسب کی حد کو یعنی کسب وکار کے لائق ہون قبل بلوغ کے کذا فی الطحطاوی تو باپ انکو کام کیواسطے سپرد کرے تاکہ وہ کسب سے مال پیدا کرین یا اونسے نوکری اور
مزدوری کراوے اور انکی اجرت سے اونپر خرچ کرے بخلاف لڑکیون کے کہ اونکا خرچ باپ پر واجب ہے نکاح کردینے تک اگرچہ وہ قادر ہون نوکری اور مزدوری پر اور اگر باپ
فضول خرچ ہو کہ جو لڑکے پیدا کرتے ہون اوسکو بیہودہ خرچ کر ڈالتا ہو تو کسب لڑکے کا امین کے پاس سپرد کیا جاوے چنانچہ باقی املاک صغیر کے امین کے پاس رہتی ہین کہ اگر
باپ فضول خرچ ہوگا چنانچہ اسکی تصریح کی ہے مؤید زادہ نے خلاصہ کیطرف منسوب کرکے لیس المطلقۃ بائنا بعد عدتھا الخروج بالولد من بلدۃ الی اخری بینھما
تفاوت فلو لم یکن بینھما تفاوت بحیث ان تمکنہ ان یبصر ولدہ ثم یرجع فی نھارہ لم تمنع مطلقا لانہ کالانتقال من محلۃ الی اخری شمنی
جائز نہین مطلقہ بائنہ کو بعد عدت کے لیجانا لڑکے کا ایک شہر سے دوسرے شہر کو جنکے درمیان مین زیادہ تفاوت ہو پھر اگر دونون شہرونمین زیادہ تفاوت نہو اسطرح پر کہ ممکن
ہو باپکو اپنے لڑکے کا دیکھنا پھر اوسیدن اپنے شہر مین پھر آنا تو لیجانے سے عورتکو روکا نہ جاویگا مطلقا خواہ دوسرا شہر عورتکا وطن ہو یا نہو اسواسطے کہ جب دونون شہرونمین اتنی
مسافت قریب ہے کہ ایک دن مین جانا اور آنا متصور ہے تو اوس شہر مین جانا ایسا ہے جیسے شہر کے ایک محلہ سے دوسرے محلہ کیطرف نقل مکان کیا کذا فی الشمنی الا اذا
انتقلت من القریۃ الی المصر وفی عکسہ لا لضرر الولد بتخلقہ باخلاق اھل السواد الا اذا کان ما انتقلت الیہ وطنھا وقد نکحھا ثمہ ای
عقد علیھا فی وطنھا ولو قریۃ فی الاصح الا دار الحرب الا ان یکونا مستامنین درصورت تفاوت دو شہرونکے مطلقہ کو لیجانا ولد کا جائز نہین مگر اوس
صورتمین جائز ہے کہ مطلقہ گانون سے شہر کیطرف جاوے اسواسطے کہ شہر مین صغیر کو شعور اور سلیقہ حاصل ہوگا اور بالعکس اسکے یعنی شہر سے گانو مین لیجانا درست
نہین بسبب ضرر صغیر کے اسواسطے کہ گنوارون کی صحبت سے صغیر کی خو بری ہو جاویگی مگر اوس صورتمین شہر سے دوسری بستی مین بھی لیجانا درست ہے جبکہ وہ بستی
جسمین مطلقہ گئی ہو وطن ہے اسکا اور حالانکہ وہین زوج نے اوسکا عقد نکاح کیا تھا اگرچہ وہ بستی گانون ہو بنا بر قول اصح کے مگر یہ کہ وطن مطلقہ کا دار الحرب ہے
تو وہان صغیر کا لیجانا درست نہین مگر یہ کہ زوج اور زوجہ دونونکا مستامن ہون تو مطلقہ کو صغیر کا لیجانا دار الحرب مین بھی جائز ہے وھذا الحکم فی الام المطلقۃ
فقط اما غیرھا کجدۃ وام ولد اذا اعتقت فلا تقدر علی نقلہ لعدم العقد بینھما الا باذنہ کما یمنع الاب من اخراجہ من بلد امہ بلا رضاھا
ما بقیت حضانتھا اور یہ حکم یعنی صغیر کا دوسری بستی مین لیجانا فقط مطلقہ ماکے حق مین ہے اور ماکے سوا جیسے نانی اور دادی اور ام ولد جو آزاد ہوئی ہو
سو قادر نہین صغیر کے لیجانے پر اسواسطے کہ دونومین عقد نکاح نہین مگر باپ کی اجازت سے لیجانا درست ہے چنانچہ باپ بھی منع کیا جاویگا اخراج صغیر سے
ماکے شہر سے بدون ماکی رضامندی کے جبتک صغیر ماکی پرورش مین ہے فلو اخذ المطلق ولدہ منھا لتزوجھا جاز لہ ان یسافر بہ الی ان یعود
حق امہ کما فی السراجیۃ وقیدہ المصنف فی شرحہ بما اذا لم یکن لہ من ینتقل الحق الیہ بعدھا وھو ظاہر سو اگر طلاق دینے والے زوج نے

النفقۃ تجب علی الغیر باسباب ثلثۃ زوجیۃ و قرابۃ و ملک بدأ بالاول لمناسبۃ ما مر اولا نھا اصل الولد اور نفقہ غیر کا واجب ہوتا ہی غیر شخص پر
تین سبب سے ایک زوجہ ہونیسے اور دوسرا قرابت سے اور تیسرا مالک ہونیسے جیسے لونڈی غلام کا نفقہ یا ابو یوسف کے نزدیک بہائم مملوکہ کا نفقہ مصنف نے پہلے زوجہ کا
نفقہ بیان کیا بواسطہ مناسبت ما قبل کے یعنی کتاب النکاح سے یہاں تک فقط زوجہ کے احکام بالاصالت مذکور ہوتے چلے آتے ہیں لہذا باب النفقہ میں بھی پہلے اوسیکا
ذکر کرنا مناسب ہوا یا اسواسطے نفقہ زوجہ کی تقدیم کی کہ زوجہ اصل ہی ولد کی اور ولد شاخ ہی زوجہ کی تو نفقہ ولد سے نفقہ زوجہ کا مقدم ٹھہرا فتجب للزوجۃ بنکاح
صحیح فلو بان فسادہ او بطلانہ رجع بما اخذ تہ من النفقۃ بحر تو واجب ہے نفقہ زوجہ کا صحیح نکاح سے سو اگر فساد نکاح کا ظاہر ہوا اسطرح
پر کہ وہ معتدہ نکلی غیر کی یا بطلان نکاح ظاہر ہوا اسطرح پر کہ منکوحہ رضاعی بہن نکلی تو پھیر لے مرد اوس نفقہ کو جو عورت نے لیا ہی کذا فی البحر الرائق اسواسطے
کہ وہ شرعا زوجہ نہیں تو اسکا نفقہ بھی واجب نہیں لیکن نکاح فاسد میں عدت واجب ہی اور نکاح باطل میں عدت نہیں اسواسطے کہ وہ زنا ہی اور زانیہ پر عدت نہیں طحطاوی
نے کہا کہ بحر الرائق میں نفقہ پھیر لینا مذکور نہیں مگر نکاح باطل میں اور شبلی نے البتہ نکاح فاسد میں نفقہ پھیر لینا مذکور کیا ہی بشرطیکہ بحکم قاضی نفقہ مقرر ہوا ہوا اور
اگر بحکم قاضی زوج نے آپ نفقہ دیا ہو تو رجوع نہیں اور یہی عالمگیریہ میں بھی مذکور ہی کذا فی حاشیۃ المدنی علی زوجھا لانھا جزاء الاحتباس نفقہ زوجہ کا
واجب ہی زوج پر اسواسطے کہ نفقہ بدلا ہی احتباس کا یعنی زوجہ زوج کے گھر میں مقید ہوئی تلاش معاش کو نہیں جا سکتی لہذا زوج پر اوسکی خبر گیری ضروریات کی
واجب ہی یہ دلیل عقلی ہی وجوب نفقہ کی اور دلیل نقلی وہ ہی جو قرآن اور حدیث و اجماع سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی وکل محبوس لمنفعۃ غیرہ تلزمہ نفقتہ
کمفت و قاض و عامل و وصی زیلعی و مقاتلۃ قاموا بدفع العدو و مضارب سافر بمال مضاربۃ اور جو شخص کہ محبوس ہی غیر کی منفعت کیواسطے تو
غیر پر اوس محبوس کا نفقہ لازم ہوگا جیسے کہ مفتی اور قاضی اور زکوۃ کی تحصیل کا عامل تو نفقہ اونکا بقدر کفایت انکی اور اونکی اہل و عیال کی مسلمین کے بیت المال سے
واجب ہی اسواسطے کہ مفتی اور قاضی اور عامل صدقات مسلمین کی کارسازی میں مصروف اور محبوس ہیں اپنی تلاش معاش نہیں کر سکتے اور اسیطرح نفقہ وصی کا
میت کے مال میں واجب ہی اوس وقت تک کہ صغیر کی مہمات میں مصروف رہی کذا فی الزیلعی اور اسیطرح رزق مجاہدین کا بیت المال میں واجب ہی کہ دفع اعداء دین پر وہ قائم
اور مستعد ہیں اور جس مضارب نے کہ مضاربت کیواسطے سفر کیا تو مال مضاربت میں اوسکی روزی واجب ہی ولا یرد الرھن لحبسہ لمنفعتھما او راعتراض نہ وارد ہوگا
مرہون کا بسبب محبوس ہونے مرہون کے راہن اور مرتہن دونوں کی منفعت کیواسطے یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب یہ قاعدہ ہوا کہ جو کوئی غیر کی منفعت کیواسطے محبوس
ہو تو غیر پر اوسکی روزی واجب ہی تو لازم یہ ہی کہ اگر غلام یا گھوڑا مرہون ہو تو مرتہن پر اسکی روزی واجب ہو حالانکہ راہن پر واجب ہی نہ مرتہن پر شارح نے اسکا جواب
دیا کہ مرہون کی منفعت فقط مرتہن ہی کو نہیں جو اعتراض لگے بلکہ راہن اور مرتہن دونوں کو فائدہ ہی راہن کو یہ فائدہ ہی کہ بسبب رہن کے قرض ملا اور مرتہن کو بسبب
رہن کے اپنے مال ملنے پر تسکین کا فائدہ حاصل ہی تو جب دونوں کی منفعت ہوئی تو ساقط الاعتبار ہوئی لہذا مالک پر بجہت ملکیت کے نفقہ اوسکا واجب ہوگا نہ مرتہن پر
ولو صغیرۃ جدا فی مالہ لا علی ابیہ الا اذا کان ضمنھا کما مر فی المھر اگرچہ زوج نہایت صغیر ہو نفقہ زوجہ کا واجب ہوگا اوسکے مال میں صغیر کے باپ پر
مگر اوس صورت میں باپ پر واجب ہوگا جب کہ وہ ضامن ہو النفقہ کا چنانچہ باب المہر میں اسکا ذکر ہو چکا لا تقدر علی الوطی لان المانع من قبلہ اگرچہ صغیر وطی پر
قادر نہیں نفقہ زوجہ کا واجب ہی اسواسطے کہ مانع وطی کا زوج کیطرف سے ہی نہ زوجہ کیطرف سے ہاں اگر زوجہ بھی صغیرہ لائق وطی کے نہوگی تو نفقہ واجب نہ ہوگا چنانچہ
شارح قول آئندہ میں مذکور کریگا او فقیرا اگرچہ زوج فقیر محتاج ہو تو بھی نفقہ واجب ہوگا ولو کانت مسلمۃ او کافرۃ او کبیرۃ او صغیرۃ تطیق الوطی او تشتہی
للوطی فیما دون الفرج حتی لو لم تکن کذلک وکان المانع منھا فلا نفقۃ لھا کما سیجی نفقہ زوجہ کا زوج پر واجب ہی برابر ہی کہ زوجہ مسلمہ ہو یا کافرہ
کتابیہ خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ جو وطی کے لائق ہو یا ایسی صغیرہ کہ جماع کے سوا تقبیل اور مساس کے لائق ہو یہانتک کہ اگر تقبیل اور مساس کے بھی لائق
نہو گی تو مانع استمتاع کا زوجہ کی طرف سے ثابت ہوگا تو اس صورت میں نفقہ اوسکا زوج پر نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے جیسا کہ اسطرح بھی نفقہ واجب

نہیں جب کہ زوج اور زوجہ دونوں نہایت صغیر ہوں ہرچند صغیر ہیں دونوں طرف سے مانع موجود ہے لیکن مانع صغیر کا لمعدوم ہے اور مانع صغیرہ کا قائم ہے
تو باوجود قیام مانع کے جانب صغیرہ سے مستحق نفقہ کی نہوگی کذا فی منح الغفار ناقلا عن النہایۃ ھم مصنف کو مناسب تھا کہ بجای ولو کانت مسلۃ کے سوا رکانت کہتا کما
لایخفی علی الماہرین امدا استرحم نے ترجمہ لو کا کیا فقیرۃ او غنیۃ موطوءۃ اولا کان ان لو زوج صغیرا او کانت رتقاء او قرناء خواہ زوجہ محتاج ہو یا مالدار
مدخولہ ہو یا نہو اسیطرح ہر کہ زوج صغیر ہو یا زوجہ کی شرمگاہ بند ہو گوشت زائد یا ہڈی سے ھم اگر کوئی کہے کہ جب وجہ بسبب زیادتی ہڈی یا گوشت زائد کے لائق جماع
کی نہوی تو مانع عورت ہی کیطرف سے ہوا تو قیاس چاہتا ہی کہ اوسکا نفقہ زوج پر نہ واجب ہو اوسکا جواب یہ ہے کہ مانع زوجہ کیطرف سے ثابت نہیں کہ زوج ایسی صورتین
تقبیل اور مساس وغیرہ سے منتفع ہوسکتا ہی اور نفقہ واجب ہوتا ہی احتباس یا منفعت سے مطلقا نہ بالخصوص احتباس یا وطی سے او معتوھۃ او کبیرۃ لا توطأ ولا
صغیرۃ تصلح للخدمۃ او للاستیناس ان امسکہا فی بیتہ عند الثانی واختارہ فی التحفۃ خواہ زوجہ بیہوش ہو یا ایسی کبیرہ کہ وطی کے لائق نہو اور
اسیطرح اوس زوجہ صغیرہ کا نفقہ واجب ہے جو لائق خدمت گذاری اور موانست کی ہی اگر زوج اوسکو اپنے گھر مین رکھے نزدیک ابو یوسف کی اور اسی قول کو پسند کیا ہے
صاحب تحفہ اور ایضاح نے کذا فی البحر الرائق ولو منعت نفسہا للمہر دخل بہا اولا ولو کلہ موجلا عند الثانی وعلیہ الفتوی کما فی البحر والنہر
وارتضاہ محشی الاشباہ لانہ منع بحق فیبقی النفقۃ نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ اوسنے اپنی ذاتکو روکا ہو یعنی وطی پر قادر نہو نے دیتی ہو واسطے مہر معجل لینے کی باتفاق
ائمہ ثلثہ خواہ مدخولہ ہو چکی ہو یا نہیں اگرچہ تمام مہر موجل ہو تو بھی منع نفس سے نفقہ ساقط نہیں ہوتا نزدیک ابی یوسف کے اسواسطے کہ جب زوج نے مہر کو موجل کر دیا تھا تو گویا
مہر کی زوجہ کو بالفعل نہ ملنا اپنا حق استمتاع کی سقوط سے راضی ہوا اور اسی قول ابو یوسف پر فتوی ہے چنانچہ بحر الرائق اور نہر الفائق مین ہے اور اشباہ کی محشی نے بھی اسکو
پسند کیا ہے اسلیے کہ مہر لینے کیواسطے روکنا زوجہ کا حق واجب ہے تو باوجود اسکی بھی نفقہ کی مستحق ہوگی بقدر حالہما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی
دین الی المیسرۃ ولو موسرا وھی فقیرۃ لا یلزمہ ان یطعمہا مما یاکل بل یندب نفقہ واجب ہے موافق حال زوجین کے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الہدایہ تو اگر
زوج اور زوجہ دونو مقدور والی ہین تو نفقہ فراخی کے ساتھ واجب ہے اور اگر دونو مفلس ہین تو تنگی نفقہ کی لازم ہے اور اگر زوج کم مقدر ہے اور زوجہ مقدور والی ہے تو
زوج مخاطب ہے بقدر مقدور کے دینے کا اور باقی نفقہ زوج پر دین ہوگا بوقت قدرت اوسکو ادا کرے اور اگر زوج مقدور والا ہے اور زوجہ محتاج ہے تو لازم نہین زوج
پر کہ کھلادے اوسکو جیسا آپ کھاتا ہے بلکہ اپنا سا کھانا کھلانا مستحب ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب زوج اور زوجہ کا حال یکسان نہو ایک صاحب مقدور ہو اور دوسرا
مفلس تو درمیان متوسط نفقہ واجب ہے یعنی مالداروں سے کم اور محتاجوں سے زیادہ کذا فی الدرر اور یہ قول مفتی بہ یعنی وجوب نفقہ برعایت حال زوجین خصاف کا قول
ہے اور کرخی نے کہا کہ وجوب نفقہ مین زوج کا حال معتبر ہے نہ زوجہ کا اور یہی ظاہر الروایت ہے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ظاہر الروایت کی دلیل نص قرآنی ہے کہ
مقدور والا اپنی مقدور کے موافق خرچ کرے اور جسپر رزق تنگ ہو وہ اوسکے موافق دے ہدایہ مین قول مفتی بہ کیواسطے اوس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیح بخاری مین
عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ ہندہ بنت عتبہ نے کہا یا رسول اللہ ابو سفیان بخیل ہے مجکو اوسقدر نہین دیتا جو مجھکو اور میرے ولد کو کفایت کرے لیکن اگر اوسکی ناآگہی
مین لیلیوں تو مجھکو کفایت کرسکتا ہے حضرت نے فرمایا کہ لیلیا کر جو تجھکو اور تیرے ولد کو کفایت کرے موافق دستور کے یعنی متوسط نہ زیادہ نہ کم تو اس حدیث مین حضرت
نے عورت کی حال کو بھی معتبر رکھا اور رعایت حال زوجین بعض قرآنی کے بھی موافق ہے کہ زوج محتاج بقدر اپنی طاقت کے دے اور باقی نفقہ جو زیادہ ہے اوسکی مقدور کے
ہوا سپر دین رہیگا جب مقدور ہوگا تب ادا کریگا ولو ھی فی بیت ابیہا اذا لم یطالبہا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگرچہ زوجہ اپنے باپ کے گھر مین
ہو بشرطیکہ زوج نے مطالبہ نقل مکان کا نکیا ہو اور سسرال مین استمتاع پر قادر ہوتا ہو اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق اور اگر زوج بلاتا ہو زوجہ کو اپنے گھر
مین اور وہ نہ آتی ہو یا سسرال مین دونو مین خلوت نہوتی ہو تو نفقہ واجب نہوگا بسبب عدم تسلیم کے وکذا اذا طلبہا ولم تمتنع او امتنعت للمہر او مرضت
فی بیت الزوج فان لہا النفقۃ استحسانا لقیام الاحتباس وکذا لو مرضت ثم الیہ نقلت او فی منزلہا بقیت ولنفسہا ما منعت وعلیہ

وعلیه الفتوی کما حررناه فی النهر اور اسیطرح نفقہ واجب ہے جبکہ زوج نے زوجہ کو بلایا ہو اور اوس نے اسیسے انکار نکیا ہو یا انکار کیا ہو وے مہر معجل لینے کیواسطے یا بیمار ہو کے گئی
ہو زوج کے گھر مین اگرچہ بسبب بیماری کے لائق وطی کے نرہی ہو تو بھی وہ مستحق ہے نفقہ کی بدلیل استحسان کے بسبب قائم ہونے احتباس کے اور حاصل ہونے استیناس اور
دواعی جماع اور حفظ بیت کے اور اسیطرح واجب ہے نفقہ اگر بیمار ہوئی اپنے گھر مین پھر زوج کے گھر مین آئی یا اپنے گھر مین بیمار رہی اور زوج کو اپنے پاس آنے سے مانع
ہوئی اور اسی روایت پر فتوی ہے چنانچہ فتح القدیر مین اسکو تحریر کیا ہے وفی الخانیة مرضت عند الزوج فانتقلت الی دار ابیها ان لم یمکن نقلها بمحفة ونحوها
فلها النفقة والا لا کما لو امتنعت من المجیء ابتداء اور خانیہ مین ہے کہ بیمار ہوئی زوجہ زوج کے پاس پھر آئی اپنے باپ کے گھر مین پھر زوج نے اپنے گھر بلایا تو اگر ایسی
بیمار ہو کہ ممکن نہو اوسکا لانا ڈولی وغیرہ کی سواری مین تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر ڈولی مین آسکتی ہو اور نہ آوے تو اوسکا نفقہ لازم نہین چنانچہ زوج پر زوجہ
مریضہ کی دوا علاج کرنا واجب نہین اور نہ اجرت طبیب اور فصد کی واجب ہے کذا فی العالمگیریة لا نفقة لاحدی عشرة مرتدة ومقبلة ابنه ومعتدة
موت ومنکوحة فاسد وعدته وامة لم تبوأ وصغیرة لم توطأ والخارجة من بیته بغیر حق وهی الناشزة حتی تعود ولو بعد سفره خلافا
للشافعی زوج پر نفقہ واجب نہین گیارہ عورتونکا زوجہ مرتدہ کا اور اوس عورت کا جسنے زوج کے ولد کا بوسہ لیا ہو اور یہی حکم ہے جمیع اصول اور فروع زوج کی
تقبیل کا اور منکوحہ بنکاح فاسد کا اور منکوحہ عدت فاسد کا اور اوس لونڈی منکوحہ کا جسکے مولی نے اوسکو واسطے علحدہ مکان رہنے کو نہین دیا اور زوجہ صغیرہ کا
جو لائق وطی اور خدمت اور موانست کی نہین اور نفقہ واجب نہین اوس زوجہ کا جو نکل گئی زوج کے گھر سے ناحق بلا عذر شرعی اور ایسی عورتکو شرع مین ناشزہ کہتے ہین تا وقتیکہ
کہ زوج کے گھر مین پھر آوے تو ناشزہ نرہیگی اگرچہ بعد مسافرت کر جانے زوج کے گھر مین آئی ہو بخلاف مذہب شافعی کے کہ اونکے نزدیک اگر زوج کے روبرو گھر سے نکل گئی اور زوج نے سفر کیا
پھر بعد اسکے زوجہ اپنے زوج کے گھر مین آئی تو نفقہ اوسکا واجب نہوگا تا وقتیکہ زوج گھر مین نہ آوے کذا فی حاشیة المدنی عن حاشیة البحر للرملی نشوز لغت مین عبارت ہے ناموافقت اور
نافرمانی زوجہ سے اور اصطلاح فقہ مین عبارت ہے خروج ناحق اور منع نفس سے اور یہ تفسیر خصاف سے منقول ہے کذا فی البحر والقول لها فی عدم النشوز بیمینها
وتسقط به المفروضة لا المستدانة فی الاصح کالموت اور قول زوجہ کا معتبر ہے عدم خروج مین ساتھ قسم کے یعنی اگر زوج نے دعوی کیا زوجہ کے نشوز کا اور گواہ نہین
ہین اور زوجہ منکر ہے نشوز کی اور اسپر قسم کھاتی ہے تو زوجہ ہی کا قول معتبر ہوگا زوج پر نفقہ دینا لازم آویگا اور ساقط ہوتا ہے بسبب نشوز کے نفقہ مفروضہ نہ مستدانہ قول
اصح مین مانند موت کی یعنی اگر زوجہ کا نفقہ کچھہ ٹھہر گیا ہو اور چند ماہ اوسپر گذر گئے ہو اور اوسنے نہ پایا ہو پھر وہ گھر سے نکل گئی تو وہ نفقہ ساقط ہوگیا اور اگر موجب اجازت زوج
یا بحکم قاضی اوسنے نفقہ قرض لیا ہو اور پھر نکل گئی تو یہ ساقط نہوگا زوج کو دینا پڑیگا اور یہی حال ہے موت کا خواہ زوج مرگیا ہو یا زوجہ کہ مفروضہ ساقط ہوگا نہ مستدانہ کذا فی
حاشیة المدنی ناقلا عن الذخیرة قید بالخروج لانها لو مانعته من الوطی لم تکن ناشزة اور مقید کیا مصنف نے ناشزہ کو ساتھ خروج کے اسواسطے کہ اگر زوجہ نے زوج کو گھر
مین وطی سے ممانعت کریگی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ ظاہر حال قدرت زوج پر دلالت کرتا ہے چنانچہ باکرہ کی وطی نہین ہوتی مگر زبردستی سے کذا فی الزیلعی وشمل الخروج
الحکمی کان کان المنزل لها فمنعته من الدخول علیها فهی کالخارجة ما لم تکن سالته النقلة اور خروج ناشزہ کا خروج حکمی کو بھی شامل ہے چنانچہ مکان اگر عورت
ہی کا ہو اور وہ زوج کو اپنے پاس نہ آنے دے تو یہ عورت برابر خارجہ کے ہے اسکا نفقہ زوج پر لازم نہوگا جبتک کہ زوجہ نے زوج سے نقل مکان کا نہ سوال کیا ہو یعنی اگر زوجہ اپنے
گھر مین رہتی ہو اور زوج سے کہے کہ مجھکو دوسرے مکان مین لیچل مین یہان نرہونگی اور اگر زوج نے اسمین توقف کیا ہو اور زوجہ نے اس حالت مین اسکے پاس آنے سے روکا ہو تو
نفقہ اوسکا ساقط نہوگا ولو کان فیه شبهة کبیت السلطان فامتنعت منه فهی ناشزة لعدم اعتبار الشبهة فی زماننا بخلاف ما لو تحولت الی غیر
الغصب وابت الذهاب الیه والسفر معه او مع اجنبی بعثه لینقلها فلها النفقة اور اگر اوس گھر مین جسمین زوج نقل مکان کا ارادہ کرتا ہو شبہہ
معلوم نہین کہ حلال مال سے بنا ہے یا حرام سے جیسے مکان بادشاہی سے عورت نے وہان جانے سے انکار کیا تو وہ عورت ناشزہ ہے بسبب نہ معتبر ہونے شبہات کے ہمارے
زمانہ مین یعنی پچھلا زمانہ بسبب کثرت بد دیانتی کے اس لائق نہین کہ شبہات سے آدمی بچے حرام خالص سے بچنا البتہ ضرور ہے علاوہ اسکے اعتبار شبہات مستحب

اور اطاعت زوج فرض ہے اور ترک فرض کا واسطے مستحب کے جنون ہے بخلاف اسکے کہ زوج کے ساتھ غصب کے گھر میں رہے پھر معلوم ہوا کہ یہ گھر غصب کا ہے سو وہ وہان
نکل گئی تو ناشزہ نہوگی اسواسطے کہ بعذر شرعی نکلی ہے یا زوج غصب کے گھر مین رہتا ہے اور وہان زوجہ کو بلایا اور وہان جانے سے اوسنے انکار کیا یا زوج نے بلایا کہ سفر مین
ساتھ لیجاوے اور اوسنے ساتھ جانے سے انکار کیا تو وہ ناشزہ نہین اور اوسکا نفقہ بقول مفتی بہ واجب ہے اسواسطے کہ سفر مین لیجانا بدون مرضی زوجہ کے زوج کو جائز
نہین یا زوج سفر مین ہے اور اوسنے ایک اجنبی نامحرم کو بہیجا تاکہ زوجہ کو اپنے ساتھ لاوے اور اوسنے اوسکے ساتھ جانے سے انکار کیا تو بہی وہ ناشزہ نہین اور اوسکا نفقہ
زوج پر لازم ہے اسواسطے کہ نامحرم کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز نہین اور اگر سفر سے کم مدت ہے یعنی ایک دو منزل ہے اور نامحرم کے ساتھ جانے سے انکار کریگی تو نفقہ ساقط
ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا لو اجرت نفسہا لارضاع صبی وزوجہا شریف ولم تخرج وقیل تکون ناشزۃ اور اسیطرح نفقہ زوجہ کا واجب ہے اگر
اوسنے نوکری کر لی لڑکیکو دودہ پلانیکی اور زوج اوسکا شریف ہے کہ اوسکو عار آتی ہے دودہ پلانے کی نوکری سے اور حالانکہ زوجہ زوج کے گھر سے باہر نہین نکلی بلکہ اوسین
دودہ پلاتی ہے تو ناشزہ نہین اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عورت بہی ناشزہ ہے اور اسی قول کو جسکو شارح نے ضعیف کہا ہے محشیون نے قوی کہا ہے اس دلیل سے کہ نفقہ زوجہ کا
زوج پر واجب ہے پھر کیون وہ ننگ و عار شریف زوج کو لگاتی ہے ولو سلمت نفسہا باللیل دون النہار او عکسہ فلا نفقۃ لنقص التسلیم قال فی المجتبی
وبہ عرف جواب واقعۃ فی زماننا انہ لو تزوج من المحترفات التی تکون بالنہار فی مصالحہا وباللیل عندہ فلا نفقۃ لہا انتہی قال فی النہر
وفیہ نظر اور اگر زوجہ نے تسلیم کی اپنی ذات رات کو نہ دن کو یعنی رات کو زوج کے پاس رہتی ہو اور دن کو اپنے کاروبار کو جاتی ہو یا بالعکس اسکے یعنی دن کو زوج کے پاس
رہتی اور رات کو اپنی ضروریات کیواسطے جاتی ہو تو اسکا نفقہ زوج پر لازم نہین بسبب نقصان تسلیم کے اور مجتبی مین ہے کہ اس روایت سے معلوم ہو گیا جواب اوس
واقعہ کا جو ہمارے زمانہ مین پیش ہوا اسطرح کہ اگر پیشہ ور عورتون سے نکاح کرے جیسے دائی جنائی یا مردہ شو یا مشاطہ جو دن کو اپنے کامون مین رہتی ہین اور رات کو اپنے
ازواج کے پاس رہتی ہین تو اونکا نفقہ ازواج پر نہ لازم ہوگا بسبب نقصان تسلیم کے انتہی کلام المجتبی نہر الفائق مین کہا کہ اس جواب مین اعتراض ہے ہم شارح نے اعتراض کو بیان
نہین کیا حلبی محشی نے لکہا وجہ اعتراض کی یہ ہے کہ قابلہ وغیرہ اپنے کسب مین معذور ہین بخلاف اوسکے جو بلا عذر رات یا دن کو تسلیم نفس نکرے شیخ رحمتی نے اسکا جواب یا کہ
کسب قابلہ وغیرہ کا عذر نہین اسواسطے کہ نفقہ عورتکا زوج پر لازم ہے تو وہ کسب سے منع کر سکتا ہے طحطاوی نے لکہا کہ مغصوبہ اور محبوسہ اور حاجہ باوجود معذور ہونیکے بہی
ساقط النفقہ ہین بسبب عدم تسلیم کے تو ثبوت عذر وجوب نفقہ کی دلیل نہین ہو سکتی ومحبوسۃ ولو ظلما الا اذا حبسہا ہو بدین لہ فلہا النفقۃ فی الاصح
جوہرۃ وکذا لو قدر علی الوصول الیہا فی الحبس صیرفیہ کحبسہ مطلقا قیدی عورتکا نفقہ زوج پر نہین اگرچہ بظلم قید ہوا اسواسطے کہ زوج کے احتباس
اور قابو مین نہین مگر جبکہ زوج ہی نے اوسکو قید کیا ہو بسبب اپنے قرض کے کہ عورت پر ہے تو اوسکو نفقہ ملیگا قول اصح مین کذا فی الجوہرہ اور اسیطرح زوجہ محبوسہ نفقہ
پاویگی اگر زوج قید خانہ مین اوس تک پہونچ سکتا ہو اور بہر قادر ہوتا ہو کذا فی الصیرفیہ چنانچہ زوج کے قید ہونے مین نفقہ اوسپر لازم ہے ہر طرح سے خواہ وہ ناحق قید ہوا حق پر عورت
اوس تک پہونچ سکتی ہو یا نہ اسواسطے کہ فوت احتباس اور عدم تسلیم یہان عورتکی طرف سے نہین علاوہ اسکے زوج کے گھر مین وہ موجود ہے اور وہ نکل جانے سے راضی بہی نہوگا
تو فی الحقیقت احتباس قائم ہے لکن فی تصحیح القدوری لو حبس فی سجن السلطان فالصحیح سقوطہا لیکن تصحیح قدوری مین یون ہے کہ اگر زوج قید خانہ
سلطانی مین ہوگا تو قول صحیح یہ ہے کہ نفقہ ساقط ہے طحطاوی اور مدنی محشیون نے تصریح کی کہ تصحیح قدوری مین یہ مسئلہ قاضیخان سے منقول ہے حالانکہ فتاوی ہندی یعنی
عالمگیری مین اسکے مخالف ہے تو شاید نقل مین یا صاحب تصحیح قدوری سے یا صاحب نہر سے جہانسے شارح نے نقل کیا ہے اور صریح روایت مذہب اور قواعد مذہب کے مخالف ہے کہ زوج محبوس
پر نفقہ واجب ہے باوجود عدم قدرت جماع کے اسواسطے کہ عورتکی طرف سے مانع تسلیم نہین تو محبوس سلطانی مین بطریق اولی واجب ہے کاہم فتاوی قاضیخان اور عالمگیری کو مین نے خود دیکھا
فی الواقع تصحیح قدوری کی مخالف ہے عبارت قاضیخان کی یہ ہے وان حبس فی سجن السلطان ظلما اختلفوا فیہ والصحیح انہا تستحق النفقہ یعنی اگر زوج محبوس ہے قید خانہ سلطانی مین ظلم
تو اسمین فقہا کا اختلاف ہے اور قول صحیح یہ ہے کہ زوجہ مستحق ہے نفقہ کی اور فتاوی عالمگیری مین بہی عبارت بعینہ مذکور ہے واللہ اعلم وفی البحر عن الخلاصۃ انہ لسقوط

یُخَافُ علیہا الفساد تُحبس معہ عند المتاخرین اور بحر الرائق میں مآل الفتاوی سے منقول ہے کہ اگر زوجہ پر فساد کا خوف ہو تو وہ بھی قید کیجاوے ساتھ زوج کے نزدیک متاخرین کے خواہ زوجہ نے اوسکو اپنے دین کے سبب سے قید کروایا ہو یا کسی غیر نے بشرطیکہ وہاں اجنبی مرد نہوں کذا فی حاشیۃ المدنی ومریضۃ لم تزف ای لم یمکنہا الانتقال معہ اصلاً فلا نفقۃ لہا وان لم تمنع نفسہا لعدم التسلیم تقدیراً بحر اور اوس بیمار کا نفقہ زوج پر نہیں جو بیماری کے سبب سے زوج کے گہر نہیں آئی یعنی ایسی بیمار ہے کہ بعد نکاح کے ہرگز نہیں آسکتی زوج کے ساتھ تو اوسکا نفقہ واجب نہیں اگرچہ وہ زوج کے گہر میں آنے سے انکار نکرتی ہو تو بھی نفقہ نہ واجب ہوگا بسبب عدم تسلیم کے تقدیراً کذا فی البحر ومغصوبۃ کرہاً اور اوس زوجہ کا نفقہ زوج پر نہیں جسکو زبردستی کسی نے چہین لیا اور ابی یوسف کے نزدیک نفقہ مغصوبہ کا لازم ہے زوج پر اور اگر عورت رضامندی سے غاصب کے ساتھ چلی گئی تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحاجۃ ولو نفلاً لا معہ ولو بمحرم لفوات الاحتباس اور اوس زوجہ کا نفقہ نہیں جو حج کرنے گئی نہ اپنے زوج کے ساتھ اگرچہ محرم کے ساتھ گئی ہو اگرچہ نفل حج ہو نفقہ ساقط ہے بسبب جاتے رہنے احتباس کے اور ابو یوسف کے نزدیک اگر حج فرض ہوگا تو زوج پر نفقہ لازم ہے حلبی محشی نے لکھا کہ شارح کو لازم تہا کہ لو نفلا کی مقام پر لو فرضا کہتا اسواسطے کہ فرض حج کی جانب میں سقوط اور عدم سقوط نفقہ میں اختلاف ہے اور نفل حج میں تو بالاتفاق نفقہ ساقط ہے ولو معہ فعلیہ نفقۃ الحضر خاصۃ لا نفقۃ السفر ولا الکراء اور اگر زوجہ زوج کے ساتھ حج کرنیکو چلی تو زوج پر فقط نفقہ حضر کا واجب ہے نہ نفقہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری کا کذا فی الدرر ولو امتنعت المرأۃ من الطحن والخبز ان کانت ممن لا تخدم او کان بہا علۃ فعلیہ ان یاتیہا بطعام مہیّاً اگر انکار کیا عورت نے چکی پیسنے اور روٹی پکانے سے تو یہاں غور کرنا چاہیے اگر زوجہ اون لوگوں میں سے ہو جو ایسے کام نہیں کرتے چنانچہ عمدہ خاندان رئیس ادمیوں کی زوجہ ہو یعنی امیرزادی ہو لیکن اوسکو ایسی بیماری ہو کہ اپنا کہانا پکا نہیں سکتی تو زوج پر واجب ہے کہ اوسکو پکا ہوا کہانا طیار دیوے والا بان کانت ممن تخدم نفسہا وتقدر علی ذلک لا یجب علیہ اور اگر زوجہ اون عورتوں میں سے ہو جو اپنا کام آپ کرتی ہوں اور وہ بسبب عدم مرض کے قادر ہو آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر تو زوج پر پکا طیار کہانا دینا واجب نہیں بلکہ اوسکو اناج دیوے وہ آپ ہی واسطے اپنے پکا لیا کرے اسواسطے کہ ایسے کام عورت پر باعتبار دیانت کے واجب ہیں اگرچہ قاضی اوسپر جبر نہیں کرسکتا سرخسی نے لکہا کہ عورت پر جبر نہیں لیکن اگر عورت نے باوجود قدرت کے نہ پکایا تو اوسکو دال اور سالن نہ دے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی نے لکہا کہ سرخسی کا یہ مطلب نہیں کہ پکا ہوا سالن نہ دے بلکہ دودہ یا گہی دے تا کہ روٹی بخوبی کہا سکے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یجوز لہا اخذ الاجرۃ علی ذلک لوجوبہ علیہا دیانۃً ولو شریفۃً لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قسم الاعمال بین علی وفاطمۃ فجعل اعمال الخارج علی علی رضی اللہ عنہ والداخل علی فاطمۃ رضی اللہ عنہا مع انہا سیدۃ نساء العالمین اور جائز نہیں زوجہ کو اجرت لینا اسپر یعنی آٹا پیسنے اور روٹی پکانے پر بسبب واجب ہونے ان اعمال کے اوسپر باعتبار دیانت کے اگرچہ عورت شریف ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امور خانگی کو علی مرتضی اور فاطمہ زہرا میں بانٹ دیئے تو باہر کے کام جیسے اونٹ کو پانی پلانا اور بازار سے سودا کر لانا یہ علی مرتضی کے ذمہ پر کئے اور اندر کے کام جیسے چکی پیسنا اور روٹی پکانا اور گہر میں جہاڑو دینا یہ جناب فاطمہ زہرا کے ذمہ پر کر دیئے حالانکہ وہ تمام عالم کی عورتوں کی سردار ہیں یہانتک کہ عائشہ صدیقہ اور خدیجۃ الکبری اور مریم اور سارا اور آسیہ سے بھی وہ سیدہ افضل ہیں اسواسطے کہ جگر پارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سید الخلق ہیں اجمعین پھر جب اندر گہر کے کام سیدہ عالمین کے ذمہ پر ہوئے تو اب کون شریف زادی عذر کر سکتی ہے لیکن چونکہ بعضی علما ثبوت تقسیم اعمال خارجی و باطنی میں تامل کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ان کاموں کو سیدہ بنابر عادت عرب کے کرتی تہیں نہ بحکم رسالت اور اوسمیں یہ تامل ہے کہ صحابی عورتیں کاروبار خانگی بنابر ضرورت افلاس یا عادت کے کرتی تہیں یا بنابر حکم شرعی کے لہذا مجتہد نے دیانۃً واجب کہا نہ قضاءً اسواسطے کہ ہمارے ملک کی عادت نہیں ایسے کاموں کی اوسپر سخت مصیبت ہے لہذا قاضی اوسپر جبر نہیں کرسکتا کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب علیہ آلۃ طحن وآنیۃ شرب وطبخ ککوز وجرۃ وقدر ومغرفۃ وکذا سائر ادوات البیت کحصیر ولبد وطنفسۃ وما تنظف بہ وتزیل الوسخ کمشط واشنان وما یمنع الصنان ومداس رجلہا وثمنہ فی الجوہرۃ الجوہرۃ اور زوج پر واجب ہیں آلات پیسنے کے جیسے چکی اور سل اور بٹہ اور پانی پینے اور پکانیکے برتن جیسے کوزہ اور گہڑا یا مٹکا اور ہانڈی اور ڈوئی اسیطرح

ف: امور خانہ داری زوجہ پر دیانۃً لازم ہیں واجب نہیں

ف: ضروریات البیت اور ... زوج پر واجب ہیں

اور باقی سامان گھر کا جیسے چٹائیان اور چارپائیان اور نمدہ اور فرش جیسے دری شطرنجی اور وہ چیز جس سے عورتکو بدنکی صفائی ہو اور میل چھوٹے جیسے کنگھی اور اشنان
جو مدینہ مین گھاس ہے بال صاف ہو جاتے ہین اوس سے یا کھلی یا صابون بطور عادت ہر ملک کے اور وہ چیز زوج پر واجب ہے جو عورتکی بغل گندگی کو دور کرے اور زرد
کہ پانون کی جوتیان واجب ہین اور پورا بیان اسکا جوہرہ اور بحر الرائق مین ہے حاشیہ مدنی مین باقی مضمون جوہرہ کا یون منقول ہے کہ تلذذ اور زینت کی چیز جیسے خضاب
اور سرمہ سو زوج پر واجب نہین اوسکا اختیار ہے چاہے دے چاہے نہ دے جب دے تو عورت استعمال کرے اور خوشبو بھی زوج پر واجب نہین مگر اسقدر کہ بساہند کو دور کرے نہ زیادہ
اسسے اور علاج بیماری کی اجرت طبیب اور فصد اور پچھنے کی زوج پر واجب نہین اور اسنا پانی دینا واجب ہے جس سے عورت اپنے کپڑے دھولے اور اپنے بدن کا میل چھوڑا دے نہا کر
اور بحر الرائق کا باقی مضمون یہ ہے کہ زوج پر واجب ہین لکڑیان جلانیکی اور صابون اور تیل چراغ کیواسطے اور پانی غسل اور وضو کا زوج پر واجب ہے کذا فی الظہیریہ
والواقعات اور یہ جو خلاصہ مین ہے کہ وضو کا پانی زوج پر فرض نہین سو ضعیف روایت ہے وفیہ اُجرۃ القابلۃ علی من استاجرھا من زوجۃ او زوج ولو جاءت
بلا استیجار قیل علیہ وقیل علیہا اور بحر الرائق مین ہے کہ اجرت دائی جنائی کی اوسپر ہے جسنے اوسکو بلایا مزدوری ٹھہرا کر خواہ زوجہ نے یا زوج نے اور اگر دائی خود بلا ٹھہرائے
آئی تو دونون پر اوسکی مزدوری محتمل ہے وتفرض لہا الکسوۃ فی کل نصف حول مرۃ لتجدد الحاجۃ حرا وبردا اور فرض ہے عورتکو پوشاک دینا ہر نصف
سال مین ایکبار یعنی سال مین دو جوڑے کپڑے زوج پر فرض ہین بسبب تجدد حاجت کے باعتبار گرمی اور سردی یعنی گرمی کی پوشاک جاڑے مین کام نہین
اسکتی اور نہ جاڑے کی گرمی مین کام آتی ہے لہذا سال بھر مین دوبار پوشاک کی حاجت ہوئی ہم اور اگر قبل مدت کے کپڑے عورت کے پھٹ گئے تو اگر اوسنے موافق
عادت کے احتیاط سے پہنا اور پھر پھٹ گئے تو زوج پر اور پوشاک دینا واجب ہوگا اور اگر خلاف عادت بے احتیاطی سے پہنے رہی تو زوج پر نئی پوشاک دینا واجب
نہین کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن الجوہرۃ وللزوج الانفاق علیہا بنفسہ ولو بعد فرض القاضی خلاصۃ الا ان یظہر للقاضی عدم انفاقہ
فیفرض ای یقدر لہا بطلبہا مع حضرتہ ویامرہ لیعطیہا ان شکت مطلہ ولم یکن صاحب مائدۃ لان لہا ان تاکل من طعامہ وتتخذ ثوبا
من کرباسہ بلا اذنہ فان لم یعط حبسہ ولا تسقط عنہ النفقۃ خلاصۃ وغیرہا اور زوج کو جائز ہے نفقہ دینا عورتکو بذات خود یعنی اوسکی ضروریات
کا خرید کر دینا تاکہ عورتکو باہر نکلنی کی حاجت نہ پڑے اگرچہ خرید کر دینا بعد معین کر دینے قاضی کے ہو کذا فی الخلاصہ مگر یہ کہ قاضی کو ظاہر ہو نہ نفقہ دینا زوج کا
تو اگر قبل اسکے قاضی نے نفقہ نہ معین کر دیا ہو تو اب عورت کا نفقہ ٹھہرا دے دو شرط سے ایک شرط یہ کہ عورتکی درخواست سے معین کرے نہ بلا درخواست دوسری شرط
یہ کہ بوقت حاضر ہونے زوج کے معین کرے اسواسطے کہ غائب پر حکم جائز نہین اور بعد معین کر دینے نفقہ کو اگر نہ دینا معلوم ہو تو قاضی حکم کرے تا زوج عورتکو نفقہ دیوے اگر
شکایت کرے عورت اوسکی ٹالنے اور دیر لگانے کی بشرطیکہ زوج سخی اور صاحب دستارخوان نہو اور اگر زوج سخی اور صاحب دستارخوان ہے کہ بہت لوگ اوسکی کشادہ
چشمی کے سبب سے اوسکے دستارخوان پر کھاتے ہین تو قاضی کو نفقہ دینے کا اوسپر حکم کرنا نچاہیے اسواسطے کہ عورتکو بھی اختیار ہے کہ اوسکے کھانے مین کھالے اور اوسکے کپڑے نہین
لیلیا کرے بلا اوسکی اجازت کے اسواسطے کہ جو شخص بسبب اپنے جود اور سخاوت کے غیر ونکو بلا وجوب کھلاتا اور پہناتا ہو وہ عورت کے نفقہ واجب مین کیونکر کمی کریگا پھر اگر بعد نفقہ دینے قاضی
کے اور بعد حکم انفاق کے زوج سرکشی سے نہ دے تو قاضی اوسکو قید کرے اور اسکے قید ہونے سے بھی ایام حبس کا نفقہ زوج سے نہ ساقط ہوگا کذا فی الخلاصہ وغیرہا قولہ فی کل
نصف حول مرۃ الخ ... اور مصنف کا یہ قول کہ قاضی ہر مہینے کا نفقہ معین کرے مراد اوسکی یہ ہے کہ ہر شخص کیواسطے وہ مدت ٹھہراوے
یہ مہینا ... اور شخص کے پیشہ ... کی مدت ٹھہراوے اور زمیندار ... سال بھر کی مدت ٹھہراوے اسواسطے کہ پیشہ ور جیسے لوہار اور درزی
اور مزدور ... روز محنت کر کر کماتے ہین ... تو قاضی ایسے لوگون پر حکم کرے کہ نفقہ ... روز دیا کرین اسواسطے کہ ان پیشہ ورون ... ایک مہینہ کا خرچ
ایکبار گی نہین ہو سکتا بخلاف زمیندار ... کے وہ سال بھر کا خرچ ... اور اگر زوج سوداگر ہے یا ایسا نوکر ہے جسکو ... ہر مہینے کی تنخواہ ملتی ہے تو اسپر مہینے بھر کا خرچ
معین کرے کذا فی فتح القدیر ... ہوا کہ کل شہر کا لفظ قید اتفاقی ہے ... الا ان یقع کل یوم ... الطلب کل یوم عند المساء للیوم

الا باذنی اور زوج کو اختیار ہے ہر روز کا نفقہ دینے کا جیسے عورت کو اختیار ہے ہر روز طلب کرنیکا شام کے وقت تاکہ دوسرے دن کا نفقہ تاکہ بفراغت سیر اور پکاوے خلاصہ سے
مہینے اور سال کی مدت نفقہ کیواسطے لازم نہیں کیونکہ اوسکا ترک جائز نہو بلکہ بنا بر تخفیف وجہ سے ہے اور اگر وہ راضی ہوں کہ ہر روز دیا لیا کریں تو بھی جائز ہے ولها اخذ كفيل بنفقة
شهر فاكثر خوفا من غيبته عند الثاني وبه يفتى نهر وقس سائر الديون عليه وبه يفتى بعضهم جواهر الفتاوى من كفالة الباب الاول اور زوجہ کو جائز ہے
مہینہ بھر کے نفقہ یا زیادہ کا ضامن لینا بخوف غائب ہو جانے زوج کے یعنی اگر زوجہ ڈرتی ہے کہ زوج کہیں چلا جاویگا اور وہ زوج سے مہینہ یا سال بھر کے نفقہ کا ضامن مانگے تو
ابی یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی النہر اس سے ضامن لیا جاوے کذا فی فتح القدیر اور عورت کے نفقہ پر باقی دیون کو قیاس کرو جس دیون پر غائب ہونیکا خوف
ہو تو اوس سے ضامن لیا جاوے اور اسی پر بعضے فقہا نے فتوی دیا ہے چنانچہ جواہر الفتاوی کی کتاب الکفالت کے پہلے باب میں مذکور ہے فتح القدیر میں ہے کہ ابی یوسف کے نزدیک اگر عورت تمام
عمر کے نفقہ کا یا ہر مہینہ کا بقائے نکاح کا ضامن طلب کرے تو صحیح ہے ولو كفل له كل شهر كذا ابدا وقع على الابد وكذا لو لم يقل ابدا عند الثاني وبه يفتى بحر اور اگر کوئی
کفیل ہوا زوج کا یعنی ہر مہینے میں اسقدر نقد یا اناج ہمیشہ دیا کریگا زوج کو تو یہ ضمانت دائمی ہوئی باتفاق ائمہ ثلثہ کے اور اسیطرح دائمی ضمانت ثابت ہوگی نزدیک ابی یوسف کے
اگر ہمیشہ کا لفظ نکھا یعنی فقط اسیقدر کہا کہ میں ہر مہینے میں اتنا دیا کرونگا زوج کیطرف سے تو یہ بھی دائمی ضمانت ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر الرائق وفيه عليها دين
لزوجها لم يلتقيا قصاصا الا برضاه لسقوطها بالموت بخلاف سائر الديون اور بحر الرائق میں ہے عورت نے طلب کیا قاضی سے کہ نفقہ معین کردے اور زوج کا دین تھا
عورت پر تو نفقہ اور دین زوج کا باہم ملکر مجرا نہو نگے بدون رضامندی زوج کے یعنی اگر زوج کہیگا کہ نفقہ کو میرے دین میں حساب کرلو تو البتہ برابر ہو جاوینگے اور بدون
رضامندی زوج کے نفقہ اوسکے دین میں مجرا نہوگا اسواسطے کہ نفقہ دین ضعیف ہے کہ موت سے ساقط ہو جاتا ہے بخلاف اور باقی دیون کے کہ وہ موت سے ساقط نہیں ہوتے تو وہ
باہم حساب میں مجرا ہو جاتے ہیں جیسے دو شخص باہم مجرا دین باندھ لیں کذا فی حاشية المدنى نقلا عن البحر وفيه اجرت دارها من زوجها وهما يسكنان فيه لا اجر
عليه اور بحر الرائق میں ہے کہ زوجہ نے کرایہ دیا اپنا گھر زوج کو اور وہ دونوں اوسمیں رہتے ہیں تو کرایہ مرد پر نہ واجب ہوگا ہم لیکن شارح نے اجارہ فاسدہ کے فروع میں حاشیہ اشباہ
سے نقل کیا ہے کہ فتوی ہدایت کے مخالف ہے یعنی زوج پر کرایہ اس صورت میں واجب ہے چنانچہ وہاں معلوم ہوگا ولو دخل بها في منزل كانت فيه بأجر فطولبت به بعد
سنة فقالت له اخبرتك بان المنزل بالكراء عليك الاجر فهو عليها لانها العاقدة بزازية اور اگر زوج نے وطی کی زوجہ کی اوس گھر میں جسمیں وہ بکرایہ رہتی تھی
بعد عورت سے کرایہ کا مطالبہ ہوا بعد سال کے سو اوسنے زوج سے کہا کہ میں تجھکو خبر دیکی ہوں کہ یہ مکان کرایہ کا ہے اور کرایہ تیرے ذمہ ہے تو زوج پر کرایہ لازم نہوگا زوجہ ہی پر لازم
ہوگا اسواسطے کہ کرایہ ٹھہرانے والی وہی ہے نہ زوج کذا فی البزازية ومفهومه انها لو سكنت بنية اجارة في وقف او مال يتيم او معد للاستغلال فالاجرة عليه فليحفظ
اور مفہوم تعلیل عاقدہ ہونیکا یہ ہے کہ بدون اجارہ کے مکان وقف یا مکان مال یتیم میں یا اوس مکان میں جو غلہ رکھنے کیواسطے تیار ہوا زوجہ رہی تو اوسکا کرایہ زوج پر لازم ہوگا
اسواسطے کہ عقد اجارہ زوجہ نے نہیں کیا اور سکنی زوجہ کا زوج پر لازم ہے لہذا زوج کو اجرت دینا لازم ہوگا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ويقدرها بقدر الغلاء والرخص
ولا تقدر بدراهم ودنانير كما في الاختيار وعزاه المصنف لشرح المجمع للمصنف اور قاضی ٹھہراوے نفقہ زوجہ کا بقدر گرانی اور ارزانی غلہ کے اور نہ
اندازہ کرے نفقہ کا دراہم اور دنانیر سے کذا فی الاختیار شرح المختار اور مصنف نے اپنی شرح میں عدم تقدیر کو ماتن کی شرح مجمع کیطرف منسوب کیا ہے لكن في البحر
عن المحيط ثم المجتبى ان شاء القاضي فرضها اصنافا او قومها بالدراهم بقدر الدراهم لیکن بحر الرائق میں محیط پھر مجتبی سے نقل ہے کہ اگر قاضی چاہے تو نفقہ کو قسم
قسم مقرر کرے مثلا گیہوں اتنے اور گوشت اتنا اور گھی اتنا اور دال اتنی خواہ ہر روز کی تقدیر کرے خواہ مہینے خواہ سال کی علی حسب الترتیب یا اقساط یا کولانا کی
قیمت ٹھہراوے دراہم سے پھر مجموعہ کا اندازہ دراہم سے کردے اور زوج کو حکم کرے کہ ہر مہینے یا ہر سال اتنے روپیہ زوجہ کو دیا کرے وفيه لو قتر على زوجته فلها
ان ترفعه للقاضي لتاكل مما فرض لها خوفا عليها من الضرار فانه يضره كما له ان يرفعها للقاضي اذا كانت تقتر [illegible]
بحر الرائق میں ہے جبکہ قاضی نے زوجہ کا نفقہ معین کردیا پھر اگر زوجہ اپنی ذات پر سختی کرے اور تنگی کرنیکی طمع سے کم کھاوے تو زوج کو [illegible] ہے کہ اوسکو نالش

قاضی کے پاس کرتا کہ وہ اچھی طرح کھایا کرے اوسمین سے جو اوسکے پیے مقرر ہو گیا ہی مبادا کہ نہایت ضعیف اور دُبلی ہو جائے اسواسطے کہ لاغری زوجہ کی زوج کیواسطے
مضر ہی کہ لائق رغبت اور شہوت کے نہین رہتی چنانچہ جائز ہی زوج کو کہ اوسکی نالش قاضی کے پاس پوشاک کیواسطے کرے کہ کیون پوشاک نہین پہنتی اور کیون میلی کچیلی
رہتی ہی اسواسطے کہ سنگار کرنا زوج کا حق ہی ہم جیسے عورت کو زینت کرنا مرد کیواسطے لازم ہی ویسے ہی مرد کو زینت شرعی کرنا عورت کیواسطے لازم ہی یعنی حجامت بنوانا اور
مونچھونکا کتروانا اور موے زہار کا مونڈنا اور غسل کرنا اور موافق مقدور کے پوشاک پہننا ضرور ہی اسواسطے کہ جب عورت یا مرد بسبب تنگی سے ترک زینت کا کریگا تو دوسرے کو خواہ مخواہ
نفرت آویگی تو غیرونکی طرف نظر جائیگی پھر وہ فساد ہونگے کہ خدا پناہ مین رکھے چنانچہ بنی اسرائیل مین دونکی زینت ترک کرنیسے انواع مفاسد درپیش ہوئے بلکہ عورت کے
حقوق سے یہ بھی ہی کہ مرد سرعت انزال سے اپکو بچاوے اور اسکا خیال رکھے اسواسطے کہ عورتونکو اکثر بعد دیر کے انزال ہوتا ہی عبد اللہ بن عباس سے مروی ہی کہ مجھکو منہ لگانا زوجہ
کا پسند آتا ہی جیسا کہ اپنا منہ لگانا پسند آتا ہی اور یہ مطالب اوس آیت قرآنی سے مفہوم ہوتے ہین جو حق تعالی نے فرمایا کہ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ کہ عورتونکا حق
مردون پر ویسا ہی جیسا مردونکا حق عورتون پر ہی بطریق مشروع کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وَتُزَادُ فِي الشِّتَاءِ جُبَّةٌ وَسَرَاوِيلُ اور زیادہ کیا جاوے موسم سرما مین جبہ اور پائجامہ
ہم یہ ادن عورتونکے حق مین ہی جو فقط قمیص مین گذران کرتی ہین جیسے عرب کی گنوار عورتین جنکو بدوی کہتے ہین اور جنکو مدام پائجامہ کی عادت ہی چنانچہ شرفاء ہند مین تو انکو سرما
اور گرما مین پائجامہ دینا لازم ہی اور ظہیریہ مین منقول ہی کہ امام محمد نے پوشاک عورت کی سال بھر کی یون بیان کی ہی کہ دو درع اور دو خمار اور ایک ملحفہ درع کرتہ گلے سے قدم تک اور
اور خمار وہ جو سر پر اوڑھا جاوے اور ملحفہ کی تفسیر مختلف ہی بعضے کہتے ہین وہ بڑی چادر ہی جس سے تمام بدن لپیٹ کر عورت باہر نکلتی ہی اور بعضون کے نزدیک شب خوابی
کا کپڑا اور مصنف نے بجائے درع کے قمیص کو مذکور کیا ہے درع اور قمیص حقیقت مین ایک ہی چیز کا نام ہی فرق اتنا ہی کہ درع وہ ہی جسکا چاک سینہ کیطرف ہو اور قمیص وہ
جسکا دونو مونڈھون کیطرف ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر اور فتاوی عالمگیری مین ینابیع سے منقول ہی کہ لباس ع رنگا مرد پر واجب ہی موافق دستور کے جیسا کہ عورت
کیواسطے مناسب ہی باعتبار عادت گرمی اور جاڑے کے لیکن عادت ہر ملک کی مختلف ہی تو ہر ملک مین ویسا ہی کرنا لازم ہوگا بشرطیکہ ویسا لباس ہو جس سے بدن چھپا رہے
نہ وہ لباس شیطانی جو لکھنو وغیرہ مین بالفعل رائج ہے کہ سر اور پیٹ بالکل کھلا رہتا ہی حق تعالی انکو حیا نصیب کرے وَمَا يُؤْذِيهِ حَرٌّ وَبَرْدٌ اور وہ لباس زیادہ
کرنا چاہیے سرما اور گرما مین جس سے گرمی اور جاڑا دور ہو وَلِحَافًا وَفِرَاشًا وَحْدَهَا لِأَنَّهَا رُبَّمَا تَعْتَزِلُ عَنْهُ أَيَّامَ حَيْضِهَا وَمَرَضِهَا اور زیادہ دیا جاوے جاڑے
مین لحاف اور بچھونا عورت کو علیحدہ یعنی سوا اوس لحاف اور توشک کے جسمین زوج اور زوجہ پاس ملکر لیٹتے ہین علیحدہ اسواسطے چاہیے کہ گاہے عورت جدا رہتی ہی زوج
سے حیض کے ایام مین یا بیماری کے دونوین صحیح حدیث مین وارد ہی کہ ایک اوڑھنا بچھونا زوج کا اور ایک دوسرا زوجہ کا اور تیسرا مہمان کیواسطے اور چوتھا شیطان کا یعنی
فضول ہی اور طلبۃ لباس کے ان اقسام مذکورہ کو قاضی مقرر کردے اگر عورت درخواست کرے قاضی سے اسواسطے کہ یہ حق ہی زوجہ کا بدون اوسکی نالش اور خواہش کے
حاکم پر مقرر دینا لازم ہی نہین وَيَخْتَلِفُ ذَلِكَ يَسَارًا وَإِعْسَارًا وَحَالًا وَبَلَدًا اختیار اور مختلف ہوتی ہی یہ خوراک اور پوشاک باعتبار مقدور اور افلاس کے اور
بنا بر موسم اور ملک کے کذا فی الاختیار تو مقدور والے پر اوسکے موافق خوراک اور پوشاک زوجہ کی واجب ہے اور مفلس پر اوسکے موافق اور گرمی مین گرمی کے موافق اور سردی
مین اوسکے موافق چاہیے جس ملک کی عادت اور رواج ہو بشرطیکہ مخالف شرع شریف کے نہو وَلَيْسَ عَلَيْهِ خُفُّهَا بَلْ خُفُّ أَمَتِهَا مجتبی اور واجب نہین مرد پر
موزہ دینا عورت کا بلکہ اوسکی لونڈی کا موزہ واجب ہے اسواسطے کہ لونڈی باہر نکلتی ہی نہ زوجہ کذا فی المجتبی اگر مرد بامقدور ہو اور ملک کی رسم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی
وَفِي الْبَحْرِ قَدِ اسْتُفِيدَ مِنْ هَذَا أَنَّهُ لَوْ كَانَ لَهَا أَمْتِعَةٌ مِنْ فُرُشٍ وَنَحْوِهَا لَا يَسْقُطُ عَنِ الزَّوْجِ ذَلِكَ بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ وَقَدْ رَأَيْنَاهَا مَنْ يَأْمُرُهَا
بِفَرْشِ مَتَاعِهَا لَهُ وَلِأَضْيَافِهِ جَبْرًا عَلَيْهَا وَذَلِكَ حَرَامٌ لِمَنْعِ كِسْوَتِهَا انتہی اور بحر الرائق مین ہی کہ مستفاد ہوا اس سے یعنی وجوب لباس اور فرش سے
ثابت ہوا کہ اگر عورت کو سامان اور اسباب ہو از قسم فرش اور ظروف کے تو بھی زوج سے اسکا دینا ساقط نہوگا بلکہ واجب ہوگا اوسپر اور مقرر دیکھا ہے ہمنے بعضے
مردون کو کہ عورت کے فرش اور ظروف پر حکومت کرتے ہین اپنے واسطے اور اپنے مہمانون کیواسطے عورت پر ظلم کرکے اور حالانکہ یہ زبردستی بیگانہ مال حرام

مالکی کو بھی حنفی کو تقدیر جائز ہی اسواسطے کہ یہ مسئلہ اوس صورت مین مفروض ہی کہ قاضی مالکی کے روبرو عقد اور شرط واقع ہوئی اور قاضی نے اوسکی صحت کا حکم کیا تو یہان خصومت
اور دعوی پہلی نہین واقع ہوا کہ قاضی مالکی کا حکم نافذ ہو کر رافع اختلاف کا ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی بقی لو حکم الحنفی بفرضہا دراہم ہل للشافعی بعدہ ان یحکم
بالتموین قال الشیخ قاسم فی موجبات الاحکام لا وعلیہ فلو حکم الشافعی بالتموین فلیس للحنفی الحکم بخلافہ فلیحفظ نعم لو اتفقا بعد الفرض علی ان
تاکل معہ تموینا بطل المفروض السابق لرضاہا بذلک باقی رہا یہ امر کہ اگر حکم کیا قاضی حنفی نے تقدیر نفقہ کا دراہم سے یعنی طعام کی نقدی مقرر کر دی تو شافعی
قاضی کو بعد اسکی تموین کا حکم کرنا یعنی قلیل بقدر ضرورت کے نفقہ کا حکم کرنا جائز ہی یا نہین کہا شیخ قاسم نے موجبات الاحکام مین کہ جائز نہین اور بنا بر اس علم جواز کے
اگر پہلے حکم کر چکا قاضی شافعی تموین کا تو قاضی حنفی کو حکم کرنا اوسکی مخالف جائز نہین اسواسطے کہ جب حکم اول جامع شروط رافع اختلاف کا ہو چکا تو اب یہ حکم
ثانی اوسکو توڑ نہین سکتا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہان اگر زوج اور زوجہ دونو بعد تقدیر نفقہ کے راضی ہوگئی کہ زوجہ زوج کے ساتھ بقدر ضرورت کے کھاوے تو باطل
ہو جاویگی تقدیر سابق یعنی جو قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا تھا سو اسکا حکم موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ زوجہ اسی پر راضی ہوگئی وہ مثل مشہور یہان صادق آئی کہ جورو
خصم راضی تو کیا کریگا قاضی لیکن اگر بعد اسکے پھر ناراض ہوگی زوج کے ساتھ کھانیسے تو نفقہ مفروضہ پھر عود کریگا اسواسطے کہ حکم قاضی کا با دوام النکاح جاری ہے
کذا فی حاشیۃ المدنی وفی السراجیۃ قدر لکسوتہا دراہم ورضیت وقضی بہ ہل لہا ان ترجع وتطلب کسوۃ قماشا اجاب نعم اور سراجیہ مین ہی کہ عورت
کی پوشاک مین درم مقرر ہوگئے اور وہ راضی ہوگئی اور موافق اوسکے قاضی کا حکم بھی ہوگیا تو اب عورت کو اس سے پھرنا اور پوشاک مین کپڑا طلب کرنا درست ہی یا نہین
جواب دیا کہ ہان درست ہی وقالوا ما بقی من النفقۃ لہا فیقضی باخری بخلاف اسراف وسرقۃ وہلاک ونفقۃ محرم وکسوۃ الا اذا تخرقت بالاستعمال
المعتاد واستعملت معہا اخری فیفرض اخری اور فقہا نے کہا ہی کہ جتنا بچ رہیگا نفقہ مفروضہ سے وہ عورت کا مملوک ہی تو اوسکو اور نفقہ قاضی لا دیگا یعنی مثلا
قاضی نے دس درم ماہ رمضان کا نفقہ مقرر کر دیا یا زوج نے اپنی خوشی سے دس درم مہینہ مقرر کر دیا اور عورت نے پانچ درم مین رمضان کو بسر کر دیا پانچ درم بچ رہے
تو اسکی مالک عورت ہے ماہ شوال مین یہ درم باقی ماندہ مجرا نہونگے بلکہ ماہ شوال مین پھر دس درم کا قاضی حکم کریگا بخلاف فضول خرچی اور چوری اور ہلاکی اور نفقہ محرم
اور لباس زوجہ کی یعنی اگر عورت نے فضول خرچ کیا کہ مثلا مہینے بھر کی خرچ کو دس دن مین اوڑا ڈالا یا نفقہ چوری ہو گیا یا گم ہوگیا تو زوج پر اور نفقہ دینا لازم نہوگا اور اگر اقربا محرم کا
نفقہ بچ رہیگا تو مدت آئندہ مین مجرا ہوگا دوسرا نفقہ دینا لازم نہوگا اور اسیطرح اگر قاضی نے سال بھر کی پوشاک زوجہ کو دلادی اور چار پانچ مہینے مین کپڑے پھٹ گئے تو
قاضی زوج سے دوسری پوشاک نہ دلاویگا مگر جبکہ پوشاک پھٹ گئی ہو استعمال معتاد سے موافق عادت اور رواج کے باحتیاط استعمال ہوئی اور باوجود اسکے پارہ پارہ ہوگئی
تو اس صورت مین دوسری پوشاک دلائی جاویگی یا عورت نے اوس پوشاک کے ساتھ اپنی دوسری پوشاک بھی استعمال کی اور دونو پوشاکین سال کے اندر ساتھ ہی پارہ ہوگئین تو اوسکے
واسطے دوسری پوشاک مقرر کیجاویگی اسواسطے کہ ان دونو صورتون مین تجویز قاضی کی خطا ظاہر ہوگئی کہ اتنی پوشاک اوتنی مدت مین عورت کے واسطے کافی نتھی تو اب دوسری پوشاک
لازم ہوئی کذا فی حاشیۃ المدنی ویجب لخادمہا المملوک لہا علی الظاہر ملکا تاما ولا شغل لہ غیر خدمتہا بالفعل فلو لم یکن فی ملکہا او لم یخدمہا لا نفقۃ
لہ لان نفقۃ الخادم بازاء الخدمۃ اور نفقہ واجب ہی ظاہر الروایت مین زوجہ کے خادم مملوک کا جسپر پوری ملکیت ہو اور کچھ کام نہو خادم کو سوا اوسکی خدمت کے تو اگر خادم
مملوک نہو زوجہ کا یا مملوک ہو مگر بالفعل خدمت نکرتا ہو تو وہ نفقہ نپاویگا اسواسطے کہ نفقہ خادم کا بمقابلہ خدمت کے ہی پھر جب خدمت نہین تو نفقہ بھی نہین اور اگر زوجہ کا خادم
مکاتب ہو تو بھی اوسکا نفقہ نہین اسواسطے کہ مکاتب پر پوری ملکیت نہین ولو جاءہا بخادم لم یقبل منہ الا برضاہا فلا یملک اخراج خادمہا بل ما زاد
علیہ بحر بحثا او حرۃ لا امۃ جوہرۃ لعدم ملکہا اور اگر زوج خادم کو لایا زوجہ کیواسطے تو زوج کا خادم نہ مقبول ہوگا بدون رضامندی زوجہ کے تو زوج
مالک نہوگا زوجہ کے خادم نکالنے پر بلکہ جو خادم کہ ایک سے زیادہ ہو اوسکے نکالنے پر زوج کو اختیار ہوگا کذا فی البحر بحثا از روایت زوجہ کی خادم کا نفقہ واجب ہوگا اگر زوجہ حرہ
ہو نہ لونڈی کذا فی الجوہرہ بسبب عدم ملکیت لونڈی کے تموین ای الا معسرا فی الاصح والقول لہ فی الاعسار ولو برہنا فبینتہا اولی ثانیہ زوجہ کے خادم

کا نفقہ اوسوقت واجب ہوگا جب زوج مقدور والا ہو نہ مفلس قول اصح میں اور قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اظہار تنگی اور افلاس میں پر اگر دونوں گواہ گذرانیں تو زوجہ
گواہوں سے مقدور زوج کا ثابت کرتی ہو اور زوج گواہوں سے افلاس ثابت کرتا ہو تو عورت کے گواہ زیادہ تر لائق اعتماد کے ہونگے کذا فی الخانیہ ولو لہا اولاد لا یکفیہ
خادمٌ واحدٌ فرض علیہ لخادمین او اکثر اتفاقاً فتح اور اگر زوج کے چند لڑکے ہوں جنکو ایک خادم کفایت نکرتا ہو تو زوج پر دو خادم یا زیادہ کا نفقہ بقدر حاجت
مقرر کیا جاویگا بالاتفاق کذا فی فتح القدیر وعن الثانی فی غنیۃ زفت الیہ بخدم کثیر استحقت نفقۃ الجمیع ذکرہ المصنف ثم قال وفی البحر عن الغایۃ وبہ
ناخذ قال وفی السراجیۃ ویفرض علیہ نفقۃ خادمھا وان کانت من الاشراف فرض نفقۃ خادمین وعلیہ الفتویٰ اور ابو یوسف سے مروی ہے
کہ عورت مالدار پہنچائی گئی زوج کے پاس بہت خادموں کے ساتھ تو سب خادموں کے نفقہ کی عورت مستحق ہوگی چنانچہ اس روایت کو ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر
مصنف نے کہا اور بحر الرائق میں غایۃ البیان سے منقول ہے کہ ہم اسی روایت کو لیتے ہیں کہا صاحب بحر نے اور سراجیہ میں ہے کہ زوج پر نفقہ ایک خادم کا فرض ہے اور اگر عورت
منجملہ اشراف کے ہو تو دو خادم کا نفقہ فرض ہوگا اور اسی قول پر فتویٰ ہے خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر الروایت میں نفقہ ایک خادم کا مذکور ہے لیکن فتویٰ ابو یوسف کے قول پر ہے اور
اگر عورت کے پاس خادم مملوک نہو تو زوج پر لازم نہیں کہ اوسکے واسطے خادم نوکر رکھدے بلکہ بازار سے سودا خرید کر لا دینا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا
عن السراجیہ ولا یفرق بینھما بعجزہ عنھا بانواعھا الثلاثۃ ولا بعدم ایفائہ لو غائبا حقھا ولو موسرا اور نہ جدائی کیجاویگی دونوں میں بسبب عاجز ہونے زوج کے
تینوں قسم کے نفقہ سے یعنی طعام اور لباس اور مسکن سے اور نہ جدائی ہوگی اگر زوج غائب ہو اوسکے عدم ایفاء حق زوجہ سے اگرچہ زوج مالدار ہو یعنی اگر زوج سفر میں ہے
اور زوجہ کو خرچ نہ بھیجتا ہو باوجود مقدور رکھنے کے تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہیں کر سکتا وجوزہ الشافعی باعسار الزوج وبتضررھا بغیبتہ ولو قضیٰ بہ حنفی
لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضیٰ بہ نفذ اذا لم یرتش الآمر والمامور اور جائز رکھی ہے امام شافعی نے تفریق زوجین کی زوج کے افلاس اور بسبب ضرر پہنچنے عورت کے
زوج کے غائب ہونے سے اور اگر حکم کرے قاضی حنفی تفریق زوجین کا بسبب افلاس یا غائب ہونے زوج کے تو اوسکا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ اپنے خلاف مذہب حکم کرنا جاری
نہیں ہے ہاں اگر حکم کرے قاضی حنفی شافعی مذہب کو پھر شافعی تفریق کا حکم کر دے تو نافذ ہوگا بشرطیکہ رشوت نہ لی ہو آمر اور مامور نے کذا فی البحر الرائق اسواسطے کہ
رشوت کا حکم نافذ نہیں ہوتا اور دوسری شرط نفاذ حکم کی یہ ہے کہ قاضی حنفی کو اجازت ہو حاکم کیطرف سے تفویض حکم کی یعنی اختیار ہو کہ جسکو چاہے حکم کرنا سپرد کر دے تب
مامور کا حکم نافذ ہوگا لیکن یہ نفاذ حکم بھی بتعلیل تب ہے زوج حاضر کے افلاس سے ہوگا نہ زوج غائب کے افلاس سے اگرچہ زوجہ نے گواہ گذرانے ہوں افلاس زوج غائب پر اسواسطے کہ افلاس
امر مقدور ہے سریع الزوال ہے اور سریع الحصول امر ہے شاید کہ بعد شہادت شاہدوں کے سفر میں زوج مالدار ہوگیا ہو تو غائب کے افلاس پر حکم کرنا نافذ نہیں ہو سکتا اگرچہ قاضی
شافعی المذہب نے حکم کر دیا ہو اسواسطے کہ قضا علی الغائب شافعی کے نزدیک وہاں جائز ہے جہاں مشہود بہ ثابت ہوگیا ہو اور یہاں ثابت نہیں ہو سکتا کہ شاید وقت قضا
زوج غائب مالدار ہوگیا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن البحر والذخیرۃ وتجب الفرض بامرھا القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ وان ابی الزوج اما بدون
الامر فیرجع علیھا وھی علیہ ان صرحت بانھا علیہ او نوت ولو انکر نیتھا فالقول لہ مجتبیٰ اور بعد فرض کرنے نفقہ کے زوج مفلس یا غائب پر حکم کرے
قاضی عورت کو قرض لینے کا تاکہ حوالہ کرے ادائے قرض کا زوج پر یعنی جب قرض لے عورت تو اوسکو کہے کہ میں نے بسبب حکم قاضی قرض لیتی ہوں تو اپنا قرض میرے زوج سے لیجیو اگرچہ
زوج عورت کے قرض لینے سے راضی نہو اور قاضی کے بدون حکم اگر عورت قرض لیگی تو قرض دینے والا اپنا قرض عورت سے لیگا اور عورت زوج سے پھر لیگی بشرطیکہ عورت نے قرض
لیتے وقت تصریح کر دی ہے کہ میں زوج پر قرض لیتی ہوں یا اپنے دل میں اسکی نیت کر لی ہو اور اگر زوج عورت کی نیت کا انکار کرے یعنی کہے کہ غلط ہے تو نے قرض لیتے میری
نیت نہیں کی تو زوج ہی کا قول معتمد ہوگا کذا فی المجتبیٰ ویجب الاذانۃ علی من تجب علیہ نفقتھا لولا الزوج کاخ وعم ویحبس الابن ونحوہ اذا
امتنع لان ھذا من المعروف زیلعی واختیار وسیتضح اور واجب ہے قرض دینا اوس شخص پر جس پر عورت اور اوسکی چھوٹی لڑکی کا نفقہ واجب ہے اگر زوج نہوتا جیسے بھائی
عورت کا یا چچا اور قید کیا جاویگا بھائی اور چچا اسکے مانند ہیں جبکہ وہ قرض دینے سے انکار کریں اسواسطے کہ یہ ہر دو امر نیک ہے کذا فی زیلعی والاختیار اور عنقریب بیان ہوگا

له والبينة لها ولو انكرت انفاقه فالقول لها بيمينها ذخيره اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا مدتمیں مثلا عورت کہتی ہو کہ قاضی نے دو مہینے سے نفقہ معین
کر دیا ہے اور مرد کہتا ہو کہ ایک مہینے سے تو قول زوج ہی کا معتبر ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر عورت نفقہ دینے کا انکار کرتی ہو تو عورت ہی کا قول معتمد
ہوگا ساتھ اوسکی قسم کھانیکے کذا فی الذخیرۃ وبموت احدهما وطلاقها ولو رجعيا كما في الظهيرية والخانية واعتمد في البحر بحثا عدم سقوطها بالطلاق
لكن اعتمد المصنف ما في جواهر الفتاوى من الفتوى عدم سقوطها بالرجعي كيلا يتخذ الناس ذلك حيلة واستحسنه محشي الاشباه وبالاول افتى شيخنا لكن
صحح الشرنبلالي في شرحه للوهبانية فالحاصل في المعتمد عدم السقوط ولو بائنا قال وهو الاصح ورد ما ذكره ابن الشحنة فتأمل عند الفتوى سقط المفروض
لانه صلة اور ساقط ہوتا ہے نفقہ مفروضہ زوج یا زوجہ کی موت سے یا عورت کی طلاق سے اگرچہ طلاق رجعی ہو کما فی الظهيرية والخانية اسواسطے کہ نفقہ از قسم عطا ہے اور عطا
موت اور طلاق سے ساقط ہے چنانچہ ہبہ قبل القبض موت سے ساقط ہوتا ہے اور بحر الرائق میں بذکر چند دلائل عدم سقوط نفقہ پر اعتماد کیا ہے طلاق میں رجعی ہو یا بائن
لیکن مصنف نے اپنی شرح میں جواہر الفتاوی کے اس قول پر اعتماد کیا کہ طلاق رجعی میں عدم سقوط نفقہ پر فتوی ہے تاکہ لوگ اسکو حیلہ نہ ٹھہرالیں اسقاط نفقات مفروضہ کا
یعنی جب بہت نفقہ جمع ہو تو عورتکو طلاق رجعی دیکر رجعت کرلیں تاکہ اگلا نفقہ دینا نہ پڑے کہ اسمیں عورتوں کا بڑا نقصان ہے اور اسی عدم سقوط کو طلاق رجعی میں اشباہ کے محشی یعنی
حموی نے پسند کیا ہے شارح کہتا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول پر فتوی دیا ہے یعنی بمطلق طلاق کے سقوط نفقہ پر لیکن شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں اس قول کی تصحیح
کی ہے جسکی بحث بحر الرائق میں کی ہے یعنی عدم سقوط نفقہ کی اگرچہ طلاق بائن ہو اور کہا ہے کہ عدم سقوط ہی اصح ہے اور رد کیا ہے اسکو جسکو ابن شحنہ نے ذکر کیا ہے واسطے اثبات سقوط
کے شارح کہتا ہے سو تامل اور غور کیجو ای مفتی اس مسئلہ میں فتوی دینے کے وقت یعنی اگر بعد نفقہ مفروض ہونیکے زوج نے طلاق دی ہے تو قاضی اور مفتی کو غور کرنا چاہیئے سو اگر معلوم ہو کہ
نفقہ نہ دینے کے واسطے اوسنے طلاق دی ہے تو عدم سقوط پر حکم کرے یا فتوی دے اور اگر زوجہ کی بدمزاجی سے طلاق دی ہے تو سقوط نفقہ کا حکم یا فتوی دے اسقدر سے مترجم نے تامل بھی کو رکی ہے اور طحطاوی
نے بھی اوسی پر اعتماد کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی الا اذا استدانت بامر قاض فلا تسقط بموت وطلاق في الصحيح لما مر انها كاستدانته بنفسه وعبارة ابن الكمال
الا اذا استدانت بعد فرض قاض ولو بلا امره فليحرر مگر جبکہ بعد مفروض ہونے نفقہ کے عورت نے قرض لیا ہو نفقہ قاضی کی اجازت سے تو اب ساقط ہوگا موت یا طلاق سے
قول صحیح میں کذا فی المحیط اسواسطے کہ مذکور ہو چکا ہے کہ بحکم قاضی قرض لینا عورت کا مانند قرض لینے زوج کے ہے بذات خود تو جیسے زوج کا قرض لازم الادا ہے ویسے ہی عورت کا کذا فی البحر
اور عبارت ابن کمال کی یوں ہے کہ موت اور طلاق سے نفقہ مفروضہ ساقط ہوتا ہے مگر جب کہ عورت نے نفقہ قرض لیا بعد فرض قاضی کے تو ساقط نہیں ہوتا اگرچہ بدون حکم قاضی کے
قرض لیا ہو تو اسکی تحریر اور تنقیح کتب فقہ سے کرنا چاہیئے ہم حلبی نے کہا کہ قول ابن کمال کا متون و شروح کے مخالف ہے تو لائق اعتماد کے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ولا ترد النفقة
والكسوة المعجلة بموت وطلاق عجلها الزوج او ابوه ولو قائمة به يفتى اور نہ پھیر دیا جاویگا نفقہ اور لباس جو پیشگی دیا گیا نہ موت سے پھیر سکتا ہے نہ طلاق سے یعنی زوج
نے پیشگی دیا ہو یا اوسکے باپ نے اگرچہ نفقہ اور لباس بعد موت اور طلاق کے موجود ہو صرف میں نہ آیا ہو تو بھی مسترد نہوگا اسی پر فتوی ہے کذا فی منح الغفار ناقلا عن الخانية والفتح
يباع القن ويسعى مدبر ومكاتب لم يعجز المأذون بالنكاح وبدونه يطالب بعد عتقه في نفقة زوجته المفروضة اذا اجتمع عليه ما يعجز عن ادائه
ولم يفده ذخيره ولو بنت المولى اپنی زوجہ کے نفقہ مفروضہ میں بیچا جاویگا خالص غلام جسکو اذن دیا مولی نے نکاح کا اور بدون اذن مولی کے اگر غلام نے نکاح کیا تو اوس سے
مطالبہ نفقہ کا بعد اوسکی آزادی کے ہوگا اور مدبر اور وہ مکاتب جو عاجز نہیں ہوا بدل کتابت سے محنت مزدوری کریگا واسطے نفقہ زوجہ کے اور خالص غلام اوس نفقہ کے واسطے بیچا
جاویگا جب کہ اوسپر اسقدر نفقہ مجتمع ہو جاوے کہ وہ اوسکے ادا کرنے سے عاجز ہو اور اوسکا مالک اوسکے عوض نفقہ نہ دے کذا فی الذخیرۃ اگرچہ غلام کی زوجہ مالک کی بیٹی ہو تو بھی
اوسکے واسطے بیچا جاویگا لا في نفقة ولده ولو زوجته حرة بل نفقته على امه ولو مكاتبة لتبعيته للام اور نہ واجب ہوگا نفقہ غلام پر اوس بچہ کا
جو لونڈی سے غلام کو مولی کی اور نہ واجب ہوگا غلام پر نفقہ اوسکے ولد کا اگرچہ زوجہ اوسکی حرہ ہو بلکہ نفقہ غلام کے ولد کا اوسکی ماں پر واجب ہوگا اگرچہ ماں اوسکی مکاتبہ
ہو اسواسطے کہ ولد تابع ہے اپنی ماں کا حر اور مکاتب ہونے میں یعنی اگر ماں حرہ ہے تو لڑکا بھی حر ہے پھر جب وہ حر ہوا تو غلام پر اوسکا نفقہ کیونکر ہو اور ماں اوسکی مکاتبہ ہے

تو لڑکا بھی مکاتب ہے اور اگر ان میں کی لونڈی ہو یا مدبرہ یا ام ولد تو نفقہ اوسکا مولی پر ہے اسواسطے کہ لڑکا مملوک ہے مولی کا ولو مکاتبین متعی لامہ ونفقتہ علی
ابیہ جو ہوئیکا اور اگر زوج اور زوجہ دونوں مکاتب ہوں تو کوشش کرینگے لڑکا اپنی ماں کیواسطے یعنی اوسکے کسب کی ماں مالک ہوگی اسواسطے کہ لڑکا ماں کا تابع ہے اور نفقہ ولد کا
اوسکے باپ پر ہے کذا فی الجوہرہ ہم عبارت جوہرہ کا یہ مضمون ہے کہ اگر مولی نے اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کردیا پھر دونوں کو مکاتب کیا پھر دونوں کو ولد پیدا ہوا تو ولد اپنی
ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اور کسب ولد کا ماں کا ہوگا اور نفقہ ولد کا اوسکی مکاتبہ ماں پر واجب ہوگا اور نفقہ مکاتبہ کا زوج پر واجب ہوگا انتہی مضمون الجوہرہ تو اس سے
معلوم ہوا کہ یہ جو شرح میں ہے کہ نفقہ ولد کا اوسکے باپ پر ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مخالف ہے جوہرہ کے اور بحرالرائق کے بھی مخالف ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اور فتاوی عالمگیری
میں محیط سے منقول ہے کہ اگر دو مکاتب کیا اپنے غلام اور لونڈی کو پھر دونوں کا نکاح کردیا پھر وہ لڑکا جنی تو نفقہ ولد کا ماں پر ہوگا نہ باپ پر تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ عبارت
شرح کی یہاں غلط ہوگئی ہے مرۃ بعد اخری ای لو اجتمع علیہ نفقۃ اخری بعد ما اشتراہ من علم بہ اولم یعلم ثم علم فرضی بیع ثانیا وکذا المشتری
الثالث وہلم جرا الا انہ دین حادث قالہ الکمال وابن الکمال فما فی الدرر تبعا للصدر سہو غلام خالص اپنی زوجہ کے نفقہ میں بار بار بیچا جاویگا یعنی
اگر غلام پر دوسرا نفقہ جمع ہوا بعد خرید کرنے اوس شخص کے جو غلام کا حال جانتا تھا یا اوسکو معلوم نہ تھا پھر خرید کرنیکے بعد اوسنے جانا اور راضی ہوگیا یعنی نقصان
جانکر رہنے دیا تو دوسری بار غلام بیچا جاویگا نفقہ ثانیہ کیواسطے اور اسیطرح اگر مشتری ثالث خرید کریگا یہ حال جانکر یا بعد علم کے راضی ہوگا تو تیسرے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا
وعلی ہذا القیاس چوتھی بار اور پانچویں بار اسواسطے کہ نفقہ دین حادث ہے یعنی روز بروز پیدا ہوتا جاتا ہے تو جتنی بار اتنا نفقہ جمع ہوگا کہ غلام اوسکے دینے سے عاجز ہوگا تو اوسی بار
اداے نفقہ کیواسطے بیچا جاویگا بخلاف اور دیون کے کہ وہ روز بروز پیدا نہیں ہوتے ہیں تو لہذا مہر وغیرہ دیون میں ایکبار غلام بیچا جاویگا نہ باربار اسیطرح مذکور کیا ہے کمال الدین نے
فتح القدیر میں اور ابن کمال نے ایضاح میں اور اصطلاح میں جو کہ درر غرر میں اتباع صدر الشریعۃ مذکور ہے سو سہو اور غلط ہے ہم شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ کی کلام کا حاصل یہ
کہ غلام نے بحکم مولی ایک عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے اوسکا نفقہ غلام پر مقرر کردیا سو اوسپر ہزار درم جمع ہوگئے اور پانسو درم پر غلام بیچا گیا اور یہی اوسکی قیمت تھی اور
مشتری نے جانا تھا کہ اوسپر نفقہ کا ہنوز سو جو دیکا تو دوسری بار بیچا جاویگا بخلاف اسکے کہ اگر غلام پر ہزار درم کا دین ہوگا اور کسی سبب سے اور وہ پانسو کو بیچا جاویگا تو دوسری بار نہ
بیچا جاویگا انتہی اور یہی عبارت بعینہ درر غرر میں ہے تو ظاہر کلام صدر الشریعۃ سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بیع ثانی غلام کیواسطے ادا کرنے باقی پانسو درم کے ہوگی آخر کلام کے قرینہ سے اور
حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دین نفقہ میں جو غلام بار بار بیچا جاتا ہے سو اوسکی علت یہ ہے کہ نفقہ تھوڑا تھوڑا حادث ہوتا جاتا ہے مشتری کے پاس اور حالانکہ
پانسو باقی درم مشتری کے پاس حادث نہیں ہوئے تو انکے واسطے دوسری بار ہرگز نہ بیچا جاویگا بلکہ اوسکو اوسکے آزاد ہونے تک انتظار کیا جاویگا کذا فی منح الغفار وحاشیۃ المدنی
ویسقط بموتہ وقتلہ فی الاصح اور ساقط ہوتا ہے نفقہ غلام کی موت اور مقتول ہونیسے قول صحیح میں ویباع فی دین غیرہا مرۃ لعدم التجدد اور غلام بیچا جاویگا نفقہ زوجہ
کے دین کے سوا اور دین میں ایکبار بسبب عدم تجدد کے یعنی نفقہ کے سوا اور دین روز بروز پیدا نہیں ہوتا جاتا ہے بلکہ یکبارگی ہوتا ہے تو اسکے واسطے ایک ہی بار بیع بھی ہوگی وسیجیئ
فی الماذون ان للغرماء استسعاءہ ومفادہ ان لہا استسعاءہ ولنفقۃ کل یوم بیوم اور آویگا احکام عبد ماذون میں کہ صاحبان دین کو کسب کروانا غلام سے اور
اوسکی اجرت لینا درست ہے اپنے دین میں تو اس سے مستفاد ہوا کہ زوجہ کو بھی واسطے محنت مزدوری کے نفقہ کیواسطے کروانا جایز ہے اگرچہ ہر روز کی نفقہ کیواسطے ہو کذا فی البحر اسیواسطے
کہ زوجہ بھی صاحب دین ہے قال وہل یباع فی کفنہا ینبغی علی قول الثانی المفتی بہ نعم کما یباع فی کسوتہا کما صاحب بحر نے ذکر کیا کہ غلام زوجہ کے کفن کیواسطے بیچا جاویگا بنا بر
قول ابو یوسف کے جو مفتی بہ ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ ہاں کفن کیواسطے بیچا جاویگا چنانچہ عورت کی پوشاک کیواسطے بکتا ہے ہم یہ جواب روایت مذہب نہیں بلکہ ابی یوسف کا اس قول
سے کہ کفن برابر پوشاک کی ہے صاحب بحر نے استخراج کیا ہے اور صاحب نہر اور حموی نے بھی اسکو پسند کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ونفقۃ الامۃ المنکوحۃ ولو مدبرۃ وام الولد
اما المکاتبۃ فکالحرۃ انما تجب علی الزوج ولو عبدا بالتبویۃ بان یدفعہا الیہ ولا یستخدمہا اور نفقہ منکوحہ لونڈیکا اگرچہ مدبرہ اور ام ولد ہو نہیں واجب ہوتا ہے
زوج پر اگرچہ وہ غلام ہو مگر علیحدہ مکان دینے سے اسطرح پر کہ لونڈی اوسکو سپرد کردیوے مالک اور اوس سے خدمت نہ لے اور اگر مالک لونڈی کو اپنے کاروبار میں رکھیگا تو زوج پر نفقہ

نہ واجب ہوگا اور مکاتبہ تو برابر حرہ کی ہے یعنی اوسکی نفقہ کا وجوب جدا مکان ہونے پر موقوف نہیں اور اگر مولی دن بھر لونڈی سے خدمت لے اور رات کو زوج کے
پاس بھیجدے تو نفقہ زوج پر لازم رہیگا اور اگر راتکو لونڈی مولی کی خدمت میں رہے تو راتکا نفقہ مولی پر اور دنکا زوج پر لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی فلو استخدمھا
المولی واھلہ بعدھا او بوّاھا بعد الطلاق لاجل انقضاء العدۃ لا قبلہ ای لم یکن بوّاھا قبل الطلاق سقطت بخلاف حرۃ نشزت فطلقت فعادت سو اگر لونڈی
سے کام لیا مولی نے یا مولی کے لوگوں نے یا علیحدہ مکان دیا اوسکو بعد طلاق کے واسطے انقضاء عدت کے نہ قبل اسکے یعنی قبل طلاق کے مولی نے جدا مکان اسکو دیا تھا تو ساقط ہوگا نفقہ
زوج سے بلکہ واجب ہی نہوگا نہ مکان دینے سے بخلاف حرہ کے جو زوج کے گھر سے نکل گئی پھر وہ مطلقہ ہوئی پھر زوج کے گھر میں پلٹ آئی واسطے عدت کے تو اوسکا نفقہ واجب ہوگا زوج
پر وفی البحر بحثاً فرض النفقۃ قبل التبویۃ باطل ونفقات الزوجات المختلفۃ مختلفۃ بحالھما اور بحر الرائق میں بنا بر بحث کہ ہے کہ لونڈی منکوحہ کا نفقہ ٹھہرانا قبل
تفویض زوج کے باطل ہے اور زوجات مختلفہ کے نفقات بھی مختلف ہیں مناسب حال زوجین کے بنا بر قول مفتی بہ کے یعنی اگر مثلاً زوج غنی کی دو زوجہ ہیں ایک غنیہ اور دوسری فقیرہ
تو زوجہ غنیہ کا نفقہ کشایش ہوگا موافق مقدور زوجین کے اور زوجہ فقیرہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور اگر زوج فقیر ہو تو غنیہ کا نفقہ متوسط ہوگا اور فقیرہ کا مناسب افلاس کے وکذا تجب
لھا السکنی فی بیت خالٍ عن اھلہ سوی طفلہ الذی لا یفھم الجماع وامتہ وام ولدہ واھلھا ولو ولدھا من غیرہ بقدر حالھما کطعام وکسوۃ اور جسطرح
طعام اور لباس زوجہ کا زوج پر واجب ہے اوسیطرح سکنی بھی واجب ہے یعنی زوجہ کے رہنے کو ایک ایسی کوٹھری دینا واجب ہے جو خالی ہو زوج کے لوگوں سے یعنی اوسمیں زوج کی ماں بہن یا
بھائی نہ رہتا ہو سوا زوج کے طفل کے جو جماع کو نہیں جانتا اور زوج کی لونڈی اور ام ولد کے سوا اسواسطے کہ انکا رہنا کچھ حرج کا موجب نہیں اسواسطے کہ نافہم طفل سے شرم نہیں
آتی اور لونڈی اور ام ولد کا ہٹا دینا صحبت کے وقت اختیاری کام ہے اور جیسا کہ مکان زوجہ کا زوج کے لوگوں سے خالی چاہیے ویسے ہی زوجہ کے لوگوں سے بھی خالی چاہیے اگرچہ زوجہ
کا ولد ہو دوسرے زوج سے مکان دینا زوجہ کا زوج پر واجب ہے بقدر حال زوجین کے مانند طعام اور لباس کے اسواسطے کہ مکان یا لدار کا برابر نہیں محتاج کو مکان کے وبیت منفرد من دارٍ
لہ غلق زاد فی الاختیار والعینی ومرافق ومفادہ لزوم کنیف ومطبخ وینبغی الافتاء بہ بحر کفاھا لحصول المقصود ھدایہ اور کفایت کرتی ہے زوجہ کو گھر میں سے
ایک کوٹھری قفل والی اور اختیار شرح مختار اور عینی شرح کنز میں کوٹھری مقفل پر مرافق کو زیادہ کیا ہے یعنی کوٹھری کے ساتھ ضرورت کے مکان بھی جدا لازم ہیں تو مستفاد
ہوا اس سے لازم ہونا پاخانہ اور باورچی خانہ کا اور اسی پر فتوی دینا لائق ہوا کذا فی البحر الرائق ہدایہ میں ہے کہ کوٹھری مقفل عورتکو کافی ہے واسطے حصول مقصود کے یعنی اسباب
محفوظ رہیگا اور معاشرت بلا دخل اغیار حاصل ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ میں فقط کوٹھری مقفل کو کافی کہا ہے مرافق کو مذکور نہیں کیا اور صاحب بحر نے بروایت اختیار اور عینی کے
مرافق کا ہونا مفتی بہ جانا ہے اور شرنبلالی نے برہان سے نقل کیا ہے کہ کوٹھری کامل المرافق لازم ہے شیخ رحمتی نے کہا کہ پاخانہ زوجہ کا علیحدہ لازم ہے اسواسطے کہ پاخانہ مشترک
اگر ہو اجنبی اوسمیں جاتے ہوں خالی مضرت سے نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی ہم جب ثابت ہوا کہ عورت کو علیحدہ مکان قفل کنجی والا دیدینا واجب ہے تو یہ جو ہندوستان میں
علی الخصوص قصبات میں رواج ہے کہ زوجہ کیواسطے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام نہیں کرتے خصوصاً جبکہ گھر میں فقط ایک دالان یا ایک چھپر اور اوسمیں گھر کے لوگ رہتے ہیں اور
دالان یا چھپر میں ایک کپڑے کا پردہ زوج اور زوجہ کیواسطے کر دیتے ہیں یہ رسم مخالف ہے شرع شریف کے اور اسمیں بیجا زوجہ کی حق تلفی ہے اور صاف بیحیائی ہے کہ اسسبب
انجا و مکانی کو زوجین کی حرکات سے خبردار ہونا متصور نہیں تو اسکو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے علیحدہ مکان دینے کا اہتمام بالضرور لازم ہے وفی البحر عن الخانیۃ یشترط
ان لا یکون فی الدار احد من احماء الزوج یؤذیھا اور بحر الرائق میں خانیہ سے منقول ہے کہ شرط سکنی یہ ہے کہ گھر میں کوئی زوج کا اقربا نہو جو زوجہ کو ایذا اور تکلیف دیتا ہو
ہم لغت عرب میں احما انکو کہتے ہیں جو زوجہ کے رشتہ دار ہوں جانب زوج سے جیسے عورت کا سسر یا جیٹھ یا دیور لیکن بزازیہ میں تصریح ہے کہ جسوقت گھر میں مکانات متعدد ہوں
اور زوجہ کو ایک کوٹھری مقفل علیحدہ مل گئی ہو تو سسر اور دیور کا گھر میں رہنا درست ہے زوجہ کو مطالبہ کرنا علیحدہ مکان کا نہیں پہنچتا کذا فی منح الغفار ونقل المصنف
عن الملتقط کفایتہ مع الاحماء لا مع الضرائر فلکل من زوجتیہ مطالبتہ ببیت من دارٍ علی حدۃ اور نقل کیا ہے مصنف نے ملتقط سے کفایت کرنا گھر کا ساتھ
سسر یا دیور کے نہ ساتھ سوتنوں کے تو دونوں زوجہ میں سے ہر ایک کو ایک ایک کوٹھری کا علیحدہ علیحدہ گھر سے مطالبہ کرنا زوج سے پہنچتا ہے اسواسطے کہ بسبب غیرت سوکنوں کے پاس رہنے سے تکلیف

ہوتی ہی اوتنی شُسر یا دیور سے نہین ہوتی ہو علی الخصوص ہندوستان کی عورتین کہ سوت سے نہایت رنج مین ہوتی ہین بسبب قلت دولج کے تو ہندوستانین
دو یا تین یا چار سوتونکو ایک گہر مین رکہنا اگرچہ ہر ایک کا مکان علیحدہ علیحدہ ہو گویا اپنی زندگی تلخ کرنا ہو ولا یکونُ مُنہ اِیّاھا مُوحِشَۃً وتؤمِرُ الزوجُ بإسکانِھا بینَ جیرانٍ
صالحینَ بحیثُ لاتستوحِشُ سے اچہا اور واجب نہین زوج پر زوجہ کے پاس ایسی عورت رکہنا جو اوسکا دل لگایا کرے اور زوج پر دار القضا سے حکم کیا جاوے کہ زوجہ کو
نیکبخت ہمسایہ مین ایسی جگہ جہان وہ نہ گہبراے اور اوسکو وحشت نہو کذا فی السراجیہ یہان سراجیہ سے مراد فتاوی سراج الدین قاری ہدایہ ہے نہ وہ فتاوی کہ
سراجیہ کر کے مشہور ہے کذا فی منح الغفار شیخ رحمتی محشی نے ذکر کیا کہ پڑوسیون کے ایسے گہر قریب ہون کہ اگر عورتکو کوئی مصیبت پیش آوے تو اونکو پکار سکے یا تنہائی کیوقت ہمسایہ
عورتون سے کلام کرسکے تو ایسے مکانات بلند کہ پاس رہنا جہان پکارنے سے آواز نہ جاسکے کافی نہین کذا فی حاشیۃ المدنی ومفادُہ انّ البیتَ بلا جیرانٍ لیسَ مسکناً
شرعیًّا انتہی اور سراجیہ کے کلام سے مستفاد ہوا کہ ایسا مکان جسکے گردپیش پڑوسی لوگ نہون وہ مکان مسکن شرعی نہین اسواسطے کہ اوسمین عورتکو امن نہین کذا فی البحر الرائق و
فی النہرِ وظاھرُہ وجوبُھا ولو البیتُ خالیًا عن الجیرانِ لاسیّما اذا خَشِیَتْ علی عقلِھا مِنْ سعتِہ قلتُ لکن نَظَرَ فیہ الشرنبلالی بما مرّ انّ ما لاجیرانَ
لہ غیرُ مسکنٍ شرعیٍّ فتنبّہ اور نہر الفائق مین ہے کہ ظاہر کلام سراجیہ وجوب مونسہ پر دلالت کرتا ہے یعنی زوج پر واجب ہے کہ ایک عورت بات چیت کرنیوالی زوجہ کے پاس
مقرر کردے اگر مکان خالی ہو پڑوسیون سے خصوصًا جب کہ زوجہ ڈرے اپنے زوال عقل پر بسبب کشادگی مکان کے شارح کہتا ہے لیکن اسمین اعتراض کیا ہے شرنبلالی نے اوس قول سے جو
مذکور ہو چکا یعنی جس مکان کے پڑوسی نہون وہ مسکن شرع مین مکان ہی نہین کہتے تو خبردار ہو جاؤ یعنی مکان کی کشادگی اور تنگی کا کچہ اعتبار نہین بلکہ پڑوسیونکا اعتبار ہے تو
جہان پڑوسی نیکبخت نہین تو وہان سے نقل مکان لازم ہے دوسری عورتکا مقرر کرنا موانست کیواسطے لازم نہین ولا یمنعُھا من الخروجِ الی الوالدَینِ فی کلِّ جمعۃٍ
ان لم یقدِرا علی اِتیانِھا علی ما اختارہ فی الاختیارِ ولو ابوھا زمِنًا مثلًا واحتاجھا فعلیھا تعاھدُہ ولو کافرًا وان ابی الزوجُ فتح اور نہ منع کرے زوج
زوجہ کو ماں باپکے پاس جانے سے ہر جمعہ مین یعنی سات دن مین ایکبار بشرطیکہ والدین اوسکے پاس نہ آسکتے ہون یہ حکم بنا بر اوس روایت کے ہے جسکو اختیار مین مختار کیا ہے اور اگر زوجہ
کا باپ لنگڑا ہو یا کوئی اور بیماری اوسکو ہو اور وہ اوسکی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اوسکی خبرگیری اور خدمت واجب ہے اگرچہ باپ کافر ہو اور اگرچہ زوج اوسکی خدمت
سے منع کرتا ہو کذا فی فتح القدیر اور اگر باپ کا کوئی خادم ہو تو اوسپر خبرگیری واجب نہین اور عورت اسقدر عصیان زوج سے ناشزہ نہوگی کہ اوسکا نفقہ زوج پر واجب نہ رہے
کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یمنعُھما من الدخولِ علیھا فی کلِّ جمعۃٍ وغیرِھما من المحارمِ فی کلِّ سنۃٍ لھا الخروجُ ولھم الدخولُ زیلعی اور زوج منع نہ کرے
زوجہ کے والدین کو اسکے پاس آنے سے ہر ہفتہ مین ایکبار اور ماباپ کے سوا اور محارم کو جیسے چچا ماموں بہائی عمہ خالہ بہن کو ہر سال مین ایکبار آنے سے منع نکرے تو عورتکو اونکے پاس
جانا اور اونکو عورتکے پاس آنا جائز ہے کذا فی الزیلعی ویمنعُھم مِن الکینونۃِ وفی نسخۃٍ البیتوتۃِ لکن عبارۃُ ملا مسکین مِن القرارِ عندھا بہ یُفتی خانیۃ اور زوج
منع کرے ماں باپ اور محارم کو زوجہ کے پاس ٹہرنے سے اسواسطے کہ ٹہرنے سے گاہ زوج کو ضرر پہونچتا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخانیہ اور متن کے ایک نسخہ مین بیتوتت ہے بجاے
کینونت یعنی محارم کو شب باشی سے منع کرے اور عبارت ملا مسکین یہ ہے کہ محارم کو عورتکے پاس قرار سے یعنی ٹہرنے سے منع کرے تو قرار کے لفظ سے کینونت کا نسخہ راجح ہو گیا
ھم فتاوی عالمگیری مین قاضیخان اور رعایۃ سروجی سے منقول ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ زوجہ کو والدین کے پاس جانے سے اور اوسکو اونکے پاس آنے سے ہر جمعہ مین ایکبار منع کرنا جائز
نہین اور محارم کے پاس آنا جانا سال بہر مین ایکبار مفتی بہ ہے ہان یہ البتہ زوج کو اختیار ہے کہ اونکو زوجہ کے پاس ٹہرنے نہ دے اور ہدایہ اور اختیار شرح مختار مین مصرح ہے
کہ محارم کو ہر وقت اختیار ہے کہ عورت سے باتین کرین اور اوسکو دیکہین بشرطیکہ گہر مین نہ داخل ہون زوج کو اسکا منع کرنا نہین پہونچتا کہ اسمین قطع رحم ہوتا ہے اور
صحیح حدیث مین ثابت ہوا ہے کہ قاطع رحم بہشت مین نہ داخل ہوگا بحر الرائق مین ہے کہ بموجب قول صحیح مفتی بہ کے عورتکو نکلنا والدین کے ملنے کو جمعہ مین ایکبار اور محارم کے
ملنے کیواسطے سال مین ایکبار باجازت وبلا اجازت زوج کے جائز ہے اور اس سے زیادہ والدین اور محارم کیواسطے جانا بدون اجازت کے جائز نہین اور خلاصہ مین
ہے کہ زوج کو جائز ہے کہ زوجہ کو سات جگہ نکلنے کی اجازت دے ان باپ کے ملنے کو اور اونکی بیمار پرسی کو اور اونکی ماتم پرسی کو یا اون دونون مین سے فقط ایک کی ملنے کو یا ایک

کی بیمار پرسی کو یا ایک کی ماتم پرسی کو اور ساتوین محارم کو ملنی کو کذا فی منح الغفار ویمنعها من زیارة الاجانب وعیادتهم والولیمة وان اذن کانا عاصیین
کما مرّ فی باب المهر اور منع کرے زوج عورتکو اجنبی لوگون کو ملنی سے اور اونکی بیمار پرسی کو جانی سے اور ولیمہ نکاح کو جانیسے اجنبی لوگون سے مراد وہ لوگ ہین جو عورت کے
محرم نہین جیسے چچا یا ماموں کا بیٹا اور اگر زوج اجازت دیگا زوجہ کو نامحرمون کو ملنی کی تو زوج اور زوجہ دونون گنہگار ہونگے چنانچہ اسکا بیان باب المہر مین مذکور ہو چکا ہم
محفل شادی کو طعام کو ولیمہ کہتے ہین ولیمہ مین عورتکا جانا جائز نہین اگرچہ اوسکی باپ ہی کا نکاح ہو اسواسطے کہ ولیمہ مجمع سے خالی نہین ہو اور مجمع مین انواع فساد محتمل
ہین کذا فی حاشیة المدنی وفی البحر له منعها عن الغزل وکل عمل ولو تبرعًا لاجنبی ولو قابلة او مغسّلة لتقدم حقه علی فرض الکفایة اور بحر الرائق مین ہے
کہ زوج کو جائز ہے منع کرنا زوجہ کا چرخہ کاتنی سے اور ہر کام سے خواہ وہ کام اپنے واسطے زوجہ کرتی ہو یا اجنبی کیواسطے بطریق احسان کرتی ہو اگرچہ زوجہ دائی جنائی یا
مردہ شو ہو بلا اجازت زوج کی یہ کام نہین کر سکتی بسبب مقدم ہونی حق زوج کی فرض کفایہ پر یعنی لڑکا جنانا اور مردہ کو غسل دینا فرض عین نہین بلکہ فرض کفایہ ہے عورت
پر لہذا زوج کا حق اوسپر مقدم ہوگا بخلاف حج مفروض کی کہ اوسمین زوج منع نہین کر سکتا اگر اوسکی ساتھہ کوئی اوسکا محرم ہو اسواسطے کہ فرض عین پر حق زوج کا
مقدم نہین ہو سکتا ہم خلاصہ مین روایت ہے کہ دائی جنائی اور مردہ شو اور اپنی قرض کی نالش کو عورتکا نکلنا جائز ہے زوج اجازت دے یا نہ دے تو یہ محمول ہے قبل مہر معجل کے
مقبوض ہونے پر کذا فی النہر یعنی جب تک مہر معجل کو زوج نے نہین دیا ہے تب تک زوجہ بلا اجازت نکل سکتی ہے یا اسپر محمول ہے کہ اوس جگہ سوا اوس عورتکی کوئی دائی جنائی یا مردہ شو نہین
تو اسوقت مین اوسکو نکلنا ضرور ہوگا اگرچہ زوج منع کرتا ہو اسواسطے کہ اب جنانا یا مردہ کو غسل دینا فرض کفایہ نرہا بلکہ فرض عین ہو گیا اور قرض کیواسطے نکلنا اگر عورت
پردہ دار نہین تب بلا اجازت جائز ہے اور اگر پردہ دار ہو تو اوسکو بلا اجازت نکلنا جائز نہین اسواسطے کہ نالش کیواسطے اوسکی طرف سے وکیل کفایت کرتا ہے کذا فی حاشیة المدنی
ومن مجلس العلم الا لنازلة امتنع زوجها من سؤالها اور جائز ہے زوج کو منع کرنا عورتکا علم کی مجلس سے یعنی وعظ اور درس مین بجانے دینا درست ہے مگر زوجہ کو اوس مسئلہ
ضروری کی دریافت کرنیکے واسطے بلا اجازت زوج کی نکلنا درست ہے جس مسئلہ کو زوج اوسکا کسی عالم سے سوال کر کر دریافت نہین کردیتا اور اگر زوج کسی عالم سے دریافت کر کر اوسکو
بتا دیگا تو پھر عورتکو نکلنا جائز نہوگا اور اگر عورتکو مسئلہ دریافت کرنیکی نہایت ضرورت ہم اور اسنی چاہا کہ مجالس علم مین جاوے کہ مسائل وضو اور صلوٰة کو سیکھے
تو اگر زوج مسئلہ دان ہے تو اسکو بتا دے اور وہان جانیسے روکے اور اگر جاہل ہو تو بہتر ہے کہ گاہے گاہے مجالس علم مین جانے دے لیکن اگر منع کریگا تو بھی درست ہے اسلیئے کہ کسی مسئلہ خاص کے
دریافت کرنیکی اسکو ضرورت نہین کذا فی حاشیة المدنی ناقلا عن البحر ومن الحمام الا النفساء وان جاز بلا تزین وکشف عورة احد قال الباقانی وعلیه الفتوی
فلا خلاف فی منعهن للعلم بکشف بعضهن وکذا فی الشرنبلالیة معزیا للکمال اور جائز ہے زوج کو منع کرنا زوجہ کا حمام کو جانے سے مگر نفاس والی اور بیمار عورتکو کذا فی فتح القدیر
اگرچہ حمام مین جانا عورتکا بدون آرائش اور بدون اس امر کے کہ کسیکی سامنے بدن کھل جاوے جائز ہے باقانی نے کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے پھر جب عدم آرائش اور عدم کشف عورت شرط
ہوئی خروج کی تو اس زمانہ مین کچھہ اختلاف باقی نرہا عورتون کے منع کرنے مین دخول حمام سے اسواسطے کہ بالیقین معلوم ہے کہ بعضی عورتین بلکہ اکثر کشوف العورة ہو جاتی ہین اور اسیطرح
شرنبلالیہ مین ہے بنقل کلام کمال الدین کے شیخ رحمتی نے لکھا اور اسیطرح عورتونکی نکلنے مین فی الحقیقت اختلاف نہین اسواسطے کہ اونکی عادت ہے کہ بدون آرائش و زینت کے نہین نکلتی
ہین اور رجالا ایسا نکلنا حرام ہے کذا فی حاشیة المدنی ہم فتح القدیر مین کمال الدین نے کہا ہے قول فقیہ ہے کہ دخول حمام عورتکو ممنوع ہے اور قاضی خان نے کہا کہ مشروع ہے بشرط
عدم کشف عورة فی الحقیقت اب کچھہ اختلاف دونون قولون مین نرہا اور منع کرنا عورتونکا متفق علیہ ہو گیا اسواسطے کہ اکثر نساء کشوف العورة ہو جاتی ہین حمام مین اور چند احادیث موید ہین
فقیہ کے قول کی یعنی منع دخول حمام کی لیکن نفاس والی عورت و مریضہ کا استثنا ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث مین ثابت ہے انتهی کلامه وتفرض النفقة بانواعها لزوجة
الغائب مدة سفر صیرفیه واستحسنه فی البحر ولو مفقودًا اور مقرر کیا جاویگا تینون قسم کا نفقہ زوج غائب کی زوجہ کیواسطے جسکی غیبت بقدر مدت سفر ہو یعنی جو تین منزل زمین
سے دور ہو کذا فی الصیرفیہ اور اسکو بحر الرائق مین پسند کیا ہے اگرچہ زوج غائب مفقود الخبر ہو گیا ہو ہم زوجہ غائب کے نفقہ ٹھہرانے مین مدت سفر مشروط نہین کذا فی الامداد المکیہ عن القنیہ
عن قاضیخان والمحیط ولطفله ومثله کبیر زمن وانثی مطلقًا اور مقرر کیا جاوی نفقہ طفل غائب کیواسطے اور مانند طفل کے وہ بالغ بیٹا ہے جو لنگڑا ہو اور بیٹیان مطلقًا

ہوں یا کبیرہ وابَوَیۃ فقط فلا تفرض لمملوکہٖ واخیہ ویُقضی عنہ دینُہٗ لانہ قضاءٌ علی الغائبِ اور مقرر کیا جاوے نفقہ غائب کے والدین کیواسطے فقط تو اسکے غلام اور بھائی کیواسطے نہ مقرر ہوگا اور نہ غائب کیطرف سے اسکا دین ادا کیا جاوے اسواسطے کہ اوسکی طرف سے دین اوس کا ادا کرنا یہ غائب پر حکم کرنا ہے اور قضا علی الغائب جائز نہیں فی مالٍ لہٗ من جنسِ حقّہم کنقدٍ وطعامٍ اما خلافہ فیفتقر للبیع ولا یُباع مالُ الغائبِ اتفاقاً غائب کے اوس مال میں نفقہ ٹھہرایا جاوے جو زوجہ اور طفل اور والدین کے حقوق کی جنس سے ہو جیسے سونا چاندی اور اناج یا کپڑا ہو اوسکے لباس کے مناسب اور جو مال کہ اونکی حقوق کی مخالف ہو جیسے اسباب اور زمین تو اسمیں بیچنے کی حاجت ہوگی تاکہ نفقہ اونکا حاصل ہو اور حالانکہ مال غائب کا بیچنا باتفاق امام اور صاحبین کے جائز نہیں عندہم او علی من یُقِرُّ بہٖ عندہ الامانۃ وعلی الدَّین ویبدأ بالاوّل غائب کے اوس مال سے نفقہ مفروض ہوگا جو اون لوگوں کے پاس ہے یا اوس شخص پر ہو جو امانت یا دین کا اقرار کرتا ہو امانت کے کلام میں لفظ عندہ کا واسطے امانت کے اور لفظ علی کا واسطے دین کے مستعمل ہوا ہے اسواسطے کہ امانت کا مال بعینہ امین کے پاس رہتا ہے اور مدیون کے پاس دین بعینہ نہیں ہوتا بلکہ دین عبارت ہے امر معنوی سے کہ اوسکے ذمہ پر لازم ہوتا ہے پھر جب ثابت ہو کہ غائب کا مال ایک شخص کے پاس امانت ہے اور دوسرے شخص پر دین ہے تو نفقہ زوجہ وغیرہا کا پہلے امانت کے مال سے لیا جاوے اسواسطے کہ امانت میں ہلاک متصور ہے بلا ضمان بخلاف دین کے اور چونکہ قاضی ناظر اور خیر خواہ ہے غائب کا تو اوسپر لازم ہوا کہ پہلے امانت کو صرف کراوے بعد اوسکے دین کو اور شیخ رحمتی نے کہا کہ اگر مال غائب کا زوجہ کے پاس گھر میں ہے تو بہتر ہے کہ قاضی اول اسکو صرف کراوے پھر امانت کو پھر دین کو کذا فی حاشیۃ المدنی ولو انفقا بلا فرضٍ ضمِنا بلا رجوعٍ اور اگر غائب کے امانت دار اور مدیون نے زوجہ اور طفل اور والدین کو نفقہ دیا بلا فرض کرنے قاضی کے تو وہ دونوں ضامن ہونگے مال کے بلا رجوع کے یعنی زوجہ وغیرہا سے نفقہ کو نہ پھیر سکینگے ویُقبل قولُ المُودَعِ فی الدفعِ للنفقۃِ لا المدیونِ الا ببیّنۃٍ او اقرارِہا بعد حکم قاضی کے اگر امانت دار کہے کہ میں نے نفقہ زوجہ کو دیا اور عورت منکر ہو تو امانت دار کا قول مقبول ہوگا اور مدیون کا قول اسمیں مقبول نہوگا بدون گواہوں کے یا بدون زوجہ کے اقرار کے کذا فی البحر اور اسکا ذکر آویگا وبالزوجیّۃ وبقرابۃِ الولادِ اور زوجیت اور قرابت ولادت کا اقرار کریں امانت دار یا مدیون یعنی فرض نفقہ کی دو شرطیں ہیں ایک یہ ہے کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کریں دوسری شرط یہ کہ اقرار کریں اسکا کہ ہاں یہ عورت غائب کی زوجہ ہے یا یہ طفل غائب کا بیٹا ہے یا یہ دو شخص غائب کے والدین ہیں وکذا الحکم ثابتٌ اذا علمَ قاضٍ بذلک ای بمالٍ وزوجیّۃٍ ونسبٍ اور اسیطرح فرض کرنے نفقہ کا حکم ثابت ہے جبکہ قاضی کو اسکا علم ہو یعنی غائب کے مال کا اور زوجیت اور نسب کا ولو علمَ باحدہما احتیجَ للاقرارِ بالآخرِ لا یمینَ ولا بیّنۃَ ہنا لعدمِ الخصمِ اور اگر قاضی دو چیز سے ایک چیز کو جانتا ہو تو دوسرے امر کیواسطے اقرار کی حاجت ہوگی یعنی اگر مال کو جانتا ہو اور زوجیت اور نسب کو نجانتا ہو تو اسکی حاجت ہوگی جسکے پاس مال ہو وہ اقرار زوجیت اور نسب کا کرے اور اگر زوجیت اور نسب کو جانتا ہو تو اوسکی حاجت ہوگی کہ امانت دار اور مدیون مال غائب کا اقرار کرے اور قسم اور گواہوں کا یہاں کام نہیں دوسرے امر کے اثبات کیواسطے بسبب نہونے خصم کے یعنی غائب یا اوسکا وکیل نہیں جو قسم یا گواہ سے کام نکلے وکفلہا ای اخذ منہا کفیلاً بما اخذتہ وجوباً فی الاصح اور ضامن لیوے قاضی زوجہ سے اوس مال کا جسکو زوجہ نے نفقہ میں لیا بنا بر وجوب ضمانت کے قول اصح میں ہم قاضی کو ضامن لینا عورت سے مال پر واجب ہے سرخسی کے قول سے اور مستحب ہے خصاف کے قول سے اور صدر شہید نے وجوب کی تصحیح کی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی وحلّفہا معاً ای مع الکفیلِ احتیاطاً وکذا کل اخذِ نفقۃٍ فلو ذکرَ الضمیرَ کابن الکمال لکان اَولیٰ اور قاضی قسم لے زوجہ سے ساتھ ضامن کے یعنی دونوں سے قسم لے بنا بر احتیاط کے اور زوجہ کیطرح ہر شخص نفقہ لینے والے سے قسم لے یعنی والدین سے اور لنگڑے ولد سے اور جوان بیٹیوں سے سوائے صغیر کے تو اگر ماتن ضمیر مذکر لاتا بجائے مونث کے یعنی بجائے کفلہا وحلّفہا کے کفلہ وحلّفہ لاتا جیسا کہ ابن کمال نے مذکر ضمیر کو مذکور کیا ہے ایضاح الاصلاح میں تو بہتر ہوتا ہر آخذ یعنی ہر لینے والے کو شامل ہوتا اور ماتن کے کلام میں فقط زوجہ پر کفالت اور قسم مقصور ہے کذا فی حاشیۃ المدنی اَنّ الغائبَ لم یُعطِہا النفقۃَ ولا کانت ناشزۃً ولا مطلّقۃً مضت عدّتُہا زوجہ اور کفیل سے قاضی یہ قسم لے کہ زوج غائب نے اوسکو نفقہ نہیں دیا اور نہ زوجہ ناشزہ تھی اور نہ وہ ایسی مطلقہ ہے جسکی عدت منقضی ہوچکی ہو ہم واو کا لفظ ترتیب کو مقتضی نہیں جو کوئی تکلیف کو بعد فرض اور تکفیل کے سمجھے بلکہ ترتیب واقعی یوں ہے کہ قاضی پہلے قسم لے پھر نفقہ دے اور ضامن لے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی اَقُول من ایضاح الاصلاح فانْ حضرَ الزوجُ وبرہنَ انہٗ اوفاہا

النفقة لطولبت هي وكفيلها بردّ ما اخذت وكذا لو لم يبرهن ونكلت پھر اگر بعد اسکے زوج غائب حاضر ہوا اور اوسنے گواہ گذرانے کہ وہ زوجہ کو نفقہ دیچکا ہے تو زوجہ
یا اوسکے ضامن سے مطالبہ ہوگا اوسکے پھیر دینے کا جو وہ لیچکی ہے بابت نفقہ کے اور اسیطرح اگر زوج گواہ نہ لاسکا اور زوجہ نے قسم سے انکار کیا تو بھی زوجہ یا کفیل سے مطالبہ
ہوگا پھیر دینے کا ولو حلفت لطولبت فقط اور اگر زوج گواہ نہ لاسکے گا اور زوجہ قسم کھاویگی کہ مجھکو زوج نے نفقہ نہیں دیا تو فقط زوجہ سے مطالبہ ہوگا ص یہ عبارت صحیح
نہیں ہے کاتبوں کی تحریف ہے کہ کتب معتمدہ کی مخالف ہے اسواسطے کہ بحر الرائق میں ہے کہ اگر زوج کے پاس نفقہ دینے کے گواہ نہوں اور عورت قسم کھاوے کہ مینے نفقہ نہیں پایا تو عورت
اور کفیل دونو بری الذمہ ہوگئے کذا فی حاشیة المدنی اور عالمگیریہ میں بدائع سے منقول ہے کہ اگر عورت نے اقرار کیا کہ زوج مجھکو نفقہ پہلے دیگیا تھا تو زوج مطالبہ کریگا زوجہ سے
نہ کفیل سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل عبارت شارح کی یوں ہوگی کہ لو اقرت طولبت فقط کاتبوں نے تحریف کر کے بجاے اقرت کے حلفت لکھدیا اور دلیل واضح کاتبوں کی تحریف
پر یہ ہے کہ محشی مدنی نے شرح ملتقی الابحر شارح کی تصنیف سے یہ عبارت بدائع کے موافق کی ہے فان اقرت رجع وبرهن انه خلفها مالا او حلفها فنكلت رجع على الكفيل والزوجة وان اقرت
باخذها اي النفقة يرجع عليها فقط كما في القهستاني عن شرح الطحاوي انتهى ولا تفرض على غائب باقامة الزوجة بينة على النكاح او النسب نہ مقرر کیا جاویگا
نفقہ زوج غائب پر زوجہ کے گواہ گذرانے سے نکاح پر یا گواہ لانے سے قرابت کے مثلاً نسب پر یعنی اگر عورت گواہ لاوے قاضی کے سامنے کہ میں بیاہتا ہوں غائب کی یا قرابت والے گواہ لاوے
کہ میں غائب کا باپ ہوں اور غائب کا مدیون امین اسکا اقرار نکریں تو قاضی نفقہ نہ دلاویگا ولا تفرض ايضا ان لم يخلف مالا فاقامت بينة ليفرض عليه ويامرها
بالاستدانة ولا يقضي به لانه قضاء على الغائب اور اس صورت میں بھی نفقہ نہ مقرر کیا جاویگا اگر زوج غائب مال نہ چھوڑ گیا ہو سو عورت نے گواہ گذرانے تاکہ قاضی
زوج غائب پر نفقہ مقرر کردے اور عورتکو اجازت قرض لینے کی دے تو اسمیں قاضی نفقہ نہ مقرر کرے اور نہ ثبوت نکاح پر حکم دے اسواسطے کہ یہ قضاء علی الغائب ہے اور حالانکہ
یہ صحیح نہیں وقال زفر يقضي بها اي بالنفقة لا به اي النكاح وعمل القضاة اليوم على هذا للحاجة فيفتى به وهذه من الست التي يفتى بها بقول زفر
اور زفر نے کہا کہ جب عورت نے نکاح کے گواہ گذرانے تو نفقہ کا حکم دیا جاوے نہ نکاح کا اور قاضیوں کا عمل بالفعل اسی زفر کے قول پر ہے بسبب حاجت کے تو یہی قول مفتی بہ ہے اور یہ مسئلہ
ایک ہے اون چھ مسائل سے جنمیں زفر کے قول پر فتوی ہے کذا فی البحر والنهر والقاضی خان والعالمگیریہ عن العینی شرح الکنز اور حموی نے پندرہ مسائل مفتی بہا قول زفر کی ابیات کیے
ہیں نظم میں کہ تحصیل انکی موجب تطویل ہے کذا فی حاشیة المدنی وعليه فلو غاب وله زوجة وصغار تقبل بينتها على النكاح ان لم يكن عالما به ثم يفرض لهم
ويامرها بالانفاق او الاستدانة لترجع بحر اور بنا بر قول مفتی بہ زفر کے اگر زوج غائب ہوا اور اوسکے ایک زوجہ اور چھوٹے لڑکے ہیں تو مقبول ہونگے گواہ اوسکے نکاح پر واسطے
نفقہ تھہرانیکے نہ نکاح پر حکم کرنیکے واسطے اگر قاضی کو علم نہو نکاح کا پھر قاضی لڑکوں کیواسطے نفقہ مقرر کرے اور حکم کرے عورت پر نفقہ دینے کا اگر اوسکے پاس مال ہے یا
عورتکو قرض لینے کا حکم کرے تاکہ بعد حاضر ہونے زوج کے اوس سے پھیر لے کذا في البحر الرائق وتجب للمطلقة الرجعي والبائن والفرقة بلا معصية كخيار عتق وبلوغ والتفريق
بعدم الكفاءة النفقة والسكنى والكسوة ان طالت المدة اور مطلقہ رجعی اور بائن کیواسطے اور ہر جدا شدہ عورت کے واسطے جو بلا قصور ہو جیسا کہ خیار عتق اور خیار
بلوغ سے یا عدم کفاءت کی تفریق سے واجب ہے نفقہ اور سکنی اور پوشاک لیکن پوشاک اوس صورت میں واجب ہوگی جبکہ مدت عدت کی دراز ہو جاوے ص یہ جواب ہے سوال مقدر کا
کہ زیلعی وغیرہ نے طلاق اور فرقت کی عدت میں پوشاک کا ذکر نہیں کیا اور ذخیرہ اور خانیہ اور مجتبی میں لباس کو بھی ساتھ نفقہ اور سکنی کے مذکور کیا ہے اسکی کیا وجہ تو شارح نے
جواب دیا کہ عدت اکثر جلد منقضی ہو جاتی ہے تو پوشاک کی حاجت نہیں ہوتی لہذا اوسکو مذکور نہیں کیا اور اگر بسبب امتداد طہر کے عدت دراز ہوگی تو ضرور پوشاک کی حاجت
ہوگی کذا فی حاشیة المدنی نقلا عن البحر ولا تسقط النفقة المفروضة بمضي المدة على المختار بزازيه اور ساقط نہیں ہوتا نفقہ مفروضہ عدت کے گذر جانے سے بنا بر قول
مختار کے کذا البزازیہ جسمقدر عورت نے نفقہ لیا یا زوج نے اوسکو دیا اور عدت گذر گئی تو حلوانی نے کہا کہ قول مختار یہ ہے کہ ساقط نہوگا کذا فی منح الغفار عن البزازيه ولو ادعت
امتداد الطهر فلها النفقة ما لم يحكم بانقضائها ما لم تدع الحبل فلها النفقة الى سنتين منذ طلقها اور اگر عورت نے دعوی کیا امتداد طہر کا تو اوسکو واسطے نفقہ لازم ہے
جبتک کہ قاضی نے انقضاے عدت کا نہ حکم کیا ہو اسطرح پر کہ زوج نے گواہ گذرانے ہوں کہ عورت انقضاے عدت کا اقرار کر چکی ہے پھر جب قاضی انقضاے عدت کا حکم دیگا تو

بعد اسکے دعوی امتداد طہر کا مسموع ہوگا اور نفقہ عورتکو دیا جاویگا تا وقتیکہ حمل کی مدعی نہوئی ہو اور اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا تو اوسکو نفقہ دیا جاویگا دو سال تک ابتدای طلاق سے ہم یہ ترکیب اوسکو مقتضی ہے کہ جب عورت دعوی حمل کا بعد حکم انقضای عدت کریگی تو وہ مستحق ہوگی نفقہ کی حالانکہ یہ صحیح نہیں اسواسطے کہ ثبوت النسب کے ابہی مذکور ہو چکا کہ اگر عورت انقضای عدت کا اقرار کریگی مدت محتمل میں پھر لڑکا جنیگی تو ولد ثابت النسب نہوگا پھر جب نسب ہی ثابت نہوگا تو نفقہ کیونکر واجب ہوگا تو اگر شارح واو عاطفہ لاتا یعنی یوں کہتا والم تدع الحبل تو یہ قباحت لازم آتی اسواسطے کہ ادعای حمل کا مسئلہ جدا ٹھہرتا ما قبل سے متعلق نرہتا کذا فی تحفة الاخیار حاشیة الحلبی فلو مضتا ثم تبین ان لا حبل فلا رجوع علیہا وان شرطہ لانہ شرط باطل یعنی سو اگر عورت نے حمل کا دعوی کیا اور بعد طلاق کے دو برس تک نفقہ جاری رہا پھر ظاہر ہوا کہ حمل نتہا تو عورت سے نفقہ پھیر لینا نہیں پہنچتا اگرچہ زوج نے اسکو شرط بھی کرلیا ہو یعنی کہا ہو کہ اگر حمل کا دعوی جھوٹ نکلا تو میں نفقہ پھیر لونگا اسواسطے کہ یہ شرط باطل ہے کذا فی البحر الرائق ولو صالحہا علی نفقة العدة ان بالاشہر صح وان بالحیض لا للجہالة اور اگر زوج نے صلح کرلی معتدہ سے عدت کے نفقہ کی یعنی چند درم مقرر کرلیے تو اگر عدت اوسکی مہینوں کے حساب سے ہوگی بسبب صغر یا ایاس کے تو یہ صلح صحیح ہوگی اور اگر عدت اوسکی حیض سے ہوگی تو یہ صلح صحیح نہیں بسبب جہالت مدت کے اسواسطے کہ بسبب احتمال درازی طہر کے اوسکی مدت معین نہیں ہو سکتی لا تجب النفقة بانواعہا لمعتدة موت مطلقا ولو حاملا واجب نہیں تینوں قسم کا نفقہ معتدہ موت کیواسطے مطلقا اگرچہ وہ حاملہ ہو اسواسطے کہ ٹھہرنا معتدہ موت کا زوج کے گھر میں باعتبار حق زوج کے نہیں بلکہ باعتبار حق شرع کے ہے اور عدت موت میں معرفت صفای رحم ملحوظ نہیں لہذا اوسکی عدت حیض سے نہیں اور نفقہ جو واجب ہوتا ہے تو اندک اندک زوج کی ملک میں واجب ہوتا ہے اور بعد موت زوج کے اوسکی ملک باقی نہیں اور وارثوں پر واجب کرنا ممکن نہیں کذا فی منح الغفار لیکن حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ معتدہ وفات اگرچہ حاملہ ہو تو اوسکا نفقہ واجب ہے اور قہستانی میں بھی مضمرات سے قول ضعیف اسمیں منقول ہے تو معلوم ہوا کہ اسمیں اختلاف ہے کذا فی حاشیة المدنی الا اذا کانت ام ولد وہی حامل من مولاہا فلہا النفقة من کل المال جوہرہ معتدہ وفات کیواسطے نفقہ واجب نہیں مگر جبکہ ام ولد حاملہ ہو اپنے مولی سے تو اوسکے واسطے نفقہ واجب ہے کل مال میت سے کذا فی الجوہرہ بشرطیکہ مولی نے حمل کا اعتراف کیا ہو اسواسطے کہ بدون اقرار مولی کے ولد ثابت النسب نہوگا وتجب السکنی فقط لمعتدة فرقة بمعصیتہا الا اذا خرجت من بیتہ فلا سکنی لہا فی ہذہ الفرقة قہستانی وکفایة کردة وتقبیل ابنہ لا غیرہا من طعام وکسوة والفرق ان السکنی حق اللہ تعالی فلا تسقط بحال والنفقة حقہا فتسقط بالفرقة بمعصیتہا اور واجب ہے فقط سکنے اوس عدت والیکے واسطے جسکے معصیت سے جدائی ہوگئی مگر جبکہ زوج کے گھر سے نکل گئی تو اوسکے واسطے سکنے بھی نہوگا اس جدائی میں کذا فی القہستانی والکفایة معصیت کی فرقت کی مثال جیسے عورتکا مرتد ہوجانا یا زوج کے ولد کا بوسہ بشہوت لینا سوای سکنے کے طعام اور لباس واجب نہوگا فرقت معصیت میں اور وجہ فرق کی یہ ہے کہ سکنی حق ہے اللہ تعالی کا سو وہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا اور طعام اور لباس حق ہے عورتکا سو وہ عورتکی فرقت معصیت سے ساقط ہوگیا ہم خلاصہ یہ ہے کہ جب جدائی زوج کیطرف سے ہوگی تو معتدہ کا نفقہ واجب ہوگا اور اگر جدائی عورت کیطرف ہو اگر بلا معصیت ہو چنانچہ خیار عتق اور خیار بلوغ اور عدم کفارت میں تو نفقہ واجب ہے اور اگر جدائی بمعصیت ہے چنانچہ ارتداد اور تقبیل (بیٹے کا) زوج کے اصول یا فروع کی تو اس میں نفقہ ساقط ہے تو لعان اور خلع اور ایلا اور ارتداد زوج (مرتد ہونا ۱۲) میں اور اسیطرح خوشدامن کی وطی میں نفقہ عورتکا واجب ہے اسواسطے کہ جدائی زوج کیطرف سے ہے نہ زوجہ کیطرف سے کذا فی العالمگیریة وتسقط النفقة بردتہا بعد البتات ای ان خرجت من بیتہ والا فواجبة قہستانی اور نفقہ ساقط ہوتا ہے عورتکے مرتد ہونیسے بعد طلاق بائن کے اگر وہ زوج کے گھر سے نکل گئی اور اگر گھر میں موجود ہو تو نفقہ واجب ہے کذا فی القہستانی یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی پھر وہ عدت میں مرتد ہوگئی تو اوسکا نفقہ ساقط ہوگیا فقط ارتداد کے سبب سے نہیں بلکہ وہ حاکم کے پاس قید رہیگی توبہ کرنے تک تو سقوط نفقہ کی علت حبس ہے نہ ارتداد اور اگر وہ محبوس نہوگی زوج کے گھر میں رہیگی تو نفقہ واجب ہوگا بخلاف اوس مرتدہ کے جو قبل طلاق ہو کیونکہ اوسمیں مطلقا نفقہ ساقط ہے لا تمکین ابنہ لعدم حبسہا بخلاف المرتدة حتی لو لم تحبس فلہا النفقة نہ ساقط ہوگا نفقہ اوسکا بسبب تمکین ابن زوج سے یعنی اگر زوج نے طلاق بائن دی اور زوجہ نے زوج کے ولد کو اپنے اوپر قادر کردیا یعنی وطی سے راضی ہوگئی تو اوسکا نفقہ نہ ساقط ہوگا بسبب نہ محبوس ہونے زوجہ کے یعنی حاکم کے پاس اوسکا مقید ہونا لازم نہیں ہے اوسکا نفقہ ساقط ہو جاوے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا نفقہ بسبب حبس حاکم کے

ساقط ہی یہانتک کہ اگر مرتدہ محبوس نہوئی یا حاکم نے اوسکو زوج ہی کے پاس محبوس کیا تو اوسکے واسطے نفقہ واجب ہوگا الا اذا لحقت بدار الحرب ثم جاءت فانہا
بسقوط العدۃ بالحاق لانہ کالموت بعود ہو نیشیر الی انہ قد حکم بلحاقہا والا فتعود نفقتہا بعودہا فلیحفظ مگر جب کہ عورت مرتدہ ہوکر دار الحرب مین چلی گئی
پھر وہان سے آئی اور توبہ کرکے مسلمان ہوگئی تو اس صورت مین نفقہ اوسکا نہ واجب ہوگا بسبب ساقط ہونے عدت کے لحوق دار الحرب سے اسواسطے کہ لحوق دار الحرب کا برابر موت کی ہو کذا
فی البحر اور یہ تعلیل لحوق کی اسکی مشیر ہی کہ سقوط نفقہ مین حکم ہوگیا لحوق دار الحرب کا اسواسطے کہ جب تک قاضی مرتد کیواسطے لحوق دار الحرب کا حکم نہ دے تو لحوق مرتد کا موت
حکمی مین نہ داخل ہوگا اور اگر بدون حکم لحوق کے مرتدہ دار الحرب سے دار الاسلام مین مسلمان ہوکر آویگی تو اوسکا نفقہ عود کریگا مرتدہ کے عود کرنیکے ساتھہ سو اوسکو یاد رکھنا چاہیے
تو اس تقریر سے تناقض روایت جامع اور ذخیرہ کا مندفع ہوگیا جامع مین روایت یہ ہے کہ نفقہ عود نہین کرتا بعد لحوق دار الحرب اور عود کے تو وہان مراد یہ ہے کہ بعد حکم لحوق کے
عود نہین کرتا اور ذخیرہ کی روایت یہ ہے کہ عود کرتا ہی تو اوسکا مطلب یہ ہے کہ قبل از حکم لحوق نفقہ عود کرتا ہی کذا فی حاشیۃ المدنی وتجب النفقۃ بانواعہا علی الحر لطفلہ
یعم الانثی والجمع اور واجب ہے نفقہ بمع اقسام کا حر پر اوسکے طفل کا شامل ہی مونث اور جمع کو بیٹا اور بیٹی چند ہون یا ایک سبکا وجوب نفقہ ثابت ہے اور حر کی قید سے غلام
نکل گیا کہ اوسپر ولد صغیر کا نفقہ واجب نہین ہے طفل عبارت ہی صغیر سے جب سے کہ اپنی ماکی پیٹ سے پیدا ہوتا تا بلوغ اور طفل صبی اور صبیہ دونوکو شامل ہی کذا فی المغرب
اور کاہی طفل واحد اور جمع بہی ہوتا ہی مثل جنب کے کذا فی منح الغفار الفقیر الحر فان نفقۃ المملوک علی مالکہ والغنی فی مالہ الحاضر فلو غائبا فعلی الاب ثم یرجع
ان اشہد لان لم ینو الا دیانۃ باپ پر طفل فقیر آزاد کا نفقہ واجب ہے اسواسطے کہ طفل مملوک کا نفقہ اوسکی مالک پر ہی اور طفل مالدار کا نفقہ اوسکے موجود مال مین سے جو اسکو
بطریق ارث کہین سے ملا اور اگر طفل کا مال غائب ہو وہان حاضر نہو تو اوسکے باپ پر نفقہ ہے پھر اوسکا باپ اوسکے مال سے اپنا نفقہ دیا ہوا پھیرلے اگر نفقہ دینے کیوقت اوسنے رجوع
پر گواہ کرلیے ہون نہ رجوع کر سکیگا اگر اوسنے نیت اسکی کی ہوگی مگر باعتبار دیانت کے البتہ رجوع کر سکتا ہی نہ باعتبار قضا کے وکذا لو کانا فقیرین فالاب یکتسب وینفق و
ینفق علیہم ولو لم یتیسر انفق علیہم القریب ورجع علی الاب اذا ایسر ذخیرہ اور اگر باپ اور اوسکا ولد صغیر دونون محتاج ہون تو باپ کمائی کرے اور اگر کسب کی اسکو طاقت
نہو تو سوال کرے اور اولاد صغیر کو کھلاوے اور اگر کسب سے نفقہ دینا یا کفایت نکرے تو قرابت والا جو مالدار ہو یا ماں ان کو نفقہ دیوے اور جب باپ مقدور ہو تو اوس سے پھیر لے کذا فی الذخیرۃ ولو خاصمتہ
الام فی نفقتہم فرضہا القاضی وامرہ بدفعہا للام ما لم تثبت خیانتہا فیدفع لہا صباحا ومساء او یامر من ینفق علیہم اور اگر اولاد صغار کی ماں نے باپ سے
جھگڑا کیا اونکے نفقہ مین تو قاضی اونکا نفقہ مقرر کردے اور باپ کو حکم کرے کہ اونکا نفقہ ماکو دے جبتک کہ ماکی خیانت ثابت نہو اور اگر خیانت اوسکی ثابت ہو تو یکبارگی
نفقہ ندے بلکہ ہر روز صبح یا شام ماکو دیا کرے یا قاضی کسی شخص سے کہدے کہ وہ اونپر خرچ کیا کرے صبح شام اوسکا دادہی اوہی کذا فی حاشیۃ المدنی وصح صلحہا
عن نفقتہم ولو بزیادۃ یسیرۃ تدخل تحت التقدیر وان لم تدخل طرحت ولو علی ما لا یکفیہم زیدت بحر اور صحیح ہی صلح کرلینا ماکا باپ سے اولاد صغار کے نفقہ پر
اگرچہ ایسی تہوڑی زیادتی پر صلح ہوگئی ہو جو تحت تقدیر داخل ہوسکتی ہی مثلا دس درم پر صلح ہوئی ہے اور حالانکہ اونکو آٹھہ یا نو درم کافی ہین لیکن جب اندازہ کرنیوالے
لوگ آٹھ نو کوئی اونسے یعنی دس درم اندازہ کرتا ہو اور کوئی کم تو ایسی قلیل زیادتی صلح کی منافی نہین اور اگر ایسی زیادتی ہو کہ تحت تقدیر مقدرین کے نہ داخل ہو یعنی مثلا
سب اندازہ کرنیوالے آٹھہ ہی درم پر متفق ہون تو ایسی زیادتی گھٹائی جاویگی اور اگر صغار کی مانے اوسقدر پر صلح کرلی کہ اونکو کافی نہین ہوتی تو صلح سے زیادہ نفقہ دیا جاویگا
بقدر کفایت کے کذا فی البحر ولو ضاعت رجعت بنفقتہم دون حصتہا اور اگر اولاد کا نفقہ ضائع ہوا ماکے پاس سے تو اونکا نفقہ دوبارہ لینا اپنا حصہ نہ لے وفی المنیۃ اب
معسر وام موسرۃ تؤمر الام بالانفاق وتکون دینا علی الاب ہی ولی الوہبانیۃ المؤسرۃ فیہا لا نفقۃ علی الحر لاولادہ من الامۃ ولا علی العبد لاولادہ
ولو من حرۃ وعلی الکافر نفقۃ ولدہ المسلم کما سیجئ بعبد اور منیہ مین ہے کہ باپ محتاج ہو اور ماں مالدار تو ماں پر حکم کیا جاوے دار القضا سے نفقہ دینیکا اور یہ نفقہ دین ہوگا باپ پر یعنی
جب باپ مقدور ہو تو ادا کرے اور ماں مالدار مقدم ہی دادا مالدار یعنی اگر ماں اور دادا دونون مقدور والے ہون تو صغار کا نفقہ ماں ہی پر ہوگا بسبب قرب جزئیت اور منیہ
سے اور اسی کتاب مین ہی کہ مرد آزاد پر نفقہ واجب نہین اوسکی اولاد کا جو لونڈی سے ہو اور نہ غلام پر نفقہ واجب ہے اوسکی اولاد کا اگرچہ حرہ سے

پیٹ سے ہوں بلکہ اونکی مان پر نفقہ لازم ہوا اور کافر باپ پر اوسکے مسلمان ولد کا نفقہ لازم ہی چنانچہ اسکا ذکر آویگا کذا فی البحر ہم یہ وعدہ اعادہ ذکر نفقہ ولد مسلم کا صاحب
بحر کا ہی اپنی کتاب میں نہ شارح کا کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا تجب لولدہ الکبیر العاجز عن الکسب کانثی مطلقا وذمن ومن یلحقہ العار بالتکسب وطالب علم لا یتفرغ
لذلک کذا فی الزیلعی والعینی اور اسیطرح سے واجب ہی نفقہ ولد بالغ کا جو عاجز ہی کمائی سے چنانچہ پانو سے لولا ہو یا جیسے بیٹی کا نفقہ مطلقا واجب ہی صغیرہ ہو یا کبیرہ
تا عدم نکاح اور اوس لڑکا کا نفقہ باپ پر واجب ہی جسکو عار و ننگ لاحق ہوتا ہو پیشہ وری سے مانند ابنیاء کرام کے اور اوس طالب علم کا نفقہ باپ پر واجب ہی جسکو تحصیل
علم سے فراغت نہوتی ہو پیشہ وری کی واسطے کذا فی الزیلعی والعینی ہم یہ کوئی نہ سمجھے کہ اشراف وراولاد کرام کو پیشہ کرنا عار ہی اسواسطے کہ صحابہ اور اہل بیت
کسب کرتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ اونکی عمدگی خاندان کے سبب سے لوگ شرماتے ہوں اور اونکو نوکر نرکھتے ہوں مزدوری نہ لگاتے ہوں چنانچہ حلوانی نے کہا ہی کہ اگر ولد ابنیاء کرام سے
ہو اور لوگ اوسکو مزدوری میں نہ لگاتے ہوں تو وہ عاجز ہی اوسکے باپ پر نفقہ اسکا واجب ہی کذا فی العالمگیریہ نا قلا عن ابو جیزہ وکذا فی منح الغفار نا قلا عن الخلاصۃ
وافتی ابو حامد بعدمہا لطلبۃ زماننا کما بسطہ فی القنیۃ وکذا قیدہ فی الخلاصۃ بذی رشد اور فتوی دیا ہی ابو حامد نے عدم وجوب نفقہ کا ہمارے
زمانہ کے طالب علموں کے واسطے بسبب فسق اور عدم تدین کے چنانچہ اوسکو خوب واضح بیان کیا ہی قنیہ میں اور اسیواسطے وجوب نفقہ کو مقید کیا ہی خلاصہ میں فیج
النعمۃ کے ساتھ یعنی جس طالب علم کی ہمت عالی ہو طالب علم میں آخرت مطلوب ہو نہ منصب دنیا ہی نا پائدار اوسکا نفقہ باپ پر واجب ہی بعض فتاوی عالمگیری
میں جو جیزہ سے منقول ہی کہ جب طالب العلم عاجز ہوں لسبب اشتغال علم کے کسب سے تو اونکا نفقہ اونکے باپوں پر واجب ہی بشرطیکہ علوم شرعیہ میں مشغول ہوں نہ خلافیات
رکیکہ اور ہذیان فلاسفہ میں اور رادونمین آثار صلاح اور تقوی کے معلوم ہوتی ہوں اور اگر ایسے نہوں تو انکا نفقہ بھی واجب نہیں کہ لیشارکہ ای الاب ولو فقیرا احد فی ذلک
نفقۃ ابویہ وعرسہ بہ یفتی مالم یکن معسرا فیلحق بالمیت فتجب علی غیرہ فلا رجوع علیہ علی الصحیح من المذہب لا لا لزوم صورۃ بھی نہیں شارک ہی کوئی بابکا
اس میں اگرچہ باپ محتاج ہو یعنی طفل و بالغ عاجز اور بیٹیوں کے نفقات میں بابکا کوئی شریک نہیں اوسی پر واجب ہی نہ اوسکے غیر پر چنانچہ محتاج والدین کا نفقہ فرزند
پر ہی نہ اوسکے چچا یا دادا پر اور زوجہ کا نفقہ زوج پر ہی نہ غیر پر اور اسی پر فتوی ہی یعنی طفل وغیرہ کا نفقہ تمام و کمال باپ پر ہی تا وقتیکہ نہایت تنگدست نہو اور جب کہ
تنگدست ہوگا تو وہ میت میں داخل ہی تو اس صورت میں باپکے سوا اوس قرابت والی پر واجب ہوگا جسپر نفقہ طفل کا واجب ہی تا در صورتیکہ نہ باپ ہوتی کو تو ایسی میت پر نفقہ آتا
ہے بدون اسکے کہ باپ سے پھیر لے بنا بر صحیح مذہب کے مگر مالدار ماں ولد پر نفقہ کرے پھر جب بابکو مقدور ہو تو اوس سے پھیر لے کذا فی البحر الرائق قال وعلیہ فلا بد من اصلاح
المتون جوہرہ صاحب بحر نے کہا بنا بر مذہب صحیح مذکور کے متون فقہ کو اصلاح دینا لازم ہی کذا فی الجوہرہ یعنی جب مذہب صحیح یہ ٹھہرا کہ جب باپ نہایت تنگدست ہو تو
قرابت والی پر طفل کا نفقہ واجب ہی اور حالانکہ متون فقہ میں اسپر اتفاق ہی کہ ہوتے باپکے نفقہ طفل وغیرہ میں کوئی شریک نہیں تو بموجب مذہب صحیح کے متون اور شروح
کو درست کرنا ضرور ہوا خیر الدین رملی نے بحر الرائق کے حاشیہ میں کہا ہی کہ اصحاب متون نے قدوری کی روایت اختیار کی ہی کہ باپ کے ہوتے اوسکی اولاد کے نفقہ میں کوئی
شریک نہیں خواہ باپ مالدار ہو خواہ تنگدست اور تنگ دستی میں اوسکی اولاد کا نفقہ قرابت والی پر لازم ہی جب بابکو مقدور ہو تو اوس سے پھیر لے متون اور شروح میں
اسی روایت پر اتفاق ہوا اور یہی معتمد اور مفتی بہ ہی اور صاحب بحر الرائق نے جسکو مذہب صحیح گمان کیا ہی وہ لائق التفات کے نہیں اسواسطے کہ نقل مذہب کیواسطے متون ہی
مخصوص ہیں شیخ رحمتی نے کہا کہ تعجب ہی صاحب نہر الفائق سے کہ اس مقام میں چپ رہا باوجود خلل کے حالانکہ بحث اور اعتراض کرنا صاحب بحر پر اوسکی عادت ہی اور
زیادہ تر تعجب اسپر آتا ہی کہ شارح نے بھی کلام صاحب بحر کو مسلم رکھا حالانکہ اوسکے اوستاد خیر الدین رملی نے اوسکے خلل پر آگاہ کر دیا ہے اور وہ سہر اخلل صریح شارح
کی عبارت میں یہ ہی کہ بعد نقل کلام صاحب بحر کے جوہرہ کا لفظ اکثر نسخ در المختار میں جو ہی تو اس سے لازم آتا ہی کہ صاحب جوہرہ نے بحر الرائق کی عبارت نقل کی
حالانکہ یہ غلط ہے اسواسطے کہ صاحب جوہرہ کا زمانہ بہت متقدم ہی صاحب بحر سے طحطاوی محشی نے کہا کہ اگر اوسکا یہ مطلب خلاف تبادر کہا جاوے کہ صاحب
بحر نے جوہرہ سے یہ روایت کی ہو سو بھی نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ بحر میں یہ روایت جوہرہ سے منقول نہیں محشی مذکور نے کہا کہ میں نے ایک نسخہ در المختار

کا دیکھا جسکو شیخ رحمتی نے محشی کیا تھا اوسمین یون عبارت تہی وفی الجوہرۃ فروع یعنی فروع مذکورہ شارح کے جوہرہ سے منقول ہین اور یہی بلا شبہہ ٹہیک ہی اور
باقی نسخے سب غلط ہین فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو لم یقدر الا علی نفقۃ احد ابویہ فالام احق اگر بیٹا قادر نہو مگر ایک کے نفقہ پر یعنی قلت مقدور سے ما باپ دونو نکو
نفقہ نہ دیسکتا ہو ایک کو دیسکتا ہو تو ما زیادہ تر حقدار ہی اسواسطے کہ تکلیفات جسمی ولد کی جہت سے ما پر زیادہ تر گذرتی ہین تیج خدمت گذاری مین ما مقدم ہی چنانچہ تعظیم اور
توقیر مین باپ مقدم ہی اور روایت ضعیف یہ ہی کہ باپ مقدم ہی کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن الجوہرۃ ولو لہ اب وطفل فالطفل احق وقیل یقسمہا فیہما اور اگر
ایک شخص کا باپ اور طفل ہو اور وہ ایک ہی کو دیسکتا ہو تو طفل زیادہ تر حقدار ہی اسواسطے کہ مطلق کسب پر قادر نہین اور بہوک پر اوسکو صبر نہین اور قول ضعیف یہ ہی
کہ نفقہ کو دونون مین تقسیم کردے وعلیہ نفقۃ زوجۃ ابیہ وام ولدہ بل وعلیہ تزویجہ او تسریہ اور فرزند پر اپنے باپ کی زوجہ کا اور اوسکی ام ولد کا نفقہ واجب ہی
بلکہ فرزند پر باپ کا نکاح کردینا یا تصرف کیواسطے لونڈی لیدینا واجب ہی بشرطیکہ باپکو عورتکی حاجت ہو اور فرزند مقدور والا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی عن الجوہرۃ ولو لہ
زوجات فعلیہ نفقۃ واحدۃ یدفعہا للاب لیوزعہا علیہن اور اگر باپ کے چند زوجات ہون تو فرزند پر ایک ہی زوجہ کا نفقہ دینا واجب ہی ایک کا نفقہ باپکو دیوے تاکہ
اونپر تقسیم کردے بقدر اونکے استحقاق کے وفی المختار دہ الملتقی ونفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان صغیرا فقیرا او زمنا اور مختار اور ملتقی مین ہی کہ نفقہ بہو کا سسر پر
اگر بیٹا صغیر محتاج ہو یا لولا وفی الواقعات المفتین لقدری افندی ویجبر الاب علی نفقۃ امرأۃ ابنہ الغائب وولدہا اور قدری افندی کے واقعات
المفتین مین ہی اور باپ سے زبردستی دلایا جاویگا ولد غائب کی زوجہ کا نفقہ اور بہو کے ولد کا نفقہ قدری افندی کا نام عبد القادر بن یوسف ہی چنانچہ کتاب واقعات المفتین کے
خطبہ مین ہی کو ہی اور یہ بزرگ بلاد روم کے مفتیون کے رئیس تھے کذا فی حاشیۃ المدنی افندی ترکی زبان مین مولوی اور فاضل کو کہتے ہین وکذا الام علی نفقۃ الولد لترجع
بہا علی الاب اور اسیطرح ما سے زبردستی دلادیا جاویگا ولد کا نفقہ تاکہ ما اوسکے باپ سے نفقہ پہیر لیوے جبکہ وہ سفر سے آوے وکذا الابن علی نفقۃ الام لیرجع علی زوجہا
اور اسیطرح ولد سے زبردستی ما کا نفقہ دلایا جاویگا تاکہ وہ اپنی ما کے زوج سے پہیر لے جب وہ سفر سے آوے خواہ ولد کا وہ باپ ہو یا نہو وکذا الاخ علی نفقۃ اولاد اخیہ لیرجع
بہا علی الاب وکذا الابعد اذا غاب الاقرب انتہی اور اسیطرح بہائی سے دوسرے بہائی کی اولاد کا نفقہ بجبر دلایا جاویگا تاکہ پہیر لے اپنے باپ سے جب وہ سفر سے آوے اور
اسیطرح ابعد سے بزور نفقہ اقرب کی اولاد کا دلایا جاویگا جب اقرب غائب ہی پہر جب اقرب آوے تو ابعد نے جو خرچ کیا ہو اسکو اوس سے پہیر لے انتہی کلام الواقعات وفی الفصولین من
الرابع والثلثین اجنبی انفق علی بعض الورثۃ فقال انفقت بامر الوصی واقر بہ الوصی ولا یعلم ذلک الا بقول الوصی بعدما انفق یقبل قول الوصی
لو المنفق علیہ صغیرا انتہی اور فصولین کی چونتیسوین فصل مین ہی کہ ایک اجنبی نے میت کے بعضے وارثون کو نفقہ دیا پہر اجنبی نے کہا کہ مین نے وارثونکو نفقہ وصی کے کہنے
سے دیا اور اوسکا وصی نے بہی اقرار کیا اور اوس نفقہ دینے کا حال معلوم نہین ہوتا بعد خرچ کرچکنے کے مگر وصی ہی کے قول سے تو اوس صورت مین قول وصی کا مقبول ہوگا بشرطیکہ جس وارثکو
کہ نفقہ دیا ہی صغیر ہو انتہی کلامہ اور اگر وارث بالغ ہوگا تو نفقہ اجنبی کا احسان ہوگا نہ دین جسکا ادا کرنا اوسکو میت سے لازم ہو کذا فی حاشیۃ المدنی وفیہ قال انفق علی
او علی عیالی واولادی ففعل قیل یرجع بلا شرطہ وقیل لا ولو قضی دینہ بامرہ یرجع بلا شرطہ وکذا کل ما کان مطالبا بہ من جہۃ العباد کنایۃ
ونحوہا ثم ذکر ان الاسیر ومن اخذہ السلطان لیصادرہ لو قال لرجل خلصنی فدفع المامور مالا فخلصہ قیل یرجع وقیل لا فی الصحیح یفتی اور اوسمین
ہی کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجہکو نفقہ دے یا میرے عیال اور اولاد کو نفقہ دے پہر اوسنے نفقہ دیا تو ایک قول یہ ہی کہ اوس سے پہیر لے بلا شرط رجوع اور دوسرا قول یہ ہی کہ بدون شرط
کے پہیر نہین سکتا اور اگر ایک نے دوسرے کا دین ادا کردیا اوسکے کہنے سے تو پہیر لے اگرچہ پہیر لینے کی شرط نکی ہو اور اسیطرح سے بلا شرط پہیر سکتا ہی جمیع مصارف مین جنمین مدیون کے ذمہ سے مطالبہ
ہو جانب عباد کی چنانچہ جنایت مین اور مصارف مالیہ مین مانند عشر اور خراج کے جنایت یعنی قصور کی صورت یہ ہی کہ مثلا زید نے کسی شخص کی اونگلی کاٹ ڈالی اور
زید پر خون بہا لازم آیا اور زید نے کہا خالد سے کہ تو میری طرف سے خون بہا ادا کر اور اوسنے دیا تو اگرچہ شرط پہیر لینے کی نکی ہو لیکن خالد زید سے اوسقدر مال بنا پہیر لیگا اور اسیطرح اگر زید کے
امر سے خالد نے عشر یا خراج ادا کیا تو اوسکو بہی پہیر لیگا بلا شرط پہیر تمام فصولین نے ذکر کیا کہ محبوس نے اور اوس نے جسکو بادشاہ نے بظلم مال لینے کیواسطے گرفتار کیا اگر کہا دوسرے کو کہ مجہکو

کرالے سوہر دمامور نے اپنا مال دیا سو اوسکو قید سے یا بادشاہ کی گرفتاری سے چہوڑایا تو بعضوں نے کہا کہ وہ شخص اپنا مال آدمی سے پہیر لے اور بعضوں نے کہا نہ پہیر لے بنا بر قول
صحیح کے اور اسی پر فتوی ہے یعنی نہ پہیر لیوے ولیس علی امہ ارضاعہ قضاءً بل دیانۃً اور واجب نہیں صغیر کی ما پر دودہ پلانا اوسکا بنا بر قضا کی بلکہ واجب ہے باعتبار
دیانت کے ہم ماں سبب فور شفقت کے اپنے ولد کی رضاعت سے پہلو تہی نہیں کرتی اور اگر وہ انکار کرے کہ مجہکو دودہ پلانے سے تکلیف ہوتی ہے تو قاضی اوسپر جبر نہیں کرسکتا اسواسطے
حق تعالی نے فرمایا لا تضار والدۃ بولدہا یعنی والدہ کو اوسکے ولد کی جہت سے ضرر رسانی نچاہیے تو دودہ کیواسطے جبر کرنا یقینا ضرر رسانی ہے لیکن باعتبار دیانت کے
بتلا وسپر واجب ہے اسواسطے کہ حق تعالی نے فرمایا کہ والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین یعنی مائیں دودہ پلاتی ہیں اپنی اولاد کو دو برس پورے تو دودہ پلانا ایسا
ہے جیسے اور گہر کے کام ہیں چنانچہ کہانا پکانا یا جہاڑو دینا کہ باعتبار دیانت کے واجب ہیں نہ باعتبار قضا یعنی اگر وہ انکار کرے کہ مجہسے نہیں ہو سکتا تو اوسپر کوئی زبردستی
نہیں کرسکتا کہ شاید عاجزی سے قبول نکرتی ہو الا اذا تعینت فیجب کما مرّ فی الحضانۃ مگر جب کہ ماہی متعین ہو جاوے دودہ پلانیکے واسطے اسطرح پر کہ بچہ کسی
اور کا دودہ نہ پیتا ہو سواے اپنی ماں کے یا کوئی دائی دودہ پلانے نہ ملتی ہو یا ملتی ہو مگر بدون اجرت کے نہ پلاتی ہو اور حالانکہ باپ اور بچہ دونوں محتاج بے مال ہوں تو ایسی صورتین
ماپر دودہ پلانا قضاءً بہی واجب ہوگا یعنی قاضی اوسپر زبردستی کریگا تاکہ بچہ ہلاک ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ یہ مسئلہ باب الحضانۃ میں مذکور ہو چکا وکذا الظئر تجبر علی ابقاء
الاجارۃ بزازیہ اور اسیطرح دائی پر جبر کیا جاوے نوکری کے باقی رکہنے پر کذا فی البزازیہ یعنی مثلا دائی کو ایک مہینے کیواسطے نوکر رکہا اور بعد مہینے کے اوسنے نوکری سے انکار
کیا اور حالانکہ دوسری دائی نہیں ملتی یا لڑکا اوسسے نہایت ہلگیا ہے تو نوکری باقی رکہنے میں اوسپر جبر کیا جاویگا تاکہ صغیر تلف نہو ویستاجر الاب من ترضعہ عندہا
ای عند الحضانۃ لہا والنفقۃ علیہ اور دودہ پلانیوالی کو باپ نوکر رکہے صغیر کی ماں کے پاس رکہے اسواسطے کہ حق پرورش ماں کیواسطے ہے اور نفقہ دائی اور صغیر اور اوسکی ماں کا باپ پر
واجب ہے اور اگر صغیر کی ماں نہو تو جسکو حق حضانت پہنچتا ہو اوسکے پاس صغیر رہے ولا یلزم الظئر المکث عند الام ما لم یشترط فی العقد اور لازم نہیں دائی کا قیام کرنا
ماں کے پاس جب تک اسکی شرط نہوئی ہو عقد اجارہ میں اسواسطے کہ دائی کو اختیار ہے کہ ماں کی رضامندی سے صغیر کو اپنے گہر لیجاوے یا گہر میں داخل ہو ڈیوڑہی میں دودہ پلا آیا کرے
اور اگر نوکری کیوقت دائی سے شرط کرلی ہو ماں کے پاس رہنے کی تو اس صورت میں اوسکو رہنا لازم ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر لا یستاجر الاب امہ لو منکوحۃ و
لو معتدۃ من رجعی ولو من مال الصغیر خلافا للذخیرۃ والمجتبی نوکر نہ رکہے باپ صغیر کی ماں کو اگر وہ منکوحہ ہو اگرچہ اوسکو صغیر کے مال سے نوکری دے نہ اپنے مال سے بخلاف ذخیرہ اور مجتبی
کے کہ اون میں مال صغیر سے نوکر رکہنا منکوحہ ماں کا جائز رکہا ہے اور حموی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ فتوی اسی روایت پر ہے کہ مال صغیر سے ماں کو نوکر رکہنا دودہ پلانیکے واسطے
جائز ہے طحطاوی نے لکہا تو اب ذخیرہ اور مجتبی کا قول مفتی بہ ٹہہرا کذا فی حاشیۃ المدنی او معتدۃ رجعی اگر صغیر کی ماں منکوحہ یا معتدہ رجعی ہو تو اوسکو نوکر رکہے وجاز فی البائن
فی الاصح جوہرہ کاستیجار منکوحتہ لولدہ من غیرہا اور صغیر کی ماں کو طلاق بائن میں نوکر رکہنا جائز ہے قول صحیح میں یعنی اگر صغیر کے باپ نے اوسکو طلاق بائن دی
ہو اور وہ عدت میں ہو تو اوسکا نوکر رکہنا دودہ پلانیکے واسطے صحیح ہے کذا فی الجوہرہ جیسے نوکر رکہنا منکوحہ کا اوس لڑکے کو دودہ پلانیکے واسطے جائز ہے جو اوس منکوحہ کے پیٹ سے نہیں
چنانچہ زید کا لڑکا ہے حلیمہ سے اور اوسکی دوسری زوجہ کریمہ ہے نوکر رکہنا کریمہ کو حلیمہ کے لڑکیکے واسطے درست ہے اسواسطے کہ کریمہ کو اوسکا دودہ پلانا واجب نہیں نوکری نہ درست ہو
وہی احق بارضاع ولدہا بعد العدۃ اذا لم تطلب زیادۃ علی ما تاخذہ الاجنبیۃ ولو دون المثل بل الاجنبیۃ المتبرعۃ احق منہا زیلعی ای فی الارضاع
اور ماں زیادہ تر بہتر ہے اپنے ولد کو دودہ پلانیکی نوکری میں بعد گذر جانے عدت کے بشرطیکہ زیادہ نہ مانگتی ہو اوس اجرت سے جسکو اجنبی عورت پاتی ہے اگرچہ وہ اجرت مثل سے کم پاتی
ہو اور ماں اجرت مثل مانگتی ہو بلکہ اجنبیہ مفت دودہ پلانیوالی زیادہ تر بہتر اور ہے دودہ پلانیمیں اوس ماں سے جو بدون اجرت کے نہیں پلاتی کذا فی شرح الزیلعی اما اجرۃ
الحضانۃ فللام کما مرّ اور پرورش کی اجرت تو ماہی پاویگی چنانچہ باب الحضانۃ میں مذکور ہو چکا یعنی اگر باپ نے صغیر کے دودہ پلانیکے واسطے کسی عورت کو نوکر رکہا تو مطلقہ
کا حق پرورش ہنوز باقی ہے ساقط نہیں اوسکی اجرت وہی پاویگی وللرضیع النفقۃ والکسوۃ اور باپ پر لازم ہے شیرخوار کیواسطے نفقہ اور پوشاک دینا اسواسطے کہ فقط دودہ
صغیر کو کفایت نہیں کرتا بلکہ چٹانیکے واسطے اور چیز کی بہی حاجت ہوتی ہے جیسے کہیر یا کہچڑی مثلا تو قاضی اسکو بہی مقرر کردے سواے اجرت رضاعت اور اجرت حضانت کے

ولزوجته واطفاله کما فی النهر بحثا لحاجته لا فرقا لو لد غائب کے مال منقول کو باپ بیچے اپنے نفقہ لینے کے واسطے اور ولد غائب کی زوجہ اور اوسکے اطفال کو نفقہ کے لیے
کذا فی البحر بحثا اپنی بقدر حاجت بیچے نہ حاجت سے زیادہ ہم شیخ محشی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ مرجع ضمیر کا باپ ہو تو معنی الفاظ میں یعنی باپ اپنے نفقہ اور اپنی زوجہ اور اپنے اطفال کے
نفقہ کے لیے اوسکے مال منقول کو بیچے اسواسطے کہ سابق مذکور ہوچکا ہے کہ محتاج باپ کی زوجہ اور اوسکے اطفال کا نفقہ بالدار ولد پر واجب ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا فی دین له علیه
سوی النفقۃ لمخالفۃ دین النفقۃ لسائر الدیون اور نہ بیچے باپ اپنے ولد غائب کے مال کو اپنے قرضے میں جو اوسکا ہے سوا نفقہ کے کیونکہ مخالف ہے قرض نفقہ کا باقی دیون سے یعنی اور
دیون میں بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہے بخلاف دین نفقہ کہ وہ واجب ہوچکا ہے قبل قضا کے سو قاضی کا اب حکم دینا اوسکے بیچ کو اعانت ہے وجوب سابق کی
نہ قضا علی الغائب کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر ضمن قضاء لا دیانۃ مودع الابن کمدیونه لو انفق الودیعۃ علی ابویه وزوجته واطفاله بغیر امر
مالك او قاض لجواز والا فلا استحسانا تاوان دیگا قضاءً نہ دیانۃً امانت دار ولد کا یا اوسکا مدیون تاوان دیگا اگر ودیعت کو خرچ کریگا ولد غائب کے ماں باپ اور زوجہ
اور اطفال پر بدون حکم مالک یا قاضی کے اگر قاضی وہاں ہو اور اگر قاضی وہاں نہوگا اور امانت دار غائب کے عیال پر امانت کو صرف کریگا تو اوس پر تاوان نہیں بدلیل استحسان کے
وجہ استحسان کی یہ ہے کہ اوسنے اہل استحقاق کو دیا تو وہ مصلح ٹھہرا نہ مفسد کما لا رجوع [illegible] چنانچہ امانت دار کو پھیر لینا جائز نہیں بعد تاوان وغیرہ کے اسواسطے کہ بعد
تاوان وغیرہ کے امانت دار مالک ہوا نفقہ مدفوعہ کا تو اب وہ محسن ٹھہرا اپنا مال مملوک دیکر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وکما لو انحصر ارثه فی المدفوع الیه لانه
وصل الیه عین حقه اور اسیطرح پھیر لینا جائز نہیں امانت دار کو اگر منحصر ہو وراثت غائب کی اوسی شخص میں جسکو وہ نفقہ دیا اسواسطے کہ اوسکو یہی اوسکا حق پہونچ گیا
مثلاً زید نے کچھ اپنی امانت رکھی خالد کے پاس پھر زید سفر کو گیا اور مر گیا اور خالد نے وہ امانت زید کے ولد پر صرف کی اور حالانکہ سوا اوس ولد کے زید کا کوئی وارث نہیں تو اب خالد اوس امانت کو
ولد سے نہیں پھیر سکتا والابوان لو انفقا ما عندهما للغائب من ماله علی انفسهما وهو من جنسه ای جنس النفقۃ لا یضمنان لوجوب
نفقۃ الولاد والزوجیۃ قبل القضاء حتی لو ظفر بجنس حقه فله اخذه ولذا فرضت فی مال الغائب بخلاف بقیۃ الاقارب اور ماں باپ اگر خرچ کریں غائب
ولد کے اوس مال کو جو اونکے پاس ہے اپنے اوپر اور حالانکہ وہ مال از جنس نفقہ ہو یعنی اناج اور کپڑا ہو تو وہ تاوان نہ دینگے کیونکہ واجب ہے نفقہ اصول اور فروع اور نفقہ زوجہ کے
قبل حکم کرنے قاضی کے یہانتک کہ اگر باپ یا زوجہ غائب کا مال کہیں پا جاوے اور وہ مال از جنس نفقہ بھی ہو تو اوسکو لینا اوسکا جائز ہے بلا حکم قاضی اور بدون
رضا کے غائب کی ولہذا مال غائب میں اونکا نفقہ مفروض ہے بخلاف باقی اقارب محارم کے کہ اونکو غائب کے مال سے لینا جائز نہیں بدون حکم قاضی یا بلا رضامندی غائب کے
ولو قال الابن انفقته وانت موسر وکذبه الاب حکم الحال یوم الخصومۃ فلو برهنا فبینۃ الابن خلاصه اور اگر ولد غائب سفر سے آیا بعد نفقہ
لینے باپ کے اور اوسنے باپ سے کہا کہ تو نے نفقہ لیا اور حالانکہ تو مقدور والا تھا اور باپ نے اوسکی تکذیب کی تو باپ کا حال حکم کریگا خصومت کے دن یعنی اگر نزاع کے
اور خصومت کے دن اوسکا باپ مقدور والا ہوگا تو قول ولد کا مقبول ہوگا اور اگر اوس دن وہ محتاج ہوگا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں اپنے دعوی کے
گواہ گذرانیں تو ولد کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الخلاصہ اسواسطے کہ گواہ اثبات کے مقدم ہیں نفی کے قضی بنفقۃ غیر الزوجۃ زاد الزیلعی والصغیر
ومضت مدۃ ای شهر فاکثر سقطت لحصول الاستغناء فیما مضی دار القضاء سے حکم ہو گیا زوجہ کے سوا اور اقارب کے نفقہ کا اور گذر گئی ایک
مہینہ یا زیادہ مدت بلا نفقہ تو گذشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہو گیا بسبب حاصل ہونے استغنا کے زمانہ گذشتہ میں یعنی اقارب کا نفقہ واجب تھا واسطے دفع حاجت کے
سو جب مدت گذر گئی تو حاجت بھی نہ رہی اور زیلعی نے زوجہ کے ساتھ صغیر کو بھی زیادہ کیا ہے ہم زیلعی نے حاوی سے نقل کیا کہ نفقہ صغیر کا دین ہو جاتا ہے
قاضی کے حکم سے نہ غیر صغیر کا انتہی اور صاحب بحر اور نہر نے بھی اسکو مسلم رکھا ہے شیخ رحمتی محشی نے کہا کہ یہ غفلت ہے ان علما کی کہ مقید کو مطلق بیان
کرتے ہیں اسواسطے کہ ذخیرہ میں حاوی سے یہ تصحیح ثابت ہے کہ قضاء قاضی سے نفقہ ولد صغیر کا اوس شرط سے دین ہوتا ہے جب قاضی صغیر کی ماں کو نفقہ کے واسطے
قرض لینے کا حکم کرے اور بدون اس شرط کے محض حکم قاضی سے نفقہ صغیر کا ہرگز دین نہیں ہوتا کذا فی حاشیۃ المدنی ملخصا الا ان یاذن القاضی بالاستدانۃ

الزوجۃ والصغیر فتصیر دینا بالقضاء اور مہینے سے کم مدت کا نفقہ محارم کا اور زوجہ اور صغیر کا نفقہ دین ہو جاتا ہے قاضی کے حکم سے ۱۲ مہینے کی مدت طویل ٹھہری اور اس سے کم مدت قصیر ہوئی اسواسطے کہ قاضی مہینے مہینے میں نفقہ کا حکم دیتا ہے تو باعتبار عادت قضاۃ کے طول اور قصر مذکور ہوا باقی گفتگو نفقہ صغیر کی قول سابق میں مذکور ہو چکی اور وہی حق ہے واللہ اعلم الا ان یستدین بغیر الزوجۃ بامر قاض فلو لم یستدن بالفعل فلا رجوع نفقہ اقارب کا مدت گذرنے سے ساقط ہو مگر یہ کہ زوجہ کے سوا کوئی محرم قرض لے بحکم قاضی تو دین ہو جاویگا سوا اگر بعد حکم قاضی کے محرم نے قرض بالفعل نہ لیا مثلاً غیر کے صدقات سے اپنی گذران کی تو اوسکو رجوع کرنیکا اختیار نہوگا بسبب عدم حاجت اور حصول کفایت کے بل قال الذخیرۃ لو اکل الاطفال من مسألۃ الناس فلا رجوع لانہم بلکہ ذخیرہ میں ہے کہ اگر غائب کے اطفال نے لوگوں سے سوال کرکے کھایا بعد حکم استدانت کے تو اون کی ماں کچھ نفقہ نہیں لیگی اونکے باپ سے ہو جانیں لیے سوا کہ حاجت دفع ہو گئی ولو اعطوا شیئا واستدانت شیئا وانفقتہ من مالہا رجعت بما ادانت ۱۲ ازمنالیا خانیہ اور اگر اطفال کو کچھ نفقہ بطریق سوال ملا اور کچھ نفقہ اوسکی ماں نے قرض لیا بحکم قاضی یا اپنے مال سے اونپر خرچ کیا تو اونکے باپ سے جسقدر زیادہ ہو نفقہ سوال سے کذا فی الخانیۃ وینفق منہا اعتراضا قال فی البحر للمبسوط لکن ہذا لفظ فیہ فی المرض بانہ لا اثر لانفاقہ مما استدانتہ حتی لو استدانت وانفقت من غیرہ دون قی ما استدانتہ لم یسقط ایضا انتہی نفقہ محارم کا اوسوقت دین ہوتا ہے جب قاضی قرض لینے کا حکم کرے اور محرم اوسی مال مقروض سے صرف کرے بحر الرائق میں اس شرط انفاق کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے لیکن نہر الفائق نے کہا ہے اس شرط میں گفتگو کی ہے کہ مال مقروض سے صرف کرنیکا کچھ اثر نہیں ہوتا تک کہ اگر محرم قرض لے اور غیر قرض سے صرف کرے اور اوسکو قرض سے ادا کرے تو بھی نفقہ ساقط نہوگا انتہی کلامہ شیخ حمتی محشی نے کہا کہ غیر قرض دو حال سے خالی نہیں کہ وہ محرم کا مال ہے یا کسی اجنبی کا اگر اوسی کا مملوک ہے تو نفقہ ساقط ہوا بسبب دفع حاجت کے اور اگر غیر کا مال ہے تو وہی کا نام قرض ہے تو قرض سے صرف کیا اور یہ صادق آیا تو معلوم ہوا کہ اعتراض صاحب نہر کا محض بیجا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی فلو مات الاب او من علیہ النفقۃ بعدہا ای الاستدانۃ المذکورۃ فہل یکون النفقۃ دین ثابت فی ترکتہ الصحیح نعم ثم نقل عن البزازیۃ تصحیح ما یخالفہ ونقل المصنف عن الخلاصۃ قائلا ولو لم ترجع حتی مات لم تاخذہا من ترکتہ ہو الصحیح انتہی ملخصا فلیتامل سو اگر باپ مر جاوے یا وہ شخص مر جائے جس پر نفقہ دینا واجب ہو بعد استدانت مذکورہ کے تو وہ نفقہ دین ثابت ہوگا میت کے مال میں یہ قول صحیح ہے کذا فی البحر عن الذخیرۃ پھر صاحب بحر نے اسکے مخالف بزازیہ سے تصحیح نقل کی یعنی نفقہ مذکورہ مال میت سے نہ لیا جاویگا یہ قول صحیح اور مصنف نے منح الغفار میں خلاصہ سے نقل کیا یون بیان کر کے کہ اگر ماں نے صغیر کا نفقہ بحکم قاضی قرض لیا اور اوسکو اوسکے باپ سے نہ لیا یہانتک کہ اوسکا باپ مر گیا تو باپ کے مال متروک سے نہ لے سکیگی یہی قول صحیح ہے انتہی قول المصنف ملخصا تو اس مقام میں تامل کرنا چاہیے حلبی نے کہا کہ امر تامل کرنیکا مفتی کیواسطے ہے یعنی جب دو قولون میں تصحیح مختلف ہوئی تو مفتی غور اور تامل کرے جسمین آسانی خلق ہو اوس قول کو اختیار کرے چنانچہ شارح نے خطبہ کتاب میں اس قاعدہ کیطرف اشارہ کیا ہے وفی البدائع الممتنع من نفقۃ القریب یضرب ولا یحبس لفواتہا بمضی الزمن فیستدرک بالضرب وقیدہ فی البحر بحثا بما فوق الشہر لعدم سقوط ما دونہ کما مر اور بدائع میں ہے کہ جو شخص اپنے قریب محرم کو نفقہ نہ دے تو اوسپر مار پڑیگی اور قید نہوگا بسبب فوت ہو جانے نفقہ کے مدت گذر جانے سے تو اسکا تدارک مار سے ہے اور بحر الرائق میں بنا بر بحث کے نہ بنا بر روایت کے عدم حبس کو مقید کیا ہے بقید ما فوق الشہر اسواسطے کہ مہینے سے کم مدت کا نفقہ ساقط نہیں ہوتا چنانچہ اسکا بیان عنقریب ہو چکا ہے عدم حبس سے یہ مراد نہیں کہ حبس اوسکا مطلقا جائز نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ مجرد حبس بلا ضرب کافی نہیں ہے اسواسطے کہ فصل حبس میں شرح وہبانیہ سے منقول ہوگا کہ محبوس کا مارنا جائز ہے اگر وہ اپنے قریب کو نفقہ نہ دیتا ہو کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یصح الامر بالاستدانۃ لتی جمعۃ علیہ بعد بلوغہ اور قاضی کا حکم صغیر کیواسطے قرض لینے کا صحیح نہیں تاکہ ماں قرض لے کر اوسکو کھلاوے اور بعد بالغ ہونے صغیر کے اوس سے پھیرے یعنی قاضی کو استدانت کا حکم دینا جائز نہیں مگر دو صورت میں ایک یہ کہ صغیر کا مال ہو مگر اوس شہر میں نہ ہو دوسری صورت یہ ہے کہ جس صغیر کا نفقہ واجب ہے وہ زندہ ہو کذا فی منح الغفار وتجب النفقۃ بانواعہا المملوکہ منفعۃ وان لم یملکہ رقبۃ کموصی بخدمتہ اور واجب ہے نفقہ تمام انواع کا اپنے مملوک کا اگرچہ اوسکی ذات کا مالک نہو فقط منفعت کا مالک ہو چنانچہ کسی نے اپنے غلام کو دوسرے کی خدمت کے

واسطے دیا ہو تو خدمت لینے والے پر اوسکا کھانا کپڑا واجب ہے اور لونڈی غلام کا کھانا اور کپڑا بمقدار حاجت بطور غالب عادت اوس شہر کے واجب ہے یعنی اوس شہر کی اکثر خلق جیسا کچھ کھاتی اور پہنتی ہوں ویسا ہی نفقہ دینا مالک پر واجب ہے اور تھوڑا کپڑا بمقدر ستر عورت کے دینا اور اوسی پر کفایت کرنا جائز نہیں اور اگر مالک عمدہ کھانا کھاتا ہو اور نفیس پوشاک پہنتا ہو تو اوسپر واجب نہیں کہ غلام کو بھی ویسا ہی کھلاوے اور پہناوے بلکہ مستحب ہے اور اگر مالک بسبب بخل یا زہد یا ریاضت کے اپنے طعام اور لباس میں نسبت رواج شہر کے تنگی کرتا ہو تو غلام کے لیے غالب عادت شہر کی رعایت رکھنا چاہیے بنابر قول اصح کے اور اگر مالک کے چند غلام ہوں تو اونکو کھانے کپڑے میں برابر رکھنا مستحب ہے اور اگر غلام یا لونڈی کھانا پکا کر لاوے تو انسانیت اور ایمان کی مناسبت یہی ہے کہ اوسکو ساتھ کھلاوے پھر اگر وہ بنابر ادب کے نہ بیٹھے اور ساتھ نہ کھاوے تو مالک کو لائق ہے کہ اوس طعام سے اوسکو بھی کچھہ کھانے کو دیوے اور پاس بٹھلانا غلام کا افضل ہے کہ دلیل ہے تواضع اور مکارم اخلاق کی کذا فی السراج الوہاج اور جو لونڈی کہ مالک کے تصرف میں ہو تو اوسکی امتیاز چاہیے کھانے اور کپڑے میں بنابر عرف کے کذا فی العالمگیریہ عن غایۃ السراجی اور صحیحین میں ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غلام تمہارے بھائی ہیں یعنی بنی آدم ہیں حق تعالی نے اونکو تمہارا زیردست کیا ہے سو جسکے پاس اوسکا بھائی زیردست ہو تو اوسکو کھلاوے جیسے آپ کھاتا ہے اور پہناوے جیسے آپ پہنتا ہے اور نہ ایسا تکلیف کا کام لو جو اونپر شاق اور سخت ہو اور اگر سخت کام لو تو آپ بھی اونکے مددگار ہو یعنی کام میں شریک ہو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ غلام کا کھلانا اور پہنانا اپنے برابر واجب ہے بلکہ مستحب ہے اسواسطے کہ طحاوی نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ للمملوک طعامہ وکسوتہ یعنی غلام کا کھانا کپڑا واجب ہے اس میں یہ نہیں فرمایا کہ مالک پر اپنا سا طعام اور لباس لازم ہے بلکہ حدیث صحیحین کا مطلب ہے کہ اپنے ماکول اور ملبوس کی جنس سے اونکو بھی دو مثلاً اگر مالک سوت کا کپڑا پہنتا ہو تو غلام کو بھی سوتی پہناوے اگرچہ خود ململ اور تنزیب پہنے اور غلام کو گاڑھا یا گزی پہناوے اور صحابہ کبار سے ہرگز منقول نہیں کہ غلاموں کو اپنا سا پہناتے ہوں لیکن بعضے اصحاب البتہ نظر باستحباب برابر رکھتے تھے کذا فی فتح القدیر وحاشیۃ المدنی وفی القنیۃ نفقۃ المبیع علی البائع مادام فی یدہ ہو الصحیح واستشکلہ فی البحر بانہ لاملک للبائع رقبۃ ولامنفعۃ فینبغی ان تلزم المشتری اور قنیہ میں ہے کہ نفقہ غلام یا حیوان مبیع کا بائع پر ہے جبتک کہ وہ اوسکے ہاتھ میں ہو اور یہی قول صحیح ہے اور مشکل جانا ہے اس قول کو بحر الرائق میں اس دلیل سے کہ مبیع پر بائع کی کچھ ملکیت نہیں نہ باعتبار ذات کے نہ باعتبار منفعت لینے کے تو لائق یہ ہے کہ مشتری پر نفقہ لازم ہو نہ بائع پر بعضے علمائے اس اشکال کا یوں جواب دیا ہے کہ جبتک مبیع بائع کے پاس ہے تو اوسکے ضمان میں ہے تو اوسپر نفقہ بھی واجب ہے جیسے مغصوب کا نفقہ غاصب پر واجب ہے حالانکہ غاصب اوسکا مالک نہیں نہ ذات کا نہ منفعت کا کذا فی حاشیۃ المدنی فان امتنع ففی کسبہ ان قدر بان کان صحیحا ولو غیر عارف بصناعۃ فیؤجر نفسہ ممکین الیہا پس اگر مولی غلام کو نفقہ دینے سے تو اوسکا نفقہ اوسکی کمائی میں ہے اگر وہ قادر ہو اسطرح پر کہ تندرست ہو اور اگرچہ کوئی صنعت اور پیشہ نجانتا ہو تو مزدوری کرے جیسے معمار کا مددگار یعنی معمار کو اینٹ گارہ دینا ہر تندرست سے ہو سکتا ہے عاقل ہو یا احمق والا یکن کذلک زمنا اوجاریۃ لا یوجر مثلہا امر القاضی ببیعہ وقال لا یبیعہ القاضی بل یفعہ اور اگر غلام مزدوری نکر سکتا ہو چنانچہ لولا ہو یا ایسی لونڈی ہو کہ مزدوری نکر سکتی ہو یعنی خوبصورت ہو کہ اوسکی مزدوری میں فساد کا احتمال ہو تو قاضی اوسکے مالک پر حکم کرے اوسکے بیچڈالنے کا اور صاحبین نے کہا کہ قاضی خود اوسکو بیچڈالے مالک سے کہنے کی کچھ حاجت نہیں اور اسی پر فتوی ہے ان محلا لہ والا کمد بر وام ولد الزمہ بالانفاق لاغیر غلام مذکور بیچے اگر وہ محل ہو بیع کا یعنی اگر اوسکا بیچنا جائز ہو اور اگر اوسکا بیچنا جائز ہو جیسے مدبر اور ام ولد تو اوسکے مالک پر اوسکا نفقہ قاضی لازم کرے بحکومت اوسکو سوا اور کچھ نکرے عبد لا ینفق علیہ مولاہ اکل او اخذ من مال مولاہ قدر کفایتہ بلا رضاہ ان عاجزا عن الکسب اولم یاذن لہ فیہ ایک غلام ہے کہ اوسکا مالک اوسکو نفقہ نہیں دیتا ہے اوس نے کھایا یا لیا اپنے مولی کے مال سے اپنی بقدر حاجت کے بدون اوسکی رضامندی کے تو اگر غلام عاجز ہے کمائی سے یا قادر ہے کسب پر لیکن اوسکا مالک کسب کی اجازت نہ دیتا ہو تو اوسکو کھانا اور لینا جائز ہے والا لا کما لو قتر علیہ مولاہ لا یاکل منہ بل یکتسب ان قدر مجتبی اور اگر غلام کسب پر قادر ہو اور مالک کسب سے روکتا نہو تو بدون رضامندی مولی کے غلام کو اوسکا مال کھانا اور لینا جائز نہیں چنانچہ اگر غلام پر تنگی کرتا ہو مولی یعنی بقدر حاجت کھانا کپڑا نہ دیتا ہو تو اوسکا مال بدون اوسکی رضامندی کے

ط

اکثر نسخ میں لفظ جارۃ نہیں شاید مترجم اول کو جو ملا ہو اور جہین ہو درست نسخ عبارت سے بکو لفظ واو ظاہر معلوم ہوا

ہو بقدر اوسکے حصے کے پہلے برابر کیا اوسکو قاضی نے جبر کرنیکا حکم دیا ہو یا ندیا ہو اور مصنف نے منح الغفار میں باتباع بحر الرائق کے فتاویٰ سے نقل کیا ہے کہ ایک شریک نے جو غیبت شریک میں
مرمت کیا اور دوسرے شریک کی غیبت میں بلا اجازت شریک یا بدون حکم قاضی کے تو وہ متبرع احسان کرنیوالا ہے شریک غائب بقدر اوسکے حصے کے کچھ نہیں لے سکتا اور یہی حکم ہے نخلستان اور
کھیت اور روبعہ اور لقطہ اور مشترک گھر کا جبکہ وہ مرمت طلب ہو تو ان چیزوں میں صرف کرنیوالا بدون حکم قاضی کے اپنے مصارف کو اوسکے مالک یا شریک سے نہیں لے سکتا علامہ حلبی نے کہا
کہ جمہور اور خلاصہ کی روایت میں یہ فرق ہے کہ جمہور کی روایت میں شریک یہان حاضر ہے اور غلام مشترک پر مرمت نہیں کرتا ہے بسبب شرارت اور سرکشی کے کہ وہ اسی سے کچھ لینا یا مرمت کا درست ہے
بخلاف خلاصہ کی روایت کے کہ یہان شریک حاضر نہیں غائب ہے لہذا اوسکی سرکشی ثابت نہیں تو کچھ لینا بھی لازم نہیں تو معلوم ہوا کہ دونون روایتوں میں تناقض نہیں ہے واللہ اعلم جوہرہ میں ہے
اگر جانور کو چارہ کم ملتا ہو اور اوسکا دودھ نہایت کثرت سے دوہنا مکروہ ہے اور اگر دودھ کی کثرت ہو نہ دوہنا بھی مکروہ ہے کیونکہ تکلیف کا سبب ہے اور اگر جانور کا بچہ ہو تو جو اوسکے پینے سے زیادہ بچے تو اوسکو
دوہے مجتبیٰ کہ بہت چارہ کھاتا ہو اور بہت سے کہ دوہنا پڑنے اونچا خصی بڑھ کر رکھے تا کہ جانور کو تکلیف نہ ہو اور اگر سواری اور لادنی کا جانور ہو تو طاقت سے زیادہ اوس پر بوجھ نہ لادے اور زیادہ منزل نہ کرے کذا فی العالمگیریہ

کتاب العتق

یہ کتاب ہے آزادی کے احکام میں کتاب الطلاق کے بعد کتاب العتق کو اسواسطے مذکور کیا کہ دونون مشترک ہیں رفع قید میں یعنی طلاق عبارت ہے رفع قید نکاح سے اور عتق عبارت ہے رفع قید مملوکیت سے اہل تاریخ نے
ذکر کیا ہے کہ سید الابرار رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ غلام آزاد کیے بعد حجۃ الوداع میں تریسٹھ اونٹ دست مبارک سے نحر کیے اور تریسٹھ ہی برس اس عالم میں رہے اور صدیق اکبر نے بھی اتنا ہی
ہے اور آنحضرت ہی نے غلام آزاد کیے اور عبدالرحمن بن عوف نے تیس ہزار غلام آزاد کیے کذا فی حاشیۃ المدنی مسیّرت الاسقاطات باسماء اختصارا فاسقاط الحق عن القصاص
عفو وعما فی الذمۃ ابراء وعن البضع طلاق وعن الرق عتق حقوق کے اسقاط شرع میں جدا جدا ناموں سے ممتاز اور جدا جدا کیے گئے ہیں بنا بر اختصار
کے تاکہ بولنے میں زیادتی کلمات کی حاجت نہ پڑے تو حق قصاص کے اسقاط کا نام عفو ہے اور اسقاط دین کا نام ابراء ہے اور اسقاط حق وطی کا نام طلاق ہے اور
اسقاط ملک رقبہ کا نام عتق ہے مناسب یون تھا کہ شارح یون کہتا کہ عن الرق اعتاق اسواسطے کہ عتق لازم ہے اور اعتاق متعدی تو عتق سقوط حق ملک ہے
اور اعتاق اسقاط حق ہے وعنون بہ لا بالاعتاق لیعم نحو استیلاد وملک قریب اور مصنف نے اس کتاب کا عنوان بلفظ عتق کیا نہ بلفظ اعتاق
یعنی کتاب العتق کہا نہ کتاب الاعتاق تا کہ لفظ عتق کا احکام استیلاد اور مالک قریب کو بھی شامل ہو اسواسطے کہ استیلاد اور ملک قریب عتق ہے نہ اعتاق کیونکہ
اعتاق عبارت ہے ایقاع عتق سے اور استیلاد اور ملک قریب میں ثبوت عتق ہے نہ ایقاع عتق اور یہ تصریح شارح کی مخالف ہے قول سابق کے کہ وہاں اسقاط اوسکا مولی کو
عتق لولاہے اور اسقاط مولی کا فعل ہے اور اسی کا نام اعتاق ہے اور کنز اور ملتقی الابحر میں کتاب الاعتاق کہکر تعبیر کیا ہے نظر بغالب احکام هو لغۃ الخروج عن المملوکیۃ
من باب ضرب ومصدرہ عتق وعتاق عتق لغت عرب میں مملوکیت سے نکلنے کو کہتے ہیں کذا فی المغرب عتق بالکسر اور عتاق بالفتح اور اسی طرح عتاقہ باب ضرب
یضرب کے مصادر میں ہے ہر چند لغت عرب میں عتق بمعنی کرم اور جمال اور رقت اور قدم اور قوت کے بھی آیا ہے لیکن چونکہ معنی لغوی اور شرعی میں مناسبت ضرور ہے لہذا شارح
نے یہان فقط حریت یعنی الخروج عن المملوکیۃ کو اختیار کیا کہ معنی شرعی سے اسکو نہایت مناسبت ہے بلکہ درحقیقت اتحاد ہے بخلاف اور معانی کے کہ اونمیں ایسی مناسبت صریح
نہیں اور جسکا غلام آزاد ہوا تو اوسکو معتق اور معتوق اور محرر بولتے ہیں وشرعا عبارۃ عن اسقاط المولی حقہ عن مملوکہ بوجہ مخصوص یصیر المملوک بہ ای
بالاسقاط من الاحرار اور اصطلاح شرع میں عتق عبارت ہے اسقاط حق ملکیت سے یعنی مولی اپنے حق کو اپنے مملوک سے ایسی مخصوص وجہ سے ساقط کردے کہ اوسکا مملوک اوس اسقاط کے
سبب سے احرار میں داخل ہو یعنی آزاد ہو جاوے غلام نہ باقی رہے تو قید بقبول موت مولی اور کتابت قبل ادای بدل کتابت کے عتق کی تعریف سے نکل گئی مولی کے حقوق جیسے بیع
کرنا اور مکاتب کرنا اور مدبر کرنا اور مملوکہ کی وطی اور غیر سے نکاح کر دینا اور خدمت لینا عتق ہی کے سبب ساقط ہو جاتے ہیں اور وجہ مخصوص سے مراد صریح لفظ عتق کا کہنا یا کنایۃ
بنیت عتق مملوک کو آزاد کرنا یا مدبر بنانا یا حریت کا اقرار کرنا یعنی اگر غیر کے غلام کو کوئی آزاد کہے پھر اوسکا مالک ہو تو وہ آزاد ہو گا چنانچہ فرع عنقریب آنیوالی ہے ان وجوہ کی
مسائل سے معلوم ہوگی ورکنہ اللفظ الدال علیہ او ما یقوم مقامہ کملک قریب ودخول حربی اشتری مسلما دار الحرب اور رکن عتق کا

مرد لفظ ایسا جو ارادہ پر دلالت کرے یا وہ فعل جو قائم مقام ہو اوسکی جیسے قریب کا مالک ہونا اور داخل ہونا حربی کا دار الاسلام میں با امان پھر غلام مسلمان کو خرید کر دار الحرب میں
لیجانا تو بعد دخل ہونے دار الحرب کے غلام مسلمان آزاد ہو جاویگا چاہے آزاد کرے نزدیک امام کے اور اسیطرح اگر حربی غلام مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آویگا تو آزاد ہو جاویگا
اور اگر حربی غلام دار الحرب میں مسلمان ہوگا تو باتفاق امام اور صاحبین کے آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن النہر وصفتہ واجب لکفارۃ ومباح بلا نیۃ
لانہ لیس بعبادۃ حتی صح من الکافر ومندوب لوجہ اللہ تعالی لحدیث عتق الاعضاء اور وصف عتق کا یہ ہے کہ وہ واجب ہے اور مباح اور مستحب اور مکروہ اور حرام عتق
واجب تو وہ ہے جو کفارہ قتل و ظہار اور روزہ اور قسم میں آزاد کرے اور عتق مباح وہ جو بلا نیت ہو عتق میں نیت شرط نہیں اسواسطے کہ وہ عبادت نہیں یہانتک کہ کافر کا آزاد
کرنا بھی صحیح ہے اور حالانکہ کافر لائق عبادت کے نہیں ہاں اگر مسلمان واسطے رضاء حق تعالی کے آزاد کریگا تو اوسوقت عتق البتہ عبادت ہو جاویگا اور عتق مستحب وہ ہے جو حق تعالی کی
خوشنودی کیواسطے ہو جیسا اوس حدیث کہ جسمیں عتق عضوہا کا ذکر ہے صحاح ستہ میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان کو آزاد کریگا تو حق تعالی
اوسکو ہر عضو کے عوض میں آزاد کیے ہوئے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی وهل یحصل ذلک بتدبیر وشراء قریب الظاهر نعم اور کیا یہ ثواب بھی عتق حاصل
مدبر کرنے میں اور اپنے قریب کو مول لینے میں حاصل ہوگا یا نہیں ظاہر جواب یہ ہے کہ ہاں اونمیں بھی ایسا ہی ثواب متوقع ہے اسواسطے کہ مدبر کرنا بھی عبادت ہے اعتاق سے اگرچہ
بعد موت مالک کے ہے اور شراء قریب میں دوسرا ثواب ہے ایک اعتاق کا اور دوسرا صلہ رحمی کا وفلکہ لغایۃ اور عتق مکروہ وہ ہے جو کسی آدمی کی خاطر سے ہو مکروہ
اسواسطے ہے کہ ایسا عمدہ کام بیفائدہ ہو گیا اور بحر الرائق میں بروایت محیط اسکو مباح میں شمار کیا ہے تو ظاہر کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی
وحرام لو بکافر للشیطان اور عتق حرام وہ ہے جو شیطان کیواسطے ہو یہ کلمہ کفر ہے یعنی اگر عتق سے تعظیم شیطان مقصود ہو تو حرام ہے اور اگر تعظیم منظور ہو تو صداوں کفر ہے
یہ صورت شیطانی کام ہے اور اسیطرح مکروہ ہے اسواسطے آزاد کرنا اور اگر ظن غالب ہے کہ غلام دار الحرب میں چلا جاویگا یا مرتد ہو جائیگا یا چوری یا قطع الطریق کریگا تو اوسکا بھی آزاد
کرنا حرام ہے کذا فی حاشیۃ المدنی ویصح من حر مکلف ولو سکران او مکرها او مخطئا او مریضا او لا یعلم بانہ مملوکہ کقول الغاصب للمالک او
البائع للمشتری اعتق عبدک هذا واشار الی المبیع عتق صحیح ہے آزاد کرنا ہر ایک عاقل بالغ کا اگرچہ مست ہو یا زبردستی کسی نے آزاد کروایا ہو اور [illegible]
یا کوئی غلطی ہوگئی ہو یا اسطرح کہ مثلاً اوسکے غلام کا نام صالح تھا سو اوسنے یا کہنا چاہا کہ یا صالح سو اوسکی زبان سے نکل گیا یا حر یعنی وآزاد یا اگرچہ مولی بیمار ہو مرض الموت
[illegible] ہو یا مولی کو یہ نہ معلوم ہو کہ میرا غلام ہے جیسا کہ غاصب نے مالک سے یا بائع نے مشتری سے کہا کہ اس اپنے غلام کو آزاد کر دے اور اشارہ کیا مبیع کیطرف یا مشتری نے اور مغصوب کیطرف تو
تو وہ آزاد ہو جاویگا یعنی غاصب نے غلام مغصوب کیطرف اشارہ کر کے مالک سے کہا کہ اس اپنے غلام کو آزاد کر سو مالک نے نادانستہ اوسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام مالک کا
آزاد ہو جاویگا اور اسیطرح اگر مشتری نے غلام مبیع کیطرف اشارہ کر کے بائع سے کہا کہ اس اپنے غلام کو آزاد کر اور حالانکہ مشتری کو یہ معلوم نہیں کہ یہ میرا غلام ہے سو بائع نے
اوسکو آزاد کر دیا تو وہ غلام آزاد ہوگا مشتری کی جانب سے اور مشتری اوسکا قابض ٹھہریگا اور قیمت ادا کرنا اوسکو لازم ہوگا کذا فی المنح عن الکشف الکبیر فعلم ان السکر والاکراہ والخطاء
اور نادانستگی مانع عتق کی نہیں اسواسطے کہ حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ قصد اور دانستگی اسمیں ضرور نہیں چنانچہ اسکی تصریح کتاب النکاح
اور کتاب الطلاق میں مذکور ہو چکی لا من صبی ومعتوه ومبرسم ومغمی علیه ومجنون ونائم کما لا یصح طلاقهم صحیح نہیں آزاد کرنا صغیر کا
اور شخص [illegible] اور مختلط الکلام فاسد التدبیر کا اور جسکی عقل بیجا ہو [illegible] برسام کے مرض [illegible] اور بیہوش کا اور مجنون کا اور سونیوالے کا جیسے کہ انکی طلاق صحیح نہیں
لو اسنده لحالة منافية كان اعتقت وانا صبي او نائم او مجنون [illegible] في دار الحرب وقد علم ذلك [illegible] اور اگر مالک نے عتق کو منسوب کیا حالات مذکورہ کی طرف یعنی یوں کہا کہ میں نے
غلام کو بچپن میں یا جنون یا بیہوشی میں آزاد کیا تھا یا یوں کہا کہ جب میں نے آزاد کیا تھا تو میں حربی تھا دار الحرب میں اور یہ حال لوگوں کو معلوم بھی ہو تو
مالک ہی کا قول معتبر ہوگا یعنی غلام آزاد نہوگا بسبب عدم اہلیت عتق کے فی ملکہ ولو رقبۃ کمکاتب فخرج عتق الحمل فانہ ولدت لستۃ اشہر او اکثر ولو
بلا قبل [illegible] صحیح ہے عتق حر مکلف کا اپنی ملک میں اگرچہ ذات کی ملکیت ہو نہ تصرف کی جیسے مکاتب اور قید ملکیت سے نکل گیا عتق حمل جب کہ لونڈی پورے

چھ مہینے یا زیادہ میں جنی اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنی تو عتق صحیح ہے یعنی اگر مالک نے اپنی لونڈی سے کہا کہ تیرے حمل کو آزاد کیا تو اگر بعد اس قول کے چھ مہینے سے کم مدت میں بچہ جنی تو لڑکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وقت قول مولی کے یقیناً پیٹ میں لڑکا موجود تھا تو مملوک بھی تھا اسواسطے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں پیدا ہوگا تو قول مولی کے وقت حمل کا ہونا مشکوک ہوا تو شک سے ملکیت نہ ثابت ہوگی تو آزاد بھی نہ ہوگا اسواسطے کہ بدون ملک کے عتق صحیح نہیں ولو باضافته الیه کان ملکتک او الی سببه کان اشتریتک فانت حر عتق مالک کا صحیح ہے اگرچہ باضافت الی الملک ہو چنانچہ زید نے عمرو کے غلام سے کہا کہ اگر میں تیرا مالک ہوں تو تو آزاد ہے پھر اوسکو خرید کیا تو وہ آزاد ہو جائیگا یا بسبب ملک کیطرف اضافت کی چنانچہ یوں کہا عمرو کے غلام سے کہ اگر میں تجھکو خرید کروں تو تو آزاد ہے تو بعد خرید کے وہ آزاد ہوگا خلاصہ یہ کہ عتق صحیح نہیں مگر ملک سے یا تعلیق ملک سے یا تعلیق بسبب ملک سے بخلاف ان مات مورثی فانت حر لا یصح لان الموت لیس سببا للملک بخلاف اس قول کے کہ وارث نے مورث کے غلام سے کہا کہ اگر میرا مورث مر جائیگا تو تو آزاد ہے تو یہ عتق صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ موت مورث ملک کا سبب نہیں اسواسطے کہ جائز ہے کہ موت مورث کی وارث کے قتل کرنے سے ہو اور یہ ظاہر ہے کہ قتل مورث سے وارث کو وراثت نہیں پہنچتی یا احتمال ہے کہ مورث کی موت کے وقت وارث مرتد ہو جاوے یا یہ کہ وہ غلام مورث کے قبل از موت اوسکی ملک سے نکل جاوے ہاں اگر یوں کہے کہ اگر میں تجھکو وراثت میں پاؤں تو تو آزاد ہے تو عتق صحیح ہوگا اسواسطے کہ ارث ملک کا سبب ہے ومن لطائف التعلیق قوله لامته ان مات ابی فانت حرة فباعها ابيها ثم نكحها فقال ان مات ابی فانت طالق ثنتين فمات الاب لم تطلق ولم تعتق ظهيرية وكانه لان الملك ثبت مقارنا لهما بالموت فتامل اور تعلیق کے عمدہ مسائل سے مولی کا یہ قول ہے اپنی لونڈی سے کہ اگر میرا باپ مر جاوے تو تو آزاد ہے پھر اوس لونڈی کو اپنے باپ کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر اوس سے نکاح کیا پھر یوں تعلیق کی کہ اگر میرا باپ مر جاوے تو تجھکو دو بار طلاق ہے پھر اوسکا باپ مر گیا تو وہ لونڈی نہ مطلقہ ہوگی نہ آزاد کذا فی الظہیریہ اور شاید یہ کہ طلاق اور عتق اسواسطے واقع نہ ہونگی کہ ولد کی ملک ثابت ہوئی مقارن اوس قول طلاق اور عتاق کی باپ کی موت کے سبب یعنی باپ کے مرنے ہی ملک اور طلاق اور عتاق معاً پائے گئے اسواسطے کہ وارث نہیں ہوا مگر بعد موت مورث کی اور طلاق اور عتاق بسبب تعلیق بالموت کے وارد ہوئی تو جب تینوں دفعة پائے گئے تو ملک کا مقدم ہونا طلاق اور عتاق کی شرط ان پر نہ ثابت ہوا تو پھر دیکھا کہ جب نکاح لونڈی کا فسخ ہوگیا تو طلاق کیواسطے محل وقوع نہ باقی رہا اسواسطے کہ محل الطلاق منکوحہ ہے نہ مملوکہ اور عتق نہیں ہوا کیونکہ بعد تقدم ملک کی حالانکہ یہاں ملک اور عتق میں تقدم نہیں بلکہ اقتران ہے اور یہ تعلیل [illegible] مشکل تھی لہذا شارح نے کہا کہ تامل کرو [illegible] بلا نیة عتق صحیح ہے صریح عتق سے مراد وہ الفاظ ہیں جنکے الفاظ عتق دو قسم ہیں صریح اور کنایہ صریح وہ ہے جو لغت اور شرع میں عتق میں مستعمل ہوتا ہو مگر عتق میں تو لفظ صریح کو بولنے سے بدون نیت کے بھی عتق واقع ہوتا ہے اسواسطے کہ نیت اوسوقت شرط ہے جب مراد متکلم میں اشتباہ ہو اور صریح میں تو اشتباہ نہیں لہذا نیت کی بھی حاجت نہیں کذا فی منح الغفار سواء وصفه به کانت حر مراد یہ ہے کہ عتق صریح کو بصیغہ وصف لاوے یا بصیغہ خبر وصف سے وہ الفاظ مراد ہیں جو ذات اور معنی پر دلالت کریں چنانچہ یوں کہے کہ تو حر ہے لفظ حر کا وصف ہے اسواسطے کہ حر اوس ذات کو کہتے ہیں جسمیں حریت پائی جاوے او عتیق یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتیق ہے یعنی معتق ہے ہر چند لفظ عتیق کا مصدر ہے اور اسمیں ذات کے معنی نہیں لیکن مصدر بمعنی مفعول ہے چنانچہ رجل عدل میں عدل بمعنی عادل مشہور ہے او عتیق او معتق او محرر یا یوں کہے غلام سے کہ تو عتیق یا معتق یا محرر ہے یعنی آزاد ہے ولو ذکر الخبر فقط کان کنایة اور اگر ان الفاظ مذکورہ کو فقط خبر لاوے بدون ذکر مبتدا کے تو کنایہ ہونگے یعنی انت نہ کہے بلکہ یوں کہے کہ حر یا عتیق یا معتق یا محرر تو اوسوقت میں عتق صریح نہ ہونگے بلکہ کنایہ ہونگے یعنی بدون نیت کے عتق نہ ثابت ہوگا چنانچہ فتاوی میں ہے کہ اگر کسی نے کہا حر پھر کسی نے اوس سے پوچھا کہ تو نے کسکو حر کہا سو اوس نے جواب دیا کہ اپنے غلام کو کہا تو اب اوسکا غلام آزاد ہوگا کذا فی منح الغفار او اخبر بنحو حررتك او عتقتك او اعتقك الله في الاصح ظهيرية یا عتق صریح کو بصیغہ خبر لاوے اگرچہ جملہ خبریہ یہاں فی الحقیقت یعنی انشاء ہے چنانچہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھکو محرر کیا یا معتق کیا یا خدا نے تجھکو آزاد کیا اعتقك الله قول اصح میں عتق صریح ہے نیت کا محتاج نہیں کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہ لفظ عرف میں مستعمل نہیں مگر انشاء عتق میں جیسے یوں ہی ابراک الله کہنا ابرا کے واسطے مستعمل ہے کذا فی حاشیة المدنی او هذا مولای او یا مولای او یا مولاتی یا غلام کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ یہ میرا مولی ہے یا غلام کو اسطرح

پکارا کہ یا مولائی یا لونڈی کو یوں پکارا کہ یا مولاتی هم مولیٰ کا لفظ مشترک ہے معانی کثیرہ میں چنانچہ ابن اثیر نے بیس معانی سے زیادہ شمار کیے ہیں از انجملہ ناصر اور ابن عم اور مالک اور
آزاد کنندہ لیکن جب غلام کو مولیٰ کہا تو کوئی معنی مناسب نہیں ہوتے سوا آزادی کے ابتداءً اس لفظ سے بالاتفاق عتق ثابت ہوگا بنا بر قول صحیح کذا فی البحر عن الولوالجیہ بخلاف
انا عبدك في الاصح بخلاف اس قول کے کہ مولیٰ نے اپنے غلام سے کہا کہ میں تیرا غلام ہوں اس قول سے عتق نہیں ہوتا قول اصح میں اسواسطے کہ یہ کلمہ تلطف اور مہربانی کا
ہے عتق کا او یا حر او یا عتیق ولو قال اردت الكذب او حرية من العمل دين یا غلام کو یوں پکارا کہ یا حر یا عتیق اور اگر مالک نے کہا کہ میں نے اس قول سے کذب کا ارادہ کیا
یا کام سے آزاد کرنا مقصود تھا نہ عتق تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی بسبب احتمال کے نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر لفظ کے مخالف ہے الا اذا سماه به واشهد وقت تسميته خانية
فلا يعتق ما لم يرد الانشاء وكذا في الطلاق حر اور عتیق سے عتق ثابت ہوتا ہے مگر جب مالک اپنے غلام کا حر یا عتیق نام رکھے اور نام رکھنے کے وقت لوگوں کو اسکا شاہد بھی کر دے
کذا فی الخانیہ تو اب حر یا عتیق کہنے سے غلام آزاد نہ ہوگا جب تک کہ ایجاد عتق کا ارادہ نہ کریگا اور اسیطرح طلاق کا بھی حکم ہے یعنی اگر زوجہ کا طالق یا طالقہ نام ہو اور لوگ اسکو جانتے ہوں تو طالق
یا طالقہ کہنے سے طلاق نہ واقع ہوگی جب تک کہ طلاق کا ارادہ نہ کریگا ثم لعبد تسميته بالحر اذا ناداه بمرادفه بالعجمية كيا آزاد او عكس بان سماه يا آزاد وناداه بالعربية
بيا حر عتق لعدم العلمية پھر غلام کو مسمی بحر کرنے کے بعد جب اوسکو زبان عجمی میں لفظ مرادف سے پکاریگا چنانچہ یا آزاد یا اسکے بالعکس کرے یعنی اوسکا آزاد نام رکھے اور زبان عربی
میں اوسکو بلفظ عربی پکارے چنانچہ یا حر تو وہ غلام آزاد ہو جاویگا بسبب عدم علمیت کے اسواسطے کہ پہلی صورت میں اوسکا حر نام ہے نہ آزاد اور دوسری صورت میں اوسکا آزاد نام ہے
نہ حر وكذا راسك حر ووجهك حر ونحوهما مما يعبر به عن البدن كما مر في الطلاق اور اسیطرح غلام آزاد ہوگا یوں کہنے سے کہ تیرا سر آزاد ہے یا تیرا چہرہ
آزاد ہے اور مانند ان اعضاء کے جس سے کل بدن کی تعبیر ہوتی ہے چنانچہ ذکر ان اعضاء کا کتاب الطلاق میں گذر گیا ولو اضافه لجزء شائع كثلثه عتق ذلك القدر لتجزيه
عند الامام كما سيجيء اور اگر عتق کو جزء شائع کی طرف مضاف کیا مثلاً یوں کہا کہ تیرا ثلث آزاد ہے یا نصف آزاد ہے تو اوسی قدر آزاد ہوگا جتنا مولیٰ نے ذکر کیا یعنی اگر ثلث کہا تو ثلث
آزاد ہوگا اور اگر نصف کہا تو نصف آزاد ہوگا نہ کل بدن اس سبب سے کہ تجزی عتق کی نزدیک امام اعظم کے چنانچہ اسکا ذکر آویگا ومن الصريح قوله لعبده انت حر ولامته
انت حرة خانيه اور عتق صریح کی قسم سے یوں کہنا ہے مولیٰ کا اپنے غلام سے کہ تو حر ہے یا اپنی لونڈی سے کہ تو حرہ ہے اسواسطے کہ فقہا کے نزدیک ایسے مقاموں میں عرف
اور تدبیر اور نیت کا اعتبار نہیں ومنه وهبتك وبعتك نفسك فيعتق مطلقا ولو زاد بكذا توقف على القبول فتح اور عتق صریح سے ہے یوں کہنا مولیٰ کا
اپنے غلام سے کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی اور میں نے تیری ذات تیرے ہاتھ بیع کی تو اس قول سے غلام آزاد ہو جاویگا ہر طرح سے اس ہبہ و بیع کو قبول کرے یا نہ کرے اگرچہ اوسنے
عتق کی نیت نہ کی ہو اور اگر مولیٰ نے یوں زیادہ کر کے کہا کہ میں نے تیری ذات تجھکو بخشی دس درم کے عوض یا بیچی پانچ درم کے عوض مثلاً تو غلام کا آزاد ہونا اوسکے قبول کرنے پر
موقوف ہوگا کذا فی فتح القدیر ھم ہبہ اور بیع نفس کو فتح القدیر میں ملحق بصریح کہا ہے نہ صریح اور عالمگیری میں حاوی قدسی سے بھی یہی قول منقول ہے اور شارح نے اسکو صریحاً
صریح میں داخل کیا ہے اور محشی مدنی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ مختار صاحب فتح القدیر کا یہ ہے کہ یہ صریح ہے لیکن مترجم نے جو فتح القدیر کو دیکھا تو یہ عبارت تھی ویلحق بالصريح
قوله لعبده وهبت لك نفسك وبعتك نفسك الى آخره والله اعلم ومنه المصدر نحو العتاق عليك وعتقك علي فتعتق بلا نية ولو زاد واجب لم يعتق
لجواز وجوبه لكفارة ظهيرية اور عتق صریح سے ہے مصدر چنانچہ یوں کہنا کہ عتاق تجھپر واقع ہے یا تیرا عتق مجھپر ثابت ہے اور اگر واجب کا لفظ زیادہ کریگا یعنی یوں کہے کہ تیرا عتق
مجھپر واجب ہے تو غلام نہ آزاد ہوگا اس احتمال سے کہ شاید مولیٰ پر آزاد کرنا کفارہ کیواسطے واجب ہو کذا فی الظہیریہ پھر جب احتمال کی گنجائش ہوئی تو صریح نہ باقی رہا
وفي البدائع قيل له اعتقت عبدك فاشار برأسه اي نعم لم يعتق اور بدائع میں ہے مولیٰ سے کسی نے کہا کہ تو نے اپنے غلام کو آزاد کیا سو اوسنے سر سے اشارہ
کیا کہ ہاں اس طرح سے غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ اوسنے عتق کا لفظ نہیں کہا باوجود قدرت کے بخلاف گونگے کے کہ اوسکا اشارہ کافی ہے عتق میں ولو زاد من هذا العمل
عتق قضاء اور اگر یوں زیادہ کرے یعنی اگر یوں کہے گا کہ تو آزاد ہے اس کام سے تو غلام آزاد ہوگا قضاءً نہ دیانۃً ھ یہ عبارت شارح کی
[illegible] کذا فی حاشیۃ الحلبی [illegible] الامن الحر ولو قال یا سالم فاجابه غانم فقال

انت حرٌ ولا نیة له عتق المجیب ولو قال عتقت سالماً عتقا قضاءً اور اگر ایک مولی کے دو غلام ہوں سالم اور غانم سو مولی نے کہا کہ اے سالم تو جواب دیا غانم نے سو مولی نے
کہا کہ تو آزاد ہے اور حالانکہ مولی کو قصد آزاد کرنے کا سالم کو تھا تو جواب دینے والا غلام یعنی غانم آزاد ہو جاوے گا اسلئے کہ خطاب کے اور صریح محتاج نیت کا نہیں اور اگر مولی نے کہا کہ انت حر یعنی تو سالم کی
آزادی کا ارادہ کیا تھا نہ غانم کا تو قضاءً دونوں آزاد ہو جاویں گے لیکن دیانۃً وہی آزاد ہو گا جسکے عتق کا مولی نے ارادہ کیا فالجوہرۃ قال لمن لا یحسن العربیۃ قل لعبدک
انت حر فقال له عتق قضاءً اور جوہرہ میں ہے کہ ایک شخص نے اوس سے جو عربی زبان خوب نہیں جانتا کہا کہ تو اپنے غلام سے یوں کہہ کہ انت حر سو اوسنے اپنے غلام سے یوں ہی کہا
تو قضاءً اوسکا غلام آزاد ہو گا بسبب صریح خطاب کے لیکن دیانۃً نہ آزاد ہو گا بسبب عدم قصد کے ولو قال رأسک رأس حر بالاضافة لا یعتق اور اگر مولی نے اپنے غلام سے کہا
کہ تیرا سر مانند سر حر کے ہے اگر اس حرف کو بترکیب اضافت کہا تو آزاد نہ ہو گا اسواسطے کہ تشبیہ ہے اور تشبیہ کا حکم عام ہوتی ہے اور کبھی خاص تو عتق میں شک واقع ہوا اسلئے بدون نیت کے آزاد
نہ ہو گا وبالتنوین عتق لانه وصف لا تشبیه اور اگر راس حر کو تنوین سے کہا تو غلام آزاد ہو گا اسواسطے کہ اوس صورت میں حر صفت ہے راس کی
نہ تشبیہ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ تو حر ہے وبکنایته ان نوى للاحتمال کلا ملك لی علیك ولا سبیل ولا رق ولا خرجت من ملکی وخلیت سبیلك
اور صحیح ہے عتق کنایات عتق سے اگر کنایات سے عتق کی نیت کریگا اسواسطے کہ کنایات میں عتق اور غیر عتق دونوں کا احتمال ہے جیسا کہ مولی نے غلام سے کہا کہ میری ملک تجھ پر نہیں
یا میرے کوئی سبیل نہیں تجھ پر یا میری ملکیت سے نکل گیا اور تجھکو میں نے چھوڑا ہے یہ اقوال کنایات ہیں کہ انمیں عتق اور غیر عتق دونوں محتمل ہیں اسواسطے
کہ نفی ان اشیاء مذکورہ کی محتمل ہے کہ بسبب بیع یا کتابت کے ہو یا بسبب عتق کے پھر جب ان اقوال میں مولی عتق کی نیت کریگا تو احتمال منقطع ہو کر تعیین مقصود ہو گا کذا فی الدرایہ
وکقوله لامته قد اطلقتك وانت اعتق ولزوجته انت اطلق من فلانة وهی مطلقة تعتق وتطلق ان نوى کتبیهما اور جیسا کہ مولی کا یہ قول اپنی
لونڈی سے کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اور تو زیادہ تر آزاد ہے فلانی سے اور حالانکہ فلانی آزاد ہو چکی ہے یا اپنی زوجہ سے زوج نے کہا کہ تو زیادہ تر مطلقہ ہے فلانی عورت سے
اور حالانکہ وہ عورت مطلقہ ہے تو پہلی مثال میں لونڈی آزاد ہو گی اور دوسری مثال میں زوجہ اوسکی مطلقہ ہو گی بشرطیکہ متکلم نیت عتاق اور طلاق کی کرے گا کیونکہ یہ عتاق اور
طلاق کی تصحیح میں نیت شرط ہے جیسا کہ غلام سے یوں کہے کہ انت حر یا زوجہ سے یوں کہے کہ انت طالق فی نہر الفائق میں محیط سے ابو یوسف کا قول نقل کیا ہے کہ اعتاق اور تطلیق کی
اگر کوئی تصحیح کرے اور عتق اور طلاق کی نیت کرے تو واقع ہو گی کذا فی حاشیة المدنی وفی الخلاصة قال لعبده انت غیر مملوك لا یعتق بل یثبت له احکام
الاحرار حتی یقر بانه مملوکه ویصدقه فیملکه وکذا لست هذا لعبدی لا یعتق وقاس علیه فی البحر لا ملك لی علیك لکن نازعه فی النهر
اور خلاصہ میں ہے کہ کہا مولی نے اپنے غلام سے کہ تو مملوک نہیں تو وہ آزاد نہ ہو گا بلکہ ثابت ہونگے اوس غلام کو آزادوں کے احکام یعنی اب مولی اوسکی مملوکیت کا دعوی
نہ کر سکے گا بسبب تناقض کے اور اوس سے خدمت نہ لے سکے گا اور اگر وہ مرجاوے تو مولی بطریق ولا اوسکی وراثت نہ پاوے گا بحر الرائق میں ہے کہ اگرچہ وہ معتق نہیں
لیکن بظاہر حر ہے تو احرار کے احکام اوس پر جاری رہیں گے یہانتک کہ اوسکی عبدیت کا کوئی مدعی ہو اور اپنے دعوی کو ثابت کرے تو اوسکا مالک ہو گا یا خود غلام اپنے
مولی کے قول مذکور کے بعد اقرار کرے کہ میں مملوک ہوں اوسکا اور مولی بھی اوسکی تصدیق کرے کہ ہاں سچ کہتا ہے تب اوسکا مالک ہو گا اور اسیطرح غلام کو عتق ثابت نہو گا
لیکن حکم احرار کے ہونگے اگر مولی نے کہا کہ یہ میرا غلام نہیں اور بحر الرائق میں خلاصہ کے قول پر لا ملك لی علیك کو قیاس کیا ہے بسبب اشتراک نفی ملک کے یعنی اگر کوئی غلام
سے کہیگا کہ میری ملک تجھ پر نہیں تو وہ آزاد نہو گا لیکن احکام احرار اوس پر ثابت رہیں گے تاوقتیکہ غلام خود مملوکیت کا اقرار کرے اور مولی بھی اوسکی تصدیق کرے تب اوسکا
مالک ہو گا لیکن نہر الفائق میں صاحب بحر الرائق سے اس قیاس میں نزاع کیا ہے یعنی یوں کہا ہے کہ میرے نزدیک یہ قیاس صحیح نہیں اسواسطے کہ لا ملك لی علیك میں
متکلم کی نفی ملکیت البتہ ثابت ہے غیر کی ملکیت کی نفی نہیں بخلاف مسئلہ خلاصہ کے یعنی انت غیر مملوك میں مطلقاً نفی ہے طحطاوی محشی نے کہا کہ اتنا فرق کچھ مفید قیاس نہیں جب
کوئی دوسرا مالک وہی غلام کا نہو تو مولی کی ملک کی نفی کرنے سے نفی علی الاطلاق ثابت ہو گی تو دونوں قول برابر ہو گئے علی الخصوص قول ثانی خلاصہ کا یعنی لیس ہذا لعبدی ولا ملک لی
علیک سو بلا تکلف یکساں ہیں تو معلوم ہوا کہ قیاس صاحب بحر کا حق ہے کذا فی حاشیة المدنی ویصح ایضاً بهذا ابنی للاصغر سناً من المالك وللاکبر

وکذا ھذا ابی او جدی او ھذہ امی وان لم یصلح والدا لک او لم ینو العتق لانہا صریح لم کنایۃ ولذا جاء بالباء اثرہا التفصیلھا اور یہی صحیح ہی عتق مملوک تیر
کہنے سے کہ یہ میرا بیٹا ہی اور لونڈی کو یون کہنے سے کہ یہ میری بیٹی ہی خواہ مملوک عمر مین چھوٹا ہو مالک سے یا بڑا اور اسطرح سے یون کہنا غلام کو یہ میرا باپ ہی یا دادا یا لونڈی سے یون کہنا کہ یہ میری
ماں ہی اگرچہ لونڈی اور غلام بسبب عدم مناسبت کے بیٹا یا باپ ہونیکی یا بیٹی اور ماں ہونیکی صلاحیت اور لیاقت نرکھتے ہون یا مالک نے اس قول سے عتق کا قصد نکیا ہو تو بھی آزاد ہوجاوینگے
اسواسطے کہ یہ الفاظ صریح عتق ہین نہ کنایہ کہ نیت کی محتاج ہون ولہذا ماتن الی الفاظ پر باء جارہ لایا ہی تاکہ کنایات پر ان الفاظ کا عطف نہ ثابت ہو اور ان الفاظ کو صریح سے موخر
لایا اسواسطے کہ تفصیل احکام کی یہ جواب ہی سوال مقدر کا یعنی جب یہ الفاظ صریح ٹھہرے تو کیا وجہ ہی کہ انکو صریح کے ساتھ نہ مذکور کیا شارح نے جواب دیا کہ انکے احکام مین تفصیل زیادہ تھی لہذا انکو
موخر لانا مناسب ہوا پس مملوک کو بیٹا کہنے سے عتق ثابت ہوتا ہی بطریق مجاز کے اسواسطے کہ فرزندی کو حریت لازم ہی اور ملزوم بولنا اور لازم کا ارادہ کرنا مجاز ہے اور اسطرح
باپ یا دادا یا ماں کہنے مین عتق اسی طریق مجاز ہی فان صلحوا وجھل نسبہم فی مولدہم ولیس للقائل اب معروف ثبت النسب ایضا والا یقل ابنی من الزنا
فیعتق فقط پھر اگر مملوک باعتبار عمر کے صلاحیت رکھتے ہون مولی کا باپ یا بیٹا ہونیکی اور غلامون کا نسب بھی انکے وطن مین مجہول ہو اور جس مولی نے غلام کو اپنا باپ کہا ہے
اوسکا باپ معلوم اور مشہور نہین کہ کون ہی تو عتق کے ساتھ نسب بھی ثابت ہوگا جبتک یون نکہا ہو مولی نے کہ یہ میرا بیٹا زنا سے ہے اور اگر یون کہیگا کہ یہ غلام میرا بیٹا ہے
زنا سے تو نسب اوسکا ثابت نہوگا بلکہ فقط عتق غلام کا ثابت ہوگا تفصیل اس اجمال کی یون ہی کہ زید کی عمر چالیس برس کی ہی اور اوسکا غلام بیس برس کا ہی مجہول النسب
پھر زید نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو غلام آزاد بھی ہوگا اور زید کا بیٹا بھی ٹھہریگا اور اگر غلام کا نسب معلوم ہوگا تو فقط عتق ثابت ہوگا نہ نسب اور اگر زید بیس برس کا ہو
اور غلام چالیس برس کا تو اسوقت مین بیٹا کہنے سے نسب نہ ثابت ہوگا بسبب عدم صلاحیت کے فقط عتق ہی ثابت ہوگا نزدیک امام کے کذا فی العالمگیریہ عن قاضیخان
اور اسیطرح کی تفصیل ہی غلام کو باپ کہنے مین یا لونڈی کو ماں کہنے مین لیکن ثبوت نسب باپ مین شرط ہی تصدیق مملوک مختلف فیہ ہی چنانچہ شارح اسکی طرف اشارہ کرتا ہے
وھل یشترط تصدیقہ فیما سوی دعوی البنوۃ قولان اور کیا مشروط ہی ثبوت نسب مین تصدیق غلام کی سوا دعوی فرزندی کے اسمین دو قول ہین ایک قول یہ ہے
کہ تصدیق غلام کی شرط نہین اسواسطے کہ اقرار مالک کا اپنی مملوک پر صحیح ہی بلا تصدیق مملوک اور دوسرا قول یہ ہی کہ دعوی فرزندی کے سوا مین تصدیق مملوک کی شرط ہی اسواسطے کہ
اسمین تحمیل ہی نسب کی غیر پر بخلاف فرزندی کے اسمین غیر کا تحمیل نسب نہین اپنی ذات پر کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر وتصیر امہ ام ولد اور نہین ہوجاتی ماں غلام کی ام ولد یعنی
جس غلام کو مولی نے اپنا بیٹا کہا تو اوسکی ماں مولی کی ام ولد نہوگی ولو قال لعبدہ ھذہ بنتی او لامتہ ھذا ابنی فتعتق المنیۃ اور اگر کہا اپنے غلام کو یہ میری بیٹی ہی اور اپنی
لونڈی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی تو عتق مین احتیاج ہوگی نیت کی یعنی بدون نیت کے آزادی نہوگی اسواسطے کہ اشارہ موافق مشار الیہ کے نہین تذکیر اور تانیث مین کذا فی الہدایہ وفتح القدیر
وفی ھذا خالی او عمی عتق واخی لا مالم ینو من النسب اور مولی کے یون کہنے مین کہ یہ میرا ماموں یا چچا ہی غلام آزاد ہوگا اور یون کہنے مین کہ یہ میرا بھائی ہی آزاد نہوگا جبتک اخوت
نسبی کی نیت نکریگا اسواسطے کہ اخوت مشترک ہوتی ہی دینی اور دنیا مین قال اللہ تعالی (انما المؤمنون اخوۃ) اور مشترک بدون نیت کے متعین نہین ہوسکتا بخلاف عم اور خال کے
لا یعتق بیا ابنی یا اخی یا اختی ویا ابتی کہ غلام آزاد نہین ہوتا یون کہنے سے کہ اے میری بیٹی اور اے میرے بھائی اور اے میری بہن اور اے میرے باپ اسواسطے کہ ندا کرنے سے متوجہ کرنا منادیکا
مقصود ہوتا ہی بلا قصد معنی کے بخلاف یا حر کہ اسواسطے کہ یا حر عتق صریح ہی اور اسمین معنی قصد کرنیکی حاجت نہین کذا فی منح الغفار ولا سلطان لی علیک اور غلام سے یون کہنے
مین بھی عتق نہین کہ میری قدرت نہین تجھ پر اسواسطے کہ باوجود بقای ملک کے بھی عدم قدرت اور عدم تصرف بعض مین متصور ہے چنانچہ غلام مکاتب مین ولا بالفاظ الطلاق
صریحۃ وکنایتہ بخلاف عکسہ کما مر اور عتق واقع نہین ہوتا طلاق کے الفاظ سے نہ صریح طلاق سے نہ کنایہ طلاق سے اور طلاق واقع ہوتی ہی بلفظ عتق چنانچہ اسکی
تصریح باب الطلاق مین مذکور ہوچکی تو اگر مولی اپنی لونڈی سے کہے کہ تجکو طلاق ہی یا تو مجھپر حرام ہی تو آزاد نہوگی وان نوی قید للاخیر لتوقفہ فی الندا علی النیۃ
کما نقلہ ابن الکمال وکذا نقل السلطان کما حققہ الکمال واقرہ فی البحر الفاظ طلاق سے عتق نہین ہوتا اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے اسواسطے کہ نیت
وہان مفید ہوتی ہے جہان لفظ مین مراد کا احتمال ہو چونکہ لفظ طلاق کے اسمین معنی عتق کی صلاحیت نہین شارح کہتا ہی باوجود نیت کے عتق نہونا یہ عبارت

اخیر کی قید ہے منادی کی اور نفی سلطان کی سبب سے موقوف ہے جو عتق منادی مذکور کی نیت پر ہے چنانچہ ابن کمال نے اسکو نقل کیا ہے اگر یا انچہ میں اگر عتق کی نیت کرے گا
تو غلام آزاد ہوگا اور اسیطرح لا سلطان لی علیک میں عتق کی نیت کریگا تو آزاد ہوگا چنانچہ اسی قول کی ترجیح دی ہے کمال نے فتح القدیر میں اور مسلم رکھا ہے اسکو بحر الرائق میں
ھم فتح القدیر میں کہا ہے کہ بعض مشائخ کا یہ قول ہے کہ لا سلطان لی علیک میں نیت سے عتق ثابت ہوگا اور یہی مذہب ہے امام مالک اور شافعی اور احمد کا اور اسی قول کو دلیل مقتضی ہے
وکذا انت مثل الحر یعتق بالنیۃ ذکرہ ابن الکمال وغیرہ اور اسیطرح یہ قول کہ تو حر کی مانند ہے غلام آزاد ہوگا عتق کی نیت سے چنانچہ اسکو ابن کمال وغیرہ نے مذکور کیا ہے
اسواسطے کہ اس قول میں مماثلت اور تشبیہ ہے اور تشبیہ گاہی عام ہوتی ہے اور گاہی خاص لہذا بدون نیت عتق آزاد نہوگا تو معلوم ہوا کہ یہ لفظ کنایات عتق سے ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
عن الزیلعی الا فی قولہ اطلقتک ولو بعد فتح امرک بیدک او اختاری فانہ یعتق مع النیۃ فہو من کنایات العتق ایضا ولا یدع بلا نیۃ ویتوقف
علی القبول فی المجلس لہذا اطلاق سے عتق نہیں ہوتا مگر مولی کے اس قول میں کہ میں نے تجھکو مطلق العنان کیا اگرچہ یہ قول لونڈی سے نہیں بلکہ اپنے غلام سے کہا ہو کذا فی فتح القدیر
اور مولی کے اس قول میں اپنی لونڈی سے کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یا تو اختیار کر یعنی عتق کو تو ان تینوں قولوں میں مملوک آزاد ہوگا ساتھ نیت عتق کے تو اطلاق اور امر بالید و اختیار
کنایات عتق سے بھی ہیں چنانچہ یہی الفاظ کنایات طلاق بھی ہیں اور اس میں کچھ غرابت اور تعجب نہیں کہ ایک لفظ دو چیزوں کی کنایہ ہونیکی صلاحیت رکھے علی الخصوص کہ دونوں
متقارب المعنی بھی ہوں کذا فی البدائع اور چونکہ امر بالید اور اختیار تفویض اعتاق کی کنایات سے ہے نہ ایقاع عتاق کی کنایات سے ہے لہذا شارح نے کہا کہ امر بید کہ اور
اختاری میں عتق موقوف ہوگا قبول فی المجلس پر یعنی اگر لونڈی نے اوس مجلس میں عتق کو قبول کر لیا تو آزاد ہوگی اور بعد مجلس کے آزاد نہوگی بخلاف اطلقتک کے کہ اوسمیں
قبول کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ تفویض نہیں بلکہ ایقاع ہے وکذا اختاری العتق او امر عتقک بیدک وان لم ینو للنیۃ لانہ تملیک کالطلاق
اور اسیطرح قبول فی المجلس پر عتق موقوف ہے مولی کے اس قول میں کہ آزادی اختیار کر یا امر آزادی کا تیرے ہاتھ میں ہے اگرچہ اس قول میں نیت مولی کی حاجت نہیں کہ
صریح ہے نہ کنایہ لیکن قبول مملوک پر عتق موقوف ہے اسواسطے کہ یہ تملیک عتق ہے مانند طلاق کی اور تملیک بدون قبول کے تمام نہیں ولا یعتق بقولہ انت علی حرام وان نوی
لکن یکفر بوطیہا اور عتق ثابت نہیں اس قول سے کہ تو مجھپر حرام ہے اگرچہ مولی عتق کی نیت بھی کرے لیکن اگر بعد اس کلام کے لونڈی سے وطی کرے تو کفارہ دیگا یمین کا
اسواسطے کہ تحریم حلال قسم ہے وما یصح ایضا بقولہ لعبدہ او حمارہ او جدارہ ہذا حر اور عتق صحیح ہے اس قول سے بھی کہ میرا غلام یا میرا گدہا آزاد ہے یا میری دیوار آزاد ہے
چونکہ گدہا اور دیوار لائق حریت کی نہیں لہذا حریت غلام ہی کیواسطے مخصوص ہے بخلاف لو جمع بین امرأتہ وبہیمۃ او حجر وقال احدکما طالق طلقت امرأتہ چنانچہ اگر
زوج نے اپنی عورت اور جانور اور پتھر کو ملایا اور کہا دو میں ایک کو طلاق ہے یعنی زوجہ یا جانور کو تو اوسکی زوجہ ہی مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جانور اور پتھر میں صلاحیت طلاق کی نہیں
لا لو جمع بین امرأتہ وامتہ الحیۃ والمیتۃ جوہرہ الا نہ طلاق واقع ہوگی اگر ملاویگا اپنی زوجہ اور اپنی لونڈی مردہ اور زندہ کو کذا فی الجوہرہ وھم بہتر یوں تھا
کہ شارح موافق جوہرہ کے یوں کہتا لا لو جمع بین امتیہ الحیۃ والمیتۃ یعنی مولی کی ایک لونڈی زندہ ہے اور دوسری مردہ سو اوسنے یوں کہا کہ ان دونوں میں سے
ایک آزاد ہے تو زندہ آزاد نہوگی اسواسطے کہ مردہ پر بھی اطلاق آزادی صحیح ہے اور جوہرہ میں مسئلہ طلاق کا مذکور نہیں شارح نے زیادہ کیا ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ویصح ایضا بملک ذی رحم محرم ای قریب حرم نکاحہ ابدا اور یہی صحیح ہے عتق قریب محرم کی ملک سے یعنی وہ قرابت والا جس سے نکاح کرنا دائمی حرام
ہے تو اگر ایک شخص نے اپنے ماموں یا چچا کو خرید کیا تو بمجرد خرید کے آزاد ہو جاویگا خریدکرنیوالا آزاد کرے یا نکرے اسواسطے کہ چچا بھتیجے یا ماموں بھانجے میں محرمیت
ثابت ہے یعنی اگر ان دونوں مردوں میں کوئی عورت ہوتا تو آپسمیں گاہی نکاح کرنا حلال نہوتا اور اگر بنی اعمام اور بنی اخوال کو خرید کرے گا تو آزاد نہونگے اسواسطے
کہ اگرچہ یہ قرابت دار ہیں لیکن محرم نہیں اور اگر رضاعی بھائی کو خرید کرے گا تو بھی آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ اگرچہ محرم ہے لیکن قریب نہیں نسائی نے
عبد اللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مالک ہو قرابت والے محرم کا وہ آزاد ہوگا ہر چند نسائی نے اس حدیث کی حمزہ
راوی کے سبب سے تضعیف کی ہے لیکن عبد الحق نے اسکو صحیح حدیث کہا ہے اور ابن قطان اور ابن معین نے حمزہ کی توثیق کی اور [illegible]

موجود ہے تو یہ حدیث حجت ہے شافعیہ پر کذا فی فتح القدیر یعنی امام شافعی کے نزدیک اصول و فروع کی ملک سے البتہ عتق ہوتا ہے نہ جمیع محارم کی ملک سے ولو شقصاً فیعتق بقدرہ منہ
اوحملاً کشراء زوجۃ ابیہ الحامل منہ اگرچہ قریب محرم کا کل مالک نہ ہو بلکہ بعض مملوک ہو جیسے ثلث یا نصف تو اوسیقدر آزاد ہوگا نزدیک امام اعظم کے یا حمل کا مالک ہو جیسے
خرید کرنا اپنے باپ کی زوجہ کا جو حاملہ ہو اوسکے باپ سے یعنی ایک شخص کے باپ نے غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور وہ حاملہ ہوئی پھر اوسکے بیٹے نے اوس حاملہ کو خرید کیا تو یہ لونڈی مملوکہ ہوگی لیکن
قبل ولادت اوسکا بیچنا جائز نہوگا اور جب جنیگی تو ولد اوسکا آزاد ہوگا اسواسطے کہ وہ لڑکا اسکا بھائی ہے ولو المالک صبیاً او مجنوناً او کافراً فی دارنا حتی لو اعتق المسلم او الحربی
عبدہ فی دار الحرب لا یعتق بعتقہ بل بالتخلیۃ فلا ولاء لہ خلافاً للثانی محرم قریب کا عتق مالک ہونیسے صحیح ہے اگرچہ مالک صغیر ہو یا دیوانہ
یا کافر جو دار الاسلام میں ہو اور اگر کافر حربی دار الحرب میں اپنے قریب محرم کا مالک ہو تو مجرد مالک کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ احکام اسلامیہ وہاں جاری نہیں یہانتک کہ اگر مسلمان یا حربی
دار الحرب میں اپنے غلام کو آزاد کریگا تو اوسکے آزاد کرنے سے نہ آزاد ہوگا بلکہ تخلیہ سے یعنی بعد اعتاق باللفظ کے رفع تصرفات مالکانہ سے عتق ثابت ہوگا تو امام اعظم اور محمد کے نزدیک مالک کیواسطے
حق ولاء ثابت نہیں اسواسطے کہ آزادی اعتاق سے نہیں بلکہ مخلی بالطبع کردینے سے ہے بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک ولاء مولی کو ثابت ہے کیونکہ اونکے نزدیک اعتاق باللفظ دار الحرب
میں صحیح ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الزیلعی ولو عبدہ مسلماً او ذمیاً عتق بالاتفاق لعدم محلیتہ للاسترقاق زیلعی اور اگر مولی کا غلام دار الحرب میں مسلمان ہو
یا ذمی تو فقط لفظ اعتاق سے بلا شرط تخلیہ آزاد ہوگا بالاتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ مسلم اور ذمی محل ملکیت نہیں کذا فی الزیلعی ویصح ایضاً تحریر لوجہ اللہ تعالیٰ والشیطان
والصنم وان اثم اور خدا کی رضامندی کیواسطے آزاد کرنا اور شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے بھی عتق صحیح ہے اگرچہ شیطان اور بت کیواسطے آزاد کرنیسے وہ گنہگار ہوگا
صنم اوس بت کو کہتے ہیں جو بصورت انسان ہو خواہ چاندی خواہ سونے خواہ لکڑی سے اور جو بے صورت ہو اوسکو وثن کہتے ہیں کذا فی غایۃ البیان وکفر بہ ای بالاعتاق للصنم المسلم
عند قصد التعظیم لان تعظیم الصنم کفر وعبارۃ الجوہرۃ ولو قال للشیطان او للصنم کفر اور بت کیواسطے آزاد کرنے سے مسلمان کافر ہو جاویگا
نزدیک قصد کرنے تعظیم کے اسواسطے کہ تعظیم صنم کی کفر ہے اور جوہرہ میں یہ عبارت ہے کہ اگر یوں کہیگا کہ میں نے غلام کو شیطان یا صنم کیواسطے آزاد کیا تو کافر ہو جاویگا ویصح ایضاً
بکرہ ولو غیر ملجئ اور زبردستی آزاد کرانے سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اگرچہ جبر اور زیادتی دوسرے شخص سے اتنی نکی ہو جسمیں جان یا عضو تلف ہونے کا خوف ہو جبر جسقدر
اکراہ میں رضا سے مالک نہیں لیکن عتق رضا پر موقوف نہیں اسواسطے کہ ہزل سے بھی عتق صحیح ہوتا ہے اور حالانکہ ہزل میں رضا نہیں کذا فی فتح القدیر لیکن زبردستی
کرنیوالے پر قیمت غلام کی دینا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی وسکر بسبب محظور بیحی ان کل مسکر حرام فلا یخرج الاشربۃ المقطوع فانہ
کالاغماء اور صحیح ہے عتق اوس مستی اور نشے میں جو حاصل ہوئی ہو بسبب استعمال کرنے حرام چیز کے مصنف کا مطلب یہ ہے کہ اشیاء مباحہ کی مستی سے عتق نہوگا جیسے مضطر کا
شرب خمر اور مثلث کا استعمال بقصد قوت اور نقیع زبیب بلا طبخ کا اور ادویہ اور اغذیہ جو انگور سے نہوں کذا فی المنح شارح کہتا ہے کہ باب الاشربہ میں امام محمد کا قول
مفتی بہ مذکور ہوگا کہ جو مسکر ہے سو حرام ہے اور مسکر کا قلیل اور کثیر سب حرام ہے تو اشیاء مذکورہ میں سے کوئی چیز مسکر محرم سے خارج نہیں یعنی سب پر مسکر محرم صادق آتا
سوائے شرب مضطر کے یعنی جسکے حلق میں لقمہ اٹک گیا نہ نیچے اوترتا اور پانی وہاں نہیں تو اوسوقت لقمہ اوتارنے کیواسطے شراب پی لینا حرام نہیں تو اگر اوسکے بعد نشہ
ہوگا تو مانند بیہوشی کے اوس مستی سے بھی عتق ثابت نہوگا محشی مدنی نے کہا کہ ادویہ اور اشیاء مباحہ کے سکر کا بھی یہی حال ہے جیسے کہ شہد سے بعضے صفراوی مزاجوں کو نشہ ہو جاتا
تو اس مستی سے بھی عتق صحیح نہوگا ویصح ایضاً مع ہزل ہو ضد قصد حقیقۃ ولا مجازاً اور عتق صحیح ہے ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ بھی ہزل عبارت ہے عدم قصد
حقیقت اور مجاز سے یعنی جس کلام کے معنی حقیقی اور مجازی متکلم کو کچھ مقصود نہوں وہ ہزل ہے چنانچہ خوش طبعی میں حقیقت اور مجاز کلام کا اکثر مراد نہیں ہوتا
وان علق العتق بشرط کدخول دار صح وعتق اذا دخل اور اگر معلق کیا مولی نے عتق کو کسی شرط پر جیسے دخول دار پر تو یہ تعلیق صحیح ہے اور غلام آزاد ہوگا
جب گھر میں داخل ہوگا اور مولی کو اختیار ہے کہ قبل دخول دار اوسکو بیچڈالے اور بعد بیع کے اگر غلام گھر میں داخل ہوا پھر اوسکو مالک اول نے خرید کیا اور
دوسری بار گھر میں غلام داخل ہوا تو اب آزاد ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی والتعلیق بامر کائن تنجیز ولو قال لعبدہ وہو فی ملکہ ان ملکتک فانت حر

ہبہ یا ارث تو اگر حاملہ بیع یا ہبہ یا وراثت سے ہو تو اوسکا حمل بھی مملوک ہوگا اور رق میں بچہ تابع ہوگا ماں کا مگر ولد مغرور تابع اپنی ماں کا رق میں نہیں مغرور وہ مرد جسنے فریب کھایا اس طرح کہ ایک عورت
سے بشرط اوسکی حریت کے نکاح کیا پھر وہ لونڈی نکلی تو اوسکا ولد حر ہوگا بعد قیمت دینے کے اور جس نے لونڈی کی مالک سے اپنی اولاد کی حریت شرط کی تو اوسکی اولاد تابع ماں کی نہوگی شارح کو
اس مسئلہ کا استثنا کرنا مناسب تھا ھ رق عبارت ہے اوس ذلت اور خواری سے جو شارع نے کافروں پر عوض سرکشی اور نافرمانی کے ٹھہرائی یعنی جب کفار نے مالک حقیقی کی بندگی سے
سرکشی اور تکبر کیا تو اوس مالک علی الاطلاق نے اپنے غلاموں کا اونکو غلام بنا دیا تو سبب رق کا اونکا کفر ہے یا اونکے اصول کا کفر خلاصہ یہ ہے کہ رق اوس عجز حکمی کا نام ہے کہ
جس سے انسان ولایت اور شہادت اور قضا اور مالکیت مال کے لائق نہیں رہتا اور چونکہ بظاہر ملک اور رق مترادف معلوم ہوتے ہیں اور حالانکہ اون میں مغایرت ہے لہذا شارح نے
واسطے اثبات مغایرت کے قول آئندہ میں اوسکی تصریح فرمائی وصورۃ الرق بلا ملک کالکفار فی دار الحرب فانھم ارقاء غیر مملوکین لاحد فاول ما یؤخذ
الاسیر یوصف بالرق لا المملوکیۃ حتی یحرز بدارنا فاذا اخذت ومعھا ولدھا یتبعھا فی الرق قہستانی اور صورت رق کی بلا ملک جیسے کافر
دار الحرب میں کہ وہ سب رقیق ہیں کسی کے مملوک نہیں تو اسیر حربی اول گرفتاری میں موصوف بوصف رقیت ہے نہ بوصف مملوکیت یہانتک کہ دار الاسلام میں پہونچکر قابو میں
آجاوے تب مملوکیت اوسپر عارض ہوگی تو کافرہ اسیر جب گرفتار ہوئی اپنے ولد کے ساتھ تو ولد اوسکا تابع ہوگا رقیت میں کذا فی القہستانی ھ تفرقہ رق اور ملک کا جو شارح
نے بیان کیا سو صحیح ہے لیکن مثال صحیح نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں ولد تابع اپنی ماں کا نہیں رقیت میں بلکہ وصف رقیت اوسکو بالاصالۃ ثابت ہے بلکہ مثال صحیح یہ ہے
کہ کافرہ حاملہ گرفتار ہوئی تو حمل تابع ہوگا اوسکا رقیت میں اسواسطے کہ یہان گفتگو ہے اتباع جنین میں کذا فی حاشیۃ الحلبی ھ صورت ملک اور رق میں فرق ظاہر ہوگیا اور وہ یہ
ہوا کسی شے کے تصرف پر قادر ہونا اسکا نام ملک ہے خواہ مملوک جماد ہو یا حیوان یا انسان اور رق نہیں ہوتا مگر انسان میں اور بیع سے ملک کی ملک زائل ہو جاتی ہے نہ رق
اور عتق سے ملک زائل ہوتی ہے قصداً اسواسطے کہ وہ حق مالک ہے اور رق زائل ہوتا ہے ضمناً اسواسطے کہ فراغت ہوگئی حقوق العباد سے اور زیادہ تر ملک اور رق کا فرق ثمن اور ام ولد
اور مکاتب میں ظاہر ہوتا ہے اسواسطے کہ ثمن میں ملک اور رق دونوں کامل ہیں اور ام ولد میں ملک کامل ہے اور رق ناقص لہذا کفارہ میں اوسکا اعتاق صحیح نہیں اور مکاتب میں
رق کامل ہے یہانتک کہ کفارہ میں اوسکا اعتاق صحیح ہے اور ملک اوس میں ناقص ہے اسواسطے کہ مکاتب مولی کے قبضہ میں نہیں اور اگر مولی کہے کہ ہر مملوک میرا آزاد ہے تو مکاتب آزاد
نہوگا بسبب نقصان ملک کے کذا فی الدر عن الزیلعی والحریۃ والعتق وفرعہ ککتابۃ وتدبیر مطلق واستیلاد اذا لم یشترط الزوج حریۃ الولد کما مر
اور جنین تابع ہے ماں کا حریت اصلیہ میں اور عتق میں اور عتق کی فرع میں جیسے کتابت اور تدبیر مطلق اور استیلاد میں تابع ہے جبکہ لونڈی کے زوج نے حریت کی مولی سے شرط کرلی ہو
چنانچہ کتاب النکاح کے باب نکاح رقیق میں اسکا حکم مذکور ہو چکا ھ حریت اصلیہ کی مثال یہ ہے کہ غلام نے حرہ سے نکاح کیا سو وہ حاملہ ہوئی اوس سے تو اوسکا بچہ بھی ماں کا تابع
ہوکر حر اصلی ہوگا اور حریت غیر اصلی کا ذکر ہو چکا حاملہ کی عتق میں اور کتابت کی یہ مثال ہے کہ مولی نے حاملہ لونڈی کو مکاتب کیا اور بعد کتابت کے اقل مدت حمل میں
بچہ پیدا ہوا تو بعد ادائے بدل کتابت کے ماں اور بچہ ساتھ ہی آزاد ہوجاویں گے اور تدبیر مطلق یہ کہ مولی نے حاملہ لونڈی سے کہا کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہے تو دونوں ساتھ ہی
آزاد ہونگے اور اگر مولی تدبیر مقید بالعمر کریگا کہ اگر میں اس بیماری میں مرگیا تو تو آزاد ہے تو اسمیں لڑکا تابع ماں کا نہوگا اور استیلاد کی مثال یہ ہے کہ مولی نے اپنی ام ولد کا نکاح کردیا
سو وہ حاملہ ہوئی تو بعد موت مولی کے دونوں آزاد ہونگے وفی رھن اور رہن میں تابع ہے ماں کا یعنی اگر حاملہ کو رہن رکھا اور بچہ پیدا ہوا تو وہ بھی مرہون ہوگا یہانتک کہ راہن
اوسکو بغیر ثمن دئے نہیں لے سکتا وفی دین اور دین میں تابع ہے ماں کا یعنی حاملہ لونڈی کو مولی نے تجارت کرنے کی اجازت دی پھر وہ مقروض ہوگئی تو بچہ بھی دین میں اوسکا
تابع ہوگا یعنی قرض خواہ اوسکے ولد کو بیچ لینگے وحق اضحیۃ اور حق اضحیہ میں ماں کا تابع ہوگا اسطرح کہ مثلاً قربانی کیواسطے گائے یا بکری کا بچہ خریدی اور اوسکے بچہ پیدا
ہوا تو ماں کے ساتھ بچہ بھی ذبح کیا جاویگا یا پیٹ سے زندہ نکلے گا تو ذبح ہوگا واسترداد ببیع اور استرداد بیع میں ماں کا تابع ہوگا یعنی لونڈی یا گائے یا بکری کی بیع
فاسد ہوئی پھر مشتری کے پاس وہ حاملہ ہوئی تو استرداد بیع میں ولد تابع ہوگا ماں کا وسرایۃ ملک اور سرایت ملک میں تابع ہے ماں کا یعنی مالک قدیم کا حق ملکیت
اوس تک پہونچ جاتا ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک لونڈی چند بار دست بدست بکی بعد اسکے بسبب حیض کے مالک اول پر مستحق ہوئی اور حالانکہ وہ حاملہ تھی

بچہ کہ وہ دونوں نہیں بیٹا کذا فی حاشیۃ المدنی و ولدہا لا منہ من زوج جہا جالت لسیدہا تبعا لہا اور ولد لونڈی کا اوسکی زوج سے کہ اوسکے سوا مالک ہے اوسکے مولیٰ کا ماکا تابع
ہے کیونکہ وہ ولدہا من مولاہا حر اور لونڈی کا ولد اپنے مولیٰ کے نطفہ سے آزاد ہے واسطے اسکے کہ وہ اشرف ہے اور حق آزادی واسطے اسکے ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر حر اور نہیں
آزاد ہوا کیونکہ ہر لڑکا مولیٰ کا آزاد ہوتا ہے جیسا کہ بنا در بیان ہوا ہے وغیرہ سے کذا فی منح الغفار وقد یکون حرا من رقیقین بلا تحریر کان نکح عبد امۃ ابیہ فولدہ
حر لانہ ولد ولد المولیٰ ظہیریۃ اور کبھی دو رقیق کا حاصل جو ہوتا ہے بدون آزاد کرنے کے جیسا کہ نکاح غلام نے اپنے باپ کی لونڈی سے کیا تو اوسکا ولد آزاد ہوگا کہ وہ مالک کا پوتا ہے
کذا فی الظہیریۃ وعلیہ فولدہا من سیدہا او من ابنہ او ابیہ حر اور بنا بر قول ظہیریہ ولد لونڈی کا اپنے مالک سے یا مالک کے بیٹے سے یا مالک کے باپ سے تو آزاد ہے اسواسطے
کہ ولد ہونا قول ظہیریہ جو اوپر بیان ہوا ہے یکساں ہیں **فرع** مسئلہ متعلقہ شارح کا تملک امۃ کافرۃ لکافر من کافر فاسلم فہل یجبر مالکہا الکافر ببیعہا لاسلامہ
تبعا قال فی الاشباہ لم ارہ قلت الظاہر انہ لا یجبر لانہ قبل الوضع موہوم وبہ لا یسقط حق المالک کافر لونڈی ایک کافر کی حاملہ ہوئی
دوسرے کافر سے پھر وہ مسلمان ہوگیا یعنی زوج تو لونڈی کا مالک کافر پر لونڈی کی بیع کا بسبب اسلام جنین کے باپ کا تابع ہو کہ حکم کیا جاویگا اسوجہ سے کہ حمل دین میں خیر الابوین کا
تابع ہوتا ہے یا نہ حکم کیا جاویگا اشباہ میں کہا کہ میں نے اسکا حکم کلام فقہا میں صریح نہیں دیکھا شارح باتباع صاحب نہر کہتا ہے ظاہر جواب اس سوال کا یہ ہے کہ مالک پر بیع
میں جبر ہوگا اسواسطے کہ حمل قبل ولادت کے امر موہوم ہے احتمال ہے کہ حمل ہو یا بیماری اور بسبب اس امر موہوم مالک کا حق ساقط ہوگا ولہذا فقہا نے نہیں کہا ہے کہ اگر مالک نے اپنی لونڈی کے حمل کی کسی کو واسطے وصیت
کی تو اگر وصیت کے دن اوسکی پیٹ میں بچہ پیدا ہو اسکا حمل اقل مدت حمل میں جنی اوسدن تو وصیت صحیح ہے اور اگر پورے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو وصیت باطل ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن ابی السعود

باب عتق البعض

یہ باب عتق البعض کے احکام میں ہے پورا عتق ذکر کرچکا تب اوسکے بعد عتق البعض شروع ہوا اسواسطے کہ وہ قلیل الوقوع ہے اور انواع میں کثیر سے ہے اعتق بعض عبدہ ولو مبہما صح ولزم بیانہ
آزاد کیا اپنے غلام کا کچھ حصہ اگرچہ غیر معین ہو تو بھی صحیح ہے اور لازم ہوگا مالک پر بیان کر دینا بعض مبہم کا امام اعظم کے نزدیک اگر غلام پورا آزاد نہ کرے بلکہ بعض آزاد کرے تو صحیح ہے کما لو اعتق
حصہ کو آزاد کرے جیسا کہ نصف یا ثلث یا بعض غیر معین کو آزاد کرے مثلا اوسنے کہا کہ بعض غلام کا یا جزو غلام کا آزاد کیا لیکن بصورت ابہام معلوم نہ ہو اوس سے بیان کرایا جاویگا کہ بعض یا جزو
سے کیا مراد ہے نصف یا ثلث اور اگر مالک یوں کہے کہ میں نے اپنے غلام کا ایک سہم آزاد کیا تو امام کے نزدیک چھٹا حصہ آزاد ہوگا کذا فی البحر وسعی فیما بقی فان شاء حرر
اور سعی کرے غلام باقی میں اور اگر مولیٰ چاہے تو باقی کو بھی آزاد کردے یعنی اگر مثلا نصف یا ثلث قیمت کی غلام کی ادا کرے مولیٰ کو اور بعد آزاد کیا باقی رہنے کا اختیار ہے تو قیمت ہو
کہ غلام اسقدر مولیٰ کو دیوے تو پورا آزاد ہو جاویگا لیکن اوسکا باقی عتق نہ ہوگا سعی کے بغیر اگر مالک کو بھی آزاد کرے گا تو سعی کی کچھ حاجت نہ ہوگی
وھو معتق البعض کمکاتب الا فی ثلث بلا ردۃ الی الرق لو عجز ولو جمع بینہ وبین قن فی البیع تبطل فیہما ولو قتل ولم یترک وفاء فلا قود
بخلاف المکاتب اور وہ یعنی معتق البعض مکاتب کی مانند ہو جاتا ہے کہ باقی کو ادا کرے مگر تین امر میں مکاتب کی مانند نہیں ایک یہ کہ اگر عاجز ہو سعایت سے
تو رق کیطرف نہیں پھیرا جاتا بخلاف مکاتب کے کہ وہ بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو تو رقیق ہو جاتا ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ اگر جمع کیا جاوے درمیان معتق البعض اور خالص غلام
بیع میں یعنی دونوں کو ساتھ ہی بیچے تو دونوں میں بیع باطل ہوگی نہ معتق البعض کی صحیح ہوگی اور نہ خالص غلام کی اور اگر مکاتب اور خالص غلام کی
ساتھ ہی بیع ہوگی تو مکاتب کی بیع باطل اور خالص کی صحیح ہوگی اور آخر الثلثہ یہ ہے کہ اگر معتق البعض قتل کیا جاوے اور چھوڑا ہو اتنا مال جس سے قدر واجب
ادا ہو تو اوسکے قاتل پر قصاص واجب نہیں اسواسطے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ وہ آزاد مرا یا غلام تو شبہ پیدا ہوا کہ اوسکے خون کا دعویدار کون ہے اگر وہ غلام تھا تو
مولیٰ مدعی ہے اور اگر آزاد تھا تو وارث اوسکے مدعی ہیں بخلاف مکاتب کے کہ بدل ادا نہیں کیا کتابت کا جب وہ مقتول ہوگا تو قیمت اوسکی تمام تھی تو بلا شبہ اوسکے
خون کا مدعی فقط مولیٰ ہوگا نہ وارث تو مکاتب کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر معتق البعض کا کوئی وارث نہ ہوگا سوا مولیٰ کے تو ظاہر ان قصاص تفصیل یہ ہے کہ
اس صورت میں اوسکے قاتل کا بھی قصاص لیا جاوے کذا فی حاشیۃ المدنی عن شیخ الحموی وقالا من اعتق بعضہ عتق کلہ والصحیح قول الامام قہستانی

آزاد ہو غلام سے جیسا کہ ابھی مذکور ہو چکا ہے ھم سعایت بالکسر عبارت ہے اوس عمل سے جسکو معتق البعض ادا کرے اپنی ذات کیطرف سے تاکہ باقی بھی آزاد ہو جاوے کذا فی القاموس والولاء
لھما لا تحمّلھما المعتقان اور وراثت آزاد غلام کی مسائل سابقہ میں دونوں شریکوں کیواسطے ہے یعنی شریک نے جسنے اپنا حصہ بلاعوض آزاد کیا اور دوسرا شریک وہ جسنے اپنا حصہ آزاد کیا
یا مال پر صلح کر لی یا غلام کو مدبر یا مکاتب کیا یا اوس سے سعایت کی درخواست کی بہرصورت اس آزاد غلام کی میں دونوں شریک وارث ہونگے اسواسطے کہ اوسکے آزاد کرنیوالے بھی یہی دونوں
ہیں وضمن المعتق لو موسرا وقد اعتق بلا اذنه فلو باستسعاه علی المذهب یا شریک مذکور کو اختیار ہے کہ آزاد کرنیوالے سے اپنے حصہ کا ضمان لے اگر مقدور والا ہو
بشرطیکہ بلا اذن شریک کے اوسنے آزاد کیا ہو اور اگر اوسنے اجازت لیکر آزاد کیا ہو تو شریک ضمان نہ لے اسکو غلام سے سعایت کرا وے گا بنا برظاہر الروایت کے ھم درصورت اجازت ضمان کی نفی مراد
نہ اعتاق اور صلح اور کتابت اور تدبیر کی اسواسطے کہ یہ امور بھی برابر سعایت کے ہیں کذا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ویرجع بما ضمن علی العبد والولاء کلّه له لصدور العتق
کلّه من جهته حیث ملکه بالضمان اور آزاد کرنیوالا پھیر لیگا غلام سے اوتنا مال جتنا اوسنے ضمان دیا یعنی اوسقدر مال کیواسطے سعایت کرا وے اور تمام وراثت غلام کی
آزاد کرنیوالے کو ملیگی بسبب صادر ہونے کل عتق کے اسی کی جہت سے اسواسطے کہ غلام کا پورا مالک ہو گیا ضمان دیکر وھل یجوز الجمع بین السعایة والضمان ان تعدّد الشرکاء
نعم والّا لا اور کیا جائز ہے جمع کرنا سعایت اور ضمان میں یا جائز نہیں جواب یہ ہے کہ ہاں جائز ہے اگر چند شریک ہوں یعنی اگر مثلاً ایک غلام کے تین مالک ہوں اور ایک نے
اپنا حصہ آزاد کیا تو دونوں شریکوں کو اختیار ہے کہ ایک ضمان لے اور دوسرا سعایت کرا وے اور اگر ایک ہی شریک ہو تو ضمان اور سعایت کا جمع کرنا جائز نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی
عن البدائع والمبسوط ومتی اختار احد الامرین تعیّن الّا السعایة فله الاعتاق اور جبکہ شریک نے اختیار کیا ایک امر کو خیارات سبعہ سے تو وہی امر معین اور مقرر ہو جاتا ہے
یعنی اوسکو بدل کر دوسرا امر اختیار نہیں کر سکتا ہے مگر سعایت کو اسواسطے کہ اگر شریک نے معتق البعض کی سعایت کو اختیار کیا ہوگا تو اوسکو آزاد کرنے کا اختیار ہے طحطاوی نے ذکر کیا کہ ظاہر
کتابت اور تدبیر اور صلح سعایت کو شامل ہے واللہ اعلم ولو باعه او وهبه نصیبه لم یجز لانه کالمکاتب اور اگر شریک اپنا حصہ آزاد کرنیوالے کے ہاتھ بیچ ڈالے یا اوسکو ہبہ کرے تو
جائز نہیں اسواسطے کہ معتق البعض مکاتب کے مانند محل تملیک باقی نہیں رہا ویساره بکونه مالکا قدر قیمة نصیبه الآخر یوم الاعتاق سوی ملبوسه وقوت یومه
فی الاصح مجتبی اور آزاد کرنیوالے کی مقدرت ثابت ہوتا ہے بقدر قیمت حصہ شریک کی مالک ہونے سے اعتاق کے دن سوا لباس اور اوسدن کے کھانے کو یعنی اگر معتق بقدر قیمت حصہ شریک کا مالک ہو
تو ضمان دینے میں اوسکا مقدور ثابت ہو قول صحیح میں کذا فی المجتبی ولو اختلفا فی قیمته ان قائما قوّم للحال والّا فالقول للمعتق لانکاره الزیادة وکذا لو
اختلفا فی یساره وإعساره اور اگر معتق اور شریک اختلاف کریں غلام کی قیمت میں اعتاق کے دن تو اگر غلام موجود ہو تو فی الحال اوسکی قیمت ٹھہرالیجاوے اور اگر مر گیا ہو تو معتق کا
قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے زیادتی قیمت کا اور قول معتبر نہیں مگر منکر کا اور اسیطرح اگر دونوں میں اختلاف پڑے معتق کی مالداری اور مفلسی میں تو بھی معتق کا قول معتبر ہوگا
ولو شهد کل ای کل واحد لعدم قبولها وان تعدّدوا لجرّهم مغنما بدائع کل من الشریکین بعتق الآخر حصته فانکر کل سعی لهما اور اگر گواہی دے ہر شریک
دوسرے شریک کو آزاد کر دی اور ہر ایک منکر ہے اپنے حصہ کے آزاد کرنیکا تو غلام سعایت کرے دونوں کے حصہ اور ذکر نہ کیا اسلئے شارح کہتا ہے شہادت ہر آن یعنی خبر
دینے کی ہے ہوا اسلئے نہ مقبول ہوئی شہادت کو اگرچہ چند شریک ہوں اور اونمیں سے دو شریک تیسرے کی اعتاق کی گواہی دیں تو بھی گواہی نہ مقبول ہوگی اسواسطے
کہ دونوں اپنے واسطے منفعت کو کھینچتے ہیں یعنی چاہتے ہیں کہ اگر تیسرے پر اعتاق ثابت ہو تو ہم اپنے حصوں کا ضمان اوس سے لیں کذا فی البدائع مالم یحلّفهما القاضی
فیجب ان یسترق او یستسعی فی حظّهما دونوں شریکوں کو واسطے غلام سعایت کریگا وقتیکہ قاضی نے دونوں کو قسم نہ لی ہو اور اگر قاضی نے دونوں سے قسم لی تو اوسوقت
ہر ایک غلام کو اختیار ہوگا خواہ اپنی رقیت اختیار کرے خواہ دونوں کے حصوں میں سعایت کرے ھم درصورت تحلیف قاضی رقیت کا اثبات خلاف تحقیق کے ہے اسواسطے کہ
فتح القدیر میں صحیح ہے کہ اگر قاضی کی پاس جانے سے پہلے باہم دونوں شریکوں نے اعتاق کو دوسرے کیطرف نسبت کیا تو اسکا حکم کچھ نہیں سوا اسکے سعایت کرا وے اور اگر قاضی کے
پاس مقدمہ رجوع کیا اور قاضی نے دونوں سے اعتاق کا حال دریافت کیا اور دونوں نے انکار کیا اور قاضی نے دونوں کو قسم دلائی اور ہر ایک نے قسم کھائی کہ میں نے آزاد نہیں کیا تو
غلام پر رقیت ثابت ہو جاویگی اسواسطے کہ ہر شریک کا یہی گمان ہے کہ اوسکے شریک نے جھوٹی قسم کھائی مقر اوسنے اپنا حصہ آزاد کیا ہے تو ہر ایک کا یہی اعتقاد ہوا کہ غلام کا استرقاق

ہوگا اسواسطے کہ معتق البعض ہی ہے اور اسکا استرقاق صحیح نہو تو ہر شریک کو سعایت کا اختیار ہوگا و یکھنا فی حاشیۃ المدنی عن البحر ولو دبّر کل احد منہما او دبرہ فلا سعایۃ
نہو اگر قاضی کو دیدیا ایک شریک نے قسم کہائی کہ میں نہیں آزاد کیا اور دوسرے شریک نے قسم سے انکار کیا تو وہ مقر ٹہرا اور اعتاق کا اقرار اسکے واسطے سعایت کا حق نہ رہا تو قسم کہانیوالا سعایت
کرایگا کا اگر فوت قبل ان ینفقا فلبیت المال جبکہ اور اگر غلام مرگیا قبل اس بات کے کہ دونوں اتفاق کریں کہ کسی شخص کے اعتاق پر متفق ہوں تو غلام کی ولا بیت المال کیلئے ہوگی دونوں کی
اسواسطے کہ ہنوز کسی کا اعتاق ثابت نہیں کذا فی البحر یہ مذہب صاحبین کا نہ امام کا تو لازم تھا کہ اسکا ذکر صاحبین کیساتھ کرتا بندہ قول میں ہوتا اور امام کے مذہب میں اسکو ذکر کیا سے خلاف ہے ہیں
ہوگیا مطلقا ولو موسرین او مختلفین والولاء لہما سعایت کرے غلام امام اعظم کے نزدیک ہر طرح اگرچہ دونوں شریک مالدار ہوں یا مفلس یا ایک مالدار ہو اور دوسرا مفلس اور ولا دونوں کا
حق ہے وقالا لایسعی للمعسرین لا الموسرین ولو مختلفا یسارا سعی للموسر لا للمعسر لانہ وھو الحبس موقوف فی الکل حتی یتصادقا کذا فی البحر
والملتقی وعامۃ الکتب قلت ففی المتن خلط لا یخفی فتنبہ ثم رایت شیخنا الرملی نبہ علی ذلک کذلک اور صاحبین کہتے ہیں کہ اگر غلام ہنوز مفلس شریکوں کیواسطے
سعایت کرے نہ مالداروں کیواسطے اور اگر دونوں مقدور میں مختلف ہوں یعنی ایک شریک مالدار ہو اور دوسرا مفلس تو سعایت کرے مالدار کیواسطے نہ مفلس کیواسطے کہ مفلس یا مالدار ہی اپنے شریک سے ضمان کا طالب
تھا نہ سعایت کا اور ولا یعنی میراث غلام کی صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں موقوف رہیگی اسواسطے کہ ہر شخص اعتاق کو دوسرے پر ڈالتا ہے یہانتک کہ دونوں شریک متفق ہوں
ایک شخص کے اعتاق پر پس وہ معتق وارث ہوگا اور اگر قبل اتفاق شریکین کے غلام مرگیا تو اسکا مال بیت المال میں داخل ہوگا امام اور صاحبین کا مذہب اسی طرح مصرح ہے بحر الرائق اور ملتقی الابحر
اور شرح وقایہ اور ہدایہ اور باقی کتب فقہیہ میں شارح کہتا ہے تو متن میں خلط ہوگیا ہے کہ مخفی نہیں ہے سو اسکا ملاحظہ کرنیوالے ہوشیار رہو پھر میں نے اپنے استاد خیر الدین رملی کو دیکھا
اور انہوں نے مصنف کی شرح منح الغفار کے حاشیہ میں اس غلطی پر تنبیہ کی ہے اسی طرح سے آگاہ کردیا ہے فی الحقیقت متن میں غلطی دونوں مذہب کا ہوگیا کہ مذہب امام میں بلا تنبیہ مذہب صاحبین کو
ذکر کردیا یعنی مخالف اسیار میں مالدار کیواسطے سعایت ہو نہ مفلس کیواسطے اسلیے کہ امام کے نزدیک مطلقا سعایت لازم ہے اور ولا غلام کی شریکوں کو ہے اور صاحبین کے نزدیک قبل از
اتفاق موقوف ہے لیکن طرفہ ماجرا ہے کہ اگر متن میں ایک خطا ہوئی تو شارح رحمۃ اللہ علیہ سے اسی مقام میں دو خطائیں ہوئیں اول خطا یہ کہ دونوں کی قسم نہ کہانیکی صورت میں قاضی کے استرقاق کو ذکر کیا
حالانکہ فتح القدیر میں مذکور ہوچکا ہے کہ اسمیں ہرگز استرقاق نہیں اور ثانی خطا یہ کہ خلط اسمیں کا اعتراض متن پر کیا ہے اور اسمیں آپ بھی مبتلا ہوئے یعنی بیت المال کا مسئلہ مذہب صاحبین کا
اسکو امام کے مذہب کیساتھ شامل کیا بلا تنبیہ مذکور کردیا انسان ہر چند اپنے فن میں کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں اور اللہ اعلم اور یہ ماتن پر ہی ہیں فرع
مسئلہ یا مصنف شارح کا قال احد الشریکین للآخر بعت منک نصیبی وان لم اکن بعتہ منک فھو حر وقال الآخر ما اشتریتہ وان کنت اشتریتہ
منک فھو حر فالقول للمنکر الشراء بیمینہ فان حلف ولا بینۃ للبائع عتق بلا سعایۃ لمدعی البیع بل للآخر فحفظ بکل حال ایک غلام کو دو مالک میں سے ایک
شریک نے دوسرے شریک سے کہا کہ میں اپنا حصہ تیرے ہاتھ بیچ ڈالا تھا قبل اسکے کہ تو اپنا حصہ آزاد کرے اور اگر میں نے اپنا حصہ تیرے ہاتھ نہ بیچا ہو تو وہ آزاد ہے اور دوسرے شریک نے
کہا میں نے تیرا حصہ نہیں خریدا اور اگر میں نے اسکو تجھ سے خریدا ہو تو وہ آزاد ہے تو اس صورت میں جو شریک کہ منکر ہے خریدنے کا اوسی کا قول معتبر ہوگا ساتھ قسم کے
اگر اوسنے قسم کھائی عدم خرید کی اور حالانکہ بائع کو گواہ نہیں تو غلام آزاد ہوجاویگا بلا سعایت کے یعنی بائع کیواسطے اوس سے سعایت کرنا لازم نہوگا مفت آزاد ہوجاویگا
اسواسطے کہ اوسنے معتق کو عدم بیع پر معلق کیا تھا سو عدم بیع بسبب قسم کہانے مدعا علیہ کے ثابت ہوگئی بلکہ دوسرے شریک کیواسطے بقدر اوسکے حصہ کے سعایت کریگا
ہر حال میں خواہ بائع مالدار ہو خواہ مفلس قسم کذا عندھما لو البائع معسرا ولو موسرا لم یسع لاحد فتح اور اسیطرح صاحبین کے نزدیک سعایت
اوس منکر شریک کیواسطے ثابت ہے اگر بائع مفلس ہوگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک مفلس پر ضمان نہیں اور اگر بائع مالدار ہو تو غلام کسی کیواسطے سعایت نکریگا قول اصح میں
اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک دوسرے کی تونگری کی حالت میں سعایت نہیں اور تضمین بھی نہیں اسواسطے کہ دوسرا منکر ہے ولو علق احدھما عتقہ بفعل غدا مثلا
کدخول فلان الدار غدا فانت حر وعکس الشریک الآخر فقال ان لم یدخل فمضی الغد وجہل شرطہ ادخل ام لا عتق نصفہ مجانا
لتیقن حنث احدھما وسعی فی نصفہ لہما مطلقا والولاء لہما اگر ایک شریک نے معلق کیا غلام کا عتق روز آئندہ سے کسی کام پر مثلا یوں کہا کہ اگر داخل ہوگا زید گھر میں

کل تو تو آزاد ہے اور اسکے بعد اسی دوسرے شریک نے یون کہا کہ اگر زید گھر میں داخل نہ ہوگا تو تو آزاد ہے سو کل کا دن گذر گیا اور شرط عتق کی یہ معلوم نہیں ہوئی کہ زید گھر میں داخل ہوا یا نہیں تو غلام مشترک نصف آزاد ہوگا بسبب حانث ہونے ایک شریک کے بالیقین اور سعایت کریگا غلام اپنے نصف باقی میں دونون شریکون کیواسطے اسلیے کہ ہر شریک یہ کہتا ہے کہ نصف باقی میرا حصہ ہے اور دوسرے شریک کا حصہ آزاد ہوگیا اور یہ صحیح ہے اسواسطے کہ نہیں ادا کرتا نصف باقی کی سعایت دونون شریکون میں آدھا آدھا ہوگی مطلقا خواہ دونون مالدار ہون یا مفلس یا مختلف اور میراث غلام کی دونون کیواسطے ہے ولا عتق فی المسئلۃ بحالہا لو حلفا علی عبدین لکل واحد منہما لا تحادہما لتفاحش الجہالۃ اور اگر بطور سابق کی تعلیق کی دو مالکون نے ایسے دو غلامون میں جو ہر غلام ہر مالک کا جدا ہے تو کوئی غلام آزاد نہ ہوگا بسبب زیادتی جہالت کے یعنی مثلا زید نے کہا کہ میرا سعید غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر میں داخل ہوا اور محمود نے کہا کہ میرا مبارک غلام آزاد ہے اگر خالد کل گھر میں نہ داخل ہو پھر وہ دن گذر گیا اور معلوم نہوا کہ خالد گھر میں داخل ہوا یا نہیں تو کوئی غلام نہ آزاد ہوگا نہ سعید نہ مبارک اسواسطے کہ اس مسئلہ میں بہ نسبت مسئلہ سابق کے دو چند جہالت ہے کوئی غلام میں بھی اور حانث میں بھی یعنی معلوم نہیں کہ کونسا غلام آزاد ہوا سعید یا مبارک اور حانث بھی معلوم نہیں کہ کون ہوا زید یا محمود بخلاف مسئلہ سابقہ کہ وہان ایک ہی جہالت ہے یعنی حانث میں جہالت ہے یہ معلوم نہیں کہ کون شریک حانث ہوا اور غلام میں جہالت نہیں ہے اسلیے کہ دونون کا ایک ہی غلام ہے حتی لو اتحد المالک کان اشتراہما من علیہ یحلف بہما عتق علیہ احدہما وامر بالبیان فتح یہانتک کہ اگر دونون غلامون کا ایک ہی شخص مالک ہوجاوے اسطرح کہ دونون غلامون کو وہ شخص خرید کرے جو دونون مالکون کی قسم یعنی تعلیق کو جانتا تھا تو اوسکے پاس ایک غلام آزاد ہوجاویگا اور مشتری پر بیان کا حکم کیا جاویگا یعنی وہ دونون میں سے ایک غلام کو عتق کیواسطے معین کرے کذا فی فتح القدیر غلامہ ہے کہ مسئلہ سابقہ میں سبب تعدد مملوک اور مالک کے جہالت زائد تھی اور اس سبب اتحاد مالک کی جہالت کم ہوگئی اور ہر چند تعلیق عتق کی مشتری کیجانب سے نہیں تھی لیکن چونکہ مشتری دونون مالکون کی تعلیق کو جانتا تھا لہذا اوسی زعم پر یا خود ہوا او الحالف بان قال عبدہ حر ان لم یکن فلان دخل ہذہ الدار الیوم ثم قال امرأتہ طالق ان کان دخل الیوم عتق وطلقت لانہ بکل یمین زعم الحنث فی الاخری بخلاف ما لو کانت الاولی باللہ اذ الغموس لا تدخل تحت حکم الحاکم لیکذب فی الاخری یا قسم کھانیوالا ہوا یا اسطرح پر کہ مثلا زید نے کہا کہ اوسکا غلام آزاد ہے اگر اس گھر میں آج خالد نہ داخل ہوا ہو پھر زید نے کہا کہ اوسکی زوجہ طالقہ ہے اگر اس گھر میں آج خالد داخل ہوا ہو تو زید کا غلام آزاد ہوگا اور اوسکی زوجہ طالقہ ہوگی اسواسطے کہ ہر قسم میں دوسری قسم توڑنے کا گمان کرچکا یعنی پہلی یمین میں شرط طلاق کے موجود ہونے کا مقر ہوا اور دوسری یمین میں شرط عتق کے موجود ہونیکا اقرار کیا بخلاف اسکے وہ صورت ہے اگر پہلی یمین بنام خدا ہوتی یعنی اگر یون کہے کہ واللہ میں اس گھر میں داخل نہیں ہوا ہون پھر یون کہا اگر میں اس گھر میں داخل ہوا ہون تو میرا غلام آزاد ہے تو یمین کا کفارہ لازم ہے نہ عتق ثابت اسواسطے کہ اگر عدم دخول میں صادق ہے تو کفارہ نہیں اور اگر عمدا کاذب ہوا تو یہ یمین غموس ہے اور یمین غموس سے دوسری یمین کی تکذیب نہیں ہوسکتی اسواسطے کہ غموس حاکم کے حکم کے تحت میں داخل نہیں ہوتی تاکہ اوسکے سبب سے دوسری یمین کی تکذیب کیجاوے اور جو کہا کہ یمین اولی کا غموس ہونا اتفاقی قید ہے اگر دوسری یمین بھی غموس ہوگی تو بھی یہی حکم ہے چنانچہ اس مسئلہ کا ذکر کتاب الطلاق میں ہوچکا کذا فی حاشیۃ المدنی ومن ملک قریبہ بسبب شیٔ دخل الخ عتق حظہ بلا ضمان علم الشریک بقرابتہ اولا لان الحکم یدار علی السبب اور جو شخص کہ مالک ہو دوسرے شخص کے ساتھ اپنے ذی رحم محرم کا کسی سبب سے خواہ سبب ملک کا خرید ہو یا ہبہ یا صدقہ یا وصیت یا بدل مہر یا میراث تو آزاد ہوگا حصہ قرابت والے کا بدون ضمان کے شریک کو اوسکی قرابت معلوم ہو یا نہو بنابر ظاہر الروایت کے اسواسطے کہ حکم کا مدار سبب پر ہے یعنی ضمان کا سبب تعدی ہے سو یہان موجود نہیں ہے اسلیے کہ اعتاق ذی رحم محرم کا امر اختیاری نہیں ولشریکہ ان یعتق او یستسعی اور اوسکے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ آزاد کرے یا اوس سے سعایت کراوے اما ان ملک مستولدتہ بالنکاح مع آخر فیضمن حظ شریکہ لکونہ ضمان تملک اور اگر اپنی مستولدہ کا مالک ہوگا دوسرے شخص کے ساتھ یعنی غیر کی لونڈی سے نکاح کیا اور اوس سے لڑکا پیدا ہوا پھر اوسکو خرید کیا دوسرے شخص کے ساتھ شریک ہوکر تو اپنے شریک کے حصہ کا ضمان دیگا اسواسطے کہ یہ ضمان مالک ہونیکا ہے وان اشتری نصفہ اجنبی ثم القریب باقیہ فللاجنبی ان یضمن المشتری لو موسرا او یستسعی العبد [illegible] نسخ الشرح اور اگر خرید کیا نصف غلام کو اجنبی نے پھر باقی کو غلام کے قرابت والے نے تو اجنبی کو اختیار ہے کہ مشتری سے ضمان لے [illegible]

ایجاب ثانی سے وہ نصف آزاد ہوا تو نزدیک امام اور ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک غلام داخل سعید یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی سے حصہ ثابت غلام یعنی مرجان چہارم
آزاد ہوا اور سعید یعنی فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ صاحبین کے نزدیک عتق تو قسمت پذیر نہیں ہے پھر یہ کیا وجہ ہے کہ اس مسائل میں صاحبین تجزی عتق کے قائل ہیں تو اسکو سوا اور
مسائل میں ہے کیا جواب شارح نے اسی قول میں بیان کیا ہے بالثبوتہ بطریق التوزیع والضرورۃ فلم یتعد یعنی ثبوت تجزی عتق کا اس مسائل میں بطور تقسیم اور ضرورت کے ہو گیا ہے
تو سوائے محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی اور متجاوز نہ ہوگا یعنی ایک غلام کا عتق بوجہ ضرورت عدم تعیین کے دو میں منقسم ہو گیا تو سوائے اسی محل کے اور محل میں متجاوز نہیں ہو سکتا کذا فی
حاشیۃ المدنی و شرح ابی المکارم عن الفتح فمات ان ہذا کلہ ذلک المذکور منہ فی مرضہ وضاق الثلث عنہم ولم تجز الورثۃ و قیمتہم سواء قسم الثلث
بینہم کما مر بان یجعل کل عبد سبعۃ اسہم کسہام العتق لاحتیاجنا الی مخرج لنصف و ربع و اقلہ اربعۃ فتعول لسبعۃ ہی ثلث المال اور اگر یہی مذکور
قول مذکور سے اوس مولی مالک سے اور اسکی بیماری میں اور بعد اس بیان کے مر گیا اور ثلث مال سے غلام آزاد نہو سکیں یعنی اسکے ترکہ میں تین غلاموں کے سوا کچھ نہیں اور ورثہ میت کے اسقدر آزاد ہونیکو
جائز نہیں رکھتے اور حال یہ کہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہو تو اس صورت مذکورہ میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں تقسیم کیا جاوے گا اسطرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم
قرار دیے جاویں مانند سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل اسکے ہو چکی ہے کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے جس میں ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات
سہم اسواسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہمکو احتیاج ہوئی اوس مخرج کی جسمیں نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہیں اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہیں اور ربع ایک اور چونکہ چار
میں گنجایش سات سہم کی نہیں لہذا چار کو زیادہ کر کے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال ہیں میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں جاری ہوا اگر کوئی
کہے اہل فرائض نے تصریح کر دی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اوسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض میں اجتماع دو نصف اور ربع کا نہیں ہوتا لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل
نہوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسطرح صریح کیا ہے شراح کلام اہل فرائض نے کذا فی الدرر وعتق من ثبت ثلاثۃ من سبعۃ و سعی
فی اربعۃ و عتق من کل من غیرہ سہمان لیسعی فی خمسۃ فبلغ سہام السعایۃ اربعۃ عشر و سہام الوصایا سبعۃ لنفاذہا من الثلث اور وہ
غلام جسکا حق ثابت رہا دونوں ایجاب میں یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم میں اور سعایت کرے چار سہم میں اور ثابت کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئے یعنی سعید کے دو سہم
آزاد ہوئے تو باقی پانچ سہم میں وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ سہم میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہوئے اور وصیت یعنی
عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کی تہائی میں تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوا اور تہائی اوسکی ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ
فان طلق لیتعاتہ الثلث کذلک وہن سواء اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین عورتوں کو اسطرح یعنی ایک شخص کی تین عورتیں ہیں سو ایکدن اوسکے پاس دو عورتیں
حاضر تھیں سو اوسنے کہا کہ تم دونوں میں ہر ایک مطلقہ ہے پھر ایک ان میں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اوسنے دوبارہ کہا کہ تم دونوں میں سے ایک مطلقہ ہے اور حالانکہ مہر ان تینوں
کے برابر ہیں یعنی مہر کا برابر ہونا کچھ ضرور نہیں شارح نے یہ قید باتباع صاحب درر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا در صورت تفاوت مہر کے بھی یکساں ہے بلا تفاوت
کذا فی حاشیۃ المدنی عن المفتی ابی سعود وقبل وطی لیفید البینونۃ طلاق دی قبل وطی کی اسواسطے لگائی تا کہ ایجاب اول مفید ہو جدائی کا اس سے
کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول پہنچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نہ رہی تو اس امر میں طلاق عتق کے مانند ہو گی کذا فی شرح الوقایہ
والدرر وہم اس مسئلہ مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اوس صورت میں متحقق ہیں جب کہ
زوج بعد طلاق مبہم دیکے بلا بیان مر گیا اور اگر زوج بیان کر دیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاوے گی بلا عدت اور نصف مہر اپنا لے گی اور
دوسری عورت کہ وقت خطاب حاضر تھی وہ نکاح میں ثابت رہیگی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مر جاوے گا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاوے گی اور عدت
وفات اوس پر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مہر من خرجت و ثلثۃ اثمان من الثابتۃ و ثمن من دخلت لان بالایجاب الاول سقط نصف مہر
الواحدۃ منہم منقسما بین الخارجۃ والثابتۃ فسقط ربع کل ثم بالایجاب الثانی سقط الربع منقسما بین الثابتۃ والداخلۃ تو ساقط ہو گا

زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجہ ثابتہ کا مہر سے تین ثمن حصہ ساقط ہوگا اور زوجہ داخلہ کا ثمن حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوگا خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہو گیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہو گیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوا ثابتہ اور داخلہ میں دونوں آدھا ہو گیا ھ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اسواسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہیں دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول میں نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر مخصوص نہیں لہذا سقوط النصف مہر کا دونوں میں برابر منقسم ہو گیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا لیکن ایجاب ثانی میں یہ تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع میں ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے متجزی نہیں ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہو اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر میں ایجاب ثانی دائر ہوگا ثابتہ اور داخلہ میں برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی میں ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونوں میں نصفا نصف ہو گیا ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علما نے کہا کہ یہ محمد کا قول ہے اور بعضوں نے کہا کہ شیخین کا قول ہے اگر امام محمد کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا بھی قول ہے تو عتق اور طلاق میں فرق مذکور کے بیان کرنے کی البتہ حاجت ہے کذا فی الہدایہ وشرح الوقایہ وحواشیہا للخنساء اما الميراث فلهن من ربع وثمن فللداخلة نصفه لانه لا يزاحمها الا الثابتة والنصف الآخر بين الخارجة والثابتة نصفان لعدم المرجح اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن داخلہ کو تو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہیں تو نصف ربع ہے اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اسواسطے کہ داخلہ کی ساتھ کوئی زوجہ شریک نہیں مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ میں نصفا نصف ہے اسلیے کہ کوئی مرجح نہیں ایک کا دوسری پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع خارجہ کی اور ربع ثابتہ کی وعلى كل منهن عدة الوفاة احتياطا لا الطلاق لعدم الدخول اور ہر زوجہ پر انہیں زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات میں احتیاط اس کے سبب احتمال منکوحہ ہونے کے کذا فی الکافی والوطء والموت بيان في طلاق بائن مبهم كقوله لامرأتيه احدكما بائن فوطئ احدهما او ماتت كان بيانا ان الاخرى … قيل وكذا التقبيل لا الطلاق اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم میں چنانچہ یوں کہنا زوج کا اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہو گیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر پہلی زوجہ مطلقہ ہوتی تو اوس سے وطی نکرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مر گئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اسلیے کہ مردہ محل طلاق نہیں بعضے علما نے کہا اور اسیطرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہ کرخی کا قول زیادات کے مخالف ہے یعنی اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لے گا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہیں ہوتی یعنی اگر دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کر کے طلاق دی تو یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت میں دوسری طلاق بھی واقع ہو سکتی ہے تو جائز ہے کہ جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اوسی کو دوسری طلاق بھی ہوئی کذا فی حاشیة المدنی عن البحر وهل التهديد بالطلاق كالطلاق والعرض على البيع كالبيع لم اره شارح کہتا ہے طلاق کی دھمکی طلاق کی مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کی مانند ہے بیان میں یا نہیں میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا ھ جب طلاق بیان نہوئی تو بدرجہ اولی طلاق کی دھمکی بیان نہوگی اور عرض على البيع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب میں نہیں دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار شرح مختار میں صریح دیکھا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اوسکی بلفظہ عبارت یہ ہے ولو قال لعبديه احدكما حر ثم باع احدهما او عرضه على البيع عتق الآخر لانه بالعرض قصد وصول الثمن وانه ينافي الحرية اور ملتقی الابحر میں یوں ہے والبيع بيان في العتق المبهم وكذا العرض على البيع باوجودیکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہے در المختار سے پہلے پھر بھی یہ مسئلہ یاد نہ رہا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں معاذ اللہ … علامہ … کی نسبت … بحرحال اس بیان سے … کا بیان ہے كبيع ولو فاسدا وموت ولو بقتل العبد نفسه وتحرير ولو معلقا وتدبير ولو مقيدا او استيلاد وكذا كل تصرف لا يصح الا في الملك ككتابة واجارة وايصاء وتزويج ورهن وهبة وصدقة ولو غير مسلمتين ابن الكمال لان المساومة بيان فهذه اولى بلا قبض بدائع چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا

ایجاب ثانی سے چوتھائی اور نصف آزاد ہو جاتا ہے نزدیک امام ابو یوسف و محمد کے اور نزدیک امام اعظم کے یعنی فیروز سے فقط چہارم آزاد ہوا اسواسطے کہ ایجاب ثانی سے جیسا ثابت غلام یعنی مرجان چہارم
آزاد ہوا ویسے ہی فیروز بھی چہارم ہی آزاد ہوا اگر کوئی سوال کرے کہ جیسا ہے نزدیک عتق تو قسمت نہیں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں جو مسائل ہیں تجزی عتق کے قائل ہیں مذہب اسکو سوا اور
مسائل میں بھی اسکا جواب شارح نے اپنے قول میں بیان کیا لثبوته بطريق التوزيع والضرورة فلا يتعدى یعنی ثبوت تجزی عتق کا اس مسئلہ میں بطور تقسیم اور ضرورت کے ہو گیا ہے
تو سوائے محل ضرورت کے اور مسائل میں متعدی اور متجاوز نہ ہوگا یعنی ایک غلام کا عتق بسبب ضرورت عدم تعیین کے دو میں منقسم ہو گیا تو سوائے اس محل کے اور محل میں متجاوز نہیں ہو سکتا کذا فی
حاشیة المدنی فی شرح ابی المکارم ولو صحیحهم وان صدر ذلك المذكور منه في مرضه وضاق الثلث عنهم ولم يجز الورثة وقيمتهم سواء قسم الثلث
بينهم كما مر بان يجعل كل عبد سبعة اسهم كسهام العتق لاحتياجنا الى مخرج لنصف وربع واقله اربعة فنقول لسبعة هي ثلث المال اور اگر یہی دونوں
قول مذکور صادر ہوں مالک سے اور اسکی بیماری میں اور بیمار اسی میں مر گیا اور ثلث مال سے یہ غلام آزاد نہ ہو سکیں یعنی جس قدر تینوں غلاموں کی قیمت ہے وہ ترکہ میت کا نہیں اور وارث میت کے اس قدر آزاد ہونے کو
جائز نہیں کہتے اور حالانکہ قیمت تینوں غلاموں کی برابر ہے تو اس صورت مفروضہ میں بحساب سابق مذکور کے ثلث مال ان تینوں غلاموں میں منقسم کیا جاوے گا اس طرح پر کہ ہر غلام کے سات سہم
قرار دیے جاویں مانند سہام عتق کے چنانچہ اسکی تفصیل مذکور ہو چکی کہ تین سہم مرجان کے اور دو سہم سعید کے اور دو سہم فیروز کے آزاد ہوئے تھے یعنی ربع ایک کے اور نصف نصف دو کے ہر غلام کے سات
سہم اسواسطے مقرر ہوئے کہ اس تقسیم میں ہمکو احتیاج ہوئی ایسے مخرج کی جسمیں نصف اور ربع ہو اور اسکا اقل مخرج چار ہیں اسواسطے کہ نصف چار کا دو ہیں اور ربع ایک اور چونکہ چار
میں گنجائش سات سہم کی نہیں لہذا چار کو زیادہ کر کے سات قرار دیا اور یہی سات سہم ثلث مال میت کا اور چونکہ عتق مرض کا در حکم وصیت کے ہے لہذا ثلث میں جاری ہوا اگر کوئی کہے
کہ اہل فرائض نے تصحیح کر دی ہے کہ چار کی زیادتی سات تک نہیں ہوتی اسکا جواب یہ ہے کہ چونکہ فرائض میں احتیاج نصف اور ربع کا نہیں ہے لہذا اہل فرائض سات عول کے قائل
نہ ہوئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ فرائض کے سوا اور کہیں بھی جائز نہیں اسلئے اصطلاح کیا ہے شارح نے کلام اہل فرائض پر کذا فی الدرر وعتق ممن ثبت ثلثة من سبعة وسعى
في اربعة وعتق من كل من غيرهما سهمان ويسعى في خمسة فبلغ سهام السعاية اربعة عشر وسهام الوصايا سبعة لنفاذها من الثلث اور جس
غلام پر چوتھائی ثابت رہا اور دونوں ایجاب میں یعنی مرجان کے تین سہم آزاد ہوئے سات سہم سے اور سعایت کرے چار سہم میں اور ان دونوں کے سوا ہر ایک غلام سے دو سہام آزاد ہوئے یعنی سعید کے دو سہم
آزاد ہوئے تو باقی پانچ سہم میں وہ سعایت کرے اور فیروز کے بھی دو سہم آزاد ہوئے تو وہ بھی باقی پانچ سہم میں کوشش کرے تو سعایت کے سہام تینوں غلاموں میں چودہ ہوئے اور وصیت یعنی
عتق کے سہام سات ہوئے بسبب جاری ہونے وصیت کے کل مال کے تہائی سے تو کل مال میت کا اکیس سہام ہوئے کیونکہ ثلث آزاد ہوئے یعنی سات باقی رہے دو ثلث یعنی چودہ
ولو طلق نسوته ثلثا كذلك وهن سواء اور اگر طلاق دی ایک زوج نے اپنی تین بی بیوں کو اسی طرح یعنی ایک شخص کی تین عورتیں ہیں سو ایک دن اوسکے پاس دو عورتیں
حاضر تھیں سو اوسنے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک طالقہ ہے پھر ایک اون میں سے باہر گئی اور تیسری آئی سو اوسنے دوبارہ کہا کہ تم دونوں میں سے ایک طالقہ ہے اور حالانکہ مہر ان تینوں
کے برابر ہیں مہر کا برابر ہونا کچھ ضرور نہیں شارح نے یہ قید باتباع صاحب درر کے زیادہ کی اسواسطے کہ حکم مسئلہ کا صورت تفاوت مہر کے بھی یکساں ہے بلا تفاوت
کذا فی حاشیة المدنی عن المفتی ابی السعود وقبل وطی لیفید البینونة طلاق دی قبل وطی کے یہ قید قبل وطی کی اسواسطے لگائی تاکہ ایجاب اول مفید ہو جدائی کا اس سبب سے
کہ زوجہ غیر مدخولہ ایک ہی طلاق سے جدا ہو جاتی ہے تو جس عورت کو ایجاب اول پہنچا وہ ایجاب ثانی کی محل باقی نہ رہی تو اس امر میں طلاق عتق کی مانند ہو گئی کذا فی شرح الوقایہ
والدرر اس مسئلہ مفروضہ میں تین طرح کے احکام ہیں ایک حکم مہر کا دوسرا حکم میراث کا اور تیسرا حکم عدت کا اور یہ سب احکام اوس صورت میں متفرع ہیں جب کہ
زوج بے طلاق کے معین کئے بیان کے مر گیا اور اگر زوج بیان کر دیگا کہ طلاق سے فلانی عورت مراد ہے تو وہ عورت بائنہ ہو جاوے گی بلا عدت اور نصف مہر اپنا لے گی اور
دوسری عورت کہ وقت خطاب کے موجود تھی وہ نکاح میں ثابت رہے گی اور اگر بعد اس بیان کے زوج مر جاوے گا تو وہ باقی عورت میراث اور پورا مہر پاوے گی اور عدت
وفات اوس پر لازم ہوگی کما لا یخفی سقط ربع مهر من خرجت وثلثة اثمان ممن ثبتت وثمن من دخلت لان بالايجاب الاول سقط نصف مهر
واحدة منهن منقسما بين الخارجة والثابتة فسقط ربعه كل ثم بالايجاب الثاني سقط الربع منصفا بين الثابتة والداخلة تو ساقط ہوگا

زوجہ خارجہ کا چہارم مہر اور زوجہ ثابتہ کا مہر تو تین حصہ تہائی حصہ ساقط ہوگی اور زوجہ داخلہ کا آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوگا اسواسطے کہ ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر ساقط ہوا پھر خارجہ اور ثابتہ میں نصف نصف ہوگیا تو ہر زوجہ کا چوتھائی مہر ساقط ہوگیا پھر ایجاب ثانی سے چہارم مہر ساقط ہوگیا ثابتہ اور داخلہ میں آدھوں آدھ ہوگیا ھم ایجاب اول سے ایک زوجہ کا نصف مہر اسواسطے ساقط ہوا کہ زوج نے طلاق نہیں دی مگر ایک عورت کو اور طلاق قبل دخول میں نصف مہر ساقط ہوتا ہے اور چونکہ طلاق ایک عورت پر مخصوص نہیں لہذا سقوط نصف مہر کا دونوں میں برابر منقسم ہوگیا تو خارجہ کا بھی چہارم ساقط ہوا اور ثابتہ کا بھی چہارم ساقط ہوا الی سکی ایجاب ثانی میں یہ تردد واقع ہوا کہ ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی یا ثابتہ تو اگر واقع میں ثابتہ مطلقہ ہوئی تو ایجاب ثانی کا حکم ثابتہ پر باطل ہے اسواسطے کہ طلاق مانند عتاق کے تجزی نہیں ہوتی کہ کچھ ثابتہ مطلقہ ہوا اور کچھ خارجہ اور اگر ایجاب اول میں خارجہ مطلقہ ہوئی تو اس تقدیر پر ایجاب ثانی وائر ہوگا ثابتہ اور داخلہ میں برابر تو بسبب اس تردد کے ایجاب ثانی میں ربع مہر ساقط ہوا اور ربع دونوں میں نصف نصف ہوگیا ثابتہ کا بھی آٹھواں حصہ مہر کا ساقط ہوا اور داخلہ کا بھی بعضے علماء نے ذکر کیا کہ یہ محمد کا قول ہے اور یعقوب نے ذکر کیا کہ شیخین کا قول بھی ہے اگر امام محمد کا فقط قول ہے تو ظاہر ہے اور اگر شیخین کا بھی قول ہے تو عتق اور طلاق میں فرق مذکور کے بیان کرنیکی البتہ حاجت ہے کذا فی الهدایہ وشرح الوقایہ وحواشیہا مختصرا وَاَمَّا المِيرَاثُ لَهُنَّ مِن رُبُعٍ وَثُمُنٍ فَلِلدَّاخِلَةِ نِصفُهُ لِاَنَّهُ لَا يُزَاحِمُهَا اِلَّا الثَّابِتَةُ وَالنِّصفُ الآخَرُ بَينَ الخَارِجَةِ وَالثَّابِتَةِ نِصفَانِ لِعَدَمِ المُرَجِّحِ اور زوجات ثلثہ کی میراث خواہ ربع ہو خواہ ثمن داخلہ کو تو نصف میراث ہے اگر زوج کے اولاد نہیں تو نصف ربع ہے اور اگر اولاد ہے تو نصف ثمن ہے اسواسطے کہ داخلہ کی ساتھ کوئی زوجہ شریک نہیں مگر ثابتہ اور نصف ثانی خارجہ اور ثابتہ میں نصف نصف ہے اسلیے کہ کوئی مرجح نہیں ایک کا دوسری پر تو زوجیت کی میراث نصف داخلہ کی اور ربع ثابتہ کی اور ربع خارجہ کی وَعَلَى الكُلِّ مِنهُنَّ عِدَّةُ الوَفَاةِ اِحتِيَاطًا لَا الطَّلَاقِ لِعَدَمِ الدُّخُولِ اور ہر زوجہ پر انہیں زوجات ثلثہ سے عدت وفات کی لازم ہوگی بنا بر احتیاط کے نہ عدت طلاق کی بسبب عدم وطی کے عدت وفات میں احتیاطا اسکے سبب احتمال منکوحہ ہونے کے کذا فی الکافی وَالوَطءُ وَالمَوتُ بَيَانٌ فِي طَلَاقٍ بَائِنٍ مُبهَمٍ كَقَولِهِ لِامرَأَتَيهِ اِحدَاكُمَا بَائِنٌ فَوَطِئَ اِحدَاهُمَا اَو مَاتَت كَانَ بَيَانًا لِلاُخرَى قِيلَ وَكَذَا التَّقبِيلُ لَا الطَّلَاقِ اور وطی اور موت زوجہ بیان ہے طلاق بائن مبہم میں چنانچہ یوں کہنا زوج کا اپنی دو عورتوں سے کہ ایک تم میں سے بائن ہے پھر زوج نے ایک زوجہ کی وطی کی تو ظاہر ہوگیا کہ زوج کے نزدیک طلاق مبہم سے زوجہ ثانیہ مراد تھی اگر موطوءہ مطلقہ ہوتی تو اوس سے وطی نکرتا یا بعد طلاق مبہم کے ایک زوجہ مرگئی تو دوسری زندہ زوجہ مطلقہ ہوگی اسلیے کہ مردہ محل طلاق نہیں بعضے علماء نے کہا اور اسیطرح تقبیل کا بھی حکم ہے یہ کرخی کا قول زیادات کو مخالف ہے یعنی اگر بعد طلاق بائن مبہم کے ایک زوجہ کا بوسہ لے گا تو معلوم ہوگا کہ زوجہ ثانیہ مطلقہ تھی اور طلاق بیان نہیں ہوتی یعنی اگر دو عورتوں سے کہا کہ ایک تم میں بائن ہے پھر ایک زوجہ کو معین کرکے طلاق دی تو یہ طلاق ثانی مبہم کا بیان نہوگی یعنی دوسری زوجہ مطلقہ ثابت ہوگی اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد عدت میں دوسری طلاق بھی واقع ہوسکتی ہے تو جائز ہے کہ جسکو اول طلاق بائن ہوئی تھی اوسی کو دوسری طلاق بھی ہوگی کذا فی حاشیة المدنی عن البحر وَهَل التَّهدِيدُ بِالطَّلَاقِ كَالطَّلَاقِ وَالعَرضُ عَلَى البَيعِ كَالبَيعِ لَم اَرَهُ شارح کہتا ہے طلاق کی دہمکی طلاق کی مانند اور بیع کے واسطے پیش کرنا بیع کی مانند ہے بیان میں یا نہیں میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا ھم جب طلاق بیان نہوئی تو بطور اولی دہمکی طلاق کیونکر بیان ہوگی اور عرض علی البیع کو شارح نے مانند بیع کے کسی کتاب میں نہیں دیکھا الحمد للہ کہ مترجم نے اختیار شرح مختار میں صریح دیکھا کہ عرض بھی مانند بیع کے بیان ہے عتق مبہم کا چنانچہ اوسکی بلفظ عبارت یہ ہے وَلَو قَالَ لِعَبدَيهِ اَحَدُكُمَا حُرٌّ ثُمَّ بَاعَ اَحَدَهُمَا اَو عَرَضَهُ عَلَى البَيعِ عَتَقَ الآخَرُ لِاَنَّ بِالعَرضِ قَصَدَ وُصُولَ الثَّمَنِ وَاَنَّهُ يُنَافِي الحُرِّيَّةَ اور ملتقی الابحر میں یوں ہے وَالبَيعُ بَيَانٌ فِي العِتقِ المُبهَمِ وَكَذَا العَرضُ عَلَى البَيعِ باوجودیکہ شارح ملتقی پر شرح لکھ چکا ہے در المختار سے پہلے مگر بھی یہ مسئلہ یاد نہ تھا انسان کتنا ہی بڑا کامل ہو لیکن خطا اور نسیان سے خالی نہیں معاذ اللہ یہ شارح علامہ پر طعن نہیں ہے پنسبت خاک را با عالم پاک ہے غرض اس بیان سے تخیر تشریک کا بیان ہے كَبَيعٍ وَلَو فَاسِدًا وَمَوتٍ اَو قَتلِ العَبدِ نَفسَهُ وَتَحرِيرٍ وَلَو مُعَلَّقًا وَتَدبِيرٍ وَلَو مُقَيَّدًا اَوِ استِيلَادٍ وَكَذَا كُلُّ تَصَرُّفٍ لَا يَصِحُّ اِلَّا فِي المِلكِ كَكِتَابَةٍ وَاِجَارَةٍ وَاِيصَاءٍ وَتَزوِيجٍ وَرَهنٍ وَهِبَةٍ وَصَدَقَةٍ وَلَو غَيرَ مُسَلَّمَتَينِ لِاَنَّ الكَمَالَ لِلمُسَاوَمَةِ بَيَانٌ فَهٰذِهِ اَولىٰ بِلَا قَبضٍ بَدَلِ اِسمٍ چنانچہ بیع کرنا ایک غلام کا عتق مبہم کا

آزاد ہوا اور مملوک سے نیت فقط غلاموں کی کی نہ لونڈیوں کی یا غلام مدبر کی نیت کی تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ ظاہر استعمال کی مخالفت ہے اور دیانۃً اسواسطے تصدیق ہوگی کہ تخصیص عام کا اوسنے ارادہ کیا اور تخصیص عام کو لفظ محتمل ہے وفی مما لیکی کلھم احرار لم یدین لرفع احتمال الاختصاص بالتاکید اور اس قول میں کہ میرے مملوک بالکل آزاد ہیں اگر فقط ذکور کی نیت کریگا تو دیانۃً بھی اوسکی تصدیق نہوگی اسواسطے دور ہوجانے احتمال اختصاص کے بسبب تاکید کے یعنی جب عام کی تاکید ہوگئی تو اب تخصیص عام کا احتمال باقی نہ رہا لہذا دیانۃً بھی تصدیق نہوگی سب غلام اور لونڈیاں اوسکی آزاد ہوجاوینگی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے حلف لا یعتق عبدہ فکاتب واشتری قریبا او اشتری العبد نفسہ حنث قسم کھائی مولی نے کہ اپنے غلام کو نہ آزاد کریگا پھر اوسنے اپنے غلام کو مکاتب کیا یا اوسنے قریب محرم کو خرید کیا یا غلام نے خود اپنی ذات کو مولی سے مول لیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ کتابت بعد حصول بدل کتابت کے عتق ہے اور خرید کرنا قریب محرم کا سبب ہے عتق کا اور غلام کو خود غلام سے بیع کرنا اعتاق ہے ان بعتک فانت حر فباع عنہ فاسدا عتق وصحیحا لا اگر مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تجھکو میں بیچوں تو تو آزاد ہے پھر اوسکو بیچا بیع فاسد کر تو وہ آزاد ہوگا اور اگر بیچا بیع صحیح کر تو آزاد نہوگا اسلیے کہ بیع فاسد کے بعد ملک بائع کی ضائع نہیں ہوتی بدون تسلیم کے تو شرط عتق کی مولی کی ملکیت میں پائی گئی لہذا وہ آزاد ہوجاوے گا اور بیع صحیح میں بائع کی ملک باقی نہیں رہتی تو شرط عتق کی اوسوقت پائی گئی جبکہ مولی کی ملک باقی نہ رہی لہذا وہ آزاد نہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی ناقلا عن المبسوط ان دخلت دار فلان فانت حر فشھد فلان وآخر انہ دخل عتق مولی نے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید کے گھر میں داخل ہوگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام زید کے گھر میں داخل ہوا تو غلام آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ دخول فعل غلام کا ہے نہ صاحب خانہ کا کہ وہ گواہی میں متہم ہو وفی ان کلمتہ لا لانھا علی فعل نفسہ اور اس قول میں کہ مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو مثلاً زید سے کلام کریگا تو تو آزاد ہے پھر زید نے اور دوسرے شخص نے گواہی دی کہ غلام نے زید سے کلام کیا تو غلام نہ آزاد ہوگا اسواسطے کہ گواہی زید نے اپنی ذات کے فعل پر دی لہذا مقبول نہوگی باقی رہی گواہی ایک آدمی کی اوسکا شرع میں اعتبار نہیں ولو شھد ابنا فلان انہ کلمہ ابوھما جازت ان جحد اور اگر مثلاً زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ غلام نے کلام کیا اونکے باپ سے تو گواہی اونکی درست ہوگی اگر باپ اونکا منکر ہو کلام کرنیکا اسلیے کہ بیٹوں کی گواہی برخلاف باپ کے درست ہے محل تہمت نہیں وکذا ان ادعٰی عند محمد وابطلھا الثانی اور اسیطرح باپ اگر مدعی بھی ہو کلام کا تو بھی بیٹوں کی گواہی جائز ہے نزدیک محمد کے اسواسطے کہ اس دعوی میں باپ کو کچھ منفعت نہیں اور ابو یوسف نے بیٹوں کی گواہی کو درصورت دعوی باپ کے باطل کہا

باب العتق علی جعل

بالضم وبفتح المسائل یہ باب ہے عتق کا شرط مال کے جعل بضم جیم یعنی مال ہے اور فتح جیم کا لغت قلیل ہے جعل اوس مال کو کہتے ہیں جو انسان کو کسی فعل کے واسطے مقرر کیا جاوے کے ر عبادہ بالکسر اور جعالہ بھی اسی کو مانند ہے کذا فی الصحاح اعتق عبدہ علی مال صحیح معلوم الجنس والقدر فقبل العبد کل المال فی المجلس یجھم مجلس علمہ لو غائبا عتق وان لم یودہ لانہ معلق علی القبول لا الاداء حتی لو سمی ادا کرنا یطل آزاد کیا مولی نے اپنے غلام کو صحیح مال پر جسکی جنس اور قدر معلوم ہے سو قبول کر لیا غلام نے سب مال کو مجالس میں مجلس خطاب کو اگر غلام حاضر ہو اور اوسکی علم کی مجلس کو اگر وہ غائب ہو تو غلام مجرد قبول کر آزاد ہوجاوے گا اگرچہ اوسنے مال ہنوز ادا نہیں کیا اسواسطے کہ عتق قبول پر معلق ہے نہ ادا پر یہانتک کہ اگر غلام اس کلام کو رد کرے یا اس سے اعراض کرے یعنی بلا قبول اوٹھ کھڑا ہو مجلس سے تو عتق باطل ہوجاویگا بسبب پائی جانے قبول کے اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہے مال کا بغیر مال کے اسواسطے کہ غلام اپنی ذات کا مالک نہیں اور معاوضہ قبول عوض کا ضروری ہے جیسے بیع میں کذا فی الدرر مال صحیح کی اسواسطے قید لگائی کہ بعوض خمر یا خنزیر کے عتق صحیح نہیں مسلم کے حق میں اور لفظ مال شامل ہے نقد اور اسباب اور حیوان اور مکیل اور موزون کو بشرطیکہ معلوم الجنس ہو اور جہالت وصف کی مضر نہیں اسواسطے کہ کمتر جہالت ہے کذا فی الدرر وشرح ابی المکارم واما لو علقہ باداۂ کان ادیت فانت حر صار ماذونا لہ دلالۃ اور اگر معلق کیا عتق کو مال کے ادا کرنے پر جیسا کہ یوں کہا کہ اگر تو اسقدر مال ادا کریگا تو تو آزاد ہے تو غلام ماذون فی التجارۃ ہوگا باعتبار دلالت حال کے اسواسطے کہ مولی نے غلام کو ادا کرنے کی رغبت دلائی اور مال بدون کسب کے

مکاتب کے کہ قبل ادا کے کمائی ہوئی آزاد ہوگا اسواسطے کہ وہ مال مولی کی ملک ہے و تعلّق اداؤه بالمجلس ان علّق اداؤه بان واذا ۱۸ اور متعلق ہوگا ادا کرنا مال کا مجلس
ایجاب مجلس علم میں اگر مولی نے تعلیق بلفظ ان شرطیہ کی ہو اسواسطے کہ یہ تخییر ہے تو مجلس ہی پر موقوف ہوگی اور اگر تعلیق بلفظ اذا اور متی کی تو ادای مال مجلس پر مخصوص نہوگا بخلاف
مکاتب کے ولا یتبعه اولاده بخلاف المکاتب فی الکل ۱۹ اور تابع اوسکی نہوگی اولاد اوسکی عتق میں یعنی اگر لونڈی کا عتق ادای مال پر معلق ہو پھر وہ اولاد جنی پھر
مال کو ادا کیا تو وہ اوسکی اولاد نہ آزاد ہوگی اسواسطے کہ وقت ولادت کے لونڈی پر کتابت کا حکم نہیں کہ اولاد بھی اوسکے ساتھ ہوجاوے بخلاف مکاتب کے جمیع مسائل سابقہ میں چنانچہ مترجم نے
ہر مسائل میں اسکی تصریح کردی وھو ای المال دین صحیح یصحّ التکفیل به بخلاف بدل الکتابة فانّه لا یصحّ الکفالة به وھذه الموفّیة عشرین ۲۰
اور وہ یعنی مال مذکور دین صحیح ہے تو کفالت اوسکی جائز ہوگی بخلاف بدل کتابت کے کہ اوسکی کفالت صحیح نہیں اسواسطے کہ بدل کتابت عجز سے ساقط ہوجاتا ہے اور یہ مسئلہ پورا کرنے والا ہے
بیس مسائل کا شارح کو مناسب تھا کہ بجای عشرون کے عشرین لکھتا اسواسطے کہ مفعول ہے موفیة کا اه یہ جو بات ہے کہ مال معلق کو دین صحیح کہا سو صحیح نہیں اسواسطے کہ قبل حکم قاضی کے
یہ مال دین نہیں اسلیے کہ مولی نے اس مال کو اپنے غلام پر واجب نہیں کیا بلکہ بطریق تعلیق ذکر کیا اور بعد ادا کے بھی دین نہیں تو اس مسئلہ کا یہاں ذکر کرنا ہی غلط ہے بلکہ اس
مسئلہ کا محل ذکر اول باب تھا جہاں اعتاق علی المال مذکور ہوا چنانچہ صاحب بحر اور صاحب نہر نے وہیں ذکر کیا ہے اسلیے کہ اعتاق علی المال میں مجرد قبول کے غلام آزاد ہوجاتا ہے
اور آزاد پر دین کا ہونا صحیح ہے تو کفالت بھی اوسکی جائز ہے بخلاف بدل کتابت کے کہ وہ دین صحیح نہیں اسواسطے کہ مکاتب ہنوز آزاد نہیں کذا فی حاشیة المدنی عن الحلبی

ویزاد ما فی الذخیرة لو علّقه بالف فاستقرضها و دفع لمولاه عتق و رجع المقرض علی المولی لانّ غرماء الماذون احقّ بماله حتّی تؤدّی دیونهم
اور مسائل مذکورہ پر دو مسئلے اور زیادہ کیے جاتے ہیں جو ذخیرہ میں مذکور ہیں کہ اگر عتق غلام کا معلق کیا مولی نے ہزار پر پھر غلام نے ہزار قرض لیے اور اپنے مولی کو دیے
تو غلام آزاد ہوجاوے گا اور قرض دینے والا مولی سے ہزار پھیر لے گا اسواسطے کہ قرض دینے والے غلام ماذون کے غلام کے مال میں احق ہیں تاوقتیکہ اونکے دیون تمام ہوں
ولو استقرض الفین فدفع و اکل الاٰخر فللمقرض مطالبة المولی بهما لمنعه بعتقه من بیعه بل بیتیه اور اگر غلام مذکور نے دو ہزار قرض لیے
سو ایک ہزار مولی کو دیے اور ایک ہزار خود کھا گیا تو قرض دینے والے کو مولی سے دونوں ہزار کا مطالبہ جائز ہے اسواسطے کہ مولی نے بسبب اعتاق غلام کے دین کی بیع سے روک دیا
یعنی اگر غلام آزاد نہوا ہوتا تو قرض دینے والا اپنے دین کے واسطے غلام کو بیچ لیتا اور اب غلام آزاد ہے تو وہ بیچ نہیں سکتا اور چونکہ سبب عتق کا مولی ہے اسواسطے اپنے دین کا
مطالبہ مولی سے کرے گا ولو قال انت حرّ بعد موتی بالف ان قبل بعده ای موته و اعتقه مع ذلك وارث او وصیّ او قاض عند امتناع الوارث
هو الاصحّ لانّ المیت لیس باهل للاعتاق عتق بالالف و الولاء للمیت اور اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد بعوض
ہزار درم کے اگر غلام نے ہزار درم کو قبول کرلیا بعد موت مولی کے اور ساتھ اس شرط کے مولی کے وارث یا وصی یا قاضی نے امتناع وارث کے وقت غلام کو آزاد کردیا تو غلام آزاد
ہوجاوے گا ہزار درم پر اور یہی قول صحیح ہے مولی کو آزاد کرنا کافی نہیں اسواسطے کہ مردہ آزاد کرنے کے لائق نہیں اور وارث غلام کی میت کے واسطے ہے تو عصبات مذکر مولی کے
وارث ہونگے عورتوں کو وراثت نہ ملے گی اور اگر میت کو وارث نہ ملتی وارثوں کو ملتی تو عورت مرد سب وارث ہوتے کذا فی حاشیة الطحطاوی عن البحر اور قبول غلام کا بعد موت مولی
کے اسواسطے مشروط ہوا کہ ایجاب عتق کا مابعد موت کیطرف مضاف ہوا تو اگر مولی کی حیات میں قبول معتبر ہوتا تو قبول مقدم ہوتا ایجاب پر اور حالانکہ یہ صحیح نہیں اور یہ بھی
مشروط ہے کہ بعد موت مولی کے فی الفور غلام قبول کرے تب آزاد ہوگا کذا فی فتح القدیر و الا توجد کلا ۲۱ لاهما ای لا یعتق بدالك اور اگر دونوں امر پائے نہ جاویں
یعنی بعد موت مولی کے غلام ہزار درم کو فی الفور نہ قبول کرے یا وارث وغیرہ آزاد کریں اوسکو تو غلام اس مولی کے قول سے غلام آزاد نہوگا ولو حرّره علی
خدمته حولاً مثلاً کما تقدّم علی ان تخدمنی سنة فقبل عتق فی الحال اور اگر آزاد کیا غلام کو اوسکی ایک سال کی خدمت پر مثلاً چنانچہ یوں کہا کہ میں نے
تجھکو آزاد کیا اس پر کہ تو سال بھر میری خدمت کرے سو غلام نے اسکو قبول کیا تو فی الحال آزاد ہوجاوے گا اسواسطے کہ قبول مجلس پر مشروط ہے
فان خدمتنی سنة فانت حرّ لا یعتق الّا بالشرط فلو خدمه اقلّ منها او عوّضه عنها او قال ان خدمتنی و اولادی فمات

بعتق اولادہ لایعتق لان التعلیق صح علی المعاوضۃ اور مولی کے اس قول مین کہ اگر تو میری خدمت سال بھر کرے تو تو آزاد ہے تو غلام آزاد ہوگا بدون پانے مال شرط کے یعنی خدمت
یکسال کے سو اگر غلام مولی کی خدمت سال بھر کرے گا بعوض خدمت کے مولی کو مال دیگا یا مولی نے غلام سے یون شرط کی کہ اگر تو میری اور میری اولاد کی خدمت کرے تو تو آزاد ہے
پھر اوسکی اولاد سے کوئی مرگیا تو ان تینون صورتون مین آزاد نہوگا اسواسطے کہ ان شرط تعلیق کے واسطے موضوع ہے اور علی معاوضہ کے واسطے اور تعلیق مین بدون وجود شرط
معلق ہا پائے گا معلق نہین ہوتا اور معاوضہ یعنی مبادلہ مین فقط قبول کرنا کافی ہے اور جمیع عقود معاوضات کا یہی حکم ہے وخدمہ المخدمۃ المعروفۃ بین الناس
ہدتہ ایاما کانت اور جب خدمت متحقق ٹھہری تو غلام مولی کی وہ خدمت کرے جو لوگون مین معروف اور مروج ہے بقدر مدت مقرری کے یعنی مدت ہو فان جھلت اومات
ہو او ھکما کعمی او مولاہ قبلہا پھر اگر مدت خدمت کی مجہول ہو یا غلام قبل خدمت کے مرجاوے اگرچہ موت حکمی ہو جیسے اندھا ہوجانا یا مولی مرجاوے تو علم الٰہی کو
بجائے میعت کے قرار دینا یہ تجویز ہے صاحب نہر کی نزدروایت مذہب کی لیکن شارح نے بطور روایت کے ذکر کیا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو خدم بعضہا فبحسابہ اور اگر غلام مولی
کی تھوڑی مدت خدمت کرکے مرگیا تو اوسکے موافق حساب کیا جاویگا مثلا چار برس کی خدمت پر عتق ٹھہرا تھا سو غلام ایک سال خدمت کرکے مرگیا تو شیخین کے نزدیک
چہارم وضع کرکے باقی تین قیمت غلام کی اوسپر لازم آویگی اور محمد کے نزدیک تین سال کی خدمت کی قیمت اوسپر لازم ہوگی کذا فی البحر عن شرح الطحاوی تجب قیمتہ فتوخذ
منہ للورثۃ او من ترکتہ للمولی وعند محمد تجب قیمۃ خدمتہ وبہ ناخذ حاوی اگر قبل خدمت کے غلام یا مولی مرگیا تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے
نزدیک قیمت غلام کی واجب ہوگی سو اگر مولی مرگیا ہو تو غلام سے اوسکی قیمت وارثون کے واسطے لیجاویگی اور یا غلام مرگیا ہو تو اوسکے متروکہ سے مولی کے واسطے قیمت لیجاویگی
لیجاویگی اور محمد کے نزدیک غلام کی قیمت واجب نہین بلکہ اوسکی خدمت کی قیمت واجب ہے اور یہی روایت ماخوذ اور مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی القدسی وھل نفقۃ عیالہ
او نفقتہ علی مولاہ فی المدۃ کالموصی لہ بالخدمۃ او یکتسب للانفاق حتی یستغنی ثم یخدم کالمعسر بحث فی البحر الثانی والمصنف الاول اور کیا نفقہ
غلام کی عیال کا اگر وہ محتاج ہون خدمت کی مدت مین اوسکے مولی پر ہے جیسے اوس غلام کا نفقہ مولی پر ہے جسکو مولی نے خدمت مین دیا کسی غیر شخص کی یا غلام اول کسب
کرے عیال کی نفقہ رسانی کیواسطے یہانتک کہ کسب کی حاجت نرہے پھر خدمت کرے مولی کی مدت معین تک جیسے مفلس غلام کا عتق مال پر ٹھہرا تو وہ قدر میسور تک اوسکو
مہلت ملتی ہے بحر الرائق مین امر ثانی کو تجویز کیا ہے یعنی کسب کو خدمت پر مقدم کیا ہے بقیاس غلام مفلس کے اور مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین امر اول کو تجویز کیا یعنی مولی پر
اوسکا اور اوسکی عیال کا نفقہ واجب ہے بقیاس موصی بالخدمت کے حشی چلپی نے کہا کہ ظاہر قیاس صاحب بحر کا صحیح ہے اسلئے صاحب نہر نے بھی اوسکو مسلم رکھا ہے اور قیاس
مصنف کا وصیت کی خدمت پر قیاس مع الفارق ہے اسواسطے کہ وصیت کی خدمت غلام بلا عوض کرتا ہے لہذا اوسکا نفقہ مولی پر واجب ہے اور یہان مولی کی خدمت بعوض
اپنی گلو خلاصی کرتا ہے تو یا نند مستاجر کے ہوا ولو باع عبدہ منہ بعاین کبعتک نفسک بھذا العین فھلکت او استحقت یجب قیمتہ وعند محمد
قیمتہا جیسے غلام کو بیچنا خود غلام سے بعوض کسی چیز معین کے چنانچہ مولی نے غلام سے کہا کہ تیری ذات کو تیرے ہاتھ بیچا بعوض اوس گھوڑے کے مثلا سو قبول کرلیا غلام نے
پھر وہ گھوڑی یا لونڈی ہلاک ہوگئی یا کسی اور شخص کی مملوک نکلی تو غلام کی قیمت غلام پر واجب ہوگی اور محمد کے نزدیک گھوڑی یا لونڈی کی قیمت واجب ہوگی ولو قال
رجل لمولی امۃ اعتق امتک بالف علی ان تزوجنیہا ان فعل العتق وابت النکاح عتقت مجانا ولا شئی لہ علی الآمر لصحۃ اشتراط البدل
علی الغیر فی الطلاق لا فی العتاق اور اگر کہا ایک مرد نے لونڈی کے مالک سے کہ آزاد کردے اپنی لونڈی کو بعوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اوسکا
نکاح کردینا اگر مولی نے اوسکو آزاد کردیا اور عورت نے نکاح سے انکار کیا تو وہ مفت آزاد ہوجاویگی اور آزاد کرنیوالے پر کچھ دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ شخص غیر پر عوض کا
شرط کرنا طلاق یعنی خلع مین صحیح ہے نہ عتاق مین اگر عورت اوس مرد سے نکاح کرلیگی تو ہزار درم اوسکی قیمت اور اوسکے مہر مثل پر تقسیم ہونگے تو جسقدر قیمت کے
درم ہونگے وہ ساقط ہوجاوینگے اور جسقدر مہر مثل کے مقابل پڑینگے وہ مرد پر لازم ہونگے کذا فی فتح القدیر تو انکار نکاح کی قید بیفائدہ ہے لونڈی نکاح کرے یا نکاح
سے انکار کرے ہر صورت مفت آزاد ہوگی آزاد کرنیوالے پر کچھ لازم نہوگا ولو زاد لفظ عنی قسم الالف علی قیمتہا ومھر مثلہا اے ومھر مثلہا لیقسمہا

الشراء اقتضاءً ولذا تجب حصّة ما سُلِّم اي القيمة وتسقط حصّة المهر اور آزاد اشارہ الی قول بزلوہ میں لفظ عنی کا زیادہ کیا یعنی یون کہا مولی سے کہ اپنی لونڈی کو
آزاد کر دے میری طرف سے عوض ہزار درم کے اس شرط پر کہ میرے ساتھ اوسکا نکاح بھی کر دے سو مولی نے لونڈی کو آزاد کر دیا اور اوسنے نکاح سے انکار کیا تو ہزار درم تقسیم ہونگے لونڈی کی
قیمت اور اوسکے مہر مثل پر بسبب متضمن ہونے اس کلام کے خریداری کو بنابر اقتضائی کلام کے گویا اوسنے یون کہا کہ لونڈی کو میرے ہاتھ بیچ کر اور اوسکو میری طرف سے آزاد کر لیکن
چونکہ قائل نے رقبہ کے ساتھ اوسکے نکاح کو بھی ملایا اور ہزار درم کو بعوض مجموع کے مقابل کیا لہذا ہزار درم مجموع پر منقسم ہونگے اور اسی واسطے قائل پر حصہ قیمت کا جسکی تسلیم ہوئی واجب ہوا
اور حصہ مہر کا ساقط ہو گیا بسبب عدم تسلیم کے فلو نکحتہا القائل فحصّة مهرِ مثلها من الالف مهرها فيكون لها في وجهيه ضم عني او تركه سو اگر آزاد
لونڈی نے مرد قائل سے نکاح کیا تو ہزار درم سے اوسکے مہر مثل کا حصہ جسقدر ہوگا وہی اوسکا مہر ہوگا تو اوسی قدر عورت کا مہر ہوگا دونون صورتون میں لفظ عنی کو ملانے میں اور اوسکے
ترک کرنے میں مثلاً اگر قیمت لونڈی کی اور اوسکا مہر مثل دونون برابر ہین اسطرح کہ سو درم کی اوسکی قیمت ہے اور اسی قدر کا اوسکا مہر مثل ہے تو ہزار درم دونون پر منقسم
ہونگے پانسو درم قیمت کا حصہ ہوگا اور پانسو مہر مثل کا تو مسئلہ سابقہ میں یعنی جب کہ قائل نے لفظ عنی کا نہین ملایا تو قیمت کا حصہ ساقط ہوگا اور مہر کا حصہ یعنے
پانسو درم قائل پر واجب ہونگے اور جب کہ قائل نے لفظ عنی کا زیادہ کیا تو اوسپر پانسو درم قیمت کی بابت مولی کو واجب ہونگے اور پانسو درم مہر کی لازم آوینگے اور اگر قیمت
اور مہر مثل میں تفاوت ہوگا اسطرح کہ قیمت کے دو سو ہون اور مہر کے ایک سو تو ہزار درم کے دو ثلث قیمت پر اور ایک ثلث مہر پر منقسم ہوگا تو مسئلہ سابقہ میں حصہ
قیمت کا تو ساقط ہوگا اور حصہ مہر کا اوسپر لازم ہوگا اور مسئلہ لاحقہ میں دو ثلث مولی کو واجب ہونگے اور ایک ثلث عورت کے مہر کا وما اصاب قيمتها في
الاولى هدر وفي الثانية للمولى لها باعتبار تضمن الشراء وقدّمناه اور ہزار درم سے جسقدر لونڈی کی قیمت کو پہونچا وہ مسئلہ اولی میں رائگان گیا اسواسطے
کہ وہ مفت آزاد ہو گئی اور جسقدر اوسکی قیمت کو مسئلہ ثانیہ میں پہونچا وہ اوسکے مولی کا ہے باعتبار متضمن ہونے خریداری کے اور عدم تضمن کے کما مر تفصیلہ

اعتق المولى امته على ان تزوجه نفسها فزوجته فلها مهر مثلها وجوّزه الثاني اقتداءً بفعله عليه الصلوة والسلام في صفية قلنا كان
عليه الصلوة والسلام مخصوصًا بالنكاح بلا مهر آزاد کیا مولی نے اپنی لونڈی کو اس شرط پر کہ اپنا نکاح مولی سے کرے سو اوسنے اپنی ذات کا
نکاح مولی سے کیا تو اوسکا مہر مثل مولی پر لازم آویگا امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ عتق مال نہین اور مہر بدون مال کے نہین ہوتا اور جائز رکھا ہے اوس
معاوضہ کو ابو یوسف نے بموافقت اسکے فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ام المؤمنین حضرت صفیہ میں صحیحین میں بروایت انس کے حدیث ثابت ہے کہ حضرت صفیہ غنیمت
خیبر کے قیدیون میں سے حضرت نے اپنے واسطے اختیار کیا اور اونکو آزاد کیا اور اون سے نکاح کیا اور اونکے عتق کو اونکا مہر قرار دیا شارح کہتا ہے ہم
طرفین کی طرف سے ابو یوسف کو جواب دیتے ہین کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنص قرآنی مخصوص تھے ساتھ نکاح بلا مہر کے یعنی نکاح حضرت صفیہ کا بھی بلا مہر تھا نہ بعوض
عتق کے اور امور مخصوصہ میں اقتدا جائز نہین فان ابت فعليها السعاية في قيمتها اتفاقًا اور اگر بعد اعتاق کے بشرط مذکور کے آزاد لونڈی نکاح
سے انکار کرے تو اوسپر اپنی قیمت کے ادا کرنے میں سعایت واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے وكذا لو اعتقت المرأة عبدًا على ان ينكحها فان
فان فعل فلها مهرها والا فعليه قيمته اور اسی طرح اگر بی بی اپنے غلام کو آزاد کرے اس شرط پر کہ بی بی سے وہ نکاح کرے تو اگر غلام بی بی سے اپنے
آزاد ہونے کے نکاح کریگا تو بی بی کا مہر اوسپر لازم ہوگا اور اگر نکاح سے انکار کریگا تو اوسپر قیمت اپنی ادا کرنا واجب ہوگا ولو كانت المعتقة على ذلك امّ ولده
فقبلت عتقت فان ابت نكاحه فلا شيء عليها لعدم تقوّم امّ الولد اور اگر ام ولد آزاد ہو بشرط نکاح کے پھر اوس نے
یہ شرط قبول کی تو آزاد ہو جاویگی پھر اگر ام ولد نے مولی کے نکاح سے بعد آزاد ہونے کے انکار کیا تو اوسپر کچھ واجب نہوگا کذا فی الشامی اسواسطے کہ ام
ولد کی قیمت کرنی کی نہین جو بقدر قیمت اوسپر سعایت لازم آوے **فرع** مسائل ملحقہ شارح کے قال اعتق عبدًا عني او انت
حُرٌّ فاعتق عبدًا جيدًا الا يعتق وفي ابنى يعتق لانه دخل في ملكه فيكون راضيًا بالزيادة واما العتق اخراجه لانه ملك الثالث

مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر غلام کو اور تو آزاد ہے تو یہ غلام ماذون فی التجارۃ ہو اور متوسط غلام کا آزاد کرنا اوسپر لازم ہوا اسواسطے کہ اس
غلام مخاطب نے عمدہ غلام مولی کا آزاد کر دیا تو یہ آزاد ہوگا اور اسیطرح ناقص غلام کے آزاد کرنے سے بھی آزاد ہوگا کذا فی العالمگیریہ اور مولی کے اس قول کے
بیان کرنیکا کہ ایک غلام دے اور تو آزاد ہے سوا اس نے عمدہ غلام دیا تو غلام مخاطب آزاد ہوگا اسواسطے کہ عمدہ غلام کو اوسنے مولی کی ملک مین داخل کر دیا تو مولی راضی
ہوگا زیادتی مال سے اور عمدہ غلام کا آزاد کرنا تو اوسکو مالک مولی ہوگا اسواسطے کہ غلام مخاطب کسب کا کہ مولی کا تو مال جیسے اخراج ہو سو ہے کیونکہ راضی ہوگا

باب التدبير

یہ باب ہے تدبیر کے احکام مین یعنی غلام کو مدبر کرنیکے احکام مین زندگی کا اعتاق کو بعد اعتاق بعد الموت کے شروع کیا اور تدبیر کو مقدم کیا اسواسطے کہ تدبیر غلام اور
لونڈی دونون کو شامل ہے بخلاف استیلاد کے کہ وہ فقط لونڈی سے مخصوص ہے وھو لغۃ الاعتاق عن دبر وھو ما بعد الموت وہ یعنی تدبیر لغت مین عبارت ہے اعتاق عن دبر سے
یعنی بعد موت کے آزاد کرنا تدبیر کی اصل دبر ہے اور دبر بضم اول و سکون ثانی و بضمتین ہر شی کی قبل کا اور دبر بمعنی ما بعد ہے اوس غلام کو کہتے ہین جو پیچھے مرنے مولی کے
آزاد ہو اور چونکہ یہ معنی لغوی معنی شرعی سے زیادہ تر مناسب ہے اسیواسطے اگر فقہا اسکو بیان کرتے ہین اور معنی ثانی تدبیر کے انکار مین کذا فی الصحاح یعنی انجام کار کو سوچنا اور یہ بھی
معروف ہے اور بعض فقہا نے اسیکو پسند کیا ہے مانند اتفاقی اور مصاحب قرار کے اور وجہ مناسبت معنی شرعی سے یون بیان کی ہے کہ جب مولی نے اپنے انجام کار کا سوچ کیا اور غلام کو
آزاد کیا تاکہ بعد موت کے تقرب خدا حاصل ہو وشرعا تعليق العتق بمطلق موته ولو معنى كان مت الى مائة سنة اور شرع مین تدبیر عبارت ہے تعلیق عتق سے ساتھ
مطلق موت مولی کے اگرچہ اطلاق معنوی ہو نہ لفظی چنانچہ یون کہنا کہ اگر مین سو برس تک مرون تو تو آزاد ہے تدبیر دو قسم ہے ایک تدبیر مطلق اور دوسری تدبیر مقید اور یہ تعریف
تدبیر مطلق کی ہے نہ مطلق تدبیر کی کہ دونون قسم کو شامل ہو خلاصہ یہ ہے کہ جب مولی نے اپنی موت پر علاقہ تعلیق عتق کی اسکو تدبیر مطلق کہتے ہین اور اگر مولی کی عمر اسی برس کی
تھی اور اوسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر مین سو برس تک مر جاؤن تو تو آزاد ہے ہر چند ظاہر مین یہ کلام مقید ہے لیکن باعتبار معنی کے مطلق ہے اسواسطے
غالب حال یہ ہے کہ اسی برس کا آدمی سو برس اور کا ہے کو زندہ رہیگا تو فی الحقیقت تقیید مین اطلاق سے سوا ان نکاح کے اور مین آویگا اگرچہ مدت دراز کی ہو
صحیح نہین ہے اسواسطے کہ نکاح موقت ممنوع ہے تو تابید معنوی بنظر ہی کرنا یہان معتبر نہین اور تدبیر مین چونکہ کوئی مانع شرعی نہین ہے لہذا تابید معنوی ثابت ہے اسواسطے
اعتبار معنی کا اصل ہے بوجہ عدم مانع کذا فی حاشیۃ المدنی عن الشرنبلالیۃ وخرج بقید الاطلاق التدبير المقيد كما سيجيء وبعو بتة تعليقه بموت غيره
تا ان لیس تدبيرا اصلا بل تعليق بشرط اور نکل گئی اطلاق کی قید سے تدبیر مقید چنانچہ اسکا ذکر آخر باب مین آویگا اور مولی کی موت کی قید سے تعلیق عتق
بموت غیر نکل گئی یعنی یون مولی کا کہنا کہ تو بعد موت زید کے آزاد ہے تو یہ قول اصلا تدبیر نہین نہ یہ تدبیر مطلق ہے نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے شرط پر گو یا یون کہا کہ اگر
زید مرے تو تو آزاد ہے تو یہ غلام مجرد مرنے زید کے مولی کی زندگی ہی مین مفت آزاد ہو جاویگا بسبب وجود شرط کے کذا فی المنح عن البحر کاذا او متى او ان مت

او هلكت او حدث بي حادث فانت حر او عتيق او معتق او انت حر عن دبر مني او انت مدبر او دبرتك ذاد بعد
موتی اوگا چنانچہ یون کہنا مولی کا اپنے غلام سے کہ جب مین مرون یا جسدم کہ مرون یا اگر مین مرون یا جب مجھپر حادثہ ہو یعنی موت آوے تو تو حر ہے
یا عتیق یا معتق ہے یا تو آزاد ہے میرے پیچھے یا تو مدبر ہے یا مین نے تجھکو مدبر کیا ان الفاظ کے کہنے کے بعد لفظ بعد موتی کا زیادہ کرے یا نکرے اسواسطے
کہ معنی موت کے مدبر اور مدبر مین داخل ہین تو ذکر کرنا بعد موتی کا اور نہ ذکر کرنا دونون برابر ہے ہم عرب کے عرف مین حدث اور حادث اور اسیطرح وفات
اور ہلاک کہ موت ہی مین مستعمل ہین اسواسطے کہ اونمین معنی کا اعتبار ہے نہ لفظ کا خصوصا کذا فی البحر تو عرف ہندوستان مین انتقال کرنا اور راول منزل کو پہونچنا اسی طرح ہوگا
او انت حر يوم اموت ان ارید به مطلق الوقت لقرانه بما لا يمتد فان نوى النهار صح وكان مقيدا یا مولی نے یون کہا کہ تو حر ہے جسدن کہ مین مرون یوم
مراد اس مثال مین مطلق وقت ہے بسبب متصل ہونے یوم کے اوس چیز سے جسکو امتداد اور قیام نہین ہے یعنی موت سے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل یا یوم امر

عمر متندسے قرین ہوگا تو مطلق وقت مراد ہوگا جو رات اور دن دونوں کو شامل ہے تو اگر بعد اس قول کے مولی رات کو مرے گا تو بھی غلام آزاد ہوگا بخلاف اگر مولی بلفظ یوم مرنا کا یعنی فقط دن کا
ارادہ کرے گا تو دیانۃً اسکا قول صحیح ہوگا اسواسطے کہ معنی حقیقی کا ارادہ کیا اور اس صورت میں یہ تدبیر مطلق نہ ہوگی بلکہ تدبیر مقید ہو جاوے گی اسواسطے کہ یہ ضرور نہیں کہ موت اوسکی دن ہی کو ہو
او ان مت الی مائۃ سنۃ مثلاً و غلب موتہ قبلہا ھو المختار لانہ کالکائن لا محالۃ یا مولی نے یون کہا کہ اگر میں سو برس تک مثلاً مر جاؤں تو تو آزاد
ہے اور ظن غالب اوسکی موت کا قبل سو برس کے ہو تو یہ قید بجائے مطلق کے ہے قول مختار میں اسواسطے کہ مثلاً اسی برس کی عمر والے کی موت قبل سو برس کے مانند یقینی کے
ہے بلا شک باعتبار غالب اعمار خلق کے اور غیر مختار وہ قول ہے جو ینابیع اور جامع الفقہ میں ہے کہ مثال مذکور تدبیر مقید ہے نہ مطلق باعتبار لفظ کے اور باقی تفصیل اور تحقیق اسکی
تعریف تدبیر مطلق میں ہو چکی و افاد بالکاف عدم الحصر حتی لو اوصی لعبدہ بسہم من مالہ عتق بموتہ و لو بشیء لا و الفرق لا یخفی و ذکرہ ابنہ
فی شرح الملتقی اور مصنف نے کاف تشبیہ سے عدم حصر کا اشارہ کیا یعنی امثلہ مذکورہ میں تدبیر مطلق منحصر نہیں تا اینکہ اگر مولی اپنے غلام کیواسطے اپنے مال
میں سے ایک سہم کی وصیت کر جاوے تو وہ آزاد ہو جاوے گا اوسکی موت کے بعد اور ایک جزو کی اگر وصیت کرے گا تو آزاد نہ ہوگا اور فرق سہم اور جزو میں فقہا کے نزدیک مخفی
نہیں اور ہم نے شرح ملتقی الابحر میں فرق کو بیان کیا ہے ہم اختیار شرح مختار دونوں میں فرق یون بیان کیا ہے کہ سہم عبارت ہے سدس مال سے اور جزو عبارت
ہے شئی مبہم غیر معین سے تو جب مولی نے اپنے کل مال سے غلام کیواسطے سدس کی وصیت کی تو سدس میں رقبہ غلام کا بھی وصیت میں داخل ہوا اسواسطے کہ غلام بھی
مولی کا مال ہے تو غلام اپنی ذات سے سدس کا مالک ہوا لہذا آزاد ہوگا اور جزو چونکہ مبہم ہے تو اوسکی تعیین وارثوں کے اختیار میں ہے لہذا رقبہ غلام کا بلا تردد جزو میں داخل
نہیں ہو سکتا تو آزاد بھی نہ ہوگا اور محشی مدنی نے بھی اسیطرح فرق ملتقی سے مذکور کیا ہے اور دریافت کیا چاہیے کہ الفاظ مدبر کرنیکے چار طرح پر ہیں اول صریح جسمیں تدبیر
صریح ہے اور ثانی بلفظ تعلیق موت اور ثالث اون الفاظ سے مدبر کرنا جنسے تعلیق بعد الموت مفہوم ہو جیسے یون کہنا کہ میری موت کے بعد کسی کا اختیار تجھپر نہیں
اور رابع بلفظ وصیت ثلث مال یا سدس یا یون کہنا کہ میں وصیت کی تیرے واسطے تیری ذات کی یا تیری گردن کی اسواسطے کہ ایسی وصیت عبارت ہے اثبات ملک سے
لیتق بہ الاثبات بالمیت کی صفت میں اعتاق کو نہیں ولو دبر عبدہ ثم جن فالتدبیر بحالہ لانہ تعلیق وھو لا یبطل بالجنون
ولا رجوع مدبر کیا اپنے غلام کو پھر مولی کی عقل زائل ہو گئی تو تدبیر قائم ہے اپنے حال پر اسواسطے کہ تعریف میں گذر گیا کہ تدبیر تعلیق ہے اور تعلیق باطل نہیں ہوتی جنون
اور رجوع کرنے سے بخلاف الوصیۃ برقبتہ لانسان ثم جن ثم مات بطلت بخلاف وصیت کے کہ مولی نے غلام کے رقبہ کی کسی انسان کیواسطے
وصیت کی پھر مولی مجنون ہو گیا بعد اسکے مر گیا تو یہ وصیت باطل ہو جاویگی ولا یقبل التدبیر الرجوع عنہ ویصح مع الاکراہ بخلافہا فالتدبیر کالوصیۃ
الا فی ھذہ الثلث اشباہ وزید ان مدبر السفیہ ومدبر قتل سیدہ اور تدبیر قبول نہیں کرتی رجوع کو یعنی تدبیر کرکے اوس سے پھر جانا جائز نہیں
اور تدبیر جبر اور زبردستی سے بھی صحیح ہے بخلاف وصیت کے کہ اوس سے پھر جانا درست ہے اور وصیت زبردستی سے صحیح نہیں تو تدبیر مانند وصیت کے ہے سوا ان
تین امور مذکورہ کے یعنی جنون اور رجوع اور اکراہ کے کذا فی الاشباہ اور اشباہ کے تین امر پر دو امر اور زیادہ کیے گئے ہیں ایک سفیہ کا
مدبر دوسرا وہ مدبر جسنے اپنے مالک کو قتل کر ڈالا یعنی مرد احمق کی وصیت امر خیر میں ثلث مال میں نافذ ہے اور تدبیر اوسکی اگرچہ نافذ ہے لیکن اوسکے
مدبر پر کل قیمت میں سعایت لازم ہوگی کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی اور مدبر اگر مولی کو قتل کرے گا تو آزاد ہوگا اور کل قیمت میں سعایت کرے
اور موصی لہ اگر وصیت کرنیوالے کو قتل کرے گا تو وصیت باطل ہوگی فلا یباع المدبر المطلق خلافا للشافعی سو مدبر مطلق کی بیع جائز
نہیں بخلاف مذہب امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے اسواسطے کہ صحیحین میں جابر سے حدیث ثابت ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام
مدبر کیا تھا اور اوسکے پاس کچھ مال نہ تھا سواے اس غلام کے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو آٹھ سو درم کو بیچا اور اوس سے فرمایا کہ اپنا
قرض ادا کر قیمت سے اور امام مالک کی موطا میں ثابت ہے کہ عائشہ صدیقہ نے اپنے غلام مدبر کو بیچا اور امام اعظم کی وہ حدیث دلیل ہے جو دار قطنی نے

عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ مدبر نہ بیچا جاوے اور نہ ہبہ کیا جاوے اور وہ آزاد ہے تہائی مال سے دار قطنی نے رفع اس حدیث کی تضعیف کی ہے اور موقوف ہونے کی تصحیح
کی ہے اور چونکہ وصیت مدبر کی ہنوز زائل نہیں تو ممنوعیت اوسکی بیع کی مخالف قیاس کے ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ قول ابن عمر کا بنا بر قیاس اجتہاد کے نہیں تو بالضرور محمول
ہے سماع شارع پر تو اب حدیث جابر کا معارض ہوا اور حدیث جابر کے چند جواب ہیں اول یہ کہ ابتدای اسلام میں بیع حر کی جائز تھی پھر منسوخ ہوئی تو مدبر کی بیع بطریق اولی
جائز ہوگی جواب ثانی یہ ہے کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے دار قطنی نے روایت کی کہ مجکو جابر سے اس حدیث کا مشاہدہ ہوا کہ غلام مدبر کی خدمت بیع ہوئی تھی یعنی اجارہ اوسکا
ہوا تھا نہ بیع رقبہ تیسرا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر کی حدیث قولی نہیں جو عام ہو بلکہ واقعہ حال کا اور واقعہ حال کو عموم نہیں بخلاف حدیث ابن عمر کے کہ وہ حدیث قولی ہے
تو حدیث جابر کی حدیث ابن عمر سے معارض نہیں ہو سکتی چوتھا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر کی مدبر مقید پر محمول ہے نہ مدبر مطلق پر جمعا بین الاحادیث اور اسیطرح موطا کی حدیث
کے جواب اون کو قیاس کر لینا چاہیے کذا فی فتح القدیر بالمعنی فلو قضی بصحۃ بیعہ نفذ پھر اگر قاضی شافعی المذہب بیع مدبر کی صحت کا حکم کریگا تو نافذ ہوگا اسواسطے
کہ حکم قاضی رافع ہے اختلاف مذہب کا وهل یبطل التدبیر قیل نعم اور کہا گیا کہ قاضی کا حکم تدبیر کو باطل کر دیتا ہے بعضے علما نے کہا ہے کہ ہاں قضا اسکی قاضی
مبطل تدبیر ہے شارح نے بطلان تدبیر کو بلفظ صیغہ ضعیف مذکور کیا حالانکہ قضاء قاضی سے تدبیر کا باطل ہونا قول ضعیف نہیں بلکہ منصوص ہے اہل مذہب کا
اسواسطے کہ ظہیریہ میں تصریح ہے کہ اگر مولی نے مدبر کو بیچا اور قاضی شافعی نے جواز بیع کا حکم کیا تو تدبیر فسخ ہوگئی حتی کہ اگر یہ غلام پھر مولی کی ملک میں کسی دن کسی وجہ سے
اوسکے آوے گا پھر بعد اسکے مولی مرے گا تو غلام آزاد نہوگا کذا فی منح الغفار نعم لو قضی ببطلان بیعہ صار کالحر ہاں اگر مولی حنفی نے غلام مدبر کو بیچا اور قاضی
حنفی نے بطلان بیع کا [illegible] غلام کے حکم دیا تو یہ غلام آزاد کے مانند ہو جاوے گا یعنی بالاتفاق اوسکی بیع وغیرہ اب نہ جائز ہوگی اور یہ مطلب نہیں کہ اوسپر بالکل
سب احکام حر کے جاری ہوں گے ولا یوہب ولا یرہن کالوقف فشرط واقفہ لکتب الرہن باطل لان الوقف فی ید مستعیرہ
امانۃ فلا یتأتی الایفاء والاستیفاء بالرہن بہ بحر اور نہ ہبہ کرنا غلام مدبر کا جائز ہوگا نہ اوسکا رہن رکھنا جیسے وقف کا رہن جائز نہیں تو کتابوں
کے وقف کرنیوالے کو رہن کا شرط کرنا باطل ہے یعنی وقف کرنیوالا شرط کرے کہ مکان یا مسجد ہو وقف کی کتابیں باہر کوئی نہ لیجاوے جبتک ان کے عوض میں کوئی چیز
گرو رکھ نہ جاوے تو یہ شرط باطل ہے اسواسطے کہ وقف کا مال عاریت لینیوالے کے ہاتھ میں بطور امانت کے ہے اور امانت میں بدون تعدی کے ضمان نہیں تو کسی چیز
کے گرو رکھنے سے دین کا ایفا اور استیفا نہیں ہوسکتا کذا فی البحر الرائق صاحب بحر نے اشباہ میں کہا کہ رہن شرعی کا شرط کرنا تو وقف میں جائز نہیں اور رہن
لغوی البتہ جائز ہے یعنی مستعیر کتب سے کوئی چیز رکھ لینا یاد رکھنے کیواسطے کذا فی حاشیۃ المدنی ولا یخرج من الملک الا بالاعتاق والکتابۃ تعجیلا للعتق
وسیتضح فی بابہ اور نہ نکالا جاوے مدبر ملک سے مگر آزاد کر دینے اور مکاتب کر دینے سے تاکہ آزادی اوسکو جلد حاصل ہو جاوے اور باب الکتابۃ
میں کتابت مدبر کے مسائل واضح ہوں گے یعنی جب مولی نے غلام کو مدبر کیا تو اب سواے اعتاق اور کتابت کے کوئی تصرف ایسا اوسکو اپنی ملک سے
نہیں نکال سکتا یہانتک کہ کسی کیواسطے وصیت نہیں کر سکتا اور بدل صلح میں نہیں دے سکتا مانند حر کے والحیلۃ لمرید التدبیر علی وجہ یمکن
بیعہ ان یدبر مقیدا کان مت او انت فی ملکی او ان بقیت بعد موتی فانت حر اور حیلہ اوس شخص کیواسطے جو تدبیر کا ارادہ کرے اسطرح پر کہ اوسکو
بیچ سکے یہ ہے کہ اوسکو مدبر مطلق نہ کرے بلکہ مدبر مقید کرے اسطرح پر کہ اگر میں مروں اور تو میری ملکیت میں ہو تو تو آزاد ہے یا یوں کہے کہ اگر تو میرے مرنے کے بعد باقی رہے
تو تو آزاد ہے ویستخدم المدبر ویستأجر وینکح والامۃ توطأ وتنکح بغیرہا اور مدبر سے خدمت لینا اور مزدوری کرانا اور اوسکا نکاح زبردستی کر دینا
جائز ہے اور مدبرہ لونڈی سے وطی کرنا اور دوسرے مرد سے اوسکا نکاح جبر کر دینا درست ہے والمولی احق بکسبہ وارشہ ومہر المدبرۃ لبقاء ملکہ فی الجملۃ
اور مولی مدبر کی کسب کا اور اوسکے خون بہا کا اور مدبرہ کے مہر کا احق ہے بسبب بقاے ملک مولی کے فی الجملہ اور اگر مدبر کسیکا خون کریگا تو مولی پر اوسکا خون بہا
دینا لازم ہوگا اور بعضے نسخوں میں بجای ارش کے ارث کا لفظ ہے سو غلط ہے اسواسطے کہ مدبر آزاد نہیں مگر بعد موت مولی کے اور مولی کی حیات میں بعلاوہ کہ پاس [illegible] ہے

المدبرة من سیدھا فھی ام ولدہ و بطل التدبیر لانہ من الثلث والاستیلاد من الکل فکان اقوی اور اگر لونڈی مدبرہ اپنے مالک سے لڑکا جنی تو
وہ ام ولد ہوگی اور اسکی تدبیر باطل ہوگئی اسواسطے کہ تدبیر میں عتق ثلث مال سے ہوتا ہے اور استیلاد میں عتق کل مال سے ہوتا ہے تو استیلاد قوی ہوا تدبیر سے اور قوی ضعیف کو توڑتا ہے
ویباع ویوھب ویرھن المدبر المقید کان قال لہ ان مت من سفری او مرضی ھذا او الی عشرین سنۃ مثلا مما یقع غالبا اور مدبر مقید بیچا جاوے
اور ہبہ کیا جاوے اور گرو رکھا جاوے مدبر مقید کی مثال چنانچہ مولی نے غلام سے یوں کہا کہ اگر میں اس سفر سے یا اپنی اس بیماری سے مرجاؤں تو تو آزاد ہے یا اب سے
بیس سال تک مثلا مروں ایسی مدت مذکور کرے جس میں غالبا موت واقع ہوسکے خلاصہ یہ ہے کہ مدبر مقید وہ ہے جسکا عتق فقط موت پر نہو بلکہ موت میں کچھ قید اور صفت
زیادہ لگائی جاوے مثلا اس سفر کی موت یا اس مرض کی موت یا دس برس یا بیس برس تک کی موت مدبر مقید الکائنہ مثل بیع وغیرہ کے اسواسطے جائز ہے
کہ مولی کی موت ان مدتوں میں محتمل ہے یقینی نہیں بخلاف مطلق موت کے کہ وہ بالیقین ہونیوالی ہے او ان مت وغسلت او کفنت یا یہ کہ مولی نے یوں کہا کہ اگر میں مروں
اور غسل پاجاؤں یا یوں کہا کہ اگر میں مروں اور کفنایا جاؤں تو تو آزاد ہے او ان مت او قتلت خلافا لزفر وصححہ الکمال یا مولی نے غلام سے کہا کہ اگر میں مروں یا مقتول
ہوں تو تو آزاد ہے تو یہ غلام ابو یوسف کے نزدیک مدبر مطلق نہیں اسواسطے کہ ایک مرض خاص کی تعلیق نہیں اور موت و قتل مترادف اور متساوی نہیں اسواسطے کہ قتل کو
موت البتہ لازم ہے اور موت کو قتل لازم نہیں تو یہ مدبر مقید ہے بخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک یہ غلام مدبر مطلق ہے اور اسی قول کو ترجیح دی ہے کمال الدین نے فتح القدیر
میں اس تقدیر سے کہ فی الحقیقت تعلیق ہے مطلق موت پر اسواسطے کہ دو حال سے خالی ہونا ممکن نہیں کہ قتل سے موت ہوگی یا بلا قتل پھر بہر صورت موت حاصل ہے
کذا فی منح الغفار او انت حر بعد موتی وموت فلان مالم یمت فلان قبلہ فیصیر مطلقا یا مولی نے یوں کہا کہ تو آزاد ہے میری موت کے بعد اور فلانے
شخص مثلا زید کی موت کے بعد تو یہ غلام مدبر مقید ہے جبتک کہ زید اوس سے پہلے نہ مرے اور اگر زید مولی سے پہلے مرگیا تو یہ غلام مدبر مطلق ہوجاوے گا اسواسطے کہ
اب تعلیق عتق کی فقط مولی کی موت پر منحصر ہوگئی او انت حر بعد موت فلان کما فی الدرر والکنز وردہ فی البحر بما فی المبسوط وغیرہ من انہ لیس
تدبیرا بل تعلیقا حتی لو مات فلان والمولی حی عتق من کل المال ولو مات المولی اولا بطل التعلیق یا مولی نے غلام سے کہا کہ تو حر ہے مثلا زید کی موت کے بعد تو یہ مثال ہے
مدبر مقید کی چنانچہ درر اور کنز میں مذکور ہے اور رد کیا ہے اس قول کو بحر الرائق میں مبسوط وغیرہ کی روایت سے اسطرح کہ یہ قول تدبیر ہی نہیں نہ مطلق نہ مقید بلکہ یہ تعلیق ہے
عتق کی مانند اور تعلیقات کے جیسے قول دار کی تعلیق یعنی اگر زید مثلا مرے اور مولی زندہ رہے تو غلام کل مال سے آزاد ہوگا اور مدبر ہوتا تو مولی کی موت کے بعد آزاد ہوتا اور
ثلث مال سے آزاد ہوتا نہ کل مال سے اور اگر مولی پہلے زید سے مرگیا تو تعلیق باطل ہوگی اور غلام وارثوں کا مملوک ہوگا ویعتق المقید ان وجد الشرط بان مات من
سفرہ او مرضہ ذلک کعتق المدبر من الثلث لوجود الاضافۃ الی الموت اور مدبر مقید آزاد ہوگا اگر شرط عتق کی پائی جاوے گی اسطرح پر کہ مولی اسی
اوسی سفر یا اوسی مرض میں مرگیا یا تنا آزاد ہوتے مدبر مطلق کی ثلث مال سے مدبر مقید آزاد ہوگا بسبب موجود ہونے اضافت الی الموت کے تو بعد موت کے مدبر مطلق اور مدبر مقید کا
حکم برابر ہوگیا قال ان مت من مرضی ھذا فمات منہ فقتل لا یعتق بخلاف ما لو قال فی مرضی ففرق بین من وفی مولی نے کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری سے مرگیا
تو تو آزاد ہے سو مولی کو قتل کر ڈالا کسی نے تو آزاد نہوگا بخلاف اسکے اگر یوں کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری میں مرگیا تو آزاد ہوگا سو فرق کیا گیا ہے درمیان من اور فی کے مجتبی میں اور
اسکا سبب من مرضی اور فی مرضی میں یوں فرق بیان کیا ہے کہ من مفید تعلیل اور سببیت کا ہے تو مطلب ہوا کہ اگر میں اس بیماری کے سبب سے مروں اور قتل دوسرا سبب ہوا اسواسطے بیماری کی
تو شرط عتق کی نہ پائی گئی اور لفظ فی کا مفید ہے ظرفیت کا یعنی موت مرض میں واقع ہو خواہ بیماری سے ہو یا کسی اور سبب سے ولو حم فتحول صداعا او بعکسہ قال محمد ھو مرض
واحد مجتبی اور اگر مولی نے کہا کہ اگر میں اس بیماری سے مروں تو غلام آزاد ہے اور مولی کو تپ کی بیماری تھی سو بدل کر دوسری بیماری ہوگئی یا درد سر تھا سو تپ ہوگئی
تو امام محمد نے کہا کہ تپ اور درد سر ایک ہی بیماری ہے کذا فی المجتبی ہر چند تپ اور درد سر [illegible] باہم مثلا ... ایک بیماری کا حکم
تمام کیا وقیمۃ المدبر المطلق ثلثا قیمتہ قنا بہ یفتی اور قیمت مدبر مطلق کی دو ثلث اوسکی قیمت کی ہے اگر وہ خالص غلام ہوتا

فتوی ہے یعنی اگر مدبر مطلق خالص غلام ہوتا تو اوسکی مثلاً تیس درم قیمت ہوتی تو اب مدبر ہوکے بیس درم قیمت ہوگی والمدبر المقید یقوم قنا در حسن الخانیہ اور مدبر مقید کی قیمت
خالص غلام کی سی قیمت ٹھہرائی جاویگی کذا فی الدر عن الخانیہ فائدہ قیمت ٹھہرانیکا یہ ہے کہ اوسکو موافق سعایت کرے وفیہا عنہا قال لعبدہ انت حر قبل موتی
بشہر فمات بعد شہر عتق من کل مالہ اذ فی المجتبیٰ ولولاہ بیعہ فی الاخر اور در میں خانیہ سے منقول ہے کہ مرد صحیح نے اپنے غلام سے کہا کہ تو آزاد ہے ایک مہینہ پہلے میری موت سے
پہلے پھر وہ مرگیا بعد ایک مہینہ کے تو آزاد ہوگا اوسکے کل مال سے اسواسطے کہ امام اعظم کے نزدیک اوسکا عتق اول مہینے سے متعلق ہوا جبکہ مولی تندرست تھا کذا فی الدر اور مجتبیٰ میں اتنا قول
اور زیادہ کیا ہے کہ اوسکے مولی کو اوسکا بیچنا جائز ہے قول صحیح میں **فرع** مسئلہ محققہ شامیہ کا قال مریض اعتقوا غلامی بعد موتی ان شاء اللہ صح الایصاء
وفی ہو حر بعد موتی ان شاء اللہ لم یصح لان الاول امر والاستثناء فیہ باطل والثانی ایجاب فصح الاستثناء کہا ایک بیمار نے
کہ آزاد کیجیو میرے غلام کو میری موت کے بعد انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح ہے اور ثلث مال سے آزاد کرنا لازم ہوگا اور اس قول میں کہ وہ آزاد ہے میری موت کے بعد
انشاء اللہ تو یہ وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ قول اول بصیغہ امر ہے اور استثنا امر میں باطل ہے اور قول ثانی ایجاب ہے تو استثنا اوسمیں صحیح ہے

باب الاستیلاد

ہو لغۃ طلب الولد من زوجۃ او امۃ وخصہ الفقہاء بالثانی — یہ باب ہے استیلاد کے احکام میں استیلاد لغت عرب میں عبارت ہے خواہش اولاد سے
خواہ زوجہ سے ہو خواہ لونڈی سے اور فقہا نے اوسکو مخصوص کر لیا ہے ثانی سے یعنی اصطلاح فقہ میں لونڈی سے اولاد طلب کرنیکو استیلاد کہتے ہیں اذا ولدت ولو سقطا الامۃ ولو مدبرۃ
من سیدہا ولو باستدخال منیہ فرجہا جبکہ جنی لونڈی اپنے مالک سے اگرچہ بچہ ناتمام پیدا ہوا ہو اور گو کہ لونڈی مدبرہ ہو اور اگرچہ لونڈی نے مالک کا نطفہ اپنی
شرمگاہ میں ڈال لیا ہو اسطرح پر کہ مالک نے محل مخصوص میں جماع نکیا ہو لیکن بعد انزال کے فوراً گرما گرم اوسکا نطفہ لونڈی نے ڈال لیا ہو اور وہ حاملہ ہوگئی ہو اور لڑکا پیدا ہوا ہو تو یہ
لڑکا مالک کا ہوگا اور لونڈی ام ولد ہو جاویگی کذا فی المنح عن المحیط باقرارہ وینبغی ان یشہد لئلا یسترق ولدہ بعد موتہ لونڈی جنی مالک کے اقرار ولد سے
اور مناسب یہ ہے کہ مالک لوگوں کو گواہ کر دے کہ یہ لونڈی میرے لڑکے کی ماں ہے تاکہ وارث اوسکے ولد کو بعد موت مالک کے غلام نہ بنا دیں ولو حبلیٰ ای قولہ حملہا
او ما فی بطنہا منی کما مر فی ثبوت النسب ہذا قضاء واما دیانۃ فیثبت بلا دعوۃ کاستیلاد معتوہ ومجنون ومبرسم اگرچہ اقرار مالک کا
لونڈی کے حاملہ ہونیکے وقت ہو نہ ولادت کے وقت یعنی یوں کہا کہ حمل اس لونڈی کا مجھسے ہے یا جو اوسکے پیٹ میں ہے سو مجھسے ہے اور یہی ثبوت نسب ولد کا
موقوف ہونا مولی کے اقرار پر بنا بر حکم قاضی کے ہے اور دیانتا یعنی فیما بینہ وبین اللہ نسب بدون دعوی کے بھی ثابت ہوگا تو مالک کو نفی ولد کی کرنا جائز نہیں اگر لونڈی سے
جماع کرتا ہو اور شبہ طلب اولاد کو بھی مگر دمہو کذا فی حاشیۃ المدنی جیسے استیلاد مرد مدہوش اور مجنون کا بلا دعوے ثابت ہوتا ہے کذا فی العہد بانیہ یعنی اگر مدہوش یا مجنون کی لونڈی
اوسکے تصرف میں ہوگی اور حمل رہیگی تو وہ لڑکا مولی کا ہوگا بلا اقرار اسواسطے کہ مجنون وغیرہ میں اہلیت دعوۃ کی نہیں او ولدت من زوج ولو فاسدا او وطی بشبہۃ
فولدت فاشتراہا الزوج ای ملکہا کلا او بعضا فہی ام ولدہ من حین الملک یا جنی لونڈی اپنے زوج سے جسکے ساتھ اوسکو مولی نے
نکاح کر دیا تھا اگرچہ نکاح فاسد ہوا ہو یا مانند وطی بالشبہۃ کے پھر وہ لونڈی جنی پھر اوسکو اوسکے زوج مذکور نے خرید کیا یعنی اوسکا مالک ہوا خواہ سب کا ہو یا بعض کا مالک ہوا
یا بعض کا تو یہ لونڈی جو مولی کے اقرار سے جنی یا جسکو اوسکا زوج مالک ہوا ام ولد ہوگی مالک ہونیکے وقت سے یعنی ابتدائی علوق سے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
فلو ملک ولدہا من غیرہ فلہ بیعہ جب ام ولد ہونا لونڈی کا ابتدا ملک سے ہوا تو اگر زوج مشتری اوس لونڈی کے ولد کا جو غیر کے نطفے سے ہے
مالک ہوگا تو اوسکو ولد کے بیچ لینیکا اختیار ہے وکذا لو استولدہا بملک ثم استحقت او لحقت ثم ملکہا وان عتق ام الولد
تتکرر بتکرر الملک کالمحارم بخلاف المدبرۃ اور اسی طرح اگر لونڈی کو ام ولد بنایا بسبب ملک کے پھر وہ لونڈی غیر کی حق ثابت
ہوئی یا مرتدہ ہوکے دار الحرب میں جا ملی پھر شخص اوسکا مالک ہوا تو عتق ام ولد کا دوبارہ ثابت ہوگا بسبب دوبارہ مالک ہونیکے کیونکہ عتق

محارم کا مالک ہوتا ہے مگر ایک مسئلہ میں بخلاف مدبرہ کے کہ اگر یعنی اگر مولی نے اوسکو آزاد کر دیا یا پھر وہ مرتدہ ہو کر دار الحرب میں گئی اور گرفتار ہو کر مملوک ہوئی مولی کی تو اب مدبرہ نہو گی ۱ھ یہ جو شارح
نے کہا کہ عتق ام ولد کا مالک ہوتا ہے مگر ایک مسئلہ میں مراد عتق سے عتق مجازی ہے یعنی ام ولد ہونا اور اسکا حکم ثابت ہو گا اور عتق حقیقی مراد نہیں اسواسطے کہ ام ولد بعد مرنے مولی کے
آزاد ہوتی ہے طحطاوی نے کہا شارح کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو جداگانہ ذکر کرتا اسلیے کہ ارتباط اسکا ماقبل سے مناسب نہیں کذا فی حاشیۃ المدنی والمستولدۃ کالمدبرۃ
وقد مر اور ام ولد کا حکم مدبرہ کے مانند ہے چنانچہ اوسکا بیان ہو چکا یعنی اوسکی بیع اور ہبہ اور رہن جائز نہیں الا فی ثلثۃ عشر مذکورۃ فی فروق
الاشباہ والبیع الفاسد من البحر ام ولد مثل مدبرہ کے ہے مگر تیرہ مسئلوں میں فرق ہے جنکا ذکر اشباہ کے فرقوں کی بحث میں اور بحر الرائق کے
باب بیع فاسد میں صحیح ہے اور ہمین سے ماتن اور شارح نے چار صورتوں کو مذکور کیا منہا انہا تعتق بموتہ من کل مالہ والمدبرۃ من ثلثہ من غیر سعایۃ والمدبرۃ
تسعی اون تیرہ مسئلوں میں سے ایک یہ ہے کہ ام ولد مولی کی موت سے اوسکے تمام مال سے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ ثلث مال سے آزاد ہوتی ہے اور ام ولد بدون
سعایت کے آزاد ہوتی ہے اور مدبرہ سعایت کر کے آزاد ہوتی ہے ۱ھ ام ولد بعد موت مولی کے کل مال سے آزاد ہو جاتی ہے اوسکی بیع جائز نہیں اور سعایت اوس پر
لازم نہیں اگرچہ مولی قرضدار مرا ہو اور یہی مذہب ہے جمہور صحابہ اور تابعین اور فقہاء معتبرین کا مگر بشر مریسی اور داؤد ظاہری جمہور کے مخالف اسمیں قائل ہیں
سو [illegible] اعتماد کے نہیں کذا فی فتح القدیر ولو قضی بجواز بیعہا لم ینفذ اور اگر قاضی غیر حنفی ام ولد کی جواز بیع کا حکم کرے تو اوسکا حکم جاری نہو گا
نزدیک محمد کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی حاشیۃ المدنی عن الخانیۃ والظہیریۃ بل یتوقف علی قضاء قاض آخر امضاء او ابطالا الا ذخیرۃ وینفذ
فی المدبرۃ کما مر بلکہ جواز بیع کا حکم موقوف ہے کہ دوسرا قاضی کے حکم پر جائز رکھنے میں اور باطل کرنے میں یعنی مجتہدین معتبرین کا اختلاف ہوتا تو قاضی کے
حکم سے رفع اختلاف ہو جاتا اور چونکہ یہ حکم جمہور صحابہ اور فقہا کا مخالف ہے لہذا قاضی کا حکم رافع اختلاف کا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے قاضی کی قضا پر
موقوف ہے اگر دوسرے قاضی غیر حنفی نے اول قاضی کے حکم کو جاری کر دیا تو اب بیع ام ولد کی نافذ ہو گی کسی کو توڑنے سے نہ ٹوٹے گی اور اگر قاضی حنفی نے قاضی اول کا
حکم باطل کر دیا تو اب بالاتفاق اوسکی بیع باطل ہو جاوے گی کذا فی الذخیرہ اور مدبرہ کے جواز بیع میں ایک ہی قاضی کا حکم نافذ ہو گا دوسرے قاضی کے حکم پر موقوف
نہو گا اسواسطے کہ مدبرہ کے جواز بیع میں مجتہدین معتبرین باہم مختلف ہیں چنانچہ امام شافعی جواز کے قائل ہیں وان ولدت بعدہ ولدا ثبت نسبہ بلا دعوۃ
اذا لم یحرم علیہ بنحو نکاح او کتابۃ او وطی ابنہ او المولی امہا فحینئذ لو ولدت لاکثر من ستۃ اشہر لا یثبت الا بدعوۃ لا
فی المزوجۃ فلا یثبت بل یعتق علیہ اور اگر ام ولد ایک لڑکا بعد دوسرا لڑکا جنی تو اوسکا نسب بدون دعوی مولی کے ثابت ہو جاوے گا بشرطیکہ ام ولد بعد لڑکے
اول کے مولی پر حرام نہو گئی ہو کسی وجہ سے مثلاً دوسرے کے ساتھ نکاح کر دینے سے یا مکاتبہ کر دینے سے یا ابن مولی کی وطی سے یا بسبب وطی کرنے مولی کے ام
ولد کی ماں سے تو اسوقت میں اگر ام ولد چھ مہینے یا چھ مہینے سے زیادہ مدت میں جنی تو اوسکے ولد کا نسب مولی سے ثابت نہو گا مگر دعوی نسب سے البتہ نسب ثابت ہو گا
مگر ام ولد منکوحہ کے ولد کا نسب دعوی سے بھی نہ ثابت ہو گا اسلیے کہ اوسکا ولد زوج سے ثابت النسب ہے بلکہ مولی کے دعوی کرنے سے ولد اوسکا مولی پر آزاد ہو جاوے گا بسبب مولی کے
اقرار کے ولو لاقل من ستۃ اشہر ثبت بلا دعوۃ لفساد النکاح لندب الاستبراء لہا قبلہ وقدمناہ فی نکاح الرقیق وثبوت
النسب اور اگر ام ولد ولد ثانی کو بعد عارض ہونے حرمت کے چھ مہینے سے کم مدت میں جنی تو اوسکے ولد کا نسب مولی سے بدون دعوی کے ثابت ہو گا اور صورت نکاح کر دینے کے اوسکا
نکاح فاسد ہو جاوے گا اسواسطے کہ مستحب ہوا استبراء کے لونڈی کے حق میں قبل نکاح کے یعنی مولی پر مستحب ہے کہ جب ام ولد کا نکاح کر دینے کا ارادہ کرے تو قبل تزویج کے
ایک حیض سے استبرا کرے اور پھر نکاح کر دے کذا فی البحر شارح کہتا ہے اور ہم نے استبراء کے استحباب کو غلام کے نکاح اور ثبوت نسب میں اول بیان
کر دیا ہے لکنہ ینتفی بنفیہ من غیر توقف علی لعان لان الفراش اربعۃ ضعیف للامۃ ومتوسط لام الولد وقوی للمنکوحۃ وحکمہا او قوی کما
المنکوحۃ فلا ینتفی الا باللعان واقوی للمعتدۃ فلا ینتفی اصلا لعدم اللعان ہر چند ام ولد کے ولد ثانی کا ثبوت نسب بدون [illegible] مولی پر موقوف

نہیں لیکن اوسکا نسب مولی کی نفی کرنے سے نفی ہوجاتا ہے بلا توقف کے لعان پر یعنی بدون لعان کے مجرد نفی کرنے سے نفی ہوجاتا ہے اسواسطے کہ فراش چار قسم پر ہے ایک فراش ضعیف لونڈی کا
کہ بدون اقرار مولی کے اوسکا ولد ثابت النسب نہیں ہوتا دوسرا فراش متوسط نہ ضعیف نہ قوی ام ولد کا اور اوسکا حکم معلوم ہوا کہ اوسکا ولد بدون اقرار مولی کے بھی ثابت النسب ہے
لیکن نفی کرنے سے نفی ہوجاتا ہے تیسرا فراش قوی منکوحہ کا کہ اوسکے ولد کا نسب اقرار پر موقوف نہیں اور اوسکا نسب نفی نہیں ہوسکتا بدون لعان کے اور چوتھا فراش قوی تر معتدہ کا
کہ اوسکے ولد کا نسب کسیطرح نفی نہیں ہوسکتا بسبب نہ ہونے لعان کے اور لعان اسواسطے نہیں ہوسکتا کہ زوجیت قائم نہیں الا اذا قضی به قاض غیر حنفی یری ذلک فیلزمه
بالقضاء ام ولد کے ولد کا نسب نفی نہیں ہوتا ہے مولی کی نفی سے مگر جب حنفی مذہب کے سوا اور کسی مذہب کا قاضی جسکے مذہب میں نفی کرنے سے نفی نہیں ہوتا وہ حکم
کرے عدم نفی کا تو حنفی مذہب پر لازم ہوجاویگا ثبوت نسب کا بسبب قضا کے او تطاول الزمان وهو ساکت کما مر فی اللعان لانه دلیل الرضاء بحسب
فلا یکتفی بنفیه فی هاتین الصورتین یا مدت دراز گذر گئی اور مولی ساکت رہا نفی کرنے سے چنانچہ اسکا ذکر باب اللعان میں گذر گیا اسواسطے کہ سکوت مدت دراز تک
دلیل ہے رضامندی کی تو اب اوسکی نفی کرنے سے ان دونوں صورتوں میں اوسکا نسب نفی نہوگا اذا اسلمت ام ولد الذمی یعنی الکافر او مدبرته سعت
عرض علیه الاسلام جب مسلمان ہوگئی ام ولد ذمی کی یعنی کافر کی تا کہ ذمی اور مستامن دونوں کو حکم شامل ہے یا مدبرہ ذمی یا مستامن کی مسلمان
ہوئی کذا ذکرہ مسکین تو کافر پر اسلام عرض کیا جاوے اسواسطے کہ مسلمہ کا کافر کے تحت میں رہنا جائز نہیں فان اسلم فهی له تو اگر ذمی یا مستامن نے
اسلام قبول کیا تو ام ولد یا مدبرہ جیسی تھی ویسی ہی اوسکی رہی والا سعت نظرا للجانبین لان خصومة الذمی والدابة یوم القیمة اشد من خصومة المسلم
اور اگر ذمی نے اسلام سے انکار کیا تو ام ولد اور مدبرہ اوسکے واسطے سعایت کرے بلحاظ دونوں جانبوں کے ام ولد کی جانب میں سعایت میں یہ رعایت ہوگی کہ وہ ذلت سے بھی
آزاد ہوگئی اور ذمی کی جانب میں سعایت میں یہ رعایت ہوئی کہ مال ملنے سے اوسکا ضرر دفع ہوا ذمی کا حق شرع میں اسواسطے باطل نہوا کہ خصومت ذمی اور جانور کی
قیامت کے دن سخت تر ہے مسلم کی خصومت سے اسواسطے کہ اگر مسلم دوسرے مسلم پر ظلم کریگا تو قیامت میں امید ہے کہ مسلم مظلوم عفو کرے یا ظالم کی حسنات مظلوم کو عوض
میں ملیں یا مظلوم کا وبال ظالم مسلم پر ڈالا جاوے بخلاف ذمی مظلوم کے کہ اوس سے توقع عفو کی نہیں اور حسنات مسلم ظالم کی ذمی کو نہیں مل سکتی اسواسطے کہ
وہ لائق ثواب کے نہیں اور کافر کا وبال مسلم ظالم پر ڈالنا اسمیں تامل ہے پھر جب ذمی کی حق تلفی کا سوا اونسکا تو رہائی سخت مشکل ہے اور اسیطرح جانور بے زبان پر
ظلم کرنا سخت اندیشناک ہے کذا فی حاشیة المدنی اللهم انا نعوذ بک من ظلم عبادک اجمعین وثلث قیمتها قنة وعتقت بعد ادائها ای القیمة التی قدرها
القاضی ام ولد سعایت کرے اپنی ثلث قیمت میں خالص لونڈی ہونے کی حالت کی قیمت یعنی اگر ام ولد مفروض خالص لونڈی ہوتی تو مثلا اوسکی قیمت تیس درم
ہوتے تو دس درم کا کمانا دینا اوسپر لازم ہے اور آزاد ہوجاویگی بعد ادا کرنے اوس قیمت کے جسکو قاضی نے مقرر کر دیا ہے هم ثلث قیمت کی سعایت فانه لبیان
میں مذکور ہے کذا فی منح الغفار وهی مکاتبة فی حال سعایتها الا فی صورتین بلا رد الی الرق لو عجزت اذ لو ردت لاعیدت ورده
یعنی ذمی کی ام ولد مانند مکاتبہ کے ہے سعایت کی حالت میں مگر دو صورتوں میں مکاتبہ کے برابر نہیں پہلی صورت یہ کہ اگر وہ عاجز ہو ادا سے قیمت سے
تو رقیت کیطرف نہ پھیری جاویگی بخلاف مکاتبہ کے اسواسطے کہ اگر ام ولد رقیت کیطرف پھیری جاویگی تو کافر کی ملکیت پھر اوسپر ثابت ہوگی تو مسلمہ کو
ذلت لازم آویگی اور حالانکہ ثمرہ عاریہ جائز نہیں ولو مات قبل سعایتها ولها ولد ولدته فی سعایتها سعی فیما علیها والا عتقت مجانا لانها ام ولد دوسری
صورت یہ کہ اگر مولی مرگیا قبل سعایت ام ولد کے اور حالانکہ اوسکا ایک لڑکا ہے جسکو سعایت کی مدت میں جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کرے
اور اگر لڑکا نہو تو وہ مفت آزاد ہوگی اسواسطے کہ وہ ام ولد ہے اور ام ولد بعد موت مولی کے بلا سعایت آزاد ہوتی ہے هم سعایت ولد کی قیمت میں دو صورت ہے ام ولد
کی موت میں ہے نہ اوسکے مولی کی موت میں تو شارح کو مناسب تھا کہ مصنف کے کلام سے پہلے کلام کو یوں بیان کرتا بعد حکم موت مولی کے ام ولد کی موت کا
حکم جدا بیان کرتا چنانچہ در المنتقی کی یوں عبارت ہے ولدت فی سعایتها ومعها ولد ولدته فی سعایتها سعی فیما علیها یعنی اگر ام ولد کا

حق تلفی ذمی کی سخت تر ہے

مسئلہ

مولی مرگیا تو وہ بلا سعایت مفت آزاد ہوگئی یا اور اگر بعد قبول سعایت کے مرگئی یا اور اوسکا ایک لڑکا تھا جسکو سعایت کی حالت میں جنی تو وہ اپنی ماں کی قیمت میں سعایت کریگا بخلاف مکاتبہ کے اگر اوسکا مولی مریگا تو وہ مفت نہ آزاد ہوگی بلکہ بعد اوسکے وارثون کیواسطے سعایت کریگی کذا فی حاشیۃ المدنی وکذا الحکم الذی یوفی فیسعی فی ثلثی قیمتہ اور اسیطرح ہر حکم مدبر کا یعنی اگر ذمی اور مستامن کا مدبر مسلمان ہو جاوے اور اوسکا مولی مسلمان ہونیسے انکار کرے تو مدبر اپنی دو ثلث قیمت میں سعایت کریگا یعنی جو خالص غلام کی قیمت ہو اوسکے دو ثلث مین سعایت کریگا کذا فی حاشیۃ المدنی ولو اسلم قن الذمی عرض الاسلام علیہ فان اسلم فیہا والا امر یبیعہ تخلصا من ید الکافر ذکرہ مسکین اور اگر ذمی کا خالص غلام مسلمان ہوگیا تو ذمی پر اسلام عرض کیا جاوے سو اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو خوب بات ہے وہ اوسکا غلام بنا رہیگا جیسا کہ سابق میں تھا اور اگر اوسنے اسلام سے انکار کیا تو غلام کی بیچ ڈالنے کا حکم کیا جاویگا تاکہ مسلمان کافر کے ہاتھ سے نجات پاوے کذا ذکرہ مسکین فی شرح الکنز فان ادعی ولد امۃ مشترکۃ ولو مع ابنہ ثبت نسبہ منہ ولو کافرا او مریضا او مکاتبا لکنہ ان تجز فلہ بیعہا وہی ام ولدہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا مشترک لونڈی کے ولد کا اگرچہ شریک اپنے بیٹے کے ساتھ ہو تو ثابت ہوگا نسب اوس لڑکے کا اوس مدعی سے اگرچہ مدعی کافر ہو یا مریض مرض الموت ہو یا مکاتب ہو لیکن مکاتب اگر ادای بدل کتابت سے عاجز ہو تو اوسکو بیچنا لونڈی کا جائز ہے اور وہ لونڈی مشترک ام ولد مدعی کی ہو وضمن یوم العلوق نصف قیمتہا ونصف عقرہا ولو معسرا لا قیمۃ ولدہا لانہ علق حرا الاصل اور ضمان دیگا مدعی نطفہ ٹھہرنے کے دن اپنے شریک کو لونڈی کی نصف قیمت کا اور اوسکے نصف مہر مثل کا اگرچہ مدعی مفلس ہو اسواسطے کہ یہ ضمان ہے تملک کا نہ ضمان عتق کا اور نہ ضامن ہوگا ولد کی قیمت کا اسواسطے کہ ولد حر اصلی ہے کیونکہ وقت علوق سے ثابت النسب ہے اور لونڈی کی قیمت کا ضمان لازم ہوا تو حدوث ولد کا ملک مدعی مین ہوا نہ شریک کی ملک میں اور اگر مدعی باپ ہو اپنے شریک کا تو ضمان اوس پر لازم ہوگا اسواسطے کہ باپ کا حق ہے بیٹے کے مال میں فان ادعیاہ معا او جہل السابق وقد استویا وقت الدعوۃ لا العلوق فی الاوصاف فہو ابنہما اور اگر مشترک لونڈی کے ولد کا دونون شریکون نے زمانہ واحد مین ساتھ ہی دعوی کیا یا ایک نے اول دعوی کیا اور دوسرے نے بعد چند ساعت یا چند روز کے دعوی کیا لیکن بالفعل معلوم نہیں کہ کسنے پہلے دعوی کیا تھا اور حال یہ کہ وہ دونون اسلام وغیرہ اوصاف آئندہ مین برابر ہین دعوی کرنے کے وقت نہ نطفہ رہنے کے وقت تو وہ لڑکا دونون کا بیٹا ہے مطلب یہ نہیں کہ وہ لڑکا دونون کے نطفہ سے پیدا ہوا اسواسطے کہ یہ مقصود نہیں بلکہ جب دونون مالکون نے برابر دعوی کیا اور دونون جمیع اوصاف مرجحہ مین مساوی ہین تو ترجیح ایک کی دوسرے پر نہیں ہو سکتی لہذا ولد کو دونون کا بیٹا قرار دیا اور امام شافعی کے نزدیک اس صورت مین قیافہ شناس کا قول معتبر ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ قیافہ شناسی حجت شرعی نہیں کیونکہ قیافہ شناسی کی فقط شکل پر بنا ہے اور اگر قیافہ حجت ہوتا تو لعان میں اوسی کی طرف رجوع کیجاتی اور نفی ولد کی جہل سے کاہے کو ہوتی لہذا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسکا اعتبار نہ کیا اور قاضی شریح کو لکھ بھیجا کہ دونون شریکون نے تلبیس کی لہذا اوسکے مناسب حکم بھی دیا گیا اور اگر حال بیان کرتے تو حکم بھی صاف ہوتا اور یہ حکم بحضور صحابہ بلا نکیر صادر ہوا لائق حجت کے ہوا اور یہی مذہب ہے علی مرتضی رض اور ابن عباس رض اور زید بن ثابت رض کا رضی اللہ عنہم کذا فی منح الغفار فلو لم یستویا قدم من العلوق فی ملکہ ولو بنکاح پھر اگر دونون شریک برابر نہون زمانہ مالکیت میں یعنی ایک زمانہ سابق میں مالک ہوا ہو لونڈی کا اور دوسرا بعد اوسکے تو وہ شریک مقدم ہوگا جسکی ملک میں نطفہ رہا اگرچہ تقدم ملک کا بسبب نکاح کے ہو فتح القدیر میں ہے کہ جب لونڈی حاملہ ہوئی ایک کی ملک میں پھر مالک نے نصف لونڈی دوسرے کے ہاتھ بیچی پھر وہ پورے چھ مہینے میں بعد اس بیع کے جنی یا دونون شریکون نے ولد کے نسب کا دعوی کیا تو مالک اول مقدم ہے اسواسطے کہ نطفہ اوسی کی ملک میں رہا محشی مدنی نے کہا کہ مناسب یون کہنا تھا کہ بعد بیع کے چھ مہینے سے کم میں جنی تاکہ مالک اول کی خالص ملک میں علوق ثابت ہوا اور اگر پورے چھ مہینے میں جنی گی تو دونون کی ملک میں علوق کا احتمال ہے کما لا یخفی اور اگر ایک شخص نے لونڈی سے نکاح کیا پھر اوسنے اور دوسرے شخص نے لونڈی کو مول لیا پھر وہ چھ مہینے سے کم مدت میں جنی بعد خریدنے کے پھر دونون نے اوسکے ولد کا دعوی کیا تو یہ لونڈی نکاح کرنیوالے کی ام ولد ہوگی کذا فی فتح القدیر واب ومسلم وحر وذمی وکتابی اولی من ابن وذمی وعبد

ذمی ثم المجوسی بیٹے اور باپ اور مسلم اور آزاد اور ذمی اور کتابی مقدم ہیں بیٹا اور ذمی اور غلام اور مرتد اور مجوسی پر یعنی یہ لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر باپ اور بیٹا ایک لونڈی میں شریک ہوں
اور لونڈی کے ولد کا دونوں ساتھ ہی دعوی کریں تو باپ کا دعوی مقدم اور اولی ہے بیٹے پر اور اسیطرح مسلم مقدم ہے ذمی پر اور آزاد مقدم ہے غلام پر اور ذمی مقدم ہے مرتد پر اور کتابی مقدم
ہے مجوسی پر شارح نے تقدیم ذمی کا مرتد پر بحر الرائق اور نہر الفائق اور شرح حموی کی تقلید سے نقل کیا لیکن یہ مخالف ہے زیلعی اور فتح القدیر کے زیلعی کی یہ عبارت ہے المرتد اولی من
الذمی اور فتح القدیر کی یہ عبارت ہے لو کانت الدعوۃ بین ذمی ومرتد فالولد للمرتد لانہ اقرب الی الاسلام مفتی ابو السعود ذکر کیا کہ تقدیم ذمی کا مرتد پر سبقت قلم ہے کذا فی حاشیۃ المدنی
ثم لا یلحقہ نسبہ ولد ثان بلا دعوۃ الحرمۃ الوطی کا کیونکہ ثابت ہوگا دوسرے ولد کا نسب بدون دعوی کے جمیع صورتوں میں جو مذکور ہوئیں بسبب حرام ہونے
وطی ام ولد مشترک کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا کہ ولد ثانی ام ولد کا بلا دعوت اوسوقت میں ثابت النسب ہوتا ہے جب کہ ام ولد مولی پر حرام نہ ہوگئی ہو بخلاف صورت مذکورہ
کے وہی ام ولدھما ان جاءت فی ملکھما اور یہ لونڈی مشترک جسکے ولد کا دونوں متساوی شریکوں نے ساتھ ہی دعوی کیا دونوں کی ام ولد ہے اگر اوسکے
وہ دونوں کی ملک میں حاملہ ہوئی ہو اسطرح کہ دونوں کی خرید کے بعد چھ مہینے یا زیادہ مدت میں جنی ہو خرید کے دن سے لا لو اشتریاہا حبلی لانہا دعوۃ
عتق فوکلا فالتعمما ویادعاء احدھما یضمن نصف قیمۃ الولد لا العقر اور اسطرح ام ولد نہ ہوگی اگر لونڈی کو دونوں مالکوں نے حاملہ خرید کیا اور
وہ خرید کے دن سے اقل مدت حمل سے کم مدت میں جنی پھر دونوں نے دعوی کیا ولد کے نسب کا تو وہ لونڈی ام ولد نہ ہوگی اس دعوی سے اسواسطے کہ فی الحقیقت یہ دعوی
عتق کا ہے نہ استیلاد کا اسلیے کہ شرط استیلاد کی یہ ہے کہ علوق ولد کا ملک میں ہو سو یہاں قبل ملک کے علوق حاصل تھا پھر جب یہ دعوی عتق ولد کا ہوا تو ولد کی ولا
دونوں شریکوں کیواسطے ہوگی اور اگر ایک شریک ولد کا دعوی کرے گا تو ولد کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا اور لونڈی کا نصف مہر دینا اوس شریک کو لازم نہ آوے گا
اسواسطے کہ دعوی استیلاد کا نہیں وعلی کل نصف عقرھا وتقاصا اور جس صورت میں کہ دونوں شریکوں کی وہ لونڈی ام ولد ہوئی تو ہر شریک پر نصف مہر لونڈی کا
لازم ہوگا ہر حصہ دوسرے شریک کے اس شریک پر اوس شریک کو نصف مہر دینا چاہیئے اور اوسیطرح اسکو اور دونوں باہم اپنے حق کو مجرا کر لیں نہ کوئی دے نہ کوئی لے
اگر کوئی کہے کہ جب دونوں حساب میں برابر ہو گئے تو ایجاب مہر کا کیا فائدہ ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ اگر ایک شریک اپنا حق معاف کر دے تو دوسرے کا حق باقی رہیگا
اور اگر ایک کا حصہ درم پر ٹھہرا اور دوسرے کا دینار پر تو اسکو درم دینا اور دینار لینا جائز ہوگا کذا فی فتح القدیر الا اذا کان نصیب احدھما اکثر فیاخذ منہ الزیادۃ
لان المھر یتقدر بالملک دونوں شریکوں کو نصف نصف مہر کا مجرا کر لینا درست ہے مگر جبکہ ایک شریک کا حصہ ملک کا زیادہ ہو دوسرے کی ملک سے تو دوسرا
شریک اوس سے بقدر زیادتی ملک کے مہر لے مثلاً ایک شریک دو حصہ کا مالک ہو اور دوسرا ایک حصہ کا تو ثلث مہر ایک حصہ والے کو دینا لازم ہوگا اسواسطے کہ حق مہر کا
بقدر ملک کے ہوتا ہے بخلاف البنوۃ والارث والولاء فان ذلک لھما سویۃ وان کان احدھما اکثر نصیبا من الاخر لعدم تجزی
النسب فیکون سویۃ لعدم الاولویۃ یتبعہ الارث والولاء بخلاف فرزندی اور ارث اور ولا کے اسواسطے کہ یہ امور دونوں شریکوں کے واسطے
برابر ہیں اگرچہ ایک شریک کا حصہ زیادہ ہو دوسرے شریک سے سبب عدم قسمت پذیری نسب کے تو نسب دونوں میں برابر ہوگا بسبب عدم اولویت کے یعنی دونوں برابر ہیں
کسی کو تقدم اور رجحان نہیں اور ارث اور ولا نسب کے تابع ہیں جب کہ نسب میں تجزی نہ ہوگی تو ارث اور ولا میں بھی تجزی نہ ہوگی وورث الابن من کل ارث ابن کامل
اور وراثت پاوے گا بیٹا ہر ایک شریک مدعی سے پورے بیٹے کی ارث اسواسطے کہ ہر واحد مقر ہے اوسکی فرزندی کا اور مقر کا اقرار اوسپر حجت ہے وورثا منہ ارث اب
واحد اور اگر ولد مر گیا تو دونوں شریک اوسکے وارث ہونگے ایک باپ کی ارث میں اسواسطے کہ فی الواقع مستحق ارث پدری کا تو ایک ہی شخص ہے لیکن چونکہ
کسی کے بیان ترجیح نہیں لہذا ایک باپ کا حصہ دونوں میں تقسیم ہوگا وکذا الحکم عند الامام لو کثروا ولو نساء ثمانیۃ فی البحر اور جیسا دو شریکوں کا
حکم ہے اوسیطرح اگر زیادہ ہوں دو سے تو اون کا بھی ایسا ہی حکم ہے اگرچہ دعوی کرنے والیاں ولد کی عورتیں ہوں اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے
ھم پورا بیان بحر الرائق میں اسطرح ہے کہ اگر دو شریکوں سے زیادہ مدعی ہوں ولد کے تو امام اعظم کے نزدیک مدعیوں سے اوسکا نسب ثابت ہوگا اگرچہ

وہ کہتے ہیں امام ابو یوسف کی کتاب کردو عورتوں سے زیادہ میں نسب ثابت ہوگا اور محمد کے نزدیک تین سے زیادہ میں نسب ثابت ہوگا اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر ایک ولد میں دو عورتوں نے تنازع کیا تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونوں کا ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک بلکہ ایک عورت سے ملحق ہوگا اور اگر ایک ولد میں دو مردوں اور دو عورتوں نے تنازع کیا ہر مرد یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے اس عورت سے اور عورت اوسکی تصدیق کرتی ہے تو امام اعظم کے نزدیک وہ لڑکا دونوں مردوں اور دونوں عورتوں کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط دو مردوں کا ہوگا نہ عورتوں کا کذا فی منح الغفار وفیہ لو مات احدهما او اعتقها عتقت بلا شیء قلت فالعتق انما یتجزی فی القنۃ لا فی ام الولد بل یعتق بعضها یعتق کلها اتفاقا مجتبی فلیحفظ اور بحر الرائق میں ہے کہ اگر ایک شریک مرگیا یا ایک نے ام ولد کو آزاد کردیا اپنی زندگی میں تو وہ مفت بلا سعایت آزاد ہو جاوے گی شارح کہتا ہے تو امام اعظم کے نزدیک عتق متجزی نہیں ہوتا مگر خالص لونڈی میں نہ ام ولد میں بلکہ بعض ام ولد کے آزاد ہونے سے کل آزاد ہو جاتی ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ تجزی عتق کا امام کے نزدیک فقط خالص لونڈی میں منحصر ہے اور ام ولد کے عدم تجزی میں اتفاق ہے جاریۃ بین رجلین ولدت فادعاہ احدهما واعتقہ الآخر وخرج الکلامان منهما معا فالدعوۃ اولی لاستنادها للعلوق خانیہ ایک لونڈی مشترک ہے دو مردوں میں سو وہ جنی تو ایک شریک نے اوسکے ولد کا دعوی کیا اور دوسرے شریک نے ولد کو آزاد کردیا اور یہ دونوں کلام دونوں سے ساتھ ہی برابر نکلے تو کلام دعوی نسب کا اولی اور مقدم ہے اواسطے مستند ہونے دعوت کے بوقت علوق ولد کذا فی الخانیہ یعنی دعوی نسب کا وقت علوق سے متعلق ہوگا بخلاف اعتاق کہ وہ بالفعل سے متعلق ہے تو گویا آزاد کیا فی الحال اور غیر کے ولد کو آزاد کیا اور یہ صحیح نہیں کذا فی المنح ادعی ولد امۃ مکاتبہ وصدقہ المکاتب لزم النسب بتصادقهما الا ان تکون الجاریۃ الاجنبیۃ اما ولد مکاتبۃ فلا یشترط تصدیقها کما سیجیء دعوی کیا مولی نے اپنے مکاتب کی لونڈی کے ولد کا اور تصدیق کی مکاتب نے اوسکی تو مولی کو نسب ولد کا لازم ہوگا دونوں کے تصادق سے چنانچہ نسب ثابت ہوتا ہے جاریہ اجنبی کے ولد کے دعوی سے اور اجنبی کی تصدیق سے اور مولی اپنی مکاتبہ لونڈی کے ولد کا دعوی کرے گا تو ثبوت نسب میں مکاتبہ کی تصدیق شرط نہیں چنانچہ کتاب المکاتب میں مذکور ہوگا ولزم المدعی العقر وقیمۃ الولد یوم الولد اور لازم ہوگا مولی مدعی پر مہر لونڈی کا اور قیمت ولد کے پیدائش کے دن کی وسقط الحد عنہ للشبهۃ اور ساقط ہوگی حد مولی سے بسبب شبہ حاصل کے ولم تصر ام ولد لعدم ملکہ اور لونڈی مکاتب کی مولی کی ام ولد نہ ہوگی اسواسطے کہ اوسکی ملک نہیں وان کذبہ المکاتب لم یثبت النسب لحجرہ علی نفسہ بالعقد اور اگر مکاتب نے مولی کی تکذیب کی دعوی ولد میں تو نسب ولد کا ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ مولی نے اپنی ذات کو باز رکھا تصرف سے بسبب عقد کتابت کے یعنی جب غلام کو مکاتب کیا تو اوسکے کسب سے مولی کا تصرف کرنا جائز نہ رہا تو بدون تصدیق مکاتب کے دعوی مولی کا مسموع نہیں ولدت منہ جاریۃ غیرہ وقال احلها لی مولاها والولد ولدی فصدقہ المولی فی الاحلال وکذبہ فی النسب لم یثبت نسبہ غیر کی لونڈی ایک شخص کے نطفے سے جنی اور اوسنے دعوی کیا کہ لونڈی کے مولی نے اوسکو مجھ پر حلال کردیا اور اوسکا ولد میرا ولد ہے اور تصدیق کی مدعی کی مولی نے احلال میں اور تکذیب کی اوسکی نسب میں تو نسب نہ ثابت ہوگا احلال سے مراد احلال بالتزویج ہے نہ احلال بالملک اسواسطے کہ لونڈی کی مالک ہونیکا حکم بعد اسکے مذکور ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فان صدقہ فیهما جمیعا یثبت والا لا قال وقول الزیلعی ولو صدقہ فی الولد یثبت ای مع تصدیقہ فی الاحلال فلا مخالفۃ کما لا یخفی سو اگر مولی نے تصدیق کی مدعی کی سب دونوں امروں میں یعنی احلال اور نسب میں تو نسب ولد کا ثابت ہوگا اور اگر دونوں امر کی یا ایک امر کی تصدیق نکی تو نسب ثابت نہوگا کذا فی الخانیہ والدرر اور یہ قول زیلعی کا کہ اگر مولی مدعی کی ولد میں تصدیق کرے تو نسب ثابت ہوتا ہے یعنی تصدیق ولد کے ساتھ تصدیق احلال کی تو ثبوت نسب کی ہے نہ فقط تصدیق ولد کی تو کچھ مخالفت نہیں زیلعی اور خانیہ کے کلام میں چنانچہ مخفی نہیں اسواسطے کہ مسئلہ مفروض ہے تصدیق فی الاحلال میں کذا فی المنح ولو ملکها او ملکہ بعد تکذیب ای المولی ولو مکاتبہ یوما من الدهر یثبت النسب لتصیر ام ولدہ اذا ملکها لبقاء اقرارہ اور اگر مدعی مالک ہوا لونڈی کا یا مالک ہوا اوسکے ولد کا کسی دن بعد تکذیب مولی کے اگرچہ مالک لونڈی کا مدعی کا مکاتب ہو تو نسب ثابت ہوگا اور صورت مالک ولد کی اور لونڈی

اوسکی ام ولد ہوگی جبکہ اوسکا مالک ہوگا واسطے باقی رہنے اقرار مدعی کے ولو استولد جاریۃ احد ابویہ او جدہ او امرأتہ وقال ظننت حلہا لی فلا حد للشبہۃ ولا نسب الا ان یصدقہ فیہما اور اگر کسی شخص نے استیلاد کیا اپنے باپ یا ماں کی لونڈی سے یا اپنے دادا یا اپنی زوجہ کی لونڈی سے اور کہا اوسنے کہ مینے اوس لونڈی کی حلت اپنے واسطے گمان کی تھی تو اوس سے حد لازم نہ آوے گی بسبب شبہ حلت کے اور نسب ولد کا ثابت نہوگا شارح نے کہا مگر اوس وقت نسب ثابت ہوگا جبکہ جاریہ کا مولی دونوں امرین اوسکی تصدیق کرے ھم ضمیرہا کی مرجع مین محشی در المختار کے مخالف ہین شیخ عابد سندی مدنی نے کہا کہ مرجع ضمیرہا کی دو صورتین ہین یعنی جاریہ اصول اور جاریہ زوجہ اور شیخ رحمتی نے کہا کہ مرجع اوسکا ظن حلت اور تصدیق ولد ہے لیکن جمہور محشی اس پر متفق ہین کہ شارح کی عبارت یعنی الا ان یصدقہ فیہما محل زیادتی ہے اسواسطے کہ ظن حلت کی تصدیق سے نسب ثابت نہین ہوتا اور اس عبارت کو مصنف نے منح الغفار مین ذکر نہین کیا اور نہ بحر اور نہر اور زیلعی اور درر مین جسکو شک ہو وہ ان کتابون کیطرف رجوع کرے کذا فی حاشیۃ المدنی وان ملکہ یوما عتق علیہ اور اگر مستولد مالک ولد کا ہوگا کسی دن تو وہ آزاد ہوجاویگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے

وان ملک امہ لا تصیر ام ولدہ لعدم ثبوت نسبہ کذا ذکرہ المصنف تبعا للزیلعی لکنہ نقل ہنا وفی نکاح الرقیق عن الدرر والخانیۃ انہ لو ملکہا یعد تکذیبہ یوما ثبت النسب لبقاء الاقرار فقد بین اگر مستولد ولد کی ماں کا مالک ہوگا تو وہ اوسکی ام ولد ہوگی بسبب ثابت نہونے ولد کے نسب کے ایسا ہی مذکور کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین باتباع زیلعی لیکن مصنف نے یہان اور باب نکاح الرقیق مین درر اور خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر نسب ولد کا مدعی اوسکی ماں کا کسی دن مالک ہوا بعد تکذیب مولی کے تو نسب ولد کا ثابت ہوگا بسبب باقی رہنے اقرار ولدیت کے سو اسکو غور کرو ھم شارح اس لفظ سے کلام مصنف کے تناقض ہونے کا اشارہ کیا کہ ثبوت نسب اور عدم ثبوت مین صریح تناقض ہے شیخ عابد سندی مدنی نے کہا کہ ظاہر کلام مصنف مین تناقض نہین ہے اسلیے کہ یہان دو مسئلے مذکور ہین ایک یہ کہ مستولد نے جاریہ غیر کو ولد مین کہا کہ مولی نے اپنی جاریہ مجھپر حلال کردی تھی اور دوسرا مسئلہ یہ کہ جاریہ اصول مین ظن حلت کا دعوی کیا تو مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین درر اور خانیہ سے ثبوت نسب کا بعد ملک کے پہلے مسئلہ مین مذکور کیا یعنی مسئلہ دعوی احلال مین اور دوسرے مسئلہ مین یعنی ادعاء ظن حلت مین عدم ثبوت نسب کا اور دوسرے مسئلہ مین مذکور کیا ہے تو تناقض ثابت نہوا اور منح الغفار مین فی الواقع ایسا ہی مذکور ہے جیسا کہ محشی نے کہا واللہ اعلم نعم فی الخانیۃ زنی بامۃ فولدت فملکہا لم تصر ام ولد له وان ملک الولد عتق ہان خانیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص نے زنا کیا لونڈی سے پھر وہ جنی پھر زانی اوسکا مالک ہوا تو وہ لونڈی اوسکی ام ولد نہوگی اور اگر ولد کا مالک ہوگا تو وہ آزاد ہوجاویگا اھ اس سے زیلعی کے کلام کی تائید ثبوت ہوئی وفی الاشباہ لو ملک اختہ لامہ من الزنا عتقت ولو اختہ لابیہ لا اور اشباہ مین ہے کہ اگر کوئی اپنی مادری بہن کا وارث ہو جو زنا سے پیدا ہوئی ہو تو وہ آزاد ہو جاویگی اسواسطے کہ مالک ذی محرم کا ایک پیٹ سے پیدا ہین اور اگر مالک ہوا اپنی سوتیلی بہن کا جو زنا سے ہے تو وہ لونڈی اسکی آزاد نہوگی اسلیے کہ بھائی کا رشتہ بہن سے جو واسطے باپ کے ہے اور زنا لائکہ نسب ولد کا زانی سے شرعا منقطع ہے تو اوسکا بہن ہونا ثابت ہوا لہذا آزاد نہوگی اور چونکہ زنا سے نسب کا انقطاع نہین تو اوسکا بہن ہونا ثابت ہوا اسلیے مالک ہونے سے عتق ثابت ہوگا کذا فی حاشیۃ المدنی عن الحموی

فروع مسائل متفرقہ شارح کہا اراد وطی امتہ ولا تصیر ام ولدہ یملکہا لطفلہ ثم یتزوجہا ارادہ کیا ایک شخص نے اپنی لونڈی کی وطی کا اور چاہا کہ وہ ام ولد نہو اور اولاد بھی مجھسے نہو تو اپنے طفل صغیر کو اوسکا مالک کر دے پھر لونڈی سے نکاح کرلے تو اوسکی اولاد آزاد ہوگی اور وہ لونڈی بھی بیٹے کی بطفل صغیر کہ مالک کرنا فائدہ تھا کہ اوسکو نکاح کرلینے کا اختیار رہا ہے اقر بانہ وصیۃ ما فی ید ہذہ الامۃ لولدہ اوحبل تعتق من الکل والا فمن الثلث وما فی یدہا للمولی الا اذا اوصی لہا بہ نعم فی المجتبی یستحسن ان یترک لہا ملحفۃ وقمیص ومقنعۃ ولا شیء للمدبرۃ اقرار کیا مولی نے اپنی بیماری مین لونڈی کے ام ولد ہونے کا اگر اوس وقت لونڈی کا ولد ہو یا اوسکا حمل ظاہر ہو تو وہ کل مال سے آزاد ہوگی بعد موت کے اور اگر ولد اور حمل نہو تو ثلث مال سے آزاد ہوگی اور جو اوسکے پاس مال ہوگا وہ مولی کا ہوگا یعنی وارث اوسکے مالک ہونگے مگر اوس وقت وارث نہونگے جب کہ مولی نے اوس مال کی ام ولد کے واسطے وصیت کردی ہو ہان مجتبی مین یون ہے کہ محمد نے مستحسن کہا ہے اسکو کہ اوس مال سے ام ولد کے واسطے چادر اور کرتی اور مقنع چھوڑ دیا جاوے اور مدبرہ لونڈی کے واسطے کپڑے دینے کو مستحب نہین کہا واللہ اعلم وہو

العلی العظیم الموصلی الکریم

کتاب الایمان

یہ کتاب ہے ایمان کے احکام میں ایمان بالفتح جمع ہے یمین کی مناسبتہ عدم تاثیر الہزل والاکراہ وقدم الاعتاق لمشارکتہ للطلاق فی الاسقاط والسرایۃ
مناسبت کتاب الایمان کی کتاب الاعتاق سے عدم تاثیر ہے ہزل اور اکراہ کی یعنی جیسے ہزل اور اکراہ اعتاق کا باطل نہیں ویسے ہی یمین کا باطل نہیں اسواسطے دونون بابون کا متصل ہونا
مناسب ہوا اور مصنف نے اعتاق کو یمین پر مقدم کیا واسطے مشارکت ہونے اعتاق کے ساتھ طلاق کے اسقاط اور سرایت میں یعنی جیسے طلاق عبارت ہے اسقاط نکاح سے ویسے ہی اعتاق
عبارت ہے اسقاط مملوکیت سے اور جیسے نصف یا ربع طلاق مطلقہ کے کل بدن میں ساری ہوتی ہے یعنی پھیل جاتی ہے ویسے ہی نصف یا ربع اعتاق مملوک کے کل بدن میں پھیل جاتا ہے
بقول صاحبین بسبب عدم تجزی کے اور بقول امام چونکہ اعتاق تجزی ہے تو طلاق اور عتاق سرایت میں مشترک نہیں کذا فی الطحطاوی تو جب طلاق اور اعتاق مشترک
ہوئے اپنے تمام معنی میں یعنی اسقاط میں اور اپنے لازم شرعی میں یعنی سرایت میں لہذا طلاق کے بعد اعتاق کا ذکر کرنا مناسب ہوا کذا فی النہر الفائق الیمین لغۃ
القوۃ یمین لغت عرب میں بمعنی قوت کے ہے ھ ہر چند لفظ یمین کا قوت اور ہاتھ اور قسم میں مشترک ہے لیکن شارح نے فقط قوت کے معنے اسواسطے مذکور کیے کہ قوت مناسب تر
ہے معنی شرعی یمین سے و مرتبط ہیں مذکور ہے کہ حلف کو یمین اسواسطے کہا کہ قسم کھانیوالا بسبب حلف کے قوت حاصل کرتا ہے فعل یا ترک پر یا حلف کو یمین اسوجہ سے کہا کہ عرب
ہاتھ پکڑ کے قسم کھاتے تھے وشرعا عبارۃ عن عقد قوی بہ عزم الحالف علی الفعل والترک فدخل التعلیق فانہ یمین شرعا الا فی خمس مذکورۃ
فی الاشباہ فلو حلف لا یحلف حنث بطلاق وعتاق اور اصطلاح شرع میں یمین عبارت ہے اوس عقد سے جس سے قوی ہو جاوے ارادہ والعزم یعنی قسم
کھانیوالے کا کسی فعل کے کرنے یا چھوڑنے پر اس تعریف میں تعلیق داخل ہو گئی اسواسطے کہ تعلیق بھی یمین ہے شرع میں اسواسطے کہ تعلیق سے بھی فعل یا ترک کا عزم قوی ہو جاتا ہے مگر
پانچ چیزون میں تعلیق یمین نہیں جنکی تفصیل اشباہ میں مذکور ہے جب تعلیق یمین میں داخل ہوئی تو اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ قسم نکھاوے گا تو طلاق اور عتاق کی تعلیق
کرنے سے حانث ہو گا ھ مصنف نے تعریف یمین کی باتباع صاحب تبیین کنز اور صاحب کفایہ کے کی اور شرح نقایہ میں یون تعریف کی ہے کہ یمین عبارت ہے تقویت خبر سے بذکر
نام خدا یا تعلیق خلاصہ اشباہ یہ ہے جو قسم کھائی کہ قسم نکھاوے گا تو تعلیق سے حانث ہو گا مگر چند مسائل میں افعال قلوب کی تعلیق سے یا حیض آنے کی تعلیق سے اور اس صورت
میں جسکی عبارت اسطرح ہے یا تعلیق معلق کرے سو یا پون کسی میں اس غلام سے کہ اگر تو ادا کرے گا تو تو آزاد ہے اور اگر نہ کر سکے گا تو غلام ہے یا یون کہے زوجہ سے کہ اگر
تجکو ایکبار یا میں بار حیض آیا تو ایسا ہو گا یا طلاق پنج افتاب پر معلق کر دیا دریافت کرنا چاہیے کہ قسم دو طرح پر ہے ایک قسم خدا کے نام کی یا اوسکی صفات کی اور دوسری قسم غیر نام
خدا کی سو دوسری قسم دو طرح پر ہے ایک یہ کہ آبا و اجداد اور انبیا اور ملائکہ اور صوم اور صلوٰۃ اور کعبہ اور زمزم کی قسم کھاوے سو ایسی قسم کھانا شرعا جائز نہیں اور دوسری
طرح یہ کہ بطور شرط اور جزا کے حلف ہو سو اوسکی بھی چند صورتین ہیں ایک یہ کہ عبادات کی حلف کرے اسطرح پر کہ اگر میں فلانا کام کرون تو مجھپر صوم یا صلوٰۃ یا حج یا عمرہ یا قربانی یا
آزاد کرنا غلام کا یا خیرات کرنا لازم ہو دوسری صورت بغیر عبادات کے حلف کرنا چنانچہ یون کہنا کہ اگر میں فلانا کام کرون تو زوجہ کو طلاق ہے یا غلام میرا آزاد ہے کذا فی العالمگیریہ
عن البدائع وشرطہا الاسلام والتکلیف وامکان البر اور صحت یمین کی شرط ہے اسلام اور مکلف ہونا اور امکان بر یعنی قسم کا پورا کر سکنا تو کافر اور مجنون اور صبی
کی قسم صحیح نہیں اور اسیطرح مستحیل حقیقی کی قسم طرفین کے نزدیک صحیح نہیں خلافا لابی یوسف اور شرائط صحت یمین سے یہ ہے کہ شرط اور جزا میں کچھ فاصلہ حائل نہو اور اگر حائل ہو گا تو تعلیق
نرہیگی بلکہ تنجیز ہو جاویگی کذا فی العالمگیریہ اور علت غائی قسم کی دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ تا سامع حالف کو سچا جانے دوسری یہ کہ حالف یا غیر شخص فعل یا ترک پر مستعد ہو جاوے
کذا فی منح الغفار وحکمہا البر او الکفارۃ اور حکم یمین کا بر ہے یا کفارہ ھ تفصیل احکام یمین آگے مذکور ہو گی کہ قسم کا پورا کرنا کہان واجب ہے اور کہان ترک اولی ہے کہان مباح اور توڑنا قسم کا
کہان واجب ہے اور کہان مباح ورکنہا اللفظ المستعمل فیہا اور رکن یمین کا وہ لفظ ہے جو قسم میں مستعمل ہو وھل یکرہ الحلف بغیر اللہ تعالی قیل نعم للنہی وعامتہم لا وبہ افتوا
لا سیما فی زماننا وحمل النہی علی الحلف بغیر اللہ لا علی وجہ الوثیقۃ کقولہم بابیک ونحو ذلک عینی اور کیا مکروہ ہے غیر خدا کی قسم کھانا جیسے طلاق و عتاق کی قسم بعضے علما نے کہا کہ ہان غیر خدا کی
قسم مکروہ ہے بسبب وارد ہونے نہی کے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور عدم کراہت کا فتوی دیا ہے علما نے علی الخصوص ہمارے زمانہ میں اور حمل کیا ہے نہی کو اوس حلف بغیر اللہ پر جو علی وجہ الوثوق نہیں

بلکہ بطور عادت عرب کے انکی مخاطبات اور محاورات میں جاری تھی چنانچہ یوں کہنا عرب کا کہ تیرے باپ کی قسم اور تیری حیات کی قسم اور مانند اسکے کذا ذکرہ العینی یعنی ممنوع وہ قسم بغیر اللہ
ہے جو بلا قصد عرب اپنی گفتگو میں کہا کرتے تھے تو اگر حلف بغیر اللہ میں قصد متعلق ہو بطور وثوق کے تو قسم کا پورا کرنا واجب ہوگا کذا فی حاشیۃ الحلبی فتح القدیر میں ہے کہ حلف بغیر اللہ
مانند طلاق اور عتاق کی حلف کے بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے بسبب اس حدیث صحیح کے کہ جو قسم کھاوے تو چاہئے کہ اللہ کی قسم کھاوے اور اکثر علما کے نزدیک مکروہ نہیں اور محل حدیث مذکور کا
یہ ہے کہ حلف بحرف قسم کرے سوائے تعلیق کے وھی ای الیمین باللہ لحدام تصور الغموس واللغو فی غیرہ فیقع بہما الطلاق ونحوہ عینی فلیحفظ اور وہ یعنے
یمین باللہ غموس ہوتی ہے غموس یمین یمین باللہ کی قید اسواسطے لگائی کہ غموس اور لغو کا حکم یمین باللہ کے سوا میں متصور نہیں اسواسطے کہ تعلیق طلاق اور عتاق اور نذر کی امر
موجود ماضی پر نہیں ہوتی اسلیے یمین غموس اور لغو متحقق نہیں تو غموس اور لغو سے طلاق وغیرہ واقع ہوگی کذا ذکرہ العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ غموس اور لغو فقط یمین باللہ میں
منحصر ہے تعلیق میں ولا یرد نحو ہو یہودی لانہ کنایۃ عن الیمین باللہ وان لم یعقل وجہ الکنایۃ بدائع اور اعتراض نہ وارد ہوگا مانند اس قول کے
کہ وہ یہودی ہے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے یمین باللہ سے اگرچہ قائل اسکا وجہ کنایہ کی نسمجھے کذا فی البدائع یعنی اگر کوئی اعتراض کرے کہ تم نے غموس اور لغو کو یمین باللہ میں منحصر کیا حالانکہ
یوں کہنا اوس فعل کو جسکا کر چکا ہے کہ اوسنے ایسا کیا ہو تو وہ یہودی ہے یا نصرانی تو یہ غموس ہے باوجودیکہ یمین باللہ نہیں اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ قول بھی درواقع یمین ہے یمین باللہ سے
بطریق کنایہ وجہ کنایہ کی یہ ہے کہ مطلب مقصود قائل کا اس قول سے باز رہنا ہے شر سے اور وہ مستلزم ہے یہودیت کی نفرت کو اور وہ مستلزم ہے نفرت عن الکفر باللہ کو اور وہ مستلزم ہے
تعظیم حق تعالی کو تو گویا اوسنے یوں کہا کہ تجکو عظیم سمجھے ایسا نہیں کیا واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی غموس تغمسہ فی الاثم ثم فی النار وھی کبیرۃ مطلقا لکن
اثم الکبائر متفاوت غموس اسکی جھوٹی قسم کو غموس اسواسطے کہا کہ وہ دنیا میں گناہ کے اندر ڈبوتی ہے پھر آخرت میں دوزخ کے اندر اور جھوٹی قسم کبیرہ گناہ ہے ہر طرح سے خواہ جھوٹی قسم
کہا کہ مسلمان کا مال ناحق لیا یا نہ لیکن گناہ کبیرہ گناہوں کا متفاوت ہے کذا فی النہر دلیل الطلاق کبیرہ ہونے غموس کی صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ کبائر اشراک باللہ وعقوق والدین اور قتل النفس اور یمین غموس ہے کذا فی النہر صحیح ابن حبان میں ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
جھوٹی قسم کہاوے اور ناحق مسلمان کا مال کاٹ لے تو حق تعالی بہشت کو اوس پر حرام کریگا اور دوزخ میں اوسکو ڈالیگا کذا فی فتح القدیر ان حلف علی الکذب عمدا ولو غیر فعل او ترک
کواللہ انہ حجر الآن یمین باللہ غموس ہے اگر قسم کہائے جھوٹ پر قصدا اگرچہ وہ غیر فعل یا ترک فعل ہو چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ وہ پتھر ہے یا فعل ھم شرح وقایہ میں اسطرح
حجر میں کان یا یکون کا لفظ مقدر کیا ہے تاکہ غموس یا منعقدہ میں داخل ہو شارح نے لفظ الآن کا زیادہ کرکے اشارہ طرف کو رد کیا اسواسطے کہ غموس میں فعل یا ماضی کا ہونا شرط تقیید ہی
نہیں چنانچہ اسکی تصریح عنقریب آتی ہے فی ماض کواللہ ما فعلت کذا عالما بفعلہ او حال کواللہ ما لہ علی الف عالما بخلافہ وواللہ انہ بکر عالما انہ
غیرہ یمین غموس زمانہ ماضی میں ہے چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں نے ایسا نہیں کیا اوس فعل کو جانکر یا زمانہ حال میں ہے چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ اوسکی مجھپر ہزار درم نہیں یہ
جانکر قسم کہائی کہ ہزار درم ہیں یا یہ کہ واللہ وہ بکر ہے جانکر قسم کہائی کہ وہ بکر نہیں بلکہ زید ہے مثلا وتقییدہم بالفعل والماضی اتفاقی او اکثری اور قید لگانا فقہا کا
تعریف غموس میں فعل اور ماضی کی اتفاقی ہے یا اکثری نہ قید احترازی چنانچہ شروح ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے کہ ذکر فعل اور ماضی کا شرط نہیں لہذا
مصنف نے دو اخیر مثالوں میں اسکی طرف اشارہ کیا کذا فی منح الغفار ویاثم بہا فتلزمہ التوبۃ اور گنہگار ہوتا ہے مسلمان یمین غموس سے تو اوسپر توبہ لازم
ہے نہ کفارہ اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد بن حنبل کا وثانیہا لغو لامؤاخذۃ فیہا الا فی ثلث طلاق وعتاق ونذر اشباہ فیقع الطلاق
علی غالب الظن اذا تبین خلافہ وقد اشتہر عن الشافعیۃ خلافہ اور دوسری قسم یمین کی لغو ہے اور اوسمیں مواخذہ نہیں مگر تین میں طلاق اور عتاق
اور نذر میں کذا فی الاشباہ تو طلاق واقع ہوگی گمان غالب پر جب ظاہر ہو جاوے مخالفت ظن غالب کی اور شافعیوں سے اسکا خلاف مشہور ہے یہاں
حلف کاذبا یظنہ صادقا فی ماض او حال فالفارق بین الغموس واللغو تعمد الکذب یمین لغو ہے اگر جھوٹی قسم کہائی سچا سمجھ کے اوسکو
جانکر زمانہ ماضی کی قسم کہائی ہو یا حال کی تو فرق درمیان غموس اور لغو کے فقط قصد کذب کا ہے اگر عمدا کذب پر قسم کہائی تو غموس ہے اور نہیں تو لغو

صاحب کنز نے جو تعریف لغو میں فعل ماضی کی قید لگائی ہے سو اتفاقی ہے چنانچہ بدائع میں مصرح ہے کہ لغو ماضی اور حال دونوں میں ہوتا ہے کذا فی المنح واما فی المستقبل فالمنعقدة
اور جو قسم کہ زمان مستقبل میں ہوتی ہے وہ یمین منعقدہ ہے ھم چلپی نے کہا کہ اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ نہیں ہوتی ہے مستقبل میں مگر منعقدہ حالانکہ ظاہر ہے کہ مستقبل میں غموس بھی ہوتی
ہے چنانچہ اسکا ذکر آوے گا تو شارح کو یوں کہنا لازم تھا اما المنعقدة ففی المستقبل وخصه الشافعیؒ بما یجری علی اللسان بلا قصد مثل لا واللہ وبلی واللہ ولو
لآت ــ اور امام شافعی نے لغو کو مخصوص کیا ہے اس قسم سے جو لوگوں کی زبان پر بلاقصد جاری ہوتی ہے چنانچہ یوں کہنا لا واللہ وبلی واللہ اگرچہ زمان مستقبل کی قسم
کھاوے بلاقصد تو بھی لغو ہے تو مرجع خلاف حنفی اور شافعی کا اس قسم میں ظاہر ہوتا ہے جو زمان مستقبل میں بلاقصد کھائی جاوے سو حنفی کے نزدیک وہ لغو نہیں بلکہ منعقدہ ہے
اور اوس میں کفارہ لازم ہے اور شافعی کے نزدیک وہ لغو ہے اور اوس میں کفارہ نہیں کذا فی المنح فلذا قال ویرجی عفوه او تواضعا و تادبا اور چونکہ لغو کی تفسیر شافعی اور
حنفی میں مختلف فیہ ہے اسلئے مصنف نے کہا کہ یمین لغو میں امید ہے عفو کی یا بنا بر انکسار کے اور ادب کے عفو بصیغہ جزم نہیں بولا ھم شارح نے یہ دفع دخل مقدر کیا یعنی
عدم مواخذہ لغو کا قرآن میں منصوص ہے سو مصنف نے عفو کو بطریق تعلیق رجا کیوں بیان کیا وکاللغو حلفه علی ماض صادقا کقوله واللہ انی لقائم الان فی حال قیامه
اور لغو کے حکم کے مانند ہے ماضی کی سچی قسم کھانا چنانچہ یوں کہنا کہ واللہ میں ابھی قائم ہوں یہ قسم کھائی اپنے قیام کے وقت وثالثها منعقدة وھی حلفه علی
مستقبل آت یمکنه فخرج نحو واللہ ما اموت ولا تطلع الشمس من الغموس اور تیسری قسم یمین کی منعقدہ ہے کہ وہ قسم کھاوے امر مستقبل آئندہ پر جو بالفعل کو
ممکن ہو تو یا نند اس یمین کے کہ واللہ میں نہ مروں گا اور واللہ آفتاب نہ نکلے گا یہ غموس میں داخل ہے کہ خارج از امکان بشر ہے وھذا القسم فیه الکفارة لآیة
واحفظوا ایمانکم ولا یتصور حفظ الا فی المستقبل فقط اور اسی قسم میں یعنی منعقدہ میں کفارہ ہے بدلیل آیہ قرآنی کے کہ محافظت کرو اپنی قسموں کو
اور تصور نہیں محافظت مگر مستقبل میں فقط اسواسطے کہ ماضی ہو چکی نہیں اور حال کو قیام نہیں وعند الشافعی یکفر فی الغموس ایضا اور امام شافعی
کے نزدیک یمین غموس میں بھی کفارہ دے ان حنث یمین منعقدہ میں کفارہ ہے اگر قسم کو توڑے وھی ای الکفارة ترفع الاثم وان لم توجد منه التوبة
عنها معها ای مع الکفارة سراجیه اور وہ یعنی کفارہ اوٹھا دیتا ہے گناہ حنث کو اگرچہ حانث کفارہ کے ساتھ توبہ نہ بجا لاوے کذا فی السراجیہ ولو کان
مکرها او مخطئا او ذاهلا او ساهیا اگرچہ قسم کھانے والے پر یمین یا حنث میں جبر کیا گیا ہو یا خطا کار یا غافل یا اوسکو سہو ہو گیا ہو خطا کی صورت یہ ہے کہ کہا
چاہتا تھا کہ مجھکو پانی پلاؤ بے ساختہ نکل گیا کہ واللہ میں پانی نہ پیوں گا اور ذہول کی صورت یہ ہے کہ کسی نے کہا کہ تو ہمارے پاس نہیں آتا سو اوسکے منہ سے بلاقصد نکل گیا کہ
واللہ میں آؤں گا کذا فی المنح اکثر علما کے نزدیک سہو اور نسیان متحد ہیں اسواسطے کہ لغت میں دونوں سہو سے عبارت ہیں بلا فرق اگرچہ دونوں کے درمیان یوں تفرقہ کیا ہے
کہ اگر صورت مدرکہ سے زائل ہوا اور حافظہ میں باقی ہے تو سہو ہے اور اگر مدرکہ اور حافظہ دونوں سے زائل ہو تو نسیان ہے تو سہو میں کسب جدید کی حاجت نہیں بخلاف
نسیان کے او ناسیا بان حلف ان لا یحلف ثم نسی فحلف فیکفر مرتین مرة لحنثه واخری اذا فعل المحلوف علیه علی الحدیث ثلث هزلهن
جد منها الیمین یا بھول گیا ہو اس طرح پر کہ اوسنے قسم کھائی کہ قسم نہ کھاوے گا پھر قسم کھانا بھول گیا پھر اوسنے قسم کھائی کہ مثلا گر زید سے نہ بولے گا تو یہ شخص دوبارہ
کفارہ دے ایک کفارہ قسم توڑنے کا یعنی قسم کھانے کا اور دوسرا کفارہ زید سے بولنے کا کذا ذکرہ العینی خطا اور نسیان میں یمین اور کفارہ اسواسطے لازم ہوا کہ بروایت
حاکم حدیث مرفوع وارد ہے کہ تین چیزیں ہزل اور جد برابر ہے طلاق اور عتاق اور یمین ھم ماتن نے اپنی شرح میں باتباع زیلعی ناسی کی تفسیر
مخطی کی ہے اسواسطے کہ نسیان حقیقی یمین میں متصور نہیں لیکن شارح نے بقول عینی نسیان کو اسکے حقیقی معنی پر رکھا اور مثال سے ثابت کیا اور شمنی بھی
عینی کا اسمیں متبع ہے کذا فی النهر فی الیمین او فی الحنث فیحنث بفعل المحلوف علیه مکرها خلافا للشافعی اگر حالف مکرہ یا ناسی ہو یمین یا
حنث میں تو حانث ہوگا محلوف علیہ کرنے سے با اکراہ مثلا قسم کھائی کہ میں زید کے گھر نہ داخل ہوں گا اور کوئی اوسکو جبر سے گھر میں لے گیا تو حانث ہوگا کفارہ
لازم آوے گا بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک جبر سے حانث نہیں ہوتا وکذا یحنث لو فعله وهو مغمی علیه او مجنون فیکفر بالحنث کیف کان

اور اسیطرح حانث ہوگا اگر مملوک علیہ کو حالت بیہوشی یا جنون مین کری تو کفارہ دی خنث سہی کسی حالت مین کیون نہو والقسم باللہ تعالی ولو برفع الھاء او نصبہا او حذفہا کما یستعملہ الاتراک وکذا او باسم اللہ کحلف النصاری کذا بسم اللہ عند محمد رحمۃ فی البحر بخلاف بلہ بکسر اللام الا اذا کسر الھاء او قسم ثابت اور صحیح ہوتی ہی اللہ کی لفظ سی اگرچہ حرف اخیر کو پیش یا زبر دیا ہو یا اوسکو حذف کر ڈالا ہو چنانچہ حذف ترکونمین مستعمل ہی اور اسیطرح ہی واسم اللہ یعنی قسم ہی اللہ کی نام کی چنانچہ نواح عرب کے نصاری کی عادت ہی اور اسیطرح بسم اللہ امام محمد کی نزدیک یعنی قسم ہی اللہ کی نام کی اور اسکو تصحیح دی بحر الرائق مین بخلاف بلہ بکسر اللام کے کہ وہ یمین نہین اگر چہ کہ زیر دیوی اور یمین کا قصد کری تو التسمیۃ ثابت ہوگی ہم پاتے نشتبہ یا دو کسر لام جلالہ وحذف الف یعنی باللہ ال مین تھا لام کو کسرہ دیا اور الف کو حذف کیا بلہ ہوگیا چنانچہ اکثر لوگون مین مستعمل ہے اور فتح لام کا حکم شارح نے مذکور نکیا کذا فی الطحطاوی اور فارسی اور اردو زبان مین باللہ بفتح لام وحذف الف بھی مستعمل ہی او باسم اخر من اسمائہ ولو مشترکا تعورف الحلف بہ اولا علی المذھب یا یمین ثابت ہوتی سوا اللہ کی کسی اور نام سی منجملہ اسمای الہی کے اگرچہ وہ اسم مشترک ہو اللہ اور غیر اللہ مین اوس نام سی قسم کہانا مروج ہو یا نہو بہر صورت قسم صحیح ہوگی بنا بر ظاہر مذہب کے اور قول غیر صحیح یہی کہ حق تعالی کی اسم خاص سے یمین ہوتی ہی جیسی اللہ اور رحمن ہی اور اسم مشترک سے یمین نہین چنانچہ حلیم اور علیم سے کذا فی المنح والعالمگیریۃ عن الکافی کالرحمن والرحیم والحلیم والعلیم مالک یوم الدین الطالب الغالب اسمای الہی کی مثال چنانچہ رحمن اور رحیم اور حلیم اور علیم اور مالک یوم الدین اور طالب غالب اور طالب غالب سے قسم کہانا اہل بغداد مین متعارف ہی کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط والحق معرفا لا منکرا کما سیجئ اور چنانچہ حق بشرطیکہ معرف باللام ہو نہ منکر چنانچہ اوسکا ذکر اوسکا مقام اگر یون کہی بحق اللہ لا افعل تو یہ یمین ہے کذا فی فتاوی قاضیخان اور کہے وحق اللہ لا افعل تو یہ امام اعظم اور محمد کے نزدیک یمین نہین کذا فی الخانیۃ وفی المجتبی لو نوی بغیر اللہ فی الیمین دین اور جسمین یمین ہی اگر سوای لفظ اللہ کے یعنی رحیم اور حلیم اور حق سے غیر یمین کی نیت کری تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ بنا بر قضا کے او بصفۃ یحلف بہا عرفا من صفاتہ تعالی صفۃ ذات لا یوصف بضدہا کعزۃ اللہ وجلالہ وکبریائہ وملکوتہ وجبروتہ وعظمتہ وقدرتہ او صفۃ فعل یوصف بہا وبضدہا کالغضب والرضا فان الایمان مبنیۃ علی العرف فما تعورف الحلف بہ فیمین وما لا فلا یا یمین ثابت ہوتی ہی منجملہ صفات الہی کے اوس صفت کی قسم کہانے سے جس صفت سی قسم کہائی جاتی ہو عرف مین خواہ وہ صفت ذات کی ہو صفت ذات سے مراد یہ ہے کہ اوسکی ضد سے حق تعالی نہ موصوف ہوتا ہو جیسے اللہ کی عزت اور جلال اوسکا اور کبریا اوسکی اور ملکوت اوسکا اور جبروت اوسکا اور عظمت اور قدرت اوسکی یا صفت فعل کی ہو صفت فعل سے مراد یہ ہے کہ حق تعالی اوس صفت اور اوسکی ضد سے دونون سے موصوف ہوتا ہو چنانچہ غضب اور رضا صفات مین اعتبار عرف کا اسواسطے ہوا کہ قسمونکی بنا عرف پر ہے تو جس صفت سے قسم کہانا مروج ہوگا تو وہ یمین ہوگی اور جس صفت سے قسم رائج نہین وہ یمین نہین ہم صفت عبارت ہی اوس اسم یا معنی سی جو ذات کو متضمن ہو اور ذات پر محمول نہو باشتقاق چنانچہ عزت اور قدرت اور منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالی کو عزت نہ کہتے ہین نہ عزت اور قدیر کہتی ہین نہ قدرت سو صفت دو قسم ہی صفت ذات اور صفت فعل صفات ذاتیہ عبارت ہین اون صفات سی کہ جنکی اضداد سی حق تعالی موصوف نہو چنانچہ عزت اور قدرت کہ موصوف ہی نہ ذلت اور عجز کر اور صفات فعلیہ عبارت ہین اون صفات سی کہ جن سے حق تعالی موصوف ہو اور اونکے اضداد سے بہی چنانچہ رضا اور غضب اور رحمت اور سخط اور منع اور عطا اسواسطے کہ حق تعالی مانع بہی ہے اور معطی بہی لا بقسم بغیر اللہ تعالی کالنبی والقرآن والکعبۃ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمینا واما الحلف بکلام اللہ فیدور مع العرف وقال العینی وعندی ان المصحف یمین لا سیما فی زماننا وعند الثلاثۃ المصحف والقرآن وکلام اللہ یمین زاد احمد والنبی ایضا نہ قسم کہائی جاوی غیر اللہ تعالی کی جیسے نبی اور قرآن اور کعبہ کی اسواسطے کہ حدیث صحیح متفق علیہ مین وارد ہی کہ جب قسم کہاوے تو اللہ کی قسم کہاوے یا سکوت کرے کہا کمال الدین نے فتح القدیر مین اور پوشیدہ نہین کہ قسم قرآن کی اب مشہور ہوگئی ہے

تو یمین ہوگی اور قسم کہانا کلام اللہ کا سوا اوسکا مدار عرف پر ہے یعنی اگر رواج ہو قسم کہانے کا تو یمین ہے اور نہیں تو نہیں اور عینی نے کہا اور میرے نزدیک
مصحف یمین ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں جس میں جھوٹی قسمیں بہت رائج ہیں کذا فی النہر اور تینوں اماموں کے نزدیک یعنی امام مالک اور شافعی اور احمد کے مصحف
اور قسم قرآن اور کلام اللہ یمین ہے احمد بن حنبل نے اتنا زیادہ کہا ہے کہ نبی بھی یمین ہے ولو تبرأ من احدها فیمین اجماعاً الا من المصحف الا ان تبرأ مما فیہ بل لو
تبرأ من دفتر فیہ بسملۃ کان یمیناً اور اگر برأت کرے اون میں سے کسی ایک سے یعنی مصحف اور قرآن اور کلام اللہ اور نبی سے تو بالاجماع
یمین ہے مگر برأت مصحف سے بالاجماع یمین نہیں بلکہ جسکی نزدیک قسم مصحف کی یمین ہے اوسکے نزدیک برأت بھی یمین ہے اور جسکی نزدیک قسم مصحف کی یمین نہیں
اوسکی نزدیک برأت بھی یمین نہیں اسواسطے کہ مصحف عبارت ہے اوراق اور نقوش سے نہ حقیقی کلام اللہ سے کذا فی حاشیۃ الحلبی مگر اوسوقت برأت مصحف
کی یمین ہے جب اوس چیز سے برأت کرے جو مضمون اوسکے اندر مرقوم ہے بلکہ اگر برأت کریگا اوس دفتر اور کتاب سے جس میں بسم اللہ مکتوب ہے تو یمین ہوگی ہم
برأت اسطرح پر ہوتی ہے کہ اگر ایسا کرے تو وہ شخص بری ہے یعنی بیزار ہے قرآن یا کلام اللہ یا نبی سے ولو تبرأ من کل آیۃ فیہ او من الکتب
الاربعۃ فیمین واحدۃ ولو کرر البراءۃ فایمان بعددها اور اگر برأت کرے ہر آیت سے جو قرآن میں ہے یا برأت کرے آسمانی چاروں کتابوں سے تو یہ ایک ہی
یمین ہے اور اگر برأت مکرر کریگا تو شمار برأت کے چند یمین ہونگی یعنی اگر یوں کہے کہ وہ شخص بری ہے توریت سے اور بری ہے انجیل سے اور بری ہے زبور سے اور بری
ہے قرآن سے تو چار یمین ہونگی اور جس چیز سے بیزاری کرنا کفر ہے جیسے قبلہ اور صوم اور صلوۃ تو اوسکی برأت یمین ہے کذا فی العالمگیریۃ عن الخلاصۃ و بریٔ من
اللہ و بریٔ من رسولہ یمینان اور یوں کہنا کہ اگر فلانا کام کرے تو وہ شخص بری ہے اللہ سے اور بری ہے رسول اوسکے سے تو یہ دو یمین ہیں یعنی اگر قسم
توڑیگا تو دو بار کفارہ لازم ہوگا ولو زاد واللہ ورسولہ بریٔان منہ فاربع اور اگر قول سابق پر یہ قول اور زیادہ کریگا کہ اللہ اور اوسکا رسول بری ہیں
اوس سے تو چار یمین ہونگی اور حنث سے چار بار کفارہ لازم ہوگا و بریٔ من اللہ الف مرۃ یمین واحدۃ اور یوں کہنا کہ وہ شخص بری ہے اللہ سے ہزار بار
ایک ہی یمین ہے و بریٔ من الاسلام او صوم رمضان او الصلوۃ او من المؤمنین او اعبد الصلیب یمین لانہ کفر اور یوں کہنا کہ وہ شخص
بری ہے اسلام سے یا صوم رمضان سے یا نماز سے یا مؤمنین سے یا میں ایسا کروں تو صلیب یا بت کو پوجوں تو یمین ہے اسواسطے کہ برأت اسلام وغیرہ اور
عبادت غیر اللہ کی کفر ہے و تعلیق الکفر بالشرط یمین اور معلق کرنا کفر کا شرط سے یمین ہے یعنی یوں کہنا کہ اگر ایسا کرے تو وہ کافر ہے وسیجیٔ انہ ان اعتقد
الکفر بہ یکفر والا لا یکفر اور عنقریب آویگا کہ اگر اعتقاد رکہتا ہو کہ شرط کے کرنے سے کافر ہوتا ہے تو کافر ہوگا اور اگر یہ اعتقاد نہیں تو وہ شخص کافر
نہیں یعنی اگر کہا کہ اگر زید سے بولے تو وہ مجوسی یا یہودی یا نصرانی ہے تو اگر بولیگا تو کفارہ لازم آویگا اور کفر میں اس شخص کے اختلاف ہے قول مختار یہ ہے
کہ اگر بعد تعلیق کے کلام زید کو کفر جانتا ہوگا تو کلام سے کافر ہوگا اسواسطے کہ وہ کفر سے خود راضی ہوگیا اور کفارہ اسکا یہ ہے کہ یوں کہے لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ اور اگر یہ جانتا ہو کہ اس شرط سے کافر نہیں ہوتا تو کافر نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الذخیرۃ و فی البحر عن الخلاصۃ والتجرید
وتتعدد الکفارۃ لتعدد الیمین والمجلس والمجالس سواء ولو قال عنیت بالثانی الاول ففی حلفہ باللہ لا یقبل وبحجۃ او عمرۃ یقبل اور بحر الرائق میں
خلاصہ اور تجرید سے یوں منقول ہے کہ تعدد کفارہ کا بسبب تعدد یمین کے ہے اور ایک مجلس اور چند مجالس اسمیں برابر ہیں اور اگر حالف نے کہا کہ یمین ثانی
سے یمین اول کو مراد رکہا یعنی واسطے تاکید کے ذکر کیا تو اگر اللہ کی قسم ہے تو اوسکا یہ قول مقبول نہوگا اور حج اور عمرہ کی قسم میں اوسکا قول مقبول ہوگا و
فیہ معزیاً للاصل ھو یہودی ھو نصرانی یمینان وکذا واللہ واللہ او واللہ والرحمن فی الاصح اتفقوا ان فی واللہ والرحمن
یمینان وبلا عطف واحدۃ اور بحر الرائق میں ہے اصل سے منقول کرکے یہ قول کہ وہ یہودی ہے وہ نصرانی ہے یہ دو یمین ہیں اور اسیطرح واللہ واللہ یا واللہ
والرحمن بقول اصح دو یمین ہیں اور اتفاق کیا ہے فقہائے کہ واللہ اور والرحمن دو یمین ہیں اور بدون عطف کے یعنی واللہ الرحمن ایک یمین ہے و فیہ مکرراً

للفتح قال الرازي اخاف على من قال بحياتي وحياتك وحياة رأسك انه يكفر وان اعتقد وجوب البر فيه يكفر ولولا ان العامة يقولونه ولا يعلمونه لقلت انه شرك وعن ابن مسعود رضي الله عنه لان احلف بالله كاذبا احب الي من ان احلف بغيره صادقا

اور بحر الرائق میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ کہا علی رازی نے کہ میں ڈرتا ہوں اوس شخص کے کافر ہونے سے جو یوں کہتا ہے قسم ہے مجکو اپنی زندگی کی اور قسم ہے تیری زندگی کی اور قسم ہے تیری سر کی زندگی کی اور اگر یہ قسم کہا کر وجوب بر کو واجب جانے یعنی اس قسم کا پورا کرنا اور نہ توڑنا ضرور سمجھے تو وہ کافر ہوجاوےگا اور اگر عوام خلق اسکو کہتی ہوتی نادانستگی سے تو میں کہتا یہ صاف شرک ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر میں جھوٹی قسم کہاؤں اللہ کی میرے نزدیک پسندیدہ تر ہے اس سے کہ غیر خدا کی سچی قسم کہاؤں یعنی اللہ کی فقط جھوٹی قسم میں گناہ ہے اور غیر خدا کی قسم میں اگرچہ سچی ہو خوف ہے کفر کا ولا یقسم

بصفة لم يتعارف الحلف بها من صفاته تعالى كرحمته وعلمه ورضائه وغضبه وسخطه وعذابه ولعنته وشريعته ودينه وحدوده وصفته وسبحان الله ونحو ذلك لعدم العرف

اور قسم نہ کہائی جاوے صفات الٰہی سے اوس صفت کی جسکی قسم کہانے کا رواج نہیں جیسے خدا کی رحمت اور علم اوسکا اور رضا اوسکی اور غضب اور قہر اور عذاب اوسکا اور لعنت اوسکی اور شریعت اور دین اور حدود اور صفت اوسکی اور سبحان اللہ اور مانند اوسکی یعنی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کذا فی العالمگیریہ عن السراج ان الفاظ سے قسم جائز نہیں بسبب عدم رواج کے ہم عرش اور سموات اور ارض اور شمس اور قمر اور حق رسول اور حق ایمان اور حق قرآن اور حق صوم اور صلوۃ اور اسیطرح نفس صلوۃ اور صوم اور حج کی قسم سے یمین نہیں ہوتی کذا فی العالمگیریہ

والقسم ايضا بقوله لعمر الله اي بقاءه وايم الله اي يمين الله وعهد الله ووجه الله وسلطان الله ان نوى القدرة وميثاقه وذمته

اور قسم ثابت ہوتی ہے حالف کی اس قول سے لعمر اللہ یعنی قسم ہے بقا اور دوام اللہ کی اور ایم اللہ یعنی قسم خدا کی اور عہد اللہ اور وجہ اللہ یعنی ذات خدا اور سلطان اللہ سے یمین ہوتی ہے اگر لفظ سلطان سے قدرت خدا کی نیت کرے اور میثاق اور ذمہ الٰہی سے قسم ہوتی ہے بحر الصحیح میں یمین ہے اور نقص یمین اگرچہ یعنی بقا ہے لیکن قسم میں مستعمل نہیں کذا فی النہر الفائق

والقسم ايضا بقوله اقسم او احلف او اعزم او اشهد بلفظ المضارع وكذا الماضي بالاولى كاقسمت وحلفت وعزمت وآليت وشهدت وان لم يقل بالله اذا علقه بشرط

اور قسم ہوتی ہے اس قول سے یعنی اقسم اور احلف اور اعزم اور اشہد سے بلفظ مضارع اور اسیطرح بلفظ ماضی بطریق اولی چنانچہ اقسمت اور حلفت اور عزمت اور آلیت اور شہدت سے اگرچہ لفظ اللہ کا نہ بولے یعنی اگرچہ یوں نہ کہے کہ اقسم باللہ اور اشہد باللہ تو بھی یمین ہے بشرطیکہ معلق کرے ان الفاظ کو شرط پر یعنی یوں کہے کہ اقسم لافعلن کذا یعنی قسم کہاتا ہوں کہ ضرور ایسا کرونگا اور اگر بلا شرط یوں کہیگا کہ قسم کہاتا ہوں یا مجکو قسم ہے تو یمین نہوگی اور یہ جو نہایہ اور درایہ میں ہے کہ بلا تعلیق شرط کفارہ لازم ہے سو غلط ہے کذا فی فتح القدیر

وعلي نذر فان نوى بلفظ النذر قربة لزمته والا لزمته الكفارة وسيتضح

اور اس قول میں کہ علی نذر یعنی مجہپر نذر ہے تو اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ کیا یعنی صوم یا صلوۃ یا حج کا تو وہ عبادت کرنا اوسپر لازم ہوگا اور اگر لفظ نذر سے عبادت کا ارادہ نکیا تو یہ قول یمین ہے کفارہ لازم آویگا بلا حنث بہی اور یہ مسئلہ آگے واضح ہوگا ہم جب یوں کہیگا کہ علی نذر لا فعلن کذا تو یہ یمین ہے اور اگر محلوف علیہ کو نہ ذکر کریگا تو قسم نہ ثابت ہوگی کذا فی النہر

وعلي يمين او عهد وان لم يضف الى الله اذا علقه بشرط

یہ یمین ثابت ہوتی ہے اس قول سے کہ مجہپر یمین اور عہد لازم ہے کہ میں فلانا کام کرونگا اگرچہ اوسکو خدا کی طرف نسبت نکرے یعنی اگرچہ یوں نکہے کہ مجہپر خدا کا عہد لازم ہے تو بھی یمین ہے بشرطیکہ تعلیق بالشرط کرے کذا فی المجتبی

والقسم ايضا بقوله ان فعل كذا فهو يهودي او نصراني او فاشهدوا علي بالنصرانية او شريك للكفار او كافر فيكفر بحنثه لو في المستقبل اما الماضي عالما بخلافه فغموس واختلف في كفره والاصح ان الحالف لم يكفر سواء علقه بماض او آت ان كان عنده في اعتقاده انه يمين وان كان جاهلا وعنده

انه یکون فی الحلف بالعربی والعجمی بمباشرة الشرط فی المستقبل یکفر فیهما لرضاه بالکفر بخلاف الکافر لا یصیر مسلما بالتعلیق لانه ترک کما بسط المصنف فی فتاواہ اور قسم ثابت ہوتی ہی
اس قول سے کہ اگر ایسا کام کرون تو وہ یہودی یا نصرانی ہے یا ایسا کرے تو تم اوسکی نصرانی ہونیکی گواہی دو یا وہ شخص شریک ہی کافرون کا یا وہ شخص کافر ہی تو
اس قول سے اوسپر کفارہ ہوگا قسم توڑنے سے اگر زمان مستقبل کی قسم ہو اور زمان ماضی کی قسم خلاف شرط جانکر تو یہ یمین غموس ہے اور اوسکی کفر مین اختلاف
ہی اور صحیح تر قول یہ ہے کہ قسم کہانیوالا اس قسم مین کافر نہین ہوا خواہ اوسنے تعلیق ماضی کی کی ہو خواہ استقبال کی بشرطیکہ اوسکی نزدیک یعنی اوسکے اعتقاد
مین یہ قول یمین ہو نہ کفر اسواسطے کہ اوسنے اوس قول سے قسم کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اگر ایسی قسم کہانیوالا جاہل ہے اور اوسکے اعتقاد مین یہ ہی کہ غموس
قسم کہانے سے اور شرط کرنے سے مستقبل مین کافر ہوجاتا ہی تو ماضی اور مستقبل دونو مین کافر ہوجاویگا بسبب رضامندی کفر کے اسلیئے کہ رضا بالکفر کفر ہی بخلاف
کافر کے کہ وہ ایسی قسم سے مسلمان نہین ہوتا یعنی اگر یون کہے کہ اگر وہ زید سے بولے تو وہ مسلمان ہے تو زید کے بولنے سے وہ مسلمان نہوگا جاہل مسلمان تعلیق کفر
سے کافر ہوتا ہے اسواسطے کہ کفر عبارت ہی ترک ایمان سے تو اوسکی تعلیق شرط سے صحیح ہوگی کذا فی حاشیة الحلبی چنانچہ اس مسئلہ کو مصنف نے بشرح وبیان
کیا ہی اپنے فتاوی مین وکذا فی النهر ومنح الغفار وهل یکفر بقوله الله یعلم او یعلم الله انه فعل کذا او لم یفعل کذا کاذبا قال الزاهدی الاکثر
نعم وقال الشمنی الاصح لا لانه قصد ترویج الکذب دون الکفر وکذا لو وطئ المصحف قائلا ذلک لانه لترویج کذبه لا لاهانة المصحف مجتبی
اور کیا کافر ہوتا ہی اس قول سے کہ اللہ جانتا ہی یا یون کہا کہ جانتا ہی اللہ کہ اوسنے ایسا کیا مثلا صبح کی نماز پڑہی اور حالانکہ اوسنے یہ نہین کیا یعنی نماز نہین
پڑہی اور اوسنے جہوٹی قسم کہائی زاہدی نے کہا اکثر علماء نے کہا کہ ہان وہ اس قول سے کافر ہوگیا اور شمنی نے کہا کہ اصح یہ ہی کہ وہ کافر نہین ہوا اسواسطے کہ اوسنے
قسم سے ترویج اور تصدیق کذب کا ارادہ کیا نہ کفر کا اور اسیطرح اگر اوسنے مصحف کو روندا یہی قول کہتے ہوئی تو کافر نہوگا اسواسطے کہ یہ فعل اوسکا ترویج
کذب کے واسطے ہی نہ واسطے اہانت مصحف کے کذا فی المجتبی ہم اگرچہ یہ کفر نہو لیکن سخت گناہ ہی اس سے توبہ کرنا واجب ہے کذا فی حاشیة الحلبی وفیه اشهد
الله لا افعل یستغفر الله ولا کفارة وکذا اشهدک واشهد ملائکتک لعدم العرف اور مجتبی مین ہے کہ اس قول مین کہ گواہ کرتا ہون اللہ کو
کہ ایسا نکرونگا استغفار اور توبہ کرنا چاہیے اور کفارہ اسمین نہین اور اسیطرح یون کہنا کہ یا اللہ مین گواہ کرتا ہون تجکو اور تیری فرشتونکو کہ ایسا نکرونگا
یہ بہی یمین نہین بسبب عدم عرف کے وفی الذخیرة ان فعلت کذا فلا اله فی السماء یکون یمینا ولا یکفر اور ذخیرہ مین ہی کہ یہ قول یعنی اگر مین ایسا
کرون تو آسمان مین معبود نہین یمین ہوگا اور اسکا قائل کافر نہوگا وفی انا بریء من الشفاعة لیس بیمین لان منکرها مبتدع لا کافر اور اس
قول مین کہ مین بری ہون شفاعت سے یمین نہین اسواسطے کہ منکر شفاعت کا مبتدع ہے نہ کافر اور یمین بتعلیق کفر سے ہوتی ہے نہ بدعت سے وکذا فصلوتی و
صیامی لهذا الکافر ومثله فصلوتی للیهود فیمین ان اراد به القربة لا ان اراد به
الثواب اور اسیطرح یہ قول یمین نہین کہ اگر مین ایسا کرون تو میری نماز اور روزہ اس کافر کے واسطے ہی اور اگر یون کہیگا کہ اگر مین ایسا کرون تو میرا
روزہ یہودیون کیواسطے ہی تو یمین ہوگی اگر صوم سے عبادت مراد رکہیگا اسواسطے کہ عبادت سے غیر خدا کا تقرب چاہنا کفر ہے تو تعلیق کفر کی ہوگی اور اگر
صوم سے ثواب صوم کا ارادہ کریگا تو یمین نہوگی ہم ظاہر امثال اول اور ثانی مین کچہہ فرق نہین تو واجب ہے کہ دونون کا ایک ہی حکم ہو کذا فی حاشیة الحلبی و قوله
مبتدا خبرہ قوله الاتی لا وحقا الا اذا اراد به اسم الله تعالی وحق الله واختار فی الاختیار انه یمین للعرف ولو بالباء
فیمین اتفاقا کالحرمة وحرمة شهد الله وکلمة لا اله الا الله وحق رسول الله او الایمان او الصلوة وعذابه
وثوابه ورضاه ولعنة الله وامانته لکن فی الخانیة امانة الله یمین وفی الظهیریة نوی العبادات فلیس بیمین وان فعله فعلیه غضبه
او سخطه او لعنته او هو زان او سارق او شارب خمر او اکل ربا لا لکونه ناقضا لعدم التعارف اور یون کہنا وحق اللہ اور حرمت اللہ اور بحرمت شہد اللہ

اور بحق شہید اللہ اور بحرمۃ لا الہ الا اللہ اور بحق رسول اللہ یا بحق الایمان یا بحق الصلوٰۃ اور یون کہنا قسم ہی اوسکی عذاب کی اور اوسکی ثواب کی اور اوسکی حیا منا کی
اور لعنت کی اور اوسکی امانت کی اور اگر فلانا کام کرے تو اوسپر غضب اللہ کا اور قہر اوسکا اور لعنت اوسکی یا کہ وہ شخص زانی ہی یا سارق یا شراب کا پینے والا
یا بیاج کا کہانیوالا ان اقوال سے قسم نہین ہوتی بسبب عدم رواج کے شارح کہتا ہی قولہ مبتدا ہی اور خبر اوسکی لا ہو حتما یمین نہین مگر جبکہ اس لفظ سے اسم اللہ تعالیٰ کا مراد رکھے تو قسم
ہوجاویگی ہر چند باتین اوسکو ذکر کریگا لیکن شارح نے اشارہ کیا کہ اوسکا ذکر کرنا نہین مناسب تہا واسطے اختصار کے اور خصیصا شرح مختار مین حق اللہ کی یمین ہونیکو پسند کیا ہے
رواج کی اور اگر بجا ہو واو کی بے لاوے یعنی یون کہے بحق اللہ مین ایسا کرونگا تو یہ بالاتفاق یمین ہے کذا فی البحر الرائق ولیکن خانیہ مین ہی کہ لفظ امانۃ کا یمین ہے اسواسطے
کہ امانت صفت ہی اللہ کی اسواسطے کہ اسماء الٰہیہ مین مہیمن بہی ہے لیکن صفات الٰہی مین اعتبار رواج کا واجب ہے چنانچہ اسکی تفصیل ہو چکی کذا فی حاشیۃ الحلبی ور
نہر الفائق مین ہی کہ اگر امانت سے عبادات کا قصد کریگا تو یمین نہوگی جیسے صوم اور صلوٰۃ سے یمین نہین ہوتی فلو تعود ہل یکون یمینا ظاہر کلامہم نعم ولا ہو
کلام الکمال لا وقامۃ فی القی سو اگر اقوال مذکورہ سے قسم کہانا مروج ہو جاوے تو آیا یہہ اقوال یمین ہونگی یا نہین ظاہر کلام فقہا کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان
او ظاہر کلام کمال الدین بن الہمام کا یہ ہے کہ رواج سے یمین ہونگی اور پوری تقریر اسکی نہر الفائق مین ہے وفی البحر ما یباح للضرورۃ لا یکفر مستحلہ
کدم وخنزیر اور بحر الرائق مین ہے کہ جو چیز حرام مباح ہو جاتی ہو بسبب ضرورت کے تو اوسکا حلال کہنے والا کافر نہین ہوتا جیسے خون اور سور تو اگر یون کہے کہ
اگر وہ ایسا کرے تو وہ خون کہاوے یا سور تو یمین نہوگی اسواسطے کہ تعلیق کفر کی شرط سے یمین ہے اور استحلال خون اور سور ایسا نہین خلاصہ یہ کہ جو چیز کہ وہ ایسی
حرام ہو اسطرح کہ اوسکی حرمت کسی حال مین ساقط نہین ہوتی چنانچہ کفر اور زنا اسلئے تو اوسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین ہے اور جو چیز ایسی حرام
کہ کبہی اوسکی حرمت بسبب ضرورت کے ساقط ہو جاتی ہی جیسے مردار اور شراب اور سور وغیرہ تو اوسکا استحلال بطریق تعلیق بالشرط کے یمین نہین کذا فی البحر الا
الا اذا اراد الحالف بقولہ حقا اسم اللہ فیمین علی المذہب کما صححہ فی الخانیہ یعنی جب کہ ارادہ کریگا قسم کہانیوالا اپنے قول حقا سے اسم اللہ کا تو یہ
یہ لفظ یمین ہوگا بنا بر مذہب صحیح کے چنانچہ اس قول کی تصحیح کی ہے خانیہ مین وحروفہ الواو والباء والتاء ولام القسم وحرف التنبیہ
وہمزۃ الاستفہام وقطع الف الوصل والمیم المکسورۃ والمضمومۃ کقولہ للّٰہ وآللّٰہ واللّٰہ وم اللّٰہ اور منجملہ حروف قسم کے واو ہی اور باء اور
چنانچہ واللہ وباللہ وتاللہ اور لام قسم کا مفتوح چنانچہ للہ اور حرف تنبیہ یعنی ہا چنانچہ ہا اللہ اور ہمزہ استفہام کا ممدودہ اور قطع الف وصل کا چنانچہ
آللہ اور میم مکسورہ چنانچہ م اللہ اور میم مضموم چنانچہ مُ اللہ [illegible] ان سب حروف سے یہ کہ قسم کہاتا ہون اللہ کی ہمزہ قسم کے بعد الف ہوتا ہے
اور نام مقدس مجرور اور ہمزہ قسم کو ہمزہ استفہام بنا دیا کذا فی حاشیۃ الحلبی وقد تضمر ویجوز فیہ الجار فیقول اسم اللہ بالحرکات
الثلث وغیرہ بغیرہا نحو الیوم دفعا ای فی اللہ وہو اللہ کقولہ اللہ بنصبہ بنزع الخافض وبجرہ الکوفیون مسکین لا افعل کذا افادان اثم حرف
التاکید فی المقسم علیہ لا یجوز اور کبہی حروف قسم کے پوشیدہ الا کیا جاتا ہے بطور اختصار کے تو اسم مقدس اللہ کا مخصوص بحرکات ثلثہ ہوتا ہی حالت
اضمار مین اور سوائے نام پاک کے مخصوص ہوتا ہے بغیر [illegible] یعنی اوسکو رفع اور نصب آتا ہے نہ جر اور لازم ہو گیا ہی رفع ایمن اللہ اور لعمر اللہ کا یعنی لو
اور ہی کا اظہار کی مثال ایمن اللہ لافعلن کذا یعنی قسم اللہ کی ایسا کرونگا کا لتیہ نام مقدس کا نصب جائز ہوا بسبب نزع خافض کے اور کوفیون نے اوسکو
جر دیا ہی کذا [illegible] مسکین شارح نے بیان رفع سے سکوت کیا کہ اوسکا جواز [illegible] شارح وجہ کا [illegible] اسواسطے کہ اسم حالت رفعی مین مبتدا ہی اور خبر محذوف
یعنی اللہ قسمی کما فی النہر ماتن نے لا افعلن کی مثال دیکر اشارہ کیا کہ حرف تاکید کا جائز نہین مقسم علیہ سے یعنی جس پر قسم کہائی جاوے شعر
[illegible] بقولہ الحالف بالعربیۃ [illegible] الا بثبات [illegible] یکون الا بحرف التاکید وہو اللام والنون کقولہ واللہ لافعلن کذا واللہ لقد فعلت
کذا مقرونا بکلمۃ التوکید وفی النفی یکون بحرف النفی حتی لو قال واللہ افعل کذا الیوم کانت یمینا علی النفی وتکون لا مضمرۃ کانہ قال

وانتفی کذا الامتناع حذف حرف التاکید فی الاثبات لاعتیاد العرب فی الکلام الکلمة لا بعض الکلمة من البحر عن المحیط
پھر عدم جواز حذف تاکید کو ماتن نے اپنے اس قول میں کھول کر کہا یا کہ قسم عربی زبان میں اثبات میں نہیں ہوتی بدون حرف تاکید کے اور حرف تاکید لام اور
نون ہیں جنکا شارح نے ذکر کیا ہے جیسا کہ واللہ لافعلن کذا اور ماضی میں حرف تاکید لقد ہے جیسا کہ واللہ لقد فعلت کذا مقرون بکلمۂ تاکید اور نفی میں حرف نفی ہوتا ہے
جیسا کہ واللہ لا افعل کذا و یہ لا فعلت کذا یہانتک کہ اگر اثبات میں بلا حرف تاکید یوں کہے کہ واللہ افعل کذا الیوم تو اوسکی قسم نفی پر ہوگی اور کلمہ لا اوسمین
مضمر ہوگا گویا یوں کہا کہ واللہ لا افعل کذا اثبات کو نفی اسواسطے ٹھہرایا کہ حرف تاکید محذوف کرنا اثبات میں ممتنع ہے اسواسطے کہ عرب کلام میں پورا کلمہ
حذف کرتے ہیں نہ بعض کلمہ تو لفظ لا پورا کلمہ ہے بخلاف لام اور نون کے کذا فی البحر عن المحیط ہم بنا بر اس تحقیق کے اگر کوئی یوں قسم کہاوے کہ واللہ اضرب
الیوم زیدا الیوم مار ضرب سے حانث نہوگا اسواسطے کہ یہ قسم ظاہر میں مثبت ہے اور واقع میں منفی کما لا یخفی وکفارته هذه اضافة للشرط لان
السبب عندنا الحنث اور کفارہ قسم شارح نے کہا اضافت کفارہ کی طرف قسم کی من قبیل اضافت شئی کے ہے اپنی شرط کیطرف نہ اضافت شئی کی طرف
سبب کے اسواسطے کہ سبب کفارہ کا ہمارے نزدیک حنث ہے کذا فی النہر تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین کما مر فی الظہار یعنی کفارہ قسم کا آزاد کرنا ہے
گردن کا یا دس محتاجوں کو کھانا دینا چنانچہ اعتاق اور اطعام کی تفصیل باب الظہار میں مذکور ہو چکی یعنی اعتاق میں رقبہ مسلم ہو یا کافر مذکر ہو یا مونث
صغیر ہو یا کبیر جائز ہے اور مفقود المنفعت اور مدبر اور ام ولد اور وہ مکاتب جو بعض بدل کتابت ادا کر چکا ہو جائز نہیں اور اطعام میں تملیک اور اباحت
دونو کافی ہیں تو تملیک میں نصف صاع گیہوں اور ایک صاع کھجور یا جو ہر محتاج کو دے اور اباحت میں دن اور رات دو دو وقت پیٹ بھر کے کھلادے
سو اگر گیہوں کی روٹی کھلاوے تو دال اور گوشت کی حاجت نہیں والا سالن ضرور ہے بموجب تفصیل کفارہ ظہار کے اور مصرف کفارہ وہ ہے جو مصرف ہے
زکوۃ کا تو اپنے اصول اور فروع اور غنی اور سید کو دینا جائز نہیں او کسوتهم بما یصلح للاوساط وینتفع به فوق ثلثة اشهر ویستر عامة
البدن فلم یجز السراویل الا باعتبار قیمة الاطعام یا کفارہ قسم کا دس محتاجوں کو لباس دینا ہے ایسی پوشاک جو متوسط لوگوں کے مناسب حال ہو یعنی
اغنیا کی پوشاک سے کم اور محتاجوں کی پوشاک سے زیادہ ہو اور تین مہینے سے زیادہ اوسکو استعمال کر سکے اور ایسا کپڑا ہو جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے تو فقط
پاپجامہ دینا جائز نہیں اور اسیطرح پگڑی مگر باعتبار قیمت اطعام کے پاپجامہ دینا جائز ہے یعنی اگر قیمت اوسکی بقدر نصف صاع گیہوں کے ہو تو اوسکا دینا
کفایت کریگا بنا بر لباس کے بلکہ باعتبار اطعام کے اسواسطے کہ حق تعالی نے قرآن مجید میں اداے کفارہ میں حالف کو اعتاق یا الباس یا اطعام میں مختار
کیا ہے ان تینوں چیزوں میں سے جسکو چاہے اختیار کرے ولو ادی الکل جملة او مرتبا ولم ینو الا بعد تمامها للزوم النیة لصحة التکفیر وقع عنه
واحد هو اعلاها قیمة اور اگر سب کو ادا کیا کفارہ میں یعنی اعتاق اور کسوة اور اطعام یکبارگی ادا کیا یا بترتیب دیا اور نیت کفارہ کی نہ کی بعد
اوسکی تمامی کی تو واقع ہوگا کفارہ کیجانب سے تینوں میں سے وہ ایک جو قیمت میں سب سے اعلی ہے اعتبار نیت کا ہوا بسبب لزوم نیت کے واسطے صحت کفارہ
او اگر نیت کی یعنی کفارہ بدون نیت کے صحیح نہیں کذا فی النہر عن الفتح ولو ترک الکل عوقب بواحد هو ادناها قیمة لسقوط الفرض بالادنی اور اگر کفارہ
میں سے تینوں چیزوں کو ترک کیا تو عذاب کیا جاویگا اوس چیز سے جو قیمت میں سب سے ادنی ہے بسبب ساقط ہونے فرض کے ادنی سے بھی فان عجز عنها کلها
وقت الاداء عندنا حتی لو وهب ماله وسلمه ثم صام ثم رجع بهبته اجزاه الصوم مجتبی قلت وهذا یستثنی من قولهم
الرجوع فی الهبة فسخ من الاصل سو اگر عاجز ہو کفارہ دینے سے تینوں چیزوں سے کفارہ ادا کرنیکے وقت ہم حنفیوں کے نزدیک یہانتک کہ سب اپنا مال کسیکو
ہبہ کیا اور تسلیم کر دیا پھر اوسنے روزہ رکھا پھر اوسنے اپنے ہبہ کو پھیر لیا تو اوسکو روزہ کفایت کریگا اسواسطے کہ وقت اداے کفارہ وہ عاجز تھا اعتاق
یا کسوت یا اطعام سے کذا فی المجتبی شارح کہتا ہے اور یہ مسئلہ مستثنی ہے فقہا کے اس قول سے کہ ہبہ کا پھیر لینا فسخ ہے اصل سے سو اسواسطے کہ اگر مستثنی نہوتا تو صوم کفایت

ثم بصيام ثلثة ايام ولاءً ويبطل بالحيض بخلاف كفارة الفطر وجوز الشافعي التفريق واعتبر العجز عند الحنث مسكين یعنی اگر اعتاق یا کسوہ
یا اطعام سے وقت ادای کفارہ عاجز ہو تو تین روزے رکھے متصل اور باطل ہوگا صوم تین دنکا اندر حیض آنے سے بخلاف کفارہ افطار رمضان کے کہ وہ حیض سے باطل
نہیں ہوتا اور جائز رکھا ہے امام شافعی نے تفریق صوم کو اور اعتبار کیا ہے عاجزی کو حنث کیوقت نہ ادا کیوقت کذا ذکرہ مسکین ہم کفارہ یمین کی تفصیل
میں اصل نص قرآنی ہے فكفارته اطعام عشرة مساكين من اوسط ما تطعمون اهليكم او كسوتهم او تحرير رقبة فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام
ہر چند قرآن مجید میں اتصال صیام کی قید نہیں لیکن ابن مسعود کی قرأت یوں ہے کہ ثلثة ايام متتابعات اور قرأت اونکی مانند اونکی روایت کے ہے اور چونکہ قرأت مشہور
لہذا زیادت علی الکتاب اوس سے جائز ہوئی کذا فی منح الغفار والشرط استمرار العجز الى الفراغ من الصوم فلو صام المعسر يومين ثم قبل
فراغه ولو بساعة ايسر ولو بموت مورثه لا يجزيه الصوم ويستانف بالمال خانيه اور شرط کافی ہے صوم کی برابر چلا جانا عاجزی کا
فراغت صوم تک تو اگر حانث محتاج نے دو روزے رکھے پہر یوم ثالث کے صوم سے فراغت ہونے سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت دن باقی رہی وہ تھا ورثہ کا مال
اگرچہ بمقدار [illegible] حاصل ہوا ہو غنی تونگر ہو [illegible] تو یہ صوم جائز نہوگا اور سرنو سے مال کا کفارہ دیوے یعنی اعتاق یا کسوہ یا اطعام کا کذا فی الخانیہ و
لو صام ناسيا للمال لم يجز على الصحيح مجتبى اور اگر روزہ رکھا اپنے مال کو بھول کر یعنی اسکا مملوک مال تھا سوا اونسے اپنے کو محتاج جانکر صیام کا کفارہ ادا کیا اور پہر
مال یاد آیا تو یہ صوم جائز نہوگا صحیح قول پر کذا فی المجتبی ہم خانیہ میں ہے کہ اگر اوسکے پاس مال ہو اور اوسپر قرض ہو تو اگر اوس نے اس مال سے قرض ادا کیا تو
بالاتفاق کفارہ صوم کا ادا کرے اور اگر قبل ادای قرض کے روزہ رکھا تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعضونکے نزدیک جائز نہیں کذا فی النهر ولنسي
كيف حلف بالله او بطلاق او بصوم لا شيء عليه الا ان يتذكر خانيه اور اگر یاد نہ رہا کہ کیونکر قسم کہائی تہی اللہ کی قسم تہی یا طلاق یا صوم کی
تو اوسپر کوئی چیز لازم نہیں نہ کفارہ نہ طلاق مگر یہ کہ اسکو یاد آجاوے کہ فلان چیز کی قسم تہی تو وہی لازم ہوگی کذا فی الخانیہ ولم يجز التكفير ولو بالمال خلافا للشافعي
قبل حنث لان الكفارة لستر الجناية ولا جناية ولا يسترد من الفقير لوقوعه صدقة اور جائز نہیں کفارہ دینا قبل حنث کے اگرچہ کفارہ
مال کا ہو بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک کفارہ مال کا قبل حنث کے صحیح ہے ہمارے نزدیک کفارہ قبل حنث کے اسواسطے صحیح نہوا کہ کفارہ [illegible]
گناہ کو اور قسم توڑنے سے پہلے کوئی گناہ نہیں جسکے کفارہ چہپاوے تو دوسرا کفارہ بعد حنث کے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو طعام اور کسوہ قبل حنث کے دیا ہوا وسکو فقیر سے
نہ پھیرے اسواسطے کہ وہ صدقہ ہو چکا فافهم اگر کوئی سوال کرے کہ سنن ابوداؤد میں عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہے فكفر عن يمينك ثم ائت الذي هو خير
اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول کفارہ دیوے پہر قسم توڑے اسواسطے کہ لفظ ثم کا واسطے تعقیب کے ہے اوسکا جواب یہ ہے کہ عبد الرحمن بن سمرہ سے صحیحین میں یوں روایت
قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حلفت على يمين فرايت غيرها خيرا منها فكفر عن يمينك وائت الذي هو خير اس روایت میں واو ہے نہ ثم اور واو واسطے مطلق
جمع کے موضوع ہے نہ واسطے تعقیب کے اور چونکہ روایت صحیحین کی معروف اور صحت میں مقدم ہے تو روایت ابوداؤد کی اون کے مقابل میں شاذ ہے لہذا لائق تاویل
کے ہے یعنی ثم بمعنی واو کے ہے اور صحیح مسلم میں عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من حلف علی یمین فرای خیرا منها فليات الذي
هو خير وليكفر عن يمينه اور یہی مذہب امام احمد کی روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے کذا فی فتح القدیر ومصرفها مصرف الزكوة فما لا فلا وقيل الا الذمي
عند الثاني وبقوله يفتى كما مر في بابها اور مصرف کفارہ یمین کا وہ مصرف ہے جو زکوۃ کا مصرف ہے اور جو زکوۃ کا مصرف نہیں وہ کفارہ کا بہی
مصرف نہیں چنانچہ اوسکا ذکر [illegible] میں قبل اسکے ہوچکا بعضوں نے کہا ہے کہ ذمی کو کفارہ دینا جائز ہے نہ زکوۃ بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک
ذمی کو بہی کفارہ دینا جائز نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ باب الزکوۃ میں گذر گیا تو بقول [illegible] کفارہ یعنی مصرف زکوۃ
[illegible]

یا فعل اور ترک واجب ہے چنانچہ یون قسم کہانا کہ واللہ مین آج کے دن ظہر کی نماز پڑہونگا یہہ مثال ہے فعل کی اور ترک کی مثال یون ہو کہ واللہ مین شراب نہ پیونگا سو واجب کی قسم مین بروا جب ہے یعنے قسم کو پورا کرنا ہر چند نماز ظہر اور عدم شرب خمر قسم سے پہلے بہی واجب تہا لیکن قسم سے زیادہ تر وجوب ہوگیا یا محلوف علیہ اولی ہے اپنی غیر سے چنانچہ واللہ مین صدقہ دونگا فقیرون کو یا اپنے مارنیوالون کو نہ مارونگا تو اس حلف کو قائم رکہنا اولی اور افضل ہے اور ممکن ہے کہ مثل مباح کے اسکی بہی برکو واجب کہیں بلکہ اسکا وجوب مباحات کے وجوب سے بالا ولی ہے یا محلوف علیہ کا غیر اولی ہے محلوف علیہ سے چنانچہ قسم کہانا حالف کا اپنی زوجہ کی ترک قربت پر ایک مہینے تک اور مانند اسکے چنانچہ واللہ مین آج کچی پیاز کہاؤنگا تو اس قسم کا توڑنا اولی اور افضل ہے یا محلوف علیہ اور غیر اوسکا دونو برابر ہون چنانچہ اسکی قسم کہانا کہ یہ روٹی نکہاونگا مثلاً یا واللہ مین دریا کی سیر کو آج جاؤنگا اور ایسی قسم کا قائم رکہنا اولی ہے اور یہ آیت قرآنی کہ وَاحْفَظُوا اَیْمَانَکُم کہ محافظت کرو اپنی قسمون کی مباحات مین بہی وجوب بر کی مفید ہے کذا فی فتح القدیر اور یہ دس صورتین ہین جو مذکور ہوچکین وَمَنْ حَرَّمَ اَی عَلٰی نَفْسِہٖ لِاَنَّہٗ لَوْ قَالَ اِنْ اَکَلْتُ مِنْ ھٰذَا الطَّعَامِ فَھُوَ عَلَیَّ حَرَامٌ فَاَکَلَہٗ لَا کَفَّارَۃَ خُلَاصَۃٌ وَاسْتَشْکَلَہُ الْمُصَنِّفُ جو شخص اپنی ذات پر حرام کردے ماتن نے تحریم منجز کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسطرح تحریم معلق کریگا کہ اگر مین اس طعام کو کہاؤن تو وہ مجہپر حرام ہے پہر اسکے بعد اوس طعام کو کہایا تو اوسپر کفارہ نہین کذا فی الخلاصہ اور مشکل سمجہا ہے اسکو مصنف نے مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین وجہ اشکال کی یون بیان کی ہے کہ معلق بالشرط نزدیک وقوع شرط کے مانند منجز کے ہے یعنی پہر کیا وجہ کہ حنث مین کفارہ نہین جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ تحریم منجز اور معلق مین فرق ہے اسواسطے کہ منجز مین طعام موجود کی تحریم ہے اور معلق مین تحریم ثابت نہین مگر بعد اکل کے اور بعد اکل کے طعام موجود نہین کذا فی حاشیۃ الحلبی شَیْئًا وَلَوْ حَرَامًا اَوْ مِلْکَ غَیْرِہٖ کَقَوْلِہٖ الْخَمْرُ اَوْ مَالُ فُلَانٍ عَلَیَّ حَرَامٌ فَیَمِیْنٌ مَالَمْ یُرِدِ الْاِخْبَارَ خَانِیَہ جو شخص اپنی ذات پر کسی چیز کو حرام کرے اگرچہ وہ چیز حرام ہویا غیر کی مملوک ہو چنانچہ یون کہنا کہ شراب مجہپر حرام ہے یا مثلاً زید کا مال مجہپر حرام ہے تو یہ قول یمین ہے تا وقتیکہ اس قول سے خبر دینے کا ارادہ نکرے کذا فی الخانیہ اور اگر اخبار کا ارادہ کرے گا نہ انشاء تحریم کا تو یمین نہوگا تو اسوقت شراب پینے سے فقط گناہ ہوگا کفارہ لازم نہ آویگا بخلاف انشاء تحریم کہ اوسمین گناہ کے سوا ہی کفارہ یمین کا لازم آویگا ثُمَّ فِعْلُہٗ بِاَکْلٍ اَوْ نَفَقَۃٍ وَلَوْ تَصَدَّقَ اَوْ وَھَبَ لَمْ یَحْنَثْ بِحُکْمِ الْعُرْفِ زَیْلَعِی پہر بعد تحریم کے اوس چیز کو کیا یعنی اگر طعام ہے تو اوسکے کہانے یا دینار اور درم ہے تو اوسکی خرچ کرنے سے قسم کو توڑا تو کفارہ دے اور اگر بعد تحریم کے اوس شی کو خیرات کردیا یا کسیکو بخشدیا تو حانث نہوگا بحکم عرف کذا ذکرہ الزیلعی کَفَّرَ لِیَمِیْنِہٖ لِمَا تَقَرَّرَ اَنَّ تَحْرِیْمَ الْحَلَالِ یَمِیْنٌ جو اپنی ذات پر کسی شے کو حرام کرکے پہر اوسکو کرے تو کفارہ دے اپنی قسم کا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہی اصول مین کہ حرام کردینا حلال چیز کو یمین ہے یعنی قسم کی ایک یہ بہی صورت ہی کہ حلال کو حرام کرڈالے وَمِنْہُ قَوْلُہَا لِزَوْجِہَا اَنْتَ عَلَیَّ حَرَامٌ اَوْ حَرَّمْتُکَ عَلٰی نَفْسِیْ فَلَوْ طَاوَعَتْہُ فِی الْجِمَاعِ اَوْ اَکْرَہَہَا کَفَّرَتْ مُجْتَبٰی اور یمین کی قسم سے یہ قول ہے عورت کا اپنے زوج سے کہ تو مجہپر حرام ہے اور حرام کیا تجکو مین نے اپنی ذات پر تو بعد اس قول کے اگر اپنی خوشی جماع پر زوج کو قادر ہوویگی یا زوج اوس سے زبردستی جماع کریگا تو وہ حانث ہوگی کفارہ دیوے کذا فی المجتبی وَفِیْہِ قَالَ لِقَوْمٍ کَلَامُکُمْ عَلَیَّ حَرَامٌ اَوْ کَلَامُ الْفُقَرَاءِ اَوْ اَھْلِ بَغْدَادَ اَوْ اَکْلُ ھٰذَا الرَّغِیْفِ عَلَیَّ حَرَامٌ حَنِثَ بِالْبَعْضِ اور مجتبی مین ہو کہ کہا ایک شخص نے کہ کلام تمہارا مجہپر حرام ہے یا کلام اہل بغداد کا مجہپر حرام ہے یا کہانا اس روٹی کا مجہپر حرام ہے تو حانث ہوگا بعض کے کلام اور کچہہ روٹی کے کہانے سے وَفِیْ وَاللّٰہِ لَا اُکَلِّمُکُمْ اَوْ لَا اٰکُلُہٗ لَمْ یَحْنَثْ اِلَّا بِالْکُلِّ زَادَ فِی الْاَشْبَاہِ اِلَّا اِذَا لَمْ یُمْکِنْ اَکْلُہٗ فِیْ مَجْلِسٍ وَاحِدٍ اَوْ حَلَفَ لَا یُکَلِّمُ فُلَانًا وَفُلَانًا وَنَوٰی اَحَدَھُمَا اَوْ لَا یَتَزَوَّجُ فُلَانَۃً وَلَا اُخْتَہَا اَوْ اِحْدٰی وَتَمَامُہٗ فِیْمَا عَلَّقْتُہٗ وَبِہٖ عُرِفَ جَوَابُ حَادِثَۃٍ حَلَفَ بِالطَّلَاقِ اَنَّ اَوْلَادَہٗ وَجِنَّہٗ لَا یَطْلُعُوْنَ مِنْ بَیْتِہٖ فَطَلَعَ وَاحِدٌ مِنْہُمْ لَمْ یَحْنَثْ اور اس قول مین کہ واللہ مین تمسے کلام نکرونگا یا روٹی نکہاؤنگا تو حانث نہوگا مگر سبکے کلام سے اور سب روٹی کے کہانے سے زیادہ بیان کیا ہے

اشباہ میں ہے کہ اگر اوسوقت بعض روٹی کھائی سے حانث ہوگا جب تمام روٹی کا کھانا مجلس واحد میں متصور نہو یا قسم کھائی کہ کلام نکریگا فلانی اور فلانی سے
اور نیت کی دو میں سے ایک کی یا یوں قسم کھائی کہ شام زید کے بھائیوں سے نہ بولیگا اور زید کا ایک ہی بھائی ہے تو اوسوقت میں ایک ہی شخص کے
بولنے سے حانث ہوگا اور پورا بیان اسکا اشباہ میں ہے شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں کہ اس سے معلوم ہوگیا اس واقعہ کا جواب کہ ایک شخص نے
طلاق زوجہ کی قسم کھائی اگر اوسکے زوجہ کی اولاد اوسکے گھر کو جاینگی سو زوجہ کی اولاد سے ایک ولد فی زوج کے گھر کو جاینگا تو زوج حانث نہوگا
یعنی طلاق نہ واقع ہوگی اسواسطے کہ لفظ اولاد جمع ہے بدون الف اور لام کے اور اقل مرتبہ جمع کا تین ہیں کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر کل حل
او ہذا او حلال اللہ او حلال المسلمین علی حرام فہو علی الطعام والشراب لکن الفتوی فی زماننا علی انہ تبین امرأتہ
تطلیقۃ ولو لہ اکثر بن جمیعا بلانیۃ وان نوی ثلثا فثلث وان قال لم انو لم یصدق قضاء لغلبۃ الاستعمال ولذا لا یحلف بہ الا الرجال [illegible] کہا ایک شخص نے کہ
حلال مجھپر حرام ہے یا یوں کہا کہ حلال اللہ کا یا حلال مسلمین کا مجھپر حرام ہے کمال الدین نے اتنا اور بھی زیادہ کیا ہے کہ یا حرام مجھکو لازم ہوگیا اور زمانہ اگر
قول سے تو ظاہر مذہب میں تحریم حلال کے کھانی یا پینے پر محمول ہے تو بعد اس قول کے حانث نہوگا مگر اکل اور شرب سے لیکن ہمارے زمانہ میں فتوی اسپر ہے کہ قائل کی
عورت بائن ہوجاویگی ایک طلاق کر اور اگر اوسکی زوجات ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک ایک طلاق سے بائن ہوجاوینگی بلانیت اور اگر اس کلام سے
تین طلاق کی نیت کریگا تو تین طلاق واقع ہونگی اور اگر وہ کہیگا کہ تحریم حلال سے میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی اور قضاء تصدیق
نہوگی بسبب غالب ہونے استعمال تحریم حلال کی طلاق میں ولہذا اس لفظ سے قسم نہیں کہاتے مگر مرد نہ عورتیں کذا فی الفتح عن الظہیریہ وان لم تکن لہ امرأۃ
وقت الیمین سواء تکن بعدہ اولا فیمین فیکفر بأکلہ او شربہ لو یمینہ علی آت ولو باللہ علی ماض فغموس او لغو ولو کانت لہ امرأۃ وقتہا
فبانت بلا عدۃ فاکل فلا کفارۃ لانصرافہا للطلاق وقد مر فی الایلاء اور اگر اوسکی عورت نہو یمین کے وقت خواہ اوسکے بعد میں نکاح کیا ہو
یا نکیا ہو تو اوسوقت میں تحریم حلال کی طلاق نہوگی بلکہ یمین ہوگی تو کفارہ دیوے اپنی اکل و شرب سے اگر یمین اوسکی استقبال پر ہو اور اگر یمین اللہ تعالی شانہ کی نام پاک
سے ہو ماضی پر اسطرح کہ اگر واللہ میں نے ایسا کیا ہو تو حلال اللہ کا مجھپر حرام ہے تو یہ یمین غموس ہے اگر جھوٹی قسم ہو یا یمین لغو ہے اگر اوسکو صدق کا ظن ہوا اور
اگر اوسکی ایک عورت ہو یمین کے وقت پھر وہ بائن ہوگئی بدون عدت کے یعنی غیر مدخولہ تھی سو بعد یمین کے وہ مطلقہ ہوئی پھر اوس نے کچھ کھایا یا پیا
تو اس اکل اور شرب سے اوسپر کفارہ نہ لازم ہوگا بسبب پھر جانی یمین کے طلاق کیطرف جب عورت ہو نیکی سوا اکل اور شرب کیواسطے نہیں ہوسکتی
اور مسئلہ تحریم حلال کا باب الایلاء میں مذکور ہوچکا فائدہ ضروریہ یہ مسائل ہیں کہ اب مصنف مسائل نذر کو مذکور کریگا وجہ مناسبت یمین اور نذر کی
یہ ہے کہ نفس وجوب میں دونو مشترک ہیں اسواسطے کہ نذر عبارت ہے ایجاب مباح سے کذا فی الفتح یعنی عبادات غیر واجبہ کو اپنے اوپر واجب کرلینا
نسائی نے عمران بن حصین سے روایت کی کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ نذر دو قسم ہے سو جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی طاعت اور
عبادت میں ہو تو وہ اللہ کیواسطے ہے اور اوسمیں نذر کا ادا کرنا لازم ہے اور جس شخص کی نذر اللہ تعالی کی معصیت اور گناہ میں ہو وہ نذر شیطان
کیواسطے ہوا اوسکا ادا کرنا لازم نہیں اور اوسمیں کفارہ دیوے جو یمین کا کفارہ ہے اور رسالہ شیخ قاسم نے شرح درالبحار میں تصریح بیان
کیا ہے کہ بہت اکثر عوام الناس نذر مانتے ہیں اسطرح کہ بعضے اولیاء اللہ کی قبروں پر جاکر یوں کہتے ہوئے کہ یا حضرت فلانی ہمارا غائب آدمی اگر چلا
پھر آوے یا بیمار ہمارا اچھا ہوجاوے یا مراد ہماری بر آوے تو آپکے واسطے اتنا سونا یا اتنی چاندی یا اسقدر کھانا یا چراغ کیواسطے اتنا تیل یا یہ موم نذر کرونگا
تو یہ نذر اور منت بالاتفاق فقہا و باجماع علما باطل ہے بچند دلیل اول یہ کہ نذر مخلوق کیواسطے جائز نہیں یعنی نذر مخصوص بخدای علیم قادر ہے اور
دوسری دلیل بطلان کی یہ ہے کہ جسکی نذر مانی وہ میت ہیں اور میت کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا اور تیسری دلیل یہ ہے کہ ایسی نذر کرنیوالوں کا گمان

یہ ہے کہ سواے خدا کے میت بھی قادر ہے حالانکہ عالم مین کچھ اوسکا تصرف بھی جاری ہے اور یہ اعتقاد کفر ہے ہان اگر یون کہے کہ یا اللہ مین تیری نذر مانی کہ اگر تو نے
میرے بیمار کو شفا دی مثلا تو مین فلانی درگاہ کی فقیرون کو کھانا کھلاؤنگا یا دراہم دونگا ایسی چیز دونگا ذکر کرے جسمین محتاجون کو فائدہ ہو اور ذکر ولی کا
فقط اسنئے واسطے ہو کہ وہ محل صرف ہو نذر کا یعنی نذر خالص اللہ ہی کیواسطے ہو تو اسطرح البتہ نذر جائز ہے جب یہ معلوم ہوا تو یہ جو دراہم اور موم اور
تیل اور مانند اسکے اولیا کی قبرون پر لیجاتے ہین اولیا سے قربت اور نزدیکی حاصل کرنیکو سو یہ باجماع مسلمین حرام ہے جبتک کہ وہان کے زندہ محتاجون پر
صرف کرنا مقصود نہو یہ قول واحد ہے اسمین فقہا کا اختلاف نہین انتہی ملخصا اور اللہ اس بلا مین لوگ مبتلا ہین خصوصا شیخ احمد بدوی کی مولدین کذا
فی النہر الفائق فی کتاب الصوم جب یہ روایت اجماعی فقہاء دین کی دریافت ہوئی تو مثل آفتاب کے روشن ہوگیا کہ یہ جو اکثر نذر اور نیاز اولیاء اللہ کی
قبور پر یا حسنین رضی اللہ عنہما کی ضریح ہو ایسے جنکو عوام تعزیہ کہتے ہین ہندوستان مین علی العموم رائج ہے سو سراسر باطل اور گمراہی ہے حق تعالی
بادشاہ اسلام کو قائم کرے کہ ان گمراہیون کو مٹادے اور علماء دین کو توفیق دے کہ خوف عوام سے اوسکے بطلان کے بیان مین چشم پوشی نکرین اور تاویلات
واہیہ کر کے اسکا جواز عوام کو نسکھاوین آمین (ومن نذر نذرا مطلقا او معلقا بشرط وکان من جنسه واجب ای فرض کما سیصرح به تبعا للبحر
والدرر وهو عبادة مقصودة خرج الوضوء وتکفین المیت ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحدیث من نذر وسمى فعليه
الوفاء بما سمى) اور جس نے نذر مانی خواہ نذر مطلق ہو یا معلق ہو کسی شرط پر اور بجنس نذر کے کوئی واجب ہو مراد واجب سے یہان فرض ہے چنانچہ
مصنف اسکو خود تصریح کریگا باتباع صاحب بحر اور درر کے اور وہ واجب عبادت مقصودہ بھی ہو تو عبادت مقصودہ کی قید سے وضو اور تکفین میت کی نکل گئی
اسواسطے کہ وضو اگرچہ عبادت ہے لیکن عبادت مقصودہ نہین بلکہ شرط ہے واسطے صحت صلوۃ کے اور شرط معلق علیہ پائی جاوے تو وہ نذر لازم الادا ہوگی
نذر کرنیوالے پر اس حدیث کی دلیل سے کہ جو نذر کرے اور معین کردے تو ادا سپر اوسکا معین چیز کا لازم ہے قلم یہ حدیث غریب ہے لیکن لزوم منذور کا قرآن اور حدیث
اور اجماع سے ثابت ہے اس خاص حدیث پر موقوف نہین حق تعالی فرماتا ہے (ولیوفوا نذورهم) یعنی چاہیے کہ اپنی نذرون کو پورا کرین اور ایفاء نذر مین
بہت احادیث ہین منجملہ انکے ایک یہ حدیث مرفوع ہے صحیح بخاری کی عائشہ صدیقہ کی روایت سے کہ جو نذر مانی خدا کی اطاعت کرنیکی تو چاہیے کہ اطاعت
کرے اور جو نذر کرے خدا کی معصیت کرنیکی تو وہ معصیت نکرے اور اجماع کے ذکر کی کچھ حاجت نہین کذا فی فتح القدیر نذر مطلق یہ ہے کہ شرط پر معلق نہو چنانچہ
یون کہنا کہ خدا کی واسطے مجھپر ایک مہینہ کا صوم یا حج ہے یا صدقہ یا دو رکعت نماز اور نذر معلق یہ کہ کسی شرط پر تعلیق ہو نذر کی چنانچہ یون کہنا کہ اگر میرا
بیمار صحت پاوے یا میرا بیٹا آوے یا لڑکا پیدا ہو تو صوم یا صدقہ یا حج مجھپر لازم ہے (کصوم وصلوۃ وصدقة ووقف واعتکاف واعتاق رقبة
وحج ولو ماشیا فانها عبادات مقصودة ومن جنسها واجب لوجوب العتق فی الکفارة والمشی للحج علی القادر من اهل مکة
والقعدة الاخیرة فی الصلوة وهی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین فتح) چنانچہ
صوم اور صلوۃ اور صدقہ اور وقف اور اعتکاف اور آزاد کرنا کرونگا اور حج اگرچہ پیادہ پا نذر مانا ہو تو یہی نذر صحیح ہے اسواسطے کہ امور مذکورہ عبادات
مقصودہ ہین اور اونکی بجنس واجب بھی ہے اسواسطے کہ وجوب عتق کا کفارہ ظہار اور یمین مین ہے اور پیدل چلنا حج کیواسطے اہل مکہ پر واجب ہے بشرط قدرت
اور قعدہ اخیرہ نماز مین واجب ہے اور قعدہ عبارت ہے کچھ ٹھہرنے سے مانند اعتکاف کے اور وقف کرنا مسجد کا مسلمانون کے واسطے واجب ہے بادشاہ پر بیت المال
سے اور اگر بیت المال نہو تو مسلمانون پر وقف مسجد کا واجب ہے کذا فی فتح القدیر ہم شارح نے وجوب صوم اور صلوۃ اور صدقہ کا بیان نکیا اسلئے کہ وجوب
صوم رمضان اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ کا ظاہر تھا لہذا غیر ظاہر کے بیان وجوب پر اکتفا کی (ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسه فرض کعیادة مریض
وتشییع جنازة ودخول مسجد ولو مسجد الرسول صلى الله عليه وسلم او الاقصى لانه لیس من جنسها فرض مقصود وهذا هو الضابط كما في الدرر

اور ادا کرنا لازم نہیں نذر کرنیوالے پر اوس قسم کی نذر کا جسکی جنس شرع میں کوئی فرض نہیں چنانچہ عیادت بیمار کی اور جنازہ کے ساتھ چلنا اور مسجد کا داخل ہونا
اگرچہ مسجد رسول اللہ کی صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد اقصے ہو یعنی اگر کوئی نذر مانے عیادت مریض یا مشایعت جنازہ یا دخول مسجد کی تو اوسکا ادا کرنا نذر پر لازم
نہوگا اگرچہ یہ امور عبادت ہیں لیکن مجانس انکی کوئی فرض مقصود بالذات نہیں اور یہی قاعدہ کلیہ ہے لزوم اور عدم لزوم نذر میں کذا فی الدرر ھم اگر کوئی کہے
کہ حج میں طواف الزیارۃ فرض ہے اور وہ بدون داخل ہونے مسجد الحرام کے نہیں ہوتا اوسکا جواب یہ ہے کہ طواف فرض ہے نہ دخول تو دخول مقصود بالذات
عبادت نہ ٹھہرا بلکہ واسطے ادا ے طواف کے چنانچہ وضو واسطے نماز کے اور اسیطرح پل اور خانقاہ اور سرا ے اور پانیکی سبیل رکھنے کی نذر اگر مانیگا تو لازم نہوگی اسواسطے
کہ انکی جنس کا کوئی شرع میں فرض نہیں کذا فی النہر و فی البحر شرائط خمس تزاد ان لا یکون معصیۃ لذاتہ فصح نذر صوم یوم النحر لانہ لغیرہ وان لا
یکون واجبا علیہ قبل النذر فلو نذر حجۃ الاسلام لم یلزمہ شیء غیرھا وان لا یکون ما التزمہ اکثر مما یملکہ او ملکا للغیر فلو نذر
التصدق بالالف ولا یملک الا المائۃ لزمہ المائۃ فقط خلاصہ انتہی اور بحر الرائق میں ہے کہ شرائط لازم ہونے نذر کی پانچ ہیں یعنی
ان دو شرطوں پر تیسری شرط یہ زیادہ کی ہے کہ وہ معصیت بالذات نہو تو صحیح ہے نذر یوم النحر کے صوم کی اسواسطے کہ صوم عید قربانی کا معصیت بالذات
نہیں بلکہ معصیت بالغیر ہے یعنی اسواسطے ممنوع ہے صوم عید اضحی کا کہ ضیافت ربانی کا دن ہے اور اگر معصیت بالذات کی نذر کریگا تو صحیح نہوگی اور کفارہ لازم ہوگا
کذا فی حاشیۃ الحلبی عن الظہیریۃ اور چوتھی شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز اوسپر واجب نہو قبل نذر کے تو اگر فرض حج کی نذر کریگا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا سوا فرض حج کے
اور پانچویں شرط نذر کی یہ ہے کہ وہ چیز زیادہ نہو اوس مال سے جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یا وہ چیز غیر کی مملوک نہو سو اگر نذر مانی ہزار درہم کی
خیرات کی اور حال انکہ وہ مالک نہیں مگر سو درم کا تو اوسپر فقط سو درم لازم ہونگے نہ زیادہ کذا فی الخلاصۃ انتہی کلام البحر خلاصہ یہ ہے کہ نذر کی شرطیں پانچ ہیں بدون انکے
نذر صحیح نہیں شرط اول یہ ہے کہ اوسکی جنس کا فرض ہو یعنی منذور کے فرائض شرعیہ میں سے مثل کوئی ہو دوسری یہ کہ عبادت مقصودہ ہو تیسری یہ کہ وہ بالذات معصیت نہو
چوتھی یہ کہ منذور اوسپر واجب نہو قبل نذر کے پانچویں یہ کہ منذور نذر کی ملک سے زیادہ نہو اور غیر کا مملوک نہو قلت و یزاد ما فی زواھر الجواھر ان لا یکون
مستحیل الکون فلو نذر صوم امس او اعتکافہ لم یصح نذرہ و فی القنیۃ نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح ما لم ینو ابناء السبیل
مترجم کہتا ہے میں کہتا ہوں اور بحر الرائق کی شرائط خمسہ نذر پر وہ شرط اور زیادہ کی گئی ہے جو زواہر الجواہر میں ہے وہ یہ ہے کہ منذور مستحیل الوجود نہو تو اگر
کل یعنی یوم گذشتہ کا صوم یا اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہیں کہ ممکن الوجود نہیں اور قنیہ میں ہے کہ نذر کی اغنیا پر خیرات کرنیکی تو صحیح نہیں جبتک ابناء السبیل
کی نیت نکریگا اسواسطے کہ غنی پر صرف کرنا نذر کا جائز نہیں مصرف نذر کا فقراء و مساکین ہیں نہ اغنیا مترجم یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ نذر اللہ کا کھانا یا شیرینی
کھلاتے ہیں غنی کو بھی اور محتاج کو بھی سو خلاف شرع ہے غنی کے کھلانے سے نذر ادا نہیں ہوتی تو اوسکا اعادہ لازم ہے اور جیسے نذر کا دینا غنی کو جائز نہیں ایسے ہی
سید کو بھی جائز نہیں مانند زکوۃ کے غنی سے مراد یہاں وہ ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی جسکو ساڑھے باون روپیہ کا مقدور ہو خواہ اسقدر نقد ہو یا جنس چنانچہ باغ یا زمین
یا بیل کی سوا دوسری حاجت کی ہو کذا فی کتب الفقہ ولو نذر التسبیحات دبر الصلوۃ لم تلزمہ اور اگر نذر کی تسبیحات کی بعد نماز کی تو یہ نذر لازم نہیں
اسواسطے کہ سبحان اللہ کہنا فرض نہیں ولو نذر ان یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل یوم کذا لزمہ وقیل لا اور اگر نذر مانی اتنا درود یعنی سو یا
ہزار بار ہر روز پڑھا کرونگا تو یہ نذر اوسکو لازم الادا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ لازم نہیں مترجم لزوم نذر کی یہ وجہ ہے کہ اگرچہ نماز میں درود پڑھنا فرض نہیں لیکن
تمام عمر میں ایکبار درود پڑھنا فرض ہے چنانچہ کتاب الصلوۃ میں مذکور ہو چکا تو درود کی نذر کرنا صحیح ہوگا کہ اوسکی مجانس کی فرضیت ثابت ہے اور قول ثانی کی شاید
وجہ یہ ہے کہ فرضیت درود کی قطعی نہیں واللہ اعلم کذا فی حاشیۃ الحلبی ثم ان المحقق فیہ تفصیل فان علقہ بشرط یریدہ کان ان قدم غائبی او شفی
مریضی یوفی وجوبا ان وجد الشرط وان علقہ بما لم یردہ کان زنیت بفلانۃ مثلا فحنث وفی بنذرہ او کفر لیمینہ علی المذہب

نذرٌ بظاہرہ یمین بمعناہ فیتخیر ضرورۃ بعد اسکے دریافت کرنا چاہیئے کہ نذر معلق کے حکم مین تفصیل ہے سو اگر نذر کو معلق کیا ایسی شرط پر جسکی اوسکو خواہش
ہو جیسا کہ یون کہا کہ اگر میرا غائب شخص آوے یا میرا مریض چنگا ہو تو مجھپر صدقہ واجب ہے تو نذر کو پورا کرے بنابر وجوب کے اگر شرط پائی جاوے یعنی اگر غائب آوے یا بیمار چنگا
ہو تو صدقہ دینا واجب ہے نہ کفارہ یمین کا اور اگر نذر کو معلق کیا اوس شرط پر جسکی اوسکو خواہش نہین جیسا کہ یون کہا کہ اگر مین فلانی عورت سے زنا کرون مثلا تو
مجھپر صدقہ لازم ہے پھر وہ حانث ہوا یعنی اوس عورت سے زنا کیا تو چاہے اپنی نذر کو پورا کرے یعنی صدقہ دیوے یا کفارہ دے اپنی اس قسم کا بنابر مذہب صحیح مفتی بہ کے
ایفاء نذر اور کفارہ دینے کا اسواسطے اختیار ہوا کہ یہ قول ظاہر مین نذر ہے اور باطن مین یمین تو بالضرورۃ ایفاے نذر یا کفارہ دینے مین اوسکو اختیار ہوگا ھم وجہ یمین
ہونے اس قول کی یہ ہے کہ جب اوسنے منذور کو مثلا صدقہ کو اوس شرط پر معلق کیا جسکی اسکو خواہش نہین مثلا زنا پر تو معلوم ہوا کہ منذور اوسکو مطلوب نہین اسواسطے
کہ اوسکو مانع قرار دیا اس شرط کی فعل سے مانند دخول دار اور کلام زید کی اور یہی حقیقت ہے یمین کی یعنی منع نفس لیکن چونکہ بظاہر یہ قول نذر ہے لہذا اوسکو اختیار
حاصل ہوا ایفاے نذر اور کفارہ دینے مین بموجب دونو وجہ کی بخلاف اوس شرط کی تعلیق کے جسکی ناذر کو خواہش ہے کہ بعد وجود شرط کے وہ معلق بمعنی منجز کے ہے
لہذا نذر معلق مذکور نذر منجز کے حکم مین شریک ہوئی یعنی بموجب ایفاے نذر مین کذا فی حاشیۃ الحلبی عن البحر اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ نذر مطلق اور نذر معلق مین مطلقا ایفاے نذر واجب ہے نہ کفارہ
اور مجموع النوازل مین منقول ہے کہ امام اعظم نے ظاہر مذہب سے نذر معلق مین تفصیل مذکور کیطرف رجوع کیا اور یہی قول شرح الوسیلہ و رشید کا مختار ہے اور اسی پر فتوی
ہے اور وجہ اس تفصیل کی حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ کفارہ نذر کا وہی کفارہ یمین کا ہے کذا فی النهر الفائق نذر مكلف عتق رقبة في ملكه في به والا اثم
بالترك لا يدخل تحت الحكم فلا يجبره القاضي نذر کی مکلف نے گردن آزاد کرنیکی اپنی ملک مین یعنی یون کہا کہ خدا کیواسطے مجھکو آزاد کرنا اس غلام کا لازم ہوا اور حالانکہ
وہ غلام اوسکا مملوک ہے تو اس نذر کو پورا کرے اور اگر پورا نکریگا تو گنہگار ہوگا ترک اعتاق سے اور یہ امر حکومت کی نیچے داخل نہین تو اوسپر قاضی جبر نکریگا عتاق
کیواسطے نذر ان یذبح ولده فعليه شاة لقصة الخليل عليه الصلوة والسلام والغاه الثاني والشافعي كنذره بقتله نذر مانی ایک شخص نے کہ اپنی ولد کو ذبح
کریگا تو اوسپر بھیڑ یا بکری لازم ہے بدلیل قصہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ ذبح فرزند پر مستعد ہوئے تھے بموجب وصیت منامی کی سو حق تعالی نے اونکا
بدلا دنبہ قرار دیا چونکہ شریعت انبیاء سابقین بشرط عدم نسخ واجب العمل ہے لہذا امام اعظم اور محمد نے ذبح فرزند کی نذر مین بھیڑ یا بکری تجویز کی اور ابو یوسف و شافعی
نے اس نذر کو لغو کہا ہے اسواسطے کہ معصیت کی نذر ہے کذا فی المنح جیسے اپنی فرزند کو قتل کی نذر باطل ہے بالاتفاق اسواسطے کہ معصیت ہے اور قصہ خلیل علیہ السلام مین ذبح وارد
ہے نہ قتل کذا فی حاشیۃ الطحاوی ولغا لو كان يذبح نفسه او عبده واوجب محمد الشاة فيهما ولو بذبح ابيه او جده او امه لغا اجماعا لانهم ليسوا كسبه
اور لغو ہے اگر اپنی ذبح کرنیکی نذر کی یا اپنی غلام کی اور محمد نے ذبح نفس و ذبح غلام مین بکری واجب کی ہے اور اگر اپنی باپ یا دادا یا ماں کی ذبحکی نذر مانی تو بالاجماع لغو ہے
اسواسطے کہ مذکوران انسان کی کسب نہین بخلاف ولد کی کہ وہ کسب ہے انسان کا جیسا کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کذا فی المنح ولو قال ان برئت من مرضي هذا ذبحت
شاة او علي شاة اذبحها فبرأ لا يلزمه شيء لان الذبح ليس من جنسه فرض بل واجب كالاضحية فلا يصح اور اگر یون کہا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنی
اس مرض سے تو مین بکری ذبح کرونگا یا مجھپر بکری لازم ہے کہ اوسکو ذبح کرونگا پھر وہ چنگا ہو گیا تو اوسپر کچھ لازم نہین اسواسطے کہ ذبح کی جنس سے کوئی فرض نہین بلکہ ذبح
واجب ہے جیسا کہ قربانی تو یہ نذر صحیح نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا شرط صحت نذر سے یہ ہے کہ اوسکی جنس سے فرض ہو نہ واجب الا اذا زاد وانصدق بلحمها
فيلزمه لان الصدقة من جنسها فرض وهي الزكوة فتح وبحر وفي متن الدرر ... مگر جب ذبح کرنیکی نذر پر اتنا زیادہ کہے کہ اوسکے گوشت کو
خیرات کرونگا تو اب یہ نذر لازم ہو جاویگی اسواسطے کہ جنس تصدق سے فرض ہے یعنی زکوۃ از قسم صدقات ہے کذا فی الفتح والبحر تو معلوم ہوا کہ درر کی متن مین قصور
ہے کذا فی المنح ... مین کہا کہ ... ایک شخص بولا کہ اگر مین چنگا ہو گیا اپنی مرض سے تو بکری ذبح کرون گا تو اوسپر کچھ لازم نہین مگر
جب یون کہے لله علي ان اذبحها یعنی خدا کے واسطے ذبح کرنا بکری کا مجھپر لازم ہے اسواسطے کہ لزوم نہین ہوتا مگر نذر سے اور صیغہ نذر کا قول ثانی مین ہے نہ اول مین

انتہی کلامہ حالانکہ شرط نذر دوسری صورت میں بھی حاصل نہیں یعنی مجانس و جنس کوئی فرض نہیں چنانچہ خود صاحب درر نے اسکو صریح بیان کیا ہے تو اوسکی کلام میں قصور
ہوا انتہی مضمون المنح طحطاوی نے کہا درر کی عبارت میں فی الواقع تناقض نہیں اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری میں قاضیخان سے منقول ہے رجل قال ان برئت من مرضی ہذا ذبحت
شاۃ فبرئ لا یلزمہ شیء الا ان یقول ان برئت فللہ علی ان اذبح شاۃ انتہی تو اس سے معلوم ہوا کہ ذبح کی نذر بصریح صیغہ نذر لازم ہے اگرچہ مجانس نذر یعنی اضحیہ واجب ہے
نہ فرض تو ثابت ہوا کہ وجوب سے مراد وجوب حقیقی ہے جو مصطلح ہے فقہا کا اور یہ جو صاحب درر نے کہا ہے کہ جب منذور کی اصل فرض میں ہوگی تب نذر لازم ہوگی
سو فرض سے مراد یہاں وہ ہے جو واجب کو بھی شامل ہے انتہی قول الطحطاوی ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ شرط لزوم نذر یہ ہے کہ اوسکی مجانس واجب ہو اور فرض ہونے میں بطریق
اولی نذر لازم ہوگی تو فرضیت کو شرط لزوم قرار دینا گمان ہے مصنف اور شارح کا ولو قال للہ علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمہ فذبح مکانہ
سبع شیاہ جاز کذا فی مجموع النوازل ووجہہ لا یخفی اور اگر کہا کہ خدا کیواسطے مجھپر لازم ہے ذبح کرنا اونٹ کا اور تصدق کرنا اوسکی گوشت کا پھر اوسنے اونٹ کی
عوض سات بکریاں ذبح کیں تو جائز ہے کذا فی مجموع النوازل اور وجہ اسکی مخفی نہیں یعنی قربانی اور ہدی میں ایک اونٹ سات بکریوں کے برابر ہے وفی القنیۃ
ان ذہبت ہذہ العلۃ فعلی کذا فذہبت ثم عادت لا یلزمہ شیء اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ اگر میری یہ بیماری جاتی رہی تو مجھپر فلانی چیز لازم
ہے سو وہ بیماری جاتی رہی بعد اسکی پھر آئی تو اوسپر ادا نذر لازم نہیں اسواسطے کہ مقصود زوال علت تھا اسطرح کہ عود نکرے سو حاصل نہوا نذر لفقراء مکۃ
جاز الصرف الی فقراء غیرہا لما تقرر فی کتاب الصوم ان النذر غیر المعلق لا یختص بشیء نذر مانی فقراء مکہ کے واسطے تو جائز ہے صرف کرنا فقراء غیر کی طرف
اسواسطے کہ کتاب الصوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ نذر غیر معلق کسی چیز سے مخصوص نہیں یعنی خصوصیت فقیر اور درہم اور مکان اور زمان کی اوسمیں نہیں اسواسطے کہ
مقصود دفع حاجت فقیر ہے تو خصوصیت مکان کو اسمیں دخل نہیں کذا فی المنح نذر ان یتصدق بعشرۃ دراہم من الخبز فتصدق بغیرہ جاز ان ساوی
العشرۃ کتصدقہ بثمنہ نذر کی یہ کہ دس درہم کی روٹیاں تصدق کریگا سو اوسنے روٹیونکی سوا اور کھانا تصدق کیا مثلا گوشت اور چانول تو جائز ہے اگر
قیمت میں دونوں برابر ہوں جیسے روٹیونکی قیمت کا خیرات دینا جائز ہے اسواسطے کہ مقصود اصلی دفع حاجت فقیر ہے طعام کی کچھ خصوصیت نہیں اور قیمت دینا زیادہ نافع
ہے فقیر کو کذا فی المنح نذر صوم شہر معین لزمہ متتابعا لکن ان افطر فیہ یوما قضاہ وحدہ وان قال متتابعا بلا لزوم استقبال لانہ معین
نذر کی معین مہینے کی روزہ کی تو اوسپر پے درپے روزہ رکھنا لازم ہوگا لیکن اگر اوس مہینے میں ایکدن روزہ نرکھیگا تو فقط اوسی دن کی قضا کریگا اگرچہ اوسنے برابر روزہ رکھنے کو کہا
ہو تو بھی ایک ہی دن کی قضا کریگا بدون لزوم استقبال کے یعنی ایکدن کی ترک صوم سے اوسپر سب روزہ رکھنا لازم نہیں اسواسطے کہ وہ مہینہ معین ہے اگر استقبال واجب ہو تو معین نہیں
ولو نذر صوم الابد فاکل لعذر فدی اور اگر نذر کی ہمیشہ کے صوم کی پھر اوسنے عذر سے کھایا تو فدیہ دیوے قید عذر کی اتفاقی ہے اگر بلا عذر کھاویگا تو بھی فدیہ لازم
ہوگا کذا فی الطحطاوی ونذر ان یتصدق بالف من مالہ وہو یملک دونہا لزمہ ما یملک منہا فقط ہو المختار لانہ فیما لم یملک لم یوجد
النذر فی الملک ولا مضافا الی السبب فلم یصح نذر کی ہزار تصدق کرنیکی اپنی مال سے اور حالانکہ وہ ہزار سے کمتر کا مالک ہے مثلا چار سو کا تو اوسپر فقط اوسی قدر کی نذر لازم
ہوگی جسقدر کا کہ وہ مالک ہے یعنی چارسو کا مثلا یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ غیر مملوک میں نذر پائی گئی نہ ملک میں اور نہ مضاف الی سبب الملک میں تو صحیح نہوگی کما
لو قال مالی فی المساکین صدقۃ ولا مال لہ لم یصح اتفاقا چنانچہ اگر یوں کہا کہ میرا مال فقیروں میں صدقہ ہے اور حالانکہ اوسکا کچھ مال نہیں تو یہ نذر صحیح نہیں
بالاتفاق بسبب عدم ملک اور عدم اضافت کی طحطاوی نے کہا کہ عدم مال کی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر مال بھی ہوگا تو بھی اوسپر کوئی چیز لازم نہیں اسواسطے کہ
قول مذکور میں نذر کا صیغہ نہیں نذر التصدق بہذہ المائۃ یوم کذا علی زید فتصدق بمائۃ اخری قبلہ ای قبل ذلک الیوم علی فقیر آخر
جاز لما قدمنا نذر کی ان سو درہم کی خیرات کی فلانے دن زید پر سو اوسنے اور سو درم کو اوس دن سے پہلے دوسرے فقیر کو خیرات دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا
سابق میں کہ نذر غیر معلق میں کسی چیز کی خصوصیت نہیں نہ فقیر کی نہ درم کی نہ وقت کی قال علی نذر ولم یزد علیہ ولا نیۃ لہ فعلیہ کفارۃ یمین کما لو نذر [illegible]

اور اوسنے کوئی لفظ زیادہ نہ بولا اور صوم یا صدقہ کی کچھ نیت بھی نکی تو اوسپر کفارہ یمین کا لازم ہے ولو نوی صیامًا فلا عدد فیہ ثلثة ایام اور اگر قول مذکور
میں صوم کی نیت بلا عدد معین کی تو اوسپر تین دنکا روزہ لازم ہے اسواسطے کہ ایجاب عبد کا حق تعالی کے ایجاب پر معتبر ہے اور صوم واجب کا رتبہ تین دن کا روزہ ہے کفارہ
یمین میں ولو صدقة فاطعام عشرة مساکین کالفطرة اور اگر قول مذکور میں صدقہ کی نیت کی بلا تعیین تو دس فقیروں کا کھانا دینا لازم ہے مانند صدقہ
فطر کے اسواسطے کہ کفارہ یمین میں اسیقدر طعام واجب ہے کذا فی الطحطاوی ولو نذر ثلثین حجة لزمه بقدر عمره اور اگر نذر کی تیس حج کی تو اوسپر بقدر اوسکی عمر
کی حج کرنا لازم ہے تو اگر قبل تیس برس کے وہ مرگیا تو باقی کی وصیت اوسپر لازم نہیں ووصل بحلفه ان شاء الله بطل یمینه ملایا اپنی قسم سے انشاء اللہ کو
یعنی یوں کہا کہ واللہ میں زید سے نہ بولونگا انشاء اللہ تو اوسکی قسم باطل ہوگئی یعنی زید کے تکلم سے حانث نہوگا چنانچہ اسکی تفصیل کتاب الطلاق کی باب التعلیق
میں مذکور ہوچکی اور اگر انشاء اللہ کو بعد قسم کے منفصل کہا تو یہ استثنا باطل ہے یمین وغیرہ کا نہیں اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب ہے کہ استثنا منفصل
بھی باطل ہے ہم مناسب مقام یہ حکایت لطیف ہے کہ محمد بن اسحاق صاحب مغازی منصور دوانقی خلیفہ عباسی کے پاس اپنی کتاب المغازی کو پڑہتے تھے اور امام اعظم بھی
وہاں موجود تھے سو محمد بن اسحق نے خلیفہ سے کہا کہ یہ شیخ یعنی امام اعظم خلیفہ کے جد کی مخالفت کرتا ہے استثنا منفصل میں خلیفہ نے امام سے کہا کہ تمہارا یہ رتبہ ہوا کہ
ہمارے جد کی مخالفت کرتے ہو امام نے فرمایا یہ شخص یعنی محمد بن اسحاق خلیفہ کی سلطنت مٹایا چاہتا ہے اسواسطے کہ جب استثنا منفصل جائز ہوا تو آپکے عہد خلافت کو سلام
ہے اسلئے کہ لوگ تمسے خلافت کی بیعت کرینگے اور اطاعت کی قسم کہاوینگے پھر باہر نکل کر انشاء اللہ کہینگے اور آپکی مخالفت کرینگے حانث نہونگے تو خلیفہ نے کہا
کیا خوب بات کہا اور محمد بن اسحق کو ناخوش ہوکر اپنے پاس سے اوٹھا دیا اور امام اعظم سے کہا کہ تم اس امر کو مخفی رکھنا کذا فی منح الغفار وکذا یبطل به اے
بالاستثناء المتصل کلما تعلق بالقول عبادة او معاملة او بصیغة الاخبار اور اسیطرح استثناء متصل سے باطل ہو جاتا ہے جو امر کہ قول سے متعلق ہے خواہ
عبادات ہو جیسے نذر اور اعتاق یا معاملہ ہو جیسے طلاق اور اقرار بشرطیکہ بصیغہ اخبار ہو یعنی جملہ خبریہ ہو اگرچہ شرعا انشاء کیواسطے موضوع ہو چنانچہ صیغ عقود کی
ولو بالامر والنہی کاعتقوا عبدی بعد موتی ان شاء اللہ تعالی الیوم ولا تعتق عبدی هذا ان شاء الله لم یصح الاستثناء اور اگر استثنا متصل
بصیغہ امر یا نہی ہو چنانچہ یوں کہنا کہ میرے غلام کو آزاد کرو بعد میری موت کے بعد انشاء اللہ تعالی تو صحیح نہیں اور میرے اس غلام کو مت بیچ انشاء اللہ تعالی
تو یہ استثنا صحیح نہیں ہم تو مثال اول میں اعتاق کی وصیت صحیح ہوگی اور مثال ثانی میں مخاطب بیع کا وکیل ہوگا اور نہی کی مثال یہ ہے کہ فلانے شخص سے نہ بیچنا انشاء اللہ
بخلاف المتعلق بالقلب کالنیة کما مر فی الصوم واللہ تعالی اعلم بخلاف اوس امر کے جو دل سے متعلق ہے چنانچہ نیت کہ اوسمیں انشاء اللہ کہنا باطل نہیں
چنانچہ کتاب الصوم میں مذکور ہوچکا واللہ اعلم یعنی بوقت نیت صوم انشاء اللہ کہنا باطل نہیں اسواسطے کہ نیت امور قلب سے ہے نہ لسانیہ سے

باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی والاتیان

والرکوب وغیر ذلک یہ باب ہے دخول اور خروج اور سکونت اور آنے اور سوار ہونے اور انکے سوا اور افعال کی قسم کہانیکے احکام میں ہم مصنف نے ان
افعال کا ذکر شروع کیا جنپر لوگ قسم کہاتے ہیں اور چونکہ بیشمار افعال کا بسبب کثرت کی شمار نہیں ہو سکتا اسیقدر پر اکتفا کی جسکو فقہا کی کتب میں مذکور کیا ہے اور مذکور کی تین
دو قسم کی فعل میں ایک افعال ظاہرہ دوسرے امور شرعیہ اور افعال مذکورہ میں دخول وغیرہ سے اسواسطے ابتدا کی کہ جسم کیواسطے مکان میں رہنا کہانے پینے سے زیادہ تر لازم ہے
الاصل ان الایمان مبنیة عند الشافعی علی الحقیقة اللغویة وعند مالک علی الاستعمال القرانی وعند احمد علی النیة وعندنا علی
العرف ما لم ینو ما یحتمله اللفظ فلا حنث فی لا یهدم بیتا ببیت العنکبوت الا بالنیة فتح اصل یہ ہے کہ قسمیں مبنی ہیں امام شافعی کے نزدیک حقیقت لغوی پر اور امام
مالک کے نزدیک استعمال قرآنی پر اور نزدیک امام احمد کی نیت پر اور ہمارے نزدیک عرف قسم کی بنا ہے جبتک کہ قسم کہانیوالے نے وہ نیت نکی ہو جسکو لفظ محتمل ہے تو ہمارے
نزدیک اس قول میں کہ واللہ کوئی گھر نگراونگا حانث نہیں مکڑی کے گھر گرانے سے اسواسطے کہ مکڑی کے جالے کو عرف میں گھر نہیں بولتے ہیں مگر نیت سے البتہ حانث ہوگا

کذا فی الفتح یعنی اگر قسم کہائی سوا الا گہر سے مکڑی کا گہر ارادہ کریگا تو البتہ اوسکی گرانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ بیت عنکبوت کو بہی لغت میں بیت بولتے ہیں جنکے نزدیک یمین میں لغت کا اعتبار ہی اگر یون قسم کہاویگا کہ گہر کرادیگا تو بیت عنکبوت کی گرانے سے حانث ہوگا اور جنکی نزدیک یمین میں استعمال قرآن معتبر ہی اگر گوشت نکہانیکی قسم کہاویگا تو مچہلی کہانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید میں مچہلی کو گوشت فرمایا ہی اور امام اعظم کے نزدیک عرف معتبر ہے اسواسطے کہ مدار کلام کا عرفی بولی پر ہی جو باہم مستعمل ہے نہ لغت اور قرآن پر اور وجہ الفاظ کہ اہل لغت اور اہل عرف میں مشترک ہیں وہان لغت البتہ معتبر ہی بنا بر عرف کی فتح القدیر میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے سفیان ثوری سے مسئلہ پوچہا کہ اگر کوئی قسم کہاوے گوشت نکہانیکی سو مچہلی کے کہانے سے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے جواب دیا کہ ہان حانث ہوگا اسواسطے کہ قرآن مجید میں مچہلی گوشت فرمایا قال تعالی لتاکلوا منہ لحما طریا پہر سائل مذکور امام اعظم کے پاس آیا اور سفیان کا جواب بیان کیا امام نے کہا کہ پہر جا اونکے پاس اور سوال کر کہ اگر ایک شخص فرش پر نہ بیٹہنے کی قسم کہاوے پہر وہ زمین پر بیٹہے حانث ہوگا یا نہیں سفیان نے کہا کہ حانث نہوگا امام نے سائل کو سکہایا کہ کیون حانث نہوگا حالانکہ حق تعالی نے زمین کو فرش کہا ہے قال تعالی (واللہ جعل لکم الارض بساطا) سفیان نے اسمین تامل کیا اور کہا شاید مچہلی کا مسئلہ بہی تو ہی نے پوچہا تہا سائل نے کہا ہان سفیان نے فرمایا کہ نہ مچہلی کہانے سے حانث ہوگا نہ زمین پر بیٹہنے سے تو سفیان نے بہی عرف کی طرف رجوع کیا نہ استعمال قرآنی پر الایمان مبنیۃ علی الالفاظ لا علی الاغراض قسمیں مبنی ہیں الفاظ پر نہ اغراض پر ہم غرض سے مراد یہان نیت ہی یعنی نیت بدون لفظ کے معتبر نہیں بلکہ لفظا ہی عرفی معنی کے ساتہ البتہ معتبر ہے تو اگر کوئی کہی اپنی جورو کو بلا اور طلاق کی نیت کرے تو طلاق نہ واقع ہوگی اور یہ قاعدہ غیر ہے اوس قاعدہ کا جو مذکور ہوچکا کہ قسم کی بنا عرف پر ہی کذا فی حاشیۃ الحموی فلو

اغتاظ علی غیرہ وحلف ان لا یشتری لہ شیئا بفلس فاشتری لہ بدرہم او اکثر شیئا لم یحنث کمن حلف لا یخرج من الباب او لا یضربہ اسواطا او لیغدینہ الیوم بالف فخرج من السطح وضرب بعصا وغدی برغیف اشتری بالف اشباہ لم یحنث لان العبرۃ لعموم اللفظ

جب یہ قاعدہ ٹہرا کہ مدار یمین کا لفظ پر ہی نہ غرض پر تو اگر متکلم ناخوش ہوا غیر شخص پر اور قسم کہائی کہ اوسکو ایک پیسی کی چیز نخرید دیگا پہر اوس نے اوسکو ایک درم یا زیادہ کی چیز مول لے دی تو حانث نہوگا مانند اوسکی جسنے قسم کہائی کہ دروازہ سے نہ نکلیگا یا اوسکو کوڑے نہ مار یگا یا اوسکو اول روز ہزار درم کہلاویگا پہر قسم کہانیوالا چہت کیطرف سے نکلا اور لاٹہی سے مارا اور اول روز ایک روٹی کہلائی جسکو ہزار درم سے مول لیا تہا کذا فی الاشباہ تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہی نہ عموم غرض کا ہم اگرچہ متکلم کی غرض پہلی صورت میں رہنا ہی گہر کا اور دوسری صورت میں نہ مارنا غلام کا اور تیسری صورت میں کثیر القیمت غذا کہلانا ہے لیکن چونکہ یمین میں لفظ معتبر ہے نہ غرض لہذا حانث نہوگا طحطاوی نے کہا لیغدینہ بغین معجمہ و دال مہملہ ہے اور بعضے نسخہ میں بذال معجمہ ہی غذا سے اور بعضے نسخے میں بجای لعصا کے لیضربہا ہی مگر نسخہ لعصا اظہر اور موافق ہے تخیص جامع اور بحر الرائق کے الا فی مسائل حلف لا یشتریہ بعشرۃ حنث باحد عشر بخلاف البیع اشباہ یمین میں اعتبار لفظ کا ہے نہ غرض کا مگر چند مسائل میں غرض معتبر ہے نہ لفظ چنانچہ قسم کہائی کہ اوسکو دس درم سے نخرید کریگا تو گیارہ درم سے خرید کرنے میں حانث ہوگا اسواسطے کہ غرض متکلم کی یہ ہے کہ دس درم اور زیادہ سے نخرید کرے بخلاف بیع کے کذا فی الاشباہ یعنی اگر قسم کہائی کہ دس درم سے نہ بیع کریگا پہر اوسنے گیارہ درم سے بیچا تو حانث نہوگا اسلئے کہ غرض بائع کی یہ ہے کہ زیادہ دس درم سے بیع کریگا سو حاصل ہوئی کذا

فی الطحطاوی لا یحنث بدخول الکعبۃ والمسجد والبیعۃ للنصاری والکنیسۃ للیہود والدہلیز والظلۃ التی علی الباب اذا لم یکونا صالحین للبیتوتۃ فی حلفہ لا یدخل بیتا لانہا لم تعد للبیتوتۃ نہ حانث ہوگا اس قسم میں کہ بیت میں داخل ہوگا کعبہ اور مسجد اور نصاری کے عبادت خانہ اور یہود کی عبادت خانہ اور ڈیوڑہی اور اوس چہت کے داخل ہونے سے جو دروازہ پر ہو جبکہ ڈیوڑہی اور چہت شب باشی کے لائق نہو کذا فی البحر اسواسطے نہ حانث ہوگا کہ یہ مکانات مذکورہ شب باشی کیواسطے موضوع نہیں اور بیت اوسکو کہتے ہیں جو شب باشی کیواسطے موضوع ہو ہم اور اگر ڈیوڑہی و چہت ایسے ہوں جسمیں شب باشی ہوتی ہو یا چہتا گہر کے اندر لائق رہنے کے ہو تو اوسکے دخول سے البتہ حانث ہوگا صحاح جوہری میں ہے کہ دہلیز بکسر دال وہ مکان ہے جو دروازہ اور گہر کے درمیان ہو جسکو اہل شہر

اور یہی کو کہتے ہیں اور اہل قصبات برونٹا بولتے ہیں اور ظلہ اور ساباط چھت کو کہتے ہیں جسکی چھتوں کا ایک سرا اور دروازہ کی دیوار پر ہو اور دوسری طرف دوسری دیوار
پر کذا فی النہر ولذا حنث فی الصفۃ والایوان علی المذہب لانہ یبات فیہ صیفا وان لم یکن مسقفا فتح اور چونکہ بیت کی مفہوم میں چھت باشتی ہے تو
صفہ اور ایوان کی داخل ہونے مین حانث ہوگا بنا بر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اوسکی اندر موسم گرما میں رہتے ہیں اگرچہ اوسپر چھت نہو کذا فی فتح القدیر ظاہرا کلام شارح
صحیح نہیں اسواسطے کہ فتح القدیر میں صفہ کی مفہوم میں چھت ہونا مصرح ہے خواہ صفہ کی چار دیواریں ہوں مانند اہل کوفہ یا تین دیواریں ہوں اور ایک طرف کشادہ
چنانچہ صاحب ہدایہ نے تصحیح کی ہے ہاں البتہ یہ ہے کہ بیت کی مفہوم میں چھت شرط نہیں تو صفہ اور بیت میں عام خاص کی نسبت ہے اور شارح شاید کہ صفہ اور بیت کو متساوی سمجھتا
واسطے علامہ طحطاوی نے کہا صفہ اور ایوان ایک ہی چیز ہے تو عطف ایوان کا عطف تفسیری ہے ہندوستان کی قصبات میں صفہ کو صوفہ کہتے ہیں وفی لا یدخل
دارا لم یحنث بدخولہا خربۃ لا بناء فیہا اصلا اور یوں قسم کھائی کہ کسی گھر میں داخل ہوگا ویران گھر کے داخل ہونے سے جسمیں کچھ عمارت باقی
نہیں رہی اگر کچھ دیواریں منہدم ہوگئیں اور کچھ باقی ہیں تو لائق یوں ہے کہ حانث ہو کذا فی الفتح وفی ہذہ الدار یحنث وان صارت صحراء او بنیت دارا
اخری بعد الانہدام لان الدار اسم للعرصۃ والبناء وصف والصفۃ انما تعتبر فی المنکر لا فی المعین اور یوں قسم کھائی کہ اس گھر میں
نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول سے اگرچہ وہ گھر جنگل ہوگیا ہو یا اوسکے انہدام کی بعد دوسرا گھر وہاں بنایا گیا ہو اسواسطے کہ گھر نام ہے ساحت کا اور عمارت
وصف ہے اوسکا اور وصف کا اعتبار غیر معین میں ہوتا ہے نہ معین میں الخ چونکہ مثال اول میں لفظ دارا نکرہ ہے یعنی غیر معین لہذا عمارت اوسمیں معتبر ہوگی تو ویران گھر
داخل ہونے سے حانث نہوگا معین حاضر میں وصف اسواسطے معتبر نہوا کہ اوسکی ذات بسبب اشارہ کی تعریف وصف سے زیادہ تر معروف ہوگئی اور مثال ثانی میں چونکہ لفظ دار
معرفہ ہے یعنی معین لہذا اوسمیں عمارت کا اعتبار نہوا تو ویران گھر کے داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اور اصطلاح فقہ میں صفت اور وصف اوسکو کہتے ہیں جو ایک چیز دوسری
چیز میں قائم ہو اور اوسکی قیام سے دوسری چیز کا حسن یا کمال زیادہ ہو جاوے اور اوسکی نہونے سے نقصان ظاہر ہو خواہ وہ چیز قائم جوہر ہو یا عرض کذا فی المنح
الا اذا کانت شرطا او داعیۃ لیمین کحلفہ علی ہذا الرطب فیتقید بہ لان صفت کا اعتبار معین چیز میں نہیں ہوتا مگر اوسوقت جب کہ صفت شرط ہو قسم کی یا باعث
ہو قسم کی چنانچہ یوں قسم کھائی کہ اس کھجور کو نکہاوے گا تو اسوقت معین میں بھی قید صفت کی معتبر ہوگی یعنی خشک کھجور کھانے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ قسم کی باعث کھجور
کی تری ہے نہ خشکی اور صفت کی شرط ہونے کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر میں داخل ہوگی جو فلانی کے گھر سے متصل ہے تو تو طالق ہے تو ہمسائگی صفت ہے کہ
بطور شرط مذکور ہوئی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وان جعلت بعد الانہدام بستانا او مسجدا او حماما او بیتا او غلب علیہ الماء فصار نہرا لا یحنث
وان بنیت دارا بعد ذلک اور اگر قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ داخل ہوگا پہر وہ گھر بعد منہدم ہونیکے باغ یا مسجد یا حمام یا بیت بنایا گیا یا گھر پر پانی غالب ہوا سو گھر نہر ہوگیا
تو وہاں کے داخل ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا نام باقی نہ رہا دوسرا نام ہوگیا یعنی باغ یا مسجد اگرچہ بعد منہدم ہونے کے دوسرا گھر بنایا جاوے تو بھی حانث نہوگا
اسواسطے کہ انہدام سے اول نام معتبر رہا جسکے عدم دخول کی قسم کھائی تھی کذا فی المنح کہذا البیت ولکن ابدا بالاولی فہدم او بنی بیتا آخر او لم ینقض الاول
لزوال اسم البیت چنانچہ حانث نہیں ہوتا یوں قسم کھائی ہے کہ اس بیت میں نہ داخل ہوگا پہر وہ گر گیا یا دوسرا بیت بنایا گیا اگرچہ اول کو توڑ کر بنایا ہو تو بھی حانث نہوگا
اسواسطے کہ نام معین بیت کا انہدام یا توڑنے سے باقی نہ رہا بلکہ دوسرا نام پیدا ہوا اسواسطے غیر معین بیت کی قسم سے بطریق اولی حانث نہوگا علامہ طحطاوی نے کہا کہ تعبیر جو
کی بیت معین سے فقط پہلی صورت میں ہے یعنی انہدام میں وجہ اولویت کی یہ ہے کہ جب بیت معین میں [illegible]
اولی نہوگا ولو ہدم السقف دون الحیطان فدخلہ حنث فی المعین لانہ کالصفۃ لا فی المنکر لان الصفۃ تعتبر فیہ کما مر عزاہ
فی البحر للبدائع لکن نظر فیہ فی النہر بانہ لا فرق حیث صالح للبیتوتۃ اور اگر بیت کی چھت گرگئی نہ دیواریں پہر اوسمیں داخل ہوا تو معین بیت کی قسم میں حانث ہوگا اسواسطے کہ
چھت بیت میں بمنزلہ صفت کے ہے اور صفت کا اعتبار معین میں نہیں ہوتا اور حانث نہوگا بیت غیر معین کی قسم میں اسواسطے کہ غیر معین میں صفت معتبر ہے چنانچہ اسکی تفصیل

سابق میں مذکور ہو چکی اور بحر الرائق میں معین اور غیر معین کے فرق کو بدائع کیطرف نسبت کیا ہی لیکن اوسمیں نہر الفائق میں اعتراض کیا ہی کہ بیت معین اور غیر معین میں کچھہ فرق نہیں جبکہ وہ شب باشی کے لائق ہو وقید بھذہ الدار لانہ لو اشار ولم یسم بان قال ھذہ حنث بدخولھا علی ای صفۃ کانت کما لو ان المسجد فخرب لبقائہ مسجدا الی یوم القیمۃ بہ یفتی شارح کہتا ہی مصنف نے لا یدخل ہذہ الدار کو باسم اشارہ اور تسمیہ مقید کیا اسواسطے کہ اگر فقط اشارہ کرے دار کیطرف اور نام نہ لے یعنی یوں کہے کہ اسمیں نہ داخل ہوگا تو حانث ہوگا دخول سے ہر جس صفت پر کہ وہ ہو یعنی اگرچہ باغ یا حمام یا مسجد بن گئی ہو تو بھی حانث ہوگا چنانچہ ہذا المسجد میں یعنی قسم کہائی کہ اس مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر وہ ویران ہو گئی اور وہ داخل ہوا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ مسجد کا حکم قیامت تک باقی رہتا ہی اگرچہ وہ ویران یا باغ ہو جاوے اور یہ قول ہی ابو یوسف کا اسی پر فتوے ہے ولو زید فیہ حصۃ فدخلھا لم یحنث ما لم یقل مسجد بنی فلان فیحنث ولو لم یکن لذلک الدار لانہ عقد یمینہ علی الاضافۃ وذلک موجود فی الزیادۃ بدائع مجمعا اور اگر مسجد میں کسیقدر زمین کا حصہ زیادہ کر دیا گیا تو اوسکے دخول سے حانث نہوگا جبتک یوں نہ کہے کہ فلانی قوم کی مسجد میں نہ داخل ہوگا پھر جبکہ اسطرح کہیگا تو اوسکے دخول سے حانث ہوگا اور ایسا ہی حکم ہی دار کا و صورت زیادت حصہ اسواسطے کہ حالف نے اپنی یمین کو منعقد کیا ہی اضافت پر یعنی فلانی قوم کی مسجد پر اور یہ موجود ہے اوس زیادتی میں جو مسجد میں داخل ہو گئی کذا فی البحر عن البدائع ولو حلف لا یجلس الی ھذہ الاسطوانۃ او الی ھذا الحائط فھدما ثم بنیا ولو بنقضھما او لا یرکب ھذہ السفینۃ فنقضت ثم اعیدت بخشبہا لم یحنث اور اگر قسم کہائی کہ اس ستون یا اس دیوار کیطرف نہ بیٹھیگا پھر وہ دونو منہدم ہو گئے بعد اسکی بنا ہو گئے اگرچہ اونکو توڑ کر اوسی اینٹ اور مٹی سے بنا یا ہو یا یوں قسم کہائی کہ اس ناؤ پر سوار نہوگا پھر وہ توڑ دی گئی بعد اسکے اوسکی لکڑیوں سے دوبارہ بنائی گئی تو ستون یا دیوار کے پاس بیٹھنے یا ناؤ سے سوار ہونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ پہلا نام زائل ہو گیا کذا فی حاشیۃ الحلبی وکما لو حلف لا یکتب بھذا القلم فکسرہ ثم براہ فکتب بہ لان غیر المبری لا یسمے قلما بل انبوبا فاذا کسر فقد زال الاسم ومتے زال بطلت الیمین چنانچہ اگر قسم کہائی کہ اس قلم سے نہ لکھیگا پھر اوسکو توڑ ڈالا بعد اسکے پھر قلم تراشا اور اوس سے لکھا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ غیر تراشی کا نام قلم نہیں ہوتا بلکہ اوسکو چھچی کہتے ہیں پھر جب قلم کو توڑا تو قلم کا نام زائل ہو گیا اور جب نام زائل ہوا تو قسم باطل ہو گئی حموی نے کہا کہ بالفعل عرف بدل گیا کہ اوسکو ٹوٹا قلم کہتے ہیں تو نام زائل نہوا تو تراش کر کہنے کے بعد بھی حانث ہوگا والوقوف علی السطح داخل عند المتقدمین خلافا للمتاخرین اور جو شخص کہ چھت پر کہڑا ہے وہ گہر کے اندر داخل ہی فقہائے متقدمین کے نزدیک بخلاف متاخرین کے یعنی اگر قسم کہائی کہ اس گہر میں نہ داخل ہوگا پھر دوسرے گہر کی چھت سے اسکی چھت پر آیا تو متقدمین کے نزدیک حانث ہوگا نہ متاخرین کے نزدیک ووفق الکمال بحمل الحنث علی سطح لہ ساتر وعدمہ علی مقابلہ اور کمال الدین ابن ہمام نے فتح القدیر میں جمع بین القولین کیا ہی حنث کو اوس چھت پر محمول کرکے کہ جسکے گرد پردہ ہی دیوار وغیرہ کا اور عدم حنث عدم پردہ پر محمول کیا ہی یعنی اگر چھت کے گرد احاطہ ہی تو اوسپر قائم ہونیسے حانث ہوگا بموجب قول متقدمین کے اور اگر اوسپر پردہ نہیں تو حانث نہوگا بموجب قول متاخرین کے اسواسطے کہ دار عبارت ہی اوس سے جسکے گرد دائرہ کھینچا ہوا ہو امر ہیچ اور اوپر دونوں وجہیں حاصل ہیں اور اگر چھت پر احاطہ نہیں تو یہ بات حاصل نہیں کذا فی الفتح وقال ابن الکمال ان الحالف من بلاد العجم لا یحنث قال مسکین وعلیہ الفتوی اور ابن کمال نے کہا کہ بلاد عجم کا قسم کہانیوالا چھت پر قائم ہونے سے حانث نہیں ہوتا اسواسطے کہ بلاد عجم کی عرف میں اوسکو داخل نہیں کہتے علامہ مسکین نے کہا اور اسی قول پر فتوی ہی نجم حلبی نے کہا جب مدار قسم کا عرف پر ہوا تو علیہ الفتوی کہنا بے معنے ہی مگر اس فتوی کو بلاد عجم پر محمول کیجئے وفی البحر افاد انہ لو ارتقی شجرۃ او حائطا حنث وعلی قول المتاخرین لا والظاھر قول المتاخرین فی الکل لانہ لا یسمے داخلا عرفا کما لو حفر سردابا او قناۃ لا ینتفع بھا اھل الدار اور بحر الرائق میں ہی کہ مصنف کنز نے واقف علی السطح کو داخل قرار دیکر اشارہ کیا کہ اگر گہر والے درخت یا دیوار پر باہر سے کوئی چڑہجاوے تو حانث ہوگا اور بقول متاخرین حانث نہوگا اور ظاہر تو متاخرین کا قول ہے سب صورتوں میں اسلئے کہ واقف علی السطح اور درخت اور دیوار کے چڑہنیوالے کو عرف میں داخل نہیں کہتے چنانچہ اگر گہر کے نیچے باہر سے تہ خانہ کھودے یا بطور سرنگ ایسی نہر جاری کرے

کہ گھر والا اوسکو پانی سے اندر کی جانب سے منع نہ کرتے ہوں تو اوس تہ خانہ اور نہر مسقف کی گھسنے والی کو داخل ہونا نہیں کہتے قال وجزم الطرسوسی بانہ لو صعد المسجد فلو فوقہ
مسکن فدخلہ لم یحنث لانہ لیس بمسکن بالنیۃ صاحب بحر الرائق نے جو کہا کہ واقف علی السطح کو مطلق کہنا شامل ہے مسجد کو بھی تو اگر مسجد پر کہ نیچے کا مکان ہو مسجد
اوس میں جاوے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ وہ مکان مسجد نہیں کذا فی البدائع ولو قید الدخول بالباب حنث بالحادث لو نقب الا اذا عینہ باشارۃ فیتعین الخ
اور اگر قسم کہانیوالے نے دخول میں باب کی قید لگائی یعنی یوں کہا کہ اس گھر میں دروازہ سے نہ داخل ہوگا تو نئے دروازہ کو داخل ہونے سے بھی حانث ہوگا اگرچہ نقب
نقب ہو مگر اسوقت حانث نہوگا جب کہ دروازہ کو اشارہ سے معین کر دیا ہو کذا فی البدائع اور نقب سے مراد وہ ہے جو دروازہ بنانیکو دیوار توڑی گئی ہو کذا
فی الطحطاوی ولو وقف بقدمیہ فی طاق الباب ای عتبتہ التی بحیث لو اغلق الباب کان خارجا لا یحنث وان کان بعکسہ بحیث
لو اغلق کان داخلا حنث فی حلفہ لا یدخل اور جو شخص اپنے دونوں قدم سے دروازہ کی ایسی آستانہ پر کھڑا ہوا کہ اگر دروازہ بند کیا جاوے تو آستانہ باہر ہو جاوے تو حانث
نہوگا اور اگر اوسکے بالعکس ہو اسطرح کہ اگر دروازہ بند ہو تو آستانہ گھر کے اندر رہ جاوے تو وہ حانث ہوگا اس قسم میں کہ گھر میں نہ داخل ہوگا طاق باب اور عتبہ اور
اسکفۃ الباب آستانہ ہے جسکو اہل ہند دہلیز اور چوکھٹ بولتے ہیں ولو کان المحلوف علیہ الخروج فبالعکس الحکم اور اگر خروج وار قسم کہائی ہو تو حکم بالعکس ہوگا
یعنی یوں قسم کہائی کہ واللہ میں اس گھر سے باہر نجاوں گا تو آستانہ داخلہ پر کھڑی ہونے سے حانث نہوگا اور آستانہ خارجہ پر کھڑی ہونے سے حانث ہوگا لکن
فی المحیط حلف لا یخرج فرقی شجرۃ فصار بحال لو سقط سقط فی الطریق لم یحنث لان الشجرۃ کبناء الدار لیکن محیط میں ہے قسم کہائی کہ اس گھر سے
باہر نجاویگا پھر وہ گھر کی درخت پر چڑھ گیا سو اس حال پر ہوگیا کہ اگر شاخ سے گرے تو گھر کے باہر راہ میں گرے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ گھر کا درخت مانند عمارت دار کے ہے
تو شارح نے استدراک کیا حکم سابق کا یعنی بموجب روایت محیط کی آستانہ خارجہ کا کھڑا ہونی والا بھی خارج نہیں مگر یہ کہ عرف کو فارق کہئے کذا فی الطحطاوی وھذا الحکم
المذکور اذا کان الحالف واقفا بقدمیہ فی طاق الباب فلو وقف باحدی رجلیہ علی العتبۃ وادخل الاخری فان استوی
الجانبان او کان الجانب الخارج اسفل لم یحنث وان کان الجانب الداخل اسفل حنث زیلعی قیل لا یحنث مطلقا ہو الصحیح ظہیریہ لان
الانفصال التام لا یکون الا بالقدمین اور یہ حکم مذکور یعنی آستانہ خارجہ اور داخلہ کا فرق اوسوقت تک ہے جبتک کہ قسم کہانیوالا اپنے دونوں قدم سے دروازہ کی آستانہ
پر کھڑا ہو سو اگر ایک قدم سے آستانہ پر کھڑا ہوا اور دوسرا قدم اندر گھر کے داخل کری سو اگر دونوں جانبین خارجی اور داخلی برابر ہوں یا خارجی طرف پست ہو داخلی سے تو
حانث نہوگا عدم دخول کی قسم میں اسواسطے کہ تمام بدن کا بوجہ پست جانب کیطرف ہوتا ہے اور اگر داخلی طرف نیچی ہو خارجی طرف سے تو حانث ہوگا کذا فی شرح الزیلعی
اور دوسرا قول یہ ہے کہ کسیطرح حانث نہوگا خواہ داخلی طرف پست ہو یا خارجی اور یہی قول صحیح ہے کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ پوری جدائی بدون دونوں قدم کے نہیں
ہوتی اور ایک قدم کی رکہنے میں اگرچہ پست جانب کیطرف بدن کا بوجہ زیادہ ہوتا ہے لیکن دوسرے قدم کی طرف بھی لگا رہتا ہے ودوام الرکوب واللبس والسکنی
کالانشاء فیحنث بمکثہ ساعۃ اور دوام رکوب اور لبس اور سکونت مانند انشاء کے ہے تو ایک ساعت کی توقف سے بھی حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی
کہ اس جانور پر سوار نہوگا اور حالانکہ اوسپر سوار ہے یا قسم کہائی کہ اس قمیص کو نہ پہنیگا حالانکہ وہ اوسکو پہنے ہے یا قسم کہائی کہ اس محلہ میں نہ سکونت کریگا حالانکہ
اوسمیں ساکن ہے تو اگر بعد اس قسم کے ایک ساعت بھی سوار رہیگا یا قمیص اوتاریگا یا گھر سے باہر نکل نجاویگا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دوام اور ثبات ان افعال کا
بجائے انشاء افعال ہے گویا اب سوار ہوا یا اب قمیص پہنا یا اب سکونت کی لا دوام الدخول والخروج والتزوج والتطہیر لان الضابط ان
ما یمتد فلدوامہ حکم الابتداء والا فلا اور دوام دخول اور خروج اور تزوج اور تطہیر انشاء کی مانند نہیں اسواسطے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو فعل کہ
ابتدا اور دوام باقی رہے مانند رکوب اور لبس اور سکونت کی تو اوسکے دوام کو ابتداء فعل کا حکم ہے اور جو فعل دیر باقی نہ رہے مانند دخول وغیرہ کی تو اوسکے دوام کو
ابتدا کا حکم نہیں تو اگر قسم کہائی کہ اس گھر میں داخل نہوگا حالانکہ اوسمیں داخل ہے یا اوس سے نکلیگا حالانکہ وہ خارج ہے یا [illegible] سے نکاح نکریگا حالانکہ وہ اوسکی

نکلے جب بھی یا وضو نکریگا حالانکہ وہ باوضو ہی تو باوجود دوام ان افعال کے حانث نہوگا اور دوام سے مراد یہہ ہے کہ ایک ساعت بعد قسم کے اوسی حالت پر باقی رہے
کذا فی النہر وهذا لو الیمین حال الدوام اما قبله فلا فلو قال کلما رکبت فانت طالق او فعلی درهم ثم رکب ودام لزمه طلقة
طلقة ودرهم ولو کان راکبا لزمه فی کل ساعة یمکنه النزول طلقة ودرهم اور یہہ یعنی دوام کو حکم ابتدا کا ہونا اوس شرط پر ہے کہ حالت دوام میں قسم ہوا اور اگر
قبل اسکی قسم ہوگی تو دوام فعل کو حکم ابتدا کا نہیں تو اگر اوس نے کہا کہ جب میں سوار ہوں تو تو طالق ہے یا مجھپر ایک درم واجب ہے تو بعد اسکے سوار ہوا اور سوار
بنا رہا تو اوسپر ایک طلاق اور ایک ہی درم لازم ہوگا اور اگر قسم سے پہلے سوار ہوگا تو اوسپر ہر ایک ساعت میں جسمیں سواری سے اوترنا ممکن ہو ایک ایک طلاق
اور درم لازم ہوگا کذا فی المنح عن المجتبی قلت فی عرفنا لا یحنث الا بابتداء الفعل فی الفصول کلها وان لم ینو والیه مال استاذنا صاحب مجتبی نے
کہا میں کہتا ہوں کہ ہمارے زمانہ کے عرف میں حانث نہیں ہوتا مگر ابتداء فعل سے سب افعال مذکورہ میں اگرچہ نیت نکرے اور اسیکی طرف ہمارے اوستاد نے میلان کیا ہے یعنی
خواہ فعل ممتد ہو جیسے رکوب یا غیر ممتد ہو جیسے دخول خواہ قسم درحالت تلبس فعل ہو یا نہو بہر صورت دوام فعل کو ابتداء فعل کا حکم نہیں تو عرفا حانث نہوگا مگر ابتداء
فعل سے اور ایک روایت ابو یوسف کی اسکی موید ہے کذا فی المنح حلف لا یسکن هذه الدار او البیت او المحلة یعنی الحارة فخرج وبقی متاعه واهله
حنث ولو عقد ولو تحنیث قسم کھائی کہ اس گھر یا اس بیت یا اس محلہ میں سکونت نکریگا سو خود حالف وہاں سے نکل گیا اور اوسکا اسباب خواہ اوسکی زوجہ اور
اولاد باقی رہی یہانتک کہ اوسکے اسباب میں سے ایک میخ بھی اگر باقی رہجاویگی تو حانث ہوگا اسواسطے کہ سکونت عرفی عبارت ہے ابقاء متاع اور اہل سے
یہانتک کہ اہل بازار تمام دن بازار میں رہتے ہیں لیکن جہاں شب کو رہتے ہیں جہاں اونکی اہل وعیال اور اسباب ہوتا ہے وہاں کے ساکن کہلاتے ہیں لہذا انہیں سے حکم کیا
اسواسطے کہ ابقاء متاع اور ابقاء اہل ہر ایک علت مستقلہ حنث کی کذا فی المنح واعتبر محمد نقل ما یقوم به السکنى وهو الاوفق وعلیه الفتوى قاله
العینی ولو انتقل الی سکة او مسجد علی الاوجه قاله الکمال واقره فی النهر اور اعتبار کیا ہے محمد نے نقل اسباب کا جتنے میں اوسکا کام چلے سکونت حاصل ہو اور
یہہ قول آسان تر ہے اور اسی پر فتوی ہے بقول شیخ الاسلام عینی یعنی سب اسباب کا اوٹھالیجانا بقول محمد ترک سکونت کیواسطے لازم نہیں بلکہ اگر بقدر ضرورت
سکنی نقل متاع کریگا تو حانث نہوگا اگرچہ کسی گلی یا مسجد میں نقل مکان کیا ہو بنا بر قول اوجہ یہہ کہا ہے کمال الدین نے اور قائم رکھا ہے اسکو نہر الفائق میں ہم
نہر الفائق میں ہے کہ اسمیں کیواسطے نقل متاع اور اہل کافی ہے خواہ یہہ نقل کسی حویلی کیطرف ہوا ہو خواہ کسی گلی یا مسجد کیطرف اور اطلاق عام ہے اور یہی بقول
صاحب فتح القدیر انتہی ملخصا وهذا لو الیمین بالعربیة ولو بالفارسیة بر بمجرد خروجه بنفسه اور یہہ یعنی ابقاء متاع یا اہل سے حانث ہونا اوس
حالت میں ہے کہ قسم عربی زبان میں ہو اور اگر فارسی زبان میں قسم ہو تو حالف اپنی قسم میں سچا ہوگا اپنی ذات کے نکلنے سے بنا بر عرف فارس کے اگرچہ متاع
اور اہل باقی رہی ہو کما لو کان سکناه تبعا چنانچه اگر سکونت حالف کی بالتبع ہو نہ بالاصالت چنانچہ بڑا بیٹا باپ کے ساتھ رہتا ہو یا زوجہ زوج کے ساتھ رہتی ہو
تو حانث نہیں وکما لو ابت المرأة النقلة وغلبته او لم یمکنه لعجز ولو بدخول لیل او غلق باب او اشتغل بطلب دار
اخری او دابة وان بقی ایاما او کان له امتعة کثیرة فاشتغل بنقلها بنفسه وان امکنه ان یستکری دابة لم یحنث اور جیسے عورت نے
نقل مکان سے انکار کیا اور زوج پر غالب آگئی یا حالف کو گھر سے نکلنا ممکن نہوا اگرچہ رات ہوجانے سے یا دروازہ بند ہوجانے سے یا حالف دوسرے گھر یا سواری کی
تلاش میں مشغول رہا اگرچہ اسی تلاش میں وہی گھر میں چند روز موجود رہا یا حالف کا اسباب بہت تھا اور اوسکے اوٹھالیجانے میں بذات خود مشغول رہا اگرچہ اوسکو کرایہ
پر سواری لاکر اسباب لیجانا ممکن تھا ان سب صورتوں میں حانث نہوگا ولو نوی التحول ببدنه دین وعند الشافعی یکفیه خروجه بنیة الانتقال
اور اگر عدم سکونت کی قسم میں حالف نے فقط اپنی ذات کا نکلنا مراد لیا تو باعتبار دیانت کے اوسکی تصدیق ہوگی نہ باعتبار قضا کے اور امام شافعی کے نزدیک نکلنا حالف کا
انتقال کی نیت سے عدم حنث میں کافی ہے بخلاف المصر والبلدة والقریة فانه لا یتوقف حنثه على نقل الاهل والمتاع یعنی اگر قسم کھائی کہ اس شہر یا گاؤں میں

نہ ہوگا تو حانث نہوگا فقط بذات خود نکلنے سے اگرچہ متاع اور اہل اوسی شہر میں ہوں بنا بر عرف کے نہ اتفاقی ہیں کہا کہ یہی شہر کی عرف میں متاع اور اہل کی کوئی
قدر نہیں کی جاتی ہے تو خروج بنفسہ سے حانث ہوگا فرع مسئلہ متفرقہ شارح کا حلف لا یساکن فلانا فساکنہ فی عرصۃ دار او هذا فی بیت
وهذا فی حجرۃ حنث الا ان تكون دارا كبيرة ولو تقاسماها بحائط بينهما ان عين الدار فی يمينه حنث وان نكرها لا ولو دخلها
فلان غصبا ان اقام معه حنث علم او لا وان انتقل فورا لا كما لو نزل ضيفا وكذا لو سافر الحالف فسكن فلان مع اهله به يفتی لانه لم يساكنه حقيقة
قسم کھائی کہ مثلا زید کے ساتھ سکونت نکریگا پھر اوسکو گھر کی میدان میں رکھا یا حالف ایک کوٹھری میں ہے اور زید دوسری کوٹھری میں تو حانث ہوگا مگر اوس وقت
حانث نہوگا جب گھر بہت بڑا ہو اور اگر گھر کو حالف اور زید نے تقسیم کر لیا درمیان میں دیوار قائم کر کے تو اگر گھر کو قسم میں معین کر لیا ہو یعنی یوں کہا ہو کہ اس گھر میں
زید کو ساتھ سکونت نکریگا تو باوجود تقسیم بھی حانث ہوگا اور اگر گھر معین نہیں کیا قسم میں تو قسم مذکور سے حانث نہوگا اور اگر گھر میں زید داخل ہوگیا بطور غصب کے
تو اگر حالف نے غاصب کے ساتھ اقامت کی تو حانث ہوگا خواہ حالف کو اوسکے رہنے کا علم ہو یا نہو اور اگر حالف بمجرد دخول زید کے نکل گیا تو
حانث نہوگا چنانچہ اس صورت میں حانث نہیں ہوتا اگر مثلا زید حالف کے گھر میں بطور مہمان کے اوترے اور اسیطرح اگر حالف سفر میں چلا گیا پھر زید اوسکے گھر میں
اسکے عیال کے ساتھ رہے اسواسطے کہ حالف نے اوسکو فی الحقیقت ساکن نہیں کیا ہے تا وقتیکہ مہمان زید پندرہ روز اقامت نکریگا حالف کے ساتھ ساکن کہا جاویگا اور
اوسکو یہی یاد رکھنا چاہیئے کہ سکونت بدون اہل اور متاع کے متحقق نہیں ہوتی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی عن البحر ولو قید المساکنة بشهر حنث بساعة
لعدم امتدادها بخلاف الاقامة بحر اور اگر حالف نے مساکنت کو ایک مہینہ کے ساتھ مقید کریگا یعنی یوں کہیگا کہ میں زید کو ساتھ ایک مہینہ تک سکونت نکرونگا
تو ایک ساعت کی سکونت سے بھی حانث ہوگا اسواسطے کہ مساکنت میں امتداد نہیں بخلاف اقامت کے کذا فی البحر [illegible]
ذکر کر چکا ہے کہ دوام رکوب [illegible] اور سکنی [illegible] ایک مہینہ کے حانث نہوگا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
وفی خزانة الفتاوی حلف لا [illegible] اور خزانة الفتاوی میں ہے قسم کھائی کہ عورت کو [illegible] پھر اوسکو بلا قصد
تو حانث نہوگا وحنث فی لا یخرج من المسجد ان حمل واخرج مختارا بامره وبلا امره بان حمل مكرها لا يحنث ولو راضيا بالخروج في الاصح
اور حانث ہوگا اس قول میں کہ مسجد سے نہ خارج ہوگا اگر اٹھایا گیا اور مسجد سے نکالا گیا اپنے امر سے اور اگر بدون امر نکالا گیا اسطرح کہ زبردستی اوٹھایا گیا
تو حانث نہوگا قول اصح میں اگرچہ بوجہ اسکے خروج سے راضی ہوگیا ہو ومثله لا يدخل اقساما واحكاما اور مانند خروج کے دخول ہے اقسام اور احکام
میں ہم اگر قسم کھائی کہ مسجد میں نہ داخل ہوگا تو اگر اپنے امر سے داخل کیا گیا تو حانث ہوگا اور اگر زبردستی داخل کیا گیا تو حانث نہوگا اور خروج میں
شارح نے مسجد کی قید اسواسطے لگائی کہ خروج دار بذات خود بدون متاع اور اہل کے معتبر نہیں چنانچہ پہلے مذکور ہوچکا واذا لم يحنث بدخوله بلا امره
ولو بزلق او عثر او هبوب ريح او جمح دابة على الصحيح ظهيرية لا تنحل يمينه لعدم فعله على المذهب الصحيح فتح وغيره وفي البحر عن الظهيرية
به يفتى لكنه خالف في فتاواه فافتى بالانحلال [illegible] اور جبکہ حانث نہوا
دخول بلا امر سے اگرچہ پھسلنے یا ٹھوکر کھانے یا آندھی کے چلنے یا جانور کی سرکشی سے ہو بنا بر قول صحیح داخل ہوگیا ہو کذا فی الظہیریہ تو حالف کی یمین باطل ہوگی بسبب
اوسکے عدم فعل کے بنابر مذہب صحیح کے کذا فی فتح القدیر وغیرہ اور بحر الرائق میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ عدم بطلان یمین پر فتویٰ ہے تو بعد اسکے اگر داخل ہوگا
تو حانث ہوگا لیکن صاحب بحر الرائق نے اپنی فتاوی میں اسکی مخالفت کی ہے سو بطلان یمین کا فتویٰ دیا ہے بدلیل قول ابو شجاع کے [illegible] کہ بطلان یمین
لوگوں کے حق میں آسان تر ہے تاکہ حانث نہوں لیکن تجکو قول معتمد یعنی عدم بطلان یمین فتح القدیر وغیرہ سے معلوم ہوچکا ہے تو فتوی صاحب بحر کا لائق
اعتماد کے نہیں ولا يحنث في قوله لا يخرج الا الى جنازة ان خرج اليها [illegible]

امر لالما فی البدائع ثم ان خرجت الا الی مسجد فانت طالق فخرجت تریدُ المسجد ثم بدا لها فذهبت لغیر المسجد لم تطلق اور حانث نہوگا اس قول مین کہ نہ نکلیگا گہر سے
مگر جنازہ کیطرف اگر خارج ہوا جنازہ کیواسطے اوسکی طرف ارادہ کرکے اپنے گہر کے دروازہ سے جدا ہونیکے وقت خواہ جنازہ کے ساتھہ چلا یا نہ چلا اسواسطے کہ بدائع
مین مصرح ہے کہ اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مسجد کے سوا تو نکلی تو تو طالق ہے سو وہ مسجد کا ارادہ کرکے نکلی پہر بعد خروج کے اوسکے دل مین آیا سو غیر مسجد کیطرف
چلی گئی تو مطلقہ نہوگی ھ اسواسطے کہ شرط طلاق خروج غیر مسجد تہا سو پایا نگیا یعنی دروازہ سے جدا ہونیکے وقت اوسکو غیر مسجد مقصود نہ تہا اگرچہ بعد خروج کے کہین اور
چلی گئی ثم اتی امرًا اٰخر لان الشرط فی الخروج والذھاب والرواح والعیادۃ والزیارۃ النیۃ عند الانفصال الوصول الا فی الاتیان
یعنی قسم کہائی کہ سوا جنازہ کے نہ نکلیگا سو بقصد جنازہ دروازہ سے جدا ہوا پہر دوسرے کام کو چلا گیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ خروج اور ذہاب اور رواح اور
عیادت اور زیارت مین نیت شرط ہے دروازہ سے جدا ہونیکے وقت اور پہونچنا مقصود کیطرف شرط نہین مگر اتیان کے لفظ مین البتہ وصول مقصود مشروط ہے انفصال
کیوقت نیت ہو یا نہو طحطاوی نے کہا کہ ظاہر کلام شارح اسپر دلالت کرتا ہے کہ اگر عیادت اور زیارت کی نیت سے نکلی تو حانث نہوگا مریض کے گہر تک پہونچے یا نہ پہونچے حالانکہ
بحرالرائق سے یون مستفاد ہوتا ہے کہ اوسکے گہر کے دروازہ تک جانا اور اجازت دخول کی مانگنا عدم حنث مین ضرور ہے فلو حلف لا یخرج او لا یذھب
او لا یروح یعنی بحنثا الی مکۃ فخرج یریدھا ثم رجع عنھا قصد غیرھا ام لا لم حنث اذا جاوز عمران مصرہ علی قصدھا
بینہ وبینھا قدر سفر و الا حنث بمجرد الانفصال فتح بحثا سو اگر قسم کہائی کہ نہ خارج ہوگا یا نہ جاویگا طرف مکہ کے پہر نکلا اوسکی قصد پر پہر اوسکی طرف سے پلٹ آیا
اسکے سوا کسی طرف کا قصد کیا یا نکیا کذا فی النہر تو حانث ہوگا جب کہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکلیگا مکہ کے قصد پر بشرطیکہ اوس شہر اور مکہ مین مدت
سفر کی ہو یعنی تین منزل یا زیادہ اور اگر دونون مین اتنا فاصلہ نہوگا تو مجرد جدا ہونے شہر سے حانث ہوگا بلا تجاوز عمران کذا فی فتح القدیر بحثا
اور رواح کو مانند خروج اور ذہاب کے کہنا تجویز ہے صاحب بحر کی صاحب بحرالرائق نے کہا کہ لفظ رواح مین مین نے اپنے علما کی تصریح نہین دیکہی حالانکہ اہل عرف
اسکو بہت بولتے ہین لیکن ازہری لغوی نے کہا کہ لغت عرب مین رواح بمعنی ذہاب ہے خواہ اول شب مین ذہاب ہو یا آخر شب مین تو اس تقدیر پر لا یروح
حکم لا یذہب کے ہوگا فتح القدیر مین ہے کہ خروج اس مثال مین بمعنی سفر کے ہے اسواسطے کہ مکہ کیطرف جانا بلاشبہہ سفر ہے لہذا تجاوز عمران شہر حنث کی شرط ہوئی
وفیہ حلف لیخرجن مع فلان العالم الی مکۃ فخرج معہ حتی جاوز البیوت برّ اور فتح القدیر مین ہے قسم کہائی کہ البتہ نکلیگا فلانی عالم کے ساتھہ طرف مکہ کے
پہر اوسکے ساتھہ نکلا یہان تک کہ گہرون سے باہر ہوگیا تو اپنی قسم کو قائم رکہا حانث نہوا اگرچہ مکہ تک نہ جاوے اور پہر آوے وفی لا یخرج من بغداد فخرج
مع جنازۃ والمقابر خارج بغداد حنث اور اس قسم مین کہ بغداد سے نہ نکلیگا سو جنازہ کے ساتھہ نکلا اور حالانکہ قبرستان بغداد سے خارج ہے تو حانث ہوگا
وفی لا یاتیھا لا یحنث الا بالوصول کما مرّ والفرق لا یخفی اور یون قسم کہائی مین کہ مکہ مین آویگا اور نہ داخل ہوگا حانث نہوگا بدون وصول کے چنانچہ مذکور
ہوچکا کہ اتیان مین وصول مشروط ہے اور فرق خروج اور اتیان کا مخفی نہین ھ بحرالرائق مین ہے کہ خروج اور اتیان مین یہ فرق ہے کہ خروج بقصد مکہ پایا گیا
شہر کے نکلنے سے اور یہی شرط تہی حنث کی اسواسطے کہ اندر سے باہر کیطرف منفصل ہونا یہی حقیقت ہے خروج کی اور اتیان عبارت ہے وصول سے نہ مجرد انفصال
سے کذا فی حاشیۃ الحلبی کما لا یحنث لو حلف ان لا تاتی امرأتہ عرس فلان فذھبت قبل العرس کانت ثمہ حتی مضی العرس
لانھا ما اتت العرس بل العرس اتاھا ذخیرۃ چنانچہ حانث نہین ہوتا اگر یون قسم کہاوے کہ اوسکی زوجہ مثلاً زید کی شادی مین نہ آویگی سو اوسکی زوجہ قبل
شادی کے زید کے گہر گئی اور وہین رہی یہانتک کہ شادی ہوگئی اسواسطے حانث نہوگا کہ عورت شادی مین نہ آئی بلکہ شادی اوسکی پاس آئی یعنی اوسکی مدت
اقامت مین شادی ہوگئی کذا فی الذخیرہ حلف لیأتینہ فھو ان یاتی منزلہ او حانوتہ لقیہ ام لا قسم کہائی کہ اوسکی پاس جاویگا تو یہ اتیان اوسکے گہر
یا دوکان جانے سے عبارت ہے خواہ اوس سے ملاقات ہو یا نہو یعنی اگر اسکے گہر یا دوکان مین گیا تو حانث نہوگا ملاقات اسمین شرط نہین ہو یا نہو ولو لم یاتہ

حتی مات احدہما حنث فی اٰخر حیوتہ وکذا کل یمین مطلقۃ اما الموقتۃ فیعتبر اٰخرہا فان مات قبل مضیہ فلا حنث وقولہ
یفید انہ لو ارتد ولحق لا یحنث لبطلان یمینہ باللحاق بحر لان الردۃ کالموت نہر اور اگر حالف محلوف علیہ کے پاس نہ آیا یہانتک کہ دونوں میں سے کوئی مر گیا
تو حالف حانث ہوگا اپنی اخیر حیوۃ میں اسیطرح ہر مطلق قسم میں جسکا وقت معین نہیں کیا آخر حیوۃ میں حانث ہوگا اور موقت قسم میں تو آخر وقت اوسکا معتبر ہے
چنانچہ یوں کہا کہ مثلاً تیسری تاریخ محرم کی زید کے پاس جاوینگا تو تیسری تاریخ کی اخیر دن میں حانث ہوگا پھر اگر مر گیا قبل گذرنے وقت معین کے مثلاً تیسری تاریخ سے پہلے
مر گیا تو حانث نہوگا اور مصنف کا یوں کہنا کہ اخیر حیات میں حانث ہوگا اسکا مفید ہوا کہ اگر حالت یمین مطلق میں مرتد ہوگیا اور دار الحرب میں جا ملا تو حانث نہوگا
بسبب باطل ہونے یمین باللہ کی بمجرد ارتداد کے چنانچہ کتاب الیمین کے اول میں مذکور ہو چکا کہ یمین باللہ میں اسلام شرط ہے سو اسکو غور کر وجہ غور کی یہ ہے کہ مصنف کی کلام
میں موت سے حقیقی موت مراد ہے نہ حکمی اسواسطے کہ ارتداد حکمی موت ہے اور شارح نے یمین باللہ کی قید سے اشارہ کیا کہ اگر طلاق کی یمین ہوگی تو ارتداد سے باطل نہوگی
کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وحلف لیاتینہ غدا ان استطاع فہی استطاعۃ الصحۃ لانہ المتعارف فیقع علی رفع الموانع کمرض او سلطان
وکذا جنون او نسیان بحر بحثا قسم کھائی کہ کل زید کے پاس جاوینگا بشرط استطاعت تو یہہ استطاعت صحت پر محمول ہے اسواسطے کہ یہی متعارف ہے نہ موت حقیقی پھر
جب استطاعت سے صحت مراد ہوئی تو رفع موانع پر واقع ہوگی چنانچہ بیماری یا منع کرنا بادشاہ کا اور اسیطرح جنون اور نسیان بھی موانع میں داخل ہیں بحر نے بحثاً کہا یعنی
یعنی جب استطاعت صحت رفع موانع سے عبارت ہوئی تو اگر حالف قسم کو بھول گیا یا وہ مجنون ہوگیا تو سزاوار یہ ہے کہ حانث نہو اسواسطے کہ نسیان اور جنون
بھی موانع فعل میں داخل ہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا کہ استطاعت صحت عبارت ہے سلامت جوارح اور صحت اسباب سے اور امام محمد نے اسکو عام مرض اور
منع سلطان کر کے تفسیر کیا ہے وان نوی بہا القدرۃ الحقیقیۃ المقارنۃ للفعل صدق دیانۃ لا قضاء علی الاوجہ فتح لانہ خلاف الظاہر وقد
اظہر ہہنا الزاہدی اعتزالہ ہہنا فی المجتبی کما اظہرہ فی القنیۃ فی موضعین من الفاظ التکفیر اور اگر حالف نے مثال سابق میں استطاعت سے قدرت حقیقی جو فعل
سے متصل ہوتی ہے مراد لیگا تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء بنا بر اوجہ قول کے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ استطاعت سے قدرت حقیقی مراد لینا خلاف ہے
ظاہر عرف کی لہذا اوسکی تصدیق قضاء نہوگی اسواسطے کہ قاضی خلاف ظاہر کو نہیں مانتا اور البتہ زاہدی نے اپنا اعتزال یہاں کتاب مجتبی میں ظاہر کیا ہے جیسے قنیہ میں
اسکو دو مقام میں منجملہ الفاظ تکفیر کے ظاہر کیا ہے ہم اہل سنت کی نزدیک افعال عباد بالکل حق تعالی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں اور اوسکی مخلوق ہیں اور معتزلہ کا یہ
مذہب ہے کہ عبد موجد ہے اپنی فعل کا اپنی اختیار سے جسکو معتزلی نے کہا قدرت وہ صفت ہے جسکو حق تعالی حیوان میں پیدا کرتا ہے اکتساب فعل کے قصد کی نزدیک بعد سلامت
آلات و اسباب اور قدرت نہیں ہوتی مگر متصل فعل کے فتح القدیر میں ہے کہ قدرت عبد میں فعل سے سابق نہیں ہوتی بلکہ فعل کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور فعل میں اسکو
کچھ تاثیر نہیں اسواسطے کہ افعال عباد مخلوق ہیں خدا کی اور زاہدی نے اپنا اعتزال یوں ظاہر کیا ہے کہ حقیقت استطاعت کو مقارن فعل کہنا باطل ہے اسواسطے کہ یہ
اشعریہ اور اہل سنت کی مذہب پر مبنی ہے اسواسطے کہ اگر ایسا ہی ہو تو فرعون اور ہامان اور باقی کفار جو کفر میں مرے ہیں وہ قادر نتھے ایمان پر اور انکو ایمان
کا مکلف کرنا تکلیف ما لا یطاق تھا اور انبیا علیہم السلام کا آنا اور کتب آسمانی کا نازل کرنا اور اوامر اور نواہی اور وعدہ اور وعید اونکی حق میں بیفائدہ ہوا انتہی
کلامہ حالانکہ یہ قول اوسکا غلط ہے اسواسطے کہ تکلیف شرعی قدرت حقیقی پر موقوف نہیں تا اوسکا اعتراض وارد ہو بلکہ قدرت ظاہری اوسکے واسطے کافی ہے یعنی
سلامت اعضا اور صحت اسباب چنانچہ اسکی تفصیل علم کلام اور کتب اصول میں مذکور ہے کذا فی المنح ودلائل الاسرار والطحطاوی وکذا تخرجی بغیر اذنی او الا
باذنی او بامری او بعلمی او برضای شرط للبر لکل خروج اذن الا لغرق او حرق او فرقۃ ولو نوی الاذن مرۃ دین وتنحل یمینہ بخروجہا مرۃ بلا اذن
کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ نہ نکلیو گہر سے بغیر میری اذن کے یا مگر میری اذن سے یا مگر میری حکم یا علم یا میری رضامندی سے تو اس قسم کے قائم رکھنے کے واسطے ہر بار نکلنے میں
زوج کا اذن شرط ہے مگر ڈوبنے یا جل جانیکے خوف سے یا جدائی کے سبب سے نکلنے میں اذن مشروط نہیں اور اگر اس کلام میں زوج ایک ہی بار کی اجازت مراد رکھیگا تو دیانۃ

اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اور یمین باطل ہوگی صورت کر اگر ایکبار بلا اذن نکلنے سے یعنی جب ایکبار بلا اجازت نکلی تو زوج حانث ہوا پھر دوسری بار بلا اذن نکلنے
سے حانث نہوگا کذا فی البحر ولو قال کلما خرجت فقد اذنت لک سقط اذنه ولو نهاها بعد ذلک صح عند محمد وعليه الفتوى والجوہرة
اور اگر یہ کہدیا کہ جب کبھی تو نکلنا چاہے تو نکل یعنی اجازت دی تو اس کلام سے ہر بار کا اذن لینا ساقط ہوگیا اور اگر بعد اس کے
اوسکو منع کریگا تو منع صحیح ہے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الولوالجیہ وفی الصیرفیه حلف بالطلاق لا ینقل اهله من بلد کذا فرفع
الامر الی الحاکم فبعث اجنبیا بغیر اذنه فنقل اهله لا یحنث اور صیرفیہ میں ہے کہ قسم کھائی طلاق کی کہ اپنے اہل کو فلانی شہر میں نہ لیجاویگا پھر نالش ہوئی حاکم کے پاس
سو حاکم نے اجنبی کو بلا اذن زوج بھیجا سو وہ اوسکی اہل کو اوسی شہر میں لے آیا تو زوج حانث نہوگا اسلیئے کہ حاکم پاس نالش کرنے سے حاکم مامور نہیں ہوجاتا کہ مامور کا فعل
آمر کی طرف منسوب ہو کذا فی المنح بخلاف قوله الا ان او حتی آذن لک لانه للغاية بخلاف اس قول کے کہ نکلیو گھر سے مگر یہ کہ میں تجکو اذن دوں یا نہ نکلیو
تا اینکہ میں تجکو اذن دوں اسواسطے کہ یہ قول غایت کیواسطے ہے ہم لا تخرجی الا باذنی میں ہر بار اجازت مشروط ہے اسواسطے کہ استثنا مفرغ ہے اور مستثنی خروج مقرون
بالاذن ہے بخلاف الا ان تخرجی حتی اذن لک کے کہ اسمیں اذن غایت ہے خروج کی تو ایکبار کا اذن کافی ہے ہر خروج میں اذن لازم نہیں حتی کا غایت کیواسطے موضوع ہونا تو
صحیح ہے اور الا ان بمعنی حتی ہے مجازاً کذا فی الطحطاوی عن البحر ولو نوى التعدد دين ق اور اگر زوج الا ان او حتی میں تعدد اذن کی نیت کریگا تو اوسکی تصدیق
ہوگی قضاءً اسواسطے کہ اسکا کلام محتمل ہے تعدد کا اور یمین خود اوسکی ذات پر تشدید ہے کذا فی المنح حلف لا یدخل دار فلان یراد به نسبة السکنی
الیه عرفا ولو تبعا او باعارة قسم کھائی کہ داخل نہوگا فلانے کے گھر میں مثلاً زید کے گھر میں تو مراد اس سے سکونت کی نسبت ہے طرف زید کی بنا بر عرف کی اگرچہ سکونت
اوسکی بالتبع ہو نہ بالاصالت یا بطریق عاریت ہو یعنی دار زید سے عرف میں وہ گھر مراد ہے جسمیں زید رہتا ہو خواہ وہ مملوک ہو یا عاریت یا کرایہ ہو سکونت اوسکی
بالاصالت ہو یا کسیکے ساتھ رہتا ہو جیسے سکونت بیٹی کی ماں کے ساتھ یا سکونت زوجہ کی زوج کے ساتھ بالتبع ہے نہ بالاصالت پھر جو زید جس گھر میں رہتا ساکن ہوگا اوس گھر میں
داخل ہونے سے قائل حانث ہوگا اور اگر ایک گھر زید کا مملوک ہے اور اوسمیں وہ نہیں رہتا ہے تو اوسکے داخل ہونے سے حانث نہوگا باعتبار عموم المجاز ومعناه
کون محل الحقیقة فردا من افراد المجاز یعنی دار فلان سے وہ دار جسکو وہ مراد ہے باعتبار عموم مجاز کے اور عموم مجاز کا یہ مطلب ہے کہ محل حقیقت یعنی کلمہ حقیقی ایک فرد ہوجاوے
افراد مجاز سے یعنی مجازی معنی ایسے عام ہوں کہ حقیقی معنے اوسمیں داخل ہوجاویں چنانچہ یہاں دار سکونت میں دار مملوکہ داخل ہے شارح نے اشارہ کیا کہ یہاں جمع بین الحقیقت
والمجاز نہ کوئی سمجھے اسواسطے کہ وہ حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ عموم مجاز مراد ہے اور حلف لا یضع قدمه فی دار فلان حنث بدخولها
مطلقا ولو حافیا او راکبا لان الحقیقة متی کانت متعذرة او مهجورة صیر الی المجاز حتی لو اضطجع ووضع قدمیه لم یحنث اور یوں قسم کہائی
کہ اپنا قدم نہ رکھیگا فلانے کے گھر میں تو حانث ہوگا اوسمیں داخل ہونے سے ہر طرح سے اگرچہ برہنہ پا یا سوار داخل ہوا اسواسطے کہ اصول میں ثابت ہوچکا ہے کہ جب حقیقت
متعذر یا متروک ہوتی ہے تو مجاز ٹھہرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اگر گھر کے باہر لیٹے اور اپنے دونوں قدم گھر کے اندر رکھدے حانث نہوگا اسواسطے کہ اس صورت میں اگرچہ وضع
قدم پایا گیا لیکن اسکو دخول نہیں کہتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ جب وضع قدم میں مجازاً دخول مراد ہوا سبب متروک ہونے حقیقی معنے کے تو سوار ہونے میں ہرچند وضع قدم نہیں لیکن
حانث ہوگا اور لیٹنے کی صورت میں ہرچند وضع قدم ہے لیکن حانث نہیں اور حقیقی معنی کا متعذر ہونا آگے باب میں معلوم ہوگا وشرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلا فانت
طالق او ان ضربت عبدک فعبدی حر مثلا لوجود الغضب فوراً لان قصده المنع عن ذلک الفعل عرفا ومدار الایمان علیه وهذه
تسمی یمین الفور تفرد ابو حنیفة رحمه الله تعالی باظهارها ولم یخالفه احد اور اس قول میں کہ اگر تو مثلاً نکلی تو تجکو طلاق ہے
یا تو نے اگر اپنے غلام کو مارا تو میرا غلام آزاد ہے یہ کہنا خروج اور ضرب کے ارادہ کرنیوالے کو تو اس فعل کا فوراً کرنا شرط ہے حنث کی اسواسطے کہ متکلم کا روکنا …
کو فعل … سے … باعتبار عرف کے اور مدار قسموں کا عرف پر ہے اور اس قسم کو یمین فور کہتے ہیں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ … نے ظاہر …

منفرد ہوئے اور کسی مجتہد نے انکی خلاف نہین کیا اس مسئلہ مین ہم جب زوجہ نے مثلاً گہر سے نکلنے کا قصد کیا اور زوج نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تجہکو طلاق ہے تو اگر زوجہ
فوراً نکلی بلا توقف تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوجاویگی اور اگر زوجہ فوراً نہ نکلی بلکہ اس کام سے گہڑی بہر بعد نکلی تو حنث نہ ثابت ہوگا یمین فور کا حکم اول
حضرت امام اعظم نے بیان کیا اور اگلے علما یمین دو قسم کی جانتے تھے ایک یمین مطلق اور دوسری یمین مقید اور یمین فور تیسری قسم نکلی کہ ظاہر مین مطلق ہو اور حقیقت مین
مقید امام نے اسکا حکم حدیث جابر رضی سے نکالا اونسے کسی نے مدد مانگی تہی اونہون نے عدم نصرت کی قسم کہائی پہر بعد اسکی نصرت کی اور حانث نہوئے کذا فی تبیین الکنز اور
بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے کہ امام اعظم سے کسی عالم نے یمین فور کے نام رکہنے اور اوسکے حکم نکالنے مین سبقت نہین کی اور نہ اونکے بعد کسی مجتہد نے انکی مخالفت کی تو سب
علما اس مسئلہ مین عیال ہین ابوحنیفہ کی بلکہ درحقیقت کل فقہ مین علما عیال ہین امام اعظم کی کذا فی المنح چنانچہ امام شافعی نے از راہ انصاف فرمایا کہ الناس عیال لابی حنیفۃ
فی الفقہ وکذا فی حلفہ ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط للحنث تغدیہ معہ ذلک الطعام المدعو الیہ اور اسیطرح
اس قسم مین کہ اگر مین اول روز کا کہانا کہاؤن تو ایسا یہ کہا بلانیوالیکے اس قول کے بعد کہ آ میرے ساتھہ اول روز کا کہانا کہا شرط ہے واسطے حنث کی طالب کے ساتھہ
وہی طعام کہانا جسکے واسطے بلایا اسواسطے کہ جواب اعادہ سوال کا متضمن ہوتا ہے تو اوسی طعام مخصوص پر حنث منحصر ہوا تا کہ مطابقت واقع ہو سوال اور جواب
مین وان ضم الی ان تغدیت الیوم او معک فبعد حنث بمطلق التغدی لزیادۃ علی الجواب فیجعل مبتدیا اور اگر جواب مین لفظ الیوم
یا معک ملایا یعنی یون کہا کہ اگر مین اول روز کا کہانا آج کہاؤن یا تیری ساتھہ کہاؤن تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا مطلق تغدی سے خواہ طالب کے گہر مین
کہاوے خواہ اوسکی ساتھہ دوسرے وقت کہاوے ہر صورت حانث ہوگا جواب پر زیادہ بڑہانے سے تو وہ سرنو سے متکلم قرار دیا گیا نہ مجیب طحطاوی نے کہا کہ بات کو تمام
تہا بجای معی کے عندی کہنا چاہیے جیسا کنز نے کہا ہے اسواسطے کہ جب لفظ مع کا سوال مین ہوا تو مجیب کے کلام مین لفظ معک سے زیادتی نہ لازم آئی وفی طلاق الاشباہ
ان للتراخی الا بقرینۃ الفور منہ طلب جماعہا فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شہوتہ حنث اور
اشباہ کی کتاب الطلاق مین ہے کہ ان شرطیہ درنگی کے واسطے ہے مگر بقرینہ فور بستہ فور کی واسطے ہوتا ہے اور از قبیل فور کے یہ مثال ہے کہ زوج نے اپنی زوجہ کی جماع کی
خواہش کی سواوسنے انکار کیا تو زوج نے کہا کہ اگر تو داخل نہوگی میرے ساتھہ کوٹہری مین تو تجہکو طلاق ہے پہر بعد سکون شہوت زوج داخل ہوئی نہ فوراً
تو زوج حانث ہوگا زوجہ مطلقہ ہوگی وفی البحر عن المحیط طول التشاجر لا یقطع الفور وکذا لو خافت فوت الصلوۃ فصلت واشتغلت بالوضوء
للصلوۃ المکتوبۃ او اشتغلت بالصلوۃ المکتوبۃ لانہ عذر شرعا وکذا عرفا اور بحر الرائق مین محیط سے منقول ہے دیر تک جہگڑا ہونا زوجین
مین قاطع فور کا نہین اور اسیطرح اگر زوجہ فوت نماز سے ڈری سو نماز پڑہنے لگی یا مشغول ہوئی فرض نماز کی وضو مین یا فرض نماز مین مشغول ہوئی سو اتنا توقف قاطع
سرعت کا نہین شرعاً اور اسیطرح عرفاً یعنی اگر بعد انکار جماع زوج نے کہا کہ اندر نہ آویگی میرے ساتھہ تو تجہکو طلاق ہے سو صورت دیر تک جہگڑا کرتی رہی یا نماز
یا وضو مین مشغول رہی اور پہر اندر داخل ہوئی تو زوج حانث نہوگا اتنی توقف عذری سے مرکب العبد المأذون والمکاتب لیس مرکبا للمولی فی حق الیمین
الا بشرطین اذا لم یکن دینہ مستغرقا ونواہ لحینئذ یحنث سواری عبد ماذون فی التجارۃ اور مکاتب کی اوسکے مالک کی نہین
یمین کی حق مین مگر دو شرط سے جب کہ اوسکا قرض مستغرق نہو اور حالف نے اوس سواری کی نیت کی ہو تو اوسوقت مین حانث ہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ فلانا
زید کی سواری پر سوار نہوگا پہر زید کی عبد ماذون یا مکاتب کی سواری پر سوار ہوا تو حانث نہوگا اور انہی دو شرطوں مستغرق دین اور نیت کی حانث ہوگا اور اگر
دین مستغرق ہے تو حانث نہوگا اگرچہ اوس سواری کی نیت کرچکا ہو اسواسطے کہ عبد مدیون مستغرق کی کسب مین مولی کی ملکیت نہین امام کی نزدیک کذا فی المنح حلف
لا یرکب فالیمین علی ما یرکبہ الناس عرفا من فرس وبغل وحمار فلو رکب ظہر انسان وبعیرا وبقرۃ او فیلا لا یحنث استحسانا
الا بالنیۃ ظہیریۃ قلت وینبغی حنثہ بالبعیر فی مصر والشام بالفیل فی الہند للتعارف قالہ المصنف قسم کہائی کہ سوار نہوگا تو قسم اوسپر محمول ہے جسپر لوگ

للصلوٰۃ کالا یحنث اور اگر نماز کیواسطے کلی کی تو حانث نہوگا یعنی اگر قسم کہائی کہ پانی نہ چکہیگا تو کلی کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اسطرح کلی کرنے کو چکہنا اور پینا نہیں
ہوتا ہے چنانچہ منقول ہی امام محمد سے کذا فی الطحطاوی ولو عنی بالذوق الاکل لم یصدق الا لدلیل اور اگر حالف نے چکہنے سے کہانیکا ارادہ کیا تھا تو اوسکی تصدیق
نہوگی مگر دلیل سے یعنی دلالت حال سے چنانچہ یہ سمجھا جاوے کہ آپ ہی پاس کہانا کہا خالد نے کہا تھا کہ میں تیری پاس کہانا نہ چکہونگا نہ پانی تو یہان قرینہ سوال
ذوق بمعنی اکل و شرب ہی کذا فی المنح حلف لا یاکل من ہذہ النخلۃ او الکرمۃ تقید حنثہ باکلہ من ثمرہا بالمثلثۃ ای ما یخرج منہا بلا تغییر
بصنعۃ جدیدۃ فیحنث بالعصیر لا بالدبس المطبوخ ولو وصل غصن منہا بشجر آخر قسم کہائی کہ اس کہجور کے درخت یا انگور کے درخت سے کہاونگا
تو قسمین ہے حنث اوسکی اون درختوں کے ثمر کے کہانیسے ثمر بثاء مثلثہ سے وہ چیز مراد ہی جو درخت سے بلا تغییر صنعت جدید نکلے تو عصیر یعنی عصارہ کے کہانے سے حانث ہوگا
نہ دبس مطبوخ کے کہانیسے اور نہ حانث ہوگا اوس درخت کی شاخ پیوند کرنے سے دوسرے درخت میں ہم جب حالف نے مضاف کیا یمین کو درخت کیطرف حالانکہ
درخت ماکول چیز نہیں تو یمین لغو ہوتی تھی لہذا اوسکی تصحیح کلام عاقل کے اسکی ظاہر سے پہیر یعنی درخت سے پہل کا ارادہ کیا بطریق مجاز کے یعنی سبب سے مسبب کا ارادہ
کیا سبب درخت ہی اور مسبب پہل بشرط عدم تغیر عصیر اور عصارہ وہ پانی جو پہلوں کو دبانے سے نکلے و دبس بالکسر اوس شیرہ کو کہتے ہیں جو خود بخود پختہ کہجور اور انگور سے ٹپکے
چونکہ اوسمیں فعل انسان کو دخل نہیں لہذا اوسکی کہانیسے حانث ہوگا جیسے کچی پکی گدر کہجور کے کہانے سے حانث ہوتا ہے اور دبس مطبوخ شیرہ ہے پختہ کہجور اور انگور کا جو
جوش دیا جاوے لہذا اوسکی کہانے سے حانث نہوگا جیسے نبیذ تمر پختہ اور سرکہ انگوری سے حانث نہیں ہوتا اور اسیطرح اگر انگور کی شاخ دوسرے درخت میں پیوند کی اور اس
شاخ کے پہل کو کہایا تو حانث نہوگا بسبب تصرف انسانی کے وان لم یکن للشجر ثمرۃ تنصرف یمینہ الی ثمنہا فیحنث اذا اشتری بہ ماکولا واکلہ اور اگر اوس درخت
کا ثمر نہ ہو کہ پہل نہو تو یمین اوسکی اوس درخت کی قیمت کیطرف پہر جاویگی تو حانث ہوگا جب درخت کی قیمت سے کوئی کہانیکی چیز لیگا اور اوسکو کہاویگا ولو اکل من عین
النخلۃ لا یحنث وان نواہ لان الحقیقۃ مہجورۃ ولوالجیہ اور اگر بعینہ کہجور کے درخت کو کہاویگا کوٹ پیسکر تو حانث نہوگا اگرچہ خود درخت کہانیکی
نیت کی ہو قسم کے وقت اسواسطے کہ حقیقت متروک ہی کذا فی الولوالجیہ یعنی حقیقی معنے درخت کے یہاں متروک الاستعمال ہیں ہم شارح کو لازم تہا کہ بجائے مہجورۃ متعذرۃ
بولتا چنانچہ ایضاح الاصلاح میں ہے صاحب کشف نے کہا کہ متعذرہ وہ ہی جو بلا مشقت نہ حاصل ہو جیسے کہجور کے درخت کا کہانا اور مہجورہ وہ ہی جسکا حصول آسان ہو لیکن
لوگوں نے اوسکو چہوڑ دیا ہو جیسے وضع قدم کی معنے حقیقی متروک ہوکر مطلق دخول میں مستعمل ہے کذا فی الطحطاوی وفی المحیط لو نوی اکل عینہا لم یحنث باکل
ما یخرج منہا لانہ نوی حقیقۃ کلامہ قال المصنف تبعا لشیخہ وینبغی ان لا یصدق قضاء لتعیین المجاز زاد فی النہر فان قلت ورق
الکرم مما یوکل عرفا فینبغی صرف الیمین لعینہ قلت اہل العرف انما یاکلونہ مطبوخا اور محیط میں ہی کہ اگر حالف بعینہ کہجور کے درخت کو کہانیکی
نیت کریگا تو اوسکی پہل وغیرہ کی کہانیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسنے اپنی کلام کے حقیقی معنے کا ارادہ کیا تو مجاز میں کیونکر حانث ہوگا مصنف نے اپنی شرح میں
باتباع اپنی استاد یعنی صاحب بحر الرائق کے کہا کہ لائق یوں ہی کہ باوجود نیت حقیقت کے قضاء اوسکی تصدیق نہو بسبب متعین ہوجانے معنی مجازی کے تو غیر مجاز خلاف
ظاہر ہوا اور خلاف ظاہر میں قاضی تصدیق نہیں کرتا کذا فی المنح اور صاحب نہر الفائق نے واسطے تقویت اس قول کے اتنا زیادہ کہا ہی یعنی اگر تو کہی کہ انگور کے
پتوں کو عرف میں کہاتے ہیں تو لائق ہی یمین کا پہیرنا بعینہ انگور کے درخت کی طرف تو میں جواب کہونگا کہ اہل عرف پتوں کو تو پکا کے کہاتے ہیں یعنی اگر کچا کہانا رواج
ہوتا تو سوال صحیح ہوتا وفی الشاۃ یحنث باللحم خاصۃ لا باللبن لانہا ماکولۃ فتنعقد الیمین علیہا اور بہیڑ بکری کی قسم میں فقط گوشت
کہانے سے حانث ہوگا نہ دودہ کہانے سے اسواسطے کہ بہیڑ بکری خود کہانیکی چیز ہے تو یمین بعینہ اوسی پر منعقد ہوگی نہ اوسپر جو اوس سے نکلتا ہی یعنی دودہ
اور دہی اور مسکہ ولا یحنث فی حلفہ لا یاکل من ہذا البسر او الرطب او اللبن باکل رطبہ وتمرہ وشیرازہ لان ہذہ صفات داعیۃ
الی الیمین فتتقید بہ اور اس قسم میں کہ نہ کہاونگا اس گدر کہجور کو یا اس پختہ تر کہجور کو یا اس دودہ کو حانث نہوگا پہلی صورت میں تر کہجور کہانے

ہے اور دوسری صورت میں خشک کہجور کہائی ہے اور تیسری صورت میں جو کہا وہی کہائی ہے اسواسطے کہ یہہ صفات یعنی بسر ہونا اور رطب ہونا اور نبیذ ہونا باعث ہوا
قسم کہانیکا اور انتفاء اس امر پر ہو اوسی صفت مخصوصہ پر قسم مقید ہوگی تو غیر صفت میں کیونکر حانث ہوگا ہم شیراز عبارت ہے رائب سے یعنی دودہ کو جوش کرکے اوسکا
پانی نکالا جاوے کذا فی فتح القدیر والمنح والطحطاوی اور علامہ باکر سے نقل کیا کہ شیراز بالکسر میں ترشی کا ہونا بہی شرط ہے لہذا مترجم نے شیراز کا ترجمہ دہی کیا بخلاف
لا کلم ہذا الصبی او ہذا الشاب فکلمہ بعد ما شاخ او لا یاکل ہذا الحمل بفتحتین ولد الشاۃ فاکلہ بعد ما صار کبشا فانہ
یحنث لانہا غیر داعیۃ بخلاف اس قول کے کہ قسم کہائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے کلام نکریگا پہر اوس سے کلام کیا اوسکے بڈہے ہونیکے بعد یا قسم کہائی کہ اس
بکری کے بچہ کو نکہاویگا پہر اوسکو کہایا جب کہ وہ جوان مینڈہا ہوگیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یہ صفات باعث یمین کے نہیں ہوتے ہم اسواسطے کہ ہجران مسلم
شرعا ممنوع ہے تو مانع ہے عدم تکلم کا خواہ وہ صغیر ہو یا کبیر اور اسیطرح بہیڑ کے بچہ کا نکہانا باعث یمین نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ صغیر کا گوشت جوان سے زیادہ تر
معیوب ہوتا ہے حمل بفتح اول و دوم بچہ بہیڑ اور دنبہ کا والاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر
فاذا زالت زال الیمین وما لا تصلح داعیۃ اعتبر فی المنکر دون المعرف اور قاعدہ کلیہ مسائل سابقہ کے حکم کا یہ ہے کہ محلوف علیہ جب کہ ایسی صفت کے
ساتہ موجود ہو جو داعی ہو طرف یمین کے تو یمین اوس صفت کے ساتہ مقید ہے معرفہ اور نکرہ دونوں میں تو جب وہ صفت زائل ہوگی تو یمین بہی زائل ہوجاویگی اور جب کہ
محلوف علیہ ایسی صفت کے ساتہ ہو جسکو لیاقت نہیں داعی ہونیکی تو اعتبار صفت کا نکرہ میں ہوگا جیسا کہ پہلا کلم صبیا فکلم شابا میں نہ معرفہ میں جیسا کہ اشیاء سابقہ میں یعنی
لا کلم ہذا الصبی وفی المجتبی حلف لا یکلم ہذا المجنون فبرأ او ہذا الکافر فاسلم لا یحنث لانہا صفۃ داعیۃ اور مجتبی میں ہے قسم کہائی کہ اس
مجنون سے نہ بولیگا پہر اوسکا جنون جاتا رہا اور حالف اوس سے بولا یا قسم کہائی کہ اس کافر سے نہ بولیگا پہر وہ مسلمان ہوگیا اور حالف اوس سے بولا تو حانث نہ
ہوگا اسواسطے کہ جنون اور کفر ایسی صفت ہے کہ عدم تکلم کی باعث ہے تو اوسکے زوال سے یمین بہی زائل ہوگی وفی لا یکلم رجلا فکلم صبیا حنث
قیل لا کلا یکلم صبیا وکلم بالغا لانہ بعد البلوغ یدعی شابا وفتی الی ثلثین فکہلا الی خمسین فشیخا اور اس قسم میں کہ مرد سے بات نکریگا
حالف لڑکے سے بولا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ رجل صبی کو بہی شامل ہے باعتبار لغت کے کذا فی الطحطاوی اور دوسرا قول یہ ہے کہ حانث نہوگا اور یہی قول صحیح ہے
اسواسطے کہ عرف میں رجل صبی کو شامل نہیں کذا فی الحلبی چنانچہ اس مثال میں حانث نہیں قسم کہائی کہ صغیر سے نہ بولیگا پہر اوس سے بعد بالغ ہونیکے بولا اسواسطے کہ صغیر
بعد بلوغ کے شاب اور فتی کہتے ہیں تیس برس تک پہر تیس برس کے بعد پچاس برس تک اوسکو کہل یعنی ادہیڑ کہتے ہیں پہر پچاس برس کے بعد آخر عمر تک شیخ کہتے ہیں یعنی بڈہا
ولا یاکل ہذا العنب فصار زبیبا ہذا وما بعدہ معطوف علی قولہ من ہذا البسر فلا یحنث یا قسم کہائی کہ اس انگور کو نہ کہاویگا پہر وہ
خشک ہوگیا تو اوسکو کہایا تو حانث نہوگا شارح کہتا ہے کہ یہہ مثال اور اسکے بعد کی مثالیں معطوف ہیں مصنف کے قول من ہذا البسر پر یعنی یہہ سب ان صورتوں میں ہیں جس سے حالف حانث
نہیں ہوتا ولا یاکل ہذا اللبن فصار جبنا او لا یاکل من ہذہ البیضۃ فاکل فرخہا کذا فی نسخ الشرح وفی نسخ المتن فرخہا یا قسم کہائی کہ
اس دودہ کو نکہاویگا پہر وہ پنیر ہوگیا یا اس انڈے کو نکہاویگا پہر اوسکے بچہ کو کہایا شارح کہتا ہے مصنف کی شرح منح الغفار کے نسخوں میں اسیطرح فرخہا کا لفظ ہے اور
متن کے نسخوں میں جو شرح سے معرا ہیں اونمیں فرخہا کا لفظ ہے او لا یذوق من ہذا الخمر فصار خلا او من زہر ہذہ الشجرۃ فاکل بعد ما صار لوزا
لم یحنث یا اس شراب کو نہ چکہیگا پہر شراب سرکہ ہوگئی یا قسم کہائی کہ اس درخت کی پہول کو نکہاویگا پہر جب وہ پہول بادام یا زرد آلو ہوگیا تو اسکو
کہایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ محلوف علیہ کی حقیقت بدل گئی بخلاف حلفہ لا یاکل تمرا فاکل حیسا فانہ یحنث لان التمر متفرقۃ وان ضم الیہ
شئ من السمن او غیرہ بحر وفیہ الاصل فیما اذا حلف لا یاکل معینا فاکل بعضہ ان کل شئ یاکلہ الرجل فی مجلس او یشربہ فی شربۃ
فالحلف علی کلہ والا فعلی بعضہ بخلاف اس قسم کہ کہجور کو نکہاویگا سو اوسنے حیس کو کہایا یعنی کہجور کا ملیدہ تو اس کہانیسے حانث ہوگا اسواسطے کہ

کھجور کے چورے سے اگرچہ اوسکے ساتھہ گھی وغیرہ ملایا گیا کذا فی البحر اور اسی مین ہے کہ جب قسم کھائی کہ خبز معین کو نکھاویگا سو اوسمین سے کچھہ تھوڑا کھایا تو ایسی قسم مین
قاعدہ کلیہ یہ ہے جو چیز ایسی ہو جسکو آدمی ایک مجلس مین سب کھا جاتا ہو یا ایکبار اوسکو پیتا ہو تو انعقاد حلف کا اوسکے کل پر ہوگا یعنی اوس کے سب
کھا جانے سے حانث ہوگا اور اگر آدمی ایکبار مین نکھا سکتا ہو یا نہ پی سکتا ہو تو انعقاد یمین کا اوسکی تھوڑے کھانے مین ہوگا ولکن لا یحنث لو حلف لا یاکل
بسرا فاکل رطبا او لا یاکل عنبا فاکل زبیبا بخلاف نحو جوز ولوز فان الاسم یتناول الرطب الیابس ایضا اسیطرح حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ گدر کھجور نکھاویگا پہر اوسنے
پکی تر کھجور کھائی یا انگور کو نکھاویگا پہر اوسنے خشک انگور کھایا بخلاف جوز اور بادام کی قسم کی، اسواسطے کہ باتفاق جوز اور بادام کا نام تر اور خشک کو بھی شامل ہے
ولو حلف لا یاکل رطبا او بسرا او لا یاکل رطبا ولا بسرا حنث باکل المذنب بکسر النون المشددۃ لاکل المحلوف علیہ وزیادۃ اور اگر قسم کھائی
کہ پکی تر کھجور یا گدر کھجور نکھاویگا یا قسم کھائی کہ نہ پکی تر کھجور کھاویگا نہ گدر کو تو مذنب کے کھانے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ اوسنے محلوف کو کھایا یا ساتھہ زیادتی کے اور مذنب
بکسر نون مشددہ اوس کھجور کو کہتے ہین جو نیچے کی طرف سے پختہ ہو چلی ہو اور رطب مذنب وہ ہے جو اکثر پختہ ہو اور اقل گدر اور بسر مذنب اوسکی بالعکس ہے کذا فی المنح عن الفتح
ولا حنث بشراء کباسۃ بکسر الکاف ای عرجون ویقال عنقود بسر فیہا رطب فی حلفہ لا یشتری رطبا لان الشراء یقع علی الجملۃ و
المغلوب تابع بخلاف حلفہ علی الاکل لوقوعہ شیئا فشیئا اور حانث نہوگا گدر کھجور کے گود کی مول لینے سے جسمین کچھہ پکی کھجور بھی ہو اسطرح قسم کھائی ہو کہ پکی کھجور
خرید نکریگا اسواسطے کہ مول لینا یکبارگی واقع ہوتا ہے اور مغلوب تابع ہوتا ہے غالب کے بخلاف کھانے کی قسم کے یعنی اگر قسم کھائی کہ پکی کھجور نکھاویگا پہر اوسنے
گدر کے ساتھہ تھوڑی پکی کھجور بھی کھائی تو حانث ہوگا یہان مغلوب تابع غالب کا نہین بسبب واقع ہونے اکل کے اندک اندک نہ یکبارگی مانند خرید کے اور کباسہ
بکسر کاف عرجون ہے اور عنقود بھی اوسکو کہتے ہین یعنی خوشہ خرما اور انگور ہندی مین اوسکو گوا کہتے ہین یعنی جس چیز مین مجتمع ہوکر پہل لٹکتے ہین ولا حنث
فی حلفہ لا یاکل لحما باکل مرقۃ او سمک الا اذا نواہما ولا فی لا یرکب دابۃ فرکب کافرا ولا یجلس علی وتد فجلس علی جبل مع تسمیتہما
فی القرآن لحما ودابۃ واوتادا للعرف اور حانث نہین ہو قسم مین گوشت نکھاویگا شوربا اور مچھلی کے کھانے سے مگر جبکہ حالف شوربا اور مچھلی کی نیت کریگا تو
کہ اوس مین تو البتہ حانث ہوگا اور اوسمین بھی حانث نہین کہ دابہ یعنی چلنے والے جانور پر سوار نہوگا پہر وہ کافر پر سوار ہوا یا قسم کھائی کہ میخ پر نہ بیٹھیگا پہر پہاڑ پر
بیٹھا باوجودیکہ قرآن مجید مین مچھلی کو گوشت اور کافر کو دابہ اور پہاڑون کو میخین فرمایا ہے حانث نہوگا بسبب عرف کے یعنی مدار حلف کا عرف پر ہے نہ اطلاق
قرآنی پر وما فی التبیین فی حنثہ فی لا یرکب حیوانا برکوب الانسان ردہ فی النھر بان العرف العملی مخصص عندنا کالعرف القولی اور جو
حانث ہونیکا تبیین مین ہے اس قسم مین کہ جانور پر نہ سوار ہوگا انسان کے سوار ہونے سے اوسکو نہر الفائق مین رد کیا ہے اسطرح کہ عرف عملی ہمارے نزدیک مخصص ہے
مانند عرف قولی کے ہم تبیین زیلعی کی شرح کنز مین ہے کہ اگر قسم کھائی کہ حیوان پر سوار نہوگا تو انسان پر سوار ہونے سے حانث ہوگا اسواسطے کہ لفظ حیوان کا
انسان کو شامل ہے اور عرف عملی یعنی انسان پر سوار ہونیکی عادت نہونا بیچ مخصص انسان کا نہین ہوسکتا فتح القدیر مین کہا کہ عدم تخصیص عرف عملی کا قول
صحیح نہین اسواسطے کہ اصول مین ثابت ہے کہ حقیقت متروک ہوتی ہے عادت کی دلالت سے اور عادت لغت عبارت ہے عرف عملی سے اور تحریر مین ہے کہ عرف عملی
مخصص ہے حنفیہ کے نزدیک خلاف شافعیہ اور عرف قولی کا مخصص ہونا بالاتفاق ہے کذا فی النھر ولحم الانسان والکبد والکرش والریۃ والقلب
والطحال والخنزیر لحم ھذا فی عرف اھل الکوفۃ اما فی عرفنا فلا کما فی البحر عن الخلاصۃ وغیرھا ومنہ علم ان العجمی یعتبر عرفہ قطعا
اور اگر انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھڑی اور پہیپڑا اور دل اور تلی اور گوشت خوک گوشت مین داخل ہے لیکن یہ عرف کوفیون کا ہے اور ہمارے عرف مین کلیجی اور
اوجھڑی وغیرہ کو گوشت نہین کہتے کذا فی البحر عن الخلاصہ وغیرہا اور یہین سے معلوم ہوگیا کہ انسان عجمی اپنے عرف کو بالیقین اعتبار کریگا یعنی
حالف مین مرد عجمی کو اپنے عرف کا اعتبار لازم ہے عرب کا عرف اوسکو حجت نہین لہذا فتح القدیر مین تصریح ہے کہ مفتی پر واجب ہے کہ جب عادت اوس

شہر کے فتویٰ دیوے جسمین قسم حالف کی واقع ہوئی ہو دفی الخانیۃ الرأس والاکارع لحم فی یمین الاکل لا فی یمین الشراء اور خانیہ مین ہو کہ سر اور پائے گوشت مین اکل کی یمین مین شمول لینی کی یمین مین یعنی اگر قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو کلہ پائی کہانیسے حانث ہوگا اور اگر قسم کہائی کہ گوشت کو نخریدیگا تو ان کلہ پائی کے خریدنے سے حانث نہوگا وفی لا یاکل من ہذا الحمار یقع علی کرائہ ومن ہذا الکلب لا یقع علی صیدہ اور اگر قسم مین کہ اس گدہی سے نکہاویگا تو قسم اوسکی کرایہ پر واقع ہوگی یعنی اوسکا کرایہ کہانیسے حانث ہوگا بنابر عرف کے اور اگر قسم کہائی کہ اس کتے سی نکہاویگا تو قسم اوسکی صید پر نہ واقع ہوگی بلکہ کتے کے گوشت پر واقع ہوگی کذا فی المنح ولا یعتبر لبقر الجاموس اور شامل نہین گائی بہینس کو یعنی اگر قسم کہائی کہ گائی بیل کا گوشت نکہاویگا تو بہینس کا گوشت کہانے سے حانث نہوگا کہ وہ دوسری قسم ہی ولا یحنث باکل النی ہو الاصح اور حانث نہوگا کچا گوشت کہانے سے یہی قول اصح ہو یعنی اگر قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو کچا گوشت کہانیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ کچے کہانیکی عادت نہین اور نہر الفائق مین مذکور ہے قسم کہائی کہ گوشت نکہاویگا تو اونٹ اور بہیڑ بکری اور گائی چڑیون کی گوشت کہانیسے حانث ہوگا پختہ گوشت ہو یا بہونا یا خشک ولا یحنث بشحم الظہر وہو اللحم السمین فی حلفہ لا یاکل شحما خلافا لہما بل بشحم البطن والامعاء اتفاقا الا بما فی العظم اتفاقا فتح اور اس قسم مین کہ چربی نکہاویگا پیٹہہ کی چربی کہانے سی حانث نہوگا امام کے نزدیک کہ وہ چکنا گوشت ہی بخلاف صاحبین اونکے نزدیک اوسکی کہانیسے حانث ہوگا بلکہ پیٹ اور آنتون کی چربی کہانیسے باتفاق امام اور صاحبین کے حانث ہوگا اور ہڈی کے اندر کا گودہ کہانیسی بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ گودہ چربی نہین کذا فی فتح القدیر فتاوی عالمگیری مین ہی شحم ظہر سے وہ مراد ہی جسکے ساتہہ گوشت مخلوط ہی اور اگر چربی کہ گوشت سی علحدہ کیا اور صاحبین امام سے روایت نہین اور ممکن ہی کہ امام کے نزدیک اوسکی کہانیسے حانث نہو اور اگر قسم فارسی زبان مین ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ پیہ شحم اسکو شامل نہین والیمین علی شراء الشحم وبیعہ کہی علی اکلہ حکما وخلافا زیلعی اور یمین چربی کے مول لینے اور بیچنے پر اوسکے کہانیکی یمین کی مانند ہی حکم مین اور خلاف صاحبین مین کذا فی شرح الزیلعی یعنی اگر قسم کہائی کہ چربی کو خرید نکریگا تو اس چربی کی خریدنے سے حانث ہوگا جسکے کہانی حانث ہوتا ہی یعنی پیٹ اور انتریون کی چربی کی خرید سے بالاتفاق حانث ہوگا اور پیٹہہ کی چربی سے امام کے نزدیک حانث ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک فلا یحنث بالیۃ فی حلفہ لا یاکل او یشتری شحما او لحما لانہا نوع ثالث اور اس قسم مین کہ چربی یا گوشت نکہاویگا یا خرید نکریگا دنبہ کی چکتی کہانیسے حانث نہوگا اسواسطے کہ چکتی چربی اور گوشت کے سوا تیسری قسم ہی ولا یحنث بخبز او دقیق او سویق فی حلفہ لا یاکل ہذا البر الا بالقضم من عینہا او مقلیۃ کالبلیلۃ فی عرفنا اما لو قضمہا نیۃ فلا حنث الا بالنیۃ فتح اور اس قسم مین کہ اس گیہون کو نکہاویگا اوسکی روٹی اور آٹا اور ستو کہانیسے حانث نہوگا مگر یعنیہ گیہونکو چابنی سی حانث ہوگا اگر گیہون بہونی ہون جیسے اُبالی گیہون چابنی سے حانث ہوتا ہی ہمارے عرف مین اور کچے گیہون چابی تو حنث نہیں مگر کچی کی نیت سی کذا فی فتح القدیر وفی النہر عن الکشف المسئلۃ علی ثلثۃ اوجہ احدہا ان یقول ہذہ الحنطۃ ویشیر بضبر وہی مسئلۃ المختصر الثانیۃ ان یقول ہذہ بلا ذکر حنطۃ فیحنث باکلہا کیف کان ولو نیۃ او خبزا الثالثۃ ان یقول حنطۃ فیحنث باکلہا ولو نیۃ لا بخبزہا اور نہر الفائق مین کشف سی منقول ہی کہ مسئلہ اکل حنطہ کا تین وجہ پر ہی ایک وجہ یہ کہ کہی کہ اس گیہون کو نکہاوے گا اور اشارہ کرے گیہونکی ڈہیر کیطرف اور یہی مسئلہ متن مین مذکور ہی دوسری وجہ یہ کہ اسکو نکہاویگا بدون ذکر کرنے گیہون کے تو اوسکی کہانیسے حانث ہوگا جسطرح سے کہ کہاوے اگرچہ کچی گیہون کہاوے یا اوسکی روٹی کہاوے تیسری وجہ یہ کہ کہے گیہون نکہاویگا بلا اشارہ تو اوسکی کہانے سے حانث ہوگا اگرچہ کچی کہاوے لیکن روٹی وغیرہ کی کہانی سی حانث نہوگا ولو زرعہا لم یحنث بالخارج اور اگر حلوف علیہا گیہون کو بویا تو اوسکی کہیت سی جو گیہون پیدا ہونگی اونکی کہانیسے حانث نہوگا وفی ہذا الدقیق حنث بما یتخذ منہ کالخبز ونحو کعصید وحلوی لا بسفہ فی الاصح کما مر فی اکل عین النخلۃ اور اس دقیق مین یعنی قسم کہائی کہ اس آٹی کو نکہاویگا تو حانث ہوگا اون چیزونکی کہانیسے جو آٹی سے تیار ہوتی ہین چنانچہ روٹی وغیرہ جیسی عصیدہ یعنی لپٹی اور کاچی اور حلوا نہ خود آٹا پہانکنے سی حانث ہوگا قول اصح مین چنانچہ اسکی وجہ بعینہ کہجور کے درخت

کہانے مین مذکور ہوچکی یعنی کہانا عرف مین متروک ہی مجازی معنی متعین ہوگئی والخبز ما اعتادہ اهل بلد الحالف فالشامی بالبر والیمنی بالذرة والطبری
بخبز الارز وبعض اهل القری بالشعیر فلو دخل بلد البر واستمر لا یاکل الا الشعیر لم یحنث الا بالشعیر لان العرف الخاص معتبر فتح
اور روٹی کی یمین مین وہ روٹی مراد ہوگی جس روٹی کے کہانیکی اوس شہر والون کو عادت ہو جسمین قسم کہانیوالا رہتا ہے تو شام کا رہنے والا گیہون کی روٹی کہا کر
حانث ہوگا اور یمن کا رہنیوالا جوار کی روٹی کہانیسے حانث ہوگا اور طبرستان کا رہنیوالا چانول کی روٹی کہانیسے حانث ہوگا اور بعض گانونکا رہنیوالا جو کی روٹی کہانیسے
حانث ہوگا تو اگر جو کی روٹی کہانیوالا گیہون کے شہر مین گیا اور ہمیشہ اوسکی یہی عادت رہی وہان یہی کہ سواے جو کے گیہون کی روٹی نکہائی تو حانث ہوگا مگر جو کی روٹی سے اگرچہ اہل شہر کی
گیہون کی ہو اسواسطے کہ اوس شہر کا عرف خاص بہی معتبر ہے در باب یمین اوسکے حق مین کذا فی فتح القدیر حلف لا یاکل من خبز فلانة الخبازة فالخبز
التی تضربه فی التنور لا من تعجنه وتهیئه للضرب ظهیریه قسم کہائی کہ فلانی عورت کی روٹی نکہاویگا تو یہ قسم اوس روٹی پکانیوالی کیطرف
پہریگی جو تنور مین روٹی کو لگاتی ہے نہ اوس عورت کیطرف جسنے اوس روٹی کا آٹا گوندہا اور تنور مین لگانیکے واسطے تیار کردیا کذا فی الظہیریہ ومنه الرقاق لا
القطائر والثرید وبعد ما دققه فاکله لانه لا یسمی خبزا اور روٹی مین داخل ہین رقاق نہ قطائر اور ثرید یا روٹی کو بعد کوٹ ڈالنے یا چور کرڈالنے
کے کہایا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکو روٹی نہین کہتے بلکہ اوسکا نام قطیر اور ثرید یا اور ملیدہ ہی ہے رقاق جمع ہے رقیق یعنی پتلی روٹی جسکو چپاتی بولتے ہین
اور قطائر جمع ہے قطیرہ کی اور قطیرہ ایک قسم کی روٹی کا نام ہے اور ثرید اوسکو کہتے ہین کہ روٹی توڑکر شوربے مین تر کیجاوے وحنث فی لا یاکل طعاما من
طعام فلان باکل خل او زیت او ملح او لو بطعام نفسه لا لو اخذ من نبیذه او مائه فاکل به خبزا اس قسم مین کہ کوئی کہانا نکہاویگا
فلانی کے طعام سے حانث ہوگا اوسکے سرکہ اور اوسکے روغن زیتون اور اوسکی نمک کے کہانیسے اگرچہ اوسکے نمک وغیرہ کو اپنی روٹی کے ساتھ کہا دے اور اگر اوسکا
نبیذ یا پانی لیا اور اوس سے روٹی کہائی تو حانث نہوگا ہم ہرچند طعام لغت مین ہر مطعوم کو کہتے ہین لیکن نہر الفائق مین کہا کہ ہمارے عرف مین نمک اور سرکہ اور
روغن زیتون کو طعام نہین بولتے سو یہی کہانا عرف مین ہے ہارون پختہ کہانیکے حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی نبذہ عبارتہ جیسا تازہ تمر اور انگور وغیرہ سے وفی لا
یاکل سمنا فاکل سویقا ولا نیة له ان بحیث لو عصر سال السمن حنث والا لا جوهره اور اس قسم مین کہ گہی نکہاویگا پہر اوسنے گہی ملی ستو کہائی
اور اوسکو قسم مذکور مین مخلوط گہی کہانیکی نیت نتہی تو اگر ستو ایسی ہون کہ اگر اونکو نچوڑے تو گہی بہہ نکلے تو حانث ہوگا اور اگر گہی سائل نہو تو حانث نہوگا کذا
فی الجوہرہ ہم اور اگر اوسنے مخلوط گہی کی بہی نیت کی ہو تو ہر صورت سے حانث ہوگا گہی سائل ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی وفی البدائع لا یاکل طعاما فاضطر
الیه میتة فاکل لم یحنث اور بدائع مین ہے قسم کہائی کہ کہانا نکہاویگا پہر وہ مردار کیطرف مضطر ہوا اسواوسنے اوسکو کہایا حانث نہوگا اسواسطے کہ
مردار طعام نہین والشواء والطبیخ یقعان علی اللحم المشوی والمطبوخ بالماء اور شواء اور طبیخ واقع ہوتی ہین بہونی گوشت اور پانیکے ساتھ پکائی
گوشت پر ہم ہرچند شواء بالکسر اول لغت مین ہر بہونی چیز کو کہتے ہین خواہ گوشت ہو یا گاجر اور اسیطرح طبیخ وہ جو پانیکے ساتھ پکایا جاوے لیکن عرف قدیم
مین شواء اور طبیخ فقط گوشت کو مخصوص تہا تو اگر قسم کہائی کہ شواء یا طبیخ نکہاویگا تو بہونی چاول اور اوبالی دال یا چاول کہانے سے حانث نہوگا هذا فی عرفهم
اما فی عرفنا فاسم الطبیخ یقع علی کل مطبوخ بالماء ولو بودک او زیت او سمن کما نقله المصنف عن المجتبی یعنی طبیخ کا مخصوص
ہونا گوشت کیساتھ اونکی عرف قدیم مین تہا اور ہماری عرف مین تو طبیخ ہر چیز کو کہتے ہین جو پانی کے ساتھ پکایا جاوے اگرچہ چربی یا روغن زیتون یا گہی کی
ساتھہ مطبوخ ہو چنانچہ اس عرف کو مصنف نے اپنی شرح مجتبی سے نقل کیا ہے لیکن مصنف نے اپنی شرح مین بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ اسم طبیخ کا سماک مطبوخ کو
شامل نہین تو اوسکی کہانے سے حانث نہوگا وفی النهر الطعام یعم ما یوکل علی وجه التطعم کخبز وفاکهة لکن فی عرفنا لا اور نہر الفائق مین ہے
کہ طعام عام ہے ہر چیز کو جو بطریق تلذذ اور مزہ لینے کے کہائی جاوے جیسے پنیر اور میوہ اور نمک اور سرکہ لیکن ہماری عرف مین ان اشیاء کو طعام نہین کہتے ہین

کالمقر والرؤس ما یباع فی مصرہ ای مصر الحالف اعتبارا للعرف ۔ اور سر سے وہ مراد ہے جو حالف کی شہر میں بکتا ہو باعتبار عرف کی ہم قسم کہائی کہ سر نکہاوے
تو اوس سر کہانیسے حانث ہوگا جو اوسکی شہر میں بکتا ہو اور امام سے منقول ہے کہ اونٹ اور گائے اور بکری کے سر کہانیسے حانث ہوگا اور صاحبین سے منقول ہے کہ فقط
بہیڑ بکری کی سر سے حانث ہوگا اور یہہ اختلاف امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف اپنی عرف کی ہے یہہ اختلاف حجت اور دلیل کا نہیں تو مفتی پر واجب ہے کہ موافق
عادت ہر شہر کے فتویٰ دے کذا فی النہر والفاکہۃ التفاح والبطیخ والمشمش ونحوہا اور میوہ سیب ہے اور خربوزہ اور زردالو اور مانند اسکی چنانچہ انجیر اور
شفتالو اور بہی اور آلو اور امرود اور اخروٹ اور بادام اور پستہ اور عناب اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ میوہ اوسکا نام ہے جو قبل طعام اور بعد طعام کے آسودہ ہوکر بطور
تلذذ اور تنعم کہایا جاوے خواہ خشک ہو خواہ تر کذا فی المنح تو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں آم اور جامن اور فالسہ اور کہنی اور نارنگی اور شیرین لیمون اور گنا اور بیر
میوہ میں داخل ہیں کہ لذت کیواسطے کہائی جاتی ہیں لا العنب والرمان والرطب خلافا لہما خلاف عصر والعبرۃ للعرف فیحنث باکل ما یعد فاکہۃ عرفا
ذکرہ القہستانی واقرہ المصنف ۔ اور انگور اور انار اور تر کہجور میوہ نہیں امام کی نزدیک بخلاف صاحبین کی کہ اونکی نزدیک انگور وغیرہ میوہ ہیں اور یہہ اختلاف
امام اور صاحبین کا بنا بر اختلاف عادت زمانہ کی ہے اور قسم میں اعتبار عرف کا ہے تو حانث ہوگا اوسکی کہانے سے جسکو عرف میں میوہ شمار کرتے ہوں یہہ قہستانی نے ذکر کیا ہے
اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو مسلم رکہا ہے والحلوی ما لیس من جنسہ حامض فیحنث باکل خبیص وعسل وسکر اور حلوا اوسکو کہتے ہیں جسکا ہمجنس کہٹا نہو
تو حانث ہوگا خبیص اور شہد اور شکر کے کہانیسے ہم اگر قسم کہائی کہ حلوا نکہاوینگا تو شہد اور شکر کہانیسے حانث ہوگا اسواسطے کہ شہد اور شکر کی کوئی قسم ترش نہیں
اور اگر انگور یا انار یا آلو کہاوینگا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ بعض انگور اور انار اور آلو کہٹا ہوتا ہے خبیص اوس حلوی کو کہتے ہیں جو کہجور اور گہی سے بنایا جاوے کذا
فی القاموس لکن المرجع فیہا الی عادات الناس ففی بلادنا لا حنث فی فانیذ وعسل وسکر کما نقلہ المصنف عن الظہیریۃ لیکن حلوی کی حقیقت میں
لوگونکی عادات پر مدار ہے سو ہمارے شہر میں تو فانیذ اور شہد اور شکر کی کہانیسے حنث نہیں ہوتا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ظہیریہ سے نقل کیا ہے ہم اگر قسم کہائی
کہ حلوا نکہاوینگا تو شہد اور شکر کہانیسے حانث نہوگا ہر چند تعریف حلوی کی جو متن میں مذکور ہوئی وہ شہد وغیرہ پر صادق ہے لیکن حانث نہوگا اسواسطے کہ عرف میں
شہد اور شکر کو حلوا نہیں کہتے ہیں فانیذ ایک قسم ہے شکر کی سرخ رنگ مشکل فرض بحر الرائق میں ہے کہ حلوا اور حلاوہ اور حلوا ایک ہی چیز ہے لیکن ہماری عرف میں حلوا اوسکو کہتے ہیں
جو نشاستہ کی ساتھہ پکایا جاوے اور حلوا اور حلاوہ اوسکو کہتے ہیں کہ شہد یا شکر یا انگور کا شیرہ آگ پر پکایا جاوے تا کہ بستہ ہو جاوے کذا فی المنح ہم ہندوستان کے عرف میں
حلوا عبارت اوس سے ہے کہ میدہ یا انڈے یا گاجر وغیرہ اور شکر اور گہی کے ساتھہ پکایا جاوے خواہ اوسمیں میوے مخلوط ہوں یا نہوں والادام ما یصطبغ بہ ای یختلط بہ
اذا اختلط بہ کخل وزیت وملح لذوبہ فی الفم فیحصل الاختلاط بالخبز اور ادام یعنی سالن وہ ہے جسمیں روٹی ڈوبی یصطباغ خبز او سوقیت صادق
ہوتا ہے جب روٹی کسی چیز سے ملجاوے مانند سرکہ اور روغن زیتون اور نمک کے واسطے کہ گہل جاتی نمک کے منہ میں تو اختلاط روٹی کی ساتھہ حاصل ہوجاتا ہے ہم شارح نے
یہہ دفع دخل کیا ہے سوال یہہ ہوتا تہا کہ سالن اوسکا نام ہے جو روٹی کی ساتھہ مختلط ہو اور نمک خشک چیز ہے اوسمیں اختلاط کہاں جواب یوں دیا کہ نمک منہ کے اندر
پگہلکر روٹی سے ملجاتا ہے تو سالن کہنا اوسپر صادق آیا لا اللحم والبیض والجبن اور گوشت اور انڈا اور پنیر ادام نہیں امام اور ابو یوسف کی نزدیک اسواسطے
کہ گوشت اور انڈہ اور پنیر ایسی چیز نہیں جسمیں روٹی ڈوبی کذا فی المنح وقال محمد ہو ما یوکل مع الخبز غالبا وبہ یفتی کما فی البحر عن التہذیب
اور محمد نے کہا کہ ادام یعنی سالن وہ ہے جو روٹی کی ساتھہ اکثر کہایا جاتا ہو یہی قول امام محمد کا مفتی بہ ہے چنانچہ بحر الرائق میں تہذیب قلانسی سے منقول
ہے ہم اور حاوی قدسی میں کہا کہ قول محمد کا ماخوذ ہے اور محیط میں ہے کہ یہی اظہر ہے اور فقیہ ابو اللیث نے بہی اسکو لیا ہے اسواسطے کہ ادام موادمت
سے ہے اور موادمت یعنی موافقت کو ہے اور جو چیز روٹی کے ساتھہ کہائی جاوے وہ روٹی کے موافق ہے جیسے گوشت اور انڈے اور مانند اوسکے
تو بموجب قول مفتی بہ گوشت اور انڈے ادام میں داخل ہیں کذا فی المنح وفیہ فما یوکل وحدہ غالبا کتمر وزبیب وجوز وعنبۃ وبطیخ

آفتاب سے ڈیرہ پہر دن چڑھے تک ہے اوسکے بعد غدا کا وقت داخل ہوتا ہے تو مصر میں اونکی عرف کے موافق عمل کرنا چاہیے شارح کہتا ہے اوسیطرح اہل شام فطور
اور غدا کا وقت جدا جدا کہتے ہیں ہم اکثر اہل ہند بعد طلوع کے طعام کو نہاری بولتے ہیں اور پہر دن چڑھے سے دو پہر تک کے طعام کو دن کا کھانا کہتے ہیں تو اہل ہند کا
غدا اکثر پہر دن چڑھنے کے بعد ہوتا ہے ثم لابد ان یکون ما یتغدی به اهل بلده عادة پھر غدا میں یہہ ضرور ہے کہ وہی کھانا ہو جسکو حالف کے اہل شہر
بطور اپنی عادت کے کھاتے ہوں وغداء کل بلدة ما تعارفه اهلها حتی لو شبع بشرب اللبن یحنث البدوی لا الحضری زیلعی اور ہر شہر میں اہل اوسکے
کھانے میں وہ کھانا مراد ہے جو وہاں کے لوگوں میں رائج ہو یہانتک کہ اگر حالف دودھ پینے سے آسودہ ہو جاویگا تو صحرائی آدمی حانث ہوگا نہ شہری کذا
فی شرح الزیلعی ہم اسواسطے کہ عرب کے صحرائی آدمیونکی غذا اکثر دودھ ہے اور وہاں کے شہریوں میں یہہ عادت نہیں اور اسیطرح ہندی آدمی اگر کھچڑی پیٹ بھر
لیگا تو حانث ہوگا کیونکہ یہہ عرف ہے والعشی من الزوال وفی البحر عن الاسبیجابی وفی عرفنا وقته بعد صلوة العصر قال فهو
فی عرف مصر والشام الی نصف اللیل اور عشی یعنی آخر روز کا کھانا آفتاب ڈھلنے سے آدھی رات تک ہے اور بحرالرائق میں اسبیجابی سے منقول ہے
کہ ہماری عرف میں عشا کا وقت بعد نماز عصر ہے شارح کہتا ہے اور یہی مصر اور شام میں عادت ہے ہم اور اہل ہند میں عشا اکثر مغرب کے بعد بلکہ پہر رات گذرے
معمول ہے والسحور هو الاکل بعد نصف اللیل الی طلوع الفجر اور سحرگہی اور سحری وہ کھانا ہے آدھی رات کے بعد سے طلوع آفتاب تک قال ان
اکلت او قال ان شربت او لبست او نکحت ونحو ذلک فعبدی حر ونوی معینا ای خبزا او لبنا او قطنا مثلا لم یصدق اصلا
فیحنث بای شیء اکل او شرب وقیل یدین کما لو نوی کل الاطعمة او کل میاه العالم حتی لا یحنث اصلا لنیته محتمل کلامه کما یحنث
اگر میں کھاؤں یا یوں بولا کہ اگر میں پیوں یا پہنوں یا نکاح کروں اور مانند اس قول کے جسمیں فعل کے ساتھ مفعول مذکور نہو تو میرا غلام آزاد ہے اور نیت کی
قائل نے معین چیز کی یعنی روٹی کے اکل میں اور دودھ کے شرب میں اور روئی کے لبس میں مثلاً تو اوسکی ہرگز تصدیق نہوگی نہ دیانۃ نہ قضاءً تو وہ حانث
ہوگا ہر چیز کے کھانے اور پینے سے اسواسطے کہ نیت کرنا بدون ملفوظ کے صحیح نہیں اور بعضوں نے کہا کہ دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی چنانچہ قول مذکور میں اگر
سب کھانوں اور سارے عالم کے پانیونکی نیت کریگا تا کہ اصلا حانث نہو تو صحیح ہے بسبب نیت کرنے اپنے کلام کے محتمل کو یعنی فعل میں عموم تو ثابت تھا اوسکو
اوسنے ارادہ کیا لہذا نیت عموم کی صحیح ہوئی بخلاف تعیین کی نیت کے ولو ضم کان اکلت طعاما او شربت شرابا او لبست ثوبا دین اذا قال عنیت
شیئا دون شیء لانه ذکر اللفظ العام القابل للتخصیص لانه نکرة فی سیاق الشرط فتعم کالنکرة فی النفی اور اگر فعل مذکور میں مفعول
کو ملایا یعنی یوں کہا کہ اگر میں طعام کو کھاؤں یا پانی کی چیز پیوں یا کپڑا پہنوں تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی جبکہ قائل یوں کہے کہ میں نے مثلاً طعام سے روٹی
کا ارادہ کیا نہ گوشت کا اسواسطے کہ اوسنے لفظ عام کو ذکر کیا جو قابل ہے تخصیص کے اسواسطے کہ نکرہ واقع ہوا ہے سیاق شرط میں تو عام ہوگا
جیسے نکرہ سیاق نفی میں عام ہوتا ہے ہم شرط مثبت میں حلف نفی پر ہوتی ہے تو حالف کا یوں کہنا کہ ان لبست ثوبا راجع ہے لا البس ثوبا
کیطرف لیکن یہہ تاویل خلاف ظاہر ہے لہذا قاضی اوسکو قبول نکریگا کذا فی فتح القدیر والاصل ان النیة انما تصح فی الملفوظ الا فی ثلث
فیدین فی فعل الخروج والمساکنة وتخصیص الجنس کحبشیة او عربیة لا الصفة ککوفیة او بصریة فتح اور قاعدہ کلیہ مسائل
مذکورہ میں یہہ ہے کہ نیت صحیح نہیں ہوتی مگر ملفوظ میں مگر تین صورت میں بدون ملفوظ بھی نیت صحیح ہے تو دیانۃ تصدیق ہوگی خروج اور مساکنت
کے فعل میں اور تخصیص جنس میں جیسے حبشی یا عربی عورت نہ صفت میں جیسے کوفی یا بصری عورت کذا فی الفتح ہم یعنے اگر قائل نے کہا کہ اگر میں نکلوں
یا زید کو اپنے پاس رکھوں تو غلام آزاد ہے پھر اوسنے خروج سے سفر کی نیت اور مساکنت سے ایک کوٹھری میں رہنے کی نیت کی تو صحیح ہے اسواسطے
کہ خروج چند قسم ہوتا ہے سفر کے واسطے اور غیر سفر کے واسطے اور مساکنت بھی کئی طرح کی ہوتی ہے یعنی ایک کوٹھری میں ساتھ رہنا یا ایک گھر میں

یا ایک شہر میں اور فعل محتمل ہے تو اوسکا تخصیص کا اور اسیطرح اگر اوسنے حلف کیا کہ عورت سے نکاح نکریگا اور اوسنے حبشی یا عربی عورت کی نیت کی تو صحیح ہے
اسواسطے کہ حبشی ایک نوع ہے عورت کی تو تخصیص جنس کی بعض انواع سے ہوئی اور اگر شہر کا نام مذکور نہیں کوفی اور بصری عورت کی نیت کریگا تو صحیح نہوگی اسواسطے
کہ کوفی اور بصری ہونا یہ صفت ہے عورت کی اور حالانکہ صفت مذکور نہیں تو تخصیص صفت کی بلا ذکر صفت صحیح نہوگی کذا فی الطحطاوی و نیۃ تخصیص العام تصح دیانۃ
اجماعا فلو قال کل امرأۃ اتزوجہا فہی طالق ثم قال نویت من بلد کذا لا یصدق قضاء وکذا من غصب دراہم انسان فلما حلفہ
الخصم عاما نوی خاصا به حنث مثلا فالخصاف نیت کرنا تخصیص لفظ عام کا صحیح ہے دیانۃ بالاجماع تو اگر بولا کہ جس عورت سے میں نکاح کروں وہ مطلقہ ہے پھر
اوسنے کہا کہ میں نے فلانے شہر کی عورت کی نیت کی تھی نہ فلانے شہر کی تو قضاءً اوسکی تصدیق نہوگی اسواسطے کہ تخصیص خلاف ظاہر ہے اور اسیطرح جسنے ایک انسان سے
درہم غصب کیئے پھر جب مدعی نے اوسکو عام قسم دلائی تو اوسنے خاص کی نیت کی بھی قول مفتی بہ ہے کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے نہ قضاءً بخلاف خصاف کے کہ اوسکے نزدیک
تخصیص عام دیانۃ اور قضاءً دونوں طرح درست ہے ہم مدعی کی قسم سے طلاق کی قسم مراد ہے اسواسطے کہ خدا کی قسم میں قاضی کا حکم جاری نہیں چنانچہ شارح بیان کریگا
صورت قسم لینے کی یون ہے کہ ایک شخص نے دوسرے سے درہم مثلاً چھین لیئے مدعی نے اوس سے عام قسم لی اسطرح کہ اگر میں نے تیرا مال غصب کیا ہو تو اوسکی عورت
کو طلاق ہے پھر اوسکا غصب کرنا ثابت ہوگیا سو اوسکی عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اپنی طلاق واقع ہونیکی تو زوج نے تخصیص عام کا دعویٰ کیا یعنی کہا کہ میں نے
قسم کے وقت مال سے دینار کی نیت کی تھی نہ درہم کی اسلئے طلاق واقع نہوئی تو قاضی اوسکی تصدیق نکریگا اور خصاف کے نزدیک قاضی کو تصدیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی
وفی الولوالجیۃ وان کان الحالف ظالما واخذ بقول الخصاف فلا باس بہ اور ولوالجیہ میں ہے کہ جب حالف کو ظالم قسم دلاوے اور وہ خصاف کے قول پر عمل کرے تو کچھ
مضائقہ نہیں علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ مسئلہ مشکل ہے کہ اگر اخذ دیانۃً مراد ہے تو خصاف کے قول کی کچھ خصوصیت نہیں ظاہر الروایت میں بھی تخصیص عام کی دیانۃً صحیح ہے
اور اگر اخذ قضاءً مراد ہے تو اوسکی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے اسواسطے کہ حالف کا اخذ کرنا قضاءً بقول خصاف امر بعیدی ہے اور صورت یہ ہے کہ جب اخذ کا فاعل
حالف ہو اور اگر قاضی کو فاعل اوسکا قرار دیجئے تو باوجودیکہ ولوالجیہ کی عبارت میں قاضی مذکور نہیں اور یہ پیشانی خصاف کی اسیطرح ہوگا کہ قاضی کو حکم کرنا
بقول ضعیف جائز نہیں لیکن خلاصہ میں یہ ہے کہ اگر حالف مظلوم ہو تو خصاف کے قول پر فتویٰ ہے تو اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فاعل اخذ کا مفتی ہے یعنی اگر
مظلوم مفتی سے پوچھے تو مفتی کو جائز ہے کہ بقول خصاف فتویٰ دیوے لیکن ہمیں یہ مشکل ہے کہ مفتی کو فتویٰ بالدیانۃ بھی جائز ہے یا نہیں اور معلوم ہوچکا ہے
کہ تخصیص عام کی دیانۃ صحیح ہے قول خصاف کی کچھ خصوصیت نہیں پھر صورت یہ ہے مسئلہ تحریر طلب ہے واللہ اعلم وقالوا النیۃ للحالف لو بطلاق
او عتاق وکذا باللہ لو مظلوما وان ظالما فللمستحلف اور فقہائے کہا ہے کہ نیت کا اعتبار واسطے حالف کے ہے اگر طلاق یا عتاق کا حلف ہو اور اسیطرح
حلف باللہ کی نیت میں اوسکو اعتبار ہے اگر حالف مظلوم ہو اور اگر حالف ظالم ہو یعنی باللہ میں حلف لینے والے کی نیت معتبر ہے ہم ظہیریہ میں ہے کہ ایک
شخص نے قسم دلائی دوسرے شخص کو سو اوسنے قسم کہائی اور مستحلف کے مقصود کے سوا اور نیت کی تو اگر طلاق یا عتاق کی یمین ہے تو حالف کی نیت
معتبر ہے خواہ حالف ظالم ہو یا مظلوم اور اگر یمین باللہ ہے تو اگر حالف مظلوم ہے تو اوسکی نیت معتبر ہے اور اگر حالف ظالم ہے تو مستحلف کی نیت معتبر ہے
طحطاوی نے کہا یہ اوس صورت میں ہے جبکہ گذشتہ پر قسم ہو اور نیت سے مراد دیانت کی نیت ہے نہ قضا کی ولا تعلق للقضاء بالیمین باللہ کچھ تعلق نہیں
قاضی کے حکم کو خدا کی قسم میں ہم اسواسطے کہ کفارہ یمین حق اللہ ہے اور یمین حق العبد نہیں تا کہ وہ حالف کی قاضی کے پاس نالش کرے اور یہ مطلب نہیں کہ
یمین باللہ کو دار القضاء سے کچھ اصلا تعلق نہیں اسواسطے کہ جب مدعی کے گواہ نہوں گے تو قاضی مدعا علیہ سے خدا کی قسم لیگا کذا فی الطحطاوی حلف لا
یشرب من نہر یمکن فیہ الکرع نحو دجلۃ فیمینہ علی الکرع منہا حتی لو شرب من نہر یخرج منہ لم یحنث قسم کہائی کہ نہر سے نہ پیئیگا اوس نہر سے کہ جس سے منہ
ڈالکر پینا ممکن ہے چنانچہ نہر دجلہ یا اوسکی مثل تو یمین اوسکی اوسمین منہ ڈالکر پینے پر منعقد ہوگی یہانتک کہ اگر دریا کا پانی ہاتھ سے یا برتن سے اوٹھاکر

پیے گا تو حانث نہوگا وفی البحر عن الظہیریۃ الکرع لا یکون الا بعد الخوض فی الماء لکن فی القہستانی عن الکشف انہ لیس بشرط اور بحر الرائق
مین ظہیریہ سے منقول ہے کہ کرع متحقق نہین ہوتا مگر بعد گہسنے کے پانی مین لیکن قہستانی مین کشف سے منقول ہے کہ کرع مین پانیکے اندر گہسنا شرط نہین ہم کہتے ہین کرع لغت
مین اس سے عبارت ہے کہ اپنے منہ سے پانی لیوے پانیکے موضع سے اور حاصل کرع جانور مین ثابت ہے کہ وہ بدون ادخال اپنی اکارع کے پانیمین نہین پیتا غالبا بعد کرع
انسان مین مستعمل ہوا جب کہ وہ پانی مین منہ ڈالکر جانور کی مانند پیے اگرچہ پانی مین پانون نڈالے کذا فی النہر اکارع جمع کراع بالضم بمعنی پایہ بخلاف
من ماء دجلۃ فیحنث بغیر الکرع ایضاً بخلاف اس قسم کے کہ دجلہ کا پانی نہ پیونگا تو حانث ہوگا بدون کرع کے بھی یعنی برتن سے پینے مین وفیما لا
یتاتی فیہ الکرع کالبئر والحب یحنث بالشرب بالاناء مطلقا سواء قال من البیر او من ماء البیر لتعین المجاز اور جسمین منہ ڈالکر پانی پینا نہیں
ہوسکتا جیسے کنوان اور بڑا مٹکا تو برتن سے پانی پینے مین ہر طرح حانث ہوگا برابر ہے کہ لا اشرب من البیر کہا ہو یا لا اشرب من ماء البیر لوجہ متعین
ہوجانے مجاز کے جب منہ لگا کر پانی پینا متصور نہوا تو مجاز متعین ہوگیا یعنی برتن سے پینا مراد ہوا بخلاف دریا اور لبالب تغار کے کہ وہان حقیقت
حاصل ہے یعنی منہ ڈالکر پینا اور بہو حقیقت کے مجاز کی کیا حاجت ہے حب بیجا جہاں بڑا مٹکا ہے جسکو مٹورا اور گولی بھی بولتے ہین اور فارسی مین خم کہتے ہین
لحطاوی نے کہا کہ کنوان اور خم سے مراد یہ ہے کہ لبالب پانی سے بھرے ہون والا منہ ڈالکر پانی پینا متصور ہوگا ولو تکلف الکرع فیما لا یتاتی فیہ ذلک
ای الکرع لا یحنث فی الاصح لعدم العرف اور اگر حالف نے تکلف منہ ڈالکر ایسے پانی پیا جسمین کرع نہین حاصل ہوتا مثلاً کنوئین مین اور ترک کرع کیا
تو حانث نہوگا قول اصح مین بسبب عدم عرف کے امکان تصور البر فی المستقبل شرط انعقاد الیمین ولو بطلاق وبقائہا اذ لا بد من تصور
الاصل لتنعقد فی حق الکفارۃ وہو الکفارۃ فرع حلیۃ کے ہونا تصور بر کا زمانہ مستقبل مین شرط ہے یمین کے منعقد ہونے اور اسکو باقی رہنے کی اگرچہ طلاق کی
یمین ہو اسواسطے کہ اول تصور اصل کا ضروری ہے تا یمین منعقد ہو اصل کے قائم ہونے کے حق مین یعنی کفارہ کے حق مین پھر مصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کیا کہ قول متفرع
کیا ہم مقصود بالذات قسم کھانے سے یہہ ہے کہ قسم کو قائم رکھے اور پورا کیجیے اور کفارہ دینا مقصود اصلی نہین ولہذا یمین غموس اور یمین لغو مین کفارہ واجب
نہین اور کفارہ تو حنث یعنی قسم توڑنے سے واجب ہوتا ہے پہر جب یمین یعنی قسم کا پورا کرنا محال ہوا تو حنث بھی محال ہوگا اسواسطے کہ ترک نہین ہوسکتا
مگر ایسی چیز مین جسکا وجود ہوسکے کذا فی الطحطاوی عن الشلبی فی حلفہ لا شرب من ماء ہذا الکوز الیوم ولا ماء فیہ او کان فیہ ماء فصب او لو بفعلہ
او بنفسہ فی یومہ قبل اللیل واطلق یمینہ عن الوقت ولا ماء فیہ لا یحنث سواء علم وقت الیمین ان فیہ ماء اولا فی الاصح
لعدم امکان البر تو اس قسم مین کہ واللہ اس کوزہ کا پانی آج نہ پیونگا اور حالانکہ اسمین پانی نہین یا اوسمین پانی تھا مگر گرادیا
اگر حالف کی فعل سے گرا یا خود کوزہ کو ڈہلنے سے گر گیا اوسیدن مین رات سے پہلے یا یمین مطلق ہوا یعنی اوسمین وقت کی قید نہ لگائی اور حالانکہ کوزہ مین
پانی تہا تو حانث نہوگا بسبب عدم امکان بر کے برابر ہے کہ قسم کے وقت کوزہ مین پانی ہونیکا اوسکو علم ہو یا نہو قول اصح مین ہم جس صورت مین کہ کوزہ
مین پانی نہین تو انعقاد یمین کی شرط ابتدا سے نہ پائی گئی اور پانی گرجانیکی صورت مین بقاء یمین کی شرط نہ حاصل ہوئی وان اطلق وکان فیہ ماء فصب
حنث لوجوب البر فی المطلقۃ کما فرغ وقد فات بصبہ اما الموقتۃ ففی آخر الوقت اور اگر حالف نے یمین کو مطلق کہا بلا ذکر یوم یعنی یون قسم کھائی کہ واللہ
اس کوزہ کا پانی پیونگا اور قسم کو وقت اوسمین پانی تہا سو اوسنے گرا دیا تو حانث ہوگا بسبب واجب ہونیکے یمین مطلق مین بمجرد فراغت ہونے
قسم کھانے سے اور پورا کرنا قسم کا پانی گرانے سے فوت ہوگیا اور یمین موقتہ مین تو وجوب بر آخر وقت مین ہوتا ہے لہذا پانی گرانے سے قبل از لیل مین
وقت مین حانث نہین ہوتا وہذا الاصل فروعہ کثیرۃ منہا ان لم تصل الصبح غدا فانت کذا لا یحنث بحیضہا بکرۃ فی الاصح اور اسکی
فرعین امکان بر یمین کی بہت ہین از انجملہ یہہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو کل صبح کی نماز نہ پڑہیگی تو تو ایسی ہے یعنی مطلقہ ہے تو بقول اصح

نہ ہو جو حانث نہوگا زوجہ کے حائض ہونے سے صبح کے وقت اسواسطے کہ حائض سے نماز پڑھنا صبح کیوقت شرعاً ممکن نہین ومنہا ان لم یرد الی الدینار الذی
اخذتہ من کیسی فانت طالق فاذا الدینار فی کیسہ لم تطلق لعدم تصور البر اور ازانجملہ یہہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر وہ دینار نہ پھیر دیگی
جسکو تو نے میری تہیلی سے لیا ہے تو تو مطلقہ ہے اور ناگہان وہ دینار زوج کی تہیلی مین ہے تو زوجہ مطلقہ نہوگی بسبب عدم تصور بر کے یعنی پھیرنا بدون لینے کے نہین
ہوتا ومنہا ان لم تہبینی صداقک الیوم فانت طالق وقال ابوہا ان وہبتیہ فامک طالق فالحیلۃ ان تشتری منہ بمہرہا ثوبا
ملفوفا وتقبضہ فاذا مضی الیوم لم یحنث ابوہا لعدم الہبۃ ولا الزوج لعجزہا عن الہبۃ عند الغروب لسقوط المہر بالبیع ثم اذا ارادت
الرجوع ردتہ بخیار الرؤیۃ اور ازانجملہ یہہ ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر آج مجکو نہ ہبہ کریگی تو تو مطلقہ ہے اور زوجہ کے باپ نے
اپنی بیٹی سے کہا کہ اگر تو اپنا مہر اپنے زوج کو ہبہ کریگی تو تیری ما مطلقہ ہے تو تدبیر اسکی مخلصی کی یہہ ہے کہ زوجہ بعوض اپنے مہر کے اپنے زوج سے لپٹا ہوا کپڑا
مول لیکر اوسپر قبضہ کرلے پھر جب وہ دن گذر جاویگا تو زوجہ کا باپ حانث نہوگا بسبب عدم ہبہ کے اور نہ زوج اوسکا حانث ہوگا بسبب عاجز ہونے زوجہ
کے غروب کے وقت ہبہ کرنے سے بواسطے ساقط ہوجانے مہر کے بیع سے یعنی جب اوسنے بعوض مہر کپڑا خرید کیا تو وہ اوسکی مالک نرہی تو ہبہ کرنا مہر کا ممکن نہ تہا
پھر جب کہ زوجہ رجوع کا قصد کرے یعنی ابطال بیع چاہے تو کپڑے کو بسبب خیار رویت کے پھیر دے تو مہر اوسکا بطور سابق زوج پر لازم الادا ہوجاویگا
طحطاوی نے زیلعی سے نقل کیا کہ کپڑا قبضہ کرنیکی قید اتفاقی ہے اسواسطے کہ اگر قبضہ نہوگا توبھی یہی حکم ہے اور ثوب ملفوف خرید کرنیکا فائدہ یہہ ہے تا پھیرنا خیار
رویت سے ممکن ہو اب چند فروع اس قاعدہ کی مترجم نقل کرتا ہے ازانجملہ یہہ ہے کہ قسم کہائی کہ زید کو آج قتل کریگا پھر زید قبل گذرنے دن کے مرگیا یا
قسم کہائی کہ آج اس روٹی کو کہاویگا سو رات ہونیسے پہلے اوسکو کوئی کہا گیا یا قسم کہائی کہ زید کو ماریگا یا اوسکو نہ ماریگا یا اوس سے بات نکریگا بلا اجازت
خالد کے پھر خالد مرگیا اور حالف نے زید کو دیا یا مارا یا کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اجازت خالد کی بعد موت کے ممکن نہین یا قسم کہائی کہ اگر اس رات کو
اس گہر مین سوئے تو عورت اوسکی مطلقہ ہے اور حالانکہ وقت حلف صبح ہوچکی تہی اور اوسکو علم نتہا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ شرط حنث لیل گذشتہ کی نوم ہے سو اب متصور
نہین کذا فی الطحطاوی عن البحر وفی حلفہ واللہ لیصعدن السماء او لیقلبن ہذا الحجر ذہبا حنث للحال لامکان البر حقیقۃ ثم یحنث للعجز
عادۃ ولو وقت الیمین لم یحنث ما لم یمض ذلک الوقت اور اس قسم مین کہ البتہ ضرور چڑہیگا آسمان پر یا والبتہ ضرور اس پتہر کو سونا کردیگا فی الحال حانث
ہوگا بسبب ممکن ہونے بر کے فی الحقیقت پھر حانث ہوگا بسبب عاجز ہونیکے صعود اور تقلیب سے بنا بر عادت کے اور اگر یمین کو کسی وقت کیساتھ موقت کریگا تو جبتک وہ وقت گذر جاویگا
حانث نہوگا ہم آسمان کا چڑہنا فی نفسہ ممکن ہے اسواسطے کہ صعود ملائکہ اور انبیا کا بالیقین ثابت ہے اور اسیطرح پتہر کا سونا ہوجانا بتحویل الہی ممکن ہے متکلمین کے
نزدیک پھر جب ممکن ہوا تو یمین منعقد ہوگی لیکن چونکہ بنا بر عادت کے انسان صعود و تقلیب سے عاجز ہے لہذا فوراً حانث ہوگا بخلاف مسئلہ کوزہ کے اسواسطے کہ وجود
پانی نہونیکے وہ پانی پینا جو قسم کے وقت کوزہ مین ہو ممکن نہین کذا فی منح الغفار وفی خیرۃ الفقہاء قال لامرأتہ ان لم اعرج الی السماء ہذہ اللیلۃ
فانت کذا ینصب سلما ثم یعرج الی سماء البیت لقولہ تعالی فلیمدد بسبب الی السماء ای سماء البیت الباقانی والظاہر
خروجہا عن قاعدۃ مبنی الایمان اور کتاب خیرۃ الفقہاء مین مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر مین آجکی رات آسمان پر نہ چڑہون تو
تجہکو طلاق ہے تو وہ شخص طلاق نہ واقع ہونیکی یہہ تدبیر کرے کہ سیڑہی قائم کرے پھر سیڑہی پر سے اپنی گہر کی چہت پر چڑہ جاوے بدلیل قول حق تعالی یعنی چاہیے کہ
رسی تانے طرف سما کے مراد سما سے اس آیت شریف مین گہر کی چہت ہے یعنی سما کا اطلاق قرآن مجید مین چہت پر آیا ہے تو اگر چہت پر چڑہ جاویگا تو حانث نہوگا
باقانی نے کہا اور ظاہر ہے خروج اس حیلہ کا بنے یمینون کے قاعدہ سے یعنی بنا یمین عرف پر ہے نہ اطلاق قرآنی پر چنانچہ اول کتاب الیمین مین مذکور ہوچکا
ہے تو گویا یہہ حیلہ عدم حنث کا نکالا اوسنے بنا یمین کا قاعدہ چہوڑ اوکذا الحکم لو حلف لیقتلن فلانا عالما بموتہ اذ یمکن قتلہ بعد احیاء اللہ تعالی فیحنث

اور اسیطرح کا حکم ہے انعقاد اور حنث فی الحال کا اگر قسم کھائی کہ فلانے شخص کو قتل کریگا اور اوسکی موت کو جان کر اسواسطے کہ ممکن ہے قتل اوس میت کا بعد زندہ کرنے
حق تعالی کے پہر حانث ہوگا بسبب عجز عادی کے وان لم یعلم بہ لا یحنث لانہ عقد یمینہ علی حیوۃ کانت فیہ ولا یتصور فکمسئلۃ الکوز فی
کقولہ ان ترکت مس السماء فعبدہ حر کان الترک لا یتصور فی غیر المقدور اور اگر اس شخص کی موت کو نہ جانتا ہوگا تو حانث نہوگا اوسکے قتل کی قسم
کھانے سے اسواسطے کہ حالف نے اپنی قسم کو منعقد کیا اوس حیات پر جو اوسمین تھی اور قتل کرنا بعد موت کے متصور نہیں بالفرض اگر حق تعالی نے اسکو دوبارہ بھی کردیا زندہ
تو یہہ زندگی وہ زندگی نہیں جسپر قسم واقع ہوئی تو یہہ مسئلہ عدم امکان میں مسئلہ کوزہ کی مانند ہوا اور مانند اس قول کے ہوا کہ اگر میں آسمان کا چھونا چھوڑ دوں
تو اوسکا غلام آزاد ہے اسواسطے کہ ترک متصور نہیں امر غیر مقدور میں یعنی جب آسمان کا چھونا مقدور سے باہر ہوا تو یمین کا محل فوت ہوا اور غیر مقدور سے عدم
قدرت عادی مراد ہے کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ فناداہ وھو نائم فایقظہ فلو لم یوقظہ لم یحنث ھو المختار قسم کھائی کہ مثلا زید سے کلام نکریگا پہر اوسکو
پکارا اور وہ سوتا تہا سو اوسکو جگایا تو حانث ہوگا سو اگر اوسکی پکارنے سے نجاگا تو حانث نہوگا یہی قول مختار ہے اور غیر مختار قدوری کا قول ہے یعنی اتفاقا شرط
نہیں حنث کی ولو مستیقظا حنث لو بحیث یسمع بشرط انفصالہ عن الیمین فلو قال موصولا ان کلمتک فانت طالق فاذھبی او واذھبی
لا تطلق ما لم یرد الاستیناف ولو قال اذھبی طلقت لانہ مستانف اور اگر زید جاگتا ہوگا تو اوسکو پکارنے سے حانث ہوگا اور اگر اتنا قریب ہے کہ اوسکی
آواز کان لگانے سے سن سکے بشرطیکہ کلام ندا کی منفصل ہو یمین سے اور اگر یمین سے کلام موصول ہوا اسطرح کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں تجہسے کلام کروں تو تو طالق
ہے سو تو جا یا یون کہا اور تو جا تو زوجہ مطلقہ نہوگی تا وقتیکہ ابتداء کلام کی نیت نکریگا اور اگر ان کلمتک فانت طالق کے بعد اذھبی کہیگا بدون فا اور واو کے
تو مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ یہہ کلام جداگانہ ہے یمین سے متصل نہیں ہم فا سے یا واو سے بسبب فا اور واو عاطفہ کے یمین سے موصول ہے لہذا اس کلام سے بلا نیت استیناف
حانث نہوگا بخلاف اذھبی کے کہ اوسمین کوئی حرف وصل نہیں تو بسبب استیناف کے حانث ہوگا ولو قال یا حائط اسمع او اصنع کذا او کذا وقصد اسماع المحلوف
علیہ لم یحنث زیلعی اور اگر کہا کہ اے دیوار سن یا ایسا ویسا کام کر اور اس قول سے محلوف علیہ کا سنانا قصد کیا تو حانث نہوگا کذا فی الزیلعی اور اگر
سنانے کا قصد نہو تو بطریق اولی حانث نہوگا ہم حانث اسواسطے نہوگا کہ کلام کرنا بدون خطاب محلوف علیہ کے نہیں ہوتا اور دلیل اوسکی وہ روایت ہے کہ عبد الرحمن
بن عوف رض نے قسم کھائی تھی کہ عثمان بن عفان رض سے نہ کلام کرینگے تو جب عبد الرحمن اونکی طرف ہوکر نکلتے تہے تو جو مطلب کہنا ہوتا تہا وہ یون کہتے تہے کہ اے
دیوار ایسا کر اور اے دیوار ایسا ہوا اور معلوم کرنا چاہیے کہ ذکر دیوار کچہہ شرط نہیں بلکہ توجیہ خطاب غیر محلوف علیہ کیطرف کافی ہے عدم حنث میں چنانچہ بحر الرائق
میں مصرح ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو میرا گلہ اپنے بہائی سے کریگی تو تجہکو طلاق ہے پہر جب اوسکا بہائی اوسکے پاس آیا اور اوسکے پاس ایک لڑکا
تہا تو عورت نے کہا لڑکے سے خطاب کرکے کہ میرے زوج نے ایسا کیا ایسا تک کہ اوسکے بہائی نے سنا تو اوسپر طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ اوسنے بہائی سے
شکایت نہیں کی کیونکہ اوسکی طرف مخاطب نہیں ہوئی اور اگر قسم کھائی کہ زید سے بات نکریگا پہر ایک جماعت کو سلام کیا جنمین زید بہی تہا سو حانث ہوگا اور اگر زید
کیطرف خطاب کی نیت نکریگا تو دیانۃ اسکی تصدیق ہوگی اور اگر نماز بجماعت ہوگی تو سلام کرنے سے حانث نہوگا خواہ زید داہنی طرف ہو خواہ بائین طرف اور اگر
محلوف علیہ نے دروازہ کو کواڑ میں کہٹکا دیا اور حالف نے کہا کہ کون ہے تو حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی السراجیۃ سأل محمد رح حال صغرہ ابا حنیفۃ
فیمن قال لا واللہ لا اکلمک ثلث مرات فقال ابو حنیفۃ ثم ماذا فتبسم محمد رح وقال انظر حسنا یا شیخ فنکس ابو حنیفۃ ثم قال حنث
مرتین فقال محمد احسنت فقال ابو حنیفۃ لا ادری ای الکلمتین اوجع لی قولہ حسنا او احسنت اور سراجیہ میں ہے کہ سوال کیا محمد بن حسن نے طفلی کیحال
میں امام ابو حنیفہ سے اوس شخص کے حق میں جسنے دوسرے سے کہا واللہ میں تجہسے کلام نکرونگا تین بار سو امام نے کہا پہر کیا ہوا تو حضرت محمد نے تبسم کیا اور کہا اے
شیخ خوب تامل کیجیے تو سر جہکا لیا امام نے پہر فرمایا وہ شخص دو بار حانث ہوا تو محمد نے کہا خوب کہا آپنے تو امام نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ دو لفظون میں سے

کونسا لفظ میری وآتی درد ناک ہوا اوسکا حسنا کہنا یا احسنت کہنا ہم سوال محمد کا دو امر کو محتمل تہا کہ ثلث مرات لا اکلمک سے متعلق ہی یا قال سے اگر لا اکلمک
سے متعلق ہی تو یہ مطلب ہی کہ تجہسے تین بار کلام نکرونگا اول امام یہی سمجہے لہذا فرمایا کہ پہر کیا ہوا یعنی حالف نے کئی بار اس قسم کی بعد کلام کیا اور اگر ثلث
مرات کو قال سے متعلق کیجئے تو مطلب یہہ ہی کہ حالف نے تین بار یہہ کہا کہ تجہسے کلام نکرونگا سوال سے محمد کو یہی مقصود تہا لہذا جواب مین کہا کہ تامل کرکے
جواب دیجئے پوچہنے کی کچہ حاجت نہین پہر امام نے مقصود سوال کا دریافت کیا اور فرمایا کہ لا اکلمک کو تین بار کہنے سے دو بار حانث ہوگا اسواسطے کہ ایکبار کہنے
سے یمین منعقد ہوئی اور دوسری بار کہنے سے ایکبار حنث ثابت ہوا اور تیسری بار بولنے سے دو بار حنث ہوا اور انظر حسنا کہنا اسواسطے کہ اوسے معلوم
ہوا کہ عدم تامل مجیب پر دلالت کرتا ہی اور احسنت کہنا اسواسطے کہ اسے معلوم ہوا کہ علم سائل پر دلالت کرتا ہی یعنی سائل کو مسئلہ معلوم تہا لیکن امتحان
کو واسطے سوال کیا اور چونکہ حالت طفلی مین یہہ گفتگو ہوئی تو اسمین محمد بن حسن کی بی ادبی اور شوخ چشمی ثابت نہین ہوتی او حلف لا یکلمہ الا
باذنہ فاذن لہ ولم یعلم بالاذن فکلمہ حنث لان الاذن مشتق من الاذان فیشترط العلم یا قسم کہائی کہ اوس سے کلام نکریگا مگر اوسکی اذن
سے سو اوس نے اذن دیا اور حالف کو اوسکا اذن دینا معلوم نہوا پہر اوس سے کلام کیا تو حانث ہوگا بسبب اشتقاق اذن کی اذان سے اور اذان یعنی
اعلام ہی تو اذن مین علم مشروط ہوا اہم اشتقاق سے اشتقاق کبیر مراد ہی کذا فی النہر اسواسطے کہ اشتقاق صغیر مین مجرد مزید سے مشتق نہین ہوتا بلکہ
مزید مجرد سے مشتق ہوتا ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا یا اذن وقوع فی الاذن سے یا خود ہی بہر صورت تحقق اذن کا بدون سماع کے نہین ہوتا بخلاف
لا یکلمہ الا برضاہ فرضی ولم یعلم لان الرضی من اعمال القلب فیتم بخلاف اس قسم کے کہ نہ کلام کریگا مگر اوسکی خوشنودی سے سو وہ راضی ہوگیا
اوسکی کلام سے اور حالف کو اوسکی رضا کا علم نہوا پہر اوس نے کلام کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ رضامندی دل کا محل ہے تو اوسکا تحقق فقط دل ہی سے تمام ہوگا
علم حالف اسمین مشروط نہین الکلام والتحدیث لا یکون الا باللسان فلا یحنث باشارۃ وکتابۃ کما فی النتف کلام اور تحدیث ثابت نہین ہوتا
بدون زبان کی تو حانث نہوگا اشارہ کرنے اور لکہنے سے کذا فی النتف یعنی اگر قسم کہائی کہ فلانے سے کلام نکریگا پہر اوسکو خط لکہا یا اوسکی طرف پیام بہیجا یا اوسکی
طرف آنکہ یا ہاتہ سے اشارہ کیا تو حانث نہوگا کذا فی المنح وفی الخانیۃ لا اقول لہ کذا وکتب الیہ حنث ففرق بین القول والکلام لکن نقل المصنف بعد
مسئلۃ شم الریحان عن الجامع ان الکلام خلافا لابن سماعۃ اور خانیہ مین ہی قسم کہائی کہ اوس سے نکہونگا ایسا پہر اوسکی طرف لکہہ بہیجا
حانث ہوگا تو تفریق ہوئی قول اور کلام مین کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہی نہ کلام لیکن مصنف نے آگے بعد مسئلہ شم ریحان کی جامع سے نقل کیا ہی کہ قول
مانند کلام کی ہی یعنی کتابت سے قول بہی ثابت نہین ہوتا بخلاف ابن سماعہ کے ہم تو معلوم ہوا کہ کلام اور قول مین تین قول ہین جامع کا یہ قول ہی کہ کلام
اور قول کتابت سے ثابت نہین ہوتی اور قاضی خان کی نزدیک تفریق ہے کہ قول کتابت سے ثابت ہوتا ہی نہ کلام اور ابن سماعہ نے اپنی نوادر مین کہا
کہ کلام اور قول دونون کتابت سے ثابت ہوتی ہین کذا فی الطحطاوی والاخبار والاقرار والبشارۃ تکون بالکتابۃ لا بالاشارۃ والایماء اور خبر دینا
اور اقرار کرنا اور خوشخبری دینا لکہنے سے ثابت ہوتی ہین نہ اشارہ اور ایما سے ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کو مناسب تہا کہ ایضا کا لفظ بعد کتابت کے زیادہ
کرتا تاکہ معلوم ہوتا کہ اخبار اور اقرار اور بشارت کتابت سے بہی ہوتا ہی اور کلام سے بہی والاظہار والافشاء والاعلام یکون بالکتابۃ
وبالاشارۃ ایضا اور اظہار اور افشا اور اعلام کتابت سے ہوتا ہی اور اشارہ کرنے سے بہی ہم طحطاوی نے کہا کہ مصنف کی شرح مین انشاء ہی اور
بحر الرائق مین افشا ہی فلو قال لم انو الاشارۃ دین اور اگر حالف نے کہا کہ مینے اشارہ کی نیت نہین کی تو دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاء یعنی اگر
عدم اظہار وغیرہ کی قسم کہائی اور اشارہ کردیا اور عدم اشارہ کی نیت ظاہر کی تو فیما بینہ وبین اللہ اوسکی تصدیق ہوگی نہ قاضی کے نزدیک [illegible]
[illegible] او لا ابشرہ فیحنث بالکتابۃ اور اس قسم مین کہ اوسکو نہ بلاونگا یا اوسکو بشارت نہ دونگا تو کتابت سے حانث ہوگا ان اخبرتہ [illegible]

ان فلانا قادم ونحوه يحنث بالصدق والكذب کہا کہ اگر تو مجکو خبر کریگا یا اعلام کریگا کہ فلانا شخص آیا یا مانند اسکی تو میرا غلام آزاد ہے تو حانث ہوگا
صدق اور کذب سے یعنی اعلام اور اخبار مخاطب کا صدق ہو یا کذب بہر صورت غلام آزاد ہوگا ولو قال بقدومه ونحوه فعلى الصدق خاصة
لافادتها الصاق الخبر بنفس القدوم كما حققناه فى بحث الباء من الاصول اور اگر یون کہا کہ اگر تو مجکو بقدوم فلانی یا مانند اسکی خبر کریگا تو یہہ
اخبار صدق پر مخصوص ہوگا اسواسطے کہ باء جارہ الصاق خبر بنفس قدوم کا فائدہ دیتی ہے چنانچہ اصول کی کتاب مین ہمنے اسکو محقق کیا ہے باء جارہ
کی بحث مین یعنی باء جارہ الصاق کیواسطے موضوع ہے تو جب وہ قدوم کی لفظ پر آئی تو یہہ مطلب ہوا کہ خبر قدوم سے ملائی جاوے اور یہہ ملانا بدون
تحقق قدوم کے نہین ہو سکتا لہذا اخبار بالکذب ہمین مراد نہین ہوتا طحطاوی نے لکھا کہ ان اخبرتنی ان فلانا قادم مین باء جارہ مقدر ہے اسواسطے
کہ حذف جار کا ان کے ساتھہ مطرد ہے تو چاہیے کہ وہان بھی اخبار بالکذب سے حانث نہو وكذا ان كتبت بقدوم فلان كما سيجئ فى الباب الآتى اور
اسیطرح فقط صدق پر حنث مخصوص ہے اس مثال مین کہ اگر تو کتابت بقدوم فلانی کریگا چنانچہ اگلے باب مین آویگا وسأل الرشيد محمدا عمن حلف
لا يكتب الى فلان فاومأ بالكتابة هل يحنث فقال نعم يا امير المؤمنين ان كان مثلك اور سوال کیا ہارون رشید نے امام محمد سے کہ جسنے قسم کہائی کہ فلانے
شخص کو نہ لکہیگا پہر اوسنے دوسرے سے اشارہ کیا لکہنے کا کیا حانث ہوگا تو امام محمدؒ نے کہا ہان یا امیر المؤمنین حانث ہوگا اگر حالف تمسا شخص ہو اسواسطے
کہ بادشاہ خود نہین لکہتا بلکہ غیر کو حکم کرتا ہے کتابت کا اور عادت سلاطین اور امرا کی یہہ ہے کہ اشارہ اور ایما سے حکم کرتے ہین لا يكلمه شهرا فمن حين
حلف کسی نے قسم کہائی کہ فلانے سے ایک مہینہ نہ کلام کریگا تو ابتدا مہینہ حلف کیوقت سے ہوگی تیس دن تک ولو عرّفه فعلى باقيه اور اگر حالف نے
مہینہ کو معرفہ ذکر کیا یعنی یون کہا لا يكلمه الشهر تو اوس مہینہ کی باقی تاریخون پر حنث ہوگی مثلا پچیسوین تاریخ قسم کہائی تو پانچ یا چہہ روز باقی
مین اگر کلام کریگا تو حانث ہوگا بخلاف لاعتكفن ولاصومن شهرا فان التعيين اليه بخلاف اس مثال کے کہ واللہ اعتکاف کرونگا یا روزہ
رکہونگا تو حالف کو تعیین کا اختیار ہے چاہے حلف کے وقت سے مہینہ بہر اعتکاف کرے اور چاہے باقی تاریخون مین اعتکاف کرے ھ اور یہی حکم ہے
سال اور دن کا اور بدائع مین ہے کہ اگر مثلا پہر دن رہے قسم کہائی کہ ایکدن کلام نکریگا تو قسم ثابت ہوگی باقی دن اور پوری اگلی رات اور دوسرے دن
کی پہر دن تک اور یہی حکم ہے رات کا كذا فى النهر والفرق ان ذكر الوقت فيما يتناول الابد لاخراج ما وراءه وفيما لا يتناوله للمد اليه زيلعى
اور فرق کلام اور اعتکاف مین یہہ ہے کہ ذکر وقت کا اوس فعل مین جو شامل ہے دوام کو واسطے اخراج ماسوا وقت کے ہوتا ہے اور جس فعل مین شمول دوام کا نہین
تو اوسمین ذکر وقت کا واسطے دراز کرنے فعل کے ہے اوسوقت تک كذا فى الزيلعى مثلا اگر عدم کلام کی یمین مین مہینہ مذکور نہوتا تو عدم تکلم تمام عمر کو شامل ہوتا
تو مہینہ کو ذکر کرنیسے باقی مدت عمر کی نکل گئی اور اعتکاف اور صوم کی یمین مین اگر مہینہ مذکور نہوتا تو تمام عمر کو اعتکاف اور صوم شامل نہوتا تو ذکر کرنا مہینہ کا
واسطے دراز کرنے اعتکاف اور صوم کے ہے حلف لا يتكلم فقرأ القرآن او سبح فى الصلوة لا يحنث اتفاقا قسم کہائی کہ کلام نکریگا پہر اوسنے قرآن پڑہا نماز مین
یا سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلی نماز مین کہا تو بالاتفاق حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکو عرفا اور شرعا متکلم نہین کہتے كذا فى النهر وان فعل ذلك خارجها
حنث على الظاهر كما رجحه فى البحر ورجح فى الفتح عدمه مطلقا للعرف وعليه الدرر والملتقى بل فى البحر عن التهذيب انه لا يحنث
بقراءة الكتب فى عرفنا انتهى وقواه فى الشرنبلالية قائلا ولا عليك من كثرة التصحيح لمخالفة العرف ويقاس عليه الفارسى
فالكل يحكم عليه بما فى الفتح واما الشعر فيحنث به لانه كلام منظوم انتهى فغير المنظوم اولى فتامل اور اگر قرات قرآن اور تسبیح خارج نماز کی تو حانث ہوگا بنابر
ظاہر مذہب کے چنانچہ اسکو ترجیح دی ہے بحر الرائق مین اور فتح القدیر مین ترجیح دی ہے عدم حنث کو بسبب عرف کی مطلقا خواہ قرات اور تسبیح نماز مین ہو خواہ خارج
نماز خواہ یمین عربی مین ہو خواہ فارسی مین اور عدم حنث پر درر اور ملتقی الابحر کا قول ہے بلکہ خود بحر الرائق مین تہذیب قلانسی سے منقول ہے کہ حانث نہین

بل للشرط لان الطلاق مما لا یحتمل التاقیت فلا طلاق بهذا وما بل بموتہ مصنف نے مثال مذکور کو مقید بتاخیر جزا کیا اسواسطے کہ اگر مثال مذکور مین
جزا کو مقدم کرے سو یون کہے کہ اوسکی عورت مطلقہ ہے مگر یہہ کہ زید آوے تو اس صورت مین الا واسطے غایت کے نہین بلکہ شرط کے واسطے ہے اسواسطے کہ طلاق ایسی چیز
نہین جو تعیین وقت کی محتمل ہو تو عورت مطلقہ نہوگی زید کی قدوم سے بلکہ زید کی موت سے ہم الا بمعنی غایت وہان ہوتا ہے جو توقیت کا محتمل ہو اور طلاق اوسکا
محتمل نہین لہذا یہان بمعنی شرط ہے تو گویا اوسنے یون کہا کہ ان لم یقدم زید فانت طالق یعنی اگر زید نہ آویگا تو تو طالق ہے تو اب طلاق قدوم زید سے نہ واقع
ہوگی بلکہ اوسکی موت سے ہوگی اسواسطے کہ قبل موت زید کے عدم قدوم کا تحقق نہین ہوسکتا اسواسطے کہ یمین مطلق ہے کما لو قال لغیرہ واللہ لا اکلمک حتے
یاذن لی فلان او قال لغریمہ واللہ لا افارقک حتی تقضینی حقی او حلف لیوفینہ الیوم فمات فلان قبل الاذن او بری من الدین فالیمین
ساقطۃ والاصل ان الحالف اذا جعل لیمینہ غایۃ وفاتت الغایۃ بطل الیمین بها خلافا للثانی چنانچہ حالف نے غیر سے کہا کہ واللہ
مین تجھسے نہ بولونگا یہانتک کہ مثلاً زید مجھکو اذن دے یا حالف نے اپنے قرضدار سے کہا کہ واللہ مین تجکو نہ چھوڑونگا یہانتک کہ تو میرا حق ادا کرے یا قرضدار
نے قسم کہائی کہ البتہ اوسکا قرض آج ادا کریگا پہر زید مر گیا قبل اذن دینے کے یا بری الذمہ ہوگیا قرضدار قرض معاف ہوجانے سے تو قسم ساقط ہوجاویگی اور اصل منقول
یہہ ہے کہ قسم کہانیوالے نے جب اپنے قسم کی ایک غایت مقرر کی اور وہ غایت فوت ہوگئی تو اوسکی فوت ہونے سے قسم باطل ہوجاویگی امام اعظم اور محمد کے
نزدیک بسبب عدم امکان بر کے بخلاف ابی یوسف کے کلمۃ مازال ومادام وماکان غایۃ تنتہی الیمین بها فلو حلف لا یفعل کذا مادام ببخارا
فخرج منها ثم رجع ففعل لا یحنث لانتہاء الیمین کلمہ مازال اور مادام اور ماکان کا غایت کیواسطے ہے تو یمین اوسکے ساتھ آخر ہوجاویگی تو اگر قسم کہائی کہ
ایسا نکریگا مادامیکہ بخارا مین رہیگا پہر قسم کے بعد بخارا سے نکلا پہر وہین پلٹ گیا پہر وہ فعل کیا جسکے نکرنیکی قسم کہائی تہی تو حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے یمین کے
خروج سے وکذا لا یاکل ہذا الطعام مادام فی ملک فلان فباع فلان بعضہ لا یحنث باکل باقیہ لانتہاء الیمین ببیع البعض اور اسیطرح قسم
کہائی کہ اس طعام کو نکہاویگا جبتک کہ فلانیکی ملک مین رہیگا سو فلانے نے اوس طعام سے کچہہ بیچا تو باقی طعام کے کہانیسے حانث نہوگا بسبب منتہی ہونے قسم کے بعض
کی بیع سے وکذا لا افارقک حتی تعطینی حقی الیوم او حتی اقدمک الی السلطان الیوم لا یحنث بمضی الیوم بل بمفارقتہ بعدہ ولو قدم الیوم
لا یحنث ولو فارقہ بعدہ اور اسیطرح قسم کہائی کہ تجکو نچہوڑونگا یہانتک کہ تو میرا حق دے آجکے دن یا یون کہا کہ تجکو نچہوڑونگا یہانتک کہ تجکو حاکم کے
پاس لیچلون آجکے دن تو حانث نہوگا دن کے گذرنے سے بلکہ بعد مدت کے قرضدار کے چہوڑ دینے سے حانث ہوگا اور اگر حالف نے یوم کو مقدم کیا یعنی یون کہا کہ لا
افارقک الیوم حتی تعطینی حقی پہر وہ دن گذر گیا اور اوسنے اوسکو نہ چہوڑا اور قرضدار نے قرض نہ ادا کیا تو حانث نہوگا اگرچہ حالف نے اوسکو بعد گذرنے دن کے
چہوڑ دیا ہو کذا فی البحر اسواسطے کہ حالف نے فراق کیواسطے اوسیدن کو وقت ٹہرایا تہا کذا فی الطحطاوی عن البحر وکذا لو حلف ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ
فاعترف الخصم او ظہر شہود لسقط الیمین لتقییدہ من جہۃ المعنی بحال النکرۃ کما سیجئ فی باب الیمین فی الضرب اور اسیطرح اگر قسم کہائی اسکی کہ
مدعا علیہ کو قاضی کے دروازہ تک کہینچ لیجاویگا اور قسم دلاویگا پہر اقرار کیا اوسنے مال کا یا مدعی کی شہادت ظاہر ہوگئی تو یمین ساقط ہوجاویگی بسبب مقید ہونے یمین کے باعتبار
معنی کے اس حال سے جبکہ وہ منکر تہا چنانچہ اسکا ذکر آویگا یمین فی الضرب کے باب مین وفی حلفہ لا یکلم عبدہ ای عبد فلان او عرسہ او صدیقہ او لا یدخل
دارہ او لا یلبس ثوبہ او لا یاکل طعامہ او لا یرکب دابتہ ان زالت اضافتہ ببیع او طلاق او عداوۃ وکلمہ لم یحنث فی العبد ونحوہ مما یملک
کالدار اشار الیہا او لا علی المذہب لان العبد ساقط الاعتبار عند الاحرار فکان کالثوب والدار اور اس قسم مین کہ فلانے کی
غلام سے کلام نکریگا یا اوسکی زوجہ یا اوسکی دوست سے یا اوسکی گہر مین نہ داخل ہوگا یا اوسکا کپڑا نہ پہنیگا یا اوسکا کہانا نہ کہاویگا یا اوسکی جانور پر سوار نہوگا اگر ان
کی نسبت زائل ہوگئی بیع کرنیسے غلام اور دار اور ثوب اور طعام اور جانور مین یا طلاق دینے سے زوجہ مین یا دشمنی ہونے سے دوست مین اور کلام کیا اوس

توحانث نہوگا غلام میں اور اوسکی مانند میں جو قابل ہلاک ہی چنانچہ گہر خواہ قسم کیوقت اوسکی طرف اشارہ کیا ہو یا نکیا ہو بنابر قوی مذہب کے یعنی خواہ یون کہا کہ واللہ
مین زید کی اس غلام سی نہ بولونگا یا یون کہا کہ زید کے غلام سی نہ بولونگا ہر صورت اوسکی بولنی سے حانث نہوگا اسواسطے کہ غلام ساقط الاعتبار ہوتا ہی احرار کے نزدیک
تو وہ مانند ثوب اور دار کے ہوگیا اور غلام اس لائق نہین ہوتا کہ شخص حر اوسکی عداوت سے متکلم کی قسم کہا وے تو یہہ قسم نہوگی مگر اوسکے مالک کے سبب سے پہر جب اوسکا وہ
مالک ہوگیا بیع سی تو عدم تکلم کا غیر رہا تار ہا لہذا حانث نہوگا اور یہی حکم ہی ترک دار اور ثوب اور طعام کا (وفی غیرہ) ای فی تکلم غیر العبد من العرس
والصدیق لا الدار لانها لا تکلم فتکون الدار مسکوتا عنها بالعلم بالحاقہا کالعبد بالطریق الاولی (فیتبع) اور اوسکی غیر مین یعنی غیر عبد کے کلام کرنے مین مراد
غیر عبد سی زوجہ اور دوست ہی نہ دار اسواسطے کہ دار لائق کلام کرنیکے نہین تو دار کا حکم مسکوت ہوا اسواسطے کہ دار کا مانند عبد کے ہونا بطریق اولی معلوم ہو
سو خبر دار ہو جاؤ ماتن نے شامل مین اول عبد اور زوجہ اور دوست اور دار کو جمع کیا پہر تفصیل مین اول عبد کا حکم بیان کیا پہر غیر عبد کا حکم مذکور کیا حالانکہ
غیر عبد مین دار بہی داخل ہی لیکن حکم ثانی مین وہ شامل نہین لہذا شارح نے کلام ماتن کی توجیہ کی یعنی غیر عبد سی فقط زوجہ اور دوست مراد ہی اسی دلیل سے
کہ دار لائق کلام نہین تو اوسکا حکم مذکور نہین اگر کوئی کہے کہ جب دار کا حکم مذکور نہین کیا تو اوسکی ذکر کرنے سے کیا فائدہ شارح نے جواب دیا کہ دار کا حکم مانند حکم عبد کے
بطریق اولی معلوم ہی تو اوسکے حکم کی علیحدہ ذکر کرنیکی کچہہ حاجت نہتی وجہ اولویت کی یہہ ہے کہ زوال اضافت سی تکلم عبد سے حنث نہوا حالانکہ عبد مین
عقل ہی کراہت ذاتی اوسمین سی ممکن ہے تو دخول دار سی بعد زوال اضافت کے بطریق اولی حنث نہوگا اسواسطے کہ دار مین عقل نہین کہ اوسکی دخول سے
کراہت ذاتی متصور ہو پہر شارح نے بعد اس توجیہ کے آخر کو آگاہ کر دیا کہ تعمیم ماتن کی غیر مناسب ہے (ان اشار) بهذا (او عین) حنث لان الحکم یجر
لذاته حالا لا لیشتر (وان لم یعین لا) یحنث وحنث (بالمتجدد) بان اشتری عبدا او تزوج بعد الیمین اور غیر عبد مین یعنی زید کی زوجہ اور دوست کی کلام سے
اگر اشارہ کیا بلفظ ہذا یا اوسکو معین کر دیا نام لیکر تو حانث ہوگا بعد زوال اضافت کی اسواسطے کہ حر بالذات بہی چہوڑا جاتا ہی اور اگر اشارہ نہین کیا اور
نام اوسکا لیا یعنی یون کہا کہ زید کی زوجہ یا دوست سی کلام نکریگا تو بعد زوال اضافت کی حانث نہوگا اور حانث ہوگا عبد جدید اور زوجہ جدیدہ کے
کلام سی تجدد کی صورت یہہ ہی کہ زید نے غلام مول لیا یا نکاح کیا بعد یمین کے (لا یکلم صاحب هذا الطیلسان مثلا فکلمه بعد بیعه حنث لان
الاضافة للتعریف والحکم کلم المشار) جسنے قسم کہائی کہ مثلا اس طیلسان والے سے کلام نکریگا پہر اوس سے کلام کیا طیلسان بیچنے کے بعد تو حانث ہوگا اسواسطے
کہ یہہ اضافت اور نسبت شناخت کیواسطے ہی کچہہ قید نہین اور اسیواسطے اگر طیلسان مول لینے والے سی کلام کریگا تو حانث نہوگا طیلسان معرب ہی تیلسان کا وہ
اہل عجم کا لباس ہے سیاہ اور دار اور اوسکا تانا بانا صوف کا ہوتا ہی کذا فی المنح (الزمان والحین ومنکرهما ستة اشهر) من حین حلفه لانه الوسط لفظ زمان
اور حین کا معرف باللام ہو خواہ نکرہ بلا لام مراد اوس سے چہہ مہینے ہین ابتداء حلف سی اسواسطے کہ چہہ مہینے متوسط استعمال ہی زمان اور حین کا
حین کا ہی زمان قلیل مین مستعمل ہوتا ہی کما قال اللہ تعالی (فسبحان اللہ حین تمسون) مراد یہان ساعت یسا ہی اور گاہی حین چالیس برس کے واسطے مستعمل
ہوتا ہی کما قال اللہ تعالی هل اتی علی الانسان حین من الدهر انسان سی مراد آدم علیہ السلام ہین اور حین سی چالیس سال مراد ہین اور گاہی حین چہہ
مہینہ مین مستعمل ہوتا ہی کما قال تعالی (تؤتی اکلها کل حین) ابن عباس نے کہا کہ حین سے یہان چہہ مہینے مراد ہین اور چونکہ چہہ مہینے متوسط رتبہ کی استعمال
حین کا لہذا عدم تکلم زمانی اور حینی کی حلف مین اوسیکو مراد ہوگا اسلئے کہ ساعت بہر عدم تکلم قسم کہانی پر موقوف نہین یا قسم بہی متصور ہے اور چالیس
برس کی مدت دراز ہی بغیر اثناء عدم تکلم مقصود نہین لہذا متوسط رتبہ متعین ہوگیا اور لفظ زمان کا استعمال مین حین کی برابر ہی یا اتباک ستة حین ومنه زمان
ایک ہی معنی مین مستعمل ہی کذا فی المنح والخطاب (وبہا) ای بالنیة (ما نوی فیہما علی الصحیح) بدائع اور نیت کی ساتہ جو نیت حین اور زمان مین کریگا وہی مراد ہوگا
بنابر مذہب صحیح کی کذا فی البدائع یعنی چہہ مہینہ کی تقدیر حین اور زمان مین اوسوقت ہی جب حالف نے قلیل یا کثیر مدت کی نیت نکی ہو اور جو صورت نیت اوسکی

نیت ہی کی تقدیر پر مراد ہوگی فی غرۃ الشہر ورأس الشہر اول لیلۃ منہ ویومہا اور غرہ شہر اور راس شہر سے مہینہ کی پہلی رات اور اوسکا دن مراد ہی والہلال
مادون النصف وآخرہ اذا مضی خمسۃ عشر یوما فلو حلف ان یصوم اول یوم من آخر الشہر وآخر یوم من اول الشہر صام الخامس عشر والسادس عشر
اول شہر نصف مہینہ سے کمتر تک ہے اور آخر شہر اوس وقت سے ہی جب پندرہ روز گذر جاوین تو اگر قسم کہائی کہ آخر شہر کے اول دن روزہ اور اول شہر کے آخر دن روزہ
رکہیگا تو پندرہوین اور سولہوین تاریخ روزہ رکہے اسواسطے کہ سولہوین آخر شہر کا پہلا روز ہے اور پندرہوین اول شہر کا پچہلا دن ہے طحطاوی نے کہا کہ ماتن کو
مناسب تہا یون کہنا کہ اول شہر نصف شہر تک ہے جیسا کہ قہستانی نے کہا ہے اسواسطے کہ پندرہوین تاریخ کو فقہا نے اول شہر کا آخر دن کہا ہے والصیف من
حین القاء الحشو الی لبسہ ضد الشتاء بدائع اور گرمی کا موسم اوس وقت سے ہے جب روئی بہرا کپڑا اوتار ڈالا جاوے یہان تک کہ پہر اوسکے پہننے کی نوبت
آوے اور سردی کا موسم اوسکے بالعکس ہے کذا فی البدائع ہم فتاوی عالمگیری مین واقعات سے منقول ہے کہ صیف اور شتا کی معرفت مین علما کا کلام مختلف ہے
اور قول مختار یہہ ہے کہ اگر قسم کہانیوالا اوس شہر مین رہتا ہو جہانکے لوگون مین گرمی اور سردی کا حساب مقرر ہو جس سے وہ صیف اور شتا کو پہچانتے ہون
تو اوسکی قسم مین وہی حساب مقرری مراد ہوگا اور اگر وہان حساب معلوم نہو تو شتا وہ ہے جسمین روئی دار یا پوستین وغیرہ کی حاجت ہو اور گرمی اوسکے
بالعکس ہے اور ربیع کا موسم آخر شتا سے ہے اول صیف تک اور خریف آخر صیف سے ہے اول شتا تک فی حلفہ لا یکلمہ الدہر والابد ہو العمر ای مدۃ حیوۃ
الحالف عند عدم النیۃ اور اس قسم مین کہ کلام نکریگا اوس سے دہر اور ابد مین تو دہر اور ابد سے عمر مراد ہے یعنے حالف کی زندگی کی مدت عدم نیت کے
وقت یعنی درصورت نیت اوسکی نیت ہی معتبر ہوگی قلیل زمانہ ہو یا کثیر اور دہر سے مدت حیات مراد ہونا اوس وقت ہے جبکہ لفظ دہر کا معرفہ باللام ہو
ودہر منکر لم یدر وقالا ہو کالحین وغیر خاف انہ اذا لم یرو عن الامام شئ فی مسئلۃ وجب الافتاء بقولہما اور دہر منکر کو امام اعظم نے نہ جانا
کہ اسکی حد کیا ہے اور صاحبین نے کہا کہ وہ مانند حین کے ہے یعنی چہہ مہینہ پر محمول ہے اور یہہ امر پوشیدہ نہین کہ جب امام سے کچہہ روایت وارد نہین کسی مسئلہ مین
تو اوسمین فتوی دینا صاحبین کے قول پر واجب ہے کذا فی النہر الفائق ہم امام اعظم نے دہر منکر مین یعنی جس پر الف لام تعریف کا نہو فرمایا کہ مین نہین جانتا
کہ دہر کیا ہے اسواسطے کہ استعمال دہر کا اختلاف شدید ہے یعنی مدیدا اور قصیرا اور وسیطا پر ثابت نہین ہوا مانند لفظ حین کے تو نہ معلوم ہوا امام کو کہ کیا اوسکی
تقدیر ہے اور اہل زبان اگرچہ متفق تہا لیکن اوسکی عدم تکلم پر حلف کرنا مستبعد ہے اسواسطے کہ لحظہ لحظہ کا عدم تکلم اوسمین ہی متصور ہے لہذا اوسمین توقف کرنا
لازم ہوا اور یہہ توقف صریح دلیل ہے امام کی فقاہت اور تدین پر کہ بلا حجت شرعی اپنی عقل کو دین مین دخل نہ دیا اور اسمین اپنی عدم علمی کا صاف اقرار
کر دیا کذا فی فتح القدیر طحطاوی کے حاشیہ مین ہے کہ شیخ الاسلام مفتی ابو السعود نے کہا کہ جب کسی مسئلہ مین نص نہو نہ امام سے نہ صاحبین سے تو امام مالک کے قول پر
عمل کرنا چاہیے چنانچہ اسکو حموی نے حاشیہ اشباہ مین صریح کہا ہے اور امام مالک کے مذہب کا قاعدہ یہہ ہے کہ جب کسی مسئلہ مین امام مالک سے تصریح نہو تو امام شافعی کی طرف
رجوع کرے تو جب حنفی اپنے مذہب مین اور امام مالک کے مذہب مین نص نپاوے تو امام شافعی کے مذہب کی طرف رجوع کرے رضی اللہ عنہم اجمعین وفی السراج
توقف الامام فی اربعۃ عشر مسئلۃ ونقل لا ادری عن الائمۃ الاربعۃ بل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعن جبرئیل علیہ السلام اور
سراج مین ہے کہ توقف کیا ہے امام اعظم نے چودہ مسئلون مین اور لفظ لا ادری کا یعنی مین نہین جانتا چارون اماموں سے منقول ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اور جبرئیل علیہ السلام سے بہی لا ادری منقول ہے ہم کرمانی مین مذکور ہے کہ سید محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ بہتر مکانات کون ہے فرمایا کہ مین نہین جانتا جبرئیل سے دریافت
کرونگا جبرئیل نے فرمایا کہ مین نہین جانتا ہون اپنے رب سے دریافت کرونگا پہر حق جل شانہ نے فرمایا خیر البقاع (بہترین مکانات) مساجد ہین اور بہتر لوگ وہ ہین جو اول مسجد مین داخل ہوتے ہین اور
آخر کو نکلتے ہین اور بدترین جگہ بازار ہے اور بدتر لوگ وہ ہین جو مسجد مین سب سے پیچہے آتے ہین اور اول نکل جاتے ہین اور حدائق مین مذکور ہے کہ اسمین سبق ہے عالم اور مفتی کیواسطے کہ
امر معلوم نہو اوسمین توقف کرلے اور اپنی لاعلمی ظاہر کرنے مین ننگ نہ کرے اسواسطے کہ جہوٹ اور عدم علم جرات کرکے مسئلہ بتانا افترا علی اللہ ہے تحریم حلال یا تحلیل حرام سے اور

ترجمہ یہ وہ مسائل مذکورہ کی تو مسئلے ابن ابی شریف نے نظم میں یون بیان کئی ہین نظم حمل الامام اباحنیفۃ دنیۃ + ان قال لا ادری لتسعۃ سؤلہ + اطفال اہل الشرک این محلہم
وہل الملائکۃ الکرام مفضلۃ + ام انبیاء البشر اللہم من + جلالہ ای بطیب الاکل لہ + والدہر مع وقت الختان وکلبہم + وصف المعلم امی وقت حصلۃ +
والحکم فی الخنثی اذا بال من + فرجیہ مع سؤر الحمار استشکلہ + داجازۃ نقش الجدار المسجد + من وقفہ ام یحجر ان یفعلہ + کذا فی الطحطاوی الایام وایام
کثیرۃ والشہور والسنون والجمع والازمنۃ والاحایین والدہور عشرۃ من کل صنف لانہ اکثر ما یذکر بلفظ الجمع اور ایام اور ایام کثیرہ اور
شہور اور سنون اور جمع اور ازمنہ اور احایین اور دہور کہ الفاظ ہین بشرط معرف باللام ہونیکے ہر نوع سے دس مراد ہین اسواسطے کہ لفظ عشرہ اون الفاظ کا
اکثر ہے جو بلفظ جمع مذکور ہوتی ہین ہم یعنی ایام کی لفظ میں دس روز مراد ہونگے اور شہور میں دس مہینہ اور سنون میں دس برس اور جمع میں دس جمعہ اور ازمنہ میں دس
زمانہ اور احایین میں دس حین اور دہور میں دس دہر مراد ہونگی امام کے نزدیک اسواسطے کہ جمع معرف باللام اقصی استعمال لفظ جمع کیطرف منصرف ہے سو وہ عشرہ ہے اسواسطے
کہ لغت عرب میں بولتی ہین ثلثۃ رجال و اربعۃ رجال الی عشرۃ رجال پہر جب تجاوز ہوتا ہے عشرہ سے تو جمع کا صیغہ مستعمل نہین ہوتا بلکہ مفرد بولا جاتا ہے چنانچہ احد عشر
رجلا کذا فی المنح اور شرح میں جو لفظ جمع بعد سنون کے ہے سو جمعہ کی جمع ہے تو اگر قسم کہائی کہ لا یکلمہ الجمع تو تین دن جمعہ پر منعقد ہوگی تو اگر یوم الجمعۃ کی سوا
ایام میں بولیگا تو حانث نہوگا اور یہ مراد نہین کہ دس اسبوع پر یمین منعقد ہے ہان اگر لفظ جمع سے حالف اسبوع کا قصد کریگا تو دس اسبوع تک ترک کلام لازم ہوگا کذا
فی الطحطاوی ففی لا یکلمہ الازمنۃ خمس سنین تو اس قسم میں کہ لا اکلمہ الازمنۃ پانچ برس مراد ہونگے اسواسطے کہ سابق میں مذکور ہوچکا کہ لفظ زمان اور حین
چہ مہینہ کیطرف منصرف ہے تو جب چہ مہینہ کو دس بار لیا تو ساٹہ مہینے ہوئی جسکے پانچ برس ہوتی ہین ومنکرہا ثلثۃ لانہ اقل الجمع ما لم توصف بالکثرۃ کما مر
اور الفاظ مذکورہ جبکہ نکرہ ہون بدون الف لام کے تو ہر نوع سے تین مراد ہونگی اسواسطے کہ تین اقل جمع ہے جبتک نکرہ موصوف بالکثرۃ نہو چنانچہ مذکور ہوچکا ماتن کے
قول میں لفظ ایام کثیرۃ نکرہ موصوف بالکثرۃ ہے تو اسمین جمع منکر تین پر محمول نہین بلکہ دس پر محمول ہے اور اسیطرح سنون کثیرۃ اور شہور کثیرۃ تین پر محمول نہوگے
حلف لا یکلم عبید فلان او عبیدک فلان او لا یرکب دوابہ او لا یلبس ثیابہ ففعل بثلثۃ منہا حنث ان کان لہ اکثر من ثلثۃ من کل صنف
قسم کہائی کہ غلامون سے یا فلانی کے غلامون سے کلام نکریگا یا اوسکی جانورون پر سوار نہوگا یا اوسکی کپڑی نہ پہنیگا پہر اونمین سے تین کو عمل میں لایا یعنی اوسکی
تین غلامو سے بات کی یا اوسکی تین جانورون پر سوار ہوا یا اوسکی تین کپڑی پہنے تو حانث ہوگا اگرچہ فلانی شخص کی ملک میں ہر نوع تین سے زیادہ ہون ہم
حانث اسواسطے ہوگا کہ اقل جمع تین ہین اور شارح نے عبید کا لفظ اسواسطے زیادہ کیا تا معلوم ہوجاوے کہ یہان منکر اور مضاف میں کچہہ فرق نہین الا ان یکلم اقل
من ثلثۃ لا یحنث وصحح نیۃ الکل اور اگر ویسا نکیا اسطرح کہ دو یا ایک غلام سے کلام کیا تو حانث نہوگا اور صحیح ہے نیت کل کی یعنی غلامونکی یا تمام جانورونکی
یا سب کپڑونکی نیت کریگا تو دیانۃ اور قضاءً صحیح ہے ولو کانت یمینہ علی زوجاتہ او صدیقہ او اخوانہ لا یحنث ما لم یکلم الکل کسائر الجمع لان المنع لمعنی
فی ہولاء فتعلقت الیمین باعیانہم اور اگر یمین حالف کی فلانیکی زوجات یا اوسکی دوستون یا اوسکی بہائیون پر ہو تو حانث نہوگا جبتک کل سے کلام نکریگا
ہر نوع کا کہ اونکی نام لیا یمین میں اسواسطے کہ روکنا کلام کا ان لوگونمین کسی معنی کی سبب سے ہے تو یمین متعلق اونکی ذاتونسے ہوگی ہم بخلاف عبید اور دواب اور
ثیاب کے کہ وہان یمین متعلق ہوئی ان تونسے جو فلانیکی طرف منسوب ہین اور چونکہ نسبت بلفظ جمع ہے اور اقل جمع تین ہین لہذا تین کے عمل میں لانیسے حانث ہوگا کذا فی الطحطاوی
عن البحر فلاصہ یہ ہے کہ غلام اور دواب فلانی کے لائق نفرت کی نہین لہذا وہان نسبت ملحوظ ہے اور زوجات فلانی وغیرہ بسبب عقل اور حریت کی لائق نفرت ہین لہذا
وہان نسبت کا اعتبار نہین گویا یون کہا لا اکلم ہولاء ولو لم یکن لہ الا اخ واحد فان کان یعلم بہ حنث والا لا کما فی الواقعات والحق فی البحر
الاخوۃ والزوجات قلت فہی من المسائل الاربع التی یکون فیہا الجمع واحدا کما فی الاشباہ اور اگر قسم کہائی کہ فلانی کے بہائیون سے کلام نکریگا تو اگر اوسکا سوائے ایک کے
دوسرا بہائی نہو سو اگر حالف اوسکو جانتا ہوگا تو حانث ہوگا اسلئے کہ اوسنی جاننے کر واحد کو بصیغہ جمع تعبیر کیا اور اگر ایک بہائی کا ہونا نجانتا ہوگا تو حانث نہوگا

یعنی کلام کریگا اسم بہت زمانے ۱۲

یعنی کلام کرون گا ان لوگون سے

پہلا پس اگر غلام مشترک ہو ولو اشتری عبدًا بین معًا ثم اٰخر فلا عتق اصلاً لعدم الفردیۃ اور اگر دو غلاموں کو ساتھ ہی مول لیا تو کوئی غلام آزاد نہو گا بسبب عدم فردیت کی یعنی تعلیق عتق ایک غلام کی خرید پر تھی سو دو غلام کی خرید میں متحقق نہیں ہو تیسرا غلام اول نہیں فان زاد کلمۃ وحدہ او اسبق او بالذ نانیر عتق الثالث عملاً بالوصف پھر اگر قول مذکور میں وحدہ یا اسبق یا بالدنانیر کا لفظ زیادہ کیا تو تیسرا غلام آزاد ہوگا وصف پر عمل کیلئے یعنی اگر یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ وحدہ یعنی پہلا غلام جسکو تنہا میں خرید کروں وہ آزاد ہے تو تیسرا آزاد ہیگا اسواسطے کہ وہ پہلا عبد ہے جو تنہا خرید ہوا یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ اسبق یعنی پہلا غلام جسکو سیاہ خرید کروں یا یوں کہا کہ اول عبد اشتریہ بالدنانیر یعنی پہلا غلام جسکو دیناروں سے خرید کروں تو اگر تیسرا غلام سیاہ رنگ ہوگا یا وہ درہم و دینار سے خرید ہوئی ہوگی اور تیسرا دیناروں سے تو وہ آزاد ہو جائیگا ولو قال اول عبد اشتریہ واحدًا فاشتری عبدین ثم اشتری اٰخر لا یعتق الثالث واشار الی الفرق بقولہ للاحتمال ای لان قولہ واحدًا یحتمل ان یکون حالاً من العبد او المولی فلا یعتق بالشک وجوّز فی البحر کونہ صفۃ لا یکتفیہ فیہو کوحدہ وجوّز فی النہر الرفع خبرًا لمبتدأ محذوف فہو کواحد اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکو میں خرید کروں در حالت واحدہ وہ آزاد ہے پھر اوسنے دو غلام خرید کئے پھر ایک غلام خرید کیا تو تیسرا غلام آزاد نہو گا بسبب احتمال کے اور مصنف نے احتمال کے لفظ سے اول مثال اور اس مثال کے فرق کیطرف اشارہ کیا یعنی واحدا کا لفظ اس مثال میں محتمل ہے کہ غلام سے حال واقع ہو یا مولی سے اسواسطے کہ حال فاعل اور مفعول دونوں سے واقع ہو سکتا ہے تو آزاد نہو گا بسبب شک کی بخلاف اول عبد اشتریہ وحدہ کی کہ وہاں لفظ وحدہ کا حال نہیں ہو سکتا ہے بسبب ضمیر غائب کے اور بحر الرائق میں واحد کی لفظ میں جو تجویز کیا ہے با عتبار صفت ہونے عبد کی تو واحد بجای وحدہ ہو گیا یعنی عبد ہی کا وصف ہو گا تو غلام آزاد ہو جاویگا اور نہر الفائق میں رفع واحد کا تجویز کیا ہے مبتدا محذوف کی خبر ٹھکر یعنی ہو واحد تو اس تقدیر میں بمنزلہ اول عبد اشتریہ وحدہ کے ہو ولو قال اٰخر عبد املکہ فہو حرّ فملک عبدًا ونصف عبد عتق الکامل کذا الثیاب بخلاف المکیل والموزون فالمزاحمۃ زیلعی اور اگر کہا کہ پہلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام اور نصف غلام کا تو پورا غلام آزاد ہوگا اور یہی حکم ہے کپڑوں کا بخلاف کیلی اور وزنی چیزوں کے بسبب مزاحمت کے کذا فی شرح الزیلعی یعنی غلام پورا غلام نہیں تو عبد کامل کے نام میں نہ شریک ہوگا تو عبد کامل ہی فردیت اور اولیت کی نام کو قطع کریگا بخلاف کیلی اور موزون کے یعنی اگر یوں کہا کہ اول سیر جسکا میں مالک ہوں صدقہ ہے پھر وہ ڈیڑھ سیر کا مالک ہوا تو ایک سیر کچھ لازم نہو گا اسواسطے کہ کیلی اور موزون میں نصف کل میں شریک اور مزاحم ہو جاتا ہے اسواسطے کہ ملانے سے ایک چیز ہو جاتا ہے یعنی آدہ سیر کو جب آدہ سیر سے ملائے تو پورا سیر ہو جاتا ہے اور ثوب اور عبد میں یہ اشتراک اور مزاحمت حاصل نہیں کذا فی المنح قال اٰخر عبد املکہ فہو حرّ فملک عبدًا فمات الحالف لم یعتق اذ لا بدّ للاٰخر من اول بخلاف العکس کالبعدیۃ لا بدّ لہ من قبل بخلاف القبل اور اگر کہا پچھلا غلام جسکا میں مالک ہوں سو وہ آزاد ہے پھر وہ ایک غلام کا مالک ہوا پھر حالف مرگیا تو وہ غلام آزاد نہو گا اسواسطے کہ آخر کیواسطے اول کا ہونا ضروری ہے یہاں موجود نہیں بخلاف بالعکس کے یعنی اول کے واسطے آخر کا ہونا ضرور نہیں جیسے بعد کیواسطے قبل کا ہونا ضروری ہے بخلاف قبل کے کہ اوسکیواسطے بعد کا ہونا ضرور نہیں فلو اشتری الحالف المذکور عبدًا اٰخر ثم مات الحالف عتق الثانی مستندًا الی وقت الشراء فیعتبر من کل المال لو الشراء فی الصحۃ والا فمن الثلث پس اگر حالف مذکور نے ایک غلام خرید کیا پھر دوسرا غلام مول لیا پھر حالف مرگیا تو دوسرا غلام آزاد ہوگا خرید کیوقت سے مستند ہو کر تو اعتبار اوسکی عتق کا کل مال سے ہوگا اگر خرید اوسکی حالف کی صحت میں واقع ہوگی اور نہیں تو ثلث مال سے آزاد ہوگا اور وجہ استناد کی یہہ ہے کہ حالف کی موت سے غلام ثانی کا آخر ہونا ثابت ہوا اسواسطے کہ حیات میں تیسرے غلام خرید کرنیکا احتمال ہے اور فی الحقیقت متصف ہونا غلام ثانی کا بوصف آخریت خرید کیوقت سے ثابت ہے لہذا اوسکا عتق بھی وقت شرا سے ہوگا وعلیہ فلا یصیر فارًّا لو علق البائن بالاٰخر خلافًا لہما اور بنا بر قول استناد کی زوج فار نہو گا اگر اوسنے طلاق بائن وجہ پچھلے نکاح پر تعلیق کی ہو بخلاف صاحبین کے یعنی اگر زوج نے کہا کہ جس عورت سے آخر نکاح میں کروں سو مطلقہ ہے تو امام کے نزدیک نکاح کیوقت سے طلاق واقع ہو گی اور وہ فار نہو گا تو اگر اوس سے صحبت کی ہوگی تو نصف مہر بسبب استناد دخول کے اور نصف بسبب طلاق قبل دخول کے لازم آویگا اور عدت اوسکی حیض سے

ہوگی بدون سوگ کے اور وہ وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک طلاق اوسکی موت کے نزدیک شائع ہوگی اور طلاق اور وفات کی عدت میں جو ابعد ہوگی وہ
اوسپر واجب ہوگی کذا فی النہر واما الوسط ففی البدائع انہ لا یکون الا فی الفرد ففی الثلثۃ وسط وکذا الثالث الخمسۃ وھکذا اور فرد وسط کا بیان فتح بدائع
میں یوں ہے کہ متوسط متحقق نہیں ہوتا مگر طاق عدد میں تو تین کا دوسرا متوسط ہے اور اسیطرح پانچ کا تیسرا اور سات کا چوتھا متوسط ہے علی ہذا القیاس
جفت میں متوسط نہیں ہوتا تو جب ایک غلام خریدا کیا پھر دوسرا پھر تیسرا تو دوسرا متوسط ہے پھر جب چوتھا خرید کیا تو دوسرا متوسط نرہا پھر جب پانچواں
خرید کیا تو تیسرا غلام متوسط ہو گیا پھر جب چھٹا خریدا تو وہ بھی متوسط نرہا وعلی ہذا القیاس تو اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ تین یا پانچ میں متوسط ہونا ثابت نہیں
ہوسکتا بدون مولی کی موت کے تو اگر مولی نے کہا کہ وسط غلام جسکو میں خرید کروں آزاد ہے تو بعد موت مولی کے تین میں دوسرا اور پانچ میں تیسرا آزاد ہوگا امام
کے نزدیک وقت خرید سے آزاد ہوگی اور صاحبین کے نزدیک موت سے اور اگر چار غلام ہونگے یا چھ تو کوئی آزاد نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحلبی ان ولدت فانت
کذا حنث بالمیت لو سقط مستبین الخلق والا اگر تو جنی تو تو ایسی ہے تو حانث ہوگا مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اگر چہ تمام لڑکا جسکے اعضا ظاہر ہوئے ہوں
ہو اور اگر لڑکے کے اعضا ظاہر نہوں یعنی گوشت کا لوتھڑہ ہو تو حانث نہوگا بخلاف فھو حر فولدت میتا ثم اخر حیا عتق الحی وحدہ لبطلان الرق
بالموت بخلاف الولد او الولادۃ بخلاف اس قول کے کہ اگر تو جنی تو لڑکا آزاد ہے پھر لونڈی نے مردہ لڑکا جنی بعد اسکے زندہ لڑکا جنی تو فقط زندہ آزاد ہوگا نہ مردہ بسبب باطل
ہوجانے غلامی کے مرجانے سے بخلاف ولد اور ولادت کے یعنی اگر کہا کہ تو لڑکا جنی یا یوں بولا کہ اگر تو جنی تو تو آزاد ہے تو لونڈی آزاد ہوجاویگی مردہ لڑکا پیدا ہونے سے اسواسطے کہ تحقق ولد اور
ولادت کا اس سے بھی ہوتا ہے البشارۃ عرفا اسم لخبر سار صادق خرج الضار فلیس ببشارۃ عرفا بل لغۃ ومنہ فبشرہم بعذاب الیم بشارت یعنی خوشخبری عرف میں
اوس خبر کا نام ہے جو مسرور اور خوش کر دے تو اس قید سے رنج دینے والی خبر نکل گئی سو وہ بشارت نہیں عرف میں لیکن لغت میں اوسکو بھی بشارت کہتے ہیں اور بنا بر لغت کے یہ
قول ہے حق تعالی کا کہ بشارت دے کافروں کو عذاب دردناک کی اور یمین میں عرف کا اعتبار ہے نہ لغت کا صادق خرج الکذب فلا یعتبر وہ خبر سچی ہو تو اس قید سے
کذب نکل گیا تو وہ معتبر نہیں یعنی جھوٹی خبر بشارت نہیں لیس للمبشر بہ علم فیکون من الاول دون الباقین ایسی خبر ہو کہ جسکو بشارت دی گئی ہو اسکو
نہ جانتا ہو تو بشارت اول مخبر کے خبر دینے سے ہوگی نہ باقی مخبروں سے یعنی اگر چند لوگوں نے خوشخبری سنائی تو جس نے اول خبر دی اوسکی خبر کو بشارت کہینگے نہ اور سب
اور لوگونکی اسواسطے کہ وہ آگاہ ہو چکا اول خبر سے فلو قال کل عبد بشرنی فھو حر فبشرہ ثلثۃ متفرقون عتق الاول فقط لما قلنا تو اگر مولی نے کہا کہ جو
غلام مجھکو ایسی بشارت دے وہ آزاد ہے پھر تین غلاموں نے جدا جدا بشارت دی تو فقط پہلا غلام بشارت دینے والا آزاد ہوگا اوس وجہ سے جسکو ہم ابھی بیان کر چکے
ہیں وتکون بکتابۃ ورسالۃ مالم ینو المشافھۃ فیکون کالحدیث اور بشارت لکھ بھیجنے اور کہلا بھیجنے سے بھی ہوتی ہے جب تک مولی نے خطاب بالمشافہ
کی نیت نکی ہو اور اگر مشافہہ کی نیت کریگا تو بشارت مانند حدیث کے مقید بمشافہہ ہوگی ولو ارسل بعض عبیدہ عبدا آخر ان ذکر الرسالۃ عتق
المرسل والا الرسول اور اگر مولی کے بعض غلام نے دوسرے غلام کو بھیجا بشارت دینے کو تو اگر اوسنے رسالت کو ذکر کیا تو بھیجنے والا آزاد ہوگا اور نہیں تو پیام
پہنچانیوالا آزاد ہوگا یعنی اگر پیام پہنچانیوالے غلام نے یوں کہا کہ فلانے غلام نے تجھسے پیام کہلا بھیجا ہے تو پیام کا بھیجنے والا آزاد ہوگا اور اگر اوسنے پیام کو نہ ذکر کیا
تو خود پیام پہنچانیوالا آزاد ہوگا وان بشروہ معا عتقوا لتحققھا من الکل بدلیل فبشرہ بغلام علیم اور اگر مولی کو سب غلاموں نے ساتھ ہی بشارت بھیجی
بلا تقدیم وتاخیر تو سب آزاد ہوجاوینگے بسبب ثابت ہونے بشارت کے ہر غلام سے بدلیل اس آیت قرآنی کے تو خوشخبری سنائی فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو فرزند
صاحب علم کی یعنی اس آیت میں جمیع ملائکہ مخبرین کیطرف بشارت منسوب ہوئی ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح نے آیت مذکورہ میں فبشروہ کہا اور کمال الدین ابن الہمام
صاحب بحر الرائق کی حالانکہ قرآن مجید میں فبشرہ ہے والبشارۃ لا فرق فیھا بین ذکر الباء وعدمھا بخلاف الخبر فانہ یختص بالصدق مع الباء کما مر فلا بد
اور بشارت کے لفظ میں کچھ فرق نہیں درمیان ذکر کرنے باء جارہ کے اور اوسکے عدم ذکر میں یعنی خواہ بشارت کے ساتھ باء جارہ مذکور ہو یا نہو ہر صورت بشارت

مخصوص بصادق ہی بخلاف لفظ خبر کہ وہ بارجارہ کی ساتھہ مخصوص بصدق ہی چنانچہ اس باب سی پہلی مذکور ہو چکا والکتابۃ کالخبر فیما ذکر اور لفظ کتابت کا مانند
خبر ہی امر مذکور میں یعنی بارجارہ کی ساتھہ مخصوص بصدق ہی اور بدون اسکے صدق اور کذب دونونکو شامل ہی اسواسطی کہ کتابت عبارت ہی جمع حروف ہی مطلقا و
الاعلام لابد فیہ من الصدق ولو بلا باء کالبشارۃ لان الاعلام اثبات العلم والکذب لا یفیدہ بخلاف الخبر اور اعلام کی لفظ مین صدق ضرور ہی اگرچہ بدون باء
جارہ کی ہو مانند لفظ بشارت کے اسواسطی کہ اعلام عبارت ہی اثبات علم سی اور کذب اثبات علم کا مقتضی نہین کذا فی البدائع **قاعدۃ** النیۃ اذا قارنت علۃ العتق
الاختیاریۃ کالشراء مثلا بخلاف الارث لانہ جبری قاعدہ ہی کہ جب نیت مقارن ہو تو عمل ہو اختیاری علت عتق سی چنانچہ خرید کرنا مثلا بخلاف میراث کی
وہ جبری علت ہی عتق کی نہ اختیاری والحال ان رق المعتق کامل صح التکفیر والا بان لم تقارن لعلۃ او قارنتہا والرق غیر کامل کام الولد لا
یصح التکفیر ثم فرع علیہا بقولہ اور حال یہ ہے کہ مملوکیت معتق کی کامل ہے تو کفارہ دینا اوس عتق سی صحیح ہی اور اگر ایسا نہو اسطرح کہ نیت علت عتق کی مقارن نہو یا مقارن
ہو علت کی اور حال یہ کہ مملوکیت غیر کامل ہے چنانچہ ام ولد مین تو کفارہ دینا صحیح نہین پہر بعد تمہید قاعدہ مذکورہ کی مصنف نے اپنے اگلی قول کو اوسپر متفرع کیا فصح شراء
ابیہ الکفارۃ للمقارنۃ تو خرید کرنا اپنی باپ کا واسطی کفارہ ادا کرنیکی خواہ کفارہ یمین ہو یا اور کفارات صحیح ہی بسبب مقارنت نیت کے یعنی چونکہ خرید علت ہی عتق کی
تو خرید کیوقت نیت عتق مقارن ہوئی تو بموجب قاعدہ مذکورہ کے بلاشبہ تکفیر صحیح ہوگی لا شراء من حلف بعتقہ لعدمہا نہ خرید کرنا اوس غلام کا جسکی آزادی
کی قسم کہائی بسبب عدم مقارنت کی ہم چنانچہ اگر کہا کہ اگر مین فلانی کو خرید کرون تو وہ آزاد ہی پہر اوسکو ادای کفارہ کی نیت سی خرید کیا تو یہ تکفیر صحیح نہین اسواسطی کہ شرط
صحت اتصال نیت کا ہی ساتہہ علت عتق کے اور علت عتق اس مثال مین یمین ہی اور خرید علت نہین بلکہ شرط عتق ہی تو اتصال نیت کا علت کی ساتہہ نہوا بلکہ شرط
کی ساتہہ ہوا کذا فی المنح ولا شراء مستولدۃ بنکاح علق عتقہا عن کفارتہ بشراءہا لنقصان رقہا اور صحیح نہین کفارہ کیواسطی خرید کرنا منکوحہ لونڈی کا
جسکی آزادی کو معلق کیا اپنی کفارہ سی ہو لیکن بسبب ناقص ہونی اوسکی مملوکیت کی یعنی ایک شخص نے غیر کی لونڈی سی نکاح کیا پہر کہا اگر مین تجکو خرید کرون تو تو آزاد ہی
میری قسم کے کفارہ کیطرف سی پہر اوسکو خرید کیا تو مجرد خرید کی وہ آزاد ہو جاویگی بسبب پائی جانی شرط کی لیکن کفارہ ادا نہوگا اسواسطی کہ حریت اوسکی بسبب استیلاد کی متحقق ہو چکی
تو کل عتق یعنی ہر جہہ سی آزاد ہونا خرید کیطرف منسوب نہوا اسوجہ سی کہ مملوکیت اوسمین ناقص ہے حالانکہ قاعدہ مین مذکور ہو چکا کہ بدون ملک کامل کے تکفیر صحیح نہین
کذا فی المنح بخلاف ما اذا قال لقنۃ ان اشتریتک فانت حرۃ عن کفارۃ یمینی فاشتراہا حیث تجزیہ عنہا للمقارنۃ کالہبۃ والصدقۃ والوصیۃ ناویا
عند القبول بخلاف الارث ما مر بخلاف اوسکی یہہ کہ کہا ایک خالص لونڈی سی کہ اگر مین تجکو خرید کرون تو تو آزاد ہی میری قسم کی کفارہ کیطرف سی پہر اوسکو خرید کیا اسواسطی
کہ یہہ خرید کفارہ کیواسطی کافی ہی بسبب مقارنت نیت کی ساتہہ خرید کے جیسی تکفیر صحیح ہی ہبہ قبول کرنی اور وصیت مین قبول کرنیکے وقت نیت کرکے بخلاف ارث کے اوسمین نیت کا
کافی نہین چنانچہ مذکور ہو چکا کذا فی شرح الزیلعی ہم شرح زیلعی مین مذکور ہی کہ اگر اسکے قریب نے اسکو غلام ہبہ کیا یا اوسکی واسطی غلام کی وصیت کی سو وقت قبول کے نیت
کفارہ کی نیت کی تو صحیح ہی بخلاف ارث کے کہ وہ اختیاری امر نہین کذا فی الطحطاوی وعتق بقولہ ان تسریت امۃ فہی حرۃ من تسراہا وہی فی ملکہ حین حلف
لمصادفتہا الملک اور اسی قول ہی کہ اگر مین حرم بناؤن کسی لونڈی کو تو وہ آزاد ہی اوس لونڈی کا عتق ثابت ہوگا جسکو مولی نے حرم بنایا اور حالانکہ
اوسکی ملک مین تہی اوسوقت لیئے اوسکی تعلیق کی وقت بسبب متصل ہونے تعلیق کے ملک مین لا بتعلق من شراہا فتسراہا آزاد نہوگی وہ لونڈی جسکو قسم کی بعد
خرید کیا پہر اوسکو حرم بنایا اسواسطی کہ تعلیق بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہین ویثبت التسری بالتحصین والوطی وشرط الثانی عدم العزل فتح وزیادۃ
حرم بنانا تحصین اور وطی سی اور ابو یوسف نے تحصین اور وطی کے ساتہہ عدم عزل بہی شرط کیا ہی کذا فی فتح القدیر عزل یہ ہے کہ انزال کیوقت عضو ... جدا کرے
م تسری عبارت ہی اتخاذ سریہ سی اور سریہ بضم سین و تشدید را مہملہ و یای تحتیہ بمعنی حرم ہی یعنی جو لونڈی کہ مولی کی تصرف مین آوی سریہ یا سرور سے ہی اسواسطی کہ لونڈی حرم
ہونی سی خوش ہوتی ہی اور مولی بہی اوس سے خوش ہوتا ہی یا سر بمعنی جماع اور خفا سی ہی اسواسطی کہ اکثر حرم کو زوجہ سی مخفی رکہتی ہین اور تحصین عبارت اس سی ہی کہ اوسکو علحدہ

سکان ہی اور باہر نکلنے سے منع کرے کذا فی الطحطاوی ولو قال ان تسریت امۃ فانت طالق او عبدی حر فتسری بمن فی ملکہ او من اشتراہا بعد التعلیق
طلقت وعتق وافاد الفرق بقولہ لوجود الشرط بلا مانع لصحۃ تعلیق طلاق المنکوحۃ بای شرط کان فلیحفظ اور اگر زوج یا مولی نے کہا کہ اگر میں کسی
لونڈی کو حرم بناؤں تو تو مطلقہ ہے یا میرا غلام آزاد ہے پھر اوس نے حرم بنایا اوس لونڈی کو جو اوسکی ملک میں تھی یا اوس لونڈی کو جسکو خرید کیا بعد اس تعلیق کے تو زوجہ
اوسکی مطلقہ ہوگی اور غلام اوسکا آزاد ہو جاویگا اور فرق بیان کیا مصنف نے اس مثال میں اور مثال سابق میں یعنی الیوم وجود شرط سے یعنے طلاق واقع ہوگی بسبب پائی جانے شرط طلاق کے
بلا مانع بسبب صحیح ہونے طلاق منکوحہ کی ہر شرط سے اس فرق کو یاد رکھنا چاہیے ایک عالم ہمعصر صاحب بحر الرائق سے خطا ہوگئی کہ اوس نے تعلیق طلاق بالتسری کو تعلیق حریت
بالتسری پر قیاس کیا یعنی جیسے ان تسریت امۃ فہی حرۃ کہنے سے وہ لونڈی آزاد نہیں ہوتی جو بعد اس تعلیق کے خرید ہوئی اور حرم بنی اسیطرح ان تسریت امۃ فانت
طالق کہنے سے منکوحہ مطلقہ نہوگی اگر بعد تعلیق کی لونڈی خرید ہوکر حرم بنائی گئی حالانکہ یہ قیاس غلط ہے اسواسطے کہ تعلیق حریت کی بدون ملک یا اضافت الی الملک کے صحیح نہیں
لہذا وہ لونڈی آزاد نہیں ہوتی بخلاف طلاق منکوحہ کی کہ اوسکی تعلیق ہر شرط سے صحیح ہے شارح نے محافظت وجہ فرق کا اسواسطے امر کیا تا دوسرا عالم نہ خطا کرے
کل مملوک لی حر عتق عبیدہ ومدبرہ وعبیدہ فی نیۃ الذکور لا الاناث وامہات الاولاد لانہ ملکہم یدا ورقبۃ اور ہر مملوک میرا آزاد ہے تو اس قول سے اوسکے
سب غلام اور مدبر اور اوسکی لونڈیاں ام ولد آزاد ہو جاوینگی بسبب انکے مملوک ہونیکے تصرف کی راہ سے اور ذات کی راہ سے اور دیانۃً اوسکی تصدیق کیجاویگی ذکور کی
نیت میں نہ اناث کی نیت میں ہم یعنی اگر مولی کہے کہ میں نے اس قول سے غلاموں کی آزادی کی نیت کی نہ لونڈیوں کی تو دیانۃً اوسکی تصدیق ہوگی نہ قضاءً اسواسطے کہ یہ تخصیص
عام کی دیانۃً صحیح ہے نہ قضاءً اور اگر کہے کہ میں نے اس قول سے لونڈیوں کا عتق مراد لیا نہ غلاموں کا تو مطلقاً تصدیق نہوگی اسواسطے کہ ہرچند مملوک کا لفظ ذکور کیواسطے ہے اناث
کیواسطے کہ انکو مملوکہ کہتے ہیں لیکن جب ذکور اور اناث مختلط ہوں تو لفظ مذکر کا مستعمل ہوتا ہے بطریق تغلیب کے تو اس صورت میں اناث کی نیت لغو ہوگی کذا فی البحر(?)
لا مکاتبہ الا بالنیۃ ومعتق البعض کالمکاتب لعدم الملک یدا اور آزاد ہوگا قول مذکور سے مکاتب اوسکا مگر مکاتب کی نیت کرنیسے اور جو غلام کہ کچھ آزاد ہوچکا ہے وہ مکاتب
کی مانند ہے بسبب عدم ملک کے مکاتب پر از راہ تصرف وفی النہر ینبغی فی کل مرقوق لی ان یعتق المکاتب لا ام الولد الا بالنیۃ اور فتح القدیر میں ہے اس قول میں کہ ہر
مرقوق میرا آزاد ہے لائق ہے کہ مکاتب آزاد ہو نہ ام ولد مگر نیت سے اسواسطے کہ ام ولد میں قیمت کم ہے مکاتب سے ہذہ طالق او ہذہ وہذہ طلقت الاخیرۃ وخیر فی الاولیین
وکذا العتق والاقرار لان او لاحد المذکورین وقد ادخلہا بین الاولیین وعطف الثالث علی الواقع منہما فکان کاحدہما طالق وہذہ
کہا زوج نے اپنی تین عورتوں سے اشارہ کرکے کہ یہ مطلقہ ہے یا یہ اور یہ تو پچھلی عورت مطلقہ ہوگی اور اوسکو اختیار رہیگا پہلی دو عورتوں میں جسکو چاہے اون میں سے ایک کو طلاق
دے اور یہی حکم ہے عتق اور اقرار کا اسواسطے کہ لفظ او جسکا ہندی میں یا ترجمہ ہے دو امر مذکورین میں سے ایک امر کیواسطے ہے اور اوسکو زوج نے داخل کیا ہے پہلی دو عورتوں کے درمیان میں اور
عطف کیا تیسری عورت کو اوس مطلقہ پر جس پر اون دونوں میں سے طلاق واقع ہوتی ہے تو قول مذکور اس قول کی مانند ہوگیا کہ تم دو عورتوں میں سے ایک مطلقہ ہے اور یہ مطلقہ ہے ہم اور عتق کی
مثال یوں ہے کہ مولی نے اپنی تین غلاموں سے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہ تو تیسرا غلام آزاد ہوگا اور پہلے دو غلاموں میں تعیین عتق کا مولی کو اختیار ہوگا بدلیل مذکور اور اقرار
کی مثال یہ ہے کہ زید کے مجھپر ہزار درم ہیں یا خالد کے اور محمود کے تو پانسو درم محمود کے ثابت ہونگے اس اقرار سے اور باقی پانسو میں مقر کو بیان اختیار ہے چاہے زید کیواسطے اقرار کرے
چاہے خالد کیواسطے کذا فی الفتح ولا یصح عطف ہذہ الثالثۃ علی ہذہ الثانیۃ للزوم الاخبار عن المثنی بالمفرد اور صحیح نہیں تیسری عورت کا عطف کرنا دوسری
پر بسبب لازم آنے خبر دینے کے مثنی سے مفرد کے صیغے سے ہم یہ جواب ہے فتح القدیر کے اعتراض کا خلاصہ اعتراض کا یہ ہے کہ ہذہ ثالثہ کا عطف یا تو اولی پر ہے کہ ہذہ ثانیہ پر ہو تو [illegible] تیسری
طلاق واقع ہوگی اسواسطے کہ ایک ہی مرتبہ واقع ہوتی فقط اولی کے درمیان میں ثانیہ اور ثالثہ کو درمیان میں [illegible] تو زوج پر ایک طلاق لازم ہوگا حاصل جواب یہ ہے کہ
عطف ثالثہ کا ثانیہ پر نہیں ہوسکتا اسواسطے کہ خبر اول مفرد ہے یعنی ہذہ طالق تو خبر ثانی بھی مفرد ہوگی تو تقدیر کلام یوں ہوگی کہ ہذہ طالق او ہاتان طالق حالانکہ تثنیہ کی
خبر مفرد نہیں آتی ہے [illegible] اور خبر کو تثنیہ مقدر کرنا یعنی یوں کہنا او ہاتان طالقان سو جائز نہیں اسواسطے کہ معطوف علیہ میں تثنیہ مذکور نہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف میں بھی مقدر

ہوتا ہے جو معطوف علیہ میں مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا لم یذکر للثانی والثالث خبرا فان ذکر بان قال ھذہ طالق او ھذہ وھذہ طالقان او قال ھذا حر
او ھذا وھذا حران فانہ لا یعتق احد ولا تطلق بل یخیر ان اختار الایجاب الاول عتق الاول وحدہ وطلقت الاولی وحدھا وان اختار
الایجاب الثانی عتق الاخیران وطلقت الاخیرتان اور یہہ حکم جو مذکور ہو چکا اوسوقت ہے جب ثانی اور ثالث کی خبر کو نہ مذکور کیا سو اگر اوسکو مذکور کیا اسطرح کہ زوجہ
کہا کہ یہ عورت مطلقہ ہے یا یہ اور یہہ دونوں مطلقہ ہیں یا مولی نے کہا کہ یہ غلام آزاد ہے یا یہ اور یہہ دونوں آزاد ہیں تو اس صورت میں کوئی آزاد نہوگا نہ کسی عورت پر طلاق واقع ہوگی
بلکہ قائل کو اختیار دیا جاویگا اگر وہ ایجاب اول کو اختیار کریگا تو اول غلام تنہا آزاد ہوگا اور پہلی عورت تنہا مطلقہ ہوگی اور اگر اوسنے ایجاب ثانی کو اختیار کیا تو پچھلے دونوں غلام
آزاد ہونگے اور پچھلی دونوں عورتیں مطلقہ ہونگی حلف لا یساکن فلانا فسافر الحالف فسکن فلان مع اھل الحالف حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی
قسم کھائی کہ نہ سکونت کریگا فلانے کے ساتھہ پھر سفر کیا حالف نے سو فلانا شخص حالف کی عیال کے ساتھہ ساکن ہوا تو وہ حانث ہوگا امام ابی یوسف کے نزدیک اور قول ثالث
یعنی محمد کے نزدیک حانث نہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے اس مسئلہ کا محل باب فعل اور خروج اور سکنی ہی تھا چنانچہ شارح اس مسئلہ کو بلا تفاوت وہان بھی ذکر کر چکا ہے قال لعبدہ ان لم تات اللیلۃ حتی اضربک فانی فلم
یضربہ حنث عند الثانی لا عند الثالث وبہ یفتی کہا اپنے غلام سے کہ اگر آج کی رات تو نہ آیا تاکہ میں تجھکو ماروں تو تو آزاد ہے مثلاً پھر غلام آیا سو مولی نے اوسکو نہ مارا تو
حانث ہوگا ابی یوسف کے نزدیک اور محمد کے نزدیک حانث نہوگا اور یہی قول مفتی بہ ہے اختلف فی الحاق الشرط بالیمین المعقود بعد السکوت فصححہ الثانی وابطلہ الثالث
وبہ یفتی فلا حنث فی ان کان کذا فکذا وسکت ثم قال ولا کذا ثم ظھر انہ کان کذا خانیہ اختلاف صاحبین ہے شرط کے ملانے میں یمین معقود کے ساتھہ بعد سکوت کے
تو اس شرط ملانی کو صحیح کہا ہے امام ابو یوسف نے اور اوسکو باطل کہا ہے محمد نے اور یہی محمد کا قول مفتی بہ ہے تو حانث نہوگا اسطرح کہنے میں کہ اگر ایسا ہو تو ایسا اور چپ ہو گیا پھر بولا اور نہ ایسا پھر ظاہر
ہوا کہ ایسا ہی تھا کذا فی الخانیہ ہم شارح کی عبارت میں نہایت اجمال اور دقت ہے کہ ہر شخص اسکو سمجھہ نہیں سکتا اور خانیہ کی عبارت صاف ہے تو اوسکا ذکر کرنا واجب ہوا خلاصہ عبارت
خانیہ کا یہہ ہے کہ ایک مرد نے اپنے پڑوسی سے کہا کہ میری عورت تیری پاس رات کو رہی تو اوسکے پڑوسی نے کہا کہ اگر تیری عورت میری پاس رات کو رہی ہو تو میری عورت کو طلاق ہے
اور یہہ کہکر چپ ہو رہا ایک ساعت پھر اوسنے بعد اسکے کہا ولا غیرھا یعنی تیری زوجہ کے سوا بھی کوئی عورت میری پاس نہیں رہی پھر ظاہر ہوا کہ حالف کی پاس دوسری عورت تھی تو
نصیر بن یحیی نے کہا کہ حالف کی عورت مطلقہ ہو گئی اور محمد بن سلمہ نے کہا کہ مطلقہ نہوئی اور ان دونوں عالموں کا جواب مختلف ہوا بسبب اختلاف صاحبین کے شرط کی ملانے میں
ساتھہ یمین معقود کے بعد سکوت کے ابو یوسف فرماتے تھے کہ یہ الحاق شرط صحیح ہے اسی قول کو نصیر بن یحیی نے لیا اور محمد نے کہا کہ الحاق شرط کا یمین سے بعد سکوت کے صحیح نہیں اور
اس قول کو محمد بن سلمہ نے لیا اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ سکوت مانع ہے تعلق جزا کو ساتھہ شرط کی تو دوسری شرط کی الحاق کو بھی سکوت مانع ہوگا یہ اختلاف صاحبین کا اوسوقت
ہے جب شرط سے مضرت ہو حالف کی اور اگر شرط کے الحاق میں اوس کا فائدہ ہوتا ہو تو بالاتفاق الحاق جائز نہیں انتہی کذا فی الطحطاوی ++

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

یہ باب ہے بیع اور شرا اور صوم اور صلوٰۃ وغیرہا کی یمین کے احکام میں الاصل فیہ ان کل فعل تتعلق حقوقہ بالمباشر کبیع واجارۃ لا حنث بفعل مامورہ وکل
ما تتعلق حقوقہ بالآمر کنکاح وصدقۃ وما لا حقوق لہ کاعارۃ وابراء یحنث بفعلہ وکیلہ ایضا لانہ سفیر ومعبر قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ جو فعل
ایسا ہو کہ جسکی حقوق مباشر اور بانی کے ساتھہ متعلق ہوتے ہوں چنانچہ بیع اور اجارہ تو آمر حانث نہوگا اوسکی مامور کے کرنے سے مامور سے مراد وکیل اور رسول ہے اور جو فعل ایسا ہو کہ جسکی حقوق
آمر سے متعلق ہوتے ہوں جیسے نکاح اور صدقہ اور وہ فعل جسکی حقوق نہوتے ہوں جیسے عاریت دینا اور ابرا کرنا تو ان میں آمر حانث ہوگا اپنے وکیل کے فعل سے بھی یعنی اپنے کرنے کی
حانث ہوتا ہی ہے اسواسطے کہ وکیل ایسے فعل میں محض سفیر اور معبر ہوتا ہے ہم عقود دو قسم پر ہیں ایک وہ ہیں جنکی حقوق عاقد اور مباشر سے متعلق ہوتی ہیں مثلاً بیع
جیسے بیع اور شرا اور اجارہ اور قسمت اور مانند اسکے دوسری قسم وہ ہیں جنکے حقوق عاقد سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ جسکی واسطے عقد ہوا ہے اوس سے متعلق ہوتے ہیں جیسے
نکاح اور طلاق اور عتاق اور کتابت اور خلع اور صدقہ اور تیسری قسم وہ عقود ہیں جنمیں کچھہ حقوق نہیں چنانچہ اعارہ اور ابرا اور قضا کذا فی المنح عن الخانیہ

باب الیمین فی البیع والشراء والصوم والصلوٰۃ وغیرہا

حنث بالمباشرة بنفسه لا بالامر اذا کان ممن یباشر بنفسه فی البیع ومنه الهبة بعوض ظہیریہ حانث ہوگا خود اپنی کرنے سے نہ امر کرنے سے جب حالف قسم
کون میں ہو جو بذات خود کرتے ہوں بیع میں ہبہ بالعوض بھی داخل ہے کذا فی الظہیریہ قسم کھائی کہ بیع نہ کریگا تو اگر حالف خرید و فروخت کرنیوالوں میں ہوگا تو بذات خود
بیع یا ہبہ بالعوض کرنیسے حانث ہوگا اور اگر اوسکی طرف سے وکیل نے بیع کی تو حانث نہ ہوگا اسیطرح عقود آئندہ میں سمجھنا چاہئے والشراء ومنه السلم والاقالة
والتعاطی شرح وہبانیہ اور شرط مذکور خود خریدنے میں حانث ہوگا اور خرید میں سلم اور اقالہ بھی داخل ہے اور بعضوں کے نزدیک تعاطی بھی کذا فی شرح الوہبانیہ
خرید میں … کے حلف میں … مذکور کیا ہے جو تقیید سابق اقالہ نہ ہوا ہو تو اطلاق شارح کا غیر مناسب تھا بلکہ اسکا حذف کرنا اولی ہے والاجارة
والاستیجار فلو حلف لا یوجر وله مستغلات فاجرها امرأته واعطته الاجرة لم یحنث کذا فی ایدی الناس وکذا لو اجرة شهر قد سکنوا فیه
الا فی شهر لم یسکنوا فیه ذخیرہ اور بذات خود اجارہ دینے اور اجارہ لینے میں حانث ہوگا تو اگر قسم کھائی کہ اجارہ نہ دیگا اور اوسکے مکانات میں جنکو اوسکی زوجہ نے
دیا اور اونکی اجرت زوجہ نے خرچ کر دی تو حانث نہ ہوگا چنانچہ اون مکانات کو اونکے رہنے والوں کے ہاتھ میں چھوڑ دینے سے حانث نہیں ہوتا اور جس مہینے کی
اجرت لینے سے جسمیں لوگ سکونت کر چکے ہیں حانث نہیں ہوتا بخلاف اوس مہینے کی اجرت لینے کے جسمیں وہ نہیں رہے سکونت نہیں کی کذا فی الذخیرہ اسواسطے کہ آئندہ مہینے کی
اجرت لینا درحقیقت خود اجارہ دینا ہے لہذا حانث ہوگا والصلح عن مال وقیدنا بقوله عن مال لان الصلح عن الانکار سفیر اور بذات خود صلح کرنے مال سے ساتھ
اقرار کے حانث ہوگا اور مصنف نے اقرار کی قید اسواسطے لگائی کہ ساتھ انکار کے وکیل سفیر محض ہوتا ہے تو قسم کھائی کہ مال سے صلح نہ کریگا تو اگر مدعا علیہ اقرار کرتا ہو مدعی
کا تو حالف خود صلح کرنیسے حانث ہوگا اور وکیل کے صلح کرنیسے نہ ہوگا اور اگر مدعا علیہ اوسکے دعوی کا منکر ہے تو اس صورت میں وکیل سفیر محض ہے تو خود صلح
ہو اور وکیل کی صلح سے دونوطرح حانث ہوگا یہ حکم اوسوقت ہے جب صلح مدعا علیہ کیطرف سے ہو اور اگر صلح مدعی کیطرف سے ہو تو مطلقا حانث نہ ہوگا نہ اپنی صلح
سے نہ وکیل کی صلح سے کذا فی الطحطاوی عن البحر والقسمة والخصومة وضرب الولد ای الکبیر لان الصغیر یملك ضربه فیملك التفویض فیحنث بوکیله
قاضی اور قسمت کرنے اور خصومت کرنے اور ولد کبیر کے مارنیسے حانث ہوگا ولد کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ ولد صغیر کو مارنیکا باپ مالک ہے تو تفویض ضرب کا بھی مالک ہے
اسلئے … مارنیسے بھی حانث ہوگا مانند قاضی کے یعنی جسکا مارنا قاضی کو حلال ہے تو اوسکی مارنیکا دوسرے کو امر کرنا بھی صحیح ہے تو وکیل کے مارنے سے حانث ہوگا اور مانند
… کے سلطان اور محتسب اور معلم … کذا فی الطحطاوی عن القهستانی وان کان الحالف ذا سلطان کقاض وشریف ولا یباشر هذه الاشیاء بنفسه حنث
بالمباشرة وبالامر ایضا لتقیید الیمین بالعرف وبمقصود الحالف اور اگر حالف صاحب حکومت ہو مانند قاضی اور شریف کے کہ ان اشیاء مذکورہ کو بذات خود
نہ کرتا ہوں تو حانث ہوگا خود کرنیسے اور اوسکے امر کرنیسے بھی بسبب مقید ہونے یمین کے ساتھ عرف کے اور ساتھ مقصود حالف کے یعنی اگر حالف اشیاء مذکورہ میں قصد
… خود کریگا نہ اسکا مامور کریگا تو صحیح ہے وان کان یباشر مرة ویفوض اخری اعتبر الاغلب وقیل یعتبر السلعة فلو مما یشتریها بنفسه لشرفها لا یحنث
… اور اگر حالف ایسا ہو کہ اشیاء مذکورہ کو کبھی خود کرتا ہو اور کبھی دوسرے کو تفویض کرتا ہو تو اغلب معتبر ہوگا یعنی اگر مباشرت اغلب ہوگی تو اپنی فعل سے
ہوگا اور اگر تفویض اغلب ہوگی تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ قماش اور جنس معتبر ہے تو اگر وہ جنس ایسی ہو کہ خود اوسکو خریدتا ہو بسبب اوسکی عمدگی
کے تو … وکیل کے فعل سے حانث نہ ہوگا اور اگر ذلیل چیز ہو تو وکیل کے فعل سے حانث ہوگا ویحنث بفعله وفعل مأموره لم یقل وکیله لان من
… الاستقراض والتوکیل به غیر جائز اور حانث ہوگا اپنی فعل اور اپنی مامور کے فعل سے مصنف نے مامور کہا وکیل نہ کہا اسواسطے کہ اس نوع میں استقراض بھی
ہے اور استقراض میں وکیل کرنا جائز نہیں ہے توکیل استقراض میں اسواسطے جائز نہیں کہ اگر وکیل یوں کہے کہ مجکو قرض دے تو مبلغ کا مالک وکیل ہوگا نہ موکل اور
… کی نسبت موکل کیطرف کرے اسطرح کہ فلانا شخص تجسے قرض مانگتا ہے تو یہ رسالت ہے اور یہ توکیل نہیں اور رسالت استقراض میں جائز ہے جسکو مامور کا لفظ شامل
ہے طحطاوی عن الزیلعی فی النکاح لا الانکاح حانث ہوگا اپنی فعل اور مامور کے فعل سے نکاح میں نہ نکاح کرا دینے میں یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نہ کریگا تو اگر

بذات خود عقد کیا یا کسیکو وکیل کیا سواوسنے اوسکا عقد کیا دونون صورت مین حانث ہوگا اور اگر فضولی نے اوسکا نکاح کر دیا بعد یمین کے تو اجازت قولی سے حانث ہوگا لقول
مختار اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا یہی قول پر فتوی ہے کذا فی النہر اور اگر قسم کہائی کہ غیر کا نکاح نا کریگا تو اسمین اپنے فعل سے حانث ہوگا نہ وکیل کے فعل سے والطلاق
والعتاق الواقعین بکلام وجد بعد الیمین لا قبل کتعلیق بدخول دار نہ پہلے اور حانث ہوگا مطلقا اوس طلاق اور عتاق مین جو واقع ہوئی ہون بسبب اوس کلام کے
جو بعد یمین کے پایا گیا ہو نہ قبل یمین کے مانند دخول دار کے تعلیق کی کذا فی شرح الزیلعی ہم طلاق اور عتاق مین قولی کی اسواسطے قید لگائی کہ طلاق فعلی سے حانث نہین ہوتا
طلاق فعلی کی یہ صورت ہے کہ فضولی نے طلاق دی اور زوج نے اوسکو باجازت فعلی جائز رکہا اور تعلیق کی یہ صورت ہے کہ زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر تو گہر مین داخل ہوگی تو تو
مطلقہ ہے یا مولی نے کہا غلام سے کہ اگر تو گہر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہے بعد اس تعلیق کے قسم کہائی کہ طلاق نہ دیگا یا آزاد نہ کریگا بعد اوسکے دخول دار سے طلاق یا عتاق
پایا گیا تو حانث نہوگا نہ زوج نہ مولی والخلع والکتابۃ والصلح عن دم عمد او انکار کما مر اور حانث ہوگا مطلقا خلع اور کتابت اور قتل عمد کو صلح کر لینے یا انکار
مال کے صلح کر لینے چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی صلح عن المال مین والھبۃ ولو فاسدۃ او بعوض اور حانث ہوگا مطلقا ہبہ کر لینے مین اگرچہ ہبہ فاسد ہو یا ہبہ بالعوض ہو ہم
یہ قول شارح کا منافی ہے قول سابق کے یعنی اس باب کے اول مین شارح نے بروایت ظہیریہ ہبہ بالعوض کو در حکم بیع کہا ہے اور حکم بیع کا یہ ہے کہ اپنے فعل سے حانث ہوتا ہے
نہ ہو سکے فعل سے اور یہان موافق روایت شرنبلالی کے ہبہ بالعوض کو اون عقود مین داخل کیا جنمین اپنے فعل سے بہی حانث ہوتا ہے اور ما مور کے فعل سے بہی کذا فی الطحطاوی
والصدقۃ والقرض والاستقراض وان لم یقبل اور حانث ہوگا مطلقا صدقہ اور قرض دینے اور قرض لینے مین اگرچہ ہبہ اور صدقہ اور قرض اور استقراض مین قبول نہوا ہو ہم
نہر الفائق مین کہا کہ لم یقبل ہبہ اور ما بعد ہبہ کی طرف راجع ہے وضرب العبد قیل والزوجۃ اور حانث ہوگا مطلقا غلام کے مارنے مین اور بعضو نکے نزدیک زوجہ کو مارنے مین بہی
ہم نہر الفائق مین کہا کہ ضرب زوجہ بعضونکے نزدیک ضرب عبد کی مانند ہے اور بعضونکے نزدیک ضرب ولد کی مانند ہے والبناء والخیاطۃ وان لم یحسن ذلک خانیہ
اور حانث ہوگا مطلقا مکان کی تعمیر اور کپڑا سینے مین اگرچہ اسکو خوب نکر جانتا ہو کذا فی الخانیہ والذبح والایداع والاستیداع اور ذبح کرنے اور کسیکے پاس ودیعت
رکہنے مین اور کسیکی ودیعت قبول کرنے مین وکذا الاعارۃ والاستعارۃ ان لم یخرج الوکیل الکلام مخرج الرسالۃ والا فلا حنث تاتارخانیہ اور ایسا ہی عاریت دینے اور
عاریت مانگنے مین بشرطیکہ وکیل نے اعارہ اور استعارہ مین بطور پیام کے کلام کیا ہو اور نہین تو حنث ثابت ہوگا وکیل کے فعل سے کذا فی تاتارخانیہ ہم حلبی محشی نے کہا کہ
کلام شارح کا باتباع صاحب نہر اسکو مقتضی ہے کہ یہ حکم یعنی وکیل کا کلام بطور پیام کے ہونا اعارہ اور استعارہ مین مخصوص ہے حالانکہ نکاح اور بعد نکاح مین وکیل محض سفیر ہے تو موکل
کیطرف اضافت کرنا کلام کا سب عقود مذکورہ مین ضروری ہے چنانچہ کتاب الوکالۃ مین اسکی تصریح آویگی اور غالب کہ تاتارخانیہ کی عبارت عام ہوگی سب مسائل مین ناقل کو خصوص
کا وہم ہو گیا ہے تو اوسکی طرف رجعت کرنا چاہیے وقضاء الدین وقبضہ والکسوۃ ولیس منہا التکفین الا اذا اراد الستر دون التملیک سراجیہ اور حانث
ہوگا مطلقا قرض ادا کرنے اور قرض کے قبضہ کرنے اور لباس دینے مین اور کفن دینا کسوہ مین داخل نہین مگر یہ کہ لباس دینے سے بدن کا چہپانا مراد رکہے نہ تملیک تو البتہ کفن دینے کے
سبب سے بہی حانث ہوگا کذا فی السراجیہ ہم قسم کہائی کہ اوسکو لباس نہ دیگا تو اپنے دینے اور وکیل کے دینے سے حانث ہوگا لیکن اگر محلوف علیہ کو کفن دیگا تو حانث
نہوگا مگر بہ نیت مذکورہ اسواسطے کہ لباس دینا عبارت ہے تملیک لباس سے اور میت لائق تملیک کے نہین والحمل اور حانث ہوگا مطلقا بوجہ لادنے مین یعنی اگر قسم کہائی کہ اس بوجہ
بوجہ نہ لادیگا تو اپنے لادنے اور وکیل کے لادنے سے حانث ہوگا اور مراد حمل سے حمل بلا اجارہ ہے اسواسطے کہ اجارہ کی صورت مین وکیل کے فعل سے حانث نہین ہوتا چنانچہ قبل اسکے
مذکور ہو چکا ہے وذکر منہا فی البحر نیفا واربعین اور بحر الرائق مین ان اشیاء مذکورہ سے جنمین اپنے فعل اور مامور کے فعل سے حانث ہوتا ہے چالیس اور چند عقود کو ذکر
کیا ہے ہم نہر الفائق مین ان امور سے جو ۲۲ امر کو مذکور کیا ہے یا ۲۲ تو یہی امور ہین جنکو ماتن نے ذکر کیا ہے باقی مذکور ہوتے ہین تمام قطع قتل شرکت ضرب وجہ ضرب ولد
تسلیم شفعہ اذن نفقہ وقف قربانی حبس تعزیر بیعت حاکم حج وصیت حوالہ کفالہ قضا شہادت اقرار تولیت وفی النہر عن شارح الوہبانیۃ نظم
والذی ما لا حنث فیہ بفعل الوکیل لانہ الا قل مشیرا الی حنثہ فیما بقی فقال ۵ بفعل وکیل لیس یحنث حالف ابیع شراء صلح مال خصومۃ اجارۃ

متعلق ہے لیکن فی الحقیقت طعام سے متعلق ہے یعنی اسنادا ما کیت طعام اسمیں شرط نہوگی (واما ضرب الولد فلا یتصور فیہ حقیقۃ الملک بل المراد الاختصاص)
ہے * اور ضرب الولد کی مثال میں تو حقیقت ملک متصور نہیں بلکہ اختصاص ولد کا ساتھ والد کے مراد ہے تو اپنے خاص الولد کی ضرب سے حانث ہوگا نکل گیا اس قید سے ولد مشترک چنانچہ
ام ولد کا وہ ولد جسکا دعوی دو شریکوں نے کیا تو اوسکی ضرب سے حانث نہوگا بسبب عدم اختصاص کے اور چونکہ مصنف نے اکل اور شرب اور دخول دار اور ضرب الولد کو مذکور کیا حالانکہ
ولد میں ملک متصور نہتھی لہذا شارح نے اوسکی مراد اسواکا ذکر دیا لیکن دخول دار میں کلام باقی رہا جسمیں نے کہا اوس دار کی دخول سے حانث ہوگا جسکا اختصاص مخاطب سے ثابت ہے
یعنی وہ دار جو اوسکی طرف منسوب ہے کذا فی فتح القدیر تو ظاہر اکرایہ والے گھر کے دخول میں بھی حنث ثابت ہوگا تو شارح کو مناسب تھا کہ اس سے بھی آگاہ کر دیتا کذا فی الطحطاوی
اور خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ اختصاص کا لام جب اوس ضمیر سے متصل ہو جو فعل متعدی کے بعد واقع ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا لام متوسط ہو درمیان فعل اور اوسکے مفعول
ثانی کے یا مفعول سے متاخر ہوا اور دونوں صورتوں میں یا فعل محتمل ہے نیابت کا یا نہیں سو اگر نیابت کا محتمل ہوا اور دونوں کے درمیان میں پڑے تو وہ لام اختصاص فعل کا فائدہ دیگا
اور اگر اوسکی حنث کی شرط وقوع فعل ہوگا بخصوصیت اوس شخص کے جسکی ضمیر ہے خواہ محل اوسکا مملوک ہو یا نہو اور نہ خصوصیت بدون اوسکی امر کے حاصل نہیں اور اگر لام متاخر
ہوگا مفعول سے تو اختصاص عین کا ضمیر والے کے ساتھ ہوگا اور شرط اس اختصاص کی یہ ہے کہ عین اوسکا مملوک ہو خواہ فعل اوسکے واسطے واقع ہوا ہو یا نہ واقع ہوا
اور اگر فعل محتمل نیابت کا نہیں تو اوسکی حکم میں افتراق نہوگا لام کے توسط اور تاخر میں بلکہ حانث ہوگا جب کہ اوس فعل کو کریگا خواہ اوسکی امر سے خواہ بدون امر اوسکے واسطے کہ
فعل نیابت کا محتمل نہیں یا اوسکا انتقال غیر فاعل میں ممکن نہو تو امر اور عدم امر برابر ہوگا تو یہ متعین ہو گیا کہ یہاں لام واسطے اختصاص عین کے ہے تا اوسکا کلام
لغو ہونے سے محفوظ رہے کذا فی منح الغفار (فان نوی غیرہ ای ما مر صدق فیما فیہ تشدید علیہ قضاء و دیانۃ و دین فیما لہ ثم الفرق بین الدیانۃ
والقضاء لا یتاتی فی الیمین باللہ لان الکفارۃ لا مطالب لها کما مر) اور اگر غیر مذکور کی نیت کریگا تو اوسکی تصدیق قضاء اور دیانۃ کیجاویگی
اوس امر میں جسمیں سختی اوسپر ہوگی حالف پر اور فقط دیانۃ تصدیق ہوگی اوس امر میں جسمیں آسانی اور تخفیف ہوگی واسطے حالف کے بعد اسکے دریافت کرنا چاہیے
کہ دیانت اور قضا کا فرق قسم باللہ میں حاصل نہیں ہے تا اسواسطے کہ کفارہ کا مطالب قضاء نہیں ہے تشدید کی صورت یہ ہے کہ مخاطب کا مملوک کپڑا بدون اوسکی امر کے
بیچا مسئلہ اولی میں اور اختصاص ملک کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نکرتا تو حانث نہوتا یا مخاطب کا غیر مملوک کپڑا اوسکی امر سے بیچا مسئلہ ثانیہ میں اور
اختصاص امر کی نیت کی تو حانث ہوگا اور اگر نیت نہ کی تو حانث نہوتا تخفیف کی صورت یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں بالعکس نیت کرے یعنی مسئلہ اولی
میں اختصاص امر کی نیت کرے اور مسئلہ ثانیہ میں اختصاص ملک کی نیت کرے تو فقط دیانۃ اوسکی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ اوس نے محتمل کلام کی نیت کی لیکن
قضاء تصدیق نہوگی اسواسطے کہ خلاف ظاہر ہے اور وہ متہم ہے کذا فی المنح (قال ان بعتہ او ابتعتہ فہو حر فعقد علیہ بیعا بالخیار لنفسہ حنث
لوجود الشرط ولو بالخیار لغیرہ لا لان الجیز بعد ذلک فی الاصح کما لو قال ان ملکتہ فہو حر لعدم ملکہ عند الامام کما مر) کہا مولف
کہ اگر میں غلام کو بیع کروں یا اوسکو خرید کروں تو وہ آزاد ہے پھر اوسکی بیع منعقد کی بشرط اپنے اختیار کے تو حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے اور اگر خریدا یا فروخت بشرط
اختیار غیر کے ہوگی تو حانث نہوگا اگرچہ غیر نے بعد اسکے اجازت بھی دی ہو قول اصح میں چنانچہ اسمیں حانث نہیں ہے تا اگر یوں کہا کہ اگر میں اس غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے
یعنی پھر اوسکو بشرط اپنے اختیار کے مول لیا تو آزاد نہوگا بسبب اوسکے عدم ملک کے نزدیک امام کے اسواسطے کہ خیار شرط مشتری اوسکی ملک میں داخل ہونے سے مانع ہے کذا فی
الطحطاوی ہم نے کہا کہ حانث ہوگا بسبب وجود شرط کے یعنی امام کے نزدیک مع قیام الملک بیع اور شرا پائی گئی اسواسطے کہ مبیع بائع کی ملک سے خارج نہیں بشرط اوسکی خیار کے
بالاتفاق اور خیار مشتری اگرچہ اوسکی ملک کی دخول سے مانع ہے امام کے نزدیک لیکن عتق معلق ہے اوسکی تعلیق سے اور معلق منجز کے مانند ہے تو اگر بعد خرید بشرط خیار کے
مشتری عتق کو منجز کرے تو خیار فسخ ہوجاویگا اور عتق واقع ہوگا تو اسیطرح تعلیق میں بھی ملک ثابت ہے کذا فی النہر الفائق (قید بالخیار لانہ لو قال عبد فہو حر
فباعہ بیعا صحیحا بلا خیار لم یعتق لزوال ملکہ و بطل الیمین لتحقق الشرط نہ حلبی) مصنف نے بیع کو مقید بالخیار کیا اسواسطے کہ اگر یوں کہے گا کہ

مین اوسکو بیع کرون تو وہ آزاد ہے پھر اوسکو صحیح بیع کرکے بیچا بلا خیار تو غلام آزاد نہوگا بسبب ضائع ہونے بائع کی ملکیت کو حالانکہ تحقق جزا بدون ملک کی نہین ہوتا اور
مین باطل ہوجاویگی بسبب تحقق ہونے شرط کو کذا فی الزیلعی و یحنث الحالف فی المسئلتین با لبیع والشراء الفاسد والموقوف لا بالباطل لعدم الملک ولن
یعنی اور حالف حانث ہوگا دونوں صورتوں مین یعنی بیع اور شرا کی یمین مین حانث ہوگا بیع اور شراء فاسد اور موقوف سے نہ حانث ہوگا بیع اور شراء باطل سے بسبب عدم
ملک کے اگرچہ مبیع پر قبضہ کرے بخلاف بیع فاسد اور موقوف کے کہ اوسمین قبضہ سے ملک ہوجاتی ہے بیع موقوف کی یہ صورت ہے کہ حالف نے مثلا غلام کو زید غائب سے بیچا اور فضولی
اوسکی طرف سے قبول کیا تو بائع کیطرف سے غلام آزاد ہوجاویگا کذا فی المنح ولو اشتری مُدَبّرًا او مکاتبا لم یحنث الا باجازۃ قاض و مکاتب اور اگر غلام مدبر
یا مکاتب کو مول لیا تو حانث نہوگا مگر قاضی اور مولی کی اجازت سے ہے قسم کھائی کہ مثلاً غلام کو نہ خرید کریگا پھر اوسنے مدبر کو خرید کیا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ مدبر محل بیع
مین لیکن چونکہ مدبر کی بیع مین مجتہدون کا اختلاف ہے تو اگر وہ قاضی جسکے مذہب مین مدبر کی بیع جائز ہے حکم جواز کا دیگا تو اوسوقت مین حالف البتہ حانث ہوگا اور اسیطرح حالف
اور غلام مکاتب کو خرید کرنے سے حانث نہوگا لیکن اگر مکاتب کا مالک اوسکی بیع کی اجازت دیگا تب حالف حانث ہوگا اسواسطے کہ کتابت فسخ ہوگئی مولی کی اجازت سے تو منافی
بیع زائل ہو اور بیع تمام ہوگئی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا قال لامتہ ان بعت منک شیئا فانت حرۃ فباع نصفہا من زوج ولدت منہ او من ابیہا
ینفذ عتق المولی ولو من اجنبی وقع والفرق فی الظہیریۃ کہا مولی نے اپنی لونڈی سے کہ اگر مین تیری ذات سے کچھ نصف یا ثلث بیع کرون تو تو آزاد ہے تو آدھی
لونڈی اوسکے زوج کے ہاتھ بیچی جسکے نطفہ سے یہ لونڈی جن چکی ہے یا لونڈی کے باپ کے ہاتھ اوسکو بیچا تو عتق مولی کا نہ واقع ہوگا اور اگر اوسکو اجنبی کے ہاتھ بیچا تو عتق واقع
ہوگا اور فرق دونون صورتون کا ظہیریہ مین لکھا ہے ہم ظہیریہ مین جو فرق ہوتا ہے کہ ولادت زوج سے اور نسب باپ سے مقدم ہے یعنی ولادت اور نسب تعلیق مولی سے سابق الخ
ہے تو وہی واقع ہوگا جو متقدم ہے اور اس امر کا اعتبار اجنبی کے حق مین ممکن نہین کذا فی النہر وانما قید بالبیع لانہ فی حلفہ لا یتزوج امرأۃ او ہذہ المرأۃ فہو
علی الصحیح دون الفاسد فی الصحیح اور مصنف نے حنث کو بیع فاسد کرنے سے مقید کیا مگر اسواسطے کہ یون قسم کھائی مین کہ نکاح نکریگا کسی عورت سے یا اس عورت سے تو وہ صحیح نکاح پر محمول ہوگا
نہ فاسد پر یعنی اگر قسم کھائی کہ نکاح نکریگا تو صحیح نکاح سے حانث ہوگا نہ فاسد سے وکذا لو حلف لا یصلی او لا یصوم او لا یحج لان المقصود منہا الثواب ومن النکاح
الحل ولا یثبت بالفاسد فلا تنحل بہ الیمین بخلاف البیع لان المقصود منہ الملک وانہ یثبت بالفاسد والہبۃ والاجارۃ کبیع
اور اسیطرح اگر قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھیگا یا روزہ نہ رکھیگا یا حج نکریگا تو صحیح نماز اور روزہ اور حج سے حانث ہوگا نہ فاسد سے اسواسطے کہ مقصود عبادات مذکورہ ثواب ہے اور نکاح
حلت وطی مقصود ہے تو فاسد سے یہ مقصود نہ ثابت ہوگا تو فاسد کرنے سے یمین نحل ہوگی یعنی حنث نہ ثابت ہوگا بخلاف بیع کے اسواسطے کہ مقصود بیع سے ملکیت ہے اور ملک تو بیع فاسد سے بھی ثابت ہوجاتی
ہے اور ہبہ و اجارہ مانند بیع کے ہے ہبہ فاسد اور اجارہ فاسدہ سے بھی حنث ثابت ہوگا ولو کان فی الماضی کان تزوجت او صمت حمل علیہما ای الصحیح والفاسد لانہ اخبار اور اگر
وہ سب یعنی نکاح اور صوم اور صلوٰۃ اور حج زمان ماضی مین ہو چنانچہ ان تزوجت یا ان صمت تو وہ دونون پر محمول ہوگا یعنی نکاح صحیح اور فاسد اور صوم صحیح اور فاسد دونون سے
حنث ثابت ہوگا اسواسطے کہ زمان ماضی کی قسم اخبار ہے یعنی ماضی سے خبر دینا ہے کا مقصود ہوتا ہے نہ حلت اور ثواب و نام نکاح اور صوم وغیرہ کا صحیح اور فاسد دونون پر
برابر بولا جاتا ہے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تمثیل یعنی ان تزوجت یا ان صمت صحیح نہین اسواسطے کہ یہ ماضی نہین بلکہ مستقبل ہے اسواسطے کہ تعلیق ہے تو بہتر یون مثال دینا تھا کہ
ان تزوجت و ما صمت ہم ماتن نے اپنی شرح منح الغفار مین ماضی کی یون مثال دی ہے ان کنت تزوجت او صلیت او صمت یعنی اگر مین نے نکاح کیا ہو یا نماز پڑھی ہو یا روزہ
رکھا ہو فان عنی بہ الصحیح صدق لانہ النکاح المعنوی ہدایہ پھر اگر ماضی کے نکاح سے نکاح صحیح کا ارادہ کریگا تو اوسکی تصدیق ہوگی قاضی کے نزدیک
اسواسطے کہ صحیح نکاح تو نکاح حقیقی ہے کذا فی المنح عن البدائع اسواسطے کہ مقصود نکاح یعنی حلت صحیح پر مترتب ہے شارح نے فقط نکاح کا حکم بیان کیا اور ظاہر اسکا حکم صوم
اور صلوٰۃ مین بھی ہے کذا فی الطحطاوی وان لم ابع ہذا الرقیق فکذا فاعتق المولی او دبّر رقیقہ حنث بلا مطلقا فلا یحنث بالمقید فتح او استولد الامۃ حنث
لتحقق الشرط بفوات محلیۃ البیع حتی لو قال ان لم ابعک فانت حرۃ فدبرہا او استولدہا عتقت اگر مین نے یون غلام کو تو ایسا ہو سو اوسکو آزاد کیا

یا اپنے غلام کو تدبیر مطلق مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا تو حانث ہوگا بسبب متحقق ہونے شرط کے محل بیع کے فوت ہوجانے سے یعنی بسبب اعتاق یا تدبیر مطلق یا استیلاد کے
مملوک لائق بیع کے نہ رہا یہانتک کہ اگر یوں کہا اپنے مملوک سے کہ میں تجھکو بیع نکروں تو تو آزاد ہے پھر اوسکو مدبر مطلق کیا یا ام ولد بنایا تو وہ آزاد ہو جاویگا اسلیے کہ شرط پائی گئی یعنی عدم بیع
مصنف نے تدبیر مطلق کی قید لگائی تو تدبیر مقید سے حانث نہوگا کذا فی الفتح اسواسطے کہ مقید میں قبل موت کے بیع جائز ہے ولا یعتبر بامکان الرق بالردة لانه امر موهوم
اور معتبر نہیں ہے تکرار رق یعنی اعادہ مملوکیت کا بسبب ارتداد کے اسواسطے کہ وہ امر موهوم ہے ھم شارح نے یہ دفع دخل کیا تقریر سوال یہ ہے کہ معتق اور مدبر اور ام ولد کی بیع ممکن ہے
اسطرح کہ وہ مرتد ہوجاویں اور دار الحرب میں جا ملیں اور پھر گرفتار ہو آویں اور مولی کے مملوک ہوں یا جس قاضی کے نزدیک مدبر کی بیع جائز ہے وہ جواز بیع مدبر کا حکم دے تو
تحقیق شرط کا محلیت بیع کے فوت ہونے سے نہ پایا گیا پھر حانث کیونکر ہوگا شارح نے اسکا جواب دیا کہ اعادہ رق کا ارتداد سے امر موهوم ہے تو لائق اعتبار کے نہیں طحطاوی نے
کہا جب یہ معلوم ہوا تو شارح کو مناسب تھا کہ یوں کہتا کہ ولا یعتبر تکرار الرق بالردة ولا القضاء ببیع المدبر تا کہ پورا دفع دخل ہوجاتا قالت له امرأته تزوجت
علی فقال کل امرأة لی طالق طلقت الحلفة بکسر اللام وعن الثانی لا وصححه السرخسی وفی جامع قاضی خان وبه اخذ عامة مشائخنا وفی
الذخیرة ان فی حال الغضب طلقت والا لا کہا اوس سے اوسکی عورت نے کہ تو نے مجھپر دوسرا نکاح کیا سو زوج نے کہا کہ جو عورت میری ہے وہ مطلقہ ہے تو حلف کرانیوالی
یعنی جس عورت نے اپنی زوج کو حلف پر لایا وہ مطلقہ ہوگئی امام اعظم اور محمد کے نزدیک اسواسطے کہ کل امرأة میں وہ بھی داخل ہے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ حلف دلانے والی
عورت مطلقہ نہیں اسواسطے کہ بقرینہ دلالت حال وہ عورت کنایہ کو رد کرتی ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے سرخسی نے اور جامع قاضی خان میں ہے کہ اسی قول کو اکثر مشائخ نے لیا ہے
اور ذخیرہ میں یوں تفصیل ذکر کی ہے کہ اگر زوج نے حالت غضب میں یہ حلف کہا تو وہ بھی مطلقہ ہے اور نہیں تو وہ مطلقہ نہیں طحطاوی نے کہا کہ محل خلاف اوس صورت میں ہے جب زوج نے
اوسکی طلاق اور عدم طلاق کی نیت نکی ہو اور اگر نیت کی تو بالاتفاق موافق نیت کے حکم ہوگا ولو قیل له الک امرأة غیر هذه المرأة فقال کل امرأة لی فهی کذا لا تطلق
هذه المرأة لان قوله غیر هذه المرأة لا یحتمل هذه المرأة فلم تدخل تحت کل بخلاف الاول اور اگر زوج سے کسی نے کہا کیا تیری
کوئی اور عورت ہے سوا اس عورت کے سو اوسنے کہا جو عورت میری ہے سو وہ طالقہ ہے تو یہ عورت مطلقہ نہوگی اسواسطے کہ قول غیر هذه المرأة احتمال نہیں رکھتا هذه المرأة کا یعنی جب کہا
سوا اوس عورت کے تو یہ عورت اوسکو شامل نہ ہے تو کل امرأة کے تحت میں بھی داخل نہوگی تو تقدیر کلام یوں ہوئی کہ کل امرأة غیر هذه المرأة فهی طالق بخلاف اول مثال کے کہ وہاں کل امرأة میں
حلف کرانے والی داخل ہے **فروع** تتفرع علی الحنث لفوات المحل چند مسائل ملحقہ شارح کے جو حانث ہونے پر متفرع ہیں بسبب فوت ہونے محل یمین کے بعنوان لم تصبی هذا
الصحن فانت طالق فکسرته چنانچہ زوجہ کا یوں کہنا زوجہ سے کہ اگر تو اس برتن سے مثلاً پانی نگرا وے اس صحن میں تو طالق ہے پھر عورت نے اوسکو توڑ ڈالا تو حانث
نہوگا اسواسطے کہ وہ برتن ہی نہ رہا جس سے پانی وغیرہ کا بہانا اور چھڑکنا متصور ہو او ان لم تذهبی فتأتی بهذا الحمام فانت کذا فطار الحمام طلقت یا زوج نے زوجہ سے
یوں کہا کہ اگر تو نجاوے کہ اس کبوتر کو لاوے تو تو مطلقہ ہے پھر کبوتر اوڑ گیا تو عورت مطلقہ ہوگی قال لمحرمه ان تزوجتک فعبدی حر فتزوجها حنث لان یمینه
تنصرف الی ما یتصور کہا مرد نے اپنی محرم عورت سے کہ اگر میں تجھسے نکاح کروں تو میرا غلام آزاد ہے پھر اوس سے نکاح کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ یمین اوسکی منصرف ہوگی
اوسکی طرف جو ہو سکتا ہے یعنی عقد فاسد کی طرف حلف لا یتزوج بالکوفة فعقد خارجها لا لان معتبر مکان العقد قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نکریگا تو اوسکی باہر عقد
کرے حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے ھم بحر الرائق میں ہے قسم کھائی کہ کوفہ میں نکاح نکریگا پھر نکاح کا ارادہ کیا اور عورت اور مرد دونوں کوفہ میں تھے تو اوسکی تدبیر
یہ ہے کہ کرے اپنی طرف سے ایک وکیل کسی کو اور عورت دوسرا وکیل اپنی طرف سے کرے پھر دونوں وکیل شہر سے باہر نکلکر نکاح کر دیں تو حالف حانث نہوگا اسواسطے کہ معتبر عقد کا مکان ہے کذا
فی الطحطاوی ان تزوجت ثیبا فهی کذا فطلق امرأته ثم تزوجها ثانیا لا تطلق اعتبارا للغرض وقیل تطلق اگر میں ثیبہ سے نکاح کروں تو اوسکی عورت
مطلقہ ہے پھر اوسنے اپنی زوجہ کو طلاق دی پھر اوس سے نکاح کیا دوسری بار تو اب وہ مطلقہ نہوگی باعتبار غرض کے یعنی متکلم کو ثیبہ غیر زوجہ مقصود تھا اور دوسرا قول
یہ ہے کہ مطلقہ ہوگی باعتبار عموم لفظ کے حلف لا یتزوج من بنات فلان ولیس له بنت لا یحنث بمن ولدت له بعده قسم کھائی کہ مثلاً زید کی بیٹیوں سے

نکاح نکریگا اور حالانکہ زید کی کوئی بیٹی نہین تو حانث نہوگا زید کی اوس بیٹی کے نکاح سے جو بعد یمین کے پیدا ہوئی کذا فی البحر طحطاوی نے کہا شاید قول محمد کا ہے اسواسطے کہ حاشیہ
مین فتح القدیر سے یہ منقول ہے قسم کھائی کہ زید کے ولد سے نہ بولیگا اور زید کا کوئی ولد نہین پھر زید کا ایک لڑکا پیدا ہوا اور حالف اس سے بولا تو طرفین کے نزدیک حانث ہوگا اور
محمد کے نزدیک حانث نہوگا اسواسطے کہ اصل یہ ہے کہ محمد کے نزدیک شے موجود وقت یمین معتبر ہے اور طرفین کے نزدیک وقت تکلم کے الا النکرۃ تدخل تحت النکرۃ والمعرفۃ لا
تدخل تحت النکرۃ فلو قال ان دخل ہذہ الدار احد فکذا والدار لہ او لغیرہ فدخلہا الحالف حنث لتنکیرہ نکرہ داخل ہوتا ہے نیچے نکرہ کے
اور معرفہ داخل نہین ہوتا ہے نیچے نکرہ کے تو اگر کہا اگر داخل ہوگا اس گھر مین کوئی تو ایسا ہوگا اور وہ گھر حالف کا ہے یا اوسکے غیر کا پھر اوس گھر مین حالف داخل ہوا تو حانث ہوگا بسبب
تنکیر حالف کے یعنی حالف نے اپنے قول مین اور یہ بلفظ معرفہ نہین ذکر کیا تو حالف نکرہ ہوا اندر تحت نکرہ داخل ہوگیا یعنی احد کے لفظ مین جسکا ترجمہ کوئی ہے وہ بھی شامل ہوگیا
سو حسب قاعدہ مذکورہ ولو قال داری وداری لا حنث بالحالف لتعریفہ اور اگر یون کہا کہ اگر داخل ہوگا میرے گھر مین یا تیرے گھر مین کوئی تو حانث نہوگا حالف کے داخل ہونے
بسبب تعریف حالف کی یعنی حالف معرفہ ہے بسبب یائے متکلم کے تو تحت نکرہ نہ داخل ہوگا جاننا چاہیے کہ یہ شارح نے لفظ داری کا بیان کیا نہ دارک کا تو اوسکو مناسب تھا یون کہنا
لا حنث بالحالف والمخاطب لتعریفہما یعنی اگر یون کہا کہ ان دخل دارک احد تو اپنے گھر مین مخاطب کے داخل ہونے سے حالف نہوگا اسواسطے کہ مخاطب معرفہ ہے بسبب کاف خطاب کے تو اوسکے
تحت مین نہ داخل ہوگا ولکن لو قال ان مس ہذا الراس احد واشار الی راسہ لا یحنث الحالف بمسہ لانہ متصل بہ خلقۃ فکان معرفۃ
اقوی من المعرفۃ بالاضافۃ بحر وذکرہ المصنف قبیل باب الیمین فی الطلاق معزیا للاشباہ اور اسیطرح اگر کہا کہ اگر چھوئی اس سر کو کوئی اور اشارہ کیا کلام
اپنے سر کیطرف تو حالف اوسکے چھونے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ متصل ہے حالف سے بنا بر پیدائش کے تو وہ معرفہ ہوا اقوی تر اضافت کے معرفہ سے کذا فی البحر یعنی تعریف سر کی
بسبب اشارہ کے بسبب قوی تر ہے داری کی اضافت سے اور اوسکو مصنف نے ذکر کیا ہے باب الیمین فی الطلاق مین اشباہ کیطرف اشارہ کرکے الا بالنیۃ وفی العلم کان کلم غلام
محمد بن احمد احد فکذا دخل الحالف لو ہو کذلک لجواز استعمال العلم فی موضع النکرۃ فلم یخرج الحالف من عموم النکرۃ بحر
معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر نیت کرنے سے اور نام مین داخل ہوتا ہے چنانچہ اگر کلام کریگا محمد بن احمد کے غلام سے کوئی تو زوجہ اوسکی مطلقہ ہے حالف داخل ہوگا تحت نکرہ کے اگر وہ
ایسا ہوگا یعنی اگر حالف کا نام بھی محمد بن احمد ہوگا اور وہ بھی اپنے غلام سے کلام کریگا تو حانث ہوگا بسبب جائز ہونے استعمال نام کے بجائے نکرہ کے تو اوس وجہ سے حالف عموم نکرہ سے
نہ نکلا کذا فی البحر جب استعمال نام کا بجائے نکرہ جائز ہوا تو یہ یمین گویا یون ہوگی کہ اگر کوئی کلام کریگا اوس مرد کے غلام سے جسکا نام محمد بن احمد ہے تو جسکا نام محمد بن احمد ہوگا
اوسکا غلام اسی مین داخل ہوگا کذا فی الطحطاوی قلت وفی الاشباہ المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ الا المعرفۃ فی الجزاء فتدخل فی النکرۃ التی ہی
فی موضع الشرط کان دخل داری ہذہ احد فانت طالق فدخلت ہی طلقت ولو دخل ہو لم یحنث لان المعرفۃ لا تدخل تحت النکرۃ وتمامہ
فی القسم الثالث من ایمان الظہیریۃ شارح کتاب اشباہ مین ہے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے مگر وہ معرفہ جو جزا مین واقع ہو یعنی معرفہ اون نکرہ مین داخل
ہوتا ہے جو شرط کے محل مین واقع ہے چنانچہ اگر داخل ہوگا کوئی میرے اس گھر مین تو تو مطلقہ ہے پھر زوجہ اوسکی داخل ہوئی تو وہ مطلقہ ہوگی اور اگر زوج حالف داخل ہوگا تو حانث نہوگا
اسواسطے کہ معرفہ داخل نہین ہوتا تحت نکرہ کے اور پوری تقریر اسکی ایمان ظہیریہ کی قسم ثالث مین ہے حموی نے شرح اشباہ کی تحشی مین کہا کہ زوجہ اگرچہ معرفہ ہے بتا خطاب لیکن جزا مین واقع ہے
تو اوسکا دخول اوس نکرہ کے تحت مین جو شرط مین واقع ہے ممتنع نہین اسواسطے کہ دونون باندیز مختلف کلامون کے ہین اور اسیطرح شرط کا معرفہ جزا کے نکرہ کے تحت مین
واقع ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی بخلاف دخول زوج کے تحت نکرہ کے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ ایک ہی جملہ مین یعنی شرط مین دونون واقع ہین ویجب حج
او عمرۃ ماشیا من بلدہ فی قولہ علی المشی الی بیت اللہ او الکعبۃ واراق دما ان رکب لادخال النقص ولو اراد ببیت اللہ بعض
المساجد لم یلزمہ شیء اور واجب ہوگا حج یا عمرہ پیدل چلکر اپنے شہر سے اس قول مین کہ مجھپر واجب ہے پیدل چلنا بیت اللہ یا کعبہ تک
اور جانور ذبح کرے اگر راہ مین سوار ہوا اسواسطے کہ اوس نے نذر مذکور مین نقصان داخل کیا اور اگر لفظ بیت اللہ سے بعض مسجد کا ارادہ کریگا تو اوسپر کچھ لازم نہوگا

نہ قضاءً نہ دیانۃً اسواسطے کہ اوسنے اپنے کلام کے حقیقی معنی کا ارادہ کیا ہم مصنف نے بلا قید کہا تو اگر کعبہ کے اندر یا یمین اور کہیگا تو اوسپر حج یا عمرہ واجب ہوگا چنانچہ نہایہ
مین مصرح ہے اسواسطے کہ ایجاب حج عمرہ کا یا باعتبار مدلول لفظ یا اوسکے استلزام کو نہین ہے نہ باعتبار مجاز کے اور بنظر غالب کے بلکہ بسبب عرف کے ہے یعنی علی المشی الی بیت اللہ
ایجاب حج یا عمرہ مین مروج ہے تو مجاز لغوی حقیقت عرفیہ ہوگیا مانند اس قول کے کہ علی حجۃ او عمرۃ کذا فی المنح ولا شیئ بقولہ علی الخروج او الذھاب الی بیت اللہ
او المشی الی الحرم او الی المسجد الحرام او الی باب الکعبۃ او میزابھا او الصفا والمروۃ او مزدلفۃ وعرفۃ لعدم العرف اور یون کہنے مین کہ
مجھپر واجب ہے نکلنا یا جانا بیت اللہ تک یا چلنا حرم تک یا مسجد الحرام تک یا کعبہ کے دروازہ تک یا میزاب تک یا صفا یا مروہ یا مزدلفہ یا عرفات تک کچھ واجب نہین
نہ حج نہ عمرہ بسبب عدم عرف کے یعنی مسائل مذکورہ مین اور مسئلہ سابقہ مین کوئی وجہ فرق کی نہین سوا عرف کے ولا یعتق عبد قیل لہ ان لم تحج العام فانت
حر فقال حججت وانکر العبد واتی بشاھدین فشھدا بنحرہ اضحیۃ بکوفۃ لم تقبل لقیامھما علی نفی الحج اذ التضحیۃ لا تدخل تحت
القضاء وقال محمد یعتق ورجحہ الکمال آزاد نہوگا وہ غلام جس سے یون کہا گیا یعنی اوسکے مولی نے کہا کہ اگر مین اس سال حج نکرون تو تو آزاد ہے پھر مولی نے کہا کہ مین نے حج کیا اور
غلام اوسکے حج کا منکر ہوا اور دو گواہ لایا سو دونون نے کوفہ مین اوسکے قربانی کرنیکی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہوگی بسبب اوسکے قائم ہونیکے نفی حج پر اسواسطے کہ قربانی
کرنا حکم قاضی کے تحت مین داخل نہین ہے اور محمد نے کہا کہ غلام نہ آزاد ہوگا اور ترجیح دی ہے اس قول کو کمال الدین نے فتح القدیر مین ہم ہر چند ظاہر مین اثبات کی گواہی ہے یعنی کوفہ کی
قربانی پر لیکن مقصود اوس سے نفی حج ہی اسواسطے کہ کوفہ بہت دور ہے کعبہ سے تو جو شخص یوم النحر کو کوفہ مین ہو اوسکا پہونچنا اوس سال کے حج مین نہین ہو سکتا اور اثبات قربانی
کا قاضی سے متعلق نہین تو یہ گواہی نفی حج کی گواہی کی مانند ہوگئی اور حالانکہ نفی کی گواہی مقبول نہین ہے اور خلاصہ ترجیح فتح القدیر یہ ہے کہ یہ گواہی نفی نہین بلکہ امر وجودی ہے
جو متضمن ہے نفی کا تو مقبول ہوگی حلف لا یصوم حنث بصوم ساعۃ بنیۃ وان افطر لوجود شرطہ قسم کھائی کہ روزہ نرکھیگا تو حانث ہوگا ایک ساعت کے
صوم سے بشرطیکہ نیت صوم اگرچہ بعد ساعت کے اوسنے روزہ توڑ ڈالا ہو بسبب اوسکے پائے جانے شرط کے یعنی شرط ایک ساعت کا امساک سو بھی پائی گئی اسواسطے کہ صوم عبارت ہے
امساک مفطرات سے بقصد تقرب کذا فی المنح ولو قال لا اصوم صوما او یوما حنث بیوم لانہ مطلق فینصرف الی الکامل اور کہا کہ لا اصوم صوما یعنی بعد
فعل کے مصدر کو صریح ذکر کیا یا یون کہا کہ نہ روزہ رکھونگا ایک دن تو پورے ایک دن روزہ رکھنے سے حانث ہوگا نہ کم سے اسواسطے کہ لفظ صوم کا مطلق ہے تو فرد کامل کیطرف منصرف
ہوگا اور صوم کامل نہین ہے تا بدون رات کے آنیکے اور لا اصوم یوما مین لفظ یوم کا خود صریح ہے تقدیر کی حاجت نہین کذا فی الطحطاوی حلف لیصومن ھذا الیوم وکان بعد
اکلہ او بعد الزوال صحت الیمین وحنث للحال لان الیمین لا تعتمد الصحۃ بل التصور کتصورہ فی الناسی قسم کھائی کہ مقرر روزہ رکھیگا
اس دن مین حالانکہ بعد کھانے یا بعد زوال کے یہ کہا تو قسم صحیح ہوگی اور فی الفور حانث ہو جاویگا اسواسطے کہ انعقاد یمین کا صحت پر منحصر نہین بلکہ تصور پر مانند تصور صوم کے
ناسی مین یعنی صوم بعد الاکل والزوال ناسی مین متصور ہے یعنی جو صائم بھول کر کھا گیا تو اوسکا صوم باوجود اکل کے موجود ہی یا تو صوم اوس ناسی کا بعد زوال کے
جو نیت کرنا بھول گیا کذا فی الطحطاوی وھو کما لو قال لامرأتہ ان لم تصلی الیوم فانت کذا فحاضت من ساعتھا او بعد ما صلیت رکعۃ فان الیمین
تصح وتطلق فی الحال لان درور الدم لا یمنع کما فی الاستحاضۃ بخلاف مسئلۃ الکوز لان محل الفعل وھو الماء غیر قائم اصلا فلا
یتصور بوجہ اور وہ یعنی مثال سابق مانند اس مثال کے ہے کہ کہا زوج نے اپنی زوجہ سے کہ اگر تو آج نماز نہ پڑھیگی تو تو طالقہ ہے پھر اوسی وقت اوسکا حیض
جاری ہوگیا یا ایک رکعت بعد جاری ہوا تو یمین صحیح ہے اور زوجہ اوسکی فی الحال مطلقہ ہوگی اسواسطے کہ جاری ہونا خون کا مانع صلوۃ کا نہین چنانچہ استحاضہ مین
بخلاف مسئلہ الکوز کے یعنی قسم کھائی کہ اس کوزہ سے پانی پئیگا اور حالانکہ اوسمین پانی نہین اسواسطے کہ محل فعل کا یعنی پانی اوسمین [illegible] نہین اور [illegible]
کسی وجہ سے متصور نہین وحنث فی لا یصلی برکعۃ بنفس السجود اور اس قسم مین کہ نماز نہ پڑھیگا حانث ہوگا ایک رکعت کو ادا کرنے سے یعنی سجدہ کرنیکے اسلئے کہ
صلوۃ عبارت ہے ارکان مختلفہ سے اور تمامی ارکان کی سجدہ پر ہے اسواسطے کہ عند التحقیق قعدہ اخیرہ ارکان مین داخل نہین فتح القدیر مین کہا حق یہ ہے

ارکان حقیقیہ نماز کی پانچ ہین اور قعدہ رکن زائد ہے کہ ختم صلوۃ کے واسطے واجب ہوا ہے تو حنث کے حق مین اوسکی رکنیت معتبر نہوگی کذا فی الفتح اور نہر الفائق مین قعدہ
کو شرط قرار دیا ہے نہ رکن تو بطریق اولی حنث مین اوسکا اعتبار نہوگا بخلاف ان صلیت رکعۃ فانت حر لا یعتق الا باولی شفع لتحقق الرکعۃ بخلاف
اس کے ہے کہ اگر تو ایک رکعت نماز پڑھیگا تو تو آزاد ہے آزاد نہوگا دوگانہ کی پہلی رکعت سے تا رکعت ثابت ہو ھم ہر چند اس مثال مین حنث رکعت اولی پر ہے نہ دو رکعت
پر لیکن بدون دو رکعت کے شرعا تحقق رکعت اولی کا متصور نہین اسواسطے کہ فقط ایک رکعت کا ادا کرنا ممنوع ہے تو ایک رکعت پڑھکر کلام کریگا تو غلام آزاد نہوگا کذا
فی الطحطاوی وفی لا یصلے صلوۃ بشفع وان لم یقعد اور اس یمین مین کہ لا یصلی صلوۃ دو رکعت پڑھنے سے حانث ہوگا اگرچہ اونمین قعدہ نکیا ہو اسواسطے
کہ فتح القدیر سے منقول ہو چکا کہ وہ رکن اصلی نہین نماز کا بخلاف لا یصلے الظہر مثلا فانہ یشترط التشہد بخلاف اس قول کے کہ نماز ظہر کی مثلا نہ پڑھیگا
تو اوسکے حانث ہونے مین تشہد مشروط ہے ھم تشہد سے مراد تشہد اخیر ہے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہے کہ اگر چار رکعت فرض کے نہ پڑھنے کی قسم کھاویگا تو حانث نہوگا تا وقتیکہ
چوتھی رکعت کے بعد تشہد نکریگا کذا فی الطحطاوی وحنث فی لا یؤم احدا باقتداء قوم بہ بعد شروعہ وان وصلیۃ قصد ان لا یؤم احدا الا انہم
اس قسم مین کہ کسی کی امامت نکریگا حانث ہوگا قوم کی اقتدا کرنے سے ساتھ اوسکے بعد شروع کرنے حالف کے اگرچہ اوس نے کسی امامت کا قصد نکیا ہو اسواسطے کہ حانث
ہوگا کہ وہ امام اونکا ہوگیا اسواسطے کہ امامت مین نیت امامت کی شرط نہین وصدق دیانۃ فقط ان نواہ ای ان لا یؤم احدا اور حالف کی فقط
دیانۃ تصدیق ہوگی اگر اوسکی نیت کریگا یعنی نیت یہ ہوگی تصدیق ہوگی کہ کسیکی نیت نکریگا وان اشہد قبل شروعہ انہ لا یؤم احدا لا یحنث مطلقا لا
دیانۃ ولا قضاء وصح الاقتداء ولو فی الجمعۃ استحسانا اور اگر حالف نے گواہ کرلیا قبل ہی شروع کرنے نماز کے کہ وہ کسیکی امامت نکریگا تو کسی طرح
حانث نہوگا نہ دیانۃ اور نہ قضاء اور اقتدا مقتدیونکی صحیح ہوگی اگرچہ نماز جمعہ مین یہ واقعہ ہوا ہو بنا بر استحسان کے وجہ استحسان کی یہ ہے کہ نماز جمعہ مین جماعت شرط ہے
سو بدون نیت امامت کے بھی حاصل ہے کما لا حنث لو امہم فی صلوۃ الجنازۃ او سجدۃ التلاوۃ لعدم کمالہا جیسے حانث نہین ہوتا اگر امامت
کی قوم کی نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت مین بسبب اوسکے عدم کمال کے یعنی لا یصلی صلوۃ کی حلف مطلق منصرف ہے فرد کامل کیطرف اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت بسبب
عدم رکوع وغیرہ کے نماز کامل نہین بخلاف النافلۃ فانہ یحنث وان کانت الامامۃ فی النوافل منہیا عنہا بخلاف نماز نفل کے کہ اوسکی جماعت کرنے سے
حانث ہوگا اگرچہ امامت کرنا نوافل مین ممنوع ہے ھم جماعت نفل کی اوسوقت ممنوع ہے جبکہ بطریق تداعی ہو تداعی یہ ہے کہ چار مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھین کذا فی
الطحطاوی **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے ان صلیت فانت حر فقال صلیت وانکر المولی لم یعتق لامکان الوقوف علیہا بلا حرج اگر تو نماز پڑھیگا
تو تو آزاد ہے سو غلام نے کہا کہ مین نے نماز پڑھی اور مولی نے اوسکا انکار کیا تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ اوسپر مطلع ہونا ممکن ہے بلا مشقت قال ان ترکت الصلوۃ فانت طالق
فصلتہا قضاء طلقت علی الاظہر ظہیریہ کہا زوج نے کہ اگر تو نماز کو ترک کریگی تو تو طالق ہے سو اوسنے قضا کی نماز پڑھی تو وہ مطلقہ ہوگی بقول اظہر
کذا فی الظہیریہ حلف ما اخر صلوتہ عن وقتہا وقد نام وقضاہا استظہر الباقانی عدم حنثہ لحدیث فان ذلک وقتہا قسم کھائی کہ اپنی نماز کو اوسکے
وقت سے موخر نکریگا اور حالانکہ وہ سو گیا نماز کے وقت پھر اوسکو قضا کیا باقانی نے اوسکے عدم حنث کو قوی کیا ہے اس حدیث کی دلیل سے فان ذلک وقتہا یعنی جو نماز
کے وقت سو گیا یا بھول گیا تو جب جاگے یا یاد پڑے تو وہی اوسکا وقت ہے حلبی نے کہا کہ مدار ایمان کا عرف پر ہے اور عرف مین اوسکو موخر کہتے ہین اگرچہ قضا کرے اجتماع حدثا ثانیا
فالطہارۃ منہما دو حادث جمع ہوئین تو طہارت دونون سے ہوگی ھم قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نکریگا پھر اوسکی ناک سے خون نکلا پھر اوسنے پیشاب کیا پھر اوسنے وضو
کیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ دونون حدث کی طہارت ہوئی حلف لیصلین ہذا الیوم خمس صلوات بالجماعۃ ویجامع امرأتہ ولا یغتسل
یصلی الفجر والظہر والعصر بالجماعۃ ثم یجامعہا ثم یغتسل کما غربت ویصلے المغرب والعشاء بالجماعۃ فلا یحنث قسم کھائی کہ البتہ
آج کے دن مین پانچ وقت کی نماز جماعت سے پڑھیگا اور اپنی عورت سے قربت کریگا اور غسل نکریگا تو اوسکی تدبیر یہ ہے کہ فجر اور ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے

پڑھی پھر زوجہ سے قربت کرے پھر غروب کے وقت غسل کرے اور مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھے تو حانث نہوگا اسواسطے کہ غسل رات میں واقع ہوا نہ دن میں [illegible]
حلبی نے کہا اسمیں اعتراض ہے کہ یوم سے اگر فقط نہار مراد ہو تو غروب تک تین ہی نمازیں ہوئیں اور قسم ہے پانچ نماز کی اور اگر یوم سے مطلق وقت مراد ہو تو بہر صورت حانث
ہوگا خواہ دن میں نہاوے خواہ رات میں حلف کا بھی حج فعلی الصحیح منہ فلا یحنث بالفاسد قسم کھائی کہ حج نکریگا تو حنث صحیح حج پر موقوف ہوگا تو فاسد حج کرکے
حانث نہوگا صم لا حج اور لا حج حجۃ کا حلف برابر ہے بخلاف صلوٰۃ کے ولا یحنث حتی یقف بعرفۃ عن الثانی محمد وحتی یطوف اکثر الطواف المفروض
عن الثالث وبہ جزم فی المنہاج للعلامۃ عمر بن محمد العقیلی الانصاری کان من کبار فقہاء بخارا ومات بہا سنۃ سبع وخمس مائۃ
اور عدم حج کے حلف میں حانث نہوگا یہاں تک کہ عرفات کا وقوف کرے یہ مروی ہے امام ثالث محمد بن حسن سے اور حانث نہوگا یہاں تک کہ اکثر طواف الزیارۃ کرے یعنی بعد وقوف
چار شوط کہ حانث نہوگا یہ مروی ہے امام ثانی قاضی ابو یوسف سے اور اسی روایت پر جزم کیا ہے منہاج میں جو عمر بن محمد عقیلی انصاری کی تصنیف ہے وہ بخارا کے
فقہاء کبار میں سے تھے اور پانسو سات ہجری میں وفات پائی ولا یحنث فی العمرۃ حتی یطوف اکثرہا اور حانث نہوگا عمرہ نکرنیکے حلف میں یہاں تک کہ
عمرہ کا اکثر طواف کرے یعنی چار شوط یا زیادہ ان لبست من غزلک فہو ہدی ای صدقۃ تتصدق بہ بمکۃ فملک الزوج قطنا بعد الحلف
فغزلتہ ونسجتہ ولبس فہو ہدی عند الامام ولہ التصدق بقیمتہ بمکۃ لا غیر زوج نے زوجہ سے کہا کہ اگر میں پہنوں تیرے کاتے سوت سے تو وہ ہدی ہے
یعنی صدقہ ہے جسکو میں مکہ معظمہ میں تصدق کروں پھر زوج مالک ہوا روئی کا بعد اس قسم کے سو زوجہ نے اوسکو کاتا پھر اوسکا کپڑا بنا گیا اور زوج نے اوسکو پہنا تو وہ کپڑا
ہدی ہے امام اعظم کے نزدیک اسواسطے کہ عادت یہی ہے کہ عورت زوج کی ملک روئی کو کاتتی ہے اور یہی مراد ہوگا کذا فی المنح اور زوج کو جائز ہے کہ اوسکی قیمت کو مکہ میں خیرات کرے
نہ اور جگہ ہم جو صدقہ بلفظ ہدی ہے اوسکا صرف سوا مکہ کے اور کہیں جائز نہیں بخلاف اور صدقات کے کذا فی الطحاوی وشرطا ملکہ یوم حلف ویفتی بقولہما
فی دیارنا لانہا انما تغزل من کتان نفسہا او قطنہا ونقول فی الدیار الرومیۃ لغزلہا من کتان الزوج نصر اور صاحبین نے وجوب تصدق میں
ملک زوج کی اوسکے حلف کے دن شرط کی ہے اسواسطے کہ نذر بدون ملک یا اضافت الی سبب الملک کے صحیح نہیں اور صاحبین کے قول یعنی عدم تصدق پر فتوی ہے ہمارے ملکوں میں
یعنی مصر میں اسواسطے کہ یہاں عورت اپنے کتان یا اپنی روئی کو کاتتی ہے اور امام اعظم کے قول پر فتوی ہے روم کے ملک میں اسواسطے کہ وہاں عورت اپنے زوج کی کتان کو کاتتی ہے کذا
فی النہر الفائق حلف لا یلبس من غزلہا فلبس تکۃ منہ لا یحنث عند الثانی وبہ یفتی لانہا لا تسمی ملبوسا عرفا قسم کھائی کہ زوجہ کے سوت کو نہ پہنیگا
پھر اوسکے سوت کا ازار بند پہنا تو حانث نہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ عرف میں اسکو لابس یعنی پہننے والا نہیں بولتے ہیں کلا یلبس ثوبا من نسج
فلان فلبس من نسج غلامہ لا یحنث الا اذا کان فلان لا یعمل بیدہ والا حنث لتعین المجاز جیسا کہ قسم کھائی کہ وہ کپڑا نہ پہنیگا جسکو فلانی نے بنا ہو اور پھر
فلانی کے غلام کا بنا کپڑا پہنا تو حانث نہوگا جب کہ فلانا شخص بھی اپنے ہاتھ سے بنتا ہو اور اگر وہ نہ بن جانتا ہو گا تو اوسکے غلام کے بنے کپڑے کو پہننے سے حانث ہوگا بسبب متعین ہونے
مجاز کے اسواسطے کہ نسج حقیقی وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے ہو تو جب تک حقیقت ممکن ہوگی تو اوسی پر محمول ہوگا اور بصورت عدم حقیقت مجاز پر محمول ہوگا کذا فی المنح کما حنث بلبس
خاتم ذہب ولو بلا فص او عقد لؤلؤ او زبرجد او زمرد ولو غیر مرصع عندہما وبہ یفتی فی حلفہ لا یلبس حلیا للعرف چنانچہ اس قسم میں
کہ زیور نہ پہنیگا حانث ہوتا ہے بسبب عرف کے سونے کی انگوٹھی پہننے سے اگرچہ حالف مرد ہو اور اگرچہ انگوٹھی بلا نگین ہو یا موتی کا ہار یا زبرجد کا ہار یا زمرد کا ہار پہننے سے اگرچہ زمرد جڑی
نہو اسی پر فتوی ہے صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے حلبی نے کہا کہ جامع اللغۃ میں مصرح ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی چیز ہے تو تکرار واقع ہوئی لا یحنث بخاتم فضۃ
لانہا حلیۃ الرجال الا اذا کان مصوغا علی ہیئۃ خاتم النساء بان کان لہ فص فیحنث ہو الصحیح زیلعی ولو کان مموہا بذہب یحنث
[illegible] بخلاف المنطقۃ والسیف حانث نہوگا حالف مذکور چاندی کی انگوٹھی پہننے سے بدلیل اوسکی حلت کے مردوں کے حق میں مگر جب کہ چاندی کی انگوٹھی
عورتوں کی انگوٹھی کی صورت پر بنی ہو اسطرح پر کہ اوس میں نگین ہو مانند عورتوں کی تو اوسکے پہننے سے حانث ہوگا یہی قول صحیح ہے کذا فی شرح الزیلعی

اور اگر فقط اوسکے فرش پر سر رکھا یا اوسپر بیٹھا تو مطلقہ نہوگی کذا فی الطحطاوی عن البحر عن المحیط

باب الیمین فی الضرب والقتل وغیر ذلک

یہ باب ان یمینوں کے مسائل شتّی من الغسل والکسوۃ یہ باب ہے ضرب اور قتل وغیرہ کی قسم مین شارح کہتا ہے مناسب یون تھا کہ اس باب کو مسائل شتّی کرکے
کہتا اور من الغسل والکسوۃ وغیر ذلک کا بیان ہے الاصل ھنا ان ما شارک المیت فیہ الحی یقع الیمین فیہ علی الحالتین الموت والحیوۃ وما اختص بحالۃ
الحیوۃ وھو کل فعل یلذ ویولم ویغم ویسر کشتم وتقبیل تقید بھا فتفرع علیہ قاعدہ یہان یہ ہے کہ جس امر مین مردہ شریک
زندے کا ہو وہ قسم دونون حالتون پر واقع ہوتی ہے موت مین بھی اور حیات مین بھی اور جو امر کہ حالت زندگی کو مخصوص ہے یعنی جو فعل کہ لذت دے اور درد پہونچاوے
اور رنجیدہ کرے اور خوشی بخشے جیسا کہ گالی دینا اور بوسہ لینا تو ایسے امر کی قسم بقید حیات ہوگی مصنف نے اس قاعدہ پر اپنا قول متفرع کیا فلو قال ان ضربتک او
کسوتک او کلمتک او دخلت علیک او قبلتک تقید کل منہا بالحیوۃ حتی لو علق بہا طلاقا او عتقا لم یحنث بفعلہا فی المیت
تو اگر یون کہیگا کہ اگر مین تجھکو مارون یا تجھکو کسوۃ دون یا تجھسے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو یہ ہر ایک قول بقید زندگی ہوگا یہانتک
کہ اگر ان افعال سے طلاق یا عتاق کو معلق کریگا تو حانث نہوگا ان افعال کے کرنے سے ساتھ میت کے جو تعلیق طلاق یا عتاق ان افعال پر یون ہے کہ اگر مین تجھکو مارون
یا کسوۃ دون یا تجھسے کلام کرون یا تیرے پاس آؤن یا تیرا بوسہ لون تو اوسکی زوجہ مطلقہ ہے یا غلام اوسکا آزاد ہے پھر مخاطب کے مرنیکے بعد ضرب وغیرہ واقع کی تو حانث
نہوگا ضرب اسواسطے کہ میت مین نہین ہوسکتی کہ ضرب عبارت ہے فعل دردناک سے یا استعمال آلہ تادیب سے حالانکہ میت محل ایلام اور تادیب نہین ہے اور جو عذاب قبر ہوتا ہے
تو اوسکا جواب علما کے نزدیک زندگی عطا ہوتی ہے بقدر دریافت کے درد کو اور بدن کا ثابت رہنا شرط نہین اہل سنت کے نزدیک بلکہ اجزائے متفرقہ مین ایسی حیات عطا ہوتی ہے
جو انکے ہی معلوم نہین ہوسکتی اور کسوۃ کی مخصوص ہے تملیک سے عرف ہے اور میت لائق تملیک کی نہین اور کلام سے غرض افہام ہے اور موت اوسکی منافی ہے اور دخول سے مراد
یا اکرام ہے یا اہانت یا زیارت اور بعد موت کے یہ کوئی بات حاصل نہین ہے اور یہی حال ہے شتم اور جماع اور تقبیل کا کذا فی النہر والمنح اور فتح القدیر مین ہے اور یہ ہے کہ میت کو سماعت
نہین یعنی وہ کچھ نہین سنتا اور بعد موت کے میت کی قبر کی زیارت ہوتی ہے نہ میت کی اور یہ جو صحیح بخاری مین مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے جنگ بدر کے مقتولون کی لاشون کو
کنوئے مین ڈالکر اونسے فرمایا کہ جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا یعنی شکست کفار اوسکو تمنے سچا پایا حضرت فاروق نے عرض کیا آپ مردون سے کلام کرتے ہین یا رسول اللہ صلعم
تو فرمایا قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ تم انسے زیادہ تر نہین سنتے ہو اوسکا ایک جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی معارض صحیح بخاری مین دوسری حدیث ثابت ہے
کہ عائشہ صدیقہ نے اس روایت کو قرآن مجید کی دو آیتون سے رد کیا اول آیت یہ ہے کہ (وما انت بمسمع من فی القبور) یعنی تو سنانیوالا نہین ہے اونکو جو قبرون مین ہین اور
ثانی آیت یہ ہے (فانک لا تسمع الموتی) یعنی بیشک تو نہین سنا سکتا مردون کو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطریق ضرب المثل تھا زندون کی نصیحت کیواسطے
چنانچہ علی مرتضی سے منقول ہے کہ قبرستان مین جاکر فرمایا کہ تمہاری عورتون کے نکاح ہوگئے اور تمہارے مال تقسیم ہوگئے اور تمہارے مکانات مین اور لوگ ساکن ہوئے یہ خبر تمہاری
ہمارے پاس ہے ہماری خبر تمہارے پاس کیا ہے اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ تکلم اور سماع موتی رسول کریم کی خصوصیت کی جہت سے تھا بنابر اعجاز کے تاکہ کافرون کو حسرت زیادہ ہو
اور وہ جو صحیح مسلم مین حدیث مرفوع ہے کہ میت جوتیون کی آواز سنتا ہے جب لوگ اوسکو دفن کرکے پھرتے ہین اوسکا جواب یہ ہے کہ ابتدائے دفن کا یہ سماع اور تفہیم مقدمہ ہے جواب دہی
سوال منکر اور نکیر کا اس خصوصیت کی یہ وجہ ہے تاکہ حدیث اور آیتون کے مضمون مین اتفاق ہو جاوے تعارض نہ باقی رہے اسواسطے کہ دونون آیتین عدم سماع موتی کی مفید ہین
انتہی کلام الفتح نہر الفائق مین کہا کہ جواب ثالث نہایت خوب جواب ہے یعنی حضرت کا تکلم اور اسماع بطریق معجزہ تھا تو اس سے عموم سماعت موتی ثابت نہین ہوسکتا
چنانچہ بنابر اعجاز کے حضرت سے شجر اور حجر نے بھی کلام کیا ہے حالانکہ شجر اور حجر محل کلام نہین اور صحیح مسلم کی روایت کہ جواب کی تقویت دوسری حدیث صحیح سے ہوسکتی ہے کہ جب
منکر اور نکیر مومن سے جواب معقول سنتے ہین تو اوس سے کہتے ہین کہ نم کنومۃ العروس یعنی اب آرام سے سو جیسے دولہا سوتا ہے ظاہرا یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ

قسم کھائی کہ فلانی کو کوفہ مین نہ قتل کریگا پھر اوسکو کوفہ کے دیہات مین مارا اور وہ کوفہ مین مرگیا تو حانث ہوگا چنانچہ اس قسم مین کہ نہ قتل کریگا اوسکو جمعہ کے دن پھر اوسکو
زخمی کیا پنجشنبہ کے دن اور مرگیا وہ جمعہ کے دن تو حانث ہوگا اور اسکے بالعکس مین یعنی کوفہ کی مارنے مین اور دیہات کے مرنے مین حانث نہوگا اسواسطے کہ زمانہ موت کا معتبر ہے
مثال ثانی مین اور مکان معتبر ہے مثال اول مین بشرطیکہ ضرب و زخم لگانا بعد قسم کے واقع ہوا ہو کذا فی الظہیریہ ثم قریات کوفہ کو سواد اسواسطے کہا کہ وہ شدت سے سرسبز ہین
کذا فی الطحطاوی و فیہا ان لم تاتنی حتی اضربک فہو علی اتیانہ ضربہ اولا اور ظہیریہ مین ہے اگر تو نہ آویگا میرے پاس تا مین تجھکو مارون تو یہ قسم اوسکے آنے پر ہے
خواہ اوسکو بعد آنے کے مارے یا نہ مارے حتی اس مثال مین لام سببی کے معنی مین ہے اور لام سبب کا یہ حکم ہے کہ وجود سبب شرط ہو نہ وجود مسبب کذا فی الطحطاوی ان رأیتک
لا ضربنک فعلی التراخی مالم ینو الفور اگر مین اوسکو دیکھونگا تو البتہ اوسکو مارونگا تو یہ مارنا زندگی پر محمول ہے نہ شتابی پر تا وقتیکہ فی الحال مارنے کی نیت نکرے
اور اگر فی الحال کی نیت کریگا تو اگر پھر دیکھنے کے نہ ماریگا تو حانث ہوگا ان رأیتک فلم اضربک فرآہ الحالف وہو مریض لا یقدر علی الضرب حنث
اگر مین تجھکو دیکھون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر حالف نے اوسکو دیکھا اپنی مرض کے ایسے حال مین کہ اوسکو قدرت نہین ضرب پر تو حانث ہوگا ان لقیتک فلم اضربک
فرآہ من قدر میل لم یحنث بحر اگر مین تجھسے ملاقات کرون سو نہ مارون تو ایسا ہو پھر اوسکو کوس بھر سے دیکھا تو حانث نہوگا کذا فی البحر اسواسطے کہ اتنے دور
دیکھنے کو ملاقات نہین کہتے ہین الشہر وما فوقہ ولو الی الموت بعید وما دونہ قریب فیعتبر ذالک فی التصدیق دیانۃ اولا کلمہ الی بعید او الی
قریب ولفظ العاجل والسریع کالقریب والآجل کالبعید وہذا اذا لم ینو مدۃ معینا اور ایک مہینہ اور اوس سے زیادہ اگرچہ زیادتی تا موت ہو بعید
مین داخل ہے اور مہینے سے کمتر مدت قریب مین داخل ہے تو یہی تفسیر مذکور اس قسم مین معتبر ہوگی کہ اپنے دین کو البتہ ادا کریگا یا مثلاً زید سے کلام نکریگا بعید تک یا قریب تک
اور لفظ عاجل و سریع کا مانند قریب کے ہے اور لفظ آجل کا بعید کے مانند ہے اور یہ تقدیر قریب اور بعید کی درصورت عدم نیت ہے حتی اگر قسم کھائی کہ قریباً یا عاجلاً یا سریعاً
قرض ادا کریگا پھر مہینے کے اندر ادا کیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ بعیداً یا آجلاً ملاقات کریگا تو مہینے کے اندر ملاقات کرنے سے حانث ہوگا نہ مہینے سے زیادہ
مدت ہین وان نوی بقریب او بعید مدۃ معینۃ فیہما فعلی ما نوی و یدین فیما فیہ تخفیف بحر اور اگر قریب یا بعید کے لفظ سے حالف کی مدت معین
کی دونون مین نیت کی تو اوسکی نیت کے موافق اعتبار ہوگا اگرچہ قریب سے ایکسال کی مدت دنیا مراد کی ہو یہی صحیح ہے اسواسطے کہ دنیا بنسبت آخرت کے قریب ہے کذا فی النہر
اور جس صورت مین حالف پر تخفیف ہوگی اوسمین دیانۃ تصدیق ہوگی نہ قضاءً کذا فی البحر درصورت تخفیف دیانۃ تصدیق کرنا بحر الرائق مین بطور بحث کے مذکور ہے شارح نے
اوسکو بطور منصوص کے مذکور کیا کذا فی الطحطاوی حلف لا یکلمہ ملیا او طویلا ان نوی شیئاً فذلک والا فعلی شہر و یوم کذا فی البحر عن
الظہیریۃ وفی النہر عن السراج علی شہر قسم کھائی کہ ایک مدت یا زمانہ دراز اوس سے کلام نکریگا اگر حالف نے کچھ نیت کی تو اوسیقدر معتبر ہے اور اگر کچھ
نیت نہین کی تو ایک مہینے اور ایک دن پر محمول ہوگا کذا فی البحر عن الظہیریہ اور نہر الفائق مین سراج سے منقول ہے کہ مہینے پر محمول ہوگا بلا ذکر یوم ہی لفظ اول و ثانی
عبارت ہے مدت زمانی سے اور اسی جہت سے لیل و نہار ملوان کہتے ہین ولذا کذا یوما احد عشر وبالواو احد وعشرون وبضعۃ عشر ثلثۃ عشر اور اگر حلف
مین کذا کذا یوما کہا تو گیارہ دن مراد ہین اور واو عاطفہ سے یعنی یون کہا کذا و کذا یوما تو اکیس دن مراد ہونگے اور بضعۃ عشر سے تیرہ دن مراد ہین پس فی حلفہ لیقضینہ
دینہ الیوم لو قضی نبہرجۃ ما یردہ التجار او زیوفا ما یردہ بیت المال او مستحقۃ للغیر و یعتق المکاتب بہ فنعی صار بار ہوگا یعنی حانث
نہوگا اپنی اس قسم مین کہ البتہ آج کے دن اپنا دین ادا کریگا اگر اوسنے دراہم نبہرجہ یا زیوف یا غیر کے حق کو ادا کیے اور مکاتب انکے پانے سے آزاد ہوجاویگا نبہرجہ
وہ دراہم ہین جنکو سوداگر نہ قبول کرتے ہون اور زیوف وہ دراہم ہین جنکو بیت المال سلطانی قبول نکرے ہم نبہرجہ اور زیوف دراہم مغشوشہ ہین لیکن نبہرجہ
مین چاندی کم ہوتی ہے اور غش یعنی تانبا وغیرہ زیادہ لہذا اہل تجارت مین اوسکا دینا لینا رائج نہین اور زیوف مین غش کم ہوتا ہے اور چاندی زیادہ لہذا
اہل تجارت مین اوسکا دینا لینا رائج ہوتا ہے لیکن خزانہ سلطانی مین نہین لیتے اسواسطے کہ وہان کھرا مال لینا معتاد ہے ہرچند نبہرجہ اور زیوف عیب سے خالی نہین

لیکن عیب ہونا جنس کو معدوم نہین کر دیتا لہذا اگر طرف ثانی بیع صرف یا بیع سلم مین قبول کر لے انکو تو جائز ہے اور اسیطرح غیر کے دراہم مستحقہ کو قبضہ کرنا صحیح ہی
ولہذا اگر اونکا مالک اجازت دیوے تو جائز ہے لفظ نبہرجہ اور زیوف کا عربی لغت نہین لیکن فقہا مین مستعمل ہے کذا فی نہر الفائق لا بالستوقۃ و الرصاص
اوستوقۃ و سطہا غش لانہما لیسا من جنس الدراہم ولذا لو تجوز بہما فی صرف وسلم لم یجز بار ہوگا یعنی حانث ہوگا اگر اوسنے دین کو رانگی
کے دراہم سے یا ستوقہ سے جنکے بیچ مین غش ہوتا ہے ادا کیا اسواسطے کہ دونون دراہم کی جنس سے نہین لہذا اگر اونکو صرف اور سلم مین بیچے تو جائز نہین ستوقہ بفتح سین مہملہ و تشدید تا معرب ہے سہ تہ کا یعنی تین پرت دونون طرف چاندی اور بیچ مین تانبا یا پیتل یا سیسہ ہو کذا فی النہر و الطحطاوی و نقل
مسکین ان البہرجۃ اذا غلب غشہا لم یوخذ واما الستوقۃ فاخذہا حرام لانہا نحاس انتہی اور مسکین نے رسالہ یوسفیہ سے نقل کیا ہی کہ دراہم نبہرجہ مین جب
سیل تانبے کا زیادہ ہو تو لینا نچاہیے اور ستوقہ کا لینا تو حرام ہے اسواسطے کہ وہ تانبا ہے انتہی لقائم اگر نبہرجہ مذکورہ یا ستوقہ کو لے تو غیر کو دینا بدون آگاہ کرنیکے
جائز نہین کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وھذہ احدی المسائل الخمس التی جعلوا الزیوف فیہا کالجیاد اور یہ یعنی قضا دین آن پانچ مسائل سے ایک
مسئلہ ہے جنمین فقہا نے زیوف کو مانند دراہم جیدہ کے قرار دیا ہے ھم امام اسحق ولوالجی نے کتاب الشفعہ کے آخر مین ذکر کیا ہی کہ دراہم زیوف بجای جید دراہم کے ہین
پانچ صورتون مین پہلی یہ ہو کہ ایک مرد نے گھر مول لیا کھرے درم سے اور قیمت مین زیوف دئے تو شفیع کھرے درم کر اوسکو لیگا دوسری یہ کہ ایک شخص ضامن ہوا
کھرے درم کا اور اوسنے کھوٹے درم دئے تو مکفول عنہ سے کھرے درم لیگا تیسری یہ کہ کھرے درم سے کوئی چیز مول لی اور قیمت کھوٹی دی پھر اوسکو نفعہ سے
بیچا تو راس المال جید ہوگا چوتھی یہ کہ قسم کھائی کہ دین ادا کریگا پھر زیوف ادا کیے تو حانث نہوگا پانچوین یہ کہ ایک مرد کا قرض جید درم تھا سواوسنے زیوف کو
لیا اور صرف کر ڈالا اور بعد صرف کر نیکے اوسکو کھوٹے ہونیکا علم ہوا تو پھر اوس سے کھرے درم نہین لے سکتا امام اعظم اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح بیدا المدیون
فی حلفہ لرب الدین لاقضین مالک الیوم فجاء بہ فلم یجدہ و دفع للقاضی ولو فی موضع لا قاضی لہ حنث بہ یفتی ملیہا المفتی حانث نہوگا
قرضدار قرضخواہ سے یون قسم کھائی مین کہ البتہ ادا کریگا تیرا مال آج کے دن پھر وہ مال کو لایا سو اوسنے قرضخواہ کو نپایا اور قاضی کو دیا اور اگر اوس مکان مین ہو جہان قاضی
نہین تو حانث ہوگا اسی پر فتوے ہو کذا فی بغیۃ المفتی و کذا ان لو وجدہ فاعطاہ فلم یقبل فوضعہ بحیث تنالہ یدہ لو اراد قبضہ اھ لکن
کذا لا یحنث ظہیریۃ اور اسیطرح حانث نہوگا اگر اوسنے قرضخواہ کو پایا پھر اوسکو مال دیا سو اوسنے قبول نکیا اوس مال کو پھر اوسنے اتنا قریب رکھدیا کہ اوسکا ہاتھ
پہونچ سکے اگر وہ قبض کا ارادہ کرے اور اگر ایسا نہو یعنی اتنی دور ہو کہ اوسکا ہاتھ نہ پہونچ سکے تو بار نہوگا یعنی حانث ہوگا کذا فی الظہیریۃ وفیہا حلف لیجہدن
فی قضاء ما علیہ لفلان باع ما للقاضی بیعہ لو دفع الامر الیہ اور ظہیریہ مین ہی قسم کھائی کہ البتہ کوشش کریگا اوس قرض کے ادا کرنے مین جو اوسپر فلانے
شخص کا ہی تو وہ واسطے ادا کے وہ چیز بیچڈالے اوس مال کی جسکا بیچنا قاضی کو درست ہی اگر قاضی کے پاس نالش ہوئی ہو عدم ادا کی ولکن ابرء بالہبۃ ونحوھا
مما یحصل المقاصۃ فیہ بہ ای بالدین لان الدیون تقضی بامثالہا اور اسیطرح بار ہوگا یعنی مذکورین بیع کرنے سے بعوض قرض کے اور بیع کی مانند وہ عقد ہے
جسمین مقابلہ اور معاوضہ حاصل ہوتا ہو اسواسطے کہ ادای دیون اپنے مانند سے ہوتا ہے ھم یعنی اگر قسم کھائی کہ زید کا دین آج ادا کریگا پھر اوسنے کوئی چیز زید سے بعوض
اوسکے دین کی بیچی تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسنے دین ادا کر دیا نقد دینا کچھ ضرور نہین اور بیع کے مانند معاوضہ ہونے مین نکاح ہی مثلاً یعنی طالب دین نے اپنے
دین والی لونڈی سے نکاح کیا اور اپنا دین اوسکا مہر ٹھہرایا تو دین ادا ہو جاویگا حانث نہوگا کذا فی الطحطاوی وھبۃ الدائن الدین منہ ای من المدیون
لیس بقضاء ولان الہبۃ اسقاط لا مقاصۃ اور ہبہ کرنا دائن کا دین کو مدیون سے ادای دین نہین سواسطے کہ ہبہ عبارت ہی اسقاط سے یعنی صاحب دین نے
اپنا حق ساقط کر دیا ہبہ معاوضہ نہین یعنی یہ فعل ہے قرضخواہ کا اور ادا سے دین حالف کا فعل ہے سو پایا نگیا وحینئذ فلا یحنث لو کانت الیمین
موقتۃ لعدم امکان البر مع ہبۃ الدین وامکان البر شرط البقاء کما ھو شرط الابتداء کما مر فی مسئلۃ الکوز اور اسوقت مین تو حانث نہوگا اگر

یمین موقت ہو گی واسطے عدم امکان بر یمین کے ساتھہ ہبہ کردینے دین کے یعنی بعد ہبہ کردینے دین کے ادا ہو دین ممکن نہیں اور امکان بر یمین شرط ہے بقاء یمین کی
چنانچہ وہی شرط ہے ابتداء یمین کی چنانچہ مسئلہ کوزہ میں مذکور ہوچکا ہے اگر یمین موقت ہے اسطرح کہ واللہ آج کے دن میں ادا کریگا تو بعد ہبہ کردینے دین کے حانث ہوگا
اور اگر مطلق یمین ہے اسطرح کہ فلانے کا دین ادا کریگا تو بعد ہبہ کی حانث ہوگا اسواسطے کہ مطلق میں امکان بر بقاء یمین میں شرط نہیں بلکہ ابتداء یمین میں شرط ہے
اور جب کہ حالف نے قسم کھائی تھی اوسوقت امکان بر ثابت تھا تو یمین صحیح ہوگئی پھر حانث ہوا بعد گذرنے اوسقدر مدت کے جسمین حالف ادائی دین پر قادر تھا بسبب
مایوسی بر یمین کے ہبہ سے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیہ وعلیہ لو حلف لیقضین دینہ غدا فقضاہ الیوم او حلف لیقتلن فلانا غدا فمات الیوم او حلف
لیأکلن ہذا الرغیف غدا فاکلہ الیوم لم یحنث زیلعی اور بنا بر شرط مذکور کے اگر قسم کھائی کہ البتہ اوسکا دین ادا کریگا کل پھر آج اوسکو کر دیا یا قسم
کھائی کہ مقرر فلانی شخص کو کل قتل کریگا پھر وہ آج مر گیا یا قسم کھائی کہ البتہ اس روٹی کو کھاؤنگا کل پھر اوسکو آج کھا گیا تو حانث نہوگا کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے
کہ تینوں صورتوں میں امکان بر یمین کا کل کے دن فوت ہوگیا حلف لیقضین دین فلان فامر غیرہ بالاداء او احالہ فقبض بر او ان قبضہ عنہ
متبرع لا یبر ظہیریہ قسم کھائی کہ البتہ فلانے کا دین ادا کریگا پھر اوسنے غیر شخص کو ادا کرنے کا امر کیا یا غیر شخص پر ادائی دین کا حوالہ کیا پھر قرضخواہ نے اوسپر قبضہ کر لیا
تو حانث نہوگا اور اگر اوسکی طرف سے کسی شخص نے بلا علم حالف بطور احسان کے ادا کیا تو حانث ہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ یہ ادا کرنا حالف کیطرف منسوب نہیں
نہیں ہوسکتا وفیہا حلف لا یفارق غریمہ حتی یستوفی فقعد بحیث یراہ ویحفظہ فلیس بفارق ولو نام او غفل او شغلہ انسان بالکلام ومنعہ
عن الملازمۃ حتی ہرب غریمہ لم یحنث اور ظہیریہ میں ہے قسم کھائی کہ اپنے قرضدار کو نہ چھوڑیگا یہانتک کہ اپنا قرض پاویگا پھر حالف بیٹھا ایسے
مکان میں کہ قرضدار کو دیکھتا ہو اور اوسکی حفاظت کرتا ہو تو وہ اوسکا چھوڑنیوالا نہیں یعنی حانث نہیں اور اگر قرضخواہ سوگیا یا غافل ہوگیا یا کسی آدمی نے اوسکو
باتوں میں لگا لیا اور اوسکو کسی نے اوسکے ساتھہ رہنے سے روکا یہانتک کہ قرضدار بھاگ گیا تو حالف حانث نہوگا ہم منح الغفار اور بحر الرائق میں براہ وحفظہ ہی لہذا
واو عاطفہ کا ترجمہ کیا ولو حلف بطلاقہا ان لم یعطہا کل یوم درہما فربما اعطاہا الزوج فیہ ذا العشاء فاکل اول الدرہم یوما ولیلۃ عن
دفع درہم لم یحنث اور اگر عورت کی طلاق کی قسم کھائی کہ اوسکو ہر روز ایکدرہم دیا کریگا پھر کبھی اوسکو عورت کے وقت درہم دیا عشا کے وقت
صاحب مجموع النوازل نے کہا کہ عجب امر ہے اور دن درہم دینے سے خالی نہو تو حانث نہوگا کذا فی المنح عن البحر اکثر نسخوں میں یدفع الیہ ہے اور ایک نسخہ بلکہ تو یہ عربی میں یدفع الیہا
تھا اور چونکہ یہی نسخہ صحیح تھا اور موافق منح الغفار کے لہذا اسکو اختیار کیا حلف لا یقبض دینہ من غریمہ درہما دون درہم فقبض بعضہ
لا یحنث حتی یقبض کلہ متفرقا لوجود شرط الحنث وہو قبض الکل بصفۃ التفرق قسم کھائی کہ اپنا قرض اپنے قرضدار سے ایک ایک درہم
نہ قبضہ کریگا پھر تھوڑا قرض قبضہ میں کیا مثلا پانچ درہم یا دس درہم تو حانث نہوگا یہانتک کہ سب قرض کو بطور متفرق لے اور اگر سب قرض کو متفرق ایک ایک درہم لیگا تو البتہ
حانث ہوگا بسبب پائے جانے حنث کی شرط کے یعنی قبض کرنا کل قرض کا بطور تفریق کے لا یحنث اذا قبضہ بتفریق ضروری کان قبضہ کلہ بوزنین لانہ لا یعد تفریقا
عرفا فافاد انہ فی عمل الوزن قسم مذکور میں حانث نہوگا جب کہ قرض کو بتفریق ضروری قبضہ کرے چنانچہ سب قرض کو دو بار یا زیادہ کر کے تولنے سے قبضہ کرے اسواسطے
کہ عرف میں اسکو تفریق نہیں کہتے جبتک کہ وہ تولنے میں مشغول ہے اسواسطے کہ گاہی تولنا سب دین کا متعذر ہوتا ہے تو اسقدر تفریق ضروری مستثنی ہوتی ہے عرف میں کذا فی الطحطاوی
عن الزیلعی لا یأخذ مالہ علی فلان الا جملۃ او الا جمیعا فترک منہ درہما ثم اخذ الباقی کیف شاء لا یحنث ظہیریہ وہو حیلۃ
فی عدم حنثہ فی المسئلۃ الاولی قسم کھائی کہ نہ لیگا اپنا سب مال جو فلانی پر دین ہے مگر یکبارگی پھر حالف نے اوسمیں ایکدرہم چھوڑا پھر باقی کو لیا جسطرح چاہا خواہ جدا جدا
خواہ یکبارگی تو حانث نہوگا کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ اوسنے سب مال کو متفرق نہیں لیا اور سب مال کا متفرق لینا بھی شرط تھی حنث کی اور یہی حیلہ ہے پہلے مسئلے عدم حنث میں
یعنی اگر قسم کھائی کہ اپنا دین ایک ایک درہم نہ لیگا تو متفرق لینے کا یہ حیلہ ہے کہ ایک درہم چھوڑ کر جسطرح چاہے لے کما لا یحنث من قال ان کان لے

حالف کو اور جبکہ یمین ساقط ہوگی بسبب زوال حکومت کی تو اعادۂ یمین کا نہوگا حکومت کی اعادہ سے کذافی الفتح طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب فتح القدیر کی اور
ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اطلاع کرنا بعد دخول مفسد کے لازم نہیں البتہ تا موقوف یا معزولی حاکم پھر اعلام جائز نہیں کذافی العنایۃ والزیلعی تو تعجب ہے شارح سے کہ بحث
کو ذکر کرتا ہے اور ظاہر الروایت کو ترک کرتا ہے ولو ترقی بلا عزل الی منصب اعلی فالیمین باقیۃ لزیادۃ تمکنہ فیہ اور اگر قسم لینے والا حاکم نے بلا معزولی ترقی
کی اعلے منصب کیطرف تو یمین حلف کو رہا قی ہے بسبب اسکی زیادتی قدرت کی کذافی الفتح ہم طحطاوی نے کہا مسئلہ ترقی حکومت یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ صاحب فتح القدیر
کی تو لفظ فتح کا بعد الفتح کے مذکور کرنا بہتر تھا ومن هذا الجنس مسائل منها ما ذکرہ بقولہ کما لو حلف رب الدین غریمہ او الکفیل بامر المکفول عنہ
الا یخرج من البلد الا باذنہ تقید بالخروج حال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع حال قیام
اور اسی قبیل سے چند مسائل ہیں جنمیں یمین مطلق بدلالت حال مقید ہے زمان مخصوص سے اونمین سے بعضے مسائل کو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا چنانچہ قسم دلائی
صاحب دین نے مدیون کو یا اوس ضامن کو جو بامر مکفول عنہ ضامن ہوا ہے اس بات کی قسم دلائی کہ شہر سے باہر نجاوے بدون اوسکے اذن کے تو مقید ہوگا نکلنا قیام دین
اور ضمانت کیوقت کے ساتھہ نہ مطلقاً اسواسطے کہ اذن لینا صحیح ہے مگر اوس شخص سے جسکو قدرت ہے روکنے کی تا وقت قیام قدرت منہا او حلف لا تخرج امراتہ
الا باذنہ تقید بحال قیام الزوجیۃ بخلاف لا تخرج اوانت من الدار لعدم دلالۃ التقیید فیعم اور مسائل مذکورہ میں سے یہ مسئلہ ہے اگر قسم کھائی کہ نہ نکلیگی
عورت اوسکی مگر اوسکے اذن سے تو یمین مقید ہوگی ساتھہ حالت قیام زوجیت کی بخلاف اس قول کے کہ نہ نکلیگی عورت اوسکی گھر سے کہ یہ یمین مقید بحال زوجیت نہیں بسبب عدم
دلالت تقیید کی کذافی الزیلعی ہم یعنی مثال اول میں اذن قرینہ ہے قیام زوجیت کا اور مثال ثانی میں کوئی قرینہ زوجیت کا نہیں طحطاوی نے کہا کہ مثال ثانی میں دلالت زوجیت کی
موجود ہے یعنی اضافت اسواسطے کہ بعد انقضاے عدت کے اوسکی عورت نہ باقی رہیگی حلف لیہبن فلانا فوہبہ لہ فلم یقبل بر ولکن اکل عقد تبرع کعاریۃ
ووصیۃ واقرار قسم کھائی کہ ہبہ کریگا فلانے کو پھر اوسکے واسطے ہبہ کیا سو اوسنے نہ قبول کیا تو حانث نہوگا اور اسطرح کا حکم ہے ہر عقد تبرع پر جسمیں احسان ہے معاوضہ
نہیں جیسے عاریت دینا یا کسیکے مال کی وصیت کرنا یا مال کا اقرار غیر کیواسطے کرنا بخلاف البیع ونحوہ حیث لا یبر بلا قبول کذا فی طرف النفی بخلاف بیع اور مانند
بیع کے یمین میں کیونکہ حانث ہوگا بدون قبول کے اور یہی حکم ہے طرف نفی میں ہم مانند بیع کے اجارہ اور صرف اور سلم اور نکاح اور رہن اور خلع ہے کذافی النہر اور طرف نفی کی یہ مثال ہے
قسم کھائی کہ ہبہ نکریگا تو فقط ایجاب سے حانث ہوگا کذافی الطحطاوی والاصل ان عقود التبرعات بازاء الایجاب فقط والمعاوضات بازاء
الایجاب والقبول معا اور قاعدہ مسائل مذکورہ میں یہ ہے کہ تبرعات کے عقود فقط بمقابلہ ایجاب ہوتے ہیں اور معاوضات کے عقود بمقابلہ ایجاب و قبول کے ساتھہ ہی ہوتے ہیں
وحضرۃ الموہوب لہ شرط فی الحنث فلو وہب الحالف لغائب لم یحنث اتفاقا ابن ملک فلیحفظ اور ہبہ کی یمین میں حاضر ہونا موہوب لہ کا شرط
ہے حنث میں تو اگر حالف ہبہ کریگا غائب شخص موہوب لہ کو تو حانث نہوگا باتفاق مشائخ اور زفر کے کذافی شرح ابن مالک تو اسکو یاد رکھنا چاہیے لا یحنث فی حلفہ لا یشم
ریحانا الشم وردا و یاسمین والمعول علیہ العرف فتح اس قسم میں کہ ریحان نہ سونگھیگا حانث نہوگا گلاب اور چمیلی کے سونگھنے سے اور یمین معتمد علیہ عرف ہے کذافی
فتح القدیر ہم مغرب میں لکہا ہے کہ ریحان لغت عرب میں ہر خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں اور فقہا کے نزدیک ریحان وہ ہے جسکی شاخ اور پتی خوشبودار ہو وغیرہ ذلک من الاقوال اور ہمارے
دیار میں یعنی مصر اور اسکندریہ میں واجب ہے کہ ریحان سے ریحان حماحم مراد ہو بسبب عرف کے کذافی فتح القدیر ملخصا خلاصہ یہ ہے کہ ہر ملک کی عرف کا اعتبار ہے قسم میں
اہل ہند ریحان کو تلسی اور دونا مرو اور بالچہڑ کہتے ہیں و یمین الشم تقع علی الشم المقصود فلا یحنث لو حلف لا یشم طیبا فوجد ریحہ وان دخلت الرائحۃ
الی دماغہ فتح اور قسم سونگھنے کی جو واقع ہوتی ہے بالقصد سونگھنے پر تو حانث نہوگا اگر قسم کھائی کہ خوشبو نہ سونگھیگا پھر اوسکو بو معلوم ہوئی اگرچہ
داخل ہوگئی ہو بو اوسکے دماغ میں کذافی الفتح ویحنث فی حلفہ لا یشتری بنفسجا او وردا بشراء دہنہما الا دہنہما اللعرف اور اس
قسم میں کہ خرید نکریگا بنفشہ اور گلاب کو حانث ہوگا بنفشہ اور گلاب کے پتیوں کے خریدنے سے نہ بنفشہ اور گلاب کے تیل خریدنے سے بسبب عرف کے

۵ فتح عام معلم اول وکرجاؤ دوم یعنی درختی اور باغی جھاڑ کہ بچوں پر سیر ہوا ہی ان

حکم نبات پر بنفشہ اور ورد کا اطلاق ہے تبیین پر یہ عرف ہے صاحب کافی اور صاحب فتح القدیر کا اور اگر کہیں عرف بدل جاوے تو یہ عرف حالف ہی معتبر ہوگا اسواسطے کہ یہ اقسام کا
حالف کو عرف پر ہے نہ فقہائے مصنفین کے عرف پر حلف لا یتزوج فزوجہ فضولی فاجاز بالقول حنث و بالفعل ومنہ الکتابۃ خلافا لابن سماعۃ لا یحنث
بہ یفتی خانیہ قسم کھائی کہ نکاح اپنا نکریگا پھر اوسکا نکاح فضولی نے کر دیا سو حالف نے نکاح کو اپنے قول سے جائز رکھا تو حانث ہوگا اور اجازت فعلی سے حانث نہوگا
اسی پر فتویٰ ہے کذا فی الخانیہ اور اجازت فعلی میں اجازت بالکتابت بھی داخل ہے یعنی اگر لکھدیا کہ میں نے نکاح قبول کیا تو بھی حانث نہوگا خلافا لابن سماعہ کہ اوسکے نزدیک
کتابت مانند قول کے ہے یہ حکم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ افتا کو اجازت قولی کے پاس ذکر کرتا اسواسطے کہ خانیہ میں فتوی کا لفظ اجازت قولی میں نہ کور ہے نہ اجازت
فعلی میں لو وکلہ فضولی ثم حلف لا یتزوج لا یحنث بالقول ایضا اتفاقا لاستنادھا لوقت العقد اور اگر نکاح کر دیا ایک مرد کا فضولی نے پھر اوسنے
قسم کھائی کہ نکاح نکریگا تو حانث نہوگا اجازت قولی سے بھی بالاتفاق بسبب مستند ہونے اجازت کے عقد کے وقت کی طرف اور عقد کا وقت قبل حلف کے تھا کل امرأۃ
تدخل فی نکاحی او تصیر حلالا لی فکذا فاجاز نکاح فضولی بالفعل لا یحنث بخلاف کل عبد یدخل فی ملکی فہو حر فاجازہ بالفعل حنث
اتفاقا لکثرۃ اسباب الملک عمادیہ کہا ایک مرد نے جو عورت کہ میرے نکاح میں داخل ہو یا یوں کہا کہ جو عورت مجھپر حلال ہو جاوے وہ مطلقہ ہے پھر اوسنے نکاح فضولی
کو باجازت فعلی جائز رکھا تو حانث نہوگا اور اجازت قولی سے حانث ہوگا کذا فی البحر بخلاف اس قول کے کہ جو غلام کہ میری ملک میں داخل ہوگا وہ آزاد ہے پھر غلام کی بیع
فضولی باجازت فعلی جائز رکھی تو حانث ہوگا بسبب کثرت اسباب ملک کے کذا فی العمادیہ یعنی ملک ہونیکے اسباب بہت ہیں چنانچہ خرید کرنا یا وراثت پانا یا ہبہ یا
وصیت اور دخول فی النکاح کا ایک ہی سبب ہے یعنی نکاح کرنا اور وہ مخصوص بالقول ہے تو نکاح میں کچھ فرق نہیں ہو سکتا صریح اور غیر صریح میں کذا فی الطحطاوی
وفیہا حلف لا یطلق فاجاز طلاق فضولی قولا او فعلا فہو کالنکاح بخلاف سوق المہر لیس باجازۃ لوجوبہ قبل الطلاق اور عمادیہ میں ہے قسم کھائی کہ
طلاق نہ دیگا پھر اوسنے فضولی کی طلاق کو جائز رکھا خواہ باجازت قولی یا فعلی تو وہ یعنی طلاق مانند نکاح کے ہے سو اتنی بات کہ مہر دینا اجازت فعلی نہیں طلاق میں بسبب
واجب ہونے مہر کے قبل طلاق کے یعنی بخلاف نکاح کے اسواسطے کہ مہر خصائص نکاح سے ہے یہ حکم ہے طلاق مانند نکاح کے ہوئی تو اجازت فعلی سے طلاق میں حانث نہوگا بلکہ اجازت قولی سے
حانث ہوگا اجازت فعلی طلاق کی اسطرح کہ عورت کا اسباب اپنے گھر سے نکالدے کیونکہ طلاق بہر صورت واقع ہو گی یہاں کلام ہے حانث ہونے یا نہونے میں کذا فی الطحطاوی
قال لامرأۃ الغیر ان دخلت الدار فانت طالق فاجاز الزوج فدخلت طلقت کہا فضولی نے غیر کی عورت کو اگر تو فلانے کے گھر میں داخل ہوگی تو تو مطلقہ
ہے پھر زوج نے یہ تعلیق فضولی کی جائز رکھی پھر وہ داخل ہوئی تو عورت مطلقہ ہوگی ومثلہ فی عدم حنثہ باجازتہ فعلا ما یکتبہ الموثقون فی التعالیق
من نحو قولہ ان تزوجت بامرأۃ بنفسی او بوکیلی او بفضولی او دخلت فی نکاحی بوجہ ما تکن زوجتہ طالقا لان قولہ او بفضولی الخ
عطف علی قولہ بنفسی وعاملہ تزوجت وہو خاص بالقول اور مسئلہ سابقہ کی مانند ہے نہ حانث ہونے میں اجازت فعلی سے وہ اقرار نامہ جسکو دار القضا کے وثائق نویس تعالیق
میں زوج کیطرف سے اسطرح لکھتے ہیں کہ اگر میں نکاح کروں کسی عورت سے خود آپ یا میرا وکیل یا بواسطے فضولی کے نکاح کروں یا عورت داخل ہووے نکاح میں کسی طرح تو ہوگی زوجہ اوسکی مطلقہ
اجازت فعلی سے حانث نہوگا اسواسطے کہ اوسکا قول او بفضولی عطف ہے بنفسی کے قول پر اور عامل اوسکا تزوجت ہے اور تزوج مخصوص ہے ساتھ قول کے یہ حکم زوجہ اسواسطے اقرار نامہ
لکھوائی ہے دار القضا میں تا زوج دوسرا نکاح نکر سکے سو اس اقرار نامہ سے زوج اصالۃ یا وکالۃ یا نکاح فضولی باجازت قولی نہیں کر سکتا لیکن نکاح فضولی کو باجازت فعلی
کر سکتا ہے شارح نے اسکے سد باب کا بھی طریقہ آیندہ قول میں بتایا ہے وانما یتسد باب الفضولی لو زاد او اجزت نکاح فضولی ولو بالفعل فلا مخلص لہ الا اذا
کان المعلق طلاق المتزوجۃ فیرفع الامر الی شافعی لیفسخ الیمین المضافۃ وقدمنا فی التعلیق ان الافتاء کاف فی ذلک بحرا
اور فضولی کے نکاح کا سد باب اسطرح ہوگا اگر زوج اقرار نامہ مذکورہ میں اتنا مضمون زیادہ لکھدے کہ یا میں نکاح فضولی کو جائز رکھوں اگرچہ باجازت فعلی جائز رکھوں
سو کوئی احتمال خلاصی ہونے والی نہیں ہے اسواسطے جواز نکاح سے مگر جبکہ منکوحہ ستحدثہ کی طلاق معلق ہو تو قاضی شافعی کی طرف زوج مقدمہ رجوع کرے

مطلقہ ہو وفی الاشباہ القاعدۃ الحادیۃ عشر السؤال معاد فی الجواب قال امرأۃ زید طالق وعبدہ حر وعلیہ المشی لبیت اللہ ان فعل کذا و
قال زید نعم کان حالفا الخ اور اشباہ مین گیارھوان قاعدہ یہ ہے کہ مضمون سوال کا عود کرتا ہے جواب مین کہا فضولی نے کہ زوجہ زید مطلقہ ہو اور غلام
اوسکا آزاد ہے اور اوسپر بیت اللہ تک پیدل چلنا واجب ہے اگر اوسنے ایسا کیا ہو اور زید نے کہا کہ ہان تو زید حالف ہوگا الی آخرہ یعنی اگر فعل مذکور کریگا تو زوجہ اوسکی
مطلقہ ہوگی اور غلام اوسکا آزاد ہوجاویگا اوسپر بیت اللہ تک پیدل جانا لازم ہوجاویگا ادعی علیہ فحلف بالطلاق ما لہ علیہ شیٔ فبرھن بالمال حنث
بہ یفتی دعوی کیا گیا مثلا زید پر مال کا سو اوسنے قسم کہائی کہ مجھپر مدعی کا کچھہ نہین پھر مدعی نے مال پر گواہ گذرانے تو زید حانث ہوگا اسی پر فتوی ہے ہم یہہ بھی شرط ہی حنث کی
کہ بعد گذرنے گواہیون کے قاضی بابت ثبوت مال کا حکم کردے اسواسطے کہ برہان بدون حاکم کے معتبر نہین ہے اور اگر گواہ جہوٹے ہونگے تو بھی حانث ہوگا اور ظاہرا یہ ہے کہ اگر
زید فی الحقیقت بری الذمہ ہوگا تو دیانۃ حانث نہوگا کذا فی البحر وحلف ان فلانا ثقیل وھو عند الناس غیر ثقیل وعندہ ثقیل لم یحنث الا ان ینوی
ما عند الناس قسم کہائی کہ فلانا شخص بیمار ہے اور حالانکہ وہ لوگونکے نزدیک بیمار نہین اور حالف کے نزدیک بیمار ہے تو حانث نہوگا مگر اسصورت مین حانث ہوگا جب
حالف نے وہ ارادہ کیا ہو جو لوگونکے اعتقاد مین ہے لا یعمل معہ فی القصارۃ مثلا فعمل مع شریکہ حنث مع عبدہ المأذون لا قسم کہائی کہ زید کے ساتھہ مثلا
کام نکریگا کپڑے دہونے مین پہر زید کے ساتھہ کام کیا تو حانث ہوگا اور زید کے عبد ماذون کے ساتھہ کام کرنے سے حانث نہوگا اسواسطے کہ شریک کے مال مین زید شریک ہے
اور عبد ماذون کے مال کا زید مالک نہین اسواسطے کہ عبد ماذون اپنی دین مین بیع ہوجاتا ہے بلا مرضی مولی کذا فی البحر و لا یزرع ارض فلان فزرع ارضا بینہ و
بین غیرہ حنث لان نصف الارض تسمی ارضا بخلاف لا ادخل دار فلان فدخل المشترکۃ اذا لم یسکن بہا کیونکہ قسم کہائی کہ مثلا زید کی زمین
زراعت نکریگا پہر اوسنے زراعت کی اس زمین مین جو مشترک ہے زید اور غیر زید مین تو حانث ہوگا اسواسطے کہ نصف زمین کو بھی زمین کہتے ہین بخلاف اس قسم کے کہ مثلا زید کے گہر مین
نہ داخل ہوگا پہر زید کے مشترک گہر مین داخل ہوا جبکہ زید اوسمین نرہتا ہو تو حانث نہوگا اسواسطے کہ نصف گہر کو گہر نہین کہتے ہین ہان اگر مشترک گہر مین زید رہتا ہوگا تو البتہ
زید کا گہر شمار مین ہوگا اسواسطے کہ سکونت سے دار مستاجرہ مستاجر کیطرف منسوب ہوتا ہے تو دار مشترکہ بطریق اولی اسکی طرف منسوب ہوگا واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الحدود

یہ کتاب ہے حدود کے مسائل مین چونکہ کتاب الایمان متصل تھی کفارہ پر اور کفارہ دائر بین العبادۃ والعقوبۃ تھا لہذا کتاب الایمان کی بعد مصنف نے کتاب الحدود کو لایا
جو عقوبات خالصہ مین اور حدود چہہ طرح پر مین حد زنا اور حد شرب خمر اور حد مسکرات اور حد قذف اور حد سرقہ اور حد قطع طریق پہر دریافت کرنا چاہیئے کہ
کہ خوبیان حدود کی ظاہر ہین محتاج تقریر اور تحریر کی نہین اسواسطے کہ اسکی دریافت مین فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہین کیونکہ جو افعال قبیحہ کہ فساد کی موجب ہین حدود جاری
ہونے سے وہ موقوف ہوجاتے ہین سو زنا مین تو بربادی ہے اولاد کی گویا زندہ درگور کرنا ہے بسبب ضائع ہوجانے نسب کے اور باقی حدود مین زوال عقل اور بیعزتی اور بربادی
مال ہے اور قباحت ان امور کی عقول سلیمہ مین بدیہی امر ہے ولہذا اباحت اموال و ناموس و زنا و مستی کی کسی دین مین ثابت نہین اگرچہ کبہی شراب مباح تہا و لہذا
حدود مانعہ ان افعال قبیحہ کی حقوق اللہ خالصۃ ہوئی اسلیئے کہ حقوق اللہ خالصہ ہمیشہ مصالح عامہ کو مفید ہوتے ہین کذا فی فتح القدیر ھو لغۃ المنع
جسکی جمع حدود ہے لغت عرب مین عبارت ہے منع یعنی روکدینے سے ولہذا دربان اور قیدخانہ کے داروغہ کو عرب حداد کہتے ہین اسلیئے کہ دربان بھی باہر والونکو اندر جانے سے
روکتا ہے اور قیدخانہ کا داروغہ باہر نکلنے سے روکتا ہے ولہذا اہل اصطلاح ماہیت معرف کو حد کہتے ہین کہ وہ غیر محدود کے دخول کو مانع اور محدود کے افراد کے
خروج کو مانع ہے اور حدود دار اور حدود قریہ انکی نہایات کو کہتے ہین اسواسطے کہ وہ دخول مالک غیر سے مانع ہین اور خروج بعض حقوق کو غیر کیطرف روکتے ہین کذا
فی النہر اور عقوبات خالصہ کو حدود اسواسطے کہا کہ وہ مانع ہین اسباب عقوبات سے اور حدود اللہ اسکے محارم کو کہتے ہین اسلیئے کہ محارم کا فعل ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک
حدود اللہ فلا تقربوھا اور حدود اللہ احکام الہی کو بھی کہتے ہین اسلیئے کہ اونسے آگے بڑھنا ممنوع ہے قال اللہ تعالی تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا کذا فی منح الغفار

واثرعاً عقوبۃ مقدرۃ وجبت حقاً للہ تعالی فلا یجوز الشفاعۃ فیہ بعد الوصول للحاکم اور اصطلاح شرع مین حد عبارت ہی عقوبت مقدرہ
سے جو واجب یعنی فرض ہوتی ہی بجہت حق خدا واسطی باز رکھنی کے افعال قبیحہ سے تو جائز نہین ہی سفارش کرنا حد سے بچانے مین بعد پہنچنے مقدمہ کی طرف
حاکم کے ھ عقوبت عبارت ہی اوس درد اور تکلیف سی جسکا انسان مستحق ہوتا ہی بسبب گناہ کے دنیا مین اور عقاب وہ تکلیف ہی جو انسان کو آخرت مین ہوگی
عقوبت معینہ رجم مین موت سی ہے اور باقی حدود مین کوڑون سی ہی کذا فی النہر بحر الرائق مین کہا کہ تحقیق یہہ ہی کہ حدود موانع ہین قبل فعل کی اور زواجر
ہین بعد فعل کے یعنی حد کی مشروع ہونی کو جاننا مانع ہی فعل کی پیش قدمی سے اور بعد ایقاع فعل کی مانع ہی عود سے اور شفاعت قبل وصول حاکم جائز ہی
تا مقدمہ رجوع کرنیوالا اوسکو چھوڑ دی اور اسیطرح قبل ثبوت گناہ سفارش جائز ہی اسواسطی کہ ہنوز حد ثابت نہین اور بعد وصول اور ثبوت کی سفارش جائز
نہین ہی اسلئے کہ ترک واجب کی طلب ہی و لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید پر باوجودیکہ محبوب رسول اللہ صلعم تھی انکار کیا جب انھون نے عورت
مخزومیہ کی جسنی چوری کی تھی سفارش کی حضرت سی تو فرمایا کیا تو سفارش کرتا ہی خدا کی حد مین پھر فرمایا کہ تم سے آگے کے لوگ اسی مین ہلاک ہوئی کہ جب اونمین
شریف چراتا تھا اوسکو چھوڑ دیتے تھی اور جب ضعیف چراتا تھا تو اوسپر حد قائم کرتی تھی قسم خدا کی کہ اگر فاطمہ محمد کی بیٹی چوری کری تو البتہ اوسکا بھی ہاتھ کاٹونگا
اخرجہ الخمسۃ کذا فی تیسیر الوصول ولیس مطہراً عندنا بل المطہر التوبۃ واجمعوا انہا لا تسقط الحد فی الدنیا اور حد پاک نہین کرتی ہماری نزدیک
بلکہ پاک کرنیوالی گناہ سی توبہ ہی اور اجماع کیا علما نے کہ توبہ کرنا حد کو دنیا مین ساقط نہین کرتا ھ یعنی اقامت حد سی معصیت کا وبال ساقط نہین ہوتا بدون توبہ کے
اور اکثر اہل علم اسکی قائل ہین کہ حد مطہر ہی صحیح بخاری وغیرہ کی حدیث مرفوع کی دلیل سی یعنی فرمایا کہ جو معصیت مین مبتلا ہوا پھر اوسپر پکڑا گیا دنیا مین تو وہ کفارہ ہی
اوس کو واسطی اور جسنی گناہ کیا اور خدا نی اوسکو چھپا ڈالا تو وہ خدا کی اختیار مین ہے چاہی معاف کری چاہی عذاب کری تو علماء حنفیہ نی عدم تطہیر پر آیت قرآنی سی استدلال کیا
قال اللہ تعالی (ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم الا الذین تابوا) یعنی حق تعالی نی فرمایا کہ یہہ یعنی قطاع الطریق کو قتل کرنا اور
سولی پر چڑھانا اور نفی کرنا اونکو واسطی رسوائی ہی دنیا مین اور اونکو آخرت مین عذاب عظیم ہی مگر وہ لوگ جنہون نے توبہ کی تو حق تعالی نی خبر دی کہ اونکو فعل کی جزا عقوبت
دنیاوی اور عقاب اخروی ہی سوا ہی توبہ کرنیوالی کے کہ اوس سی عذاب آخرت بالاجماع ساقط ہو جاتا ہی اسلیے کہ اجماع اہل علم ہی کہ توبہ سی عقوبت دنیاوی ساقط
نہین اور واجب یہہ ہی کہ حدیث بخاری کو توبہ کرنے پر محمول کیجیے اسلیے کہ ظاہر ہی کہ مسلم ضرب اور رجم کی ساتھہ توبہ بھی کر لیتا ہی تو یہہ قید لگانا حدیث مین ضرور ہی
تا قرآن اور حدیث مین اتفاق ہو جائی تقیید ظنی کی بوقت معارضہ قطعی کی متعین ہی نہ بالعکس کذا فی فتح القدیر فلا تعزیر حد لعدم تقدیرہ ولا قصاص حد لانہ
حق الولی جب معلوم ہوا کہ حد عبارت ہی عقوبت معینہ سی بجہت حق خدا تو تعزیر حد نہین بسبب عدم تقدیر اور تعیین کے اور قصاص حد نہین اسواسطی کہ قصاص حق ہی مقتول
کے ولی کا یعنی امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قصاص حق ہی مقتول کا اور وارثون کی طرف بطریق خلافت منتقل ہوتا ہی طحطاوی نے کہا تو تعلیل اخراج قصاص مین یون کہنا
بہتر تھا کہ وہ حق آدمی ہے تا دونون مذہبونکو شامل ہوتا [illegible] اور حاکم قصاص [illegible] اوسکا حق نہین لہذا وہ
عفو کرنیکا مالک نہین والزنا الموجب للحد وطئ وھو ادخال قدر حشفۃ مین ذکر کی اور جو زنا کہ موجب ہی حد کا وہ عبارت ہی جماع سے یعنی آلہ تناسل کی
بقدر حشفہ یعنی سر ذکر کے داخل کرنا ھ شارح نے زنا مین موجب حد کی قید لگائی تا معلوم ہو کہ ہر زنا موجب حد نہین چنانچہ اپنی ولد کی لونڈی سی جماع کرنا اور ادخال بقدر حشفہ
[illegible] زنا عبارت ہی وطی
مکلف سے تو صغیر اور بیہوش نکل گیا ھ مکلف عاقل بالغ کو کہتے ہین تو عاقل کی قید سی بیہوش نکل گیا اور اسیکی مانند مجنون ہی اور بالغ کی قید سی صغیر
نکل گیا تو صغیر اور بیہوش اور مجنون کا جماع موجب حد نہین [illegible] مطلقاً للشبہۃ زنا عبارت ہی وطی مکلف ناطق
یعنی جو بولتا ہو تو اس قید سی گونگی کا جماع کرنا حد زنا سے نکل گیا تو گونگی پر کسیطرح حد نہین بسبب شبہ کی ھ گونگا خواہ اشارہ سی زنا کا اقرار کری خواہ اوسکو زنا پر گواہ

محیط کے قول کو مسلم رکھا ہے اور جو مسئلہ حربی کے اسلام کا فتح القدیر میں مذکور ہے شاید اوسکی بنا اُس شخص کے قول پر ہے جو علم حرمت کو مشروط نہیں کرتا واللہ اعلم ویثبت
بشهادة اربعة رجال فی مجلس واحد فلو متفرقین حُدّوا اور ثابت ہوتا ہے زنا چار مردوں کی گواہی سے ایک مجلس میں سو اگر متفرق چند مجالس میں گواہی
دینگے تو اونپر حد قذف ماریجاویگی ہم اور اگر گواہ تنہا تنہا آوینگے اور گواہوں کے نشست کی جگہ بیٹھینگے اور قاضی کے پاس ایک گواہ بعد دوسرے گواہ کے گواہی
دیگا تو گواہی اونکی مقبول ہوگی اور اگر خارج مجلس ہوں گے تو سب پر حد ماری جاویگی کذا فی المنح عن البحر عن المحیط بلفظ الزنا لا مجرد لفظ الوطی والجماع وظاہر
الدرر ان ما یفید معنی الزنا یقوم مقامہ شہادت بلفظ زنا ثابت ہے نہ فقط لفظ وطی اور جماع کی شہادت اور ظاہر درر سے یہہ ہے کہ جو لفظ کہ معنی زنا کا فائدہ
دیوے وہ قائم مقام زنا ہے ہم ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ کوئی لفظ قائم مقام زنا نہیں تو اگر گواہی دیں کہ اسنے حرام وطی کی تو زنا ثابت نہوگا اور مصنف
نے بلفظ زنا اشارہ کیا کہ اگر دو نے بلفظ زنا گواہی دی اور دو گواہ نے زانی کے اقرار کی گواہی دی تو اوسپر حد نہ ماری جاویگی اور نہ گواہوں پر اور اگر تین گواہ ہو
زنا کی گواہی دی تو تین گواہوں پر حد قذف ماری جاویگی کذا فی المنح ولو کان الزوج احدہم اذا لم یکن الزوج قذفہا ولم یشہد بزناہا بولدہا للتہمۃ
لانہ یدفع اللعان عن نفسہ فی الاول ویسقط نصف المہر لو قبل الدخول ونفقۃ العدۃ او بعدہ فی الثانیۃ ظہیریۃ چار مردوں
کی گواہی سے زنا ثابت ہے اگرچہ ان چار میں ایک زوج ہو عورت کا بشرطیکہ زوج نے اوسکو قبل شہادت کے زنا کا عیب لگایا ہو اور اپنے ولد کے ساتھ زوجہ کے زنا کی
گواہی نہ دی ہو والا اوسکی گواہی مقبول نہوگی بسبب تہمت کے اسواسطے کہ زوج گواہی سے لعان کو دفع کرتا ہے اپنی ذات سے پہلی صورت یعنی قذف میں اور ساقط کرتا ہے نصف مہر
کو اگر قبل دخول گواہی دی ہو اور نفقہ عدت کو ساقط کرتا ہے اگر بعد دخول کے گواہی دی ہو دوسری صورت میں یعنی اپنے ولد کے ساتھ زنا کی گواہی میں فیسألہم الامام عنہ
ای عن ذاتہ الشرعیۃ وہو الایلاج عینی حقیقۃ زنا کی گواہی دیں تو امام یعنی سلطان یا اُسکا نائب گواہوں سے پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے یعنی اسکی شرعی حقیقت
کیا ہے اور خال سے سوال کرے کذا فی شرح العینی ہم فائدہ اس سوال کا یہہ ہے کہ گاہ وطی حرام کو بھی زنا بولتے ہیں اور حدیث میں نظر بازی کو بھی زنا عین فرمایا ہے
مجازا کذا فی المنح وکیف ہو واین ہو ومتی زنی وبمن زنی لجواز کونہ مکرہا او بدار الحرب او فی صباہ او بامۃ ابنہ فیستقصی القاضی احتیالا
للدرء اور سوال کرے حاکم کہ زنا کسطرح ہوا اپنی خوشی یا زبردستی سے اور کہاں ہوا دار الاسلام میں یا دار الحرب میں اور کب زنا ہوا عنقریب یا زمانہ دراز میں
طفلی کے وقت یا بعد بلوغ کے اور کس عورت سے زنا کیا ان سوالات سے غرض یہہ ہے کہ جائز ہے کہ زنا زبردستی مجبوری کی حالت میں ہوا ہو یا دار الحرب میں ہوا ہو یا اوسکی طفلی میں
ہوا ہو یا اپنے ولد کی لونڈی سے ہوا ہو یا گواہ نجانتے ہوں کہ اُسنے اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی سے جماع کیا ہو کذا فی النہر تو قاضی نہایت تفصیل سے سوالات خمسہ مذکورہ کرے
تاکہ کوئی حیلہ پاکر حد ٹلجاوے ہم قبل از ثبوت حد کا ٹالنا بالاجماع ثابت ہے اور مسند جامع کی حدیث مرفوع بروایت ابوہریرہؓ ہے جسکو ابویعلی نے اپنی مسند میں روایت کیا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم یعنی حدود کو ٹالو جہانتک تم سے ہو سکے اور ترمذی میں یہہ حدیث بروایت ضعیفہ مروی ہے کذا فی فتح القدیر
فان بینوہ وقالوا رأیناہ وطئہا فی فرجہا کالمیل فی المکحلۃ ہو زیادۃ بیان احتیالا للدرء سو اگر گواہوں نے بوجوہ خمسہ مذکورہ زنا کو بیان کیا اور کہا کہ ہم
نے اوسکو دیکھا جماع کرتے عورت کی شرمگاہ میں جیسے سلائی سرمہ دان میں یہہ تفسیر مزید بیان ہے حد ٹالنے کی تدبیر کیواسطے والا حقیقت زنا کا سوال کافی ہے لیکن ظاہر کلام فقہا
اسپر دلالت کرتا ہے کہ حکم موقوف ہے اس بیان پر کذا فی المنح طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ اس جملہ کا ذکر کرنا شاہد و نکو ضرور ہے وعُدّلوا سرّا وعلانیۃ اذا
لم یعلم بحالہم اور گواہوں کی عدالت ثابت کیجاوے مخفی اور علانیہ جبکہ حاکم گواہوں کا حال نجانتا ہو ہم تعدیل مخفی کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی گواہوں کے نام اور انکے
محلوں کے نام لکھکر رقعہ مزکی کے پاس بھیجتا دے اوسکے نیچے لکھدیں کہ فلانا عادل مقبول الشہادۃ ہے اور علانیہ تعدیل کا یہہ طریقہ ہے کہ قاضی مزکی اور شاہد کو یکجا جمع کرے
اور لکھے کہ یہی شخص ہے جسکو تونے عادل کہا ہے اور جبکہ حاکم شاہدونکو عادل جانتا ہو تو سوال کرنا اوسکو ضرور نہیں اسواسطے کہ علم حاکم کا تعدیل مزکی سے قوی تر ہے لیکن حاکم
فقط اپنے علم پر بیعوں گواہوں کے حد زنا نہیں مار سکتا اسواسطے کہ شرع نے حاکم کے حکم کو بموجب اپنے دریافت کے ساقط کر دیا ہے یعنی حاکم کا علم تعدیل شہود میں کافی ہے

ملن حد مارنے میں معتبر نہیں کذا فی الطحطاوی عن النہر والفتح حکمہ یہ وجوبا جب تا شہادت مذکورہ سے ثابت ہو تو حاکم اوسکا حکم کرے بنا بر وجوب کے یعنی بسبب ظاہر
ہونے حق کے حاکم کو حکم فرض ہے کذا فی البحر. ثم لفظ الشہادۃ بہ اولی مالم یتہتک فالشہادۃ اولی نہر اور زنا کی گواہی کا ترک کرنا بہتر ہے اور قتیکہ بے حیائی اور پردہ دری
لو بنت درپوچھے پہونچے تو گواہی دینا بہتر ہے کذا فی النہر انتہی پردہ پوشی شرعا مستحب ہے ولہذا زنا میں چار گواہ مفروض ہوئے تو مستحب ہے کہ زنا کی گواہی نہ دے اسواسطے کہ حدیث
شریف وہ ہے کہ جو مسلمان کی پردہ پوشی کریگا خدا اوسکی پردہ پوشی دنیا اور آخرت میں کریگا لیکن جب مرتبہ بے حیائی اور تہتک کی نوبت پہونچے تو اسوقت میں گواہی دینا بہتر
اسواسطے کہ مرضی شارع یہ ہے کہ معاصی اور فواحش سے زمین پاک رہے اور پاکی زمین کی بیباک پر حد مارنے سے ہوتی ہے اور غیر بیباک کے توبہ کرنے سے ویثبت ایضا باقرارہ
صریحا صاحیا ولم یکذبہ الاخر ولا ظہر کذبہ بجبّہ او رتقہا ولا اقرّ بزنا بخرساء او ہی باخرس لجواز ابداء ما یسقط الحد اور ثابت ہوتا ہے زنا زانی
کے اقرار سے بھی بشرطیکہ اقرار صحیح ہو حالت ہوشیاری میں اور دوسرے نے اوسکی تکذیب نکی ہو اور خود مقر کا کذب مقطوع الذکر ہونے سے یا عورت کی شرمگاہ بستہ ہونے سے
ظاہر نہوا ہو اور مرد نے اپنے زنا کرنیکا گونگی عورت کے ساتھ اقرار نکیا ہو یا عورت نے گونگے مرد سے اپنے زنا کرنے کا اقرار نکیا ہو بسبب احتمال ظاہر کرنے گونگے کے
اس امر کو جو حد کو ساقط کرتا یعنی اگر دوسرا شخص گونگا نہوتا ناطق ہوتا تو جائز ہے کہ کوئی امر واقع حد بیان کرتا تو اس اشتباہ سے دونوں پر حد نہ ماری جاویگی اور نیز
اقرار سے گونگے کا اقرار بطور اشارہ اور کنایت نکل گیا اور ہوشیار کے اقرار سے مست کا اقرار نکل گیا اور اگر مرد نے اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو مرد سے بھی حد
ساقط ہو جاویگی اور اگر عورت نے اقرار کیا اور مرد نے انکار تو عورت سے بھی حد ساقط ہوگی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا فی المنح عن الظہیریۃ ولو
اقرّ بہ او بسرقۃ فی حال سکرہ لا یحد ولو سرق او زنی حد لان الانشاء لا یحتمل التکذیب والاقرار یحتملہ اور اگر مستی کی حالت میں
زنا یا چوری کا اقرار کیا تو حد نہیں اور اگر مستی کی حالت میں چوری یا زنا کیا تو حد ماری جاویگی اسواسطے کہ ایجاد سرقہ اور زنا کا تو مشاہدہ ہے اور تکذیب کا محتمل نہیں
اور اقرار تکذیب کا محتمل ہے کذا فی النہر تو بسبب احتمال مستی کے اقرار میں معتبر ہے اور نہ غیر مستی میں کذا فی المنح اربعا فی مجالسہ ای المقر الاربعۃ یعنی اقرار
ثبوت زنا ہے چار بار مقر کی چار مجلسوں میں انتہی تعدد مجالس مقر شرط ہے نہ تعدد مجالس حاکم اسواسطے کہ ماعز اسلمی نے تا وقتیکہ چار بار چار مجلس میں اقرار نکیا رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ثبوت زنا کا حکم نہ دیا تو اگر چار بار کے اقرار سے کمتر میں زنا ظاہر ہوتا تو حضرت تاخیر نفرماتے بسبب اجبت فی حکم کے کذا فی المنح تو اگر ایک شخص چار بار
ایک مجلس میں اقرار کرے تو وہ ایک ہی اقرار کے برابر ہے کلما اقر ردّہ بحیث لا یراہ جبکہ زانی اقرار کرے تو حاکم اوسکو ہٹا دیوے اپنے سامنے اسطرح پر کہ حاکم کو مقر
نظر نہ آوے انتہی یعنی اختلاف مجالس مقر کی یہ صورت ہے کہ جب وہ اقرار کرے تو قاضی اوسکو ہٹا دیوے یہانتک کہ قاضی کی نظر سے غائب ہو جاوے پھر مقر آوے اور اقرار
کرے کذا فی العالمگیریۃ من الکافی لیکن یہ دور کرنا تین بار میں ہے نہ چوتھی بار میں کذا فی النہر وسألہ کما مرّ حتی عن المزنی بہا لجواز بیانہ بامۃ ابنہ مثلا اور سوال
کرے قاضی مقر سے جیسا کہ ذکر ہو چکا یعنی سوالات خمسہ مانند گواہوں کے مقر سے بھی کرے یہانتک کہ جس عورت سے زنا کیا ہے اوسکو بھی پوچھے بسبب احتمال بیان کرنے مقر کے کہ اوسنے
بیٹے کی لونڈی سے قربت کی کذا فی النہر انتہی ماہیت زنا اور کیفیت اور مکان زنا سے سوال کرنا تو بالاتفاق لازم ہے اور زمان زنا سے سوال بقول اصح اور عورت کا بھی سوال
کرنا کہ شاید اس عورت کا ذکر کرے جسکی وطی سے حد نہیں کذا فی النہر الفائق فان بیّنہ کما یحق حدّ سو اگر مقر نے سوالات خمسہ کے جواب کو جیسا کہ حق ہے بیان کیا
تو اسپر حد واقع ہوگی فلا یثبت بعلم القاضی ولا بالبیّنۃ علی الاقرار جب معلوم ہو چکا کہ ثبوت زنا گواہی یا اقرار پر موقوف ہے تو ثابت نہوگا قاضی کی دانست سے
ورنہ زانی کے اقرار کے گواہوں سے انتہی علم قاضی تو اسلیئے کہ حدود میں باجماع صحابہ اگرچہ قیاس مقتضی ہو اوسکی اعتبار کا نہیں کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور بغیر حاکم کے روبرو
اقرار زنا کرنا بھی معتبر نہیں اگرچہ چار بار اقرار کیا ہے لہذا اقرار کی گواہی بھی مقبول نہیں ہے اسواسطے کہ اگر وہ منکر ہے تو اسکا رجوع ثابت ہوا اور اگر مقر ہے تو گواہوں کی کچھ
حاجت نہیں کذا فی الفتح واو تقادم البیّنۃ فان شہدوا بعد تقادم لم یحد عند الثانی وہو الاصح اور اگر قاضی نے گواہوں پر حکم کیا یعنی گواہی مسلم رکھی پھر زانی نے ایک بار اقرار
زنا کا کیا تو اوسپر حد ماری جاویگی ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ شہادت انکار پر قائم ہوتی ہے پھر جب اوسنے اقرار کیا تو گواہی کی کچھ حاجت نہ رہی

اقرار معتبر ہوا اور چونکہ اقرار چار بار نہیں لہذا حد نہیں اور اگر قبل قضا کے شہادت اقرار کیا تو باتفاق صاحبین حد ساقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو اقر دون اربع بطلت
الشہادۃ اجماعا کما سیجیء اور اگر چوتھی بار بھی اقرار کیا تو بالاجماع شہادت باطل ہو گئی اور اوسپر حد واقع ہوگی بوجہ اوسکے اقرار کے ویخلی سبیلہ ان رجع عن اقرارہ
قبل الحد او فی وسطہ ولو برجوعہ بالفعل کہربہ بخلاف الشہادۃ اور چھوڑ دیا جاویگا مقر اگر اوسنے اپنے اقرار سے رجوع کیا قبل حد کے یا درمیان حد کے
اگرچہ اپنا رجوع فعلی ہو جیسے اوسکا بھاگ جانا بخلاف شہادت کے یعنی اگر زنا شہادت سے ثابت ہو پھر وہ سنگساری سے بھاگا تو اوسکے پیچھے پتھر مارتے چلے جاویں گے یہانتک
کہ وہ مر جاوے بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ رجوع خبر ہے صدق کو محتمل ہے مانند اقرار اور کوئی اوسکا مکذب نہیں تو شبہہ پڑا لہذا چھوڑ دیا جاویگا کذا فی النہر وانکار
الاقرار رجوع کما ان انکار الردۃ توبۃ کما سیجیء اور انکار اقرار کا رجوع ہے اقرار سے جیسا انکار ارتداد کا توبہ ہے چنانچہ اسکا بیان باب الارتداد میں آویگا وکذا
یصح الرجوع عن الاقرار بالاحصان لانہ لما صار شرطا للحد صار حقا للہ تعالی فصح الرجوع عنہ لعدم المکذب بحر اور اسیطرح صحیح ہے
رجوع کرنا احصان کے اقرار سے اسواسطے کہ احصان جب شرط ہوا حد کی تو خالص حق اللہ ہو گیا تو اوس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے بسبب عدم
مکذب کے کذا فی البحر بخلاف حق العبد یعنی قصاص اور حد قذف میں اقرار کرکے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے اسواسطے کہ اوسکا تکذیب کرنیوالا انسان موجود ہے یعنی عبد وکذا عن سائر
الحدود الخالصۃ للہ کحد شرب وسرقۃ وان ضمن المال اور اسیطرح صحیح ہے رجوع کرنا باقی حدود کے اقرار سے جو حدود کہ خالص حق اللہ ہیں جیسے حد شرب
اور حد سرقہ اگرچہ چوری کے اقرار میں ضمانت مال لازم ہوگی وندب تلقینہ الرجوع بلعلک قبلت او لمست او وطئت بشبہۃ لحدیث ماعز
اور مستحب ہے حاکم کو تلقین کرنا اقرار سے پلٹ جانیکا اسطرح کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا مساس کیا ہوگا یا شبہہ سے وطی کی ہوگی بدلیل حدیث ماعز کے یا یوں کہے کہ شاید تو نے
نکاح کر لیا ہوگا بخاری میں مروی ہے جب ماعز اسلمی نے زنا کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تو نے بوسہ لیا ہوگا یا غمزہ یا نظر کی ہوگی خلاصہ
یہ ہے کہ اس چیز کی تلقین کرے جس سے حد ٹلجاوے کذا فی النہر سنن ابو داؤد اور نسائی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا پھر اوسنے چار بار زنا کا اقرار کیا ہر بار حضرت اعراض کرتے تھے پھر پانچویں بار متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ فعل تو نے کیا تھا کہ وہ اوس میں غائب ہو گیا اوسنے کہا ہاں
فرمایا جیسے سلائی غائب ہو جاتی ہے سرمہ دانی میں یا رسی کنوئیں میں اوسنے کہا ہاں پھر فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے اوسنے کہا ہاں میں نے اس عورت سے حرام فعل کیا
جیسا کہ مرد اپنی حلال عورت سے کرتا ہے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھکو پاک کیجیے پھر وہ سنگسار ہوا اور سنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ ماعز بن
مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے زنا کیا سو مجھکو کتاب اللہ کا حکم پہنچائیے حضرت نے منہ پھیر لیا پھر آیا یہانتک کہ چار بار اقرار کیا حضرت نے فرمایا
تو نے چار بار کہا سو کس عورت سے یہ فعل کیا کہا فلانی عورت سے فرمایا کہ کیا تو اوسکے پاس لیٹا تھا کہا ہاں فرمایا کیا اوس سے
مباشرت کی تھی کہا ہاں فرمایا کیا اوس سے جماع کیا تھا بولا ہاں پھر حضرت نے اوسکی سنگساری کا حکم دیا پھر جب پتھر پڑنے لگے تو نکل بھاگا اور لوگوں نے اسکے
پکڑنے میں تھک گئے عبد اللہ بن انیس کو ملا انہوں نے لکڑی سے مارا تو مار ڈالا پھر عبد اللہ نے یہ قصہ حضرت سے عرض کیا ارشاد ہوا کیوں نہ تم نے اوسکو چھوڑ دیا
شاید وہ توبہ کرتا سو خدا اوسکی توبہ قبول کرتا کذا فی فتح القدیر ادعی الزانی انہا زوجتہ سقط الحد عنہ وان کانت زوجۃ للغیر بلا بینۃ بدون گواہوں کے
دعوی کیا زانی نے کہ عورت اوسکی زوجہ ہے تو اوس سے حد ساقط ہوگی اگرچہ وہ عورت غیر کی زوجہ ہو بلا بینہ متعلق ہے ادعی کے کذا فی الطحطاوی ولو نکحہا بعدہ ای
بعد زناہ او اشتراہا لا یسقط فی الاصح لعدم الشبہۃ وقت الفعل نہر اور اگر زانی نے عورت سے نکاح کیا بعد زنا کے یا اوسکو خرید کیا تو اوس سے حد ساقط
نہ ہوگی قول اصح پر بسبب عدم شبہہ کے وقت فعل کے کذا فی النہر [illegible] فان کان محصنا رجمہ فی فضاء
حتی یموت ویصطفون کصفوف الصلاۃ لرجمہ کلما رجم قوم تنحوا ورجم آخرون اور اگر محصن ہو تو [illegible] کھلے میدان میں سنگسار کیا جاوے یہانتک کہ وہ مر جاوے
اور لوگ صف باندھکر کھڑے ہوں جیسے نماز میں [illegible] جب ایک قوم سنگسار کر چکے تو وہ ہٹ جاوے اور دوسری قوم سنگسار کرے [illegible]

محصن کا رجم یعنی سنگساری اور پتھر مارنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر المعنی ہے مانند علی مرتضی کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت کی اگرچہ تفاصیل اور خصوصیات
کی روایات آحاد ہیں اور اسی پر اجماع صحابہ اور اتفاق مسلمین ہے اور انکار خارجیوں کا مشروعیت رجم میں باطل ہے اجماع قطعی اوسکا مبطل ہے اور جبکہ خارجیون
نے عمر بن عبد العزیز پر وجوب رجم پر تشنیع کی تو کہا کہ رجم کتاب اللہ سے ثابت نہیں اونہون نے الزام دیا خارجیون کو کہ اعداد رکعات اور مقادیر زکوۃ بھی قرآن سے
ثابت نہیں پھر اسکو کیون منکر ہو خارجیون نے کہا کہ یہہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمین کے فعل سے ثابت ہے اونہون نے جواب دیا کہ رجم بھی اسیطرح ثابت ہے بلا تفاوت
کذا فی فتح القدیر فلو قتله شخص او فقأ عينه بعد القضاء به فهدر وينبغي ان يعزر لافتياته على الامام پھر اگر اوسکو قتل کر ڈالا کسی شخص نے یا اوسکی
آنکھ پھوڑی بعد حکم دینے سنگساری کے تو قاتل پر قصاص نہیں اور نہر الفائق میں کہا کہ لائق یون ہے وہ شخص تعزیر دیا جاوے بسبب تعدی کرنے اُس شخص کے حاکم پر ولو
قتله اى قبل القضاء به يجب القصاص فى العمد والدية فى الخطاء لان الشهادة قبل الحكم بها لا حكم لها اور اگر کسی نے قتل کیا یا آنکھ پھوڑی قبل
دینے حکم رجم کو تو قتل عمد میں قصاص اور قتل خطا میں خونبہا قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ گواہی حکم دینے سے پہلے معتبر نہیں یعنے جبتک گواہی کو موافق حاکم حکم نہ دے
تو گواہی کا کچھ اعتبار نہیں یعنی شہادت بلا قضا ثبت رجم نہیں کہ قصاص غیرہ قاتل پر لازم نہ آوے والشرط بداءة الشهود به ولو بحصاة صغيرة الا لعذر
كمرض فيبدء الامام بحضرتهم اور وجوب رجم کی شرط یہہ ہے کہ پہلے گواہ سنگسار کرین اگرچہ چھوٹی کنکری سے مارین مگر بسبب عذر کے جیسے بیماری تو قاضی
اول پتھر مارے شاہدون کے سامنے ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی کہ علی مرتضی کے سامنے جب گواہ زنا کی شہادت دیتے تھے تو شاہدونکو
سنگساری کا حکم دیتے تھے تو آپ مارتے تھے پھر لوگ مارتے تھے اور اگر زنا اقرار سے ثابت ہوتا تھا تو آپ ابتدا ہی رجم کرتے تھے پھر
لوگ مارتے تھے کذا فی فتح القدیر فان ابوا او ماتوا او غابوا او قطعوا بعد الشهادة او بعضهم سقط الرجم لفوات الشرط ولا يحدون فى الاصح
پھر اگر گواہون نے پتھر مارنے سے انکار کیا یا وہ مرگئے یا غائب ہوگئے یا اونکے دونو ہاتھ کاٹے گئے بعد گواہی دینے کے یہہ حال سب گواہون کا ہوا یا بعض کا تو پتھر مارنا ساقط
ہوگیا بسبب نہ پائے جانے شرط کے اور اس انکار وغیرہ سے گواہون پر حد نہ ماری جاویگی بقول اصح اسواسطے کہ مارنا صبر کا سبب نہیں کذا فی المنح کما لو خرج
بعضهم عن الاهلية للشهادة بفسق او عمى او خرس او قذف ولو بعد القضاء لان الامضاء من القضاء فى الحدود چنانچہ رجم ساقط ہوتا ہے
اگر کوئی گواہ اہلیت شہادت سے خارج ہوگیا بسبب فسق یا اندھے یا گونگے ہوجانے کے یا بسبب قذف کے اگرچہ عدم اہلیت بعد حکم دینے رجم کے ہوگئی ہو اسواسطے کہ حد کا
جاری کردینا حکم میں داخل ہے تو جب حد واقع نہیں ہوئی اور شہادت پر عمل کرنیکا مانع ظاہر ہوگیا تو بعد قضا کے گویا شہادت پر حکم دینا اصلا حاصل نہوا کذا فی الطحطاوی
وهذا لو محصنا اما غيره فيحد فى الموت والغيبة كما فى الحاوى اور یہہ یعنی ساقط ہونا رجم کا اوسوقت ہے جبکہ زانی محصن ہے اور اگر غیر محصن ہو تو اوسپر حد ماری جائیگی
گواہونکی موت اور غائب ہونے میں چنانچہ حاکم کی موت اور غیبت میں حد واقع ہوتی ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی اور بعض نسخہ میں بجائے کما فی الحاکم کے کافی حاکم ہے اور یہی نسخہ
بہتر ہے کہ اصل عبارت نہر الفائق سے ہے اور نہر الفائق میں حاکم شہید کی کافی سے یہہ مسئلہ منقول ہے اسطرح وفى غير المحصنين قال الحاكم الشهيد فى الكافى يقام عليه الحد
فى الموت والغيبة یعنی اور غیر محصن میں حاکم شہید نے کافی میں کہا ہے کہ اوسپر حد قائم ہوگی شاہدونکی موت اور غیبت میں کذا فی الطحطاوی ثم اور بعینہا یہی عبارت
فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے ثم لا امام هذا ليس شرطا كيف وحضوره ليس بلازم قاله ابن الكمال وما نقله المصنف عن الكمال تعقبه فى
النهر پھر شاہدون کے بعد سلطان یا اوسکا نائب پتھر مارے یہہ یعنی حاکم کا مارنا لازم نہیں کیونکہ لازم ہو حالانکہ حاضر ہونا حاکم کا سنگساری کے مقام میں لازم
نہیں یہہ کہا ہے ابن کمال نے ایضاح الاصلاح میں اور جو مصنف نے اپنی شرح میں کمال الدین کی فتح القدیر سے نقل ہے اوسپر اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں
نہر الفائق نے منح الغفار میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ شہود کے بعد امام کا رجم مذکور کرنا اسکا مقتضی ہے کہ اگر بعد شہود کے امام نہ مارے تو حد ساقط ہوجاوے بسبب انتفاء
مانند شہود کے نہر الفائق میں کہا کہ یہہ اوسوقت تمام ہے جب حضور امام مسلم ہو مانند شہود کے ثم الناس افاد فى النهر ان حضورهم ليس بشرط فرميهم

کذلک فلو امتنعوا لم یسقط پھر حاکم کے بعد اور لوگ پتھر ماریں نہر الفائق میں بیان کیا کہ لوگوں کا حاضر ہونا شرط نہیں رجم کی تو اونکا مارنا بھی ایسا ہی ہے
تو اگر وہ مارنے سے انکار کریں تو بھی حد ساقط نہو گی ھھ نہر الفائق میں درایہ سے نقل کیا کہ امام کو مستحب ہے کہ حکم کرے چند مسلمین کو کہ اقامت حد پر حاضر ہوں صاحب نہر نے استحباب
کی تعبیر سے استدلال کیا کہ حضور مسلمین شرط نہیں ویبدأ الامام لو مقرا مقتضاہ انہ لو امتنع لم یحل للقوم رجمہ وان امرھم لفوت شرطہ فتح لکن
سیجیء انہ لو قال قاض عدل قضیت علی ھذا بالرجم وسعک رجمہ وان لم تعاین الحجۃ اور رجم شروع کرے حاکم اگر زانی نے زنا کا اقرار کیا
ہو ابتدای حاکم کا مقتضا یہ ہے کہ اگر حاکم نہ مارے تو قوم کو اوسکا رجم کرنا حلال نہیں اگرچہ وہ لوگوں کو مارنے کا حکم کرے بسبب فوت ہونے اوسکی شرط کے یعنی بدایت امام کذا فی الفتح
لیکن آگے آویگا کہ ایک شخص سے قاضی عادل کہے کہ میں نے اس شخص پر رجم کا حکم کیا ہے تو تجکو اوسکا رجم کرنا جائز ہے اگرچہ تو نے حجت کو یعنی اقرار یا گواہونکو معاینہ نکیا ہو
حاصل استدراک شارح یہ ہے کہ جس شخص کو قاضی نے خبر دی اوسکی اباحت رجم میں بدایت رجم قاضی شرط نہیں صاحب البحر الرائق نے کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام ماعز کے رجم
میں قطعا حاضر نہوے بلکہ لوگوں نے حضرت کے امر سے رجم کیا تھا کذا فی الطحطاوی ویکرہ للمحرم الرجم وان فعل لا یحرم المیراث اور قرابت دار محرم
کو رجم کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ غیر کا مارنا کافی ہے اور اگر ماریگا تو مقتول کی میراث سے محروم نہوگا ویغسل ویکفن ویصلی علیہ لما انہ علیہ الصلوۃ والسلام صلی علی الغامدیۃ
اور رجم سے مارا گیا اوسکو غسل اور کفن دیا جاوے اور اوسپر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے غامدیہ پر جو زنا کے اقرار سے
ماری گئی تھی نماز پڑھی تو عمر فاروق نے کہا یا رسول اللہ آپ اسپر نماز پڑھتے ہیں تو فرمایا کہ اوسنے ایسی توبہ کی کہ اگر اوسکی توبہ اہل مدینہ کے ستر آدمیوں پر تقسیم کیجاوے
تو اونپر پھیل جاوے اور تو نے کسیکی توبہ اس سے افضل پائی کہ اوسنے اپنی جان اللہ کیواسطے دی تھی چنانچہ یہ حدیث صحاح ستہ میں سوای بخاری کے بروایت عمران بن حصین مروی
ہے اور ابن ابی شیبہ نے بریدہ سے روایت کی کہ جب ماعز سنگسار ہوا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اب کیا کریں ماعز کے ساتھ فرمایا کہ جو اوسکے ساتھ جو اپنی موتی کے ساتھ کرتے ہو
از قسم غسل اور کفن اور خوشبو اور نماز جنازہ کذا فی فتح القدیر وغیر المحصن یجلد مائۃ ان حرا ونصفہا للعبد بدلالۃ النص والمراد بالمحصنات فی الآیۃ
الحرائر ذکرہ البیضاوی وغیرہ اور زانی غیر محصن کو سو کوڑے مارے جاویں اگر وہ آزاد ہو اور اوسکا نصف یعنی ۵۰ کوڑے غلام کو مارے جاویں بطریق دلالت نص
اور محصنات سے مراد آیت قرآنی میں آزاد عورتیں ہیں ایسا ہی ذکر کیا ہے بیضاوی وغیرہ مفسرین نے ھھ سو کوڑے مارنا قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے الزانیۃ
والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ یعنی عورت زانیہ اور مرد زانی ہر ایک کو انمیں سے سو کوڑے مارو اور یہ آیت محصن اور غیر محصن دونوں کو شامل ہے
لیکن محصن کے حق میں کوڑے مارنا منسوخ ہے اور تعیین ناسخ میں رجم کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے واسطے کافی ہے تو نسخ قرآن کا سنت قطعی سے ہوا اور زانی
غلام غیر محصن پر ۵۰ کوڑے اس آیت قرآنی سے بطور دلالت ثابت ہیں قال اللہ تعالی فان اتین بفاحشۃ فعلیہن نصف ما علی المحصنات من العذاب
یعنی حق تعالی نے لونڈیوں کے حق میں فرمایا کہ اگر وہ زنا کریں تو اون پر آدھا عذاب ہے جو محصنات پر ہے محصنات سے مراد آزاد عورتیں ہیں تو عبارت النص سے
لونڈیوں پر بیبیوں کا آدھا عذاب ثابت ہوا اور چونکہ رقیت اور مملوکیت عورتوں و مردوں میں کچھ فرق نہیں تو غلام میں نصف عذاب بطریق دلالت النص ثابت ہو گیا کذا
فی فتح القدیر وذکر الزیلعی انہ غلب الاناث علی الذکور لکنہ عکس القاعدۃ اور ذکر کیا ہے زیلعی نے کہ غلبہ دیا گیا عورتوں کو مردوں پر لیکن یہ قول
قاعدہ اصولیہ کے بالعکس ہے علامہ زیلعی نے شرح کنز میں کہا کہ آیت مذکورہ یعنی فعلیہن نصف ما علی المحصنات نے غلاموں کو لونڈیوں کے حکم میں تغلیبا داخل کردیا تو اس تقدیر میں
غلاموں کا حکم عبارۃ النص سے ثابت ہوگا نہ دلالۃ النص سے لیکن یہ تقریر اصول کے مخالف ہے اسواسطے کہ اصول میں ثابت ہے کہ عورتیں حکم میں تابع مردوں کی ہیں تو تغلیب
عورتونکی مردوں پر ہے والعبد لا یحدہ سیدہ بغیر اذن الامام ولو فعلہ ہل یکفی الظاہر لا لقولہم ان رکنہ اقامۃ الامام اور غلام کو حد نہ مارے اوسکا مالک
بدون اذن امام کے اور اگر مالک نے حد ماریگا تو کیا کافی ہے ظاہر یہ ہے کہ کافی نہیں بسبب اس قول فقہا کے کہ حد کا رکن اقامت امام ہے کذا فی النہر ھھ عبد اللہ بن مسعود اور ابن عباس
اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے ... [illegible] ... حنفیہ نے اپنی کتب میں روایت کیا ہے کہ چار چیزیں حکام کیطرف ہیں حدود اور صدقات اور جمعات اور فی [illegible] لیکن [illegible]

عبد بلا اذن الامام جائز ہی یعنی غلام کی تادیب بین اسکو امام سے پوچھنا ضرور نہین اسلیے کہ تعزیر حق العبد ہی تو تادیب کا اوسکو اختیار ہی بخلاف حد کو کہ وہ حق اللہ ہی تو اسکی اقامت نائب شرع کریگا یعنی امام یا اوسکا نائب کذا فی الفتح والمنح یتقی بسوط لا عقدۃ لہ فی الصحاح ثمرۃ السیاط عقد اطرافہا متوسطا بین الجارح وغیر المؤلم غیر مخصص یعنی حد مارنے والا ایسے کوڑے سے بچیگا جسمین گرہ نہو ضرب بحالت متوسط ہونہ زخمی کرڈالے نہ محض تکلیف ہو صحاح جوہری مین ہی کہ ثمرۃ السیاط اونکی عقد اطراف کو کہتے ہین شارح نے اشارہ کیا کہ عقدہ سوط اور ثمرہ سوط ایک ہی چیز ہی اور ضرب متوسط کا فائدہ یہہ ہی کہ زخم سے خوف ہی ہلاک کا اور بلا تکلیف منفعت مقصود فوت ہی کذا فی الہدایۃ وتنزع ثیابہ خلا ازار لیستر عورتہ اور مارنے کی وقت اوسکے کپڑے اوتارے جاوین سوائے ازار کے واسطے ستر عورت کے وفرق جلدہ علی بدنہ خلا راسہ ووجہہ وفرجہ وقیل وصدرہ وبطنہ اور اوسکی بدن پر جابجا کوڑے مارے جاوین سوا اوسکے سر اور منہ اور شرمگاہ کے اور بعضون نے کہا اور سوا اوسکی چھاتی اور پیٹ کے ہم تفریق ضرب کا یہہ فائدہ کہ ایک جگہ مارنے سے خوف ہی ہلاک کا اور عضو اجزی ہی نہ متلف ولو جلدہ فی یوم خمسین متوالیۃ ومثلہا فی الیوم الثانی اجزا علی الاصح جوہرہ اور اگر زانی کو پچاس کوڑے مارے اور اتنے دوسرے دن مارے تو کافی ہی بنا بر قول اصح کے کذا فی الجوہرہ وقال علی رضی اللہ عنہ یضرب الرجل قائما والمراۃ قاعدۃ فی الحدود والتعازیر غیر ممدود علی الارض کما یفعل فی زماننا فانہ لا یجوز نہر وکذا لا یمد السوط لان المشترک فی النفی یعم ابن کمال اور فرمایا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہ مرد مارا جاوے کھڑا اور عورت بیٹھی حدود اور تعزیرات مین لٹاکر زمین پر جیسا کہ ہمارے وقت کے قاضی کرتے ہین کذا فی النہر اور اسیطرح کوڑے کو بھی نہ کھینچکر مارے یعنی ہاتھ کو سر پر اوٹھا کر مارے نہ اوسکے بدن پر کھینچے اسواسطے کہ لفظ مشترک نفی مین عام ہوجاتا ہی کذا ذکرہ ابن کمال ہم مشترک سے مقصود وکا لفظ مراد ہی جو نفی یعنی لفظ غیر کے تحت مین واقع ہوا ہی لہذا تینون معانی مین عام ہی یعنی حدود کو زمین پر لٹانا یا کوڑا اوٹھانا یا کوڑے کو اوسکے بدن پر کھینچنا فتح القدیر مین مصنف عبد الرزاق سے علی مرتضی کا اثر یون مروی ہی یضرب الرجل قائما والمراۃ قاعدۃ فی الحدود ولا تنزع ثیابہا الا الفرو والحشو وتضرب جالسۃ لما رویناہ اور نہ اوتارے جاوین عورت کے کپڑے مگر پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا کپڑا اور ماری جاوے عورت بیٹھی بدلیل اوس اثر کے جسکو ہم ابھی روایت کرچکے ویحفر لہا الی الصدر فی الرجم وجاز ترکہ لستر ہا بثیابہا اور عورت کے واسطے گڑھا کھودا جاوے اوسکی چھاتی تک سنگسار مین اور اوسکا ترک بھی جائز ہی بسبب ستر عورت کے اوسکے کپڑون مین ولا یحفر للرجل ذکرہ الشمنی ولا یربط ولا یمسک ولو ہرب فان ہو مقر لا یتبع والا اتبع حتی یموت کما مر اور جائز نہین گڑھا کھودنا مرد کے واسطے رجم مین چنانچہ اسکو شمنی نے ذکر کیا ہی اور رجم کے واسطے مرد نہ باندھا جاوے نہ کوئی اوسکو پکڑے رہے مگر جبکہ بھاگا ہی تو باندھنا اور پکڑنا جائز ہی کذا فی الفتح اور اگر پتھر مارنے سے بھاگے تو اگر ثبوت زنا اوسکے اقرار سے ہوا ہو تو اوسکا پیچھا نکرنا چاہیے اور اگر گواہی سے ثبوت ہوا تو پتھر مارتے رہو اور اوسکا پیچھا کرنا چاہیے یہانتک کہ مرجاوے چنانچہ گذر گیا ولا جمع بین جلد ورجم فی المحصن ولا بین جلد ونفی ای تغریب فی البکر وفسرہ فی النہایۃ بالحبس وہو احسن واسکن للفتنۃ من التغریب لانہ یعود علی موضوعہ بالنقض اور جمع کرنا درمیان کوڑے مارنے اور پتھر مارنے کے محصن مین جائز نہین اور درمیان کوڑے مارنے اور نفی یعنی شہر سے نکال دینے کے کنوارے مین جائز نہین اور نہایہ مین نفی کی تفسیر لکھی ہی جبس کے ساتھ اور یہی یعنی قید کرنا بہتر اور فساد کا روکنے والا ہی نکال دینے سے اسواسطے کہ اگر وہ مسافر ہوگا پھر وہی کام کریگا جیسا پہلی کریگا یعنی نکالدینے مین منع بانی نہ رہی اسواسطے کہ سفر مین اپنی قوم کی کچھ حیا نہین ہم جمع بین الجلد والرجم باتفاق ائمہ اربعہ جائز نہین لیکن اہل ظاہر اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دوسری روایت مین جمع ثابت ہی عبادہ بن الصامت کی حدیث کی دلیل سے جسکو مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البکر بالبکر جلد مائۃ وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائۃ ورجم یعنی فرمایا کنوارے کو ساتھ کنواری کے سو کوڑے اور ایک سال نکال دینا اور بیاہا ساتھ بیاہی کے سو کوڑے اور سنگسار ہی جمہور کا یہہ جواب ہی کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز وغیرہ کو رجم کیا اور کوڑے نہین مارے تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ جمع بین الرجم والجلد کا حکم منسوخ ہی علاوہ اسکے رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کیا فائدہ اور جلد اور نفی کا جمع کرنا امام شافعی اور ... کے نزدیک ... بدلیل اول حدیث مذکور اور اسکا جواب یہہ ہی کہ فقط کوڑے مارنے کا حکم کتاب اللہ سے ثابت ہی تو اگر کوڑے کے ساتھ نکال دینا بھی داخل حد ہو تو الزام آوے زیادۃ الخ

بحدیث احاد حالانکہ یہ جائز نہیں کذا فی فتح القدیر بلحاظ انہا سیاسۃ وتعزیر فیفوض للامام وکذا فی کل جنایۃ نص مگر با عتبار سیاست اور تعزیر کے
البتہ جمع بین الجلد والنفی جائز ہے نہ بنا برحد کے پھر سبب جمع کرنا بنا بر تعزیر کے ہوا تو اسکا اختیار کرنا امام کو مفوض ہے اگر وہ مصلحت دیکھے تو جمع کرے اور اسیطرح ہر قصور میں امام کو اختیار
ہے کذا فی النہر تو یہ جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا کوڑے مارنا اور نفی میں مروی ہے تو تعزیر پر محمول ہے نہ حد پر کذا فی الہدایہ ویرجم مریض زنی ولا یجلد حتی یبرأ
الا ان یقع الیأس من برئہ فیقام علیہ یعنی اور سنگسار کیا جاوے وہ مریض جسنے زنا کیا اسواسطے کہ سنگساری سے اسکو مار ڈالنا ہے اور کوڑے نہ مارا جاوے
بیمار [illegible] جب تک اچھا نہو جاوے مگر یہ کہ اسکی صحت ہونا امید ہو جاوے پھر تو اوسپر حد قائم کیجاوے کذا فی البحر یعنی جب صحت ہونا امید ہو مریض کو بقدر احتمال کے مارنا
چاہیے اسواسطے کہ فتح القدیر میں مصرح ہے کہ جب مریض کی صحت کی امید نہو جیسا کہ مسلول یا نہایت ضعیف الخلقت ہو تو ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک اوسکو کھجور کے
گودہ سے ایکبار مارنا چاہیے جسمیں سو شاخیں ہوں طحاوی نے مسند اور ابن ماجہ سے حدیث روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کی حد مارنیکو فرمایا
صحابہ نے کہا یا رسول اللہ وہ نہایت ضعیف الخلقت ہے اگر ہم اسکو مارینگے تو مقتول ہو جاویگا فرمایا کہ کھجور کی گودہ جسمیں سو شاخیں ہوں پھر اوسکو ایکبار مارو چنانچہ
ایسا ہی کیا ہم اسی مضمون کی حدیث تیسیر الوصول میں ابوداؤد اور نسائی سے مروی ہے ویقام علی الحامل بعد وضعہا لا قبلہ اصلا بل تحبس لو زناہا ببینۃ
اور حد قائم کیجاوے حاملہ عورت پر بعد وضع حمل کے نہ قائم ہو حد قبل وضع کے اصلا بلکہ حاملہ قید کیجاوے اگر اوسکا زنا گواہی سے ثابت ہوا ہو یعنی بتقرہ کہ قید کرنا چاہیے
فان کان حدہا الرجم رجمت حین وضعت الا اذا لم یکن للمولود من یربیہ فحتی یستغنی پھر اگر حاملہ کی حد رجم ہو تو اوسکو رجم کرنا چاہیے وضع حمل کے
وقت مگر جبکہ مولود کا کوئی پالنے والا نہو تو اوسپر رجم نہو یہانتک کہ لڑکا مستغنی ہو یعنی جبکہ وہ روٹی کھانے لگے ولو ادعت الحبل یریہا النساء فان قلن
نعم حبسہا سنتین ثم رجمہا اختیار اور اگر زانیہ نے حاملہ ہونیکا دعوی کرے تو حاکم اوسکو عورتوں کو دکھاوے سو اگر وہ کہیں کہ ہاں وہ حاملہ ہے تو اوسکو قید رکھے دو سال
تک پھر اوسکو پتھر مارے کذا فی الاختیار وان کان الجلد فبعد النفاس لانہ مرض اور اگر حد حاملہ کی کوڑے مارنا ہو تو نفاس کے بعد اقامت حد چاہیے اسواسطے کہ نفاس
بیماری ہے اور بیماری میں تا صحت انتظار ہو وشرائط احصان الرجم سبعۃ اور شرائط احصان رجم کی سات ہیں یعنی شرائط احصان ہی احصان ہے اور احصان
عبارت ہے امور سبعہ مذکورہ سے احصان رجم اسواسطے کہا کہ احصان قذف میں نکاح اور دخول شرط نہیں کذا فی النہر الحریۃ پس شرائط احصان سے اول آزاد ہونا ہے تو غلام اور لونڈی
محصن نہیں اسواسطے کہ مملوک نکاح صحیح پر بنفسہ قادر نہیں کہ زنا کا محتاج ہو والتکلیف عقل وبلوغ اور شرط احصان ہے مکلف ہونا یعنی عقل وبلوغ ہم عقل اور
بلوغ دو شرطیں ہیں تو مجنون اور صغیر محصن نہیں بسبب عدم اہلیت عقوبت کے والاسلام اور چوتھی شرط احصان کی اسلام ہے تو کافر محصن نہیں ہے اسواسطے کہ اسحق بن
راہویہ نے اپنی مسند میں ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اشرک باللہ فلیس بمحصن یعنی جسنے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں اور امام شافعی اور
احمد کے نزدیک اسلام شرط احصان نہیں بدلیل حدیث صحیحین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ پر رجم کا حکم دیا اوسکا جواب یہ ہے کہ حضرت نے بحکم توریت قبل
نزول اوس آیت کے جسمیں کوڑے مارنے کا حکم ہے حکم دیا تھا پھر کوڑوں کی آیت نازل ہوئی بلا شرط اسلام پھر رجم کا حکم ہوا بشرط اسلام چنانچہ حدیث سابق اسپر دلیل ہے کذا فی الفتح
والوطی اور پانچویں شرط احصان جماع ہے تو جسنے نکاح کیا اور صحبت نکی وہ محصن نہیں اور مراد جماع سے وہ جماع ہے جس سے غسل لازم آوے یعنی ادخال حشفہ انزال ہو یا نہو
وکونہ بنکاح صحیح حال الدخول اور ہونا جماع کا نکاح صحیح وقت دخول کے نکاح صحیح کی قید سے نکاح بلا شہود خارج ہو گیا تو ایسے نکاح سے محصن نہوگا اور
اوس قید سے کہ دخول کے وقت صحت نکاح ہو وہ شخص محصن ہونے سے نکل گیا جسنے عورت کی طلاق اوسکے نکاح پر معلق کی پھر اوس سے نکاح کیا تو یہ نکاح صحیح ہے لیکن اگر اوس عورت سے
صحبت کریگا [illegible] نکاح کے تو محصن نہوگا اسواسطے کہ قبل دخول وہ مطلقہ ہوگئی کذا فی النہر وکونہما بصفۃ الاحصان المذکورۃ وقت الوطی فاحصان کل منہما
شرط لصیرورۃ الاخر بہ محصنا اور ساتویں شرط احصان کی ہونا زوجین کا وطی کے وقت بصفت احصان جو مذکور ہو چکی تو احصان ہر واحد کا زوجین سے شرط ہے دوسرے
شخص کے محصن ہونیکی اوسکے سبب سے تو وطی کے وقت جمیع شرائط مذکورہ احصان کا جامع ہونا زوج اور زوجہ [illegible] تو زوج کا محصن ہونا زوجہ کو محصنہ [illegible]

زوج کو محصن بنانے پر موقوف ہے تو جسنے کتابیہ ذمیہ یا صغیرہ یا مجنونہ سے نکاح کرکے قربت کی تو وہ شخص محصن نہوگا اسواسطے کہ وجہ بسبب عدم اسلام یا عدم حریت یا عدم تکلیف کے محصن نہیں اور سبب اسکا یہ ہے کہ نکاح ایسی عورتوں کا لائق نفرت ہے تو حصول نعمت علی وجہ الکمال نہوا تو ایسے شخص کا زنا مستحق رجم نہیں اور اسی طرح وہ شخص محصن نہیں جسنے عورت محصنہ سے قربت کی عدم احصان کی حالت میں اور پھر وہ محصن ہوگیا زنا کرتے وقت بدلیل مذکور کذا فی الطحطاوی عن البحر فانی نکح امة او الحرة عبدًا فلا احصان الا ان یطاها بعد العتق یحصل الاحصان به لا بما قبله حتی لو زنی ذمی بمسلمة ثم اسلم لا یرجم بل یجلد تو اگر نکاح کیا آزاد مرد نے لونڈی سے یا آزاد عورت نے نکاح کیا غلام سے تو احصان نہیں مگر یہ کہ عورت سے وطی کرے زوج اوسکا بعد آزاد ہونے لونڈی یا غلام کے تو حاصل ہوگا احصان وطی بعد العتق سے نہ قبل عتق کی وطی سے یہانتک کہ اگر کافر ذمی مسلمان عورت سے زنا کرے پھر وہ مسلمان ہو تو اوسے رجم نہو گا بلکہ کوڑے مارے جاوینگے اسواسطے کہ مرد محصن نہ تھا زنا کیوقت اگرچہ عورت محصنہ تھی وبقی شرط اخر ذکرہ ابن الکمال وھو ان لا یبطل احصانهما بالارتداد فلو ارتدا ثم اسلما لم یعد الا بالدخول بعده اور باقی رہی ایک اور آٹھوین شرط احصان کی جسکو ابن کمال نے مذکور کیا ہے وہ شرط یہ ہے کہ احصان زوجین کا بسبب ارتداد کے نہ باطل ہوگیا ہو سو اگر دونوں مرتد ہوجاوینگے پھر مسلمان ہونگے تو دوبارہ احصان عود نہ کریگا اگر جماع بعد الاسلام کے ساتھ ہی مرتد ہوئے اور ساتھ ہی مسلمان ہوئے سے نکاح باطل نہیں ہوتا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر اسلام بترتیب ہوا تو تجدید نکاح ضرور ہے ولو بطل بجنون او عته عاد اذا افاق وقیل بالوطی بعده اور اگر احصان باطل ہوا جنون یا بیہوشی سے تو احصان پھر ثابت ہوگا بعد صحت کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جماع بعد صحت سے عود احصان ہوگا یہ قول اخیر ابو یوسف کا قول ہے واعلم انه لا یجب بقاء النکاح لبقائه ای الاحصان فلو نکح فی عمره مرة ثم طلق وبقی مجردا وزنی رجم اور جان رکھہ کہ باقی رہنا نکاح کا واسطے بقاء احصان کے واجب نہیں تو اگر ایک شخص نے اپنی تمام عمر میں ایکبار نکاح کیا پھر عورت کو طلاق دی یا بعد وطی وہ مرگئی اور مرد مجرد رہا اور اوسنے زنا کیا تو سنگسار ہوگا ونظم بعضهم الشروط فقال شعر شروط احصان اتت ستة + فخذها عن النص مستفهما + بلوغ وعقل و حریة + ورابعها کونه مسلما + وعقد صحیح ووطی مباح + متی اختل شرط فلا یرجما + اور بعض علما نے شروط احصان کو یوں نظم کیا ہے شروط احصان کے چھہ ہیں سو انکو تصریح سے دریافت کرکے ایک بلوغ دوسری عقل تیسری حریت اور چوتھی شرط ہونا اوسکا مسلمان اور پانچوین نکاح صحیح اور چھٹی وطی مباح جبکہ مختل ہو کوئی شرط تو سنگسار نہو ھ اس نظم میں دو شرطین باقی رہ گئیں ایک یہ ہونا زوجین کا متصف بصفت احصان وقت دخول کے اور دوسری نہ باطل ہونا احصان کا ارتداد سے طحطاوی نے کہا کہ اس نظم کو صاحب نہر نے فاکہانی مالکی سے نقل کیا ہے

باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجبه

لقیام الشبهة لحدیث ادرؤا الحدود بالشبهات ما استطعتم یہ باب ہے اُس وطی کے بیان میں جس سے حد واجب ہوتی ہے اور جس سے حد واجب نہیں ہوتی بسبب قائم ہونے شبہہ کے بدلیل اس حدیث کے کہ ٹالو حدود کو بسبب شبہوں کے جہانتک کہ تم سے ہو سکے ھ عنقریب مذکور ہو چکا کہ ابو یعلی کی مسند میں حدیث مرفوع ان الفاظ سے مروی ہے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم اور امام اعظم ابو حنیفہ کی مسند میں ابن عباس سے مروی ہے قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ادرؤا الحدود بالشبهات ٹالو حدود کو شبہوں سے ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ امیر المومنین عمر فاروق رض نے کہا کہ اگر میں حدود کو بسبب شبہات کے معطل کروں میرے نزدیک محبوب تر ہے کہ انکو شبہات سے اقامت کروں اور معاذ اور عبدالله بن مسعود اور عقبہ بن عامر رضی الله عنهم سے ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ ان حضرات نے کہا کہ جب تجکو شبہہ پڑے حد میں تو ٹال دے ہر چند ابن حزم وغیرہ اہل ظاہر شبہات سے حد ٹالنے کو منکر ہیں لیکن چونکہ حدیث مرفوع اور آثار صحابہ کرام سے یہ امر ثابت ہے اور فقہاء امصار کا اسپر اتفاق اور اجماع ہے تو انکار اونکا باطل ہے لائق التفات کے نہیں کذا فی فتح القدیر الشبهة ما یشبه الشیء الثابت ولیس بثابت فی نفس الامر شبہہ یعنی دھوکا وہ چیز ہے جو مشابہ ہے شی ثابت کی حالانکہ وہ نفس الامر میں ثابت نہیں یعنی شبہہ عبارت ہے امر غیر واقعی سے جو امر واقعی سے مشابہت رکھے جیسا کہ ولد کی لونڈی اپنی لونڈی کے مشابہ ہے بعلت ملک [illegible] ہیں اور حالانکہ لونڈی

کی لونڈی واقع میں حلال نہیں باپ پر وطی ثلثة انواع شبهة حكمية في المحل اور شبہہ تین قسم پر ہے ایک شبہہ فی المحل ہے جسکو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں ہم محل سے
مراد وہ عورت ہے جس سے وطی کی وشبهة في اشتباه الفعل اور دوسرا شبہہ فی الفعل ہے جسکو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہیں یعنی فعل وطی میں اشتباہ واقع ہوا وشبهة في العقد
والتحقيق دخول هذه في الاوليين ومتحققه اور تیسرا شبہہ فی العقد ہے یعنی نکاح کا شبہہ اور تحقیق یہ ہے کہ شبہہ عقد کا پہلے دونوں شبہوں میں داخل ہے کوئی
علیحدہ شبہہ نہیں اور عنقریب ہم اسکی تحقیق کرینگے فان ادعاها اي الشبهة وبرهن قبل برهانه وسقط الحد كما يسقط ايضا بمجرد دعواها
الا في دعوى الاكراه خاصة فلا بد من البرهان لانه دعوى بفعل الغير فيلزم ثبوته بحجة سو اگر زانی نے شبہہ کا دعوی کیا اور برہان سے یعنی
گواہوں سے ثابت کیا تو اوسکے گواہ مقبول ہونگے اور حد اوس پر سے ساقط ہو جاویگی اور اسیطرح سے ساقط ہوگی حد فقط دعوی بلا برہان سے بھی مگر مخصوص اکراہ کے دعوے میں
مجرد دعوی بلا برہان مسقط حد نہوگا تو ضرور ہوگا اکراہ کو دعوی میں برہان سے اسواسطے کہ اکراہ غیر کے فعل کا دعوی ہے تو مدعی پر اوسکا ثابت کرنا لازم ہوگا کذا فی البحر
لا حد بلا دم بشبهة المحل اي الملك وتسمى شبهة حكمية اي لثابت حكم الشرع بحله حد لازم نہیں شبہہ محل سے یعنی شبہہ ملک سے اور
شبہہ محل کو شبہہ حکمیہ بھی کہتے ہیں شبہہ حکمیہ وہ جسمیں محل کی حلت بحکم شرع ثابت ہے ہم شارح نے تعریف شبہہ حکمیہ کی فتح القدیر سے نقل کی ہے بحذف مضاف
اوسمیں یون ہے اي الثابت شبهة حكم الشرع بحل المحل یعنی شبہہ حکمیہ وہ ہے جسمیں محل کی حلت کا شبہہ بحکم شرع ثابت یعنی شبہہ محل میں ثابت ہے بسبب قائم ہونے
اُس دلیل کے جو حرمت محل کی نافی ہے یعنی جب دلیل شرع کو دیکھو قطع نظر مانع سے تو اسکو منافی حرمت کی پاؤگے کذا فی المنح القانی نے کہا شبہہ محل وہ ہے جہاں محل میں شبہہ ثابت ہو
اسطرح کہ محل میں شبہہ ملک پایا جاوے یعنی ملک رقبہ یا ملک وطی اور اسکو شبہہ حکمیہ کہتے ہیں اس اعتبار سے کہ محل کو حکم ملک کا دیا گیا ہے اسقاط حد میں اگرچہ فی الحقیقت ملک ثابت
نہیں طحطاوی نے کہا کہ یہ تقریر خوب واضح ہے وان ظن حرمته شبہہ محل سے حد نہیں اگرچہ زانی حرمت محل کا گمان رکھتا ہو یعنی شبہہ محل میں اسقاط حد کا مدار
دلیل شرعی پہ ہے نہ زانی کے اعتقاد پر اسواسطے کہ بسبب ثابت ہونے دلیل کے نفس الامر میں شبہہ قائم ہے زانی اوسکو جانے یا نجانے دونوں برابر ہیں کذا فی الفتح اب مصنف
اور شارح امثلہ شبہہ محل کے مذکور کرتے ہیں كوطء امة ولده وولد ولده وان سفل ولو ولده حيا فتح لحديث انت ومالك لابيك چنانچہ اپنے لڑکے کی
لونڈی کا جماع یا اپنے پوتے کی لونڈی کا جماع اگرچہ پوتا بچند واسطہ ہو گو کہ بیٹا زندہ ہو تو بھی پوتے پر وتے کی لونڈی کے وطی سے حد نہیں کذا فی الفتح بدلیل اس حدیث کے کہ تو اور تیرا
مال تیرے باپ کا ہے ہم ابن ماجہ نے جابر سے بسند صحیح روایت کی کہ ایک نے کہا یا رسول اللہ کہ البتہ میرا مال ہے اور میرا بیٹا ہے اور میرا باپ مال کو مانگتا ہے حالانکہ
وہ میرے مال کا محتاج نہیں حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے اور اس مضمون کی حدیث طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کی ہے مع القصة الطويلة
کذا فی فتح القدیر اس حدیث کی دلیل سے معلوم ہوا کہ ولد کا مال والد کا مال ہے تو اوسکی لونڈی کی وطی کی حلت کا شبہہ ثابت ہوگیا ملک میں اگرچہ واقع میں بنظر اور
دلائل شرعیہ کے اُسکی حلت ثابت نہیں ومعتدة الكنايات ولو خلعا خاليا عن مال وان نوى بها ثلثا لقول عمر رضي الله عنه الكنايات رواجع
اور جیسا کہ کنایات طلاق کی معتدہ کی وطی سے حد نہیں اگرچہ عدت خلع بلا مال کی ہو گو کہ کنایات سے تین طلاق کی نیت کی ہو کذا فی النہر بدلیل قول عمر کے کہ کنایات
رواجع ہیں یعنی کنایات سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے ہم قول مذکور سے شبہہ حلت وطی کا پیدا ہوا اگرچہ مختار علی مرتضی کا قول ہے کہ کنایات سے طلاق بائن واقع
ہوتی ہے اور خلع بلا مال میں اسواسطے حد نہیں کہ اسکو بائن ہونے میں صحابہ مختلف ہیں کذا فی البحر عن جامع النسفی اور فتح القدیر میں خلع بلا مال کو شبہہ حکمیہ میں
داخل نہیں کیا تو ظاہر اسمیں دو قول ہیں کذا فی الطحطاوی ووطء البائع الامة المبيعة والزوج الامة الممهورة قبل تسليمها المشتري وزوجة وكذا
بعده في الفاسد اور جیسا کہ وطی کرنا بائع کا بیچی ہوئی لونڈی سے قبل تسلیم مشتری کو اور وطی زوج کو اُس لونڈی سے جسکو زوجہ کو مہر میں مقرر کیا قبل تسلیم زوجہ کو اور
اسیطرح نکاح فاسد میں بھی بعد تسلیم کرنے زوجہ کو بھی حد ساقط ہے ووطء الشريك اي احد الشريكين الجارية المشتركة ووطء جارية مكاتبه وعبده
الماذون له وعليه دين محيط بماله ورقبته زیلعی اور وطی شریک کو یعنی دو شریکوں میں سے ایک شریک کا وطی کرنا مشترک لونڈی کا اور اپنے مکاتب کی لونڈی کا

وطی اور اپنے عبد ماذون فی التجارۃ کی لونڈی کو وطی اسقط حد ہی اور حالانکہ اوس عبد پر اتنا دین ہو جو اوسکے مال اور اوسکی ذات کو محیط ہو کذا فی الایضاح اور اگر عبد
مدیون نہو گا تو بطریق اولی حد نہین ہم مشترک لونڈی کی ملک کا شبہہ تو ظاہر ہی اور مکاتب اور عبد ماذون کے مال مین حق ہی مولی کا تو اوسکی حق مین شبہہ ملکا البتہ ثابت ہی
و وطی جاریۃ من الغنیمۃ لو دار الاسلام او دار الحرب قبل القسمۃ اور وطی غنیمت کی لونڈی کی بعد لانے دار الاسلام کے یا قبل سے آنے کے ہم غازیون کا حق بعد استیلا کے ثابت ہو تو شبہہ ملک کا
پیدا ہوا اور ظاہر مراد یہ ہی کہ وطی اوسکے قبل قسمت کی ہوئی اور بعد قسمت کے وطی سے حد لازم ہوگی بسبب متعین ہوجانے مالک کے کذا فی الطحطاوی و وطی جاریۃ
قبل الاستبراء والتی فیہا خیار للمشتری والتی هی اخته رضاعا اور حد نہین خریدی ہوئی لونڈی کو وطی سے قبل استبرا کے اور اوس لونڈی کو وطی سے جو اوسکی خرید مین ہنوز
اختیار باقی ہے مشتری کو اور اوس لونڈی کو وطی سے جو مولی کی رضاعی بہن ہو ہم اور اگر بائع کو خیار ہو تو بطریق اولی حد واجب نہین اور یہی حکم ہو جبکہ بائع
اور مشتری دونوں کو خیار ہو یا مرد اجنبی کو خیار ہو و زوجۃ حرمت بردتها او مطاوعتها لابنه او جماعه لامها او بنتها لان من الائمۃ
من لم یحرم به اور حد نہین اوس زوجہ کو وطی سے جو حرام ہوگئی زوج پر بسبب اپنے ارتداد کے یا زوج کے ولد کو جماع سے راضی ہوگئی یا اوس زوجہ کو وطی سے
جو حرام ہوگئی بسبب جماع کرنے زوج کے اوسکی ماں یا اوسکی بیٹی سے اسواسطے کہ بعضے امام اسکی حرمت کے قائل نہین ہم یہ تعلیل متعلق ہی ارتداد اور اوسکے مابعد سے
کتاب النکاح مین مذکور ہوچکا کہ مشائخ بلخ نے ارتداد زوجہ سے عدم فرقت کا فتوی دیا ہی اور باقی صورتون مین امام شافعی کا خلاف ثابت ہی پس ہر صورت مین
شبہہ پیدا ہوا حد ساقط ہوگئی وغیر ذلک کما لا یخفی علی المتتبع فدعوی الحصر فی ستۃ مواضع ممنوع اور سوا ان امثلہ مذکورہ کے شبہہ محل کی
اور بھی مثالین ہین چنانچہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر یہ امر مخفی نہین تو دعوی حصر کا چھہ مکانون مین ممنوع ہو ہم یہ تعریض ہی صاحب بحر پر جنہون نے صاحب درر پر دعوی حصر کا اعتراض
کیا مگر ظاہر کلام حصر پر دلالت کرتا ہی اسواسطے کہ شمار کرنا بیان کے مقام مین قرینہ ہی حصر کا کذا فی المنح ولا حد ایضا بشبهۃ الفعل وتسمی شبهۃ اشتباه ای
شبهۃ فی حق من حصل له اشتباه اور حد نہین شبہہ فعل سے بھی اور اوسکو شبہہ اشتباہ بھی کہتے ہین یعنی شبہہ اوسکے حق مین ثابت ہی جسکو ہوگیا ہو اشتباہ مین ہم
شبہہ فعل کو شبہہ مشابہت بھی کہتے ہین ان ظن حله العبرۃ لدعوی الظن وان لم یحصل له الظن شبہہ فعل سے اوسوقت حد ساقط ہوگی اگر زانی نے حلت وطی
کا گمان کیا ہو اور اعتبار ہی ظن کے دعوی کرنیکا اگرچہ فی الواقع اوسکو ظن نہ حاصل ہوا ہو ولو ادعاه احدهما فقط لم یحدا حتی یقرا جمیعا بعلمهما بالحرمۃ ہم اگر
اور اگر مرد اور عورت مین سے فقط ایک نے ظن حلت کا دعوی کیا تو دونون پر حد نہ ماری جاویگی یہانتک کہ دونو ملکر اپنے علم بالحرمت کا اقرار کرین کذا فی النہر یعنی شبہہ اشتباہ مین
اوسوقت دونو پر حد ماری جاویگی جب دونون زنا کا اقرار کرین اسطرح پر کہ ہم حرام جانکر زنا کیا اب شبہہ اشتباہ کی مثالین مذکور ہوتی ہین کوطی امۃ ابویه وان علیا
شبهه چنانچہ اپنے والدین کی لونڈی سے جماع کرنا اگرچہ والدین ذکر ہون کذا ذکرہ القهستانی یعنی اجداد کی لونڈی یا پردادا پردادی کی لونڈی سے جماع کرنا بھی مسقط حد ہی
اسواسطے کہ اتصال املاک بین الاصول والفروع سے یہ گمان ہوتا ہی کہ ولد کو والدین کی لونڈی کے جماع مین ولایت ہی چنانچہ باپ کو بیٹے کی لونڈی پر ولایت ہی کذا فی المنح
ومعتدة الثلاث ولو جملة اور چنانچہ تین طلاق کی عدت والی سے جماع کرنا اگرچہ طلقات ثلثہ یکبارگی واقع ہوگئی ہون ہم اگرچہ مطلقہ ثلثہ کی حرمت قطعی ہی لیکن
بقاء بعض احکام نکاح سے مانند وجوب نفقہ اور سکنی اور منع خروج اور ثبوت نسب وغیرہا سے ظن حلت کا شبہہ پڑ سکتا ہی موضع اشتباہ مین کذا فی المنح وامۃ امراته
وسیده اور چنانچہ اپنی زوجہ کی لونڈی سے یا اپنے مولی کی لونڈی سے جماع کرنا ہم حق تعالی نے رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو حضرت خدیجہ کے مال سے غنی فرمایا چنانچہ ارشاد
کیا ووجدک عائلا فاغنی) اس آیت سے شبہہ پڑ سکتا ہی کہ زوج کو زوجہ کے مال مین تصرف کا اختیار ہی اور غلام محتاج ہی اپنے مولی کے مال کا تو اگر زوج یا غلام کو
شبہہ حلت کا ہو تو معذور قرار دیا جاویگا و وطی المرتهن الامۃ المرهونۃ فی روایۃ کتاب الحدود وهو المختار زیلعی اور چنانچہ جماع کرنا مرتہن کا
مرہونہ لونڈی سے مسقط حد ہی کتاب الحدود کی روایت مین بشرط ظن حلت اور یہی روایت مختار ہی کذا فی شرح الزیلعی ہم جبکہ مرتہن نے گمان کیا کہ مین مرہونہ لونڈی کی خدمت
جانتا تھا اور اوس سے جماع کیا تو اوسمین دو مسئلے اختلافی ہین سو کتاب الرہن کی روایت مین اوسپر حد نہین تو یہ مسئلہ شبہۃ المحل کی فروع سے ہوگا اور کتاب الحدود کی روایت

میں حد واجب ہے ہدایہ میں کہا کہ یہی قول اصح ہے اور شرح زیلعی میں کہا یہی قول مختار ہے کذا فی المنح اسواسطے کہ مرہونہ پر مرتہن کی ملکیت تصرف کی نہیں ثابت ہوتی ہے جماع مرہونہ
کی حلت کا کذا فی الطحطاوی وفی الهدایة المستعیر للرهن کالمرتهن اور ہدایہ میں ہے کہ رہن رکھنے کیواسطے لونڈی کا عاریت مانگنے والا مرتہن کی برابر ہے حکم میں یعنی
اگر مستعیر لونڈی سے بگمان حلت جماع کریگا تو قول مختار میں اوسپر حد نہیں حلبی نے کہا کہ للرهن کا لام تعلیل کا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ لونڈی کو رہن رکھنے کیواسطے عاریت لیا اور اگر
لام تعدیہ کا نہیں تا یہ مطلب ہو کہ مرہونہ لونڈی کو مرتہن سے عاریت لیا وینبغی حکم المستاجرة والمغصوبة اور مستاجرہ اور مغصوبہ لونڈی کا حکم آگے آویگا
وینبغی ان الموقوفة علیه کالمرهونة نهر اور نہر الفائق میں کہا کہ لائق یوں ہے کہ موقوف علیہ لونڈی مرہونہ کی مانند ہی حکم میں یعنی بگمان حلت اوسکے
وطی سے حد نہیں ومعتدة الطلاق علی مال وکذا المختلعة علی الصحیح بدائع اور چنانچہ طلاق بعوض مال کی عدت والی سے جماع کرنا اور اسیطرح مختلعہ سے جماع
کرنا بنا بر قول صحیح کے کذا فی البدائع اسواسطے کہ مطلقہ بعوض مال کی حرمت بالاجماع ثابت ہے مانند مطلقہ ثلث کی کذا فی المنح تو بدون ظن حلت کے حد ساقط نہوگی و
معتدة الاعتاق والحال انها هی ام ولدہ اور چنانچہ اعتاق کی عدت والی سے جماع کرنا حالانکہ وہ ام ولد ہے مولی کی اسواسطے کہ اسکی بھی حرمت بالاجماع ثابت
ہے لیکن اشتباہ حلت ہوسکتا ہے بقاء عدت کے سبب سے کذا فی المنح والوطی ان ادعی النسب یثبت فی الاولی ای شبهة المحل لا فی الثانیة ای شبهة الفعل
لتمحضه زنا الا فی المطلقة ثلثا بشرطه بان تلد لاقل من سنتین لا لاکثر الا بدعوة کما مر فی بابه وکذا المختلعة والمطلقة بعوض
یلحقان بالاولی نهایة اور جماع کرنیوالا اگر ولد کے نسب کا دعوی کرے تو پہلی شبہہ میں یعنی شبہة المحل میں نسب ثابت ہوگا نہ ثابت ہوگا نسب دوسرے شبہہ میں یعنی شبہة الفعل
میں اوسکے خالص زنا ہونیکے سبب سے اور حد جو ساقط ہوگئی ہے وہ اشتباہ کے سبب سے مگر مطلقہ ثلثہ میں البتہ بلا دعوے نسب ثابت ہے اوسکی شرط کے پائے جانے سے اسطرح پر کہ مطلقہ
مذکورہ دو سال سے کمتر مدت میں جنی ہو نہ زیادہ دو سال سے کہ زیادتی میں نسب ثابت نہیں مگر بدعوت چنانچہ بیان اسکا ثبوت النسب کے باب میں مذکور ہوچکا اور
اسیطرح مختلعہ اور مطلقہ بعوض مال کے ولد کا نسب بطریق اولی ثابت ہے کذا فی النهایة اسواسطے کہ خلع اور طلاق بعوض مال تین طلاق سے کمتر ہے کذا فی الطحطاوی حیرت
اکثر میں ثبوت نسب کا تو اقل میں بطریق اولی ہوگا طلاق اور خلع میں اسواسطے نسب ثابت ہوا کہ اسمیں شبهة العقد ہے بخلاف باقی مواضع شبهة الفعل کے کہ وہاں شبہہ
عقد کا نہیں کذا فی المنح عن البحر ولا فی وطی امرأة زفت الیه وقال النساء هی زوجتک ولم تکن کذلک معتمدا خبرهن فیثبت نسبه بالدعوة بحر
اور نسب ثابت نہیں ہوتا شبهة الفعل میں مگر اوس عورت کی وطی میں جو بیاہ کر پہنچائی گئی مرد کے پاس اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور حالانکہ وہ اوسکی زوجہ نہیں
بشرطیکہ مرد نے عورتوں کی خبر پر اعتماد کیا ہو تو اوسوقت میں اوسکا نسب ثابت ہوگا دعوت سے کذا فی البحر ولا حد ایضا بشبهة العقد ای عقد النکاح عندہ ای
الامام کوطی محرم نکحها اور حد نہیں شبهة العقد سے یعنی عقد نکاح کے شبہہ سے امام اعظم کے نزدیک چنانچہ اوس محرم سے وطی کرنا جس سے نکاح کیا ہو محرم کو مطلق کہا
تو محرم نسبی اور محرم سببی اور محرم رضاعی کو شامل ہے ہر چند امام کے نزدیک بسبب شبہہ عقد کے حد نہیں لیکن بنا بر سیاست کے اوسپر سخت تعزیر اور خوب پٹائی واجب
ہے اگر اوسکو حرمت محارم کا علم ہو وقالا ان علم بالحرمة حد وعلیه الفتوی خلاصة اور صاحبین نے کہا اگر واطی حرمت محارم کی جانتا ہو تو حد مارا
جاویگا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الخلاصة لکن المرجح فی جمیع الشروح قول الامام فکان الفتوی علیه اولی قاله قاسم فی تصحیحه لیکن تمام شروح
میں قول امام کا ترجیح دیا گیا ہے تو اوسی پر فتوی بہتر ہے یہی کہا ہے شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں لکن فی القهستانی عن المضمرات علی قولهما الفتوی
اھ لیکن قہستانی میں مضمرات سے منقول ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے متون میں تمام یہ اسی قدر ہے کہ جو شیخ قاسم نے تمام شروح کے قول پر اسواسطے کہ
تمام شروح ہے تو عموم جمیع شروح کا نہ ثابت ہوا وحرر فی الفتح انها من شبهة المحل وفیها یثبت النسب کما مر اور فتح القدیر میں تحریر کیا ہے کہ شبہہ العقد
شبهة المحل میں داخل ہے اور اسمیں نسب ثابت ہوتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا ووطی فی النکاح بغیر شهود ولا حد بشبهة العقد اور نکاح بلا شہود کر کے جماع کرنے
میں حد نہیں بسبب شبہہ عقد کے وفی المجتبی تزوج بمحرمه او منکوحة الغیر او معتدته ووطیها ظانا ان الحل لا یحد وان ظنانا انه حرام لا یحد

عنده کما خلا فًا لہما فظہر ان تقسیمہا ثلثۃ اقسام قول الامام اور مجتبیٰ میں ہے کہ نکاح کیا مرد نے اپنی محرم عورت سے یا غیر کی منکوحہ سے یا اپنی معتدہ والی سے اور اس سے
جماع کیا حلال گمان کر کے تو اوسپر حد نماری جاویگی اور تعزیر دیجاویگی اور اگر اوسنے حرام جانکر وطی کی تو اوسیطرح اوسپر بھی حد نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کہ انکے
نزدیک اوسپر حد ہی تو اس تقریر سے ظاہر ہوگیا کہ شبہہ کو تین قسم پر تقسیم کرنا یعنی شبہۃ المحل اور شبہۃ الفعل اور شبہۃ العقد یہ قول ہی امام کا ھم حلبی نے کہا کہ اگر تقسیم من
حیث الحکم مراد ہو تو سبکے نزدیک شبہہ دو ہی قسم ہی غایۃ الامر یہ ہی کہ شبہۃ العقد کا حکم امام کے نزدیک شبہۃ المحل کا حکم ہی اور صاحبین کے نزدیک شبہۃ الفعل کا حکم ہی اور اگر
تقسیم من حیث المفہوم مراد ہی تو بھی شبہہ دو ہی قسم ہی اسواسطے کہ بعضا شبہۃ العقد شبہۃ الفعل میں داخل ہی چنانچہ معتدہ ثلث، اور بعضا شبہۃ المحل میں داخل ہے
چنانچہ مسئلہ متن کا و حُدَّ بوطی اَمَۃِ اخیہ وعمّہ وسائر محارمہ سوی الولاد لعدم البسوطۃ اور حد ماریجاویگی اپنے بھائی کی لونڈی اور چچا کی لونڈی سے
وطی سے اور سوای ولادت کے باقی محارم کی لونڈیوں کی وطی سے بسبب عدم انبساط کے یعنی بھائی یا چچا وغیرہما کے مال میں توسع اور بے تکلفی جاری نہیں چنانچہ باپ اور
بیٹوں کے مال میں جاری ہی لہذا ظن حلت اور حرمت یہاں برابر ہی و بوطی امرأۃ وجدت علی فراشہ فظنّہا زوجتہ ولو ھو اعمی لتمیزہ بالسؤال الّا اذا
دعاھا فاجابتہ قائلۃ انا زوجتک او انا فلانۃ باسم زوجتہ فواقعہا لانّ الاخبار دلیل شرعی حتی لو اجابتہ بالفعل او بنعم حُدَّ اور حد
ماری جاویگی اوس عورت کے جماع سے جو پائی گئی مرد کے بستر پر سوا اوسنے گمان کیا کہ وہ اوسکی زوجہ ہی اگرچہ وہ شخص اندھا ہو تو بھی حد ہی بسبب امتیاز حاصل کر سکنے اندھے
کے سوال کر کے مگر جبکہ اوسنے عورت کو بلایا اوسنے جواب دیا اوسکو یوں کہکر کہ میں تیری جورو ہوں یا میں فلانی ہوں اوسکی جورو کا نام لیکر پھر اوسنے اوس سے
جماع کیا تو اندھے پر حد نہیں اسلیے کہ خبر دینا دلیل شرعی ہی یہانتک کہ اگر عورت اجابت فعلی کریگی یعنی جماع پر قادر کریگی یا فقط ہاں کہیگی تو مرد پر حد ماریجاویگی
ھم بستر پر عورت کو پانے سے اسواسطے حد ہی کہ بعد طول صحبت کے اپنی زوجہ کی امتیاز کر لینا مرد پر مخفی نہیں ہو سکتا لہذا ظن حلت یہاں مستند بدلیل نہیں بخلاف نسبت زفاف
کے جب عورتوں نے غیر عورت کو کہا کہ یہ تیری جورو ہی و ذمیۃ عطف علی ضمیر حُدَّ وجاز للفصل زنی بہا حربی مستامن اور حد ماری جاویگی ذمیہ عورت پر
جس سے مستامن حربی نے زنا کیا شارح نے کہا ذمیہ کا لفظ حُدَّ کی ضمیر پر معطوف ہی اور عطف اسم ظاہر کا ضمیر متصل پر بلا اعادہ ضمیر جائز ہی بسبب جدائی واقع ہونے کے
اور عدم جواز درصورت عدم فصل ہے وحُدَّ ذمی زنی بحربیۃ مستامنۃ لا یحدّ الحربی فی الاولی والحربیۃ فی الثانیۃ والاصل عند الامام
الحد وکلہا لا تقام علی مستامن الا حدّ القذف اور حد مارا جاوے مرد ذمی جسنے حربیہ مستامنہ سے زنا کیا نہ حد واقع ہوگی مرد حربی پر پہلی صورت میں اور نہ حربیہ
عورت پر دوسری صورت میں اور قاعدہ امام اعظم کے نزدیک یہ ہی کہ جمیع حدود کی اقامت نہیں ہوتی مستامن پر سوای حد قذف کے ولا یحدّ بوطی بہیمۃ بل
یعزّر وتذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بہا حیّۃ ومیتۃ مجتبیٰ اور نہ حد ماری جاوے جانور کے جماع سے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور جانور ذبح کیا جاوے پھر جلایا جاوے
اور مکروہ ہی فائدہ لینا اوس کے جیتے اور مرے کذا فی المجتبیٰ ھم ذبح کرنا جانور کا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے تاکہ اس فعل قبیح کی جس سے طبع سلیم نفرت کرتی ہی گفتگو منقطع
ہو جاوے یہ جلانا اسوقت ہی جب جانور فاعل کا ہو اور اگر غیر کا ہو تو اوسکو اختیار ہی کہ قیمت لیکر فاعل کو جانور دیدے کذا فی المنح وفی النہر الظاہر انہ یطالب
ندبًا لقولہم یضمن بالقیمۃ اور نہر الفائق میں ہی کہ ظاہر یہ ہی کہ مالک جانور کا جانور کے دینے پر مطالبہ کیا جاوے بطریق استحباب کے بدلیل قول فقہا کے کہ جانور
مضمون بالقیمۃ ہی ھم طحطاوی نے کہا کہ ضمان قیمت دلیل استحباب نہیں اور یہ عبارت نہر الفائق میں بھی نہیں بلکہ اوسکی عبارت یوں ہی فان کانت الدابۃ لغیرہ
اُمر صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح والظاہر انہ لا یجب ای بالدفع علی وجہ الندب ولذا قال فی الخانیۃ کان لصاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ
یعنی اگر جانور غیر شخص کا ہو تو اوسکے مالک کو حکم کیا جاوے کہ جانور فاعل کو دیدے اسکے قیمت لیکر پھر وہ ذبح کیا جاوے اور ظاہر یہ ہے کہ مالک دیتا ہے
بالدفع علی وجہ الاستحباب ہی اور اسیواسطے خانیہ میں کہا ہی کہ اوسکے مالک کو اختیار ہی کہ جانور اوسکو دیدے قیمت لیکر ولا یحدّ بوطی اجنبیۃ
زُفّت الیہ وقیل ہی عرسک خبر الواحد کاف فی مثل ما یعمل فیہ بقول النساء بشرطہ ان صدق قاضی الملک قضی عمر رضی اللہ عنہ وبالعدۃ اورحد

نماری جاویگی اجنبی عورت کو جماع سے جو شب زفاف میں پہونچائی گئی ہو مرد کے پاس اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہے اور مرد پر مہر عورت کا واجب ہے یعنی مہر مثل اسیکا حکم کیا
عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اور عدت کا شارح کہتا ہے خبر دینا ایک عورت کا کافی ہے جہاں عورتوں کے قول پر عمل کیا جاتا ہے یعنی اگر ایک عورت بھی کہیگی کہ یہ تیری زوجہ ہے تو حد ساقط
ہوا اسواسطے کہ ابتدای ملاقات میں امتیاز اپنی زوجہ کی غیر عورت سے نہیں ہوتی تو مقام ہے اشتباہ کا طحطاوی نے کہا کہ شارح نے یہ حکم عمر فاروق سے نقل کیا حالانکہ
بحر الرائق وغیرہ میں یہ حکم علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے او بوطی دبرا وقالا ان فعل فی الاجانب حد وان فی عبدہ او امتہ او زوجتہ فلا حد اجماعا بل
یعزر وقال فی الدرر بنحو الاحراق بالنار وهدم الجدار والتنكيس من محل مرتفع باتباع الاحجار وفي الحاوي والجلد اصح یا وطی مقعد سے حد نہیں
امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اگر یہ فعل اجانب میں کیا تو حد ماری جاویگی اور اگر اپنے غلام یا لونڈی یا زوجہ سے کیا تو باجماع امام اور صاحبین کے حد نہیں
بلکہ تعزیر دیا جاوے اور درر میں کہا کہ تعزیر دیا جاوے مانند آگ سے جلا دینے کی اور اوسپر دیوار ڈھا دینے اور اونچے مقام سے اوندھا گرا دینے پتھروں کے ساتھ ڈھلکا کر اور حاوی میں ہے
کہ امور ثلثہ مذکورہ سے کوڑے مارنے کی تعزیر صحیح تر ہے ثم صاحبین کے نزدیک لواطت میں حد ہے اس دلیل سے کہ لواطت مانند زنا ہے اسواسطے کہ محل شہوت
میں شہوت رانی اور آب ریزی ہے بوجہ حرمت اور امام اعظم کے نزدیک لواطت درحقیقت زنا نہیں ولہذا صحابہ کرام اسکی جزا میں مختلف ہیں کسی نے
آگ سے جلانا اور کسی نے اوسپر دیوار کا ڈھانا اور کسی نے مکان بلند سے پتھروں کے ساتھ گرانا تجویز کیا اور اسمیں معنی زنا موجود نہیں اسواسطے کہ اضاعت اور اشتباہ
انساب نہیں تو اگر لغت عرب میں لواطت زنا ہوتی بالمعنی زنا تو صحابہ کرام کہ اہل لسان تھے اوسکی موجب میں مختلف نہوتے بلکہ حد زنا تجویز فرماتے اور یہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
سنن ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ جسکو تم قوم لوط کا عمل کرتے دیکھو تو فاعل اور مفعول کو قتل کرو تو یہ حکم بطریق سیاست ہے نہ بطور حد
کذا فی الفتح اھ و فی النتف یعزر ویسجن حتی یموت او یتوب ولو اعتاد اللواطة قتله الامام سياسة قلت وفي النهر معزيا للبحر
التقييد بالامام يفهم ان القاضي ليس له الحكم بالسياسة اور فتح القدیر میں ہے کہ لواطت کرنیوالا تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے یہانتک کہ مر جاوے
یا توبہ کرے اور اگر اوسکو لواطت کی عادت پڑ گئی ہو تو امام یعنی سلطان اوسکو قتل کرے بطریق سیاست کے شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں بحر الرائق سے
منقول ہے کہ امام کی تقیید اسکی مفہم ہے کہ قاضی کیواسطے حکم سیاست کا نہیں ثم بحر الرائق میں یہ مسئلہ بطریق بحث کے ہے نہ بطور منصوص کے علاوہ اسکے امام کے
واسطے خصوصیت قتل اس جزئی سے لازم نہیں تخصیص جمیع جزئیات سیاست کو واسطے امام کے اور معین الحکام میں مذکور ہے کہ اکثر جزئیات سیاست میں قاضی
کو اختیار ہے کذا فی الطحطاوی **فرع** مسئلہ بحسب شارح کا وفی الجوهرة الاستمناء حرام وفيه التعزير ولو مكن امرأته او امته من العبث
بذكره حتى انزل كره ولا شيء عليه اور جوہرہ میں ہے کہ زلق یا ہاتھ سے منی نکالنا حرام ہے اور اوسمیں تعزیر ہے اور اگر مرد نے قادر کیا اپنی زوجہ یا لونڈی کو
اپنے آلۂ تناسل سے عبث کرنیکا یہانتک کہ انزال ہوا تو یہ مکروہ ہے اور اوسپر کچھ نہیں نہ حد نہ تعزیر ولا تكون اللواطة في الجنة على الصحيح لانه تعالى استقبحها
وسماها خبيثة والجنة منزهة عنها فتح اور لواطت نہوگی بہشت میں بنا بر صحیح قول کے اسواسطے کہ حق تعالی نے اوسکو قبیح فرمایا اور قرآن مجید میں اوسکا
خبیث نام رکھا اور بہشت پاک ہے خباثت سے کذا فی الفتح وفی الاشباه حرمتها عقلية فلا وجود لها في الجنة وقيل سمعية فتوجد وقيل يخلق
الله تعالى طائفة نصفهم الاعلى كالذكور والاسفل كالاناث والصحيح الاول اور اشباہ میں ہے کہ حرمت لواطت کی عقلی ہے تو اوسکا وجود نہیں
جنت میں اور قول ضعیف یہ ہے کہ حرمت اوسکی سمعی ہے تو اوسکا وجود جنت میں ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ پیدا کریگا اللہ تعالی ایک گروہ کو انکا بدن نصف
اعلی مردوں کی مانند ہوگا اور نصف اسفل عورتوں کی مانند ہوگا اور صحیح پہلا قول ہے ثم فتوحات مکیہ میں مذکور ہے کہ اہل جنت کے دبر نہوگی اسلئے کہ دنیا میں دبر
مخلوق ہوئی واسطے دفع براز کے اور جنت نجاسات کا مکان نہیں حموی نے کہا تو اسصورت میں لواطت کا ہر حال میں وجود نہیں جنت میں کذا فی الطحطاوی وفی
البحر حرمتها اشد من الزنا لحرمتها عقلا وشرعا وطبعا والزنا ليس بحرام طبعا وتزول حرمته بتزوج وشراء بخلافها وعدم الحد عنده

لا الخفة بل للتغلیظ لانہ مقطوع بہ علی قول اور بحرالرائق میں ہے کہ حرمت لواطت کی سخت تر ہے زنا سے بسبب حرام ہونے لواطت کے عقلا اور شرعا اور طبعا اور
حرمت عقلی سے یہ مراد کہ عقل مظہر اور مبین ہے حرمت کی نہ مثبت اور مثبت حقیقت میں شرع ہے تو اسناد تحریم کی عقل اور طبع کی طرف اسناد مجازی ہے کذا فی الطحطاوی اور زنا
حرام نہیں باعتبار طبیعت انسانی کے بلکہ فقط عقلا اور شرعا حرام ہے اور حرمت اوسکی زائل ہو جاتی ہے عورت کو نکاح اور خرید کرنے سے یعنی زنا کی حرمت دائمی نہیں بخلاف لواطت
کے اوسکی کسیطرح زوال پذیر نہیں اور لواطت میں حد کا نہونا امام کے نزدیک اس جہت سے نہیں کہ اسکی حرمت خفیف ہے بلکہ بسبب تغلیظ اور تشدید کے ہے اسلیے کہ حد پاک
کرتی ہے گناہ سے بموجب ایک قول کے وفی المجتبی یکفر مستحلہا عند الجمہور اور مجتبی میں ہے کہ لواطت کا حلال جاننے والا کافر ہے اکثر علما کے نزدیک ھ طحطاوی نے کہا
کہ یہ تکفیر مقید بغیر مباح کے ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ مستحل اوسکا کافر نہیں اگرچہ اوسنے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا او زنی فی دار الحرب والبغی الا اذا زنی فی عسکر
لامیرہ ولایة الاقامة ھدایہ یا زنا کیا دار الحرب یا دار البغی میں تو اوسپر حد نہیں مگر جبکہ اوسنے زنا کیا اوس لشکر اسلام میں جسکے سردار کو ولایت ہے اقامت
حد کی تو البتہ اوسپر حد ہے کذا فی الہدایہ ھ ولایت اقامت حد کی خلیفہ کو ہے یا امیر بلد کو نہ امیر لشکر کو اوسکا اختیار فقط تدبیر جنگ میں ہے نہ اقامت حدود کا اور دار الحرب
وغیرہ میں حد واجب اسواسطے نہیں کہ وہاں ولایت امام کی منقطع ہے ولا حد بزنا غیر مکلف بمکلفة مطلقا لا علیہ ولا علیہا اور حد نہیں مرد غیر مکلف کے زنا کرنے
ساتھ عورت مکلفہ کے مطلقا نہ مرد نہ عورت پر ھ غیر مکلف جیسے نابالغ اور مجنون اور عورت پر اسواسطے حد نہیں کہ فعل مرد کا اصل ہے زنا میں اور عورت اوسکی
تابع ہے اور ممتنع ہونا حد کا اصل میں موجب ہے امتناع حد کا تابع میں وفی عکسہ حد فقط اور اسکے بالعکس میں یعنی مرد مکلف کے زنا میں ساتھ غیر مکلفہ کے فقط
مرد پر حد جاری ہوگی نہ صغیرہ اور مجنونہ پر ولا حد بزنا المستاجرة لہ ای الزنا اور حد نہیں اوس عورت کے ساتھ زنا کرنے سے جسکو زنا کیواسطے اجارہ لیا ھ یعنی اگر
عورت سے مرد نے یوں کہا کہ میں نے تجھکو زنا کیواسطے اجارہ لیا ہوں یا اسقدر درہم لے تاکہ میں تجھ سے قربت کروں تو اوسپر حد نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ عقد اجارہ
مورث شبہہ ہے طحطاوی نے حموی سے نقل کیا کہ بموجب قول امام کے اگرچہ حد نہیں لیکن مرد اور عورت پر سخت تعزیر لازم ہے اور صاحبین اور شافعی اور مالک
اور احمد کے نزدیک حد واجب ہے اسواسطے کہ عقد اجارہ سے وطی مباح نہیں ہوتی تو خالص زنا ہوا والحق وجوب الحد کالمستاجرة للخدمة فتح اور واجب ہونا حد کا
اجارہ زنا میں حق ہے جیسے مستاجرہ خدمت سے زنا کرنے میں بالاتفاق حد واجب ہے کذا فی الفتح ھ فتح القدیر میں کافی سے منقول ہے اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے
تجکو اتنا مہر دیا تاکہ میں تیرے ساتھ زنا کروں تو حد واجب نہیں اور اسیطرح استیجار اور اعطاء دراہم واسطے وطی کے اور ان سب صورتوں میں حق یہ ہے کہ حد واجب ہے اسواسطے
کہ باعتبار معنی اور حقیقت کے کتاب اللہ اسکے معارض ہے حق تعالی فرماتا ہے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا اسواسطے کہ لفظ مہر یا اجرت حقیقت زنا کو نہیں ہٹاتا
انتہی ملخصا ولا بالزنا بالکرہ اور حد نہیں جبر اور زبردستی کی زنا سے خواہ جبر سلطان کی طرف سے ہو یا غیر سلطان سے اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور اسی پر
فتوی ہے اور امام کے نزدیک سلطان کے جبر سے حد ساقط ہے نہ غیر کے جبر سے علما نے کہا کہ یہ اختلاف امام اور صاحبین کا باعتبار اختلاف
حال زمانہ ہے یعنی امام کے زمانے میں غیر سلطان اکراہ پر قادر نہ تھا بخلاف عصر صاحبین کے کہ اکثر متغلبین کو قدرت اکراہ حاصل
تھی کذا فی النہر ولا باقرار احدہما ان انکر الآخر للشبہة اور حد نہیں ایک کی اقرار زنا سے اگر دوسرا منکر ہو زنا کا بسبب شبہہ کے
ھ اقرار سے مراد چار بار کا اقرار ہے اور انکار یہ کہ کہے میں نے مطلق نہیں زنا کیا یا نکاح کا دعوی کرے خواہ مقر یا منکر مرد ہو یا عورت صورت مذکور میں
حد ساقط ہے اسواسطے کہ زنا فعل مشترک ہے بدون دو شخص کے نہیں ہوتا تو ایک شخص سے حد کا ٹلنا مورث شبہہ ہے دوسرے شخص میں اور جب حد ساقط ہوگی تو مہر واجب ہوگا کذا فی البحر
وکذا لو قال اشتریتہا [illegible] اور اسیطرح حد ساقط ہے اگر مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو مول لیا ہے اگرچہ وہ عورت آزاد ہو کذا فی المجتبی وفی قتل
امة زنا بہا الحد بالزنی والقیمة بالقتل اور اوس لونڈی کے مقتول ہونے میں اوسکو زنا کے سبب سے مرد پر حد ہے بسبب زنا کے اور قیمت ہے بواسطے قتل کے ھ لونڈی
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر حرہ مقتول ہو جاوے گی زنا سے تو مرد پر حد ہے اور خونبہا کذا فی النہر ولو اذہب عینہا لزمہ قیمتہا ویسقط الحد لتملکہا الجثة العمیاء

مسئلہ زانیہ عورت اور زانی مرد کو سو سو کوڑے مارو

ولو اقر بتادی بالحد مع التقادم حد لانتفاء التہمۃ الا فی الشرب کما سیجئ اور اگر اقرار کیا موجب حد یعنی ایسے جرم کا ساتھ گذر مدت کے تو مقر پر حد قائم کیجاویگی
بسبب منتفی ہونے تہمت کے مگر شراب پینے میں تقادم سے حد نہیں چنانچہ اگر اسکا بیان آویگا یعنی تہمت عداوت کی اپنی ذات سے متصور نہیں مانند شہادت کے
وتقادمہ بزوال الریح وبغیرہ بمضی شہر ہو الاصح اور تقادم شراب خمر کا بو کے جاتے رہنے سے ہے اور غیر شراب کا تقادم ایک مہینہ گذر جانے سے ہے یہی قول اصح ہے
یہ قول محمد سے منقول ہے اور شیخین سے بھی مروی ہے کذا فی المنح ولو شہدوا بزنی متقادم حد الشہود عند البعض وقیل لا کذا فی الخانیۃ اور اگر شاہدوں
نے متقادم زنا کی گواہی دی تو شاہدون پر حد قذف ماری جاویگی اور بعضون نے کہا کہ نہیں کذا فی الخانیۃ عدم حد کرخی کا قول ہے شہدوا علی زناہ بغائبۃ حد
گواہی دی شاہدون نے مرد کے زنا پر ساتھ غائب عورت کے یعنی جو مجلس قضا سے غائب ہے اور شاہد اوسکو پہچانتے ہیں تو مرد پر حد قائم ہوگی باتفاق ائمہ اربعہ اور اسیطرح
اقرار سے اگر کوئی کہے محتمل ہے کہ غائبہ مدعی ہو نکاح کی تو حد ساقط ہو جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ دعوی نکاح مثلا شبہہ ہے اور احتمال اوسکے دعوی کرنے کا شبہۃ الشبہۃ ہے
حالانکہ معتبر شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہۃ الاجماع حدود کی نفی لازم آوے اسواسطے کہ ثبوت حد کا اقرار سے ہوتا ہے یا گواہون سے اور اقرار محتمل رجوع ہے اور گواہی بھی محتمل جھوٹ
ہے تو اگر شبہۃ الشبہۃ معتبر ہو تو حد کا وجود ہی معدوم ہو کذا فی الطحطاوی عن الشلبی ولو علی سرقۃ من غائب لا لشرطیۃ الدعوی فی السرقۃ دون الزنی اور
اگر گواہی دی شخص غائب کے مال کی چوری کی تو مقبول نہوگی بسبب مشروط ہونے دعوی کے سرقہ میں نہ زنا میں اقر بالزنی بمجہولۃ حد وان شہدوا علیہ بذلک
لا لاحتمال انہا امراتہ او امتہ اقرار کیا ایک مرد نے زنا کا ساتھ ناواقف عورت کے تو اوسپر حد قائم ہوگی اور اگر گواہی دی مرد کے زنا کرنے پر ساتھ ناواقف
عورت کے تو حد نہ قائم کیجاویگی بسبب اس احتمال کے کہ شاید وہ عورت اوسکی جورو ہو یا لونڈی بخلاف مسئلہ اولی کے کہ مرد پر ایسا شبہہ مخفی نہیں رہ سکتا کا ختلافہم فی
طوعہا حدانچہ حد نہیں شاہدون کو اختلاف ہے عورت کی رضامندی میں یعنی دو شاہدون نے کہا کہ عورت راضی تھی اور دو نے کہا کہ اوسپر جبر تھا تو دونو پر حد نہیں امام
کے نزدیک لہ رضا جیسے کہ نزدیک نقطہ مرد پر حد ہے اور اسیطرح اگر تین نے طوع کی گواہی دی اور ایک نے اکراہ کی یا بالعکس اور ہر صورت میں شاہدون پر حد قذف نہیں امام کے نزدیک اور فی
البلد ولو کان علی کل زنی اربعۃ لکذب احد الفریقین یعنی ان ذکروا وقتا واحدا او تباعد المکانان والا قبلت فیہ یا شاہدون کا اختلاف ہوا
شہر میں اگرچہ ہر زنا پر چار گواہ ہون تو بھی حد نہیں بسبب کاذب ہونے ایک گروہ کے یعنی اگر شاہد ایک ہی وقت کو ذکر کریں اور دونون مکان دور ہون اور اگر ایسا نہو یعنی
وقت متحد ہو اور دونون مکان قریب ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان متباعد ہون یا وقت مختلف ہو اور دونون مکان قریب ہون تو گواہی مقبول ہوگی کذا فی الفتح
ھم اختلاف بلد کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ دو شاہدون نے گواہی دی کہ زنا کوفہ میں ہوا اور دو نے کہا کہ بصرہ میں تو مرد اور عورت دونون پر حد نہیں اسلیے کہ فعل زنا
مختلف ہوا بسبب اختلاف مکان کے اور ہر ایک مکان کی نصاب شہادت پوری نہیں اور دوسری صورت یہ ہے کہ چار گواہون نے باوجود دوری دونون مکان
کے گواہی دی کہ طلوع آفتاب کے وقت فلانے سال کے فلان مہینہ فلان تاریخ میں زنا ہوا ہے اور چار گواہون نے گواہی دی زنا کی کوفہ میں اوسیوقت اوسی مہینہ دن تاریخ
دونون پر حد نہیں اسواسطے کہ شخص واحد ایک ساعت میں دو مکان متباعد میں نہیں ہو سکتا اور شاہدون کا صدق اور کذب معلوم نہیں تو حاکم حکم کرنے
سے عاجز ہے بسبب تعارض کے یا تہمت کذب کے اور اگر دونون مکان متقارب ہیں تو باوجود اتحاد وقت گواہی مقبول ہے اور اسیطرح اگر وقت مختلف ہے
اور دونون مکان متباعد ہیں یا متقارب تو بھی گواہی مقبول ہے بسبب احتمال تکرار فعل کے کذا فی المنح ولو اختلفوا فی زاویتی بیت واحد صغیر حد الرجل
المراۃ والرجل استحسانا لامکان التوفیق اور اگر شاہدون نے اختلاف کیا ایک چھوٹی کوٹھری کے دو کونون میں تو مرد اور عورت دونون پر حد قائم ہوگی
بنا بر استحسان کے بسبب امکان توفیق کے یعنی اس اختلاف کا رفع کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ ابتدای فعل ایک کونے میں ہوا اور انتہاء فعل دوسرے کونے میں بسبب
اضطراب اور حرکت کے ولو شہدوا علی زناہا وکن ہی بکر او رتقاء او قرناء او شہد بفسقۃ او شہد وا علی شہادۃ اربعۃ وان وصلیہ شہادۃ
الاصول بعد ذلک لم یحد احد اور اگر شاہدون نے گواہی دی عورت کے زنا پر لیکن وہ باکرہ ہے یا اوسکی شرمگاہ گوشت زائد یا استخوان زائد سے بند ہے

یا گواہ فاسق ہیں یا شاہدوں نے گواہی دی چار گواہوں کی گواہی پر اگرچہ اصول نے بھی گواہی دی ہو بعد اسکے یعنی بعد گواہی دینے فروع کے تو کسی پر حد نہیں یعنی نہ عورت اور مرد پر نہ گواہوں پر پہم شہادت علی الشہادت حدود میں جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں زیادہ اشتباہ ہے کیونکہ اسمیں دو جگہ احتمال کذب ہے شہادت اصول میں اور شہادت فروع میں اور اگر بعد فروع کے اصول کی گواہی دینگے تو بھی مقبول نہوگی اسواسطے کہ شہادت اصول کی من وجہ مردود ہوگئی بسبب رد شہادت فروع کے اور غیر حدود میں رد شہادت فروع سے شہادت اصول کی مردود نہیں ہوتی اموال میں اسواسطے کہ مال ساتھہ شبہہ کے ثابت ہوتا ہے نہ حد کذا فی المنح شارح نے کہا کہ ان شہدوا کان صلہ ہے تا کہ کوئی فصلیہ سمجھکر اوسکی جزا نہ سمجھے کہ مطلب بگڑ جاوے و کذا ان شہدوا علی زناہ فوجد مجبوبا اور اسیطرح مرد پر حد نہیں اگر شاہدوں نے گواہی دی مرد کے زنا پر سو وہ مقطوع الذکر والخصیتین نکلا او لو شہدوا بالزنا و لکنهم عمیان او محدودون فی قذف او ثلثة او احدهم محدود او عبد او وجد واحد منهم کذلک بعد اقامة الحد حدوا للقذف ان طلبه المقذوف اور اگر چار شاہدوں نے زنا کی گواہی دی ولیکن وہ سب اندھے ہیں یا قذف کی حد اون پر پڑ چکی ہے یا تین شاہد ایسے ہیں یا چار میں سے ایک گواہ محدود فی القذف یا غلام ہے یا بعد اقامت حد زنا ایک شاہد اسیطرح کا پایا گیا یعنی اندھا یا محدود یا غلام تو سب شاہدوں پر حد قذف ماری جاویگی اگر مقذوف طالب حد کا ہوگا تو سب شاہدوں پر اسواسطے حد قذف ماریجاویگی کہ وہ اہل شہادت نہیں یا نصاب شہادت کو پوری نہیں تو زنا ثابت نہوا تو مسلمان پر عیب لگانا ثابت ہوا اور یہی حکم ہے اگر شاہد صغیر یا مجنون یا کافر ہوں اور حد قذف طالب مقذوف پر اسواسطے مشروط ہوگی کہ اوسکا حق ہے کذا فی النہر والمنح وارش جلدہ وان مات منه هدر خلافا لهما اور کوڑے مارنے کی دیت باطل ہے اگرچہ وہ کوڑوں سے مر گیا ہو بخلاف صاحبین کے یعنی گواہوں نے گواہی دی زنا کی اور زانی غیر محصن ہے سو اوسے کوڑے مارے گئے تو وہ زخمی ہوگیا یا مر گیا پھر ظاہر ہوا کہ ایک شاہد غلام یا محدود فی القذف ہے تو اوسکی دیت امام کے نزدیک باطل ہے اسلیے کہ کوڑوں کی ضرب ظاہر ہوا علم سے نہ زخمی اور ہلاک کرنے والی اگر ضارب نے قصد سے کیا اور صاحبین کے نزدیک اوسکی دیت بیت المال پر ہے اسلیے کہ یہ کذا فی المنح ودیة رجم فی بیت المال اتفاقا اور زانی کی سنگساری کی دیت بیت المال پر ہے باتفاق امام اور صاحبین کے یعنی در صورت عدم اہلیت شہود و یحد من لا دیة بعد الرجم فقط لانقلاب شهادته بالرجوع قذفا اور فقط وہی شخص چاروں گواہوں میں حد قذف مارا جاویگا جو گواہی سے پھر گیا بعد سنگسار ہونے زانی کے اسلیے کہ شہادت اوسکی بسبب رجوع کے منقلب بقذف ہوگئی ہم ماتن نے اشارہ کیا کہ اگر زانی پر کوڑے پڑینگے تو راجع پر حد نہیں اور اگر سب گواہ رجوع کرینگے تو سب پر حد ماری جاویگی وغرم ربع الدية اور جو شہادت سے رجوع کرے بعد رجم کے وہ ربع دیت کا ضمان دیگا وان رجع قبله ای الرجم حدوا للقذف ولا رجم لان الامضاء من القضاء فی باب الحدود اور اگر شاہد نے شہادت سے رجوع کی قبل رجم کے خواہ رجم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو تو سب گواہوں پر حد قذف ماریجاویگی اور زانی سنگسار نہوگا اسواسطے کہ حد کا جاری کر دینا قضا میں داخل ہے باب حدود میں یعنی تو گویا قبل قضا رجوع ثابت ہوا ہم سب گواہوں پر اسواسطے حد ہوگی کہ فی الحقیقت ہر شاہد قاذف ہے لیکن جب قاضی نے ثبوت زنا کا حکم دیا تو اونکا قذف شہادت ہوگیا اتصال قضا سے پھر جب قضا متصل نہوگی تو قذف باقی رہا لہذا حد قذف لازم آئی کذا فی المنح ولا شیء علی خامس رجع بعد الرجم اور اوس پانچویں گواہ پر کچھ نہیں نہ حد نہ دیت جسنے شہادت سے رجوع کیا بعد رجم کے فان رجع اخر حدا وغرما ربع الدية ولو رجع الثالث ضمن ربع الدية ولو رجع الخمسة ضمنوها اخماسا اگر پانچویں کے ساتھ ایک اور گواہ نے رجوع کیا تو دونوں پر حد قائم ہوگی اور دونوں چوتھائی دیت کی ضمان دینگے اور اگر تیسرا گواہ رجوع کریگا تو وہ بھی چوتھائی دیت کا ضمان دیگا وعلی هذا القیاس جتنا گواہ اور اگر پانچوں گواہ رجوع شہادت سے کرینگے تو ہر گواہ پانچویں پانچویں حصہ دیت کا ضمان دیگا کذا فی الحاوی القدسی ہم یہ حکم در صورت رجم ہے اسواسطے کہ ضمان نہیں مگر بعد رجم کے کذا فی المنح وضمن المزکی دیة المرجوم ان ظهروا غیر اهل للشهادة عبيدا او كفارا وهذا اذا اخبر المزكى بحرية الشهود واسلامهم ثم رجع بالتعمد الکذب والا فالدیة فی بیت المال اتفاقا ضامن ہے مزکی مرجوم کی دیت کا اگر ظاہر ہو کہ گواہ زنا کے اہل شہادت نہ تھے یعنی غلام یا کافر تھے یہ ضمان اوسوقت ہے جب مزکی نے شہود کی آزادی اور اسلام کی خبر دی ہو پھر اوسنے شہادت سے رجوع کیا ہو یوں کہکر کہ میں بالقصد جھوٹ

ترجمہ بلا ولی فدخل بہا لا یکون محصنا عند الثانی لشبہۃ الخلاف نہر مرد نے نکاح کیا عورت سے عورت کو بدون ولی کے پھر اوس سے صحبت کی تو مرد اس نکاح اور صحبت سے محصن نہیں ابو یوسف کے نزدیک بسبب شبہہ خلاف کے کذا فی النہر ہم عورت کا نکاح بدون ولی کے امام شافعی کے نزدیک باطل ہے اور احادیث بھی اسمیں کچھ مختلف ہیں لہذا ابو یوسف نے اس نکاح کو غیر صحیح کہا واسطے قطع اختلاف کے کذا فی المنح

باب حد الشرب المحرم

یہ باب ہے شرب حرام کی حد کے بیان میں ہم محرم کی قید واسطے بیان واقع کے ہے اسواسطے کہ بدون شرب محرم حد نہیں یحد مسلم فلو ارتد فسکر فاسلم لا یحد لانہ لا یقام علی الکفار ظہیریہ لکن فی منیۃ المفتی سکران ذمی من الحرام حد فی الاصح لحرمۃ السکر فی کل ملۃ حد مارا جاوے مسلمان ہم اگر مسلمان معاذ اللہ مرتد ہو پھر مست ہو پھر اسلام لاوے تو حد نہ ماریجاویگی اسواسطے کہ کفار پر حد قائم نہیں ہوتی کذا فی الظہیریہ لیکن منیۃ المفتی میں ہے کہ کافر ذمی مست ہوا شرب محرم سے تو حد مارا جاویگا قول اصح میں بسبب حرام ہونے نشہ کے ہر دین میں ہم ذمی پر حد مارنا یہ قول حسن کا اور بعض مشائخ نے اسکو پسند کیا ہے اور مذہب یہی ہے کہ اوسپر حد نہیں کذا فی الطحطاوی عن فتاوی قاری الہدایہ ناطق فلا یحد اخرس للشبہۃ حد ماری جاوے مسلم ناطق پر تو گونگے پر حد نہیں بسبب شبہہ کے یعنی گونگے کا شراب پینا خواہ گواہوں سے ثابت ہو خواہ اوسکے اشارہ معہودہ سمجھے سے بہرصورت اوسپر حد نہیں اسلئے کہ اشتباہ ہے کہ شاید اوسکو کوئی بند لقمہ اٹکا ہو سوا اوسکو اوتارنے کے واسطے اوسنے شراب پی ہو کذا فی حاشیۃ الحلبی مکلف طائع غیر مضطر لشرب الخمر ولو قطرۃ بلا قید سکر حد مارا جاوے مسلم ناطق عاقل بالغ جسنے بلا اضطرار اپنی خوشی سے شراب پی اگرچہ ایک ہی قطرہ پیا ہو بلا قید مستی کے ہم حد شرب خمر میں نشہ شرط نہیں اسواسطے کہ حرمت خمر کی قطعی ہے بخلاف اور اشربہ کے کہ اونکی حرمت ظنی ہے تو بدون نشہ کے اونکے پینے میں حد نہیں کذا فی المنح اور عدم اضطرار کی قید کا یہ فائدہ کہ اگر عطش مفرط کے دفع کیواسطے شراب پئیگا تو اوسپر حد نہیں کذا فی الدر المنتقی او سکر من نبیذ ما یفتی یا مسلم کو مست ہوگیا ہو کسی نبیذ کے پینے سے اسی پر فتوی ہے ہم یہ فتوی امام محمد کے قول پر ہے اونکے نزدیک قلیل نبیذ بھی حرام اور نجس ہے کذا فی النہر نبیذ اوس پینے کی چیز کو کہتے ہیں کہ سواے انگور کے کھجور یا مویز یا شہد یا جو میں پانی ڈالکر چند روز رکھا جاوے کہ گاڑھا ہو اور خمر یعنی شراب عبارت ہے انگور کے کچے پانی سے جبکہ جوش میں آوے اور گاڑھا ہو جاوے اگرچہ اوسمیں کف نہ آیا ہو بقول صاحبین اور یہی قول اظہر ہے اور اسی پر فتوی ہے طوعا عالما بالحرمۃ حقیقۃ او حکما بکونہ فی دارنا لما قالوا لو دخل حربی دارنا فاسلم فشرب الخمر جاہلا بالحرمۃ لا یحد بخلاف الزنی لحرمتہ فی کل ملۃ قلت یرد علیہ حرمۃ السکر ایضا فی کل ملۃ فتامل مسلم مذکور پر حد ہے جو خوشی سے شراب پیکر اور اسکے حرام ہونے کو جانکر علم حرمت حقیقۃ ہو یا حکما اسطرح پر کہ شارب دار الاسلام میں رہتا ہو اسواسطے کہ فقہا نے کہا ہے کہ حربی دار الاسلام میں داخل ہوا اور مسلمان ہوگیا پھر اوسنے شراب پی نادانستہ بحرمت خمر تو اوسپر حد نہیں بخلاف زنا کے یعنی اگر بمجرد دخول دار الاسلام اور قبول اسلام کے زنا کریگا تو اوسپر حد ہے بسبب حرام ہونے زنا کے ہر دین میں شارح کہتا ہے اس تعلیل پر وارد ہوتی ہے حرمت سکر بھی ہر دین میں سو تامل کر ہم طحطاوی نے کہا کہ ہمنے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ اعتراض تعلیل مذکور پر وارد نہیں اسواسطے کہ ظہیریہ میں شرب خمر مذکور ہے نہ سکر یعنی شرب خمر ہر دین میں حرام ہے اور شرب خمر کو وجود سکر لازم نہیں بعد الافاقۃ فلو حد قبلہا فظاہرہ انہ یعاد عینی حد ماری جاوے گی شارب خمر کو بعد ہوشیار ہونے کے نشہ سے تو اگر مستی میں حد ماری گئی تو ظاہر اس تقیید کا دلالت کرتا ہے کہ دوبارہ حد ماریجاوے کذا فی شرح العینی ہم یہ استظہار ہے صاحب نہر کا عینی کی اس تعلیل سے کہ حد بعد الافاقہ اسواسطے واجب ہوئی تا ضرب کا فائدہ ظاہر ہو اور شرنبلالی نے حالت سکر کے عدم فائدہ پر اعتراض کیا اسطرح کہ مستی میں بھی درد حاصل ہے اگرچہ کامل نہیں تو اعادہ ضرب کے بعد الافاقہ کچھ حاجت نہیں کذا فی الطحطاوی اذا اخذ الشارب وریحہا ما شرب من خمر او نبیذ فیہ فمن قصر الرائحۃ علی الخمر فقد قصر موجودۃ خبر لریحہ وہو مؤنث سماعی غایۃ حد ماریجاوے جبکہ شارب گرفتار ہوا در حالیکہ اوسکی بو موجود ہو منہ میں خواہ مشروب خمر ہو یا نبیذ کذا فی فتح القدیر سو جسنے فقط خمر کی بو پر قصر کیا اوسنے بیان میں قصور کیا یہ اشارہ ہے واقی زادہ شرح وقایہ کے محشی پر شارح نے کہا کہ موجودۃ خبر ہے ریح کی اور ریح مونث سماعی ہے کذا فی غایۃ البیان

یہ رد ہی صاحب کنز پر کہ اوسکی بو موجود ہو کما انہ موجودۃ کذا فی المنح الا ان تنقطع الرائحۃ لبعد المسافۃ وحینئذ فلابد ان یشہدا بالشرب طائعا ویقولا
اخذناہ وریحہا موجودۃ وجود بو ثبوت شرب کے واسطے ضرور ہی مگر یہ کہ بو منقطع ہو گئی ہو بسبب بعد مسافت کے تو اوسوقت مین ضرور ہی کہ شاہد یون گواہی دین کہ
اوسنے شراب اپنی خوشی سے پی اور یون کہین کہ ہمنے اوسکو گرفتار کیا تھا حالانکہ اوسوقت بو موجود تھی ولا یثبت الشرب بہا ای بالرائحۃ ولا بتقیئہا بل بشہادۃ
رجلین اور ثابت نہین ہوتا شرب بو سے اور نہ شراب کے قی کرنے سے بلکہ ثابت ہوتا ہی شرب دو مردون کی گواہی سے ہم فقط بو سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ کبھی غیر خمر سے خمر کی مانند بو آتی ہی جیسے سفرجل
یعنی بہی کو کھانے سے اور قی سے اسواسطے شرب ثابت نہین کہ شاید اوسنے اکراہ یا اضطرار سے پی ہو فیسألہما الامام عن ماہیتہا وکیف شربہا لاحتمال الاکراہ ومتی شربہا لاحتمال التقادم واین
شرب لاحتمال شربہ فی دار الحرب فاذا بینوا ذلك حبسہ حتی یسأل عن عدالتہم ولا یقضی بظاہرہا فی حد ما خانیہ دونون شاہدون سے امام پوچھے کہ
خمر کیا چیز ہی اور کیونکر پی بسبب احتمال اکراہ کے اور کب پی واسطے احتمال تقادم کے اور کہان پی بسبب احتمال پینے شارب کے دار الحرب مین پھر شاہد ان سوالات کے
جواب بیان کرین تو شارب کو امام قید کرے تا شاہدون کی عدالت کا سوال کرے اور حکم نکرے کسی حد مین ظاہر عدالت پر بلا تحقیق کذا فی الخانیۃ ہم ماہیت
خمر کا سوال اسواسطے ہی کہ شاید گواہ ہر مطرب سرور انگیز کو موجب حد کا جانتے ہون ولو اختلفا فی الزمان او شہد احدہما بسکرہ من النبیذ
والاخر من السکر لم یحد ظہیریہ اور اگر شاہد مختلف ہون زمان شرب مین یا ایک گواہ گواہی دے اوسکے خمر سے مست ہونیکی اور دوسرا گواہ شہادت
دے سکر سے مست ہونیکی تو اوسپر حد نہین کذا فی الظہیریۃ ہم سکر بتحقیق عبارت ہی عصیر رطب سے جب اوسمین اشتداد ہو اور بعضون نے کہا ہر شراب مسکر سکر ہی کذا
فی النہر او یثبت باقرارہ مرۃ صاحیا یا شرب ثابت ہوتا ہی شارب کے ایکبار کے اقرار سے ہوشیاری کی حالت مین ہم بحر الرائق مین ہی کہ جب ثبوت شرب کا
گواہ اور اقرار مین منحصر ہوا تو جب فاسق کے گھر مین شراب ہو یا لوگ شراب کے گرد مجتمع ہون اور کسی نے اونکو پیتے نہ دیکھا ہو تو اونپر حد نہین بلکہ تعزیر ہی ثمانین سوطا
متعلق بیحد للحر ونصفہا للعبد اسی کوڑے حد ماری جاوین آزاد کو اور اوسکا نصف یعنی ۴۰ کوڑے غلام کو ثمانین سوطا یحد سے متعلق ہی وفرق علی
بدنہ کحد الزنا کما مر اور متفرق کوڑے مارے جاوین شارب کے بدن پر مانند حد زنا کی چنانچہ اوسکی تفصیل مذکور ہو چکی یعنی سر اور منہ اور شرمگاہ پر نمارے اور کوڑا
گرہ دار نہو اور لباس شارب کا ضرب کے وقت اتارا جاوے سوائے پاجامہ کے تا کشف عورت نہو کذا فی البحر فلو اقر سکران او شہدوا بعد زوال ریحہا
لا لبعد مسافۃ او اقر کذلك او رجع عن اقرارہ لا یحد لانہ خالص حق اللہ تعالی فیعمل الرجوع فیہ ثم ثبوتہ باجماع الصحابۃ ولا اجماع الا
برأی عمر وابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین وہما شرطا قیام الرائحۃ تو اگر اقرار کیا شرب کا مستی مین یا گواہون نے گواہی دی بعد دور ہونے بوے خمر کے
بلا بعد مسافت یا اسیطرح بعد زوال بو کے شارب نے اقرار کیا یا وہ اپنے اقرار سے پھر گیا تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ حد شرب خالص حق ہی اللہ تعالی کا تو اوسمین اقرار سے
رجوع کرنا عمل کریگا ابطال حد مین پھر ثبوت حد شارب اصحاب کرام کے اجماع کے سبب ہی اور اجماع حاصل نہین بدون رای عمر فاروق اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہم اجمعین کے اور ان دونون بزرگون نے قیام بوے خمر کو شرط کیا ہی ہم شرب خمر اور سکر نبیذ کی حد امام اعظم رح کے نزدیک ۸۰ کوڑے ہین اور یہی قول ہی امام
مالک کا اور ایک روایت ہی امام احمد کی اور امام شافعی کے نزدیک ۴۰ کوڑے ہین لیکن بقول اصح امام کو ۸۰ کوڑے مارنا بھی جائز ہی اگر اسکو مصلحت معلوم ہو امام اعظم
کی دلیل اجماع صحابہ ہی صحیح مسلم مین انس بن مالک سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر مین شاخ خرما اور جوتیون سے مارا پھر ابوبکر رض نے ۴۰ کوڑے مارے یعنی اپنی خلافت
مین پھر جب عمر خلیفہ ہوے اور ہر طرح کے لوگ مجتمع ہوے تو صحابہ سے کہا کہ خمر کی مار مین تم کیا کہتے ہو عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ میری رای مین یہ آتا ہی کہ آپ ۸۰ کوڑے مقرر کیجیے
خفیف حد کی مانند تو عمر رض نے ۸۰ کوڑے مقرر کیے اور موطا مین مروی ہی کہ عمر فاروق نے خمر مین مشورت کی تو علی رض نے [illegible] کہا کہ میری رای مین یہ آتا ہی کہ آپ ۸۰
کوڑے مقرر کیجیے اسواسطے کہ جب آدمی نے شراب پی تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو ہذیان گوئی کریگا [illegible] ۸۰ کوڑے ہین
اور ان دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین [illegible] احتمال ہے کہ عبد الرحمن بن عوف رض اور علی مرتضی رض دونون نے [illegible]

اور صحیح مسلم مین انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شارب الخمر گرفتار ہو آیا تو وہ خرما کی دو شاخون سے ہم بار مارا گیا تو ان احادیث سے معلوم ہوا
کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کیوقت عدد معین نہ تھا پھر صدیق اکبر کیوقت اور ابتدای خلافت عمر فاروقؓ مین ۴۰ کوڑی مقرر ہوئی پھر ۸۰ کوڑی پر اجماع اور اتفاق صحابہ
کرام ہو گیا اسواسطے کہ حضرتؐ کا فعل ایکبار ایکہ دو کے حق مین بسبب اسکی زیادتی فساد کے اسی تک منتہی ہوا یعنی دو شاخ سے ۴۰ بار مارا تو ۸۰ ہو گئے پھر جب صحابہ کرام نے ہر روز
فساد کی ترقی دیکھی اور بالیقین معلوم کیا کہ جسقدر زمانہ متاخر ہو گا فساد زیادہ بڑھیگا تو اسی پر اجماع کیا کذا فی الفتح القدیر ملخصاً عبد اللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ شارب
الخمر کو ہلا کے منہ سونگھو اگر بو پاؤ تو اوسکو مارو اور عمر فاروقؓ کے پاس ایک شارب الخمر آیا بعد زوال ریح کے اور اوسنے اقرار کیا شرب کا تو اوسکو تعزیر دی حد نماری کذا
فی الطحطاوی عن الزیلعی والسکران من لا یفرق بین الرجل والمرأۃ والسماء والارض وقالا من یختلط کلامہ غالبا فلو نصفہ مستقیما فلیس
بسکران بحر اور امام کے نزدیک مست وہ ہے جو تفرقہ نکرے مرد اور عورت مین اور آسمان اور زمین مین اور صاحبین نے کہا کہ مست وہ ہے جسکا اکثر کلام بیہودہ اور
ہذیان ہو تو اگر نصف کلام مستقیم اور نصف بیہودہ ہو تو وہ مست نہین کذا فی البحر ویختار للفتوی قولہما لضعف دلیل الامام فتح اور فتوی کے واسطے
صاحبین کا قول مختار ہے بسبب ضعیف ہونے دلیل امام کے کذا فی الفتح ولو ارتد السکران لم یصح فلا تحرم عرسہ وھذہ احدی المسائل السبع المستثناۃ
من انہ کالصاحی کما بسطہ المصنف معزیا للاشباہ وغیرھا اور اگر مرتد ہو گیا مست تو اوسکا ارتداد صحیح نہین تو اوسکی زوجہ اوسپر حرام نہین
اس ارتداد سے اور یہ ایک مسئلہ اُن سات مسائل سے ہے جو مستثنی ہین اس قاعدہ سے کہ مست مانند ہوشیار کے ہے چنانچہ مصنف نے اُن مسائل کو اپنی شرح مین اشباہ وغیرہا
کی طرف نسبت کر کے مشرح بیان کیا ہے ۱ مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اشباہ وغیرہ سے یون نقل کیا ہے کہ شراب محرم کا مست ہوشیار کے مانند ہے مگر سات
مسائل مین اوسکے مانند نہین ۱ مرتد ہونے مین ۲ حدود خالصہ کے اقرار مین ۳ اشہاد علی الاشہاد مین ۴ تزویج صغیرہ اور صغیر مین جبکہ مہر مثل سے اقل ہو یا اکثر
تو یہ تزویج نافذ نہین ۵ وکیل ہوا طلاق کا ہوشیاری مین پھر مست ہو کے اوسنے طلاق دی تو واقع نہین ۶ بیع کا وکیل اگر مست ہو کے بیچے تو بیع نافذ نہین مع کل
۷ کوئی چیز غصب کی ہوشیاری سے پھر اوسکو پھیری حالانکہ وہ مست تھا ونقل فی الاشربۃ عن الجوھرۃ حرمۃ اکل بنج وحشیشۃ وافیون لکن دون
حرمۃ الخمر ولو سکر باکلہا لا یحد بل یعزر انتہی اور مصنف نے اپنی شرح مین جوہرہ سے کتاب الاشربہ مین نقل کی ہے حرمت خراسانی اجوائن
کی اور بھنگ اور افیون کی لیکن انکی حرمت کمتر ہے شراب کی حرمت سے اور اگر ان چیزون کے کھانے سے مست ہو گا تو اوسپر حد نہین بلکہ اوسکو تعزیر دیجاویگی انتہی نقلہ
وفی النہر التحقیق ما فی العنایۃ ان البنج مباح لانہ حشیش اما السکر منہ فحرام اور نہر الفائق مین ہے کہ تحقیق عنایہ کا قول ہے کہ خراسانی اجوائن مباح ہے
اسواسطے کہ حشیش یعنی گھاس ہے پر اوسکا نشا حرام ہے ۱ طحطاوی نے کہا کہ اباحت بنج مین تعلیل حشیش کی بے معنی ہے اور یہ عبارت عنایہ مین نہین بنج یعنی خراسانی اجوائن
کی اباحت عنایہ اور بحر الرائق مین مصرح ہے اور خانیہ سے بھی اباحت معلوم ہوتی ہے تو ظاہرا اختلاف ہوا اوسکی اباحت اور حرمت مین تو دونون قولون کی توفیق یہ ہے
کہ خراسانی اجوائن دو قسم پر ہے بقول قہستانی ایک قسم حرام ہے اور دوسری مباح اور اباحت بھی شیخین کے نزدیک ہے اور محمد کے نزدیک جسکا کثیر نشا کرے اوسکا قلیل بھی حرام
ہے اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ مذکور ہو گا اقیم علیہ بعض الحد فھرب ثم اخذ بعض التقادم لا یحد لما مران الامضاء من القضاء فی باب الحدود
شارب الخمر پر اقامت ہوئی بعض حد کی مثلا تیس ۳۰ یا ساٹھ کوڑے مارے گئے پھر وہ بھاگ گیا پھر گرفتار ہوا بعد مدت کے تو اوسپر حد نہین اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ حد جاری
کردینا قضا مین داخل ہے باب الحدود کے اندر ولو شرب او زنی ثانیا یستانف الحد لتداخل المتحد کما سیجیء اور اگر شراب پی یا زنا کیا دوسری بار تو استینا ف
ہو گا حد کا بسبب تداخل متحد الجنس کے چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ۱ یعنی اگر شارب پر کچھ حد ماری گئی اور وہ بھاگ گیا پھر اوسنے دوبارہ شراب پی اور گرفتار ہوا
تو اوسپر شرب ثانی کے سبب سے ایک ہی حد ماری جاویگی اور ثانی کی حد بقیہ حد اول سے بھی کافی ہے بسبب اتحاد قصد کے اور یہی حکم ہے زانی کے بھاگنے اور
دوبارہ زنا کرنیکا فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا سکران او صاح جرح بہ فرسہ فصدم انسانا فمات ان قادرا علی منعہ ضمن الا لا ہم نصف

لم ہو یعنی نکاح اور دخول میں یعنی احصان رجم میں نکاح اور دخول وجہ شرط ہو بخلاف احصان قذف کہ اوسمین شرط نہیں خواہ ہون یا نہون وبقی من الشروط آن
لا یکون ولد ولد او ولد ولدہ او اخرس او مجبوبا او خصیا او وطی بنکاح او ملک فاسد او ہی رتقاء او قرناء اور شروط احصان قذف سے یہ شرطین باقی رہگئین کہ مقذوف قاذف
کا بیٹا یا پوتا نہو گونگا یا مقطوع الذکر و الخصیتین یا خصی نہو یا اوسنے بنکاح فاسد یا ملک فاسد سے وطی نکی ہو یا عورت مقذوفہ کی شرمگاہ گوشت یا ہڈی سے بند نہو ہم گونگے کی قذف
مین اسواسطے حد نہین کہ استیفاء حد مقذوف کی دعوی پر موقوف ہے اور دعوی اسکا نہین ہو سکتا الا باشارہ اور نیابت اسمین کافی نہین اور مقطوع الذکر اگرچہ محصن ہے
لیکن بسبب عدم امکان زنا اوسکو قذف سے عار لاحق نہین ہو سکتی اور یہی علت ہے رتقا اور قرنا مین آور خصی وہ ہے جسکو ذکر ہو خصیتین نہون سو اوس سے زنا کرنا متصور ہے
تو خصی کا بیان مذکور کرنا غلط ہے شارح اس تعبیر مین صاحب نہر الفائق کے وہم کا تابع ہوگیا اسواسطے کہ محیط مین مصرح ہے کہ اگر خصی اور عنین کو قذف کریگا تو اوسپر حد ہے
اسواسطے کہ زنا کرنا اونسے متصور ہے کیونکہ آلہ زنا اونکے بدن مین موجود ہے اور نکاح فاسد سے احصان البتہ ساقط ہے لیکن ملک فاسد سے ساقط نہین اسواسطے کہ ملک فاسد یعنی بیع
اگر شراء فاسد سے حاصل ہو کہ شراء فاسد بسبب قبض کے مفید ملک ہے لہذا اوسکو واطی کے قاذف پر حد ہے چنانچہ قہستانی اور محیط مین مصرح ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وان یوجد
الاحصان وقت الحد حتی لو ارتد سقط حد القاذف ولو اسلم بعد ذلک فتح اور شروط باقیہ سے یہ ہے کہ احصان مقذوف کا حد مارنے کے وقت پایا جاوے
یہانتک کہ اگر وہ مرتد ہوجاویگا قبل حد کے تو قاذف سے حد ساقط ہو جاویگی اگرچہ وہ بعد ارتداد کے پھر مسلمان ہو کذا فی فتح القدیر ہم شروط مذکورہ سے یہ باقی رہگیا کہ مقذوف
نہ مرگیا ہو قبل حد قاذف کے اسواسطے کہ طرفین کے نزدیک قذف مین ارث نہین اور یہ شرط ہے کہ مقذوف حد قاذف کی طلب کرے حاکم کے روبرو کذا فی المنح بصریح
الزنا صریح زنا کا عیب لگانیوالے کو حد مارا جاویگا یعنی جو یون کہے کہ تو نے زنا کیا یا یون کہے کہ او زانی کذا فی النہر ومنہ انت الزانی من فلان او منی علی ما فی الظہیریہ
اور صریح زنا مین داخل ہے یون کہنا کہ تو زانی ہے فلانے سے یا مجھ سے کذا فی الظہیریہ ہم مبسوط مین مثال اول کے مخالف ہے اور خانیہ مین مثال ثانی کے مخالف ہے یعنی دونون
صورتون مین حد واجب نہین کذا فی النہر ومثلہ النیک کما نقلہ المصنف عن شرح المنار اور صریح کی مثل ہے لفظ نیک کا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین ابن ملک
کی شرح منار سے نقل کیا ہے ہم نیک مصدر ہے بمعنی جماع کردن یعنی اگر مرد سے کہے یا نا نکیا یا عورت سے کہے یا منیکوکہ تو گویا یون کہا کہ ای زانی اور ای زانیہ طحطاوی نے کہا
کہ یہ قول بعینہ ہے ولو قال یا زانیء بالہمز لم یحد شرح تکملہ اور اگر یا زانی کہا یعنی بجای یا تحتیہ ہمزہ بولا تو اوسپر حد نہین کذا فی شرح التکملہ ہم ظاہر یہ
قول صحیح نہین اسواسطے کہ محیط مین وجوب حد مذکور ہے اگرچہ قاذف صاعد کے معنی کا قصد کرے اسواسطے کہ اس کلمہ مہموز سے صعود کے معنی اسوقت مراد ہونگے جب محل
صعود کے ساتھہ مقرون ہو اور بلا ذکر محل صعود زنا پر محمول ہے اسواسطے کہ عرب بجای حرف علت ہمزہ بولتے ہین اور بجای ہمزہ حرف علت بولتے ہین تو قاذف کی
نیت کی تصدیق نہوگی بلا ذکر محل صعود کذا فی الطحطاوی او بقولہ زنأت فی الجبل بالہمز فانہ مشترک بین الفاحشۃ والصعود وحالۃ الغضب
تعین الفاحشۃ حد ہے صریح زنا کی تہمت سے یا اس قول سے کہ زنأت فی الجبل یعنی تو نے زنا کیا پہاڑ مین یا تو چڑھگیا پہاڑ مین اسلیے کہ زنأت مہموز مشترک ہے فاحشہ اور
صعود کے معنون مین اسلیے کہ بعضے عرب حرف علت کو ہمزہ بولتے ہین اور حالت غضب اور دشنام متعین کردیتی ہے معنی فاحشہ کو ہم یہ قول ہے شیخین کا فی الجبل کی قید
اسواسطے لگائی کہ اگر زنأت علی الجبل کہیگا تو اوسپر حد نہوگی اسلیے کہ بقرینہ علی صعود کے معنی متعین ہوگئے او لست لابیک ولو زاد لست لامک او قال لست
لابویک فلا حد او لست بابن فلان لابیہ المعروف بہ والحال ان امہ محصنۃ لانہا المقذوفۃ فی الصورتین اذ المعتبر احصان المقذوف
لا الطالب شمنی یا حد قاذف ہے اس قول سے کہ تو اپنے باپ کا نہین اور اگر اسقدر اور زیادہ کہا کہ تو اپنی مان کا نہین یعنی یون کہا کہ اپنی مان باپ کا نہین تو اوسپر حد نہین اسلیے کہ جب قائل نے ولادت
کی نفی کی تو زنا کی بھی کی کذا فی الحلبی یا حد ہے یون کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہین اور اوسکے باپ کا نام لیکر جس سے مخاطب معروف النسب ہے اور حال انکہ مان اوسکی
محصنہ ہو احصان اوسکی مان کا مشروط ہوا اسواسطے کہ وہی تو مقذوفہ ہے دونون صورتون مین یعنی لست لابیک اور لست بابن فلان مین قذف درحقیقت
اوسکی مان کو ہے اسواسطے کہ معتبر مقذوف کا احصان ہے نہ طالب کا کذا فی شرح الشمنی ہم مقذوف اوسکی والدہ ہے اور طالب اسکا ولد ہے جیسا اوسکی

مرگئی ہو اور اگر زندہ ہو تو طالب وہی ہوگی نہ اوسکا ولد کذا فی حاشیۃ الحلبی فی غضب یتعلق بالصور الثلث فی غضب تینوں صورتوں سے متعلق ہے یعنی زنأت فی الجبل اور لست لابیک اور لست بابن فلان کہنے سے غصب اور دشنام کی حالت میں قاذف پر حد ہو اور اگر حالت رضا میں اقوال ثلثہ میں سے کوئی قول کہیگا تو حد نہیں اسلئے کہ قول اول میں زنا صعود کے معنی پر اور قولین اخیرین میں نفی ولدیت محاسن اخلاق کی عدم مشابہت پر محمول ہے لطلب المقذوف المحصن لانہ حقہ ولو المقذوف غائبا عن مجلس القاذف حال القذف وان لم یسمعہ احد یعنی قاذف پر حد مارا جاویگا مقذوف محصن کی خواہش اور طلب سے اسواسطے کہ حد قذف واسطے دفع عار کے اوسیکا حق ہے اگرچہ مقذوف غائب ہو قاذف کی مجلس سے وقت قذف کرنے کے اوسکو عیب لگانے کسی نے نہ سنا ہو کذا فی النہر ھم در صورت عدم سماع کے طریق اثبات قذف کا قاذف کا اقرار پر منحصر ہے اسطرح کہ قاذف کہے کہ میں نے یوں کہا تھا بل وان امرہ المقذوف بذلک شرح تکملہ بلکہ اگرچہ قاذف کو امر کیا ہو مقذوف نے اسکا یعنی قذف کا کذا فی شرح التکملۃ ھم باوجود امر مقذوف حد ساقط نہوگی اسواسطے کہ یہ حق اللہ ہے تو عبد کی اباحت سے مباح نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی وینزع الفرو والحشو فقط اظہارا للتخفیف باحتمال صدقہ بخلاف حد زنا وشرب اور حد مارتے وقت قاذف کے بدن سے فقط پوستین اور روئی وغیرہ کا بھرا ہوا کپڑا اتارا جاوے واسطے ظاہر کرنے تخفیف حد قذف کو قاذف کے صادق ہونے کے احتمال سے بخلاف حد زنا اور شرب خمر کے ھم حد قذف کا سبب یعنی تہمت قطعی نہیں کہ شاید قاذف صادق ہو لہذا اوسکے سب کپڑے نہ اتارے جاوینگے سواے پوستین اور بھری کپڑے کو تاخفت حد ظاہر ہو بخلاف حد زنا اور شرب کو کہ سواے پاجامہ اونکے سب کپڑے اتار ڈالے جاوینگے کو لا یجد بلست بابن فلان جدہ لصدقہ یوں کہنے سے کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں یعنی اپنے دادا کا حد نہ ماری جاویگی بسبب صادق ہونے اس کلام کے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ اپنے باپ کا بیٹا ہے نہ دادا کا وبنسبتہ الیہ او الی خالہ او عمہ او رابہ بتشدید الباء مربیہ ولو غیر زوج امہ زیلعی لانھم اباء مجازا اور حد نہیں اوسکی دادا کی طرف اوسکی نسبت کرنیسے یا اوسکے ماموں یا اوسکے مربی اور پرورش کرنیوالے کی طرف نسبت کرنیسے اگرچہ مربی اوسکی ماں کا زوج نہو کذا فی شرح الزیلعی اسواسطے کہ دادا اور چچا وغیرہا آباء مجازی ہیں راب بہ تشدید باء موحدہ بمعنی مربی ہے ولا بقولہ یا ابن ماء السماء فیہ نظر ابن الکمال اور نہ یوں کہنے سے حد ہے کہ اے بارش آسمانی کے فرزند اسمیں اعتراض کیا ہے ابن کمال نے ھم اسواسطے حد نہیں کہ ابن ماء السماء سے جود اور صفا اور سماحت کی تشبیہ مراد ہوتی ہے چنانچہ عامر بن حارثہ ملقب بماء السماء تھا اپنی سخاوت کے سبب اسواسطے کہ وہ اپنے مال کو ایام قحط میں مثل قطرات باران بکثرت دیتا تھا اور ام المنذر ملقب بماء السماء تھی اپنے حسن اور جمال کے سبب سے اور اوسکے فرزند جو ملوک عراق تھے بنو ماء السماء کہلاتے تھے اور نعمان بن المنذر بھی ملقب بابن ماء السماء تھا کذا فی الطحطاوی ایضاح الاصلاح میں ابن کمال نے کہا کہ حالت غضب میں جود اور جمال تشبیہ نہیں ہو سکتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہم التزام کرتے ہیں اور اوسکو نفی شجاعت اور سخاوت کا سبب ٹھہراتے ہیں اس حالت میں کذا فی النہر فتح القدیر میں مذکور ہے کہ اگر وہاں کسی مرد کا نام ماء السماء مشہور ہو تو دشنام کے وقت البتہ اوسپر حد ہے ابن ماء السماء کہنے میں اور نہیں تو نہیں ولا بقولہ یا نبطی لعربی اور عربی کو نبطی کہنے سے حد نہیں ھم نبط ایک گروہ ہے آدمیوں کا عراق میں واحد کو نبطی کہتے ہیں اور شرح جامع صغیر میں ہے کہ انباط عجمی کاشتکار ہیں اسواسطے حد نہیں کہ اس قول سے نفی مشابہت عرب اور مشابہت اس گروہ کی اخلاق اور عدم فصاحت میں مراد ہے الا گمان قذف فی النہر ومتی نسبہ لغیر قبیلتہ او نفاہ عنہا عزر نہر الفائق میں ہے کہ جب کوئی قائل نسبت کرے مخاطب کو اوسکے غیر قوم کی طرف یا اوسکی قوم سے اوسکی نفی کرے تو تعزیر دیا جاوے ھم نہر الفائق میں یہ قول بطریق بحث ہے نہ بطریق روایت مذہب قیل یا فرخ الزنا یا بیض الزنا یا حمل الزنا یا سخل الزنا قذف اور نہر میں ہے کہ یوں کہنا کہ او زنا کے چوزہ اور زنا کے انڈے اور زنا کے حمل اور زنا کے بچے قذف ہے اسواسطے کہ یہ الفاظ ولد الزنا کو واسطے بولے جاتے ہیں [illegible]

[illegible]

کہ کل حرام زنا نہین یعنی چنانچہ زوجہ کا جماع حیض مین حرام ہے اور زنا نہین وفیہا لو جحد ابوہ نسبہ فلا حد اور قنیہ مین ہے کہ اگر ایک شخص کا باپ منکر ہوا
اوسکو نسب کا تو اوسپر حد نہین ولا حد بقولہ لامرأتہ زنیت ببعیر او بثور او بحمار او بفرس لانہ لیس بزنا شرعًا اور حد نہین اپنی زوجہ سے یون کہنے مین کہ تونے
زنا کیا اونٹ سے یا بیل سے یا گدہے سے یا گھوڑے سے اسواسطے کہ یہ شرعًا زنا نہین بخلاف زنیت ببقرۃ او بشاۃ او بناقۃ او بحمارۃ او بثوب او بدراہم فانہ یحد
لانہا لا تصلح للایلاج فیراد زنیت واخذت البدل بخلاف اس قول کے کہ تونے زنا کیا گائے سے یا بھیڑ بکری سے یا اونٹنی سے یا گدھی سے یا کپڑے سے یا دراہم سے تو
مرد پر حد ماریجاویگی اسواسطے کہ عورت اور خال فی الفرج کے لائق نہین تو یہ مراد ہوگی کہ تونے زنا کیا اور اشیاء مذکورہ کو بعوض زنا لیا ولو قیل ہذا لرجل فلا حد
لعدم العرف باخذہ المال اور اگر یہ قول مذکور مرد سے کہا گیا تو حد نہین اسواسطے کہ مرد کو مال لینا بعوض زنا مروج نہین وانما یطلبہ بقذف المیت
من یقع القدح فی نسبہ بسبب قذفہ ای المیت وہم الاصول والفروع وان علوا او سفلوا ولو کان الطالب محجوبًا او محرومًا عن المیراث
بقتل او رق او کفر او ولد بنت ولو مع وجود الاقرب او عفوہ او تصدیقہ للحوقہم العار بسبب الجزئیۃ قید بالمیت لعدم مطالبتہم فی
الغائب لجواز تصدیقہ اذا حضر اور قذف میت سے طلب حد تو وہی شخص کرے جسکے نسب مین عیب لگتا ہو بسبب قذف میت کے اور وہ یعنی طالب حد میت کے
اصول اور فروع ہین اگرچہ عالی یا سافل ہون اگرچہ طالب حد محجوب یا محروم ہو میراث سے بسبب قتل یا مملوکیت یا کفر کے یا طالب میت کا نواسا ہو اگرچہ شخص البعد باوجود
اقرب کے یا اوسکے عفو کردینے یا اوسکے تصدیق کردینے کے طالب حد ہو یعنی ہر اصل اور فرع کو حق طلب ہے ہر طرح اسواسطے کہ سبکو لحوق عار ہے بسبب جزئیت کے ماتن نے
طلب کے مقید بمیت کیا اسواسطے کہ اصول اور فروع کو مطالبہ زندہ غائب کے قذف مین نہین بسبب جائز ہونے تصدیق غائب کے جبکہ حاضر ہو اھ فلحطاوی نے نہر اور
بحر سے نقل کیا کہ اصول سے نانا اور نانی مستثنی ہین یعنی اونکو حق طلب نہین قال یا ابن الزانیین وقد مات ابواہ فعلیہ حد واحد للتداخل الاتی
شرح موت ابویہ لیس بقید بل فائدتہ فی المطالبۃ کہا اور دو زانیون کے بیٹے اور حالانکہ مقذوف کے والدین مرچکے ہین تو قاذف پر ایک ہی حد ہے بسبب تداخل
کے جسکا بیان آگے آویگا بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ موت اوسکے والدین کی قید نہین تداخل کی بلکہ فائدہ اوسکا مطالبہ مین ہے یعنی اگر والدین میت ہون گے
تو ولد کو حق طلب حد ثابت ہوگا بخلاف اونکی حیات کے کذا فی المنح ذکر فی اخر المبسوط ان معتوہۃ قالت لرجل یا ابن الزانیین فجاء بہا الی ابن ابی لیلی
فقالت اعترفت فحدہا حدین فی المسجد فبلغ ابا حنیفۃ فقال اخطا فی سبعۃ مواضع بنی الحکم علی اقرار المعتوہۃ والزمہا الحد وحدہا
حدین واقامہما معًا وفی المسجد وقائمۃ وبلا خمار ولیہا مبسوط کے آخر مین مذکور ہے کہ بیہوش عورت نے ایک مرد سے کہا یا ابن الزانیین سو وہ مرد اوسکو لایا قاضی
ابن ابی لیلی کے پاس سو اوسنے قبول کیا قذف کرنے کو تو قاضی نے اوسکو دو بار حد ماری مسجد مین تو یہ خبر پہونچی امام ابو حنیفہ کو تو کہا خطا کی قاضی نے سات جگہ ا
حکم کی بنا کی بیہوش عورت کے اقرار پر ۲ اور اوسپر حد لازم کی ۳ اور اوسکو دو حدین مارین ۴ اور دونون حدون کی ساتھ ہی اقامت کی ۵ اور مسجد مین حد قائم
قائم کی ۶ اور اوسکو کھڑا کرکے حد ماری ۷ اور بلا حضور اوسکے ولی کے ۸ فتح القدیر اور بحر الرائق اور منح الغفار مین یون مروی ہے کہ قاضی ابن ابی لیلی نے ایک شخص کو
سنا کہ دوسرے مرد کو کہتا ہے یا ابن الزانیین تو اوسکو دو حدین مارین مسجد مین پھر جب امام ابو حنیفہ کو خبر ہوئی تو فرمایا تعجب ہے ہمارے شہر کے قاضی سے کہ اوسنے ایک مسئلہ
مین پانچ جگہ خطا کی اول یہ کہ حد ماری بدون طلب مقذوف کے دوسری یہ کہ اگر وہ طالب ہوتا تو ایک ہی حد واجب تھی تیسری یہ کہ اگر اوسکو دونون حدین لگنی تھین تو دو
حدون مین ایک دن یا زیادہ کا انتظار کرنا تھا کہ ضرب اول کا اثر خفیف ہوجاتا چوتھی یہ کہ مسجد مین حد ماری پانچوین یہ کہ اوسکو دریافت کرنا تھا کہ اوسکے
والدین زندہ ہین یا نہین اگر زندہ ہوتے تو خصومت کا اونکو اختیار تھا اور نہین تو فرزند کو خصومت کا حق تھا انتہی لوٹا یہی زیادتی اور نقصان اسی سبب
اختلاف راویون کے ہے اور قاضی ابن ابی لیلی کی طرف سے یہ جواب ممکن ہے کہ وہ مجتہد تھے اونکو اجتہاد دیگر سے حق معلوم ہوا کذا فی الطحطاوی وقال
فی الدرر ولم یعرف ان ابویہ حیان فتکون الخصومۃ لہما او میتان فتکون للابن اور درر مین کہا اور یہ معلوم نہوا کہ مقذوف کے والدین زندہ ہین

سو جو خصوصیت انکو ہوتا یا مردہ تھے کہ جو خصوصیت بیٹے کو ہوتا اجتمعت علیه اجناس مختلفة بان قذف وشرب وسرق وزنا غیر محصن یقام علیه
الکل بخلاف المتحد جمع ہوئین ایک شخص پر حدود کی چند جنسین مختلف اسطرح پر کہ اُسنے قذف کیا اور شراب پی اور چوری کی اور غیر محصن نے زنا کیا تو اوسپر سب حدود قائم
کیجاوینگی اسواسطے کہ اغراض مختلف ہین کیونکہ مقصود حد زنا سے حفظ نسب ہے اور حد قذف سے حفظ آبرو ہے اور حد شرب سے حفاظت عقول ہے تو اقامت حد واحد سے
جمیع مقاصد کو نہین حاصل ہوتی بخلاف حدود متحد الجنس کے کہ وہان ایک حد کافی ہے بسبب اتحاد مقصود کے چنانچہ آخر باب مین مذکور ہوگا ولا یوالی بینہما
خیفة الهلاك بل یحبس حتی یبرأ اور حدود مختلفہ کے درمیان مین اتصال نکیا جاویگا یعنی لگاتار برابر اونکی اقامت نہوگی ہلاک ہوجانیکے خوف سے بلکہ وہ
محبوس رہے گا صحیح سالم ہونے تک ویبدأ بحد القذف لحق العبد ثم هو ای الامام مخیر ان شاء بدأ بحد الزنی وان شاء بالقطع لثبوتهما
بالکتاب اور حدود مختلفہ کی اقامت مین حد قذف سے ابتدا کیجاوے بسبب حق العبد کے اگرچہ اوسمین حق اللہ غالب ہے پھر امام مختار ہے چاہے حد زنا کو شروع
کرے چاہے قطع ید کی حد کو بسبب ثابت ہونے دونون کے قرآن مجید سے یعنی دونون قوت مین برابر ہین کسیکی ترجیح ویؤخر حد الشرب لثبوته باجتهاد الصحابة
اور موخر کرے حد شرب کو بسبب اُسکے ثابت ہونیکے صحابہ کرام کے اجتہاد سے ولو فقاء ایضا بدأ بالفقیٔ ثم بالقذف ثم یرجم لو محصنا ولغا غیرها بحر
اور اگر کسیکو زخمی بھی کیا تو امام ابتدا جراحت سے کرے پھر حد قذف مارے پھر سنگسار کرے اگر زانی محصن ہو اور انکے سوا اور حدود لغو ہوجاوینگی کذا فی البحر
ھم طحطاوی نے ابو سعود سے نقل کیا کہ جراحت سے وہ جراحت مراد ہے جو قصاص کی موجب ہے وفی الحاوی القدسی ولو قتل ضرب للقذف وضمن
للسرقة ثم قتل وترک ما بقی اور حاوی قدسی مین ہے کہ اگر قتل بھی کیا تو حد قذف ماریجاوے اور چوری کا ضمان ہے
پھر قتل کیا جاوے اور باقی حدود متروک ہون ولو هذا سرقه من ترکته لعدم قطعه بها اور جسقدر اوسنے چوری کی وہ اوسکے متروکہ سے لیجاوے بسبب
اوسکے عدم قطع کے کذا فی النهر لعله ضمان ساقط ہوتا ہے قطع ید کی ضرورت سے سو یہان پایا نہین گیا ولا یطالب ولد ای فرع وان سفل وعبد اباہ ای اصله
وان علا وسیده بقذف امه الحرة المسلمة المحصنة اور مطالبہ حد کا نکرے بیٹا اپنے باپ سے اور غلام اپنے مالک سے اپنی مان کے قذف سے جبکہ
حرہ مسلمہ محصنہ ہو ولد سے مراد فرع ہے اگرچہ سافل ہو اور باپ سے مراد اصل ہے اگرچہ عالی ہو اور غلام کی مان کا حرہ ہونا اسطرح پر کہ مان آزاد ہوگئی اور بیٹا اُس کا
غلام بنا رہا اور چونکہ باپ اور مولی سے بموجب حدیث کے قصاص ساقط ہے تو حد بطریق اولی ساقط ہوگی فلو کان لها ابن من غیره او اب او نحوه ملك الطلب
فی النهر واذا سقط عنه الحد عزر بل بشتیمة ولده نهر پھر اگر اوس عورت محصنہ کا بیٹا ہو اوس زوج کے غیر سے یعنی ربیب بشرطیکہ اسکا مملوک نہو یا عورت کا
باپ ہو یا اسکی مانند کوئی اور اصول اور فروع مین تو وہ طلب حد کا مالک ہوگا اور نہر الفائق مین ہے اور جب باپ سے حد قذف ساقط ہوگی تو تعزیر دیا جاویگا بلکہ بیٹے کو
گالی دینے سے تعزیر دیا جاویگا ولا ارث فیه خلافا للشافعی اور قذف مین ارث نہین بخلاف امام شافعی یعنی اگر بعد قذف کے مقذوف مرگیا تو حد باطل
ہے وارث دعوی نہین کرسکتا اور اگر میت کو قذف کیا تو اصول اور فروع کو حق طلب ہے بالاصالة نہ بالخلافة چنانچہ مذکور ہوچکا ولا رجوع بعد اقرار
ولا اعتیاض ای اخذ عوض ولا صلح ولا عفو فیه وعنه اور رجوع کرنا نہین قذف مین بعد اقرار کے اور قذف سے عوض کرنا یعنی قذف کے عوض مال
لینا جائز نہین اور نہ صلح اور بخشنا جائز ہے یعنی حاکم کے روبرو جب قذف ثابت ہوجاوے تو مقذوف کی صلح کرنے یا بخشنے سے حد ساقط نہین فیه متعلق
ہے رجوع سے اور عنه اعتیاض سے نعم لو عفا المقذوف فلا حد لا لصحة العفو بل لترك الطلب حتی لو عاد وطلب حد شمنی ولذا لا یتم الحد
الا بحضرته ہان اگر مقذوف عفو کردے تو حد نہین نہ اس سبب سے کہ عفو صحیح ہے بلکہ اس سبب سے کہ اوسنے طلب حد کو ترک کیا اسواسطے کہ طلب شرط ہے حد کی یہانتک
کہ بعد ترک کے اگر پھر عود کریگا اور طلب حد کریگا تو حد مارا جاویگا کذا فی شرح الشمنی اور اسیواسطے یعنی بسبب ترک کے حد پوری نہوگی مگر بعد حاضر ہونے مقذوف
کے یعنی اگر حد قذف شروع ہوئی پھر مقذوف کہین چلا گیا تو باقی کوڑے نہ مارے جاوینگے تاوقتیکہ مقذوف نہ آویگا قال لآخر یا زانی فقال الآخر
لا بل انت حدا لغلبة حق الله فیه کہا کسی نے دوسرے سے کہ یا زانی سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی مین زانی نہین تو زانی ہے

تو دونوں پر حد قذف ماری جاویگی بسبب غالب ہونے حق اللہ کو قذف میں یعنی اس قول میں دونوں قاذف ہوے سو اگر بنا بر حق العبد کے کہیں کہ دونوں برابر ہو گئے تو لازم آتا ہے اسقاط حق اللہ کا تو بنا بر غلبہ حق اللہ کے دونوں پر حد ہوگی کذا فی المنح بخلاف ما لو قال له مثلاً یا خبیث فقال بل انت لو یعزّر لانه حقهما وقد تساویا فتکافیا بخلاف اوسکے یہ صورت ہے کہ اگر ایک شخص سے مثلاً کہا یا خبیث سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو خبیث ہے تو دونوں پر تعزیر نہیں اسواسطے کہ تعزیر دونوں کا حق ہے یعنی تعزیر واسطے حق آدمی کے ہے حالانکہ جواب دینے سے دونوں برابر ہو گئے تو دونوں کی مکافات ہو گئی یعنی دونوں سے تعزیر ساقط ہو گئی بخلاف ما سیجئ لو تشاتما بین یدی القاضی او تضاربا لہ یتکافئا لهتك مجلس الشرع و لتفاوت الضرب بخلاف سابق وہ مسئلہ ہے جو آویگا کہ اگر دو شخصوں نے باہم گالی دی قاضی کے سامنے یا باہم ایک نے دوسرے کو مارا تو دونوں برابر نہو جاوینگے سقوط تعزیر میں بلکہ دونوں کو تعزیر دیجاویگی بسبب بے ادبی مجلس شرع کی اور بسبب متفاوت ہونے ضرب کے و لو قال لعرسه وهو من اهل الشهادة فردت به حدت و لا لعان اور اگر قول مذکور اپنی زوجہ سے کہا اور حالانکہ زوج اہل ہو شہادت کا سو زوجہ نے وہی قول پھر کہا تو عورت پر حد ماری جاویگی اور لعان نہوگا ہم یعنی اگر زوج نے زوجہ سے کہا یا زانیہ سو اوسنے جواب دیا بلکہ تو یعنی میں نہیں تو زانی ہے تو عورت پر حد ہے بلا لعان اور زوج میں اہلیت شہادت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر وہ اہل شہادت نہوگا تو اوسکا قذف لعان کا موجب نہوگا تو دونوں پر حد ماری جاویگی کذا نقله الحلبی عن الایضاح الاصل ان الحدین اذا اجتمعا و فی تقدیم احدهما اسقاط الاخر وجب تقدیمه احتیالاً للدرء قول مذکور میں حد زوجہ اور سقوط لعان کا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو حدیں جمع ہونگی اور ایک کے مقدم کرنے میں دوسری حد کا اسقاط ہوگا تو اوسکی تقدیم واجب ہوگی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے یعنی جب اول عورت پر حد ماری گئی تو وہ لعان کے لائق نرہی اسواسطے کہ محدود فی القذف لعان کا اہل نہیں اور لعان کی تقدیم میں ابطال حد کا نہ تھا لہذا تقدیم حد واجب ہوئی کذا فی المنح اگر کوئی کہے کہ تقدیم حد مذکور اجتماع حدین میں ہوتی ہے اور لعان تو حد نہیں اسکا جواب شارح نے آیندہ قول میں دیا واللعان فی معنی الحد اور لعان بمعنی حد ہے یعنی مشروعیت لعان کی واسطے انزجار کے ہے مانند حدود کی دال الرو قالوا لو قال لها یا زانیة بنت الزانیة بدئ بالحد لینتفی اللعان اور اسیواسطے یعنی حد ٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے فقہانے کہا ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یا زانیہ بنت الزانیہ تو اول حد کی ابتدا کیجاویگی تا لعان منتفی ہو جاوے یعنی زوج پر زوجہ کی ماں کی قذف کی اوّل حد ماریجاویگی تو لعان ساقط ہو جاویگا اسواسطے کہ محدود لائق لعان کو نہیں رہتا بحر الرائق میں کہا کہ اگر زوجہ پہلے دعوی کریگی تو دونوں میں قاضی لعان کراویگا پھر زوجہ کی ماں اپنی قذف کی حد کی طالب ہوگی تو مرد پر حد قذف ماری جاویگی طحطاوی نے کہا تو شاید مسئلہ مذکورہ شارح کا اوس صورت میں مفروض ہے جب زوجہ اور اوسکی ماں متفق طالب ہوں و لو قالت فی جوابه زنیت بك او معك هدرا ای الحد واللعان للشك اور اگر زوج نے کہا یا زانیہ اور زوجہ نے اوسکے جواب میں کہا کہ میں نے تجھ سے زنا کیا یا تیرے ساتھ زنا کیا تو حد اور لعان دونو باطل ہو جاوینگی بسبب شک کے ھم تفصیل شک یوں ہے کہ عورت کا قول اسکا محتمل ہے کہ اوسنے قبل النکاح کے زنا کا ارادہ کیا تو حد واجب ہوگی نہ لعان اسواسطے کہ زوجہ نے زوج کے قول کی تصدیق کی اور زوج نے اوسکی تصدیق نہیں کی اور محتمل ہے کہ زوجہ نے اوس زنا کا ارادہ کیا جو زوج کے ساتھ بعد نکاح ہوا یعنی نکاح کے جماع کو تعبیر زنا کیا بقرینہ تقابل تو موجب اس احتمال کے لعان واجب ہے نہ حد اسواسطے کہ قذف مرد کی طرف سے ہوا نہ عورت کی طرف سے تو بسبب احتمالین مذکورین کے شک پڑا حد یا لعان کے ثبوت میں لہذا دونوں ساقط ہو گئے کذا فی المنح قید بالخطاب لانها لو اجابته بانت ازنی منی حدّت وحدها نہایہ مصنف نے جواب کو بخطاب مذکور مقید کیا اسواسطے کہ اگر زوجہ زوج کو یوں جواب دیگی کہ تو زانی تر ہے مجھ سے تو فقط زوجہ ہی پر حد ماری جاویگی کذا فی الفتح اسواسطے کہ صیغہ افعل کا ایسے مقام میں تسمیہ نے العلم کے واسطے مستعمل ہوتا ہے تو گویا زوجہ نے یوں کہا کہ انت اعلم بالزنا منی اور علم بالزنا کی نسبت جنایت نہیں کذا فی الطحطاوی عن الکمال اور یہ جو بعض نسخوں میں ہے کہ حدّ و حدت سو تحریف ہے و لو کان ذلك مع اجنبیة حدت دونه لتصدیقها اور اگر وہ یعنی گفتگو مذکور اجنبی عورت سے ہوا یعنی مرد نے اجنبی عورت سے کہا کہ یا زانیہ اوسنے جواب دیا کہ میں نے تیرے ساتھ زنا کیا تو عورت پر حد ہے نہ مرد پر بسبب تصدیق کرنے عورت کے یعنی عورت نے بھی مرد کو قذف کیا

اور اوسکا حق تصدیق کرنے سے ساقط ہوگیا اقرّ بولدٍ ثم نفاہ یلاعن وان عکس حُدّ للقذف والولد لہ فیہما لاقرارہ اقرار کیا زوج نے ولد کا پھر اوسکی نفی کی تو لعان کرے زوجہ سے اور اگر اسکو بالعکس کیا یعنی اول نفی کی پھر اقرار کیا تو مرد پر حد قذف ماری جاوے اور ولد دونوں صورتوں میں مرد کا ہے اوسکو اقرار سے پہلی صورت میں اقرار سابق ہے اور دوسری صورت میں اقرار لاحق ہے اور لعان بدون قطع نسب صحیح ہے کذا فی المنح ولو قال لیس بابنی ولا بابنک فیصل ذلک لانہ انکر الولادۃ اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو یہ باطل ہے نہ اس قول سے حد متعلق ہے نہ لعان اسلئے کہ مرد ولادت کا منکر ہے اور انکار ولادت سے قاذف نہیں ہوتا قال لامرأۃٍ یا زانی حُدّ اتفاقًا لان الہاء تحذف للترخیم کہا مرد نے اجنبی عورت سے یا زانی تو اوسپر حد ہے باتفاق شیخین اور محمد کے اسواسطے کہ کلام عرب میں ہا ہوز محذوف ہوسکتی ہے بسبب ترخیم کے یعنی اصل میں یا زانیہ تھا سو ترخیم سے آخر کا حرف محذوف ہوگیا ترخیم عبارت ہے حذف آخر کلمہ سے ولرجل یا زانیۃ لا وقال محمد یُحدّ لان الہاء تدخل للمبالغۃ کعلّامۃ قلنا الاصل فی الکلام التذکیر اور اگر مرد سے کہا یا زانیہ تو شیخین کے نزدیک حد نہیں اور محمد نے کہا کہ اسکا قائل حد مارا جاویگا اسواسطے کہ ہا ہوز صیغہ مذکر میں مبالغہ کرنے کیواسطے داخل ہوتی ہے جیسے علامہ میں ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ اصل کلام میں مذکر لانا ہے لفظ کا اور تانیث غیر اصل ہے ولا حدّ بقذف من لہا ولد لا اب لہ معروف فی بلد القذف اور حد نہیں اوس عورت کو قذف کرنے سے جسکے ولد کا باپ معلوم نہیں اُس شہر میں جہاں قذف واقع ہوا ہے ہر شہروں کذا فی البحر او من لاعنت بولدٍ لانہ امارۃ الزنا یا حد نہیں اوس عورت کی تہمت سے جسنے لعان کیا باوجود ولد کو یعنی لعان باقی رہا اور قاضی نے ولد کا نسب زوج سے قطع کر دیا اور ولد کو ماں کے ساتھ لحق کر دیا اسواسطے حد نہیں کہ وجود ولد بے لعان علامت ہے زنا کی اور اگر بعد لعان کے قاضی قطع نسب نہ کریگا تو اوسکے قاذف پر حد واجب ہوگی یا اگر لعان باطل ہو جاویگا زوج کے اقرار کذب سے تو بھی قاذف پر حد واجب ہوگی بسبب دور ہونے تہمت کے کذا فی المنح او قذف رجلًا وطئ فی غیر ملکہ بکل وجہ کامۃ ابنہ او بوجہ کامۃٍ مشترکۃٍ او فی ملکہ المحرم ابدًا کامۃ ہی اختہ رضاعًا فی الاصح لفوات العفۃ یا حد نہیں اس مرد کی قذف سے جسنے وطی کی ہے غیر ملک میں ہر وجہ سے چنانچہ اپنے ولد کی لونڈی سے وطی کی یا ایک وجہ سے غیر ملک میں وطی کی جیسے مشترک لونڈی سے وطی کی یا اپنی اوس مملوکہ سے وطی کی جو ہمیشہ کو حرام تھی چنانچہ اپنی اُس لونڈی سے وطی کی جو مولی کی رضاعی بہن تھی یہاں حد نہیں قول اصح میں بسبب فوت ہونے عفت کے ہم یہ علت ہے مسائل ثلثہ مذکورہ کے عدم حد کی او بقذف من زنت فی کفرہا لسقوط الاحصان یا حد نہیں اوس عورت کی قذف سے جسنے اپنے کفر کی حالت میں زنا کیا بسبب ساقط ہونے احصان کے او بقذف مکاتب مات عن وفاءٍ لاختلاف الصحابۃ فی حریتہ فاورث شبہۃً یا حد نہیں اوس مکاتب کی قذف سے جو مر گیا بدل کتابت ادا کرنے کے حد نہیں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی حریت اور عبدیت میں تو اس اختلاف نے شبہہ پیدا کیا سقوط حد میں ہم وفا بدل کتابت کی قید سے معلوم ہوا اگر بدون وفا مر جاویگا تو اوسکے قاذف پر بطریق اولی حد نہ ہوگی اسواسطے کہ وہ بلا شبہہ غلام ہے کذا فی البحر وحُدّ قاذفُ واطئ عرسہ حائضًا وامۃٍ مجوسیۃ ومکاتبۃٍ ومسلمٍ نکح محرمۃ فی کفرہ لثبوت ملکہ وفی الاخیرۃ خلافہما اور حد مارا جاویگا قاذف اُس مرد کا جسنے اپنی زوجہ سے وطی کی حیض کی حالت میں اور مجوسی لونڈی اور مکاتبہ سے وطی کی اور اوس مسلم کا قاذف حد مارا جاویگا جسنے اپنی حالت کفر میں اپنی محرم سے نکاح کیا بسبب ثابت ہونے وطی کرنیوالے کی ملک میں یعنی پہلی اور پچھلی صورتوں میں ملک نکاح ثابت ہے اور باقی میں ملک یمین ہے اور پچھلی صورت میں خلاف ہے صاحبین کا اسواسطے کہ نکاح کافر کا اپنی محرم سے امام کے نزدیک صحیح ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہیں وحُدّ مستامنٌ قذف مسلمًا لانہ التزم ایفاء حقوق العباد بخلاف حدّ الزنا والسرقۃ لانہما من حقوق اللہ تعالی المحضۃ کحدّ الخمر فاما الذمی فیحدّ فی الکل الا الخمر ہ اور حد مارا جاویگا کافر مستامن جسنے مسلم کا قذف کیا اسواسطے کہ اُسنے بسبب امان مسلمین کے ایفا حقوق العباد کا التزام کیا ہے بخلاف حد زنا اور چوری کے کہ وہ مستامن پر نہیں اسلئے کہ زنا اور سرقہ کی حد حق تعالی کے حقوق خالصہ سے ہے مانند شراب کی حد کے اور ذمی کافر پر تو جمیع حدود ماری جاوینگی سوای شراب کی حد کے کذا فی غایۃ البیان لکن قدمنا عن المنیۃ تصحیح حدّہ بالسکر ایضًا لیکن ہم باب الشرب میں سابق ذکر کر چکے ہیں منیۃ المفتی سے حد ذمی کی تصحیح مست ہونے سے بھی شارح نے استدراک کیا غایۃ البیان

[حاشیہ:] ۱؎ یہاں تک تحریر تمام ہوا ... [illegible] ... آزاد ہے اور صاحبین ... [illegible]

کے استثنا پر د فی السراجیۃ اذا اعتقدوا حرمۃ الخمر کانوا کالمسلمین اور سراجیہ مین ہے کہ جب اہل ذمہ حرمت خمر کے معتقد ہون تو مسلمین کی مانند ہین چنانچہ ہمین
ہمارے شارح نے سراجیہ کے قول سے غایۃ البیان الخ بنیۃ المفتی کی تعارض کو دفع کیا ہے یعنی غایۃ البیان کی روایت اُس صورت پر محمول ہے جب اہل ذمہ معتقد حرمت خمر نہون اور بنیۃ المفتی
کی روایت اعتقاد حرمت پر محمول ہے تو تناقض نہ رہا واللہ اعلم اور سراجیہ سے مراد سراج الدین کا فتاوی ہے کذا فی المنح وفیہا لو سرق الذمی او زنی فاسلم ان ثبت
باقرارہ او بشہادۃ المسلمین حد وان ثبت بشہادۃ اہل الذمۃ لا اور سراجیہ مین ہے کہ اگر ذمی نے چوری کی یا زنا کیا پھر وہ مسلمان ہوا اگر سرقہ یا زنا اوسکے
اقرار یا اہل اسلام کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد مارا جاویگا اور اگر اہل ذمہ کی گواہی سے ثابت ہوا تو حد نہین اسواسطے کہ کفار کی گواہی مسلم پر مقبول نہین اقر القاذف
بالقذف فان اقام اربعۃ علی زناہ ولو فی کفرہ لسقوط احصانہ کما مر او اقر بالزنا اربعا کما مر اقرار کیا قاذف نے قذف کا سو اگر چار گواہ قائم کئے مقذوف
کے زنا پر اگرچہ اقامت بینہ قاذف کی حالت کفر مین ہو بسبب ساقط ہونے احصان قاذف کے یعنی مقذوف کا احصان شرط ہے حد قذف مین نہ قاذف کا چنانچہ مذکور ہو چکا
یا زانی نے خود زنا کا اقرار چار بار چار مجلس مین کیا چنانچہ اسکا بیان گذرا عبارۃ الدرر او اقرارہ بالزنا فیکون معناہ او اقام بینۃ علی اقرارہ بالزنا
وقد حرر فی البحر ان البینۃ علی ذلک لا تعتبر اصلا ولا یعول علیہا لانہ ان کان منکرا فلا تسمع مع الاقرار الا فی سبع مذکورۃ فی الاشباہ
لیست ہذہ منہا فلذا غیر المصنف العبارۃ فتنبہ عبارت درر کی یون ہے یا اوسکے اقرار بالزنا پر تو مطلب اسکا یہ ہوا یا قاذف نے گواہ قائم کئے زانی کے
زنا کے اقرار پر اور بحر الرائق مین تحریر کی ہے کہ اسپر گواہ اصلا معتبر نہین اور نہ اُسپر اعتماد نہین اسواسطے کہ اگر زانی منکر زنا ہے تو رجوع اسکا ثابت ہوا تو گواہی لغو
ہوگئی اور اگر مقر ہے تو گواہی لائق سماعت نہین باوجود اقرار کے مگر سات جگہ البتہ گواہی باوجود اقرار معتبر ہے جسکی تفصیل اشباہ مین مذکور ہے اون سات مقامون سے
یہ مسئلہ نہین اسواسطے ماتن نے درر کی عبارت کو بدل ڈالا اسو خبردار ہو جا یعنی یون کہا کہ اگر قاذف نے زنا پر گواہ قائم کئے یا زانی نے خود زنا کا اقرار کیا تو مقذوف پر حد ہے
ہم اشباہ والنظائر مین مذکور ہے کہ مقر پر گواہ مسموع نہین مگر سات جگہ ۱ میت کے قرض پر وارث نے اقرار کیا تو گواہ مسموع ہونگے تا اور وارثون پر حکم متعدی ہو ۲
مدعا علیہ کے اقرار وصیت پر مدعی کے گواہ مسموع ہین ۳ مدعا علیہ کے اقرار وکالت پر وکیل کے گواہ اثبات وکالت پر مسموع ہین دفع ضرر کو واسطے ۴ استحقاق کی گواہی باوجود
اقرار مستحق کے مسموع ہے تا بائع سے رجوع کرنا آسان ہو ۵ اگر باپ نے خصومت کیجائے صغیر کی جانب سے تو باوجود باپ کے اقرار کی گواہی قبول ہے ۶ اگر وارث نے موصی لہ کیواسطے
اقرار کیا تو بھی شہادت مسموع ہے ۷ ایک جانور کرایہ دیا زید کو پھر اوسکو کرایہ دیا خالد کو سو زید نے گواہ گذرانے کرایہ پر تو اگر خالد حاضر ہوگا اور مقر بھی ہوگا زید کو کرایہ دینے پر
تو بھی شہادت زید کی مسموع ہوگی اور اگر غائب ہوگا تو مسموع نہوگی کذا فی الطحطاوی ویحد المقذوف ومن اعنی اذا لم تکن الشہادۃ بحد متقادم کما لا یخفی درر مارا
جاویگا مقذوف جبکہ گواہی حد متقادم پر نہوگی چنانچہ یہ مخفی نہین ہم حدا المقذوف جزاء ان اقام کی یعنی اگر قاذف چار گواہ لاویگا مقذوف کے زنا پر یا مقذوف خود
اقرار کریگا تو مقذوف پر حد ماری جاویگی وان عجز عن البینۃ للحال واستاجل لاحضار شہودہ فی المصر تؤجل الی قیام المجلس فان عجز حد اور اگر قاذف
عاجز ہو گواہ ہونگر لانے سے اسیوقت اور حاکم سے مدت مانگی اپنے گواہون کو حاضر کرنیکی جو اوسی شہر مین موجود ہین تو اسکو مہلت دیجاوے قیام مجلس تک پھر اگر نہ لا سکے تو
اوسپر حد قذف ماریجاوے ولا یکفل لیذہب لطلبہم بل یحبس ویقال ابعث الیہم من یحضرہم اور حاضر ضامنی نلیجاوے قاذف سے تاکہ وہ گواہون کی تلاش کو
جاوے بلکہ وہ محبوس یعنے نظر بند رہے اور اوس سے کہا جاوے کہ گواہی کی طرف اوس شخص کو بھیج جو انکو حاضر کرے ولو اقام اربعۃ فسقا فانہ کما قال درر درئ الحد عن
القاذف والمقذوف والشہود ملتقط اور اگر قاذف نے چار گواہ فاسق سے اپنے قول کی گواہی دلائی تو قاذف اور مقذوف اور گواہون سے حد مندفع ہو جاویگی کذا
فی الملتقط ہم قاذف اور شہود پر اسواسطے حد نہین کہ نصاب شہادت پوری ہے اگرچہ گواہ عادل نہین اور مقذوف پر اسواسطے حد نہین کہ وجوب حد شہود عدول پر
موقوف ہے یکتفی بحد واحد بجنایات اتحد جنسہا بخلاف ما اختلف جنسہا کما بیناہ وعمم اطلاقہ ما اذا اتحد المقذوف او تعدد بکلمۃ او
کلمات فی یوم او ایام طلب کلہم او بعضہم وما اذا حد للقذف الا سوطا ثم قذف آخر فی المجلس فانہ یتم الاول ولا شیء للثانی للتداخل

ایک حد کافی ہے اون جنایات کیواسطے جنکی جنس متحد ہے بخلاف اون جنایات کی جنکی جنس مختلف ہے چنانچہ ہم بیان کرچکے ہیں اسی باب میں حکم جنایات مختلفہ کا اور شامل ہے اطلاق مصنف کا جبکہ مقذوف متحد ہو یا متعدد و قذف اونکا ایک لفظ سے ہو یا چند الفاظ سے ایکدن میں قذف کیا ہو یا چند ایام میں طلب کی جمیع مقذوفین نے کی ہو یا بعض نے اور شامل ہے اطلاق اس صورت کو جب کہ قاذف کو حد ماری گئی ہو سوا ایک کوڑے کے پھر اوس نے دوسری بار اوسی مجلس میں دوبارہ قذف کیا تو حد اول پوری کیجاویگی یعنے فقط ایک باقی کوڑا مارا جاویگا اور قذف ثانی کیواسطے کچھ نہیں بسبب تداخل کے ہم اکتفا حد واحد اسوقت ہے جبکہ بعد تکرار جنایات کے حد واقع ہوئی اور اگر جنایات اولی کی حد کے بعد دوسری بار جنایت کریگا تو دوسری بار حد ماری جاویگی خواہ قذف ہو خواہ شرب کذا فی الفتح واما اذا قذف فحد فقذف آخر حد للعبد فان اخذه الثاني كمل له ثمانون لوقوع الاربعين لهما فتح اور جب کہ غلام قذف کریگا پھر آزاد ہو جاویگا پھر دوسرے شخص کو قذف کریگا تو اوس غلام کی حد ماری جاویگی یعنی چالیس کوڑے پھر اگر مقذوف ثانی اوسکو گرفتار کریگا یعنی طالب ہوگا تو اول حد کو ملا کر اسی کوڑے پوری کردیے جاوینگے بسبب واقع ہونے پہلی چالیس کوڑے ون کے دونوں حد قذف کیواسطے کذا فی الفتح یعنی حد چالیس کوڑے دونوں قذفوں میں شمار ہوگئی بسبب اتحاد جنس کے تو اسی میں چالیس باقی ہے سو وہی چالیس باقی مقذوف ثانی کی طلب کے بعد ماری جاوینگی و فی سرقة الزيلعي قذفه فحد ثم قذفه لم يحد ثانيا لان المقصود وهو اظهار كذبه ودفع العار حصل بالاول انتہی اور شرح زیلعی کے باب السرقہ میں ہے کہ قذف کیا زید کو مثلا اور پھر حد ماری گئی پھر بعد حد کے دوبارہ اوسکو قذف کیا تو دوسری بار اوسکو حد نماری جاویگی اسواسطے کہ حد قذف کا مقصود یعنی اظہار کذب قاذف اور دفع عار مقذوف سے حاصل ہو چکا پہلی حد سے تو حد ثانی کی حاجت نرہی انتہی کلام زیلعی کو مخالف فتح القدیر کا قول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور ضعف توجیہ زیلعی کا مخفی نہیں اسواسطے کہ اول حد سے زمان ماضی کا کذب ظاہر ہوا نہ زمان مستقبل کا وعلی ہذا القیاس دفع عار لیکن ظہیریہ میں یہی مطلقا نفی حد ہے مانند زیلعی کے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ومفاده انه لو قال له يا ابن الزانية وامه ميتة فخاصمه حد ثانيا لما لا يخفى اور زیلعی کی تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر قاذف نے مقذوف کو کہا یا ابن الزانیہ یعنی اول مقذوف کو زانی کہا پھر اوسکی ماں کو اور حالانکہ اوسکی ماں میت ہے پھر مقذوف نے قاذف سے خصومت کی تو اوسکو دوبارہ حد ماریجاویگی چنانچہ وجہ اسکی پوشیدہ نہیں یعنی مقذوف نے اول اپنی قذف کی حد کی طلب کی سو قاذف مارا گیا پھر اوس نے اپنی ماں کی قذف کا دعوی کیا تو دوبارہ اوسکو حد ماریجاویگی اسواسطے کہ حد اول سے مقذوف سے عار رفع ہوئی اور حد ثانی سے اوسکی ماں کی طرف سے لیکن اگر قاذف نے دونوں کو ایک لفظ سے قذف کیا یا دونوں کی قذف کے بعد مطالبہ ہوا تو ایک ہی حد کافی ہوگی بسبب تداخل کے وافاد تقييده بالحد ان التعزير يتعدد بتعدد الفاظه لانه حق العبد اور مصنف نے حد کی قید لگانے سے اشارہ کیا کہ تعزیر متعدد ہوتی ہے اپنے الفاظ کے متعدد ہونے سے اسواسطے کہ تعزیر حق العبد ہے ہم طحطاوی نے کہا شارح نے تعدد تعزیر کو بطور حزم ذکر کیا لیکن مصنف کہا ہے کہ میں نے اسکو مصرح نہیں دیکھا مگر فقہا کے کلام سے یوں سمجھا جاتا ہے **فرع** مسئلہ محققہ شارح کا على القاضي بجلد زان وشارب لم يحد استحسانا وعن محمد يحد قياسا على حد القذف والقود قلنا الاستيفاء للقاضي وهو مندوب للدرء بالخبر فلحقه التهمة حواشی السعدیہ دیکھا قاضی نے ایکہ کو زنا کرتے یا شراب پیتے تو اوسے حد نماری جابر استحسان کے اور محمد سے مروی ہے کہ حد ماریجاوے قیاسا حد قذف اور قصاص کو قیاس سے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے وجہ استحسان بیان کرکے کہ استیفاء حد شرب کا حق قاضی کے واسطے ہے اور حالانکہ قاضی کو دفع حد مستحب ہے بموجب اس حدیث کے کہ ادرؤا الحدود ما استطعتم تو اسکو تہمت لاحق ہوئی کذا فی حواشی السعدیہ یعنی جب قاضی نے حد کو نہ مارا تو وہ متہم بعداوت و کینہ محدود ہوا بخلاف حد قذف کے کہ اوسکا حق استیفا مقذوف کو ہے نہ قاضی کو اور قصاص میں حق استیفاء ولی مقتول کیواسطے ہے نہ قاضی کیواسطے تو قیاس مع الفارق ہے واللہ اعلم

باب التعزیر

یہ باب ہے تعزیر کے احکام میں ہم چونکہ تعزیر حدود کی نصوص قطعیہ سے ثابت تھی لہذا مصنف نے اونکو مقدم ذکر کیا اور تعزیر کمتر تھی حدود سے مقدار اور دلیل میں تو اوسکو حدود کے بعد لایا اور تعزیر مشروع ہے کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس سے قال اللہ تعالی واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا اس آیت میں حق تعالی نے زوجات کو مارنیکو فرمایا واسطے تادیب تنبیہ کے اور کافی میں ہے حضرت سے منقول ہے کہ اپنے عصا اہل سے نہ اوٹھا اور مراد یہ ہے کہ کسی نے

ادر مار وانکو پھر اگر تمہاری اطاعت کریں تو نہ ڈھونڈو اون پر کوئی سبیل ۱۲

دوسرے کو نصیحت کرتا تھا تو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اوسکو تعزیر دی اور صحیحین میں حدیث مرفوع مروی ہے کہ ضرار حکم کیا وس جگہ جہان اپنا عصا وہان لٹکا رکھا کہ اہل و
عیال کو منظر آوے اور قوی تر ان احادیث سے بخاری اور مسلم کی حدیث ہے کہ سوای حدود کے دس کوڑے سے زیادہ نمارے جاوین اور بروایت صحیح ثابت ہے تعزیر لڑکون کو بار دسے
جبکہ وہ دس برس کو ہو کر ترک صلوٰۃ کرین اور صحابہ کرام کا اجماع ہے مشروعیت تعزیر پر اور قیاس یہ ہے کہ افعال سیئہ سے زجر کرنا واجب ہے تا کہ بدفعل کی عادت نہ پڑے کہ
بتدریج اقبح اور افحش افعال کی نوبت پہونچے کذا فی فتح القدیر ہو لغۃ التادیب مطلقًا وہ یعنی تعزیر لغت مین عبارت ہے تادیب سے مطلقا خواہ ضرب سے ہو خواہ غیر ضرب سے
خواہ ضرب حد سے کمتر ہو یا زیادہ اور اصل تعزیر کی عزر ہے بمعنی رد اور ردع کے کذا فی المنح وقول القاموس انہ یطلق علی ضرب ما دون الحد غلط بھا او قاموس کا
یہ قول کہ اطلاق تعزیر کا ضرب کمتر از حد پر ہے غلط ہے کذا فی النہر ھم نہر الفائق مین یہ تغلیط ابن حجر مکی کی طرف منسوب ہے اسواسطے اسکو غلط کہا کہ یہ وضع شرعی ہے جو صاحب قاموس
نے مذکور کی تو اہل لغت کی طرف جو جاہل تھے اصطلاح شرع سے کیونکر منسوب ہوگی اور حموی نے جواب دیا کہ صاحب قاموس نے فقط اوضاع لغویہ کا التزام نہین کیا بلکہ
اوسکی عادت ہے کہ وہ منقولات شرعیہ اور اصطلاحیہ کو اور اصطلاح الفاظ فارسیہ کو بھی تکثیر فوائد کے واسطے مذکور کرتا ہے اور کچھ اسکا اشارہ دیباچہ قاموس مین موجود ہے کذا فی
الطحطاوی عن ابی السعود وشرعًا تادیب دون الحد اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا واقلہ ثلثۃ لو بالضرب اور اصطلاح شرع مین تعزیر عبارت ہے تادیب
کمتر از حد سے اکثر مقدار تعزیر کی اونتالیس کوڑے ہین اور کمتر تین کوڑے اگر بواسطے ضرب کے تعزیر ہو یعنی ضرب والی تعزیر کا یہ بیان ہے نہ مطلق تعزیر کا ھم یہ قول ہے قدوری کا اور صحیح یہ ہے کہ
اقل تعزیر کی کچھ حد نہین امام کی رای پر مفوض ہے یہان تک کہ اگر وہ جانے کہ ایک کوڑا مارنے سے انزجار حاصل ہوگا تو اتناہی کافی ہے کذا فی المنح والحلبی امام اعظم اور محمد کے نزدیک
اکثر تعزیر اونتالیس کوڑے ہین اور ابو یوسف کے نزدیک پچھتر کوڑے ہین امام محمد کی حد یعنی چالیس سے ایک کوڑا کم کر دیا اور ابو یوسف نے حر کی حد سے یعنی اسی سے پانچ کوڑے
کم کر دیئے اور اصل اس مین وہ حدیث ہے جسکو بیہقی اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین روایت کیا ہے من بلغ حدا فی غیر حد فہو من المعتدین یعنی جو حد تک پہونچے غیر حد مین وہ ظالمون سے
ہے اگرچہ بعد التحقیق یہ حدیث مرسل ہے لیکن مرسل امام کے نزدیک اور اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور عمل کے لائق ہے اور یہ ثابت ہوا کہ تعزیر حد سے کمتر چاہیے تو امام اور محمد
نے نظر ادنی حد یعنی عبد کی حد سے جو اقل حدود ہے تعزیر کو کم قرار دیا اسواسطے کہ لفظ حد کا حدیث مذکور مین نکرہ ہے اور ابو یوسف نے حد احرار سے کم کیا اسواسطے کہ حریت اصل ہے اور یہ جو
صحیحین وغیرہ مین حدیث مرفوع ہے کہ غیر حد مین دس کوڑے سے زیادہ مارنا نچاہیے تو اوسکا جواب علماء حنفیہ نے یون دیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے صحابہ کرام کے عمل کرنے سے بخلاف اسکے
بلا انکار یعنی اگر یہ حدیث منسوخ نہوتی تو صحابہ کرام اسکی مخالفت نکرتے اسواسطے کہ وہ اعلم الناس تھے احکام شرعیہ مین کذا فی فتح القدیر وجعلہ فی الدرر علی اربع
مراتب اور درر و غرر مین تعزیر کو چار مراتب پر ٹھہرایا ہے ھم مراتب مذکورہ دیوان مین تعزیر اشرف الاشراف کی یعنی علماء دین اور سادات علویہ کی اعلام ہے اسطرح کہ قاضی اونکو
کہے کہ ہمکو خبر معلوم ہوئی ہے کہ تم ایسا ایسا کرتے ہو سو ایسا نکرنا اور تعزیر اشراف کی یعنی امراء اور دہاقین کی اعلام اور دار القضا تک کھینچ لانے سے ہے دہقان سے مراد زمیندار ہے یعنے
مالک گانون کا اسواسطے کہ دہقان معرب ہے دہگان کا یعنی صاحب دیہ اور تعزیر اوساط الناس یعنی اہل بازار کی کھینچ لانے اور قید کرنے سے ہے اور تعزیر خسیس یعنے کمینون کی کھینچ لانے
اور قید کرنے اور مارنے سے ہے کذا فی الفتح والمنح والطحطاوی وکلہ مبنی علی عدم تفویضہ للحاکم مع انہا لیست علی اطلاقہا فان من کان من اشراف الاشراف لو ضرب غیرہ
فادماہ لا یکفی تعزیرہ بالاعلام والذی انہ بالضرب صواب لکھا اور یہ سب یعنی یہ جو مصنف اور صاحب درر نے مذکور کیا مبنی ہے عدم تفویض تعزیر پر واسطے
حاکم کے باوجود اسکے کہ مراتب اربعہ مذکورہ اپنے اطلاق پر نہین ہین اسواسطے کہ جو شخص کہ اشرف الاشراف سے ہو اگر غیر شخص کو مارے کہ اوسکا خون نکلے تو اوسکی تعزیر فقط اعلام اور
اطلاع سے کافی نہین اور مجکو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بعض اوسکی تعزیر ضرب سے صواب ہے کذا فی النہر ھم حموی نے کہا کہ صاحب نہر نے تعزیر اشرف الاشراف مین اعلام کی [illegible]
مذکورہ مین اعلام اور پھر نہائی تعزیر ہے اسواسطے کہ اشرف الاشراف کی تعزیر کا مسئلہ مطلق نہین بلکہ مقید ہے چنانچہ نہایہ مین مذکور ہے کہ اعلام کے ساتھ تیز نظر سے دیکھنا
تیز نظر و ہلکر لازم ہے یعنی بمقدار سبب تعزیر کذا فی الطحطاوی ولا یفرق الضرب فیہ وقیل یفرق وفوقان بلغ اقصاہ یفرق والا لا [illegible] اور تعزیر مین ضرب متفرق
نکیجائے اور دوسرا قول یہ ہے کہ متفرق کیجائے بدن پر اور دونون قولون مین توفیق یون دیگئی ہے کہ اگر تعزیر اپنی نہایت مرتبہ کو پہونچ جاوے یعنی اونتالیس کوڑے کو تو بدن پر

علیحدہ علیحدہ مارنا چاہیے تا خوف ہلاکی کا نہ ہو اور اگر تعزیر اس سے کمتر ہو تو متفرق نکیجائے کذا فی شرح الوہبانیہ ھھ فتاوی قاضیخان میں ہے کہ متفرق مارنا چاہیے اعضا کو سوای منہ اور سر
اور شرمگاہ کے اور ابو یوسف نے کہا کہ پیٹ اور پیٹھ کو بھی بچانا چاہیے کذا فی النہر ويكون به وبالحبس بالصفع على العنق وفرك الأذن وبالكلام العنيف و
بنظر القاضي له بوجه عبوس وبشتم غير القذف مجتبى اور تعزیر ہوتی ہے ضرب سے اور مقید کرنے سے اور گردن پر دھپ مارنے سے پشت کی جانب سے اور کان مروڑنے سے
اور سخت کلام کرنے سے اور قاضی کے دیکھنے سے ترش رو ہو کر اوسکو اور گالی دینے سے بشرطیکہ گالی قذف کی نہو کذا فی المجتبی وفيه عن السرخسي لا يباح بالصفع لانه من اعلى
يكون من الاستخفاف فيصان عنه اهل القبلة اور مجتبی میں سرخسی سے منقول ہے کہ مباح نہیں تعزیر دینا گردن پر دھپ مارکر اسواسطے کہ یہ استخفاف اور
ذلت کا اعلی مرتبہ ہے تو اہل قبلہ یعنی اہل اسلام کو اس سے بچانا چاہیے لا باخذ مال في المذهب بحر وفيه عن البزازية وقيل يجوز ومعناه ان يمسكه مدة
لينزجر ثم يعيده فان ايس من توبته صرف الى ما يرى وفي المجتبى انه كان في ابتداء الاسلام ثم نسخ جائز نہیں تعزیر مال لینے سے بنا بر صحیح مذہب کے
یعنی جرمانہ لینا جائز نہیں کذا فی البحر الرائق اور اوسمیں بزازیہ سے یوں منقول ہے اور قول ضعیف میں جائز ہے اور مطلب اوسکا یہ ہے کہ اوسکے مال کو چند مدت روک رکھے
تا مجرم اپنے گناہ سے نادم ہو اور ڈر جاوے دوبارہ کرنے سے پھر وہ مال اسکو حوالہ کرے پھر اگر ناامیدی ہو مجرم کی توبہ کرنے سے تو حاکم اوس مال کو جہاں مناسب سمجھے
صرف کرے اور مجتبی میں ہے مال سے جرمانہ لینا ابتدای اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا یعنی تا ظالم حاکم لوگونکا ناحق مال لینے کا اسکو وسیلہ نٹھراویں کذا فی الطحطاوی عن ابی
اور بزازیہ میں ہے کہ مال کا لینا جسکے نزدیک جائز ہے تو پھیر دینے کی نیت سے ہے بعد انزجار کے اور نہیں کہ حاکم اوسکو خود لے جیسے کہ ظالم حاکم خیال سمجھے ہیں اسواسطے کہ کسی مسلم کو
دوسرے مسلم کا مال لینا ناحق جائز نہیں کذا فی المنح والتعزير ليس فيه تقدير بل هو مفوض الى رأي القاضي وعليه مشايخنا
زيلعي لان المقصود منه الزجر واحوال الناس فيه مختلفة بحر اور تعزیر میں کوئی چیز متعین نہیں بلکہ وہ قاضی کی تجویز پر مفوض ہے اور اسی پر ہمارے مشائخ
ہیں اور یہی قول سرخسی کا مختار ہے اسواسطے کہ مقصود تعزیر سے زجر اور توبیخ ہے اور آدمیوں کے احوال اسمیں مختلف ہیں کذا فی البحر یعنی بعضا شخص فقط اعلام ہی سے منزجر ہو
ڈر جاتا ہے اور بعضے کو میں گرز کی کچھ پروا نہیں ہوتی تو جیسا قاضی مناسب جانے ویسا کرے ويكون التعزير بالقتل كمن وجد رجلا مع امرأة لا تحل له ولو اكرهها
فله قتله ودمه هدر وكذا الغلام وهبانيه اور کاہے تعزیر قتل کرڈالنے سے ہوتی ہے چنانچہ ایک شخص نے کسی مرد کو اوس عورت کے ساتھ پایا جو اوسکو حلال نہیں
یعنی زنا کرتے پایا مجرد خلوت مراد نہیں یہ قید فقہا کے کلام سے مفہوم ہے کذا فی الطحطاوی اور اگرچہ مرد نے عورت پر جبر کیا تو بھی اوسکو قتل اوسکا جائز ہے اور خون اوسکا
باطل ہے اور یہی حکم ہے مرد پہ جبر کرنیکا کذا فی الوہبانیہ طحطاوی نے کہا کہ ظاہر جبر میں قتل بدون شرط آئندہ جائز ہے اور نہیں تو اس کلام کا کچھ فائدہ نہیں دیکھ
اتحاد حکم کو یا شارح کی عبارت میں واو عاطفہ زائد ہے بہر صورت یہ امر تحریر کے لائق ہے [illegible] لكن ينبغي تقييده بما في المبتغى بانه يعلم انه لا ينزجر بصياح وضرب بما دون السلاح والا لا
علم به يعني جب بھی ذکر لا يكون بالقتل قتل کرنا مرد مذکور کا اوس شرط سے ہے کہ دیکھنے والا جانتا ہو کہ وہ مرد باز نہ اوے گا شور کرنے اور مارنے سے سوائے ہتھیار کے اور اگر
جانے کہ وہ باز رہے گا للکارنے اور مارنے سے تو اوسکی تعزیر قتل کرنے سے نہیں وان كانت المرأة مطاوعة قتلهما كذا عزاه الزيلعي للهندواني اور اگر
عورت راضی ہو مرد مذکور سے تو مرد و عورت دونوں کو قتل کرے چنانچہ زیلعی نے اس قول کو ہندوانی کی طرف نسبت کیا ہے ثم قال وفي منية المفتي لو كان مع امرأته
وهو يزني بها او مع محرمه وهما مطاوعان قتلهما جميعا انتهى واقره في الدرر پھر زیلعی نے کہا اور منیۃ المفتی میں ہے کہ اگر کوئی [illegible] اپنی زوجہ کے ساتھ
اجنبی مرد ہو اور زنا کرتا ہو یا اوسکی محرم عورت کے ساتھ زنا کرتا ہو اور وہ دونوں راضی ہوں تو دونوں کو قتل کرے اجنبی مرد اور زوجہ کو یا مرد اور محرم کو انتہی کلام
الزيلعي اور اسی قول کو ثابت رکھا ہے درر میں قال في البحر ومفاده الفرق بين الاجنبية والزوجة والمحرم فمع الاجنبية لا يحل القتل الا
بالشرط المذكور من عدم الانزجار المزبور وفي غيرها يحل مطلقا انتهى اور بحر الرائق میں کہا ہے کہ ہندوانی اور منیۃ المفتی کے قول سے مستفاد
ہوا فرق درمیان اجنبی عورت کے اور زوجہ اور محرم کے سوا اجنبی عورت کے ساتھ مرد کو دیکھے تو قتل حلال نہیں بدون شرط مذکور کے یعنی عدم انزجار مزبور کے اور اوسکے غیر میں یعنی زوجہ

اور محرم میں قتل حلال ہے مطلقاً شرط مذکور ہو یا نہو انتہی کلام البحر ورَدَّہ فی النہر بما فی البزازیۃ وغیرہا من التسویۃ بین الاجنبیۃ وغیرہا ویدل علیہ تنکیر المنیۃ وانّی للمرأۃ نعم ما فی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقیّد لیتّفق کلامہم ولذا جزم فی الوہبانیۃ بالشرط المذکور مطلقاً وہو الحق بلا اشتراط احصان لانہ لیس من الحدّ بل ہو من الامر بالمعروف اور بحر الرائق کو فرق کو رد کیا ہے نہر الفائق میں بدلیل قول بزازیہ وغیرہا کے یعنی اجنبی عورت اور زوجہ اور محرم میں شرط مذکور برابر ہے بلا فرق اور اسی برابری پر لفظ مرأۃ کو نکرہ لانا ہندوانی کے قول میں دلیل ہے ہاں منیۃ المفتی کی عبارت مطلق ہے زوجہ اور محرم میں تو اوسکو قید پر محمول کرنا چاہیے یعنی شرط عدم انزجار یہاں بھی ملحوظ ہے تاکہ فقہا کا کلام متفق ہو جاوے اور اسیواسطے وہبانیہ میں شرط مذکور کا جزم کیا ہے مطلقاً اجنبیہ میں بھی اور زوجہ اور محرم میں بھی اور یہی قول یعنی عدم فرق حق ہے بلا شرط احصان یعنی مرد اور عورت کی قتل میں احصان شرط نہیں اسواسطے کہ یہ قتل حد زنا نہیں جو احصان شرط ہو بلکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں داخل ہے ہم اسکو نہی عن المنکر کہنا خوب ہے اسواسطے کہ جب اس امر خلاف مشروع کا زائل کرنا قتل ہی میں متعین ہوا تو اسمیں احصان کا شرط کرنا بے معنی ہے ولہذا ابن الہمام نے اسکو مطلق کہا ہے بزازیہ کی کتاب الحدود میں مصرح ہے پایا اپنی زوجہ کے ساتھ ایک مرد کو اگر وہ باز رہے للکارنے اور سوا ہتھیار کے مارنے سے تو قتل اسکا حلال نہیں اور اگر نہ مانے بدون قتل کے تو اوسکا قتل کرنا حلال ہے اور اگر زوجہ اوسکی اوس مرد سے راضی ہو تو اوسکا قتل بھی حلال ہے اور یہ نص ہے تعزیر پر اور اسپر کہ قتل کو غیر محتسب بھی کرتا ہے انتہی کذا فی النہر وفی المجتبی الاصل انّ کلّ شخص رای مسلماً یزنی یحلّ لہ قتلہ وانّما یمتنع خوفاً من ان لا یُصدّق فانّہ زنی اور مجتبی میں ہے اصل یہ ہے کہ جس شخص نے کہ مسلم کو زنا کرتے دیکھا اوسکا قتل کرنا اوسکو حلال ہے اور قتل کرنے سے جو باز رہتا ہے تو اس خوف سے کہ اوسکو سچا نجانینگے مقتول کے زنا کرنے میں ہم اس قول سے معلوم ہوا کہ اوسکو قتل اور عدم قتل میں اختیار ہے پھر اگر اسکو قتل کریگا اور بسبب عدم تصدیق کے قاتل مارا جاویگا تو شہید ہوگا وعلی ہذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمۃ بادنی شیء لہ قیمۃ وجمیع الکبائر والاعونۃ والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلہم انتہی اور اسی قیاس پر جو شخص علانیہ ظلم سے چیز کو چھین لے اور راہزن اور محصول ظالم اور سب ظالم جو کم قیمت والی چیز کو بھی ظلم سے چھین لیں اور ہر ظالم کہ مرتکب کسی کبیرہ کا ہو سمجھا گیا ہے اور ظالموں کے مددگار اور چغل خور جو حاکم کو فساد پر ورغلاتے ہیں ان سب کا قتل کرنا بنا بر تعزیر کے جائز ہے اور انکا قاتل ثواب پاویگا انتہی کلام المجتبی ہم قتل ان شخصوں کا بظاہر اسشرط سے مشروط ہے عدم انزجار مذکور ہے چنانچہ لفظ علی ہذا القیاس کا اسپر دلالت کرتا ہے اور مکابر سے مراد وہ شخص ہے جو غیر کی چیز علانیہ چھین لے اگرچہ شہر میں یہ ظلم کرے اور ساعی سے مفسد مراد ہے قنیہ و عالمگیریہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ قاضی ابن سے سوال ہوا کہ ایک شخص کا دستور تھا دوسرے مرد پر سوار ہو نے اوسکو نیا یا تو اوسکی برادری کے لوگوں کو حاکم کے یہاں ناحق گرفتار کروایا تو وس نے اونکو قید کیا اور اونکا مال چھین لیا ناحق تو اگر منظلوم لوگ اوسکے ظلم کو قاضی کے روبرو ثابت کریں تو اوس مفسد پر تعزیر ہے یا نہیں جواب دیا کہ ہاں اوسپر تعزیر ہے کذا فی الشطحات وافتی الناصحی بوجوب قتل کل مؤذ اور فتوی دیا ہے امام ناصحی نے ہر موذی کے قتل کے واجب ہونے کا ہم امام ناصحی سے سوال ہوا کہ جو شخص فساد ڈالے اور لوگوں میں فساد پھیلا دے حاکم کے پاس جاکر اوسپر کیا واجب ہے جواب دیا کہ اوسکا قتل واجب ہے واسطے دفع فساد کے کذا فی النہر ہے آخر کہا کہ شاید یہ وجوب قتل امام اور اوسکے نائبوں پر بشرط عدم انزجار مذکور اور اون کے سوا اور لوگوں کو مباح ہے وفی شرح الوہبانیۃ ویکون بالنفی عن البلد وبالہجوم علی بیت المفسدین وبالاخراج من الدار وبہدمہا وکسر دنان الخمر وان ملکوہا ولم ینقل احراق بیتہ اور شرح وہبانیہ میں ہے اور تعزیر ہوتی ہے مفسد اور موذی کو شہر سے نکال دینے سے اور مفسدوں کے گھر پر ہجوم کرنے سے اور گھر سے نکال دینے سے اور اوسکا گھر گرا دینے سے اور شراب کے مٹکے توڑ ڈالنے سے اگرچہ شراب ہمارے اونکا ملک ہوں اور منقول نہیں ہے کہ مفسد کا گھر جلا دینا منقول نہیں ہم عمدی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ کلوار یعنی شراب بنانے والے کا گھر جلا دینا اور اہل بدعت کو بطریق سیاست قتل کرنا امام کو حق میں جائز ہے ویقیمہ کلّ مسلم حال مباشرۃ المعصیۃ قنیۃ واما بعدہا فلیس ذلک لغیر الحاکم والزوج والمولی کما سیجئ اور تعزیر کو قائم کرے ہر مسلمان معصیت کرنے کے وقت میں کذا فی القنیہ اور گناہ واقع ہونیکے بعد سوائے حاکم اور زوج اور مولی کے یہ جائز نہیں چنانچہ آگے مذکور ہوگا ہم اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کے وقت تعزیر بالضرب کا ہر مسلمان مالک ہے اگرچہ محتسب نہو کذا فی الملتقی اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اسلئے کہ منکر کا ازالہ نہی عن المنکر میں داخل ہے اور شارع نے اسکا اختیار ہر مسلم کو دیا ہے اسواسطے کہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

جو شخص تم میں سے منکر خلاف شرع کو دیکھے تو چاہیے کہ ہاتھ سے اوسکو بگاڑ دے اور اگر اسکی طاقت نہو تو اپنی زبان سے اور اگر اسکی بھی طاقت نہو تو دل سے اور یہ نہایت ضعف ایمان کی ہے
انتہی بخلاف حدود کے کہ اوسکی ولایت نہیں مگر حاکم کو منح الغفار میں کہا کہ بعد فراغت گناہ کے ہر مسلم کو تعرض کرنا نہی عن المنکر نہیں اسواسطے کہ امر ماضی کی نہی متصور نہیں تو خالص
تعزیر ہوگئی بلا نہی عن المنکر تو اسمیں سوائے امام کے کسی کو دخل نہیں فرع مسئلہ جسکو شارح کا تسن علیہ التعزیر لو قال لرجل اقم علی التعزیر ففعله ثم رفع للحاکم
فانه یحتسب به قنیه واقره المصنف ومثله فی دعوی الخانیة لکن فی الفتح ما یجب حقا للعبد لا یقیمه الا الامام لتوقفه علی الدعوی الا ان یحکما
فیه فلیحفظ جس شخص پر تعزیر ہو اوسنے کہا ایک مرد سے کہ مجھپر تعزیر قائم کر سو اوسنے تعزیر قائم کی پھر اسکی نالش حاکم کے پاس آئی تو حاکم اوسے احتساب کریگا کذا فی القنیہ
اور ثابت رکھا اسکو مصنف نے اور اسیکی مانند خانیہ کی کتاب الدعوی میں ہے لیکن فتح القدیر میں ہے کہ جو تعزیر کہ بواسطے حق العبد کے واجب ہو اوسکو قائم نکرے سوای امام کے بسبب توقف
اوس تعزیر کے دعوی پر اور دعوی نہیں مگر حاکم کے پاس الا یہ کہ مدعی اور مدعا علیہ اسمیں کسیکو حکم اپنے مقرر کریں تو محکم بجای قاضی ہو جائیگا تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے
حکم خلاصہ تفصیل فتح القدیر یہ ہے کہ حق العبد کی تعزیر سوای حاکم کے جائز نہیں اور حق اللہ کی تعزیر میں ہر مسلم ماموری شارع کی جانب سے [illegible]
المضروب بلے ینهما یعزران کما لو تشاتما بین یدی القاضی ولم یتکافئا کما مر اگر غیر شخص کو ناحق اوسکے مضروب نے بھی ضارب کو مارا تو دونوں تعزیر دیجاوینگے چنانچہ
اگر دو شخص باہم گالی دینگے قاضی کے روبرو تو تعزیر دیجاوینگے اور گالی دینے سے باہم برابر نہوں گے بسبب بے ادبی کرنیکے مجلس شرع میں چنانچہ ذکر ہو چکا ہے حکم مقارنت سے
اسواسطے تعزیر ہے کہ ضرب میں اکثر تفاوت ہوتا ہے تو مکافات حاصل نہیں ہوتی ویبدأ باقامة التعزیر بالبادی منهما لانه اظلم قنیه اور اقامت تعزیر کی شروع
کیجاوے اوس سے جسنے ابتدا کی ضرب یا شتم کی اسواسطے کہ وہی اظلم ہے کذا فی القنیہ وفی مجمع الفتاوی جاز المجازاة به فی غیر موجب حد للاذن به ولمن انتصر بعد
ظلمه فاولئک ما علیهم من سبیل والعفو افضل فمن عفا واصلح فاجره علی الله اه مجمع الفتاوی میں ہے کہ بدلا لینا اور جو چیز موجب حد نہیں ہے اوسکا جائز ہے اوسکا
فعل میں جو حد کا موجب نہیں بسبب اسکی اجازت کے حق تعالی نے فرمایا کہ جو انتقام لیوے بعد مظلوم ہونے اپنے کے تو اون لوگون پر راہ نہیں یعنی مواخذہ نہیں اور معاف
کردینا افضل ہے انتقام سے حق تعالی نے فرمایا کہ جو معاف کردے اور اصلاح کرے تو اوسکا ثواب حق تعالی پر ہے ظلم کا بدلا لینا جائز ہے سوای ضرب کے اسواسطے کہ ابھی گذر
چکا کہ اگر مضروب ضارب کو مارےگا تو دونوں پر تعزیر ہے تو مظلوم بالضرب یا حاکم سے نالش کرے یا معاف کردے وصح حبسه ولو فی بیته بمنعه من الخروج منه نهر
اذا احتیج لزیادة تادیب اور درست ہے قید کرنا مجرم کا اگرچہ جیل اوسکے گھر ہی میں ہو تو باہر نکلنے سے وہ باز رہے کذا فی النہر ساتھ اوسکی ضرب کے یعنی حبس ساتھ ضرب کے اوسوقت ہے
جب زیادہ تادیب کی حاجت ہو زیادہ قصور کے سبب سے وضربه اشد لانه خفف عددا فلا یخفف وصفا ثم حد الزنا لثبوته بالکتاب ثم حد الشرب لثبوته
باجماع الصحابة لا بالقیاس لانه لا یجری فی الحدود ثم القذف لضعف سببه باحتمال صدق القاذف اور ضرب تعزیر کی سخت تر ہے حد زنا کی ضرب سے
اسواسطے کہ تعزیر کو شمار میں تخفیف ہوتی تو وصف میں تخفیف نہوگی تا اصل مقصود فوت نہو پھر حد زنا کی ضرب سخت تر ہے حد شرب سے بسبب ثبوت زنا کی حد کے قرآن مجید سے پھر حد
شرب کی ضرب سخت تر ہے قذف کی ضرب سے بسبب اوسکے ثابت ہونیکے اجماع صحابہ سے نہ قیاس مجتہد سے اسواسطے کہ قیاس جاری نہیں حدود میں پھر بعد حد قذف کی ضرب ہے
بسبب ضعیف ہونے اوسکے سبب کے قاذف کے احتمال صدق سے ہم ہر چند حد قذف قرآن مجید سے ثابت ہے لیکن بسبب ضعیف سبب کے حد شرب سے کمتر ہوا اسواسطے کہ
شرب کا سبب متیقن ہے گو ثبوت اوسکا ضعیف ہو حد قذف کو ثبوت ہے ویعزر کل مرتکب منکر او موذی مسلم بغیر حق بقول او فعل الا اذا کان الکذب
ظاہرا کیا کلب جو اور تعزیر دیا جاوے ہر مرتکب خلاف شرع کا یا مسلمان کا ناحق تکلیف دینے والا قول سے یا فعل سے مگر جب کہ تکلیف قول ایذا دہنا کذب قائل کا ظاہر ہو مانند
یا کلب کہنے سے تو اوسپر تعزیر نہیں کذا فی البحر اور اسیکی مانند یا خنزیر کہنا [illegible] ولو بغمز العین او اشارة الید لانه غیبة کما یجیء فی الحظر فمن ذکره مرتکب
محرم وکل مرتکب معصیة لا حد فیها ففیها التعزیر اشباه اگرچہ ایذا فعل آنکھ یا ابرو سے ہو یا ہاتھ کا اشارہ کرنے سے ہو اسواسطے کہ یہ بھی غیبت ہے چنانچہ اسکا بیان
کتاب الحظر والاباحة میں آویگا تو مرتکب اس فعل کا مرتکب حرام ہے اور جو مرتکب ایسی معصیت کا ہو جسمیں [illegible] تعزیر ہے کذا فی الاشباہ والنظائر

پھر اوس ادا تعزیر کی مجرم کی کالعدم ہوگا ضربه

ھم شرح الشرعۃ میں مصرح ہے کہ غیبت فقط زبان کی صراحت پر منحصر نہیں بلکہ اوس میں تعریض بھی مثل صریح کے ہے اور اسیطرح فعل مانند قول کے ہے اور اسیطرح اشارہ اور آنکھ مارنا
اور رمز اور کنایا اور حرکت جس سے مقصود معلوم ہو سب حرام غیبت میں داخل ہے اور اسیطرح کسیکی چال کی نقل کرنا غیبت ہے بلکہ تفہیم مخاطبین میں بانی غیبت سے بھی زیادہ تر ہے
کذا فی النہر ملخصًا ویعزّر بشتم ولدہ وقذفہ ویقذف مملوکہ ولو امّ ولدہ وکذا بقذف کافر وکل من لیس بمحصن بزنا ویبلغ غایتہ کما لو اصاب من اجنبیۃ
محرّمًا غیر جماع او اخذ السارق بعد جمعہ للمتاع قبل اخراجہ وفیما عداھا لا یبلغ غایتہ تو تعزیر دیا جاوے اپنی ولد کی گالی دینے والا اور اوسکو قذف کرنے سے اور مملوک کے
کے قذف سے اگرچہ مملوک قاذف کی ام ولد ہو اور اسیطرح کافر کی قذف سے اور ہر غیر محصن کے قذف بالزنا سے اور ان امور مذکورہ میں تعزیر کی منتہا کو پہونچانا چاہیے یعنی
اونتالیس کوڑے مارے چنانچہ اگر ایک شخص نے عورت اجنبی کے سوای جماع کے کوئی فعل حرام کیا مثلاً بوسہ لیا یا مساس کیا یا چور گرفتار ہوا بعد اسباب جمع کرنے قبل اوسکے نکالنے کے تو
اوسپر بھی غایت تعزیر ہے اور سوای امور مذکورہ کے غایت تعزیر کو پہونچانا نچاہیے ھم غیر محصن کی قذف میں جو حد ساقط ہوتی تو اوسکا تعزیر لازم ہوتی اسواسطے کہ موجب حد
کی قریب نوبت پہونچی ویقذف ای بشتم مسلم ما بیا فاسق الا ان یکون معلوم الفسق کمکّاس مثلا او علم القاضی بفسقہ لان الشّین قد الحقہ
بنفسہ قبل قول القائل فتح اور تعزیر دیجاوے ہر مسلمان کی گالی دینے پر یعنی فاسق کہنے سے مگر یہ کہ وہ شخص معلوم الفسق ہو یعنی اوسکا فاسق ہونا سبکو معلوم اور ظاہر ہو
چنانچہ مکاس مثلا یا قاضی اوسکے فسق کو جانتا ہو تو تعزیر نہیں قائل پر اسواسطے کہ فاسق نے خود اپنی جان پر آپ عیب لگایا قائل کے کہنے سے پہلے کذا فی فتح القدیر ھم
مصنف نے شتم کو قذف کہا مجازًا مکاس عاشر ظالم کو کہتے ہیں یعنی جو عشر اور زکوۃ ناحق زبردستی لے جوہری نے مکس کی تفسیر عشار کی ہے اور مانند اسکے قاموس میں ہے فان
اراد القاذف اثباتہ بالبینۃ مجرّدًا بلا بیان سببہ لا تسمع ولو قال یا زانی واراد اثباتہ تسمع لثبوت الحد بخلاف الاول حتی لو بیّنوا فسقہ بما فیہ
حق اللہ او للعبد قبلت وکذا فی جرح الشاھد پھر اگر گالی دینے والا اوسکے مجرد فسق کے اثبات کا ارادہ کرے بلا بیان اوسکے سبب کے تو شہادت مسموع نہوگی اور اگر کہیگا
یا زانی اور اوسکے اثبات کا ارادہ کریگا تو اوسکی سماعت ہوگی بسبب ثابت ہونے حد زنا کے بخلاف اول کے یعنی مجرد فسق بلا بیان سے یہانتک کہ اگر شاہد اوسکا فسق اوس فعل سے
بیان کریں جس میں حق اللہ یا حق العبد ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی حکم ہے شاہد کی طعن میں کہ طعن مجرد مسموع نہیں اور بیان سبب کے ساتھ مسموع ہے ھم فسق مجرد
یہ ہے کہ اوس میں سبب فسق کا بیان نہو یعنی ترک صلوۃ یا زنا یا سرقہ بلکہ نسبت فسق علی الاطلاق ہو وعلی ھذا القیاس طعن مجرد وینبغی ان یسأل القاضی عن سبب فسقہ
فان بیّن سببًا شرعیًا کتقبیل اجنبیۃ وعناقہا وخلوتہ بہا طلب بینتہ لیعزّرہ ولو قال ھو ترک واجبًا سأل القاضی المشتوم عما یجب علیہ تعلّمہ
من الفرائض فان لم یعرفہا ثبت فسقہ لما فی المجتبی من ترک الاشتغال بالفقہ لا تقبل شہادتہ والمراد ما یجب علیہ تعلّمہ منہ نہر اور لائق ہے کہ
قاضی گالی دینے والے سے اوسکے فاسق ہونیکا سبب پوچھے پھر اگر وہ سبب شرعی بیان کرے چنانچہ اجنبی عورت کا بوسہ لینا یا اوسکو گلے سے لگانا یا اوس سے خلوت کرنا تو اوسکے گواہ طلب کرے تاکہ فاسق
کو تعزیر دیوے اور اگر اوسنے سبب فسق کا مفصل نہ بیان کیا بلکہ یوں کہا کہ فسق اوسکا ترک کرنا واجب سے ہے تو قاضی مشتوم سے یعنی جسکو گالی دی واجبات کا سوال کرے یعنی فرائض
اسلام سے جس کا سیکھنا اوسپر واجب ہے پوچھے سو اگر مشتوم اوسکو نجانے تو اوسکا فسق ثابت ہوگیا اسواسطے کہ مجتبی میں ہے کہ جو شخص اشتغال فقہ کا ترک کرے تو اوسکی گواہی مقبول
نہیں اور مراد اشتغال فقہ سے اوسقدر ہے جس کا سیکھنا اوسپر واجب ہے کذا فی النہر یعنی جمیع جزئیات فقہ کا دریافت کرنا واجب نہیں جسکو ترک کرنے سے فاسق مردود الشہادہ ہوجائے
بلکہ تعلم واجبات مراد ہے وعزّر الشاتم بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرًا نعم والا لا بہ یفتی شرح وھبانیۃ اور گالی دینے والا یا کافر کہنے سے تعزیر دیا جاویگا
اور یا کافر کہنے سے کافر ہوگا یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ اگر مسلم کو کافر اعتقاد کریگا تو ہاں کافر ہوجائیگا اور نہیں تو نہیں اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ھم جب مسلم کو بنا بر عقائد
اسلام کے کافر اعتقاد کیا تو دین اسلام کو اوسنے کفر جانا اور جو اسلام کو کفر جانے وہ کافر ہے اور اگر یا کافر کہنے سے فقط سب اور دشنام کا قصد کیا بلا اعتقاد کفر مسلم تو یہ کفر نہیں بلکہ فسق ہے
کذا فی المنح وغیرہ اور ابن ملک نے شرح مشارق میں کہا کہ یہ جو حدیث ہے اذا کفر الرجل اخاہ فقد باء بہا احدہما تو یہ مستحل پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو اجابہ بلبیک کفر خلاصہ
اور اگر اوسکو بلفظ لبیک جواب دیگا تو کافر ہوجاویگا کذا فی الخلاصہ یعنی یا کافر کے جواب میں لبیک یا حاضر یا جی کہا تو مجیب کافر ہوگا اگر راضی بکفر ہوگا اور اگر قائل کو خوف ضرر سے

کہا یا کافر کو کافر بالطاغوت لول کر کہا تو کافر نہو گا کذا فی الطحطاوی و فی التتارخانیۃ قیل لا یعزر ما لم یقل یا کافر باللہ لانہ کافر بالطاغوت فیکون محتملا
اور فتاوی تتارخانیہ میں ہے قول ضعیف ہے کہ فقط یا کافر کہنے سے تعزیر قائل کی نہیں جب تک یوں نکہے یا کافر باللہ اسواسطے کہ ہر مسلم کافر بالطاغوت ہے یعنی بت کا منکر ہے تو کافر کا لفظ محتمل ہوا
اور محتمل میں تعزیر نہیں ھ یہ قول اسواسطے ضعیف ہوا کہ یہ تاویل حالت غضب اور دشنام کے مخالف ہے لہذا ہدایہ وغیرہ میں اطلاق وارد ہے یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث
یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی اور تعزیر دیجاویگی یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا سفیہ یا بلید یا احمق یا مباحی یا عوانی کہنے میں ھ
مخنث بفتح نون وہ ہے جو غلام کرا ہو اور بکسر نون بمعنی لوطی کے ہے اور بلید بمعنی خبیث فاجر مستعمل ہے لہذا اوس میں تعزیر ہے کذا فی السراج اور ہندوستان میں بلید بمعنی کم فہم بد ذہن کے مستعمل
ہے اور احمق بمعنی کم عقل ہے کذا فی القاموس اور مباحی مباح کی طرف منسوب ہے یعنی جو ہر چیز کو مباح سمجھے کسی چیز کی تحریم کا نہ معتقد ہو اور عوانی عوان بروزن سحاب کی طرف منسوب ہے اور
عرف میں ظلم کے مددگار کو کہتے ہیں اور منح الغفار میں کہا ہے کہ ہمارے عرف میں عوانی چغل خور اور ظالم کو بھی بولتے ہیں بالجملہ جو شخص ان افعال سے بری ہو اور اوسکو کوئی یہ کہے تو تعزیر
دیا جاویگا کذا فی الطحطاوی یا لوطی قیل یسأل فان عنی انہ من قوم لوط علیہ السلام لا یعزر وان اراد انہ یعمل عملھم عزر عندہ وحد عندھما والصحیح تعزیرہ
لو فی غضبہ و فی ھزل فتح اور تعزیر دیجاویگی یا لوطی کہنے سے اور بعضوں نے کہا کہ قائل سے سوال کیا جاویگا کہ اوس نے اس لفظ سے کیا ارادہ کیا سو اگر اوس نے یہ ارادہ کیا
کہ وہ شخص حضرت لوط علیہ السلام کی قوم سے ہے تو اوسپر تعزیر نہیں اور اگر اوس نے ارادہ کیا کہ وہ شخص لواطت کرتا ہے مانند اوس قوم کے تو امام کے نزدیک اوسکو تعزیر دیجاوے اور صاحبین کے
نزدیک اوسپر حد زنا ماریجاوے اور تعزیر دینے کا قول بدون سوال کے صحیح ہے اگر اوس نے حالت غضب اور بیہودگی میں کہا ہو کذا فی الفتح ہزل بمعنی بیہودگی اور مسخراپن ہے یہ مراد ہے
جسکو امر قبیح کے مسخراپن کرنے کی عادت ہوگئی ہو کذا فی النہر یا زندیق یا منافق یا رافضی یا مبتدع یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی نہر اور تعزیر دیجاویگی یا زندیق
یا منافق یا رافضی یا بدعتی یا یہودی یا نصرانی یا ابن النصرانی کہنے سے کذا فی النہر ھ منافق وہ ہے جو باطن میں کافر ہو اور لوگوں میں اپنا اسلام ظاہر کرے اور زندیق بمعنی منافق
ہو معرب ہے زن دین مجوسیوں کی کتاب کا نام ہے کذا فی النہر یا لص الا ان یکون لصا لصدق القائل کما مر اور تعزیر دیجاوے یا لص کہنے سے یعنی اے چور مگر اوس وقت تعزیر
نہیں جبکہ مخاطب چور ہو بسبب صادق ہونے قائل کے چنانچہ یا فاسق کے بیان میں مذکور ہو چکا یعنی اس عیب کو اوس نے اپنی ذات میں آپ لگایا تو اب تعزیر کا کیا موقع ہے النداء
لیس بقید اذ الاخبار کانت او فلان فاسق نحوہ کذلک ما لم یخرج مخرج الدعوی قنیہ اور الفاظ مذکورہ کے لزوم تعزیر میں ندا مخاطب قید نہیں
اسواسطے کہ جملہ خبریہ چنانچہ تو فاسق ہے یا فلانا شخص فاسق ہے اور مانند اسکے اسیطرح ہے لزوم تعزیر میں تا وقتیکہ قائل نے اسکو بطور دعوی نکہا ہو کذا فی القنیہ ھ قنیہ میں ہے کہ جو شخص
کیا قاضی کے پاس سرقہ کا اور اوسکو اثبات سے عاجز ہوا تو اوسپر تعزیر نہیں یا دیوث ھو من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ اور تعزیر ہے یا دیوث کہنے سے دیوث وہ ہے
جسکو اپنی زوجہ اور محرم پر غیرت نہ آتی ہو اوسکے پاس غیر مرد کے آنے سے کذا فی النہر والمنح یا قرطبان مرادف دیوث بمعنی معرص اور تعزیر ہے یا قلتبان کہنے
سے قلتبان مرادف دیوث ہے بمعنی معرص ھ قرطبان معرب ہے قلتبان کا زیلعی نے کہا قلتبان وہ ہے کہ جو اپنی زوجہ یا محرم کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے اور تعرض نکرے اوسکے پاس
علیحدہ چھوڑ دے اور بعضوں نے کہا کہ جو دو شخصوں کو جمع کر دے امر قبیح کے واسطے اور بعضوں نے کہا قلتبان وہ ہے جو بالغ آدمی کو اپنے گھر میں زوجہ کے پاس آنے جانے کی اجازت دے
اپنی غیبت میں بہر تقدیر ہمارے ملک میں معرص بکسر الراء والسین بمعنی قلتبان ہے اور عوام معرص بفتح الراء بولتے ہیں اور بجای سین صاد لاتے ہیں کذا فی النہر عن العینی
یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ فیہ ایماء الی انہ اذا شتم اصلہ عزر لطلب الولد کیا ابن الفاسق یا ابن الکافر وانہ یعزر بقولہ یا قحبۃ
اور تعزیر ہے یا شارب الخمر یا آکل الربوا یا ابن القحبۃ کہنے سے اسمیں اشارہ ہے اسکا کہ جب کوئی گالی دے والدین کو تو تعزیر دیا جاویگا ولد کی طلب کے سبب چنانچہ یا ابن الفاسق اور یا ابن الکافر
کہنے میں اور اسکا اشارہ ہے کہ یا قحبہ کہنے میں تعزیر دیا جاویگا ھ قحبہ بضم قاف وسکون حاء مہملہ ماخوذ ہے قحاب سے بمعنی کھانسنے کے اور چونکہ زانیہ عرب میں جب مرد اسکے پاس سے ہو کر
نکلتا تھا تو کھانستی تا اپنا مطلب کہے لہذا زانیہ مسماۃ بقحبہ ہوگئی اور بعضوں نے کہا قحبہ وہ جسکی ہمت زنا کی ہو اور بعضوں نے کہا قحبہ بدتر ہے زانیہ سے اسواسطے کہ زانیہ گاہی پوشیدہ
کرتی ہے اور قحبہ آشکارا خرچی لیتی ہے کذا فی الدرر عن الظہیریۃ لا یقال القحبۃ عرفا افحش من الزانیۃ لکونہا تجاہر بہ بالاجرۃ لانا نقول لذلک المعنی لم یحد فان

[illegible]

الزنا بالاجرۃ یُسقط الحد عندہ خلافا لھما ابن کمال یون شرح کوتی کہو کہ قحبہ عرف مین زانیہ سے افحش اور بدتر ہی اسواسطے کہ قحبہ علانیہ زنا کرتی ہی اجرت لیکر اسواسطے کہ ہم کہتے ہین اسطلب
سے تو یا قحبہ یا ابن القحبہ کہنیوالے پر حد نہین بلکہ تعزیر ہی کیونکہ زنا اجرت سے مسقط حد ہی امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے کذا قال ابن کمال ؒ صاحب در نے اس سوال کا
یون جواب دیا ہی کہ حد قذف اسوقت واجب ہے جب قذف صریح زنا سے ہو یا اوس لفظ سے جو بحکم صریح زنا کے ہو اور لفظ قحبہ کا زانیہ کے واسطے موضوع نہین نہ صراحۃً نہ اقتضاءً
اسواسطے کہ قحاب ابتدا مین بھی سعال ہی لکن صحّح فی المضمرات الوجوب الحد فیہ قال المصنف وھو ظاھر لیکن مضمرات مین وجوب حد کی قحبہ کے لفظ مین تصریح ہے
مصنف نے اپنی شرح کے حاشیہ مین کہا کہ یہی قول ظاہر ہی اور اپنی شرح مین بعض اصحاب حاشی سے نقل کیا کہ انصاف یہ ہی کہ قحبہ کے لفظ سے ہمارے ملک مین حد واجب ہی اسواسطے
کہ کوئی شخص اس لفظ کو سوای مقام زانیہ کے استعمال نہین کرتا خصوصًا حالت غضب مین تو گویا حقیقت عرفیہ ہو گئی کذا فی الطحطاوی یا ابن الفاجرۃ اور تعزیر ہی
یا ابن الفاجرہ کہنے سے ؒ فاجرہ وہ ہی جو ہر گناہ کرتی ہو تو بمعنی زانیہ نہین لہذا اوس مین حد نہین کذا فی المنح انت مأوی اللصوص انت مأوی الزوانی اور تعزیر ہی
یون کہنے مین کہ تو چورون کا ٹھکانا ہی تو زانیہ عورون کا ٹھکانا ہی یعنی سارق اور زانیات کا جای پناہ ہی یا مَنْ یلعب بالصبیان اور یون کہنے سے تعزیر ہے
کہ ای شخص جو لڑکون سے کھیلتا ہی ؒ ابو السعود نے کہا اس لفظ سے وجوب تعزیر کی وجہ مجھے نہین دکھی بعضے کہتے ہین غضب اور دشنام کے قرینہ سے کھیل سے مراد فعل قبیح ہے
واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی یا حرام زادہ معناہ المتولد من الوطی الحرام فیعم حالۃ الحیض لایقال فی العرف لایراد ذلک بل یراد ولد الزنا لانا
نقول کثیرًا ما یراد بہ الخداع اللئیم فلذا لایحد اور تعزیر ہی یا حرامزادہ کہنے سے معنی حرامزادہ کے وہ کہ وطی حرام سے پیدا ہو تو وطی حرام زنا اور حالت حیض دونون کو
شامل ہی فقط زنا نہین جو حد کا موجب ہے کوئی یہ نکہے کہ اس لفظ سے عرف مین یہ معنی حالت حیض کی وطی مراد نہین ہوتی بلکہ عرف مین حرامزادہ کی لفظ سے ولد الزنا مراد ہوتا ہی
اسواسطے کہ ہم کہتے ہین کہ عرف مین اس لفظ سے اکثر مکار لئیم بھی مراد ہوتا ہی تو اسواسطے حد نہین یعنی باعتبار وضع اور باعتبار عرف کے ولد الزنا پر مخصوص نہین لہذا حد نہین

فرع مسئلہ لمحۃ شارح کا اقرّ علی نفسہ بالدیاثۃ او عرف بھا لایقبل مالم یستحل ولیبالغ فی تعزیرہ او یبلاعن جواھر فتاوی اقرار کیا ایک شخص نے
اپنی ذات کے دیوث ہونیکا یا اس فعل قبیح کے مشہور ہی تو قتل نکیا جاویگا جبتک دیوثی کو حلال نجانے اور اوسکی تعزیر مین شدت اور سختی کیجاوے یا وہ شخص اپنی زوجہ سے
لعان کرے کذا فی جواہر الفتاوی ؒ مرد اس اقرار سے اپنی زوجہ کا قاذف ہوا تو اوسپر تعزیر لازم ہی یا لعان در صورت عدم تکذیب نفس یا حد لازم ہی جب اپنے جھوٹ بولنے کا اقرار
کرے اور محصن بھی ہو کذا فی المنح وفیھا فاسق تاب وقال ان رجعت الی ذلک فاشھدوا علیہ انہ رافضی فرجع لایکون رافضیًا بل عاصیا ولو قال ان رجعت
فھو کافر فرجع تلزمہ کفارۃ یمین اور اسمین یعنی جواہر الفتاوی مین ہی فاسق نے توبہ کی کسی فعل سے اور کہا کہ اگر مین پھر یہ کام کرون تم اوسپر گواہی دو کہ وہ رافضی ہی سو اوس نے پھر وہی فعل کیا تو وہ رافضی
نہو جائیگا بلکہ گنہگار ہوگا اور اگر یون کہا کہ اگر مین پھر یہ فعل کرون تو وہ کافر ہی سو پھر وہی فعل کیا تو اوسپر کفارہ قسم کا لازم ہی اسواسطے کہ تعلیق بالکفر یمین ہی لا یعزر بیا حمار
یا خنزیر یا کلب یا تیس یا قرد یا ثور یا بقر یا حیّۃ لظھور کذبہ واستحسن فی الھدایۃ التعزیر لو المخاطب من الاشراف وتبعہ الزیلعی
فلیس تعزیر ہی جاویگی یون کہنے سے کہ ای گدھے ای سور ای کتے ای بکرے ای بندر ای بیل ای سانپ تعزیر نہین ان الفاظ مین بسبب ظاہر ہونے اوسکو جھوٹ کے اور ہدایہ مین
تعزیر مستحسن کی ہی اگر مخاطب اشراف یعنی علما اور سادات سے ہو اور صاحب ہدایہ کے زیلعی وغیرہ تابع ہین اس استحسان مین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام وابوہ
لیس کذلک واوجب الزیلعی التعزیر فی یا ابن الحجام اور تعزیر نہین یا حجام یا ابلہ یا ابن الحجام کہنے سے اور حالانکہ مخاطب کا باپ حجام نہین اور زیلعی نے یا ابن الحجام
کہنے مین تعزیر واجب جانی ہی ؒ زیلعی نے کہا کہ یا حجام مین تعزیر نہین بسبب کذب کے اسواسطے کہ مخاطب کا حجامت کرنا پیشہ نہین اور یا ابن الحجام مین تعزیر ہی مخاطب
کے باپ کے مر جانے سے یعنی سامعین کو شبہہ پڑیگا کہ شاید مخاطب کا باپ حجام تھا تو اوسکو عیب لاحق ہوا اور صاحب نہر نے اوسکو رد کیا ہی کہ مسئلہ مذکورہ مخاطب کے
باپ کی موت سے مقید نہین ؒ حجام وہ ہی جو پچھنے لگاوے اور ہند مین حلاق اور مزین کو یعنی نائی کو حجام بولتے ہین اور ابلہ وہ جو غافل ہو مطلقًا یا شر سے غافل اور احمق وہ جسکو کچھ
تمیز نہو کذا فی الطحطاوی یا مؤاجر کالعرفا بمعنی المؤجر اور یا مؤاجر مین تعزیر نہین اسواسطے کہ عرف مین بمعنی موجر کے ہی ؒ صاحب نہر نے کہا کہ مواجر کبیرہ جیسے وہ شخص ہی جو اپنی زوجہ کو زنا

واسطے دی اجرت لیکن لیکن ہمارے عرف میں معاجر بمعنی موجر مستعمل ہے یعنی ٹھیکہ کرنیوالا اور ٹھیکہ کرنا شرعاً عیب نہیں لہذا تعزیر نہیں طحطاوی نے ذکر کیا لیکن اگر قائل معنی لغوی کا ارادہ کریگا تو تعزیر
دیا جاویگا اسواسطے کہ وہ مانند ڈیوث کے ہے یا بغاء والمابون بالفاء وسیۃ فی الملتقط لا حرفیہما یعنی فیہما وفی ولد الحرام نہ اور تعزیر نہیں یا بغا کہنے میں اسواسطے کہ عوام اوسکو بولتے ہیں لیکن معنی اوسکے
نہیں جانتے کذا فی النہر عن المدر اور فارسی بان میں بغا اوسکو کہتے ہیں جو اغلام کراوے اور ملتقط میں ہے کہ آجکے عرف میں یہ مواجر اور بغا وہ تو نہیں تعزیر ہے اور ولد الحرام میں بھی تعزیر ہے کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ نہر الفائق
میں یہ عبارت ملتقط سے موجود نہیں بلکہ اوسمیں یون ہے کہ لائق یہ ہے کہ یا ولد الحرام میں تعزیر واجب نہو بلکہ اولی یہ حرام زادہ سے انتہی اور مترجم نے بھی نہر الفائق کو دیکھا اوسمیں
ملتقط کی روایت نہیں پائی شاید کسی نسخہ میں ہو واللہ اعلم بغا بالفتح موحدہ وغین معجمہ مشددہ اور اسکو باغا بھی کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی عن البحر والضابط انہ متی نسبہ
الی فعل اختیاری محرم شرعاً ویعد عاراً عرفاً یعزر والا لا ابن کمال اور الفاظ مذکورہ کی تعزیر اور عدم تعزیر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب قائل نے مخاطب کو منسوب کیا اوس
فعل اختیاری کی طرف جو شرعاً حرام ہے اور عرفاً عار اور عیب گنا جاتا ہو تو اوسمیں تعزیر ہے قائل پر اور اگر ایسا نہیں یعنی وہ فعل منسوب اختیاری نہیں اور یا اختیاری ہے مگر
شرعاً حرام نہیں یا حرام ہے لیکن عرف اور رواج میں ننگ اور عار نہیں تو اوسمیں تعزیر نہیں کذا ذکرہ ابن کمال ھم فعل اختیاری کی قید سے یا کالب مانند اوسکے
نکل گیا اور حرام شرعی کی قید سے مواجر یعنی موجر نکل گیا یا ضحکۃ بسکون الحاء من یضحک علیہ الناس اما بفتحہا فہو من یضحک علی الناس وکذا
یا سخرۃ واختار فی الغایۃ التعزیر فیہما وفی یا ساحر یا مقامر وفی الملتقی واستحسنوا التعزیر لو المقول لہ فقیہا او علویا اور تعزیر نہیں یا ضحکہ
کہنے سے ضحکہ بضم ضاد وسکون حا وہ شخص ہے جسپر لوگ ہنسیں اور اسیطرح یا سخرہ ہے یعنی بضم سین وسکون خا معجمہ وہ شخص ہے جس سے لوگ مسخراپن کریں اور ضحکہ بفتح حا
وہ ہے جو لوگوں سے ہنسی کرے اور سخرہ بفتح معجمہ وہ ہے جو لوگوں سے مسخراپن کرے اور غایۃ البیان میں ہے کہ یا ضحکہ اور یا سخرہ میں تعزیر دینا مختار ہے اور یا ساحر اور یا مقامر
میں اور ملتقی میں ہے کہ فقہا نے تعزیر کو مستحسن جانا ہے اگر مخاطب فقیہ یا علوی ہو ھم طحطاوی نے ذکر کیا ملتقی میں استحسان تعزیر جمیع الفاظ مذکورہ کے بعد ہے نہ فقط ضحکہ
وغیرہ کے بعد اور ضحکہ بفتح حا مہملہ وسخرہ بفتح خا معجمہ وہ شخص ہے جو غیر سے ہنسی کرے یا مسخراپن کرے نہر الفائق میں ہے کہ یا ادہی یا مسخرہ یا مضحکہ یا مقامر یا سودی یا
کشخان میں تعزیر ہے کشخان مرادف دیوث ہے ادعی علی سرقۃ علی شخص وعجز عن اثباتہا لا یعزر کما لو ادعی علی آخر دعوی توجب تکفیرہ وعجز المدعی
عن اثبات ما ادعاہ فانہ لا شیء علیہ اذا صدر الکلام علی وجہ الدعوی عند حاکم شرعی اما اذا صدر علی وجہ السب او الانتقاص فانہ
یعزر فتاوی قاری الہدایۃ دعوی کیا چوری کا ایک شخص پر اور عاجز ہوا اوسکے اثبات سے تو تعزیر نہ دیا جاویگا اسواسطے کہ اس دعوی سے مقصود اپنے مال کی تحصیل ہے
نہ سب اور دشنام چنانچہ اگر دعوی کیا دوسرے پر ایسا دعوی کہ جو موجب ہے مدعا علیہ کی تکفیر کا اور عاجز ہوا مدعی دعوی کو ثابت کرنیسے تو اوسپر کچھ نہیں بشرطیکہ
اوسکا یہ کلام صادر ہوا ہو بطریق دعوی کے حاکم شرعی کے پاس اور اگر یہ کلام بطور دشنام یا انتقاص کے صادر ہوا تو وہ تعزیر دیا جاویگا کذا فی فتاوی قاری الہدایۃ
بخلاف دعوی الزنا فانہ اذا لم یثبت یحد لما مر بخلاف دعوی زنا کے اسواسطے کہ اگر زنا ثابت نہوگا تو بحسب بیان سابق حد ماری جاویگی بدلیل گذشتہ یعنی اثبات زنا بدون
نسبت الی الزنا ممکن نہیں تو نسبت مقصود ہوئی اور اثبات مال کا بدون نسبت الی السرقہ متصور ہے تو نسبت الی السرقہ مقصود بالذات نہوئی بلکہ حصول مال مقصود بالذات ٹھہرا وھو اے
التعزیر حق العبد غالب فیہ اور وہ یعنی تعزیر میں حق العبد غالب ہے یعنی حق العبد کی افراد تعزیر میں غالب ہیں حق اللہ کی افراد سے اور یہ مراد نہیں کہ حق العبد
اور حق اللہ دونون تعزیر میں مجتمع ہیں اور حق العبد غالب ہے کذا فی الطحطاوی فیجوز فیہ الابراء والعفو والتکفیل زیلعی جب تعزیر میں حق العبد کی افراد غالب ہین
تو تعزیر میں ابرا اور عفو اور مجرم کی حاضر ضامنی کرنا جائز ہے کذا فی شرح الزیلعی ھم ابرا اور عفو میں یہ فرق ہے کہ ابرا قبل نالش کے ہوتا ہے اور عفو بعد نالش کے والیمین
ویحلفہ باللہ ما لہ علیک ہذا الحق الذی یدعی لا باللہ ما قلت خلاصہ اور یمین جائز ہے تعزیر میں یعنی جبکہ وہ گالی دینے کا منکر ہو تو حاکم اوس سے یون قسم لے
اللہ کی کہ مدعی کا تجھ پر وہ حق نہیں ہے جسکا وہ دعوی کرتا ہے تو یہ تحلیف کہ قسم اللہ کی میں نے نہیں کہا کذا فی الخلاصۃ والشہادۃ علی الشہادۃ وشہادۃ رجل وامراتین
کما فی حقوق العباد اور گواہی پر گواہی اور گواہی ایک مرد اور دو عورتون کی تعزیر میں جائز ہے چنانچہ حقوق العباد میں سب امور مذکورہ جاری ہین وہ کون اور ضامن دینا

۱۷

یعنی سہو ہوا مترجم اول کا بیان صحیح یون چاہیے کہ یون قسم نہ لوں تعالیٰ اعلم ۱۲

حقاً للّٰہ تعالیٰ فلا عفو فیہ الا اذا علم الامام انزجار الفاعل اور تعزیر حق اللہ بھی ہوتی ہے تو اوسمیں معاف کرنا حاکم کو جائز نہیں مگر جبکہ امام فاعل کا باز رہنا
قبل تعزیر کو معلوم کرے تو اس شرط سے معاف کرنا البتہ جائز ہے کذا فی فتح القدیر ولا یمین کما لو ادّعی علیہ انہ قبّل اختہ مثلاً اور حق اللہ کی تعزیر میں قسم نہیں
چنانچہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اوس نے اوسکی بہن کا بوسہ لیا ہے مثلاً اور مدعا علیہ منکر ہے اور گواہ نہیں تو مدعا علیہ سے قسم نہ لیجاویگی ویجوز اثباتہ بمدّعٍ شہد بہ
فیکون مدعیاً شاہداً لو معہ آخر اور جائز ہے اثبات حق اللہ کا اوس مدعی سے جس نے اپنے دعوے کی گواہی بھی دی تو وہ مدعی اور شاہد دونوں ہوگا بشرطیکہ اوسکے ساتھ دوسرا
شاہد موجود ہو اور ایسا اثبات حق العبد میں جائز نہیں وما فی القنیۃ وغیرہا لو کان المدّعی علیہ ذا مروّۃ وکان اول ما فعل یوعظ استحساناً ولا یعزّر یجب
ان یکون فی حقوق اللہ فان حقوق العباد لیس للقاضی اسقاطہا فتح اور جو قول قنیہ وغیرہ میں ہے کہ اگر مدعا علیہ صاحب عزت ہو اور اول بار اوس سے قصور ہوا ہو تو وہ
نصیحت اور پند دیا جاوے بنابر استحسان کے اور تعزیر نہ دیا جاوے واجب ہے کہ یہ قول حقوق اللہ میں محمول ہو اسواسطے کہ حقوق العباد کا اسقاط قاضی کو جائز نہیں کذا
فی الفتح ھ صاحب فتح القدیر نے کہا کہ مروت میرے نزدیک دین اور تقویٰ میں ہے طحطاوی نے کہا بعض علما نے کہا کہ قنیہ کی روایت کو حق اللہ پر محمول کرنا کچھ ضرور نہیں جائز ہے
کہ اوسکا محمل آدمی کا حق ہو اور شاتم اوس قسم کا انسان ہو جسکی تعزیر فقط دار القضا تک کھیچ جانا ہو اسواسطے کہ محمد بن حسن سے مروی ہے کہ اگر لوگوں کا گالی دینے والا صاحب مروت
ہو تو نصیحت کیا جاوے اور اگر اوس سے کمتر ہو تو قید کیا جاوے اور اگر اکثر گالی دیا کرتا ہو تو مارا بھی جاوے اور قید بھی کیا جاوے وما فی کراھیۃ الظہیریۃ رجل یصلّی و
یضرّ الناس بیدہ ولسانہ فلا بأس باعلام السلطان بہ لینزجر یفید انہ من باب الاخبار وانّ اعلام القاضی بذلک یکفی لتعزیرہ نہر اور ظہیریہ
کی کتاب الکراہیۃ میں ہے کہ ایک مرد نماز پڑھتا ہے اور لوگوں کو ضرر پہونچاتا ہے اپنے ہاتھ اور زبان سے یعنی مارتا ہے اور سخت گیری کرتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اس امر کی حاکم کو اطلاع کر دینے میں
تاکہ وہ باز رہے اسکا مفید ہے کہ یہ اعلام از قسم اخبار ہے تو لفظ شہادت اور مجلس قضا کی اسمیں حاجت نہیں اور یہ کہ قاضی کا یہ اعلام اسکی تعزیر میں کافی ہے کذا فی النہر قلت فیہ
من الکفالۃ معزیاً للبحر وغیرہ للقاضی تعزیر المتّہم وان لم یثبت علیہ شارح کہتا ہے اور نہر الفائق میں کتاب الکفالہ سے بحر الرائق وغیرہ کی طرف نسبت کرکے
کہا ہے کہ قاضی کو جائز ہے تعزیر دینا متہم کو اگرچہ اوسپر شرعاً گناہ ثابت نہ ہو ھ بحر الرائق میں ہے کہ تہمت ثابت ہوتی ہے دو مستور یا ایک عادل کی گواہی سے تو ظاہراً ایک مستور اور ایک
فاسق گواہ سے تہمت ثابت نہیں تو تعزیر بالحبس بھی جائز نہیں کذا فی الطحطاوی وکل تعزیر للّٰہ تعالیٰ یکفی فیہ خبر العدل لانہ فی حقوقہ تعالیٰ یقضی فیہا بعلمہ
اتفاقاً اور جو تعزیر بسبب حق اللہ کے ہے اوس میں ایک عادل کی خبر کافی ہے اسواسطے کہ حقوق اللہ میں قاضی اپنے علم پر حکم دیتا ہے بالاتفاق یعنی شاہد واحد سے قاضی کو علم حاصل ہوتا ہے
طحطاوی نے کہا یہ قول منافی ہے سابق کے فیکون مدعیاً شاہداً لو معہ آخر ویقبل فیہا الجرح المجرّد کما مرّ اور حقوق اللہ میں جرح مجرد شاہد بلا بیان سبب فسق مقبول ہے
چنانچہ مذکور ہو چکا طحطاوی نے کہا کہ سابق میں یہ مضمون نہیں مذکور ہوا بلکہ بیان حق اللہ یا حق العبد میں البتہ قبول کی شرط مذکور ہوئی ہے وعلیہ فما یکتب من المحاضر فی
حق الانسان یعمل بہ فی حقوق اللہ تعالیٰ ومن افتیٰ بتعزیر الکاتب فقد اخطأ انتہی ملخصاً اور بنابر اوسکے یعنی حق اللہ میں خبر واحد کے مقبول ہونے پر
جو محضر حق انسان میں لکھے جاتے ہیں اوسپر عمل کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں اور جس نے فتویٰ دیا ہے تعزیر کاتب کا اوس نے خطا کی انتہی کلام النہر ملخصاً ھ صاحب نہر نے
کتاب الکفالہ میں کہا کہ حقوق اللہ میں اخبار واحد عادل کافی ہے اور خبر دینا جیسا زبانی ہوتا ہے ویسا ہی لکھنے سے بھی ہوتا ہے اور فقہا نے کہا ہے کہ جرح اور تعدیل میں کتابت
ایک عادل کی قاضی کی طرف کافی ہے تو بنابر اسکے جو محاضر حق انسان میں لکھے جاتے ہیں تو حاکم کو اوسپر اعتماد کرنا عدول سے جائز ہے اور بموجب اوسکے حقوق اللہ میں عمل کرنا
چاہیے اور جنہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ محاضر کے کاتب پر کچھ الزام نہیں اور جس نے اسمیں موجب تعزیر کا فتویٰ دیا ہے اوس نے خطا کی انتہی شرح طحطاوی نے کہا شاید محضر سے یہاں وہ مراد ہے
جسکو اہل اسلام وقت کے متولی یا کسی قریہ کے قاضی کے ظلم کا کاغذ لکھکر قاضی القضاۃ کے پاس نالش کے واسطے بھیجیں وفی کفالۃ العینی عن الثانی من یجمع الخمر ویشربہ ویترک
الصلوٰۃ احبسہ وادّبہ ثم اخرجہ ومن یتّہم بالقتل والسرقۃ وضرب الناس احبسہ واخلدہ فی السجن حتیٰ یتوب لان شرّ ھذا علی الناس وشرّ الاول
علیٰ نفسہ اور شرح عینی کی کتاب الکفالۃ میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ جو شخص شراب جمع کرتا ہو اور پیتا ہو اور نماز ترک کرتا ہو اسکو حاکم قید کرے اور ادب دے یعنی مارے پھر اسکو

قید سے چھوڑ دے اور جو شخص متہم ہو ساتھ قتل کرنے اور چرانے اور لوگون کے مارنیکے اوسکو حاکم قید کرے اور ہمیشہ اوسکو قیدخانہ مین رکھے یہان تک کہ وہ توبہ کرے اسواسطے کہ اس شخص کا شر لوگون پر ہے اور پہلے شخص کا شر اپنی ذات پر ہے اور ثبوت تہمت کا طریقہ عنقریب گذرا شتم مسلم ذمیا عزر لانہ ارتکب معصیۃ فتقیید مسائل الشتم بالمسلم اتفاقی فتح گالی دی مسلم نے کافر ذمی کو تو تعزیر دیا جاوے اسواسطے کہ اوسنے گناہ کیا تو مسائل شتم مین مسلم کی قید لگانی اتفاقی ہے کذا فی الفتح وفی القنیۃ قال لیھودی او مجوسی یا کافر یأثم ان شق علیہ ومقتضاہ انہ یعزر لارتکابہ الاثم بحر واقرہ المصنف لکن نظر فیہ فی النہر قلت ولعل وجہہ مامر فی یا فاسق فتامل اور قنیہ مین ہے کہ کہا یہودی یا مجوسی کو یا کافر تو گنہگار ہوگا اگر اوسکو برا معلوم ہوا اور مقتضا اس قول کا یہ ہے کہ قائل تعزیر دیا جاویگا بسبب ارتکاب گناہ کے کذا فی البحر اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے لیکن نہر الفائق مین اسپر اعتراض کیا ہے شارح کہتا ہے شاید کہ وجہ اعتراض وہ ہے جو یا فاسق مین گذری سو تامل کر اسمین ھم وجہ اعتراض یا فاسق مین اسطرح کی مذکور ہوئی کہ یہودی اور مجوسی نے کفر کا عیب اپنی ذات مین خود لگایا یا قائل کے قول سے پہلے شارح نے بلفظ تامل اس وجہ کو ضعیف ہونیکا اشارہ کیا یعنی اگرچہ کافر نے کفر کا عیب آپ لگایا لیکن اہل اسلام نے بسبب عقد ذمہ اوسکے عدم ایذا کا التزام کیا ہے تو اب اوسکو کافر کہنا ایذا دینا ہے تحا ھم شکنی ہے یعزر المولی عبدہ والزوج زوجتہ ولو صغیرۃ کما سیجیء علی ترکہا الزینۃ الشرعیۃ مع قدرتہا علیہا تعزیر دے مولی اپنے غلام کو اور زوج اپنی زوجہ کو شرعی سنگار کو چھوڑنے پر باوجود اوسکے قادر ہونیکے اوسپر اگرچہ زوجہ صغیرہ ہو چنانچہ اسکا بیان قریب آویگا ھم زینت شرعی کی قید سے معلوم ہوا کہ مردون کی سی زینت یا فاحشہ عورتون کی سی زینت نہ کرنے سے زوج زوجہ کو تعزیر نہین کر سکتا وترکہا غسل الجنابۃ وعلی الخروج من المنزل لو بغیر حق وترک الاجابۃ الی الفراش لو طاہرۃ من نحو حیض اور تعزیر دیوے زوج زوجہ کو غسل جنابت کے ترک کرنے سے اور تعزیر دے گھر سے باہر نکلنے پر اگر ناحق نکلے اور تعزیر دے بچھونے پاس لیٹنے پر اگر وہ حیض وغیرہ سے پاک ہو ترک اجابت سے مراد عدم تمکین جماع ہے ویلحق بذلک مالو ضربت ولدہا الصغیر عند بکائہ او ضربت جاریتہ غیرۃ ولا تتعظ بوعظہ او شتمتہ ولو بنحو یا حمار او دعت علیہ او مزقت ثیابہ او کلمتہ لیسمعہا اجنبی او کشفت وجہہا لغیر محرم او کلمتہ او شتمتہ او اعطت مالم تجر العادۃ بہ بلا اذنہ اور ملحق ہے ساتھ اوسکے یعنی لزوم تعزیر امور مذکورہ کے ساتھ یہ امور ملحق ہین کہ اگر زوجہ نے اپنے دودھ پیتے لڑکے کو اوسکے رونے کے وقت مارا یا زوج کی لونڈی کو رشک کی وجہ سے مارا اور زوج کی نصیحت کو نہ مانتی ہے یا زوجہ نے زوج کو گالی دی اگرچہ مانند یا حمار کے کوئی مکروہ کلمہ کہا یا زوج کو بددعا دی یا اوسکے کپڑے پھاڑ ڈالے یا زوج سے اسطرح پکار کے بولی کہ اوسکو اجنبی مرد سنے یا اپنا منہ کھول دیا غیر محرم کے سامنے یا غیر محرم سے کلام کیا یا اوسکو گالی دی یا کسیکو کوئی چیز دی جسکی دینیکا دستور نہین بدون اجازت زوج کے یعنی ان سب امور مین زوج اوسکو تعزیر دیسکتا ہے والضابط کل معصیۃ لاحد فیہا فللزوج والمولی التعزیر ولیس منہ لو طلبت نفقتہا او کسوتہا والحت لان لصاحب الحق مقالا بحر اور قاعدہ کلیہ امور مذکورہ کے دریافت کرنیکا یہ ہے کہ جس گناہ مین شرعا حد مقرر نہ ہو تو اوس مین زوج اور مولی کو تعزیر کا اختیار ہے اور یہ تعزیر کی چیز نہین اگر زوجہ نے اپنا نفقہ یا لباس مانگا اور اوس مین سخت طلبی اور جھگڑا کیا اسواسطے کہ حقدار کو اپنے حق کی طلب مین گفتگو کا اختیار ہے کذا فی البحر الرائق ولا علی ترک الصلوۃ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا کذا اعتمدہ المصنف تبعا للدرر علی خلاف ما فی الکنز والملتقی واستظہرہ فی خطبۃ المجتبی اور تعزیر نہین زوجہ کی نماز نہ پڑھنے پر اسواسطے کہ منفعت اوسکی نماز کی زوج کی طرف نہین پھرتی بلکہ زوجہ کی طرف ہے تو زوج کا کچھ نقصان نہین جو تعزیر دیوے اسی قول پر اعتماد کیا ہے مصنف نے درر غرر کی پیروی کرکے کنز اور ملتقی الابحر کے برخلاف یعنی کنز اور ملتقی مین ترک صلوۃ پر تعزیر صحیح ہے اور مجتبی کی کتاب الحظر مین اسی قول کو ظاہر روایت کہا ہے ھم مفتی ابو السعود نے کہا کہ موافق کنز اور ملتقی کے اکثر اہل مذہب نے ترک صلوۃ پر تعزیر ہے اور بعض سلف صالحین سے منقول ہے کہ اگر مین حق تعالی کی حضور مین حاضر ہوا اور زوجہ کا مہر میری گردن پر ہو تو وہ اوس سے بہتر ہے کہ بے نماز زوجہ کے ساتھ رہون کذا فی الطحطاوی والاب یعزر الابن علیہ وقدمنا ان للولی ضرب ابن سبع علی الصلوۃ ویلحق بہ الزوج نہر اور باپ تعزیر دیوے اپنی اولاد کو ترک صلوۃ پر صاحب نہر الفائق نے کہا کہ ہم نے کتاب الصلوۃ مین مقدم ذکر کیا کہ ولی کو جائز ہے مارنا سات برس کے صغیر کا نماز پر اور بزدلی کے ساتھ زوج ملحق ہے حکم مذکور مین ھم اور شارح نے کتاب الصلوۃ مین سات برس کے لڑکے کو امر کرنا اور دس برس کے لڑکے کو نماز پر مارنا مذکور کیا ہے وفی القنیۃ لہ اکراہ طفلہ علی تعلیم القران وادب وعلم لفریضتہ علی الوالدین اور قنیہ مین ہے

کہ ولی کو جائز ہی اپنے طفل پر زبردستی کرنا قرآن اور ادب اور علم سیکھنے پر بسبب اوسکی فرض ہونیکے والدین پر وله ضرب الیتیم فیما یضرب ولدہ اور ولی کو جائز ہی یتیم کا مارنا
اوس امر مین جسمین اپنے ولد کو مارتا ہی یعنی ترک صلوۃ وغیرہ مین صاحب بحر نے آثار اور اخبار سے یہ امر ثابت کیا ہی الصغر لا یمنع وجوب التعزیر فیجری بین الصبیان طفل
وجوب تعزیر کی مانع نہین تو تعزیر لڑکون مین بھی جاری ہی یعنی اگر ایک لڑکا دوسرے کو مارے تو تعزیر دیا جاوے وھذا لو حق عبد اما لو کان حق اللہ بان زنی او سرق
منع الصغر منہ مجتبے اور یہ یعنی عدم منع تعزیر صغیر بشرط حق العبد ہی اور اگر حق اللہ ہو اسطرح پر کہ نابالغ نے زنا کیا یا چوری کی تو طفل تعزیر سے اسمین مانع ہی کذا فی المجتبی
من حد او عزر فھلک فدمہ ھدر الا امرأۃ عزرھا زوجھا بمثل ما مر فماتت لان تادیبہ مباح فیتقید بشرط السلامۃ قال المصنف وبھذا
ظھر انہ لا یجب علی الزوج ضرب زوجتہ اصلا جس شخص پر حد یا تعزیر واقع ہوتی پھر وہ مرگیا تو خون اوسکا رائگان اور باطل ہی یعنی ضمان نہین بسبب
امتثال امر شارع کے مگر وہ عورت جسکو اوسکے زوج نے تعزیر دی امور مذکورہ مین سو وہ مرگئی تو اوسکا خون باطل نہین اسواسطے کہ تادیب زوجکی مباح ہی تو مقید بشرط سلامتی
کی ہوگی مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس تعلیل سے ظاہر ہوا کہ زوج پر اپنی زوجکی ضرب اصلا واجب نہین اسواسطے کہ اگر واجب ہوتی تو خون کا ضمان نہوتا ادعت
علی زوجھا ضربا فاحشا وثبت ذلک علیہ عزر کما لو ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا فانہ یعزر ویضمنہ لو مات شمنی زوجہ نے اپنے زوج پر
ضرب فاحش یعنی ضرب شدید غیر معتاد کا دعوی کیا اور یہ دعوی گواہون سے اوسپر ثابت ہوگیا تو وہ تعزیر دیا جاویگا چنانچہ اگر معلم نے صغیر کو عادت سے زیادہ مارا تو اوسکو
تعزیر دیجاویگی اور معلم ضامن ہوگا اوسکے خون کا اگر وہ اس ضرب سے مرگیا کذا ذکرہ الشمنی ھ طحطاوی نے کہا زوجہ کو دعوی مین ضرب فاحش مجرد تصویر ہی قید نہین اسواسطے
کہ بحر الرائق مین ہی کہ فقہا نے تصریح کی ہی کہ جب زوج زوجہ کو ناحق ماریگا تو اوسپر تعزیر واجب ہی شرح ملتقی مین ہی کہ امام مالک اور احمد کے نزدیک زوج اور معلم تعزیر مین
ضامن نہین اور نہ باپ اور وصی مین اور نہ دادا اور نہ وصی اگر ضرب معتاد ہو والا ضامن ہی باجماع فقہا وعن الثانی او زاد القاضی علی مائۃ فمات فنصف
الدیۃ فی بیت المال لقتلہ بفعل ماذون فیہ وغیر ماذون فیتنصف زیلعی اور ابو یوسف سے مروی ہی کہ اگر قاضی نے سو کوڑے سے زیادہ مارے سو مضروب مرگیا
تو نصف دیت اوسکی بیت المال مین ہی یعنی اور نصف باقی قاضی پر بسبب اوسکے مقتول ہونیکے اس فعل سے جسمین شرع کا اذن تھا اور اوس فعل سے جسمین اذن شرع نہ تھا
تو دیت آدھون آدھ کیجاویگی کذا فی شرح الزیلعی ھ طحطاوی نے کہا یہ قول ضعیف معارض ہی ماتن کے قول کو یعنی جو حد اور تعزیر مین مرجاوے اوسکا خون باطل ہی تو بہتر
یہ تھا کہ شارح اسکو مذکور نکرتا **فروع** مسائل ملحقہ شارح کی ارتدت لتفارق زوجھا تجبر علی الاسلام وتعزر خمسۃ وسبعین سوطا ولا تتزوج
بغیرہ بہ یفتی ملتقط عورت مرتد ہوگئی اسواسطے کہ اپنے زوج کو چھوڑ دے تو جبر کیا جاوے اوسکے اسلام لانے پر اور اوسپر پچھتر کوڑے تعزیر مارے جاوین بقول ابو یوسف اور نکاح
غیر زوج سے نکرے اسیکا فتوی ہی کذا فی الملتقط ھ کتاب الطلاق مین مذکور ہوچکا کہ ایسی عورت کی تجدید نکاح پر جبر کیا جاوے تھوڑے سے مہر پر ارتحل الی مذھب الشافعی
یعزر سراجیۃ حنفی مذہب نے شافعی مذہب کے طرف انتقال کیا تو اوسکو تعزیر دیجاوے کذا فی السراجیۃ ھ تعزیر اوسوقت ہی جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کو
حقیر اور باطل اعتقاد کرکے شافعی المذہب ہوجاوے اور اگر بضرورت انتقال کرے چنانچہ اتباع مذہب شافعی مین آسانی پاوے تو اوسپر تعزیر کا حکم نہین چنانچہ
بزازیہ مین نقل کیا کہ شیخ الاسلام عطا بن حمزہ سے سوال ہوا کہ شافعی المذہب حنفی ہوگیا پھر اوسنے مذہب اول کی طرف عود کرنیکا ارادہ کیا تو جواب دیا کہ ثابت
رہنا امام اعظم کے مذہب پر بہتر اور خوبتر ہی اور یہ جو بعضون نے کہا ہی کہ اوسکو اشد تعزیر دی اسواسطے کہ اوسنے ادون یعنی کمتر از حقیر مذہب کی طرف انتقال کیا سو
اس قول کو کوئی پسند نہین کرتا مگر متہور یعنی متعصب پرزور اور قول بالانصاف وہ ہی جو محقق ابن الہمام نے کہا یعنی ایک مذہب سے دوسرے مذہب کا انتقال کرنیوالا
اجتہاد اور برہان سے عاصی مستوجب تعزیر ہی تو بلا رتبہ اجتہاد اور برہان انتقال کرنا بطریق اولی لائق تعزیر ہوگا انتہی تو اسمین مطلق انتقال کو موجب تعزیر
کہا خواہ حنفی شافعی ہوجاوے بلا ضرورت یا شافعی حنفی ہوجاوے وعلی ہذا القیاس مالکی حنبلی اور شرح ملتقی مین ہی کہ جو شافعی کہ حنفی ہوگیا پھر اوسنے مذہب اول
کیطرف عود کیا تو اوسپر تعزیر دیجاویگی بموجب ایک قول کے انتہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ وہ شخص تردد مین المذاہب سے متلاعب ہوگیا یعنی مذاہب کے ساتھ لہو ولعب کرتا ہی لہذا

مستحق تعزیر ہوا کذا فی حاشیۃ الطحطاوی قذف بالتعریض یعنی دہادی قذف کیا بطریق تعریض اور رمز کے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الحاوی یعنی چنانچہ یوں کہے کہ میں تو زانی نہیں
مراد یہ کہ تو زانی ہے تو تعزیر اسواسطے ہوتی کہ صریح نسبت زنا نہیں جو قائل پر حد ہوتی زنی بامرأۃ میتۃ یعزر واختیار زنا کیا مردہ عورت سے تو تعزیر دیا جاوے کذا فی الاختیار ادعی علی
آخر انہ وطی امتہ فحبلت فنقصت فان برہن فلہ قیمۃ النقصان وان حلف خصمہ فلہ تعزیر المدعی ایک نے دعوی کیا دوسرے پر کہ اوس نے اوسکی لونڈی سے قربت کی
اور وہ حاملہ ہو تو اوسکی قیمت ناقص ہوگئی تو اگر مدعی نے اپنا دعوی گواہوں سے ثابت کیا تو مدعی کو قیمت نقصان کی دلائی جاوے گی فاعل سے اور اگر مدعا علیہ نے قسم کھائی بعد عدم ثبوت
کی درصورت عدم شہادت تو اوسکو تعزیر مدعی کی اختیار ہے کذا فی القنیہ وفی الاشباہ خدع امرأۃ انسان واخرجہا وزوجہا بمجلس حتی یتوب او یموت لسعیہ فی الارض
بالفساد اور اشباہ میں ہے کسی نے فریب دیا ایک آدمی کی عورت کو اور اوسکو نکالا اور اوسکا نکاح کر دیا تو فریب دینیوالا قید کیا جاوے یہانتک کہ توبہ کرے یا قید میں مرجاوے بسبب
کر نے اس شخص کے زمین میں فساد کے ساتہ من لہ دعوی علی آخر فلم یجدہ فامسک اہلہ للظلمۃ فحبسوہم وغرموہم عزر ایک شخص کا دعوی تہا دوسرے
پر سو اوس نے اوسکو نپایا تو اوسکے لوگوں کو ظالموں کے پاس پکڑ دیا سو اونھوں نے اونکو قید کیا اور اون سے ڈانڈ لیا تو مدعی تعزیر دیا جاوے ولیعزر علی الورع البارد کتعریف
نحو تمرۃ تعزیر دیجاوے ورع بارد یعنی نالائق پرہیزگاری پر چنانچہ مانند ایک کھجور کے پہچنوانا ہے تاتارخانیہ میں مروی ہے کہ خلافت عادلہ کے وقت میں ایک شخص نے کھجور کا ایک پہل
مدینہ کے بازار میں پایا سو اوسکو اوٹھا لیا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ کسکی کھجور ہے اس قول سے اوسکو غرض یہ تھی کہ تقوی کا اظہار خلق میں کرے اور تہا امیر المومنین عمر فاروق نے یہ سنا اور بلایا اوسکا
پایا فرمایا کہ کھا لے اسکو یا بارد الورع یہ وہ تقوی ہے جس سے حق تعالی بغض رکھتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ التعزیر لا یسقط بالتوبۃ کالحد تعزیر ساقط نہیں ہوتی توبہ
کرنے سے مانند حد کے ثم قال واستثنی الشافعی ذوی الہیئات قلت قد قدمناہ لاصحابنا عن القنیۃ وغیرہا وزاد الناطقی فی اجناسہ مالم یتکرر فیہم
التعزیر پھر صاحب اشباہ نے کہا اور امام شافعی نے تعزیر سے ذوی الہیئات یعنی نیک بندوں اور اصحاب عزت کو مستثنی کیا ہے میں کہتا ہوں کہ ہم اشباہ میں ہی اسے اصحاب حنفیہ کے قول قنیہ سے
مقدم ذکر کیے یعنی صاحبان مروت کے حق میں کہ تم تعزیر سبب اکتفا علی النصیحۃ کے ہے اور ناطقی نے اپنی اجناس میں اتنا زیادہ کیا کہ اصحاب ہیئت سے اوس وقت تک حد ساقط ہے جبتک بار بار قصور نہو
اور مکرر ہونے میں تو تعزیر بار سجاوے گی طحطاوی نے قرتاشی کا قول نقل کیا کہ جب ایسے شخص نے دوبارہ قصور کیا تو معلوم ہوگیا کہ وہ صاحب مروت نہیں وفی الحدیث تجافوا عن عقوبۃ
ذوی المروۃ الا فی الحد اور حدیث میں ہے کہ درگذر کرو صاحبان مروت کی عقوبت سے مگر سواے حد کے ظاہر یہی حدیث دونوں مذہب میں عدم تعزیر صاحبان مروت پر دلیل ہے وفی شرح
الجامع الصغیر للمناوی الشافعی فی حدیث اتقوا اللہ لا تاتی یوم القیمۃ ببعیر تحملہ علی رقبتک لہ رغاء او بقرۃ لہا خوار او شاۃ لہا ثواج قال یوخذ منہ
تحریم السرقۃ ونحوہا فلیحفظ اور مناوی شافعی کی شرح جامع صغیر کے اندر اس حدیث میں کہ ڈرو اللہ تعالی سے کہ کہیں نلاوے تو قیامت کے دن اپنی گردن پر اوٹھا کر اونٹ
بلبلاتا یا گاے بیل بانگیں کرتا ہوا یا بھیڑ بکری میں میں کرتی ہوئی مناوی نے کہا کہ اس حدیث سے چوری اور اوسکے مانند کو گھنونا ! نہ ہونا تحقیق کیو اسکے نکلتا ہے تو اسکو یاد کرنا
چاہیے ختم مناوی کی عبارت کا یہ مضمون ہے کہ ابن منیر نے کہا کہ مجھکو یہ گمان ہے کہ تجریس سارق وغیرہ کی حاکم نے اس حدیث سے نکالی ہو لغت عرب میں رغا اونٹ کی آواز کو کہتے اور خوار گاے
بیل کی آواز کو کہتے ہیں اور ثواج بضم ثاء مثلثہ اور بعد اوسکے ہمزہ مفتوحہ ممدودہ اور اوسکے بعد جیم بھیڑ بکری کی آواز کو بولتے ہیں کذا فی الطحطاوی ہم یہ حدیث سرقہ میں وارد ہوئی جو
جانور کو چورا ویگا وہی جانور اوسکی گردن پر قیامت کے دن اپنی بولی بولتا اوسکا فضیحت کرنیکو انتقال ہے سب سے یہاں تک سب اقوال شارح نے اشباہ سے نقل کیے تتمہ اگر کسی کو کسی نے
یا مخنث کہا تو بہتر ہے کہ صبر کرے اور اگر حاکم سے تعزیر دلاوے تو جائز ہے اور اگر یوں جواب دے کہ تو مخنث ہے تو کچھ مضائقہ نہیں اگر غلام یا زوجہ بے ادبی کرے تو مولی اور زوج کو تادیب
حلال ہے اور جو شرابخوار کی مجلس میں حاضر ہوتا ہو وہ مستحق تعزیر ہے اگرچہ شراب نہ پیتا ہو اور جیکہ پاس شراب کے برتن ہوں جو مقیم مضافات شریف میں دن کو کہاتا پیتا ہو متعمداً اوسے تعزیر ہے اور قید ہے اور جو مسلمان
کہ شراب بیچتا ہو یا بیاج کہاتا ہو وہ تعزیر دیا جاوے اور قید کیا جاوے اور اسیطرح مغنی اور مخنث اور نوحہ گر عورت پر تعزیر اور حبس ہے یہانتک کہ توبہ کریں کذا فی فتح القدیر اگر ایک
نے دوسرے کو کہا یا سفلہ یا بے نماز تو اوسے تعزیر ہے اور اگر ایک شخص کسی مقدمہ کا علماء سے فتوی لکھا کر اپنے خصم کے پاس لایا تو مخاصم نے کہا کہ میں اس پر عمل نہیں کرتا یا یوں کہا کہ ایسا نہیں ہے
جیسا ان علما نے فتوی دیا ہے حالانکہ وہ شخص جاہل اہل علم کو تحقیر سے ذکر کرتا ہے تو اوسے تعزیر دینا واجب ہے آدمی کے حق میں بہتر یہ ہے کہ جب اوس سے کہا جاوے کہ کون چیز موجب حد اور تعزیر ہے

تو اوسکا جواب نہی کتابت صکوک اور خطوط کی ورسری یعنی جعلی سناد بنانا موجب تعزیر ہی احکام شرعی کو بطور مزاح کی ذکر کرنا موجب تعزیر ہی اور جو مسلمان کو طمانچہ مارے یا اوسکی
پگڑی سر سی اوچھال دے بازار میں تو اوسپر تعزیر ہی کذا فی العالمگیریۃ

کتاب السرقۃ

یہ کتاب ہے سرقہ یعنی چوری کے احکام میں سَرِقہ بفتح سین کسرہ را مہملہ ہی اور سکون را بھی جائز ہی چونکہ مقصود حدود سی حفظ النفس اور حفظ عقل اور حفظ آبرو ہی لہذا حدود کی بعد کتاب سرقہ کا مذکور کرنا
مناسب ہوا اسواسطے کہ مال سی مقصود جان اور آبرو کی حفاظت ہی ہی لغۃً اخذ الشیئ من الغیر خفیۃً وتسمیۃ المسروق سرقۃً مجازًا وہ یعنی چوری لغت میں غیر سے کسی چیز کو لینے
کو کہتے ہیں چھپا کر اور مسروق کو جو سرقہ کہتے ہیں تو باعتبار مجاز کہتے ہیں اور سرقہ میں داخل ہی استراق السمع یعنی چھپ کر غیر کی بات سننا کذا فی النہر وشرعًا باعتبار الحرمۃ اخذہ کذلک
بغیر حق نصابا کان او لا اور شرع میں باعتبار حرام ہونیکے سرقہ اسیطرح کے لینے سے عبارت ہی یعنی غیر کی چیز چھپا کر ناحق لینا خواہ وہ چیز بقدر نصاب ہو یا نہو وباعتبار القطع اخذ مکلف
ولو انثٰی او عبدًا او کافرًا او مجنونًا حال افاقتہ اور باعتبار ہاتھ کاٹنے کے شرع میں سرقہ عبارت ہی مکلف کے لینے سے اگرچہ مکلف عورت ہو یا غلام یا کافر یا مجنون یعنی مجنون نے اپنے
ہوش کی حالت میں چوری کی تو وہ بھی مکلف میں داخل ہی کذا فی النہر سرقہ میں رکن اخذ ہی اور باقی جتنی باتیں شارح ذکر کرینگے وہ شرائط ہیں مصنف نے اخذ کو مطلق کہا تو اخذ حقیقی وحکمی دونوں کو شامل ہی اخذ
حقیقی یہ ہی کہ بذات خود چیز کو مکان محفوظ سے نکالی اور اخذ حکمی یہ ہی کہ چند سارق کسی مکان میں داخل ہوں اور مال کو چرا دیں اور ایک شخص کی پیٹھ پر لادکر گھر سے باہر نکلیں تو سب کے ہاتھ
کاٹے جاوینگے بنا بر استحسان کے اور مکلف کی قید سے صغیر اور مجنون نکل گئے کہ اونپر قطع ید نہیں لیکن مال کی ضمانت ہی کذا فی البحر ناطقٍ بصیرٍ فلا یقطع اخرس لاحتمال نطقہ
بشبہۃ ولا اعمٰی لجہلہ بمال غیرہ مکلف مذکور ناطق اور بصیر ہو تو ناطق کی قید سی گونگے کا ہاتھ نکاٹا جاویگا اوسکی شبہہ بیان کرنیکا احتمال ہی یعنی اگر وہ ناطق ہوتا تو شاید
ایسا شبہہ بیان کرتا جس میں قطع ید نہیں اور نہ اندھے کا ہاتھ کاٹا جاویگا بسبب اوسکی نادانستگی کے یعنی عدم امتیاز کے سبب سے عدم اتقیان اپنے مال کا غیر کے مال سے متصور ہی گو اوسکو نادانستگی ہو تو [illegible]
عشرۃ دراہم ولو غیر مضروبۃ لما فی المغرب الدراہم اسم للمضروبۃ سرقہ عبارت ہی دس درم کے لینے سے مصنف نے دراہم مضروبہ نہ لکھا یعنی سکہ دار اسواسطے کہ مغرب میں
ہی کہ دراہم سکہ دار ہی کا نام ہی یعنی درم کی حقیقت میں ضرب داخل ہی تو ضرب کو ذکر کرنیکی کیا حاجت ہی کہ غیر مضروبہ درم تام نہیں اس میں اختلاف ہی کہ ہر مقدار مال میں
قطع ہی یا اوس مقدار معین میں جس سے کمتر میں قطع نہیں پہلا قول حسن بصری اور داؤد ظاہری اور خوارج کا ہی بدلیل قرآن اور حدیث کے حق تعالی نے فرمایا (السارق والسارقۃ
فاقطعوا ایدیہما) یعنی چور اور چورنی دونوں کا ہاتھ کاٹو یہ آیت مطلق ہی مقدار معین اس میں مذکور نہیں اور حدیث متفق علیہ میں ہی اور انڈے کو چرانے میں قطع ید مذکور ہی
اور انکے سوا جمیع فقہای امصار اور علمای اقطار اس قول پر متفق ہیں کہ بدون مال معین کے قطع ید نہیں اسواسطے کہ بخاری اور مسلم میں عائشہ سے مرفوع متفق علیہ ہی لا قطع الا
فی ربع دینار فصاعدًا یعنی قطع نہیں مگر ربع دینار میں یا اس سے زیادہ میں تو اس حدیث سے اول حدیث کی تاویل واجب ہوئی [illegible] ربع دینار کی قیمت [illegible] مراد ہی اور بیضہ سے
[illegible] مراد ہی یا حدیث اول منسوخ ہی اگر کوئی کہے کہ شاید یہ حدیث ثانی منسوخ ہو [illegible] کیا وجہ [illegible] ہی کہ [illegible] کسی حدیث کی تاریخ معلوم نہیں ہوا [illegible] منسوخ ہونا
[illegible] باقی رہی [illegible] کی طرف [illegible] اسواسطے کہ [illegible] کا قول [illegible] یعنی [illegible] باحتیاط [illegible] حد مقدار کا معین کرنا قطع ید کے
[illegible] اور اولی ہی علاوہ اسکی اجماع صحابہ کرام [illegible] اطلاق آیت کا بھی [illegible] مطلق میں [illegible] نہیں [illegible] تو اوسکو [illegible]
[illegible] گیہوں کا ایک دانہ تو اگر آیت سرقہ مطلق ہو تو ایک گیہوں کے دانہ [illegible] قطع واجب ہوا [illegible] کے نزدیک نہیں بلکہ [illegible] الا اجماع
[illegible] جنکے نزدیک مقدار معین قطع [illegible] وہ تعیین مقدار میں مختلف ہیں تو ہمارے اصحاب حنفیہ اور ایک جماعت تابعین کے نزدیک دس درم کی تعیین ہے اور امام شافعی کے
نزدیک ربع دینار ہی اور امام مالک اور احمد کے نزدیک ایک ربع دینار یا تین درم ربع دینار کی حدیث صحیحین سے مذکور ہو چکی اور مسند احمد میں عائشہ صدیقہ سے حدیث مرفوع ہی کہ قطع کرو ربع دینار میں اور نہ
قطع کرو اس سے کمتر میں اور ربع دینار اوسوقت میں تین درم کا تھا امام مالک نے موطا میں کہا کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے ڈھال کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی
اور عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کی چوری میں قطع کیا جسکی قیمت تین درم تھی اور اصحاب حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ ڈھال کی قیمت میں دس درم سے زیادہ بھی بروایت صحیحہ ثابت ہوئی اور اخذ بالاکثر ایجاب حد میں

ذخیرہ میں قطع مذکور ہے اسواسطے کہ دونوں میں سے ایک کا گمان میں خفیہ ہونا کافی ہے اور یہ مسئلہ رباعی ہے یعنی اسمیں چار صورتیں ہیں پہلی صورت یہ کہ سارق اور صاحب خانہ دونوں کو علم ہو اسمیں قطع نہیں بالاتفاق دوسری صورت یہ کہ دونوں کو علم نہیں اسمیں قطع ہے بالاتفاق تیسری صورت یہ ہے کہ صاحب خانہ جانتا ہے اور سارق کو اوسکے علم کا علم نہیں تو ظاہرا اسمیں بھی قطع ہے بالاتفاق اور چوتھی صورت اول مذکور ہو چکی ہے من صاحب ید صحیحۃ فلا یقطع السارق من السارق فیہ لینا مال کا اوس شخص سے ہو جسکا قبضہ صحیح ہے تو جس نے چور کے پاس چوری کی اوسپر قطع نہیں کذا فی الفتح مما لایتسارع الیہ الفساد کلحم وفواکہ مجتبی مال مسروق اوس قسم سے ہو جو جلد نہ بگڑ جاتا ہو جیسے گوشت اور ترمیوے کذا فی المجتبی تو ان کی چوری میں گو بقدر نصاب ہوں قطع نہیں ولابد من کون المسروق متقوما مطلقا فلا قطع بسرقۃ خمر مسلم مسلما کان السارق او ذمیا وکذا الذمی اذا سرق من ذمی خمرا او خنزیرا او میتۃ لا یقطع لہم تقوم بہا عندنا ذکرہ الباقانی اور ضرور ہے مسروق کا مال متقوم ہونا مطلقا یعنی ہر دین والے کے نزدیک مال متقوم ہو تو قطع نہیں مسلمان کی شراب چورالینے سے خواہ سارق مسلم ہو یا ذمی اور اسیطرح جبکہ ذمی دوسرے ذمی کی شراب یا سور یا مردار کو چورا دے تو قطع نہیں اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ مال متقوم نہیں ہمارے یعنی اہل اسلام کے نزدیک اس شہر کو باقانی نے ذکر کیا ہے ھ حلبی نے کہا کہ شارح کی عبارت باوجود تطویل اس صورت کو شامل نہیں جب کہ مسلم ذمی کی شراب چورا دے تو اگر یوں کہتا کہ لا قطع بسرقۃ خمر یعنی قطع نہیں ایسی چوری سے تو اخصر اور اشمل ہوتا فی دار العدل فلا یقطع بسرقۃ فی دار حرب او بغی بلائع چوری دار العدل یعنی دار الاسلام میں ہو تو قطع نہیں دار الحرب یا دار البغی کی چوری سے کذا فی البدائع تو اگر بعض تجار مسلمین نے بعض کا مال دار الحرب میں چورایا پھر جب دار الاسلام میں آئے تو چور گرفتار ہوا تو امام اوسکا ہاتھ نہ کاٹیگا کذا فی البحر من حرز بمرۃ واحدۃ اتحد المالک ام تعدد چوری ہوئی ہو مکان محفوظ سے یکبارگی خواہ مال کا مالک ایک ہو یا چند مالک ہوں ھ حرز یعنی حفاظت کا مکان دو قسم ہے ایک حرز بنفسہ دوسرا حرز بغیرہ حرز بنفسہ مکان ہے جو حفاظت کے واسطے بنا ہو اور اوسمیں جانا بلا اذن مالک ممنوع ہو چنانچہ گھر اور دوکان اور خیمہ اور خزانہ اور صندوق اور حرز بغیرہ وہ مکان ہے جو حفاظت مال کے واسطے نہیں بنا مگر اوس میں نگہبان موجود ہے چنانچہ مسجد اور راہ اور میدان اور قرینہ سے ہے کہ اگر جنگل سے مدفون مال کو چورایا تو اوس میں قطع ہے کذا فی البحر اور ایکبار کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر بعض مال کو گھر سے نکالا پھر دوسری بار داخل ہو کر باقی کو نکالا تو قطع نہیں بشرطیکہ اطلاع مالک یا اغلاق باب یا اصلاح نقب کا درمیان میں تخلل واقع ہوا ہو اور اگر ان امور کا تخلل نہیں واقع ہوا اور باوجود اسکے دو بار میں نکالا تو یہ ایک ہی چوری ہے تو البتہ قطع ہوگا کذا فی الحموی عن السراج آمدم اتحاد اور تعدد مالک کے معلوم ہو کہ اگر ایک شخص نے بقدر نصاب جماعت کا مال چورایا تو قطع ہے اور اگر دو شخصوں نے بقدر نصاب ایک کا مال چورایا تو دونوں پر قطع نہیں اور اعتبار نصاب کا سارق کے حق میں ہے نہ مالک کے حق میں بشرطیکہ حرز واحد ہو کذا فی الطحطاوی عن البحر لا شبہۃ ولا تأویل فیہ وثبت ذلک عند الامام کما سیتضح نہ شبہہ اس لینے میں نہ تاویل اور یہ ثابت ہوا ہو امام کے نزدیک چنانچہ یہ عنقریب واضح ہوگا ھ شبہہ کی قید سے وہ شخص نکل گیا جس نے اپنے محرم کے گھر سے مال کو نکالا اور تاویل کی قید سے مصحف کی چوری نکل گئی کہ اوس میں قطع نہیں اسواسطے کہ اوس میں تلاوت کے لیے تاویل ممکن ہے یعنی سارق کہہ سکتا ہے کہ میں نے چورایا نہیں بلکہ پڑھنے کو لے لیا فیقطع ان اقر بہا مرۃ ولیہ رجع الثانی طائعا جب تعریف سرقہ کی معلوم ہوئی تو داہنا ہاتھ سارق کا قطع کیا جاویگا اگر اوس نے ایکبار چوری کا اقرار کیا بلا جبر اور ابو یوسف نے ایکبار کے اقرار کی طرف رجوع کیا اور اول وہ اسکے قائل تھے کہ دو مجلسوں میں دو بار کے اقرار سے چوری ثابت ہوتی ہے فاقرارہ بہا مکرہا باطل ومن المتاخرین من افتی بصحتہ ظہیریۃ زاد القہستانی معزیا للخزانۃ المفتیین ویحل ضربہ لیقر وسنحققہ تو چوری کا اقرار کرنا سارق کا جبر اور زبردستی سے باطل ہے اور بعضے متاخرین نے صحت اکراہ کا فتوی دیا ہے کذا فی الظہیریہ اور قہستانی نے خزانۃ المفتیین کی طرف نسبت کر کے اتنا اور زیادہ کہا ہے کہ سارق مارنا بھی حلال تاکہ وہ اقرار کرے چوری کا اور عنقریب ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے او شہد رجلان اور قطع یہ ہوگا اگر دو مرد گواہی دیں چوری کی ھ مصنف نے دو مردوں کی قید اسواسطے لگائی کہ عورتوں کی گواہی اسمیں مقبول نہیں اور اقرار شہادت میں حصر کرنے حجت سے اشارہ کیا کہ شہادت علی الشہادۃ سے اور قسم کے انکار سے قطع نہیں اگرچہ ضمان مال ہے کذا فی النہر ولو عبدا اشترط حضرۃ مولاہ ولا تقبل علی اقرارہ ولو بحضرتہ اور اگر سارق غلام ہے تو حضور اوسکے مولی کا شرط ہے شہادت کی اور گواہی مقبول

نہیں غلام کا اقرار پر اگرچہ مولی کے سامنے ہو ھم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جب گواہوں نے گواہی دی بعد اسکے کہ دس درم یا زیادہ کی چوری کی تو اگر اوسکا مالک موجود ہو تو بالاتفاق قطع ہو اور اگر مال قائم ہے تو صاحب مال کو پھیر دینا چاہیے اور اگر مولی غائب ہے تو امام کے نزدیک قطع نہیں اور سرقہ کا ضمان ہو اور اگر شاہدوں نے غصب کی گواہی دی تو قاضی مال پھیر دینے کا حکم کرے نہ قطع کا خواہ مولی موجود ہو یا نہ ہو ولکنا الھما الا مام کیف ھی واین ھی وکم ھی ومتی ھی وما ھی وممن سرق وبیّناھا احتیالا للدرء اور سوال کرے امام گواہوں سے کہ کیونکر چوری ہوئی اور کہاں ہوئی اور کتنی ہوئی در متن دو سوال زیادہ مذکور ہیں کہ چوری کس کی ہوئی ہیں اور کب ہوئی اور کس شخص کی چوری کی اور دونوں گواہ ان سوالات کا جواب بیان کریں یہ سوالات حدٹالنے کی حیلہ جوئی کے واسطے ہیں ھم کیفیت سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید چور نے نقب دیا ہو گھر میں اور بلا دخول ہاتھ ڈال کر چوری کی ہو تو اس میں قطع نہیں ظاہر الروایہ میں اسواسطے کہ یہ شخص اچکا ہوا نہ چور اور مکان کا سوال اس احتمال سے ہے کہ دار الحرب میں چوری کی ہو یا مستامن کا مال دار الاسلام میں چورایا کہ اس میں قطع نہیں اور مقدار سرقہ کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید نصاب سے کم ہو اور حقیقت سرقہ کا سوال اسواسطے ہے کہ شاید استراق کلام یا استراق شرع اور سجود سہو شاہدوں نے اوسکو چوری کی طرف منسوب کیا ہو تا کہ غصب اور قطاع الطریق سے احتراز ہو اور زمان سرقہ کا سوال تقادم کے احتمال سے ہے اسواسطے کہ حدود خالصہ میں تقادم یعنی مدت گذرنا مبطل شہادت ہے اور صاحب مال کا سوال اس احتمال سے ہے کہ شاید مالک محرم یا زوجہ ہو سارق کی ویحبسہ حتی یسأل عن الشہود لعدم الکفالۃ فی الحدود اور بعد شہادت مذکورہ کے حاکم قید میں رکھے سارق کو تا شاہدوں کی عدالت دریافت کرے جبس کرنا اسواسطے ہے کہ حاضر ضامنی کی ہے حدود میں یعنی حدود میں حاضر ضامنی جائز نہیں تو تا تحقیق عدالت شہود متہم کو محبوس کرنا چاہیے تا بھاگ نہ جاوے ویسأل المقر عن الکل الا الزمان ومافی الفتح الا المکان تحریف ثم اور حاکم چوری کا اقرار کرنے والے سے جمیع امور مذکورہ کا سوال کرے سوای زمانہ کے اور یہ جو فتح القدیر میں ہے کہ مقر سے مکان کا بھی سوال نکرے یہ تحریف ہے کذا فی النہر الفائق ھم مقر سے زمان کا سوال اسواسطے نہیں کہ تقادم مانع اقرار کا نہیں اور فتح القدیر کے بعض نسخوں میں ہے کہ سوای مکان کے باقی سب امور کا سوال کرے گویا یہ تحریف ہے حق یہ ہے کہ مکان سے بھی سوال کرے کہ شاید دار الحرب میں چوری کی ہو کذا فی الہندیہ نہ کرے کہ زمان سے بھی سوال کرے اس احتمال سے کہ شاید مقر نے اپنی طفلی کی حالت میں چوری کی ہو وصح رجوعہ عن اقرارہ بہا وان ضمن المال وکذا الرجوع احدہم اذا قال ھو مالی او شھدا علی اقرارہ بہا وھو یجحد او یسکت فلا قطع شرح وھبانیہ اور صحیح ہے رجوع کرنا مقر کا اپنی چوری کا اقرار سے اگرچہ اس حالت میں ضامن ہوگا مال مسروق کا اور اسیطرح رجوع صحیح ہے اگر سب چوروں میں ایک نے اقرار سے رجوع کیا یا یوں کہا کہ وہ میرا مال ہے یا دو گواہوں نے اوسکی چوری کے اقرار پر گواہی دی اور وہ منکر ہے یا ساکت ہے تو قطع نہیں کذا فی شرح الوہبانیہ ھم محیط میں مذکور ہے کہ دو شخصوں نے چوری کا اقرار کیا پھر ایک شخص اقرار سے پلٹ گیا تو قطع دونوں سے ساقط ہو گیا اسلئے کہ بدر شبوت شرکت کو چوری میں جب ایک سے حد ساقط ہوئی تو دوسرے سے بھی ساقط ہوگی اسواسطے کہ شرکت برابر کو چاہتی ہے کذا فی المنح فان اقر بہا ثم ھرب فان فی فورہ لا یتبع بخلاف الشہادۃ کذا نقلہ المصنف عن الظہیریۃ ونقلہ شارح الوہبانیۃ بلا قید الفوریۃ پھر اگر سارق نے چوری کا اقرار کیا پھر بھاگ گیا اگر فوراً بھاگا بعد اقرار کے تو اوسکا پیچھا نکیا جاوے بخلاف شہادت کے کہ اوسکے بعد اگر بھاگیگا تو گرفتار کیا جاویگا اسیطرح نقل کیا مصنف نے ظہیریہ سے اور نقل کیا شارح وہبانیہ نے اسکو بلا قید فوریت نقل کیا تو ظاہر تناقض ہوتی دونوں نقلوں میں ھم علامہ شامی نے صاحب الفوائد سے نقل کیا ہے کہ مصنف کی عبارت کا مطلب یہ ہے فان اقر بہا ثم ھرب وان فی فورہ یعنی چوری کا اقرار کیا پھر بھاگا اگرچہ فی الفور بھاگا تو اوسکا پیچھا نکیا جاویگا اس تعبیر سے ثابت ہوتا ہے کہ رجوع لفظی کی طرح رجوع فعلی میں بھی قطع نہیں اسواسطے اوسکا بھاگنا ایسا رجوع قولی کی برابر ہے اور رجوع صریح لفظ میں حکم مختلف نہیں فی الفور اور تراخی میں تو اسوقت میں شرح وہبانیہ کی نقل میں کچھ منافات نہیں اور فتاوی عالمگیری میں بھی یہی مسئلہ موافق صاحب الفوائد کے ہے وان فی فورہ ہی یعنی ان متصلۃ ہے نہ منفصلہ ولا قطع بنکول واقرار مولی علی عبدہ بہا وان لزم المال لاقرارہ علی نفسہ اور قطع نہیں سارق کے قسم نکھانے سے اور مولی کے اقرار کرنے سے اپنے غلام کی چوری پر اگرچہ مال کا دینا لازم ہے اپنی ذات پر اقرار کرنے سے ھم جب سارق نے عدم قسم کی قسم نکھائی تو گویا مال کا اقرار کیا اور مولی کا اقرار سے جب مطالبہ ہو دا لسارق لا یفتی بعقوبتہ لانہ جور تجنیس عن امام القہستانی الموافقات مما لا بانہ

خلافُ الشرع ومثلہٗ فی السراجیۃ اور فتویٰ نہیں سارق کی عقوبت اور ضرب پر تا چوری کا اقرار کرے اسواسطے کہ اوسکا مارنا ظلم ہے اور قہستانی نے اسکو واقعات کی
طرف نسبت کیا ہے اسطرح دلیل لا کر کہ مارنا اسکا خلاف شرع ہے اور مانند اسکے سراجیہ میں ہے ونقل عن التجنیس عن عصامٍ انّہ سُئل عن سارقٍ ینکر فقال علیہ
الیمینُ فقال الامیر سارقٌ یمینٌ ھاتوا بالسوط فما ضربوہ عشرۃ حتی اقرّ واتی بالسرقۃ فقال سبحان اللہ ما رایتُ جوراً اشبہ بالعدل من ھذا
اور تجنیس سے منقول ہے کہ عصام ابن یوسف سے سوال ہوا اُس سارق سے جو چوری کا منکر ہو تو جواب دیا کہ اوسپر قسم ہے تو امیر بلخ نے کہا سارق اور قسم یعنی سارق کو جھوٹی قسم کا کیا خوف ہوگا
کوڑا لاؤ سو مارنیوالوں نے دس کوڑے نہ مارے تھے کہ اوس نے چوری کا اقرار کیا پھر چوری کا مال لا دیا تو عصام نے کہا سبحان اللہ میں نے کوئی ظلم مشابہ بعدل اس سے زیادہ تر نہیں دیکھا کذا فی المنح
وفی اکراہ البزازیۃ من المشائخ من افتی بصحۃ اقرارہ بہا مکرھًا اور بزازیہ کی کتاب الاکراہ میں ہے بعضے مشائخ نے چوری کا اقرار زبردستی کروانیکی صحت کا فتویٰ دیا ہے یعنے
ضمان کے حق میں نہ قطع کے حق میں وعن الحسن یحلّ ضربہٗ حتی یُقرّ ما لم یظہر العظمُ اور حسن بن زیاد سے مروی ہے کہ ضرب سارق کی حلال ہے یہانتک کہ
چوری کا اقرار کرے بشرطیکہ اتنی ضرب نہو جس سے ہڈی کھلجاوے ونقل المصنفُ عن ابن العزّ الحنفی صحّ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام امر الزبیر بن العوّام
بتعذیب بعض المعاھدین حین کتم کنز حیّی بن اخطب ففعل فدلّھم علی المال قال وھو الذی یسع الناس علیہ العمل والا فالشہادۃ علی
السرقات اندرُ الامور اور مصنف نے اپنی شرح میں قاضی القضاۃ ابن العز حنفی سے نقل کیا ہے روایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زبیر بن العوام
رضی اللہ عنہ کو بعضے معاہدین کو مارنیکا حکم دیا جبکہ اونہوں نے حیی بن اخطب یہودی کا خزانہ چھپا ڈالا تھا حالانکہ اوسی مال پر معاہدہ ہوا تھا پھر زبیر رضی اللہ
عنہ نے اسکو مارا تو اوس نے بتا دیا کہا قاضی مذکور نے کہ یہ وہ حدیث مروی ہے جسمیں لوگون کو وسعت ہے اور اسی پر عمل ہے اور نہیں تو چوریون پر گواہی کا ہونا نہایت
قلیل الوجود امر ہے کذا فی المنح ثم نقل عن الزیلعی فی اٰخر باب قطع الطریق جواز ذالک سیاسۃً واقرّ المصنف تبعًا للبحر وابن الکمال زاد
فی النھر وینبغی التعویل علیہ فی زماننا لغلبۃ الفساد ویحمل ما فی التجنیس علی زمانھم پھر مصنف نے باب قطع الطریق کے آخر میں اسکا جواز
بطریق سیاست کے نقل کیا اور مصنف نے اس قول کو باتباع صاحب بحر اور ابن کمال کے ثابت رکھا نہر الفائق میں اتنا زیادہ ہے کہ سارق منکر کی جواز عقوبت پر اعتماد کرنا
ہمارے زمانے میں لائق اور سزاوار ہے بسبب غلبہ فساد کے اور تجنیس میں عقوبت سارق کو ظلم کہا ہے وہ علمائے سابق کے زمانے پر محمول ہے یعنی اوسوقت اتنا فساد غالب نتھا اور
عقوبت کی چندان حاجت نتھی ھم مصنف نے آخر باب قطع میں قول مذکور یون نقل کیا ہے کہ زیلعی نے تصریح کی ہے کہ عند التکرار قتل کرنا بطریق سیاست ہے اور از قبیل سیاست ہے
جو فقیہ ابو بکر اعمش سے منقول ہے کہ اگر مدعا علیہ چوری کا انکار کرے تو امام کو جائز ہے کہ اپنے ظن غالب پر عمل کرے سو اگر اوسکا گمان غالب ہو کہ وہ سارق ہے اور مال مسروق
اوسکے پاس ہے تو اوسکو مارے اور یہ یقینی عقوبت کرنا بطریق غالب جائز ہے چنانچہ امام فاسقون کے پاس شراب کی مجلس میں کسیکو بیٹھا دیکھے اور چنانچہ اگر اوسکو چورون کے ساتھ
چلتا دیکھے اور فقہا نے ظن غالب سے قتل نفس کو جائز کہا ہے چنانچہ کوئی شخص کسیکو اوپر ہمیان سے تلوار کھینچے آوے اور اوسکو گمان غالب ہو کہ مجکو قتل کریگا کذا فی المنح ثم نقل
المصنفُ قبلہ عن القنیۃ لو کسر سِنّہ او یدہ ضمن الشاکی ارشہ کالمال لا وحمل ذلک بتسوّرہ الجدار ومات بالضرب لیُنکر و پھر مصنف نے
قبل زیلعی کے قول کے قنیہ سے نقل کیا شرح میں کہ اگر حاکم کے پاس نالش شکایت کی مدعی نے کسی شخص کی پھر حاکم نے اوسکو مارا اور اوسکا دانت یا ہاتھ ٹوٹ گیا تو مدعی اسکو
دانت یا ہاتھ کی دیت کا ضمان دیگا مانند مال کے نہ ضامن ہوگا اگر یہ حاصل ہوا اوسکی دیوار کے چڑھنے سے یعنی اگر قید خانہ کی دیوار پر چڑھ کر بھاگ گیا اسواسطے اور اوسکا دانت یا
ہاتھ ٹوٹ گیا یا وہ شخص ضرب کے صدمے سے مر گیا تو مدعی نالش کرنیوالا اسکا ضامن نہوگا اسواسطے کہ اسمین مرجانا قلیل الوجود ہے تو اوسکی نالش غالبا اسکا سبب نہیں ہوگی
کذا فی المنح مشروحًا وعن الذخیرۃ لو صعد السطح لیفرّ بخوف التعذیب فسقط فمات ثم ظھرت السرقۃ علی ید اٰخر کان للورثۃ اخذ الشاکی
بدیتہ ابیھم وبما غرم السلطان لتعدیہ فی ھذا التسبّب سیجیٔ فی الغصب اور مصنف نے شرح میں ذخیرہ سے نقل کیا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر چوری کا دعوٰی
کیا اور سلطان کے پاس اوسکو گرفتار کرایا اور دو ایکبار مار دلائی پھر قید خانہ میں قید کروایا تو اگر وہ قید خانہ کی چھت پر چڑھ گیا تا کہ مار کے خوف سے بھاگ جاوے سو اگر گرپڑا

اور مر گیا پھر چوری کا مال دوسرے شخص کے پاس ظاہر ہوا تو اسکے وارثون کو اپنے باپ کا خون بہا اور جتنا مال سلطان کو اوس نے ڈانڈ دیا نالش کر کے اوس سے لینا جائز ہے بسبب اوسکی
تعدی کے اس سے جو کچھ ہوا اوسکے سبب سے ہوا کذا فی المنح اور اسکا ذکر کتاب الغصب مین آویگا قضی بالقطع ببیّنۃ او اقرار فقال المسروق منہ ھذا متاعہ
لم یسرقہ منی وانما کنت اودعتہ او قال شہد شہودی بزور او اقرّ ہو بباطل وما اشبہ ذلک فلا قطع حکم کیا قاضی نے ہاتھ کاٹنے کا بسبب گواہی یا اقرار کے
پھر مسروق منہ یعنی صاحب مال نے کہا کہ میرے گواہون نے جھوٹی گواہی دی یا سارق نے باطل اقرار کیا یا مانند ان اقوال کے کچھ اور کہا تو قطع نہین ہے بعضی علما کا قول ہے کہ مدعی کو
تعزیر چاہیے اگر مدعا علیہ کو کار مشہور ہوا کذا فی الطحطاوی وندب تلقینہ کیلا یقرّ بالسرقۃ اور امام کو مستحب ہے تلقین سارق کی تاکہ چوری کا اقرار نکرے تقدیر
حد النبی کو حد ساقط ہو جیسا کہ روایت ہے کہ ایک سارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو گرفتار ہو آیا تو فرمایا کہ کیا اس نے چوری کی ہے مین یہ نہین گمان کرتا ہون کہ اس نے
چوری کی ہو کذا فی المنح کما لا قطع لو شہد کافران علی کافر ومسلم بسرقۃ بینہما فی حقہما ای الکافر والمسلم ظہیریۃ چنانچہ اگر گواہی دی دو کافرون نے ایک کافر اور ایک مسلمان
کی چوری پر تو قطع نہین دونون کے حق مین بعکس اقرار مسلم دونون کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا کذا فی الظہیریۃ تشارک جمع واصاب کلاً قدر نصاب قطعوا وان اخذ
المال بعضہم استحسانا لسد باب الفساد ولو فیہم صبی او مجنون او معتوہ او محرم للمقطوع لم یقطع احد اگر شریک ہوا ایک گروہ چوری مین اور حصہ پایا
ہر شخص نے بقدر نصاب کے تو سب کا ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ اوس مال کو اونمین سے بعضون نے چرایا ہو بنا بر استحسان کے فساد کا دروازہ بند کرنے کے واسطے اور اگر چورون کے گروہ
مین کوئی صبی یا مجنون یا غافل بے ہوش یا صاحب مال کا محرم ہو تو کسی کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور سب کا ہاتھ اوس وقت کاٹا جاویگا جب سب جماعت گھر مین داخل ہو کذا فی الہدایۃ
اور فتح القدیر مین ہے کہ اگر بعض اندر جاوین اور حصے مین سب شریک ہون تو اوسیکا ہاتھ کاٹا جاویگا جو اندر گیا اگر وہ بعینہ معلوم ہو اور اگر معلوم نہو تو سب کا ہاتھ نہ کٹیگا واسطے
واتم الحبس کیے جاوین یہانتک کہ توبہ کرین کذا فی الطحطاوی وشرط للقطع حضور شاہدیہا ووقت القطع کحضور المدعی بنفسہ حتی لو غابا او ماتا
لا قطع وہکذا فی کل حد سوی رجم وقود بحر قلت نقل المصنف فی الباب الاتی تصحیح خلافہ فتنبہ اور شرط ہے قطع کیواسطے حاضر ہونا چوری کے
دونون شاہدون کا قطع کرنیکے وقت جیسے حضور مدعی بذات خود شرط ہے یہانتک کہ اگر دونون شاہد اوسوقت غائب ہون یا مرگئے ہون تو قطع نہین اور یہی یعنی حضور گواہون کا
ہر حد مین شرط ہے سوای رجم اور قصاص کے کذا فی البحر کہتا ہون مصنف نے آگے باب مین اسکی مخالف تصحیح نقل کی ہے یعنی شرح منظومہ سے نقل کیا ہے حضور شہود کی تصحیح منقول کی ہے تو آگاہ رہنا چاہیے مترجم کا مخالف ... کو
اسواسطے کہ حدود نامین مذکور ہوچکا کہ جبکہ شاہد غائب ہون یا مرجاوین تو حد ساقط ہے ویقطع بساج وقنا وابنوس بفتح الباء وعود ومسک وادہان وورس وزعفران
وصندل وعنبر وفصوص خضر ای زمرد ویاقوت وزبرجد ولؤلؤ ولعل وفیروزج وانآء وباب غیر مرکب لو متخذین من خشب اور ہاتھ کاٹا جاویگا
ساگون اور قنا اور آبنوس اور عود اور مشک اور تیل اور ورس اور زعفران اور صندل اور عنبر اور سبز نگینون یعنی زمرد سے اور یاقوت اور زبرجد اور موتی اور لعل اور فیروزہ اور برتن
اور غیر مرکب دروازہ کی چوری سے اگرچہ برتن اور دروازہ لکڑی کا بنا ہو اور دروازہ مرکب کی چوری سے قطع نہین کذا فی شرح الملتقی بشرطیکہ ایک آدمی سے اوٹھ سکتا ہو ہر چند لکڑی
کی چوری مین قطع نہین لیکن ساگون اور آبنوس وغیرہ مذکورات مین قطع ہے اسواسطے کہ یہ نفیس مال ہے چنانچہ انکا محفوظ مکان مین رکھی جاتی ہین اور دار الاسلام مین مباح الاصل نہین
ملتی ہین تو قائم مقام چاندی سونے کے ہوگئین اور منح الغفار مین ہے کہ ساج یعنی ساگون ایک قسم کا درخت ہے جسکی اوپر سرخی ہوتی ہے اور لکڑی اوسکی سخت ہوتی ہے مانند پتھر کے
اور ساگون اور آبنوس سوای ہند کے کہین نہین ہوتا اور قنا جمع ہے قناۃ کی یعنی نیزہ اور برچھی کی لکڑی اور زبرجد سبز پتھر ہے یاقوت سبز کے مشابہ بحر الجواہر مین ہے کہ زمرد اور
زبرجد صاحب دیوان اور صاحب صحاح کے نزدیک ایک ہی چیز ہے اور صاحب کشاف اور اوسکے محشیون کے نزدیک وہ جوہر مختلف الحقیقۃ ہین وکذا الکل لانہا من اعز الاموال وانفسہا
ولا یوجد فی دار العدل مباح الاصل غیر مرغوب فیہ ہذا ہو الاصل اور یہی قطع ہے ایسے ہر ایک مال کی چوری سے جو بہت عزیز اور نہایت نفیس مال ہے اور دار العدل
یعنی دار الاسلام مین مباح الاصل نہین پایا جاتا جس مین رغبت اور خواہش نہو یہی قاعدہ اصل ہے قطع ہے مین عزیز اور نفیس مال کی قید سے گھاس اور لکڑی وغیرہ جلد کے چیزین
نکل گئین کہ اونمین قطع نہین اور مباح الاصل کی قید سے گیرو وغیرہ نکل گیا اور غیر مرغوب کی قید سے تھیلی یا دروازہ نکل گیا جو ایک آدمی سے نہ اوٹھ سکے اور مفتی ابو السعود نے

کہ ہر کا اسکی قیمت سے سونا اور چاندی اور موتی اور جواہر نکل گئی اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ دار الاسلام میں مباح الاصل ہیں لیکن غیر مرغوب نہیں لا یقطع بما فیہا جنسہ یوجد مباحا
فی دارنا کخشب لا یحرز عادة قطع نہیں اور حقیر چیز کی چوری سے جو دار الاسلام میں مباح پائی جاتی ہے جیسے وہ لکڑی کہ مکان محفوظ میں بنا بر عادت کے نہیں رکھی جاتی ہے
تو جیسے لکڑی ہی کو محفوظ مکان میں رکھنے کی عادت ہو جیسے ساگون یا آبنوس وغیرہ یا وہ لکڑی جو گھڑ اور بنانے سے قیمتی ہو گئی ہو تو اوسکی چوری میں قطع ہے کذا فی البحر وفتح القدیر
ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول علیہ الصلوة والسلام کے وقت میں شیء تافہ یعنی حقیر چیز میں قطع نہوتا تھا سارق کا وحشیش وقصب
وسمک ولو ملیحا وطیر ولو بطا او دجاجا فی الاصح غایة اور قطع نہیں گھاس اور نرکل اور مچھلی اور چڑیوں کی چوری سے اگرچہ مچھلی خشک نمکین ہو اور اگرچہ چڑیا
بط یا مرغی مرغا ہو کذا فی غایة البیان وصید وزرنیخ ومغرة ونورة زاد فی المجتبی اشنان وفحم وملح وخزف وزجاج لسرعة کسرہ اور قطع نہیں شکار
اور ہڑتال اور گیرو اور چونہ کی چوری سے اور مجتبی میں اتنا زیادہ کہا ہے اور اشنان اور کوئلا اور نمک اور سفالی اور شیشہ کی چوری سے اور اسکی وجہ ٹوٹ جانیکے سبب سے ولا بما یتسارع
فسادہ کلبن ولحم ولو قدیدا او کل مهیا لاکل کخبز ولو فی ایام قحط لا قطع لطعام مطلقا شمنی اور نہ اوس چیز کی چوری میں قطع ہے جو جلد سڑ جاتی ہو جیسے
دودھ اور گوشت اگرچہ خشک گوشت اور جو چیز کہانیکے واسطے طیار کی گئی ہو جیسے روٹی تو اوسمین قطع نہیں اور قحط کے دنون میں قطع نہیں کسی طعام کی چوری سے مطلقا
کذا فی الشمنی اور ارزانی کے دنون میں طعام پختہ میں قطع نہیں اور غیر پختہ جیسے گیہوں میں قطع ہے اور قحط میں پختہ اور خام کسی میں قطع نہیں اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ
اضطرار کی بھوک میں قطع نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قحط کے سال قطع نہیں کذا فی الفتح والبحر وفاکهة رطبة ولو علی شجر او بطیخ وکل ما لا یبقی
حولا اور قطع نہیں تر میوہ کی چوری سے اور درخت پر کے پھل سے اور خربوزہ سے اور ایسی ہر چیز کی چوری سے جو سال بھر باقی نہیں رہتی تر میوہ کی قید سے خشک میوہ نکل گیا
تو خشک انگور اور خشک کھجور کی چوری سے قطع ہے کذا فی البحر وزرع لم یحصد لعدم الاحراز اور جو کھیت ابتک کاٹا نہیں گیا اوسکی چوری سے قطع نہیں بسبب عدم
احراز کے یعنی مکان محفوظ میں نہیں رکھا گیا ہے خواہ اوسپر صادق آتا ہو واشربة مطربة ولو آنیتها ذهبا اور اشربہ مطربہ کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ برتن اوسکا
سونیکا ہو اشربہ مطربہ سے وہ پینے کی چیزین مراد ہین جو نشا کرتی ہون اگرچہ مسکر سونیکے برتن میں ہو اسواسطے کہ برتن تابع ہے یہان مقصود بالذات اور اشربہ مسکرہ میں
اسواسطے قطع نہیں کہ بعض انمین حرام ہین تو لینا اوسکا بہا دینے پر محمول ہوگا اور بعض کی اباحت میں اختلاف ہے تو شبہہ پیدا ہوا سقوط قطع میں وآلات لهو ولو
طبل الغزاة فی الاصح لان صلاحیته للهو صارت شبهة غایة اور باجوں کی چوری میں قطع نہیں اگرچہ غازیون کا طبل ہو قول اصح میں اسواسطے کہ اوسکا
لہو اور لعب کے لائق ہونا موجب شبہ کا ہو گیا کذا فی غایة البیان آلات لہو یعنی باجے جیسے دف اور طبل اور بربط اور بانسری کی کچھ قیمت نہیں صاحبین کے نزدیک اور اسی پر
فتوی ہے تو اوسکے توڑنیوالے پر ضمان نہیں اور امام اعظم کے نزدیک اگرچہ اونکی قیمت ہے لیکن چورانا اونکا توڑ ڈالنے پر محمول ہوگا بنا بر نہی عن المنکر کے کذا فی المنح وصلیب
ذهب او فضة وشطرنج ونرد لتاویل الکسر نهیا عن المنکر اور سونے یا چاندی کی چلیپا اور شطرنج اور نرد کی چوری سے قطع نہیں نہی عن المنکر کی تاویل سے یعنی
اوسکا لینا توڑنے پر محمول ہوگا صلیب یعنی چلیپا مثلث ہے جسکو نصاری اپنا قبلہ بناتے ہین اور بعضون نے کہا کہ چلیپا دو لکڑیان ہین ایک کے دوسری پر ضم کرتے ہین اسلیے
نصاری کا گمان ہے کہ عیسی علیہ السلام کو ایسی چیز پر سولی دیا تھا لہذا اوسکو متبرک جانتے ہین اور شطرنج بکسر شین معجمہ ہے اور جسطرح سے بھی پڑھنا جائز ہے اور نرد بفتح نون ایک کھیل ہے
جسکو اہل فرنگ کھیلتے ہین کذا فی الطحطاوی وباب مسجد ودار لانه حرز لا محرز اور قطع نہیں مسجد اور گھر کے دروازہ کی چوری سے اسواسطے کہ دروازہ غیر کی حفاظت
کے واسطے ہے خود محفوظ نہیں ومصحف وصبی حر ولو محلیین لان الحلیة تبع اور مصحف اور آزاد صغیر کی چوری سے قطع نہیں اگرچہ مصحف یا صغیر زیوردار ہون اسواسطے
کہ زیور تابع ہے اور تابع کا اعتبار نہیں مصحف میں اسواسطے قطع نہیں کہ شاید تلاوت کے واسطے لیا ہو اور اگر سارق جاہل ہے تو تعلم کا احتمال ہے اور صغیر حر کی چوری میں یہ
احتمال ہے کہ شاید چپ کرانے کے واسطے یا دایہ کو دینے کے واسطے اوسکو لیا ہو کذا فی المنح وعبد کبیر یعبر عن نفسه ولو نائما او مجنونا او اعمی لانه اما غصب او خداع اور
اوسی غلام کبیر کی چوری سے قطع نہیں جو باتمیز ہے یعنی اپنا حال بیان کر سکتا ہے اگرچہ اوسکے لینے کے وقت وہ سوتا ہو یا مجنون یا اندھا ہو اسواسطے کہ عبد کبیر کا لینا یا غصب

(۱) و غالبا ہندوستان میں چوسر وغیرہ کھیلتے ہین وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے ۱۲

خسلاف جنس کو لینی کو مطلق رکھا ہی مالیت مین مجانس ہونیکی سببسے یعنی چاندی سونا اور گھوڑا اور اناج ایک ہی جنس ہین مال ہونیکی طریق سی مجتبی مین کہا کہ اس قول مین بڑی سعت ہے
تو ضرورت کو وقت اوسپر عمل کر لینا چاہیو اگرچہ یہ ہمارا مذہب نہین اسواسطی کہ انسان معذور ہی ضرورت کو وقت اسپر عمل کرنیمین کذا فی المنح عن المجتبی بخلاف سرقته من غیرهم ای ابیه او غیرهم
وَلَدِهِ الكبيرِ او غيرهم مكاتبه او غريم عبده المأذونِ المديونِ فانه يُقطع لانه لا حق له الاخذ لعدم بخلاف اوسکے چرانیکے اپنے باپ کو قرضدار سی یا اپنے بالغ بیٹے کے
قرضدار یا اپنے مکاتب کو قرضدار یا اپنے عبد ماذون مدیون کو قرضدار سے کہ اوسکا ہاتھ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ قرض لینیکا حق غیر شخص کو واسطے ہے ولو سرق من غريم ابنه الصغير
لا كسرقة شيٍ قطع فيه ولم يتغير اما لو تبدل العين او السبب كالبيع قطع على ما في المجتبى اور اگر اپنی ولد صغیر کو قرضدار سے چوری کی تو قطع نہین چنانچہ اوس
چیز کی چوری مین قطع نہین جسکی چوری سی ایکبار قطع ہو چکا اور وہ چیز متغیر نہین اوسیطرح موجود ہے اور اگر اوسکی ذات بدل گئی یا سبب ملک بدل گیا مانند بیع کو تو قطع ہوگا کذا فی المجتبی
تبدل ذات کی یہ صورت ہے کہ مثلا سوت کی چوری سے قطع ہوا پھر سوت مالک کو ملا اوسنے اوسکا کپڑا بنا لیا پھر سارق مذکور نے وہ کپڑا چرایا تو قطع ہوگا اور تبدل سبب کی یہ صورت ہے
کہ مالک نے بعد قطع کے مال مسروقہ کو بیچ ڈالا پھر اوسکو مول لیا پھر سارق اول نے چرایا تو دوسری بار قطع ہوگا کذا فی المنح او من ذي رحمٍ محرمٍ لا برضاعٍ فلو محرمية برضاع
قُطع كابن عمه هو اخوه رضاعا فانه رحم نسبا محرم رضاعا عيني فسقط كلام الزيلعي یا چوری کسی چیز کی اوس قرابتدار سے کی جو محرم ہے بلا رضاعت کے تو اگر قرابتدار
کا محرم ہونا رضاعت کے سبب سے نہ نسب کے سبب سے تو اوسکی چیز کے چرانے سے قطع کیا جاویگا جیسے چچا کا بیٹا رضاعی بھائی ہو تو وہ قرابتدار ہے باعتبار نسب کے اور محرم ہے باعتبار رضاعت کے نہ باعتبار نسب کے
کذا فی شرح الکنز للعینی تو اس تقریر سے ساقط ہو گیا کلام زیلعی کا یعنی زیلعی نے کہا کہ رضاعی باپ یا بیٹی یا بھائی کے مال چرانے سے قطع ہے اور اسکے اخراج کے واسطے لا برضاع کی
قید کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ رحم محرم مین یہ لوگ داخل نہین عینی نے جواب دیا کہ قرابت نسبی اور محرمیت رضاعی کا جمع ہونا جائز ہے اور یہی حق ہے اسواسطے کہ قرابت نہین
ہوتی مگر نسبی اور محرم گاہی رضاعی بھی ہوتا ہے تو اوسکے اخراج کی حاجت ہوئی تو گویا یون کہا کہ محرم نسبی کذا فی النهر ولو المسروق مال غيره اي غير ذي الرحم بخلاف ما اذا
سرق من بيت غيره فانه يُقطع اعتبارا للحرز وعند ملا فرسب محرم سے چرانے مین قطع نہین اگر مال مسروق اوسکے پاس کسی غیر شخص کا ہو بخلاف اوسکے جب محرم نسبی کا مال اوسکے غیر کے
گھر سے چرایا تو قطع کیا جاویگا باعتبار حرز اور بعدم حرز کے یعنی محرم نسبی کا گھر اوسکے حق مین حرز نہین باعتبار آمد و رفت کے بلا استیذان تو وہاں سے مال لینا شرعا چوری نہین لہذا قطع نہین خواہ
وہ مال محرم کا ہو یا غیر کا اور غیر محرم نسبی کا گھر اوسکے حق مین حرز ہے کہ وہاں آنا جانا بدون اجازت صاحب خانہ جائز نہین تو وہان سے مال لینا چوری ہے شرعا باعتبار حرز کے لہذا قطع ہے خواہ
مال غیر کا ہو یا سارق کی محرم کا وبخلاف مرضعته صوابه مرضعه بلا تاء ابن كمال مطلقا سواء سرق من بيتها او بيت غيرها فانه يقطع ليا عتي اور بخلاف دائی
دودھ پلانی کے مال کے مطلقا یعنی برابر ہے کہ دائی کا مال اوسکے گھر سے چرایا ہو یا اوسکے غیر کے گھر سے بہر صورت قطع کیا جاویگا بدلیل گذشتہ یعنی دائی محرم نسبی نہین جو قطع ساقط ہو بنا بر عدم حرز کے
شارح نے کہا مقبول ابن کمال مرضعه بولنا صواب ہے بدون تاء تانیث کے طحطاوی نے کہا کہ بعضی علما نے کہا کہ جبتک دایہ صغیر کو دودھ پلاتی ہے تو اوسکو مرضع بولتے ہین بدون تاء تانیث اور جب
دودھ پلا چکی اور صغیر کو دودھ دیا تو اوسکو مرضعه کہتے ہین تاء تانیث کے ساتھ اور یہان یہی ثانی مراد ہین تو مصنف کا الحاق تاء تانیث بے محل نہین اور صاحب بحر کا کلام بھی اسکے موافق ہے
تو اعتراض شارح کا مصنف سے ساقط ہو گیا ولا بسرقة من زوجته وان تزوجها بعد القضاء جوهرة اور قطع نہین زوجہ کے مال چرانیسے اگرچہ عورت سے بعد حکم قطع کے نکاح کیا ہے
کذا فی الجوهرة یعنی کسی مرد نے عورت اجنبیہ کا مال چرایا اور چوری اوسپر ثابت ہوئی اور قاضی نے قطع ید کا حکم دیا اور اوسکے بعد سارق نے اوس عورت سے نکاح کر لیا تو بھی قطع ساقط ہے یعنی
باب قطع مین زوجیت کا ہونا ہر حال مین کافی ہے وزوجها ولو كان المسروق من حرز خاص له اور قطع نہین اپنے زوج کے مال چرانے سے اگرچہ زوج کے حرز خاص سے مال مسروق
ہوا ہو اسواسطے کہ زوجیت کو مال مین بے تکلفی کا ہونا مانع قطع ہے کذا فی المنح ولا عبدٍ من سيده او امراته او زوج سيدته للاذن بالدخول عادة اور غلام کے چرانے مین اپنے مالک یا اوسکی
زوجہ کے مال سے یا اپنی مالکہ کے زوج کے مال سے قطع نہین بسبب آنیکی اجازت کے بنا بر عادت کے یعنی یہ عادت جاری ہے کہ گھر مین غلام کا آنا اکثر ممنوع نہین ہوتا بلکہ اجازت ہوتی ہے
تو حرز باقی نہ رہا ولا من مكاتبه وصهره وختنه اور قطع نہین اپنے عبد مکاتب اور ختن اور صہر کے مال چرانے سے زوجہ کے محرم نسبی کو صہر کہتے ہین چنانچہ سسر اور سالا اور محرم نسبی
کے زوج کو ختن کہتے ہین چنانچہ داماد اور بھتیجی بھانجی نواسی پوتی کا زوج ومن مغنمه وان لم يكن له حق فيه لانه مباح الاصل فصار شبهة غاية بعسا

بخلاف غصب کے ھ چونکہ تمام گھر حرز واحد ہو تو بدون اخراج کے چوری ثابت نہیں ہوتی بخلاف غصب کے کہ اوسمین گھر سے نکال لیجانا شرط نہیں یعنی مجرد غصب کے غاصب پر ضمان واجب ہو گیا
اگرچہ اوسنے گھر سے باہر نہیں نکالا اور اس مسئلہ میں گھر سے مراد چھوٹا گھر ہی اسواسطے کہ بڑے گھر کا حکم بعد اسکے مذکور ہوتا ہے وان اخرجہ من حجرۃ الدار الی المتسعۃ حجرۃ الی صحنہا او اغار من
اھل الحجر علی حجرۃ اخری لان کل حجرۃ حرز اور اگر سارق نے مال کو نہایت بڑے گھر کے حجرے سے اوسکے صحن تک نکالا یا غارتگری کی بعض اہل حجرہ نے دوسرے حجرہ والے پر تو قطع
ہوگا اسواسطے کہ ہر حجرہ باعتبار اوسکے ساکن کے علیحدہ حرز ہے ھ حجرات دار سے وہ مکانات اور منازل مراد ہیں جنکے رہنے والونکو اوسکے گھر کے صحن کی حاجت نہو بلکہ صحن سے اسطرح منتفع
ہوتے ہوں جیسے راہ اور میدان سے کذا فی المنح طحطاوی نے کہا مراد غارت سے اخذ بالقہر ہے اور مطلب سرقہ ہے او نقب فدخل والقی کذا رأیتہ فی نسخ المتن والشرح باو
وصوابہ بالواو کما فی الکنز شیئا فی الطریق یبلغ نصابا ثم اخذہ قطع لان الرمی حیلۃ یعتادہا السراق فاعتبر الکل فعلا واحدا یا سارق نے نقب یعنی
کونہل لگایا اور پھر گھر میں داخل ہوا اور کوئی چیز بقدر نصاب کے راہ میں ڈالدی پھر نکل کر وہ چیز لی تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ چیز کا پھینکدینا ایک تدبیر ہے جسکی چورونکو عادت ہوتی
ہے تو یہ سب افعال یعنی نقب دینا اور داخل ہونا اور چیز کا پھینکدینا اور پھر اوٹھا لینا ایک ہی فعل معتبر ہے شارح کہتا ہے اسیطرح متن اس کتاب کو متن اور شرح کے نسخوں میں او القی لفظ
او دیکھا اور ٹھیک واو ہے چنانچہ کنز میں ہے ولہذا مترجم نے واو کا ترجمہ کیا اور کا ھ حموی نے کہا کہ شرط قطع یہ ہے کہ پھینکنے کے بعد چیز نظر آتی ہو اور اگر نظر نہ آتی ہوگی تو قطع نہیں اگرچہ
پھر اسکو پاجاوے اسواسطے کہ وہ مانند مستہلک کے ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یاخذہ او اخذہ غیرہ فہو مضیع لا سارق اور اگر پھینکدی [illegible] اور نہ اوسکو لیا یا غیر شخص
نے اوسکو لیا تو پھینکنے والا ضائع کرنیوالا ہے نہ سارق یعنی تو اوسپر ضمان واجب ہوگا نہ قطع او حملہ علی دابۃ فساقہ واخرجہ او علقہ فی عنق کلب وزجرہ
لان سیرہ یضاف الیہ یا مال مسروقہ کو جانور پر لادا پھر اوسکو ہانکا اور اوسکو خارج کر دیا حرز سے یا مال مسروقہ کی رسی کتے کی گردن میں معلق کردی اور کتے کو ڈانٹا اور
للکارا کہ وہ نکل گیا تو قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ جانور اور کتے کا چلنا اور نکلنا اس شخص کی طرف منسوب ہوگا ھ اور اگر جانور کو ہانکا اور اخراج نکیا بلکہ وہ خود نکل گیا اور
اسیطرح کتا بدون ڈانٹنے کے آپ نکل گیا تو اوسپر قطع نہیں اسواسطے کہ خروج اوسکا آدمی کی طرف مضاف نہیں کذا فی البحر او القاہ فی الماء فاخرجہ بتحریک السارق
لما حق یا مال مسروق کو پانی میں ڈالدیا پھر اسکو سارق کی حرکت دینے سے حرز کے اندر سے نکالا تو قطع کیا جاویگا بدلیل گزشتہ یعنی اسیطرح کا نکالنا سارق ہی کی طرف منسوب ہوگا
ھ صورت اسکی یہ ہے کہ گھر کے اندر نہر تھی اور اوسکا پانی کم بہتا تھا سارق نے مال اوسمیں ڈالکر [illegible] تو مال باہر نکل گیا کذا فی المنح [illegible]
الاصح لان اخراجہ بسببہ علیحدہ پانی نکالا مالکو بغیر حرکت کے بلکہ پانی زور سے بہتا ہو اوسکو باہر کردیا تو بھی قطع ہے بنا بر اصح قول کے اسواسطے کہ اوسکا باہر کردینا سارق ہی کے سبب سے ہوا کذا فی شرح الزیلعی
قطع فی الکل لما ذکرنا سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا جمیع مسائل مذکورہ میں بسبب ان وجوہ کے جنکو ہمنے ذکر کیا ھ قطع جزا ہے واول خروجہ اور اسکی بابت کو اشکال ہی الاخیر
ما قالوا لو علقہ علی طائر فطار الی منزل السارق لم یقطع فلذا واللہ اعلم جزم الحدادی فی ذخیرۃ بعدم القطع [illegible] مسئلہ کو
فقہا نے کہا ہے کہ اگر مسروقہ کو چڑیا کی گردن میں لٹکا دیا سو چڑیا اوڑکر سارق کے گھر میں پہونچی تو قطع نکیا جاویگا تو واللہ اعلم اسیواسطے حدادی نے ذخیرہ میں مسئلہ اخیرہ میں عدم قطع کا جزم
کیا ہے ھ جیسے چڑیا کا اوڑنا اور سارق کے گھر میں پہونچنا سارق کی طرف منسوب نہوا تو چاہیے کہ پانی کی قوت سے باہر نکلنا بلا تحریک سارق کے بھی سارق کی طرف منسوب نہو [illegible]
ثوبا وله آخر من خارج الدار او ادخل یدہ فی بیت واخذ ویسمی اللص الظریف اور اگر نقب دی یا پھر گھر میں کسی نے مال مسروق دوسرے آدمی کو دیا جو گھر سے باہر [illegible]
یا نقب کے باہر سے کوٹھری میں ہاتھ ڈالا اور مال لیا تو قطع نہیں ہے ایسے شخص کو لص ظریف یعنی ظریف چور کہتے ہیں کہ چوری کرے اور اگر گرفتار ہو تو اوسپر لازم نہ آوے [illegible]
دونوں پر قطع نہیں اسواسطے کہ داخل پر اخراج صادق نہیں دوسرے شخص کو لینے سے اور خارج پر ہتک حرز ثابت نہیں [illegible]
ہتک حرز بسبب عدم دخول کے صادق نہیں کذا فی المنح ولو وضعہ فی النقب ثم خرج واخذہ لم یقطع فی الصحیح فتح اور اگر مال کو نقب میں رکھ دیا پھر
نکل کر لیا تو قطع نہیں صحیح قول میں کذا فی الفتح او طرا ای شق صرۃ خارجۃ من نفس الکم فان ادخل قطع وفی الحل بالعکس اور اگر چیرا ہمیانی کو جو آستین
کی ذات سے باہر ہے اور درہم کو لیا تو قطع نہیں اور اگر ہمیانی آستین کے اندر ہے تو اوسکو چیرنے سے قطع کیا جاویگا اور ہمیانی کھولنے میں بالعکس حکم ہے یعنی رباط خارج کو کھولنے میں قطع ہے

شتر داخل کرکے کھولنے میں اکثر نہی شغل ہوتا ہے لہذا فاعل کو طرار کہتے ہیں اور صرہ سے مراد ہمیانی ہے کذا فی الطحطاوی او سرق من مرعی و من قطار بفتح القاف الابل علی نسق واحد
بعیرًا او حملًا علیه لا یقطع لانتفاء الحرز لان السائق والقائد والراعی انما یقصد السوق والقود والرعی دون الحفظ یا اونٹون کی چراگاہ یا قطار سے ایک اونٹ کی چوری کی یا اوسپر لدے ہوے بوجھ کی چوری
کی تو قطع نہیں اسواسطے کہ قطار ہانکنے والا اور کھینچنے والا اور چراگاہ کی چرانے والے سے نگہبانی مقصود نہیں ہوتی جو ہتک حرز متحقق ہو بلکہ سائق اور قائد سے قطع مسافت اور نقل
متاع مقصود ہے اور راعی سے چرانا مقصود ہے شارح نے ذکر کیا کہ قطار ابل بفتح قاف وہ اونٹ ہیں جو نسق واحد پر ہوں ھم قطار بکسر قاف صواب ہے چنانچہ قاموس اور منح الغفار اور حموی اور
شرح ملتقی میں ہے کذا فی الطحطاوی وان کان معها حافظ او شق الحمل فسرق منه او سرق جوالقًا بضم الجیم فیه متاع وربه یحفظه او نائم علیه او بقربه
او ادخل یده فی صندوق غیره او فی جیبه او کمه فاخذ المال قطع فی الکل والاصل ان الحرز ان امکن دخوله فهتکه بدخوله والا فبادخال الید فیه
والاخذ منه اور اگر قطار کے ساتھ کوئی حافظ ہو یا کہ وہ گون کو چیرے اور اوسمین سے چرا دے یا اوس خرجی کو چرا دے جسمین اسباب ہو اور حالانکہ مالک اوسکی نگہبانی کرتا ہے یا اوسپر سوتا ہے یا اوسکے
پاس ہے یا اپنا ہاتھ سارق نے غیر کے صندوق میں ڈالا یا اوسکی جیب میں یا اوسکی آستین میں پھر مال کو اوسمین سے لیا تو قطع کیا جاویگا ان سب صورتون میں اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ اگر حرز ایسا ہے جسمین
گھسنا انسان کا ممکن ہے جیسے گھر ہے تو ہتک حرز اوسکو دخول سے معتبر ہے اور اگر ایسا ہے کہ اوسمین دخول ممکن نہیں چنانچہ گون اور خرجی اور صندوق اور جیب اور آستین تو ہتک حرز اوسمین
ہاتھ ڈالنے اور اوسکو مال لینے سے معتبر ہے جوالق بضم جیم خرجی کو کہتے ہیں اور جمع اوسکی جوالق اور جوالیق اور جوالقات ہے بفتح جیم **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے سرق فسطاطًا
منصوبًا لم یقطع ولو ملفوفًا او فی فسطاط اخر قطع فتح کھڑی خیمہ کو چرایا تو قطع نکیا جاویگا اور اگر خیمہ کسی چیز میں لپٹا ہوا ہو یا دوسرے خیمہ کے اندر ہو تو قطع کیا جاویگا کذا
فی الفتح القدیر اسواسطے کہ پہلی صورت میں خیمہ خود حرز ہے مگر محرز نہیں اور باقی صورتون میں محرز ہے اخرج من حرز شاة لا تبلغ نصابًا فتبعها اخری لم یقطع سارق ذی حرز سے
بھیڑ بکری جو بقدر نصاب نہیں نکالی پھر اوسکے پیچھے دوسری بکری لگی چلی گئی اور نصاب پوری ہوگئی دونون کو ملجانے سے تو قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ جسکو اوس نے نکالا تھا وہ بقدر
نصاب نتھی اور دوسری کا نکلنا اوسکی طرف منسوب نہیں سرق مالًا من حرز فدخل اخر وحمل السارق بما معه قطع المحمول فقط سراج چور ایا مال کو حرز سے پھر دوسرا
داخل ہوا اور سارق اول نے اپنے ساتھ کا مال سر لاد دیا تو جسپر لادا ہے وہی فقط قطع کیا جاویگا نہ لادنیوالا کذا فی السراج قال انا سارق هذا الثوب قطع ان اضاف
لکونه اقرارًا بالسرقة وان نونه ونصب الثوب لا یقطع لکونه عدة لا اقرارًا درر وتوضیحه اذا قیل هذا قاتل زید معناه انه قتله واذا قیل قاتل زیدًا معناه انه یقتله والمضارع
یحتمل الحال والاستقبال فلا یقطع بالشک کہا کہ میں اس کپڑے کا سارق ہون تو قطع کیا جاویگا اگر اوس نے سارق کے لفظ کو ہذا الثوب کے طرف مضاف کیا اسطرح پر کہ سارق
کی تنوین کو حذف کر دیا اور ثوب کو مجرور کہا اسواسطے قطع ہوگا کہ یون کہنا چوری کا اقرار ہے اور اگر لفظ سارق کو تنوین کے ساتھ کہا اور ثوب کو منصوب بولا تو قطع نکیا جاویگا
اسواسطے کہ یہ وعدہ ہے چوری کا اقرار نہیں اور توضیح اسکی یون ہے کہ جب یون کوئی بولا کہ ہذا قاتل زید تو مطلب اسکا یہ ہے کہ اوس نے زید کو قتل کر ڈالا اور جب کوئی یون بولا کہ ہذا
قاتل زیدًا تو مطلب یہ ہے کہ زید کو یہ قتل کریگا یا کرتا ہے اور مضارع حال اور استقبال کو محتمل ہے اور معلوم نہیں کہ کون مراد ہے تو قطع نکیا جاویگا شک سے ھم خلاصہ فرق اضافت اور عدم
اضافت کا یہ ہے کہ اضافت سے اسم فاعل بمعنی ماضی ہو جاتا ہے تو گویا اوس نے یون کہا کہ سرقت ہذا الثوب تو یہ اقرار ہوا سرقہ ماضیہ کا اور عدم اضافت میں اسم فاعل بمعنی مضارع ہوتا ہے
تو گویا یون ہے کہ انا اسرق ہذا الثوب اسواسطے کہ اعمال اسم فاعل کا دلالت کرتا ہے کہ قائل نے ماضی کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ جب ماضی کے معنی میں ہوتا ہے تو عمل نہیں کرتا مگر کسائی اور ہشام
کے مذہب میں کذا فی المنح قلت وفی شرح الوهبانیة ینبغی الفرق بین العالم والجاهل لان العوام لا یفرقون الا ان یقال یحمل شبهة لیدرء الحد وفیه بعد
شارح کہتا ہے اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ عالم اور جاہل کے درمیان فرق کرنا لائق ہے اسواسطے کہ عوام عرب جو مسائل نحویہ سے واقف نہیں ایسی ترکیب یعنی نصب اور اضافت میں کچھ
فرق نہیں کرتے ہیں مگر یہ کہ اسکو حد ٹالنے کا شبہہ قرار دیجیے اور اسمین بعد یعنی دوری ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید وجہ بعد یہ ہو کہ اسطرح سے تو شبہہ الشبہہ کا اعتبار کرنا لازم آتا ہے
اسواسطے کہ عدم ایجاب قطع کا عالم پر تو اوس شبہہ سے تھا جو شک سے پیدا ہوا تھا اگر جاہل میں اسکا اعتبار کیجیے تو عدم قطع اس وجہ سے ہوگا کہ جاہل کا کلام عالم کے کلام سے مشابہ ہے
للامام قتل السارق سیاسة لسعیه فی الارض بالفساد درر وهذا ان عاد واما قتله ابتداء فلیس من السیاسة فی شیء نهر اور امام کو جائز ہے

قتل کرنا چور کا بنابر سیاست کے بسبب اسکے فساد اوٹھانیکے زمین مین کذا فی الدرر اور یہ جواز قتل اوسوقت ہے جب مکرر چوری کرے اور اول ہی بار کی چوری مین قتل کرنا سیاست
شرعی مین کیسلیے داخل نہین کذا فی النہر حموی نے اسکے بعد یہ نقل کیا کہ جب تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو امام کو اوسکا قتل کرنا بطریق سیاست دفع فساد کیواسطے جائز ہے حموی نے
کہا کہ یہ جو ہمارے زمانیکے حاکم پہلی ہی بار کی چوری مین قتل کردیتے ہین سیاست سمجھکر سو جور اور ظلم اور جہالت ہے کیونکہ سیاست شرعیہ شرع مغلظ یعنے شرعی سخت حکم سے عبارت ہے قلتُ وقد قدّمنا عنہ معزیاً
للبحر فی باب الوطی الموجب للحدان التقیید بالامام یُفہم انّہ لیس للقاضی الحکم بالسیاسۃ فلیحفظ شارح کہتا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے بحر الرائق
کا قول باب الوطی الموجب للحد مین کہ قید لگانا امام کا مفہم ہے کہ قاضی کو حکم بسیاست کرنا جائز نہین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا ہم نے اوسی مقام مین
مذکور کیا ہے حکم مین لیسند کتاب کہ قاضی کو اکثر احکام سیاست کرنے جائز ہین واللہ سبحانہ اعلم

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

یہ باب ہے کیفیت قطع اور اوسکے اثبات کے احکام مین تقطع یمینُ السارق من زندہ ھو مفصل الرسغ وتحسم وجوبًا وعند الشافعی ندبًا قطع کاٹا جاویگا
سارق کا داہنا ہاتھ اوسکے بند دست یعنی پہنچے سے اور داغا جاویگا گرم تیل سے بنابر وجوب کے اور امام شافعی کے نزدیک داغنا بنابر استحباب کے ہے کذا فی فتح القدیر ھم مطلق ہاتھ کا
کاٹنا تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور داہنے ہاتھ کی تعیین عبداللہ بن مسعود کی قرارت سے ہے یعنی فاقطعوا ایمانہما سے اور یہ قرارت مشہور ہے تو اطلاق آیت کی تقیید اس قرارت
سے صحیح ہے اور داہنے کا کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے اور پہنچے سے کاٹنا متوارث بجای متواتر ہے جسمین سند مخصوص کے طلب کرنیکی
احتیاج نہین اگرچہ دارقطنی وغیرہ مین اس مضمون کی احادیث بھی مروی ہین اور قطع اصابع پر اکتفا کرنا یہ نقل شاذ ہے اور خارجیون کا قول کہ ہاتھ کو مونڈھے سے کاٹنا چاہیے
مخالف اجماع ہے اور داغنا تو حدیث سے ثابت ہے حاکم نے ابوہریرہ سے روایت کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سارق پکڑا آیا جسنے شملہ چورایا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ میرا
نہین گمان کرتا کہ اسنے چوری کی ہے سارق نے کہا ہان یا رسول اللہ تو ارشاد ہوا کہ لیجاؤ اوسکو اور اسکو قطع کرو اور اسکو داغو پھر اسکو میرے پاس لاؤ سو قطع ہوا اور داغا گیا پھر اسکو
حضرت کے پاس لائے تو فرمایا کہ توبہ کر سو اوسنے توبہ کی فرمایا اللہ تعالی تیری توبہ قبول کرے حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے بشرط مسلم اور اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین اور قاسم بن سلام
نے غریب الحدیث مین بھی روایت کیا ہے اور دارقطنی نے بھی قطع ید اور داغنے کی روایت کی ہے اور مغرب وغیرہ مین ہے کہ حسم یعنی داغنا عبارت ہے گرم تیل مین ہاتھ ڈالنے سے اور فائدہ
داغنے کا یہ ہے کہ خون بند ہوجاوے اور شافعی اور احمد کے نزدیک گلو ہاتھ لٹکانا یعنی بعد قطع اور داغ کے مسنون ہے اسواسطے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اسکا حکم کیا چنانچہ ابو داؤد
اور ابن ماجہ مین مروی ہے اور ہمارے نزدیک امام کی تجویز پر موقوف ہے اور سنت کا حکم تعلیق ہر قطع مین ثابت نہین کہ تعلیق سنت ہو کذا فی فتح القدیر مصنف نے شرح مین کہا کہ
اسمین اعتراض ہے کہ جب یہ ثابت ہوا تو مسنون ہونا ثابت ہوا واللہ اعلم الّا فی حرٍّ وبردٍ شدیدین فلا یقطع لانّ الحد زاجرٌ لا متلفٌ ویحبس لیتوسّط الامر
مگر سخت گرمی اور سردی مین قطع نکیا جاویگا ہلاک ہونیکے خوف سے اسواسطے کہ حد قطع زاجر ہے نہ تلف کردینے والی اور سارق مقید رہیگا تا اعتدال پھر قطع ہوگا وثمن زیتہٖ
ومؤنتہ کاجرۃ حدادٍ وکلفۃ حسمٍ علی السارق عندنا لتسبّبہ بخلاف اجرۃ المحضر للخصوم ففی بیت المال وقیل علی المتمرد شرح وہبانیۃ
قلتُ وفی قضاء الخانیۃ ھو الصحیح لکن فی قضاء البزازیۃ وقیل علی المدعی وھو الاصحّ کالسارق اور تیل کی قیمت اور اوسکے مصارف جیسے ہاتھ کاٹنے والے کی اجرت
اور داغنے کی کلفت یعنی لکڑیون کی قیمت اور تیل جوش کرنیکے برتن کی اجرت سارق پر ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہی سبب پڑا ہے ان مصارف کا بخلاف مدعی اور مدعا علیہ کے
محضر کی اجرت کے کہ وہ بیت المال سے متعلق ہے اور بعضون نے کہا کہ متمرد سرکش پر ہے کذا فی شرح الوہبانیہ شارح کہتا ہے اور خانیہ کی کتاب القضا مین ہے متمرد پر اجرت محضر کی
ہونا بھی صحیح ہے لیکن بزازیہ کی کتاب القضا مین ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اجرت محضر کی مدعی پر ہے اور یہی قول اصح ہے مانند سارق کو قطع یدین و رجلہ الیسریٰ من الکعب
ان عاد اور سارق کا بایان پاؤن کاٹا جاویگا ٹخنے سے اگر وہ دوسری بار چوری کرے فان عاد ثالثًا لا وحبس وعزّر ایضًا بالضرب حتی یتوب ای تظہر اثارات
التوبۃ شرح وہبانیہ پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو قطع نہوگا اور قید کیا جاویگا اور اوسکو مار نے سے بھی تعزیر دیجاویگی یہان تک کہ توبہ کرے یعنی آثار توبہ کے ظاہر ہون فقط

باب کیفیۃ القطع واثباتہ

قولہ یمین السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما اس کے بعد پھر چوری کرے عبدالقدوس سے مروی ہے کہ ہاتھ کاٹ دیا جاوے

تسبانی تو بہ کذا فی شرح الوہبانیہ ھم سرقہ ثانیہ میں بایان پاؤن کاٹنا حدیث اور اجماع سے ثابت ہے اور کعب سے کاٹنا اکثر اہل علم کے نزدیک اور امیر المومنین عمر فاروق کا فعل ہے
اور سرقہ ثالثہ اور رابعہ میں قطع نکرنا امیر المومنین علی مرتضی کے قول سے ثابت ہے محمد بن الحسن نے کتاب الآثار میں یون روایت کی اخبرنا ابوحنیفۃ عن عمرو بن مرۃ عن عبد اللہ بن سلمۃ
عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جب سارق چوری کرے تو میں اوسکا داہنا ہاتھ کاٹون پھر اگر دوبارہ چوری کرے تو اوسکا بایان پاؤن کاٹون پھر اگر تیسری بار چوری کرے تو
اوسکو قید میں رکھون یہانتک کہ اوسکو خیر اوس سے پیدا ہو مجکو حیا آتی ہے اللہ سے کہ میں سارق کو ایسا کر کے چھوڑون کہ نہ اوسکے ہاتھ ہے جس سے کھاوے یا استنجا کرے اور نہ پاؤن ہے جس سے
چلے اور دار قطنی اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ عمر فاروق نے مشورہ کیا صحابہ کرام سے تو صحابہ نے اجماع کیا مثل
قول علی مرتضی کے وغیر ذلک من الآثار کذا فی فتح القدیر وما روی یقطع ثالثا ورابعا ان صح حمل علی السیاسۃ او نسخ اور یہ جو روایت ہے کہ تیسری بار اور چوتھی بار کی چوری
میں بھی قطع کیا جاوے اگر وہ روایت صحیح ٹھہرے تو سیاست پر محمول ہے یا منسوخ ہوئی پر ہم امام شافعی کے نزدیک تیسری بار کی چوری میں بایان ہاتھ کاٹا جاوے اور چوتھی بار کی
چوری میں داہنا پاؤن کاٹا جاوے بدلیل حدیث ابی داؤد بروایت جابر خلاصہ مضمون اوسکا یہ ہے کہ ایک سارق کی چار بار کی چوری سے چارون ہاتھ پاؤن کاٹے گئے پھر جب
پانچوین بار اوسنے چوری کی تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکو قتل کر ڈالنے کا امر فرمایا چنانچہ وہ مقتول ہوا نسائی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے مصعب ابن ثابت اسکا راوی
ضعیف ہے اور بیہقی نے کہا کہ اس مضمون کی حدیث کا طرق کثیرہ سے ثابت ہے لیکن کوئی سند طعن سے خالی نہیں لہذا طحاوی نے کہا کہ ان آثار کو ہم نے تتبع کیا کسی کی ہم نے اصل نہیں پائی اور عقل سے
نہایت بعید ہے کہ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سارق کے چارون ہاتھ پاؤن قطع ہوتے اور صحابہ کرام اسکو جانتے اور علی مرتضی کی خلافت میں کوئی اوسکا ذکر نکرتا
اور مشورہ کے وقت اوسکے خلاف پر اجماع صحابہ ہوتا اور علی مرتضی کا اسکے مخالف عمل کرنا یا روایات مذکورہ کے ضعیف ہونے پر دلیل ہے یا سیاست پر محمول ہے یعنی یہ حکم بطریق
حد سرقہ نہیں بلکہ بطریق سیاست ہے مانند قتل سارق کے کذا فی فتح القدیر نہر الفائق میں کہا کہ سیاست پر محمول ہونیکی یہ دلیل ہے کہ پانچوین بار کی چوری میں قتل کا حکم
ہوا یعنی قتل سارق بطریق سیاست ہے سب کے نزدیک نہ بطریق حد کو کمن سرق ابہامہ الیسریٰ مقطوعۃ او شلاء او اصبعان منہا سوا ہاسوی الابہام
او رجلہ الیمنی مقطوعۃ او شلاء لم یقطع لانہ اہلاک بل یحبس لیتوب چنانچہ جسنے چوری کی اور حالانکہ اوسکے ہاتھ کا بایان انگوٹھا مقطوع یا شل ہے
یا سوائے بائین انگوٹھے کے اوسکے ہاتھ کی دو انگلیان مقطوع یا شل ہین یا سارق کا داہنا پاؤن مقطوع یا شل ہے تو کچھ قطع نکیا جاویگا اسواسطے کہ اس حالت میں داہنا ہاتھ یا بایان
پاؤن کاٹنا اوسکا در حقیقت ہلاک کرنا ہے بلکہ ایسے سارق کو قید رکھنا چاہیے تا اظہار آثار توبہ ھم ان مسائل میں قطع نہیں کہ گرفت اور رفتار کی منفعت کا فوت کرنا ہے کیونکہ
ہار چلنے کا انگوٹھے سے ہے انگوٹھے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ایک انگلی غیر ابہام مقطوع یا شل ہوگی تو قطع ہوگا اسواسطے کہ اوسکے فوت ہونے سے گرفت میں خلل نہیں ہوتا اور بائین ہاتھ
کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر داہنا ہاتھ شل یا ناقص الاصابع ہوگا تو ظاہر الروایہ میں مقطوع ہوگا کذا فی المنح حلبی نے کہا اس صورت میں بایان اور داہنا پاؤن اسواسطے
قطع نہوگا کہ یہ محل قطع نہیں ہمارے نزدیک اور داہنا ہاتھ اسواسطے نہ قطع ہوگا کہ جب بایان ہاتھ بیکار رہا تو گرفت متصور نہوگی اور یہ اہلاک ہے اور اگر داہنا پاؤن شل
ہوگا تو ہاتھ پاؤن کا ایکہی طرف سے کاٹنا لازم آویگا اور یہ بھی اہلاک ہے ولا یضمن قاطع الید الیسری ولو عمدا فی الصحیح اذا امر بخلافہ لانہ اتلف واخلف من جنسہ ما ہو خیر
منہ وکذا لو قطعہ غیر الحداد فی الاصح اور ضمان نہ دیگا بائین ہاتھ کا کاٹنے والا اگرچہ اوسنے عمدا کاٹا ہو قول صحیح میں کذا فی النہر جب کہ قاطع کو اسکے برخلاف حکم ہوا اس
واسطے کہ اوسنے تلف کیا اور اوسکی ہم جنس ایسا چھوڑا جو اوس سے بہتر ہے یعنی داہنا اور اسیطرح ضمان نہیں اگر غیر حداد نے بائین ہاتھ کو کاٹا قول اصح میں یعنی قاضی نے حداد
کو قطع کا حکم دیا اور غیر حداد نے قطع کر ڈالا اور قتل حکم کا قطع آگے آتا ہے نفی ضمان سے تعزیر لازم نہیں تو اگر عمدا کیا ہوگا تو تعزیر دیا جائیگا ولو قطعہ احد قبل الامر
والقضاء وجب القصاص فی العمد والدیۃ فی الخطاء وسقط القطع عن السارق سواء قطع یمینہ او یسارہ اور اگر کسی نے ہاتھ کاٹا قبل حکم اور قضا کے
تو قصاص واجب ہے عمد میں اور دیت واجب ہے خطا میں اور سارق سے قطع ساقط ہو جائیگا خواہ اوسکا داہنا ہاتھ قطع ہوا ہو یا بایان وقضاء القاضی بالقطع
کالامر کما علی الصحیح فلا ضمان کافی اور قطع میں قاضی کی قضا مانند حکم کے ہے بنا بر قول صحیح کے تو بعد قضاء قاضی بھی قاطع پر ضمان نہیں کذا فی الکافی وفی

السراج سَرَقَ فلم يُقطع حتى قُطِعَت يمينه قِصاصًا قُطِعَت رِجلُه اليسرى اور سراج میں ہے کہ ایک شخص نے چوری کی سو چوری کا اوس سے مواخذہ نہوا یہانتک کہ اوسکا
داہنا ہاتھ قصاص میں کاٹا گیا تو اوسکا بایاں پاؤں کاٹا جاویگا ھم قصاص کی قید سے احتراز ہوا سرقہ کے قطع سے یعنی اگر سرقہ میں اوسکا قطع ہوا تو اب دوسری بار قطع نہوگا بسبب اتحاد
جنس کے کذا فی الطحطاوی وطلبُ المسروق منه المال لا القطع على الظاهر بحر شرط القطع مطلقا في اقرارٍ وشهادةٍ على المذهب لان الخصومة شرط لظهور السرقة اور
طلب کرنا مال کو مالک کا قطع کی شرط ہے مطلقا یعنی اقرار سارق میں اور شہادت میں بنا بر مذہب قوی کے طلب مال اسواسطے شرط ہوتی کہ خصومت چوری کو ظاہر ہونیکی شرط ہے اور طلب قطع ظاہرا
شرط قطع نہیں کذا فی البحر اسواسطے کہ موجب قطع خالص حق اللہ ہے ولہذا مالک قطع کو معاف بعد الوجوب نہیں کر سکتا پھر جب حق اللہ ہوا تو طلب عبد شرط نہوگی كذا الحضور اي المسروق
منه عند الاداء للشهادة وعند القطع لاحتمال ان يُقِرّ له بالملك فيسقط القطع لا حضور الشهود على الصحيح شرح المنظومة واقره المصنف قلت لكنه
مخالف لما قدّمنا متنا وشرحا فليحفظ وقد حرّره في الشرنبلالية بما يفيد ترجيح الاول فتأمل اور اسیطرح حاضر ہونا مسروق منہ یعنی مالک یا قابض مال کا شرط ہے ادا
شہادت و قطع کیوقت میں اسواسطے کہ شاید وہ سارق کو مالک کا اقرار کرے تو ساقط ہو جاوے قطع اور شرط نہیں حضور گواہونکا قطع کیوقت بنابر صحیح قول کے کذا فی شرح المنظومہ اور ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح میں شارح
کہتا ہے لیکن عدم اشتراط شہود مخالف ہے اس کلام کو جسکو ہمنے اسباق میں پہلے ذکر کیا ہے متن اور شرح دونوں میں تحقیق مقام کا تو تحریر کر اور البتہ شرنبلالیہ میں ایسی تحریر کی ہے جو قول اول کی ترجیح کی مفید
ہے یعنی اشتراط حضور کی سو ہمیں تامل کر ھم شرنبلالیہ میں فتح القدیر سے نقل کی کہ قطع نہیں ہے بدون حضور مسروق منہ اور طلب کے اور اگر غائب ہوں شاہد یا مرجاویں تو قطع نکیا جاویگا انتہی ما فی الفتح
اور اسیطرح اگر ایک شاہد غائب ہوگا یا مرجاویگا ظاہر الروایت میں انتہی ما فی الشرنبلالیہ شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ مقام دقیق ہے تو یہاں معتمد علیہ قول کو تلاش کرنا
چاہیے فتاوی ہندیہ یعنی عالمگیری میں ہے کہ جب شاہد چوری کی گواہی دیں پھر غائب ہو جاویں بعد ظاہر ہونے عدالت کے یا مرجاویں قبل قضا کے یا بعد قضا جاری کریں گر قبل تو دونوں
صورتوں میں قاضی نہ قضا کرے نہ جاری کرے امام اعظم کے نزدیک اول قول میں اور قول اخیر امام کا یہ ہے کہ قضا کرے اور جاری کرے انتہی تو اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ
قول معتمد علیہ عدم حضور شاہدین ہے اسواسطے کہ مجتہد کا قول معتبر وہی ہوتا ہے جو قول اخیر ہو چنانچہ شارح نے شرح ملتقی میں بتفصیح تمام اسکو بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی
اور مصنف نے بھی اپنی شرح میں قول اخیر امام کا عدم اشتراط حضور شاہدین میں اور سوا اسکے قول صاحبین کی بدائع سے نقل کی ہے ثم فرّع على قوله وطلب
المسروق الخ فقال فلو اقرّ انه سرق مال الغائب توقّف القطع على حضوره وطلبه پھر مصنف نے اپنے قول یعنی اشتراط طلب مسروق منہ پر متفرع کیا
سو یوں کہا تو اگر سارق نے اقرار کیا کہ اوسنے فلانے غائب شخص کا مال چرایا ہے تو قطع موقوف رہیگا اوسکے حاضر ہونے اور جھگڑا کرنے پر ولكن لو قال سرقتُ هذه
الدراهم ولا ادري لمن هي او لا أُخبِرك من صاحبها لا قطع لانه يلزم من جهالته عدم طلبه اور اسیطرح اگر سارق نے کہا کہ میں نے یہ دراہم چوری کئے ہیں
اور میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ کسکے ہیں یا یوں اقرار کیا کہ میں نے یہ دراہم چوری کئے ہیں اور تجھکو میں نہیں بتاتا کہ کون اسکا مالک ہے تو قطع نہیں اسواسطے کہ نادانستگی مالک سے
اسکی عدم طلب لازم ہے حالانکہ طلب مالک شرط قطع ہے وكلّ من له يد صحيحة مالك الخصومة ثم فرّع عليه بقوله كمودَع وغاصب ومرتهن ومتولٍّ واب
ووصيّ وقابض على سوم الشراء وصاحب ربوا بان باع درهما بدرهمين وقبضهما فسرقا منه لان الشراء فاسد بمنزلة المغصوب بخلاف
مُعطي الربوا لانه بالتسليم لم يبق له ملك ولا يد شمني اور جس کا قبضہ صحیح ہے مال پر وہ مالک ہے خصومت کرنیکا اوس مال کو چرانیوالے سے پھر اس اصل پر مصنف نے اپنا یہ
قول متفرع کیا جیسے امانت دار اور غاصب اور مرتہن اور مسجد کا متولی اور باپ صغیر کے مال میں اور وصی اور جسنے بیچنے پر قبضہ کیا بائع کی خرید کے نرخ پر اور بیاج لینے والا اسیطرح
اوسنے ایکدرم کو بعوض دو درم کے بیچا اور دونوں درم پر قبضہ کر لیا پھر اوسکے پاس سے دونوں چوری گئے اسواسطے کہ فاسد خرید بمنزلہ مغصوب کے ہے بخلاف بیاج دینے والے کے
کہ وہ خصومت کا مالک نہیں اسواسطے کہ بسبب تسلیم مال کے اوسکی ملکیت اور قبضہ باقی نرہا کذا فی الشمنی ھم غاصب بسبب وجوب ضمان کے صاحب قبض صحیح ہے شارح نے
تصویر ربوا میں ایک دو درم کی مثال دی حالانکہ یہ مناسب مقام نہیں اسواسطے کہ دو درم نصاب سرقہ نہیں اور مصنف کی تصویر خوب ہے یعنی دس درم کو بیس درم کے
بیچا پھر وہ چوری ہوگئے تو سارق کا ہاتھ کاٹا جاویگا ہمارے نزدیک صاحب ربوا کی خصومت سے کذا فی المنح ولا قطع بسرقة اللقطة خانیہ اور قطع نہیں لقطہ چرانے سے

کذا فی الخانیۃ ھ۔ طحطاوی نے کہا کہ خانیہ مین سرقہ لقطہ سے عدم قطع مذکور نہین بلکہ صاحب بحر نے اوسکی عبارت پر متفرع کیا ہے خانیہ کا یہ مضمون ہے کہ ایک مرد نے لقطہ یعنی افتادہ
چیز کو اوٹھا لیا پھر اوسکے پاس سے وہ چیز جاتی رہی سو اوسکو غیر کے ہاتھ مین پایا تو یہ مرد اوس شخص سے خصومت نہین کرسکتا اسواسطے کہ شخص ثانی لقطہ لینے کی ولایت مین
اول شخص کے مانند ہے صاحب بحر نے کہا تو لائق یہ ہے کہ ملتقط کی طلب سے قطع نہو ومن لا ید لہ صحیحۃ فلا یملک الخصومۃ کسارق سرق منہ بعد القطع لم تقطع
بخصومۃ احد ولو مالکا لان یدہ غیر صحیحۃ کما یاتی انفا اور جسکا قبضہ صحیح نہین مال پر تو وہ مطالبہ اور خصومت کا مالک نہین چنانچہ سارق کے پاس سے مال چوری
ہوگیا بعد قطع ہونیکے تو سارق ثانی کا ہاتھ قطع نہوگا کیونکہ خصومت سے اگرچہ اوس مال کا مالک ہے مطالبہ اسواسطے کرے کہ قبضہ اوسکا غیر صحیح ہے چنانچہ اسکا ذکر ابھی آتا ہے ویقطع بطلب
المالک ایضا لو سرق منہم ای من الثلثۃ اور قطع ہوگا مالک کے بھی مطالبہ سے اگر ان تینون کے پاس سے چوری ہوگئی یعنی امانتدار اور غاصب اور صاحب ربوا ھ اطلق
زیلعی اور عینی اور صاحب بحر اور مصنف نے ذکر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ بیاج دینے والا بھی مطالبہ کرسکتا ہے حالانکہ شارح نے شمنی سے مانند صاحب بحر اور مصنف کے ابھی ذکر کیا
ہے کہ معطی ربوا مطالبہ نہین کرسکتا اسواسطے کہ تسلیم سے اوسکا قبضہ اور ملک باقی نہین واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی وکذا یطلب الراھن مع غیبۃ المرتھن علی
الظاھر لانہ ھو المالک اور اسیطرح قطع ہے بسبب مطالبہ راہن کے مرتہن کے غائب ہونیکے ساتھ بنا بر قول ظاہر کے اسواسطے کہ مال رہن کا راہن ہے تو مالک ہے کذا فی النہر عن الجامع الصغیر لا یطلب المالک العین المسروقۃ
او یطلب السارق لو سرق من سارق بعد القطع لسقوط عصمتہ قطع نہین مالک کے کہ مال مسروق کو طلب کرنیسے یا سارق کے طلب کرنیسے اگر سارق کے پاس سے چوری گئی بعد قطع کے بسبب باطل ہونے عصمت اوس
مال کے یعنی بعد قطع کے وہ مال غیر متقوم ہو سارق کے حق مین لیکن اوسپر اسکا کچھ ضمان واجب نہین کذا فی المنح بخلاف ما اذا سرق الثانی من السارق الاول قبل القطع وبعد ما درئ بشبھۃ فان لرب
المال القطع لان سقوط التقوم ضرورۃ القطع ولم یوجد فصار کالغاصب ثم بعد القطع ھل للاول استردادہ روایتان الخانیۃ والکمال رد للمالک بخلاف اسکے جبکہ سارق ثانی نے سارق اول سے
چوری کی قبل قطع کے یا بعد دفع ہونے حد کے بشبہہ کے اسواسطے کہ سارق اول کو اور صاحب مال کو مطالبہ قطع کا ہے اسواسطے کہ تقوم مال کا ساقط ہونا بضرورت قطع تھا سو یہان موجود نہین تو سارق مانند غاصب کے ہوگیا استحقاق
طلب مین پھر قطع ہوجانے کے بعد سارق اول کو سارق ثانی سے مال کا پھیر لینا جائز ہے یا نہین اسمین دو روایتین ہین اور کمال الدین صاحب فتح القدیر نے مالک کو مال کا پھیر دینا پسند کیا ہے اسواسطے کہ اول اور ثانی دونون خائن
ہین لیکن اگر مالک موجود نہو تو قاضی اوسکے حفاظت مین رکھے جیسے غائب شخص کا مال محفوظ کرتا ہے کذا فی الفتح سارق شیئا وردہ قبل الخصومۃ عند القاضی الی مالکہ او حکما ای اصولہ
ولو فی غیر عیالہ او ملکہ ای المسروق بعد القضاء بالقطع ولو بھبۃ مع قبض وادعی انہ ملکہ وان لم یبرھن للشبھۃ او نقصت قیمتہ من النصاب
بنقصان السعر فی بلدۃ الخصومۃ لم یقطع فی المسائل الاربع کچھ چیز چرائی اور قاضی کے پاس نالش ہونے سے پہلے مالک کو پھیر دی اگرچہ مالک حکمی ہو چنانچہ
مالک کے اصول اگرچہ مالک کے عیال مین نہ داخل ہون یا بعد حکم ہوجانے قطع کے سارق نے مال مسروق کا مالک کر دیا اگرچہ تملیک ہبہ مع القبض سے کردی ہو یا سارق نے اوس
مال کے مالک ہونیکا دعوی کیا اگرچہ یہ دعوی بگواہی ثابت نکیا ہو مگر قطع نہین بسبب شبہہ پڑنیکے یا قیمت مسروق کی گھٹ گئی نرخ کے کم ہوجانے سے مطالبہ کے شہر مین قطع نہوگا
ان چارون مسئلون مین اقرا بسرقۃ نصاب ثم ادعی احدھما شبھۃ مسقطۃ للقطع لم یقطعا قید باقرارھما لانہ لو اقر انہ سرق ھو وفلان فانکر فلان
قطع المقر کقولہ قتلت انا وفلان اقرار کیا دو شخصون نے سرقہ نصاب کا پھر دعوی کیا ایک سارق نے ایسے شبہہ کا جو قطع کو ساقط کرتا ہے تو دونون پر قطع نہوگا مصنف نے
قید لگائی دونون کے اقرار کی اسواسطے کہ اگر ایک سارق یون اقرار کریگا کہ مینے چوری کی اور فلانے شخص نے اور فلانا منکر ہے تو مقر پر قطع ہے مانند اس قول کے کہ مینے قتل
کیا اور فلانے نے اور فلانا منکر ہے تو فقط مقر پر قصاص ہوگا ھ سرقہ نصاب یعنی جنس مراد ہے اسواسطے کہ دو سارقون پر قطع نہین تاوقتیکہ سرقہ بقدر دو نصاب کے نہو کذا فی
الطحطاوی لو سرقا وغاب احدھما وشھدا ای شھد اثنان علی سرقتھما قطع الحاضر لان شبھۃ الشبھۃ لا تعتبر اور اگر دو شخصون نے چوری کی
اور ایک اونمین سے غائب ہوگیا اور دو شاہدون نے گواہی دی اونکی چوری پر تو سارق حاضر قطع کیا جاویگا اسواسطے کہ شبہۃ الشبہہ معتبر نہین ھ یعنی اس احتمال سے
قطع ساقط نہین ہوسکتا کہ شاید جب غائب سارق آوے تو کوئی شبہہ حاضر سارق کے واسطے بیان کرے کیونکہ یہ شبہۃ الشبہہ ہے اور مسقط قطع شبہہ ہے نہ شبہۃ الشبہہ ولو
اقر عبد مکلف بسرقۃ قطع وترد السرقۃ الی المسروق منہ لو قائمۃ اور اگر مکلف غلام نے چوریکا اقرار کیا تو قطع کیا جاویگا اور مال مسروق مالک

کو پھیر دیا جاویگا اگر مال قائم ہو ھم قطع اسواسطے ہی کہ اقرار عبد کا اپنی ذات پر صحیح ہی حدود اور قصاص مین مکلف کی قید اسواسطے لگائی کہ عبد صغیر کا اقرار پر قطع نہین
اور اگر مال ہلاک ہوگیا ہو تو قطع ہوگا بلا ضمان کما لو قامت علیہ بینۃ بذلک لکن بشرط حضرۃ مولاہ عند اقامتہا خلافا للثانی لا عند اقرارہ
بحدّ اتفاقا چنانچہ قطع ہی غلام پر اگر قائم ہوں گواہ اوسکی چوری پر لیکن بشرط موجود ہونے اوسکے مالک کے شاہدوں کی گواہی کے وقت خلافا لابی یوسف اور شرط
نہین موجود ہونا مالک کا غلام کے اقرار حد کے نزدیک بالاتفاق ولا غرم علی السارق بعد ما قطعت یمینہ ھذا لفظ الحدیث درر وغیرھا ورواہ الکمال
بعد قطع یمینہ اور تاوان نہین سارق پر بعد قطع ہونے اوسکے داہنے ہاتھ کے یعنی درصورت نہ موجود رہنے مال کے یہ الفاظ حدیث کے ہین کذا فی الدرر وغیرہا اور کمال الدین
نے یہ حدیث باین لفظ روایت کی کہ لا غرم علی السارق بعد قطع یمینہ ھم متن کی روایت حدیث بالمعنی ہی اسواسطے کہ ما مصدریہ ہی اور حدیث بالمعنی روایت کرنا عارف
لغت کو جائز ہی فتح القدیر مین اس حدیث کو کمال الدین بن ہمام نے دارقطنی سے روایت کیا اور نسائی مین حدیث مرفوع باین لفظ ہی لا یغرم صاحب سرقۃ اذا اقیم
علیہ الحد اور بزار کی حدیث باین لفظ ہی لا یضمن السارق سرقتہ بعد اقامۃ الحد لیکن نسائی کی حدیث ضعیف اور منقطع ہی واللہ تعالی اعلم وترد العین لو قائمۃ
وان باعہا او وھبہا لبقائہا علی ملک مالکہا اور مالک کا مال پھیر دیا جاوے اگر موجود ہو اگرچہ سارق نے اوسکو بیع یا ہبہ کردیا ہو بسبب باقی رہنے مال کے
اوسکے مالک کی ملک پر ولا فرق فی عدم الضمان بین ھلاک العین واستہلاکہا فی الظاہر من الروایۃ لکنہ یفتی باداء قیمتہا دیانۃ سواء
کان الاستہلاک قبل القطع او بعدہ مجتبی اور کچھ فرق نہین عدم ضمان مین درمیان ہلاک ہوجانے مال مسروق یا اوسکو ہلاک کرڈالنے کے ظاہر الروایۃ مین
لیکن سارق کو فتوی دیا جاوے اوسکی قیمت کرا دا کریگا اور برابر ہی کہ استہلاک قبل قطع کے ہو یا بعد قطع کے کذا فی المجتبی وفیہ لو استہلکہ المشتری منہ او
الموھوب لہ فللمالک تضمینہ اور مجتبی مین ہی کہ اگر سارق سے خرید کرنیوالے نے یا موہوب لہ نے اوسکو ہلاک کیا تو مالک مال کو ضمان لینا مشتری یا موہوب لہ سے جائز ہی
ھم اور مشتری سارق سے اپنا ثمن پھیر لیگا ولو قطع لبعض السرقات لم یضمن شیئا وقالا یضمن ما لم یقطع فیہ اور اگر بعض چوریوں کی جزا مین قطع ہوا تو باقی
چوریوں مین سے کسیکا ضمان نہین اور صاحبین نے کہا ضمان لیا جاویگا اوس مال کا جس مین قطع نہین ہوا ھم امام کی دلیل یہ ہی کہ جمیع سرقات مین قطع واحد بنا بر
حق اللہ کے واجب ہی اسواسطے کہ بنا حدود کی تداخل پر ہی اور خصومت شرط ظہور ہی قاضی کے نزدیک تو جب ایک سرقہ کی طرف سے قطع ہوا تو سبکی طرف سے
قطع ہوچکا خواہ ایک شخص کا چند بار مال چرایا ہو یا چند شخصوں کا کذا فی المنح سرق ثوبا فشقہ نصفین ثم اخرجہ قطع ان بلغت قیمتہ نصابا بعد
شقہ ما لم یکن اتلافا بان ینتقص اکثر من نصف القیمۃ فلہ تضمین القیمۃ فیملکہ مستندا الی وقت الاخذ فلا قطع زیلعی کپڑا چرایا پھر اوسکو چیرکر
گھر مین آدھا آدھا کیا پھر اوسکو گھر مین سے نکالا تو قطع کیا جاویگا اگر اوسکی قیمت بقدر نصاب کے پہونچی بعد پھاڑنے کے تا وقتیکہ پھاڑنا اوسکو تلف کرڈالنے کا
موجب نہو اسطرح پر کہ اوسکی نصف قیمت سے اکثر کم ہوجاوے تو اسوقت مین مالک کو اوسکی قیمت کا ضمان لینا جائز ہی تو ضمان دیکر سارق مالک ہوگا اوس کپڑے کا
چوری کے وقت سے بطریق استناد کے پھر سبب مالک ٹھہرا تو قطع نہین کذا فی الزیلعی ھم طحطاوی نے کہا اور اگر گھر سے نکالکر کپڑا پھاڑا تو قطع ہوگا اگرچہ اوسکی قیمت
بقدر نصاب نرہی ہو بعد چیرنے کے وھل یضمن نقصان الشق مع القطع صحح الخبازی لا وقال الکمال الحق نعم اور کیا پھاڑ ڈالنے کا نقصان قطع کے ساتھ
ہوسکتا ہی یعنی درصورت تنصیف اور عدم اتلاف خبازی نے عدم ضمان کی تصحیح کی ہی اور کمال الدین نے فتح القدیر مین کہا ہان وجوب ضمان حق ہی ومتی اختار
تضمین القیمۃ یسقط القطع شامی اور جبکہ مالک نے تضمین قیمت اختیار کی تو قطع ساقط ہوگا بدلیل گذشتہ یعنی ضمان مین وقت اخذ سے مالک ہوجاویگا سارق تو
پھر قطع کیونکر ہو ولو سرق شاۃ فذبحہا فاخرجہا لا لما مر انہ لا قطع فی اللحم وان بلغ لحمہا نصابا بل یضمن قیمتہا اور اگر بکری چرائی پھر گھر مین
اوسکو ذبح کرڈالا پھر اوسکو گھر سے باہر نکالا تو قطع نہین اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ گوشت مین قطع نہین اگرچہ گوشت اوسکا بقدر نصاب کے پہونچے بلکہ سارق اوسکی قیمت کا ضامن
ہوگا ولو فعل ما سرق من الحجرین وھو قدر نصاب وقت الاخذ دراھم ودنانیر او آنیۃ قطع ورُدّت وقالا لا یرد لتقوم الصنعۃ عندھما

خلافًا لہ اور سارق نے جس چاندی اور سونیکو چورایا اور حالانکہ وہ بقدر نصاب ہے چورینکے وقت اوسکے دراہم اور دنانیر یا برتن بنالی تو قطع کیا جاویگا اور وہ مالک کو پھیر دئے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ پھیر دینا نہوگا بسبب تقوم صنعت کے صاحبین کے نزدیک بخلاف امام کے کہ صاحبین کے نزدیک صنعت سے ذات اور نام بدل گیا اسواسطے کہ چاندیکا نام درہم ہوگیا اور سونیکا نام دینار ہوگیا اور امام اعظم اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک صنعت سے نام کا بدلنا شرعًا معتبر نہیں بدلیل عدم تغیر حکم ربوا یعنی اگر چاندی کا برتن دس درم کے وزن کا بیچا اوسکو گیارہ درم سے تو جائز نہیں پس حکم ذات ویسی ہے باقی رہی جیسی تھی تو قطع ہوگا اور مالک کو پھیر دیا جاویگا علاوہ اسکے اور دینار میں چاندی سونیکا نام بھی باقی ہے اوسکے ساتھ دوسرا نام حادث ہوگیا وامّا نحو النحاس لو جعلہ اوانی فان کان یباع وزنًا فکذٰلک وان عدًّا فھی للسارق اتفاقًا اختیار اور تانبا وغیرہ تو اگر اوسکو چورایا اور اوسکے برتن بنائے سو اگر وہ وزن سے بکتا ہو تو اسیطرح کا حکم ہے یعنی قطع ہے اور مالک کو پھیر دینا اور اگر بطریق شمار کے بکتا ہو تو وہ سارق کا ہے باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الاختیار اسواسطے کہ حالت جدید پیدا ہوئی بنابر تداول اور بیع اور شراء کے ولو صبغہ احمر او طحن الحنطۃ او لتّ السویق فقطع لا یرد ولا ضمان اور اگر سارق نے کپڑے کو سرخ رنگ کر دیا یا گیہوں کو پیس ڈالا یا ستو کو گھی یا شہد میں لت کیا کذا فی الطحطاوی پھر سارق قطع کیا گیا تو نہ مال پھیرا جاوے نہ ڈانڈ وکذا الصبغ بعد القطع بحر خلافًا للمانی الاختیار اور اسیطرح حکم ہے اگر کپڑے کو بعد قطع ید کے رنگین کریگا کذا فی البحر خلافًا لما فی الاختیار ولو صبغہ اسود ردّہ لان السواد نقصان خلافًا للثانی وھو اختلاف زمان لا برھان اور اگر سارق کپڑیکو سیاہ رنگیگا تو مالک کو پھیر دیا جاویگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے بخلاف ابی یوسف کے کہ اونکے نزدیک سیاہی موجب نقصان نہیں اور یہ اختلاف زمان کا ہے نہ اختلاف دلیل کا یعنی امام اعظم کے وقت میں سیاہی نقصان میں داخل تھی اور ابی یوسف کے وقت میں موجب شنائی اور خوبی تھی اسواسطے کہ خلفاء عباسیہ پوشاک سیاہ کے ملتزم تھے سرق فی ولایۃ سلطان لیس لسلطان اٰخر قطعہ اذ لا ولایۃ لہ علی من لیس تحت یدہ فلیحفظ ھذا الاصل چوری کی ایک سلطان کی حکومت میں تو دوسرے سلطانکو اوسکا قطع کرنا نہیں پہونچتا اسواسطے کہ جو شخص اوسکے تحت اختیار نہیں سرقہ کے وقت اوسپر اوسکی ولایت اور حکومت نہیں تو اس اصل کو یاد رکھنا چاہیے کذا فی الدرر سراجیہ میں ہے کہ جب سمرقند میں چوری کی ہو تو اوزجند کے والیکو اوسپر حد قائم کرنا نہیں پہونچتا کذا فی النہر طحطاوی نے کہا کہ یہ حکم فقط حدود میں خاص ہے یا جمیع امور میں اسکی تصریح تلاش کرنا چاہیے اذا کان للسارق کفان فی معصم واحد قیل یقطعان وقیل ان تمیزت الاصلیۃ وامکن الاقتصار علی قطعھا لم یقطع الزائد لانہ غیر مستحق للقطع والا تکن متمیزۃ قطعا ھو المختار لانہ لا یتمکن من اقامۃ الواجب الا بذٰلک سراج جبکہ سارق کی دو ہتھیلیاں ہوں ایک گٹے میں بعضوں نے کہا دونوں قطع کیجاویں اور بعضوں نے کہا کہ اگر اصلی ہتھیلی ممتاز ہو اور فقط اوسیکا کاٹ ڈالنا ممکن ہو تو اصلی کاٹی جاوے زائد نہ کاٹی جاوے اسواسطے کہ وہ مستحق قطع نہیں اور اگر اصلی زائد سے ممتاز نہو تو دونوں قطع کیجاویں یہی قول مختار ہے اسواسطے کہ حاصل نہیں ہو سکتی اقامت واجبکی مگر اسیطرح کذا فی السراج واللہ اعلم

باب قطع الطریق

وھو السرقۃ الکبرٰی یہ باب ہے قطع طریق یعنی رہزنی کے احکام میں اور یہ سرقہ کبرٰی ہے اور جو اول مذکور ہوا وہ سرقہ صغرٰی ہے اور چونکہ صغرٰی کثیر الوقوع ہے لہذا اوسکو مقدم ذکر کیا کبرٰی پر یہ ہر چند قطع طریق علانیہ ہوتا ہے بطریق خفیہ نہیں تو اوسکو سرقہ کہنا بنابر مجاز کے ہے کہ ایک نوع کا اخفا اسمیں بھی ہے یعنی اخفا حاکم اور اوسکے نائبوں سے اور شرائط قطع طریق سے یہ ہے کہ قطاع الطریق با قوت و شوکت ہوں یا ایک ہی آدمی ایسا ہو اور یہ کہ قطع طریق شہر کے باہر ہو تو شہر میں یا دو گانوں کے درمیان میں قطع طریق نہیں بخلاف ابو یوسف کے کہ اونکے نزدیک شہر کے اندر رات کے وقت متحقق ہے اور اسی پر فتوٰی ہے لوگوں کی مصلحت کے واسطے کذا فی الاختیار اور یہ شرط ہے کہ دار الاسلام میں ہو اور یہ کہ مال خود بقدر نصاب ہو اور یہ کہ قطاع الطریق اصحاب اموال کے قرابتدار نہوں اجنبی ہوں اور یہ کہ قطاع الطریق اونمیں سے جو جو سب قطاع کے ہیں اہل ہوں تو اگر عورت ہوگی تو اصح قول یہ ہے کہ قطع نہیں اور یہ شرط ہے کہ قبل توبہ کرنیکے گرفتار ہوں تو اگر بعد توبہ گرفتار ہوں گے تو مال مالکوں کو پھیر دیا جاویگا اور اون پر سے حد ساقط ہو جاویگی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی عن الشلبی النہر والسید المستنقی من قصد ولو فی المصر لیلا بہ یفتی او معصوم علی شخص معصوم لو ذمیًا جس نے قطع طریق کا قصد کیا اگرچہ شہر کے اندر رات کو

قصد کیا اسی قول ابی یوسف پر فتوی ہے حالانکہ قصد کرنیوالا معصوم یعنی محفوظ الدم ہے شخص محفوظ الدم والمال پر رہزنی کا قصد کریگا اگرچہ دونوں ذمی ہوں ھم فاصدا معصوم الدم ہو یعنی مسلمان یا ذمی کہ بحکم شرع اونکا خون محفوظ ہے خواہ آزاد ہو یا غلام عصمت کی قید سے کافر حربی نکل گیا سو اگر حربی دار الاسلام میں قطع طریق کریگا تو وہ استیلا کفار میں داخل ہے جسکا بیان کتاب الجہاد میں آویگا اور اگر قطع طریق مستامن کریگا تو اوسکی حد میں اختلاف ہے کذا فی النہر فلو علی المستامن فلا حد تو اگر قطاع الطریق نے مستامن کفار پر رہزنی کی تو حد نہیں ہے اسلئے کہ سبب حد بے ہی ہونیکا اوسکا مال مباح ہے اور عصمت اوسکی دائمی نہیں کذا فی النہر عن البدائع فاخذ قبل اخذ شیٔ و قتل نفس حبس و هو المراد بالنفي في الآية سو قاطع طریق گرفتار ہوا قبل لینے کسی چیز کے اور قبل قتل کرنے جان کے تو قید کیا جاوے اور نفی من الارض سے قید کرنا ہی مراد ہے آیت قرآنی میں ھم نفی من الارض سے حبس ہے اسلئے مراد ہوا کہ اگر اوسکی نفی جمیع ارض سے مراد ہو تو یہ نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ زندہ ہے اور اگر ایک شہر سے دوسرے شہر میں نکالدینا مراد ہو تو اس سے مقصود حاصل نہیں یعنی دفع اذیت آدمیوں سے اور اگر دار الاسلام سے دار الحرب کا نکالدینا مراد لیجیے تو اسمیں اوسکے ارتداد کا خوف ہے تو ثابت ہوا کہ نفی عن جمیع الارض مراد ہے اسطرح پر کہ اوسکو ایک مکان میں قید کیجیے تا جمیع اہل ارض اوسکے شر سے محفوظ رہیں بجز موضع حبس اسواسطے کہ محبوس خارج عن الدنیا ہے ظاہر کہ ان المراد توزیع الاجزية على الاحوال كما تقرر في الاصول اور ظاہر ہے کہ آیت قرآنی میں تقسیم جزاؤں کی احوال پر مراد ہے چنانچہ کتب اصول میں ثابت ہو چکا ھم قطاع الطریق کی جزا قرآن مجید میں قتل کرنا یا سولی دینا یا ہاتھ پاؤں کا کاٹنا یا نفی یعنی حبس مذکور ہے تو اگر آیت کے اطلاق پر عمل کیجیے تو سخت گناہ کی ہلکی جزا اور ہلکے گناہ کی سخت جزا جائز ہوسکتی ہے اور یہ امر قواعد شرع اور عقل کے مخالف ہے تو واجب ہے تقسیم جزا کا قائل ہونا سخت گناہ کی سخت جزا اور ہلکے کی ہلکی اسواسطے کہ برابر ہے تفاوت کی بابر جو تفاوت جنایت کو حکمت کے مخالف ہے اور یہ کیونکر نہو حالانکہ محمد بن الحسن نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ابی بردہ کے لوگوں نے قطاع الطریق کی طرح عمل کیا تو جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے یہ حد لیکر کہ جس نے قتال کیا اور مال لیا اور جس نے قتال کیا اور مال نہیں لیا وہ قتل کیا جائے اور جس نے مال لیا اور قتل نہیں کیا اوسکے ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں جانب خلاف سے اور جو مسلمان ہو کر آوے تو اسلام اوسکے گناہ گذشتہ کو گرادیگا اور عطیہ کی روایت میں ابن عباس سے یوں ہے کہ جس نے راہ میں دھمکایا اور قتل نہیں کیا اور مال نہیں لیا وہ نفی کیا جاوے کذا فی الفتح و الطحاوی اور یہی مذہب ہے امام شافعی اور لیث اور اسحق اور اصحاب احمد کا اور ابو ثور اور داؤد ظاہری کے نزدیک امام کو اختیار ہے اطلاق آیت پر عمل کرنیکا بعد التعزیر لیا شرہ تنكيل التخويف حتى يتوب لا بالقول بل يظهر سيماء الصلحاء او يموت یعنی بعد رہزنی مذکور محبوس کیا جاوے بعد تعزیر کے مخالفت شرع دھمکانیکے سبب سے یہانتک کہ توبہ کرے نہ فقط زبانی توبہ بلکہ علامت صالحین کے ظاہر ہوں یا مرجاوے قید میں اگر آثار توبہ ظاہر نہوں ھم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ متون فقہ میں تعزیر مذکور نہیں حالانکہ مفتی الثقلین نے حبس بعد التعزیر کی تصریح کی ہے بسبب ارتکاب امر منکر یعنی تخویف کے اور صاحب کفایہ نے زیلعی سے اسیطرح نقل کیا ہے چنانچہ اخی زادہ نے اسکو ذکر کیا ہے انتہی وان اخذ مالا معصوما بان یکون لمسلم او ذمی کما مر واصاب کلا نصاب قطع یده ورجله من خلاف ان کان صحیح الاطراف لئلا یفوت نفعه وهذه حالة ثانية اگر رہزن نے مال معصوم لیا اسطرح کہ وہ مال مسلم یا ذمی کا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور پہونچا مال ہر شخص کو بقدر نصاب کے تو اوسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں قطع کیا جاوے جانب مخالف سے بشرطیکہ اوسکے ہاتھ پاؤں صحیح سالم ہوں تاکہ اوسکی منفعت حاجات انسانی کی نہ فوت ہوں اور یہ دوسری حالت ہے ھم مخالف سے یہ مراد ہے کہ داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹنا چاہیے تا رفع حاجت ہوسکے اور صحیح الاطراف کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اوسکا بایاں ہاتھ اور داہنا پاؤں مقطوع یا شل ہوگا تو قطع نہوگا اور نصاب کی قید سے معلوم ہوا کہ اقل نصاب میں قطع نہیں کذا فی النہر وان قتل معصوما ولم یاخذ مالا قتل وهذه حالة ثالثة حدا لا قصاصا فلذا لا يعفو وليه ولا يشترط ان يكون القتل موجبا للقصاص لوجوبه جزاء لمحاربة الله تعالى بخلاف القصاص و بهذا الحل يستغنى عن تقدير مضاف كما لا يخفى اور تیسری حالت یہ ہے کہ اگر قتل کرے شخص معصوم کو اور مال نہ لے تو وہ بنا بر حد کے قتل کیا جاوے گا نہ از روے قصاص کے تو اسواسطے ولی مقتول اوسکو معاف نہیں کرسکتا اور شرط نہیں ہے کہ قتل کرنا قاطع طریق کا موجب قصاص ہو یعنی مباشرت آلہ اور سبب قطاع الطریق کا قتل کرنا شرط نہیں بلکہ ایک شخص کا قتل کرنا اسکے قتل کیواسطے کافی ہے بسبب جنایت قتل کے اللہ تعالی کی لڑائی کے بدلے اللہ تعالی کی لڑائی سے اوسکی نافرمانی مراد ہے اور اس تقریر سے تقدیر مضاف کی

حاجت نہین آیت قرآنی مین چنانچہ مخفی نہین ۂ آیہ قرآنی یعنی اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ مین مضاف کو اکثر علما محذوف مانتے ہین یعنی یحاربون اولیاء اللہ
یا یحاربون عباد اللہ اسواسطے کہ محاربہ خدا سے ممکن نہین شارح نے ذکر کیا جب محاربہ کو بمعنی مخالفت امر کے کہا بطریق اطلاق اسم سبب کا مسبب پر تو تقدیر مضاف کی کچھ حاجت نہین
والحالة الرابعة ان قتل واخذ المال خُیِّرَ الامام بین ستة احوالٍ ان شاء قطع من خلافٍ ثم قتل او قطع ثم صلب او فعل الثلثة او قتل وصلب او قتل فقط او صلب
فقط کذا فصّله الزیلعی اور چوتھی حالت یہ ہے کہ اگر رہزن نے قتل کیا اور مال بھی لے لیا تو امام مختار ہے چاہے چھ طرح پر اگر چاہے ہاتھ پانون جانب مخالف سے قطع کرے پھر اوسکو
قتل کرے یا چاہے قطع کرے پھر سولی دے یا قطع اور قتل اور سولی تینون عمل مین لاوے یا قطع کرے اور سولی دے یا فقط قتل کرے یا فقط سولی دے اسیطرح زیلعی نے تفصیل کی شرح کنز مین
ۂ وجہ حصر یہ ہے کہ حالات تین ہین قطع اور قتل اور سولی تو امام کو اختیار ہے کہ اول اور ثانی مین یا اول اور ثالث مین جمع کرے یا ثانی پر اقتصار کرے یا ثالث پر یا ثانی اور ثالث
مین جمع کرے یا حالات ثلثہ کو جمع کرے ویُصلب حیًّا فی الاصح وکیفیته فی الجوهرة اور سولی پر زندہ چڑھا دے قول اصح مین اور سولی پر چڑھانیکی کیفیت جوہرہ مین کور ہے
ۂ جوہرہ نیرہ مین کیفیت سولی پر چڑھانیکی یون مذکور ہے کہ ایک لکڑی زمین مین گاڑی پھر اوسکے اوپر ایک اور لکڑی عرض مین باندھے اور اوسپر رہزن اپنے دونون پانون رکھے دوسری لکڑی پر
تیسری لکڑی اور باندھے عرض مین اوسمین دونون ہاتھ اوسکے باندھے پھر برچھی سے اوسکی بائین چھاتی مین کونچے اور برچھی سے اوسکا پیٹ خوب ہلا دے یہان تک کہ مرجاوے کذا فی النہر ویُبعج
بطنه برمح تشهیرًا له ویُخضخضه به حتی یموت اور اوسکا پیٹ برچھی سے پھاڑے اوسکی تشہیر کیواسطے اور اوسکو برچھی سے ہلاوے تاکہ مرجاوے ویُترک ثلثة ایام
من موته ثم یُخلّی بینه وبین اهله لیدفنوه لا اکثر منها علی الظاهر عن الثانی یُترک حتی یتقطع اور موت کے بعد تین دن تک اوسے سولی پر چھوڑا جاوے پھر
اوسکے اور اوسکے قرابت والون مین تخلیہ کیا جاوے تا اوسکو وہ لوگ دفن کرین تین دن سے زیادہ سولی پر نہ رہے بنابر ظاہر الروایہ کے اسواسطے کہ بدبو سے لوگون کو تکلیف ہوگی اور امام ابو یوسف سے
مروی ہے کہ وہین رہے یہانتک کہ گل سڑکر گر پڑے وبعد اقامة الحد علیه لا یضمن ما فعل من اخذ مالٍ وقتلٍ وجرحٍ زیلعی اور اوسپر حد قائم کرنیکے بعد ضمان نہین اوسکے
فعل کا یعنی اخذ مال اور قتل اور زخم لگانیکا کذا فی الزیلعی ۂ ضمان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ مال خود بعینہ باقی نہین رہا اور اگر باقی ہوگا تو مالک کو دیا جاویگا کذا فی الملتقی وتجری
الاحکام المذکورة علی الکل بمباشرة بعضهم الاخذ والقتل والاخافة اور احکام مذکورہ سب قطاع الطریقون پر جاری ہونگے اونمین سے بعضے لوگون کے مال لینے اور قتل
کرنے اور ڈرانے سے یعنی اگرچہ افعال قطع طریق بعضے لوگ کرین اور باقی کھڑے رہین یا مدد کرین لیکن جبکہ اور تعزیر اور قطع اور قتل اور صلب سب پر جاری ہوگا علی حسب الحالات
القضاة دجمیعًا وعصا کالسیف اور پتھر اور اونکی لاٹھیان مانند تلوار کے ہین یعنی ہرچند امام اعظم کے نزدیک پتھر اور لاٹھی کے قتل سے قصاص نہین لیکن یہان بصورت
قتل ہوگا اسواسطے کہ یہ جزا بطریق قصاص نہین ہے لاٹھی اور تلوار مین فرق کیا جاوے بلکہ یہ جزای محاربہ خدا اور رسول ہے بنابر حد کے والحالة الخامسة ان اقتصر علی الجرح اخذ
قطع من خلافٍ وهدر جرحه لعدم اجتماع قطع وضمانٍ اور پانچوین حالت یہ ہے کہ اگر زخمی کرنیکے ساتھ مال لینا بھی ملا تو ہاتھ پانون جانب مخالف سے قطع کئے جاوینگے اور زخم کا خون
بہا باطل ہے بسبب جمع ہونے قطع اور ضمان کے وان جرح فقط او لم یقتل ولم یأخذ نصابًا قال الزیلعی او کان مع هذا الاخذ قتل فلا حد ایضًا لان المقصود
هذا المال وهی من الغرائب اور اگر فقط زخمی کیا یعنی نہ قتل کیا اور نہ بقدر نصاب مال لیا تو حد نہین زیلعی نے کہا اور اگر اس لینے کے ساتھ یعنی کمتر از نصاب لینے کے ساتھ قتل
تو بھی حد نہین ہے اسواسطے کہ مقصود یہان مال کا لینا ہے نہ قتل کرنا اور یہ مسئلہ عجائبات سے ہے ۂ یہ جواب ہے سوال مقدر کا عیسی بن ابان نے کہا کہ فقط قتل موجب ہے پھر یہان کیون حد نہوئی باوجود
زیادتی جنایت کے یعنی قتل کیا اور مال بھی لیا خلاصہ جواب کا جسکی طرف شارح نے اشارہ کیا وہ یہ ہے کہ درصورت اخذ مال قطاع الطریق کا قصد مال لینے کی طرف غالب ہے تو وہی معتبر ہوا
نہ غیر اوسکا بخلاف اس صورت کے جبکہ فقط قتل کیا بلا اخذ مال اسواسطے کہ صاف ظاہر ہوگیا کہ اونکا مقصود قتل تھا نہ مال لہذا یہان حد واجب ہوئی فوائد ظہیریہ مین اس مسئلہ کو غرائب مین
شمار کیا اسواسطے کہ زیادتی ہے جنایت موجب خفت حد ہوئی کذا فی الطحطاوی عن البحر او قتل عمدًا او اخذ المال فتاب قبل مسکه
ومن تمامها رد المال ولو لم یرده قیل لا حد یا راہزن نے قتل کیا عمدًا اور مال لیا پھر توبہ کی قبل گرفتار ہونے کی تو حد نہین
اور اوسکی توبہ کی تمامی مال کا پھیر دینا ہے حاکم کے گرفتار کرنے سے پہلے کذا فی المبسوط والمحیط اور اگر مال نہ پھیر دیگا بعضون نے کہا تو بھی اوسپر حد نہین کذا فی المنح

نقشہ سولی

عن البحر او کان منهم غیر مکلف او اخرس او کان ذا رحم محرم من احد المارة او شریک مفاوض یا قطاع الطریق میں کوئی شخص غیر مکلف ہو یا گونگا ہو یا کسی راہ چلنے
والے کا رہزن قرابتدار محرم ہو یا شریک مفاوض ہو تو کسی پر حد نہیں اسواسطے کہ جب ایک شخص سے بسبب عدم تکلیف یا گونگا ہونے یا محرمیت یا شرکت مالی سے حد ساقط ہوئی تو باقی سے بھی ساقط
ہو گئی بسبب اتحاد جنایت کے کذا فی المنح او قطع بعض المارة علی البعض یا قطع طریق کیا بعض راہ چلنے والوں نے بعض پر تو بھی حد نہیں بسبب اتحاد حرز کے تو قافلہ بمنزلہ دار واحد کے ہو گیا او قطع
شخص الطریق لیلا او نهارا فی مصر او بین مصرین یا رہزنی کی ایک شخص نے رات کو یا دن کو شہر کے اندر یا دو شہروں کے درمیان میں تو امام اور محمد کے نزدیک حد نہیں بسبب عدم
شرط قطع طریق وعن الثانی ان قصده لیلا مطلقا او نهارا بسلاح فهو قاطع وعلیه الفتوی بحر و درر واقره المصنف اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ اگر اوس نے
قطع طریق کا قصد کیا رات کو کسیطرح یا دن کو ہتھیار کے ساتھ تو وہ شخص قاطع طریق ہے تو حد اوس پر جاری ہو گی اور اسی پر فتوی ہے کذا فی البحر والدرر اور مصنف نے بھی اسکو اپنی شرح میں مسلم
رکھا ہے فلا حد جواب للمسائل الست تو حد نہیں یہ جواب ہے مسائل ستہ مذکورہ کا ہم اگرچہ مسائل مذکورہ میں حد ساقط ہوئی لیکن حقوق العباد کا مواخذہ ہو گا کذا فی الطحطاوی
یعنی قتل عمد میں قصاص ہے اور اخذ مال میں رد مال ہے اگر قائم ہو اور اگر قائم نہو تو ضمان ہے کذا فی المنح وللولی القود فی العمد والارش فی غیره او العفو فیهما اور مسائل مذکورہ
میں ولی مقتول کو جائز ہے قصاص لینا قتل عمد میں یا خون بہا لینا غیر عمد میں یا عمد اور غیر عمد میں معاف کر دینا والعبد فی حکم قطاع الطریق انتہی وکذا المرأة فی ظاهر
الروایة فتح لکنها لا تصلب مجتبی اور غلام قطع طریق کے حکم میں مانند آزاد کے ہے اور اسیطرح عورت ظاہر الروایت میں مانند مرد کے ہے کذا فی الفتح القدیر لیکن عورت سولی پر
نہ چڑھائی جاوے گی کذا فی المجتبی وفی السراجیة والدرر لو فیهم امرأة فباشرت الاخذ والقتل قتل الرجال دونها هو المختار اور فتاوی سراجیہ اور درر میں ہے
کہ قطاع الطریق کے گروہ میں ایک عورت نے بھی مال لیا اور قتال کیا تو مرد قتل کئے جاوینگے نہ عورت یہی قول مختار ہے عشر نسوة قطعن الطریق واخذن وقتلن قتلن وضمن
المال مثلا دس عورتوں نے قطع طریق کیا اور مال لیا اور قتل کیا تو سب قتل کیجاوینگی اور مال کا ضمان دینگی ہم یہ قتل بنا بر قصاص ہے نہ بنا بر حد کے بدلیل ضمانت کے اور یہ توجیہ قول مختار
پر مبنی ہے نہ ظاہر الروایت پر ویجوز ان یقاتل دون ماله وان لم یبلغ نصابا ویقتل من یقاتله علیه لاطلاق الحدیث من قتل دون ماله فهو شهید فتح
اور جائز ہے کہ مقاتلہ کرے انسان اپنے مال کی حفاظت کے واسطے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہ پہنچے اور قتل کرے اوسکو جو اوس سے اوسکے مال پر مقاتلہ کرتا ہے بدلیل اطلاق اس حدیث کے کہ جو
قتل کیا جاوے اپنے مال کے سوا یعنی اپنے مال بچانے میں مارا جاوے وہ شہید ہے کذا فی فتح القدیر ہم نسائی میں مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس آیا سو اوس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس میرا مال چھیننے کو آوے حضرت نے فرمایا کہ اوسکو تذکیر کر اللہ تعالی کی یعنی یوں کہہ کہ خدا کا عذاب ہے میرا مال ناحق مت چھین
اوس نے کہا کہ اگر وہ پند پذیر نہو تو فرمایا کہ اپنے آس پاس کے لوگوں سے استعانت کر اوس نے کہا کہ اگر کوئی مسلمان میرے پاس نہو تو فرمایا تو سلطان اور حاکم سے استعانت کر اوس نے کہا اگر حاکم
دور ہو مجھ سے فرمایا قاتل دون مالک یعنی مقاتلہ کر اپنا مال بچانیکے واسطے یہانتک کہ یا تو شہید ہو جاوے یا تو اپنا مال بچاوے کذا فی تیسیر الوصول ہم الراقی یہ ہے کہ سارق جب گھر میں گھسے اور اسباب کو نکالا تو اوسکو
قتل کرنا جائز ہے جبکہ سارق کے پاس متاع اوسکی ہے بدلیل حدیث قاتل دون مالک اور اگر سارق متاع پھینکدے تو صاحب مال کو اوس سے مقاتلہ جائز نہیں ہے اسواسطے کہ حدیث مذکور اوسکو
شامل نہیں اور سراجیہ میں ہے کہ سارقوں نے لوگوں کا مال لیا اور بھاگے اور مالکان مال نے اور لوگوں سے مدد چاہی سو اونھوں نے سارقوں کا پیچھا کیا تو اگر مال کے مالک ساتھ ہوں یا
ساتھ نہوں لیکن مددگار لوگ اونکے مال کو پہچانتے ہوں اور چوروں سے چھین سکتے ہوں تو ان مددگاروں کو مقاتلہ کرنا مال چھیننے کے واسطے درست ہے اور اگر مالک ساتھ نہوں اور مددگار اونکے مال کو
پہچانتے ہوں اور نہ چھین سکتے ہوں تو اونکو مقاتلہ کرنا جائز نہیں کذا فی المنح ومن تکرر الخنق منه فی المصر ای خنق مرارا ذکره مسکین قتل به سیاسة
لسعیه بالفساد وکل من کان کذلک یدفع شره بالقتل اور جس شخص سے گلا گھونٹنا اور پھانسی دینا شہر میں مکرر ہوا ہو یعنی بار بار یہ حرکت کی ہو تو وہ اسی سے قتل
کیا جاوے بطریق سیاست کے بسبب اوسکے فساد اوٹھانیکے اور جو شخص کہ ایسا مفسد ہو اوسکا شر قتل کرنے سے دفع کیا جاوے والا بان خنق مرة لا لانه کالقتل بالمثقل وفیه
القود عند غیر ابی حنیفة رحمه الله تعالی اور اگر ایسا نہو یعنی ایکہی بار اوس نے پھانسی دی ہو تو بطریق سیاست اوسکا قتل جائز نہیں اسواسطے کہ پھانسی سے مار ڈالنا بھاری
چیز سے قتل کرنیکے برابر ہے اور اوس میں قصاص ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے سوا اور سبکے نزدیک یعنی صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک اوس میں دیت ہے کذا فی المنح واللہ سبحانہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الجہاد

یہ کتاب ہے جہاد کے احکام میں اور اسکو کتاب السیر اور کتاب المغازی بھی کہتے ہیں سیر بکسر اول وفتح ثانی جمع ہے سیرت کی بکسر اول وسکون ثانی سیرت سیر بالفتح سے ہے سیر اور سفر دو قسم ہے ظاہری اور معنوی تجھ باعتبار قسم ثانی کے سیر بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے خواہ طریقہ نیک ہو یا بد چنانچہ بولتے ہیں کہ فلان محمود السیر ہے اور فلان مذموم السیر ہے اور اہل شرع کی زبان میں جنگ کفار اور اوسکے متعلقات میں سیر مستعمل ہے جیسے مناسک حج میں اسواسطے کہ لڑائی اور جہاد کو سیر اور سفر لازم ہے اور مغازی جمع ہے مغزاۃ کی اور مغزاۃ اور غزاۃ اور غزوہ بمعنی جنگ ہے کذا فی الفتح والمنح اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ باختیار جہاد کی دو شرطین ہیں اول یہ کہ کفار اسلام کو نہ قبول کرتے ہوں بعد اسکے اہل اسلام نے اونکو اسلام کی دعوت دی ہو اور اونسے عہد صلح کا نہ کیا ہو اور شرط ثانی یہ ہے کہ قتال کرنیسے قوت اور شوکت اور غلبہ اہل اسلام متوقع ہو اپنے اجتہاد اور تخمین کے موافق یا جسکی رائے اور اجتہاد پر اعتقاد اور اعتماد ہو اوسکی تجویز کے موافق اور اگر غلبہ مسلمین کا قتال میں امید نہو تو لڑنا حلال نہیں اسواسطے کہ دیدہ اور دانستہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اور حاکم جہاد کا ساقط ہونا واجب کیا ہے اور ذمی ہونا کہ اور حصول ثواب اور سعادت ہے آخرت میں مانند عبادات کے اور ترجمہ کا بعد الحدود لاتحاد المقصود ووجہ الترقی غیر خفی مصنف کتاب الجہاد کو لایا بعد کتاب الحدود کے بسبب اتحاد مقصود کے اور وجہ ترقی جہاد کی مخفی نہیں ہے حدود اور جہاد کا مقصود ایک چیز ہے یعنی خالی کرنا عالم کا فساد سے اور سیواسطے حدود اور جہاد دونوں بحث شش بخیرہ ہیں اور جہاد کی ترقی کی وجہ حدود پر یہ ہے کہ حدود میں اکثر معاملہ اہل اسلام سے ہے اور جہاد میں کفار سے تو معاملہ اہل اسلام کا اولی بالتقدیم ہوا یا یہ وجہ ہے کہ حدود میں ازالہ فسق ہے اور جہاد میں ازالہ کفر حالانکہ کفر جمیع مفاسد سے اعظم اور اقبح ہے یا یہ وجہ ہے کہ قتال کفار کا ثواب اعظم اور اکبر ہے وھو لغۃ مصدر جاھد فی سبیل اللہ اور جہاد باعتبار لغت کے مصدر ہے جاہد فی سبیل اللہ کا یعنی بذل وسعت اور کوشش کا خدا کی راہ میں اور یہ شامل ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کو وشرعا الدعاء الی الدین الحق وقتال من لم یقبلہ شمنی اور اصطلاح شرع میں جہاد عبارت ہے سچے دین کی طرف بلانے سے اور جو اوسکو نہ مانے اوسکو قتال کرنیسے کذا فی الشمنی ھم قہستانی نے کہا کہ شریعت میں جہاد عبارت ہے قتل کفار سے اور اونکی ضرب اور مال غارت کرنے اور اونکے معابد اور اصنام کے توڑنے وغیرہ سے اور مراد اجتہاد اور کوشش ہے دین کی تقویت میں اہل حرب سے اہل ارتداد اور اہل بغاوت سے لڑکر انتہی تو یہ جو شمنی نے تعریف جہاد میں فقط قتال پر اقتصار کیا تو اسواسطے کہ جہاد کا جزء اعظم قتال ہے اور مراد یہ ہے کہ قتال اور امداد مال وغیرہ سب جہاد میں داخل ہے تو تعریف ابن کمال کی جسکو شارح آگے ذکر کریگا تفصیل ہے اس اجمال کی کذا فی حاشیۃ الحلبی وعرفہ ابن کمال بانہ بذل الوسع فی القتال فی سبیل اللہ مباشرۃ او معاونۃ بمال او رای او تکثیر سواد او غیر ذلک انتہی اور ابن کمال نے جہاد کی تعریف اسطرحکی ہے کہ جہاد عبارت ہے بذل وسعت اور کوشش کرنیسے قتال فی سبیل اللہ میں بذات خود مستعد ہو کر یا مال کی مدد کر یا تدبیر بتا کر یا مسلمین کا جماؤ بڑھا کر یا سوای اسکے اور طرح کی مددگاری انتہی کلامہ یعنی جیسے خیمونکی تیمارداری اور غازیون کو کھانا پکادینا اونکو واسطے پانی لانا اونکی اہل وعیال کی خدمتگذاری کرنا سب جہاد میں داخل ہے چنانکہ اسکی تصریح احادیث میں مذکور ہے و من توابعہ الرباط وھو الاقامۃ فی مکان لیس وراءہ اسلام ھو المختار اور جہاد کے توابع اور ملحقات سے رباط ہے اور وہ عبارت ہے ایسے مکان کی اقامت سے جسکے آگے اسلام نہو یہی قول مختار ہے یعنی سرحد دار الاسلام میں مجاہدین کا اسواسطے ٹھہرنا کہ کفار دار الاسلام میں نہ آسکیں اور اہل اسلام کو ضرر نہ پہونچا دین اسکو رباط کہتے ہیں اسواسطے کہ اگر سرحد کے اندر رباط ہو تو جمیع اہل اسلام اپنے گھرون میں مرابط ٹھہرین حالانکہ ایسا نہیں اور بعضون نے کہا کہ جس موضع میں ایکبار کفار نے غارتگری کی وہ چالیس برس تک رباط ہوگیا اور جہان دو بار غارتگری ہوئی وہ ایکسو بیس برس تک رباط ہوا اور جہان تین بار غارتگری ہوئی وہ تا قیامت رباط ہے کذا فی فتح القدیر وصح ان صلوۃ المرابط بخمسمائۃ ودرھمہ بسبعمائۃ وان مات فیہ اجری علیہ عملہ ورزقہ وامن الفتان ویبعث شھیدا امنا من الفزع الاکبر وتمامہ فی الفتح اور بحدیث صحیح ثابت ہوا ہے کہ مرابط یعنی رباط کو ٹھہرنیوالے کی نماز پانسو نماز کی برابر ہے اور ایکدرم اوسکا سات سو درم کو صرف کرنیسے افضل ہے اور صحیح مسلم میں سلمان فارسی سے روایت ہے کہ جو رباط میں مرگیا اسکا عمل جو کرتا تھا قیامت تک جاری رہیگا اور روزی اوسکی جاری رہیگی اور فتنہ منکر اور نکیر وغیرہ سے محفوظ رہیگا اور طبرانی میں حدیث مرفوع ہے کہ جو مرابط مریگا وہ قیامت کے شہید مبعوث ہوگا اور فزع اکبر یعنی بڑی دہشت اور ہول سے قیامت میں محفوظ اوٹھیگا اور پورا بیان اسکا فتح القدیر میں ہے چنانچہ مترجم نے فتح القدیر سے پورا نقل کر دیا ف حدیث میں وارد ہے کہ جب ابن آدم مرتا ہے تو اوسکا عمل منقطع ہوجاتا ہے لیکن احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ تیرہ عملونکا ثواب موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے نشر علوم یعنی علوم دینی کی تعلیم کرنا یا علم دین کی کتاب تالیف کرنا یا کتاب دینی کا ترجمہ کرنا یہ سب نشر علوم میں داخل ہے ۲ دعای اولاد ۳ کھجور وغیرہ درخت کا بونا ۴ صدقات جاریہ مانند وقف وغیرہ ۵ قرآن مجید

گواروں کو واسطے چھوڑ جانا ۶ سرحد اسلام کی چوکیداری ۷ کنواں بنانا ۸ نہر جاری کرنا ۹ مسافرخانہ بنانا ۱۰ محل ذکر بنانا مثل مسجد اور خانقاہ اور مدرسہ دینی کے ۱۱ تعلیم قرآن مجید ۱۲ شہادت ۱۳ طریقہ نیک نکالنا جو لوگون مین رائج ہو کذا فی الطحطاوی ۞ فضیلت جہاد کی نہایت عظیم الشان ہے اور کیونکر نہو کہ عزیز ترین محبوبات پر سخت ترین تکالیف اور مشقات کا ڈالنا ہے یعنی جان نثاری اللہ سبحانہ کی رضامندی و تقرب کیواسطے اور اس سے زیادہ تر شاق نفس کو گھیر رکھنا ہے طاعات پر نشاط اور کمال مین علی الدوام اور نفسانی خواہشوں سے صاف کنارہ کرنا و لہذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی جنگ سے معاودت فرمائی کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر کہ پھرے ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف چنانچہ صحیح بخاری کی حدیث اسپر دلالت کرتی ہے کہا ابن مسعود نے یا رسول اللہ اعمال مین سے کون عمل افضل ہے فرمایا نماز کو اوسکے وقت پر پڑھنا مین نے پھر کون افضل ہے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا مین نے کہا پھر کون افضل ہے فرمایا فی سبیل اللہ جہاد کرنا اس حدیث مین نماز کے بعد جہاد کی فضیلت فرمائی اور ابوہریرہ کی متفق علیہ حدیث مین جہاد کو بعد ایمان کے افضل فرمایا ہے ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا اللہ اور اوسکے رسول کے ساتھ ایمان لانا سوال ہوا کہ اسکے بعد کون افضل ہے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ سوال ہوا کہ پھر کون افضل ہے فرمایا حج مقبول تو اس حدیث مین صلوٰۃ اور زکوٰۃ ایمان کے لفظ مین داخل ہین بطریق عموم مجاز کے تو دونون حدیثون مین کچھ معارضہ باقی نہ رہا اسواسطے کہ اسمین کچھ تردد کا مقام نہین کہ صلوٰۃ خمسہ پر مواظبت کرنا اونکے اوقات مستحبہ مین افضل ہے جہاد سے اسواسطے کہ نماز فرض عین ہے اور بار بار واجب ہوتی ہے بخلاف جہاد کے اور اسواسطے کہ جہاد فرض نہین ہوا مگر شیوع ایمان اور اقامت صلوٰۃ کے واسطے تو مقصود بالغیر اور حسن لغیرہ ہوا بخلاف ایمان اور نماز کے کہ وہ مقصود بالذات اور حسن لعینہا ہین چنانچہ جامع ترمذی کی حدیث صحیح مین صاف مصرح ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اوسکی جسکے قابو مین میری جان ہے کہ کوئی عمل درجات آخرت کی طلب مین بعد صلوٰۃ مفروضہ کے جہاد فی سبیل اللہ کے برابر نہین بالجملہ احادیث صحیحہ فضائل جہاد مین بکثرت ہین ازانجملہ حاکم نے بخاری کی شرط پر عمران بن حصین سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑا ہونا مرد کا صف مین فی سبیل اللہ افضل ہے خدای تعالیٰ کے نزدیک ستر برس کی عبادت سے ابوداود مین انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد جاری ہے جبسے کہ مجھکو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا یہان تک کہ میری پچھلی امت دجال سے لڑیگی اسکو باطل نکریگا ظالم کا ظلم اور نہ عادل کا عدل انتہی اور اجماع اسپر قائم ہے تو جہاد کا نسخ بعد زمان رسالت متصور نہین کذا فی فتح القدیر جامع ترمذی مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لڑا اللہ تعالیٰ کی راہ مین بقدر فواق[1] ناقہ تا کہ اللہ کا دین بلند ہو تو اوسکے واسطے جنت واجب ہوتی اور سوای ابوداود کے صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ کون عمل جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے فرمایا کہ تم اوسکو نکرسکوگے پھر اصحاب نے دو تین بار یہی سوال کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مثل ایسے صائم اور قائم اور قانت بآیات اللہ کے مانند ہے جسکے صیام اور صلوٰۃ مین فتور نہین واقع ہوتا یہانتک کہ مجاہد اپنے گھر پلٹ آوے یعنی جو تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات نماز اور قرآن مین بسر کرے ایک لمحہ آرام نکرے وہ البتہ مجاہد کے برابر ثواب مین ہو سکتا ہے سو ایسا آدمی سے متصور نہین اور ترمذی مین ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آنکھونکو آگ نہ لگیگی یعنی آتش جہنم نہ جلاویگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئی اور وہ آنکھ جو حراست فی سبیل اللہ مین جاگی اور مسلم اور نسائی مین ابومسعود بدری سے مروی ہے کہ ایکمرد ناقہ مخطومہ لایا اور بولا کہ جہاد کیواسطے ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھکو اسکے عوض قیامت کے دن سات سو اونٹنیان مخطومہ یعنی نکیل والیان ملینگی اور صحیحین وغیرہما مین زید بن خالد سے روایت ہے کہ جس نے سامان درست کردیا غازی نے فی سبیل اللہ کا البتہ اوس نے خود جہاد کیا اور جو غازی کے اہل و عیال کی پیچھے خبرگیری کرتا رہا وہ بھی غازی ہے اور ابوداود مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاد واجب ہے تم پر ہر سردار نیکوکار یا بدکار کے ساتھ اور نماز واجب ہے تم پر ہر مسلمان نیکوکار یا بدکار کے پیچھے اگرچہ کبائر گناہ کرتا ہو اور صحیح مسلم وغیرہ مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مرگیا اور اوسنے جہاد نکیا اور جہاد کرنیکا اپنے دلمین بھی خیال نکیا وہ شعبہ نفاق پر مرگیا اور صحیحین وغیرہما مین ابوموسی سے روایت ہے کہ حضرت سے کسی نے پوچھا کہ مرد لڑتا ہے اظہار شجاعت کے واسطے یا لڑتا ہے حمیت کے واسطے یا اپنی نمود کے واسطے لڑتا ہے ان مین کون سے فی سبیل اللہ ہے فرمایا جو قتال اسواسطے کرے کہ کلمۃ اللہ یعنی دین خدا کا بلند ہو وہ شخص مجاہد فی سبیل اللہ ہے اور ابوداود مین ابوہریرہ سے مروی ہے کہ ایکمرد نے کہا یا رسول اللہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ کا ارادہ کرتا ہے اور حالانکہ متاع دنیا کی خواہش رکھتا ہے یعنی غنیمت کے مال کا آرزومند ہے تو حضرت نے فرمایا کہ اوسکو کچھ ثواب نہین پھر سائل نے تین بار اسی سوال کا اعادہ کیا حضرت ہر بار یہی فرماتے تھے کہ اوسکو کچھ ثواب نہین کذا فی تیسیر الوصول ۞ وہو فرض کفایۃ کل ما فرض لغیرہ فہو فرض کفایۃ اذا حصل المقصود بالبعض والا ففرض عین لہذا قدم الکفایۃ

[1] فواق بالضم [illegible] اونٹنی کو دو دفعہ دوہنے مین جو وقفہ ہوتا ہے یعنی ایکبار دوہکر چھوڑ دیتے ہین اور پھر [illegible] تو اوس وقت کو فواق کہتے ہین کذا فی الصراح ۱۲

لیکن یہ جہاد فرض کفایہ ہے یعنی بعضوں کو جہاد کرنے سے سب کے ذمہ سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے شارح کہتا ہے جو چیز اپنے غیر کے سبب سے فرض ہوتی ہے وہ فرض کفایہ ہے جبکہ بعض لوگوں کے کرنے سے مقصد حاصل ہو جائے
اور اگر ایسا نہو یعنی جو عبادات خود فرض ہوتے ہیں انکی جہت سے ہو اگرچہ وہ فرض لغیرہ ہو لیکن بعض کو کرنے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا تو وہ فرض عین ہے اور شاید کہ مصنف نے فرض کفایہ کو مقدم کیا فرض عین پر بسبب
اسکی کثرت کے شعر ہے کلام دوام کا مفید ہے اس لئے کہ جہاد کا فرض عین ہونا اور دوسرے فرض کفایہ ہونا دلیل فرضیت جہاد کی تو اوامر قطعیہ ہیں قال اللہ تعالی قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً وَقَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَكُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ لڑو مشرکوں سے سب سے اور فرمایا کہ قتال کرو
ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ کا اور پچھلے دنکا یعنی قیامت کا اور فرمایا کہ فرض کیا گیا تمپر قتال اور فرمایا کہ قتل کرو انکو یہانتک کہ فتنہ یعنی کفر کا فتنہ نہ باقی رہے اور سب دین اللہ کا ہو جاوے اگر کوئی کہے کہ ان
آیات کا عموم صغیر اور مجنون کا مخصوص ہے اور عام مخصوص ظنی الدلالہ ہو جاتا ہے اور اس سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی اوسکا جواب یہ ہے کہ خروج صغیر اور مجنون کا عقل سے ثابت ہے تو ایسی تخصیص سے عام ظنی نہیں
ہوتا اور عورت اور مریض سے کہ وہ مخاطب بخطاب جہاد نہیں اسواسطے کہ خطاب جہاد اونہیں لوگوں سے جو لیاقت محاربہ کی رکھتے ہیں اور جہاد کا فرض کفایہ ہونا اسواسطے ہے کہ وہ فرض لعینہ نہیں
کیونکہ فی نفسہ افساد ہے بلکہ لغیرہ فرض ہے یعنی دین الہی کے غالب کرنے واسطے اور عباد مسلمین کے اوپر سے دفع شر کے لئے فرض ہوا ہے تو جبکہ یہ بعض لوگوں کے کرنے سے حاصل ہوگا تو باقی لوگوں
سے ساقط ہو جاویگا جیسا کہ نماز جنازہ اور سلام کا جواب اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیات قرآنی سے تو جہاد فرض عین معلوم ہوتا ہے تو اسکو فرض کفایہ جاننا اور ظاہر سے عدول کرنیکی کیا وجہ ہے اوسکا جواب
یہ ہے کہ موجب عدول یہ آیت قرآنی ہے لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ الی قولہ وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى یعنی حق تعالی نے فرمایا بیٹھنے والے
مومنین سوائے اہل ضرر کے اور مجاہدین برابر نہیں پھر آخر آیت میں فرمایا اور ہر ایک سے اللہ تعالی نے نیکی کا وعدہ کیا ہے تو اگر جہاد فرض عین ہوتا تو قاعدین سے نیکی کا وعدہ نہوتا بلکہ وہ مستحق عذاب
ہوتے اور بروایت صحیح ثابت ہوا ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعضی لڑائی میں تشریف نہ لیجاتے تھے اگر فرض عین ہوتا تو تخلف حضرت کا ممکن نتھا کذا فی المنح طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر
مسلمین کے ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر نے جہاد کیا تو واجب سب سے ساقط ہو گیا اگرچہ کسی گروہ نے بھی جہاد نکیا ہو اور اگر ہر گروہ نے گمان کیا کہ ہمارے غیر لوگوں نے جہاد نہیں کیا تو سب پر واجب ہوگا اور اگر ایک
گروہ نے دوسرے گروہ کو جہاد کرنیکا گمان کیا اور دوسرے گروہ نے عدم جہاد کا گمان کیا تو دوسرے گروہ پر واجب ہوگا نہ اول گروہ پر اسواسطے کہ مدار وجوب کا یہاں ظن پر ہے کیونکہ غیر کے فعل اور عدم کا علم
قطعی اسکو معلوم ہونا متعسر ہے ابتداءً وان لم یبدؤنا وأما قوله تعالی فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ وتحریمه فی الاشهر الحرم فمنسوخ بالعمومات کاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ
وَجَدْتُمُوهُمْ جہاد فرض ہے پہلے بھی اگرچہ کفار نے ہم سے لڑائی کی ابتدا نکی ہو اور رہ وہ جو آیت قرآنی ہے کہ اگر کافر تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو اور تحریم جہاد کی بزرگ مہینوں میں یعنی رجب اور
ذیقعدہ اور ذی الحجہ اور محرم میں سو منسوخ ہے عمومات آیات سے چنانچہ یہ آیت کہ لڑو مشرکین سے جس وقت اور جہاں انکو پاؤ اسواسطے کہ لفظ حیث کا زمان اور مکان دونوں میں مستعمل ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی
ان قام به البعض ولو عبیدا او نساء سقط عن الکل جہاد فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعضے لوگ اوسکو قائم کریں اگرچہ وہ لوگ غلام یا عورتیں ہوں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے شرح بعض کے
جہاد سے اوسوقت کل سے فرضیت ساقط ہوتی ہے جب کفایت حاصل ہو اور اگر بعض کا جہاد دفع کفار میں کافی نہو تو کفار سے اقرب فالاقرب پر جہاد فرض ہے سو اگر کفایت نہوتی ہو بدون تمام مسلمین کے
تو اوسوقت میں جہاد فرض عین ہو جائیگا مانند صوم اور صلوة کے کذا فی المنح والا یقم به احد فی زمن ما اثموا بترکه ای اثم الکل من المکلفین اور اگر جہاد کو کسی نے قائم کیا
کسیوقت میں تو اوسکے ترک کرنیسے سب گنہگار ہونگے یعنی سب عاقل بالغ مسلمان گنہگار رہونگے شرح یعنی ہر زمانہ میں اگر بعض مسلمین جہاد نکریں تو سب عاصی ہونگے اور یہ مطلب نہیں کہ اگر
کسی زمانہ میں بعضے جہاد کرینگے تو ہر وقت کے مسلمین سے گناہ ساقط ہو گیا لکن ان توهم ان فرضیته تسقط عن اهل الهند بقیام اهل الروم مثلا بل یفرض علی الاقرب
فالاقرب من العدو الی ان تقع الکفایة فلو لم تقع الا بکل الناس فرض عینا کصلوة وصوم ومثله الجنازة والتجهیز وتمامه فی الدرر اور یہ نہیں
ایسا سمجھے غلط سمجھیو کہ فرضیت جہاد اہل ہند سے ساقط ہو جاتی ہے اہل روم کے جہاد کرنیسے مثلا بلکہ جہاد فرض ہے اوسپر جو زیادہ تر قریب ہے دشمن یعنی کفار سے پھر اونکے بعد اوسپر جو اونسے
اقرب ہے یہانتک کہ کفایت حاصل ہو یعنی غیر کی مدد کی حاجت نرہے کفار منہزم ہو جاویں سو اگر کفایت نہ حاصل ہوتی ہو بدون سب آدمیوں کے تو اسوقت میں سب پر جہاد فرض
عین ہو جائیگا مانند صلوة اور صوم کے اور جہاد کو مانند ہے نماز جنازہ اور تجہیز میت اور پورا بیان اسکا درر میں ہے شرح یعنی اگر ایک مسلمان شہر کے کنارے مر گیا تو اوسکے پڑوسیوں اور اہل محلہ
اوسکی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ فرض ہے نہ محلات بعیدہ پر اور اگر اوس محلہ کے قریب دوسرے محلہ والوں نے جانا کہ اہل محلہ میت اوسکے حقوق ادا نہیں کرتے یا عاجز ہیں تجہیز اور تکفین سے تو دوسرے محلہ والوں پر فرض ہوگا اور اگر

بھی کوتاہی کرینگے یا عاجز ہونگے تو تیسرے اہل محلہ پر تجہیز میت فرض ہوگی وعلی ہذا القیاس جمیع محلات پر الاقرب فالاقرب فرض ہوگی لا یفرض علی صبی وبالغ لہ ابوان او احدہما
لان طاعتہما فرض عین قال صلی اللہ علیہ وسلم للعباس بن مرداس لما اراد الجہاد الزم امک فان الجنۃ عند رجل امک سراج جہاد فرض نہیں صغیر پر اور اوس بالغ پر
جسکے ماں باپ یا ایک کوئی اونمیں سے زندہ ہے اسواسطے کہ اطاعت والدین کی فرض عین ہے تو فرض کفایہ کیواسطے فرض عین ترک نہوگا اور فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن
مرداس سے جبکہ اونہوں نے جہاد کا ارادہ کیا لازم پکڑ اپنی ماں کو اسواسطے کہ بہشت تیری ماں کے قدم کے پاس ہے کذا فی السراج ھم جہاد میں جانا درصورت ناخوشی والدین حرام ہے اسواسطے کہ
اونکی اطاعت اوسپر فرض عین ہے اور جہاد فرض عین نہیں صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت مانگنے آیا فرمایا کیا تیرے والدین زندہ
ہیں فرمایا اونہیں میں جہاد کر اور ابن مسعود کی حدیث جو مذکور ہو چکی اوسمیں ہے کہ والدین جہاد پر مقدم ہے اور ابو داود میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کیطرف ہجرت کی یمن کے ملک سے تو فرمایا کہ یمن میں کوئی تیرا ہے اوسنے کہا میرے والدین ہیں فرمایا تجھکو اذن دیا ہے بولا نہیں فرمایا تو پلٹ جا اور اونسے اجازت لے اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کر
اور جو اجازت نہ دیں تو اونکے ساتھ نیکی اور خدمتگذاری کر کذا فی الفتح بحر الرائق میں ہے کہ اصول کے سوا اور اہل و عیال اگر مرد کے جہاد کرنے کو مکروہ جانیں تو اگر اونکے ضائع ہونے کا خوف ہو تو بدون اونکی
اجازت کے خروج مکروہ ہے وفیہ یحل سفر فیہ خطر الا باذنہما وما لا خطر فیہ یحل بلا اذن ومنہ السفر فی طلب العلم اور سراج میں ہے کہ جس سفر میں ہلاکی کا خوف ہو جیسے جہاد اور سمندر کا
سفر کذا فی حاشیۃ الچلپی تو اوسمیں جانا حلال نہیں بدون اذن والدین کے اور جس سفر میں خطر نہیں وہ بدون اذن کے حلال ہے اور سفر بلا خطر میں طلب علم کا سفر کرنا داخل ہے اور اسیطرح ہے تجارت و حج کا
سفر کذا فی البحر وعبد وامرأۃ ای لا یفرض علیہما لحق المولی والزوج ومفادہ وجوبہ لو امرہما الزوج بہ فتح وعلی غیر المزوجۃ نہر قلت تعلیل الشمنی بضعف بنیتہما یفید
خلافہ قال فی البحر انما یلزمہا امرہ فیما یرجع الی النکاح وتوابعہ اور جہاد فرض نہیں غلام اور عورت پر بسبب فرض ہونے حق مولی اور زوج کے اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے واجب ہونا جہاد کا عورت پر اگر عورت کا
زوج اسکو جہاد کا امر کرے کذا فی الفتح اور غیر منکوحہ پر واجب ہو تعلیل مذکور سے نکلتا ہے کذا فی النہر شارح کہتا ہے اور تعلیل شمنی کی بوجہ ضعیفی جسم عورت اوسکی مخالف کی مفید ہے یعنی عدم وجوب کی اگرچہ زوج
بھی امر کرے بحر الرائق میں کہا کہ عورت پر زوج کا امر لازم الاتباع نکاح اور توابع نکاح کے متعلقات میں ہے یعنی امر جہاد متعلقات نکاح سے خارج ہے تو عورت پر امتثال اوسکا لازم نہیں تو وجوب جہاد بھی
نہیں ہم تعلیلات مذکورہ پر وجوب و عدم وجوب کو مستفاد کرنا ممنوع ہے اسواسطے کہ عدم وجوب قہستانی میں محیط سے منصوص ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ جہاد وغیرہ عورت پر واجب نہیں خواہ اونکو
حکم کیا ہو یا نہو اسواسطے کہ عورت سر سے قدم تک واجب الستر ہے اور جہاد میں انکشاف عورت ہو جاتا ہے چنانچہ محیط میں ہے تو مزوجہ کی خصوصیت نہ رہی جیسا بعضون نے گمان کیا ہے کذا فی الطحطاوی
واعمی ومقعد ای اعرج فتح اور جہاد فرض نہیں اندھے اور لنگڑے پر کذا فی الفتح ھم فتح القدیر میں مقعد معنی اعرج دیوان ادب سے منقول ہے اور جوہری نے مغرب سے نقل کیا کہ مقعد وہ ہے جسکو
بیماری نے چلنے پھرنے سے تھکا دیا واقطع الیدین او احداہما اور جہاد واجب نہیں دست بریدہ پر بسبب عاجز ہونے اندھے اور لنگڑے اور دست بریدہ کو ہم معذور ہونا اعمی اور اعرج اور مریض اور ضعفا کا قرآن
مجید میں صریح ہے اسواسطے کہ مدار تکلیف قدرت پر ہے قہستانی نے کہا امین شیخ نے کہا ہے اسکا کہ جو شخص عاجز ہو جہاد سے کسی سبب سے اوسپر فرض نہیں چنانچہ اختیار میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے
ومدیون بغیر اذن غریمہ بل وکفیلہ ایضا ولو بامرہ تجنیس ولو بالنفس نہر وھذا فی الحال اما المؤجل فلہ الخروج ان علم رجوعہ قبل حلولہ خلیہ اور فرض نہیں قرضدار پر بلا
اذن قرضخواہ کے بلکہ کفیل کی بھی اگرچہ قرضدار کی اذن سے ضامن ہوا ہو کذا فی التجنیس اگرچہ ضامن مال کا نہو بلکہ حاضر ضامن ہو تو بھی بلا اذن اوسکو جہاد کرنا فرض نہیں اور یہ
بغیر اذن قرضخواہ یا ضامن کا فی الحال کے قرض اور ادا کرنے میں شرط ہے اور میعادی قرض میں تو اوسکو جہاد کیواسطے جانا جائز ہے اگر اپنا پلٹ آنا قبل مدت ہونے کے معلوم ہو کذا فی الذخیرہ ھم
صحیح مسلم میں عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے دین کے وعالم لیس فی البلدۃ افقہ منہ فلیس لہ الغزو لخوف
ضیاع اھلہا سراجیہ وعمم فی البزازیۃ السفر ولا یخفی ان المقید یفید غیرہ بالاولی اور اوس عالم پر فرض نہیں جس سے زیادہ تر فقیہ شہر میں نہیں تو اوسکو جہاد کرنا جائز نہیں لوگوں کے
ضائع ہونیکے خوف سے کذا فی السراجیہ یعنی جسبب اہل شہر کا شہر میں بطور تحقیق کے بتا دو الا نہیں تو وہاں کے اہل اسلام ضائع ہوویں سبب شبہ اور جہالت کے اور بزازیہ میں ہر سفر کو عام کہا ہے
یعنی ایسے عالم کو کوئی سفر کرنا جائز نہیں اور پوشیدہ نہیں ہے کہ مقید غیر مقید کا بطریق اولی مفید ھم مستفید ہے مراد سفر فقہیہ سے جہاد کیواسطے وجہ افادہ کی یہ ہے کہ جب جہاد کا سفر باوجود فرض کفایہ
ہونیکے ممنوع ہوا تو غیر جہاد کا سفر جو فرض نہیں ہے بطریق اولی ممنوع ہوگا الطحطاوی نے کہا غیر جہاد کے سفر کو لازم نہیں کہ غیر فرض ہو بلکہ کبھی غیر جہاد کا سفر فرض عین ہو جاتا ہے جیسا حج مفروض کا سفر

کمان اور منجنیق ہو خواہ بندوق اور توپ پر بان وما اصیب منہم ای من المسلمین لادیة فیه ولا کفارة لان الفروض لا تقرن بالغرامات اور جو مسلمان اونکی طرف کی
سپر بنانے سے قتل ہوجاوین تو اوسمین نہ دیت ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتال کرنا فرض ہے اور فرائض تاوان سے مقرون نہین ہوتے ہم اثنائی مین آواز بلند کرنا مستحب نہین اور مکروہ بھی نہین اگر
اوسمین ترغیب مسلمین کا فائدہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور مجاہدین کو دارالحرب مین ناخن بڑہانا مستحب ہے اسواسطے کہ اگر ہتیار وغیرہ ہاتھ سے گر پڑے تو ناخن سے کام لیا جاوے ذکر کیا
جیسے مونچھون کو بڑہانا غازی کو سنت ہے تاکہ دشمن پر دہشت ہو کذافی البحر خانیہ مین ہے کہ مسلمانون کو لائق نہین کہ جب بارہ ہزار ہون تو فرار کرین اگرچہ کفار زیادہ ہون ہم اسواسطے
کہ حدیث ترمذی مین وارد ہے کہ بارہ ہزار بسبب قلت کے مغلوب نہین ہونگے فتاوی عالمگیری مین ہے کہ یہ عدم فرار اسوقت ہے جبکہ سب لوگ متفق الکلمہ ہون اور اگر اختلاف ہو تو جتنہ کا
اعتبار ہے ولو فتح الامام بلدة وفیها مسلم او ذمی لا یحل قتل احدهم اصلا ولو اخرج واحد ما حل حینئذ قتل الباقی لجواز کون المخرج هو ذلک فتح اور اگر امام نے
دارالحرب کا کوئی شہر فتح کیا جسمین ایک مسلمان یا ذمی کافر تھا تو اونمین سے کسیکا قتل کرنا اصلا جائز نہین اور اگر ایک کوئی شخص اونمین سے نکال دیا گیا ہو تو اسوقت مین باقی لوگون کا
قتل کرنا حلال ہے اس احتمال سے کہ جو شخص نکالا گیا شاید وہی مسلمان یا ذمی ہو کذافی فتح القدیر ونهینا عن اخراج ما یجب تعظیمه ویحرم الاستخفاف به کمصحف وکتب فقه
وحدیث وامرأة ولو عجوزا للمداواة هو الاصح ذخیرة وافاد بالنهی ما فی مسلم لا تسافروا بالقرآن فی الارض العدو اور ہم ممنوع ہین اوسکے نکالنے سے جسکی تعظیم واجب ہے
اور اسکا استخفاف اور بے ادبی حرام ہے جیسا کہ مصحف اور کتابین فقہ اور حدیث کی اور عورت کا اخراج ممنوع ہے اگرچہ عورت بڈہی ہو دوا کرنیکے واسطے یہی قول صحیح ہے کذافی الذخیرہ اور مصنف نے نہی
صحیح مسلم کی حدیث کا ارادہ کیا کہ سفر مین قرآن کو نہ لیجاؤ دشمن کی زمین مین ہم دلیل اگرچہ قرآن مین خاص ہے لیکن علت عامہ فقہ اور حدیث کو بھی قرآن کے ساتھ ملحق کر دیا
الا فی جیش یؤمن علیه فلا کراهة لکن اخراج العجائز للمداواة اولیٰ مگر اوس بڑے لشکر مین قرآن وغیرہ کا لیجانا ممنوع اور مکروہ نہین جسمین اوسپر امن حاصل ہو لیکن بڈہی عورتون
اور لونڈیون کا ساتھ لیجانا کام کیواسطے بہتر ہے جوان اور آزاد کے لیجانے سے کہ جنگ دے سردار طحطاوی نے امام کا قول نقل کیا کہ بڑا لشکر چار سو ہے اور کمتر کا سات ایک سو واذا دخل
مسلم الیهم بامان جاز حمل المصحف معه اذا کانوا یوفون بالعهد لان الظاهر عدم تعرضهم هدایة اور جبکہ مسلم دارالحرب مین اونسے امان لے کر جاوے
تو مصحف کا ساتھ لیجانا جائز ہے بشرطیکہ وہ عہد کو پورا کرتے ہون اسواسطے کہ ظاہر اوہ متعرض نہونگے کذافی الهدایة ونهینا عن غدر وغلول وعن مثلة بعد الظفر بهم اما قبله
فلا باس بها اختیار اور ہم ممنوع ہین عہد شکنی اور خیانت اور ناک اور کان کاٹنے سے اونپر فتح پانے کے بعد اور فتح پانے کے پہلے امور مذکورہ کے کرنے مین کچھ مضائقہ نہین
کذافی الاختیار ہم نقض عہد کی یہ صورت ہے کہ مثلا ہم سے اور اون سے عہد ہوگیا کہ آج کے دن نہ لڑینگے یہانتک کہ اونکو اطمینان ہوا تو اب اوسدن لڑنا جائز نہین کہ عہد شکنی حرام ہے
اور عین لڑائی کیوقت فریب کرنا اور دہوکھا دینا جائز ہے اسطرح کہ بلا عہد ہمنے ایسی حرکت کی کہ اونکو معلوم ہوا کہ آج لڑائی نہوگی سو وہ مطمئن ہوگئے پہر ہمنے اونپر حملہ کیا یا اہل اسلام
کسی اور سمت چلے گئے اور کافر غافل ہوگئے پہر ناگہان رات کو اونپر ٹوٹ پڑے اور چھاپہ مارا اور علی ہذا القیاس دیگر حیلے کہ بہت طرح کے ہین فتح القدیر مین ہے کہ حالت قتال مین مبارز
نے ہاتھ مارا اسکو کافر کا کان کاٹا پہر ہاتھ مارا تو آنکھ پھوڑ دی پہر ہاتھ مارا تو ناک اور ہاتھ کاٹے تو یہ جائز ہے انتہی پس حالت قتال کی قید سے معلوم ہوا کہ جب کافر کو
گرفتار کر لیا تو اوسکو مثلہ کرنا یعنی ناک کان ہاتھ کاٹنا جائز نہین اور اختیار شرح مختار سے کہتا ہے کہ اگر بغیر جنگ کے قابو ہو تو جائز نہین ہے وعن قتل امرأة وغیر مکلف
وشیخ فان لا صیاح وکلا نسل له فلا یقتل ولا اذا ارتد اور ہم ممنوع ہین عورت اور غیر مکلف یعنی نابالغ اور مجنون اور نہایت کہ بڈہے کے قتل کرنے سے
جسکو چیخنے کی طاقت ہو جنگ کے وقت کذافی البحر اور اولاد ہونے کی اوس سے توقع ہے تو ایسا بڈہا نہ قتل کیا جاوے اور نہ جب کہ مرتد ہو جاوے ہم رازی نے شرح طحاوی مین کہا
کہ شیخ فانی کامل العقل حالت ارتداد مین مقتول ہو اور جو بڈہا خرف پریشان حواس ہے وہ مقتول نہوگا کہ مجنون کے حکم مین داخل ہے واعمی ومقعد وزمن ومعتوه وراهب
واهل کنائس لم یخالطوا الناس اور ہم ممنوع ہین کا اندہے اور لنگڑے اور دائم المرض خستہ حال اور بیہوش اور درویش نصرانی تارک الدنیا اور یہودیون کے عبادتخانہ
والے لوگ جو آدمیون سے نہین ملتے ان سب کو قتل کرنے سے ہم اسواسطے کہ اہل اسلام کو اونسے کچھ ضرر نہین اور یہی حال ہے ہندوستان کے اون جوگیون کا جو گوشہ گیر
اور کوہ نشین ہین الا ان یکون احدهم ملکا او ذا رأی او مال فی الحرب مگر جبکہ اشخاص مذکورین سے کوئی بادشاہ یا لڑتا ہو یا لڑائی مین

صاحب تدبیر یا صاحب مال ہو تو قتل کیا جائیگا یعنی عورت یا صغیر یا مجنون یا بہت بوڑھا یا اندھا یا لنگڑا یا اپاہج یا اہل المرض یا سوتی یا راہب یا اہل کنیسہ بادشاہ ہوگا تو قتل کیا جاویگا اور اگر انہیں سے
کوئی قتال کرتا ہوگا تو مارا جاویگا لیکن صغیر اور مجنون فقط قتال ہی کی حالت میں مارے جاوینگے نہ بعد قتال کے اور بوڑھے اور راہب وغیرہ بعد قتال کے گرفتار ہو جانے کے بھی مقتول ہونگے اور بادشاہ عورت
بہر صورت مقتول ہوگی قتال کرے یا نکرے اور اسیطرح لڑکا یا معتوہ اگر بادشاہ ہوگا تو مطلقاً مقتول ہوگا اسواسطے کہ بادشاہ کے قتل میں کفار کی کسر شوکت ہے اور بہت بوڑھا صاحب تدبیر جنگ بھی
مقتول ہوگا اسواسطے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے درید بن الصمۃ کو کہ لشکر ہوازن کا صاحب تدبیر تھا قتل کیا حالانکہ اندھا تھا اور اوسکی عمر ایک سو بیس برس کی تھی کذا فی فتح القدیر
ویقتل من لا یحل قتله ممن ذکر فعلیه التوبة والاستغفار فقط کسائر المعاصی لان دم الکافر لا یتقوم الا بالامان ولم یوجد ثم لا یترکون فی دار الحرب بل یحملهم
تکثیرا للفیئ وتمامه فی السراج وھاج اور اگر کسی مسلمان نے قتل کر ڈالا اوسکو جسکا قتل حلال نہیں منجملہ اشخاص مذکورین کو تو اوسپر فقط توبہ اور استغفار لازم ہے جیسا کہ باقی معاصی پر توبہ لازم ہے اسواسطے کہ
کافر کا خون متقوم اور محفوظ نہیں مگر پناہ دینے سے اور حالانکہ وہ یہاں موجود نہیں لہذا دیت وغیرہ قاتل پر نہیں پھر دریافت کرنا چاہیے کہ جنکا قتل جائز نہیں اونکو اہل اسلام بعد فتح کے دار الحرب میں چھوڑ نہ دیں
بلکہ اونکو دار الاسلام میں اوٹھا لاویں غنیمت کے بڑھانے کے واسطے اور پورا بیان اسکا سراج وہاج میں ہے اور آگے اونکا حکم سراج وہاج کی اوس تقریر سے ہے کہ جنکا قتل جائز نہیں اگر اہل اسلام کو قدرت ہو تو
اونکو دار الاسلام میں گرفتار کر لاویں اور دار الحرب میں اونکو نہ چھوڑیں اسواسطے کہ جب عورتیں وہاں رہیں تو اونسے اہل حرب کی اولاد ہوگی اور یہی حال ہے اطفال کا کہ اونکو رہنے سے کفار کو قوت ہوگی
اور اونکے لانے میں مسلمین کو فائدہ ہے اور اسیطرح معتوہ اور اندھے اور لنگڑے اور مفلوج اور مقطوع الید والرجل دار الحرب میں چھوڑ دئیے جاویں کہ اونسے اولاد ہوگی اور کفار کا گروہ زیادہ ہوگا اور بہت بوڑھے جو قتال کے
قابل نہیں اور تدبیر بھی نہیں کر سکتا اور اوس سے نسل ہونی ممکن ہو تو اوسکو چاہیں لاویں اور چاہیں وہیں چھوڑ آویں کہ کفار کا اوس میں کچھ فائدہ نہیں اور یہی حکم ہے بہت بوڑھیا کا کذا فی المنح

فروعات دو مسئلے ملحق شرح کے الاول لا بأس بحمل رأس المشرک لو فیه غیظهم او فراغ قلبنا وقد حمل ابن مسعود رأس ابی جهل والقاها بین
یدیه علیه الصلوة والسلام فقال صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر هذا فرعونی وفرعون امتی کان شره علی وعلی امتی اعظم من شر فرعون علی موسی وامته ظهیریة پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کچھ ڈر
نہیں مشرک کا سر اوٹھا لے آنے میں یعنی برچھی وغیرہ پر اگر اسمیں کفار کو رنج اور غصہ آوے یا ہمارے دل کی تسکین ہو اور عبد اللہ ابن مسعود نے ابو جہل کا سر اوٹھا لایا تھا اور اوسکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیا تھا تو حضرت نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہ میرا فرعون اور میری امت کا فرعون ہے اسکا شر مجھپر اور میری امت پر بہت عظیم تر تھا موسی اور اونکی امت پر فرعون کے شر سے
کذا فی الظہیریہ اسواسطے کہ فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کو پرورش کیا تھا اور ڈوبتے وقت ایمان کا اقرار کیا تھا بخلاف ابو جہل لعین کے کہ ابتدا سے انتہا تک سرور عالم اور آپکی امت
کی ایذا رسانی سے باز نہیں رہا اور مرتے دم تک کفر پر مصر تھا الثانی لا بأس بنبش قبورهم طلبا للمال تاتارخانیه وعبارة الخانیة قبور الکفرة فعممت الذمی دوسرا مسئلہ یہ ہے
کہ کچھ مضائقہ نہیں اونکی یعنی اہل حرب کی قبریں کھود ڈالنے میں مال نکالنے کے واسطے اور خانیہ کی عبارت یہ ہے کہ کفار کی قبور کھود ڈالنے میں کچھ مضائقہ نہیں تو یہ عبارت ذمی کو
بھی عام ہے بخلاف اول عبارت کے ولا یحل للفرع ان یبدأ اصله المشرک بقتل کما لا یبتدئ فی بیه الباغی اور حلال نہیں شاخ کو کہ اپنی مشرک
جڑ کے قتل میں ابتدا کرے جیسا کہ حلال نہیں اپنے قرابتدار باغی کا قتل کرنا خواہ اصل ہو یا مشرک ہو اصول عام ہیں باپ کی طرف سے ہوں یا ماں کی طرف سے ذکور ہوں
یا اناث اصل کی قید سے فرع نکل گئی تو باپ کو مشرک بیٹے کا قتل جائز ہے جنگ میں اور اسیطرح چچا اور ماموں اور بھائی مشرک کا قتل درست ہے کذا فی المنح
ویمتنع الفرع عن قتله بان یشغله لاجل ان یقتله غیره فان فقد قتله اور باز رہے فرع اصل کے قتل سے اسطرح کہ اوسکو چھوڑ نہ دے بلکہ مشغول رکھے تاکہ کوئی
غیر شخص اوسکو قتل کر ڈالے اور اگر غیر شخص وہاں مفقود ہو تو خود اوسکو قتل کرے کذا فی النهر ولو قتله فهدر لعدم العاصم اور اگر فرع نے اصل کے قتل میں ابتدا کی تو
اوسکا خون باطل ہے بسبب عدم عاصم کے یعنی ایمان یا امان نہیں جو خون کو بچا رہے ولو قصد الاصل قتله ولا یمکن دفعه الا بقتله قتله لجواز الدفع مطلقا
اور اگر مشرک والدین نے مسلم اولاد کے قتل کا ارادہ کیا اور اوسکا دفع کرنا بدون اونکے قتل کے ممکن نہیں تو اسباب اونکو قتل کرے اسواسطے کہ اپنا بچانا اور اونکا
روکنا درست ہے خواہ والدین مشرک ہوں یا مسلم کیونکہ اپنا بچانا فرض ہے اور یہاں کوئی صورت بچانے کی نہیں سوائے قتل کے لہذا اسوقت قتل والدین جائز ہے
کذا فی المصفی ویجوز الصلح علی ترک الجهاد معهم بمال منهم او منا لو خیرا لقوله تعالی وان جنحوا للسلم فاجنح لها اور ترک جہاد پر صلح کرنا

کافروں سے اونکا مال لیکر یا اپنا مال دیکر جائز ہو اگر اسمیں مصلحت ہو یعنی بھلائی ہو اہل اسلام کیواسطے بدلیل قول اللہ تعالیٰ کے وان جنحوا للسلم فاجنح لہا یعنی اگر کفار صلح کیطرف جھکیں تو تو بھی ادھر جھک ہم ہر چند آیت مطلق ہے
لیکن بالاجماع صلح بقید مصلحت مقید ہے تو اگر صلح میں مصلحت نہو تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الفتح ونَنْبِذُ ای نُعلِمُہم بنقض الصلح تحرزًا عن الغدر المحرم لو خیرًا لفعلہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام باہل مکۃ اور ہم صلح کو پھینک دیں یعنی صلح توڑنے کا اعلام اور اطلاع کر دیں کافروں کو حرام عہد شکنی سے بچنے کیواسطے اگر صلح توڑنا اہل اسلام کیواسطے بہتر ہو بدلیل فعل
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل مکہ سے ہم اعلام نقض صلح اوسوقت ضرور ہے جب ہنوز صلح کی مدت باقی ہو اور اگر مدت گذر گئی تو صلح خود باطل ہوگئی اعلام کی کچھ حاجت نہیں اور اگر مال
لیکر صلح کی ہو اور ہنوز مدت باقی ہو تو اوسکے حساب سے مال پھیر دینا چاہیے اور اگر بسبب صلح کے بعض کافر دار الاسلام میں آگئے ہوں یا بسبب اطمینان صلح کے دار الحرب کے حصون اور قلاع کو توڑ ڈالا ہو
ہو تو جبتک کہ وہ اپنے ملک میں نہ پہنچ لیں یا مکانات مذکورہ کو نہ بنا لیں جبتک اونسے لڑنا جائز نہیں کہ عہد شکنی ہو اور یہ جو اہل مکہ کا نقض صلح شارح نے ذکر کیا باتباع صاحب ہدایہ سہو ہے حق یہ ہے
بلکہ لائق تھا کہ قول آئندہ یعنی و بصورت خیانت کفار اوس سے استدلال کرتا اسواسطے کہ فتح القدیر میں مذکور ہے کہ جمیع کتب سیر اور مغازی میں مصرح ہے کہ نقض صلح کا اعلام آنحضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام کیطرف سے نہیں ہوا بلکہ اہل مکہ نے قبل گذرنے مدت صلح کے عہد شکنی کی تو ناگہان لشکر اسلام نے مکہ فتح کر لیا کذا فی الطحاوی ونقاتلہم بلا نبذ مع خیانۃ ملکہم
ولو بقتال ذی منعۃ باذنہ ولو بدون اذنہ انتقض حقہم فقط اور ہم لڑیں کافروں سے بلا اعلام نقض صلح کے ساتھ ظاہر ہونے اونکے بادشاہ کی خیانت کے اگرچہ خیانت
صاحب قوت کے قتال سے ہوگئی باجازت بادشاہ اور اگر اوسکے بدون اذن کے بعضے کافروں نے قتل کیا ہو تو فقط اونھیں لوگوں کے حق میں صلح ٹوٹ گئی یعنی وہ مارے جاوینگے
اور گرفتار لوگ لونڈی غلام ہونگے اور اگر مقاتلین صاحب قوت اور شوکت نہوں گے تو کسی کے حق میں نقض صلح نہیں کذا فی الفتح ونصالح المرتدین اذا غلبوا علی بلدۃ و
صارت دارہم دار حرب خیرًا بلا مال اور ہم اہل اسلام صلح کریں مرتدوں سے بلا اخذ مال جبکہ وہ غالب ہو جاویں کسی شہر پر اور اونکا مکان دار الحرب ہو جاوے اگر اونسے صلح کرنا
خیر اور مصلحت ہو اور یہی حکم ہے مشرکین عرب کا اور اہل ذمہ کا جبکہ وہ نقض عہد کریں کذا فی العالمگیریۃ والا یغلبوا علی بلدۃ لا لان فیہ تقریر المرتدین علی الردۃ و ذلک
لا یجوز فتح اور اگر غالب نہوں کسی شہر پر تو ہم صلح نکرینگے اسواسطے کہ صلح کرنے میں مرتدوں کو ارتداد پر قائم رکھنا ہے اور یہ جائز نہیں کذا فی الفتح وان اخذ المال منہم لا یرد لانہ
غیر معصوم بخلاف ما اخذ من بغاۃ فانہ یرد بعد وضع الحرب اوزارہا فتح اور اگر صلح میں مرتدوں سے مال لیا تو اوسکا پھیر دینا نہ چاہیے اسواسطے کہ وہ معصوم نہیں بخلاف
باغیوں سے مال لینے کے کہ وہ پھیر دیا جاویگا بعد لڑائی ہو چکنے کے اسواسطے کہ اونکا مال معصوم ہے کذا فی الفتح ولم نبع فی الزیلعی حرم ان نبیع منہم ما فیہ تقویتہم علی الحرب کحدید
وعبید وخیل اور ہم نہ بیچیں اور زیلعی میں ہے کہ حرام ہے ہمکو کافروں سے وہ چیز بیچنا جنمیں اونکو قوت حاصل ہو لڑائی پر جیسا کہ لوہا اور غلام اور گھوڑے ولا نحملہ الیہم ولو
بعد صلح لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہی عن ذلک وامر بالمیرۃ وہی الطعام والقماش فجاز استحسانا اور اونکی تقویت کی چیز کو ہم لاد کر نہ لیجاویں
بطریق تجارت کے اہل حرب کیطرف اگرچہ بعد صلح کے یہ ہو اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے یعنی سلاح کی بیع سے منع فرمایا کذا فی البیہقی وغیرہ عن
عمران بن حصین اور حکم دیا میرہ کا یعنی طعام اور قماش کو بھیجنے کا تو یہ جائز ہے بطریق استحسان کہ ثمامہ رئیس یمامہ مسلمان ہوا اہل مکہ نے اوس سے کہا کہ تو بیدین ہوگیا اوسنے کہا
کہ میں بیدین نہیں ہوا میں اسلام لایا ہوں اور محمد کی میں نے تصدیق کی ہے اب تمکو ایک دانہ گیہوں کا ملک یمامہ سے نہ پہنچیگا بدون حکم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پھر کفار مکہ پر
نہایت تنگی ہوئی اناج کی حضرت کی خدمت میں التجا کی حضرت نے ثمامہ کو لکھا کہ اناج وہاں جانے دے کذا فی الفتح عن البیہقی ولا یقتل من امنہ حر او حرۃ ولو فاسقا او اعمی
او فانیا او صبیا او عبدا اذن لہما فی القتال اور نہ قتل کیا جاوے وہ کافر حربی جسکو کسی مسلمان آزاد مرد یا عورت نے امان دی اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا نہایت
بڈھا یا لڑکا یا غلام ہو جن دونوں کو لڑنے کی اجازت ہوئی ہو ہم ابوداود میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ المسلمون تتکافأ دماؤہم یسعی بذمتہم
ادناہم یعنی مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور سعی کرتا ہے اونکی ذمہ داری سے ادنی اونکا یعنی اقل یعنی ایک مسلمان کذا فی الفتح امان یعنی بنیاد عبارت ہے ازالہ خوف سے
خواہ ایک کافر کو امان ہو یا اہل شہر یا اہل قلعہ کو اور حکم امان ثبوت امن ہے کافر کیواسطے قتل سے اور گرفتاری سے اور اوسکا مال لوٹنے سے لیکن اگر اونکے پاس مسلم یا ذمی
قیدی ہوگا تو چھڑا لیا جاویگا کذا فی التاتارخانیہ اور صفت امان یہ ہے کہ وہ عقد غیر لازم ہے اگر اوسکے توڑنے میں مصلحت ہو تو توڑنا جائز ہے کذا فی الدر المنتقی

بِاَیِّ لُغَۃٍ کَانَ الْاَمَانُ وَاِنْ کَانُوْا لَا یَعْرِفُوْنَہَا بَعْدَ مَعْرِفَۃِ الْمُسْلِمِیْنَ ذٰلِکَ بِشَرْطِ سَمَاعِہِمْ ذٰلِکَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَا اَمَانَ لَوْ کَانَ بِالْبُعْدِ مِنْہُمْ امان صحیح ہے کسی بولی میں ہو اگرچہ
کفار اس بولی کو سمجھتے ہوں بعد دریافت کرنے مسلمانوں کے اس امان کو بشرط سماعت کفار کے تو اگر وہ مسلمانوں سے امان نہیں سنیں گے کیونکہ دور ہیں تو نہیں ہوئی ہے ہم فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر
کافروں نے مسلمانوں کی امان نہیں سنی تو امان نہیں اور انکا قتل و گرفتاری جائز ہے اور اگر مسلمانوں نے ایسے مکان سے کہا کہ کافر سن سکیں لیکن بظن غالب معلوم ہوا کہ انہوں نے
شور کے سبب یا لڑائی کی وجہ سے نہیں سنا تو امان ہے اور انکی سماعت شرط نہیں بلکہ انکی سماعت کے حق میں کافی ہے وینعقد بالصریح کامنت او لا بأس علیکم اور امان صحیح ہے صریح
لفظ سے مانند اس قول کے کہ میں نے امان دی یا تم پر کچھ خوف اور تنگی نہیں اور اسی طرح تم ٹھیرو یا میں نے تم سے صلح کی یا اور بات … اللہ کا عہد ہے یا خدا کا ذمہ ہے کذا فی المنح وبالکنایۃ کتعال اذا ظنہ امانا
اور امان صحیح ہے کنایہ سے بھی چنانچہ یوں کہنا کہ آ جب کہ کافر اسکو امان گمان کرے ہم عالمگیری میں ہے جب کہ کافر سے کہا آ تا میں تجھے قتل کروں تو کافر نے بلانا سنا اور اسکو سمجھا اور آخر کلام یعنی قتل کرنا نہ
یا سنا لیکن اسکو نہ سمجھا تو یہ امان ہے اور اگر آخر کلام کو سنا اور سمجھا تو امان نہیں اور اسکی مانند ہے یوں کہنا کہ اگر تجھکو لڑنے کا ارادہ ہے آ اگر تو مرد ہے یا آتا تو دیکھے کہ میں تیرے ساتھ کیا کرتا ہوں
تو اس میں بھی یہی تفصیل مذکور ہے وبالاشارۃ باصبع الی السماء اور امان صحیح ہے آسمان کیطرف انگلی کے اشارہ کرنے سے ہم اشارہ آسمانی کا مطلب یہ ہے کہ میں نے تجھکو آسمان کے
معبود کا ذمہ دیا کذا فی المنح خواہ اس طرح کی امان مسلمین و کفار میں مروج ہو یا نہ ہو کذا فی العالمگیریۃ ولو نادی المشرک بالامان صح لو ممتنعا اور اگر مشرک نے امان پکاری تو صحیح ہے اگر وہ ممتنع ہو خواہ
مسلمین نے اجابت کی ہو یا سکوت کیا ہو اور اگر مشرک ایسے مقام میں ہو کہ وہ ممتنع نہیں اور حال یہ کہ وہ اپنی تلوار یا برچھی کو ہلاتا ہے تو وہ مال غنیمت ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر
وصح طلبہ لذراریہ لا لاہلہ اور صحیح ہے امان مانگنا کافر کا اپنی اولاد کے واسطے نہ اپنے اہل کیواسطے ہم طحطاوی نے کہا شارح سے بیان چوک گیا بحر الرائق کی عبارت میں غور تامل کرنے سے
وہ عبارت یہ ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون ہو امنا بخلاف ما اذا طلبہ لذراریہ فانہ یدخل تحت الامان انتہی یعنی اگر کافر نے اپنے اہل کیواسطے امان مانگی تو اسکو خود امان نہ ہوگی بخلاف
اسکے جب کہ اپنی اولاد کیواسطے امان مانگے گا تو وہ بھی امان میں داخل ہو جاویگا تو یہ عبارت اس مدعا میں صریح ہے کہ امان کا طلب کرنا اپنے اہل اور اپنی اولاد کیواسطے صحیح ہے مگر پہلی صورت
میں طالب امان میں داخل نہیں اور دوسری صورت میں داخل ہے بخلاف شارح کی عبارت کے انتہی فی الواقع شارح علامہ سے بنا بر بشریت کے غلط فہمی ہو گئی کہ کتب معتمدہ اسکی مخالف ناطق ہیں
چنانچہ بحر الرائق کی یہ عبارت ہے لو طلب الامان لاہلہ لا یکون امنا بخلاف ذراریہ انتہی واللہ اعلم وعلیہ الحکم ویدخل فی الاولاد اولاد الابناء لا اولاد البنات اور داخل ہے اولاد کی
امان میں بیٹوں کی اولاد یعنی پوتے نہ بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسے ولو غار علیہم عسکر اٰخر ثم بعد القسمۃ علموا بالامان ضمن القاتل الدیۃ وعلی الواطی المہر والولد حر مسلم
تبعا لابیہ وترد النساء والاموال الی اہلہا یعنی بعد ثلث حیض اور اگر ایک لشکر مسلمین نے کسی شہر کے کفار کو امان دی پھر دوسرے لشکر نے اونپر غارتگری کی پھر غنیمت بٹ جانے کے بعد
انکو امان دینے کا حال معلوم ہوا تو جس نے قتل کیا اوسپر خون بہا ہے اور جسنے انکی عورتوں سے صحبت کی اوسپر مہر مثل لازم ہے اور جو اولاد پیدا ہوئی وہ حر مسلم ہے اپنے باپ کی تبعیت سے
اور عورتیں اور مال انکے لوگوں کو پھیر دیے جاوینگے یعنی عورتیں کسی معتمد کے پاس رکھی جاوینگی بعد منقضی ہونے تین حیض کے پھیر دی جاوینگی کذا فی العالمگیریۃ وینقض الامام الامان لو بقاؤہ
شرا ومباشرۃ بلا مصلحۃ یکرہ ویؤدب اور توڑ دے امام امان کو اگر اوسکا باقی رہنا برا ہو اہل اسلام کے حق میں خواہ آپ امام نے دی ہو یا کسی مسلم نے اور بلا مصلحت امان کا دینے والا
تعزیر دیا جاوے ہم اور نقض امان میں بھی آگاہ کر دینا کفار کو ضرور ہے کذا فی النقایۃ وبطل امان ذمی الا اذا امرہ بہ مسلم شمنی اور ذمی کا امان دینا باطل ہے مگر جب کہ مسلم نے اوسکو امان
دینے کا امر کیا ہو تو صحیح ہے کذا فی الشمنی ہم زیلعی اور بحر اور نہر اور عالمگیری میں ہے کہ امیر لشکر جب امر کرے ذمی کو تب امان صحیح ہے تو اطلاق شمنی کا مقید بامیر ہوگا … امیر کا امر کافی نہیں
واسیر وتاجر وصبی وعبد محجورین عن القتال وصحح محمد امان العبد وفی الخانیۃ خدمۃ المسلم مولاہ الحربی امان لہ اور باطل ہے امان دینا مسلم محبوس اور سوداگر اور
لڑکے اور غلام کا جنکو قتال کی اجازت نہیں اور صحیح جانا ہے محمد نے غلام کا امان دینا اور خانیہ میں ہے کہ خدمت کرنا مسلم کا اپنے حربی مولی کی امان ہے اوسکے واسطے
ومجنون وشخص اسلم ثمہ ولم یہاجر الینا لانہم لا یملکون القتال اور مجنون اور اس شخص کی امان باطل ہے جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور اوسنے ہماری طرف
ہجرت نہیں کی اسواسطے کہ اشخاص مذکورین قتال کے مالک نہیں ہم امان مخصوص ہے خوف کے محل میں تو جو شخص قتال نہیں کر سکتا اوسکی امان میں کیا موقع ہے اور ذمی کو اہل اسلام پر ولایت نہیں جو
اوسکی امان صحیح ہو اور مسلم اسیر اور مسلم تاجر جو دار الحرب میں وارد ہے اور جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا وہ خود کفار کی امان میں ہے تو اوسکا امان دینا عبث ہے کذا فی المنح عن السراج

چھوڑ دینا اسکا جواز دیتی ہین کہ آیت مذکورہ منسوخ ہو اس آیت سے کہ اقتلوا المشرکین یعنی مشرکون کو قتل کرو جہان اونکو پاؤ کذا فی شرح المجمع ھم دلیل نسخ یہ ہے کہ من او رفدا سورۂ محمد مین مذکور ہے اور یہ سورہ
مکہ مین نازل ہوئی ہے اور آیت سیف یعنی اقتلوا المشرکین سورۂ برارۃ مین نازل ہوئی اور یہ پچھلی سورہ ہے جو مدینہ مین نازل ہوئی اور جنگ بدر مین جو فدیہ لیکر کافرون کو چھوڑا تھا اوسپر عتاب
ہوا تھا اگر کوئی کہے کہ ظاہر آیت سیف سے فقط قتل ثابت ہوتا ہے تو چاہیے کہ استرقاق اور ذمی کرنا بھی جائز نہو اسکا جواب یہ ہے کہ استرقاق وغیرہ مین بعض دلائل نسخ موجود ہین بخلاف من اور فدا کے
واللہ اعلم وحرم فداؤھم بعد تمام الحرب اما قبلہ فیجوز بالمال لا بالاسیر المسلم درر وصدر الشریعۃ وقالا یجوز وھو اظھر الروایتین عن الامام اور حرام ہے فدیہ لینا اونسے
بعد تمام ہونے لڑائی کے اور قبل تمام جنگ مال کا فدیہ لینا جائز ہے نہ بعوض قیدی مسلمان کا فدیہ کذا فی الدرر اور شرح الوقایہ یعنی اگر مسلمان کافرون کے پاس گرفتار ہو تو کافر کو چھوڑنا اوس مسلمان کے عوض
قبل از جنگ بھی امام کے نزدیک درست نہیں اور صاحبین نے کہا کہ جائز ہے اور وہ یعنی جواز فدا اسیر مسلم ظاہر تر ہے امام کی دو روایتون سے کذا ذکرہ الشمنی یعنی امام سے جواز اور عدم جواز دونون مروی ہے لیکن
جواز ظاہر الروایہ ہے اور صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا مذہب ہے اسواسطے کہ تخلیص مسلم کی بہتر ہے کافر کے قتل سے واتفقوا انہ لا یفادی بنساء وصبیان وخیل وسلاح الا لضرورۃ
ولا باسیر اسلم بمسلم الا اذا امن علی اسلامہ اور امام اور صاحبین متفق ہین کہ عورتون اور لڑکون اور گھوڑون اور ہتیار کے عوض فدیہ نہ لیا جاے مگر ضرورت کے وقت اور نہ اوس قیدی
کے عوض جو مسلمان ہو گیا ہے مسلم اسیر لیا جاوے مگر اوسوقت جائز ہے جبکہ اسیر مسلم کے کافر ہو جانے کا خوف نہو ھم لڑکون کا فدیہ اسواسطے جائز نہوا کہ وہ بالغ ہو کر مسلمانون سے لڑین گے
اور عورتون سے نسل پیدا ہوگی وعلی ہذا القیاس گھوڑے اور ہتیار لڑائی کا عمدہ سامان ہین الحطاوی نے کہا شاید کہ منع محمول ہے دراہم اور دینار کے لینے پر ورنہ کافر بالغ کے عوض
مسلمان کا لینا بقول صاحبین جائز ہے تو لڑکون مین کیونکر منع ہوگا واللہ اعلم وحرم ردھم الی دارھم ثابت فی نسخ الشرح تبعا للدرر دون المتن تبعا لابن کمال للعلم بہ من منع
المن بالاولی اور حرام ہے بھیجنا کافرون کا دار الحرب مین شارح کہتا ہے یہ عبارت مصنف کی شرح کے نسخون مین ثابت ہے موافق درر کے نہ متن کے نسخون مین موافق
ابن کمال کے اسواسطے کہ دار الحرب کا بھیجنا تو منع احسان سے بطریق اولی معلوم ہے ھم حنیدی نے کہا کہ بھیجنا یا بعوض ہے تو وہ فدا مین داخل ہے یا بغیر عوض ہے تو وہ من مین داخل ہے
اور وجہ اولویت کی یہ ہے کہ من عبارت ہے کافر کو چھوڑ دینے سے بلا اخذ شیئ جب یہ حرام ہوا تو رد کرنا بطریق اولی حرام ہوگا اسواسطے کہ اسمین من سے زیادتی کے ساتھ یعنی دار الحرب
مین پہونچا دینا وحرم عقر دابۃ شق نقلھا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربھا اور حرام ہے کونچین کاٹنا اوس جانور کا جسکا دار الاسلام
مین لے آنا شاق ہے تو اوسکو ذبح کر ڈالے اور ذبح کے بعد جلا دے اسواسطے کہ جاندار کو آگ سے جلانا جائز نہین سوا خدا تعالی کے کما تحرق الاسلحۃ وما یتعذر
نقلھا وما لا یحرق منھا کحدید یدفن فی موضع خفی وتکسر اوانیھم وتراق ادھانھم مغایظۃ لھم جیسے جلا دیجاتے ہین اونکے ہتیار اور اسباب جسکا نقل کرنا
دار الاسلام کی طرف متعذر ہو اور جو چیز نہ جل سکے اوسکو زمین مین چھپا دینا ہے کہ ہتیار وغیرہ تو ڑ کر گاڑ دیے جاوین اور پوشیدہ مکان مین اور اونکے برتن توڑے جاوین اور
اونکے تیل ڈہلکا دیے جاوین اونکی رنجیدہ ہونے اور دل سوزی کے واسطے ویترک صبیان ونساء منھم شق اخراجھا بارض خربۃ حتی یموتوا جوعا وعطشا للنھی
عن قتلھم ولا وجہ لا بقائھم اور اونکے لڑکے اور عورتین جنکا لیجانا دار الحرب سے شاق ہے ویران زمین مین چھوڑے جاوین تا کہ وہ بھوک اور پیاس سے مر جاوین
بسبب منع ہونے اونکے قتل کے اور دار الحرب مین اونکو باقی رکھنے کی کوئی وجہ نہیں یعنی اگر اونکو باقی رکھیں تو لڑکے جوان ہو کر مسلمانون سے لڑین گے اور عورتون سے نسل
پیدا ہوگی فتح القدیر مین محقق نے کہا کہ اس طرح سے مارنا تو قتل سے بھی سخت تر ہے تو بدون اضطرار شدید کے کیونکر جائز ہوگا اضطرار یہ کہ ہو نکے لانے کے واسطے بار بردار ی نہو
وجد المسلمون حیۃ او عقربا فی رحالھم ثمۃ ای فی دار الحرب نزعوا ذنب الحیۃ وانیاب العقرب قطعا للضرر عنا بلا قتل ابقاء للنسل تاتارخانیہ مسلمانون نے
سانپ یا بچھو کو اونکے مکانون مین وہان پایا یعنی دار الحرب مین تو بچھو کا ڈنک اور سانپ کے دانت نکال ڈالین تا مسلمانون سے ضرر منقطع ہو اور نکو قتل نکرین تا اونکی نسل
باقی رہے کفار کے ضرر کے واسطے کذا فی التاتارخانیہ وفیھا مات نساء مسلمات ثمۃ واھل الحرب یجامعون الاموات یحرق بالنار اور تاتارخانیہ مین ہے
کہ مسلمان عورتین دار الحرب مین مر گئین اور اہل حرب کی عادت یہ ہو کہ مردون سے جماع کرتے ہون تو اونکو آگ سے جلا دین ھم طحطاوی نے کہا ظاہرا یہ حکم
اوسوقت ہے جب مکان مخفی مین دفن نہو سکے اور مدت مدید دفن کو نہ گذری ہو ورنہ جلانا جائز نہین ولا تقسم غنیمۃ ثمۃ الا اذا قسم عن

اجتہاداً او لحاجۃ الغزاۃ فتنفذ او للایداع فیفصل اذا لم یکن للامام حمولۃ اور تقسیم نکیجائے غنیمت وہان یعنی دار الحرب مین مگر جبکہ امام نے قسمت کی اجتہاد او روایت سے یا بسبب حاجتمندی غازیون کے تو قسمت صحیح ہوگی یا قسمت کی غازیون کے پاس امانت رکھنے کیواسطے تو حلال ہو بشرطیکہ امام کے پاس باربرداری نہو فان ابوا ان یحملوھا باجر المثل روایتان فاذا تعذر فلو محال لو قسمھا قدر ما کل حمل حملہ قسم بینھم والا ھو مما شق نقلہ وسبق حکمہ پھر اگر غازی غنیمت لادکر لیجانا نہ چاہین تو آیا وہ امام جبر کرے اجرمثل مقرر کرکے یا نہ جبر کرے اسمین دو روایتیں ہین جواز جبر ایک روایت مین اور عدم جواز دوسری روایت مین پھر درصورت عدم جبر امانت رکھنے کیواسطے قسمت کرنا متعذر ہو تو اگر یہ حال ہو کہ اگر بانٹ دے تو ہر شخص اپنے بوجھ کو اٹھالا وے تو غنیمت کو غازیون مین بانٹ دے اور اگر یہ قادر نہو تو یہ وہ صورت ہے جسکا نقل کرنا شاق ہو اور اوسکا حکم اول مذکور ہو چکا یعنی دواب کا ذبح کرنا اور جلانا اور عورتون کو اور لڑکون کو ویران زمین مین چھوڑ دینا ولم نبع الغنیمۃ قبلھا للامام و لالغیرہ یعنی للغُزاۃ امّا لو باع شیئاً لطعام جاز جوھرہ اور ہم اہل اسلام نے غنیمت کو قبل قسمت کے نہ امام کو بیچنا جائز ہے نہ اوسکے غیر کو یعنی بیع قبل قسمت تمول ورواج کیواسطے جائز نہین لیکن اگر کسی چیز کو کھانے کے واسطے بیچے تو جائز ہے کذا فی الجوھرہ ورد البیع لو وقع دفعاً للفساد فان لم یکن رد ثمنہ للغنیمۃ خانیہ اور بیع کو مردود کرے اگر قبل قسمت واقع ہوئی ہو واسطے دور کرنے فساد کے اور اگر رد کرنا ممکن نہو تو اوسکی قیمت غنیمت مین داخل کرے کذا فی النہایہ ومن لحقھم ثمّہ کمتقاتل لا سوقیٌ وحربیٌ او مرتد اسلم ثمّہ بلا قتال فان قاتلوا شارکوھم اور جو مدد اور کمک غازیون سے ملی دار الحرب مین جاکر تو وہ غازی کے برابر ہے استحقاق غنیمت مین نہ مرد بازاری اور حربی اور جو مرتد کہ وہان مسلمان ہوا بدون قتال کے اور اگر بازاری وغیرہ کافرون سے لڑائی کرینگے تو وہ بھی غازیون کے شریک ہونگے غنیمت میں ھم بازاری کو حصہ بدون قتال کے اسواسطے نہین کہ اوسکا وہان جانا قتال کی نیت سے نہین بحر الرائق مین کہا تو اسمین اشارہ ہے کہ اگر عورت دار الحرب مین جاوے اپنے زوج کی خدمت کیواسطے یا غلام جاوے اپنے میان کی خدمت کیواسطے اور قتال نکرے تو اوسکے واسطے کچھہ نہین کذا فی الاختیار اور فتح القدیر مین ہے کہ اسیطرح گھوڑے کے سائیس کا کچھ حصہ نہین ولا من مات ثمّہ قبل قسمۃ او بیع ولو مات بعد احدھما ثمّہ او بعد الاحراز بدارنا یورث نصیبہ لتاکد ملکہ تتارخانیہ اور اوس غازی کا حصہ نہین جو دار الحرب مین مرگیا غنیمت کے قسمت یا بیع ہونے سے پہلے اور اگر وہ مرگیا قسمت یا بیع کے بعد وہان یا بعد لانے غنیمت کے دار الاسلام مین تو اوسکے حصے مین ارث جاری ہوگا یعنی اوسکو وارث لیوینگے اور وراثت کا پاوینگے بسبب تاکید ہوجانے اوسکی ملکیت کے کذا فی التاتارخانیہ وفیھا ادّعی رجلٌ شھود الوقعۃ وبرھن وقد قسمت لم تنقض استحساناً ویعوض بقدر حظہ من بیت المال اور تاتارخانیہ مین ہے کہ دعوی کیا ایک مرد نے لڑائی مین حاضر ہونے کا اور اوسکو گواہون سے ثابت کیا اور حالانکہ غنیمت کی تقسیم ہو چکی تو قسمت شکستہ نہوگی بنابر استحسان کے اور بقدر اوسکے حصے کے بیت المال سے اوسکو عوض دیا جاوے گا ذکرنا فی البحر من قیاس الوقف علی الغنیمۃ رد تہ فی النھر حررناہ فی الوقف اور بحر الرائق مین جو وقف کا قیاس مذکور ہو غنیمت پر تو اوسکو رد کیا ہے نہر الفائق مین اور اسکو ہمنے اسی کتاب کی کتاب الوقف مین تحریر کیا ہے ھم صاحب بحر نے کہا کہ اگر مستحق وقف مرگیا بعد غلہ پیدا ہونے اور احراز ناظر کے قبل از قسمت تو اوسکے حصے مین وراثت ہوگی جیسے غنیمت بعد الاحراز مین وراثت ہوتی ہے صاحب نہر نے کہا اور در اور غرر مین صاحب بدائع کی فوائد سے منقول ہے کہ امام اور موذن کا حصہ ہے وقف مین سو بدون قبضہ مرگیا تو حصہ ساقط ہو گیا اسواسطے کہ یہ بحکم صلہ اور عطا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ساقط نہین ہوتا اسواسطے کہ وہ بحکم اجرت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وقف کا قیاس غنیمت پر غیر صحیح ہے انتہی ملخصاً وللغزاۃ التناول لا للتاجر لا انتفاع فیھا ای فی دار الحرب بعلف وطعام وحطب وسلاح ودھن بلا قسمۃ اطلق الکل تبعاً للکنز وقید فی الوقایۃ السلاح بالحاجۃ وھو الحق وقید الکل فی الظھیریۃ بعدم نھی الامام عن اکلہ فان نھی لم یبح فینبغی تقیید المتون بہ اور فقط غازیون کو نہ غیر کو جائز ہے منتفع ہونا اوسمین یعنی دار الحرب مین جانورون کے چارے اور طعام اور لکڑی اور ہتھیار اور تیل سے بدون قسمت کے مصنف نے ان چیزون کے انتفاع کو مطلق رکھا باتباع کنز اور وقایہ مین ہتھیار کے انتفاع کو مقید بحاجت کیا اور یہی حق ہے اور سب اشیاء مذکورہ کو ظہیریہ مین مقید کیا ساتھہ نہ منع کردینے امام کے اور اسکے کھانے سے اکل سے مراد تناول اور استعمال ہے جو مناسب چیزون کے مناسب ہو تو اگر امام اشیاء مذکورہ کے انتفاع سے منع کردے تو مباح نہین تو لائق ہے تقیید متون کی عدم نہی کی قید سے ھم حلبی نے بحر الرائق سے نقل کیا لائق یون ہے کہ نہی امام کو بعدم حاجت مقید کیجیے اسواسطے کہ جب غازیون کو ماکول اور مشروب کی حاجت ہوگی تو اوسکے منع کرنے پر عمل نہوگا

وبلا بیع وتمول فلو باع ردّ ثمنہ فان قسمت تصدق بہ لو غیر فقیر اور غازیون کو انتفاع جائز ہے بدون بیع اور بدون تمول کے تو اگر قبل قسمت کے کسی چیز کو غازی نے بیچا ہو تو اوس کی قیمت کو غنیمت مین پھیر دے پھر اگر غنیمت کی قسمت ہوگئی ہو اور اوسکو بعد بیع واقع ہوئی ہے تو اوسکی قیمت کو خیرات کرے اگر وہ غنی ہو اور اگر محتاج ہو تو خود کھاوے کذا فی المنح عن البحر ومن جملہا انہ یملکہ اٰکل الطعام کضیف وعسل فھو مشترک فیتوقف بیعہ علی اجازۃ الامیر فان ہلک والثمن انفع اجازہ والا ردّہ للغنیمۃ بحر اور بعد دارالحرب مین اوس چیز کو بیا دے جسکے کفار مالک نہین چنانچہ شکار اور شہد تو وہ مشترک ہے سب غازیون مین تو اوسکی بیع موقوف رہیگی امیر کی اجازت پر پھر اگر بلا اجازت بیع ہوئی اور مبیع ہلاک ہوگئی یا اوسکی قیمت نافع تر ہو تو امیر بیع کو جائز رکھے اور اگر بیع قائم ہو یا قیمت انفع نہو تو مبیع کو غنیمت مین پھیر داخل کرے یعنی بیع کو فسخ کرے کذا فی البحر وبعد الخروج منہا لا الا برضاھم اور بعد نکلنے کے دارالحرب سے اشیاء مذکورہ سے فائدہ لینا جائز نہین مگر ساتھ غازیون کی رضامندی سے ومن اسلم منہم قبل مسکہ عصم نفسہ وطفلہ وکل مال معہ فان کانوا اخذوا احرز نفسہ فقط اور کافرون سے جو شخص کہ مسلمان ہوگیا انکے گرفتار ہونے سے پہلے تو اوسنے اپنی جان اور اپنے اطفال صغیر اور اپنے ساتھ والے مال کو بچایا سو اگر غازیون نے اطفال و مال کو لے لیا ہو اور اوسکے مسلمان ہونے سے پہلے تو فقط اوسکی ذات اسلام سے محفوظ رہیگی او اودعہ معصوما ولو ذمیا فلو عند حربی ففیء یا وہ مال محفوظ رہیگا جسکو امانت سونپا شخص محفوظ الدم کے پاس اگرچہ امانتدار ذمی ہو اور جو امانتدار کافر حربی ہو تو وہ مال غنیمت ہے کما لو اسلم ثم خرج الینا ثم ظہرنا علی الدار فالکل فیء سوی طفلہ لتبعیتہ چنانچہ اگر کافر دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر دارالاسلام کیطرف آیا پھر مسلمان غالب ہوئے دار الحرب پر تو اوسکا مال وہان غنیمت ہے لیکن اوسکا طفل صغیر کہ بسبب باپ کے تابع ہونیکے اسلام میں بری ہے لا ولدہ الکبیر وزوجتہ وحملہا وعقارہ وعبدہ المقاتل وامتہ المقاتلۃ وحملہا لانہ جزء الام اور جو کافر قبل گرفتاری کے دارالحرب مین مسلمان ہوا تو اوسکا بالغ بیٹا اور اوسکی زوجہ اور اوسکا حمل اور اوسکی زمین اور اوس کا لڑنے والا غلام اور اوسکی لڑنیوالی عورت اور اوسکا حمل محفوظ نہ رہیگا اسواسطے کہ حمل ماں کا تابع ہے ہم تو اگر اوسکا غلام یا لونڈی قتال نکرینگی تو اوسکے مال محفوظ مین داخل ہونگے حربی دخل دارنا بغیر امان فاخذہ احدنا فھو مع ما معہ فیء لکل المسلمین سواء اخذ قبل الاسلام او بعدہ وقالا لآخذہ خاصۃ وفی الخمس روایتان قنیہ کافر حربی بدون امان کے دارالاسلام مین داخل ہوا پھر کسی مسلمان نے اسکو گرفتار کرلیا تو وہ اور اوسکے ساتھ کا مال غنیمت ہے سب مسلمانون کیواسطے خواہ گرفتار ہوا قبل اسلام کے یا بعد اوسکے اور صاحبین نے کہا کہ وہ گرفتار کرنیوالے کی غنیمت ہے خاص اور جو خمس ہے مین دو روایتین ہین امام اور محمد کے نزدیک کذا فی المنح عن القنیہ وفیہا استاجرہ لخدمۃ سفرہ فغزا الفرس للمستاجر والسلاح فسہمہ بینہما الا اذا شرط فی العقد انہ للمستاجر اور قنیہ مین ہے کہ نوکر کیا ایک شخص کو اپنے سفر کی خدمت کیواسطے سو نوکر نے جہاد کیا مستاجر کے گھوڑے اور ہتیار سے تو اوسکا حصہ غنیمت کا دونون کے درمیان تقسیم ہوگا مگر اوسوقت منقسم نہوگا جب عقد مین شرط ہوگئی ہو کہ غنیمت کا حصہ مستاجر کیواسطے مخصوص ہے

فصل فی کیفیۃ القسمۃ

یہ فصل ہے کیفیت قسمت مین یعنی غنیمت غازیون مین کیونکر قسمت ہو قسمت عبارت ہے نصیب شایع کو محل معین مین کر دینے سے کذا فی المنح المعتبر فی الاستحقاق لسہم فارس وراجل وقت المجاوزۃ ای الانفصال من دارنا وعند الشافعی وقت القتال معتبر مستحق ہونے سوار اور پیدل کے حصے مین مجاوزت کا وقت ہے یعنی دارالاسلام سے جدا ہونیکے وقت اگر سوار تھا تو سوار کا حصہ پاویگا اور اگر پیدل تھا تو پیدل کا حصہ پاویگا اور امام شافعی کے نزدیک لڑائی کا وقت معتبر ہے بحرالرائق مین تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ امام کو لائق ہے کہ جب دخول دارالحرب کا ارادہ کرے تو لشکر کو ملاحظہ کرے اور سوار اور پیدل کا شمار کرے اور اونکے نام لکھے سو جسکا نام سوارون مین لکھا پھر اوسکا گھوڑا مر گیا بعد کوچ کے تو وہ سوار کے سہم کا مستحق ہوگا اور اگر بیع کرے گا تو مستحق نہوگا کذا فی المنح فلو دخل دار الحرب فارسا فنفق ای مات فرسہ استحق سہمین ومن دخل راجلا فشراہ فرسا استحق سہما تو اگر غازی دارالحرب مین سوار داخل ہوا پھر اوسکا گھوڑا مر گیا تو دو حصے کا مستحق ہوگا اور جو وہان پیدل گیا پھر اوسنے وہان گھوڑا مول لیا تو ایک ہی حصے کا مستحق ہوگا باعتبار وقت انفصال کے ھم امام اعظم اور زفر کے نزدیک سوار کے دو حصے اور پیدل کا ایک حصہ اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ اور اکثر اہل علم کے نزدیک سوار کے تین حصے اور پیدل کا ایک حصہ صاحبین وغیرہما کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحاح ستہ مین سوائے نسائی کے عبداللہ بن عمر کی روایت سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کے دو حصے مقرر فرمائے اور اوسکے صاحب یعنی سوار کا ایک حصہ اور امام اعظم کے طرف سے یہ جواب ہے کہ معارض اسکی

وہ حدیث ہے جو ابن ابی شیبہ کی مصنف میں ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کیواسطے دو حصے مقرر فرمائے اور پیدل کیواسطے ایک حصہ اور اسکی بابت اخبار میں ہے کہ دو سہم
سوار کو ثابت ہے جنکی تفصیل فتح القدیر میں موجود ہے پھر جب سوار کو تین سہم اور دو سہم میں تعارض ہوا تو امام اعظم نے دو سہم کو وجوب پر محمول کیا اور تین سہم کی روایت کو تنفیل یعنی انعام پر
محمول کیا اسواسطے کہ جمع بین الروایات اولی ہے ایک کے ابطال سے اگرچہ کوئی اقوی ہو اور کوئی قوی اور یوں کہنا کہ بخاری کی حدیث اصح ہے غیر بخاری کی حدیث سے اگرچہ راوی اوسکے
ثقات ہوں یا وہ راوی ہوں جنسے بخاری نے روایت کی ہے سو دعوی بے دلیل ہے اسکو ہم نہیں مانتے کذا فی الفتح ولا یسھم لغیر فرس واحد صحیح کبیر صالح للقتال فلو مریضا او صغیرا فصح
قبل الغنیمۃ استحقہ استحسانا الا لو مُھرًا فکبر تتارخانیہ اور حصہ دیا جاویگا سوار کو ایک گھوڑے کا جو تندرست جوان لڑائی کے لائق ہو تو اگر گھوڑا بیمار یا بچہ ہو پھر تندرست
ہو جاوے قبل غنیمت ملنے کے تو وہ اپنے سہم کا مستحق ہوگا بنا بر استحسان کے اور اگر بچہ تھا اور دار الحرب کے طول جنگ ورقوات سے جوان ہو جاوے تو گھوڑے کا حصہ نیا دیگا
وکان الفرق حصول الارھاب بکبیر مریض لا المھر اور گویا یہ فرق دونوں صورتوں مذکورہ میں حصول تخویف ہے جو ان بیمار گھوڑے سے نہ بچہ سے ولو غصب فرسہ قبل دخولہ
او رکبہ اخر او نفر فدخل راجلا ثم اخذہ فلہ سھمان اور اگر غازی کا گھوڑا غصب ہو گیا یا دوسرا شخص اوسپر سوار ہو گیا یا گھوڑا بھاگ گیا اور مالک اوسکا پیدل داخل ہوا
دار الحرب میں پھر اوسنے گھوڑے کو پایا تو اوسکو دو حصے ملینگے سب صورتوں میں کالو باعہ ولو بعد تمام القتال فانہ یسقط فی الاصح لانہ ظھر ان قصدہ التجارۃ فصح
واقرہ المصنف لکن نقل فی الشرنبلالیۃ عن الجوھرۃ والتبیین ما یخالفہ وفی القھستانی لو باعہ فی وقت القتال فراجل علی الاصح وبعد القتال
فارس بالاتفاق انتھی فتنبہ ولتحفظ ھذہ القیود خوف الخطاء فی الافتاء والقضاء دو حصے نیا دینگے اگر اوسنے گھوڑے کو بیچ ڈالا اگرچہ اوسنے لڑائی ہو جانے کے بعد بیع کی ہو
تو البتہ اوسکا حصہ ساقط ہو جاویگا قول صحیح میں اسواسطے کہ بیع سے ظاہر ہو گیا کہ اوسکی نیت سوداگری کی تھی نہ جہاد کی کذا فی الفتح اور مصنف نے بھی اس قول کو ثابت رکھا ہے لیکن
شرنبلالیہ میں جوہرہ اور تبیین سے اسکی مخالفت منقول ہے اور قہستانی میں ہے کہ اگر غازی نے گھوڑا بیچا لڑائی کے وقت تو وہ پیادہ ہے بنا بر قول صحیح کے اور لڑائی کے بعد بیع کرنے سے
وہ سوار ہے بالاتفاق انتھی تو خبردار رہنا اور ان قیود کو یاد رکھنا چاہیے بخوف خطا کاری افتا اور قضا میں ہم مصنف نے اپنی شرح میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ اگر گھوڑا بیچا لڑائی
کے بعد تو اوسکا حصہ ساقط نہیں ہوتا بعض کے نزدیک اور صحیح یہ ہے کہ ساقط ہوتا ہے اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا کہ اوسکا قصد تجارت کا تھا انتھی حاشیہ منح میں حلبی نے کہا کہ یہ نقل فتح القدیر
سے غلط ہے فتح القدیر کی عبارت یہ ہے ولو باعہ بعد الفراغ من القتال لا یسقط سھم الفارس بالاتفاق وکذا اذا باعہ حال القتال لا یسقط عند البعض قال المصنف الاصح انہ یسقط
لانہ ظھر ان قصدہ التجارۃ انتھی اور یہی مطلب ہے تبیین اور جوہرہ اور قہستانی کا تو شارح کا استدراک کرنا اور خبرداری اور حفظ کا امر کرنا بامعنی ہے انتھی قول محشی طحطاوی نے
کہا کہ شارح کا استدراک حق ہے کہ اوسنے اس استدراک سے اوس خطا پر آگاہ کر دیا جو مصنف سے واقع ہوئی اور خبردار اسواسطے کہ دیا کہ یہ مقام پوشیدگی سے خالی نہیں
اور یاد رکھنے کا امر جمیع قیود کے طرف راجع ہے واللہ اعلم ولا یسھم لعبد وصبی وامرأۃ وذمی ومجنون ومعتوہ ومکاتب ورضخ لھم قبل اخراج الخمس عندنا
اذا باشروا القتال او کانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی او تداوی الجرحی او دل الذمی علی الطریق اور غنیمت سے حصہ نہ دیا جاوے غلام اور صغیر اور عورت
اور ذمی اور مجنون اور بیہوش اور مکاتب کو لیکن اون کو کچھ تھوڑا سا دیا جاوے قبل نکالنے خمس کے ہمارے نزدیک جبکہ وہ لوگ لڑائی لڑیں یا عورت بیماروں کی
خدمت گذاری کرے یا زخمیوں کا علاج کرے یا کافر ذمی راہ بتا دے ومفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ وقد استعان علیہ الصلوۃ والسلام
بالیھود علی الیھود ورضخ لھم اور دلالت ذمی سے مستفاد ہوا امداد چاہنا کافر سے حاجت کے وقت اور البتہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مدد چاہی تھی یہودیوں سے یہودیوں پر اور اون کو کچھ عطا کیا تھا ہم واقدی نے روایت کی ہے محیصہ سے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ
والسلام مدینہ کے دس یہودی لے گئے تھے اہل خیبر سے لڑنے کے واسطے اور جنگ حنین میں صفوان بن امیہ سے استعانت کی تھی اور وہ جب
مشرک تھا کذا فی الفتح ولا یبلغ بہ السھم الا فی الذمی اذا دل فیزاد علی السھم لانہ کالاجرۃ اور نہ پہونچے اونکی عطا بقدر سہم کے یعنی غازی کے حصے
کے برابر نہ دینا چاہیے مگر ذمی میں جبکہ وہ راہ بتا دے تو سہم سے زیادہ دیجاوے اسواسطے کہ عطا بعوض دلالت اجرت کے مانند ہے تو دینا چاہیے جسقدر

کہ ہو وَالبَرَاذِینُ خَیلُ العَجَمِ وَالعِتَاقُ بکسر العین جمع عتیق کرامٌ خیل العرب والہجینُ الذی ابوہ عربیٌّ وامّہ عجمیۃ والمُقرِفُ عکسہ قاموس سَوّی اور براذین جمع برذون یعنی عجمی گھوڑے اور عتاق بکسر عین جمع عتیق یعنی عمدہ گھوڑے عرب کے اور ہجین وہ گھوڑا جسکا باپ عربی ہو اور ماں اوسکی عجمی اور مقرف بالعکس ہے اوسکے یعنی جسکا باپ عجمی ہو اور ماں اوسکی عربی کذا فی القاموس یہ گھوڑے سب برابر ہیں سوار کا حصہ پانے میں ہم بعضے علما کے نزدیک حصہ گھوڑے کا فقط عربی گھوڑے میں منحصر ہے مصنف اور شارح نے اوسکا رد کر دیا کہ گھوڑوں کا تفرقہ کرنا ذلیل ہے اسواسطے کہ عرب معطاف ہے جنس خیل کیطرف قال اللہ تعالیٰ (وَمِن رِّبَاطِ الخَیلِ) اور خیل سب گھوڑوں کو کہتے ہیں اور اسواسطے کہ اگرچہ عربی گھوڑا طلب اور ہرب میں قوی تر ہو لیکن عجمی گھوڑا صبر اکش اور بالگہ موڑنے میں نرم تر ہے تو ہر ایک میں جدی جدی منفعت ہے لا یسھم للراحلۃ والبغل والحمار لعدم الارھاب حصہ نہ پاویگا اونٹ اور خچر اور گدہے کا بسبب عدم رعب اندازی کی یعنی یہ جانور جہاد کے لائق نہیں اور انہیں نص بھی وارد نہیں باوجودیکہ صدر اسلام میں اونٹ اور گدہے اور خچر جہاد میں بکثرت ہوتے تہے لیکن کسیکا حصہ منقول نہیں وَالخُمسُ الباقی یُقسَمُ اثلاثًا عندنا للیتیمِ والمسکینِ وابنِ السبیلِ اور غنیمت کا باقی خمس یعنے پانچواں حصہ ہمارے نزدیک تین ہو کر بانٹا جاتا ہے یتیم اور مسکین اور مسافر کو ہم یتیم وہ نابالغ ہے جسکا باپ مر گیا اور بعد بالغ ہونیکے اوسکو یتیم نہیں کہتے وجاز صرفہ لصنفٍ واحدٍ فتح اور جائز ہے صرف کرنا خمس کا ایک ہی قسم میں کذا فی الفتح ہم تو اقسام ثلثہ کا ذکر کرنا واسطے بیان مصارف کے ہے یعنی خمس یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے خواہ تینوں کو دے خواہ ایک قسم کو وفی المنیۃ لو صرفہ للغانمین لحاجتہم جاز وقد حققتہ فی شرح الملتقی اور منیہ میں ہے کہ اگر خمس کو غازیوں پر صرف کرے سبب اونکی حاجتمندی کے تو جائز ہے اور البتہ میں نے اسکو محقق بیان کیا ہے شرح ملتقی میں ہم شرح ملتقی کا یہ مضمون ہے کہ غنیمت کا خمس باقی مثل معدن اور رکاز کے محتاج یتیم اور مسکین اور مسافر کا حق ہے تو ہمارے نزدیک یہ تینوں مال تین تین حصے کر کے اقسام ثلثہ پر تقسیم کیے جاوینگے اگر سوا اوسکے کیا دینا جائز نہیں لیکن اقسام ثلثہ میں سکو دیویں بعض کو شرط یہ ہے کہ وہ محتاج ہوں وقُدِّمَ فقراءُ ذوی القربیٰ من بنی ہاشم منہم ای من الاصناف الثلٰثۃ علیہم لجواز الصدقات لغیرہم لا لہم اور خمس دینے میں محتاج قرابتدار بنی ہاشم جو منجملہ اصناف ثلثہ ہیں مقدم کیے جاوینگے یتیم اور مسکین اور مسافر پر بسبب جائز ہونے صدقات کے غیر بنی ہاشم کیواسطے نہ بنی ہاشم کیواسطے ہم یعنی بنی ہاشم کا یتیم اور یتیموں پر مقدم ہے اور بنی ہاشم کا مسکین اور مسکینوں پر اور اونکا مسافر اور مسافروں پر نہر الفائق میں کہا کہ ذوی القربیٰ سے مراد بنی ہاشم اور بنی مطلب ہیں فقط اور اونکا استحقاق فقط قرابت سے نہیں بلکہ نصرت کے سبب سے بھی یعنی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساتھ ہمکلامی کی نصرت اور مصاحبت کی نصرت قتال کی نصرت اور یہی نصرت بنی ہاشم اور بنی مطلب کے سوا مفقود ہے اور اونکی عورتوں کو بھی حصہ ملتا تھا تو حصہ مذکورہ حضرت کی موت سے ساقط ہو گیا بسبب باقی نہ ہونے علت کے یعنی نصرت مذکورہ کی تو اب بنی ہاشم اور بنی مطلب خمس کو مستحق ہونگے بسبب محتاجی کے ولا حقَّ لاغنیائہم عندنا اور خمس میں کچھ حق نہیں بنی ہاشم کے مالداروں کا ہمارے نزدیک ہم اسواسطے کہ خلفاء اربعہ راشدین نے خمس کو اسیطرح اصناف ثلثہ پر تقسیم کیا اور ذوی القربیٰ کو کچھ نہیں دیا اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے گروہ بنی ہاشم حق تعالیٰ نے تمہارے واسطے لوگوں کا غسالہ اور اونکا میل یعنے زکوٰۃ کو مکروہ رکہا اور اوسکے عوض میں خمس الخمس تمکو دیا تو معلوم ہوا کہ خمس الخمس عوض ہے زکوٰۃ کا اور زکوٰۃ کا مستحق غنی نہیں مگر محتاج تو اسیطرح خمس کا مستحق نہیں مگر محتاج اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اونکو خمس دیا تھا تو بسبب نصرت ہمکلامی اور مصاحبت کے دیا تھا اور خلفاء راشدین نے جو اونکو نہ دیا تو اسواسطے کہ ذوی القربیٰ بیان ہے مصرف کا نہ استحقاق کا اور ہمارے نزدیک اقتصار کرنا صنف واحد پر جائز ہے یا اونکو غنی جانکر نہ دیا معلوم کرنا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہیں اور عبد مناف کے چار بیٹے تہے ہاشم اور عبد شمس اور مطلب اور نوفل چنانچہ عثمان بن عفان عبد شمس کی اولاد میں ہیں اور جبیر بن مطعم نوفل کی اولاد میں جب کفار قریش نے آپس میں عہد کیا کہ بنی ہاشم سے کبھی نہ بیاہیں اور اون سے کلام نہ کریں تا وقتیکہ وہ حضرت کو ہمیں قتل کرنے کے واسطے نہ دیں تو بنی ہاشم نے بھی عہد کیا کہ ہم آنحضرت کے مددگار رہینگے سو نوفل کی اولاد اور عبد شمس کی اولاد قریش کے شریک ہوئے اور بنی ہاشم حضرت کے شریک ہوئے یہاں تک کہ تین برس تک پہاڑ کی گھاٹی میں حضرت کے ساتھ قید رہے کمال مشقت اور تکلیف کے ساتھ چنانچہ کتب سیر میں یہ قصہ مفصل موجود ہے سنن ابو داؤد میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فتح خیبر کے بعد ذوی القربیٰ کا حصہ فقط بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا اور بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہ دیا تو میں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ حضرت کے پاس

آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ بنی ہاشم کی فضیلت کے ہم منکر نہیں ہیں اسلئے کہ حق تعالیٰ نے انکو بنی ہاشم میں پیدا کیا سو کیا وجہ ہے کہ ہمارے بھائیوں بنی مطلب کو آپ نے دیا اور ہمکو چھوڑا اور قرابت
ہماری اور اونکی آپکے ساتھ ایک ہی طرح ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم اور بنی مطلب جدا نہیں ہوئے کفر میں اور نہ اسلام میں اور ہم اور وہ تو شئی واحد ہیں اور اپنی انگلیاں کو
آپ نے قینچی کیا اسمیں حضرت نے اشارہ کیا اونکی نصرت کا یعنی انکو نصرت اور موافقت کی نصرت جاہلیت میں جب کہ قریش نے مہاجرت کا عہد کیا تھا اسواسطے کہ اوسوقت اونکو قتال کی
نہی تھی کذا فی المنح والنہر والطحاوی اور امام شافعی اور احمد کا یہ مذہب ہے کہ خمس میں غنی اور فقیر ذوی القربیٰ کے برابر ہیں اور امام مالک کے نزدیک امام مختار ہے چاہے انکو دے چاہے نہ دے
چاہے سب کو دے یا بعض کو چاہے غیر ذوی القربیٰ کو دیوے اور دلائل مفصلہ اس مسئلہ کے کتب مبسوطہ مانند عینی ہدایہ اور فتح القدیر میں مفصل ہیں وما نقلہ المصنف عن البحر ان فی الحاوی
یفید ترجیح الصرف لاغنیائہم تعقبہ فیہ فی النہر اور جو مصنف نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے کہ البتہ جو قول کہ حاوی قدسی میں ہے وہ مفید ہے ترجیح صرف کا اغنیاء ذوی القربیٰ کے
کیواسطے اسمیں اعتراض کیا ہے نہر الفائق میں ہم حاوی قدسی میں ابو یوسف سے مروی ہے کہ خمس صرف کیا جاوے ذوی القربیٰ اور یتامی اور مساکین اور ابناء سبیل میں اور اسی قول کو ہم
لیتے ہیں بحر الرائق میں کہا کہ اسکا مقتضی ہے کہ اغنیاء ذوی القربیٰ کو دینا ترجیحی ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے صاحب نہر الفائق نے کہا کہ اسمیں نظر ہے بلکہ اسمیں اونکے دینے کی
ترجیح ہے نہایۃ الامر یہ ہے کہ صاحب حاوی نے عطاء ذوی القربیٰ میں اشتراط فقر سے سکوت اسواسطے کیا کہ عطا خمس میں مشروط ہونا فقر کا معلوم اور مشہور ہے کذا فی النہر وذکرہ تعالیٰ
للتبرک باسمہ فی ابتداء الکلام اذ الکل للہ ۔ اور ذکر اللہ تعالیٰ کا نام پاک کا صرف واسطے خمس میں اسکے نام سے برکت لینی کیواسطے ہے ابتدا کلام میں اسواسطے کہ سب چیز اللہ ہی کی ہے اور
خمس کی تقسیم میں جو قرآن مجید میں ارشاد ہوا واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمی والمسکین وابن السبیل
یعنی معلوم کرو کہ جو کچھ غنیمت میں حاصل کرو تو اوسکا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کیواسطے ہے اور واسطے رسول کے اور ذوی القربیٰ اور یتامی اور ابن سبیل کیواسطے ہے مصنف نے اس آیت کی تفسیر پر
آگاہ کر دیا اور اشتباہ کے دفع کیواسطے کہ ابن عباس سے منقول ہے کہ ذکر اللہ جل جلالہ کا افتتاح کلام ہے اسواسطے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے وہ خدا ہی کا ہے اور
روایت ابو العالیہ کے قول کا کہ اللہ کا حصہ بیت اللہ میں صرف ہو اگر وہ قریب ہو اور نہیں تو مساجد میں صرف ہو کذا فی النہر وسہمہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سقط
بموتہ لانہ حکم علق بمشتق وھو الرسالۃ کالصفی الذی کان صلی اللہ علیہ وسلم یصطفیہ لنفسہ اور حصہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آپکی موت سے
ساقط ہو گیا اسواسطے کہ وہ حکم مشتق پر معلق ہے یعنی رسالت پر یعنی وصف رسالت علت ہے حکم کی اور چونکہ بعد آنحضرت کے کوئی رسول نہیں چنانچہ صفی ساقط ہو گیا
آپکی موت کے بعد صفی وہ حصہ کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے واسطے پسند کر لیتے تھے غنیمت سے قبل قسمت اور اخراج خمس کے جیسے تلوار یا زرہ یا لونڈی اور امام شافعی کے
نزدیک حصہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ کے واسطے ہے اور یہ دلیل سقوط کی مذکور ہوئی وہ اون پر حجت ہے اور نہیں کہ ہم کہتے ہیں رسالت آپ کی
موت کے بعد منقطع نہیں چنانچہ علماء کبار نے مذکور کیا ہے لیکن وصف رسالت میں آپکا کوئی خلیفہ نہیں اسواسطے کہ آپ کے بعد کوئی رسول نہیں اور سبب
نہیں کہ رسالت آپکی موت کے بعد منقطع ہو گئی جیسا کہ ناقص الفہم نے مخالفت اجماع کے گمان کیا بلکہ حکم منعدم ہو گیا بسبب منعدم ہونے اوسکی علت کے
ومن دخل دارھم باذن الامام او منعۃ ای قوۃ فاغار خمس ما اخذ والا لا لانہ غنیمۃ والا لا لانہ اختلاس اور جو مسلمان گیا دار الحرب میں امام کی اجازت سے
یا قوت سے پھر مال لایا غارتگری سے تو خمس لیا جاوے گا اوس سے جو کہ وہ لوگ لائے اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے اور اگر امام سے حکم نہیں لیا یا قوت اور شوکت
دار الحرب میں نگیا اور کچھ مال لایا تو اوسمیں خمس نہیں اسواسطے کہ وہ چھپ کر مارنا اور لے بھاگنا ہے خلاصہ یہ ہے کہ جسمیں قہر اور غلبہ اور قوت ہے اوسمیں خمس ہے اور جسمیں
غلبہ نہیں اوسمیں خمس نہیں یا شوکت جانی میں تو قوت کا ہونا صریح ہے اور امام کے اذن میں اسواسطے قوت ہوئی کہ جب امام نے اذن دیا تو اوسکی مددگاری کا التزام کیا
تو یہ امر حکماً قوت ہوا وفی المنیۃ لو دخل اربعۃ خمس ولو ثلثۃ لا اور منیہ میں ہے کہ اگر چار شخص دار الحرب میں گئے اور کچھ مال لائے تو اونسے خمس لیا جاوے
اور اگر تین شخص گئے تو نہیں قال الامام ما اصبتم لا اخمسہ فلو لہم منعۃ لم یجز والا جاز امام نے کہا کہ جو مال تم دار الحرب سے لاؤ گے میں اوسکا
خمس نلوں گا تو اگر غازی با قوت ہوں تو جائز نہیں اور اگر اونکو قوت اور شوکت نہیں تو جائز ہے وندب للامام ان ینفل وقت القتال حثا وتحریضا

ایسا کہنا تو صحیح ہے کذا فی النہر یعنی قاضیخان نے کہا اسواسطے کہ پہلی صورت از قسم جہاد ہی تو وہ اجرت کا مستحق نہو گا جیسے امامت اور اذان کی اجرت جائز نہیں بخلاف دوسری صورت کے اسواسطے کہ مقتول کا اسباب اوسکا از قسم جہاد نہیں تو اجارہ اوسپر صحیح ہوگا حموی نے شرح کنز مین کہا کہ تعلیل قاضیخان متقدمین کے قول پر مبنی ہے کہ اجارہ طاعات پر صحیح نہیں ولو نفّل السریۃ ہی قطعۃ من الجیش من اربعۃ الی اربعمائۃ ماخوذۃ من السری ہو النفیس لیلا کذا مالربع وبعد الخمس جوئتھا فلہم النفل استحسانا نظرا لاطباریۃ اور اگر امام نے سریہ یعنی چھاپا مارنے والوں سے چوتھائی غنیمت کے انعام کا وعدہ کیا اور اس قول کو لشکر نے سنا نہ چھاپا مارنے والوں نے تو اونکو یہ انعام ثابت ہے بنابر استحسان کے کذا فی الظہیریۃ سریہ عبارت ہے قطعہ لشکر سے یعنی چند لوگ لشکر کے چار سے چار سو تک یہ لفظ ماخوذ ہے سری سے یعنی رات کو چلنا کذا فی الدرر ھم یہ باعتبار اصل وضع کے ورنہ اب استعمال میں یہ شرط نہیں وجاز التنفیل بالکل اولقلیۃ منہ لیسریۃ لا لیعسکر الفرق اللّٰہ اور تنفیل جائز ہے کل غنیمت سے یا اوسکی برابر سے سریہ کو نہ لشکر کو اور فرق دونوں میں مذکور ہے ھم اور دونوں میں وجہ فرق یون مذکور ہے کہ مقصود تنفیل سے ترغیب اور تحریص ہے قتال پر اور یہ حاصل نہیں مگر بعض کی تخصیص میں کسی چیز کے ساتھ اور تعمیم میں تو سواری کی فضیلت ہی باطل ہوتی ہے اور خمس کا بھی ابطال ہے بحر الرائق میں فتح القدیر سے نقل کیا کہ سریہ اور لشکر میں عدم جواز تنفیل کل میں برابر ہیں بسبب ابطال کے خمس میں منقول ہے اور یہ مسئلہ اکثر کتب میں مذکور ہے کذا فی حاشیۃ الحلبی ولا ینفل بعد الاحراز ہنا ای بدارنا الا من الخمس لجوازہ لہ مصنف واحد کما مر اور امام تنفیل نکرے بعد جمع کرنے غنیمت کے دار الاسلام میں مگر خمس سے تنفیل بعد احراز بھی صحیح ہے بسبب جائز ہونے صرف خمس کا ایک قسم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج اور اسیطرح ہوا تو محتاج مقاتل کو اسواسطے ببلاعت اولی جائز ہوگا کذا فی الفتح وغیرہ وسلبہ ما معہ من مرکبہ وثیابہ وسلاحہ وکذا ما علی مرکبہ لا ما علی دابۃ اخری اور اسباب مقتول کا وہ چیز ہے جو اوسکے ساتھ ہے یعنی اوسکی سواری اور کپڑے اور ہتیار کو اور اسیطرح وہ چیز جو اوسکی سواری پر ہے نہ وہ اسباب جو دوسرے جانور پر ہے جسکو کوتل کہتے ہیں ھم سلب بفتحتین یعنی مسلوب ہے کذا فی القہستانی والتنفیل حکمہ قطع حق الباقین لا الملک قبل الاحراز بدار الاسلام اور حکم تنفیل کا قطع ہونا ہے باقی لشکر کے حق کا نہ مالک ہونا قبل احراز دار الاسلام کے ھم جب باقی لشکر کا حق منقطع ہوا تو جس مال کو بطور تنفیل کے پایا تو اوسمین خمس نہیں اور وراثت اوسمین جاری ہوگی اگرچہ مورث دار الحرب میں مرجاوے اور یہ جو کہا نہ مالک ہونا تنفیل کا حکم نہیں تو مطلب یہ ہو کہ ملک کامل نہیں اور اگر بالکل مطلق ہوتی تو اوسمین وراثت کیونکر جاری ہوتی کذا فی شرح الملتقی اور یہ مذہب شیخین کا ہے اور امام محمد اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مجرد تنفیل سے ملک ثابت ہو جاتی ہے کذا فی الفتح فلو قال الامام من اصاب جاریۃ فہی لہ فاصابہا مسلم فاستبرأہا لم یحل لہ وطیہا ولا بیعہا کما لو اخذہا المتلصص ثمہ واستبرأہا لم یحل لہ اجماعا جب یہ قاعدہ ہوا کہ تنفیل میں ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہیں تو اگر امام نے یون کہا کہ جو لونڈی کو پاوے تو وہ اوسی کی ہے پھر اسکو ایک مسلمان نے پایا پھر اسکا استبرا کیا یعنی دار الحرب میں تو اوسکو اوسکی وطی اور بیع حلال نہیں جیسے کسی مسلم نے دار الحرب میں عورت کو پکڑ لیا بطور خفیہ اور استبرا کیا تو اوسکو وہ حلال نہیں باجماع شیخین اور محمد کے یہانتک کہ اوسکو دار الحرب سے نکال لاوے اور استبرا کرے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی من الاتقانی والسلب للکل ان لم ینفل لحدیث لیس للقاتل من سلب قتیلہ الا ما طابت بہ نفس امامہ فحملنا حدیث السلب علی التنفیل اور اسباب مقتول کا سب لشکر کا حق ہے نہ فقط قاتل کا اگر امام نے انعام نہ مقرر کر دیا ہو بدلیل اس حدیث کے کہ تجھکو اپنے مقتول کے اسباب سے کچھ حق نہیں مگر جب تیرے امام کا دل اوسکو چاہے تو ہمنے حدیث سلب کو تنفیل پر محمول کیا اتم حدیث من قتل قتیلا فلہ سلبہ کی محتمل ہی کہ ہر قاتل اپنے مقتول کے اسباب کا مالک ہو اور تنفیل کی بھی محتمل ہے تو علما حنفیہ نے اسکو تنفیل ہی پر محمول کیا بموجب حدیث اول کے تا دونوں حدیثوں میں تعارض باقی نرہے حدیث اول میں جو سبب بن سلمہ سے منقول ہے ہرچند یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بسبب کثرت طرق کے مرتبہ حسن کو پہونچ گئی ہے کذا فی الفتح قلت وفی معروضات المفتی ابی السعود ہل یحل وطی الاماء المشتراۃ من الغزاۃ الآن حیث وقع الاشتباہ فی قسمتہم بالوجہ المشروع فاجاب لا توجد فی زماننا قسمۃ شرعیۃ لکن فی سنۃ ۹۴۸ وقع التنفیل الکلی فبعد اعطاء الخمس لا یبقی شبہۃ ابتداء انتہی فلیحفظ شارح کہتا ہے از مفتی روم شیخ الاسلام ابو السعود کے معروضات میں مرقوم ہے کہ کیا حلال ہے جماع اون لونڈیون کا جو ریکھی جاتی ہیں اب غازیوں سے جبکہ واقع ہوا ہے اشتباہ غازیوں کی قسمت میں بوجہ شرعی تو جواب اوس سوال کا دیا مفتی ممدوح نے کہ ہمارے زمانے مین

قسمت شرعی ہو جو نہیں ہوئی ہے ۴۳۰ میں سلطان مراد کے وقت میں تنفیل کلی واقع ہو گئی ہے سو نواب نیز کے شروع ہی سے شبہہ حرمت کا باقی رہا انتہی کلام المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تنفیل کلی سے یہ مراد ہے کہ جو غازی کوئی چیز پاوے وہ مالک ہو اوسکا اور کل غنیمت کی تنفیل بعضون کیواسطے مراد نہیں اور عنقریب مذکور ہو چکا فتح القدیر سے کہ تنفیل کلی دار لشکر کیواسطے جائز ہی نہ سریہ کے واسطے تو معلوم ہوا کہ جواب مفتی ممدوح کا صحیح نہیں اور تنفیل اہل روم کی خمس نے کو تحقیق کرنا چاہیے ظاہر یہ ہے کہ خمس ہوا نہیں وتو شبہہ موجود ہی علاوہ اسکے یہ جواب اسوقت مسلم ہو جب تنفیل مذکور ہمارے زمانے تک باقی رہی ہو حالانکہ مذکور ہو چکا کہ وہ ترجیح حاکم سے منقطع ہو جاتی ہی تو امام سابق کی تنفیل امام لاحق پر بطریق اولی جائز نہو گی مگر اوسوقت جبکہ سلطان متاخر بھی تنفیل مذکور کو قائم رکھے واللہ سبحانہ اعلم کذا فی الطحطاوی +

باب استیلاء الکفار

علی بعضہم بعضا او علی اموالنا یہ باب ہے غلبہ کفار کے احکام میں بعضون کو بعضون پر یا ہمارے مالون پر ہم جلبی نے کہا کہ علی بعضہم بعضا کی ترکیب فاسد ہے یون کہنا صواب تھا کہ بعضہم علی بعض اذا سبی کافر کافرا آخر بدار الحرب واخذ مالہ ملکہ لاستیلائہ علی مباح جبکہ گرفتار کیا ایک کافر دوسرے کافر کو دار الحرب میں اور اوسکا مال چھین لیا تو وہ مالک ہو گیا بسبب اوسکے غالب ہونے کے مباح چیز پر ہم شرح ملتقی میں کہا کہ اطلاق دار الحرب کا اسکا مقتضی ہے کہ احراز دار کا شرط نہیں تو اگر کفار ترک اور ہند کے کفار روم پر غالب ہون اور رومیون کو ہندوستان میں پکڑ لیجائین تو وہان کفار ترک کی بھی ملک ثابت ہو گی کفار ہند کے مانند کفار کی نفوس مع اموال دار الحرب میں مباح ہین اور استیلاء علی المباح ملک کا سبب ہے مانند استیلاء علی الصید کے و لو سبی اہل الحرب اہل الذمۃ من دارنا لا یملکونہم لانہم احرار اور اگر گرفتار کیے کافر حربی نے ذمیونکو دار الاسلام سے تو اونکے مالک نہونگے اسواسطے کہ ذمی دار الاسلام میں آزاد ہین اور آزاد استیلا سے مملوک نہین ہوتا اور ذمیون کے اموال مثل اموال مسلمین کے اونکو مملوک ہو جاتے ہین و ملکنا ما نجدہ من ذلک السبی للکافر ان غلبنا علیہم اعتبارا بسائر املاکہم اور ہم اہل اسلام مالک ہونگے جو ہم پاوینگے اوس بندی کفار سے اگر ہم اونپر غالب ہون باعتبار اونکی باقی املاک کے یعنی اگر ایک کافر حربی نے دوسرے کافر حربی کو گرفتار کیا پھر ہم اونپر غالب ہوئے تو اوس بندی کے مالک ہونگے جیسے حربیون کے اور اموال کے مالک ہوتے ہین ف فتاوی قاضیخان میں ہے کہ اگر کافر حربی دار الاسلام میں اپنے ولد کو بیچے تو باتفاق روایات جائز نہیں اور اگر مسلم دار الحرب میں جا کر حربی کا ولد مول لے اسمیں اختلاف ہے امام سے ایک روایت یہ ہے کہ جائز ہے اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے اور یہی صحیح ہے پھر جب بیع دار الحرب کی جائز نہوئی موجب قول جمہور کے تو اگر مشتری دار الاسلام میں نکال لایا اسمیں اختلاف ہے بعضون نے کہا کہ نکال لانے سے مالک ہوگا اسواسطے کہ بیع اگرچہ باطل ہے لیکن جب اوسنے بجبر نکالا تو اوسکا مالک ہو گیا بسبب قہر اور زبردستی کے اور بعضون نے کہا کہ وہ حربی ہے اور بعضون نے یعنی کرخی نے کہا کہ اگر بائع کے نزدیک بیع جائز ہے تو مشتری بسبب اخراج دار الاسلام کے مالک ہوگا خواہ خوشی سے اوسکو لایا ہو یا جبر سے اور اگر بائع کے نزدیک بیع جائز نہیں تو اگر زبردستی سے لایا تو مالک ہے اور اگر وہ بخوشی آیا تو مالک نہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ اگر اوسکو زبردستی سے نکال لایا تو مالک ہوگا اور اگر اوسکو بخوشی لایا تو مالک نہوگا خواہ بائع جواز بیع کا معتقد ہو یا نہو واللہ اعلم وان غلبوا علی اموالنا ولو عبدا مومنا واحرزوہا بدارہم ملکوہا لا للاستیلاء علی مباح لان الصحیح من مذہب اہل السنۃ ان الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلۃ بل لان العصمۃ من جملۃ الاحکام المشروعۃ وہم لم یخاطبوا بہا فبقی فی حقہم مالا غیر معصوم فیملکونہ کما حققہ صاحب المجمع فی شرحہ اور اگر کفار غالب ہو گئے ہمارے اموال پر اگرچہ منجملہ ہمارے اموال کے عبد مومن ہو اور اموال کو دار الحرب میں لے گئے تو اوسکے مالک ہونگے نہ بسبب استیلاء علی المباح کے اسواسطے کہ اہل سنت کا صحیح مذہب یہ ہے کہ اشیا میں اصل توقف ہے اور اباحت معتزلہ کا مذہب ہے بلکہ کفار ہمارے اموال کے مالک ہو گئے اسواسطے کہ عصمت یعنی وجوب حفظ اموال منجملہ احکام شرعیہ کے ہے اور کفار احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں تو ہمارے اموال اونکے حق میں مال غیر محفوظ باقی رہے تو وہ مالک اوسکے ہونگے چنانچہ صاحب مجمع نے اسکی تحقیق اپنی شرح میں کی ہے ہم اشباہ میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے تا وقتیکہ دلیل اسکے مخالف پر قائم ہو اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا یا اصل تحریم ہے تا وقتیکہ اباحت پر دلیل نہ دلالت کرے اور شافعیون نے اسکو امام اعظم کیطرف نسبت کیا ہے اور بدائع میں کہا کہ مذہب مختار یہ ہے کہ افعال

باب استیلاء الکفار

ہیں قبل شرع کے کچھ حکم نہیں انتہی اور مصنف کی شرح منار میں ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے یعنی بعضی حنفیوں کے نزدیک اور بعضوں میں کرخی ہے اور بعض اصحاب شافعی نے کہا کہ اصل اوسمیں توقف ہے
بایں معنی کہ واقع میں اشیا کیواسطے اباحت یا تحریم کا حکم ضرور ہے لیکن ہم اوسپر واقف نہیں ہو سکتے عقل سے بدون بیان شرع کے اور ہدایہ کی فصل حداد میں مذکور ہے کہ اصل اشیا میں
اباحت ہے طحطاوی نے کہا کہ شاید صاحب ہدایہ یہاں معتزلہ اہل مذہب کی راے پر چلا بموافقت شافعی جب ثابت ہوا تو شارح کو نسبت کرنا اباحت کے قول کو معتزلہ کیطرف مناسب نتھا
اور یہ جو شارح نے کہا کہ کفار مخاطب باحکام شرعیہ نہیں یہ قول غیر اصح ہے اور قول اصح یہ ہے کہ وہ مخاطب باحکام شرعیہ ہیں بنا بر ادا اور اعتقاد کے اور یہ جو کہا کہ جب کفار مخاطب احکام شرعی
کے نہوے تو اونکو حق میں مال غیر معصوم باقی رہا یعنی تو اونکو واسطے مباح ہوا تو اسوقت میں قول بالا باحہ کیطرف رجوع ثابت ہوا تو شارح جسکا منکر تھا اوسی کا قائل ہو گیا و بفترض
علینا ابتاعہم اور ہمپر فرض ہے اونکا پیچھا کرنا یعنی کفار کا پیچھا اور اونسے لڑنا اموال چھوڑانے کیواسطے فرض ہے تا وقتیکہ وہ دار الاسلام میں ہیں اور جب دار الحرب میں چلے گئے تو فرض نہیں
بلکہ مستحب ہے اور اگر اولاد کو پکڑ لیگئے تو مطلقاً اونکا پیچھا کرنا فرض ہے کذا فی المنح عن البحر عن المحیط وان اسلموا تقرر ملکہم اور اگر کفار مسلمان ہو گئے تو اونکی ملک ثابت ہو گئی
یعنے کفار مسلمین کے اموال لیکر دار الحرب میں جا کر مسلمان ہو گئے تو وہ مالک اموال کے ہو گئے اب صاحبان اموال اونسے نہیں لے سکتے کذا فی المنح عن شرح الطحاوی
وان غلبنا علیہم ای بعد ما احرزوھا بدارہم اخذنا قبلھم ملکاً کما مجاناً مطلقاً اور اگر ہم غالب ہوئے اونپر یعنی بعد اسکے کہ کفار اموال کو دار الحرب میں لے گئے
اور قبل دار الحرب کے لیجانے کے تو اموال مذکورہ اونکے مالکوں کو مفت ملینگے ہر طرح سے خواہ قبل قسمت اونکو پایا ہو خواہ بعد قسمت کے فمن وجد ملکہ قبل القسمۃ بین
المسلمین لابین الکفار کما حققہ فی الدرر فہو لہ مجاناً یعنی اگر ہم غالب ہوں کافروں پر تو جو مسلمان اپنا مال مملوک پاوے قبل تقسیم ہونے بین المسلمین کے نہ کفار کے درمیان
چنانچہ اسکو صاحب درر نے تحقیق کیا ہے تو وہ مال پانیوالے مالک کو مفت ملیگا بدون دینے کوئی چیز کے وان وجدہ بعدھا فہو لہ بالقیمۃ جبراً للضرر بالقدر الممکن اور اگر صاحب
مال نے اوسکو بعد قسمت بین المسلمین کے پایا تو اوسکو عوض قیمت کے ملیگا تا بقدر ممکن دونوں نقصان بھر جاویں یعنی مالک قدیم کی ملک بلا رضا مندی زائل ہو گئی تو باین لحاظ اوسکے
لینے کا اسکو حق ہے لیکن بعوض قیمت کے مفت لینے سے اوسکا ضرر ہے جسنے اوسکو اپنے حصے میں پایا لہذا اس مال کو قیمت لینا چاہیے تا جانبین کی حق تلفی نہو یہ دلیل عقلی ہے اور
اسی کے موافق بحر الرائق میں حدیث منقول ہے ولو کان ملکہ مثلیاً فلا سبیل لہ علیہ بعدھا اذ لو اخذہ اخذہ بمثلہ فلا یفید الا اشتروہ بہ ولو قبلہا
اخذہ مجاناً کما مر اور اگر مالک قدیم کا مملوک مثلی ہو یعنی کیلی یا وزنی تو اوسکے واسطے کوئی راہ لینے کی نہیں اوسپر بعد قسمت کے اسواسطے کہ اگر اوسکو لے گا تو بعوض اوسکی مثل کے
لے گا مثلاً گیہوں بعوض گیہوں کے لے گا تو اوسکی خرید میں کچھ فائدہ نہیں اور جو شخص اپنا مثلی مال قبل قسمت کے پاوے تو اوسکو مفت لیجا چنانچہ عنقریب گذرا وبالثمن الذی
اشتراہ بہ لو اشتراہ منہم تاجر ای من العدو واخرجہ الی دارنا وبقیمۃ العرض لو اشتراہ بہ اور مالک قدیم بعوض اوس قیمت کے لے جس قیمت سے سوداگر نے
اونسے مول لیا یعنی دشمن سے خرید کیا اور اوسکو ہمارے دار الاسلام میں نکال لایا اور قیمت جنس کے لے اگر اوسنے بعوض جنس کے خرید کیا ہو وبالقیمۃ لو اتھبہ
منہم زاد فی الدرر او ملکہ بعقد فاسد اور بعوض قیمت کے لے اگر کفار سے اوسنے بطریق ہبہ کے پایا ہو درر میں اتنا زیادہ کہا ہے یا مالک ہوا مال مذکور کا
بعقد فاسد تو بھی بعوض قیمت کے لے لکن فی البحر شراہ بخمر او خنزیر لیس لمالکہ اخذہ باتفاق الروایات وکذا لو شراہ بمثلہ نسیئۃً او بمثلہ قدراً او وصفاً
بعقد صحیح او فاسد لعدم الفائدۃ فلو باقل قدراً او اردی وصفاً فلہ اخذہ لانہ یفید ولیس بربو لانہ فداء لیکن بحر الرائق میں
ہے خرید کیا ایک شخص نے مال مذکور کو کفار سے بعوض شراب یا سور کے تو اوسکے مالک کو اوسکا لینا باتفاق روایات جائز نہیں اور اسیطرح اگر اوسکو بعوض
اوسکی مثل کے ادھار خرید کیا یا بعوض اوس چیز کے خرید کیا جو مقدار اور وصف میں مبیع کے مثل ہے خواہ بعقد صحیح خرید کیا خواہ بعقد
فاسد تو جائز نہیں بسبب عدم فائدہ کے سو اگر بعوض اقل مقدار کے خرید کیا یا بعوض ناقص جنس کے خرید کیا تو مالک کو اوسکا لینا جائز ہے اسواسطے
کہ یہ خرید مفید ہے اور یہ بیاج نہیں اسلیے کہ یہ فدا ہے ہم یعنی مثلی کی عدم مساوات یہاں بیاج میں داخل نہیں اسواسطے کہ مالک نے اپنے مال کو
خلاص کیا تو یہ فی الحقیقت فدا ہے نہ عوض کذا فی المنح عن البحر وان فقئت عینہ او قطع یدہ واخذ مشتریہ ارشہ او

فقأها المشتري فيأخذه بكل الثمن ان شاء لان الاوصاف لا يقابلها شيء من الثمن یعنی مالک کو جائز ہے کہ اپنا مال کو سودا گر سے پوری قیمت دیکر لے اگرچہ اوسکے مملوک کی آنکھ پھوڑ دی گئی ہو یا اوسکا ہاتھ کاٹا گیا ہو اور اوسکو مشتری تاجر نے اسکا خون بہا لیا ہو یا خود مشتری نے اوسکی آنکھ پھوڑی ہو تو مالک اوسکو کل قیمت دیکر لے لیگا اسواسطے کہ اوصاف کے مقابل کچھ قیمت نہیں ہوتی والقول للمشتري في مقداره اي الثمن بيمينه عند عدم البرهان لان البينة للمثبت ولو برهنا فبينة المالك ايضا خلافا للثاني نهر اور معتبر قول مشتری کا ہے قیمت کے مقدار میں اوسکی قسم کیساتھ گواہ نہونیکے وقت اور اگر کوئی گواہ لاویگا تو اوسکے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ بیان کرنیوالے ہیں اور اگر دونوں گواہ لاویں تو مالک کے بھی گواہ اولے ہیں بخلاف ابو یوسف کے کذا فی النہر طحطاوی نے ذکر کیا کہ ایک نسخہ میں یوں عبارت ہے فبینۃ المالک ایضا اولی اور یہی نسخہ اولی ہے وان تكرر الاسر والشراء بان اسر ثانيا وشراه آخر اخذ المشتري الاول من الثاني بثمنه لورود الاسر على ملكه فكان الاخذ له ثم يأخذ المالك القديم بالثمنين ان شاء لقيامهما عليه بهما وقبل الاخذ الاول ليس للقديم اخذه كيلا يضيع الثمن اور اگر گرفتاری اور خریدکرر ہوئی اسطرحپر کہ دوسری بار مثلا غلام گرفتار ہوا اور دوسرے مشتری نے اسکو خرید کیا تو مشتری اول اسکو مشتری ثانی سے لیگا معوض اوسکی قیمت کے بسبب وارد ہونے گرفتاری کے مشتری اول کی ملک پر تو اوسی کو لینا مقدم ہو اور پھر مالک قدیم اوسکو دونوں قیمتیں دیکر لے اگر چاہے اسلئے کہ غلام مشتری اول کو دو قیمتوں پر پڑا اور مشتری اول کے قبل مالک قدیم مشتری ثانی سے نہ لے تا مشتری اول کی قیمت نہ ضائع ہو ولا يملكون حرنا ومدبرنا وام ولدنا ومكاتبنا ونحن نملك الجميع منهم فيأخذه مالكه مجانا لكن بعد القسمة يؤدي قيمته من بيت المال اور کفار مالک نہیں ہوتے ہمارے حر کے اور ہمارے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے بسبب آزادی ہوجانے مدبر اور ام ولد اور مکاتب کے اسطرح سے تو اوسکو اوسکا مالک مفت لیگا بلا عوض لیکن بعد قسمت بین المسلمین اوسکی قیمت بیت المال سے ادا کیجاوے کہ یہ حر وغیرہ اسواسطے مملوک کفار نہونگے کہ سبب مفید ملک کا محل ملک میں ہوتا ہے یعنی مال مباح میں اور حر معصوم بنفسہ ہے اور اسیطرح مدبر وغیرہ میں من وجہ حریت ثابت ہے اور اگر تاجر کافروں سے حر وغیرہ کو مول لے تو مالک اوس سے بلا عوض لے کذا فی المنح ونملك عليهم جميع ذلك بالغلبة لعدم العصمة اور ہم اہل اسلام کفار پر مستولی ہوکر اونکے مدبر اور ام ولد اور مکاتب سب کے مالک ہونگے بسبب غلبہ کے بوجہ عصمت کے ولو ند اليهم دابة ملكوها لتحقق الاستيلاء اذ لا يد للعجماء اور اگر کافروں کیطرف اہل اسلام کا کوئی جانور بھاگ گیا تو وہ اوسکے مالک ہونگے بسبب ثابت ہونے استیلا کے دار الاسلام سے نکلتے اسواسطے کہ جانور کیواسطے اپنی ذات پر تصرف نہیں کہ دار الاسلام سے نکلنے کیوقت ظاہر ہو اور ملک کفار کا مانع ہو وان ابق اليهم قن مسلم فاخذوه قهرا لا خلافا لهما لظهور يده على نفسه بالخروج من دارنا فلم يبق محلا للملك اور اگر دار الاسلام سے کفار کی لونڈی یا غلام مسلمان بھاگ نکلا اسواسطے ہونوں نے اوسکو زبردستی پکڑ لیا تو مالک نہونگے بخلاف مذہب صاحبین کے بسبب ظاہر ہونے تصرف غلام کے اپنی ذات پر بھاگ کر دار الاسلام سے نکلنے کے سبب سے تو وہ محل ملک باقی نہ رہا ہم جبتک غلام دار الاسلام میں تھا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ساقط الاعتبار تھا بسبب تحقق مولے کے تصرف کی تا مولی اوسکے انتفاع پر قادر ہو اور خروج دار الاسلام سے مولی کا تصرف اوس سے زائل ہوگیا تو اوسکا تصرف اپنی ذات پر ظاہر ہوا تو وہ معصوم بنفسہ ہوگیا لہذا وہ محل ملک باقی نہ رہا جب کفار کی ملک اوس پر ثابت نہوئی امام کے نزدیک تو مالک قدیم اوسکو مفت لیگا خواہ وہ موہوب ہو خواہ کسی نے اوسکو خرید کیا ہو خواہ مغنوم قبل از قسمت ہو اور بعد قسمت کے اوسکا عوض بیت المال سے ادا کیا جاویگا کذا فی البحر شارح نے قہر کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غلام کو بلا قہر کفار لیں گے تو بالاتفاق اور صاحبین کے مالک ہونگے بخلاف ما اذا ابق اليهم بعد ارتداده فاخذوه ملكوه اتفاقا بخلاف اوسکے جبکہ غلام اونکی طرف بھاگ جاوے کا بعد اپنے مرتد ہونے کے پھر کفار اوسکو پکڑیں تو بالاتفاق مالک ہونگے ولو ابق ومعه فرس او متاع فاشترى رجل ذلك كله منهم اخذ المالك العبد مجانا لما مر انهم لا يملكونه واخذ غيره بالثمن لانهم ملكوه اور اگر غلام دار الحرب میں بھاگ گیا اور اوسکے ساتھ گھوڑا یا اسباب ہے پھر ایک مرد نے یہ سب اون سے مول لیا تو مالک قدیم غلام کو مفت لے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ کفار غلام کے مالک نہیں ہوتے اور غلام کے سوا اور چیز کو قیمت سے لے اسواسطے کہ کفار اوسکے مالک ہو چکے وعتق عبد مسلم او ذمي لانه يجبر على بيعه ايضا زيلعي شراه مستأمن ههنا وادخله دارهم اقامة لتباين الدارين مقام الاعتاق كما لو استولوا عليه وادخلوه دارهم فابق منهم الينا اور آزاد ہوگا وہ غلام مسلمان یا غلام ذمی اسواسطے کہ غلام ذمی کی بھی بیع پر جبر کیا جاسکتا ہے کذا فی شرح

الدیعنی وہ غلام آزاد ہوجائیگا جسکو کافر مستامن نے دارالاسلام مین خرید کیا اور دارالحرب مین داخل کیا بسبب قائم کرنے تباین دارین کو مقام اعتاق کے جیسا کہ اس صورت مین آزاد ہوگا اگر کفار غالب ہون غلام پر دارالاسلام مین اور اوسکو دارالحرب مین داخل کرین پھر وہ وہان سے ہماری طرف دارالاسلام مین بھاگ آوے ھ امام کے نزدیک غلام دارالحرب مین داخل کرنے سے اسواسطے آزاد ہوا تا مسلم کافر کی ذلت سے خلاصی پاوے لہذا شرط تباین دارین کو علت کے قائم مقام کیا یعنی اعتاق کے قید بالمستامن لانہ لو شراہ حربی لا یعتق علیہ اتفاقا لمانع حق استرداد کمنہ مصنف نے مستامن کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر اسکو کافر حربی خرید کریگا تو وہ آزاد نہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے اوسکی حق استرداد کی مانع کے سبب سے کذا فی النہر ھ طحطاوی نے کہا کہ بحرالرائق اور نہرالفائق مین لو شراہ کی مقام مین لو اسرہ ہے یعنی اگر حربی نے عبد مسلم کو گرفتار کیا اور مترجم نے بھی جو نہرالفائق کیطرف رجوع کیا تو طحطاوی کو موافق پایا جیسا کہ اوسکی عبارت حاشیہ پر مرقوم ہے کعبید لھم اسلم ثمہ فجاء نا الی دارنا او الی عسکرنا ثمۃ او اشتراہ مسلم او ذمی او حربی ثمہ او عرضہ علی البیع وان لم یقبل المشتری بحر جیسا کہ حربیون کا وہ غلام آزاد ہوجاتا ہے جو دارالحرب مین مسلمان ہوا پھر ہمارے پاس آیا یعنی ہماری طرف دارالاسلام مین آیا یا اوس لشکر اسلام مین آیا جو دارالحرب مین وارد ہے یا اوسکو مسلم یا ذمی یا حربی نے دارالحرب مین خرید کیا یا حربی نے اوسکو بیع کیواسطے پیش کیا اگرچہ مشتری نے اوسکی بیع نہ قبول کی ہو کذا فی البحر او ظھرنا علیہم ففی ھذہ التسع الصور یعتق العبد بلا اعتاق ولا ولاء لاحد علیہ لان ھذا عتق حکمی در یا ہم اہل اسلام غالب ہوکر حربیون پر توان نو صورتون مین غلام مذکور آزاد ہوجاتیگا بدون آزاد کرنے کے اور کسیکو حق ولا اوسپر نہوگا اسواسطے کہ یہ عتق حکمی ہے کذا فی الدرر ھ نو صورتین مستامن کی خرید سے آخر تک مین حلبی نے کہا بلکہ گیارہ صورتین ہین اسطرحپر کہ خرید کرنا مستامن کا دو حال سے خالی نہین یا اوسنے عبد مسلم کو خرید کیا یا ذمی عبد کو اور اسیطرح استیلا کفار عبد مسلم پر واقع ہوا ہو یا عبد ذمی پر و فی الزیلعی لو قال الحربی لعبدہ اخذ ابیدہ انت حر لا یعتق عند ابی حنیفۃ لانہ معتق ببنانہ مسترق ببنانہ او شرح زیلعی مین ہے اگر حربی نے اپنے غلام سے کہا اور اسکا ہاتھ پکڑ کے کہ تو آزاد ہے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک آزاد نہوگا اسواسطے کہ وہ آزاد ہے اوسکے بیان سے اور مملوک ہوگیا اوسکے ہاتھ پکڑنے سے یعنی مجرد زوال ملک استیلا جبریہ سے اور اوسکی ملک ثابت ہوگئی استیلا جبریہ سے مراد اوسکا ہاتھ پکڑنا ہے دارالحرب مین واللہ تعالیٰ اعلم

باب المستامن

ای الطالب للامان یہ باب ہے مستامن یعنی امان مانگنیوالے کے احکام مین اور چونکہ طلب امان بدون استیلا کے نہین ہوتی لہذا اوسکو باب الاستیلا کے بعد مذکور کیا ھو من یدخل دار غیرہ بامان مسلما کان او حربیا مستامن وہ ہے جو غیر کے ملک مین پناہ لیکر جاوے خواہ مستامن مسلمان ہو یا حربی یعنی مسلم دارالحرب مین اہل حرب سے امان لیکر جاوے یا کافر حربی دارالاسلام مین اہل اسلام سے پناہ لیکر آوے دونون کو مستامن کہتے ہین دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضہ بشیء من دم ومال وفرج منہم اذ المسلمون عند شروطھم داخل ہوا مسلم دارالحرب مین امان لیکر تو اوسپر حرام ہے کافرون کی کسی چیز سے متعرض ہونا خون اور مال اور شرمگاہ سے اسواسطے کہ اہل اسلام اپنی شرطون کے نزدیک قائم رہتے ہین یعنی مستامن کو حربیون کا خون کرنا یا اونکا مال ناحق لینا یا اونکی عورتون سے قربت کرنا جایز نہین حرام ہے فلو اخرج الینا شیئا ملکہ ملکا حراما للغدر فیتصدق بہ وجوبا سو اگر مسلم مستامن دارالحرب سے ہماری طرف دارالاسلام مین کوئی چیز نکال لایا تو اوسکا مالک ہوگا ملک حرام بسبب دغابازی کے تو اوسکو خیرات کردے بنا بر وجوب کے ھ مالک اسواسطے ہوا کہ بسبب اخراج کے مال مباح پر مستولی ہوا اور حرمت عہدشکنی کی جہت سے ثابت ہوئی اور تصدق ثابت ہوا بسبب ملک خبیث کے تا اینکہ اگر جاریہ ہوگی تو اوسکی وطی حلال نہین اگرچہ اسکو دارالاسلام مین محرز کیا اور جو شخص کہ اس جاریہ کو مستامن سے خرید کرے اوسکو بھی وطی حلال نہین بسبب قائم ہونے حرمت کے ملک مین دغابازی سے اور یہ حرمت وطی بشرط بقید علم ہے یعنی اگر مشتری جانتا ہو کہ بائع اوسکا مالک ہوا ہے ملک محظور اسواسطے کہ خانیہ مین ہے کہ حرمت اموال مین متعدد اور منتقل ہوتی ہے علم کے ساتھ مگر وارث کے حق مین اسواسطے کہ مورث کا مال وارث کو حلال ہے اگرچہ وارث اوسکے مال کی حرمت کو جانتا ہو اور ظہیریہ مین حلت مال مورث مین یہ قید مذکور ہے کہ وارث ارباب اموال کو نجانتا ہو تب اوسکو مال مورث کا حلال ہے یعنی اگر جانتا ہو کہ فلانا مال فلانے شخص کا مورث نے غصب کیا ہے یا رشوت مین لیا ہے تو حلال نہین کذا فی الطحطاوی

عن الحربی قید بالاخراج لانہ لو غصب منہم شیئا رد علیہم وجوبا مصنف نے ملک میں اخراج کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر دار الحرب میں کافرون کی کوئی چیز غصب کریگا تو اوسکو پھیر دینا بروجوب ہے تاوقتیکہ وہ دار الحرب میں ہے اور یہی حکم ہے چوری اور غارتگری کا بخلاف الاسیر فیباح تعرضہ وان اطلقوہ طوعا لانہ غیر مستامن فہو کالمتلصص بخلاف اوس مسلم کے جو دار الحرب میں گرفتار اور مقید ہے تو اوسکو اونکی جان اور مال سے تعرض ہونا مباح ہے اگرچہ کفار نے اوسکو بخوشی چھوڑ دیا ہو اسواسطے کہ مستامن نہیں تو وہ متلصص کے مانند ہے یعنی جو دار الحرب میں چھپکر جاوے فانہ یجوز لہ اخذ المال وقتل النفس دون استباحۃ الفرج لانہ لا یباح الا بالملک سو مسلم مقید کو جائز ہے حربیون کا مال لینا اور جانکا قتل کرنا سوای استباحت شرمگاہ کے اسواسطے کہ حربیات کا جماع حلال نہیں مگر ملک سے اور ملک قبل احراز دار الاسلام کے ثابت نہیں اور ملک حقیقی اور حکمی دونون کو شامل ہے الا اذا وجد امرأتہ الماسورۃ او ام ولدہ او مدبرتہ لانہ ما ملکوہن بخلاف الامۃ مسلم مستامن کو اباحت شرمگاہ حلال نہیں مگر اوسوقت حلال ہے جبکہ اوسنے دار الحرب میں اپنی زوجہ گرفتار یا اپنی ام ولد یا مدبرہ کو پایا اسواسطے کہ کفار اونکے مالک نہیں ہوتے بخلاف لونڈی کے کہ وہ گرفتاری سے اونکی مملوک ہو جاتی ہے تو اوسکی وطی بھی حلال نہیں ولم یطأہن اہل الحرب فانہ لو وطئہن تجب العدۃ للشبہۃ زوجہ اور ام ولد اور مدبرہ اوسوقت حلال ہیں جبکہ اونسے اہل حرب نے وطی نکی ہو اسواسطے کہ اگر اونکے ساتھ اونسے وطی کی ہوگی تو عدت واجب ہوگی بسبب شبہ ملک کے فان اداین حربی دینا بیع او قرض او بعکسہ او غصب احدہما صاحبہ وخرجا الینا لم یقض لاحد بشیء لانہ ما التزم حکم الاسلام فیما مضی بل فیما یستقبل پھر اگر حربی نے مسلم مستامن کو مدیون کیا خواہ دین بواسطے بیع کے ہو یا قرض کے یا اوسکے بالعکس ہوا یعنی مستامن نے حربی کو مدیون کیا یا ایک نے دوسرے کا مال غصب کیا اور دونون ہماری طرف دار الاسلام میں نکل آئے تو ہم اہل اسلام کسی شخص کیواسطے کسی چیز کا حکم نکرینگے اسواسطے کہ حربی مستامن نے حکم اسلام کا زمان گذشتہ میں التزام نہیں کیا بلکہ زمان آیندہ میں التزام کیا ہے اور اوسوقت میں تو اسواسطے حکم نہوگا کہ ادانت دار الحرب میں واقع ہوئی ہے وہان حکومت اسلام جاری نہیں جو قاضی وہین کچھہ حکم کرے اور وقت قضا بھی حربی مستامن پر ولایت اسلام نہیں اسواسطے کہ اوسنے زمان گذشتہ میں التزام احکام نہیں کیا بلکہ آیندہ میں کیا ہے اور غصب میں اسواسطے حکم نہیں کہ دار الحرب غلبہ اور قہر کا ملک ہے جو ایک شخص دوسرے کے مال پر غالب ہوا مالک ہو گیا منح الغفار میں ہے کہ دین سے یہان عام مراد ہے جو خرید و فروخت اور قرض کو شامل ہے اگرچہ صاحب قاموس کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت میں قرض کو دین نہیں کہتے اسواسطے کہ فقہا نے تصریح کی ہے کہ دار الحرب کے قرض کا بھی یہی حکم ہے یفتی المسلم برد المغصوب زیلعی زاد الکمال برد الدین ایضا دیانۃ لا قضاء لانہ غدر اور مسلم کو رد مغصوب کا فتوی دیا جاوے گا کذا فی شرح الزیلعی کمال الدین محقق نے اتنا زیادہ کہا ہے اور دین کی بھی پھیر دینے کا فتوی دیا جاوے گا باعتبار دیانت کے نہ قضا کے دیانۃ اسواسطے فتوی ہوگا کہ عدم ادای دین دغابازی ہے ظلم یعنی قاضی پھیر حکم نکرے گا بلکہ مسئلہ شرعی بیان کر دیگا وکذا الحکم یجری فی حربیین فعلا ذلک ای الادانۃ والغصب ثم استامنا لما بیناہ اور ایسا ہی حکم جاری ہے اون دو حربیون میں جنہون نے وہ کیا یعنی ادانت اور غصب دار الحرب میں کیا پھر دار الاسلام میں داخل ہو کر مستامن ہوئے بنظر اوس دلیل کی جسکو ہمنے بیان کیا یعنی دونون میں قاضی اسلام کچھہ حکم نکرے گا اسواسطے کہ اونھون نے التزام احکام اسلام استقبال میں کیا ہے نہ ماضی میں خرج حربی مع مسلم الی العسکر فادعی المسلم انہ اسیرہ وقال الحربی کنت مستامنا فالقول للحربی الا اذا قامت قرینۃ ککونہ مکتوفا او مغلولا عملا بالظاہر پھر حربی نکلا دار الحرب سے مسلمان کے ساتھہ لشکر اسلام کیطرف پھر مسلم نے دعوی کیا کہ وہ میرا قیدی ہے اور حربی نے کہا کہ میں مستامن تھا تو حربی ہی کا قول معتبر ہوگا مگر اوسوقت مسلم کا قول مقبول ہوگا جب کوئی قرینہ قائم ہو اوسکی گرفتاری پر جیسا کہ اوسکی مشکین بندھی ہو یا اوسکے گلے میں طوق پڑا ہو تا کہ ظاہر حال پر عمل کرنے سے کذا فی البحر وان خرجا ای الحربیان الینا مسلمین قضی بالدین لوقوعہ صحیحا للتراضی واما الغصب فلا لما مر انہ ملکہ اور اگر دو حربی نکل آئے دار الاسلام میں مسلمان ہو کر اور اونھون نے مقدمہ رجوع کیا قاضی کیطرف تو اون دونون میں اوسے دین کا حکم کیا جاوے گا بسبب واقع ہونے دین کے صحیح بسبب رضامندی طرفین کے اور غصب میں تو حکم نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ دار الحرب میں غصب کرنے سے غاصب مالک ہو جاتا ہے اسواسطے کہ دار الحرب دار القہر ہے قتل احد المسلمین المستامنین صاحبہ عمدا او خطأ تجب الدیۃ لسقوط القود ثمہ کالحد فی مالہ فیہما لتعذر الصیانۃ علی العاقلۃ مع تباین الدارین دو مسلمان مستامن میں سے ایک نے دوسرے اپنے ساتھی کو قتل کیا قصداً یا چوک کر تو دیت واجب ہوگی بسبب ساقط

ہو نہ قصاص کے وہان یعنی دار الحرب مین مانند ستر کے دیت واجب ہوگی قاتل کے مال مین دونون صورتون عمداً اور خطاً مین بسبب متعذر ہونے حفاظت کے اہل محلہ پر باوجود اختلاف دارین کے یعنی اہل محلہ پر جو قتل خطا مین دیت واجب ہوتی ہے تو اس سبب سے کہ اونھون نے بچانے مین قصور کیا سو یہ امر تباین دارین سے متصور نہین لہذا قاتل ہی کے مال سے دیت دلائی جاویگی والکفارۃ ایضاً فی الخطاء لاطلاق النص اور کفارہ بھی واجب ہوگا قتل خطا مین بسبب اطلاق نص کے یعنی نص قرآنی مین بلا قید دار الحرب اور دار الاسلام کے ارشاد ہوا ہے کہ جو مومن کو چوک کر مارے تو مسلمان گردن کا آزاد کرنا اور دیت سپرد مقتول کے وارثون کو وفی قتل احد الاسیرین الآخر کفر فقط لما مر بلا دیۃ فی الخطاء اور دو قیدی مسلمان مین سے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالے تو ان مین فقط کفارہ دے بدلیل گذشتہ بدون دیت کے قتل خطا مین ہم سقوط دیت کی وجہ قتل عمد مین مذکور ہوگی ولا شئ فی العمد اصلاً لانہ بالاسر صار تبعاً لہم فسقطت عصمتہ المقومۃ لا المؤثمۃ فلذا یکفر فی الخطاء اور کچھ واجب نہین قتل عمد مین اصلاً نہ کفارہ نہ دیت اسواسطے کہ مسلم بسبب گرفتاری کے اہل حرب کا تابع ہوگیا تو ساقط ہوگئی اوسکی عصمت مقومہ عصمت مؤثمہ تو اسیواسطے قتل خطا مین کفارہ دیگا نہ عمد مین اصلاً ہم عصمت مقومہ یعنی قیمت ٹھہرانیوالی وہ ہے جو موجب مال ہو تعرض کرنے والے پر اور عصمت مؤثمہ وہ ہے جو موجب گناہ کی ہو عند التعرض کذا فی المنح کقتل مسلم اسیراً او من اسلم ثمہ ولو ورثتہ المسلمون ثمہ فیکفر فی الخطاء فقط لعدم الاحراز بدارنا جیسے مسلم کو قتل کرنا مین قیدی مسلم کو یا اوسکو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا اگرچہ مقتول کے مسلمان وارث وہان موجود ہون دیت واجب نہین تو فقط قتل خطا مین کفارہ دے بسبب عدم احراز دار الاسلام کے ہم عصمت متقومہ جو انسان کی قیمت کو ثابت کرے اسطرح پر کہ جو ہتک عصمت کرے تو اوسپر قصاص لازم آوے یا دیت یہ ہمارے نزدیک بسبب احراز دار الاسلام کے ثابت ہے نہ بسبب اسلام کے کذا فی الطحطاوی عن العلامۃ نوح

فصل فی استئمان الکافر

یہ فصل ہے کافر کے طلب امان مین جب استیمان مسلم سے فراغت پائی تو مصنف نے احکام کافر مستامن کی شروع کیے لا یمکن حربی مستامن فینا سنۃ لئلا یصیر عیناً لہم وعونا علینا نہ رہنے پاوے حربی مستامن ہم مین یعنی دار الاسلام مین ایکسال تا کافرون کا جاسوس اور ہماری ضرر رسانی کو اونکا مددگار نہ ہو جاوے ہم حربی کا ہمیشہ رکھنا دار الاسلام مین جائز نہین مگر باسترقاق یا جزیہ تا کافرون کا جاسوس نہو اور مسلمین کی ضرر مین اونکا مددگار نہو مگر کچھ مدت اونکو رہنے دینا البتہ جائز ہے اسواسطے کہ بالکل نہ آنے دینے مین سد باب تجارت ہے لہذا دونون مدتون مین حد فاصل ایکسال کو قرار دیا کہ اس مدت مین جزیہ واجب ہوتا ہے کذا فی المنح وقیل لہ من قبل الامام ان اقمت سنۃ قید اتفاقی لجواز توقیت ما دونہا کشہر وشہرین در لکن ینبغی ان لا یلحقہ ضرر بتقصیر المدۃ جداً فتح وضعنا علیک الجزیۃ اور حربی سے کہا جاوے بادشاہ اسلام کیطرف سے کہ اگر تو دار الاسلام مین ایکسال رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ رکھینگے شارح نے کہا ایکسال رہنے کی قید اتفاقی ہے بسبب جواز توقیت کم از سال کے جیسے ایک مہینے یا دو مہینے کذا فی الدر لیکن لائق یون ہے کہ اوسکو ضرر نہ پہونچے نہایت کم مدت مقرر کرنے سے کذا فی الفتح ہم جزیہ مقرر کرنا سال بھر کے رہنے پر موقوف نہین بلکہ اگر امام نے ایک مہینہ رہنے کی اجازت دی تو اگر دو مہینے رہیگا تو ذمی ہوجاویگا جزیہ اوسپر لازم آویگا فان مکث سنۃ بعد قولہ فہو ذمی ظاہر المتون ان قول الامام لہ ذلک شرط لکونہ ذمیاً فلو اقام سنۃ او سنتین قبل القول فلیس بذمی وبہ صرح العتابی وقیل نعم وبہ جزم فی الدرر قال فی الفتح والاول اوجہ پھر اگر حربی دار الاسلام مین سال بھر بعد قول امام کے ٹھہرے تو وہ ذمی ہے ظاہر عبارت متون یہ ہے کہ امام کا یہ قول اوسکے ذمی ہونے کی شرط ہے تو اگر حربی ایکسال یا دو سال دار الاسلام مین ٹھہریگا قول امام سے پہلے تو وہ ذمی نہین اور اسی کی عتابی نے تصریح کی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ بدون قول امام کے بھی ذمی ہوگا اور اسی قول پر یقین کیا ہے درر مین فتح القدیر سے کہا کہ قول اول دلیل سے موافق تر ہے ولا جزیۃ علیہ فی حول المکث الا بشرط اخذہا منہ فیہ اور حربی پر جزیہ نہین ہے پہلے سال کی اقامت مین مگر اوس سے شرط کر لینے مین سال کے اندر جزیہ لینے کے یعنی اگر یون کہدیا ہو کہ اگر تو اس سال رہیگا تو تجھپر جزیہ دینا لازم آویگا تب تو لینا درست ہے ورنہ نہین اسواسطے کہ وہ دوسرے سال مین ذمی ہوا ہے نہ اول سال مین اور جزیہ دینا بدون ذمی ہونے کے لازم نہین اب آگے مصنف نے ذمی کے احکام شروع کیے واذا صار ذمیاً یجری القصاص بینہ وبین المسلم ویضمن المسلم قیمۃ خمرہ وخنزیرہ اذا اتلفہ اور جب کہ حربی

ذمی ہوگیا تو قصاص جاری ہوگا اوسکے درمیان اور مسلم کے درمیان اور مسلم اوسکی شراب و سور کی قیمت کا ضامن ہوگا جبکہ مسلم اوسکو تلف کر ڈالیگا وتجب الدیۃ علیہ اذا قتلہ
خطأً اور مسلمان پر خون بہا دینا واجب ہوگا جبکہ ذمی کو چوک کر مار ڈالے گا ویجب کف الاذی عنہ وتحرم غیبتہ کالمسلم فتح اور واجب ہے اوسپر سے تکلیف اور ایذا کو ہٹانا اور
اوسکی غیبت کرنا حرام ہے مسلمان کی مانند کذا فی فتح القدیر وفیہ لومات المستامن فی دارنا وورثتہ ثمہ وقف مالہ لھم ویاخذونہ ببینۃ ولو من اھل الذمۃ فبکفیل ولا تقبل
کتاب ملکھم اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر کافر مستامن دار الاسلام میں مرگیا اور اوسکے وارث دار الحرب میں ہیں تو اوسکا مال اونکے واسطے رکھ چھوڑا جاویگا اور اوسکے وارث مال کو گواہ لاکر
پاوینگے اور اگرچہ اونکی وراثت کے گواہ اہل ذمہ ہوں تو ضامن لیکر اونکو مال ملیگا اور حربیوں کے بادشاہ کا خط اس امر میں قبول نہیں فاذا اراد الرجوع الی دار الحرب بعد الحول
ولو لتجارۃ او لقضاء حاجۃ کما یفیدہ الاطلاق نھر منع لان عقد الذمۃ لاینقض مفادہ منع الذمی ایضا اور جبکہ کافر مستامن دار الحرب کی طرف پھر جانیکا
ارادہ کرے بعد ٹھہرنے سال بھر کے تو منع کیا جاویگا اگرچہ تجارت یا حاجت روائی کیواسطے جاتا ہو چنانچہ اطلاق روایات اسکو مفید ہے کذا فی النہر اسواسطے روکا جاویگا کہ عقد ذمہ
بعد منعقد ہونیکے منقوض نہیں ہوتا اور اس تعلیل سے مستفاد ہوا ذمی کا منع کرنا بھی دار الحرب کے جانے سے ط علاوی ذکرہا منع ذمی بحث ہے صاحب بحر کی حالانکہ یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری
میں مصرح ہے یعنی تو قیاس کی کیا حاجت ہے کما یمنع لو وضع علیہ الخراج بان الزم بہ واخذ منہ عند حلول وقتہ لان خراج الارض کخراج الرؤس جیسے روکا جاتا ہے
حربی مستامن دار الحرب کو جانے سے اگر اوسپر خراج زمین کا مقرر کیا جاوے اسطرح کہ خراج اوسکو لازم کیا گیا ہو اور خراج اوس سے لیا جاوے گا اوسکے وقت
آنے کے نزدیک اسواسطے کہ زمین کا محصول گردن کے محصول کے برابر ہے ذمی ہوجاتا ہے یعنی جب مستامن نے دار الحرب میں زمین مول لی یا خیر کی زمین میں زراعت کی
تو اوسپر خراج لازم آیا تو وہ اوس سے ذمی ہوگیا جیسے جزیہ سے ذمی ہوتا ہے اسواسطے دار الحرب میں جانے پاویگا او صار ذمیا ای المستامنۃ الکتابیۃ بتزوج مسلم او ذمی لتبعیتھا
لہ وان لم یدخل بھا یا مستامنہ کتابیہ کیواسطے مسلم یا ذمی زوج ہوگیا یعنی دار الاسلام میں اوسنے مسلم یا ذمی سے نکاح کیا تو اب دار الحرب میں نجانے پاویگی بسبب تابع ہونے
زوجہ کی زوج کیواسطے اگرچہ زوج نے اوس سے قربت نکی ہو لا عکسہ لامکان طلاقھا نہ بالعکس اسکے یعنی کافر مستامن اگر ذمیہ سے نکاح کرے تو ذمی نہیں ہوتا اوسکی طلاق
دینیکے امکان سے یعنی مرد زوجہ کو طلاق دیکر اپنے ملک میں جاسکتا ہے بخلاف عورت کے کہ وہ مالک طلاق کی نہیں ولو نکحھا ھنا فطالبتہ بمھرھا فلھا منعہ من الرجوع
تتارخانیہ اور اگر مستامن نے ذمیہ سے دار الاسلام میں نکاح کیا سو زوجہ نے اوس سے اپنا مہر مانگا تو اوسکو اوسکا روکنا دار الحرب کے جانے سے پہونچتا ہے کذا فی التاتارخانیہ
فلو لم یخرج حتی مضی الحول ینبغی صیرورتہ ذمیا علی ما مر من البحر سو اگر مستامن نے مہر ندیا یہانتک کہ ایکسال گذر گیا تو اوسکا ذمی ہوجانا سزاوار ہے بنابر اوس روایت کے
جو در سے مذکور ہوچکی یعنی امام کا یوں کہنا مستامن سے کہ اگر تو سال بھر رہیگا تو ہم تجھپر جزیہ مقرر کرینگے ذمی ہونے میں شرط نہیں بلکہ اقامت یکسالہ ثبوت ذمیت میں
کافی ہے بروایت دررومتہ علم حکم الدین الحادث فی دارنا اور مہر کے حکم سے معلوم ہوگیا اوس دین کا حکم جو دار الاسلام میں حادث ہوا یعنی صاحب دین کو مدیون کا
روکنا دار الحرب کے جانے سے جائز ہے اور اگر یکسال تمام ہوگیا تو ذمی ہوجاویگا فان رجع المستامن الیھم ولو لغیر دارہ حل دمہ لبطلان امانہ پھر اگر
مستامن پھر گیا حربیوں کیطرف اگرچہ دوسری دار الحرب میں گیا ہو تو اوسکا خون بعد داخل ہونے دار الحرب کے حلال ہوجاویگا بسبب باطل ہونے اوسکی امان کے تو وہ حربی ہوگیا

فان ترک ودیعۃ عند معصوم مسلم او ذمی او دینا علیھما فاسر او ظھر بالبناء للمجھول بمعنی غلب علیھم فاخذوہ او قتل سقط دینہ وسلمہ
وما غصب منہ واجرۃ عین اجرھا البزازیۃ پھر اگر مستامن دار الحرب میں پھر گیا اور امانت کو شخص معصوم یعنی مسلم یا ذمی کے پاس چھوڑ گیا یا دونوں پر اپنا دین چھوڑ گیا پھر حربیوں
قید ہوسکے دار الحرب کے گرفتار ہوا یا غلبہ حاصل ہوا اہل حرب پر سو اوسکو گرفتار کیا مسلمین نے یا اوسکو قتل کیا بعد غالب ہونے کے تو اوسکا دین اور بیع سلم کا راس المال
اور جو مال کہ اوس سے غصب کیا اور کرایہ اوس ذات کا جسکو اوسنے اجارہ دیا تھا ساقط ہوگیا بسبب مقدم ہونے قبضہ امانت دار وغیرہ کے ہم مدیون وغیرہ پر اثبات
پر بسبب مطالبہ کے تھا اور مطالبہ تو بسبب گرفتاری یا قتل اوس کے ساقط ہوا اور مدیون وغیرہ کا ید اوسکے ید سے اسبق ہے تو اوسی کو مخصوص ہوگا لہذا
دین وغیرہ ساقط ہوگا اور غنیمت نہوگا کذا فی البحر وصار مالہ کودیعتہ وما عند شریکہ ومضاربہ وما فی بیتہ فی دارنا فیئا اور مال اوسکا جیسا کہ اوسکی امانت

اور جو مال کہ اوسکی شریک یا مضارب کے پاس ہو اور جو اوسکے گھر مین ہو دار الاسلام کو اندر غنیمت ہوجاوے گا یعنی اسواسطے کہ مال مذکور اوسکی قبضے مین ہی تقدیرًا کیونکہ امانتدار وغیرہ کا
قبضہ قائم مقام صاحب امانت کے ہی تو امانت وغیرہ غنیمت ہوجاوے گی اوسکی ذات کی تبعیت سے واختلف فی الرھن ورجح فی النھر انه للمرتھن بدینه اور اختلاف روایت ہی اوسکی رہن مین
اور نہر الفائق مین ترجیح دی ہی کہ وہ مرتہن ہی کیواسطے ہے بعوض اوسکی دین کے ھم یہ قول ہی ابو یوسف کا اور محمد کے نزدیک مرہون بیچا جاوے اور اوس سے مرتہن کا دین ادا کیا جاوے
اور جو زیادہ ہوا دادی دین سے وہ غنیمت ہے مسلمین کی صاحب بحر نے محمد کی قول کو ترجیح دی ہی اور جو حق صاحب نہر کی ترجیح کو رد کیا ہے کذا فی الطحطاوی و فی السراج
یسقط من یاخذ الودیعة والقرض وجب التسلیم الیه انتہی اور سراج مین ہی کہ اگر مستامن مذکور نے کسی شخص کو دار الحرب سے امانت اور قرض لینے کیواسطے بھیجا تو اوسکو امانت
اور قرض کا سپرد کرنا واجب ہے انتہی کلامہ یعنی اسواسطے کہ اوسکا مال غنیمت نہین ہوتا مگر اوسکی گرفتاری یا قتل سے سو منوز حاصل نہین وعلیه فیوفی منه دینه ھنا ولو
ادت ودیعته فیما اور بنا بر وجوب تسلیم ودیعت اور قرض کی تو ادا کیا جاوے گا اوسکے مال سے دین اوسکا جو اوسنے دار الاسلام مین مسلم سے قرض لیا یا ذمی سے اگر یہ اوسکی ودیعت
نسبت ہوگی طحطاوی نے کہا یہ بحث ہے صاحب بحر کی نہ روایت مذہب وان قتل اومات فقط بلا غلبة علیھم فدینه وقرضه ودیعته لورثته لان نفسه
لم تصر مغنومة فکذا ماله کما لو ظھر علیه فھرب فماله له اور اگر مستامن مذکور بعد رجوع دار الحرب کے قتل کیا گیا بدون گرفتاری کے یا فقط مرگیا بدون غالب ہونے
مسلمین کے دار الحرب پر تو اوسکا دین اور قرض اور امانت اوسکی وارثون کیواسطے ہی اسواسطے کہ ذات اوسکی مغنوم نہین ہوئی تو اسیطرح اوسکا مال بھی غنیمت نہین ہوا جیسا کہ اگر وہ
گرفتار ہوا پھر بھاگ گیا تو اوسکا مال اوسکو واسطے ہی کیونکہ اوسکی گرفتاری اوسکی بھاگ جانے سے باطل ہوگئی ھم خلاصہ یہ ہے کہ یہان پانچ صورتین ہین تین صورتون مین تو اوسکا دین
ساقط ہی اور اوسکی امانت غنیمت ہے ۱ — دار الحرب پر غالب ہونے اور اوسکی گرفتار کرنے سے ۲ — دار الحرب پر غالب ہونے اور اوسکی قتل کرنے سے ۳ — بدون غلبہ دار الحرب
اوسکی گرفتاری سے اور دو صورتون مین اوسکا مال غنیمت نہین بلکہ بطور سابق قائم رہیگا اگر وہ زندہ ہی تو آپ لے نہین تو اوسکے وارث لینگے ۱ — اوسکی گرفتار ہونے سے پھر بھاگ
جانے سے ۲ — اوسکی مقتول ہونے سے بدون مغلوبی دار الحرب کے یا اوسکی مرجانے سے کذا فی المنح حربی ھنا له ثمه عرس واولاد ووديعة مع معصوم وغيره فاسلم ھنا او صار
ذميا ثم ظھرنا علیھم فکله فیء لعدم یده وولایته ولو سبی طفله الینا فھو مسلم ایک حربی یہان دار الاسلام مین ہے جسکی وہان دار الحرب مین جورو اور اولاد
اور امانت ہے کسی شخص معصوم یا غیر معصوم کے ساتھ پھر وہ یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوگیا یا ذمی ہوگیا پھر ہم اہل اسلام اہل حرب پر غالب ہوئے تو اوسکی زوجہ اور اولاد اور امانت
غنیمت ہے بسبب نہونے اوسکی قبضے اور ولایت کے اور اگر اوسکا طفل دار الاسلام مین گرفتار ہو آیا تو وہ طفل کہ مسلم ہے ھم طفل مسلمان ٹھہرا اپنے باپ کی تبعیت سے اسواسطے
دونون ایک ملک مین مجتمع ہونے بخلاف اون اطفال کے جو دار الحرب مین ہین کہ وہ اسلام مین تابع اپنے باپ کے نہونگے بسبب تباین دارین کے وان اسلم ثمه فجاء ھنا
ان ظھر علیھم فطفله حر مسلم لاتحاد الدار اور اگر حربی دار الحرب مین مسلمان ہوا پھر یہان دار الاسلام مین آیا پھر اہل اسلام کا اہل حرب پر غلبہ ہوا تو اوسکا طفل صغیر
مسلمان ہی اپنے باپ کی تبعیت سے بسبب متحد ہونے دار کے یعنی جب اوسکا باپ مسلمان ہوا تھا تو دونون دار الحرب مین واقع تھے کذا فی المنح ووديعته مع معصوم له لان
یده کیده محترمة اور امانت اوسکی شخص معصوم کے ساتھ اوسی کیواسطے ہے اسواسطے کہ قبضہ امانتدار معصوم کا صاحب امانت کے قبضے کے مانند محترم ہے یعنی بسبب
اسلام کے وغیرہ فیء لو ديعة غصبها مسلم لعدم النيابة فتح اور سوا اسکے امانت کے اور مال اوسکا غنیمت ہی اگرچہ اوسکو کسی غیر کو مسلم نے اوس سے غصب کیا ہو
بسبب عدم نیابت کے کذا فی الفتح اسواسطے کہ غاصب کا قبضہ صحیح نہین جو مالک کی قبضے کے قائم مقام ہو وللامام حق اخذ دية مسلم لا ولی له اصلا اور امام کیواسطے
مسلمان کی دیت کے لینے کا حق ہی جسکا کوئی ولی وارث نہین ہی گرچہ مقصود یہ ہے کہ اوسکا خون بہا لیکر بیت المال مین رکھے والا قتل خطا کا حکم معلوم ہی ولہذا کفارہ مذکور نکیا
اسواسطے کہ جنایات مین مذکور ہوگا ودية مستأمن اسلم ھنا من عاقلة قاتله خطأ لقتله نفسًا معصومًا اور امام کو اوس مستامن کی دیت کے لینے کا حق ہے
یہان دار الاسلام مین مسلمان ہوا اوسکی قاتل کے اہل محلہ سے خون بہا اگر قتل خطا مین سبب قتل کرنے قاتل کے نفس معصوم الدم کو یعنی مستامن کا ولی دار الحرب مین
ہے لہذا امام اوسکا خون بہا لیگا اسواسطے کہ امام اوسکا ولی ہی جسکا کوئی ولی نہین وفی العمد له القتل قصاصًا او الدیة صلحًا لا العفو نظرا لحق العامة ولا وارث

مسلم اور مستامن مسلم کے قتل عمد میں امام کو قاتل کا قتل جائز نہیں بنا بر قصاص کے یا خون بہا لینا بطور صلح کے یا معاف کرنا بنظر حق عامہ کے ہے یعنی اگر دیت بیت المال میں داخل ہوگی
تو سب اہل اسلام کو حصہ ملیگا تو خون معاف کردینے میں انکی حق تلفی ہے حربی اور مرتد اور من وجبت علیہ حد التجأ بالحرم لا یقتل بل یحبس عنہ الطعام حتی یخرج
فیقتل لان من دخلہ فہو امن بالنص وسیجیء فی الجنایات حربی یا مرتد یا جسپر قصاص واجب ہوا جا چھپا بیت اللہ کے حرم میں تو حرم کے اندر وہ مقتول نہ ہوگا لیکن اوسکا کھانا روکا جاوے
یعنی اوسکو کوئی کھانا پینا مطلقاً نہ دیگا اور وہ حرم سے باہر نکلنے کو عاجز ہو کر پھر حرم کے باہر قتل کیا جاوے اسواسطے کہ جو شخص حرم میں داخل ہوا وہ امن میں ہو گیا بموجب نص قرآنی کے
ومن دخلہ کان امنا اور یہ مسئلہ آگے کتاب الجنایات میں آویگا لا تصیر دار الاسلام دار حرب الا بامور ثلثۃ باجراء احکام اہل الشرک وباتصالہا بدار الحرب
وبان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول علی نفسہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا مگر تین امور کے پائے جانے سے اہل شرک کے احکام جاری ہونے سے
اور اوسکے متصل ہونے سے دار الحرب کے ساتھ اور اس سے کہ وہاں مسلم یا ذمی بدستور نہ باقی رہے اپنی ذات پر امان اول سے ھم اہل شرک سے سب اہل کفر مراد ہیں یعنی
اہل کفر کے احکام علی الاعلان بلا دغدغہ جاری ہوں اور حکم اسلام وہاں نہ جاری ہووے اور اتصال دار الحرب سے یہ مراد ہے کہ دونوں کے درمیان میں بلاد اسلام کا کوئی شہر نہ واقع ہو اور
امان اول سے وہ امان مراد ہے جو ثابت تھی قبل غلبہ کفار کے مسلم کو اسلام کے سبب سے اور ذمی کو عقد ذمہ کے سبب سے اور اس مسئلہ کی تین صورتیں ہیں یا اہل حرب کسی شہر پر
بلاد اسلام سے غالب ہو جائیں یا کسی شہر کے لوگ مرتد ہو کر احکام کفر جاری کریں یا اہل ذمہ عہد توڑ کر اپنے ملک پر غالب ہو جائیں تو ان سب صورتوں میں وہ ملک دار الحرب نہ ہوگا امام
اعظم کے نزدیک مگر شرائط مذکورہ ثلثہ سے اور صاحبین نے کہا کہ فقط ایک ہی شرط سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے یعنی احکام کفر کے ظاہر کرنے سے اور یہی قول قیاس کے موافق ہے
کذا فی العالمگیریہ عن السراج الوہاج طحطاوی نے کہا جب دار الاسلام دار الحرب ہو گیا تو وہاں حدود و قصاص شرع جاری ہوگا اور اسیر مسلم کو اہل حرب کی جان اور مال کا تعرض نہ ہوگا حلال
ہے سوا ہجرت خروج کے اور احکام مذکورہ منعکس ہو جائینگے جب دار الحرب دار الاسلام ہو جائے گا دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اہل الاسلام فیہا
کجمعۃ وعید وان بقی فیہا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام در وہذا ثابت فی نسخ المتن ساقط من نسخ الشرح فکانہ ترکہ لعینہ باقیہ دار الحرب
دار الاسلام ہو جاتا ہے احکام اسلام کو جاری کرنے سے اوسمیں چنانچہ نماز جمعہ اور عید اگرچہ وہاں کافر اصلی باقی رہے اور گو وہ ملک دار الاسلام سے نہ متصل ہو کذا فی الدر اور یہ عبارت
یعنی حربی وغیرہ کا دخول حرم سے آخر تک متن کے نسخوں میں ثابت ہے اور مصنف کی شرح کے نسخوں سے ساقط ہے سو گویا مصنف نے اوسکو شرح میں متروک کر دیا بسبب اپنے یعنی
اور بہ وضوح ہونے باقی کلام کے یعنی دخول حربی کا حرم میں کتاب الجنایات میں آویگا اور باقی مضمون واضح ہے طحطاوی نے کہا اور اسکے واضح ہونے میں بحث ہے ہم شرح ملتقی
میں شیخ عبداللہ سے منقول ہے کہ قاری ہدایہ سے سوال ہوا دریای شور یعنی سمندر سے کہ وہ دار الاسلام سے ہے یا دار الحرب سے جواب دیا کہ وہ کسی میں داخل نہیں کہ وہاں
کسی کا قہر اور حکومت نہیں طحطاوی نے کہا کہ ہم نکاح کافر کے باب میں مذکور کر چکے ہیں کہ دریای شور دار الحرب میں داخل ہے اور شیخ الاسلام ابو سعود کے حاشیہ میں
بعد ذکر جواب قاری ہدایہ کے مذکور ہے شرح نظم ہاملی سے کہ بحر مالح کا ساحل دار الحرب کے حکم میں ہے انتہی تو معلوم ہوا کہ جو قاری ہدایہ نے ذکر کیا وہ اوسکی بحث ہے اور نص مقدم ہے اور
اور استروشنی نے اپنی فصول میں ابو الیسر سے مذکور کیا کہ دار الاسلام دار الحرب نہیں ہوتا جب تک وہ سب امور باطل نہ ہو جائیں جنکی جہت سے وہ دار الاسلام ہوا ہے
اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط میں اسیطرح مذکور کیا ہے اور امام ناصر الدین نے منشور میں ذکر کیا کہ دار الاسلام بسبب جاری ہونے احکام اسلام کے دار الاسلام
ہوا ہے تو جب تک کوئی خبر علائق اسلام سے باقی رہیگی تو جانب اسلام کو ترجیح دیجاوے گی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ملتقط میں مذکور ہے کہ جو بلاد کہ کفار کے
ہاتھ میں ہیں بلاشک وہ بلاد اسلام ہیں نہ بلاد حرب اسواسطے کہ وہ بلاد حرب سے متصل نہیں اور اسواسطے کہ کفار نے اوسمیں احکام کفر کے بھی جاری نہیں کیے بلکہ
اہل اسلام قاضی ہیں اور جس شہر میں اونکی طرف سے حاکم مسلمان ہے تو اقامت جمعہ اور عید اور اخذ خراج اور تقلید قضاۃ جائز ہے بسبب بلاد اسلام کے اور کفار کی
اطاعت یا یہ ہوا عادہ ہے یا مخادعہ اور جن شہروں پر کفار حاکم ہیں تو مسلمین کو اقامت جمعہ اور عید جائز ہے اور انکی رضامندی سے ایک شخص قاضی ہو سکتا ہے
اور اہل اسلام کو واجب ہے کہ کفار سے درخواست کریں کہ ہم پر مسلمان کو حاکم کرے کذا فی الفصول العمادیۃ

ف دار الاسلام کس صورت دار الحرب ہو جاتا ہے ۱۲

باب العشر والخراج والجزیۃ

یہ باب ہے عشر اور خراج اور جزیہ کے احکام میں مصنف نے اوسکو ذکر کیا جسکا فرستان میں ہو جاتا ہے تو اوسکے بعد وظائف مالیہ کو ذکر کیا یا جو ذمی پر ذمی ہونے کے بعد
لازم آتا ہے یعنی ذمی کی زمین اور سر کا خراج اور جزیہ کا خراج ارض اور خراج راس کی تفریعات میں کثرت تھی اسواسطے انکو دو باب میں مذکور کیا اور خراج ارض کو مقدم کیا اسواسطے کہ
اسی بیان میں گفتگو ہے جیسے خراج کے ساتھ عشر کو بھی ذکر کر دیا تاکہ وظیفہ ارض کی تکمیل اور تتمیم ہو جاوے اور ذکر عشر کا خراج پر اسواسطے مقدم کیا کہ اوسمیں عبادت کا مضمون ہے بخلاف خراج کے
وہ عقوبت ہے عشر بضم عین لغت میں عبارت ہے واحد من العشرۃ یعنی دسواں حصہ اور خراج بالفتح وہ ہے جو زمین یا غلام کی پیدایش سے خارج ہو اور جسکو بادشاہ وظیفہ ارض اور
سر سے لے وہ بھی خراج ہے جیسے مصنف نے تحدید اور تقسیم عشری اور خراجی زمین کی اول شروع فرمائی اسواسطے کہ اسطرح ضبط احکام اسہل ہے کذا فی المنح الغفار حاکم اسلام پر واجب ہے
جب اوسکو عشر اور خراج اور جزیہ ملے تو اوسکے مستحقین پر صرف کرے ورنہ اسکا وبال اوسکی گردن پر ہے اور اگر عشر اور خراج خلاف شرع لیگا تو ظالم ہوگا اور جو اوسکو حلال جان کر لے وہ
کافر ہے اور ہماری زمانے کے حاکم فاسق اور ظالم ہیں اسواسطے کہ وہ خراج وغیرہ کو خلاف شرع خرچ کرتے ہیں یعنی ملک کے محصول کو اپنے باپ کا مال سمجھتے ہیں اور اہل استحقاق کو محروم کرکے
اوسکو بیہودہ اپنے عیش و آرام میں صرف کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ارض العرب هي من حدّ الشام والكوفة الى اقصى اليمن وما اسلم اهله طوعا او فتح
عنوۃ وقسم بين جيشنا والبصرۃ ايضا باجماع الصحابة عشرية لانه اليق بالمسلم زمین عرب کی اور وہ شام اور کوفہ کی حد سے منتہای یمن تک ہے اور جس ملک کے رہنے والے اپنی خوشی
مسلمان ہوئے یا جو ملک بزور و شوکت اسلام فتح ہوا اور اوسکی زمین لشکر اسلام میں تقسیم ہو گئی اور بصرہ بھی باجماع صحابہ کرام عشری ہے اسواسطے کہ دسواں حصہ لینا مسلمان کی
لائق تر ہے [illegible] کرخی نے کہا عرب عبارت ہے زمین حجاز اور تہامہ و یمن اور مکہ اور طائف اور بادیہ یعنی جنگل سے اور محمد کرخی نے کہا کہ مکہ تہامہ میں داخل ہے اور تہامہ مکہ اور وہ زمین ہے
جو نجد سے نیچی ہے اور نجد اونچی زمین کا نام ہے اور حجاز اوس زمین کا نام ہے جو تہامہ اور نجد کے درمیان حاجز اور فاصل ہے عرب کو جزیرہ یعنی ٹاپو اسواسطے کہتے ہیں کہ بحر حبش اور بحر
فارس اور فرات اوسکو گھیرے ہوئے ہے عرب کی حد طول میں عدن سے عراق تک اور عرض میں جدہ سے شام تک زمین عرب کی عشری اسواسطے ہوئی کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
اور خلفاء راشدین سے منقول نہیں کہ وہاں سے کسی نے خراج لیا ہو اور جیسے عرب کی رقبیت جائز نہیں ویسے ہی اونکے ملک سے خراج درست نہیں وكذا بستان مسلم او كرمه
كان داره [illegible] وقد مرّ في باب العاشر [illegible] في شرح الملتقى اور ایسا ہی مسلمان کا باغ اور انگور اور اوسکا جہاں اوسکا گھر تھا عشری ہے کذا فی الدرر اور باب العاشر
میں اسکا ذکر بیان سے زیادہ تر گذر گیا اور ہم نے اسکو تحریر کیا ہے شرح ملتقی میں شرح ملتقی میں معراج سے یوں مذکور ہے کہ جو گھر باغ بنایا گیا اگر گھر ذمی کا ہے تو اوسمیں خراج ہے
مطلقا اور اگر مسلمان کا ہے سو اگر اوسنے خراج کے پانی سے سینچا تو اوسمیں خراج ہے اور اگر عشر کے پانی سے سینچا تو عشر ہے اور اگر مسلم یا ذمی نے اوسکو گاہے خراج کے پانی سے
سینچا اور گاہے عشر کے پانی سے تو مسلم پر عشر ہے اور ذمی پر خراج کذا فی الحلبی ملخصا وسواد العراق وحده من العذيب بضم ففتح قرية من قرى الكوفة
الى عقبة حلوان بضم فسكون قرية بين بغداد وهمدان عرضا اور سواد قریات عراق اور عراق کے ملک کی حد عذیب سے ہے عقبہ
حلوان بن عمران تک عرض میں عذیب بضم عین مہملہ و فتح ذال معجمہ ایک گاؤں کا نام ہے قریات کوفہ سے اور عقبہ حلوان بضم حا و سکون لام ایک گاؤں ہے
بغداد اور ہمدان کے درمیان ہم نہایہ میں ہے سواد عراق سے قریات عراق مراد ہیں اونکو سواد کہا بسبب اونکی اشجار اور زراعت کی سرسبزی کے
عرب سبز کو سیاہ بولتے ہیں اسواسطے کہ سبز دور سے سیاہ نظر آتا ہے تو کلام شارح کا بحذف حرف تفسیر ہے اور اضافت بیانی ہے اور عراق سے مراد عراق
عرب ہے جسمیں کوفہ اور بصرہ اور بغداد اور نجف اور کربلا واقع ہیں اور شرنبلالیہ وغیرہ میں کہا کہ عذیب بنی تمیم کے پانی کا نام ہے قریب کوفہ کے اور شاید کہ اوس
چشمہ کے کنارہ [illegible] گاؤں آباد ہو [illegible] تو دونوں قولوں میں اختلاف نرہا ومن العلث بفتح فسكون فمثلثة قرية شرقي دجلة موقوفة على
العلوية وما قيل من الثعلبية بفتح فسكون [illegible] الى عبادان بالتشديد حصن صغير بشط البحر في المثل ليس وراء عبادان
قرية مستقصى طولا اور حد عراق کی علث سے ہے عبادان تک طول میں علث بفتح عین مہملہ و سکون

لام پھر تا ہے متناشہ قریب ہے دجلہ کو شرق کی جانب سے سواد ارت علیہ پر موقوف ہے اور وہ جو بعض نے بعض شراح وقایہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طول عراق کا ثعلبیہ بفتح اول وسکون ثانی ہے مغیثہ
مغرب سے اپنی شرح میں نقل کیا کہ غلط ہے عبادان بتشدید ثانی فتحہ صغیرہ ہے دریائے شور کے کنارے پر مثل عبادان و آبادان کو بھی کہتے ہیں قریہ ہے کذا فی المستصفی
مصباح سے نقل کیا کہ عبادان بوزن صیغہ تثنیہ شہر ہے دریائے فارس پر متصل بصرہ کے بالا یا ہم اثنان وعشرون یوما وعرضہ عشرۃ ایام ہے اور طول عراق کا باعتبار
ایام کے سائرہ ہے بائیس دن کی راہ ہے اور عرض دس دن کی راہ ہے کذا فی السراج ھھ بحر الرائق میں شرح ذخیرہ سے منقول ہے کہ سواد عراق کا طول ایک سو ساٹھ فرسنگ کا ہے اور عرض اسی فرسنگ کا
اور مساحت اوسکی زمین کی چھتیس لاکھ جریب ہے کذا فی المنح وما فتح عنوۃ ولم یقسم بین جیشنا الا مکۃ سواء اقر اھلہ علیہ او نقل الیہ کفار اخر او فتح صلحا
خراجیۃ لانہ الیق بالکافر اور جو ملک کہ شوکت اسلام سے فتح ہوا اور لشکر اسلام کے درمیان تقسیم نہوا سوائے مکہ معظمہ کے خواہ وہان کے لوگ اوس ملک پر ثابت اور قائم رکھے گئے یا اوس ملک کے سوا
اور کفار بکار الیسانے گئے یا جو ملک صلح سے مفتوح ہوا وہ خراجی ہے اسواسطے کہ خراج کافر سے مناسب ہے ھھ سواد عراق پر امیر المومنین فاروق اعظم نے صحابہ کرام کے سامنے خراج مقرر کیا
چنانچہ کتب سیر میں مشہور ہے نقل روایت کی ہے میں صاحب نہین اور اسیطرح بعد فتح مصر اور شام کی خلافت فاروقیہ میں خراج مقرر ہوا خراج کافر سے اسواسطے مناسب ہوا کہ وہ متضمن عقوبت ہے
اور اوسمین تغلیظ ہے واسطے خراج جبر لیا جاتا ہے اگرچہ کافر اوسمین زراعت نکرے کیونکہ خراج عین ارض سے متعلق ہے بخلاف عشر کے کہ وہ عین خارج سے متعلق ہے تو بدون زراعت کے اوسکا تحقق
نہین اور ہر چند مکہ معظمہ زور سے فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم رکھے گئے لیکن وہ عشری ہے نہ خراجی اسواسطے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے وہان سے خراج نلیا اور شاید کہ وجہ
عدم خراج یہ ہو کہ وہان زراعت نہین ہوتی واللہ اعلم وارض السواد مملوکۃ لاھلھا یجوز بیعھم وتصرفھم فیھا ھدایۃ فعند الائمۃ الثلثۃ ھی موقوفۃ علی المسلمین فلھم
بجز بیعھم فتح اور سواد عراق کی زمین مملوک ہے وہان کے لوگون کی انکو بیع کرنا اور اوسمین تصرف کرنا مانند ہبہ کے اور وصیت اور اجارہ اور وقف کے جائز ہے کذا فی الھدایۃ اور باقی تینون اماموں
کے نزدیک وہ زمین مسلمانون پر وقف ہے تو وہان کے لوگون کی بیع اونکے نزدیک جائز نہین کذا فی الفتح ھھ اور عراق کے حکم مین وہ ملک ہے جو زور اسلام سے فتح ہوا اور وہان کے لوگ وہین قائم
رکھے گئے یا جو ملک صلح سے فتح ہوا اور اونکی اراضی پر خراج مقرر ہوا تو وہان کے زمیندار اپنی اراضی کے مالک ہین بیع اور ہبہ وغیرہ اونکو جائز ہے اور وراثت اوسمین جاری ہے یہانتک کہ کوئی شخص
اونمین سے باقی نرہے تب اوسکی ملکیت بیت المال کیطرف منتقل ہوگی کذا فی الطحطاوی عن شرح الملتقی تو معلوم ہوا کہ اکثر ریاست ہندوستان کی زمیندار اپنی زمین کے شرعا
مالک ہین اونکی بیع اور ہبہ وغیرہ نافذ ہے اسواسطے کہ جب ہندوستان فتح ہوا تو یہان کے لوگون پر ثابت رکھا گیا خراج لیکر ویجب الخراج فی ارض الوقف الا اذا اشتراھا
من بیت المال اذا وقفھا مشتریھا فلا عشر فیھا ولا خراج شرنبلالیہ معزیا للبحر وکذا لو لم یوقفھا کما ذکرنہ فی شرح الملتقی اور خراج واجب ہے وقف کی زمین مین
مگر اوس وقفی زمین میں خراج نہین جو بیت المال سے خرید ہوئی جبکہ اوسکو وقف کیا اوسکے مشتری نے تو نہ اوسمین عشر ہے نہ خراج کذا فی الشرنبلالیہ ناقلا عن البحر
اور اسیطرح اوسمین عشر اور خراج نہین اگر مشتری نے اوسکو وقف نکیا چنانچہ ہمنے اسکو شرح ملتقی مین مذکور کیا ہے ھھ بیت المال کی اراضی کا بیچنا سلطان کو جائز نہین
مگر اس شرط سے کہ جب مسلمین کو معاذ اللہ حاجت شدید واقع ہو کذا فی الطحطاوی عن التحفۃ المرضیۃ والصبی والمجنون لو کانت الارض خراجیۃ والعشر لو عشریۃ درر
در فی الزکوۃ اور خراج واجب ہے وقف اور صغیر اور مجنون کی زمین سے اگر وہ زمین خراجی ہو اور عشر واجب ہے اگر وہ عشری ہو کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ کتاب الزکوۃ مین گذر
ہو چکا وقالوا اراضی مصر والشام خراجیۃ اور فقہا نے کہا ہے کہ زمینین مصر اور شام کی خراجی ہین ھھ ہدایہ مین ہے کہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مصر پر خراج مقرر کیا
جبکہ اوسکو عمرو بن العاص نے فتح کیا اور اسیطرح باجماع صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم شام پر خراج مقرر ہوا کذا فی المنح وفی الفتح الماخوذ الان من اراضی مصر اجرۃ لا خراج
الا تری انھا لیست مملوکۃ للزراع کانہ لموت المالکین شیئا فشیئا بلا وارث فصارت لبیت المال وعلی ھذا فلا یصح بیع الامام
ولا شراءہ من وکیل بیت المال لشیء منھا لانہ کولی الیتیم فلا یجوز الا للضرورۃ والعیاذ باللہ زاد فی البحر ویجب فی العقار
بثمن مثل قیمتہ علی قول المتاخرین المفتی بہ قلت وسیجئ فی باب الوصی جواز بیع عقار الصبی فی تسع مسائل اور فتح القدیر مین ہے کہ جو اب حاصل ہوتا ہے
مصر کی اراضی سے وہ اجرت ہے نہ خراج کیا تو نہین جانتا کہ اراضی مذکورہ زراعت کرنیوالون کی مملوک نہین گویا عدم مملوکیت اوسکی بسبب مرجانے اوسکے

مالکوں کو ہے اور اگر بلا وارث تو وہ اراضی بیت المال کی ہو گئی اور بموجب اسکے تو صحیح نہیں بیچنا امام کا اوس اراضی کو اور نہ حاکم کا خرید کرنا بیت المال کی وکیل سے کسی میں کو
اوسمیں بیع سوا اسکے کہ امام اور سلطان بیت المال کی ملک میں یتیم کی ولی کی مانند ہے تو اوسکی بیع اور شراء جائز نہیں مگر بسبب ضرورت کے والعیاذ باللہ بحر الرائق میں اتنا زیادہ کیا ہے
زمین کی خرید میں رغبت زیادہ ہو گئی ہو اوسکی دوگنی قیمت ہو جاوے تو اوسکی بیع جائز ہے بموجب قول متاخرین کے جو مفتی بہ ہے میں کہتا ہوں باب الوصی میں آویگا اراضی صغیر کی
بیع کا جائز ہونا سات صورتوں میں ھم بیت المال کا وکیل وہ ہے جسکو سلطان نے بیت المال کی خبرگیری پر داروغہ کیا شرح ملتقی میں کہا کہ عشری اور خراجی کی سوا یہاں ایک
اور قسم زمین ہے جسکو اراضی مملکت اور اراضی حوزہ کہتے ہیں یعنی زمین سلطانی وہ اراضی ہے جسکے مالک مر گئے بلا وارث اور اوسکی ملک بیت المال کیطرف راجع ہوئی یا جو ملک
بزور لشکر اسلام فتح ہوا اور اہل اسلام کی ملک میں تا قیامت باقی رکھا گیا اور اوس اراضی کا حکم تاتارخانیہ میں یوں مذکور ہے کہ سلطان کو جائز ہے کہ وہ اراضی زراعت کرنیوالوں کو
دو طریق سے یا مزارعین کو مالکوں کی قائم مقام کرے زراعت اور خراج کو دینے میں یا زمین اونکو اجارہ دی خراج کی برابر تو جو اونسے حاصل ہو وہ خراج ہے امام کی حق میں پھر اگر نقد
ہو تو وہ خراج موظف ہے اور اگر بعض خارج ہو تو خراج مقاسمہ ہے اور مزارعین کی حق میں تو فقط اجرت ہے نہ عشر نہ خراج انتہی یا فی التاتارخانیہ اگر کوئی کہے کہ [illegible]
ہے سو جائز نہیں کیونکہ اجارہ فاسد ہے بسبب [illegible] اوسکا جواب [illegible] مذکور ہو چکا کہ [illegible] امام کی حق میں خراج ہے اور مزارعین کی حق میں اجرت [illegible]
بیع حقیقۃً و حکماً جب اراضی مذکورہ دو طرح پر مزارعین کو دی تو اوس اراضی میں اونکو بیع اور تصرف کرنا جائز نہیں اور وراثت اوسمیں جاری نہیں کذا فی الحلاوی [illegible]
فتی مفتی دمشق فضل اللہ الرومی بانّ غالب اراضینا سلطانیۃ لانقراض ملاکہا فآلت لبیت المال فتکون فی ید زراعہا کالعاریۃ انتہی اور یہ فتوی یا
مفتی دمشق فضل اللہ رومی نے کہ اکثر ہماری اراضی سلطانی ہے بسبب ہلاک ہو جانے اونکے مالکوں کے تو وہ بیت المال کیطرف راجع ہوئیں سو ان کاشتکاروں کے ہاتھ میں عاریت کی
طرح ہیں انتہی وفی النہر عن الواقعات لو اراد السلطان شراءها لنفسه یامر غیرہ یشتریہا ثم یشتریہا منہ لنفسہ انتہی اور نہر الفائق میں واقعات سے منقول ہے
اگر سلطان بیت المال کی زمین کی خرید کا ارادہ کرے تو اپنے غیر کسی شخص کو حکم دے کہ وکیل بیت المال [illegible] پھر اوس سے اپنے واسطے خرید کرلے انتہی ھم
بیان کیا یہ قول مخالف ہے قول سابق کو کہ امام کو بیت المال کی وکیل سے بھی خرید کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ اسکو اوس حالت پر محمول کیجیے جب مسلمین کو ضرورت شدیدہ پیش آوے
فالیعرف الحال فی الشراء من بیت المال فالاصل الصحۃ وبہ عرف صحۃ وقف المشتراۃ من بیت المال وان شرط الواقفین صحیحۃ وانہ لا خراج
علیہا اور جبکہ حال معلوم نہ ہو بیت المال سے خرید کرنیکا یعنی بوقت شراء بموجب شرع حاصل تھا یا نہ تھا تو اصل یہاں صحیح ہونا خرید کا ہے اور بسبب اصل صحت کے معلوم ہو گئی
صحت وقف اوس زمین کی جو بیت المال سے خریدی ہوئی اور یہ کہ شروط واقفین کی صحیح ہیں اور یہ کہ اوس اراضی موقوفہ پر خراج نہیں ھم جب شروط واقفین کی صحیح ہوئیں تو
بموجب عمل کرنا واجب ہوگا اور یہ جو بعضوں نے توہم کیا ہے کہ اراضی مذکورہ بیت المال کی حکم پر باقی ہے سو غیر صحیح ہے وموات احیاہ ذمی باذن الامام او رضخ لہ
لخمس الحی اور جس لاوارث افتادہ زمین کو ذمی نے بحکم امام آباد کیا یا امام نے اوسکو بطور عطا دیا چنانچہ مذکور ہو چکا وہ خراجی ہے ولو احیاہ مسلم اعتبر
بما قاربہ لان الشیء یعطی حکمہ اور اگر زمین افتادہ کو مسلم نے آباد کیا تو اوسکا قرب معتبر ہوگا کیونکہ جو شئے کے قریب ہوتا ہے اوسکو اوسی کا حکم دیا جاتا ہے
اگر وہ زمین خراجی کے قریب ہے تو وہ بھی خراجی ہے اور اگر عشری کے نزدیک ہے تو عشری ہے اور یہ مذہب ہے ابو یوسف کا چنانچہ گھر کے آگے کے میدان
سے صاحب خانہ منتفع ہوتا ہے اگرچہ وہ اسکی ملک میں نہ ہو یعنی اوسکو بسبب قرب کے وہاں مٹی ڈالنا اور گھوڑا باندھنا درست ہے کذا فی النہر وکل منہما ای
العشریۃ والخراجیۃ ان سقی بماء العشر اخذ منہ العشر الا ارض کافر تسقی بماء العشر اذ الکافر لا یبتدأ بالعشر اور دونوں قسمیں
زمین عشری اور خراجی اگر عشر کے پانی سے سینچی جاوے تو اوس سے عشر لیا جاوے گا مگر کافر کی زمین جو عشر کے پانی سے سینچی اوس سے خراج ہی لیا جاوے گا
اسواسطے کہ کافر سے عشر لینے میں ابتدا نہیں کیجاتی بالاتفاق وان سقی بماء الخراج اخذ منہ الخراج لان الماء بالماء اور اگر زمین سینچی جاوے
خراج کے پانی سے تو اوس سے خراج لیا جاوے گا اسواسطے کہ [illegible] کھیت کی بالیدگی پانی سے ہوتی ہے ھم علامہ شامی نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط موات یعنی افتادہ زمین یا

محصول میں زیادتی چاہیے اوس مقدار سے جسکو امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا اگرچہ زمین خراج فاروقی سے زیادہ کی طاقت رکھتی ہو بنا بر قول صحیح کذا فی الکافی ھم خراج فاروقی
سے زیادہ لینا اسواسطے جائز نہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں سے پوچھا کہ شاید تم نے زمین پر زیادہ محصول مقرر کیا جسکی اوسکو طاقت نہیں اونھون نے کہا
نہیں بلکہ ہمنے بقدر طاقت کے معین کیا ہے اور اگر ہم اسسے بھی زیادہ مقرر کرتے تو بھی اوس میں گنجایش تھی انتہی تو اس سے ثابت ہوا کہ باوجود طاقت اور گنجایش کے بھی زیادہ لینا جائز
نہیں اسواسطے کہ فاروق عادل نے باوجود دریافت طاقت اور گنجایش کے بھی زیادہ لینا تجویز نکیا اور یہی قول امام اعظم کا صحیح ہے چنانچہ کافی میں موجود ہے تو جو بعض نے کہا کہ بعد فاروق
اعظم کے منقدح ہوئی ہے اگر اوس میں گیہون پیدا ہوتے ہون اور حاکم چاہے کہ اوسپر فی جریب دو درم مقرر کرے باوجود طاقت اور گنجایش کے تو ہرگز جائز نہیں کذا فی الفتح طحطاوی نے کہا کہ
یہ نص صریح ہے اوس محصول کے حرام ہونے پر جسکو حکام ظالمین خراج فاروقی سے زیادہ لیتے ہیں اور اگر یہ بھی مسلم کیجیے کہ اراضی بیت المال کی ہو کر مستاجرہ ہو گئی ہے خراجیہ باقی نہیں
تو بھی اجرت کی زیادتی خراج سے جائز نہیں چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا وینقص مما وظف علیہا ان لم تطق بان لم یبلغ الخارج ضعف الخراج الموظف فینقص لئے
نصف الخارج وجوبا وجوازا لا طاقۃ وینبغی ان لا یزاد علی النصف ولا ینقص عن الخمس حدادی اور کم کر ڈالا جاے اوس خراج سے جو زمین پر مقرر ہو گیا اگر زمین کو اوسکی طاقت نہو
اسطرح کہ زمین کا غلہ خراج موظف کے دوچند تک نہ پہونچے تو خراج گھٹایا جاوے نصف خارج تک بنا بر وجوب کے اور بنا بر جواز کی طاقت کی قوت اور لائق یون ہے کہ زیادہ دیا جائے نصف پر
اور کم نکیا جاے خمس سے کذا ذکرہ الحدادی یعنی اگر مثلا دس سیر فی جریب غلہ پیدا ہو تو محصول پانچ سیر سے زیادہ نلو اور دو سیر سے کم نہ لو اور یہ حکم مبالغہ کا ہے کذا فی الجوہرۃ
وفیہ لو غرس بارض الخراج کرما ونحوہ فعلیہ خراج الارض الی ان یطعم اور اسی میں یعنی جوہرہ حدادی میں ہے اگر ایک شخص نے خراج کی زمین میں انگور بویا یا کوئی
اور درخت بویا تو اوس زمین کا خراج واجب ہے یہانتک کہ انگور وغیرہ کھانے کے لائق ہو ھنا خراج زمین سے خراج زراعت مراد ہے یعنی ایک صاع اور ایک درم کذا فی الوقایۃ فاذا اقلع الکرم وزرع
الحب فعلیہ خراج الکرم ھ اور اسیطرح اگر انگور کو اوکھاڑے اور اناج بووے تو اوسپر انگور کا خراج واجب ہے ھم اوسپر انگور کا خراج واجب ہوگا اسواسطے کہ اوسنے اعلیٰ کو ترک کر
ادنی کو اختیار کیا انتہی عالمگیری میں ہے کہ جو شخص الا اعلیٰ سے ادنیٰ تک انتقال کرے تو اوسپر عمارہ کا خراج واجب ہوگا جیسے زعفران چھوڑ کر مثلاً جو بوئے
اور اسی میں ہے کہ اوسکو ظالم لوگون کی رائے پر چھوڑنا نہ چاہیے جسکا مال ظلم سے لیا جاتا ہے گو انگور وغیرہ کی بہتر ہو
یا زعفران کی زراعت چھوڑ کر جو بویا اور اوسپر خراج زعفران اور انگور کا لیں گے وان اطعم فعلیہ قدر ما یطیق ولا یزاد علی عشرۃ دراہم ولا ینقص عن خمسۃ
اور جب انگور کھانے کے لائق ہو تو اوسپر خراج لازم ہوگا بقدر اوسکی طاقت کے اور نہ زیادہ کیا جاے دس درم پر اور نہ کم کیا جاے اوس محصول سے جو اوس زمین کا قبل انگور بونے کے تھا
طحطاوی نے کہا انتہی مسئلہ اولی سے مرتبط ہے تو بہتر یون تھا کہ مصنف اطعم کو ذکر کرتا وکل ما یمکن الزرع تحت شجرہ فبستان وما لا یمکن فکرم اور جہان زراعت
ممکن ہو درخت کے نیچے وہ بستان ہے اور جہان ممکن نہو وہ کرم ہے مضمون بار بار ہو چکا واما الاشجار التی علی المسناۃ فلا شیء فیہا انتہی اور جو درخت کہ پانی کے باند پر ہوتے
ہیں اونمین کچھ خراج نہیں انتہی مافی الجوہرۃ للحدادی ھم مسناۃ بضم میم وتشدید نون جامع اللغۃ میں کہا کہ وہ عرم ہے یعنی جو سیلاب روکنے کیواسطے بنایا جاوے کذا فی الاختیار
وفی زکوۃ الخانیۃ قوم اشتروا ضیعۃ فیہا کرم وارض فشری احدہما الکرم والاخر الارض وارادوا قسمۃ الخراج فلو معلوما فکما کان قبل الشراء
والا کان جملۃ فان لم تعرف الکروم الا کذا قسم بقدر الحصص اور خانیہ کی کتاب الزکوۃ میں مذکور ہے کہ ایک قوم نے ایک قریہ خریدا جسمیں انگور اور زمین تھی
پھر ایک شخص نے انگور کا باغ مول لیا اور دوسرے نے اراضی مول لی اور دونون نے قسمت خراج کا ارادہ کیا تو اگر خراج معلوم ہو یعنی انگور کا خراج علیحدہ اور اراضی کا
خراج علیحدہ معلوم ہو تو ویسا ہی خراج باقی رہیگا جیسا خریدنے سے پہلے تھا اور اگر انگور اور زمین کا خراج جدا جدا معلوم نہو تو خراج وہان کا مجمل ورنہ مجموعہ رہیگا
اگر انگور سوا اسکے انگور کے کچھ اور نام سے مشہور نہون تو خراج کی تقسیم ہوگی بقدر حصون کے یعنی کوئی شخص انگور کو اراضی نہ جانتا ہو اور اراضی کو انگور نہ جانتا ہو تو
مجموع خراج قریہ کا اعتبار اور اسکے حصون کے قسمت پذیر ہوگا کذا فی الحلبی عن الخانیہ قریۃ خراجہم متفاوت فطلبوا التسویۃ ان لم یعلم قدرہ ابتداء
ترک علی ما کان ایک قریہ ہے کہ وہان کے لوگون کا خراج مختلف ہے کسی پر کم اور کسی پر زیادہ پھر اہل قریہ نے خراج برابر کر دینے کی درخواست کی اگر مقدار خراج کی

ابتدا سے معلوم ہو کہ برابر تھا یا کم و بیش تو بطور سابق چھوڑا جاویگا ولا خراج ان غلب الماء علی ارضہ او انقطع الماء او اصاب الزرع آفۃ سماویۃ کغرق وحرق
وشدۃ برد الا اذا بقی من السنۃ ما یمکن الزرع فیہ ثانیا اور محصول نہیں اوس کاشتکار پر جسکی زمین پر پانی غالب ہوا یا پانی وہان سے منقطع ہو گیا یا کھیت کو آسمانی آفات
پہونچین جیسے کھیتی کا ڈوبنا یا جل جانا یا زیادتی سردی کی برف رہی سی مگر اوسوقت البتہ محصول ہوگا جب ان آفات کے بعد سال مین سے اسقدر مدت باقی رہی جسمین دوسرے بار
زراعت ہو سکے ہم فتح القدیر مین کہا فتوی اسیپر ہے کہ اگر بعد آفات مذکورہ کے سال مین سے تین مہینے باقی رہین تو خراج ساقط نہوگا اور آفات سماویہ سے وہ مراد ہے جسکو انسان دفع
نکر سکے فتاوی خیریہ مین کہا کہ بزازی نے ٹڈی کو بھی غرق اور حرق کے ساتھہ ملحق کیا ہے اسواسطے کہ اوسکا دفع کرنا نہیں ہو سکتا اور شک نہیں کہ کھیت مین کیڑا لگنا اور چوپاؤ
بندر اور چینٹیاں بھی اسطرح ممکن الدفع نہیں لیکن ہمارے اکثر علما نے بندر اور درندے جانور اور فی مین عدم سقوط کی تصریح کی ہے اور کچھہ فرق نہیں خراج وظیفہ اور خراج مقاسمہ و عشر مین
اور زراعت کے مانند رطوبت اور کرم اور مانند انکے ہین اور یہی قول یعنی سقوط خراج بآفات مذکورہ انصاف سے قریب تر ہے اور ظلم سے دورتر انتہی اور فتاوی عالمگیری مین وجیز کردری سے
منقول ہے کہ ملوک عجم یعنی نوشیروان وغیرہ کا کیا خوب طریقہ تھا کہ جب مزارع کی زراعت اونکے وقت مین آفت رسیدہ ہوتی تھی تو اوسکو بیج وغیرہ مصارف اپنے خزانہ سے دیتے تھے اور
کہتے تھے کہ ہم اپنی رعیت کاشتکار کے نفع مین شریک ہین تو ہم اونکے نقصان مین کیون نہ شریک ہون تو بادشاہ اسلام اس خصلت مین سزاوار تر ہے انتہی بحر الرائق مین کہا کہ
اگر بادشاہ مزارع کو کچھہ نہ دے تو اقل یہ کہ اوس سے خراج کا اوٹھا لینا ہے اھ اذا کانت الآفۃ غیر سماویۃ ویمکن الاحتراز عنہا کاکل قردۃ وسباع ونحوہا کانعام وفارۃ
ودودۃ بحر او ہلاک الخارج بعد الحصاد لا یسقط وقبلہ یسقط اور جبکہ آفت آسمانی نہو اور اوس سے بچ رہنا ممکن ہو جیسے بندر اور درندے جانور اور اونکے مانند کے
کھیتی کھا جاویں جیسے چوپائے جانور اور چوہا اور کیڑا کذا فی البحر یا ہلاک ہو گیا غلہ کھیت کاٹنے کے بعد تو خراج ساقط نہوگا اور قبل کھیت کاٹنے کے اگر غلہ تلف ہوگا تو خراج ساقط
ہوگا مگر اوسوقت ساقط نہوگا جب سال مین اتنی مدت باقی ہو جسمین دوبارہ کھیتی ہو سکے چنانچہ یہ قید کلام سابق سے مفہوم ہوتی ہے نہر الفائق مین کہا کہ کیڑے کو آفت سماوی
مین داخل کرنا ظاہر نہیں بلکہ اسکے آفت آسمانی ہونے مین تردد کر بحر الرائق نہیں اسواسطے کہ اوس سے احتراز ممکن نہیں ولو ہلک بعضہ ان فضل عما انفق شئ اخذ
منہ مقدار ما بیناہ مصنف سراج وتمامہ فی الشرنبلالیۃ معزیا للبحر اور اگر تمام غلہ ہلاک نہوا بلکہ بعض ہلاک ہوا تو اگر کچھہ غلہ فاضل پڑے خرچ سے تو اوس سے
خراج لیا جاوے اوسقدر جسکو ہم نے بیان کیا کذا ذکرہ المصنف فی شرحہ عن السراج الوہاج اور پورا بیان اسکا شرنبلالیہ مین ہے بحر الرائق سے ہم منح الغفار مین سراج وہاج سے
منقول ہے کہ اگر بعض غلہ ہلاک ہوا تو محمد نے کہا کہ اگر غلہ خراج کا دونا باقی رہا اسطرح کہ فی جریب بمقدار دو درم اور دو صاع کے باقی رہا تو خراج واجب ہے اور اگر مقدار خراج
سے کم باقی رہا تو نصف واجب ہے ہمارے مشائخ نے کہا کہ اس مین صواب یہ ہے کہ اول اسکو دیکھنا چاہیئے کہ مزارع کا اس کھیت مین کتنا خرچ ہوا پھر غلہ کی پیدایش کو
دیکھنا چاہیے تو پہلے غلہ سے مزارع کا خرچ کو مجرا کر لے پھر اگر کچھہ بچے تو اوسمین سے وہ مقدار خراج لے جسکا ہم نے بیان کیا یعنی نصف لے قال وکذا حکم الاجارۃ فی الارض
المستاجرۃ شرنبلالیہ مین کہا اور یہی حکم ہے اجارہ ارض مستاجرہ مین ہم طحطاوی نے کہا بحر الرائق مین مذکور ہے کہ حکم اجارہ مخالف حکم خراج ہے اسواسطے کہ بقدر استیفا اجرت
لیجاتی ہے بخلاف خراج کے تو اجارہ کو خراج کے ساتھہ ملحق کرنا ظاہر صحیح نہین فان عطلہا صاحبہا وکان خراجہا موظفا او اسلم صاحبہا او اشتری مسلم
من ذمی ارض خراج یجب الخراج پھر اگر خراجی زمین کو اوسکے مالک نے معطل کر رکھا یا اور اوس زمین کا خراج موظف یعنی جمعی تھا یا اوس زمین کا مالک مسلمان ہو گیا یا مسلمان نے
ذمی سے زمین خراج کی مول لی تو ہر صورت مین خراج واجب ہے ہم مصنف نے نسبت تعطیل سے اشارہ کیا کہ صاحب ارض زراعت پر قادر تھا اور اوسنے زراعت نکی تو تقصیر
اوسکی ثابت ہوئی لہذا خراج اوسپر لازم آیا اور اگر مالک زراعت کرنے سے عاجز ہو بسبب اپنے نا طاقت ہونے کے یا بسبب نقصان اسباب کے تو حاکم کو چاہیے کہ اوسکی زمین
کسی شخص کو بٹائی پر دے اور مالک کے حصے سے خراج لیکر باقی کو مالک کے واسطے رکھے اور اگر حاکم چاہے زمین کو اجارہ دے اور خراج اجرت سے لے خواہ بیت المال کے
مال سے زراعت کرا دے اور اگر یہ کچھہ نہو سکے تو زمین کو بیچ ڈالے اور اوسکی قیمت سے خراج لے اور یہ حکم بلا خلاف ہے کذا فی البحر اور خراج لینے کے بعد جو قیمت باقی رہا ہے
وہ مالک کو دے اور بعد بیع کے مشتری سے خراج لیا کرے کذا فی النہر الفائق مسلمان پر ابتداء خراج نہیں بلکہ بقاء ہے اسواسطے کہ صحابہ کرام نے زمین

یا فقیر لیکن اگر وہ غنی ہو تو سلطان عشر کا ضامن ہو خراج کے بیت المال کو اور اگر وہ فقیر ہو تو ضمانت نہیں انتہی پھر بیٹھے بٹھائے حنفی تحقیق
دیکھا مصرف جزیہ ہین اور اسیطرح اگر عشر مقاتلین کو امام دے تو جائز ہی اسواسطے کہ عشر مقاتلین کی قوت سے حاصل ہوا انتہی حلبی نے کہا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے کہ
یہ روایت رافع اختلاف ہی یعنی عشر کا چھوڑنا جو منع ہی تو اوس پر منع ہی جو مقاتل اور غازی نہیں اور بزازیہ مین جو جواز کا قول ہی تو مقاتلین پر محمول ہی واللہ تعالی اعلم
کذا فی الطحطاوی و فی النہر یعلم من قول الثانی حکم الاقطاعات من اراضی بیت المال اذ حاصلها ان الرقبۃ لبیت المال والخراج له
وحینئذ فلا یصح بیعه ولا هبته ولا وقفه نعم له اجارته تخریجا علی اجارۃ المستاجر اور نہر الفائق مین ہی کہ ابو یوسف کے قول سے یعنی جواز
ترک خراج یا اوسکے ہبہ کرنے سے مصرف خراج کیواسطے معلوم ہوتا ہی بیت المال کی اراضی کی معافی کا حکم اسواسطے کہ معافی کا حاصل یہ ہی کہ رقبہ زمین بیت المال کا
مملوک ہی اور محصول زمین کا معافیدار کیواسطے ہی اور اسوقت مین تو صحیح نہیں معافیدار کی بیع اور نہ اوسکا ہبہ اور نہ اوسکا وقف ہان اوسکو جائز ہی اجارہ دینا بقیاس
اجارۂ مستاجر ہم اقطاعات کو بعضے عرف مین انعام کہتے ہین اور بعضے اوسکو برا اور صلہ بولتے ہین اور صورت اوسکی یہ ہی کہ بادشاہ قطعہ ارض خراجیہ کو بعضے لوگوں کو
عطا کرے کہ وہ اوس فائدہ پاوین تو یہ جائز ہی بشرطیکہ منعم علیہ یعنی جسکو بادشاہ نے عطا کی وہ مصرف خراج ہو ابو یوسف کے نزدیک کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
اور ہندوستان کے عرف مین اقطاعات کو معافی کی زمین اور ایمہ اور ملک اور معاش بولتے ہین اور جسکو وہ زمین ملی اوسکو معافیدار اور ایمہ دار اور ملکی کہتے ہین اراضی معافی
کا بیچنا اور وقف کرنا اسواسطے جائز نہیں کہ وہ معافیدار کی مملوک نہیں اوسکو فقط خراج مین اختیار ہی نہ رقبہ ارض مین و من الحوادث لو اقطعها السلطان
له ولاولاده ونسله وعقبه علی ان من مات منهم انتقل نصیبه الی اخیه ثم مات السلطان وانتقل من اقطع له السلطان فی زمان
سلطان آخر هل یکون لاولاده لیراره ومقتضی قواعدهم الغاء التعلیق بموت المعلق فتدبره اور منجملہ حوادث فتوی یہ مسئلہ ہی کہ اراضی کو اگر معاف کردیا
سلطان نے اوسکو اور اوسکی اولاد کو اور اوسکی نسل اور ذریت پس ماندہ کو اس شرط پر کہ اوسکی اولاد سے جو مرے اوسکا حصہ اوسکے بھائی کو پہونچے پھر معاف کرنیوالا سلطان
مرگیا اور جسکے واسطے معافی ہوئی وہ دوسرے سلطان کے زمانے مین منتقل ہوا کیا وہ معافی اوسکی اولاد کیواسطے ہوگی صاحب نہر نے کہا کہ اس مسئلہ کو مینے فقہا کے کلام مین نہین دیکھا
اور مقتضی انکے قواعد کا تعلیق کا لغو کرنا ہی تعلیق کرنے والیکی موت سے اسکو غور کرو ہم تعلیق سے یہ قول مراد ہی کہ جو اونمین سے مرے اوسکا حصہ اوسکے بھائی کی طرف منتقل ہو
اور تعلیق کرنے والے سے سلطان اول مراد ہی طحطاوی نے کہا ظاہر اسکا یہ حکم ہی کہ وہ اراضی اوسکی اولاد کیواسطے ہی اسواسطے کہ اوسکی اولاد بالاصالت معافیدار ہوئی بغیر
تعلیق کے و لو اقطع السلطان ارضا مواتا او ملکها السلطان ثم اقطعها له جاز وقفه لها اور اگر سلطان نے زمین افتادہ ایک شخص کو معاف کردی
یا بادشاہ زمین بنجر کو مالک ہوا پھر اوسنے ایک شخص کو معاف کردی تو اوسکو وقف کرنا اوس زمین کا جائز ہی ہم زمین افتادہ کی معافی سے یہ مراد ہی کہ ایک شخص نے
زمین بنجر کو آباد کیا باذن سلطان اور ملک سلطان سے مراد یہ ہی کہ سلطان نے زمین بنجر کو اپنے واسطے آباد کیا وقف کرنا اس شخص کا اسواسطے صحیح ہوا کہ وہ زمین بنجر کا مالک
ہوگیا بملک حقیقی تو اوسکو جمیع تصرفات مالکانہ جائز ہوئے ولا ارصاد من السلطان لیس بایقاف البتة اور ارصاد سلطان کا وقف کرنا نہیں ہی
البتہ انتہی مافی النہر ہم سید حموی نے کہا کہ ارصاد اس عبارت ہی کہ جو لوگ کہ بیت المال کے مستحق ہین اونکے واسطے بیت المال کی آمدنی اونکے حصے یا بعض حصے کے
جدا کردینا سو یہ جائز ہی اسکا نقض باتفاق جائز نہیں اور یہ جو بحکم وزرا امصر علما اور فقرا اور یتامی اور بیوہ اور بنا مساجد اور موذن اور امام اور خطیبون کیواسطے ارصاد ہو رہی
اوسکا نقض ہرگز جائز نہیں اسواسطے کہ یہ لوگ بیت المال کے مصارف سے ہین اور بیت المال فقط مصالح مسلمین کیواسطے ہی اور ہر گروہ مسلمین ارزاق مستحق
بیت المال سے قطع کرنے ہین اور ابن عبد السلام اور اکمل الدین اور بلقینی اور ابن مجاہد کا اسی پر فتوی ہی انتہی اور شیخ عیسی حنفی نے اپنے رسالہ متعلقہ ارصاد
مین کہا کہ اراضی بیت المال کی مساجد وغیرہ پر سلطان نور الدین شہید نے اول وقف کی اور ابن عصرون سے اسکا استفتا ہوا اوس وقت ابن عصرون نے اسکے جواز کا
فتوی دیا اور مذاہب اربعہ کے علما اونکے ساتھ متفق ہوئے اور ابن عصرون اور اونکے موافقین نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ یہ وقف حقیقی ہی اسواسطے کہ وقف کرنا

بغیر مالک سے صحیح نہین یعنی سلطان بیت المال کا مالک نہین جو اوسکا وقف صحیح ہو بلکہ علما نے ذکر کیا ہے اوسکو ارصاد معلوم کیا یعنی بعض بیت المال اوسکے مستحقین کیواسطے علیحدہ ہو گیا تاکہ اونکو بسہولت پہونچ جاوے اسواسطے کہ فقہا اور ضعفا کا پہونچنا بادشاہون تک اور اپنا حق اونسے لینا متعذر یا متعسر ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی الاشباہ قبیل القول فی الدین افتی العلامۃ قاسم بصحۃ اجارۃ المقطع لہ وان للامام ان یخرجہ متی شاء اور اشباہ مین قبل اسکے کہ دین کی بحث ہے علامہ قاسم نے اجارہ معافیدار کی صحت کا فتوی دیا اور یہ کہ امام کو جائز ہے کہ معافیدار کو جب چاہے خارج کر دے یعنی اراضی اونسے لے لے اور وجہ صحت اجارہ یہ ہے کہ معافیدار انتفاع اراضی کا مالک ہے تو وہ مستاجر کے مانند ہے نہ مستعیر کے اور مستاجر کو اجارہ دینا درست ہے اسیطرح معافیدار کو بھی جائز ہے وقیدہ ابن نجیم بغیر الموات اما الموات فلیس للامام اخراجہ عنہ لانہ یملکہ بالاحیاء فلیحفظ اور معافیدار سے زمین نکال لینے کو ابن نجیم صاحب اشباہ نے غیر زمین افتادہ کے مقید کیا ہے اور زمین افتادہ مین تو سلطان کو اوسکا نکال لینا معافیدار سے جائز نہین اسواسطے کہ زمین افتادہ کا بسبب آباد کرنیکے وہ مالک ہو جاتا ہے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم والی ملک کو لازم ہے کہ تحصیل خراج پر ایسے شخص کو مقرر کرے جو رعایا پر آسانی کرے اور خراج لینے مین انصاف کرے اور جتنا غلہ پیدا ہوا اوسکے موافق خراج لے یہانتک کہ پورا خراج آخر غلہ تک حاصل کرے یعنی خراج بمقدار غلہ لے یہانتک کہ اگر زمین مین غلہ ربیع اور غلہ خریف دونون ہو تو اوسکو تخمین کرے اگر دونون فصلون مین برابر غلہ ہوتا ہو تو آدھا محصول ربیع مین لے اور آدھا خریف مین اور اسیطرح ساگ اور ترکاری کو غور کرے اگر پانچ بار کاٹی جاتی ہو تو اوسکا پانچ بار مین محصول لے اور اگر چار بار کاٹی جاتی ہو تو چار بار لے وعلی ہذا القیاس جہان عشر اور خراج ہو اور وہ مرجاوے تو اوسکے ترکہ سے لے اور خراج لینا چاہیے غلہ تیار ہونیکے وقت علی اختلاف البلدان اور صاحب اراضی کو حلال نہین غلہ کھانا بدون ادای خراج کے اور اسیطرح عشری زمین کا غلہ کھانا جائز نہین بدون ادای عشر کے اور اگر کھائیگا تو ضمان دینا ہوگا اور ارض خراج کا غلہ حبس کرنا سلطان کو جائز ہے محصول لینے کیواسطے کذا فی العالمگیریہ

فصل فی الجزیۃ

فصل ہے جزیہ کے احکام مین ہی لغۃ الجزاء لانہا جزت عن القتل والجمع جزی کلحیۃ ولحی وہی نوعان جزیہ لغت مین بمعنی جزا ہے اسواسطے کہ جزیہ جزا واقع ہوا ہے قتل سے یعنی جزیہ قتل کافر کا بدلا ہے اگر جزیہ نہ دیتا تو قتل کیا جاتا اور جزیہ کی جمع جزی ہے بضم اول وفتح ثانی جیسا لحیہ کی جمع لحی ہے اور وہ یعنی جزیہ دو قسم ہے صلحی اور جزیہ قہری الموضوع من الجزیۃ بصلح لا یقدر ولا یغیر تحرزا عن الغدر جو جزیہ کہ متعین ہو بطور صلح کے اوسمین تقدیر اور تغییر نہین عہد شکنی سے بچنے کیواسطے ہم یعنی جو جزیہ کہ تراضی سے معین ہوا تو اوسکو بدل ڈالنا عہد شکنی ہے اور یہ جو کہا کہ اوسمین تقدیر نہین یعنی تقدیر آئندہ نہین ورنہ تو صلح مقدر ہوا ہے وما وضع بعد ما قہروا واقروا علی املاکہم یقدر فی کل سنۃ علی فقیر معتمل یقدر علی تحصیل النقدین بای وجہ کان ینابیع وتکفی صحتہ فی اکثر السنۃ ہدایۃ اثنا عشر درہما فی کل شہر درہم اور جو جزیہ کہ ٹھہرایا جاوے کافرون کے مغلوب ہونے اور املاک پر اونکو قائم رکھنے کے بعد ہر محتاج کاسب پر جو تحصیل نقدین پر قادر ہو کسیوجہ سے قدرت ہو کذا فی الینابیع اور تندرست رہنا اوسکا اکثر سال مین وجوب جزیہ کیواسطے کافی ہے کذا فی الہدایہ بارہ درم اوسپر معین کیے جاوین ہر مہینے ایک درم یعنی تخمینا پانچ آنہ مہینا وعلی وسط الحال ضعفہ فی کل شہر درہمان اور متوسط الحال یعنی جو کہ نہ فقیر ہے نہ غنی اوسپر اوسکا دونا مقرر کیا جاوے ہر مہینے دو درم ہر سال مین چوبیس درم وعلی المکثر ضعفہ فی کل شہر اربعۃ دراہم وہذا للتسہیل لا لبیان الوجوب لانہ باول الحول بنایۃ اور غنی کثیر المال پر اوسکا دونا مہینے مین چار درم اور یہ مشاہرہ اور قسط بندی واسطے آسانی کے ہے نہ واسطے بیان وجوب کے اسواسطے کہ وجوب جزیہ کا ابتدای سال مین ہوتا ہے کذا فی البنایہ ہم اصل وجوب ابتدای سال مین ہے اور وجوب ادا آخر سال مین ہم من ملک عشرۃ آلاف درہم فصاعدا غنی ومن ملک مائتی درہم فصاعدا متوسط ومن ملک مادون المائتین او لا یملک شیئا فقیر قالہ الکرخی وہو احسن الاقوال وعلیہ الاعتماد بحر واعتبر ابو جعفر العرف وہو الاحسن تاتارخانیہ اور جو دس ہزار درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ غنی ہے اور جو دوسو درم یا زیادہ کا مالک ہو وہ متوسط الحال ہے اور جو دوسو درم سے کمتر کا مالک ہو یا کسی چیز کا مالک نہو وہ فقیر اور محتاج ہے یہ قول ہے کرخی کا اور یہ

احسن الاقوال ہے اور اسی پر اعتماد ہے کذا فی البحر اور ابوجعفر طحاوی نے عرف کو معتبر رکھا ہے اور یہ قول صحیح تر ہے کذا فی التاتارخانیہ یعنی ہر شہر کا عرف معتبر ہے سو جسکو اہل شہر غنی
یا متوسط یا فقیر کہتے ہیں وہی معتبر ہے فتاوی عالمگیری میں اسکو صحیح کہا اور اختیار میں اسکو مختار کذا فی الطحطاوی ویُعتبر وجود ہذہ الصفات فی اٰخر السنۃ فتح
لانہ وقتُ وجوب الاداء فتح اور وجود ان صفات کا علی اختلاف القولین آخر سال میں معتبر ہے کذا فی فتح القدیر اسواسطے کہ آخر سال وجوب ادا کا وقت ہے کذا فی النہر
وتُوضع علی کتابیٍّ یدخل فی الیہود السامرۃُ لانہم یدینون بشریعۃ موسی علیہ السلام وفی النصاری الفرنج والارمنُ واما الصابئۃ ففی
الخانیۃ تؤخذ منہم عندہ خلافاً لہما اور مقرر کیا جاوے جزیہ اہل کتاب پر یہودیوں میں قوم سامرہ داخل ہے اسواسطے کہ وہ شریعت موسی علیہ السلام پر چلتے ہیں اور نصاری میں
فرنگی اور ارمنی داخل ہیں اور خانیہ میں ہے کہ قوم صابئی سے امام اعظم کے نزدیک جزیہ لیا جاوے نہ صاحبین کے نزدیک ہم کتابی عربی ہو یا عجمی بہر صورت اوسپر جزیہ ہے اور
صابئی امام کے نزدیک منجملہ نصاری ہیں اور صاحبین کے نزدیک ستارہ پرست ہیں حلبی نے کہا ظاہر کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے کہ صابئی منجملہ عرب ہیں اسواسطے کہ
اگر وہ عجمی ہوتے تو امام اور صاحبین کا وجوب جزیہ میں اونپر اختلاف نہوتا اسواسطے کہ عجمی پر بہر صورت جزیہ لازم ہے کتابی ہو یا مشرک ومجوسیٍّ ولو عربیاً
لوضعہ علیہ الصلوۃ والسلام علی مجوس ہجر اور مجوس آتش پرست پر اگرچہ مجوسی عربی ہو بسبب مقرر کرنے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے ہجر کے مجوسیوں پر ہجر
متصل بحرین میں ایک شہر کا نام ہے اور وہ عرب میں داخل ہے ووثنیٍّ عجمیٍّ لجواز استرقاقہ فجاز ضرب الجزیۃ علیہ اور عجمی بت پرست پر بسبب جائز ہونے اوسکے
استرقاق اور مملوکیت کے تو اوسپر جزیہ بھی جائز ہوا اہم عجمی بخلاف عربی ہے وثن وہ ہے جو دیوار میں منقوش ہو اور اوسکا جثہ نہو اور صنم اوسکا نام ہے جو بصورت انسان ہو اور
صلیب وہ ہے جسکا نقش ہو بے صورت کذا فی المنح بحر الرائق میں کہا وثن وہ ہے جسکا جثہ ہو خواہ وہ لکڑی کا بنا ہو یا پتھر یا چاندی یا جوہر کا اور شرح ملتقی میں ہے کہ وثن وہ ہے جسکی
صورت ہو آدمی کی صورت کے مانند اور صنم صورت بلا جثہ ہے کذا فی الطحطاوی کا علی وثنیٍّ عربیٍّ لان المعجزۃ فی حقہم اظہر فلم یُعذر جزیہ مقرر کیا جاوے عربی بت پرست پر
اسواسطے کہ معجزہ اوسکے حق میں ظاہر تر ہے تو وہ معذور نہوا ہم حق عرب میں معجزہ اسواسطے اظہر ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونہیں میں پیدا ہوئے اور قرآن مجید اونہیں کی
زبان میں اوترا تو وہ اوسکے معانی اور فصاحت کے زیادہ تر واقف ہیں تو کفر اونکا سخت ہوا لہذا اونپر سخت حکم ہوا کہ جزیہ اونسے مقبول نہیں یا اسلام لاویں یا مقتول ہوں اور ہر
اہل کتاب عرب ہیں زیادہ تر عارف نہیں حقیقت اسلام کے لیکن اونمیں قیاس ترک ہو گیا بسبب نص قرآنی کے کہ اہل کتاب سے اخذ جزیہ کا حکم ہوا نہ عرب سے اور عربی سے مراد عربی الاصل
تو اہل کتاب اس قید سے خارج ہو گئے اگرچہ وہ عرب میں ہیں اسواسطے کہ وہ عربی الاصل نہیں ومرتدٍّ فلم یقبل منہما الا الاسلام او السیفُ اور جزیہ نہیں مرتد پر تو کافر عربی اور
مرتد سے کچھ مقبول نہیں سوای اسلام یا تلوار کے یعنی مسلمان ہو یا مقتول ہو اور چونکہ مرتد محاسن الاسلام سے مطلع ہو کر کافر ہو گیا لہذا اوسپر اور عربی پر بجز اسلام یا تلوار کے کچھ
مقبول نہیں ولو ظہرنا علیہم فنساؤہم وصبیانہم فیءٌ اور اگر ہم غالب ہوں کفار عرب یا مرتدین پر تو اونکی عورتیں اور لڑکے غنیمت ہیں مگر یہ کہ نسا و صبیان مرتدین
مسلمان ہونے پر جبر کیے جاوینگے بخلاف نسا و صبیان مشرکین عرب کذا فی الطحطاوی عن الشبلی وصبیٍّ وامرأۃٍ وعبدٍ ومکاتبٍ ومدبرٍ وابن ام ولدٍ اور صغیر نابالغ اور عورت اور
غلام اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کے لڑکے پر جزیہ نہیں ہم ہدایہ میں بایں ارد ہے کہ ام ولد پر جزیہ نہیں اور حالانکہ یہ غیر مناسب ہے کیونکہ جب بیٹا احرار پر جزیہ نہوا تو ام ولد پر کیونکر ہوگا تو مراد
وہاں ام ولد سے ابن ام ولد ہے کذا فی المنح وزمنٍ من زمِن بزمانۃ نقص بعض اعضائہ او تعطل قواہ فدخل المفلوجُ والشیخُ العاجزُ اور زمن پر جزیہ نہیں زمن
مشتق ہے زمن یزمن زمانۃً سے یعنی جسکے بعض اعضا ناقص ہو گئے یا اوسکے قوی بیکار ہو گئے تو اس تفسیر سے فالج زدہ اور عاجز بوڑھا زمن میں داخل ہو گیا واعمی وفقیرٍ غیر معتمل
وراہبٍ لا یخالط الناس لانہ لا یقتل والجزیۃ لاسقاطہ اور اندھے اور محتاج غیر کاسب اور نصاری کے اوس درویش پر جو لوگوں سے نہیں ملتا جلتا جزیہ نہیں اسواسطے
درویش نصرانی قتل نہیں کیا جاتا اور جزیہ لازم ہے ساقط قتل کے واسطے ہے وجزم الحدادیُّ بوجوبہا ونقل ابن الکمال انہ القیاس فافادہ ان الاستحسان
بخلافہ فتأمل اور حدادی نے یقین کیا ہے واجب ہونے جزیہ کا راہب یعنی درویش نصرانی پر اور ابن کمال نے ایضاح اور اصلاح میں نقل کیا ہے کہ یہی قیاس ہے اور قیاس کہنے سے مستفاد ہوا
کہ استحسان بخلاف قیاس ہے سو اسکو تامل کر ہم برجندی نے فتاوی قاضی خان سے نقل کیا کہ راہب قسیس سے جزیہ لینا ثابت ہے ظاہر الروایۃ میں اور ایک روایت محمد سے یہ ہے کہ

مذہب کی طرف نسبت کیا تو وہی قوی مذہب ہوا ھم محل اختلاف وہ ہی جہاں خراج مکرر ہو جائی بسبب عاجز ہونے ذمی کے زراعت سے سو اگر تکرار بسبب عاجزی کے ہو تو بالاتفاق خراج لیا جائیگا کذا فی المنح صدر الاسلام نے کتاب العشر والخراج میں سقوط اور عدم سقوط میں دو روایتیں امام اعظم سے نقل کی ہیں اور قول صحیح یہ ہو کہ خراج لیا جائیگا کذا فی العالمگیری عن المحیط تو قول معتمد یہی عدم سقوط ہوا اور یہ گفتگو خراج موظف میں ہی اور خراج مقاسمہ تو عین خارج سے متعلق ہی مانند عشر کے کذا فی الطحطاوی و فیہا لا یحل اکل الغلۃ حتی یؤدی الخراج اور خانیہ میں ہی کہ حلال نہیں غلہ کا کھانا تا وقت ادای خراج ھم اور یہی حکم ہی عشر کا چنانچہ باب الخراج کے آخر میں عالمگیری سے مترجم نے اوسکو اور عدم سقوط خراج کو نقل کیا ہی و لا تقبل من الذمی لو بعثہا علی ید نائبہ فی الاصح بل یکلف ان یاتی بنفسہ فیعطیہا قائما والقابض منہ قاعد ھدایہ اور ذمی سے جزیہ قبول نکیا جائی اگر اوسکو اپنے نایب کے ہاتھ بھیجے قول اصح میں بلکہ اوسکو حکم کیا جائی کہ آپ لاوے سو اوسکو کھڑا ہو کر دے اور ذمی سے لینے والا بیٹھکر لے کذا فی الہدایۃ ویقول اعط یا عدو اللہ ویصفعہ فی عنقہ لا یا کافر و یاثم القائل ان اذاہ بہ قنیہ اور جزیہ کا لینے والا ذمی سے کہے اے دشمن خدا کے دے اور اوسکی گردن میں دھپ مارے اور اوسکو یا کافر نکہے اور یا کافر کہنے والا گنہگار ہوگا اگر اوسکو اس قول سے تکلیف دیگا کذا فی القنیۃ ولا یجوز ان یحدث بیعۃ ولا کنیسۃ ولا صومعۃ ولا بیت نار ولا مقبرۃ ولا صنما حاوی فی دار الاسلام ولو قریۃ فی المختار فتح اور جائز نہیں ذمی کو نیا بنا دے بیعہ اور نہ کنیسا اور نہ صومعہ اور نہ آتشخانہ اور نہ قبرستان اور نہ صنم کذا فی الحاوی دار الاسلام میں اگرچہ دار الاسلام کے قریہ میں احداث کرے تو بھی جائز نہیں قول مختار میں کذا فی الفتح ھم اصل لغت میں عبادتخانہ یہود اور نصاری کو مطلقا بیعہ کہتے ہیں پھر غلبہ استعمال سے عبادتخانہ یہود کو کنیسہ کہتے ہیں اور عبادتخانہ نصاری کو بیعہ بولتے ہیں اور دیر کا لفظ نصاری کیواسطے مخصوص ہی اور صومعہ وہ عبادتخانہ ہی جسکا سر لمبا بنایا جاتا ہے تاکہ خلق سے منقطع ہو کر اوسمیں عبادت کیجاوے کذا فی المنح ہندوستان میں نصاری اپنے عبادتخانہ کو گرجا کہتے ہیں ویعاد المنہدم ای لا ما ھدمہ الامام بل ما انہدم اشباہ فی آخر الدعاء برفع الطاعون اور ذمیوں کا منہدم عبادتخانہ دوبارہ بنایا جاتا ہے یعنی نہ وہ عبادتخانہ جسکو امام نے ڈھایا بلکہ وہ بنایا جاوے جو خود بخود منہدم ہوگیا چنانچہ اشباہ کی دفع وباکی دعا کے اخیر میں مذکور ہی ھم مصنف کے کلام سے معلوم ہوا کہ معابد قدیمہ سے تعرض نچاہیے اور جو قدیم گر جای اوسکا اعادہ جائز ہی کذا فی المنح من غیر زیادۃ علی البناء الاول ولا یعدل عن النقض الاول ان کفی وتمامہ فی شرح الوھبانیۃ اعادہ منہدم جائز ہی بدون زیادہ کرنیکے پہلی عمارت پر اور تجاوز کرنا نچاہیے شکستہ اول سے اگر وہ کافی ہو اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہی ھم اگر بنای اول سے عدول ہو باوجود کفایت کے تو اسمیں بنای ثانی کی زیادتی ہی اور اسکا انکار الا نہر میں شرح وقایہ میں مذکور ہی کہ فقہا نے تصریح کی ہی منع زیادتی کی تو اس سے معلوم ہوا کہ جو کچی اینٹ سے بنا ہو اوسکو پکی اینٹ سے نہ بناوے اور جو پکی اینٹ سے ہو اوسکو پتھر سے نہ بناوے کذا فی الطحطاوی واما القدیمۃ فتترک مسکنا فی الفتحیۃ ومعبدا فی الصلحیۃ بحر ہذا فالما فی القہستانی فتنبہ اور معابد قدیمہ تو رہنے کیواسطے چھوڑے جائیں بلاد مفتوحہ میں اور عبادت کیواسطے چھوڑے جائیں بلاد صلحیہ میں کذا فی البحر یہ قول مخالف ہی قہستانی کے سوخبردار رہنا ھم حلبی نے کہا قہستانی میں تتمہ سے منقول ہی کہ جو بلاد صلح سے فتح ہوی ہیں آیا اونکے کل معابد منہدم کیے جائیں صحیح روایات میں و یمیز الذمی عنا فی زیہ بالکسر لباسہ وھیئتہ و مرکبہ وسرجہ وسلاحہ اور ممتاز اور جدا کیا جائی ذمی اہل اسلام سے اپنے لباس اور ہیئت میں اور اپنی سواری اور زین اور ہتھیار میں شارح نے کہا زی بالکسر عبارت ہی لباس اور ہیئت سے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا کہ زی بالفتح والتشدید ہی کذا فی الطحطاوی فلا یرکب خیلا الا اذا استعان بہم الامام لمحاربۃ وذب عنا ذخیرۃ وجاز بغل کحمار تاتارخانیہ تو ذمی سوار نہو گھوڑے پر مگر اوسوقت جبکہ امام اونسے مدد چاہے لڑائی کیواسطے اور دفع کرنیکے واسطے ہمارے سے کفار کے مسلمین سے کذا فی الذخیرہ اور جائز ہی ذمی کو سوار ہونا خچر کا مانند گدھے کے کذا فی التاتارخانیہ وفی الفتح ہذا عند المتقدمین واختار المتاخرون انہ لا یرکب اصلا الا لضرورۃ و فی الاشباہ والمعتمد ان لا یرکبوا مطلقا ولا یلبسوا العمائم وان رکب الحمار لضرورۃ نزل فی المجامع اور فتح القدیر میں ہی کہ یعنی خچر اور گدھے پر سوار ہونا متقدمین کے نزدیک ہی اور متاخرین نے قول مختار کیا ہی کہ ذمی ہرگز سوار ہی نہو مگر بسبب ضرورت کے یعنی سفر یا مرض میں اور اشباہ میں ہی اور قول معتمد یہ ہی کہ اہل ذمہ مطلقا نہ سوار ہوں اور پگڑیاں نہ باندھیں اور اگر

ف شاید اسکی وجہ یہ ہوئی کہ اصل اسکی زوی بفتح زا اور قاعدہ اجماع ہوا او دریا کے دا اور یا ہو کر دوسری میں ادغام ہوگئی بعد فتحہ کو کسرہ سے بدلنے کی گیا ام ورث ۱۲

ذمی سوار ہوا کریں پس بسبب ضرورت کے تو مجامع مسلمین میں اوتر پڑیں اور ویرکب سرجا کالاکف کذا فی مقدمۃ شیخنا المرحوم اور سوار ہو ایسے زین پر
جیسی الاکاف کی مانند ہیں یعنی اگرچہ جھکے آگے لکڑی ہو مانند انار کے ہو محل رکوب ذمی استعانت امام ہے یا ضرورت تو اب جواز اور عدم جواز رکوب میں اختلاف نہ رہا طحطاوی
اور اکاف البرذعۃ [illegible] تفسیر ہے مگر شارح کو مناسب تھا کہ کالبرذع کہتا اسواسطے کہ جمع کی تفسیر ہے ولا یعمل بسلاح اور نہ کام کرے ہتھیار باندھ کر اسواسطے کہ
ہتھیار ایکے استعمال میں عزت ہے کذا فی القہستانی ویظہر الکستیج فارسی معرب اثر من صوف او شعر اور ذمی نمودار رکھے کستیج کو کستیج لفظ فارسی ہے
سوت یعنی زنار [illegible] یا بال کا ہو اور ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ تاگا ہو موٹا او نگلی کے برابر جسکو ذمی اپنے سب کپڑوں کے اوپر باندھے بلا زینت کذا فی المنح عن المغرب
وهل یلزم تمیزہم بکل العلامات خلاف الاشباہ والصحیح ان فتحہا عنوۃ فلہ ذلک والا فعلی الشرط تاتارخانیہ اور کیا لازم ہے تمیز دینا ذمیوں کا
جمیع علامات سے اسمیں خلاف ہے کذا فی الاشباہ اور قول صحیح یہ ہے کہ اگر امام نے شہر کو بغلبہ فتح کیا ہے تو اوسکو یہ جائز ہے اور اگر بصلح فتح ہوا ہے تو شرط کے موافق عمل کرنا
چاہیئے کذا فی التاتارخانیہ بعضوں نے کہا کہ اہل ذمہ کی تمیز تین علامات سے ضرور ہے اور بعضوں نے کہا نصرانی میں ایک علامت کافی ہے اور یہودی میں دو اور مجوسی میں تین
اور اسی پر بعضوں کا فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الذخیرۃ ویمنع من لبس العمامۃ ولو زرقاء او صفراء علی الصواب نہر ونحوہ فی البحر واعتمدہ فی الاشباہ
کما قدمناہ وانما تکون طویلۃ سوداء اور منع کیا جائے پگڑی باندھنے سے اگرچہ آسمانی یا زرد رنگ ہو بنابر قول صواب کے کذا فی النہر اور اسیطرح بحر الرائق میں ہے اور اسی
قول پر صاحب بحر نے اشباہ میں اعتماد کیا ہے چنانچہ اسکو ہمنے پہلے ذکر کیا ہے اشباہ سے اور ذمی کی پگڑی تو لمبی سیاہ ہوتی ہے ومن زنار الابریسم والثیاب الفاخرۃ المختصۃ
باہل العلم والشرف کصوف مربع وجوخ رفیع وابراد رقیقۃ اور منع کیا جائے ذمی ریشم کے زنار سے اور عمدہ کپڑوں سے اور اوس پوشاک سے جو اہل علم اور شرف کے
مخصوص ہے جیسے صوف مربع اور جوخ رفیع اور چادر باریک طحطاوی نے کہا صوف مربع سے شاید فرجیہ مراد ہے کہ مخصوص باہل قرآن اور اہل علم ہے فرجیہ عرب کا ایک
لباس ہے اور جوخ [illegible] بانات ذاکشادہ آستین لباس عربیا کا ہے جسکو قمیص اور جبہ پر پہنتے ہیں ومن استکتابہ ومباشرۃ یکون بہا معظما عند المسلمین وتمامہ
فی الفتح اور منع کیا جائے ذمی انکا [illegible] اور اوس کام کی مباشرت سے جس سے وہ مسلمانوں کے نزدیک معظم اور باعزت ٹھہرے اور پورا بیان اوسکا فتح القدیر میں ہے یعنی کافر کو تحریر کا کام
مثل منشی گری یا متصدی گری کے نہ دینا چاہیئے اسیطرح اوسکو داروغگی یا تقسیم تنخواہ وغیرہ سپرد کرنا نچاہیئے جسمیں مسلمان اوسکے حاجتمند ہوں در فی الحاوی وینبغی ان یلازم
الصغار فیما یکون بینہ وبین المسلمین فی کل شیء وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر اور حاوی قدسی میں ہے اور سزاوار ہے کہ لازم کیجائے
ذمیکو ذلت وخواری ان معاملات میں جو اوسکے درمیان اور مسلمین کے درمیان واقع ہوں ہر چیز کے اندر اور اسیکے موجب تو منع کیا جائے بیٹھنے سے مسلم کے کھڑے
ہونیکے وقت اوسکے پاس کذا فی البحر ویحرم تعظیمہ وتکرہ مصافحتہ ولا یبدا بسلام الا لحاجۃ ولا یزاد فی الجواب علی وعلیک اور حرام ہے تعظیم اور توقیر اوسکی
اور مکروہ ہے اوس سے مصافحہ کرنا اور [illegible] اوسکو پہلے سلام نکیا جائے مگر بسبب حاجت کے اور اوسکے سلام کے جواب میں وعلیک سے زیادہ نکہا جائے ذمی کی خدمت کرنا اور اوسکے واسطے
کھڑا ہونا تعظیما حرام [illegible] داخل ہے ذخیرہ میں ہے کہ جب یہودی حمام میں گیا اگر خادم مسلم نے اوسکی خدمت کی فلوس کی طمع سے یا اس نیت سے کہ اوسکا دل اسلام کیطرف مائل ہو
تو کچھ مضایقہ نہیں اور اگر خدمت اوسکی کی اوسکی تعظیم کیواسطے بلا نیت مذکورہ تو مکروہ ہے اور اسیطرح اگر مسلم ذمی کیواسطے کھڑا ہو گیا بطمع اوسکے اسلام لانیکے تو کچھ مضایقہ نہیں
اور اگر بہ نیت تعظیم کیواسطے قیام کیا بلا نیت مذکورہ یا بسبب اوسکی مالداری کے کھڑا ہو گیا تو مکروہ ہے وینبغی ان یضیق علیہ فی المرور ویجعل علی دارہ علامۃ وتمامہ فی الاشباہ
من احکام الذمی اور اوسپر تنگی کیجانا چاہیئے چلنے پھرنے میں یعنی مسلمانوں سے راہ میں بچاکر چلے اور اوسکے گھر پر کچھ علامت مقرر کیجاوے اور اسکا پورا بیان ہے احکام ذمی میں اشباہ
میں علامت کا فائدہ یہ ہے تاکہ سائل اوسکے واسطے مغفرت کی دعا نکرے اور تضرع نکرے جیسے مسلمین سے تضرع کرتا ہے وفی شرح الوہبانیۃ للشرنبلالی ویمنعون من استیطان
مکۃ والمدینۃ لانہما من ارض العرب قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یجتمع فی ارض العرب دینان ولو دخل للتجارۃ جاز ولا یطیل واما دخول المسجد الحرام
فذہب فی السیر الکبیر المنع وفی الجامع الصغیر عدمہ والتقیید بالکبیر [illegible] محمد رحمہ اللہ تعالی فانظر [illegible] قرنالیہ الحال [illegible]

اور شرح ملا لی کی شرح وہبانیہ مین ہی اور کفار ذمی روکے جائین مکہ اور مدینہ کے وطن بنانے سے اسواسطے کہ حرمین شریفین عرب کی زمین سے ہین فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجتمع نہون عرب کی زمین مین دو دین اور اگر ذمی وہان سوداگری کیواسطے جاوی تو جائز ہے اور وہان زیادہ قیام نکرے اور مسجد الحرام مین آنیکا مانع
سیر کبیر مین تو منع مذکور ہے اور جامع صغیر مین عدم منع ثابت ہے اور سیر کبیر پچھلی تصنیف ہے محمد بن حسن رحمہ اللہ کی تو ظاہر یہ ہے کہ سیر کبیر مین اوسی قول کو ذکر کیا ہے جو
آخر الامر مین ثابت ہو گیا انتہی یعنی منع دخول راجح ہے وفی الخانیۃ وتمیز نساؤہم لا عبیدہم بالکستیجۃ اور خانیہ مین ہے اور امتیاز کیجاوی ذمیون کی عورتون
اور انکے غلامون مین زنار سے ہم اونکی عورتون کے گلون مین لوہے کے طوق ڈالیجائین اور اونکی ازارون مین علامات کی ازارون سے مخالف ہون کذا فی الاختیار والذمی اذا
اشتری دارا ای اراد شراءہا فی المصر لا ینبغی ان تباع منہ فلو اشتری یجبر علی بیعہا من المسلم وقیل لا یجبر الا اذا کثرت درر اور ذمی نے جب
ایک گھر مول لیا یعنی اوسکے مول لینے کا ارادہ کیا شہر مین تو اوسکے ہاتھ بیع کرنا لائق نہین سو اگر اوسنے مول لیا تو اوسپر جبر کیا جاوے اوسکے بیچڈالنے پر مسلم کے ہاتھ اور
قول ضعیف یہ ہے کہ بیع پر جبر اور زبردستی نہین مگر جب کہ بکثرت گھرونکو خرید کیا ہو کذا فی الدر المنتقی وفی معروضات المفتی ابی السعود من کتاب الصلوۃ سئل
عن مسجد لم یبق فی اطرافہ بیت احد من المسلمین واحاط بہ الکفرۃ فکان الامام والمؤذن فقط لاجل وظیفتہما یذہبان الیہ فیؤذنان
ویصلیان بہ فہل تحل لہم الوظیفۃ فاجاب بقولہ تلک البیوت یاخذہا المسلمون بقیمتہا جبرا علی الغیر وقد ورد الامر الشریف السلطانی
بذلک ایضا فالحاکم لا یؤخر ہذا اصلا مین کہتا ہون اور مفتی ابو سعود کے معروضات مین کتاب الصلوۃ سے وارد ہے کہ اونسے سوال ہوا اوس مسجد کا جسکے
گرد پیش کسی مسلمان کا گھر باقی نہین رہا اور اوسکو کافرون نے گھیر لیا سوا امام اور مؤذن جو وہان جا کر [illegible] اپنے وظیفہ پانیکے واسطے سو وہ اذان دیتے ہین اور نماز
پڑھتے ہین تو اونکو وظیفہ لینا حلال ہے یا نہین سو مفتی موصوف نے یہ جواب دیا کہ ان گھرونکو اہل اسلام قیمت دیکر زبردستی [illegible]
بھی اسی باب مین وارد ہوا ہے تو حاکم اسمین ہرگز تاخیر نکرے ہم شارح نے جواب بقدر مناسب مقام ذکر کیا اور سوال مذکور کا جواب یہ ہے کہ امام اور مؤذن [illegible]
اپنے کام پر مستعد اور قائم ہین کذا فی الطحطاوی وفیہا من الجہاد وبعد ان ورد الامر الشریف السلطانی بعدم استخدام الذمیین العبید والجواری المسلمین
ذمی عبدا او جاریۃ ماذا یلزمہ فاجاب یلزمہ التعزیر الشدید والحبس ففی الخانیۃ وغیرہا [illegible] ان استخدمہا فالظاہر [illegible]
انتہی ملتقطا ذلک اور مفتی ممدوح کے معروضات مین ہے کتاب الجہاد سے اور بعد وارد ہونے امر شریف سلطانی کے غلامون اور لونڈیونکو خدمت کیلئے ذمیون کا [illegible]
خدمت لیے غلام یا لونڈی سے اوسپر کیا لازم ہے تو مفتی موصوف نے جواب دیا کہ اوسپر تعزیر شدید اور قید کرنا لازم ہے سو خانیہ وغیرہا مین [illegible]
جسمین الفت [illegible] ہو اور اسیطرح جدائی کیجاوی اونکے گھرونکی ہمارے گھرون سے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی جو [illegible]
لینا اونپر تعزیر شدید لازم آویگی وان نکثر اہل الذمۃ دورا فیما بین المسلمین [illegible]
بشرط عدم تقلیل الجماعات لسکناہم شرطہ الامام الحلوانی اور اگر اہل ذمہ گھرونکو [illegible]
عاید ہو اوسکی منفعت [illegible] مسلمین [illegible]
عدم تقلیل کی امام حلوانی نے کی ہے فان لزم ذلک من سکناہم امروا بالاعتزال عنہم والسکنی بناحیۃ لیس فیہا مسلمون وہو محفوظ عن ابی یوسف [illegible]
عن الذخیرۃ سو اگر اونکے رہنے سے تقلیل جماعات لازم آوے تو اونکو مسلمین [illegible]
ابی یوسف سے محفوظ ہے کذا فی البحر عن الذخیرۃ وفی الاشباہ وانما یمنع سکناہم بیننا فی المصر والمعتمد الجواز فی محلۃ خاصۃ انتہی واقرہ المصنف [illegible]
رد شیخ الاسلام جوی زادہ وجزم بانہ خطأ فاحش لانہ فہم من الناحیۃ المحلۃ ولیس کذلک فقد صرح التمرتاشی فی شرح الجامع الصغیر بما
ما نقل عن الشافعی انہم یمنعون من [illegible] دورہم فی امصار المسلمین ویباعون عنہا والسکنی خارجہا لئلا یکون لہم محلۃ خاصۃ

نقلا عن النسفی والمراد ای بالمنع المذکور عن الامصار ان یکون لهم فی المصر محلة خاصة یسکنونها ولهم فیها منعة عارضة کمنعة المسلمین
فاما سکناهم بینهم وهم مقهورون فلا کذلک کذا فی فتاوی الاسکوبی فلیحفظ اور اشباہ مین ہے اور اختلاف واقع ہے ذمیون کی سکونت مین
اہل اسلام کے اندر شہر مین اور جواز سکونت محلہ خاص مین تحول معتمد ہے انتہی اور اسیکو ثابت رکھا ہے مصنف وغیرہ نے لیکن شیخ الاسلام جوی زادہ نے اسکو رد کیا ہے اور اسپر
یقین کیا ہے کہ صاحب اشباہ غلط سمجھا ہے سو گویا وہ ناجیہ محلہ سمجھا ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے اسواسطے کہ تمرتاشی نے جامع صغیر کی شرح مین بعد نقل کرنے امام شافعی کے
اس قول کو کہ ذمیونکو اپنے گھر بیچنے کا اہل اسلام کے شہر مین اور وہانسے نکل جانیکا اور خارج شہر کے رہنے کا حکم کیا جاوے تاکہ اونکے واسطے ایک محلہ خاص ہو نسفی سے
تمرتاشی نے نقل کیکے تصریح کی ہے کہ مراد یعنی منع سکونت امصار سے یہ ہے کہ اونکے واسطے شہر مین ایک محلہ مخصوصہ ہو جسمین وہ سکونت کرین اور حالانکہ اونکے واسطے وہان
جماعت با شوکت اور عزت ہو جماعت مسلمین کے مانند اور سکونت اہل ذمہ کی آپسمین اور حالانکہ وہ دبے اور ذلیل ہون سو اسطرح منع نہین کذا فی فتاوی الاسکوبی
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم خلاصہ یہ ہے کہ اہل ذمہ اگر اہل اسلام مین کم زور رہکر رہین تو منع نہین اگرچہ خاص محلہ مین ہون لیکن اگر با جماعت اور قوت ہون چنانچہ تمرتاشی نے
مذکور کیا یا اونکی سکونت سے تقلیل جماعت مسلمین لازم آوے جیسے کہ صاحب ذخیرہ نے تصریح کی ہے تو منع کیے جاینگے اور صاحب اشباہ نے جو سکونت محلہ خاص کے جواز کو ستھا کہا
تو اسپر محمول ہے کہ جب اونکو قوت اور شوکت نہو تو تمرتاشی کے قول کے مخالف نہوا واللہ تعالی اعلم کذا فی الطحطاوی وینتقض عهدهم بالغلبة علی موضع للحراب او باللحاق
بدار الحرب زاد فی الفتح او بالامتناع من قبول الجزیة او بجعل نفسه طلیعة للمشرکین بان یبعث لیطلع علی اخبار العدو فلو لم یبعثوا لذلک لم ینتقض
عهدهم وعلیه یحمل کلام المحیط اور ذمیوں کا عہد ٹوٹ جائیگا اونکے غالب ہونیسے ایک مکان پر لڑائی کیواسطے یا دار الحرب مین جاکر ملنے سے فتح القدیر مین اتنا زیادہ کہا ہے
یا عہد شکنی ہوگی جزیہ قبول کرنے سے یا اپکو مشرکین کا جاسوس بنانے سے اسطرح کہ کافر حربی دار الحرب مین بھیجا جاوے مستامن ہوکر تا اخبار دشمن پر مطلع ہو سو اگر اہل حرب اوسکو
اسکے واسطے نہ بھیجین تو اوسکا عہد نہ ٹوٹیگا اور اسی تفصیل پر کلام محیط کا محمول ہے ہم محیط مین ہے کہ اگر ذمی مشرکین کو عیوب مسلمین کی خبر پہنچاوے تو یہ نقض عہد نہین صاحب بحر نے
رفع اختلاف کیواسطے تاویل کی کہ یہ اوس صورت پر محمول ہے جب کہ اہل حرب نے اوسکو جاسوسی کیواسطے نہ بھیجا ہو اور صاحب نہر اور حموی اور شارح نے بھی اس تاویل کو پسند کیا کذا
فی الطحطاوی وصار الذمی فی هذه الاربع الصور کالمرتد فی کل احکامه الا انه لو اسر یسترق والمرتد یقتل ولا یجبر علی قبول الذمة والمرتد یجبر علی
قبول الاسلام اور ہوگیا ذمی ان چارون صورتون مین مرتد کے مانند اوسکے کل احکام مین مگر یہ کہ اگر ذمی گرفتار ہوگا تو غلام بنایا جایگا اور مرتد گرفتاری کے بعد قتل ہوگا اور
ذمی پر قبول جزیہ کیواسطے جبر نہوگا اور مرتد پر قبول اسلام کیواسطے جبر ہوگا لا ینتقض عهده بقوله نقضت العهد زیلعی بخلاف الامان للحربی فانه ینتقض
بالقول بحر نہ ٹوٹیگا اوسکا عہد اوسکے یون کہنے سے کہ مینے عہد کو توڑا کذا فی شرح الزیلعی بخلاف حربی کی امان کے کہ وہ ٹوٹ جاویگی قول مذکور سے کذا فی البحر ولا بالاباء عن
اداء الجزیة بل عن قبولها کما مر ونقل العینی عن الواقعات قتله بالاباء عن الاداء قال وهو قول الثلثة لکن ضعفه فی البحر اور ذمی کا عہد نہین ٹوٹتا
ادا جزیہ کے انکار سے بلکہ عہد ٹوٹتا ہے قبول جزیہ کے انکار سے چنانچہ فتح القدیر سے مذکور ہوچکا اور عینی نے واقعات سے ذمی کا قتل کرنا بسبب انکار ادا جزیہ سے نقل کیا ہے
کہا اور یہی قول ہے تینون اماموں کا لیکن اس قول کو ضعیف کہا ہے بحر الرائق مین اس وجہ سے کہ درایت اور روایت کے مخالف ہے ولا بالزنی بمسلمة وقتل مسلم وافتتان مسلم
عن دینه وقطع الطریق اور عہد ذمی کا نہین ٹوٹتا مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرنے سے اور مسلمان کے قتل کر ڈالنے سے اور مسلمان کو اوسکے دین سے بہکا دینے سے
اور قطاع الطریقی سے ہم اسواسطے کہ زنا سے اوسپر حد قائم ہوگی اور قتل سے قصاص لازم آویگا اور ذمی رہنے کا فائدہ بعد قصاص کے یہ ہے کہ اوسکی اولاد صغار
رقیق نہوگی اور اوسکا مال غنیمت نہوگا وسب النبی صلی اللہ علیه وسلم لان کفر المقارن لا یمنعه فالطاری لا یرفعه فلو من مسلم قتل کما
سیجیئ اور نہین ٹوٹتا عہد ذمی کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام اور بدگوئی سے اسواسطے کہ کافر ہونا ذمی کا جو مقارن ہے عہد کے مانع عہد کا نہین تو جو کفر کہ
طاری ہوا بسبب دشنام کے وہ عہد کا رافع نہوگا پھر اگر دشنام مسلم سے صادر ہو تو وہ مقتول ہوگا چنانچہ باب لاحق مین آویگا ہم شیخ شاہین نے ذخیرہ سے

تفصیل اسمین نقل کی ہی کہ اگر ذمی نے اپنے اعتقاد کے موافق یون کہا کہ آنحضرت رسول نتھے یا اونہون نے یہودیون کو ناحق قتل کیا یا حضرت کیطرف نسبت کذب کی تو بعضے علما کے نزدیک اوسکا عہد نہین ٹوٹتا اور اگر ذمی نے اپنے خلاف اعتقاد ذکر کیا اسطرح پر کہ آنحضرت کی طرف زنا کی نسبت کی یا آپ کے نسب مین طعنہ کیا تو عہد ٹوٹجاتا ہے اور یہ محمول ہی عدم اعلان پر کذا فی الطحطاوی ویؤدب الذمی ویعاقب علی سبه دین الاسلام والقران او النبی صلی الله علیه وسلم حاوی وغیره قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل انتهی وتبعه ابن الهمام قلت وبه افتی شیخنا الخیر الرملی وهو قول الشافعی اور ذمی تعزیر دیا جاویگا اور مارا جاویگا دین اسلام یا قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی پر کذا فی الحاوی وغیرہ علامہ عینی نے کہا اور میرے نزدیک قول مختار بدگوئی مین یہ ہی کہ وہ قتل کیا جاوی اور تابع ہوا ہی عینی کا ابن ہمام صاحب فتح القدیر مین کہتا ہون اور اسیکا فتوی دیا ہی ہمارے اوستاد خیر الدین رملی نے اور یہی قول ہی امام شافعی کا ھ بحر الرائق مین کہا کہ ابن ہمام نے یہان بحث مخالف اہل مذہب کے کی ہی عینی کا تابع ہوکر اور علامہ قاسم نے تصریح کی ہی کہ ابن ہمام کے ابحاث مخالفہ پر عمل نکرنا چاہیے ہان یہ البتہ ہی کہ مومن کا دل اس مسئلہ مین قول مخالف کی طرف مائل ہوتا ہی لیکن ہمکو اتباع مذہب واجب ہی ثم رایت فی معروضات المفتی ابی السعود انه ورد امر سلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتله اذا ظهر انه معتاده وبه افتی پھر مینے مفتی ابو سعود کے معروضات مین دیکھا کہ البتہ امر سلطانی وارد ہوا ہی ہمارے اون علما کے اقوال پر عمل کرنیکا جو قائل ہین ذمی کو قتل کرنے کے جبکہ ظاہر ہوجاوی کہ بدگوئی اوسکی عادت ہی اور اسیکا فتوی دیا ہی مفتی ممدوح نے ھ طحطاوی نے شرح ملتقی سے نقل کیا کہ جب ذمی علی الاعلان بدگوئی کرے یا اوسکی یہی عادت ہو تو اوسکو قتل کرنا چاہیے اگرچہ عورت ہو ثم افتی فی بکر الیهودی قال لبشر النصرانی نبیکم عیسی ولد الزنی بانه یقتل لسبه الانبیاء علیهم الصلوة والسلام انتهی پھر مفتی ابو سعود نے بکر یہودی کے بشر نصرانی سے یون کہنے مین کہ معاذ اللہ کہ تمھارا نبی عیسی ولد الزنی ہی یہ فتوی دیا کہ وہ قتل کیا جاوی بسبب اوسکے گالی دینے کے حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام کو انتہی قتل کا فتوی دیا بسبب اعلان سب کے قلت ویؤیده ان ابن کمال باشا فی احادیثه الاربعینیة فی الحدیث الرابع والثلثین یا عائشة لاتکونی فاحشة ما نصه والحق انه یقتل عندنا اذا اعلن بشتمه علیه الصلوة والسلام صرح به فی سیر الذخیرة حیث قال واستدل محمد لبیان قتل المراة اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ان عمر بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان توذی الرسول فقتلها لیلا مدحه صلی الله علیه وسلم علی ذلک انتهی فلیحفظ شارح کہتا ہی مین کہتا ہون اور مفتی ممدوح کے فتوی کا یہ موید ہی کہ ابن کمال باشا نے اپنی چہل حدیث مین چونتیسوین اس حدیث کے اندر یعنی یا عائشة لاتکونی فاحشة مین جو اسطرح تصریح کی ہی اور حق یہ ہی کہ کافر ذمی قتل کیا جاویگا ہمارے نزدیک جب کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی گالی کو ظاہر کرے تصریح کی ہی اس مسئلہ کی ذخیرہ کی کتاب السیر مین چنانچہ یون کہا ہی اور امام محمد نے واسطے بیان قتل کرنے عورت کے جب کہ وہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی بدگوئی کا اعلان کرے استدلال کیا ہی اس روایت سے کہ عمر بن عدی نے جب کہ سنا عصماء بنت مروان سے کہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کو ایذا دیتی ہی تو اوسکو قتل کر ڈالا رات مین تو رسول علیہ الصلوۃ والسلام نے اوسکے قاتل کی مدح کی انتہی ما فی الذخیرہ تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے ھ خلاصہ یہ ہوا کہ ذمی مقتول نہوگا حضرت کی بدگوئی سے مگر جب کہ اسکو بدگوئی کی عادت ہوگئی ہو کما فی المعروضات یا وہ اعلان کرتا ہو کذا فی الذخیرہ تو عدم قتل کی روایت عدم اعتیاد یا عدم اعلان پر محمول ہی تو اب دونون قولون مین تعارض باقی نرہا واللہ تعالی اعلم ویؤخذ من مال بالغ تغلبی وتغلبیة لا من طفلهم الا الخراج ضعف زکوتنا باحکامها مما تجب فیه الزکوة المعهودة بیننا لان الصلح وقع کذلك اور لیا جاویگا بالغ تغلبی اور تغلبیہ کے مال سے نہ اونکے اطفال سے سوای خراج کے اہل اسلام کی زکوۃ کا دونا لیا جاویگا باحکام مفصلہ زکوۃ اوس مال سے جسمین زکوۃ مقرری بین المسلمین واجب ہوتی ہی اسواسطے کہ صلح اوس قوم سے اسیطرح پر واقع ہوئی ہی ھ تغلبی بکسر لام منسوب ہی تغلب بن وائل بن ربیعہ کیطرف وہ عرب کی ایک قوم ہی جو جاہلیت مین نصرانی ہوگئی تھی اور روم کے متصل اسکو نت اختیار کی تھی جب زمانہ اسلام کا آیا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اونسے جزیہ طلب کیا اونھون نے جزیہ دینے کا انکار کیا عار سمجھکر اور بولے کہ ہم لوگ بھی عرب ہین ہمسے بھی زکوۃ لیجیے جیسے اور عرب سے زکوۃ لیتے ہو فاروق اعظم نے فرمایا کہ مشرک سے ہم زکوۃ نہین لیتے تو بعضے لوگ اوس قوم کے روم کو بھاگ گئے سو نعمان بن زرعہ نے کہا یا امیر المؤمنین

یہ لوگ بڑے لڑنے والے ہین اور عرب ہین جزیہ دینے سے ننگ اور عار کرتے ہین سو تنگی کھینچی اور اونسے جزیہ بنام زکوۃ لیجیے سو فاروق اعظم رض نے اونکو بلایا اور زکوۃ کا
دونا اونپر مقرر کیا پھر اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا اونکے بعد فقہا کا کذا فی النہر والبحر اور چونکہ صلح دو چند زکوۃ پر ہوئی لہذا اونکی اطفال اور مجانین اور معتوہین پر کچھ
لازم نہین کیونکہ زکوۃ اونپر واجب نہین کذا فی الدر المنتقی بخلاف خراج کے کہ وہ طفل وغیرہ پر لازم ہے اسواسطے کہ وہ زمین کا وظیفہ ہے عبادت نہین کذا فی البحر اور جب
اونپر دو چند زکوۃ باحکامہا لازم ہوئی تو چالیس بکریون مین سے دو بکریان اور ایک سو بیس بکریون سے چار بکریان و علی ہذا القیاس اونٹ سے کذا فی الفتح ویؤخذ من
مولاہ ای معتق التغلبی فی الجزیۃ والخراج کمولی القرشی وحدیث مولی القوم منہم مخصوص بالاجماع اور لیا جائیگا اوسکے مولی سے یعنی تغلبی کے
آزاد غلام سے جزیہ اور خراج مین قرشی کے آزاد غلام کے مانند اور مولی القوم منہم کی حدیث بالاجماع مخصوص ہے یعنی جو حدیث ہے کہ آزاد غلام قوم کا اوسی قوم مین
داخل ہے سو یہ مخصوص بحرمت صدقہ ہے یعنی جس قوم کو صدقہ لینا درست نہین تو اوسکے آزاد غلام پر بھی لینا جائز نہین ومصرف الجزیۃ والخراج ومال التغلبی
وھدیتہم للامام وانما یقبلہا اذا وقع عندہم ان قتالنا للدین لا للدنیا جوھرۃ وما اخذ منہم بلا حرب ومنہ ترکۃ ذمی وما اخذہ عاشر منہم ظہیریۃ
مصالحنا خبر مصرف اور مصرف جزیہ اور خراج کا اور تغلبی کے مال کا اور اوس مال کا جسکو کفار نے سلطان کو بطریق تحفہ دیا ہو اور اوس مال کا جو کفار سے بدون لڑائی کے
لیا گیا اہل اسلام کے مصالح ہین سلطان کفار کا تحفہ اوسوقت قبول کرے جب کہ اونکے نزدیک ثابت ہو جاوے کہ ہمارا لڑنا دین کیواسطے ہے نہ دنیا کی تحصیل کیواسطے کذا
فی الجوہرہ اور مال بلا حرب مین اوس ذمی کا ترکہ داخل ہے جسکا کوئی وارث نہین کذا فی الحموی اور وہ مال جسکو عاشر کفار سے لے کذا فی الظہیریۃ شارح نے کہا
مصالحنا خبر ہے مصرف کی ھم مصالح جمع ہے مصلحت کی یعنی جسکی منفعت اسلام کیطرف عائد ہو کذا فی القہستانی اہل نجران کا مال اور جس مال پر کہ اہل حرب نے صلح کی
ترک قتال پر دار الحرب مین لشکر اسلام کے داخل ہونیسے پہلے مال بلا حرب مین داخل ہے کذا فی البحر کسد ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفایۃ العلماء والمتعلمین
تجنیس وبہ یدخل طلبۃ العلم فتح مصالح اہل اسلام کے چنانچہ دار الاسلام کی سرحدون کی حفاظت کرنا اور پل اور لکڑی کا پل بنانا اور علما اور متعلمین کو
بقدر کفایت دینا کذا فی التجنیس اور متعلمین کے لفظ سے طالب علم بھی مصرف مین داخل ہو گئے کذا فی الفتح ھم سد بالفتح والضم مضبوط کرنا اور ثغر بالفتح وسکون غین
عبارت ہے موضع مخافت بلاد سے تو سد ثغور سے مراد یہ ہے کہ اون لوگون پر صرف کرنا چاہیے کہ جو اوس محل خوف کی محافظت کرتے ہین جو فاصل ہے دار الاسلام اور
دار الحرب کے درمیان مین اور علما سے مراد مفسرین اور محدثین ہین اور ظاہرا علما سے مراد وہ ہین جو علوم شرعیہ کی تعلیم کرتے ہین تو صرف اور نحو وغیرہا کو بھی شامل ہے
کذا فی الحموی عن البرجندی نہر الفائق مین خانیہ سے منقول ہے کہ رازی سے سوال ہوا کہ بیت المال مین اغنیا کا بھی حصہ ہے جواب دیا کہ نہین مگر جب کہ غنی عالم یا قاضی ہو
اور فقہا کا اوسمین حصہ نہین مگر اوس فقیہ کا حصہ ہے جو لوگون کو فقہ اور قرآن کی تعلیم کیا کرتا ہو والقضاۃ والعمال وکتبۃ قضاۃ وشہود قسمۃ ورقباء سواحل
اور بقدر کفایت قاضیون اور عاملون کے جیسے قاضیون کے کاتب اور قسمت کے گواہ یعنی قسمت بین الورثہ اور شہر کا کے شاہراہ اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی محشر لینے والے
کذا فی الطحطاوی ورزق المقاتلۃ وذراریہم ای ذراری کل من ذکر مسکین واعتمدہ فی البحر قائلا وہل یعطون بعد موت ابائہم حال الصغر
لم ارہ اور جیسے روزی مقاتلین مجاہدین کی اور اونکی ذریت کی یعنی محافظین حدود اور علما اور قضاۃ اور عمال اور مقاتلین سب مذکورین کی ذریت کی کذا فی
الشرح مسکین اور اسی پر اعتماد کیا بحر الرائق مین یون کہکر اور کیا اونکی ذریت کو روزی دیجاوے گی اونکے باپون کے مرجانیکے بعد حالت طفلی مین مینے اسکا حکم
کسی کتاب مین نہین دیکھا ھم طحطاوی نے شیخ عیسی صفتی کے رسالے سے نقل کیا کہ ابو یوسف نے کہا کتاب الخراج مین کہ جو شخص بیت المال کا مستحق ہو اور اسکے واسطے
اوسکا استحقاق بیت المال مین مفروض ہو گیا تو اوسکی ذریت کیواسطے بھی مفروض ہوگا اوسکی تبعیت سے اور اوسکی موت سے ساقط نہوگا صاحب حاوی
نے کہا فتوی اسپر ہے کہ علما اور فقہا اور مقاتلین کی ذریت اور جو مستحق بیت المال ہو اوسکی ذریت کا حصہ معین کیا جاوے اور جو اونکی اولاد کیواسطے
مفروض ہوا وہ اونکی موت سے ساقط نہین ہوتا والی ہنا انتہت مصارف بیت المال ثلثۃ فہذا مصرف جزیۃ وخراج ومصرف زکوۃ وعشر

رف الزكوة ومصرف خمس وركاز مرف السير وبقي رابع وهو لقطة وتركة بلا وارث ودية مقتول بلا ولي ومصرفها لقيط فقير وفقير بلا ولي اور یہان تک تمام ہو چکی تین قسم بیت المال کے مصارف سو یہ مصرف جزیہ اور خراج کا ہے اور زکوۃ اور عشر کا مصرف کتاب الزکوۃ مین مذکور ہو چکا اور مصرف خمس اور رکاز گذر گیا کتاب السیر مین یعنی کتاب الجہاد کی فصل قسمت غنیمت مین مذکور ہو چکا باقی رہا چوتھی قسم کا بیت المال یعنی افتادہ مال اور متروکہ بلا وارث اور خون بہا اوس مقتول کا جسکا کوئی ولی نہین اور مصرف اسکا لقیط محتاج اور فقیر بلا ولی ہے یعنی اونکے نفقات اور اونکے معالجات اور انکے مرنے کی تکفین اور انکے جنایات کی دیت مین صرف کیا جاویگا کذا فی النهر وعلى الامام ان يجعل لكل نوع بيتا يخصه اور بادشاہ پر لازم ہے کہ ہر قسم مال کا ایک ایک گھر بنادے کہ وہ گھر اوسی مال کیواسطے مخصوص رہے یعنی ایک بیت المال جزیہ اور خراج کا اور دوسرا عشر اور زکوۃ کا اور تیسرا خمس اور رکاز کا اور چوتھا لقطات اور لاوارث ترکات اور لاوارث کی دیت کا اور فائدہ چار خزانے کرنے کا یہ ہے کہ ایک قسم کا مال دوسری قسم مین مخلوط نہو جاوے اسواسطے کہ ہر قسم کا حکم علیحدہ ہے کذا فی البحر وله ان يستقرض من احدها ليصرفه للاخر اور جائز ہے بادشاہ کو کہ قرض لے ایک بیت المال سے تا اوسکو صرف کرے دوسرے بیت المال کے مصرف مین ہم پھر جب اوس قسم کا مال آوے تو جس بیت المال سے قرض لیا تھا اوسمین پھیر دیگا مگر جبکہ مال مصروف از قسم صدقات اور خمس کے ہو اور اہل خراج پر صرف کیا ہو اور حالانکہ وہ محتاج ہین تو پھیر دینا کچھ ضرور نہین اسواسطے کہ فقرا اہل خراج مستحق صدقات ہین اپنی محتاجی کے سبب سے کذا فی البحر والنهر ويعطي بقدر الحاجة والفقه والفضل فان قصّر كان الله عليه حسيبا زيلعي اور دے بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے سو اگر اسمین بادشاہ قصور کریگا تو حق تعالی اوسکے حساب کا لینے والا ہے کذا فی شرح الزیلعی ہم قنیہ مین ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اہل اسلام کو برابر دیتے تھے اور عمر فاروق اونکو بقدر حاجت اور بمقدار فقہ اور فضیلت کے عطا فرماتے تھے اور عمل کرنا فاروق اعظم کے فعل پر ہمارے زمانے مین حسن ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وفی الحاوی المراد بالحافظ فی حديث لحافظ القران مأتا دينار هو المفتي اليوم اور حاوی قدسی مین ہے کہ حافظ سے مراد اس حدیث مین کہ حافظ قرآن کیواسطے دوسو دینار ہین مفتی ہے اسواسطے کہ جو صحابہ کرام کے زمانے مین حافظ قرآن ہوتا تھا وہ احکام کا بھی عالم ہوتا تھا بخلاف اس وقت کے کذا فی الطحطاوی ولا شيء لذمي في بيت المال الا ان يهلك لضعفه فيعطيه ما يسد جوعته اور کچھ حق نہین ذمی کیواسطے بیت المال مین مگر یہ کہ وہ ہلاک ہوتا ہو بسبب اپنے ضعف کے تو اتنا اوسکو بیت المال سے دیں جس سے بھوک اوسکی دفع ہو ومن مات في نصف الحول حرم من العطاء لانه صلة فلا تملك الا بالقبض اور جو شخص مصارف بیت المال سے جنکا ذکر ہو چکا نصف سال مین مر گیا محروم رہا عطا سے اسواسطے کہ عطا صلہ ہے یعنی صدقہ اور احسان ہے وہ مملوک نہین ہوتا بدون قبضے کے ہم حموی کی شرح مین ہے کہ رزق اور عطا متقارب المعنی ہین مگر فقہا نے دونون مین فرق کیا ہے سو جو اہل لشکر کو بطور مشاہرہ دیا جاوے اوسکو رزق کہتے ہین اور جو بطور سالانہ بخشش کے دیا جاوے اوسکو عطا کہتے ہین اور فتح القدیر مین ہے کہ عطا وہ ہے کہ جو مستحقین بیت المال کے نام پر کچہری مین لکھا جاوے چنانچہ ہمارے عرف مین لیکن جامکیہ ماہانہ ہے اور عطا سالانہ واهل العطاء في زماننا القاضي والمفتي والمدرس صدر الشريعة اور اہل عطا یعنی سالانہ دار ہمارے زمانے مین قاضی اور مفتی اور مدرس ہین کذا فی شرح الوقایہ ہم بحر الرائق کی عبارت مین مثل القاضي والمفتي والمدرس ہے اور یہی بہتر ہے کہ متعلمین وغیرہم کو بھی شامل ہے ولو مات في آخره او بعد تمامه كما صححه اخي زاده يستحب الصرف الى قريبه لانه اوفى تعبه فيندب الوفاء اور اگر اہل عطا مر گیا آخر سال مین یا بعد تمام ہو جانے سال کے چنانچہ اخی زادہ نے اسکی تصحیح کی ہے تو مستحب ہے عطا کا صرف کرنا اوسکے قریب کیطرف اسواسطے کہ اوسنے اپنی محنت کشی کو پورا کر دیا تو عطا کا بھی پورا کر دینا اوسکے واسطے مستحب ہے یعنی میت کے وارثون کو دیکر ہم استحباب صرف علامہ عینی اور شارح مجمع کا مختار ہے اور مسکین نے وجوب صرف کو اختیار کیا ہے محقق ابن ہمام نے کہا کہ دلیل اسکی مقتضی ہے کہ اوسکے وارثون کو دینا واجب ہو اسواسطے کہ حق متاکد ہو گیا سال کے اندر اتمام عمل سے چنانچہ سہم غازی کا موروث ہوتا ہے بعد احراز دار الاسلام کے بسبب متاکد ہونے حق کے اوس وقت مین اگرچہ اوسکی ملک ثابت نہین کذا فی الطحطاوی ومن تعجله ثم مات او عزل قبل الحول قيل يجب رد ما بقي وقيل لا كالنفقة المعجلة زيلعي اور جو سالانہ پیشگی لے پھر مر جاوے یا معزول ہو عمل سے سال سے پہلے بعضون نے کہا جسقدر سال مین باقی رہا اوتنا حساب سے پھیر دے اور بعضون نے کہا پھیر دینا واجب نہین نفقہ معجلہ کی مانند ہے

فالحمد کذا فی المنح عن الزیلعی والمؤذن والامام اذا کان لھما وقف ولم یستوفیا حتی ماتا فانہ یسقط لانہ کالصلۃ وکذا القاضی
یسقط لانہ کالاجرۃ وھذا ثابت فی نسخ الشرح ساقط من نسخ المتن ھنا وتمامہ فی الدرر وقد لخصناہ فی الوقف اور مؤذن اور امام جب
نا اونکے واسطے ہو اور اونکو پورا سال نگذرا کہ وہ مر گئے تو وہ ساقط ہوگا اسواسطے کہ وہ بمنزلہ صدقہ اور احسان کے ہی اور یہی حکم ہی قاضی کا اور قول ضعیف یہ ہی
نہیں جاتا اسواسطے کہ وہ بجای اجرت کے ہی اور یہ مسئلہ مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہی اور متن کے نسخوں سے ساقط ہی اور پورا بیان اسکا درر اور غرر میں ہی
لوقف میں ہمنے اسکو ملخص بیان کیا ہی ھم اور اگر امام اور مؤذن کیواسطے اجرت معین ہی تو وہ موت سے ساقط نہیں ہوتی درر غرر میں صدر الاسلام
ودسکے فوائد سے مذکور ہی کہ ایک گانون میں امام مسجد پر زمین وقف ہی سو امام نے اوسکا غلہ بعد پختہ ہونے کے لیا اور اوس گانون سے چلا گیا
ل کا حصہ اوس سے مسترد نہوگا اور امام کو باقی سال کا حصہ کھانا جائز ہی اگر وہ محتاج ہو اور یہی حکم ہی طلبۂ علم اور مدرس کا کذا فی الطحطاوی

باب المرتد

رتد کے احکام میں جب مصنف نے کفر اصلی کے احکام سے فراغت پائی تو کفر طاری کے احکام شروع کیے کفر اصلی سے مراد یہ ہی کہ اوسپر ایمان مقدم نہوا ہو
کے اور کفر طاری وہ ہی جسپر ایمان مقدم ہوا ہو ھو لغۃ الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دین الاسلام مرتد لغت میں پھر جانے والے کو کہتے ہیں مطلقا
چیز سے یا غیر ایمان سے اور اصطلاح شرع میں دین اسلام سے پھر جانے والے کو کہتے ہیں ورکنھا اجراء کلمۃ الکفر علی اللسان بعد الایمان اور رد
دکا رکن جاری کرنا ہی کلمہ کفر کا زبان پر بعد ایمان کے ھم یہ ارتداد ظاہری کی تعریف ہی اور ارتداد قلبی تکلم لسانی پر موقوف نہیں چنانچہ حق تعالی کو بصفت نالائق
اعتقاد کرے یا بعد مدت کے کافر ہو جانیکا قصد مصمم رکھے کذا فی الطحطاوی وھو تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ تعالی مما
بہ ضرورۃ اور وہ یعنی ایمان عبارت ہی سرور عالم محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصدیق سے ہر چیز میں جسکو آنحضرت لائے اللہ تعالی کیطرف سے جسکا لانا بالیقین
جا یعنی ضروریات دین محمدی کو دل سے مان لینا ہی حقیقت ہی ایمان کی اور ضروریات سے مراد وہ ہی جسکو عوام بھی جانتے ہیں بلا احتیاج نظر و استدلال چنانچہ توحید و نبوت
انبیا و بعثت و جزا و وجوب صلوۃ و زکوۃ و حرمت خمر وغیرہا کذا فی حاشیۃ الحلبی وھل ھو فقط او ھو مع الاقرار قولان واکثر الحنفیۃ علی الثانی
ون علی الاول اور کیا ایمان فقط تصدیق قلبی سے عبارت ہی یا تصدیق مع الاقرار سے اسمین دو قول ہیں اور اکثر حنفیہ قول ثانی پر ہیں اور علما محققین قول اول پر ھم
ہ مراد اکثر ماتریدیہ اور اشاعرہ ہیں اور خوارج کے نزدیک ایمان عبارت ہی تصدیق مع الاطاعۃ سے لہذا اونکے نزدیک گناہ سے آدمی کافر ہو جاتا ہی اور کرامیہ کے نزدیک
دیق زبانی کا نام ایمان ہی سو اگر تصدیق لسانی تصدیق قلبی کے مطابق ہی تو وہ مومن ناجی ہی والا مومن مخلد فی النار ہی والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ
فاق علی انہ یعتقد متی طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فھو کفر عناد اور محققین مذکورین کے نزدیک ایمان کا اقرار کرنا شرط ہی احکام دنیویہ کے جاری
ہنے اونکے متفق ہونیکے بعد اسپر کہ مومن اسکا اعتقاد رکھے کہ جب کوئی اوس سے ایمان کا مطالبہ کریگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا سو اگر اوس سے ایمان کا مطالبہ ہوا
سنے اقرار نکیا تو اوسکا یہ عدم اقرار اور جب یہ کفر عناد ہی ھم احکام دنیویہ سے مراد نکاح اور انکاح اور قبول شہادت اور صحت قضا اور تغسیل اور تکفین اور
زہ اور مقابر مسلمین میں دفن کرنا ہی پھر اگر وہ مر گیا اور اوسنے ایمان کا اقرار نکیا اور اوسکے دل میں یہ تھا کہ جو کوئی اوس سے پوچھیگا تو وہ ایمان کا اقرار کریگا تو
کے نزدیک مومن ناجی ہوگا لیکن اسلام کے احکام دنیویہ اوسپر جاری نہونگے علما محققین کا اسپر اجماع ہی کہ ترک عناد شرط ہی ایمان کی اور ترک عناد
ہ کہ جب اوس سے ایمان کا مطالبہ ہو تو وہ اوسکا اقرار کرے سو اگر بعد مطالبہ اوسنے اقرار نکیا تو یہ عدم اقرار کفر عنادی ہی اعتقاد سابق اوسکو مفید نہوگا
یہ کہ اگر اسکا معتقد نہو یعنی خالی الذہن ہو یا اسکا معتقد ہو کہ مطالبہ کرنے سے ایمان کا اقرار نکریگا لیکن مطالبہ کیوقت اقرار کرے سو یہ اقرار کیا کافی
طر حصول مقصود کے یا کافی نہوگا بنظر اعتقاد سابق کے کذا فی حاشیۃ الحلبی طحطاوی نے کہا ظاہر اجوابیہ ہی کہ جب اوسنے اقرار کیا تو اوسکے ایمان میں

کچھ شک نہین اور قبل اقرار کے درصورت ثانی کافر ہوگا اسواسطے کہ اوسنے اپنی نسبت مین اقرار ایمانی سے انکار کیا اور پہلی صورت مین شرط کرنا اعتقاد کا مقتضی کفر ہی واللہ تعالی اعلم قال المصنف وفی الفتح من ہزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدہ للاستخفاف فہو ککفر العناد مصنف نے کہا اور فتح القدیر مین ہی کہ جسنے مسخراپن اور خوش طبعی کی بلفظ کفر اگرچہ معتقد کفر نہو وہ مرتد ہوگیا بسبب حقیقت جاننے کے تو وہ کفر عنادی کے مانند ہی ہم فتاوی خیریہ مین بحرالرائق سے منقول ہی کہ جو کلمہ کفر کا تکلم کرے باعتبار ہزل کے وہ کافر ہی سب کے نزدیک اور اوسکے اعتقاد کا کچھ اعتبار نہین اور جسنے باعتبار خطا یا اکراہ کے اوسکا تکلم کیا وہ سبکے نزدیک کافر نہین اور جسنے معلوم کرکے قصداً تکلم کیا وہ بھی بالاتفاق کافر ہی اور جو کلمہ کفر کو بخوشی بولا لیکن اوسکے کفر ہونے سے جاہل ہی تو اسمین اختلاف ہی والکفر لغۃ الستر وشرعا تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء بہ من الدین ضرورۃ اور کفر لغت مین بمعنی اخفا کے ہی اور شرع مین عبارت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے کسی چیز مین جسکو آپ لائے منجملہ دین کے بالیقین بلاتردد یعنی ضروریات دین مین سے ایک چیز کا بھی انکار کرنا کفر ہی مثلا جو فرضیت زکوۃ یا حج کا منکر ہو یا ظہر کی مثلا چار رکعت فرض کو نمانے وہ کافر ہی والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشیء منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ کما سیجیء قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیء منہا اور کلمات کفر کے فتاوی مین مشہور ہین بلکہ اونکی جداگانہ تالیف ہوئی ہی رسائل مین باوجود اسکے کہ کفر کا فتوی دیا نہین جاتا بسبب کسی چیز کے اونمین سے مگر اوسمین جسپر فقہا کا اتفاق ہی چنانچہ آویگا بحرالرائق مین کہا کہ مینے اپنی ذات پر لازم کرلیا ہی کہ مین فتوی نہ دونگا کسی چیز پر اونمین سے یعنی جس مین فقہا کا اختلاف ہی اسواسطے کہ مومن کو کافر کہنا بلا دلیل قطعی خطرناک ہی **فائدہ** بعضی موجبات کفر فتاوی عالمگیری اور طحطاوی سے مترجم نقل کرتا ہی تا اہل اسلام اوس سے کنارہ کرین جو شخص کہے کہ مین صفت اسلام کی نہین جانتا وہ کافر ہی اوسکا صوم و صلوۃ اور عبادات اور نکاح صحیح نہین اور اوسکی اولاد ولد الزنا ہی جو شخص حق تعالی کو بصفات ناقصہ موصوف کرے یا اوسکے کسی نام مقدس سے یا اوسکے کسی حکم سے مسخراپن کرے یا اوسکے وعدہ اور وعید کا انکار کرے یا اوسکا کوئی شریک یا فرزند یا زوجہ ٹھہرائے یا اوس علیم اور قدیر کیطرف جہل یا عجز یا نقصان کی نسبت کرے وہ کافر ہی جو کہے کہ اگر خدا مجھکو اس کام کا امر کرے تو مین نکرون وہ کافر ہی جو شخص بعض انبیا علیہم السلام کا مقر نہو یا کسی سنت کو سنن مرسلین سے پسند نکرے وہ کافر ہی جو خضر اور ذوالکفل کی نبوت کا منکر ہو وہ کافر نہین بسبب اختلاف کے اونکی نبوت مین جو شخص کہے کہ اگر فلانا شخص نبی یا رسول اللہ ہو تو بھی اوسکا ایمان نہ لاؤن وہ کافر ہی رافضی جب شیخین کو برا کہے یا لعنت کرے تو وہ کافر ہی اور اگر علی مرتضی کو ابی بکر صدیق سے افضل کہے تو کافر نہین مبتدع ہی قذف عائشہ صدیقہ کا کفر ہی بخلاف اور ازواج طاہرات کے کہ اونکا قاذف کافر نہین لیکن مستحق لعنت ہی خلافت شیخین کا منکر بقول صحیح کافر ہی رافضیون کا یہ قول کہ دنیا مین اموات رجعت کرینگے یا جبرئیل علیہ السلام نے غلطی کی کہ علی مرتضی کو چھوڑکر محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی پہونچائی یہ صاف کفر ہی یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہین اور مرتدین مین داخل ہین حدیث متواتر کا منکر کافر ہی اور حدیث مشہور کا منکر بقول صحیح کافر نہین اور اسیطرح خبر واحد کا منکر کافر نہین بلکہ گنہگار ہی بسبب ترک قبول کے استخفاف ملائکہ کا اور اونکو عیب لگانا کفر ہی جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا قرآن مین سے کسی آیت کا منکر ہو یا مسخراپن اور بے ادبی کسی آیت سے کرے (حقارت کرنا ۱۲) وہ کافر ہی جو قرآن کو دف وغیرہ کی گت پر پڑھے وہ کافر ہی ایک شخص نے کہا دوسرے سے کہ نماز پڑہ اوسنے جواب دیا کہ اسکو کون سر پر اوٹھاوے یا بولا کہ ہمارے واسطے لوگ نماز پڑھتے ہین یا بولا کہ تو نے نماز پڑہ کے کیا کیا یا یون بولا کہ نماز پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہی یہ سب کفر ہی جو شخص کہے بطریق استخفاف اور طنز کہ مینے بہت نماز پڑھی ہماری کوئی حاجت روا نہوئی تو وہ کافر ہی جو شخص کہے کہ نماز مجھکو سزاوار نہین یا حلال مجھکو سزاوار نہین یا نماز کو میرے طاق پر رکھو وہ کافر ہی جو شخص بلا سبب ظاہر عالم یا فقیہ کو گالی دے اوسپر خوف ہی کفر کا ایک جاہل نے کہا کہ یہ جو علم سیکھتے ہین وہ داستان ہین [illegible] یا یون کہا کہ یہ تزویر ہی سو وہ کافر ہی اگر فقیہ نے مسئلہ بیان کیا یا حدیث صحیح کی روایت کی دوسرے نے کہا یہ کچھ نہین یا یون بولا کہ یہ بات کس کام آتی ہی (فریب ۱۲) درم چاہیے کہ موجب حشمت اور عزت ہی علم کسکے کام آتا ہی سو یہ قول کفر ہی جو شخص اونچے مکان پر بیٹھے بطور استہزا وعظ بیان کرے اور اوسکے ساتھ [illegible]

اوس سے مسائل پوچھتے ہون اور اوس سے ہنسی کرتے ہون اور اوسکو تکیون سے مارتے ہون تو سب کافر ہونگے شرع کے ساتھ استخفاف اور بے ادبی کرنے سے
اور اگر خصم اوسکا فتوی لکھا لاوے اور وہ فتوی کو زمین پر ڈال دے تو وہ کافر ہی جو شخص حرام کو حلال اعتقاد کرے یا حلال کو حرام جانے وہ کافر ہی لیکن اگر بازاری بلا اعتقاد
حلت حرام کو حلال کہے تا اوسکا مال بک جاوے یا جہالت سے کہے تو وہ کافر نہین اور اصل یہ ہی کہ جو حرام کو حلال اعتقاد کرے سو اگر وہ حرام لغیرہ ہی جیسا کہ غیر کا مال
تو وہ کافر نہین اور اگر حرام لعینہ ہی سو اگر اوسکی دلیل قطعی ہی تو وہ کافر ہی اور نہین تو نہین مرتکب صغائر سے کسی نے کہا کہ توبہ کر اوسنے جواب دیا کہ مینے کیا کیا ہی کہ توبہ
کرون وہ کافر ہی جو شخص پیالہ خمر کے پینے کیوقت یا زنا کرنیکے وقت یا قمار کھیلنے کیوقت بسم اللہ کہے وہ کافر ہی اذان کا اور اذان سے مسخراپن اور بے ادبی کرنا کفر ہی
جو قیامت اور جنت اور نار اور میزان اور صراط اور نامۂ اعمال اور بعد موت کے زندہ ہونے کا منکر ہو وہ کافر ہی اور اگر بعینہ ایک مردے کے بعث کا منکر ہو وہ کافر نہین ایک شخص
نے دوسرے سے کہا کہ گناہ نکر کہ دوسرا جہان بھی ہی اوسنے کہا کہ اوس جہان کو کون جانتا ہی وہ کافر ہی جو کسی شخص کو کلمہ کفر سکھاوے وہ کافر ہی اگرچہ بطریق لہو ولعب کے
سکھاوے اور اسیطرح اگر غیر کی عورت کو ارتداد کی تلقین کرے تا وہ اپنے زوج سے جدا ہو جاوے یہ بھی کفر ہی جو شخص مجوسیون کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے وہ کافر ہی بقول صحیح
مگر بضرورت دفع گرما اور سرما کفر نہین اور اپنی کمر پر زنار باندھنے سے کافر ہوتا ہی مگر جب کہ جنگ مین بطور خدع کے یا جاسوسی کے باندھے تو کفر نہین جو مشرکین کی عیدون مین
بطریق تعظیم جاوے تو کافر ہوتا ہی مترجم کہتا ہی اعیاد مشرکین یعنی کفار کے میلے چنانچہ ہولی دوالی بسنت نوروز وغیرہ ذلک کافر ہوتا ہی آدمی مجوسیون کے نوروز مین جانے سے
اونکے افعال کی موافقت کے سبب سے اوسدن مین اور اوس چیز کے خرید کرنیسے نوروز مین جسکو قبل اسکے نہ خرید کرتا تھا تعظیم نوروز کیواسطے نہ واسطے کھانے اور پینے
اور کافر ہوتا ہی اوسدن مشرکین کو تحفہ دینے سے اگرچہ انڈا ہی ہو بطریق اوسکی تعظیم کے اور کافر ہوتا ہی تحسین امر کفار سے بالاتفاق تو اگر کہے کہ کھانے کیوقت کلام نکرنا
یا حالت حیض مین عورت کو پاس نہ کہنا بہتر فعل ہی مجوسیون کا تو وہ کافر ہی شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے وہ کافر ہی
اور بعضون نے کہا کہ کافر نہین خطیبون کا القاب سلاطین مین یون کہنا عادل اعظم شہنشاہ اعظم مالک رقاب الامم سلطان ارض اللہ مالک بلاد اللہ علی الاطلاق
جائز نہین سواسطے کہ بعضے الفاظ کفر ہین اور بعض معصیت اور کذب ہین اور شہنشاہ خصائص اسماء الٰہیہ سے ہی اور وصف اعظم ہی جو عورات سیتلہ مین اطفال کے چیچک
نکلنے کیوقت جو بھوانی کو پوجتی ہین اور اوس سے شفا چاہتی ہین کافر ہو جاتی ہین نکاح اونکا ٹوٹ جاتا ہی اور اگر اونکے شوہر بھی اس فعل سے راضی ہون تو وہ بھی
کافر ہو جاتے ہین جو شخص کہے کہ اس زمانے مین بے چوری خیانت اور دروغگوئی کے میرا گذارا نہین ہوتا یا یون کہے کہ جب تک خرید فروخت مین تو جھوٹ نہ بولیگا روٹی کھانیکو
نہ پاویگا اس کلام سے کافر ہو جاتا ہی جسنے کافر ہونیکا عزم کیا اگرچہ سو برس کے بعد تو وہ فی الحال کافر ہو گیا جسنے اپنی زبان سے کلمہ کفر بخوشی کہا بغیر جبر کے اور اوسکا دل
ایمان پر ہی وہ کافر ہوا خدا کے نزدیک مومن نہین جس قول اور فعل کے کفر ہونے مین علما کا اختلاف ہو تو اوسکے قائل کو تجدید نکاح اور توبہ کا امر کیا جاوے بطریق احتیاط
کے اور اگر از راہ خطا وہ قول یا فعل صادر ہوا ہو تو تجدید نکاح اور رجوع کی حاجت نہین کذا فی العالمگیریہ واللہ تعالی اعلم وشرائط صحتها العقل والصحو
والطوع فلا تصح ردة مجنون ومعتوه وموسوس وصبي لا يعقل وسكران ومكره عليها واما البلوغ والذكورة فليستا بشرط بدائع اور صحت
ارتداد کی شرطین عقل اور ہوشیاری اور خود مختاری ہی تو صحیح نہین مرتد ہونا مجنون اور بیہوش اور وسواسی اور طفل نافہم اور مست کا اور جسپر جبر اور زبردستی ہوئی ہو مرتد
ہونیکے واسطے اور بالغ ہونا اور مرد ہونا ارتداد کی شرط نہین کذا فی البدائع وفي الاشباه لا تصح ردة السكران الا الردة بسب النبي صلى الله عليه وسلم
فانه يقتل ولا يعفى عنه اور اشباہ مین ہی کہ صحیح نہین مرتد ہونا مست کا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کا ارتداد صحیح ہی اسواسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا اور اوسکا
قصور معاف نہوگا اھ بحر الرائق مین قید لگائی ہی کہ اوسکا سکر حرام چیز سے ہوا اور اوسنے اپنی خوشی بلا جبر اوسکو استعمال کیا ہو والا وہ مجنون کے مانند ہی من ارتد عرض
الحاكم عليه الاسلام استحبابا على المذهب لبلوغه الدعوة جو شخص مرتد ہو جاوے حاکم اوسپر اسلام عرض کرے یعنی اوس سے اسلام قبول کرا اوسے بطریق استحباب کے
بنا بر صحیح مذہب کے اسواسطے کہ اوسکو دعوت اسلام کی پہونچ گئی یعنی جسکو دعوت پہونچ گئی اوسپر عرض اسلام واجب نہین وتكشف شبهته بيان لثمرة العرض اور اوسکا شبہہ

دور کیا جاوے یہ بیان ہے ثمرۂ عرض کا یعنی عرض اسلام کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اوسکو کوئی شبہ پڑ گیا ہو تو دفع کیا جاوے ویحبس وجوبا وقیل ندبا ثلثۃ ایام یعرض علیہ الاسلام
فی کل یوم منہا خانیہ اور مرتد قید کیا جاوے بنا بر وجوب کے تین دن اور قول ضعیف میں حبس بنا بر استحباب کے ہے تینوں دنوں میں ہر روز اوسپر اسلام عرض کیا جاوے کذا فی الخانیہ
ان استمہل ای طلب المہلۃ والا قتلہ من ساعتہ الا اذا رجی اسلامہ بدائع حبس تین دن کا اوسوقت ہے جب کہ مرتد مہلت چاہے اور اگر مہلت نہ مانگے
تو فی الفور حاکم اوسکو قتل کر ڈالے یعنی بعد عرض اسلام اور کشف شبہہ کے مگر اوسوقت قتل میں جلدی نکرے جبکہ اوسکا مسلمان ہونا متوقع ہو کذا فی البدائع وکذا
لو ارتد ثانیا لکنہ یضرب وفی الثالثۃ یحبس ایضا حتی یظہر علیہ التوبۃ فان عاد فکذلک تتارخانیہ قلت لکن نقل فی النہر عن
اخر حدود الخانیۃ معزیا للبلخی ما یفید قتلہ بلا توبۃ فتنبہ اور اسیطرح مہلت دیجائیگی اگر دوسری بار مرتد ہوگا لیکن مارا جائیگا بعد توبہ کے بلا حبس
اور تیسرے بار کے ارتداد میں ضرب کے ساتھ حبس بھی کیا جائیگا یہانتک کہ اوسپر آثار توبہ کے ظاہر ہوں پھر اگر چوتھی بار ارتداد کیطرف عود کریگا تو یہی حکم ہے یعنی بعد توبہ
اور ضرب کے تا ظہور آثار اسلام مقید رہیگا کذا فی المنح عن التاتارخانیہ شارح کہتا ہے لیکن نہر میں آخر حدود خانیہ سے ابو عبد اللہ بلخی کیطرف نسبت کرکے وہ مضمون نقل کیا ہے
جو مفید ہے مرتد مذکور کے قتل کا بلا قبول توبہ سو آگاہ رہنا ھ فتح القدیر میں تاتارخانیہ کے قول کو ظاہر الروایۃ قرار دیا ہے اور خانیہ کے قول کو روایت نوادر ٹھہرایا ہے اور اختیار
اور مختصر سرخسی میں مذکور ہے کہ چوتھے بار کے ارتداد میں امام اوسکو مہلت تین دن کے اگر وہ مہلت مانگے اگر فی الحال اسلام قبول کرے تو بہتر ہے والا اوسکو قتل کرے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی
فان اسلم فبہا والا قتل لحدیث من بدل دینہ فاقتلوہ سو بعد مہلت مذکورہ کے اگر وہ اسلام قبول کرے تو کیا خوب ہے والا امام اوسکو قتل کرے بدلیل اس
حدیث کے کہ جو اپنے دین کو یعنی اسلام بدل ڈالے تو اوسکو قتل کرو رواہ احمد والبخاری کذا فی المنح واسلامہ ان یتبرأ عن الادیان سوی الاسلام او عن
ما انتقل الیہ بعد نطقہ بالشہادتین وتمامہ فی البحر اور مسلمان ہونا مرتد کا اسطرح ہے کہ بیزار ہو جاوے سب دینوں سے سوای اسلام کے یا اوس دین سے
بیزار ہو جسکی طرف اوسنے انتقال کیا بعد تکلم شہادتین کے اور پورا بیان اسکا بحر الرائق میں ہے ھ بحر الرائق میں کہا کہ مرتد کے اسلام میں بعد الشہادتین سوای
اسلام کے اور دینوں سے بیزار ہونا دار الاسلام میں شرط ہے اور اگر دار الحرب میں مسلم مرتد کو مارنے لگے اور وہ کہے محمد رسول اللہ یا کہے کہ میں اسلام میں داخل ہوا
یا دین محمدی میں آیا تو یہ دلیل ہے اوسکے اسلام کی ولو اتی بہما علی وجہ العادۃ لم ینفعہ ما لم یتبرأ بزازیہ اور اگر مرتد کلمہ شہادت کو بولا بطریق عادت کے
تو اوسکو نافع نہیں جب تک سوای اسلام کے اور دینوں سے تبرا نکرے کذا فی البزازیہ وکرہ تنزیہا لما مر قتلہ قبل العرض بلا ضمان لان الکفر مبیح للدم
اور بدلیل گذشتہ مکروہ تنزیہی ہے اوسکا مار ڈالنا قبل عرض کرنے اسلام کے بدون ضمان کے اسواسطے کہ کفر مباح کرنیوالا ہے اوسکے خون کا ھ دلیل گذشتہ یہی ہے کہ عرض اسلام
بقول صحیح مستحب ہے اور ترک مستحب مکروہ تنزیہی ہے نہ تحریمی فتح القدیر میں کہا کہ قاتل قبل العرض پر اگرچہ ضمان نہیں لیکن تعزیر ہے اور اسیطرح قاتل عضو پر قید باسلام
المرتد لان الکفار اصناف خمسۃ من ینکر الصانع کالدہریۃ ومن ینکر الوحدانیۃ کالثنویۃ ومن یقر بہما لکن ینکر بعثۃ الرسل کالفلاسفۃ
ومن ینکر الکل کالوثنیۃ ومن یقر بالکل لکن ینکر عموم رسالۃ المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کالعیسویۃ فیکتفی من الاولین بقول لا الہ
الا اللہ وفی الثالث بقولہ محمد رسول اللہ وفی الرابع باحدہما وفی الخامس بہما مع التبری عن کل دین یخالف دین الاسلام بدائع واخر
کراہیۃ الدرر اور مصنف نے اسلام مرتد کو مقید بقید مذکور اسواسطے کیا کہ سب کافر پانچ قسم پر ہیں بعضے خالق کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ دہریہ اور بعضے وحدانیت کے
منکر ہیں چنانچہ مجوسی کہ دو خالقوں کے قائل ہیں یعنی یزدان اور اہرمن کے اور بعضے خالق اور اوسکی وحدانیت کے مقر ہیں لیکن رسالت انبیاء کے منکر ہیں جیسے حکما و فلاسفہ اور
بعضے خالق اور وحدانیت اور رسالت سبکے منکر ہیں چنانچہ بت پرست اور بعضے سبکا اقرار کرتے ہیں لیکن عموم رسالت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں چنانچہ فرقہ عیسویہ
تو اکتفا کرے امام اولین یعنی دہریہ اور مجوسیوں سے لا الہ الا اللہ کے کہنے پر اور ثالث یعنی حکما و فلاسفہ سے محمد رسول اللہ کے کہنے پر اور رابع یعنی بت پرستوں سے دو میں سے ایک پر یعنی کلمہ توحید
یا اقرار رسالت پر اور خامس یعنی عیسویہ سے دونوں قول پر یعنی شہادتین پر کفایت کرے ساتھ تبرا کرنیکے ہر دین سے جو مخالف ہے دین اسلام کے کذا فی البدائع وآخر کراہیۃ الدرر ھ فلاسفہ سے

یہان سب حکما یونانیین مراد نہین بلکہ بعضے مراد ہین اسواسطے کہ جمہور فلاسفہ رسالت انبیا کے قائل ہین اور عیسویہ سے نصاری مراد نہین بلکہ ایک قوم ہے یہود کی جو عیسی اصفہانی
یہودی کیطرف منسوب ہے شارح مسایرہ کا قول بدائع اور درر کے مخالف ہے یعنی مجوسیون مین ادای شہادتین ضروری ہے اور ظاہر اد ہریہ بھی مجوسیون کے مانند ہین انکار توحید
اور رسالت مین کذا فی حاشیۃ الحلبی وحینئذ فینبغی تفسیر من جہل حالہ بل عمم فی الدرر اشتراط التبری فی کل یہودی ونصرانی ومثلہ فی
فتاوی المصنف وابن نجیم وغیرہما وفی رہن فتاوی قاری الہدایۃ کذا افتی علماؤنا والذی افتی بہ صحتہ بالشہادتین بلا تبری
لان التلفظ بہما صار علامۃ علی الاسلام فیقتل ان رجع ما لم یعد اور اسوقت مین یعنی جب معلوم ہوا کہ کفار پانچ قسم پر ہین اور اونکے اسلام مین حکم
مختلف ہے تو استفسار کرنا چاہیے جبکہ حال معلوم نہو کہ اقسام خمسہ مین سے کس دین پر مرتد داخل ہوا بلکہ عام کہا ہے درر مین مشروط ہونے تبرا کو ہر یہودی اور نصرانی مین اور
اسکے مانند ہے مصنف اور ابن نجیم وغیرہما کے فتاوی مین اور فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب الرہن مین ہے ایسا ہی فتوی دیا ہے ہمارے علما نے اور جو مین فتوی دیتا ہون
وہ صحت اسلام ہے شہادتین سے بلا شرط تبرا اسواسطے کہ شہادتین کا بولنا اسلام کی علامت ہوگئی ہے تو قتل کیا جائیگا اگر پھر جاوے درصورت عدم اعادہ ہم اسلام مرتدین
بالفعل اکتفا بالشہادتین معمول ہے کذا فی الدر المنتقی واعلم انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ خلاف ولو کان ذلک
روایۃ ضعیفۃ کما حررہ فی البحر وعزاہ فی الاشباہ الی الصغری اور اسکو معلوم کر کہ فتوی نہ دیا جاوے اوس مسلمان کی تکفیر پر جسکے کلام کا محمول کرنا اچھے محمل
پر ممکن ہے یا اوسکے کفر مین علما کا اختلاف ہو اگرچہ یہ خلاف ضعیف روایت سے ہو چنانچہ بحر الرائق مین اسکو خوب تنقیح کرکے لکھا ہے اور اشباہ مین عدم تکفیر درصورت
اختلاف کو فتاوی صغری کیطرف منسوب کیا ہے ہم کہتے ہین ابو السعود نے حاشیہ اشباہ مین تصریح کی ہے کہ عدم تکفیر مین روایت ضعیف بھی کافی ہے اگرچہ وہ روایت ہمارے
غیر مذہب کی ہو وفی الدرر وغیرہا اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنع فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لو نیتہ ذلک فمسلم
والا لم ینفعہ حمل المفتی علی خلافہ اور درر وغیرہ مین ہے جب کہ ایک صورت مین چند وجوہ ہون موجب کفر کی اور ایک وجہ مانع کفر ہو تو مفتی پر لازم ہے میل کرنا اوس وجہ
کیطرف جو مانع کفر ہے پھر اگر اوس شخص کی نیت مین وہی ہے جو مانع کفر ہے تو وہ شخص مسلمان ہے اور اگر اوسکی نیت مین وہ وجہ نہین ہے تو فائدہ نکریگا محمول کرنا مفتی کا اوسکے
خلاف پر وینبغی التعوذ بہذا الدعاء صباحا ومساء فانہ سبب العصمۃ من الکفر بوعد الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی اعوذ بک
من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم واستغفرک لما لا اعلم انک انت علام الغیوب اور مسلمان کو لائق ہے پناہ مانگنا بواسطے اس دعا کے صبح اور شام
اسواسطے کہ وہ سبب ہے کفر سے محفوظ رہنے کا بموجب وعدہ رسول صادق امانتدار کے علیہ الصلوۃ والسلام وہ دعا اللہم سے آخر تک ہے یعنی خداوندا مین پناہ مانگتا ہون تیرے واسطے
تیرے اس سے کہ کسی چیز کو مین تیرا شریک ٹھہراؤن جان بوجھکر اور تیری مغفرت چاہتا ہون اوس گناہ کیواسطے جسکو مین نہین جانتا بلاشک تو علام الغیوب ہے وتوبۃ الیأس
مقبولۃ دون ایمان الیأس درر اور توبہ کرنا گناہون سے اوسوقت جب زندگی کی امید نرہے مقبول ہے نہ ایمان لانا اوسوقت کا کذا فی الدر طحطاوی نے کہا مقبولیت توبہ یاس
متفق علیہ نہین بلکہ بعضے علما نے عدم قبول کی تصحیح کی ہے واللہ تعالی اعلم وفیہا ایضا شہد نصرانیان علی نصرانی انہ اسلم وہو ینکر لم تقبل شہادتہما
وکذا لو شہد رجل وامرأتان من المسلمین وفی النوازل تقبل شہادۃ رجل وامرأتین علی الاسلام وشہادۃ نصرانیین علی نصرانی بانہ
اسلم انتہی اور یہ بھی درر مین ہے کہ گواہی دی دو نصرانیون نے ایک نصرانی پر کہ وہ مسلمان ہو گیا اور حالانکہ وہ منکر ہے تو اونکی گواہی مقبول نہوگی اور اسیطرح اگر گواہی دی ایک مرد اور دو عورتون
نے منجملہ مسلمین کے اور نوازل مین ہے کہ مقبول ہے گواہی ایک مرد اور دو عورتونکی اسلام اسنے پر اور مقبول ہے گواہی دو نصرانیون کی ایک نصرانی پر اسکی کہ وہ مسلمان ہوگیا انتہی
وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا جماعۃ من تکرر ردتہ علی ما مر اور جو مسلمان کہ مرتد ہو گیا تو اوسکی توبہ مقبول ہے مگر چند مرتدین کی توبہ مقبول نہین اون مین سے
ایک وہ ہے جسکا ارتداد چند بار واقع ہوا بنابر گذشتہ ہم بیان کر چکے ہین اور حق یہ ہے کہ اوسکی توبہ مقبول ہے چنانچہ تاتارخانیہ سے مذکور ہو چکا والکافر بسبب نبی من
الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ مطلقا ولو سب اللہ تعالی قبلت لانہ حق اللہ تعالی والاول حق العبد لا یزول بالتوبۃ اور توبہ مقبول نہین اوس

مرتد کی جو کافر ہوا بسبب گالی دینے کسو بھی انبیا مین سے سو اسطے کہ وہ قتل کیا جائیگا بنا پر حد کے اور اوسکی توبہ مقبول نہوگی کسیطرح خواہ خود توبہ کر کے آیا ہو خواہ اسکی توبہ گواہی سے ثابت ہوئی ہو کذا فی البحر اور اگر حق تعالی کو گالی دی تو توبہ مقبول ہی اسواسطے کہ وہ حق اللہ ہی اور اول یعنی نبی کی گالی حق العبد ہی جو توبہ کرنے سے زائل نہین ہوتا تاہم یہ جو کہا کہ اوسکی توبہ مقبول نہین یعنی اسقاط قتل مین مقبول نہین کذا فی الفتح بحر الرائق مین کہا اس قید سے معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک اوسکی توبہ مقبول ہی چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کی ہی ومن شك فی عذابه وکفره کفر وتمامه فی الدرر فی فصل الجزیة معزیا للبزازیة اور اوسکی توبہ مقبول نہین جو نبی کے گالی دینے والے کے عذاب اور کفر مین شک کرے اور پورا بیان اسکا درر مین جزیہ کی فصل مین ہی بزازیہ سے نقل کر کے ہم بزازیہ مین ہی کہ ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اہل اسلام کا اجماع ہی اسپر کہ نبی کا گالی دینے والا کافر ہی اور حکم اوسکا قتل ہی اور جو شک کرے اوسکے عذاب اور کفر مین وہ کافر ہو گیا وکذا لو ابغضه بالقلب فتح واشباه اور اسیطرح وہ مرتد ہی جو نبی کے ساتھ بغض رکھے دل سے کذا فی الفتح والاشباه وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستهزاء والاستخفاف به لتعلق حقه ایضا اور مصنف کے فتاوی مین ہی اور واجب ہی الحاق استہزا اور استخفاف کا ساتھ گالی کے یعنی جو نبی سے تمسخر کرے وہ بھی مرتد غیر مقبول التوبہ ہی اسواسطے کہ نبی کا حق اس سے بھی متعلق ہو گیا وفیها سئل عمن قال لشریف لعن الله والدیك ووالدی الذین خلفوك فاجاب الجمع المضاف یعم ما لم یتحقق عهد خلافا لابی هاشم وامام الحرمین کما فی جمع الجوامع وحینئذ فیعم حضرة الرسالة فینبغی القول بکفره واذا کفر بسبه لا توبة له علی ما ذکره البزازی وتوارده الشارحون نعم لو لوحظ قول ابی هاشم وامام الحرمین باحتمال العهد فلا کفر وهو اللائق بمذهبنا لتصریحهم بالمیل الی ما لا یکفر اور اوسی مین یعنی فتاوی مصنف مین سوال واقع ہوا اوسکے حق مین جسنے سید فاطمی سے کہا کہ لعنت کرے اللہ تیرے باپون کو اور اون باپونکو جو تجھکو اپنے پیچھے چھوڑ گئے تو جواب دیا کہ جمع مضاف عام ہو جاتی ہی تا وقتیکہ عہد نہ ثابت ہو بخلاف ابی ہاشم اور امام الحرمین کے مذہب کے کذا فی جمع الجوامع اور اسوقت مین تو یہ کلام حضرت صاحب رسالت کو شامل ہو جائیگا تو اوسکے کفر کا قائل ہونا لائق ہی اور جب وہ کافر ہوا صاحب رسالت کے گالی دینے سے تو اوسکے واسطے توبہ نہین بنا بر اوسکے جسکو بزازی نے ذکر کیا ہی اور شارحین ہونے اوسپر اتفاق کیا ہی ہان اگر ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ملاحظہ کیا جاے بسبب محتمل عہد کے تو کفر اوسکا ثابت نہین اور یہی عدم تکفیر ہمارے مذہب کے لائق ہی بسبب تصریح کرنے ہمارے اہل مذہب کے اوس وجہ کیطرف مائل ہونے پر جو مانع تکفیر ہی ھم وجہ مانع کفر اس سوال مین ابی ہاشم اور امام الحرمین کا قول ہی کہ جمع مضاف عام نہین ہوتی اور احتمال عہد یہان یہ ہی کہ والدین اقربین معہود ہین نہ صاحب رسالت کا شمول ثابت نہوا وفیها من نقض مقام الرسالة بقوله بان سبه صلی الله علیه وسلم او بفعله بان ابغضه بقلبه قتل حدا کما مر التصریح به لکن صرح فی اخر الشفاء بان حکمه حکم المرتد ومفاده قبول توبته کما لا یخفی اور فتاوی مصنف مین ہی کہ جو گھٹاوے مرتبہ صاحب رسالت کو اپنے قول سے اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا اپنے فعل سے اسطرح کہ اوس محبوب رب العالمین سے بغض رکھے اپنے دل مین تو قتل کیا جاے بنا بر حد کے چنانچہ اوسکی تصریح گذر گئی لیکن قاضی عیاض مالکی نے آخر شفا مین تصریح کی ہی کہ حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہی تو مستفاد ہوا اوس سے کہ توبہ اوسکی مقبول ہی چنانچہ مخفی نہین زاد المصنف فی شرحه وقد سمعت من مفتی الحنفیة بمصر شیخ الاسلام ابن عبد العال ان الکمال وغیره تبعوا البزازی والبزازی تبع صاحب السیف المسلول وعزاه الیه ولم یعزه لاحد من علماء الحنفیة وقد صرح فی المنتقی ومعین الحکام وشرح الطحاوی وحاوی الزاهدی وغیرها بان حکمه کالمرتد ولفظ النتف من سب رسول الله صلی الله علیه وسلم فانه مرتد وحکمه حکم المرتد ویفعل به ما یفعل بالمرتد انتهی وهو ظاهر فی قبول توبته کما مر عن الشفاء فلیحفظ اور یہ بڑھایا ہی مصنف نے اپنی شرح منح الغفار مین اور مینے سنا مفتی حنفیہ سے مصر مین یعنی شیخ الاسلام ابن عبد العال سے کہ کمال الدین صاحب فتح القدیر وغیرہ عدم قبول توبہ مین بزازی کے تابع ہین اور بزازی کا تابع ہی جو مصنف ہی سیف مسلول کا اور بزازی نے اس قول کو اوسکی کیطرف منسوب کیا ہی اور کسو علماء حنفیہ سے کسی عالم کیطرف نسبت نہین کیا اور تصریح کی ہی منتقی اور معین الحکام اور شرح طحاوی اور حاوی زاہدی وغیرہ مین کہ حکم اوسکا مانند مرتد کے ہی اور نتف کی عبارت کا یہ ترجمہ ہی کہ جسنے گالی دی اور برا کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وہ مرتد ہی اور حکم اوسکا مانند حکم مرتد کے ہی اور اوسکے ساتھ

یسب الشیخین او یسب احدهما فی البحر عن الجوهرة معزیا للشهید من سب الشیخین او طعن فیهما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وهو المختار للفتوی انتهى وجزم به فی الاشباه واقره المصنف قائلا وهذا یقوی القول بعدم قبول توبة من سب الرسول صلی الله علیه وسلم وهو الجانب الذی ینبغی التعویل علیه فی الافتاء والقضاء رعایة لجانب حضرة المصطفی صلی الله علیه وسلم انتهى لکن فی النهر وهذا لا وجود له فی اصل الجوهرة وانما وجد علی هامش بعض النسخ فالحق بالاصل مع انه لا ارتباط له بما قبله انتهى قلت ویکفینا ما مر من الامر فتدبر یا جو کافر ہوا بسبب دشنام شیخین یعنی صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے یا دونوں میں سے ایک کی دشنام اور بدگوئی سے کافر ہوا بحر الرائق میں جوہرہ سے صدر شہید کی طرف نسبت کر کے منقول ہے کہ جس نے شیخین کو بد کہا یا اون دونوں کو طعن کیا کافر ہو گیا اور توبہ اوسکی مقبول نہیں اور اسی قول کو ابو نصر دبوسی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہے اور یہی پسندیدہ ہے فتوی دینے کے واسطے انتہی اور اسی قول پر یقین کیا ہے اشباہ میں ثابت رکھا ہے اسکو مصنف نے اپنی شرح منح میں کہکر کہ یعنی شاتم شیخین کے کفر اور عدم قبول توبہ کی روایت قوی کرتی ہے عدم قبول توبہ شاتم مصطفی کے قول کو اور عدم قبول توبہ اسی جانب جسپر اعتماد کرنا افتا اور قضا میں لائق ہے برعایت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم انتہی قول المصنف لیکن نہر الفائق میں ہے اور اوسکا وجود ہی نہیں اصل جوہرہ میں وہ عبارت تو جوہرہ کے بعضے نسخوں کے حاشیہ پر پائی گئی تھی سو اصل کے ساتھ ملا دی گئی باوجود اسکے کہ اوس عبارت کو کچھ ارتباط نہیں اپنے ماقبل سے انتہی مافی النہر شارح کہتا ہے اور کفایت کرتا ہے ہمکو جو امر گذر گیا یعنی قبول توبہ اور عدم قبول شاتم مصطفوی میں حکم سلطانی جو قبل اسکے مذکور ہو چکا کافی ہے سو غور اور تامل کر کہ شیخین کے تبرا کرنیوالے اور طاعن کا کفر تردد خالی ہے اور بزازیہ اور وہبانیہ بلا شبہہ ثابت ہے کذا فی الفتح لیکن اوسکا عدم قبول توبہ کتب میں اور متن میں مذکور نہیں فقط صاحب بحر الرائق نے جوہرہ سے اسکو نقل کیا ہے سو اوسکا حال معلوم ہو چکا کہ اصل کتاب کی وہ عبارت نہیں کسی نے حاشیہ کی عبارت کو کتاب میں داخل کر دیا اور یہ جو مصنف نے عدم قبول توبہ کی تقویت کی ہے اور اسکو قابل اعتماد کے کہا ہے تو رعایت جانب مصطفوی ہو لائق اعتماد کے نہیں کہ عدم قبول توبہ منصوص مذہب کے مخالف ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور منصوص اہل مذہب لائق اعتماد کے ہیں نہ ترجیح مصنف کی سو اسکے کہ وہ ارباب ترجیح میں نہیں اور رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مومنین پر رؤف اور رحیم ہیں تو اوس بات کی کرم سے عفو متوقع ہے بعد توبہ کے سید حموی نے حاشیہ اشباہ میں کہا کہ عمر بن نجیم صاحب نہر نے حکایت کیا ہے کہ اوسکے بھائی صاحب بحر نے عدم قبول توبہ کا فتوی دیا اوس روایت کی طلب کی تو پائی نہیں اگرچہ جوہرہ کے حاشیہ پر میں کہتا ہوں اگر جوہرہ کے سب نسخوں میں وہ روایت مذکورہ ہوتی تو بھی حجت نہ تھی اسواسطے کہ ہم سابق ذکر کر چکے ہیں کہ ہمارے مذہب میں شاتم انبیا کی توبہ مقبول ہے بخلاف المالکیہ والحنابلہ اور جب یہ ہوا تو سب شیخین کی عدم قبول توبہ بلا دلیل ہے بلکہ میری دانست میں کسی امام سے یہ قول ثابت نہیں انتہی کذا فی حاشیۃ الطحطاوی وفی معروضات المفتی ابی السعود انه من قال عن فصوص الحکم للشیخ محی الدین بن العربی انه خارج عن الشریعة وقد صنفه للاضلال ومن طالعه ملحد ماذا یلزمه اجاب نعم فیه کلمات تباین الشریعة وتکلف بعض المتصلفین لارجاعها الی الشرع لکنا تیقنا ان بعض الیهود افتراها علی الشیخ قدس الله سره فیجب الاحتیاط بترک مطالعة تلک الکلمات وقد صدر امر سلطانی بالنهی فیجب الاجتناب من کل وجه انتهى فلیحفظ اور مفتی ابو سعود کے معروضات مذکورہ میں سوال ہے جسکا مطلب یہ ہو کہ جو شخص شیخ محی الدین بن عربی کی فصوص الحکم کو کہے کہ وہ شریعت سے خارج ہے اور اسکو گمراہ کرنیکے واسطے تصنیف کیا ہے اور جو اسکو مطالعہ کرے وہ ملحد ہے کیا لازم ہے اس قائل پر مفتی ممدوح نے جواب دیا کہ ہاں اوس کتاب میں چند کلمات مخالف شرع ہیں اور بعضے اہل تکلف نے اون کلمات کے بغیر تجویز شریعت کی طرف پھیرا اور تکلف کیا ہے لیکن ہمکو یقین ثابت ہو گیا ہے کہ بعضے یہود نے اون کلمات کو شیخ قدس اللہ سرہ پر افترا کیا ہے تو واجب ہے احتیاطا ترک کرنا اون کلمات مخالف شرع کے مطالعہ کو اور البتہ صادر ہوا ہے حکم سلطانی اوسکے عدم اشتغال پر تو اب واجب ہو گیا پرہیز کرنا ہر وجہ سے یعنی نہ اوسمیں نظر کرو نہ پڑھو نہ سنو انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اسم شیخ محی الدین بن عربی محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی اندلسی مشہور با بن العربی شیخ اکبر پانسو ساٹھ میں پیدا ہوئے اور چھ سو اڑتیس میں وفات پائی [illegible] علامہ عصر اور عارف [illegible] طبقات میں امام ناصر الدین [illegible] کہ [illegible] المصری [illegible] اکثر لوگ اوس [illegible] بار [illegible] فصوص الحکم [illegible] وہ قبول نہ کرتے تھے آخرش [illegible] استخارہ کر کے وعدہ کیا کہ دریائے نیل کے پار [illegible] عدم صحبت اغیار [illegible] جا کر [illegible] تقریر بدیع فرمایا کہ [illegible]

یہانتک کہ صاحب قاموس نے کہا کہ اونکی کتابون کے خواص سے یہ ہے کہ اونکا جو مطالعہ ہمیشہ کیا کرے اوسکا سینہ کھل جاتا ہے فیا معضلات اور حل مشکلات کیواسطے وقد اثنی علیہ شیخ العارف
عبد الوہاب الشعرانی سیما فی کتابہ تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء فعلیک بہ وباللہ التوفیق اور البتہ شیخ اکبر کی ثنا اور صفت کی شیخ عارف
عبد الوہاب شعرانی نے اپنی اکثر تصانیف مین خصوصا اپنی اوس کتاب مین جسکا نام تنبیہ الاغبیاء علی قطرۃ من بحر علوم الاولیاء ہے سو تو لازم پکڑ اوس کتاب کو وباللہ التوفیق ھم
عبد الوہاب شعرانی ولی کامل دیار عرب مین مشہور کثیر التصانیف ہین والکافر بسبب اعتقاد السحر لا توبۃ لہ اور جو کافر ہے بسبب اعتقاد کرنے اباحت سحر یعنی جادو کی اوسکی
توبہ مقبول نہین ھم حاشیہ شلبی مین ہے کہ سحر وہ قول ہے جس سے تعظیم غیر اللہ ہو اور تقدیرات اور تاثیرات اوسکے طرف منسوب ہون اور شیخ صالح نے کہا کہ سحر امر خارق عادت کا اظہار ہے
نفس شریر خبیث سے بمباشرت اعمال مخصوصہ محقق ابن ہمام نے کہا کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے فرمایا کہ سحر کی حقیقت اور تاثیر ہے ایلام اجسام مین اور قول ضعیف یہ ہے کہ سحر کی کچھ حقیقت نہین
بجز خیال بندی کے اور سحر کا سیکھنا اور سکھانا بلا خلاف اہل علم کے حرام ہے اور اوسکو مباح اعتقاد کرنا کفر ہے اور ہمارے اصحاب اور امام مالک اور احمد سے منقول ہے کہ ساحر کافر ہو جاتا ہے
سحر کے سیکھنے اور کرنیسے خواہ اوسکو حرام جانے یا نہ جانے اور اوسکو قتل کرنا چاہیے کذا فی المنح عن الفتح اور تبیین المحارم مین امام ابو منصور ماتریدی سے منقول ہے کہ سحر کو مطلقا
کفر کہنا خطا ہے بلکہ اوسکی حقیقت سے بحث کرنا واجب ہے سو اگر سحر مین اوس چیز کا رد ہو جو ایمان کی شرط مین لازم ہے تو وہ البتہ کفر ہے والا کفر نہین پھر جو سحر کہ کفر ہے اوسمین مقتول ہونگے
نہ عورتین اور جو سحر کہ کفر نہین اور اوسمین اہلاک نفس ہے تو اوسمین قطاع الطریق کا حکم ہے اور اسمین مرد اور عورتین برابر ہین مقتول ہونگے بسبب کوشش کرنے فساد فی الارض کے
اور مقبول ہے توبہ ساحر کی اسواسطے کہ ساحرین فرعون جب ایمان لائے تھے تو اونکا ایمان صحیح تھا اور عدم قبول توبہ کا قول غلط ہے انتہی اور عدم قبول توبہ کا قول احکام دنیا کے
حق مین محمول ہے اور احکام آخرت کے حق مین تو بلا شبہ توبہ مقبول ہے ایک قسم کا سحر وہ ہے جس سے مرد عورت کی قربت پر قادر نہین ہوتا تفسیر ابن عادل مین وہب بن منبہ کی کتاب سے منقول ہے کہ جو
شخص بیری کے سات پتے سبز لے اور اونکو دو پتھرون کے درمیان کچلے پھر اوسکو پانی مین گھولکر آیۃ الکرسی اوسپر پڑھے پھر اوس سے تین چلو لیکر غسل کرے تو اوسکی بستگی انشاء اللہ تعالی
دفع ہو جاتی ہے کذا فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرأۃ فی الاصح لسعیہا فی الارض بالفساد ذکرہ الزیلعی اگرچہ معتقد سحر کی عورت ہو قول اصح مین بسبب اوسکی سعی کرنیکے
فساد فی الارض کے زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ھم غیر اصح منتقی کا قول ہے کہ ساحرہ مقتول نہوگی بلکہ حبس کیجائیگی اور مرتدہ کے مانند ماری جائیگی زیلعی نے اپنی شرح مین کہا کہ اوسکے
سحر کا کفر غیر کو متعدی ہے بخلاف مرتدہ اور حربیہ کے ثم قال وکذا الکافر بسبب الزندقۃ لا توبۃ لہ وجعلہ فی الفتح ظاہر المذہب لکن فی حظر الخانیۃ الفتوی
علی انہ اذا اخذ الساحر والزندیق المعروف الداعی قبل توبتہ ثم تاب لم تقبل توبتہ ویقتل ولو اخذ بعدہا قبلت پھر زیلعی نے کہا اور اسیطرح
جو کافر ہے بسبب زندقہ کے اوسکی توبہ مقبول نہین اور عدم قبول توبہ کو فتح القدیر مین ظاہر مذہب قرار دیا ہے لیکن خانیہ کی کتاب الحظر مین ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب ساحر یا زندیق
مشہور جو لوگونکو زندقہ سکھاتا ہے گرفتار ہوا قبل توبہ کرنیکے پھر اوسنے بعد گرفتار ہونیکے توبہ کی تو اوسکی توبہ مقبول نہین اور وہ مقتول ہوگا اور اگر بعد توبہ کرنیکے گرفتار ہوا
تو اوسکی توبہ مقبول ہے وافاد فی السراج ان الخناق لا توبۃ لہ اور سراج وہاج مین تصریح کی ہے کہ پھانسی دینے والیکی توبہ مقبول نہین یعنی جو گلا گھونٹکر آدمیکو
مارتا ہے چنانچہ کتاب الجہاد سے پہلے مذکور ہو چکا وفی الشمنی الکاہن قیل کالساحر اور شمنی مین ہے کہ کاہن کو بعضون نے ساحر کے مانند کہا ہے عدم قبول توبہ مین ھم فتح القدیر مین
کہا کہ بعضون کے نزدیک کاہن وہی ساحر ہے اور بعضون کے نزدیک کاہن عراف کو کہتے ہین جو اٹکل اور تخمین سے خبر دیتا ہے اور بعضون کے نزدیک کاہن وہ ہے جسکے پاس جن اخبار لاتے ہون سحر کے
عمل نے کہا کہ اگر وہ اسکا معتقد ہو کہ شیاطین کرتے ہین جو وہ چاہتا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر فقط تخییل کا معتقد ہو تو کافر نہین وفی حاشیۃ البیضاوی لمنلا خسرو والداعی الی
الالحاد والاباحی کالزندیق اور ملا خسرو کی حاشیہ بیضاوی مین ہے جو الحاد کیطرف لوگونکو بلاتا ہے اور اباحی زندیق کے مانند ہے یعنی اوسکی توبہ مقبول نہین اباحی وہ ہے جو حرام کو مباح
اعتقاد کرے جو حرمت کا معتقد نہو وفی الفتح المنافق الذی یبطن الکفر ویظہر الاسلام کالزندیق الذی لا یتدین بدین کذا فی البحر قلت وکذا من ینکر فی الباطن بعض الضروریات
کحرمۃ الخمر ویظہر اعتقاد حرمتہ وتمامہ فیہ اور فتح القدیر مین ہے کہ منافق جو کفر کو چھپاتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے وہ زندیق کے مانند ہے جو کسی دین کو نہین مانتا اور اسیطرح وہ شخص
زندیق کے مانند ہے جو باطن مین بعض ضروریات دین کا منکر ہے یا مانند حرمت خمر کے اور ظاہر مین اوسکی حرمت کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو اور پورا بیان اسکا اوسی مین ہے ھم فتح القدیر مین کہا کہ واجب ہے

فالمستثنے اربعۃ عشر گواہی دی گواہون نے ایک مسلمان کے ارتداد پر اور وہ منکر ہی تو اوس سے تعرض نکیجاوے نہ بسبب تکذیب شہود عدول کے بلکہ اسواسطے کہ اوسکا انکار کرنا ارتداد سے توبہ ہی

اور رجوع ہی ارتداد سے عدم تعرض سے مراد یہ ہی کہ فقط منکر کا قتل ممتنع ہوگا اور ثابت رہینگے باقی احکام مرتد کے چنانچہ عمل کا حبط ہونا اور وقف کا باطل ہوجانا اور زوجہ کا جدا ہونا بشرطیکہ

انکار اوس ارتداد میں ہو جسمین توبہ مقبول ہوتی ہی اور نہین تو قتل کیا جائیگا چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کی ارتداد سے چنانچہ مذکور ہوچکا کذا فی الاشباہ بحر الرائق مین ایسا ہی

کہا کہ مینے دیکھا ہی اوسکو جو اسمقام میں خلط کرتا ہی یعنی انکار کو عدم ارتداد پر مطلقا محمول کرتا ہی یعنی عدم قتل کے سوا بقیہ احکام مذکورہ مین بھی اور ثابت رکھا ہی اسکو مصنف نے اپنی شرح

اور اسوقت تو مستثنی چودہ مرتد ہین ہم طحطاوی نے کہا صواب یہ ہی کہ شارح خمسۃ عشر کہتا اسواسطے کہ عدم قتل منکر سابق کی چند صورتون سے زائد ہی و فی شرح الوھبانیۃ للشرنبلالی

ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح اور شرنبلالی کی شرح وہبانیہ

مین ہی کہ جو ارتداد کہ بالاتفاق کفر ہو اوس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہی اور اوسکی اولاد زنا کی اولاد ہی اگر تجدید نکاح نہو اور جس ارتداد کے کفر ہونے مین علما کا اختلاف ہی اوسمین استغفار اور

توبہ اور تجدید نکاح کا امر کیا جائیگا یعنی بنا بر احتیاط کی تجدید نکاح کا فتوی دیا جاوے اور بطلان نکاح کا حکم نہو اور محیط مین قسم ثالث کو زیادہ کیا کہ اگر الفاظ ارتداد از راہ خطا صادر

ہوں تو موجب کفر نہین اور اوسمین تجدید نکاح کا امر نہین لیکن استغفار اور رجوع کا امر کیا جائیگا کذا فی الطحطاوی ولا یترک المرتد علی ردتہ باعطاء الجزیۃ ولا بامان موقت

ولا بامان مؤبد ولا یجوز استرقاقہ بعد اللحاق بدار الحرب بخلاف المرتدۃ خانیہ اور مرتد چھوڑ نہ دیا جائیگا اپنے ارتداد پر جزیہ دیکر اور نہ امان موقت اور نہ امان

دائمی سے اور جائز نہین اوسکا غلام بنانا بعد لحوق دار الحرب کے بخلاف مرتدہ کے کہ اوسکا استرقاق بعد لحوق دار الحرب کے جائز ہی کذا فی الخانیہ والکفر کلہ ملۃ واحدۃ خلافا للشافعی

فلو تنصر یہودی او عکسہ ترک علی حالہ ولم یجبر علی العود اور جمیع اقسام کفر کے ایک دین اور ملت ہین بخلاف امام شافعی کے تو اگر نصرانی ہوگیا یہودی یا اوسکے

بالعکس تو اپنے حال پر چھوڑا جائیگا اور اوسپر جبر کیا جائیگا پہلے دین کی عود پر ویزول ملک المرتد عن مالہ زوالا موقوفا فان اسلم عاد ملکہ وان مات او قتل علی

ردتہ او حکم بلحاقہ ورث کسب اسلامہ وارثہ المسلم ولو زوجتہ بشرط العدۃ زیلعی بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ وقالا میراث

ایضا کسب المرتدۃ اور زائل ہوتی ہی مرتد کی ملکیت اوسکے مال سے بزوال موقوف یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہوا تو اوسکی ملک نے عود کیا اور اگر مرگیا اور حالت ارتداد پر مقتول ہوا یا ملحق

دار الحرب ہوا اور پھر حکم ہوگیا تو حالت اسلام کی اوسکے کسب کا اوسکا وارث مسلم وارث ہوگا اگرچہ وارث اوسکی زوجہ ہو بشرط بقاے عدت کذا فی شرح الزیلعی وراثت ہوگی بعد اداے

دین اسلام کے اور اوسکے ارتداد کا کسب غنیمت ہی بعد اداے دین ارتداد کی اور صاحبین نے کہا کہ وہ بھی میراث ہی مرتدہ کی کسب کی مانند ہم حسن نے ابو یوسف سے روایت کی کہ ...

ارتداد کا کسب اسلام سے ادا کیا جائیگا لیکن اگر کفایت نکریگا تو ارتداد کے کسب سے ادا کیا جائیگا بدائع اور در الجبیہ مین کہا کہ یہی قول صحیح ہی تو متن کی روایت قول صحیح کے

مخالف ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی وان حکم القاضی بلحاقہ عتق مدبرہ من ثلث مالہ وام ولدہ من کل مالہ وحل دینہ وقسم مالہ بین ورثتہ وادی مکاتبہ

المال الی ورثتہ والولاء للمرتد لانہ المعتق بدائع اور اگر لحاق دار الحرب کا مرتد پر قاضی نے حکم کیا تو اوسکا مدبر ثلث مال سے آزاد ہوگا اور اوسکی ام ولد کل مال سے آزاد ہوگی

اور اوسکا دین موجل فی الحال لازم الادا ہوگا اور اسکا مال وارثون مین قسمت کیا جائیگا اور اوسکا مکاتب بدل کتابت کو اوسکے وارثون کو ادا کریگا اور ولا مرتد ہی کیواسطے ہوگی

اسواسطے کہ وہی آزاد کرنے والا ہی کذا فی البدائع یعنی اوسکی وارث ابتداء ولا کے مالک نہونگے بلکہ عصبہ بنفسہ اوسکو وراثت مین پاوینگے اور اگر ولا مین وارثون کا حق ہوتا تو عورت بھی

اوسمین داخل ہوتی کذا فی الطحطاوی وینبغی ان لا یصح القضاء بہ الا فی ضمن دعوی حق العبد نہر اور لائق یہ ہی کہ لحاق دار الحرب کا حکم صحیح نہو مگر دعوی حق العبد کے ضمن

کذا فی النہر یعنی حکم لحاق قصدا صحیح نہین ہوسکتا اسواسطے کہ لحاق موت کی مانند ہی اور موت کا داخل تحت قضا نہین ... صاحب بحر سے ہی واعلم ان تصرفات المرتد

علی اربعۃ اقسام فینفذ منہ اتفاقا ما لا یعتمد تمام ولایۃ وہی خمس الاستیلاد والطلاق وقبول الھبۃ وتسلیم الشفعۃ والحجر علی

عبدہ الماذون اور معلوم کر کہ تصرفات مرتد کے چار قسم پر ہین سو اوسکا وہ تصرف باتفاق امام اور صاحبین نافذ ہی جو کمال ولایت پر معتمد نہین اور وہ پانچ چیزین

ہین استیلاد اور طلاق اور قبول ہبہ اور تسلیم شفعہ اور تصرف سے باز رکھنا اپنے عبد ماذون کا ہم استیلاد کی صورت یہ کہ مرتد کی لونڈی ... اوسکا دعوی کیا

کا نسب مرتد سے ثابت ہوگا اور وہ ولد وارثون کے ساتھ اوسکا وارث ہوگا اور لونڈی اوسکی ام ولد ہوگی اگر کوئی کہے کہ مرتد کی زوجہ بائن ہو جاتی ہے پھر طلاق اوسپر
واقع ہوگی اوسکا جواب یہ ہے کہ وقوع بینونت سے امتناع طلاق لازم نہیں اور کہا البطلاق بین کو رہو چکا کہ مبانہ کو طلاق صریح عدت مین لاحق ہو سکتی ہے کذا فی البحر
منہ اتفاقا ما یعتمد الملۃ وھی خمس النکاح والذبیحۃ والصید والشہادۃ والارث اور مرتد کا وہ تصرف بالاتفاق باطل ہے جو ملت پر معتمد ہے
یعنی صحت اعتقاد ملت پر منحصر ہے اور وہ پانچ چیزین ہین نکاح اور ذبیحہ اور شکار کرنا اور گواہی اور ارث ہم نکاح مرتد کا باطل ہے خواہ منکوحہ مسلمہ یا کافرہ اصلیہ
ہو اسواسطے کہ مرتد مستحق قتل ہے اور امہال اوسکا تامل کیواسطے ہے اور نکاح اوسے باز رکھیگا اور باطل ادای شہادت ہے تحمل اوسکا اور ارث باطل ہے یعنی مرتد
وارث نہین لیکن اگر وہ مریگا تو اوسکے کسب اسلامی کے ورثہ مسلمین وارث ہونگے ویتوقف منہ اتفاقا ما یعتمد المساواۃ وھو المفاوضۃ اور وہ تصرف اوسکا
موقوف ہے جو مساواۃ دینی پر معتمد ہے اور وہ شرکت مفاوضہ ہے یعنی اگر مسلمان ہوگا تو مفاوضہ کی شرکت نافذ ہو جائیگی ورنہ نہین تو باطل ہوگی او ولایۃ متعدیۃ
تصرف علی ولدہ الصغیر یا موقوف رہیگا اوسکا وہ تصرف جو ولایت متعدیہ پر معتمد ہے اور وہ تصرف ہے اپنے ولد صغیر پر ویتوقف منہ عند الامام وینفذ عندھما
ان مبادلۃ مال بمال او عقد تبرع کالمبایعۃ والصرف والسلم والعتق والتدبیر والکتابۃ والھبۃ والرھن والاجارۃ والصلح عن اقرار
المال الدین لانہ مبادلۃ حکمیۃ والوصیۃ اور امام کے نزدیک موقوف رہیگا اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہوگا ہر ایک وہ تصرف جو مبادلہ مال کا ہے ساتھ مال کے
ہے چنانچہ مبایعہ اور صرف اور سلم اور عتق اور تدبیر اور کتابت اور ہبہ اور رہن اور اجارہ اور صلح اقرار سے اور قبض کرنا دین کا اسواسطے کہ دین کا قبضہ کرنا مبادلہ
اور وصیت کرنا ہم قبض دین مبادلہ حکمیہ اسواسطے ہوا کہ ادای دین بالمثل ہوتا ہے تو قابض دین کا اوس چیز کا بدلا لینا چاہتا ہے جو مدیون کے ذمے پر ثابت ہے
امانہ وعقلہ ولا شک فی بطلانھما اور باقی رہا اوسکا امان دینا اور دیت کا حکم اور شک نہین اونکے باطل ہونے مین اسواسطے کہ جب ذمی دوسرے کو
امان دیگا تو مرتد بطریق اولی اور چونکہ دیت تناصر سے متعلق ہے اور مرتد لائق نصرت کے نہین لہٰذا اوسکی دیت باطل ہے واما ایداعہ واستیداعہ والتقاطہ
ولقطتہ فینبغی عدم جوازھا نہر اور مرتد کی ایداع اور استیداع اور التقاط اور لقطہ کا عدم جواز لائق ہے کذا فی النہر ان اسلم نفذ وان ھلک بموت
او لحق بدار الحرب وحکم بلحاقہ بطل ذلک کلہ اگر مرتد مسلمان ہوا تو جمیع تصرفات موقوفہ نافذ ہونگے اور اگر ہلاک ہوا موت سے یا قتل سے یا وہ دار الحرب
ملا اور اوسکے لحاق پر قاضی کا حکم ہوگیا تو یہ سب باطل ہو جائینگے فان جاء مسلما قبلہ ای قبل الحکم فکانہ لم یرتد وکما لو عاد بعد الموت الحقیقی زیلعی
دار الحرب سے آیا مسلمان ہوکر قبل حکم لحاق کے تو گویا وہ مرتد ہی نہوا تھا اور چنانچہ اگر عود کرے یعنی زندہ ہو جاے میت بعد موت حقیقی کے تو وہ اپنا مال وارث سے
لیگا کذا فی شرح الزیلعی ھم عبدا وسکا مسلمان ہوکر آنا قبل حکم لحاق کے بجای عدم ارتداد ہوا تو اپنے مال کا وہی مالک ہوگا اور مدبر اوسکا آزاد نہوگا اور اوسکا دین موجل مہاجل نہوگا
اور مال جو وارثون کے پاس ہوگا اوسکو ملکیت اوسمین عود کریگی بلا حکم قاضی و رضای وارث اور اگر وارث نے اوسکا مال تلف کیا ہو تو ضمان دیگا لیکن ارتداد کا حکم فسخ
نکاح مباطل مین جاری رہیگا کذا فی الحموی وان جاء مسلما بعدہ وما لہ مع وارثہ اخذہ بقضاء او رضی ولو فی بیت المال لا لانہ فی نھر
دار الحرب سے مسلمان ہوکر آیا بعد حکم لحاق کے اور حالانکہ مال اوسکا وارث کے پاس موجود ہے تو اوسکو لیگا قاضی کے حکم سے یا وارث کی رضامندی سے اور اگر مال اوسکا بیت المال
مین ہو تو اوسکو نہ پاویگا اسواسطے کہ وہ غنیمت ہے کذا فی النہر ھم بیت المال کے مال سے وہ مال مراد ہے جو ارتداد کے کسب سے حاصل ہوا ہو اور اگر بسبب عدم وارث کے کسب اسلام کا
مال وہان رکھا گیا ہو تو اوسکو وہ پاویگا تو اطلاق شارح کا غیر مناسب ہے کذا فی الحموی عن ابی السعود وان ھلک مالہ وازالہ الوارث عن ملکہ
ولو قاءنا بعتہ القضاء اور اگر اوسکا مال ہلاک ہوگیا یا اوسکو وارث نے اپنی ملک سے زائل کر دیا تو اوسکو نہ پاویگا اگرچہ وہ مال قائم ہو بسبب صحیح ہونے
قضا کے لرجوع ارشا ولہ ولاء مدبرہ وام ولدہ اور اوسیکے واسطے ہے اوسکے مدبر اور ام ولد کی ولا ومکاتبہ لہ ان لم یؤد وان عجز عاد رقیقا لہ
مرتد مذکور کا مکاتب اوسی کا ہوگا اگر مکاتب نے بدل کتابت وارث کو نہین ادا کیا اور اگر عاجز ہوا ادای بدل کتابت سے تو پھر اوسکا مملوک ہو جاویگا کذا فی البحر

ويقضي ما ترك من عبادة في الاسلام لان ترك الصلوة والصيام معصية تبقى بعد الردة اور جس عبادت كو حالت اسلام مين ترك كيا هو اوسكو بعد مسلمان
هونيكے قضا كرے اسواسطے كه ترك صلوة اور صيام معصيت هے اور معصيت باقى رهتى هے بعد ارتداد كے كذا في قاضي خان عن شمس الائمة وما ادى منها فيه يبطل
اور جو عبادت كه اسلام مين ادا كى وه باطل هوگئى ارتداد سے ولا يقضي من العبادات الا الحج لانه بالردة صار كالكافر الاصلي فاذا اسلم وهو غني
فعليه الحج فقط اور قضا نكى جائينگى عبادتين سواى حج كے اسواسطے كه مرتد بسبب ارتداد كے كافر اصلى كے برابر هوگيا پهر جب وه اسلام لاوے اور غنى هو تو اوسپر فقط
حج واجب هے هم قضا حج سے اعاده حج كا مراد هے اسواسطے كه حج كا وقت تمام عمر هے طحطاوى نے كها اعاده حج كا حصر ممنوع هے اسواسطے كه اگر اول وقت نماز پڑهكر مرتد هوگيا
اور آخر وقت مين مسلمان هوا تو اوس نماز كا اعاده واجب هے كيونكه اوسكا وقت مثل وقت حج كے باقى هے مانند وقت حج كے مسلم اصاب مالا او شيئا يجب به القصاص
او حد السرقة يعني المال المسروق لا الحد خانيه واصله انه يؤاخذ بحق العبد واما غيره ففيه تفصيل مسلم نے كسى كا مال ليا يا ايسا فعل كيا جس سے
قصاص واجب هے يا مرتكب حد سرقه هوا مراد اس سے مال مسروق هے نه حد كذا في الخانيه اور قاعده اوسكا يه هے كه مرتد حق العبد مين ماخوذ هوگا اور غير حق العبد مين تفصيل هے
هم خانيه مين هے كه اگر مسلم پر حد شرب خمر يا حد سكر واجب هوئى پهر وه مرتد هوا پهر اسلام لايا قبل لحوق دار الحرب كے تو وه ماخوذ نهوگا اور اگر مرتد امام كى قيد مين محبوس هے
اور اسكا مرتكب هوا تو وه حد خمر اور سكر مين ماخوذ نهوگا اور حد وو السه مين ماخوذ هوگا اور اگر مرتد امام كے پاس محبوس نهين اور اوسكا مرتكب هوا پهر مسلمان هوا قبل
لحوق دار الحرب كے تو بهى اوسپر مواخذه نهين كذا في المنح والدية ثم ارتد او اصابه وهو مرتد في دار الاسلام ثم لحق وحارب زمانا ثم جاء مسلما
يؤاخذ به كله يا مسلم هو جسپر ديت كا مرتكب هوا پهر مرتد هوا يا مرتكب اشياء مذكوره كا هوا حالانكه وه مرتد تها دار الاسلام مين پهر وه دار الحرب مين جاكر ملا اور اهل اسلام
سے مدت تك لڑا كيا پهر دار الاسلام مين آيا مسلمان هوكر تو ان سب چيزون كا اوس سے مواخذه هوگا يعنى مال اور قصاص اور مال مسروق اور ديت كا ولو اصابه بعد
ما لحق مرتدا واسلم لا يؤاخذ بشي منه لان الحربي لا يؤاخذ بعد الاسلام بما كان اصابه حال كونه محاربا لنا اور اگر مرتكب هوا امور مذكوره
كا بعد لاحق هونے دار الحرب كے مرتد هوكر پهر مسلمان هوا تو امور مذكوره مين كسى چيز كا مواخذه اوس سے نهوگا اسواسطے كه مرتد مذكور حربى كافر هوگيا اور حربى ماخوذ نهين هوتا
بعد اسلام كے اون افعال مين جسكا مرتكب هوا وقت محاربه كے اهل اسلام سے اخبرت بارتداد زوجها فلها التزوج باخر بعد العدة استحسانا كما في الاخبار
من موته وتطليقه ثلثا وكذا لو اتاها من تثق به بكتاب طلاقها واكبر رأيها انه حق لا بأس بان تعتد وتتزوج مبسوط
عورت كو خبر پهونچى اپنے زوج كے مرتد هوجانيكى تو اوسكو دوسرے زوج سے نكاح كر لينا جائز هے بعد عدت كے بدليل استحسان كے چنانچه عورت كو دوسرا نكاح جائز هے
مرد معتمد كى خبر كهنے مين زوج كى موت كى يا اوسكے تين طلاق دينے كى اور اسيطرح اگر خبر معتمد هو اور عورت كے پاس اوسكے طلاق كا خط لاوے زوج كيطرف سے اور عورت
كو ظن غالب هوجاوے اوسكے حق هونيكا كچهه مضايقه نهين كه وه عدت مين بيٹهے اور بعد اوسكے نكاح كرے كذا في المبسوط والمرتدة ولو صغيرة او خنثى تحبس
ابدا ولا تجالس ولا تؤاكل حقائق حتى تسلم ولا تقتل خلافا للشافعي اور عورت مرتده اگرچه صغيره يا خنثى هو كذا في البحر هميشه محبوس رهيگى
اور پاس اوسكے بيٹها جاوے اور ساتهه نه كهلائى جاوے كذا في الحقائق يهان تك كه اسلام قبول كرے اور قتل نكى جائيگى بخلاف امام شافعي كے هم عدم قتل مرتده سے وه ساحره مستثنى هے
جو آپكو اسكا خالق اعتقاد كرتى هو كذا في المحيط امام شافعي كى قتل مرتده مين يه دليل هے كه جو اپنا دين بدل ڈالے اوسكو قتل كرو بخارى نے ايك وه حديث هے جسمين قتل نساكى نهى
وارد هے اور وه كافره اصليه اور مرتده دونونكو شامل بلكه امام اعظم نے اپنى سند سے بروايت ابن عباس عدم قتل مرتدات اور انكے قيد ركهنے اور مجبور اسلام قبول
كروانيكى حديث روايت كى هے كذا في الفتح وان قتلها احد لا يضمن شيئا ولو امة في الاصح اور اگر مرتده كو كسى نے قتل كر ڈالا تو وه كسى چيز كا ضامن نهوگا اگرچه مرتده
لونڈى هو قول اصح مين اسواسطے كه قيمت ضمان كى اسلام كے سبب سے هوتى هے سو وه زائل هوگيا ليكن قاتل پر تعزير هے كذا في الولوالجية وتدفع لمولاها لخدمته سوى
الوطي سواء طلب ذلك ام لا في الاصح ويتولى ضربها جمعا بين الحقين اور مرتد لونڈى اپنے مولى كے پاس سپرد كيجاوے اوسكى خدمت كرنيكے واسطے سواى جماع كے

خواہ اوسکے حبس کرنیکا اپنے پاس ولی اوسکا ہو یا نہو اور اوسکی ضرب کا سو لی کو اختیار رہیگا بواسطے جمع کرنیکے دونوں حقونکے یعنی حق خدا اور حق مولی ولیس للمرتدة التزوج
بغیر زوجها به یفتی وعن الامام تسترق ولو فی دار الاسلام ولو افتی بحسماً لقصدها السیء لا بأس وتکون قنة للزوج بالاستیلاء مجتبی
وفی الفتح انها فیئ للمسلمین فیشتریها من الامام او یهبها له لو مصرفاً اور جائز نہین مرتدہ کو نکاح کرنا اپنا زوج چھوڑکر غیر سے اسیکا فتوی ہے اور امام سے ایک روایت
یہ ہے کہ مرتدہ لونڈی بنائی جائیگی اگرچہ دار الاسلام مین ہو اور اگر مفتی اس روایت پر فتوی دے اوسکے برے قصد کے استیصال کیواسطے تو کچھ مضایقہ نہین اور ہوگی مرتدہ لونڈی اپنے
زوج کی استیلا کے سبب سے کذا فی المجتبی اور فتح القدیر مین ہے کہ وہ غنیمت ہے سب مسلمین کیواسطے نہ فقط زوج کیواسطے تو زوج اوسکو امام سے خرید کرے یا امام اوسکو بخشدے اگر مصرف
غنیمت کا ہو زوج کا برا قصد یہ کہ مرتد ہوکر اپنے زوج سے بائن ہو جاوے اور امام سے اوسوقت خرید کرے جب بیت المال منتظم ہو اور نہین تو زوج استیلا سے مالک ہوگا وصح تصرفها
لانها لا تقتل اور صحیح ہے تصرف مرتدہ کا مانند بیع اور ہبہ کے اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی واکتسابها مطلقاً لورثتها ویرثها زوجها المسلم لو مریضة وماتت
فی العدة کما مر فی طلاق المریض قلت وفی النهر انه لا یرثها لو صحیحة لانها لا تقتل فلم تکن فارة فتامل اور کمائی مرتدہ کی مطلقاً خواہ اسلام کی کمائی ہو
خواہ ارتداد کی اوسکے وارثون کیواسطے ہے اور اوسکا زوج مسلم اوسکا وارث ہوگا اگر وہ مریض ہو اور عدت مین مرگئی ہو چنانچہ طلاق المریض مین گذر گیا مین کہتا ہون اور
زواہر مین ہے کہ زوج اوسکا وارث نہوگا اگر وہ بیمار نہو اسواسطے کہ وہ مقتول نہین ہوتی تو فارہ نہوئی تو اسکو تامل کرلے ہم حلبی نے کہا کہ مینے تامل کیا سو اسکا مفہوم اسکے قبل مین
پایا یعنی قولہ لو مریضة انتهی اور ایک نسخہ مین یہ عبارت زائد ہے وترث المرتدة زوجها المرتد اتفاقاً خانیہ یعنی مرتدہ اپنے زوج مرتد کی وارث ہوتی ہے بالاتفاق کذا فی الخانیہ ولدت امته
ولداً فادعاه فهو ابنه حرا یرثه وامته المسلمة مطلقاً ولدته لاقل من نصف حول او اکثر لاسلامه تبعاً لامه والمسلم یرث المرتد ان مات المرتد
او لحق بدارهم مرتد کی لونڈی ایک لڑکا جنی سو اوسکا دعوی کیا مرتد نے تو ولد اوسکا بیٹا آزاد ہے اوسکا وارث ہوگا مسلمان لونڈی مین یعنی اگر مسلمان لونڈی سے
پیدا ہو تو مطلقاً وارث ہوگا خواہ اوسکو چھ مہینے سے کمتر مین جنی ہو بعد ارتداد کے یا زیادہ مین بسبب مسلمان ہونے ولد کے اپنی مان کی تبعیت سے اور مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے
اگر مرتد مرجاوے یا دار الحرب مین جا ملے وکذا فی امته النصرانیة ای الکتابیة الا اذا جاءت به لاکثر من نصف حول منذ ارتد وکذا النصف لعلوقه من الماء
المرتد فیتبعه لقربه للاسلام بالجبر علیه والمرتد لا یرث المرتد اور یہی حکم ہے اوسکی نصرانیہ لونڈی مین یعنی اگر مرتد کی نصرانیہ یا یہودیہ لونڈی سے لڑکا پیدا ہوا تو
تو اوسکا وارث ہوگا مگر اوسوقت وارث نہوگا جب کہ کتابیہ اوسکو جنی چھ مہینے سے زیادہ مین ابتدای ارتداد سے اور اسیطرح نصف سال کی ولادت مین بھی وارث نہوگا بسبب اوسکے
علوق کے مرتد کی منی سے تو لڑکا مرتد ہی کا تابع ہوگا بسبب قریب ہونے ولد کی اسلام سے بواسطے جبر علی الاسلام کی اور مرتد وارث نہین ہوتا مرتد کا یعنی ولد تابع ہوتا ہے والدین مین سے
اوسکا جسکا بہتر دین ہے سو یہان مان ہے کتابیہ اور باپ مرتد لیکن چونکہ مرتد پر اسلام کیواسطے جبر ثابت ہے تو ولد پر بھی جبر ثابت ہے تو ظاہر حال اوسکا اسلام پر دال ہے لہذا وہ باپ کا تابع ہوگا
نہ مان کا پھر جب وہ مرتد رہا تو وارث نہوگا کیونکہ مرتد نہین وارث ہوتا مرتد کا کذا فی المنح وان لحق بماله او مع ماله وظهر علیه فهو ای ماله فیئ لا نفسه لان المرتد
لا یسترق اور اگر مرتد دار الحرب مین گیا اپنے مال کے ساتھ اور اہل اسلام کا اوسپر غلبہ حاصل ہوا تو اوسکا مال غنیمت ہے نہ اوسکی ذات اسواسطے کہ مرتد رقیق نہین ہوتا فان رجع
ای بعد ما لحق بلا مال سواء قضی بلحاقه او لا فی ظاهر الروایة وهو الوجه فتح فلحق ثانیاً بماله وظهر علیه فهو لوارثه لانه باللحاق انتقل الوارثه
بکان مالکاً قدیماً وحکمه ما مر انه له قبل قسمته بلا شیء وبعدها بقیمته ان شاء ولا یأخذه لو مثلیاً لعدم الفائدة پھر اگر مرتد دار الاسلام مین پھر آیا یعنی بعد
لاحق ہونے دار الحرب کے بلا مال خواہ اوسکے لحاق کا حکم ہوگیا ہو یا نہوا ہو ظاہر الروایة مین اور یہی صحیح قوی ہے کذا فی الفتح پھر دوسری بار پلٹ گیا دار الحرب مین اپنا مال لیکر اور اوسپر غلبہ حاصل
ہوا تو وہ مال اوسکے وارث کا ہوگا اسواسطے کہ بسبب لحوق دار الحرب کے مال اوسکا اوسکے وارث کیواسطے منتقل ہوگیا تو وہ مدت دراز سے اسکا وارث ہو چکا اور حکم اوسکا
گذر گیا کہ وہ مال اوسکے وارث کا ہے قبل اوسکی قسمت کے مفت اور بعد قسمت غنیمت کے بعوض قیمت کے پاویگا اگر وہ چاہے اور اگر وہ مال مثلی ہو یعنی کیلی اور وزنی ہو تو نہ لے بسبب
عدم فائدہ کے اسواسطے کہ اگر اوسکو لیگا تو مثلی دیکر لیگا وان قضی بعبده لشخص مرتد لحق بدارهم لابنه فکاتبه الابن فجاء المرتد مسلماً فبدلها والولاء

کلاہما الا بِ الذی عاد مسلماً فجُعِل کالابن کالوکیل اور اگر ایک شخص دارالحرب میں جا ملا اور اوسکے غلام کی ملک کا اوسکے لڑکے کیواسطے حکم کر دیا گیا سو لڑکے
نے اوسکو مکاتب کیا پھر مرتد آیا مسلمان ہوکر تو بدل کتابت اور ولا دونون باپ کیواسطے ہونگے جو مسلمان ہوکر پھر آیا تو بیٹا وکیل کے مانند قرار دیا گیا عقد کتابت میں مرتد قتل
رجلاً خطأً فلحق اوقتل فدیتہ فی کسب الاسلام ان کان والا ففی کسب الردۃ بحر عن الخانیۃ مرتد نے قتل کیا ایک مرد کو بنا بر خطا کے پھر وہ دارالحرب میں
جا کر ملا یا مقتول ہوا ارتداد میں تو دیت مرد مقتول کی اسلام کی کمائی میں ہے اگر وہ ہو اور اگر اسلام کی کمائی نہو تو ارتداد کی کمائی میں اوسکی دیت ہوگی کذا فی البحر عن الخانیۃ
وکذا لو اقر بغصب اما لو کان الغصب بالمعاینۃ او بالبینۃ فانہ فی الکسبین اتفاقاً ظہیریۃ اور ایسا ہی حکم ہے اگر مرتد نے غصب کا اقرار کیا اور اگر ثبوت
غصب کا بمشاہدہ یا بگواہی ہو نہ اقرار سے تو وہ دونون کسب میں ہے بالاتفاق کذا فی الظہیریہ واعلم ان جنایۃ العبد والامۃ والمکاتب والمدبر کجنایتہم فی
غیر الردۃ اور معلوم کر کہ جنایت غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر کی اونکی جنایت غیر ارتداد کے برابر ہے یعنی مولی مختار ہے چاہے لونڈی اور غلام کا فدیہ دے چاہے اونکو والے
اور مکاتب کی جنایت اوسکی کسب ارتدادی میں ہے اور جنایت مدبر کی کتاب الجنایات میں آویگی قطعت یدا عمداً فارتد والعیاذ باللہ ومات منہ او لحق فحکم بہ
فجاء مسلماً فمات منہ ضمن القاطع نصف الدیۃ فی مال لوارثہ فی المسئلتین لان السرایۃ حلت محلاً غیر معصوم فاہدرت قید بالعمد لانہ فی الخطأ
علی العاقلۃ مسلم کا ہاتھ عمداً کاٹا گیا پھر وہ معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اوسی زخم سے مرگیا یا دارالحرب میں جا ملا سو اوسکے لحوق کا حکم ہو گیا پھر دارالاسلام میں مسلمان
ہوکر آیا سو اوسی زخم سے مرگیا تو قاطع نصف دیت کا ضامن ہے اپنے مال میں سے مرتد کے وارث کو دونون صورت میں یعنی فقط قطع ید کی دیت لازم ہوگی نہ جان کی اسواسطے کہ سرایت
الی النفس نے محل غیر معصوم میں حلول کیا تو باطل ہو گئی مصنف نے عمد کی قید لگائی اسواسطے کہ خطا میں عاقلہ پر دیت ہے وقیدنا بالحکم بلحاقہ لانہ ان عاد قبلہ او
اسلم ہہنا ولم یلحق فمات منہ بالسرایۃ ضمن الدیۃ کلہا لکونہ معصوماً وقت السرایۃ ایضاً اور مقید کیا ہمنے لحاق دارالحرب کے حکم کے ساتھ اسواسطے کہ
اگر مرتد دارالحرب سے قبل حکم لحاق عود کریگا یا مسلمان ہوا یہان دارالاسلام میں اور دارالحرب میں ملحق نہوا پھر مرگیا اوسی قطع سے بسبب سرایت کے تو پوری سب دیت کا ضامن
ہوگا اسواسطے کہ وہ معصوم الدم ہے سرایت کے وقت بھی جیسے کہ وہ معصوم تھا ثبوت حکم کیوقت ارتد القاطع فقتل او مات ثم سری الی النفس فہدر لو عمداً لفوات
محل القود ولو خطأً فالدیۃ علی العاقلۃ فی ثلث سنین من یوم القضاء علیہم خانیہ ولا عاقلۃ لمرتد قاطع ید مرتد ہو گیا پھر مقتول ہوا یا مر گیا پھر سرایت کی قطع نے
جان تک یعنی اوس زخم سے مر گیا تو قصاص باطل ہے اگر قطع عمداً ہو بسبب فوت ہو جانے محل قصاص کے اور اگر قطع بنا بر خطا ہو تو دیت عاقلہ پر ہے تین سال کے اندر جس دن سے
کہ اونپر حکم ہوا کذا فی الخانیہ اور مرتد کیواسطے عاقلہ نہین ہم خطا میں عاقلہ پر اسواسطے دیت لازم ہوئی کہ قطع کیوقت وہ مسلمان تھا نہ مرتد ولو ارتد مکاتب ولحق
وکسب مالاً واخذ بمالہ ولم یسلم فقتل فبدل الکتابۃ لمولاہ وما بقی من مالہ لوارثہ لان الردۃ لا تؤثر فی الکتابۃ اور اگر مکاتب مرتد ہوا اور
دارالحرب میں جا ملا اور کچھ مال کمایا اور اپنے مال کے ساتھ گرفتار ہوا پھر مقتول ہوا تو اوسکا بدل کتابت اوسکے مولی کا ہے اور بدل کتابت دیکر جو مال باقی ہے وہ مکاتب کے وارثکا ہے اسواسطے کہ
ارتداد اثر نہین کرتا کتابت میں زوجان ارتدا ولحقا فولدت المرتدۃ ولداً وولد لہ ای لذلک المولود ولد فظہر علیہم جمیعاً فالولدان فیٔ
کامہما والولد الاول یجبر بالضرب علی الاسلام وان حبلت بہ ثمہ لتبعیتہ لابویہ لا الثانی لعدم تبعیتہ الجد علی الظاہر فحکمہ کحربی
زوج اور زوجہ دونون مرتد ہوئے اور دارالحرب میں جا ملے پھر مرتد بیٹا جنی اور اوس لڑکے کے بھی ولد ہوا پھر اون سب پر غلبہ حاصل ہوا اہل اسلام کا تو بیٹا اور پوتا غنیمت ہین
اپنی ماں کے مانند اور بیٹا بزور مسلمان کیا جائیگا مار کر اگرچہ اوسکا حمل دارالحرب میں ہوا ہو جبر علی الاسلام بہر صورت ثابت ہے باتباع والدین نہ پوتا یعنی پوتے پر جبر
علی الاسلام نہین بسبب اوسکے نہ تابع ہونے دادا کے ظاہر الروایۃ میں تو حکم اوسکا حربی کے مانند ہے ہم ارتداد کا حکم ایک پشت جاری رہتا ہے نہ دو پشت جبر کفر
پوتا دادا کا تابع نہوا جبر علی الاسلام میں تو پوتا گرفتار کے بعد غلام بنایا جائیگا یا اوسپر جزیہ مقرر ہوگا یا قتل کیا جائیگا اور دادا مقتول ہوگا اسواسطے کہ اصلی
مرتد ہے یا اسلام قبول کرے کذا فی المنح عن الفتح وقیدنا بردتہما لانہ لو مات مسلم عن امراۃ حامل فارتدت ولحقت فولدت ہناک ثم ظہر علیہم

ان لا کفر وھو المحمل لکن اقول شیئ للہ قیل یکفر ویا حاضر یا ناظر لیس بکفر۔ علامہ عبد البر ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ درویش درویشان کہنے کو بعضون نے کفر کہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ قول کفر نہیں اور یہی تحقیق او منقح ہے اور اسیطرح شیئ للہ کے قول کو بعضون نے کفر کہا ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنا کفر نہیں ھ شرح وہبانیہ بزازیہ سے منقول ہے کہ رسالہ تیہ شمردان میں مشہور ہے کہ جو کہے درویش درویشان وہ کافر ہے اسواسطے کہ معنی اوسکے یہ ہین کہ جمیع اشیا مباح ہیں تو لازم آیا کہ حرام بھی مباح ہو حالانکہ اباحت حرام کفر ہے اور یہ تکفیر باطل ہے اسواسطے کہ مطلب قول مذکور کا یہ ہے کہ سکنہ للمساکین یا فقر الفقراء تو گویا قائل نے یون کہا کہ ہم مسکین ہین ہمکو کچھ دیجئے یا محتاج ہوئی تیری طرف بفقر فقرا اور اسمین ایک شیئ کی اباحت پر بھی کوئی دلالت نہیں چہ جائے اباحت جمیع اشیاء اور شیئ للہ کے کفر ہونیکی شاید یہ وجہ ہے کہ قائل نے چیز اللہ تعالی کے لیے مانگی حالانکہ حق تعالی ہر چیز سے غنی ہے سب خلق اوسکے محتاج ہین اور لائق یون ہے کہ اس قول مین عدم تکفیر کو ترجیح دیجیے اسواسطے کہ اسکی تاویل یون ہو سکتی ہے کہ قائل کے کہنے میں یہ ارادہ کیا کہ میں شیئ کو طلب کرون اللہ تعالی کی اکرام کیواسطے شارح نے اسکو باختصار نقل کیا شرح وہبانیہ مین اسطرح ہے ومن قال شیئ للہ قیل یکفر ویخشی علیہ الکفر بعض یقرر۔ کذا فی الطحطاوی بعضے لوگ بطور وظیفہ یون کہا کرتے ہین یا عبد القادر شیئ للہ ہر چیز راجح عدم تکفیر ہے لیکن خوف کفر سے خالی نہیں چنانچہ بیت وہبانیہ کی اوسپر نص ہے تو ترک اس قول کا لازم ہے اور یا حاضر یا ناظر کہنے مین اسواسطے کفر نہیں کہ حضور بمعنی علم ہے اور نظر بمعنی رؤیت ہے قال اللہ تعالی الم یعلم بان اللہ یری تو گویا اوسنے حق تعالی کو یون ندا کی کہ یا عالم یا من یری ۔ ومن یستحل الرقص قالوا بکفرہ ولا سیما بالدف یا الھوی یزمر۔ اور جو رقص کو حلال جانے اوسکا کفر علما نے بیان کیا ہے خصوصا وہ رقص کہ سوا الاجودف پر ناچے اور عالت لاوی ھ قرطبی نے نقل کیا کہ یہ راگ اور ضرب قصب اور رقص حرام ہے امام مالک اور شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک اور شیخ الاسلام کرمانی کا فتوی یہ ہے کہ مستحل اس رقص کا کافر ہے جب معلوم ہوا کہ اسکی حرمت بالاجماع ہے تو لازم آیا کہ اسکا حلال جاننے والا کافر ہو کذا فی الطحطاوی ۔ ومن لولی قال طی مسافۃ یجوز جھول ثم بعض یکفرہ۔ واثباتھا فی کل خارق نفی عن النسفی النجم قد یحرر۔ اور جو ولی کے لیے طی مسافت جائز کہے وہ جاہل ہے پھر بعضون نے اوسکی تکفیر کی ہے اور اثبات کرامت کا ہر خارق عادت مین امام نجم الدین نسفی سے مروی اور منصوص ہے یعنی انہون نے عموم خوارق عادت کی امام محمد سے نقل سے ثابت ہے کہ ہم کرامات اولیا کے مومن ہین اسواسطے کہ قول طی مسافت کو بھی عام ہے مگر جو نص قاطع سے ثابت ہو چکا کہ محال ہے جیسے قرآن کے مانند کلام کا ظاہر ہونا البتہ داخل کرامات نہیں چنانچہ کتاب الطلاق کے اندر فصل حداد مین اسکا بیان گذر گیا

باب البغاۃ

یہ باب ہے باغیون کے احکام مین جب حکم قتال کفار سے فراغت ہوئی تو حکم قتال مسلمین بغاوت شعار شروع ہوا البغی لغۃ الطلب ومنہ ذلک ما کنا نبغی بغی لغت عرب مین بمعنی طلب ہے اور منجملہ معنی طلب یہ آیت ہے ذلک ما کنا نبغ یعنی وہ چیز ہے جسکو ہم طلب کیا کرتے تھے ھ صحاح میں ہے کہ بغی عبارت ہے تعدی اور حد سے تجاوز اور زیادتی اور افراط سے وعرفا طلب ما لا یحل من جور و ظلم فیہ اور عرف مین بغی عبارت ہے اوس چیز کی طلب سے جو حلال نہین جور اور ظلم سے کذا فی الفتح وشرعا ھم الخارجون عن طاعۃ الامام الحق بغیر حق فلو بحق فلیسوا ببغاۃ وتمامہ فی جامع الفصولین اور شرع میں باغی وہ لوگ ہین جو خارج ہوئے امام حق کی اطاعت سے ناحق اور اگر امر حق پر خروج کرین تو وہ باغی نہین اور اسکی تمام تقریر جامع الفصولین مین ہے کہ جب مسلمین نے ایک امام پر اجتماع کیا اور اوسکے سبب امن مین ہو گئے پھر ایک جماعت مسلمین نے اوسپر خروج کیا سو اگر یہ خروج امام کے ظلم کے سبب سے ہوا تو یہ لوگ باغی نہین باقی مسلمان نہ امام کی اعانت کرین کہ اعانت علی الظلم ہے اور نہ اہل خروج کی اعانت کرین کہ اعانت علی الخروج ہے اور اگر خروج مسلمین کا بسبب ظلم کے نہو بلکہ بدعوی حقیت اور ولایت کے ہو تو وہ لوگ اہل بغی ہین مسلمین پر نصرت امام کی واجب ہے قال اتنہی کہا کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر علی مرتضی نہوتے تو ہمکو قتال اہل قبلہ معلوم نہوتا جناب مرتضوی اور اونکے ساتھی اہل حق تھے اور مخالف اونکے اہل بغی اور ہمارے زمانے مین غلبہ کا اعتبار ہے نہ قدر عادلہ اور باغیہ معلوم نہین ہوتا کیونکہ سب طالب دنیا ہین انتہی ملخصا کذا فی الطحطاوی ثم الخارجون عن طاعۃ الامام ثلثۃ قطاع الطریق وعلم حکمھم وبغاۃ ویجی حکمھم وخوارج وھم قوم لھم منعۃ خرجوا علیہ بتاویل یرون انہ علی باطل کفر او معصیۃ توجب قتالہ بتاویلھم یستحلون دمائنا واموالنا ویسبون نسائنا ویکفرون اصحاب

نبینا علیہ افضل الصلوۃ والسلام وحکمہم حکم البغاۃ باجماع الفقہاء کما حققہ فی الفتح پھر دریافت کرنا چاہیے کہ اطاعت امام سے خارج ہونیوالے تین قسم
ہیں قطاع الطریق یعنی اہل خروج بلا تاویل اور بلا شوکت اور اونکا حکم معلوم ہوگیا اور دوسری قسم باغی جو مباح نہیں جانتے جسکو خوارج مباح جانتے ہیں اور اونکا حکم آتا ہے
اور تیسری قسم خوارج وہ قوم ہیں جنکے واسطے قوت اور شوکت حاصل ہو امام پر خارج ہوئے ہیں تاویل سے گمان کرتے ہیں کہ امام باطل پر ہے باعتبار کفر اور ایسی معصیت کے
جو موجب قتال ہو امام کے اونکی تاویل سے وہ حلال جانتے ہیں ہم اہل اسلام کے خونوں اور مالوں کو اور بندی کرتے ہیں ہماری عورتوں کو اور کافر کہتے ہیں ہمارے نبی علیہ افضل الصلوۃ و
السلام کے صحابہ کو اور اونکا حکم مانند حکم باغیوں کے ہے باجماع فقہا چنانچہ اسکی تحقیق فتح القدیر میں کی ہے ھم فتح القدیر میں ہے کہ جمہور فقہا اور محدثین کے نزدیک خوارج کا حکم
بغاۃ ہیں اور بعضے محدثین اونکے کفر کے قائل ہیں ابن منذر نے کہا میں نہیں جانتا کہ اہل حدیث کے ساتھ کوئی موافق ہوا ہو تکفیر خوارج اور مقتضی ہے اجماع فقہا کی نقل کا اور
محیط میں مذکور ہے کہ بعضے فقہا اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعضے کرتے ہیں اوس بدعت والے کی جسکی بدعت دلیل قطعی کی مخالف ہو اور صاحب محیط نے اسکو اکثر اہل سنت
کیطرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنی عدم تکفیر اثبت ہے ہاں یہ البتہ ہے کہ اہل مذہب کے کلام میں اکثر اہل بدعت کی تکفیر واقع ہے لیکن تکفیر اون فقہا کے کلام میں وارد نہیں جو مجتہدین ہیں
اور غیر فقہا مجتہدین کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے منقول عدم تکفیر ہے اور ابن منذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے انتہی حلبی نے کہا کہ یہ کلام وجیہ ہے مگر مشکل
یہ ہے کہ مقتضی ہے عدم تکفیر اون رافضیوں کا جو سب شیخین اور قذف عائشہ صدیقہ کرتے ہیں اور حالانکہ یہ صریح کفر ہے طحطاوی نے کہا اسکا جواب ممکن ہے کہ عدم تکفیر اہل بدعت سے
روافض مذکورین کی تکفیر مستثنی ہے اسواسطے کہ اونکی تکفیر نص فقہا سے ثابت ہے واللہ اعلم وانما لم نکفرہم لکونہ عن تاویل وان کان باطلا بخلاف المستحل بلا تاویل
کما مر فی باب الامامۃ اور ہم جو خوارج کی تکفیر نہیں کرتے تو اس سبب سے ہے کہ اونکا قتال اور استحلال تاویل سے ہے اگرچہ یہ تاویل باطل ہے بخلاف مستحل بلا تاویل کے کہ اوسکی تکفیر صریح ہے
چنانچہ کتاب الصلوۃ کے اندر باب الامامۃ میں مذکور ہو چکا والامام یصیر اماما بامرین بالمبایعۃ من الاشراف والاعیان وبان ینفذ حکمہ فی رعیتہ خوفا من
قہرہ وجبروتہ اور امام ہو جاتا ہے امام دو چیز سے اشراف اور رئیسوں کے بیعت کرنیسے اور اس سے کہ اوسکا حکم جاری ہو جاوے اوسکی رعیت میں اوسکے غالب ہونے اور دبدبہ سے
ہم امامت ثابت ہوتی ہے اہل حل اور عقد کی بیعت سے یا خلیفہ سابق کے استخلاف سے اور امامت میں سب اہل اسلام کی بیعت کی یا عدد معین کی بیعت شرط نہیں بلکہ جماعۂ علما
یا جماعۂ اہل رای اور تدبیر کی بیعت کافی ہے کذا فی الطحطاوی عن المسایرۃ وشرحہا فان بایع الناس الامام ولم ینفذ حکمہ فیہم لعجزہ عن قہرہم لا یصیر اماما
سو اگر لوگوں نے ایک امام سے بیعت کی اور اوسکا حکم نافذ نہوا اونمیں بسبب اوسکے عاجز ہونیکے اونکا مغلوب ہونیسے تو وہ امام نہوگا فاذا صار اماما فجار لا ینعزل
ان کان لہ قہر وغلبۃ لعودہ بالقہر فلا یفید وان لم یکن ینعزل بہ لانہ مفید خانیہ وتمامہ فی کتب الکلام پھر جب کہ ایک شخص بشرط مذکور امام ہوا پھر اوسنے
ظلم شروع کیا تو معزول کرنیسے معزول نہوگا اگر اوسکے واسطے قہر اور غلبہ ثابت ہو اسواسطے کہ وہ بسبب اپنے قہر اور شوکت کے پھر سلطان ہو جاویگا تو معزول کرنا مفید نہوگا اور اگر
اوسکے واسطے قوت حاصل نہیں تو بسبب ظلم اور ستم کے معزول کرنیسے معزول ہوگا اسواسطے کہ وہ مفید ہے اور بحث امامت کا پورا بیان کتب کلام میں ہے فاذا خرج جماعۃ
مسلمون عن طاعتہ او طاعۃ نائبہ الذی الناس بہ فی امان درر وغلبوا علی بلدۃ دعاہم الیہ ای الی طاعتہ وکشف شبہتہم استحبابا پھر جب کہ جماعت
مسلمین نے امام کی اطاعت سے خروج کیا یا اوسکے اوس نائب کی طاعت سے خروج کیا جسکے سبب سے لوگ امان میں ہیں کذا فی الدرر اور مسلمین مذکورین غالب ہو گئے ایک شہر پر تو امام اونکو اپنی اطاعت
کیطرف بلاوے اور اونکے شبہے کو حل کرے بنابر استحباب کے نہ بنابر وجوب کے فان تحیزوا مجتمعین حل لنا قتالہم بدأ حتی تفرق جمعہم اذ الحکم یدار علی دلیلہ
وہو الاجتماع والامتناع سو اگر اونھوں نے ایک مکان پکڑا اور مجتمع ہوکر تو حلال ہوگیا ہمکو قتال اونکا پہلے پہل یہاں تک کہ اونکی جماعت پریشان ہو اسواسطے کہ حکم قتال کا
پھرایا ہے قتال کی دلیل پر اور وہ عبارت ہے اجتماع اور امتناع سے یعنی ظاہر اجتماع اور امتناع اونکا ارادۂ قتال کی دلیل ہے لہذا اونکا قتال حلال ہوا اگرچہ وہ قتال کی ابتدا نکریں
اس قول کو خواہرزادہ نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے اور قدوری نے نقل کیا کہ قتال شروع کرنا نچاہیے تا وقتیکہ وہ شروع نکریں کذا فی البحر ومن دعاہ الامام
الی ذلک ای قتالہم افترض علیہ اجابتہ لان طاعۃ الامام فیما لیس بمعصیۃ فرض فکیف فیما ہو طاعۃ بدائع اور جنکو امام نے اس قتال کیطرف بلایا

تو اوس پر اجابت اوسکی فرض ہے اسواسطے کہ اطاعت امام کی اوس امر مین جو گناہ نہین ہے فرض ہے سوا اوسمین کیونکر فرض نہو گی جو طاعت ہے کذا فی البدائع ھم اور یہ جو امام اعظم
سے مروی ہے کہ زمانہ فتنہ اور فساد مین علحدہ ہو رہے اپنے گھر مین بیٹھکر سو اوس صورت پر محمول ہے کہ جب تک امام نے اوسکو نہین بلایا اور بعضے اصحاب کبار کا بیٹھے رہنا
باغیون کے قتال سے اونکی عدم قدرت پر محمول ہے اور بعضون کو کچھ تردد تھا حلت قتال مین اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جب دو مسلمان تلوار لیکر سامنا کرین تو قاتل اور
مقتول دوزخمین ہین سو حمیت اور عصبیت کی قتال پر محمول ہے یا ملک گیری اور طلب دنیا کی قتال پر کذا فی الفتح لو قادرًا و الا لزم بیتہ درر و فی المبتغی لو بغوا
لاجل ظلم السلطان ولا یمتنع عنہ لا ینبغی للناس معاونۃ السلطان ولا معاونتہم اجابت امام کی فرض ہے اگر وہ قادر ہے قتال پر اور نہین تو اپنے گھر
بیٹھ رہے کذا فی الدرر اور مبتغی مین ہے کہ اگر چند مسلمین نے بغاوت کی بسبب ظلم بادشاہ کے اور حالانکہ بادشاہ ظلم سے باز نہین رہتا تو لوگونکو لائق نہین مددگاری سلطان کی اور
نہ مددگاری باغی لوگون کی و لو طلبوا الموادعۃ اجیبوا الیها ان خیرًا للمسلمین کما فی اہل الحرب و الا لا یجابوا بحر اور اگر باغیون نے صلح کرنا چاہا ترک قتال پر تو
اوسکو مان لینا چاہیے اگر صلح کرنا مسلمین کیواسطے بہتر ہو چنانچہ حربیون کی صلح مین یہی شرط ہے اور اگر اونکے حق مین صلح بہتر نہو تو قبول کرنا نچاہیے کذا فی البحر ولا یؤخذ منہم شیء
اور اونسے کچھ لینا نچاہیے یعنی نہ ہدیہ نہ مال عوض صلح کے فلو اخذنا منہم رہونا و اخذوا منا رہونًا ثم غدروا بنا و قتلوا رہوننا لا نقتل رہونہم ولکن
یحبسون الی ان یہلک اہل البغی او یتوبوا و کذلک اہل الشرک اذا فعلوا برہوننا ذلک لا نفعل برہونہم ولکن یجبرون علی
الاسلام او یصیروا ذمۃ لنا پھر اگر ہمنے باغیون سے اول لی اور باغیون نے ہمسے اول لی پھر اونھون نے ہمسے عہدشکنی کی اور ہماری اولون کو قتل کیا تو ہم اونکی اولونکو نہ قتل کرینگے
ولیکن اونکو محبوس رکھینگے یہان تک کہ اہل بغی ہلاک ہو جائین یا بغاوت سے توبہ کرین اور یہی حکم ہے کفار کا جب کہ وہ ہماری اولونکو قتل کرین تو ہم اونکی اولونکو نہ قتل کرینگے ولیکن
وہ لوگ بزور مسلمان کیے جاینگے یا ہمارے ذمی ہو جائین ھم اونکا قتل اسواسطے جائز نہوا کہ وہ ہمارے قابو مین آکر ہماری امان مین ہو گئے کذا فی البحر ولو لہم فئۃ اجہز علی
جریحہم ای اتم قتلہ واتبع مولیہم والا لا لعدم الخوف اور اگر باغیون کی جماعت قائم ہو تو امام اونکے زخمیون کو پورا قتل کر ڈالے اور اونکے بھاگنے والے کا
پیچھا کرے اور اگر جماعت اونکی پریشان ہو گئی تو زخمیون کو قتل کرنا اور بھاگے کا پیچھا کرنا نچاہیے بسبب نرہنے خوف کے والامام بالخیار فی اسیرہم ان شاء قتلہ
وان شاء حبسہ حتی یتوب اہل البغی فان تابوا حبسہ ایضًا حتی یحدث توبۃ سراج اور سلطان کو اختیار ہے اونکے قیدی مین چاہے اوسکو قتل کرے
چاہے محبوس رکھے یہان تک کہ اہل بغاوت توبہ کرین سو اگر وہ توبہ کرین تو بھی قیدی کو قید مین رکھے یہان تک کہ وہ بھی توبہ کرے کذا فی السراج و نقاتلہم بالمنجنیق والاغراق
وغیر ذلک کاہل الحرب اور ہم اونسے لڑین منجنیق اور غرق کر دینے سے اور اسکے سوا اور طریق سے بھی مانند کفار کے وما لا یجوز قتلہ من اہل الحرب کنساء
وشیوخ لا یجوز قتلہ منہم ما لم یقاتلوا اور جسکا قتل کرنا کفار سے جائز نہین چنانچہ عورتون اور بڈھون کا اوسکا قتل باغیون مین سے بھی جائز نہین تا وقتیکہ
وہ نہ لڑتے ہون یعنی اگر باغیون کی عورتین یا بڈھے قتال کرینگے تو اونکا قتال جائز ہے سوای اطفال اور مجانین کے کذا فی البحر ولا یقتل عادل محرمہ مباشرۃ ما لم
یرد قتلہ اور عادل یعنی امام کا مددگار اپنے محرم باغی کو اپنے ہاتھ سے نہ قتل کرے جب تک محرم نے اوسکے قتل کا ارادہ نہین کیا یعنی اگر محرم باغی نے قتل کا ارادہ کرے
تو دفع کرنا اوسکا جائز ہے اگرچہ دفع کرنا بقتل ہو بخلاف جنگ کفار کے کہ وہان قتل محرم جائز ہے سوای والدین کے کذا فی البحر ولم تسب ذریتہم ونحبس اموالہم الی ظہور
توبتہم فترد علیہم اور اونکی ذریت بندی نکیجای اور اونکے مال محبوس رہین اونکی توبہ ظاہر ہونے تک سو بعد توبہ اونکو پھیر دیے جائینگے ھم اور اونکی عورتین بھی بندی نہونگی
اسواسطے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل مین قتل اسیر اور کشف ستر اور اخذ مال سے نہی فرمائی اور وہی پیشوا ہین اس باب مین کذا فی المنح و بیع الکراع اولی لانہ
انفع فتح اور بیچ ڈالنا اونکے دواب کا بہتر ہے اسواسطے کہ نافع تر ہے کذا فی الفتح بیع کی منفعت یہ ہے کہ قیمت کا امانت رکھنا آسان ہے اسقدر ہے والا بیت المال سے دانہ چارہ صرف ہوگا
ویقاس علیہ العبید نہر اور دواب کی بیع پر اونکے غلامون کی بیع قیاس کیجای کذا فی النہر ونقاتل بسلاحہم وخیلہم عند الحاجۃ ولا ینتفع بغیرہما من اموالہم
مطلقًا ولو عند الحاجۃ سراج اور قتال کرین ہم اونکے ہتھیارون اور گھوڑون سے اور اون دو چیزون کے سوا اونکے اموال سے مطلقًا منفعت نلیجای اگرچہ انتفاع وقت حاجت کے ہو

کذا فی السراج ھم جناب مرتضوی نے باغیوں کے ہتھیار اپنے لشکر مین تقسیم کیے بصرہ مین اور یہ تقسیم بسبب حاجت کے تھی نہ واسطے تملیک کے اور فرمایا کہ اونکا مال غنیمت نہین اور اونکی ذریت بندی نہین کذا
فی المنح ولو قال الباغی تبت والقی السلاح من یدہ کف عنہ ولو قال کف عنی لانظر فی امری لعلی اتوب والقی السلاح کف عنہ ولو قال انا علی دینک ومعہ
السلاح لا لان وجود السلاح معہ قرینۃ بقاء بغیہ فان القاہ کف عنہ والا لا فتح اور اگر باغی نے کہا کہ مینے توبہ کی اور ہتھیار اپنے ہاتھ سے ڈالدیے تو عادل
اوسکے قتال سے باز رہے اور اگر اوسنے کہا عادل سے کہ مجکو چھوڑ تا مین اپنے امر مین تامل کرون شاید مین توبہ کرون اور ہتھیار پھینک دیے تو باز رہے اور اگر باغی بولا کہ مین تیرے دین پر ہون اور
اوسکے ساتھ ہتھیار رہین تو اوسکے قتال سے نہ باز رہے اسواسطے کہ ہتھیار کا ساتھ رہنا قرینہ ہے اوسکی بقاء بغاوت کا سو جب کہ ہتھیار پھینکے تو باز رہے اور نہین تو باز نہ رہے کذا فی الفتح القدیر
ولو قتلہ باغ مثلہ وظہر علیہم فلا شیء فیہ لکونہ مباح القتل فتح فلا اثم ایضا اور اگر ایک باغی کو دوسرے باغی نے قتل کیا اور اونپر اہل عدل کا غلبہ حاصل ہوا تو
اوسکے قتل مین کچھ چیز نہین قصاص نہ دیت اسواسطے کہ اوسکا قتل مباح تھا کذا فی فتح القدیر پھر جب قتل مباح ہوا تو اوسکے قتل مین کچھ گناہ بھی نہین وقتلانا شہداء ولا یصلی
علی بغاۃ بل یکفنون ویدفنون بدائع اور ہمارے یعنی اہل عدل کے مقتول شہید ہین تو اونپر نماز جنازہ پڑھی جاوے اور بدون غسل دفن کیے جائین اور باغیوں کے مقتولون پر نماز جنازہ
نہ پڑھی جاوے بلکہ کفن پہنائے جائین اور دفن کیے جائین کذا فی البدائع ویکرہ ان تحمل رؤسہم الی الافاق وکذا رؤس اھل الحرب لانہا مثلۃ وجوزہ بعض
المتاخرین لو فیہ کسر شوکتہم او فراغ قلبنا فتح ومر فی الجہاد اور مکروہ ہے اونکے سرونکو اطراف عالم مین پھرانا اور اسیطرح کفار کے سرونکو نقل کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ
مثلہ ہے اور اوسکو بعضے متاخرین نے جائز کہا ہے اگر اوسمین اونکی کسر شوکت ہو یا ہماری تسکین خاطر ہو کذا فی الفتح اور مذکور ہو چکا جہاد مین ولو غلبوا علی مصر فقتل مصری مثلہ
عمدا فظہر علی المصر قتل بہ ان لم یجر علی اہلہ ای المصر احکامہم وان جری لا لانقطاع ولایۃ الامام عنہم اور اگر باغی غالب ہوگئے ایک شہر پر اور ایک شہر والے نے دوسرے شہر والے
کو عمدا قتل کیا پھر اہل عدل کا باغیوں کے اوس شہر پر تو قاتل کو بسبب اوس قتل کے قصاص ہوگا اگر اہل شہر پر باغیونکے احکام جاری نہ ہوئے ہون اور اگر اونکے احکام جاری ہوگئے ہون تو قصاص نہوگا بسبب
منقطع ہو جانے امام کی حکومت کے اونپر سے لیکن قاتل پر عذاب آخرت ثابت ہے کذا فی الفتح وان قتل عادل باغیا ورثہ مطلقا اور اگر عادل نے باغی کو قتل کیا تو اوسکا وارث
ہوگا ہرطرح خواہ باغی کہے کہ مین حق پر ہون خواہ کہے مین باطل پر ہون اسواسطے کہ قتل بحق مانع ارث کا نہین وبالعکس اذا قال الباغی وقت قتلہ انا علی باطل لا یرثہ
اتفاقا لعدم الشبہۃ اور سابق کے بالعکس یعنی باغی عادل کو قتل کرے جب کہ باغی بولا اوسکے قتل کیوقت کہ مین باطل پر ہون تو اوسکا وارث نہوگا بالاتفاق بسبب عدم شبہہ کے
ہم باغی ہو اسواسطے وارث نہوگا کہ اوسنے اتلاف نفس بتاویل فاسد کیا اور تاویل فاسد ملحق ہے تاویل صحیح سے جبکہ اوسکے ساتھ قوت ہو کذا فی المنح وان قال انا علی حق فی الخروج
علی الامام واصر علی دعواہ ورثہ اما لو جحد تبطل دیانتہ فلا ارث ابن کمال اور اگر باغی نے کہا کہ مین حق پر ہون امام پر خروج کرنے مین اور اپنے دعوے پر
مصر رہا تو عادل مقتول کا وارث ہوگا اور اگر اس دعوے سے رجوع کریگا تو اوسکی دیانت باطل ہوگی تو وارث نہوگا کذا ذکرہ ابن کمال وفی النتف ولو دخل باغ بامان
فقتلہ عادل عمدا لزمہ الدیۃ کما فی المستامن لبقاء شبہۃ الاباحۃ اور فتح القدیر مین ہے اور اگر باغی دار العدل مین داخل ہوا امان لیکر پھر اوسکو عادل نے
عمدا قتل کیا تو اوسپر دیت لازم ہوگی جیسے مستامن کے قتل مین دیت لازم ہے بسبب باقی رہنے شبہہ اباحت کے یعنی دیت لازم ہوگی نہ قصاص اسواسطے کہ اوسکی اباحت دم کا شبہہ موجود ہے
ویکرہ تحریما بیع السلاح من اھل الفتنۃ ان علم لانہ اعانۃ علی المعصیۃ اور مکروہ تحریمی ہے ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے اگر معلوم ہو کہ مشتری اہل فتنہ سے ہے
اسواسطے کہ یہ مددگاری ہے گناہ پر ھم حموی نے کہا اور یہی حکم ہے ہبہ اور وصیت اور اعارہ اور اجارہ وغیرہ ہتھیار کا اور بیع کو مکروہ تحریمی کہنا یہ بحث ہے صاحب بحر کی اور اہل فتنہ
بغاۃ اور قطاع الطریق اور لصوص سبکو شامل ہے کذا فی المنح وبیع ما یتخذ منہ کالحدید ونحوہ یکرہ لاھل الحرب لا لاھل البغی لعدم تفرغہم لعملہ سلاحا
لقرب زوالہم بخلاف اھل الحرب زیلعی اور اوس چیز کا بیچنا جس سے جنگی ہتھیار بنتا ہے جیسا کہ لوہا وغیرہ مکروہ ہے اہل حرب سے نہ اہل بغاوت سے بسبب اونکے نہ فراغت پانیکے ہتھیار
بنانیکے واسطے بسبب اونکے قریب الزوال ہونیکے بخلاف اہل حرب کے کذا فی الزیلعی قلت وافاد کلامہم ان ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا نہر مین کہتا ہون
اور فقہا کے کلام سے ثابت ہوا کہ جسکے سبب سے معصیت قائم ہو جیسا کہ ہتھیار اوسکی بیع مکروہ تحریمی ہے اور جسکے سبب سے گناہ نہ قائم ہو جیسا کہ جاریہ مغنیہ اور کبوتر اوڑانیوالے اور شیرہ

علی ربہ ویکفیہ ان یقول من سمعتموہ ینشد لقطۃ فدلوہ علیّ اسواگر اوسنے لقطہ لینے پر شاہد کیا اس طرح کہ اوسنے لقطہ لیا ہے تاکہ اوسکو پھیر دے اوسکے مالک کو اور شاہد کرنے کے واسطے
اتنا کہنا بھی کافی ہے کہ جسکو تم سنو کہ لقطہ تلاش کرتا ہے تو اوسکو میرے پاس بھیجدیجیو وعرف ای نادی علیہا حیث وجدھا وفی الجامع اور تعریف کرتا رہا یعنی اوسپر پکارتا رہا جہاں اوسکو
پایا اور مجامع میں یعنی مساجد کے ابواب اور بازاروں میں اور رستوں میں یوں پکارتا رہا کہ میں نے کسیکی چیز پائی ہے میرے پاس اوسکے مالک کو میں نہیں جانتا تو اوسکا مالک میرے پاس آوے
اور اوسکا پتا بتاوے کذا فی المنح اور اگر اوسکی تعریف سے عاجز ہو تو دوسرے شخص کو دیدے کہ وہ تعریف کرے کذا فی التاتارخانیہ الی ان علم ان صاحبہا لا یطلبہا او انہا تفسد ان بقیت
کالاطعمۃ والثمار یہانتک پکارتا رہے کہ معلوم ہو جاوے گا کہ اوسکا مالک اب تلاش نہ کرتا ہوگا یا یہانتک کہ لقطہ سڑ جاوے گا اگر باقی رکھا جاوے جیسے کھانے کی چیزیں یا پھل ہم علم
سے مراد ظن غالب ہے عدم طلب کا یہی قول مفتی بہ ہے کذا فی المضمرات اور ظاہر الروایۃ میں ایکسال کی تعریف ہے مطلقا کذا فی المبسوط پھر تقدیر سال میں کئی اقوال ہیں کہ جمعہ میں
یا مہینے یا تین مہینے میں تعریف کرے اور تلاش کی قید سے معلوم ہوا کہ جو چیز لائق طلب نہ ہو جیسے کھجور کی افتادہ گٹھلیاں یا انار کے چھلکے تو اوس سے فائدہ لینا بلا تعریف جائز ہے
لیکن مالک کی ملک اوس سے زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ تملیک مجہول سے صحیح نہیں مگر جب تک سکے کہ وقت قوم متعین سے کہا جاوے [illegible] وہ مالک ہے اور یہی حکم ہے التقاط [illegible]
متفرقۃ کالمجتمعۃ کذا فی الطحطاوی کانت امانۃ لم تضمن بلا تعد بشرط اشہاد اور تعریف مذکور کے لقطہ ملتقط کے ہاتھ میں امانت ہوگا یعنی بلا تعدی لائق ضمان کے نہیں
فلو لم یشہد مع التمکن منہ او لم یعرفہا ضمن ان انکر ربہا اخذہ للرد وقبل الثانی قولہ بیمینہ وبہ ناخذ حاوی واقرہ المصنف وغیرہ
سو اگر ملتقط نے کسیکو گواہ نہ کیا باوجود اوسکے قادر ہونے کے یا اوسنے تعریف نہ کی تو ضامن ہوگا اگر اوسکا مالک انکار کرتا ہو پھیر دینے کی نیت سے لینے کو اور قبول کیا ہے ابو یوسف نے قول
ملتقط کا اوسکی قسم کے ساتھ اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں یعنی یہی مفتی بہ ہے کذا فی الحاوی اور ثابت رکھا اسکو مصنف وغیرہ نے قول اصح میں محمد بھی ابو یوسف کے ساتھ ہیں
کذا فی البنایۃ تو اب صاحبین کے قول پر فتوی ہوا ولو من الحرم او قلیلۃ او کثیرۃ فلا فرق بین مکان ومکان ولقطۃ ولقطۃ اگرچہ لقطہ حرم کا ہو یا کم یا زیادہ ہو تو
کچھ فرق نہیں درمیان ایک مکان کے دوسرے مکان سے اور نہ ایک لقطہ کے دوسرے لقطہ سے ہم لقطہ حل اور حرم کی تعریف میں کچھ فرق نہیں امام اعظم اور مالک کا اور شافعی اور احمد کا
ایک قول میں اور دوسرا قول امام شافعی کا یہ ہے کہ ہمیشہ تعریف کرتا رہے یہانتک کہ مالک اوسکا پیدا ہو اسواسطے کہ صحیحین میں بروایت ابی ہریرہ حدیث مرفوع میں وارد ہے
کہ لا تحل ساقطتہا الا لمنشد یعنی حلال نہیں لقطہ مکہ کا مگر معرف کے واسطے اور ہمارے یہاں تعریف کی قید نہیں تو دوام ثابت ہوا اوسکا جواب یہ ہے کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ التقاط اوسکا
نہیں مگر [illegible] اور وسائل لینا حلال نہیں اور تخصیص مکہ کی واسطے دفع اس وہم کے ہے کہ کوئی وہاں کی تعریف کو ساقط سمجھے اس سبب سے کہ وہاں مراد جو مسافروں کی ہے جو متفرق
ہوگئی تو اب تعریف سے کیا فائدہ کذا فی الفتح اور اسی طرح لقطہ قلیل اور کثیر کی تعریف میں کچھ فرق نہیں قول معتمد میں اور غیر معتمد یہ قول ہے کہ دس درم یا زیادہ کی سال بھر تعریف کیا جاوے
اور دس درم سے کم [illegible] ایک مہینہ اور [illegible] کی تین دن اور ایک درم کی ایکدن تعریف چاہیے کذا فی الطحطاوی فینتفع الرافع بہا لو فقیرا و
الا تصدق بہا علی فقیر ولو علی اصلہ وفرعہ وعرسہ الا اذا عرف انہا لذمی فانہا توضع فی بیت المال تاتارخانیۃ پھر بعد تعریف کے اوٹھا لینے والا منتفع ہو لقطہ سے
اگر وہ محتاج ہو اور اگر محتاج نہ ہو تو اوسکو فقیر پر تصدق کرے اگرچہ فقیر اوسکی اصل اور فرع اور زوجہ ہو لیکن جبکہ معلوم ہو جاوے کہ لقطہ ذمی کا ہے تو وہ بیت المال میں رکھا جاوے کذا فی
التاتارخانیہ وفی القنیۃ لو رجا وجود المالک وجب الایصاء اور قنیہ میں ہے کہ اگر وجود مالک کی امید ہو تو اوسکی وصیت کر جانا واجب ہے والا واجب نہیں
کذا فی النہر فان جاء مالکہا بعد التصدق خیر بین اجازۃ فعلہ ولو بعد ہلاکہا ولہ ثوابہا پھر اگر اوسکا مالک آیا تصدق کرنے کے بعد تو وہ مختار ہے اوس
تصدق کو جائز رکھنے میں اگرچہ بعد ہلاک لقطہ کے اجازت دے اور یہ ہو اور اوسی مالک کو اوس تصدق کا ثواب ہوگا او تضمینہ والظاہر انہ لیس للوصی والاب اجازتہا [illegible]
یا مالک مختار ہے ضمان لینے میں ظاہر یہ ہے کہ مالک صغیر کے وصی اور باپ کو اجازت تصدق کا اختیار نہیں ہے وفی الوہبانیۃ الصبی کبالغ فیضمن اذا لم یشہد
ثم لابیہ او وصیہ التصدق وضمانہا فی مالہما لا مال الصغیر اور وہبانیہ میں ہے کہ صغیر بالغ کے مانند ہے [illegible] اور وقت [illegible]
[illegible] ہوگا [illegible] باپ یا وصی کو تصدق کرنا اور لقطہ کا ضمان [illegible] لینا جائز ہے [illegible] القاضی فی الاظہر [illegible]

القاضی او الامام لو فعل ذلک لانہ تصدق بمال الغیر بغیر اذنہ ذخیرہ ملتقط پر ضمان لازم ہے اگرچہ اوسنے بامر قاضی تصدق کیا ہو چنانچہ اسکو اختیار ہے کہ قاضی یا بادشاہ سے
ضمان لے اگر قاضی یا امام نے بھی تصدق کیا ہو اسواسطے کہ یہ خیرات کرنا ہے غیر کا مال بغیر اوسکے اذن کے کذا فی الذخیرہ او یضمن المسکین انہما ضمن لا یرجع بہ علی صاحبہ یا ضمان لے
مالک اوس فقیر سے جسنے اوسکا مال خیرات میں پایا اور دونوں میں سے جس سے ضمان لے وہ دوسرے سے نہ پھیرے ولو العین قائمۃ اخذہا من الفقیر اور اگر وہ چیز قائم اور موجود ہو تو اوسکو
فقیر سے لے ولا شیٔ للملتقط لمال او بہیمۃ او ضال من الجعل اصلا الا بشرط لکن ردہ فلہ کذا فلہ اجر مثلہ تاتارخانیہ کاجارۃ فاسدۃ اور مال یا جانور یا غیر گمشدہ کے
ملتقط کیواسطے کچھ مال عوض التقاط کے ہرگز نہیں مگر اس شرط سے چنانچہ مالک نے کہا کہ جو اوسکو لاوے اوسکے واسطے اتنا مال ہے تو اوسکو اجر مثل ملیگی کذا فی التاتارخانیہ جیسے کہ اجارہ
فاسدہ میں اجر مثل ملتی ہے وندب التقاط البہیمۃ الضالۃ وتعریفہا مالم یخف ضیاعہا فیجب وکرہ لو معہا ما تدفع بہ عن نفسہا کقرن لبقر وکدم لابل تتارخانیہ
دہولی بھٹکی جانور کا التقاط اور تعریف مستحب ہے جبتک اوسکے ضائع ہونیکا خوف نہو پھر اگر خوف ہو تو التقاط واجب ہے اور التقاط مکروہ ہے اگر جانور کے ساتھ وہ چیز ہو جس سے وہ اپنی
جان بچا سکے غیر کو ہٹا کے جیسے سینگ گائے بیل کے اور دانت سے کاٹنا اونٹ کیواسطے کذا فی التاتارخانیہ ھ قاموس میں ہے کہ بہیمہ وہ جانور ہے جسکے چار پانوں ہوں اگرچہ پانی میں
رہتا ہو یا ہر جانور (تمیز) کا نام بہیمہ ہے تو موجب تفسیر شافی کے دواب و طیور اور اونٹ اور بیل اور بھیڑ بکری اور مرغی اور بط اور کبوتر کو لفظ بہیمہ شامل ہے اور یہ جو حدیث صحیح میں اخذ
بہیمہ سے نہی وارد ہے اوسکا جواب مبسوط میں یون دیا ہے کہ یہ حکم تھا بسبب غلبہ اہل صلاح کے اور ہمارے زمانے میں تو اہل فساد اور اہل طمع کا غلبہ ہے ہرگز اطمینان نہیں کہ اہل خیانت
اوسکو چھوڑین تا مالک پا جائے تو اب اوسکا التقاط ہی افضل ہے تا مومن کا مال محفوظ رہے ولو کان الالتقاط فی الصحراء ان ظن انہا ضالۃ حاوی ہے اگرچہ التقاط بہیمہ جنگل میں
واقع ہو بشرطیکہ اوسکی گم گشتگی کا ظن غالب ہو کذا فی الحاوی وھو فی الانفاق علی اللقیط و اللقطۃ متبرع لقصور ولایتہ اور ملتقط لقیط اور لقطہ پر صرف کرنے میں احسان کا
کرنیوالا ہے بسبب قصور ولایت کے یعنی صرف کا تقاضا مالک سے نہیں کرسکتا جیسے غیر کا دین ادا کرنا ہو بدون اوسکے امر کے کذا فی البحر الا اذا قال لہ قاض انفق لترجع فلو لم یذکر الرجوع
لم یکن دینا فی الاصح او یصدقہ اللقیط بعد بلوغہ کذا فی المجمع ای یصدقہ علی ان القاضی قال لہ ذلک لا ما زعمہ ابن ملک نہر مگر اسوقت صرف مذکور
دین ہوگا جبکہ ملتقط سے کسی قاضی نے کہا کہ خرچ کر تا پھیر لیوے سو اگر قاضی پھیر لینے کو نہ مذکور کرے تو اوسکی مالک پر دین نہوگا قول اصح میں یا اوس وقت دین ہوگا جبکہ لقیط ملتقط کی تصدیق
کرے اپنے بالغ ہونیکے بعد کذا فی المجمع یعنی لقیط اوسکی اسپر تصدیق کرے کہ قاضی نے اوس سے پھیر لینے کو کہا ہے اور اسکا وہ مطلب نہیں جسکو ابن ملک نے گمان کیا ہے کذا فی النہر ھ ابن ملک شارح
مجمع نے تصدیق لقیط کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ جب قاضی نے انفاق کا حکم نکیا اور ملتقط نے دعوی کیا کہ قاضی نے حکم کیا ہے اور لقیط نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو پھیر لینے کا اختیار ہے کذا فی
الطحطاوی ثم المدیون بہ للقطۃ رب اللقطۃ و للقیط اللقیط او سیدہ او ھو بعد بلوغہ ھ پھیر دریافت کرنا چاہیے کہ درصورت رجوع مدیون لقطہ کا مالک ہے اور لقیط کا باپ یا اوسکا مولی
یا خود لقیط بعد بالغ ہونے اپنے کے وان کان لہا نفع اجرہا باذن الحاکم وانفق علیہا منہ کالضال بخلاف الابق ویجیٔ فی بابہ اور اگر لقطہ جانور لائق نفع
کے جیسے گھوڑا اور اونٹ تو اوسکو اجارہ دے ملتقط حاکم کے اذن سے اور اوسپر صرف کرے اوسکی اجرت سے بخلاف غلام گریختہ کے کہ اوسکا اجارہ صحیح نہیں اوسکے
بھاگ جانے کے خوف سے اور یہ عنقریب آتا ہے باب الآبق میں وان لم یکن نفع باعہا القاضی وحفظ ثمنہا ولو الانفاق اصلح امر بہ لان ولایتہ نظریۃ اختیاد
فلو لم یکن ثمۃ نظر لم ینفذ امرہ فتح بحثا اور اگر جانور میں نفع لائق اجارہ کے نہو جیسے بچہ بھیڑ بکری میں تو قاضی اوسکو بیچڈالے اور اوسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اگر خرچ
کرنا اوسپر بہتر ہو مالک کے واسطے تو قاضی ملتقط کو خرچ کرنے کا امر کرے دو تین دن تک باامید ظہور مالک کذا فی البحر الہدایہ اسواسطے کہ قاضی کی ولایت نظری ہے یعنی تامل مصلحت
کیواسطے ہے سو اگر وہاں تامل میں مصلحت نہو تو اوسکا امر بالاتفاق نافذ نہیں کذا فی الفتح بحثا ولہ منعہا من ربہا لیاخذ النفقۃ فان ہلکت بعد حبسہ سقطت وقبلہ
اور ملتقط کو جائز ہے روک رکھنا لقطہ کا مالک سے نفقہ لینے کے واسطے پھر اگر لقطہ ہلاک ہو گیا بعد حبس ملتقط کے تو نفقہ ساقط ہو گیا اور قبل حبس کے ہلاکی سے ساقط نہیں ولا یدفعہا
الی مدعیہا جبرا علیہ بلا بینۃ اور ملتقط لقطہ نہ دے اوس مدعی کو زبردستی بدون گواہی کے یعنی درصورت تصدیق ملتقط کو دینے کا اختیار ہے فان
بین علامۃ حل الدفع بلا جبر وکذا یحل ان صدقہ مطلقا فی ظاہر الروایۃ اوکاولہ اخذ کفیل الا مع البینۃ فی الاصح نہایہ پھر اگر مدعی نے کوئی علامت

لقطہ کی بیان کی ہو موافق ہو یعنی تو دینا جائز ہے بلا جبر اور اسیطرح جائز ہے دینا اگر ملتقط نے مدعی کی تصدیق مطلقاً کی خواہ اوسنے علامت بیان کی ہو یا نہ بیان کی ہو اور جائز ہے ملتقط کو ضامن لینا مدعی سے مگر گواہی کی ساتھہ جائز نہیں قول صحیح میں کذا فی النہایۃ التقط لقطۃ فضاعت منہ ثم وجدھا فی ید غیرہ فلا خصومۃ بینہما بخلاف الودیعۃ مجتبی ونوازل لکن فی السراج الصحیح ان لہ الخصومۃ کان ید ہ احق ایک شخص نے لقطہ اوٹھایا سو ضائع ہوگیا اوسکے پاس سے پھر اوسکو یا غیر کے ہاتھہ میں تو دونوں میں خصومت نہیں یعنی ملتقط اول کو مطالبہ نہیں بخلاف ودیعت کے کذا فی المجتبی والنوازل لیکن سراج میں صحیح قول یہ ہے کہ اوسکو خصومت کرنا درست ہے اسواسطے کہ اوسکا ہاتھہ زیادہ تر حقدار ہے بسبب سبقت کے علیہ دیون ومظالم جہل اربابہا وایس من علیہ ذلک من معرفتہم فعلیہ التصدق بقدرہا من مالہ وان استغرقت جمیع مالہ ھذا مذھب اصحابنا لا نعلم بینہم خلافا لکن فی بزاعرض کا نعلم مستحقہا اعتبارا للدیون بالاعیان ایک شخص پر بہت دیون ہیں اور مظالم ہیں جنکو کہ معلوم نہیں اور پر دینیوں اور مظالم میں وہ اونکی پہچان سے ناامید ہوگیا تو اوسپر تصدق واجب ہے اوسکی برابر اپنے خاص مال سے اگرچہ اوسکا تمام مال اوسمیں کھپ جائے یہ مذہب ہے ہمارے اصحاب کا اسمیں انکا اختلاف ہمکو معلوم نہیں چنانچہ جیسے کہ اعیان میں یعنی اجناس اور اسباب میں جنکے مستحق معلوم نہیں تو اوسپر تصدق واجب ہے دیون کا اعتبار اجناس سے کرکے ھم مظالم یعنی سرقہ یا غصب اور اگر اصحاب دیون و مظالم یا اونکے وارث معلوم ہوں تو بری الذمہ نہوگا دنیا اور آخرت میں سیدون اونکے دینے کے اور اسیطرح اگر اونکی معرفت کی توقع ہو تو تصدق جائز نہیں اور تصدق سے یہ مراد نہیں کہ اونکی تصدق کا ثواب اونکے اصحاب کو پہونچیگا اسواسطے کہ تصدق کیواسطے اونکا اذن ثابت نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تصدق خدا کے نزدیک خیر ہے حقتعالی سے امید ہے کہ اوسکی مخاصمین کو بسبب اسکی راضی کردیگا کذا فی الطحطاوی ومتی فعل ذلک سقط عنہ المطالبۃ من اصحاب الدیون فی العقبی مجتبی اور جبکہ یہ تصدق کریگا تو اوس سے مطالبہ اصحاب دیون کا آخرت میں ساقط ہوگا کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا شاید اسکی وجہ اللہ عالم یہ ہے کہ دیون اور مظالم مذکورہ مال ضائع کے مانند ہیں اور فقرا اوسکے مصرف ہیں درصورت نہ معلوم ہونے مستحقین کے اور ادا دین میں حقتعالی کی اور اسکی صدق نیت معلوم ہے اور توبہ سے ارتکاب ظلم کا گناہ ساقط ہوگا واللہ تعالی اعلم وفی العمدۃ وجد لقطۃ وعرفہا ولم یرد بہا فانتفع بہا لفقرہ ثم ایسر یجب علیہ ان یتصدق بمثلہ اور عمدہ میں ہے کہ ایک شخص نے پایا لقطہ اور اوسکی تعریف کی اور اوسکی مالک کو نہ دیکھا سو اوس سے نفع اوٹھایا بسبب محتاجی کے پھر مقدور اوسکو ہوا تو واجب ہے اوسپر خیرات کرنا اوسکے مانند یعنی عوض اوسکے مات فی البادیۃ جاز لرفیقہ بیع متاعہ ومرکبہ وحمل ثمنہ الی اھلہ ایک شخص مرگیا جنگل میں تو اوسکے رفیق کو اوسکے اسباب اور سواری کا بیچنا اور قیمت اوسکی اوسکے لوگوں کو پہونچانا جائز ہے ھم یعنی جبکہ جنگل بعید ہو وطن سے اور الا بعینہ اوسکا اسباب پہونچانا چاہیے حطب وجد فی الماء ان لہ قیمۃ فلقطۃ والا فحلال لاخذہ کسائر المباحات الاصلیۃ درر لکڑی پائی میں پائی اگر وہ قیمت والی ہے تو وہ لقطہ ہے اور اگر قیمتی نہیں تو اوسکی لینے والے کو حلال ہے چنانچہ باقی مباحات اصلیہ کا لینا حلال ہے کذا فی الدرر وفی الحاوی غریب مات فی بیت انسان لم یعرف وارثہ فترکتہ کلقطۃ مالم یکن کثیرا فلبیت المال بعد الفحص عن ورثتہ سنین فان لم یجدہم فلہ لو مصرفا اور حاوی میں ہے کہ مسافر مرگیا ایک انسان کی گھر میں اور وہ اوسکو وارث کو نہیں جانتا کہ کہاں ہے تو اوسکا متروکہ لقطہ کے مانند ہے حکم میں جبتک زیادہ نہو اور اگر زیادہ ہوگا تو بیت المال کیواسطے ہے بعد تلاش کرنے اوسکے وارثوں کے چند سال تک سو اگر وارثوں کو نہ پایا تو وہی انسان اوسکو لے اگر وہ مصرف ہو یعنی فقیر ہو ھم یہ تصریح ہے اوسکی جو لقطہ کی تشبیہ سے مفہوم ہوا محصنۃ ای برج حمام اختلط بہا اھلی لغیرہ لا ینبغی لہ ان یاخذہ وان اخذہ طلب صاحبہ لیردہ علیہ لانہ کاللقطہ فان فرخ عندہ فان کانت الام غریبۃ لا یتعرض لفرخہا لانہ ملک الغیر وان الام لصاحب المحصنۃ والغریب ذکر فالفرخ لہ ولو لم یعلم ان بیرجہ غریبا لا شیء علیہ ان شاء اللہ تعالی کبوتروں کا برج ہے یعنی اونکی رہنے کا مکان جسمیں بھیجر گیا اوسکو کبوتر پال کسی کا تو لائق نہیں صاحب مکان کو اوسکا لینا اور اگر لیا تو اسطرح تعریف کرے اوسکی مالک کو طلب کرے تاکہ اوسکو پھیر دے اسواسطے کہ وہ لقطہ کے مانند ہے سو اگر بچہ دے کبوتر نے تو بچہ دیا سو اگر ماں مسافر ہو تو مالک مکان اوس سے متعرض نہو کہ غیر کی ملک ہے اسواسطے کہ جانور کا بچہ ماں کا تابع ہوتا ہے اور کبوتری اگر صاحب مکان کی ہو اور کبوتر مسافر ہو تو بچہ مکان والی کا ہے اور اگر اوسکو معلوم نہیں کہ اوسکی برج میں بھیجر کا مسافر کبوتر ہے تو اوسپر کچھہ گناہ نہیں انشاء اللہ تعالی قلت واذا لم یملک الفرخ فان فقیرا اکلہ وان غنیا تصدق بہ ثم اشتراہ وھکذا کان یفعل الامام الحلوانی ظہیریۃ میں کہتا ہوں کہ جب مکان والا مالک بچہ کا نہوا تو اگر وہ فقیر ہے تو اوسکو کہا لے اور اگر غنی ہے تو محتاج کو تصدق کردے پھر اوس سے خرید کرے اگر چاہے شمس الائمہ حلوانی نے کہا اسطرح ہمارے استاد شمس الائمہ حلوانی

بھیر لانیوالے کیواسطے چالیس درم محنتانہ ہوگا اگرچہ شرط نکی ہو بعلیٰ فی محنتانہ کی بنا استحسان پر ہے جب محنتانہ چالیس درم ٹھہر گیا تو چالیس سے زیادہ درم پر صلح کرنا باطل ہے اور قیاس یہ ہے کہ بدون شرط
محنتانہ نہو لیکن وجہ استحسان صحابہ کرام کا اجماع ہے اصل محنتانہ پر اگرچہ اوسکی مقدار مین اختلاف ہے لہذا مدت سفر مین چالیس درم مقرر ہوئے اور کمتر مین کمتر تا جمیع روایات مجتمع ہوجاوین کذا فی
الاصلاح ہی عن الجوہری ویوزّع امة وطها ولا یحصل الاباق فحجلان بھیجنا اور اگر پھیر لایا لونڈی کو اور اوسکا ایک بیٹا ہے جو قریب مضمون کو سمجھتا ہے تو دو محنتانے ہین کذا فی النہر بحثا
وان لم یعد کلما عنانا الثانی لثبوته بالنص فلذا اعول علیه ارباب المتون چالیس درم محنتانہ لازم ہے اگرچہ غلام کی قیمت چالیس کے برابر نہو ابو یوسف کے نزدیک یہ بات ثابت ہوئی چالیس
درم کہ صحابہ کرام کی نصوص سے ہے تو اسی واسطے متون ثلثہ کے مصنفون نے ابو یوسف ہی کے قول پر اعتماد کیا ہے ان اشهد انه اخذه لیرده والا لا شیٔ له محنتانہ لازم ہے اگر پھیر لانیوالے نے
اسپر گواہ کیا ہو کہ اوسکو گرفتار کیا ہے پھیر پہونچا دینے کے واسطے لہذا اگر گواہ نہین کیا تو اوسکے واسطے کچھ نہین اسواسطے کہ ترک اشهاد دلالت کرتا ہے کہ اوسنے اپنے واسطے گرفتار کیا ولرادّه من اقل
منها القسطه وقیل یرضخ له برأی الحاکم او یقدّر باصطلاحهما بہ یفتی تاتارخانیه بحر اور اوسکے پھیر لانیوالے کیواسطے کم مدت سفر سے محنتانہ ہے چالیس کے حساب سے اور دوسرا
قول یہ ہے کہ اوسکو قدر قلیل دیا جاوے حاکم کی تجویز سے یا اوسکی تقدیر ہو دونون کی رضامندی سے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی البحر عن التاتارخانیه ولو من المصر فلو رضخ له او بقسطه کما مرّ
اور اگر اوسکو اوسی شہر سے پھیر لایا تب بھی مولی پر ہے تھوڑا سا اوسکو قدر قلیل دیا جاوے یا چالیس کے حساب سے جیسا کچھ گذر گیا وامّ ولد ومدبّر وماذون کقنّ فی الجعل اور ام ولد اور مدبر اور عبد ماذون
فی التجارة خالص غلام کے برابر ہے محنتانہ مین وان مات المولی قبل وصوله ای الابق وهو مدبّر او امّ ولد فلا جعل لعتقهما بموته اور اگر مولی مر گیا غلام کے پہونچنے سے پہلے
اور حالانکہ وہ مدبر یا ام ولد ہے تو پھیر لانیوالے کیواسطے محنتانہ نہین آیا دونون کے مولی کی موت سے آزاد ہو جانے کی وجہ سے پھیر لانیوالے کیواسطے محنتانہ نہین وان ابق منه بعد اشهاده المتقدم لم یضمن
لانه امانة حتی لو استعمل فی حاجة نفسه ثم ابق ضمن ابن ملك عن القنیة اور اگر غلام بھاگ گیا پھیر لانیوالے کے پاس سے بعد اوسکے اشہاد متقدم کے تو پھیر لانیوالے پر ضمان
نہین اسواسطے کہ غلام اوسکے پاس امانت تھا اور امانت مین بلا تعدی ضمان نہین تو اگر اوسنے غلام کو اپنے ذاتی کام مین لگایا پھر وہ بھاگ گیا تو وہ ضمان دیگا کذا فی شرح ابن ملک عن القنیة
وفی الوهبانیة لو انکر المولی اباقه قبل قوله بیمینه ویلزم مرید الردّ قیمته ما لم یبرهن علی اباقه اور وہبانیہ مین ہے کہ اگر مولی نے اوسکے بھاگنے کا انکار کیا تو اوسکا قول مقبول ہوگا قسم
کے ساتھہ اور قاصد رد پر اوسکی قیمت لازم ہوگی جبتک وہ اوسکا بھاگنا ثابت کرے یعنی گواہی سے یا مولی کے اقرار سے کذا فی الطحطاوی وضمن لو ابق او مات قبله مع تمکنه منه لانه
غاصب اور ضامن ہوگا گرفتار کرنیوالا اگر غلام بھاگ گیا یا مر گیا قبل اشہاد کے باوجود اوسکی قدرت ہونے کے اشہاد پر اسواسطے ضامن ہوگا کہ وہ غاصب ہے ولا جعل له
فی الوجهین خلافا للثانی فی الثانی لانّ الاشهاد عنده لیس بشرط فیه فی اللقطة اور اوسکے واسطے محنتانہ نہین دونون صورتون مین یعنی درصورت فرار بعد الاشهاد اور
درصورت ترک اشہاد بخلاف ابو یوسف کے دوسری صورت مین اسواسطے کہ اونکے نزدیک گواہ کرنا شرط نہین غلام کے محنتانہ لینے مین لقطے مین طحطاوی نے کہا کہ اسمین اعتراض ہے اسواسطے
کہ ابو یوسف کے نزدیک بعد الاشہاد کے بھی بھاگ جانے مین محنتانہ واجب نہین تو ترک اشہاد مین بطریق اولی واجب نہوگا بلکہ اونکے نزدیک محنتانہ بدون پہونچا دینے کے واجب
نہین ہان اونکے نزدیک اشہاد شرط نہین تو بہتر یہ تھا کہ شارح اپنے قول خلافا للثانی کو یہان سے حذف کرتا اور لانه اخذه لیرده کے قول کے بعد ذکر کرتا اور محتمل ہے کہ خلافا للثانی ضمان
قیاسا کیطرف ضمیر راجع ہو اسواسطے کہ وہ قسم ثانی ہے وان ابق منه ولا جعل بردّ مکاتب لحریته یدًا اور محنتانہ نہین مکاتب کے پھیر لانے پر بسبب اوسکے آزاد ہونے کے تصرف کی راہ سے
ویجعل عبد الرهن علی المرتهن لو قیمته مساویة للدین او اقل ولو اکثر من الدین فعلیه بقدر دینه والباقی علی الراهن لانّ حقه بالقدر المضمون منه
اور محنتانہ رہن کے غلام کا مرتہن پر ہے اگر اوسکی قیمت برابر ہو دین کے یا کمتر اور اگر قیمت زیادہ ہو دین سے تو مرتہن پر محنتانہ ہے بقدر اوسکے دین کے اور باقی محنتانہ راہن پر ہے اسواسطے
کہ اوسکا حق اوسی قدر ہے جسکا ضمان کریگا محنتانہ بہر صورت مرتہن پر ہے خواہ راہن زندہ ہو یا مردہ اسواسطے کہ موت سے رہن باطل نہین ہو جاتا کذا فی الفتح والبحر ویجعل عبد
اوصی برقبته لانسان وبخدمته لآخر علی صاحب الخدمة فی الحال لانّ المنفعة له فاذا انقضت الخدمة رجع صاحبها علی صاحب الرقبة
او بیع العبد فیه ای فی الجعل اور محنتانہ اوس غلام کا جسکی گردن کی وصیت ایک انسان کے واسطے ہوئی ہو اور اوسکی خدمت کرنے کی وصیت دوسرے
انسان کے واسطے ہوئی ہو صاحب خدمت پر ہے فی الحال اسواسطے کہ منفعت اوسی کے واسطے ہے پھر جب خدمت کی مدت منقضی ہو جاوے تو صاحب خدمت اوسکی

کرون کہ مالک سے مختنانہ چھیر لیا غلام بھاگا ہوا مختنانہ مین وجعل ماذون مديون على من يستقر له الملك فان بيع بدأ بالجعل الباقي للغرماء اور مختنانہ غلام ماذون مديون کا اوس پر ہے جسکی ملک اوس پر ٹھہر جاوے خواہ مولی کی خواہ وارث کی سو اگر وہ بیچا جاے تو پہلی قیمت سے مختنانہ دیا جاے اور باقی قرضخواہون کو ملے کما یجب جعل ابق جنی خطأ لا يدا لآخذ

على من سيصير له چنانچہ واجب ہے مختنانہ اوس غلام کا جسنے خطا کی راہ سے جنایت کی مگر آخذ کو یا تھہ مین اوسپر پہر جسکا وہ آخر کو غلام ہوگا خواہ مولی خواہ ورثہ مقتول اسواسطے کہ آخذ کے

پاس جنایت کرے گا تو کسی پر مختنانہ نہین کیونکہ فی الجر ومغصوب على غاصبه وموهوب على موهوب له وان رجع الواهب بعد الرد لان زوال ملكه بالرجوع بتقصيره وهو

ترك التصرف اور غلام مغصوب کا مختنانہ اوسکی غاصب پر ہے اور غلام موہوب کا موہوب لہ پر اگرچہ واہب نے اوسکو پھیر لیا ہو موہوب کے پھیر دینے کے بعد اسواسطے کہ زوال

ملک موہوب لہ کا سبب رجوع کی اوسکی تقصیر سے ہوا یعنی ترک تصرف سے وجعل عبد صبي في ماله اور صغیر کے غلام کا مختنانہ اوسکے مال میں ہے والا بق نفقته کنفقة لقطة کما

مر اور غلام گریختہ کا خرچ لقطہ کے خرچ کے مانند ہے چنانچہ گذر گیا یعنی اگر گرفتار کرنیوالے نے بلا امر قاضی خرچ کیا ہے تو احسان ہے اوسکو مالک سے پھیر لے

نہین سکتا اور اوسکے اذن سے پھیر لے سکتا ہے بشرطیکہ قاضی نے رجوع کی شرط کردی ہو وله حبسه الدين نفقته اور غلام گرفتار کرنیوالے کو اوسکا حبس کرنا اپنے

نفقہ کے دین کیواسطے درست ہے ولا يؤجره القاضي خشية اباقه ثانيا ولكن يحبسه تعزيرا له وقيل يوجر للنفقة وبه جزم في الهداية والكافي اور غلام

گریختہ کو قاضی اجارہ نہ دے اور اسکو دوبارہ بھاگ جانے کے خوف سے ولیکن اوسکو محبوس رکھے باعتبار تعزیر کے اور دوسرا قول یہ ہے کہ اوسکو اجارہ دے نفقہ کے واسطے اور اسی قول

اخیر پر یقین کیا ہے ہدایہ اور کافی مین بخلاف اللقطة والضال وقدر في التتارخانية مدة حبسه بستة اشهر ونفقته فيها من بيت المال ثم بعدها يبيعه

القاضي كما مر بخلاف لقطہ اور گمہوئے غلام کے کہ اونکو قاضی اجارہ دے اور تاتارخانیہ مین مدت حبس غلام کی چھہ مہینے کے ساتھہ متعین کی ہے اور خرچ غلام کا

مدت حبس مین بیت المال سے ہے پھر مدت مذکورہ کے بعد قاضی اوسکو بیچڈالے چنانچہ مذکور ہو چکا کتاب اللقطہ مین یعنی جسقدر بیت المال سے صرف ہوا اوسکو لے کر

باقی قیمت کو مالک کیواسطے رکھہ چھوڑے **فرع** مسائل متفرقہ شارح کا ابق بعد البيع قبل القبض للمشتري رفع الامر للقاضي ليفسخ غلام مذکور

بھاگ گیا بعد بیع قبل القبض کے تو مشتری کو جائز ہے قاضی سے نالش کرنا تاکہ وہ بیع کو فسخ کردے اسواسطے کہ مشتری رد غلام کے انتظار سے متضرر ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب المفقود

یہ کتاب ہے شخص مفقود کے احکام مین مناسبت اسکی سابق سے ظاہر ہے کہ غائب و بے نشان ہونے مین دونون برابر ہین هو لغة المعدوم وشرعا غائب لم يدر أحي

هو فيتوقع قدومه ام ميت اودع اللحد البلقع اي القفر جمعه بلاقع فدخل الاسير ومرتد لم يدر الحق ام لا مفقود لغت مین بمعنی معدوم ہے اور شرع مین

اوس غائب کو کہتے ہین جو معلوم نہین کہ زندہ ہے کہ اوسکا آنا متوقع ہو یا مردہ ہے کہ جٹیل میدان کی لحد مین گاڑا گیا بلقع بمعنی قفر ہے یعنی زمین بے نبات اور جمع اوسکی بلاقع ہے

تو اس تعریف مین اہل حرب کا قیدی اور وہ مرتد داخل ہے جو معلوم نہین کہ دار الحرب مین لاحق ہوا یا نہین ثم مصنف نے باتباع صاحب بحر الرائق جہل مکان مفقود کو اعتبار نہین

کیا اس دلیل سے کہ مسئلہ مین مسلم اسیر اہل حرب کو جسکی حیات اور موت معلوم نہین مفقود مین شمار کیا ہے حالانکہ مکان اوسکا معلوم ہے یعنی دار الحرب لیکن نقایہ اور اوسکی شرح

قہستانی مین تعریف مفقود کی یون کی ہے کہ وہ غائب ہے جسکا اثر معلوم نہین یعنی حیات اور موت اور مکان اوسکا معلوم نہین اور کنز اور فتاوی عالمگیری مین بھی جہل مکان کو

شرط کیا ہے اور صاحب بحر نے نص صریح سے جہل مکان کی ثابت نہین کیا الطحاوی نے کہا تو معتمد یہی ٹھہرا کہ جہالت مکان تعریف مفقود مین ضرور ہے وهو في حق نفسه

حي بالاستصحاب هذا هو الاصل فيه اور وہ یعنی مفقود اپنی ذات کے حق مین زندہ ہے باعتبار استصحاب کے یعنی بنظر ظاہر حال کے بھی حیات بنظر ظاہر حال کے اصل

ہے مفقود کے احکام مین چنانچہ اسی اصل پر مصنف نے قول آئندہ کو متفرع کیا فلا تنكح عرسه ولا يقسم ماله تو نکاح نکرے اوسکی زوجہ اوسکے غیر سے اور اوس کا

مال وارثون پر تقسیم نکیا جاے قلت وفي معروضات المفتي ابي السعود انه ليس لامين بيت المال نزعه من يد من بيده ممن امنه عليه قبل ذهابه كما سيجي

معزيا للخزانة المفتيين مین کہتا ہون مفتی ابی السعود کے معروضات مین ہے کہ جائز نہین بیت المال کے امین کو مفقود کا مال نکال لینا اوس شخص کے ہاتھہ سے جسکو

کتاب المفقود

ہوئی ہو تو اوسکو منع کرنا چاہیے یا وقفیتاً اوسکی موت معلوم ہو یا طلاق اور اسواسطے کہ نکاح کا ثبوت معروف ہو چکا اور غیبت فرقت کی موجب نہیں اور موت خبر احتمال میں ہے تو نکاح شک سے
زائل نہیں ہوسکتا اور عمر رضی اللہ عنہ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کیطرف آخر کو رجوع کیا ہے کذا فی المنح طحطاوی نے ذکر کیا مفتی ابو السعود کے قہستانی سے نقل کیا کہ اگر امام مالک کے
قول پر حکم دیں تو بھی میں قضاء و یعنی حنفی المذہب ہو اور ایسا ہے کہ لا باس بہ وميت في حق غيره فلا يرث من غيره حتى لو مات رجل عن بنتين وابن مفقود و
ابنان له والتركة في يد البنتين والكل مقرون بفقد الابن واختصموا الى القاضي لا ينبغي له ان يحرك المال عن موضعه اي لا ينزعه من يد البنتين
حتى اذا المفقود غیر یعنی مفقود میت ہے اپنے غیر کے حق میں تو وارث ہو گا غیر سے یہاں تک کہ اگر ایک مرد مرگیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا چھوڑ کر اور مفقود کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے
اور ترکہ مورث کی دو بیٹیوں کے ہاتھ میں ہے اور سب لوگ مقر ہیں فقدان ابن سے یعنی کسیکو اوسکی حیات اور موت اور مکان معلوم نہیں اور دو ہوں نے قاضی سے نالش کی تو
قاضی کو لائق نہیں کہ مال کو اپنے مکان سے جنبش دے یعنی مال کو مورث کی بیٹیوں کے ہاتھ سے نہ نکالے کذا فی خزانۃ المفتیین ولا يستحق ما اوصى له اذا مات الموصي
بل يوقف قسطه الى موته اقرانه في بلده على المذهب لانه الغالب واختار الزيلعي تفويضه للامام اور مفقود مستحق نہیں اوس مال کا جسکی وصیت ہوئی
اوسکے واسطے بلکہ وصیت کرنیوالا مرگیا بلکہ مفقود کی وراثت کا حصہ موقوف رکھا جاویگا اوسکے شہر کے ہمعصروں کی موت تک بنا بر ظاہر مذہب کے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے
کہ آدمی اپنے ہم عمروں اور امثال سے زیادہ عمر نہیں رہتا اور اختیار کیا ہے زیلعی نے تفویض اسکی امام کیطرف اسلئے یعنی حاکم جسوقت مصلحت دیکھے تو اوسکی موت کا حکم دے مقابل
ظاہر مذہب کے گیارہ قول ہیں اونمیں اقل تیس سال کی تقدیر ہے بحر الرائق میں اور عجب ہے کہ ظاہر مذہب کے مخالف کیونکر فتویٰ دیا کرتے ہیں حالانکہ مقلدین امام اعظم کے
اسبات کے ملزم ہیں وطريق قبول البينة ان يجعل القاضي من في يده المال خصما عنه او ينصب عنه قيما ثم تقبل عليه البينة نہر اور طریقہ قبول شہادت کا یہ ہے کہ جسکے
ہاتھ میں مفقود کا مال ہے اوسے قاضی خصم ٹھہرادے مفقود کیطرف سے یا قاضی کسیکو اوسکا کارندہ بنادے اور اوسپر گواہی قبول کرے کذا فی النہر قلت وفي واقعات المفتين
لقدري افندي معزيا للقنية انه انما يحكم بموته بقضاء لانه امر محتمل فما لم ينضم اليه القضاء لا يكون حجة میں کہتا ہوں اور قدری افندی کی واقعات المفتيين
میں قنیہ سے منقول ہے کہ مفقود کی موت کا حکم قاضی کی قضا سے کیا جاویگا اسواسطے کہ اوسکی موت امر محتمل ہے تو جبتک اوسکی طرف قضاء قاضی منضم نہو گی
حجت نہو گی اور دوسرا قول یہ ہے کہ بمجرد انقضاء مدت بلا قضاء قاضی اوسکی موت کا حکم ہوگا کذا فی القہستانی اور واقعات قدری افندی کا قول اول پر اوسکی ترجیح کا
مفید ہے قدری افندی کا نام عبد القادر ہے کذا فی الطحطاوي فان ظهر قبله قبل موت اقرانه حيا فله ذلك القسط پھر اگر مفقود زندہ ظاہر ہو قبل مرنے اپنے ہمعصروں
کے تو اوسکو وہ حصہ وراثت کا ملیگا جو اوسکے واسطے اوٹھار کھا گیا تھا اور یہی حکم ہے اگر وہ زندہ ظاہر ہو بعد مدت قبل حکم قاضی کے اور اگر زندہ ظاہر ہوا بعد اپنی موت
کے حکم کے تو ظاہر ہے وہ اوس میت کے برابر ہے جو زندہ ہو گیا اور مرتد کے برابر ہے جو مسلمان ہوا تو جو مال کہ وارثوں کے ہاتھ میں باقی ہوگا اوسکو وہ پاویگا اور جو مال
صرف ہو گیا اوسکا مطالبہ نہیں شیخ شاہین نے ذکر کیا کہ اوسکی زوجہ اوسکو ملیگی اور اولاد زوج ثانی کو کذا فی الطحطاوي عن المفتي ابي السعود قیمتاً منا اگرچہ ...
سے منقول ہے کہ اگر مفقود آیا بعد گذرنے مدت کے تو اپنی زوجہ کا وہی احق ہے اور اگر اوسکی زوجہ نے دوسرے سے نکاح کر لیا تو اوسکا اوس سے کچھ واسطہ نہیں ...
وان لم يظهر فيكون في حق ماله يوم علم ذلك اي موت اقرانه فتعتد منه عرسه للموت ويقسم ماله بين من يرثه الآن اور بعد موت اقران کے اوسکی موت کا حکم کیا جاوے
اوسکے مال کے حق میں جس دن کہ یہ معلوم ہو یعنی اوسکے اقران کا مرنا تو اوس دن سے اوسکی زوجہ موت کی عدت میں بیٹھے اور اوسکا مال تقسیم کیا جاوے اون لوگوں کے درمیان
میں جو اوسکے اب وارث ہیں اور جو اوسکے وارث قبل اسکے مر گئے اونکو حصہ نملیگا گویا مفقود اب مرگیا اور اسیطرح اوسکی ام ولد اور مدبر اب آزاد ہونگے پیچھے کہ ...
في حق مال غيره من حين فقده فلا يرد المال الموقوف له الى من يرث مورثه عند موته لما تقرر ان الاستصحاب وهو ظاهر الحال حجة دافعة لا مثبتة
اور بعد موت اقران حکم کیا جاوے مفقود کی موت کا اوسکے غیر کے مال کے حق میں جس وقت سے کہ وہ گم ہوا تو جو حصہ کہ اوسکے واسطے اوٹھا رکھا گیا تھا وہ پھیر دیا جاوے
اون لوگونکی طرف جو اپنے مورث کے وارث تھے اوسکی موت کے نزدیک اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے علم اصول میں کہ استصحاب یعنی ظاہر حال حجت دافعہ ہے نہ مثبتہ

ھ ایسے واسطے اوسکی موت کا حکم نہیں اوسکے مال کے حق میں ایسا قرار دیتے ہیں واسطے کہ ظاہر حال اوسکی حیات پر دلالت کرتا ہے اور وہ مقتضی ہے عدم قسمت کا ولو کان مع المفقود وارث یحجب بہ لم یعط اصلا و ان انتقص حقہ بہ اعطی اقل النصیبین و یوقف الباقی اور اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو جو اوسکے سبب سے محجوب ہوتا ہو یعنی مفقود کے سبب سے تو اوس وارث کو کچھ نہ دیا جاوے گا اور اگر وارث کا حق کم ہوتا ہو مفقود کے سبب سے تو اوسکو دو حصوں میں سے جو اوسکو کمتر حصہ دیا جاویگا اور باقی اوٹھا رکھا جاوے گا ھ مثلا ایک شخص مرگیا دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا یا پوتی چھوڑکر اور مال مورث کا اجنبی کے ہاتھ میں ہے اور سب وارثوں نے مفقود ان میں اتفاق کیا پھر دونوں بیٹیوں نے میراث طلب کی تو انکو نصف دیا جاویگا اسلیے کہ اوتنا اونکا حصہ ہر صورت متیقن ہے اور نصف باقی اوٹھا رکھا جاوے گا اور پوتا اور پوتی کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ وہ محجوب ہیں اگر مفقود زندہ ہو تو وہ میراث کا مستحق نہ ہوگا بسبب شک کے اور اجنبی کے ہاتھ سے مال نہ لیا جاوے گا تاوقتیکہ اوسکی خیانت نہ ظاہر ہو کذا فی المنح کالحمل و محلہ الفرائض ولذا حذفہ القدوری وغیرہ مانند حمل کے اور محل اس گفتگو کا فرائض ہے لہذا قدوری وغیرہ نے اسکو یہاں حذف کیا ھ یعنی اگر حمل کے ساتھ دوسرا ایسا وارث ہو جو کسی طرح ساقط نہ ہوتا ہو اور حمل سے متغیر نہ ہوتا ہو تو اوسکو پورا حصہ ملیگا اسلیے اوسکے متیقن ہونے کے ہر حال میں چنانچہ اگر مورث نے ایک بیٹا اور حاملہ زوجہ چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں حصہ ملیگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ حمل سے اوسکا حصہ ساقط ہو جاتا ہو تو اوسکو کچھ نہ دیا جاوے گا اور اگر ایسا وارث ہو جسکا حصہ حمل سے متغیر ہو جاتا ہو تو وہ کمتر قلیل النصیبین ملیگا چنانچہ اگر مورث نے زوجہ حاملہ اور جدہ چھوڑی تو جدہ کو چھٹا حصہ دیا جاوے گا اسواسطے کہ اوسکا تغیر نہیں اور اگر حاملہ اور بھائی کو چھوڑا تو اوسکو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بھائی ساقط نہیں ہوتا بھی ہے بلکہ عصبہ ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ حاملہ بیٹا جنے اور ساقط ہو جاتا ہو بیٹے کے سبب سے اور جائز ہے کہ حاملہ بیٹا جنے تو امر دائر ہوا سقوط اور عدم سقوط میں تو اصل استحقاق میں شک پیدا ہوا لہذا اوسکو کچھ نہ ملیگا اور حمل کے واسطے ابن واحد کا حصہ اوٹھا رکھا جاوے گا اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المنح والطحطاوی **فرع** مسئلہ ما یتعلق بشارح کا لیس للقاضی تزویج امۃ غائب و مجنون و عبدہما ولہ ان یکاتبہما و یبیعہما قاضی کو درست نہیں شخص غائب اور مجنون کی لونڈی اور اونکے غلام کا نکاح کر دینا اور اسکو اختیار ہے اونکو مکاتب کرنے اور بیچ ڈالنے میں اور اسیطرح اونکو اجارہ دینے میں کذا فی شرح الملتقی واللہ تعالی اعلم و استغفر اللہ الحلیم

کتاب الشرکۃ

یہ کتاب ہے شرکت کے احکام میں لا یخفی مناسبتہا بالمفقود من حیث الامانۃ بل قد یتحقق فی مالہ عند موت مورثہ پوشیدہ نہیں مناسبت شرکت کی ساتھ مفقود کے امانت کی جہت سے بلکہ کبھی شرکت ثابت ہو جاتی ہے مفقود کے مال میں اوسکے مورث کے مرنے کے وقت ھ مصنف نے باب الشرکت کو کتاب المفقود کے بعد لایا دو وجہ کی مناسبت سے ایک وجہ یہ کہ ایک شریک کا مال دوسرے شریک کے پاس امانت ہوتا ہے جیسے مفقود کا مال شخص حاضر کے پاس امانت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ کبھی مفقود کے مال میں شرکت متحقق ہو جاتی ہے چنانچہ اگر مفقود کا مورث مرگیا زندہ مفقود اور دوسرے وارث کو چھوڑکر اور یہ مناسبت انھیں دونوں میں مخصوص ہے اور زیلعی مناسبت عام ہے دونوں میں اور آبق اور لقطہ اور لقیط میں اگر لقیط کے ساتھ مال ہو کذا فی المنح ہی بکسر فسکون فی المعروف لغۃ الخلطۃ سمی بہا العقد لانہا سببہ شرکت بکسر اول و سکون ثانی بقول معروف لغت میں عبارت ہے خلط سے یعنی دو حصوں کو اسطرح ملانا کہ جدائی باقی نہ رہے عقد کا نام شرکت رکھا گیا اسواسطے کہ شرکت سبب ہے عقد کی طحطاوی ذکر کیا ضمیر سببہ کی عقد کیطرف راجع ہے اور بعض نسخوں میں لانہا سببہ ہے اور یہی اغلب ہے بلکہ لانہ سببہا کہنا ٹھیک ہے و شرعا عبارۃ عن عقد بین المتشارکین فی الاصل والربح جوہرۃ اور اصطلاح شرع میں شرکت عبارت ہے عقد بین المتشارکین سے اصل یعنی راس المال اور منفعت میں کذا فی الجوہرہ تو اگر منفعت میں شرکت ہو نہ راس المال میں تو وہ مضاربت ہے اور اگر راس المال میں ہو نہ منفعت میں تو وہ بضاعت ہے کذا فی الطحطاوی وذکرہا فی شرکۃ العین اختلاطہما اور رکن شرکت کا شرکۃ العین میں دونوں مالوں کا ملنا ہے یعنی دونوں مالوں میں ایسا اختلاط ہو کہ ایک کی تمیز دوسرے سے متعذر یا متعسر ہو اور اختلاط کے مانند خلط ہے یعنی دو مال کا ملنا اور ملانا یکساں ہے حکم میں کذا فی الحلبی و فی العقد اللفظ المفید لہ اور رکن شرکت کا شرکۃ العقد میں وہ لفظ ہے جو عقد کا مفید ہو یعنی ایجاب اور قبول اور رکن ہو چنانچہ یوں کہنا ایک شریک کا کہ میں تیرا شریک ہوا فلانی فلانی چیز میں اور دوسرے شریک کا یوں کہنا کہ میں نے قبول کیا و شرط جوازہا کون الواحد قابلا للشرکۃ

تو غیر وار رہنا ہم شارح نے اس تناقض کی تنبیہ کر دی اور آگاہ کر دیا اور المنیان ل کا لائق وہ قول ہے جو اوپر کتب معتمدہ کے موافق ہے یعنی بیع بنا اور غرس کی اجنبی سے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی فلا
یجوز بیعہ الا باذنہ ولو کانت الاشجار مشترکۃ تو جائز نہیں اشیاء مشترکہ مذکورہ کی بیع بلا اذن شریک کے اگرچہ گھر مشترک ہو ہم حلبی نے کہا عدم جواز بیع راجع ہے خلط یا بین
اور اسکے بعد کہا ہے دار بینہما باع احدہما بیتا معینا او نصیبہ من بیت معین فللآخر ان یبطل البیع ایک گھر مشترک ہو دو شریکوں میں ایک شریک نے ایک معین کو
کوٹھری یا اپنا حصہ ایک معین کوٹھری سے بیچا تو دوسرے شریک کو جائز ہے کہ بیع کو باطل کردے یعنی اسواسطے کہ بائع کا حصہ بیع میں متحقق نہیں اس احتمال سے کہ شاید تقسیمت
کے وقت جسکو بائع نے بیچا ہے اسکے شریک کے حصے میں پڑے ہاں اگر اپنا حصہ بلا تعیین مکان بیچتا تو جائز ہوتا و فی الواقعات دار بین رجلین باع احدہما نصیبہ
للآخر لم یجز لانہ لا یخلو اما ان باعہ بشرط الترک او بشرط القلع او الہدم اما الاول فلا یجوز لانہ شرط منفعۃ للمشتری سوی البیع فصار کشرط اجارۃ
فی البیع ولا یجوز بشرط الہدم والقلع لان فیہ ضررا بالشریک الذی لم یبع اور واقعات میں ہے کہ ایک گھر مشترک ہے دو مردوں میں اونمیں سے
ایک نے اپنا حصہ اجنبی کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں اسواسطے کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا اوسنے بیع کی ہے بشرط ترک کے یعنی جیسا گھر ہے ویسا ہی رہے یا بیع کی ہے بشرط قلع
یا ہدم کے پہلی صورت تو جائز نہیں اسواسطے کہ بائع نے مشتری کی منفعت شرط کی ہے سوای بیع کے تو یہ شرط مانند شرط اجارہ کی ہوئی بیع میں اور بشرط ہدم اور قلع بھی جائز نہیں اسواسطے
کہ گھر کے گرانے میں اوس شریک کا ضرر ہے جسنے اپنا حصہ نہیں بیچا ہم بیع مذکور سے فقط عمارت کی بیع مراد ہے چنانچہ عمادیہ میں تصریح ہے اور اگر شریک نے اپنا تمام حصہ یعنی عمارت کو
ساتھ زمین کے بیچا تو اسکے جواز کا کوئی مانع نہیں کذا فی الحلبی اور اجارہ شرط کرنا بیع میں اسطرح کہ عمارت کا حصہ بیچنے کے وقت اوسکی زمین کا اجارہ شرط کرے تو یہ جائز نہیں
اسواسطے کہ اوسکا حال ایک عقد کا ہے دوسرے عقد میں و فی الفتاوی شجرۃ بین قوم باع احدہم نصیبہ مشاعا والاشجار قد انتہت اوان
القطع جاز الشراء وللمشتری ان یقطع لانہ لیس فی القسمۃ ضرر اور فتاوی میں ہے کہ درخت مشترک ہیں ایک قوم میں اونمیں سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تعیین بیچا
اور حالانکہ درختوں کے کاٹنے کا زمانہ پورا ہوچکا کہ اب مشتری اور شریک کو کاٹنا ضرر نہیں کرتا تو خریدنا جائز ہے اور مشتری کو کاٹنا درست ہے اسواسطے کہ قسمت میں ضرر نہیں
ہم طحطاوی نے کہا قطع مشتری بعد تقسیم درست ہے اور یہ حکم اون اشجار میں ہے جنہیں قطع کرنا مقصود ہوتا ہے یعنی جیسے شیشم اور ساکھو اور جن درختوں سے پھل مقصود
ہوتا ہے اونکا یہ حکم نہیں و فی النوازل باع نصیبہ من الشجرۃ بلا ارض بلا اذن شریکہ ان آن اوان انقطاعہا جاز البیع لانہ یتمکن المشتری بالقسمۃ وان لم
یبلغ فسد لتضررہ بہا اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے اپنا حصہ اشجار میں سے بدون زمین کے بلا اذن شریک بیچا اگر اوسکے قطع کا وقت ہے تو بیع جائز
ہے اسواسطے کہ مشتری کو ضرر نہوگا قسمت سے اور اگر قطع کا وقت ہنوز نہیں پہونچا تو بیع فاسد ہے بسبب ضرر پانے مشتری کے قسمت سے وفیہا باع بناء
بلا ارض علی انہ یترک للمشتری البناء فالبیع فاسد عمادیہ من الفصل الثانی من مسائل الشیوع اور نوازل میں ہے کہ ایک شریک نے عمارت بدون
زمین کے بیچی اس شرط پر کہ مشتری عمارت کو چھوڑدے یعنی بدستور سابق قائم رکھے تو بیع فاسد ہے کذا فی العمادیہ مسائل شیوع کی دوسری فصل سے طحطاوی نے کہا اشجار اور
عمارت کے دونوں مسئلے مکرر ہوگئے پہلا مسئلہ فتاوی میں مذکور ہے اور دوسرا واقعات میں والاختلاط بلا صنع من احدہما فلا یجوز بیعہ الا باذنہ لعدم شیوع
الشرکۃ فی کل حبۃ بخلاف نحو حمام وطاحون وعبد ودابۃ حیث یصح بیع حصتہ اتفاقا کما بسطہ المصنف فی فتاواہ بیع مشترک کی بلا اذن شریک کے صحیح
ہے مگر خلط اور اوسی اختلاط کی صورت میں جو بلا صنعت احد الشریکین کے حاصل ہوا تو اوسکی بیع جائز نہیں مگر باذن شریک بسبب نہ ہونے شرکت کے ہر دانہ میں بخلاف
مانند حمام اور چکی اور غلام اور چارپایہ مشترک کے اسواسطے کہ اونمیں سے اپنا حصہ بیچنا بالاتفاق صحیح ہے چنانچہ اسکو مشرح بیان کیا ہے مصنف نے اپنے فتاوی میں ہم اختلاط بلا صنعت کی صورت
یہ ہے مثلا کہ تھیلی دونوں کی پھٹ گئی اور دونوں کا غلہ مل گیا اور عدم شیوع شرکت عدم جواز بیع کی علت ہے خلط اور اختلاط کی دونوں صورتوں میں چنانچہ مسئلہ خلط الحنطۃ کی
تصریح ہو چکی ثم الظاہر ان البیع لیس بقید بل المراد الاخراج عن الملک ولو بہبۃ او وصیۃ وتمامہ فی الرسالۃ المبارکۃ فی الاشیاء المشترکۃ وہی نافعۃ لمن
ابتلی بالافتاء پھر ظاہر یہ ہے کہ مصنف کے قول مذکور میں بیع کی قید نہیں بلکہ بیع سے مراد اخراج ہے ملک سے اگرچہ اخراج بسبب ہبہ یا وصیت کے ہو اور پورا بیان اسکا رسالہ مبارکہ

فی الاشیاء المشترکہ میں ہے اور وہ رسالہ اوس شخص کو نافع ہے جو مبتلا بافتاء ہو یعنی مفتی کو مفید ہے ہم رسالہ مبارکہ صاحب نہر الفائق کی تصنیف ہے کذا فی النہر و زادہ الوانی محشی الدرر الشفعۃ ایضا فراجعہ اور وانی محشی درر غرر نے شفعہ کو بھی زیادہ کیا ہے غلط او راختلال پر تو اسکی طرف مراجعت کرو ہم حاشیۂ مذکورہ کی عبارت کا مطلب ہے کہ استثناء صورت غلط او راختلال پر یہ اعتراض وارد ہے کہ مصنف کو لائق تھا کہ استثناء صورت شفعہ کا بھی اشارہ کرتا اسواسطے کہ اگر دو شخص وارث ہوں زمین کے تو ایک وارث کو اپنا حصہ زمین مذکور غیر شریک سے بیچنا جائز نہیں ہے بلا اذن شریک کذا فی الطحطاوی واما الانتفاع بہ بغیبۃ شریکہ ففی بیت وخادم وارض ینتفع بالکل ان کانت الارض ینفعھا الزرع والا لا بخلاف الدابۃ ونحوھا وتمامہ فی الفصل الثالث والثلثین من الفصولین اور مال غیر مشترک سے اپنے شریک کی غیبت میں سو بیت اور خادم اور زمین میں تو بالکل مشترک سے منتفع ہو اگر زمین کو زراعت فائدہ کرتی ہو اور اگر زمین کو ضرر ہو زراعت سے تو جائز نہیں کذا فی البحر بخلاف جانور اور اوسکے مانند کے اور اسکا پورا بیان فصولین کی تینتیسویں فصل میں ہے ہم حموی نے کہا جانور مشترک پر سوار نہو بغیر اذن شریک کے اسواسطے کہ سواری میں تفاوت ہوتا ہے یعنی سوار کار کی سواری سے جانور کو تکلیف نہیں اور ناواقف کی سواری سے مشقت ہوتی ہے اور علماء نے کہا ہے کہ مشترک لونڈی ایک دن ایک شریک کے پاس رہے اور دوسرے دن دوسرے کے پاس انتہی اب چند مسائل مہایاۃ کے بمناسبت مقام مذکور ہوتے ہیں چنانچہ مفتی ابو السعود نے سراج سے نقل کیا ہے مہایاۃ عبارت ہے باری مقرر کرنے سے منافع مشترکہ میں سو معلوم کرنا چاہیے کہ باری باندھنا منافع مشترکہ میں جائز ہے بنا بر استحسان کے اور اوسمیں قاضی کا جبر جاری ہے قسمت کے مانند مگر یہ کہ قسمت اقوی ہے تکمیل منفعت میں اسواسطے کہ اوسمیں منافع کا اجتماع ہے زمان واحد میں اور مہایاۃ میں اجتماع منافع علی التعاقب ہے اور مہایاۃ باطل نہیں ہوتی موت سے تو وہ از قسم اجارہ اور عاریت نہیں کا اوسکا ابطال ہو جاتا ہے موت سے اور جب ایک شریک طالب قسمت کا ہو تو نقض اسکا جائز ہے اور کوئی ایسا عقد نہیں جسکا فسخ دوسرے کی طلب سے جائز ہو سوا اسکے مہایاۃ کے اور مہایاۃ تین قسم پر ہے ایک مہایاۃ اوس چیز میں ہے جو اصل کی قسمت کرنے سے بھی حاصل ہے اور اختلاف مستعمل سے مختلف نہیں تو یہ قسم صحیح ہے چنانچہ ایک گھر دو شخصوں میں مشترک ہے سو دونوں نے اوسمیں یہ قرار دیا کہ بعضے مکان میں ایک رہے اور بعضے میں دوسرا اوسمیں بیان مدت کی کچھ حاجت نہیں ہر شخص کو جائز ہے کہ آپ اوسمیں رہے یا او تنہا مکان اوس گھر کا کرایہ کو دیوے اور اگر اوسمیں یہ قرار پایا کہ ایک شخص کوٹھی میں رہے اور دوسرا نیچے تو بھی جائز ہے دوسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو اوس شی کے منافع میں ہو جو اصل کی قسمت کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی لیکن اختلاف پذیر نہیں چنانچہ دو غلام میں اوں قرار دینا کہ ایک غلام ایک مولی کی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے مالک کی خدمت کرے اور یہ جائز ہے صاحبین کے قول پر بسبب جائز ہونے قسمت رقیق کے اور امام اعظم اگرچہ جبرا قسمت رقیق کے قائل نہیں لیکن اونکے نزدیک قسمت فی المنافع جائز ہے اسواسطے کہ منافع میں تفاوت کم ہے تیسری قسم مہایاۃ کی وہ ہے جو منافع مختلفہ میں ہو چنانچہ سواری کی دو جانوروں میں یہ بات مقرر ہو کہ ایک پر ایک شریک سوار ہو اور دوسرے پر دوسرا یا دونوں جانور دونوں شریکوں کی سواری میں رہیں تو یہ مہایاۃ جائز نہیں بسبب مختلف ہونے منفعت دو جانوروں کے اور اسی طرح ایک سواری پر باری باری سوار ہونا بھی جائز نہیں بخلاف عبد واحد کے اسواسطے کہ سوار ہونا مختلف ہے باعتبار ناواقف سوار کے اور خدمت غلام کی مختلف نہیں اسواسطے کہ غلام اپنی طاقت بھر خدمت کرتا ہے بالا اپنی طاقت کا متحمل نہیں ہوتا اور جانور سواری میں مجبور ہے اور اگر دو شریکوں نے ایک نخل یا شجر میں یہ مقرر کیا کہ ہر شخص ایک جانب کو پھل لیا کرے یا بکری میں ایک تھن کا ایک شخص دودھ لیا کرے اور دوسرے تھن سے دوسرا شریک تو یہ جائز نہیں اسواسطے کہ مہایاۃ منافع کے ساتھ مخصوص ہے اعیان کے ساتھ نہیں ہے اور سبب یہ ہے کہ اونکا بقا نہیں تو قسمت اونمیں متعذر ہے اور پھل اور دودھ شئی موجود ہے اونمیں اجزائے قسمت ہو سکتی ہے بوجہ حصول کے علاوہ اسکے اولاد اور البان متفاوت ہیں اور اعیان میں قسمت جائز نہیں الا بقبضہ بیل کذا فی الطحطاوی ملخصا اور طحطاوی نے کہا فصولین کی فصل مذکور میں مذکور ہے کہ مشترک گھر میں ایک شریک رہا دوسرے شریک کی غیبت میں تو اوسپر حصہ شریک غائب کا کرایہ لازم نہیں اگرچہ وہ گھر کرایہ کے واسطے بنایا ہو اسواسطے کہ سکونت کرنا اپنے حق میں مشترک گھر میں ہر شریک کا تاویل ملک قرار دیا جاتا ہے ہرچند کہ باعتبار اسکے کمال اسواسطے کہ اگر اوسپر یہ فرض ہو تو ہر شریک کا اوسمیں داخل ہونا اور بیٹھنا اور اسباب کا رکھنا ممنوع ہو تو منافع ملک سے بالکل باطل ہو جاویں اور حالانکہ یہ جائز نہیں ہے جیسے کہ یہ ظاہر ہوا تو شریک اپنی ملک میں ساکن ہوا اور کرایہ لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ وہ جبا ازل کا سکونت میں ہوا شریک کا قول یا اوسکے واقعہ سبب حقیقۃ قاتلہ للوکالۃ اور دوسری قسم شرکت کی

فاسد نہیں ہوتی شرط فاسد سے صاحب بحر اور مصنف نے سمجھے ہیں کہ شرط تسمیہ دراہم کی باطل ہے شرکت تو خوب واضح ہے ہوتا ویکون الربح علی قدر المال اور ہوگا نفع بقدر مال کے یعنی بصورت اشتراط دراہم معینہ ہر شریک کو نفع بقدر مال کے ملیگا اسواسطے کہ شرکت فاسدہ کا یہی حکم ہے ولکل من شریکی العنان والمفاوضۃ ان یستاجر من یحفظ المال اور ہر شریک کو عنان اور مفاوضہ کے دو شریکوں میں سے جائز ہے کہ نوکر رکھے اوسکو جو تجارت کرے یا مال کی حفاظت کرے اسواسطے کہ یہ تاجروں کی عادت سے ویبضع ای یدفع المال بضاعۃ بان یشترط الربح لرب المال اور ہر شریک کو جائز ہے کہ دوسرے مال کو بطریق بضاعت کے یعنی تمام نفع صاحب مال کیواسطے مشروط ہو نہ عامل کیواسطے طحطاوی کہ مال بضاعت کہتے ہیں یعنی عرفی میں اور باعتبار لغت کے بالضم معنی شریک ہے کذا فی القاموس ویودع ویعیر ویضارب لانہا دون الشرکۃ فتضمنہا اور جائز ہے شریک کو کہ امانت رکھاوے اور عاریت دے اور مال کو بطریق مضاربت کے دے اسواسطے کہ مضاربت شرکت سے کمتر ہے تو شرکت اوسکو متضمن ہے ویوکل اجنبیا ببیع وشراء ولو نہاہ المفاوض الآخر صح نہیہ بحر اور جائز ہے شریک کو کہ شخص غیر کو بیع اور شرا کا وکیل کرے اور اگر اوسکو دوسرا شریک مفاوض منع کرے تو کیل سے تو اوسکا منع کرنا صحیح ہے کذا فی البحر ش تقیید مفاوض کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ ہر شریک کی نہی صحیح ہے کذا فی الطحطاوی عن الجوہرہ ویبیع بما عز وہان خلاصۃ اور جائز ہے بیع کرنا شریک کا بعوض عزیز اور ذلیل کے کذا فی الخلاصہ یعنی بعوض قلیل یا کثیر بیع جائز ہے وینقد ونسیئۃ بزازیۃ اور جائز ہے بیع نقد اور ادھار کذا فی البزازیۃ ویسافر بالمال لہ حمل او لا ہو الصحیح خلافا للاشباہ وقیل ان لہ حمل ضمن والا لا ظہیریۃ اور جائز ہے ہر شریک کو سفر میں لیجانا مال کا خواہ اوسکو واسطے حمل ہو یا نہو یہی قول صحیح ہے بخلاف اشباہ اور بعضوں نے کہا کہ اگر مال کے واسطے حمل ہے تو شریک پر ضمانت ہے والا نہیں کذا فی الظہیریۃ ش تفسیر الحمل میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا وہ محمول بالاجر ہے اور بعضوں نے کہا کہ جو ایک ہاتھ سے اوٹھ سکے کذا فی جامع الفصولین خلاصہ یہ ہے کہ سفر میں اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ مطلقا سفر جائز ہے اسواسطے کہ اذن تصرف کا مقتضای شرکت ثابت ہے اور شرکت علی الاطلاق صادر ہوئی اور حالانکہ مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے مگر بدلیل ومؤنۃ السفر والکراء من راس المال ان لم یربح خلاصۃ اور خرچ سفر اور کرایہ کا راس المال سے متعلق ہے اگر نفع نہوا ہو تجارت میں کذا فی الخلاصہ ش عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ شریک کا نفقہ اوسکی زادت اور طعام اور سالن کا راس المال میں سے ہے اور اگر نفع حاصل ہوا ہے تو اوسمیں محسوب ہوگا ولا یملک الشریک الشرکۃ الا باذن شریکہ جوہرۃ مالک نہیں شریک بغیر کو شریک کرنیکا مگر اپنے شریک کی اجازت سے کذا فی الجوہرہ ش اسواسطے شریک نہیں کر سکتا کہ شی اپنی برابر والی چیز کو متضمن نہیں ہوتی بلکہ کمتر کی کذا فی الہدایۃ ولا الرہن الا باذنہ ویکون ہو العاقد فی موجب الدین اور مالک نہیں شریک رہن کا مگر اپنے شریک کے اذن سے اور یہ مالک راہن وہی ہوگا جو عاقد ہو موجب دین میں ش یعنی شریک نے کوئی چیز مول لی اور بعوض اوسکی قیمت کے کوئی چیز شرکت کے مال سے رہن رکھی تو جائز ہے اور جیسے رہن جائز نہیں ویسے ہی ارتہان بھی جائز نہیں الا وہ ورثۃ عدالۃ کذا فی الطحطاوی عن البحر الخانیۃ وحینئذ فیصح اقرارہ بالرہن والارتہان اور اسوقت میں یعنی جبکہ راہن وہی عاقد متعین ہو تو صحیح ہے اوسکا اقرار رہن اور ارتہان کا کذا فی السراج ولا الکتابۃ ولا الاذن بالتجارۃ ولا تزویج الامۃ وہذا کلہ لو عنانا اما المفاوض فلہ کل ذلک اور مالک نہیں شریک غلام کو مکاتب کرنیکا اور اوسکو تجارت کا اذن دینیکا اور لونڈی کے نکاح کر دینیکا اور یہ سب جو مذکور ہوا اوسوقت ہے جبکہ وہ شریک عنان ہو اور شریک مفاوض کو تو یہ سب کچھ جائز ہے ولو فاوض ان باذن شریکہ جاز والا انعقد عنانا بحر اور اگر شریک مفاوض غیر کو شریک مفاوض بناوے اگر یہ اپنے شریک کے اذن سے ہے تو جائز ہے اور جو نہیں تو شرکت عنان منعقد ہو جاوے گی کذا فی البحر اسواسطے کہ عنان کمتر ہے مفاوضہ سے اور شی اپنی کمتر کی متضمن ہوتی ہے ولا یجوز لہما ای عنان ومفاوض تزویج العبد ولا الاعتاق ولو علی مال اور جائز نہیں دونوں شریکوں کو عنان اور مفاوضہ میں تزویج غلام کی اور نہ اوسکا آزاد کرنا جائز ہے اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو ولا الہبۃ ای لیس لہ ذلک فلم یجز فی حصۃ شریکہ وجاز فی نحو لحم وخبز وفاکہۃ اور نہ شریکوں کو ہبہ کرنا جائز ہے یعنی کپڑا اور اوسکے مانند کو ہبہ کرنا صحیح نہیں اور اگر ہبہ کریگا تو اپنے شریک کے حصے میں جائز نہوگا اور جائز ہے ہبہ مانند گوشت اور روٹی اور میوے کے خلاصہ یہ ہے کہ چاندی سونا اور اسباب ہبہ کرنا درست نہیں اور ماکولات کا ہبہ درست ہے ولا القرض الا باذن شریکہ اذنا صریحا فیہ سراج اور نہ قرض دینا جائز ہے مگر اپنے شریک کے

مضاربت میں نہیں اسواسطے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ملخصا وفی الدر لا یستحق الربح الا باحدی ثلث بمال او عمل او تقبل اور درر میں ہے کہ نفع کا استحقاق نہیں ہوتا
مگر بسبب ایک کو تین چیزون میں سے یا مال سے یا عمل سے یا قبول کرنے سے ہم مال سے نفع حاصل ہونا چنانچہ صاحب مال کو حاصل ہوتا ہے مضاربت میں اور عمل سے نفع ہونا چنانچہ
مضارب کو ہوتا ہے اور قبول کرنے سے نفع ہونا چنانچہ ایک شخص دکان پر بیٹھا ہو اور لوگ اوسکو سینے یا رنگنے کا کام دیتے ہیں اور وہ اپنے شریک سے وہ کام کروا لیتا ہے تو نصف
اجرت کا وہ مستحق ہے بسبب تقبل اور ضمان کے ان تین چیزون کے سوا نفع لینا شرع میں جائز نہیں کذا فی الطحطاوی

فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ

یہ فصل ہے شرکت فاسدہ کے احکام میں شرکت فاسدہ وہ ہے جسمیں صحت شرکت کی شرائط سے کوئی شرط نہو کذا فی العالمگیریۃ لا تصح شرکۃ فی
احتطاب واحتشاش واصطیاد واستقاء وسائر المباحات کاجتناء ثمار من جبال وطلب معدن من کنز وطبخ آجر من طین مباح لتضمنها الوکالۃ
والتوکیل فی اخذ المباح لا یصح صحیح نہیں شرکت مباح لکڑی اور گھاس اور پانی لینے اور شکار کرنے اور باقی مباحات میں چنانچہ پھلوں کا چننا پہاڑون سے اور معدن کا طلب
کرنا کنز سے اور اینٹ کا پکانا مباح مٹی سے بسبب متضمن ہونے شرکت کو وکالت کو اور حالانکہ مباح چیز لینے میں وکیل کرنا صحیح نہیں ہم شرکت بلا وکالت نہیں ہو سکتی اور اخذ مباحات
میں وکالت متصور نہیں اسواسطے کہ توکیل عبارت اثبات ولایت تصرف سے ہے اوس چیز میں جسمین موکل کا تصرف ثابت ہے سو یہان حاصل نہیں اسواسطے کہ موکل مباح چیز کا خود مالک
نہیں تو اپنی جگہ غیر کی اقامت کا کیونکر مالک ہوگا کذا فی المنح معدن وہ ہے جسکی وضع سید الیستی ہو اور کنز وہ ہے جسکی وضع بنی آدم سے ہو اور رکاز دونون کو شامل ہے تو اگر شارح تعداد
مباحات میں طلب معدن و کنز جاہلی لکھتا فتاوی عالمگیری کی مانند تو مناسب تھا اسواسطے کہ کنز اسلامی لقطہ ہے نہ مباح اور اگر مٹی اور کنکر مملوک ہون اور دو شخص اونکو خرید کرکے
اینٹ اور چونہ پکاوین اور بیچین تو جائز ہے یعنی وکیماریۃ شرکۃ الوجوہ ہے اور فتح القدیر میں کہا کہ یہ شرکۃ الصنائع ہے کذا فی الطحطاوی وما حصله احدهما فله وما حصلاه معا
فلهما نصفین ان لم یعلم ما لکل اور مباحات میں سے جو ایک شریک حاصل کریگا تو وہی اوسکا مالک ہوگا یعنی بسبب فاسد ہونے شرکت کے اور جسکو دونون ساتھ ہی حاصل کرینگے
تو وہ دونون میں نصفا نصف ہوگا اگر معلوم نہو کہ ہر شخص نے کتنا حاصل کیا یعنی اگر ہر ایک کی تحصیل معلوم ہو تو اوسکے موافق مالک ہونگے ہم فتاوی خیریہ میں ہے کہ عورت کا زوج
اور بیٹا ایک گھر میں رہتے اور علیحدہ علیحدہ کسب کرتے ہیں اور حاصلات کسب یکجا رکھتے ہیں اور تفاوت اور مساوی اور تمیز معلوم نہیں تو وہ مال دونون میں برابر ہوگا اور اسیطرح
چند بھائی اپنے باپ کی میراث میں سوداگری یا کھیتی کرتے ہیں اور مال زیادہ ہوا تو برابر سب میں تقسیم ہوگا اگرچہ کام اور تدبیر میں متفاوت ہون وما حصله احدهما
باعانة صاحبه فله ولصاحبه اجر مثله بالغا ما بلغ عند محمد وعند ابی یوسف لا یجاوز نصف ثمن ذلک قیل تقدیمهم قول محمد یؤذن باختیاره قهستانی
وعنایۃ اور مباحات میں سے جو ایک شخص نے حاصل کیا اپنے ساتھی کی مدد سے تو وہ چیز اوسی شخص کی ہے اور اوسکے ساتھی کے واسطے اجرت ہے اوسکی محنت کے مانند اجرت مثل
کتنی ہی کیون نہو جاوے محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اوس چیز کی نصف قیمت سے زیادہ اجرت زیادہ نہو گی بعضون نے کہا مقدم لانا فقہا کا محمد کے قول کو اوسکے مختار
اور مفتی بہ ہونے پر آگاہ کرتا ہے کذا فی الدر والعنایہ ہم حموی نے مفتاح سے نقل کیا کہ قول محمد فتوی کے واسطے مختار ہے اور غایۃ البیان میں ہے کہ قول
ابو یوسف استحسان ہے والربح فی الشرکۃ الفاسدۃ بقدر المال ولا عبرة بشرط الفضل فلو کل المال لاحدهما فللآخر اجر مثله کما لو دفع دابته لآخر
لیؤجرها والاجر بینهما فالشرکۃ فاسدۃ والربح للمالک وللآخر اجر مثله وکذلک السفینۃ والبیت اور شرکت فاسدہ میں
نفع بقدر مال کے ہے اور اعتبار نہین زیادہ لینے کی شرط کا سو اگر سب مال ایک شریک کا ہے تو دوسرے شریک کو اوسکی محنت کے مانند اجرت ملیگی چنانچہ
ایک شخص نے اپنا جانور ٹٹو یا بیل دوسرے مرد کو دیا تاکہ اوسکو کرایہ چلاوے اور اجرت دونون میں مشترک ہے تو یہ شرکت فاسد ہے اور تمام نفع مالک کا ہے
اور دوسرے مرد کے واسطے اجرت مثل ہے اور یہی حکم ہے ناؤ اور گھر کا ہم قنیہ میں ہے کہ ایک شخص ناؤ کا مالک ہے اوسنے اپنے ساتھ چار شخص
شریک کئے اس شرط پر کہ ناؤ کو چلاوین جو فائدہ ہو اوسمیں سے پانچوان حصہ مالک کا اور باقی چارون میں برابر تو یہ شرکت فاسد ہے اور حاصل کا مالک

فصل فی الشرکۃ الفاسدۃ

ف — استحقاق نفع تین چیزون سے ہے

ف — چند بھائی باپ کی میراث میں تجارت کرتے ہین تو سب برابر ہیں بایں سبکہ عمل اور تدبیر میں متفاوت ہون ۱۲

صاحب کو ملتی ہو اور اوسپر چارپایوں کی اجرت مثل ہو ولو لبیع علیہا البرّ فالربح لربّ البرّ وللآخر اجر مثل الدابة ولو لاحدهما بغل وللآخر بعیر فالاجر بینهما علی مثل اجر البغل
والبعیر بحصتہ اور اگر ایک شخص نے اپنا جانور دوسرے کو دیا تا وہ اوسپر لادے اور گیہوں لاد کر بیچے تو نفع گیہوں کے مالک کا ہے اور دوسرے کو جانور کی اجرت مثل ملیگی اور اگر
ایک شخص کا خچر ہو اور دوسرے کا اونٹ تو اجرت دونوں میں تقسیم ہوگی خچر اور اونٹ کی اجرت کی مانند کذا فی النہر ہ‍ صاحب نہر نے کہا اسواسطے شرکت فاسد ہے کہ جانور کی منفعت مال
شرکت ہونیکی لیاقت نہیں رکھتی وتبطل الشرکة ای شرکة العقد بموت احدهما علم الآخر او لا لانه عزل حکمی اور باطل ہو جاتی ہے شرکت یعنی شرکت العقد ایک
شریک کے مرنے سے خواہ دوسرے شریک نے اوسکی موت معلوم کی ہو یا نہ اسواسطے کہ موت عزل حکمی ہے تو علم اوسمیں شرط نہیں موت سے شرکت اسواسطے باطل ہو گئی کہ شرکت میں وکالت
ضرور ہے اور موت سے وکالت باطل ہو جاتی ہے کذا فی المنح ولو حکما بان قضی بلحاقه مرتدا موت سے شرکت باطل ہوتی ہے اگرچہ موت حقیقی نہو حکمی ہو اسطرح کہ ایک شریک کے
ملنے دار الحرب میں بحالت ارتداد قاضی کا حکم ہو گیا ہو وتبطل ایضا بانکارها وبقوله لا اعمل معک فتح اور شرکت باطل ہوتی ہے شرکت کے انکار سے اور یوں کہنے سے
کہ میں تیرے ساتھ کام نہیں کرتا کذا فی الفتح وبفسخ احدهما ولو المال عروضا بخلاف المضاربة هو المختار بزازیة خلافا للزیلعی اور شرکت باطل ہوتی ہے ایک شریک کے
فسخ کر ڈالنے سے اگرچہ مال شرکت عروض ہو بخلاف مضاربت کے کہ وہاں فسخ کرنے سے فسخ نہیں ہوتی اگر مال عروض ہو اور یہی قول مختار ہے کذا فی البزازیة بخلاف زیلعی کے کلام کے
ہ‍ زیلعی کے کلام سے کہ جب مال عروض ہو تو فسخ جائز نہیں ویتوقف علی علم الآخر لانه عزل قصدی اور فسخ شرکت موقوف ہے دوسرے شریک کے علم پر اسواسطے کہ یہ عزل
قصدی ہے نہ حکمی ہ‍ طحطاوی نے ذکر کیا [illegible] فسخ علم پر موقوف ہے یعنی فسخ انکاری اور انما عدم العمل کا فسخ اور فسخ صریح ویجعلونه مطلقا فالربح بعد ذلك للعامل لکنه یتصدق
بربح مال المجنون تاتارخانیہ اور شرکت باطل ہوتی ہے شریک کے مجنون مطبق ہو جانے سے اور فسخ شرکت کے بعد کا نفع عامل کے واسطے ہے لیکن وہ خیرات کردے مجنون کے مال کی منفعت کو
کذا فی التاتارخانیہ ہ‍ ظاہرا شرکت فسخ ہونیکا حکم نہیں بلا اطباق جنون اور اطباق جنون کی مدت ایک مہینہ ہے یا چھ مہینے علی اختلاف القولین کذا فی الطحطاوی ولم یزک احدهما
مال الآخر بغیر اذنه فان اذن کل فادیا معا او جهل ضمن کل نصیب صاحبه وتقاصا او رجع بالزیادة اور نہ زکوة دے ایک شریک دوسرے شریک کے مال کی بیدون
اوسکے اذن کے پھر اگر ہر شریک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوة دینے کا اذن دیا پھر دونوں نے ساتھ ہی زکوة دی یا تقدیم اور تاخیر معلوم نہوئی تو ہر شریک حصہ شریک ثانی کا ضامن ہوگا
اور دونوں باہم مجرا کرلیں یا زیادتی کو پھیرلیں یعنی اگر شرکت مفاوضہ ہو یا شرکت عنان میں دونوں کا مال برابر ہو جب تو باہم مجرا کرلیں اور اگر ایسی شرکت عنان ہے جسمیں دونوں مال
کم و بیش ہوں تو زیادہ والا مقدار زیادت کو شریک سے ضمان لے وان ادیا متعاقبا کان الضمان علی الثانی علم باداء صاحبه او لا کالمأمور باداء الزکوة او
الکفارة اذا دفع للفقیر بعد اداء الآمر بنفسه لان فعل الآمر عزل حکمی وفیه لا یشترط العلم خلافا لهما اور اگر دونوں شریکوں نے زکوة آگے پیچھے ادا کی تو دوسرے دینے والے پر
ضمان ہوگا خواہ ثانی کو اپنے شریک کی ادا کرنیکا علم ہوا ہو یا نہ ہو جیسے اداء زکوة اور کفارہ کا مامور جبکہ فقیر کو دے بعد ادا کرنے آمر کے بذات خود ضامن ہوتا ہے اسواسطے کہ آمر کا فعل
عزل حکمی ہے اور اوسمیں علم شرط نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے مذہب کے کہ اونکے نزدیک ضمان نہیں درصورت عدم علم ہ‍ درصورت تعاقب ثانی ادا کرنیوالے پر
اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ اوسنے ادا نکیا آمر کا یعنی فرض کا ساقط کرنا آمر پر ہوا اسواسطے کہ جب آمر نے اول زکوة دی تو اوسپر سے فرض ساقط ہو گیا پھر مامور کے دینے سے
کچھ ساقط نہوا تو وہ آمر کا مخالف ہوا لہذا اوسپر ضمان لازم آیا خواہ اوسکو اسکا علم ہو یا نہوا اسواسطے کہ آمر کے ادا سے مامور حکما معزول ہو گیا بسبب فوت ہونے محل کے
اور حکمی معزولی میں علم اور جہل [illegible] جیسے بیع عبد کا وکیل موکل کے آزاد کر دینے سے معزول ہو جاتا ہے اوسکو اعتاق کا علم ہو یا نہو کذا فی المنح اشتری احد المتفاوضین امة
باذن الآخر صریحا فلا یکفی سکوته لیطأها فهی له لا للشرکة بلا شیء لتضمن الاذن بالشراء للوطی الهبة اذ لا طریق لحلها الا بها
لحرمة وطی المشترکة وهبة المشاع فیما لا یقسم جائزة وقالا یلزمه نصف الثمن ایک شریک متفاوض نے لونڈی خریدی کی دوسرے شریک
کے صریح اذن سے اوسکا چپ رہنا کافی نہوگا اسواسطے خرید کی تا اوس سے قربت کرے تو وہ لونڈی اوسی کی ملک خاص ہوگی نہ شرکت کی مفت ملک مشتری ہوگی اسواسطے
کہ وطی کے واسطے خرید کا اذن دینا ہبہ کو متضمن ہے اسواسطے کہ وطی حلال ہونیکا کوئی طریقہ نہیں سوائے ہبہ کے بسبب حرام ہونے مشترک لونڈی کی وطی کے اور ہبہ مشاع کا اوس

امر میں بعض نے تقسیم نہیں ہوسکتی جائز ہے اور صاحبین نے کہا کہ شریک مشتری کو نصف قیمت دینا لازم ہے وللبائع والمستحق اخذ کل بثمنها وحقوقها التمن المفاوضة
الکفالة اور لونڈی کو بائع یا مستحق کو جائز ہے لونڈی کی قیمت اور اوسکا مہر مثل لینا ہر شریک سے بسبب متضمن ہونے مفاوضہ کو ضمانت کو ھم یہاں لکھ دیتے شریک ہے یعنی بائع
ہر شریک سے قیمت اوسکی لے سکتا ہے اور مستحق مہر مثل ومن اشتری عبدا مثلا فقال له آخر اشرکنی فیه فقال فعلت ان قبل القبض لم یصح وان بعده صح ولزمه
نصف الثمن ان لم یعلم بالثمن خیر عند العلم به اور جس نے مثلا ایک غلام خرید کیا تو غیر شخص نے اوس سے کہا کہ اسمیں مجھکو شریک کرلے سو مشتری نے کہا کہ میں نے کیا یعنی شریک
کیا اگر یہ قول قبل قبض کے ہے تو صحیح نہیں اور اگر بعد قبض کے ہے تو صحیح ہے اور اوسکو نصف قیمت لازم ہے اور اگر دوسرے کو قیمت معلوم نہیں تو وہ مختار ہے قیمت معلوم ہونے کے وقت چاہے
لے یا چھوڑ دے ھم قبل القبض شرکت اسواسطے صحیح نہیں کہ بیع منقول کی قبل القبض جائز نہیں ولو قال اشرکنی فیه فقال نعم ثم لقیه آخر وقال مثله فاجیب
بنعم فان کان القائل عالما بمشارکة الاول فله ربعه وان لم یعلم فله نصفه لکونه مطلوبه شرکته فی کامله وحینئذ خرج العبد من ملک
الاول اور اگر غیر شخص نے کہا کہ مجھکو شریک کرلے مثلا غلام کی خرید میں سو مشتری نے کہا ہاں تب ہمکو شریک کیا پھر مشتری کو دوسرا شخص ملا اور اوسنے بھی مانند اوسکے کہا یعنی شرکت کی
درخواست کی اور جواب دیا گیا کہ ہاں تو بھی شریک ہے تو اگر قائل ثانی مشارکت شخص اول کو جانتا ہے تو وہ چوتھائی کا مالک ہے اور اگر اوسکو مشارکت کا علم نہیں تو نصف کا مالک ہوگا
اسواسطے کہ قائل ثانی کو پوری غلام کی شرکت مطلوب ہے اور اسوقت میں غلام نکلجائیگا اول کی ملک سے ھم قائل ثانی در صورت علم مشارکت اسواسطے چوتھائی کا مالک ہوگا کہ ایجاب
اول سے نصف غلام قائل اول کا ہوگیا تھا اور نصف مشتری کا تو ایجاب ثانی سے مشتری مشارکت نہیں کرسکتا مگر اپنے نصف میں تو نصف نصف یعنی ربع ہوا اور قائل ثانی در صورت
عدم علم مشارکت اسواسطے نصف کا مالک ہوگا کہ قائل ثانی کو عبد کامل میں شریک ہونا مطلوب ہے حالانکہ ایجاب اول سے نصف عبد میں قائل اول کو شریک کرچکا تو نصف جو باقی ہے قائل
ثانی کا ہوگا اب مشتری اول کی غلام میں کچھہ بھی ملکیت باقی نہیں کذا فی المنح ما اشتریت الیوم من انواع التجارة فهو بینی وبینک فقال نعم جاز اشباه ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو
میں آج خرید کروں تجارت کی اقسام سے سو وہ مجھہ میں اور تجھہ میں مشترک ہے سو دوسرے نے کہا ہاں تو یہ جائز ہے کذا فی الاشباه ھم ذکر یوم اور وقت شرط نہیں اور ایک شخص دوسرے کا
حصہ بیع نہیں کرسکتا بدون اوسکی اجازت کے اسواسطے کہ دونوں خرید میں شریک ہوے ہیں نہ بیع میں کذا فی [illegible] وفیها تقبل ثلاثة عملا بلا عقد شرکة فعمله احدهم فله ثلث
الاجر ولا شئ للآخرین اور اشباہ میں ہے کہ تین شخصوں نے ایک کام کرنا قبول کرلیا بلا عقد شرکت سو ایک شخص نے وہ عمل پورا کردیا تو اوسکو تہائی مزدوری ملیگی اور باقی دو شخصوں کو کچھہ
نملے گا ھم چونکہ وہ باہم شریک نہ تھے تو ہر شخص پر ثلث عمل لازم تھا اسواسطے کہ ہر شخص پر تہائی کام تھا تہائی مزدوری کا عوض مستحق تھا سو جب ایک شخص نے پورا کام کردیا تو دو ثلث عمل
کے اوسنے بطور احسان کے کیونکہ مستحق مزدوری کا نہوگا ابن وہبان نے کہا یہ حکم باعتبار قضا کے ہے لیکن باعتبار دیانت کے اوسکو پوری مزدوری دینا مناسب ہے جبکہ اون سبھی کام لینا بطور [illegible]
کہ ہو اسواسطے کہ ظاہر حال عامل یہی ہے کہ اوسنے تمام کام اسی نیت سے کیا کہ پوری مزدوری پاویگا فرع مسائل کا تتمہ شارح کہ القول لمنکر الشرکة قول معتبر شرکت کے منکر کا ہوگا ھم کہ
ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ یہ میرا شریک مفاوض ہے اور وہ شخص منکر ہے اور مال منکر کے قبضہ میں ہے تو منکر ہی کا قول قسم کے ساتھہ معتبر ہوگا اور مدعی پر گواہ لانا لازم ہے کذا فی الفتح
کذا لو ورثته علی المفاوضة لم یقبل حتی یشهدوا انه کان مع الحی فی حیاة المیت گواہ اگر وارث شرکت مفاوضہ پر ہو تو مقبول نہیں جبتک اسپر گواہ نہ لاویں کہ مال مشترک شریک زندہ کے
پاس تھا شریک میت کی زندگی میں اسواسطے کہ مفاوضہ مقتضی بقا مال نہیں ممکن ہے کہ مال ہلاک ہوگیا ہو تو اسکا بیان ضرور لازم ہے کہ یہ مال مشترک ہے بعد اوسکے نصف مال کا حکم ہوگا
لو شهدوا علی الارث والحی علی المفاوضة قضی له بنصفه فتح وارث گواہ لاوے میت کی وراثت پر اور شریک زندہ نے گواہ گذرانے شرکت مفاوضہ پر یعنی میت میرا شریک مفاوض تھا تو شریک
زندہ کو نصف مال میت کا دلایا جاویگا کذا فی الفتح تصرف احد الشریکین فی البلد والآخر فی السفر واراد القسمة فقال ذو الید قد استقرضت الفا فالقول لمن المال
فی یده تصرف کیا ایک شریک نے شہر میں اور دوسرے نے سفر میں اور کسی شریک نے قسمت کا ارادہ کیا تو قابض مال نے کہا کہ میں نے ہزار درم قرض لیے [illegible] شرکت
نہیں قبل قسمت ہو تو اوسی کا قول معتبر ہے اگر مال اوسکے ہاتھہ میں ہے ھم اور دوسرے کو ہزار درم لینا جائز ہے کذا فی المنح حلبی نے کہا والمراد بعد قبض مال کی [illegible]
کی [illegible] حاجت نہیں [illegible] فقط [illegible] لوگوں سے [illegible] خرید [illegible]

سپاہ اور اسکی قیمت سے امین ہے اگر ایک شخص کو دی حفاظت کے واسطے اوس نے مال کو مٹی میں گاڑ دیا یعنی تراش کیا تو مال بنایا تو اوس سے فقط قسم لیجاوے گی یعنی ضمان اوسپر نہیں کہ وہ امین ہے
دفع لاٰخر مالًا وضنہ نصفہ وعقد الشرکۃ فی الکل فشرٰی امتعۃ فطلب رب المال حصتہ ان لم یصبر لنضّہ اخذ المتاع بقیمۃ الوقت ۔ ایک شخص نے دوسرے کو
کچھ مال دیا نصف اوسکو قرض دیا اور کل مال میں شرکت منعقد کی سو دوسرے شخص نے تجارت کا اسباب خرید کیا پھر مال کے مالک نے اپنا حصہ طلب کیا یعنی اپنا قرض مانگا کذا فی الطحطاوی
تو اگر وہ مال بکنے اور نقد حاصل ہونے تک صبر نہ کرے تو اسباب لے لے فی الحال کی قیمت سے یعنی وقت طلب کے قیمت سے لے نہ خرید کے موجب ۔ بینہما متاع علی دابّۃ فی الطریق سقطت
فالذی اہلہا بنیۃ الاٰخر خوفًا من ہلاک المتاع نقفنہ بحصتہ قنیہ ۔ دو شخصوں کا اسباب مشترک ایک جانور پر تھا راہ میں وہ جانور گر پڑا تو ایک شریک نے دوسرے شریک کی
غیبت میں دوسرا جانور کرایہ کیا اسباب کے ضائع ہونے یا نقصان کے خوف سے تو اپنے شریک سے بقدر اوسکے حصے کے کرایہ پھیر لے کذا فی القنیہ ۔ دابّۃ مشترکۃ قال البیطار دون لابد من کیّہا
فکواہا الحاضر لم یضمن ۔ ایک جانور مشترک بیمار ہوا سالوتری نے کہا کہ اوسکا داغنا ضرور ہے سو داغ دلایا اوسکو شریک حاضر نے دوسرے شریک کی غیبت میں پھر جانور ہلاک ہو گیا تو
حاضر پر ضمان نہیں کذا فی المنح ۔ دار بین اثنین سکن احدہما وخربت الدار بالسکنٰی ضمن ۔ ایک گھر دو میں مشترک ہے اسمیں ایک شریک نے سکونت کی اور وہ منہدم ہو گیا اگر اوسکی
سکونت کے سبب سے منہدم ہو گیا تو ساکن پر ضمان ہے ۔ مشترک گھر غیر مقسوم میں شریک کو بقدر اپنے حصے کے سکونت کرنا جائز ہے جدھر چاہے رہے اور مقسوم میں سوا اپنے حصے کے سکونت
جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ۔ طاحون مشترکۃ قال احدہما لصاحبہ عمّرہا فقال ہذہ العمارۃ تکفینی لا ارضی بعمارتک فعمرہا الاٰخر جواہر الفتاوٰی ۔ پن چکی مشترک ہے دو میں سے ایک
شریک نے کہا اپنے دوسرے شریک سے کہ اوسکی تعمیر کر سو اوس نے کہا کہ یہی عمارت مجھکو کافی ہے میں تیری عمارت سے راضی نہیں سو اوس نے اوسکی تعمیر کی تو وہ اپنے شریک سے عمارت کا خرچ
نہیں لے سکتا کذا فی جواہر الفتاوٰی ۔ طاحون مشترک سے ہر چیز غیر قسمت پذیر مراد ہے ۔ وفی السراجیۃ طاحون مشترکۃ انفق احدہما فی عمارتہا فلیس بمتطوع ولو انفق علی عبد
مشترک او ادّی خراج کرم مشترک فہو متطوع الکل من منح المصنف ۔ اور سراجیہ میں ہے مشترک پن چکی کی عمارت میں ایک شریک نے خرچ کیا تو وہ محسن نہیں یعنی شریک
سے اوسکے حصے کے موافق لیگا اور اگر غلام مشترک پر خرچ کیا یا انگور مشترک کا خراج ایک شریک نے ادا کیا تو وہ محسن ہے یہ جمیع مسائل مذکورہ مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول
ہیں ۔ قلت والضابط لذلک کل من اجبر ان یفعل مع شریکہ اذا فعلہ احدہما بلا اذن فہو متطوع والا لا ۔ شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ کا یہ ہے
کہ جس شخص پر اپنے شریک کے ساتھ کام کرنے کا جبر ہو سکتا ہو تو جب ایک شریک وہ کام کرے گا دوسرے شریک کے بلا اذن تو وہ محسن ہے اور اگر اوس کام میں شریک پر جبر نہیں
تو فاعل محسن نہیں ۔ در صورت جواز جبر شریک فاعل قاضی سے نالش کر سکتا ہے تا قاضی زبردستی شریک ثانی سے وہ کام کراوے پھر باوجود اسکے جب اوس نے نالش نہ کی تو وہ تعمیر وغیرہ
میں مضطر نہ تھا محسن ہوا لہذا شریک سے بقدر خرچ کا دعوی نہیں کر سکتا اور در صورت عدم جواز جبر اگر ایک شریک تعمیر وغیرہ کرے گا بلا اذن تو محسن نہ ہو گا کہ وہ اپنے مال بچانے کے
واسطے مضطر ہے تو اپنے شریک سے نصف خرچ کا دعوی کرے گا اور یہ قاعدہ جمیع فروع مذکورہ کو شامل ہے سوا مسئلہ سراجیہ کے اور ظاہر جواہر الفتاوی کا مسئلہ معتمد ہے اسواسطے کہ قاعدہ
مذکورہ کے اور نظائر کے موافق ہے یا سراجیہ کا مسئلہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ بحکم قاضی خرچ کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ۔ ولا یجبر الشریک علی العمارۃ الا فی ثلٰث وصیّ وناظر
وضرورۃ تعذر قسمتہ ککری نہر ومرمۃ قناۃ وبئر ودولاب وسفینۃ معیبۃ وحائط لا یقسم اساسہ فان کان الحائط یحتمل القسمۃ ویبنی کل واحد فی نصیبہ السترۃ
لم یجبر والا اجبر وکذا کل ما لا یقسم کحمام وخان وطاحون وتمامہ فی متفرقات قضاء البحر والعینی والاشباہ ۔ اور شریک پر عمارت کے واسطے زبردستی نہیں ہوتی مگر تین صورت
میں وصی یتیم اور ناظر وقف اور تعذر قسمت کی ضرورت میں چنانچہ اصلاح نہر اور کاریز اور کنویں اور رہٹ اور معیب کشتی کی مرمت اور اوس دیوار کی مرمت جسکی بنیاد
منقسم نہیں ہو سکتی سو اگر دیوار قسمت کی متحمل ہو یعنی طویل ہو اور ہر شریک اپنے حصے میں پردہ کر سکتا ہو تو اوسکی مرمت میں شریک ثانی پر جبر نہ کیا جاوے گا اور اگر دونوں
شریکوں میں سے ایک وہ نہ کر سکتا ہو تو شریک ثانی پر تعمیر کیواسطے جبر ہو گا اور اسیطرح کا حکم علی التفصیل ہر ایک چیز کا ہے جو قسمت نہیں ہو سکتی جیسا حمام اور خانقاہ
اور پن چکی اور پورا بیان اسکا بحر الرائق کی کتاب القضا کی متفرقات اور عینی اور اشباہ میں ہے [illegible] ایک دیوار مشترک ہے [illegible]
وہ گر [illegible] اور اوس دیوار پر [illegible] کا بوجھ ہے [illegible] ایک وصی نے دیوار کی مرمت طلب [illegible]

اور دوسرا راضی اسکو نہیں ہوتا تو قاضی وہاں امین کو بھیجے کہ اوسکو دیکھے کہ اگر تنکہ مرمت مین دونون کا ضرر معلوم کرے تو زبردستی بنوادے اور جامع الفصولین مین ہے کہ پن چکی اور حمام اگر منہدم ہوکر جنگل ہوگیا تو اوسکی تعمیر مین جبر نہین زمین کو دونون شریک تقسیم کرلین اور اگر عمارت قائم ہے اور کچھ منہدم ہے تو جو شریک مرمت کرتا ہو اوسپر زبردستی چاہیے اور اگر محتاج ہو تو دوسرا شریک مرمت کرے اور نصف خرچ اوسپر ہوگا کذا فی الطحطاوی وفی غصب المجتبی زرع بلا اذن شریکه فدفع له شریکه نصف البذر لیکون الزرع بینهما قبل النبات یجوز وبعده یجوز وان اراد قلعه یقاسمه فیقلع ما فی نصیبه ویضمن الزارع نقصان الارض بالقلع الصواب نقصان الزرع اور مجتبی کی کتاب الغصب مین ہے کہ زراعت کی بلا اذن شریک کے سوا اوسکے شریک نے اوسکو آدھا بیج دیا یا کھیتی دونون مین مشترک ہوا اگر کھیتی جمنے سے پہلے بیج دیا تو جائز نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ معدوم ہے اور بعد کھیت جمنے کے جائز ہے اور اگر شریک غیر زارع نے کھیت اوکھاڑنے کا ارادہ کیا تو اوسکو بانٹ تقسیم کرلے پھر اوسکو اوکھاڑ ڈالے اپنے حصے سے اور زراعت کرنیوالا نقصان زمین کا ضمان دے جو نقصان کہ اوکھاڑنے سے ہوا اور ٹھیک یہ ہے کہ نقصان زراعت کا ضمان دے ہم طحطاوی نے ذکر کیا قول اخیر شارح کا ہے اسواسطے کہ عبارت مجتبی تا لفظ بالقلع منتہی ہوگی چنانچہ نیز مجتبی کے نسخ معتمدہ مین اسیطرح پایا ہے اور تصویب شارح کی بلاوجہ ہے اسواسطے کہ غاصب بھی شریک ہے جسنے بلا اذن اپنے شریک کے کھیتی کی انتہی ملخصاً وفی قسمة الاشباه المشترك اذا انهدم فابی احدهما العمارة فان احتمل القسمة لا جبر ويقسم والا بنی ثم اجره ليرجع وتمامه فی شركة المنظومة المحبية اور اشباہ کی کتاب القسمة مین ہے کہ مکان مشترک جب منہدم ہوجاے اور ایک شریک اوسکی مرمت سے انکار کرے تو اگر وہ مکان قابل قسمت ہے تو اوسکی تعمیر مین شریک پر جبر نہین اور اوسکی تقسیم کیجاویگی یعنی دوسرے شریک کی درخواست سے اور اگر مکان قابل تقسیم کے نہو تو وہ شریک اوسکو بنا دے یعنی قاضی کے حکم سے پھر اوسکو کرایہ دے تا نصف خرچ حاصل کرے اور پورا اسکا بیان منظومہ محبیہ کی کتاب الشرکة مین ہے فيها باع شريك شقصه لاخر ولو بلا اذن شريك ناظر فيما عدا الخلط والاختلاط يجوز ذاك البيع والتعاطى اور منظومہ محبیہ مین ہے ایک شریک نے اپنا حصہ دوسرے شخص سے بیچا اگرچہ بلا اذن شریک حاضر کے بیع کی ہو سواے صورت خلط اور اختلاط کے تو بیع اور تعاطی جائز رکھی گئی ہم یہ مسئلہ شرکة الملك کا ہے جو اول باب مین مذکور ہوچکا ہے ثم الشريك ههنا لو باعا حصته من فرس دابتاعا ذلك منه الاجنبی وهلكا وكان ذا بغير اذن الشركا فان يشاؤا ضمنوا الشريك او من اشتری منه على ما قدروا پھر یہان شریک اگر اپنا حصہ گھوڑی مین سے بیچے اور شخص اجنبی اوس سے مول لے اور گھوڑا ہلاک ہوجاوے اور یہ بیع بغیر اذن شریکون کے ہوئی ہو تو بموجب روایت فقہا کے شریکون کو اختیار ہے کہ شریک سے ضمان لین یا اوس سے جس سے اوسنے خرید کیا ہم درصورت اذن کے تضمین نہین اور شریک پر ضمان اوس صورت مین ہے جب اوسنے گھوڑا مشتری کو تسلیم کردیا ہو اور اگر مشتری نے بلا تسلیم بائع اوسکو لیا ہو تو فقط مشتری پر ضمان ہے کذا فی الطحطاوی وان يكن كل شريك اجرا حصته حماما له من اخرا وكان شخص منهما قد اذنا لذالك فی تعميرها والبنا فلا رجوع صاح للمستاجر فی ذا البنا علی الشريك الاخر اور اگر ہر شریک نے اپنا حصہ حمام کا دوسرے کو اجارہ دیا ہو اور ایک شخص نے دونون شریکون مین سے اوس مستاجر کو اوسکی تعمیر اور بنا کی اجازت دی ہو تو مستاجر کو جائز نہین اس تعمیر کا خرچ مانگنا دوسرے شریک سے جسنے اجازت نہین دی ہم حلبی نے ذکر کیا شارح نے حاشیہ پر یہ عبارت یہان لکھی ہے قلت ظاهره انه يرجع على الاذن بقيمه بحصته فليراجع یعنی مین کہتا ہون کہ ظاہر کلام مذکور یہ ہے کہ مستاجر اذن دینے والے شریک سے مرمت کا خرچ لے گا انتہی بابت باقی رہی یہ کہ تمام خرچ اوس سے لے گا یا بقدر اوسکے حصہ کے تو اوسکو کتب فقہ مین تلاش کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ یہی عبارت بعض نسخ در المختار کے اندر مرقوم ہے اور آخر مین اوسکے لفظ منه ہے اور یہ قرینہ ہے کہ یہ عبارت حاشیہ کی ہے اسواسطے کہ عادت مصنفین یہ ہے کہ حاشیہ لکھکے اختتام کے بعد منه لکھتے ہین ہم لو احد من الشريكين سكن فی الدار مدة مضت من الزمن فليس للشريك ان يطالبه باجرة السكنی ولا المطالبة بانه يسكن مثل الاول لكنه ان كان فی المستقبل يطلب اذ يهايی الشريكا يجاب فافهم ودع التشكيكا دو شریکون مین سے ایک شریک رہا گھر مین ایک مدت تک جو گذر گئی زمانہ سے تو دوسرے شریک کو کرایہ مانگنا جائز نہین اور نہ اوسکا اوسکو مطالبہ ہے کہ اوسمین رہے زمانہ اول کے برابر لیکن اگر زمانہ مستقبل مین شریک سے مطالبہ مہایات کا طلب ہو تا کہ بہت تو قبول کیا جاویگا سو اسکو سمجھ لے اور چھوڑ تشکیک کو ہم اب چند مسائل شرکت فتاوی عالمگیری سے نقل کرتا ہون باپ اور بیٹے نے ایک حرفت سے مال حاصل کیا اور بیٹا اونکے پاس کچھ مال نتھا تو یہ مال باپ ہی کا ہے اگر بیٹا اوسکی عیال مین ہو اس لیے

بیٹا معین ہو یا باپ کا کام اسطرح اگر وہ بیٹا کہ باپ ہی مال نہو اور دونون نے اپنی سعی سے مال کثیر جمع کیا ہو تو وہ مال زوج ہی کا ہے زوجہ اوسکی معین اور مددگار ہوگی ہان اگر زوجہ کا علیحدہ پیشہ
یا تو اوسکی مالک وہی ہوگی دو شخصون کا جو دین کہ ایک شخص پر واجب ہو کا سبب واحد ہے حقیقۃ ہو یا حکما تو وہ دین دونون مین مشترک ہوگا تو جب ایک شریک دین مین سے
حاصل کرے گا تو دوسرے شخص کو اوسمین مشارک ہونا جائز ہے اور جو دین دو شخصون کا دو سبب مختلف سے ہو تو وہ مشترک نہین تو اگر ایک شخص کچھ حاصل کرے گا تو دوسرا اوسمین
شریک نہین ہو سکتا ایک اونٹ دو مین مشترک ہے پھر ایک شریک اوسپر کچھ لاد کر بستی سے چلا اپنے شریک کے اذن سے پھر اونٹ راہ مین گر پڑا اسکو شریک نے اوسکو حلال کر ڈالا
اور اوسکی زندگی کی امید تھی تو وہ ضامن ہے اور اگر امید نتھی تو ضامن نہین اور اگر غیر شریک اوسکو حلال کرے گا تو ہر صورت اوسپر ضمان ہے امید ہو یا نہو یہی قول اصح ہے
یہی حکم ہے گاے بکری چرانے والے کا کہ صورت قطع امید حیات اوسکی ذبح کرنے مین ضمان نہین اور غیر شخص کے ذبح مین ضمان ہے مطلقا طعام اور درہم دو شریکون مین مشترک
ہین سو شریک حاضر نے شریک غائب کے پیچھے نصف طعام اور درہم کو صرف کیا محمد نے کہا مین امید رکھتا ہون کہ کچھ مضائقہ نہین فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول ہمارا مختار ہے
مکیل اور موزون مشترک سے اپنا حصہ لینا شریک کی غیبت مین جائز ہے ایک گھر مین دو شریک رہتے ہین تو اگر ایک شریک چھت پر چڑھے تو دوسرا اوسکو روک نہین سکتا اسواسطے
کہ اپنے حق مین متصرف ہے اگر ایک وارث نے ترکہ مشترکہ مین تجارت کی اور نفع حاصل کیا تو یہ نفع فقط اوسی کا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو ہزار درم قرض دے مین تجارت
کرون نفع مین ہم اور تم شریک ہین پھر اوسنے قرض دیا اور فائدہ حاصل ہوا تو تمام نفع مستقرض کا ہے نہ مقرض کا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الوقف

مناسب ہے وقف کے احکام مین بہ نسبت مسائل شرکت کے تاخیر ظاہر ہے کہ اسمین انتفاع طاعات محبوبہ ہے منجملہ اپنی اولاد یا محتاجین کے اور کل مصالح کی ادائیت ہے کہ بعد موت کے بھی اوسکا ثواب جاری رہے
امام شافعی نے فرمایا کہ میری دانست مین اہل جاہلیت مین وقف نتھا خصوصیات جمیع اہل اسلام سے جاری ہوئی اور ثابت ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باغ مدینہ مین وقف
کئے اور خلیل الرحمن علیہ السلام کی اوقاف اب تک باقی ہین اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کے اوقاف مشہور ہین کذا فی الاسعاف مناسبتہ للشرکۃ ادخال غیرہ معہ
فی مالہ غیر ان ملکہ باق فیہا لا فیہ مناسبت وقف کی شرکت سے اپنے مال مین غیر کا داخل کرنا ہے اپنے ساتھہ مگر اتنا فرق ہے کہ مالک کی ملک شرکت مین باقی ہے نہ وقف
مین هـ غیر کا ادخال شرکت مین لوٹا ہے کہ شریک مالک کے ساتھہ تصرف اور نفع مین داخل ہے لیکن اپنے ساتھہ غیر کا داخل کرنا اقسام وقف مین لازم نہین تا جب کہ اپنی ذات
پر وقف کرے تو اگر شارح صاحب نہر الفائق وغیرہ کی مانند یون کہتا کہ مناسبت وقف کی شرکت سے اس اعتبار سے ہے کہ مقصود دونون سے اوس مال کا انتفاع ہے سبب جو
مال پر زائد ہو لیکن شرکت مین اصل مال بعد حصول کی ملک مین رہتا ہے اور وقف مین اکثر کے نزدیک اوسکی ملک سے نکل جاتا ہے تو خوب تر درمنح ہوتا کذا فی الطحطاوی ھو
لغۃ الحبس وقف لغت مین معنی حبس ہے یعنی بند کرنا اور روکنا ھـ ولہذا موقف الحساب اوس مکان کو کہتے ہین جہان لوگ قیامت مین حساب کیواسطے محبوس ہون گے
مناسبت ہے معنی موقوف اصلیہ اوسکی جمیع اوقاف ہو وشرعا حبس العین علی حکم ملک الواقف والتصدق بالمنفعۃ ولو فی الجملۃ اور اصطلاح شرع مین وقف
عبارت حبس کرنے عین سے وقف کرنے والے کی ملک کے حکم پر اور خیرات کرنی منفعت سے اگرچہ تصدق فی الجملۃ ہو ھـ یہ تعریف وقف کی امام کے مذہب پر ہے شارح نے قید کا اتباع
بنا پر الیہ زیادہ کی اور یہ صحیح نہین اسواسطے کہ تصحیح قہستانی امام کے نزدیک تصدق ملوک ہے وقف کا حقیقۃ نہ حکما اور قید فی الجملۃ جو اب سے فتح القدیر کا صاحب فتح القدیر نے کہا کہ
وقف پر یعنی عبارت زیادہ کرنا چاہیے او صرف منفعتہا الی من احب یعنی اوسکی منفعت کا صرف کرنا جسپر چاہے اسواسطے کہ اغنیا کی طرف صرف کرنا بلا قصد
وقف مین صحیح ہے بشرطیکہ اوسکے آخر مین قربت دائمی ہو لیکن قبل انقراض اغنیا وقف ثابت ہے بلا تصدق اور اسقدر زیادہ کرنے سے تعریف جامع ہو جاتی
کا جواب یہ ہے کہ تصدق فی الجملۃ مراد ہے اور اسپر بدایع کی عبارت دلالت کرتی ہے کہ اگر اغنیا پر وقف کرے تو جائز نہین اسواسطے کہ قربت نہین ہے بجز اوس
کے کہ اگر اوسکے آخر مین محتاجین کے واسطے مقرر کرے تو قربت ثابت ہوگی فی الجملۃ کذا فی الحلبی والاصح انہ عندہ جائز غیر لازم کالعاریۃ اور
صحیح یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک وقف جائز ہے لازم نہین مانند عاریت کے یعنی واقف کو ابطال وقف کا اختیار ہے وعندہما ھو حبسہا علی

حکم ملک اللہ تعالیٰ وصرف منفعتہا علی من احب ولو غنیا فیلزم فلا یجوز لہ ابطالہ ولا یورث عنہ وعلیہ الفتوی ابن کمال وابن الشحنۃ
اور صاحبین کے نزدیک وقف عبارت ہے عین کے حبس کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ملک کے حکم پر اور اوسکی منفعت کو صرف کرنے سے جسپر چاہے اگرچہ موقوف علیہ غنی ہو پھر جب واقف کی ملک سے خارج ہوا
تو وقف لازم ہوگیا تو واقف کو اوسکا باطل کر دینا جائز نہیں اور اوسکا وارث اوسکو وراثت میں نپاویگا اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے کذا صحح ابن کمال وابن الشحنۃ وسببہ ارادۃ
محبوب النفس فی الدنیا ببر الاحباب وفی الآخرۃ بالثواب اور سبب وقف کا ارادہ کرنا ہے محبوب لی اور پسندیدہ جانی کا دنیا میں دوستوں کے اندر اور آخرت میں ثواب حاصل کرنیکو
یعنی بالنیۃ من اھلہا لانہ مباح بدلیل صحتہ من الکافر یعنی حصول ثواب وقف اوس شخص کی نیت سے ہوتا ہے جو اہل ہے نیت کا یعنے مسلم عاقل بالغ اسواسطے کہ وقف کرنا
مباح ہے بدلیل صحیح ہونے وقف کے کافر سے یعنی جب کافر کا وقف صحیح ہوا کہ وقف فی نفسہ عبادت نہیں تو ثواب نیت سے ہوگا نہ اصل وقف سے وقد یکون واجبا بالنذر فیتصدق بہا
او بثمنہا ولو وقفہا علی من لا یجوز لہ الزکوۃ جاز فی الحکم وبقی نذرہ وبہذا عرف صفتہ اور وقف کرنا کبھی واجب ہوتا ہے نذر کرنیسے تو چیز موقوف کو تصدق کرے
یا اوسکی قیمت کو اور اگر اوسکو وقف کیا اوسپر جسکو زکوۃ دینا جائز نہیں تو حکم میں وقف جائز ہوگا اور نذر باقی رہیگی اور اس تقریر سے صفت وقف کی معلوم ہوگئی ہم صفت وقف کی یہ ہے
کہ وہ مباح اور قربت اور فرض ہوتا ہے مباح وہ وقف ہے جو بلا قصد قربت ہو ولہذا ذمی سے وقف صحیح ہے اور اوسکو کچھ ثواب نہیں اور وقف قربت بقصد عبادت ہوتا ہے مسلم سے اور وقف
فرض نذر ہے چنانچہ یوں کہنا کہ اگر میرا والد آوے تو مجھپر اس گھر کا وقف کرنا مسافروں پر لازم ہے پھر اگر نذر کرنیوالا اپنے اصول اور فروع پر وقف کریگا تو وقف جائز ہوگا لیکن نذر ادا نہوگی
کذا فی البحر اور یہ جو شارح نے کہا کہ اوسکو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو تو مسئلہ نذر بالوقف کو اوس مسئلہ کے ساتھ مخلوط کر دیا جب صیغہ وقف کا نذر ہو حالانکہ دونوں کا حکم مختلف ہے
نذر بالوقف کا حکم تو ابھی معلوم ہوچکا اور صیغہ وقف کے نذر ہونیکا بحر الرائق میں یہ حکم ہے کہ اگر بحکم عرف یا قائل کے پوچھنے سے وقف ثابت ہو تو وہ وقف ہے اور وہ اگر کہے کہ میں نے صدقہ
کا ارادہ کیا تو وہ نذر ہے اوسکو تصدق کرے یا اوسکی قیمت کو اور اگر کچھ نیت نہو تو وہ میراث ہے کذا فی الطحطاوی ملخصا وحکمہ ما مر فی تعریفہ اور حکم وقف کا گذر گیا اوسکی
تعریف میں ہم حکمہ یعنی اثر مرتب جو تعریف میں مذکور ہوا سو تصدق ہے منفعت کا ومحلہ المال المتقوم اور وقف کا محل مال متقوم ہے جو قابل وقف ہو طحطاوی تو ایسا
مال ہو وہ مال مراد ہے جو واقف کا مملوک ہو وقف کرنیکے وقت تو اگر زمین کو غصب کرکے وقف کیا پھر اوسکو خرید لیا مالک سے تو صحیح نہیں ورکنہ الالفاظ الخاصۃ کارضی
ہذہ صدقۃ موقوفۃ مؤبدۃ علی المساکین ونحوہ من الالفاظ کموقوفۃ للہ او علی وجہ الخیر والبر واکتفی ابو یوسف بلفظ موقوفۃ فقط
قال الشہید ونحن نفتی بہ للعرف اور رکن وقف کا الفاظ مخصوصہ ہیں چنانچہ یوں کہنا کہ میری یہ زمین صدقہ موقوفہ دائمی ہے مساکین پر اور مانند ان الفاظ کے
چنانچہ یوں کہنا کہ یہ زمین اللہ کیواسطے موقوف ہے یا علی وجہ الخیر یا علی وجہ البر موقوفہ ہے اور ابو یوسف نے فقط بلفظ موقوفہ اکتفا کی ہے یعنی اگر اسیقدر کہے کہ یہ زمین یا یہ باغ موقوف
ہے بلا ذکر محتاجوں کے یا بلا قید دوام تو کافی ہے صدر شہید نے کہا کہ ہم اسی قول کا فتوی دیتے ہیں بسبب عرف کے ہم الفاظ کو ذکر کیا اسواسطے کہا کہ اگر وقف مع الشرائط لکھے بلا تلفظ تو
وقف صحیح نہیں بالاتفاق کذا فی القہستانی اور شرح ملتقی میں ہے کہ طرفین کے نزدیک وقف صحیح نہیں جبتک اوسکو اپنے ہاتھ سے نہ لکھے اور شاہدوں کو اوسکے مضمون پر
گواہ نکرے انتہی مشائخ بلخ نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہے کہ مجرد لفظ وقف بلا ذکر دوام اور جہت مصرف کافی ہے اور اکثر علما نے محمد کے قول پر فتوی دیا ہے اشتراط تسلیم میں
کذا فی الطحطاوی وشرطہ شرط سائر التبرعات کحریۃ وتکلیف اور شرط وقف کی وہ ہے جو باقی تبرعات کی شرط ہے چنانچہ آزادی اور تکلیف تو غلام اور نابالغ
اور مجنون کا وقف صحیح نہیں وان یکون قربۃ فی ذاتہ اور شرط وقف یہ ہے کہ فی ذاتہ قربت ہو ہم تو مسلم یا ذمی کا وقف نصاری یا یہود کے معبد اور فقرا اہل حرب پر
صحیح نہیں اور غنی پر وقف کرنے میں قربت ہے اسواسطے کہ ذخیرہ میں ہے کہ تصدق علی الغنی میں ایک طرح کی قربت ہے کمتر قربت فقیر سے معلوما منجزا لا معلقا
الا بکائن شرط وقف کی یہ ہے کہ معلوم ہو نہ مجہول منجز ہو نہ معلق کسی شرط پر مگر معلق بشرط موجود جائز ہے ہم تو اگر اپنی کچھ زمین وقف کی بلا تعیین تو صحیح
نہیں یا یوں کہا کہ یہ زمین فقرا یا میرے قرابت والوں پر وقف ہے تو باطل ہے بسبب شک کے کذا فی العالمگیریہ اور اسیطرح وقف زمین باستثناء اشجار صحیح
نہیں بسبب عدم تعیین وقف اور اگر بولا کہ اگر میرا بیٹا ہو تو میرا گھر وقف ہے مساکین پر تو صحیح نہیں بسبب تعلیق کے اور اگر یوں کہا کہ اگر یہ گھر میرا ہو تو [illegible]

کہ وقت تکلم وہ گھر متکلم کا مملوک تھا تو وقف صحیح ہوگا اسواسطے کہ تعلیق تھی شرط موجود پر ولا مضافاً ولا موقتاً ولا بخیار شرط اور شرط وقف یہ ہی کہ مضاف نہ ہو اور موقت نہ ہو اور خیار شرط نہ ہو عدم اضافت وقف اسطرح کہ میرا گھر صدقہ ہی کل یا پرسوں علیحدہ کہا کہ عدم اضافت کو شرط وقف کی کہنا غلط ہی اسواسطے کہ بحر

نہر جامع الفصولین سے صحت اضافت منقول ہی ولا ذکر معہ اشتراط بیعہ وصرف ثمنہ لحاجتہ فان ذکرہ بطل وقفہ بزازیہ اور شرط یہ ہی کہ وقف کے ساتھہ اوسکی بیع کو

اور اوسکی قیمت صرف کرنیکو اپنی حاجت میں ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کریگا یعنی اسطرح کہ یہ زمین وقف ہی لیکن اگر مجھکو حاجت ہوگی تو بیچ ڈالونگا اوسکی قیمت صرف کرونگا تو وقف اوسکا باطل

ہی کذا فی البزازیہ وفی الفتح لو وقف المرتد فقتل او مات اور ردۃ المسلم بطل وقفہ اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر مرتد نے وقف کیا پھر وہ مقتول ہوا یا مر گیا یا مسلم نے

وقف کیا پھر مرتد ہوگیا تو اوسکا وقف باطل ہی ہم وقف مرتد میراث ہو جائیگا خواہ وہ مقتول ہو اپنے ارتداد پر یا مر جائے یا مسلمان ہو لیکن بعد اسلام کے اعادہ وقف صحیح ہی اور مرتدہ کا وقف کرنا صحیح ہی اسواسطے

لہ وہ مقتول نہیں ہوتی کذا فی البحر ولا یصح وقف مسلم او ذمی علی بیعۃ او حربی قیل او مجوسی اور صحیح نہیں وقف کرنا مسلم یا ذمی کا معبد نصاریٰ پر یا حربی پر اور

بعضوں نے کہا یا مجوسی پر ہم معبد نصاریٰ سے جمیع معابد کفار مراد ہیں معابد کفار کا وقف عہد اسلام میں باطل ہی اور اگر زمانہ جاہلیت میں یعنی حربی ہونیکے وقت وقف کیا تو صحیح

ہی کہ بعد ذمی ہونیکے اوس سے تعرض نہیں اور قول معتمد یہ ہی کہ محتاجین مجوس پر وقف جائز ہی کذا فی البحر وجاز علی ذمی لانہ قربۃ حتی لو قال علی ان من اسلم من ولدہ

او انتقل الی غیر النصرانیۃ فلا شیٔ لہ لزم شرطہ علی المذہب اور جائز ہی وقف کرنا ذمی پر اسواسطے کہ وہ قربت ہی واسطے اوسکو صدقہ اور نذر

اور کفارہ دینا جائز ہی یہانتک کہ اگر نصرانی ذمی وقف کرے اس شرط پر کہ جو اوسکی اولاد سے مسلمان ہوجائے یا نصرانیت کے سوا اور دین کیطرف انتقال کرے تو اوسکو محصول وقف سے

کچھہ حصہ نہیں تو اوسکی شرط لازم ہوگی بنا بر مذہب مختار کے اسواسطے کہ مالک کو اپنے تصرفات میں اختیار ہی کذا النص الخصاف والملک یزول عن الموقوف باربعۃ

امور باقرار مسجد کما سیجیٔ او بقضاء القاضی لانہ مجتہد فیہ وصورتہ ان یسلمہ الی المتولی ثم یظہر الرجوع معین المفتی

مفہما للفتح بالموت مولی من قبل السلطان کالمحکم اور ملک واقف کی زائل ہوتی ہی موقوف سے ایک امر سے منجملہ چار امور کے مسجد کرنا ہی چنانچہ عنقریب اسکا بیان آویگا

یا اوس قاضی کے حکم کرنیسے جو بادشاہ کیطرف سے مقرر ہی نہ حکم کے حکم سے حکم قاضی کی اسواسطے حاجت ہوئی کہ زوال ملک مجتہد فیہ ہی اور صورت اوسکی یہ ہی کہ واقف

متولی کو وقف تسلیم کر دے پھر اپنا رجوع ظاہر کرے یعنی کہے کہ اب میں وقف نہیں کرتا کذا فی معین المفتی عن الفتح پھر قاضی بعد مرافعہ متولی کے لزوم کا حکم کرے ہم مصنف نے لزوم کو

لو زوال ملک سے تعبیر کیا اسواسطے کہ زوال ملک کو لزوم وقف لازم ہی اور قضا کی احتیاج امام کے مذہب پر ہی اسواسطے کہ صحت وقف میں اختلاف نہیں بلکہ اختلاف تو لزوم وقف میں ہے

سوا امام کے نزدیک لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہی تو اسمین بیچ اور ارث نہیں اور ترجیح دلیل سے ہے اور انصاف یہ صاحبین کے مذہب کیواسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور

صحابہ کے اوقاف سے بکثرت استدلال کیا ہی اور ابو یوسف اول امام کے قول پر تھے جب ہارون الرشید کیساتھ حج کیا اور مدینہ طیبہ اور اوسکی نواح میں اوقاف صحابہ کرام کو دیکھا تو

امام کے مذہب سے رجوع کیا اور لزوم وقف کا فتویٰ دیا خلاصہ یہ ہی کہ مشائخ نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیکر فتویٰ دیا ہی علاوہ اسکی فقہا نے تصریح کی ہی کہ جب قاضی نے رشوت لی

تو اوسکا حکم نافذ نہیں ہوتا اور ہمارے زمانہ میں قاضی رشوت سے خالی نہیں تو اسوقت میں لزوم وقف نہیں ہو سکتا مگر صاحبین کے قول پر کذا فی الطحطاوی وسیجیٔ ان البینۃ

تقبل بلا دعوی اور آگے آویگا کہ گواہی مقبول ہی بلا دعوی یعنی اسواسطے کہ حکم وقف کا تصدق ہی محصول کا اور وہ حق تعالیٰ کا حق ہی اور حقوق اللہ میں قضا بالشہادۃ بلا دعوی

صحیح ہی کذا فی البحر واذا صح القضاء بالوقف قضاء علی الکافۃ فلا تسمع فیہ دعوی ملک آخر ووقف آخر لا تسمع افتی ابو السعود مفتی

الروم بالاول وبہ جزم فی المنظومۃ المحبیۃ ورجحہ المصنف صونا عن الحیل لابطالہ لکنہ نقل بعدہ عن البحران المعتمد الثانی وصححہ فی الفواکہ

البدریۃ وبہ افتی المصنف پھر کیا قضا بالوقف حکم ہی سب پر کہ اوسمیں دوسری ملک یا دوسرے وقف کا دعویٰ مسموع نہیں یا سبھوں پر حکم نہیں جو دعویٰ مذکور

مسموع ہو ابو السعود مفتی روم نے قول اول یعنی عدم کا فتویٰ دیا اور اسی قول پر منظومہ محبیہ میں یقین کیا اور اوسکی ترجیح مصنف نے دی تا وقف ابطال کے حیلوں سے محفوظ رہے

لیکن مصنف نے اپنی شرح میں اس کلام کے بعد بحر الرائق سے نقل کیا کہ قول ثانی یعنی جواز سماع دعویٰ معتمد ہی اور اوسکے فواکہ بدریہ میں تصحیح کی ہی اور اوسیکا فتویٰ

مصنف نے دیا ہے او بالموت اذا علق بموتہ کاذا مت فقد وقفت داری علی کذا فالصحیح انہ کوصیۃ تلزم من الثلث بالموت لا قبلہ ولو لوارثہ
وان ردوا لکنہ یقسم کالثلثین یا ملک زائل ہوتی ہے واقف کے موت سے جبکہ وہ اپنی موت پر وقف کو معلق کرے اس طرح کہ جب میں مر جاؤن تو میرا گھر فلانے پر وقف کیا تو صحیح یہ ہے
کہ وقف وصیت کی مانند لازم ہوتا ہے ثلث مال سے میت کے قبل اسکے اگرچہ واقف نے اپنے وارث کے واسطے وقف کیا ہو گو اوسکے وارثون نے اوسکو جائز نہ رکھا ہو لیکن ثلث تقسیم کیا جاویگا وارثون
دو ثلث کی مانند تصویر یہ ہے کہ ایک عورت نے گھر کو اپنے مرض الموت مین اپنی بیٹیون پر وقف کیا اونکے بعد اونکی اولاد پر اور اونکی اولاد کی اولاد پر جبتک کہ نسل باقی رہے اور بعد اوسکے مساکین پر
پھر وہ عورت مرگئی اور دو بیٹیان اور ایک بہن وارث چھوڑ گئی اور بہن اسکے وقف کرنے سے راضی نہوئی میت کا کچھ مال نہ تھا سوای اوس گھر کے تو وقف جائز ہوگا ایک ثلث مین
تو دو ثلث وارثون مین بقدر اونکے سہام کے تقسیم ہونگے اور ایک ثلث وقف رہیگا تو اوسکا جو کرایہ وغیرہ ہوگا وارثون پر تقسیم ہوا کریگا بقدر اونکے حصون کے جبتک وارث زندہ رہیں
یعنی بیٹیون پر پھر اونکی اولاد پھر اولاد کی اولاد پر واقف کی شرط کی مانند اور وارثون کا اوسمین حق نہین یعنی اوسکی بہن کا یا اوسکی اولاد کا انتہی بزازیہ کی عبارت یہ ہے قال رضی اللہ عنہ
علی ابنی فلان فان مات فعلی ولدہ وولد ولدی ونسلی ولم تجز الورثۃ فہو ارث بین کل الورثۃ ما دام الابن الموقوف علیہ حیا فان مات صار کلہ للنسل انتہی یعنی ایک شخص نے کہا کہ میری
زمین وقف ہے میرے بیٹے فلانے پر پھر جب وہ مرجاوے تو اوسکی ولد پر اور میری نسل پر اور وارثون نے اوسکو جائز نہ رکھا تو وہ ارث ہے سب وارثون مین جبتک ابن موقوف علیہ زندہ رہیگا پھر جب
وہ مریگا تو تمام نسل کو ملیگا انتہی اور ترجمہ صاحب بحر الرائق نے کہا کہ عبارت بزازیہ کی صحیح نہین ہے اسواسطے کہ ظاہر یہی ہے کہ مذکور ہوچکا کہ دو ثلث ملک ہین وارثون کی اور ایک ثلث وقف ہے اور اوسکا
محصول وارثون پر تقسیم ہوگا جبتک کہ وارث موقوف علیہ زندہ رہیگا شارح نے اس اعتراض کا جواب قول آئندہ مین دیا فقول البزازیۃ انہ ارث ای حکما فلا خلل فی عبارۃ
فاعتبر الارث بالنظر للغلۃ والوصیۃ وان ردوا بالنظر للغیر وان لم تنفذ لوارثہ لانہا لم تتمحض لہ بل لغیرہ بعدہ فافہم
تو بزازیہ کا یہ قول کہ ثلث وقف کا ارث ہے محمول ہے ارث حکمی پر یعنی باوجود وقف ہونیکے تا حیات موقوف علیہ کے میراث کی مانند تقسیم ہوگا تو اب کچھ خلل نہین ہے بزازیہ کی عبارت مین فقہا نے
وارث کا اعتبار کیا بنظر محصول وقف کے اور وصیت کا اعتبار کیا اگرچہ وارثون نے اوسکو جائز نہ رکھا بنظر غیر کے گو وصیت جاری ہو وارث کیواسطے اسواسطے کہ وصیت یہان محض وارث
کیواسطے نہین تھی کہ جو جائز نہ ہو بلکہ غیر وارث کیواسطے نافذ ہوتی ہے بعد وارث کے تو سمجھ لے یعنی چونکہ وصیت فقط وارث کیواسطے خالص نہ تھی لہذا اوسمین دونون اعتبار کی رعایت کی ارث کا
اعتبار بنظر محصول کے کیا اور غیر وارث کا اعتبار بنظر وصیت کے کیا تا وصیت لازم ہو جاوے طحطاوی نے کہا شارح کا رد ظاہر نہین ہے اسواسطے کہ عبارت بزازیہ یہ نہین ہے کہ تمام ارث ہے
جبتک ابن موقوف علیہ زندہ ہے اور اوسکی موت کے بعد بالکل نسل کیواسطے ہو جاویگی اور شارح کا جواب حیات ابن تک ہو سکتا ہے لیکن بنظر نسل نہین ہو سکتا اسلیئے کہ نسل کیواسطے ثلث ہے نہ سب

او بقولہ وقفتہا فی حیاتی وبعد وفاتی مؤبدا فانہ جائز عندہم لکن عند الامام ما دام حیا ہو نذر بالتصدق بالغلۃ فعلیہ الوفاء
ولہ الرجوع ولو لم یرجع حتی مات جاز من الثلث یا ملک زائل ہوتی ہے یون کہنے سے کہ میں نے اوسکو وقف کیا اپنی زندگی مین اور بعد وفات اپنی کے ہمیشہ کو تو یہ جائز ہے امام اور
صاحبین کے نزدیک لیکن امام کے نزدیک جبتک واقف زندہ ہے تو وہ تصدق محصول کی نذر ہے تو اوسپر وفا نذر لازم ہے اور اوسکو اوس سے رجوع کرنا بھی جائز ہے اور اگر اوس نے رجوع نہ کیا یہان تک
کہ وہ مرگیا تو وقف جائز ہوگا ثلث مال سے ہم جوازہ یعنی اونکو صاحبین کے نزدیک شافی از نہین قلت ففی ہذین الامرین لہ الرجوع ما دام حیا غنیا او فقیرا بامر قاضی
او بغیرہ شرنبلالیہ فقول الدرر لو افتقر نفسخہ القاضی لو غیر مسجل منظور فیہ یعنی ان دو امر مین یعنی وقف معلق بالموت اور وقف بقید حیات و بعد ممات
مین واقف کو رجوع کرنا جائز ہے جبتک کہ وہ زندہ ہے مالدار ہو یا محتاج قاضی کے امر سے رجوع کرے یا سوا اسکے کذا فی الشرنبلالیہ تو درر کا یہ قول کہ اگر واقف محتاج ہو تو قاضی اوسکو فسخ کرے
اگر وقف پر قاضی کی سجل نہوئی ہو منظور فیہ ہے یعنی مسلم نہین ہے اسواسطے کہ فسخ قاضی کی حاجت نہین بلکہ واقف خود فسخ مین مختار ہے اور قید فقر کی بھی کچھ احتیاج نہین اور بموجب
قول مفتی بہ کے واقف کچھ تصرف نہین کر سکتا اور مفتی کو بھی فسخ کا فتوی دینا جائز نہین ہے اسواسطے کہ بحر الرائق مین ہے کہ امام کے قول پر کسی نے فتوی نہین دیا کذا فی الطحطاوی

ولا یتم الوقف حتی یقبض لم یقل للمتولی لان تسلیم کل شیء بما یلیق بہ ففی المسجد بالافراز وفی غیرہ بنصب المتولی وتسلیمہ
ایاہ ابن کمال اور وقف تمام نہین ہوتا یہان تک کہ مقبوض ہو مصنف نے یون نہ کہا کہ متولی کا مقبوض ہو اسواسطے کہ تسلیم ہر چیز کی اوسکے لائق ہوتی ہے تو مسجد مین

احتیاج نہیں اسلیے کہ دونوں وقف کا مصرف متحد ہے ولو وقف نصف عقار له كله فالقاضي يقسمه مع الواقف صدر الشريعة وابن الكمال او بعد موته مع ورثته
ذلك فيفرز القاضي الوقف من الملك ولهم بيعه به يفتى قاري الهداية واعتمد في المنظومة المحبية اور اگر واقف نے اوس مکان کا نصف وقف کیا جسکا کل وہ مالک ہے تو قاضی وقف
تقسیم کردیگا باوجود واقف کے کذا صرح صدر الشریعۃ وابن الکمال اور واقف کی موت کے بعد اوسکے وارثوں کے ساتھ تقسیم جائز ہے تو قاضی وقف کو ملک سے جدا کردیگا اور وارثوں کو نصف مملوک کا بیع کرنا جائز ہے اور اسیکا فتوی
دیا ہے قاری ہدایہ نے اور اسی پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں ھم نفع المسائل میں لکھ رہے کہ جمع بین الوقف والملک کے قسمت قاضی کو جائز نہیں مگر شرکا کی تراضی سے کذا فی النہر لا الموقوف علیهم فلا
يقسم الوقف بين مستحقيه اجماعا درر وكافي وخلاصة وغيرها لان حقهم ليس في العين بل جزم ابن نجيم في فتاواه وفي فتاوى قاري الهداية هذا هو المذهب
وبعضهم جوز ذلك نہ بیکہ ان موقوف علیہم کی قسمت ہو تو وقف مقسوم نہ ہوگا ان مستحقین میں باجماع امام اور صاحبین کے کذا فی الدرر والکافی والخلاصۃ وغیرہا اسواسطے کہ مستحقوں کا حق عین وقف
میں نہیں ہیں بلکہ اوسکے محاصل میں ہے اور اسیکا یقین کیا ہے ابن نجیم نے اپنے فتاوی میں اور قاری ہدایہ کے فتاوی میں ہے کہ یہی مذہب ہے اور بعضے علما نے قسمت موقوف بین المستحقین جائز رکھی ہے یہ قول غیر معتبر ہے
کہ مخالف اجماع ہے کذا فی الطحطاوی لو سكن بعضهم ولم يجد الآخر موضعا يكفيه فليس له اجرة ولا له ان يقول انا استعمل بقدر ما استعملت لان المهاياة انما
تكون بعد الخصومة قنية اور اگر بعض مستحقین نے وقف میں سکونت کی اور دوسرے مستحق نے ایسی جگہ نہ پائی جو اوسکو کافی ہو تو اوسکو اجرت لینا مستحق
ساکن سے جائز نہیں اور نہ اوسکو یوں کہنا جائز ہے کہ مکان وقف کو میں استعمال کروں گا جسقدر تو نے استعمال کیا اسواسطے کہ مہایاۃ یعنی نوبت بنوبت استعمال کرنا نہیں ہوتا مگر بعد خصومت کے
کذا فی القنیۃ والطحطاوی اور کہا ہے خصاف کی عبارت ہے شارح نے قنیہ کی طرف منسوب کی نعم لو استعمله كله احدهم بالغلبة بلا اذن الآخر لزم اجر حصته شريكه
ولو وقفا على سكناهما بخلاف الملك المشترك ولو معدا للاجار قنیہ ہاں اگر ایک مستحق نے تمام مکان وقف کو استعمال کیا زبردستی بلا اذن مستحق ثانی کے تو ساکن پر بقدر حصہ شریک
کی اجرت لازم ہوگی اگرچہ مکان دونوں کی سکونت کیواسطے وقف ہوا ہو بخلاف مال مشترک کے کہ اوسمیں شریک پر اجرت لازم نہیں اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا ہو کذا فی القنیۃ قلت ولو بعضه
ملك وبعضه وقف يأتي في الغصب میں کہتا ہوں اور اگر کچھ مکان ملک اور کچھ وقف ہو غصب میں آویگا ويزول ملكه عن المسجد والمصلى بالفعل وبقوله جعلته
مسجدا عند الثاني وشرط محمد والامام الصلوة فيه بجماعة وقيل يكفي واحد وجعله في الخانية ظاهر الرواية اور زائل ہوتی ہے ملک واقف کی مسجد
اور عیدگاہ سے بواسطے فعل کے یعنی جدا کردینے سے یا اس قول سے کہ میں نے اس مکان کو مسجد کردیا ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور امام نے اوسمیں جماعت سے نماز پڑھنا شرط کیا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ
ایک شخص کا بھی نماز پڑھنا کافی ہے اور خانیہ میں اسی قول کو ظاہر الروایۃ کہا ہے اسمیں یہ مخالف ہے مطلق وقف سے کہ سبکے نزدیک امام اعظم کے نزدیک حکم حاکم اور وصیت کرنا اوسکو واسطے شرط نہیں اور
ابو یوسف کے نزدیک شاع کا مسجد کرنا جائز نہیں اور محمد کے نزدیک تسلیم متولی اسمیں شرط نہیں مسجد کیواسطے عمارت بنانا شرط نہیں اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ ایک شخص کی زمین میدان ہے اسمیں کچھ عمارت
نہیں اوسنے لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہمیشہ یا دوام کا لفظ ذکر نہ کیا لیکن نیت دوام کی پھر وہ مر گیا تو وہ مکان مسجد ہوگیا اوسمیں میراث نہیں کذا فی البحر مسجد
بنائی تو اوسکی ملک موجود ہے جبتک مسجد کو اوسکے راہ کے ساتھ اپنی ملک سے جدا نہ کردے اسواسطے کہ وہ خالص اللہ تعالی کے واسطے نہیں ہوتی بغیر جدا کردینے کے تو اگر اپنے گھر کے درمیان میں مسجد
بنادے اور لوگوں کو دخول اور نماز کا اذن دے اگر اوسکی راہ بھی شرط کی ہے تو سبکے نزدیک مسجد ہوگئی الا امام کے نزدیک مسجد نہیں اور صاحبین کے نزدیک مسجد ہوگئی اور راہ منجملہ حقوق
مسجد ثابت ہوجاویگی بلا اشتراط اور نماز اسواسطے شرط ہوئی کہ امام اور محمد کے نزدیک تسلیم ضرور ہے اور مسجد میں جماعت سے تسلیم ثابت ہوتی ہے بنابر صحیح روایت کے امام کے اور اوسکے ساتھ اذان اور
اقامت سے نماز جہری بھی شرط ہے تو اگر نماز سری بلا اذان و اقامت ہوگی تو امام اور محمد کے نزدیک مسجد نہ ثابت ہوگی اور اگر ایک شخص کو امام اور موذن مقرر کیا تو اوسکی تنہا نماز سے مسجد
ہوگی بالاتفاق اور متولی یا قاضی یا اوسکے نائب کی تسلیم سے مسجد ثابت ہوگی کذا فی العالمگیریہ ملخصا اور چونکہ وقف اور قضا میں ابو یوسف کا قول راجح ہے لہذا مصنف نے اوسکو
مقدم کیا تنویر اور درر اور ملتقی کی مانند یعنی محض قول سے مسجد ہوجاتی ہے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ تحقیق شارح کا اراد اهل المحلة نقض المسجد وبناءه احكم من الاول ان البانی
من اهل المحلة لهم ذلك والا لا بزازیہ اہل محلہ نے چاہا کہ مسجد کو توڑنا اور مسجد کو بنانا اوسکا محکم تر اول سے تو اگر دوسرا بانی اہل محلہ سے ہو تو جائز ہے اور نہیں تو جائز نہیں کذا فی البزازیہ
واذا جعل تحته سردابا لمصالحه اي المسجد جاز كمسجد القدس ولو جعل لغيرها او جعل فوقه بيتا وجعل باب المسجد الى طريق وعزله عن ملكه

ایک مسجد کو امام یا موذن کا وظیفہ کم ہو گیا اور اسکو وقف کی بی آمدنی ہر تو دوسری مسجد کو وقف کی فاضل آمدنی سے اوسکو دیا جا سکتا ہے تو علامہ فرح کہتا ہے جہت کو اسطرح محمول کرنا کلام مرا ہی
صریحا مخالف ہے اسواسطے کہ بزازی نے اتحاد واقف و جہت کی یوں مثال دی ہے کہ دو وقف ایک مسجد پر ہوں ایک وقف اسکی مرمت کیواسطے اور دوسرا وقف اسکے امام و موذن کیواسطے کذا فی الطحطاوی
وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدین او رجل مسجدا ومدرسة ووقف علیهما اوقافا لا یجوز له ذلك اور اگر واقف و جہت ہر کوئی مختلف ہو یعنی
کہ دو شخصوں نے دو مسجدیں بنائیں یا ایک شخص نے مسجد اور مدرسہ بنایا اور دونوں پر اوقاف وقف کیے تو حاکم کو یہ جائز نہیں کہ ایک کا محصول دوسرے پر صرف کرے ولو وقف العقار ببقرہ واکرته
بفتحتین وهم عبیده الحراثون صح استحسانا تبعا للعقار اور اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو بیلوں اور کھیتی کرنیوالے اپنے غلاموں کے ساتھ وقف کیا تو صحیح ہے بنابر استحسان
زمین کی تبعیت سے اکرہ بفتح اول و ثانی جمع اکار ہے یعنی کاشتکار ہو اور اسیطرح باقی آلات کاشتکاری کا وقف کرنا زمین کے ساتھ صحیح ہے کذا فی شرح الملتقی وجاز وقف القن علی مصالح
الرباط خلاصة ونفقته وجنایته فی مال الوقف ولو قتل عمدا لا قود فیه بزازیه بل تجب قیمته لیشتری بها بدله اور جائز ہے وقف کرنا غلام کا مسافر خانہ کی مصالح
کیواسطے کذا فی الخلاصہ اور اوسکا خرچ اور جنایت وقف کے مال پر ہے اور اگر وہ غلام مقتول ہو عمدا تو اوسمیں قصاص نہیں کذا فی البزازیہ بلکہ قاتل پر اوسکی قیمت دینا واجب ہے تا عوض اوسکے دوسرا خرید
کیا جاے کما صح وقف مشاع قضی بجوازه لانه مجتهد فیه فللحنفی المقلد ان یحکم بصحة وقف المشاع وبطلانه لاختلاف الترجیح واذا کان فی المسئلة
قولان مصححان جاز الافتاء والقضاء باحدهما بحر ومصنف چنانچہ صحیح ہے وقف اوس مشاع کا جسکے جواز پر قاضی کا حکم ہو گیا
اسواسطے کہ وقف مشاع میں مجتہدوں کا اختلاف ہے تو قاضی حنفی مقلد کو جائز ہے کہ صحت وقف مشاع کا حکم کرے بسبب اختلاف ترجیح صحت اور عدم صحت کا اور جبکہ مسئلہ میں دو قول صحیح ہوں تو کسی ایک
قول پر فتوی دینا مفتی کو اور حکم کرنا قاضی کو جائز ہے کذا فی البحر وشرح المصنف بشرطیکہ کوئی قول مفتی بہ نہ ہو والا مفتی بہ سے عدول کرنا جائز نہیں ہے جب ایک قول پر فتوی دی یا قاضی حکم کرے
تو دوسرے قول پر فتوی نہ دی اور نہ حکم کرے کذا فی الطحطاوی وکما صح ایضا وقف کل منقول قصدا فیه تعامل للناس کفاس وقدوم بل ودراهم ودنانیر اور چنانچہ صحیح
وقف اوس مال منقول کا بھی بالقصد نہ بالتبع ہے جسمیں لوگوں کا عمل جاری ہو گیا یعنی جس منقول کا وقف کرنا مسلمانوں میں رائج ہو گیا جیسے کلہاڑی اور بسولہ بلکہ درہم اور دنانیر [illegible]
[illegible] کی صحت وقف میں صاحبین میں اختلاف نہیں ہے اسواسطے کہ اسمیں احادیث اور آثار وارد ہیں بلکہ انکے غیر میں اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول کا بشرط رواج صحیح ہے اور ابو یوسف
کے نزدیک صحیح نہیں ہے یوں منقول ہے کہ محمد کے نزدیک وقف منقول میں مطلقا اور ابو یوسف بشرط رواج اور ظاہر یہ ہے کہ الدرر اسپر دلالت کرتا ہے کہ وقف منقول انہیں شہروں میں صحیح ہے
جہاں اسکے وقف کا رواج ہے اور مفتی ابو سعود کے نزدیک درہم مقبول نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ورد الامر للقضاة بالحکم کما فی معروضات المفتی ابو سعود ومکیل
وموزون فیباع ویدفع ثمنه مضاربة او بضاعة فعلی هذا لو وقف کرا علی شرط ان یقرضه لمن لا بذر له لیزرعه لنفسه فاذا ادرک اخذ مقداره
ثم اقرضه لغیره وهکذا جاز خلاصة میں کہتا ہوں بلکہ سلطان کا حکم قاضیوں کو صحت وقف درہم اور دنانیر کے حکم کرنیکا وارد ہے چنانچہ مفتی ابو سعود کی معروضات میں ہے اور
ہر چیز کیلی اور وزنی کا وقف کرنا [illegible] بیچی جاوے اور اوسکی قیمت بطور مضاربت یا بضاعت کسیکو دیجاوے تو بسبب صحت وقف منقول کے اگر کسی نے [illegible]
اس شرط پر کہ [illegible] اوسکو قرض دیوے [illegible] جبکہ پاس بیج نہیں اور اوسکو بوئے اپنے واسطے پھر جب اناج تیار ہو تو اوتنا اوس سے لیلے پھر وہ اناج دوسرے محتاج کو قرض دیوے
اسیطرح ہمیشہ قرض دیا کرے اور اوتنا ہی لیا کرے تو بھی جائز ہے کذا فی الخلاصہ وفیها وقف بقرة علی ان ما خرج من لبنها او سمنها للفقراء ان اعتادوا ذلك رجوت
ان یجوز اور خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص نے گاے وقف کی اس شرط پر کہ جو اوسکا دودھ اور گھی نکلے وہ فقیروں کیواسطے ہے اگر وہاں کے لوگ اسطرح وقف کرنیکے معتاد ہوں تو اوسکے جواز کی میں امید رکھتا ہوں
وقدر وجنازة وثیابها ومصحف وکتب لان التعامل یترک به القیاس لحدیث ما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن بخلاف ما لا تعامل فیه کثیاب ومتاع وهذا قول
محمد وعلیه الفتوی اختیار اور صحیح ہے وقف کرنا دیگ اور جنازہ اور اوسکے کپڑوں کا اور مصحف اور کتابوں کا اسواسطے کہ تعامل یعنی رواج مسلمین سے قیاس ترک ہو جاتا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ
جسکو اہل اسلام اچھا جانیں خدا کے نزدیک اچھا ہے بخلاف اوس منقول کے وقف کے جسکا رواج نہیں جیسے کپڑے اور اسباب کا وقف کرنا کہ وہ جائز نہیں یہ قول ہے محمد کا اور اسی پر فتوی ہے
کذا فی الاختیار شرح المختار جنازہ بالکسر چارپائی ہے یعنی جسپر میت کو رکھکر دفن کیواسطے لیجاویں اور ثیاب جنازہ وہ ہیں جو نعش پر ڈالی جاویں [illegible] کہا کہ وقف کتب کا

جب کہ مسجد میں تنگی نہ گاہ ٹھہرایا جائے کسبب تعبارو شہروں کے جوامع مساجد میں اور شخص کو مسجد میں ہو کر چلا جانا جائز ہے یہانتک کہ کافر کو سوائے جنب اور حائض اور جانوروں کے کذا فی الزیلعی ہم اسکی مخالفت
فتاوی عالمگیری میں ہے یہ بھی یوں منقول ہے کہ اگر لوگ ارادہ کریں کہ کچھ مسجد کو مسلمانوں کی راہ کے واسطے راہ ٹھہراویں تو صحیح یہ ہے کہ انکو جائز نہیں طحطاوی نے کہا اسمیں کچھ مخالفت نہیں اسلیے کہ مصنف کا کلام
بانی مسجد کی ٹھہرانے میں ہے اور محیط کا کلام اہل محلہ کے ٹھہرانے میں ہے کما لو جعل الامام الطریق مسجدا لا عکسہ لجواز الصلوٰۃ فی الطریق لا المرور فی المسجد چنانچہ جائز ہے کہ ٹھہرا دے سلطان
راہ کو مسجد نہ بالعکس اسلیے یعنی مسجد کو راہ بنانا جائز نہیں ہے جائز ہونے نماز کے راہ میں نہ مسجد میں چلنا ہم چلنے کہا یعنی جنب اور حائض اور نفسا اور جانوروں کا چلنا مسجد میں جائز نہیں تو یہ قول
منافی ما تقدم نہیں ہے تؤخذ ارض و دار و حانوت بجنب مسجد ضاق علی الناس بالقیمۃ کرھا درر و عمادیۃ زمین اور گھر اور دکان مسجد کے پہلو میں ہے اور وہ مسجد لوگوں کو
تنگی کرتی ہو تو اوسکو زبردستی قیمت دیکر لینا جائز ہے کذا فی الدرر والعمادیہ ہم اسواسطے کہ جب مسجد الحرام میں تنگی ہوئی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے لوگوں کی اراضی اکراہ سے لی اور مسجد میں ملائی اور
یہ اکراہ جائز ہے اور اگر وقف کی زمین مسجد کے پہلو میں ہو تو اوسکا لینا بحکم قاضی جائز ہے کذا فی المنح والطحطاوی جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع ٹھہرانا واقف
کا ولایت وقف کو اپنے واسطے جائز ہے بالاجماع ہم اسواسطے کہ شرط واقف کی معتبر ہے نصوص کے مانند اگر کوئی کہے محمد کے نزدیک تسلیم شرط ہے صحت وقف کی پھر قول بالاجماع کیونکر صحیح ہوگا اوسکا جواب
یہ ہے کہ ولایت واقف منافی تسلیم نہیں ہے اسواسطے کہ ممکن ہے کہ واقف اول اسکو تسلیم کرے پھر اوس سے لیوے اور محتمل ہے کہ تسلیم شرط نہو واقف کی ولایت میں وکذا لو لم یشترطھا
لاحد فالولایۃ لہ عند الثانی وھو ظاہر المذہب نہر خلافا لما نقلہ المصنف اور اسیطرح اگر واقف نے کسیکے واسطے ولایت شرط نکی ہو تو واقف ہی کے واسطے ولایت ثابت ہوگی ابو یوسف کے
نزدیک اور یہی ظاہر المذہب ہے کذا فی النہر بخلاف اوسکے جسکو مصنف نے نقل کیا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح میں سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ محمد کے قول پر فتوی ہے یعنی بصورت عدم شرط ولایت وقف
صحیح نہیں ثم لوصیہ ان کان والا فللحاکم فتاوی ابن نجیم و قارئ الہدایۃ وسیجیء پھر بصورت عدم شرط واقف کے بعد اسکے وصی کے واسطے ولایت ہوگی اور اگر وصی نہ ہو
تو حاکم کے واسطے ولایت ہوگی کذا فی فتاوی ابن نجیم و قاری الہدایہ اور آگے آویگا وینزع وجوبا بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون او عاجزا او ظہر بہ فسق کشرب
خمر ونحوہ فتح او کان یصرف مالہ فی الکیمیا نہر بحثا اور نکال لیا جاوے وقف بنابر وجوب کے کذا فی البزازیہ اگر واقف بے اطمینان ہو یعنی خطرہ ہو کذا فی الدرر تو غیر واقف
درصورت خیانت نکال لینا بطریق اولی جائز ہوگا یا متولی وقف کا عاجز ہو یا اوسکا فسق ظاہر ہو گیا ہو جیسے شراب پینا یا مانند اسکے کذا فی الفتح یا متولی اپنا مال کیمیا میں صرف کرتا ہو کذا
فی النہر بحثا ہم خلاصہ یہ ہے کہ متولی وقف کا امین اور رشادار اور متقی چاہیے اسواسطے کہ مقصود وقف بدون ان صفات کے حاصل نہیں اور اسیطرح جسکو کیمیا کی لت ہو وہ لائق تولیت نہیں کیونکہ
مستحاصل وقف کا کیمیا میں برباد کریگا وان شرط عدم نزعہ او ان لا ینزعہ قاض ولا سلطان لمخالفتہ لحکم الشرع فیبطل کالوصی فلو مامونا لم تصح تولیۃ
غیرہ اشباہ اگرچہ واقف نے اوسکا عدم نزع شرط کیا ہو یا یہ شرط کی ہو کہ متولی کو قاضی اور سلطان نہ نکالے تو بھی نکالنا واجب ہے اسواسطے کہ یہ شرط حکم شرع کے مخالف ہے تو باطل
ہوگی جیسے وصی غیر مامون ہے نکال لینا جائز ہے سو اگر متولی امین ہو تو اوسکے غیر کی تولیت صحیح نہیں کذا فی الاشباہ ہم یعنی اگر واقف کے متولی اور ناظر کو بلا ظہور خیانت قاضی معزول کرے اور دوسرے کو متولی
ٹھہراوے تو اوسکی تولیت صحیح نہیں اور اگر متولی واقف کی جانب سے نہیں تو قاضی کو اوسکا معزول کرنا بلا ظہور خیانت بھی جائز ہے اور دوسرے قاضی کو اوسکا پھر بحال کرنا جائز نہیں مگر وہ واقف کو
متولی کا معزول کرنا مطلقا جائز ہے اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی وجاز جعل غلۃ الوقف والولایۃ لنفسہ عند الثانی وعلیہ الفتوی اور جائز ہے آمدنی وقف کو یا ولایت کو
اپنی ذات کے واسطے مقرر کرنا ابو یوسف کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے ہم یعنی ایک شخص نے وقف کیا اور تمام یا بعض محصول کو اپنی ذات کے واسطے شرط کیا جب تک وہ زندہ رہے اور بعد اوسکی موت کے فقیروں
کیواسطے ہو تو محمد کے نزدیک باطل ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے مشائخ بلخ کا تاکہ وقف کرنے میں لوگ رغبت کریں کذا فی المنح حموی نے کہا کہ اگر واقف محصول وقف میں یہ شرط کرے کہ میری طرف سے
حج کرایا جاوے یا میرے کفارات ایمان یا میرے دیون ادا کیے جاویں سو جو باقی رہے وہ فقیروں پر صرف ہو تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے ابو یوسف کی دلیل حدیث ہے جسکو مشائخ نے روایت کیا کہ آنحضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے وقف سے کھاتے تھے اور ہلال نہیں جس شرط کو اسواسطے کہ اسپر اجماع ہے کہ یہ شرط ہلال نہیں کذا فی الطحطاوی وجاز شرط الاستبدال بہ ارضا اخری حینئذ اور جائز
شرط کرنا بدل ڈالنے وقف کا دوسری زمین سے اوسوقت میں یعنی جبکہ ابو یوسف کے قول پر فتوی ہوا بحر الرائق میں ہے کہ جواز شرط استبدال بالاجماع ہے اور بعضوں نے کہا کہ ابو یوسف کا قول مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی او شرط
بیعہ ویشتری بثمنہ ارضا اخری اذا شاء فاذا فعل صارت الثانیۃ کالاولی فی شرائطہا وان لم یذکرھا ثم لا یستبدلھا بثالثۃ لانہ

حکم تمت بالشرط والشرط وجد في الاولى لا الثانية ۔ یا شرط کرنا وقف کی بیع کا جائز ہوا اور خرید کر دوسری زمین جیسا پہلے وقف کیا تھا تو دوسری زمین پہلی زمین کے
مانند ہوگی اور اوسکی شرائط وہی ہیں جو واقف نے شرط کی تھیں … دوسری زمین … اس واسطے کہ استبدال کا حکم ثابت ہوا تھا بسبب شرط کے اور شرط پہلی ہی میں پائی گئی تھی
دوسری میں نہیں اما الاستبدال ولو للمساكين بدون الشرط فلا يملكه الا القاضي درر وشرط في البحر خروجه عن الانتفاع بالكلية وكون البدل عقارا
والمستبدل قاضي الجنة المفسر بذي العلم والعمل اور بدون شرط واقف کے زمین وقف کا بدلنا اگرچہ استبدال فقرا مساکین کے واسطے ہو کوئی اوسکا مالک نہیں ہے مگر قاضی کذا فی الدرر اور
بحر الرائق میں ہے کہ استبدال قاضی کو بے شرط کیا جاوے مگر جب وقف کا انتفاع بالکل جاتا رہا ہو اور عوض کا زمین ہونا اور استبدال کا قاضی جنت یعنی قاضی صاحب علم و عمل ہونا شرط ہے بحر الرائق کی پانچ شرطوں کو
… ذکر کیا یعنی … آمدنی نہ باقی رہنا … وقف کی مرمت ہو سکے اور بیع میں غبن فاحش نہ ہو اور قاضی عالم با عمل ہو قاضی جنت کہا موجب اوس حدیث مرفوع کے جو حاکم نے بریدہ سے روایت
کی کہ قاضی تین ہیں ایک قاضی جنت میں جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر اوسی پر حکم کیا سو وہ جنت میں ہے اور جس قاضی نے حق کو دریافت کیا پھر … بغیر علم
کے تو وہ دونوں نار میں ہیں کذا فی الطحطاوی وفي النهر ان المستبدل قاضي الجنة فالنفس به مطمئنة فلا يخشى ضياعه ولو بالدراهم والدنانير وكذا لو
شرط عدمه وهي احدى المسائل السبع التي يخالف فيها شرط الواقف كما بسطه في الاشباه ۔ اور نہر الفائق میں ہے کہ اگر وقف کا بدلنے والا قاضی جنت ہو تو اوس سے دل کو
اطمینان ہے تو اوسکو ضائع ہونے کا خوف نہیں اگرچہ استبدال درہم اور دنانیر سے ہو اور اسی طرح استبدال قاضی جائز ہے اگرچہ واقف نے عدم استبدال کی شرط کی ہو اور یہ ایک مسئلہ ہے اون سات
مسئلوں سے جن میں شرط واقف کی مخالفت کیجاتی ہے چنانچہ اوسکو اشباہ میں شرح بیان کیا ہے … مسائل میں اشرط کی
واقف نے ناظر کو غیر معزول ہونیکی … ناظر کو معزول کر دینا قاضی کو اختیار ہے … شرط کی کہ وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دیا جاوے … ایک سال کے اجارہ میں رغبت نہیں ہے یا زیادتی
اجارہ میں فقرا کا نفع ہے تو قاضی کو مخالفت جائز ہے … واقف نے شرط کی کہ … قرآن پڑھا جاوے … امام کے قول پر … قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور صحیح …
قول ہے عدم کراہت کا تو تعیین لازم ہوگی … شرط کی کہ فاضل آمدنی فلانی مسجد کے سائلین پر تصدق ہو … مسجد … سائل …
کی کہ مستحقین کو … روٹی اور گوشت … دیا جاوے تو متولی کو نقد دینا جائز ہے اور دوسری روایت … قیمت … قاضی … امام کی …
کردی اگر امام کو … کفایت نہ کرتا ہو … واقف نے عدم استبدال کی شرط کی تو قاضی کو استبدال کا اختیار ہے … وزاد ابن المصنف
في زواهره ثامنة وهي اذا نص الواقف … كالوصي … الانفع الوسائل اور ابن مصنف نے … اشباہ …
زیادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب تصریح کی واقف نے کہ کوئی شخص ناظر کا شریک نہ ہو … معاملت … جائز … شریک کرنا جائز
اور اوسکی نسبت انفع المسائل کیطرف کی … مسائل … مسئلہ زیادہ کیا
کہ جب واقف نے شرط کی کہ اسقدر سے زیادہ اجرت پر اجارہ نہ دیا جاوے … اجرت مثل … سراج … اجارہ دینا جائز نہیں اگرچہ
واقف نے شرط کی ہو کذا فی الطحطاوی وفيها لا يجوز استبدال العامر الا في اربع اور اشباہ میں ہے کہ آباد وقف کا بدلنا جائز نہیں مگر چار صورتوں میں … تین
… مذکور ہیں … واقف نے استبدال کی شرط کی ہو … غاصب نے اوسکو غصب کیا اور اوس پر پانی جاری کیا کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی تو متولی اوس سے ضمان لیکر دوسری
زمین اوسکے عوض میں خرید کرے … غاصب نے زمین وقف غصب کی اور گواہ نہیں ہیں … غاصب سے قیمت لیکر دوسری زمین خرید کر پہلی شرائط کے موافق وقف کرے … اگر کوئی شخص
زمین کو … وقف … تو امام ابو یوسف کے مفتی بہ قول پر بدلنا جائز ہے قلت لكن في معروضات المفتي ابي السعود انه في سنة احدى وخمسين
وتسعمائة ورد الامر الشريف بمنع استبداله وامر ان يصير باذن السلطان تبعا لترجيح صدر الشريعة انتهى فليحفظ
میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو السعود کی معروضات میں ہے کہ نو سو اکاون سال میں امر شریف سلطان وقت کا منع استبدال وقف میں وارد ہوا اور حکم ہوا کہ استبدال باذن
سلطان ہو … یہ منع باتباع ترجیح صدر الشریعۃ ہوا انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے … شارح فی الاشباہ کی جواز استبدال پر … صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں

عنہ ومن وقفہ بعینہ لاخری وحکم بالثانی قبل الحکم بلزوم الاول صح الثانی لوقوعہ فی محل الاجتہاد کما حققہ المصنف وافتی بہ تبعا للشیخ قاری
الہدایۃ والملا ابی السعود قلت لکن محلہ فی التوجہ الی القاضی المجتہد فافہم یعنی اجازت دی قاضی نے وقف غیر مسجد کی بیع کیو قف کی وارث کو سواو سنے بیع کی تو بیع صحیح ہے
اور اجازت قاضی بطلان وقف کا حکم ہوگا بوجہ اسکے نہ مسجد ہو نہ وقف کہ بیان تک کہ اگر واقف نے تمام وقف یا بعض کو بیع کر دیا یا رجوع کر لیا وقف سے اور دوبارہ اوسکو دوسرے مصرف کیواسطے وقف کر دیا اور
وقف ثانی پر قاضی حکم کر دے قبل حکم کرنے لزوم اول کے تو وقف ثانی صحیح ہوگا بسبب واقع ہونے حکم قاضی کے محل اجتہاد مین چنانچہ اسکو محقق کیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اور اسکا فتویٰ دیا ہے
انہوں اوستاد اور قاری ہدایہ اور مفتی ابو سعود کی پیروی سے مین کہتا ہون لیکن محل کا ہے اسکو نہر الفائق مین قاضی مجتہد کے حکم پر سواوسکی طرف مراجعت کرو اور خلاصہ میں ہے کہ وقت محل کی بیع میں
درصورت حکم اختلاف ہی مصنف نے خلاصہ وغیرہ سے صحت نقل کی اگرچہ قاضی مقلد حنفی المذہب ہے اور قنیہ کی روایت اوسکی بطلان بیع مین صحیح ہے اور اسکو علامہ قاسم نے پسند
کیا ہے اور یہی اولیٰ ہے سدباب کے واسطے بقول صاحب قنیہ اور امام کا قول یعنی وقف کا لازم نہونا بلا حکم قاضی اگرچہ بعضوں نے اوسکی تصحیح کی ہے لیکن کسی نے اوسپر فتویٰ نہیں دیا کما فی البحر
حالانکہ قاضیون کو غیر مفتی بہ پر حکم کرنا جائز نہیں کذا فی الطحطاوی ولو اطلق القاضی البیع لغیرہ ای لغیر الوارث لا یصح بیعہ لانہ اذا بطل عاد الی ملک الوارث وبیع
مال الغیر لا یجوز درر یعنی بغیر طریق شرعی لما فی العمادیۃ باع القیم الواقف بامر القاضی ورأیہ جاز اور اگر قاضی بیع وقف کی غیر وارث کو اجازت
دی تو اوسکی بیع صحیح نہین اسواسطے کہ وقف جب باطل ہو یعنی قاضی کی اجازت بیع سے تو وارث کی ملک مین عود کر آیا اور حالانکہ غیر کا مال کو بیچنا جائز نہین کذا فی الدرر یعنی عدم جواز
اوس وقت ہے کہ بغیر طریق شرعی ہو اسواسطے کہ عمادیہ میں ہے کہ متولی نے وقف بیچا قاضی کے امر اور تجویز سے تو جائز ہے یعنی اسواسطے کہ یہ طریق شرعی ہے قلت وما المسجد لو انقطع ثبوتہ والراجح
اولاد الواقف ابطالہ فقال المفتی ابو السعود فی معروضاتہ قد منع القضاۃ من استماع ہذہ الدعوی انتہی فلیحفظ مین کہتا ہون اور
وقف مسجد کا اگر ثبوت منقطع ہوا اور واقف کی اولاد اوسکا ابطال چاہے تو مفتی ابو سعود نے اپنی معروضات میں کہا کہ ایسی دعوی کو استماع سے قاضی ممنوع ہین اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم انقطاع ثبوت
مسجد کی یہ صورت ہے کہ مثلاً قاضی کی مجلس مین بیچ ہر قوم ہے کہ فلانی شخص نے فلانی زمین وقف کی اور قاضی نے اوسپر حکم کر دیا لیکن بسبب طول مدت کے اوسکی ثبوت پر گواہ نہین ہین اور وقف

فی مرضہ وہبتہ کہبتہ فیہ من الثلث مع القبض وقف کرنا اپنی مرض الموت میں مانند ہبہ کے ہے مرض الموت مین یعنی ثلث مال سے معتبر ہے قبض کے ساتھ فان خرج
الوقف من الثلث او اجازہ الوارث نفذ فی الکل والا بطل فی الزائد علی الثلث ولو اجاز البعض جاز بقدرہ سو اگر وقف کو ثلث
مال نے نکال لیا یا اوسکے وارث نے جائز رکھا تو کل مین نافذ ہوگا اور اگر ثلث سے نکلا یا وارث نے جائز نہ رکھا تو تہائی مال سے زائد مین باطل ہوگا اور اگر بعض وارثون نے وقف میت کا جائز رکھا تو بقدر اوسکے
جائز ہوگا ویبطل وقف راہن معسر ومریض مدیون بمحیط اور باطل ہے وقف کرنا راہن مفلس کا اور اوس مریض کا جو مدیون ہو محیط کا بخلاف صحیح لو قبل الحجر فان حجر
وقاعدیہ من غلتہ صح وان امر بیشتریہ یوفی من الفاضل عن کفایتہ بلا سرف ولو وقفہ علی غیرہ فخاصتہ لمن جعلہ لہ خاصۃ فتاوی ابن نجیم
بخلاف تندرست مدیون کے اگر اوسنے وقف کیا قبل ممنوع التصرف ہونیکے سو اگر اوسنے ادائی دین کی شرط کی ہو وقف کے محصول سے تو صحیح ہے اور اگر شرط نہ کی ہو تو دین ادا کیا جاوے اوس آمدنی سے
جو فاضل ہے واقف کی بقدر کفایت سے بلا فضول خرچی اور اگر واقف نے اپنے سوا اور شخص پر وقف کیا ہو تو اوسکی آمدنی اوسی شخص کیواسطے مخصوص ہوگی جسکے واسطے واقف نے مقرر کر دیا کذا فی فتاوی
ابن نجیم دین محیط اسر لیقیں مین یا نح صحت وقف ہو صحیح غیر محجور پر اور اگر صحیح بسبب یا دین کے محجور التصرف ہوا تو وقف اوسکا صحیح نہین قلت قید بمحیط لان غیر المحیط یجوز فی
ثلث ما بقی بعد الدین لو لہ ورثۃ والا فیفی کلہ فلو باعہا القاضی ثم ظہر مال اشتری بالارض بدلہا وتمامہ فی الاسعاف فی باب وقف المریض
مین کہتا ہون دین محیط کی قید لگائی گئی اسلیے کہ دین غیر محیط مین وقف جائز ہے اوس تہائی مال مین جو بعد ادائے دین باقی ہے بشرطیکہ واقف کے وارث ہون اور اگر اوسکے وارث نہون تو اوسکے کل مال مین بعد
ادائے دین وقف صحیح ہوگا پھر اگر قاضی نے وقف کو بیچا واسطے ادائے دین واقف کے خواہ دین محیط ہو یا غیر محیط بعد موت واقف کا مال ظاہر ہوا تو قاضی اوس مال سے دوسری زمین عوض
اوسکی خرید کرے اور پورا بیان اسکا اسعاف مین ہے وقف مریض کے باب مین کذا فی الوہبانیۃ وان وقف المرہون فافتکہ یجبرہ فان مات عن عین تفی لا یبطل
وای والا فیبطل وللقاضی ابطال فلیستامل اور وہبانیہ مین ہے کہ اگر شی مرہون کو وقف کیا پھر اوسکو خلاص کیا تو جائز ہے سو اگر مر گیا وہ مال چھوڑ کر

جوادا دین میں پورا ہے تو وقف شرعی ہوگا یعنی اگر دین ادا نہو گا تو وقف باطل کیا جائیگا یا آمدنی کیواسطے مہلت دیجائیگی تو اوس سے دین ادا ہو ورنہ وقف باطل نہو تو تامل کرنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ
بموجب شارح کی منع تامل کیا تو معلوم ہوا کہ طرز بیان شارح خود نہیں ہے اسکے کہ شرنبلالی نے شرح وہبانیہ میں کہا آمدنی کیواسطے مہلت دینا بعض علما کی بحث ہے روایت نہیں ہے بلکہ بطور بحث
ذکر کیا قلت لکن فی معروضات المفتی ابی السعود سئل عمن وقف علی اولادہ وھو مستغرق بالدیون ھل یصح فاجاب لا یصح ولا یلزم والقضاۃ
ممنوعون من الحکم وتسجیل الوقف بمقدار ما شغل بالدین انتھی فلیحفظ میں کہتا ہوں لیکن مفتی ابو سعود کی معروضات میں سوال ہے کہ جس شخص کا قرضہ بالا ہے وقف کیا اور آدمی قرضہ
سے بھاگا کیا یہ وقف صحیح ہے تو جواب دیا کہ صحیح نہیں اور لازم نہیں ہے قاضیوں کو منع ہے اسکا حکم کرنا اور وقف سجل کرنا بقدر اوسکے جو مشغول ہے دین سے انتہی جواب المفتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
یعنی سلطان کے دور کی جانب سے ہے جیسے بعد چند سال کے اتباع دعوی منع ہے کذا فی الطحطاوی الوقف علی ثلاثۃ اوجہ اما للفقراء او للاغنیاء ثم للفقراء او یستوی فیہ
الفریقان کرباط وخان ومقابر وسقایات وقناطر ونحو ذلک کمساجد وطواحین وطست لاحتیاج الکل الی ذلک بخلاف الادویۃ فلم یجز
لغنی بلا تعمیم او تنصیص فیدخل الاغنیاء تبعا للفقراء قنیہ وقف تین صورت پر ہے یا تو فقیروں کے واسطے یا امیروں کیواسطے پھر بعد انکے فقیروں کیواسطے یا دونوں فریق برابر ہیں جیسے مسافرخانہ
اور خانقاہ اور قبرستان اور رباط اور خانہ یعنی پانی کی سبیل اور پل اور اسکے مانند اور جیسے مسجدیں اور پن چکیاں اور طاس کہ ان چیزوں کا وقف امیر وغریب برابر ہیں اسواسطے کہ انکی طرف سب کی حاجت ہے بخلاف
ادویہ یعنی جو دوا کی واسطے وقف ہو تو وہ مالدار کو جائز نہیں بلا تعمیم یا تنصیص کے … تعمیم اغنیاء … فقیروں کے ہمراہ داخل ہونگے کذا فی القنیہ … یہ صورت ہے کہ واقف کہے
کہ یہ دوا … واسطے وقف ہے … تنصیص کہ واقف اغنیاء کو صاف ذکر کرے … فرع مسئلہ … شارح کا اقرار وقف صحیح
وبانہ اخرجہ من یدہ ولو رثتہ ابطالہ … الوقف ولا تسمع دعوی وارثہ … اقرار کیا واقف نے وقف صحیح کا اور اسکا اوس نے اوسکو اپنے ہاتھ سے خارج کیا
اور واقف کا وارث اسکو خالی جانتا … صورت میں وقف نہیں کیا تو وقف جائز ہے اور اوسکے وارث کا دعوی مسموع نہیں … کذا فی الدرر وفی الوہبانیۃ … وتبطل اوقاف امرئ
بارتداد … اوقاف … باطل ہو جاتے ہیں … مرتد ہو جانے … تو حالت ارتداد کے اوقاف بطریق اولی باطل ہونگے

فصل

یہ فصل ہے شروط واقف کی رعایت میں یراعی شرط الواقف فی اجارتہ فلم یزد القیم بل القاضی لانہ لہ ولایۃ النظر لفقیر وغائب ومیت رعایت کیجاتی
یعنی … شرط واقف کی شرط اجارہ وقف میں پس متولی واقف کی شرط سے زیادہ اجارہ نہ دے بلکہ قاضی اوسکو شرط سے زیادہ کر سکتا ہے اسواسطے کہ قاضی کو ولایت ہے فقیر
اور غائب اور میت کیواسطے مثلا واقف نے شرط کی کہ زمین وقف کو ایک سال سے زیادہ اجارہ نہ دے اور حالانکہ مستاجر اتنی مدت کے اجارہ پر رغبت نہیں کرتے اور چند سال کا اجارہ وقف کیلئے
نافع تر ہے تو متولی وتین سال کا اجارہ نہیں کر سکتا بلکہ قاضی سے یہ حال عرض کرے تاکہ وہ مدت اجارہ زیادہ کردے کذا فی البحر فلو اھمل الواقف مدتہا قیل تطلق الزیادۃ للقیم
وقیل تقید بسنۃ مطلقا وبہا ای بالسنۃ یفتی فی الدار وبثلاث سنین فی الارض الا اذا کانت المصلحۃ بخلاف ذلک وھذا مما یختلف زمانا وموضعا
پھر اگر واقف نے مدت اجارہ بلا قید رکھی تو بعضوں نے کہا زیادتی مدت کی متولی کیواسطے علی الاطلاق باقی رہیگی اور بعضوں نے کہا کہ ایک سال کی قید ہوگی ہر صورت میں اور اسپر یعنی سال کی مدت پر
فتوی ہے گھر کے اجارہ میں اور تین سال پر فتوی ہے زمین کے اجارہ میں مگر جبکہ مصلحت اسکی مخالف ہو اور یہ یعنی اختلاف مدت اجارہ مختلف ہے باعتبار زمان اور مکان کے ہم زیادتی مدت جائز
اسلیے وقف میں جائز نہوگی کہ ابطال وقف نہ لازم آوے اسواسطے کہ جو مستاجر کو مدت دراز تک تصرف مالکانہ کرتے دیکھیگا تو اوسکی ملک کا اوسکو وہم ہوگا وفی البزازیۃ لو احتیج لذلک یعقد
عقودا فیکون العقد الاول لازما لانہ ناجز والثانی لا لانہ مضاف قلت لکن قال ابو جعفر الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود
ذکرہ الکرمانی فی الباب التاسع عشر واقرہ قدری افندی وسیجئ فی الاجارۃ اور بزازیہ میں ہے کہ اگر اوسکی یعنی طول مدت اجارہ کی احتیاج ہو تو چند عقود منعقد
کرے تو عقد اول لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ فی الحال کا عقد ہے اور عقد ثانی لازم نہیں ہوا اسلیے کہ وہ مضاف ہے میں کہتا ہوں لیکن فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ اجارہ طویلہ کے ابطال پر فتوی ہے
اگرچہ چند عقود سے ہو چنانچہ اسکو کرمانی نے اونیسویں باب میں ذکر کیا ہے اور قدری افندی نے اسکو قائم رکھا ہے اور کتاب الاجارہ میں آئیگا ہم شارح نے اشارہ کر کے آگاہ کر دیا کہ بزازیہ کی دا…

خلاف مفتی بہ ہے یُؤجر باجر المثل فلا یجوز باکثر ولو هو المستحق قاری الہدایة الا بنقصان یسیر او اذا لم یرغب فیہ الا باقل اشباہ اور وقف اجارہ
دیا جاوے اجرت مثل پر تو اوس سے کم پر اجارہ دینا درست نہیں اگرچہ مستحق ہے مستاجر ہو کذا ذکرہ قاری الہدایہ مگر اجرت مثل سے اگر تھوڑا سا کم ہو تو جائز ہے یا جبکہ اوسمیں کوئی خواہش
نکرتا ہو الا باقل کذا فی الاشباہ فلو رخص اجرہ بعد العقد لا یفسخ العقد للزوم الضرر اور اگر وقف کا کرایہ ارزان ہو جاوے بعد عقد کے تو عقد منفسخ ہوگا بسبب لازم
آنے ضرر وقف کے بسبب فسخ کے ولو زاد اجرہ علی اجر مثلہ قیل یعقد ثانیا بہ علی الاصح اور اگر اجرت وقف کی گراں ہو جاوے اوسکی اجرت مثل سے تو بعضوں نے کہا اجارہ کو دوبارہ
منعقد کرے بقول اصح فی الاشباہ ولو زاد اجر مثلہ فی نفسہ بلا زیادة احد فللمتولی فسخها بہ یفتی وما لم یفسخ فلہ المسمی اشباہ میں ہے اگر اوسکا اجر مثل فی نفسہ
زیادہ ہو گیا بدون زیادہ کرنے کسی شخص کے تو متولی کو اوسکا فسخ کر دینا جائز ہے اسی پر فتویٰ ہے اور جبتک فسخ نکریگا تو اوسکو اجر معین ہی ملیگا قیل لا یعقد بہ ثانیا کزیادة واحد
تعنتا فانها لا تعتبر وصحح فی الاجارة اور بعضوں نے کہا در صورت زیادتی دوبارہ عقد نکرے مانند بڑھا دینے کسی شخص کے واسطے تکلیف رسانی اور مشقت اندازی مستاجر کے کہ وہ زیادتی
معتبر نہیں ہوگی اور کتاب الاجارہ میں صحیح کہا ہے والمستاجر الاول اولی من غیرہ اذا قبل الزیادة اور پہلا مستاجر اولی ہو اپنے غیر سے جبکہ زیادتی اجر کو قبول کرے وہ ہم یہ بیان ہو قول
اول پر جو اصح ہے والموقوف علیہ الغلة او السکنی لا یملک الاجارة ولا الدعوی لو غصب منہ الوقف الا بتولیة او اذن قاض لو الوقف علی رجل معین
علی ما علیہ الفتوی عمادیة لان حقہ فی الغلة لا العین اور جسکے واسطے محصول اور سکونت وقف ہو وہ اجارہ دینے کا مالک نہیں ہے اور نہ دعوے کا مالک ہے اگر اوس سے کسی نے وقف غصب
کرلیا ہو مگر بسبب تولیت یا اذن قاضی کے اگرچہ وہ معین ہو وقف نامہ میں بنا بر قول مفتی بہ کے کذا فی العمادیہ اجارہ دینے کا اسواسطے مالک نہیں ہے کہ حق مستحق کا محصول میں ہے نہ عین وقف میں وهل یملک
السکنی من یستحق الریع فی الوهبانیة لا وفی شرحها للشرنبلالی ونعم اور کیا سکونت وقف کا وہ شخص مالک ہے جو مستحق ہو اوسکی آمدنی کا وہبانیہ میں کہا ہے کہ وہ مالک سکونت
کا نہیں ہے اور اوسکی شرح شرنبلالی میں کہا ہاں مستحق سکونت کا مالک ہے والموقوف اذا اجرہ المتولی بدون اجر المثل لزم المستاجر لا المتولی کما غلط
فیہ بعضهم تمامہ ای تمام اجر المثل اور جبکہ متولی موقوف کو کمتر اجرت مثل سے اجارہ دے تو مستاجر کو پورا اجر مثل دینا لازم ہوگا نہ متولی کو جیسا کہ بعضوں نے اسمیں غلط سمجھا ہے کابن کذا
وصی آجر منزل صغیر بدونہ فانہ یلزم المستاجر تمامہ اذ لیس لکل منهما ولایة الحط والاسقاط چنانچہ باپ یا اسیطرح وصی کذا فی الخانیہ اجارہ دیا
صغیر کا مکان اجرت کمتر مثل سے تو البتہ مستاجر پر پورا اجر لازم ہوگا اسواسطے کہ ہر ایک کو دونوں میں سے کم کرنے اور ساقط کرنیکی ولایت نہیں ہے طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے لکل منهما کے لکل منهم کہتا
تو متولی کو بھی تعلیل شامل ہوتی وفی الاشباہ عن القنیة ان القاضی یامر المستاجر بالاستیجار بالاجر المثل علیہ تسلیم زود السنین الماضیة ولو کان
القیم ساکتا مع قدرتہ علی الرفع للقاضی لا غرامة علیہ وانما هی علی المستاجر اذا ظفر الناظر بمال الساکن فلہ اخذ النقصان منہ فیصرفہ فی
مصرفہ قضاء ودیانة انتهی فلیحفظ اور اشباہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ قاضی مستاجر کو بعوض اجر مثل اجارہ لینے کا امر کرے اور اوسپر برسہاے گذشتہ کی زیادتی لازم ہوگی یعنی جو برسوں کم نرخ پر اجارہ اجرۃ مثل سے
اور اگر متولی ساکت رہا ہوگا باوجودیکہ اوسکی قادر ہوگی قاضی کے پاس نالش کرنیکی پر تو بھی متولی پر تاوان نہیں ہے تاوان تو مستاجر ہی پر ہے اور جبکہ ناظر ساکن وقف کے مال کو پا جاوے تو اوسکو بقدر نقصان اوسمیں لینا جائز ہے پھر اوسکو
صرف کرے وقف کے مصرف میں قضا بھی اور دیانۃ بھی انتہی کلام الاشباہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قلت وقید باجارة المتولی لما فی غصب الاشباہ لو آجر الغاصب ما منافعہ
مضمونة من مال وقف او یتیم او معد للاستغلال فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل علی الغاصب رد ما قبضہ لا غیر لنا ذیل الحلبی انتهی فلیحفظ میں کہتا ہوں
کہ مصنف نے وقف میں اجارہ متولی کی قید لگائی ہے اسواسطے کہ اشباہ کی کتاب الغصب میں لکھا ہے کہ اگر غاصب نے اجارہ دیا جسکے منافع کا ضمان غاصب پر ہے منجملہ مال وقف یا مال یتیم یا اوس مکان کے جو کرایہ کیواسطے مہیا ہے تو
مستاجر پر اجر مسمی ہے نہ اجر مثل اور غاصب پر پھیر دینا ہے اوسکا جو اجرا اوسنے مستاجر سے لیا ہے سوا اوسکی بسبب تاویل عقد اجارہ انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یفتی بالضمان فی غصب عقار الوقف وغصب
منافعہ او اتلافہما کما لو سکن بلا اذن او اسکنہ المتولی بلا اجر کان علی الساکن اجر المثل ولو غیر معد للاستغلال بہ یفتی صیانة للوقف
وکذا منافع مال الیتیم درر فتویٰ ہے اوس تاوان پر جو زمین وقف کے غصب اور اوسکے منافع کی غصب اور منافع کے تلف کر دینے میں چنانچہ اگر کسی نے مکان وقف میں سکونت کی بلا اذن یا متولی نے اوسکو رکھا بلا کرایہ تو ساکن پر
اجر مثل واجب ہوگا اگرچہ وہ مکان کرایہ کیواسطے مہیا نہو تو اسی پر فتویٰ ہے وقف کی حفاظت کیواسطے اور یہی حکم ہے مال یتیم کے منافع کا کذا فی الدرر وکذا یفتی بکل ما هو انفع للوقف فیما اختلف

العلماء فیہ حاوی القدسی و متی قضی بالقیمۃ شری بہا عقارا اخر فیکون وقفا بدل الاول اور اسیطرح فتوے ہے اور ایک قول ہے جو وقف کیوا سطے زیادہ نافع ہو جس میں علما کا
اختلاف ہے کذا فی حاوی القدسی اور جبکہ قاضی وقف کی قیمت کا حکم کرے تو بعوض اوسکے دوسری زمین خرید کرے تو یہ زمین وقف ہوگی زمین اول کی عوض یعنی اوسکا وقف ہونا تلفظ وقف پر
موقوف نہین کذا فی معین المفتی اور اختلاف علما کی یہ صورت مثلا کہ ایک قول میں استبدال وقف در صورت قلت حصول جائز ہے اور دوسرے قول میں جائز نہیں لیکن در صورت فقدان حصول مطلقا
تو عدم جواز پر فتوے دیا جائیگا کیونکہ وقف کو نافع تر ہے بسبب باقی رہنے اوسکی ذات کے اور احتمال تلف ہوجانے اوسکی قیمت کے و الذی تقبل فیہ الشہادۃ حسبۃ بدون الدعوے
اربعۃ عشر منہا الوقف علے ما فی الاشباہ لان حکمہ التصدق بالغلۃ و ہو حق اللہ اور جس میں گواہی بے دعوی کے مقبول ہوتی ہے تحصیل ثواب کیواسطے بدون دعوی کے وہ چودہ مقام ہیں اون میں سے
ایک وقف ہے کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ اثر مترتب وقف کا تصدق ہے محصول کا اور تصدق حق اللہ ہے تو اوسکی گواہی میں دعوی مدعی کی کچھ حاجت نہیں ہے چودہ مقامات مذکورہ ہیں وقف
طلاق تعلیق طلاق لونڈی کا آزاد ہونا اوسکا مدبرہ ہونا خلع ہلال رمضان نسب حد زنا حد شرب ایلا ظہار حرمت مصاہرت اپنی مولی کی نسب کا دعوی کذا فی الطحطاوی
عن الاشباہ بقی لو الوقف علے معینین ہل تقبل بلا دعوی فی الخانیۃ ینبغی لا اتفاقا و فی شرح الوہبانیۃ للشیخ حسن ہذا التفصیل ہو المختار
و فی التتارخانیۃ ان ہو حق اللہ تقبل و الا لا بلا دعوی فلیحفظ باقی رہی یہ بات کہ اگر وقف معین لوگون پر ہو گیا اوس میں گواہی بلا دعوی مقبول ہے یا نہیں خانیہ میں کہا
لائق یہ ہے کہ مقبول نہیں بالاتفاق اور شیخ حسن کی شرح وہبانیہ میں ہے اور یہی تفصیل ہی مختار ہے اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر وہ حق اللہ ہے تو مقبول ہے اور حق اللہ نہیں تو گواہی بلا دعوی مقبول
نہیں چاہیے اسکو یاد رکھنا چاہیے مترجم تفصیل یہ کہ تاتارخانیہ کی تفصیل صاف ہے کہ غیر معین پر مقبول ہے نہ معین پر قلت لکن بحث فیہ ابن الشحنۃ میں کہتا ہوں لیکن بحث کی ہے ابن الشحنہ نے یعنی اطلاق
قبول شہادت میں بعد البرہان اور ابن شحنہ نے کہا کہ تفصیل مذکور لابدی ہے اسواسطے کہ شہادت قائم ہوئی اسپر اس وقف کی قوم معین مستحق ہے تو اوسمین دعوی ضرور ہے اور اسباب ثابت ہوا اور اوسکے
استحقاق اور استعمال کے اگرچہ آخر کار اوسکو فقرا مستحق ہوں بخلاف اوسکے گواہی کے کہ فقرا یا مسجد پر وقف قائم ہو کذا فی المنح حلبی نے کہا ضمیر فیہ کی راجع ہے اوس اطلاق کیطرف جو کلام ماتن سے مستفاد
ہے تفصیل کیطرف طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اسکی مخالف ہے مترجم و فی المصنف یقبلہا مطلقا للثبوت اصل الوقف لما لہ للفقراء و باشتراط الدعوی للثبوت
الاستحقاق لما فی الخانیۃ لو کان لہ مستحق ولم یدع لم یدفع لہ شیئ من الغلۃ و تصرف کلہا للفقراء اور مصنف نے اپنی شرح میں اختلاف مذکور کو دفع کر دیا ہے گواہی
مقبول ہوگی گواہی مطلقا اور اوسکی ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ مرجع اوسکا فقیر ہیں اور ہو اوسکی شرط ہونے دعوی کو واسطے ثابت ہونے استحقاق کے اسواسطے کہ خانیہ میں ہے کہ اگر کوئی مستحق ہوا اور دعوی
نکرے تو اوسکو کچھ غلہ نہ دیا جائیگا اور تمام غلہ محتاجوں پر صرف کیا جائیگا مترجم خلاصہ توفیق مذکور یہ ہے کہ ثبوت اصل وقف محتاج نہیں ہے دعوی کا مطلقا اگرچہ مستحق پر بدون دعوی کے غلہ پاویگا اور ثبوت
استحقاق شخص معین بلا شبہ دعوی پر موقوف ہے تو اب برہان اور ابن شحنہ کے کلام کا خلاف مندفع ہو گیا کذا فی المنح قلت و مفادہ انہ لو ادعی استحق مع الغلۃ لا تسمع منہ
علے المفتی بہ لا الا بتولیۃ کما افتیتہ میں کہتا ہوں اوس قول نے کہ یہ مستفاد ہوا کہ مستحق دعوی کریگا تو مستحق غلہ ہوگا باوجود اس بات کہ مستحق کا دعوی مسموع نہیں بنابر قول مفتی بہ کہ بدون تولیت کر
چنانچہ عنقریب گذر گیا تو غور کر میں حلبی نے کہا جو مذکور ہو چکا وہ یہ ہے کہ در صورت غصب متولی مدعی ہوگا نہ مستحق بلا تولیت اور اگر مستحق وقف میں اپنے استحقاق کا دعوی کریگا تو بلا شبہ
ہی محتاج مدبر نہیں و فی الاشباہ لنا شاہد حسبۃ فی اربعۃ عشر و لیس لنا مدع حسبۃ الا فی دعوی الموقوف علیہا اصل الوقف فانہا تسمع عند البعض
والمفتی بہ لا الا بتولیۃ فاذا الفرسہم دعواہ فالاجنبی اولی انتہی و قد مر فتنبہ اور اشباہ میں ہے کہ ہم حنفیہ کے نزدیک شاہد حسبہ چودہ مقام میں ہے چنانچہ عنقریب بیان ہو چکا
اور ہمارے نزدیک مدعی حسبہ نہیں لیکن موقوف علیہ اصل وقف کے دعوی میں کیونکہ اوسکا دعوی مسموع ہے بعض کے نزدیک اور قول مفتی بہ یہ ہے کہ مسموع نہیں لیکن تولیت کیسا تھ دعوی اوسکا مسموع نہوا تو اجنبی اوس سے
بہتر ہے انتہی کلام الاشباہ اور التنبیہ کو سمجھ چکا سو آگاہ ہو حاصل جو مذکور ہوا سو موقوف علیہ کا دعوی نا مناسب ہے اور یہاں حصول وقف کا دعوی ہے تو دونوں کی مغائرت ثابت ہے نہیں و یشترط فی
دعوی الوقف بیان الواقف لو الوقف قدیما فی الصحیح بزازیہ لئلا یکون اثباتا للمجہول و فی العمادیۃ تقبل اور شرط ہے دعوی وقف میں بیان واقف کا اگرچہ وقف قدیمی ہو قول صحیح میں
کذا فی البزازیہ تا اثبات مجہول کی نہو اور عمادیہ میں ہے کہ مقبول ہے بلا بیان واقف اور یہ قول ہے ابو یوسف کا اور اسی پر فتوے ہے منح میں ہے جونکہ وقف امام ابو یوسف کے قول پر ٹھہرا ہے تو یہاں بھی و یمکن
کہ قول پر فتوے ہو کذا فی المنح و تقبل فیہ الشہادۃ علے الشہادۃ و شہادۃ النساء مع الرجال و الشہادۃ بالشہرۃ لاثبات اصلہ و ان صرحوا بہ بالسماع فی المختار

ولو الوقف على معيّنين حفظاً للأوقاف القديمة عن الاستهلاك بخلاف غيره اور مقبول ہے وقف میں گواہی پر گواہی اور گواہی عورتوں کی مردوں کے ساتھ اور
مقبول ہے شہرت کی گواہی اصل وقف کے اثبات کیواسطے اگرچہ گواہ اپنی سماعت کی تصریح بھی کردیں قول مختار یہی ہے اگرچہ وقف معینوں پر ہو ہر صورت گواہی مقبول ہے تاکہ اوقاف
قدیمہ استہلاک سے محفوظ رہیں بخلاف غیر وقف کے یعنی جسمیں شہادت بالتسامع جائز ہے جیسا نسب اگر اوسمیں گواہ اپنی سماعت کی تصریح کریں گے تو گواہی مقبول نہوگی کذا فی الطحطاوی
على المرر لا تقبل بالشهرة لاثبات شرائطه في الاصح درر وغيرها مقبول نہیں شہرت کی گواہی شرائط وقف کے اثبات کیواسطے قول اصح یہی کذا فی الدرر وغیرہا اور اسی پر
فتوی ہے کذا فی العالمگیریہ علامہ نوح نے کہا شہادت بالشہرت یہ کہ متولی دعوی کرے کہ اس زمین کا وقف ہونا فلانی امر پر معروف اور مشہور ہے اور گواہ بھی یہی گواہی دیں اور شہادت
بالتسامع یہ کہ شاہد کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں بسبب تسامع کے کذا فی الطحطاوی اور بزازیہ میں ہے کہ شہادت بالتسامع اصل وقف پر موقوف ہے نہ اوسکی شرائط پر اسواسطے کہ وقف باقی رہتا ہے قرناً
بعد قرن بخلاف شرائط کے اور جس سے صحت وقف کی متعلق ہو اور موقوف علیہ ہو سو وہ اصل وقف سے ہے اور جو موقوف علیہ صحت وقف نہیں وہ اوسکی شرائط میں سے ہے کذا فی المنح لكن في المجتبى المختار
قبولها على شرائطه ايضاً واعتمده في المعراج واقره الشرنبلالي وقواه في الفتح بقولهم يسلك بمنقطع الثبوت المجهولة شرائطه ومصارفه
ما كان عليه في دواوين القضاة انتهى وجوابه ان ذلك للضرورة والكلام عند عدمها لیکن مجتبی میں کہا کہ قبول کرنا شہادت شہرت کا وقف کی شرائط پر بھی قول مختار ہے اور معراج میں اوسپر
اعتماد کیا ہے اور شرنبلالی نے اسکو ثابت رکھا ہے اور فتح القدیر میں اسکو قوی کیا ہے اوس قول سے کہ جس وقف کا ثبوت منقطع ہو اور اوسکی شرائط اور مصارف مجہول ہوں اوسمیں وہی عمل
کیا جائیگا جو قاضیوں کے دفاتر میں ہے انتہی اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ بسبب ضرورت کے ہے اور مدعا عام ہے کذا فی البحر فالاصل تقویت فتح القدیر یہ ہے کہ صورت مذکورہ جب دفاتر قضاۃ پر عمل ہوا
یہی مطلوب ہے ثبوت بالتسامع کا اور جواب بحر الرائق میں ہے کہ دفاتر پر عمل بضرورت ہی ہوا کہ شرائط اوسکی مجہول تھی اور مدعا عام ہے خواہ شرائط مجہول ہوں یا نہوں علاوہ اسکی کلام
فتح القدیر کا اوس وقف میں ہے جسکا ثبوت منقطع ہو اور سوائے دفتر کے اوسکا حال معلوم نہوا اور یہاں گفتگو اوس وقف کی ہے جسکا ثبوت سماعت کی گواہی سے ہو و بيان المصرف
كقولهم على المسجد كذا من اصله لتوقف صحة الوقف عليه فتقبل بالتسامع اور مصرف وقف کا بیان چنانچہ یوں کہنا شاہدوں کا کہ یہ زمین فلانی مسجد پر وقف ہے داخل ہے اصل
وقف میں بسبب موقوف ہونے صحت وقف کے بیان مصرف پر تو مصرف میں شہادت بالتسامع مقبول ہے وبعض مستحقيه وكذا بعض الورثة ولا ثالث لهما كما في الاشباه
قلت وكذا لو ثبت اعساره في وجه احد الغرماء كما سيجيء فتامل وقالوا تقبل بينة الافلاس بغيبة المدعي وكذا البعض الاولياء المتساوين فيثبت
الاعتراض للكل وكذا الامان والقود وولاية المطالبة بازالة الضرر العام عن طريق المسلمين والتتبع يقتضي عدم الحصر اور بعض مستحق وقف
بجائے کل مستحقین کے ہے اور اسیطرح بعض وارث اور وارثوں کا تیسرا نہیں یعنی سوا مستحق اور وارث کے اور کوئی شخص بجائے کل اشخاص نہیں ہو سکتا کذا فی الاشباہ میں کہتا ہوں اسیطرح حکم ہے اگر مفلسی مدیون
کی ایک قرضخواہ کے سامنے ثابت ہو چنانچہ آویگا تو اسکو تامل کرو اور فقہا نے کہا ہے کہ افلاس کے گواہ مدعی کی غیبت میں مقبول ہیں اور یہی حکم ہے بعض اولیاء متساوین کا کہ اعتراض نکاح کا حق
ہر ایک کیواسطے پورا ثابت ہے اور یہی حکم ہے امان اور قصاص اور ولایت مطالبہ ضرر عام دفع کرنیکی واسطے مسلمین کی راہ سے اور تجسس اور تلاش مقتضی ہے عدم حصر کی ہم پر رد ہے صاحب اشباہ کہ وہ دعوی
حصر کا قائل ہے ثم انه ينتصب احد الورثة خصماً عن الكل في دعوى دين على الميت لا عين لم يكن بيده فليحفظ بعد معلوم کرنا چاہیے کہ ایک وارث خصم ہوتا ہے سب وارثوں کیطرف
سے اگر میت کے ذمہ دین کے دعوی میں خصومت ہو نہ عین کی دعوی میں الا وقتیکہ وہ مدعی علیہ کے ہاتھ میں ہو تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ينتصب خصماً عن الكل اي اذا كان وقف بين جماعة
وواقفه واحد فلو احد منهم او وكيله الدعوى على احد منهم او وكيله یعنی بعض مستحق وقف جھگڑ سکتا ہے سبکی طرف سے یعنی جب وقف ہوا ایک جماعت کے درمیان اور اوسکا وقف کرنیوالا
ایک ہی ہو تو اونمیں سے ایک مستحق کو یا اوسکے وکیل کو دعوی کرنا اونمیں سے دوسرے شخص پر یا اوسکے وکیل پر جائز ہے وقيل لا ينتصب فلا يعم القضاء الا لقدر ما في يد الحاضر
اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ بعض مستحق سبکیطرف سے خصومت نہیں کر سکتا سو قاضی کو حکم کرنا صحیح نہیں مگر اوسیقدر میں جو حاضر کے ہاتھ میں ہے ھم قائل اس قول کا قاضی عبد الجبار ہے
وهذا انتصاب بعضهم اذا كان الاصل ثابتاً والا فلا ينتصب المستحق خصماً كما في شرح الوهبانية اور یہ یعنی بعض مستحقین کا خصومت کرنا اوسوقت ہے جب اصل وقف
ثابت ہوا اور اگر ثابت نہ ہو تو ایک مستحق خصومت نہیں کر سکتا اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے اشترى المتولي بمال الوقف دارا للوقف لا يلحق بالمنازل

الموقوفة ويجوز بيعه كذا لاشتراء لانه لا يلزمه الا اذا اوهم … یعنی جب کوئی متولی وقف کے مال وقف سے ایک گھر خرید کیا وقف کرنے کو تو یہ گھر مثل اموقوفہ سابقہ کے ساتھ شامل نہ کیا جائے اور اسکی بیع
جائز ہے قول اصح میں سو اسطے کہ اسکے لزوم وقف میں بہت سا کلام ہے اور یہاں وہ موجود نہیں۔ مات المؤذن والامام ولم يستوفيا وظيفتهما من الوقف سقط لانه كالصلة
كالقاضي وقيل لا يسقط لانه كالاجرة كذا في الدرر قبيل باب المرتد وغيرها قال المصنف وظاهره ترجيح الاول لحكاية الثاني بقيل قلت قد جزم في
البغية تلخيص القنية بانه يورث بخلاف رزق القاضي كذا في وقف الاشباه ومغنم النهر۔ مرگیا مؤذن اور امام اور حالانکہ دونوں نے اپنا وظیفہ یعنی ماہیانہ یا سالانہ وقف سے نہیں پایا
تو ساقط ہو گیا مثل قاضی کے اسواسطے کہ وظیفہ مانند صلہ اور عطا کی ہے کہ بدون قبض صاحب کے نہیں ہوتا اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ اجرت کی مانند ہے کذا فی الدرر قبیل باب المرتد
وغیرہا مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا اور ظاہر ترجیح قول اول کا مقتضی ہے یعنی مقولہ کا بسبب حکایت قول ثانی کی بلفظ قیل کہتا ہوں کہ بغیہ تلخیص القنیہ میں البتہ یقین کیا ہے اسکا کہ امام اور مؤذن کا
وظیفہ موروث ہوتا ہے بخلاف رزق قاضی کے کذا فی وقف الاشباہ ومغنم النہر۔ ولو عين للامام دار وقف فلم يستوف الاجرة حتى مات ان اجرها المتولي سقط وان اجرها
الامام لا اعادیہ اور اگر امام مسجد پر ایک گھر وقف ہو سو اوس نے کرایہ اوس گھر کا پورا نہ پایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر وہ گھر متولی نے کرایہ دیا تھا تو کرایہ ساقط ہو گیا اور اگر اوس امام نے کرایہ دیا
تو ساقط نہ ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ امام کا اجارہ دینا بمنزلہ اوسکے قبض کے قرار دیا گیا۔ اخذ الامام الغلة وقت الادراك وذهب قبل تمام السنة لا يسترد منه
غلة باقي السنة فصار كالجزية وموت القاضي قبل الحول وتحل للامام غلة باقي السنة لو فقيرا وكذا الحكم في طلبة العلم في المدارس امام نے غلہ لیا اپنی
وقت اور اوس مسجد سے چلا گیا قبل تمام ہونے سال کے تو اوس سے باقی سال کا غلہ پھیر نہ لیا جائیگا تو وہ ہو گیا جزیہ اور موت قاضی کی مانند سال سے پہلے اور حلال ہوگا امام کو غلہ باقی سال کا اگر وہ محتاج
ہوگا اور یہی حکم ہے طالب علموں کا مدرسوں میں کذا فی الدرر یعنی اگر طالب علم غلہ سال بھر کا مدرسہ سے لیکر چلا جاوے تو استرداد نہیں ہے اگر وہی اثنا سال میں چلا جاوے تو اوسسے ایام گذشتہ کا غلہ پھیر لیا جائیگا اور
محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ اگر اثناء سال میں چند ہینگی کی پھیری سلمان کی جہاں یا مرجانا تو وہ یا اوسکا وارث اسقدر خرچہ نہیں کر سکتا۔ ونظم ابن الشحنة الغيبة المسقطة للمعلوم المقتضية
للعزل ومنه ؎ وما ليس بد منه ان لم يزد على ثلاث شهور فهو يعفى ويغفر اور ابن شحنہ نے نظم کیا ہے اوس غیبت کو جو ساقط کرتی ہے مشروط کو اور مقتضی ہے
معزول کو اور منجملہ نظم مذکور یہ ہے اور جو غیبت ناچاری کی ہے اگر تین مہینے سے زیادہ نہ ہو تو وہ معاف و مغفور ہے ؎ وقد ابطلوا الا ياخذ السهم مطلقا لما عنه … والحكم في الشرع ينقض
اور البتہ باطل کیا ہے فقہا نے کہ ہمیشہ کر در صورت غیبت ایام گذشتہ کا حصہ مطلقا لے لیوے اور جو حکم شرع میں ہے … یعنی چاہے غیبت ضروری ہو یا غیر ضروری قلت هذا كله في سكان
المدرسة وفي غير فرض الحج وصلة الرحم اما فيهما فلا يستحق العزل والمعلوم كما في شرح الوهبانية للشرنبلالي میں کہتا ہوں کہ یہ تمام مذکور سکان مدرسہ میں ہے اور غیر فرض حج و صلہ
رحم کے سوا میں ہے اور دونوں میں یعنی فرض حج اور صلہ رحم میں مستحق عزل اور مشروط کا نہیں کذا فی شرح الوهبانية للشرنبلالي وفي المنظومة المحبية ؎ ولا يجوز استنابة الفقيه
لا ولا المدرس لعذر حصلا كذلك حكم سائر الارباب اذ لم يكن عذر فذا من باب اور نظم محبیہ میں ہے کہ جائز نہیں ہے نائب کرنا فقیہ اور نہ مدرس کا بسبب عذر کے کہ حاصل ہو اسی طرح
حکم ہے باقی ارباب وظائف کا یا عذر نہ ہو تو یہ عدم استنابت بطریق اولی جائز نہ ہوگی ؎ والمتولي لوقف اجرا لكنه في صكه ما ذكرا من اي جهة تولى الوقفا
ما جوزوا ذلك عنيت … اور متولی نے اگر وقف کو اجارہ دیا لیکن اوس نے وثیقہ اجارہ میں ذکر نہیں کیا کہ کس وجہ سے متولی ہے وقف کا واقف کی طرف سے یا قاضی کی جانب سے تو فقہا نے یہ اجارہ دینا جائز نہیں رکھا
جائز کہا ہے ؎ ومثله الوصي اذ يختلف حكمهما في ذا على ما يعرف بحسب التقليد للمنصوب فقس كل التصرفات … اور مانند متولی کے وصی ہے اسواسطے کہ متولی اور
وصی دونوں کا حکم بنا بر مشہور کے مختلف ہے بحسب تقلید اور نصب کے سو قیاس کرلے اجارہ پر جمیع تصرفات کو اسواسطے فقہا نے اجازت دی تا احکام میں اشتباہ نہ پڑے جامع الفصولین میں ہے کہ اجازت متولی
اور وصی کا بلا تصریح وجہ تولیت اور ایصا کی جائز نہیں ہے اسلئے کہ باپ کے وصی اور دادا کے وصی اور ماں کے وصی اور قاضی کی جہت سے وصی کے احکام مختلف ہیں قلت لكن للسيوطي رسالة سماها
الضيابة في جواز الاستنابة نقل الاجماع على ذلك فليحفظ کہتا ہوں کہ جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے جسکا نام انہوں نے ضیابہ فی جواز الاستنابہ رکھا ہے اور جواز نیابت پر
اجماع فقہا نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے۔ ولا ينقض بها القيم الى الوقف ثم لوصيه لقيامه مقامه ولایت قائم کرنی متولی کی واقف کیطرف ہے پھر اوسکے وصی کو بسبب قائم ہونے
وصی کے مقام موصی کی۔ ولو جعله على امر الوقف فقط كان وصيا في كل شيء خلافا للثاني ولو جعل النظر لرجل ثم جعل لاخر وصيا كانا ناظرين

مالم يخص تمامه في الاسعاف فلو جعل كل ناظر وقف فحل اسم متولي ثم الثاني من متاخر اشترکا ہونگے اور اگر واقف نے ایک شخص کو مقطعات وقف پر وصی کیا تو وہ ہر چیز میں وصی ہوگا بخلاف ابو یوسف کے اور اگر واقف نے عہدہ
نظارت ایک مرد کو دیا پھر دوسرے کو وصی کیا تو دونوں ناظر ہونگے تا وقتیکہ تخصیص نہ ہو اور بیان اسکا اسعاف میں ہے تو اگر وقف کئے دو وقف پائے گئے کہ ہر ایک میں ایک متولی کا نام ہے اور دوسرے وقف کی تاریخ متاخر ہے
تو دونوں شخص تولیت میں شریک ہونگے کذا فی البحر **فرع** مسئلہ تحفہ شارح کا طالب التولية لا يولى الا المشروط له النظر لانه مولى فيريد للتنفيذ حکم تولیت کی درخواست کرنیوالے کو تولیت
نہ دیجائے سوا اوس شخص کے جسکے واسطے تولیت مشروط ہو چکی تو اگر بعد شرط کی درخواست کریگا تو دیا جائیگا اسواسطے کہ وہ متولی ہو چکا بسبب شرط کے تو وہ اس نے رجوع سے تنفیذ شرط کا ارادہ کیا ہے کذا فی
الطحطاوی نے کہا طالب تولیت کو اسواسطے تولیت نہ دیجائے کہ حدیث میں نہی وارد ہے ثم اذا مات المشروط له بعد موت الواقف ولم يوص الى احد فولاية النصب للقاضي اذ لا
ولاية لمستحق الا بتولية كما مر پھر جبکہ وہ شخص مر گیا جسکے واسطے تولیت مشروط تھی بعد موت واقف کے اور اوس نے کسیکے واسطے وصیت نہیں کی تولیت کی تو نصب متولی کی ولایت قاضی
کیواسطے ہے مستحق وقف کے واسطے اسواسطے کہ مستحق کو ولایت نہیں ہے مگر اوسکی تولیت سے چنانچہ گذر گیا وما دام احد يصلح للتولية من اقارب الواقف لا يجعل المتولي من الاجانب لانه
اشفق ومن قصده نسبة الوقف اليهم اور جبتک کوئی شخص تولیت کی لیاقت رکھتا ہو واقف کے اقارب سے تو متولی بیگانوں سے نہ مقرر کیا جائے اسواسطے کہ واقف کا برادری کا مصلح زیادہ شفیق
ہے اور اوسکا مقصود یہ ہے کہ وقف کی نسبت اوسکے خاندان کی طرف بنی رہے اراد المتولي اقامة غيره مقامه في حياته وصحته ان كان التفويض له بالشرط عاما صح ولا
يملك عزله الا اذا كان الواقف جعل له التفويض والعزل ایک متولی نے اپنے غیر شخص کو بجای خود قائم کرنیکا ارادہ اپنی زندگی و صحت میں کیا اگر متولی کو تفویض تولیت بسبب شرط کے واقف
کے عام ہو تو اقامت مذکور صحیح ہے اور متولی مذکور اوسکو معزول کرنیکا بعد اقامت کے مالک نہ ہوگا مگر جبکہ واقف نے اوسکو واسطے متولی کرنا اور معزول کرنا دونوں مقرر کر دیا ہو طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح صحته
کو محذوف کرتا تا تفصیل آئندہ صحیح ہوتی مانند صاحب اشباہ کے والا فان فوض في صحته لا يصح وان في مرض موته صح وينبغي ان يكون له العزل والتفويض الى غيره
كالايصاء اشباه اور اگر متولی نے غیر کو تولیت سپرد کی اپنی صحت میں تو صحیح نہیں اور اگر اپنے مرض الموت میں تفویض کی تو صحیح ہے اور سزاوار یہ ہے کہ اوسکو عزل و تفویض غیر کا اختیار مثل وصیت کے ہو کذا
فی الاشباہ مثلا باپ کے وصی کو اختیار ہے کہ دوسرے کو وصی کرے اور اوسکو معزول کرے قال وسئلت عن ناظر معين بالشرط ثم من بعده للحاكم فهل اذا فوض النظر لغيره
ثم مات ينتقل للحاكم فاجبت ان فوض في صحته فنعم وان في مرض موته لا مادام المفوض له باقيا لقيامه مقامه وعن واقف شرط مرتبا الى
معين ثم من بعده للفقراء ففرغ عنه لغيره ثم مات هل ينتقل للفقراء فاجبت بالانتقال صاحب اشباہ نے کہا مجھسے سوال ہوا اوس ناظر کا جو معین ہوا ہے شرط سے
پھر بعد اوسکے حاکم کو اختیار ہے تو جبکہ ناظر مذکور غیر کو نظارت سپرد کر کے پھر مر گیا اوسکی ولایت حاکم کیطرف منتقل ہوگی سو میں نے جواب دیا کہ اگر ناظر نے اپنی صحت میں غیر کو تولیت تفویض کی تو ہاں
حاکم کیطرف انتقال ہوگا اور اگر اوس نے اپنی مرض الموت میں تفویض کی تو انتقال نہوگا جبتک وہ شخص باقی رہیگا جسکو ناظر نے تولیت سپرد کی بسبب قائم ہونے اوس شخص کے بجای ناظر کے اور مجھسے سوال ہوا اوس
وقف کرنیوالے کا جسنے ترتیب وقف کیا ایک مرد معین کے واسطے پھر بعد اوسکے فقیروں کے واسطے سو مستحق نے اپنا حصہ غیر کو حوالہ کرکے کنارہ کیا پھر مر گیا آیا وظیفہ معلومہ کیا فقیروں کیطرف منتقل ہوگا میں نے
منتقل ہونیکا جواب دیا یعنی بعد موت مستحق مذکور کے وفيها للواقف عزل الناظر مطلقا به يفتى ولم ار حكم عزله لمدرس وامام ولاهما ولو لم يجعل ناظرا
فنصب القاضي لم يملك الواقف اخراجه ولو عزل الناظر نفسه ان علم الواقف او القاضي صح والا لا درر و اشباہ میں ہے کہ واقف کو اختیار ہے معزول
کرنے ناظر کا مطلقا یعنی خواہ اوسنے اپنے واسطے عزل کی شرط کیا ہو یا نکیا ہو اسیکا فتوی ہے اور میں نے نہیں دیکھا حکم معزول کرنے واقف کا اوس مدرس اور امام کو جنکو واقف ہی نے مقرر کیا اور اگر واقف نے ناظر مقرر
نہیں کیا سو قاضی نے منصوب کیا تو واقف اوسکو اخراج کا مالک نہیں اور اگر ناظر نے اپنی ذات کو معزول کیا اگر واقف یا قاضی کو اوسکا علم ہوا تو عزل صحیح ہے والا نہیں طحطاوی نے کہا کہ امام اور مؤذن
کی معزولی کا مسئلہ ہے بلا شک مدرس کا بھی یہی حکم ہے خانیہ میں ہے کہ جب امام اور مؤذن بسبب غیبت کے چند مہینے اپنا کام نہ کریں تو متولی کو اختیار ہے معزول کرنا اور غیر کو قائم کرنا جائز ہے انتہی لیکن جو عزل بسبب عذر
کے ہے اور کلام ہے عدم عذر میں باع دارا ثم باعها المشتري من اخر ثم ادعى اني كنت وقفتها او قال وقف علي لم تسمع فلا يحلف المشتري مثلا زید نے گھر بیچا
پھر اوسکو خالد مشتری نے اور شخص سے بیچا پھر زید نے دعوی کیا کہ میں نے اوس گھر کو وقف کر دیا تھا یا یوں کہا کہ وہ گھر مجھ پر وقف تھا تو یہ دعوی صحیح نہیں تو قسم لیجاویگی مشتری سے ہم مشتری کی بیع کو نافذ
نہیں کیا وہی ابن نجیم کے سوال میں ہے مذکور تھا شارح نے اوسکو ذکر کر دیا اور مشتری پر اسواسطے حلف نہیں کہ حلف صحت دعوی پر مرتب ہے ولو اقام بينة او اراد تحليفه بعد قبلت

فیبطل البیع ویلزم اجر المثل فیہ لا فی الملک لو استحق علی المعتمد بزازیہ وغیرہا اور اگر بائع مذکور گواہ قائم کرے اوسکے وقف ہونے پر یا حجت شرعی ظاہر کرے تو مقبول
ہوگی تو بیع باطل ہوگی اور مشتری پر اجرت مثل لازم ہوگا وقف میں نہ ملک میں صورت اوسکے استحقاق کے بقول معتمد کذا فی البزازیہ وغیرہا اصل وقف میں اجرت مثل لازم ہو جاتی ہے بلا عقد اجارہ بخلاف
ملک مستحق کے اور حجت شرعی سے وہ نوشتہ مراد ہے جو بیع کے وقف ہونے پر گواہی دے چنانچہ فتاوی ابن نجیم میں سائل کے سوال میں مصرح ہے اور ظاہر بیان شارح کا اسپر دلالت کرتا ہے کہ دستاویز پر
عمل کرنا چاہیے بلا بیان شرعی اور حالانکہ یہ قاعدہ مذہب کے مخالف ہے کہ خط معمول بہ نہیں ہوتا اور خود ابن نجیم نے سوال کے جواب میں فقط گواہوں پر اقتصار کیا ہے ہاں اشباہ کے بعضے
محشیوں نے کہا ہے کہ قاضی کی محفوظ سجل پر عمل کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولیس للمشتری حبسہ بالثمن منیۃ من الاستحقاق اور مشتری کو جائز نہیں کہ گھر وقف
مذکور کا قیمت لینے کیواسطے روکے کذا فی المنیہ من باب الاستحقاق اسواسطے کہ حبس بجای رہن ہے اور وقف میں رہن جائز نہیں وھی احدی المسائل السبع المستثناۃ من قولہم من سعی
فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ اور وہ یعنی بیع کرکے وقف کا دعوی کرنا ایک مسئلہ ہے اون سات مسائل سے جو مستثنی ہیں فقہا کے اس قول سے کہ جو شخص سعی کرے اوسکے
توڑنے میں جو اوسکی جہت سے پوری ہوئی ہے تو اوسکی سعی نامقبول ہے کذا فی قضاء الاشباہ واعتمد فی الفتح والبحر انہ ان ادعی وقفا محکوما بلزومہ قبل والا لا وھو تفصیل
حسن اعتمدہ المصنف فی الاستحقاق لکن اعتمد الاول آخر الکتاب تبعا للکنز وغیرہ اور فتح القدیر اور بحر الرائق میں اسپر اعتماد کیا ہے کہ اگر بائع
نے اسکا دعوی کیا کہ بیع ایسا وقف ہے جسکے لزوم پر قاضی کا حکم ہو گیا تو دعوی اوسکا مقبول ہے اور نہیں تو نہیں اور یہ تفصیل اچھی ہے جسپر مصنف نے باب الاستحقاق میں اعتماد کیا لیکن
آخر کتاب میں قول اول پر یعنی اطلاق وقف پر خواہ لزوم کا حکم ہوا ہو یا نہوا ہو مصنف نے اعتماد کیا ہے کنز وغیرہ کی تابع ہو کر پھر تفصیل مذکور امام کے قول پر مبنی ہے اور بقول مفتی بہ حکم
بالزوم کی کچھ حاجت نہیں وفی العمادیۃ لا تقبل عند الامام وھو المختار وصوبہ الزیلعی قال وھو احوط اور عمادیہ میں ہے کہ گواہ مقبول نہیں امام کے نزدیک اور یہی
مختار ہے اور زیلعی نے اسکی تصویب کی ہے اور کہا کہ یہی قول بہت قریب باحتیاط ہے وفی دعوی المنظومۃ المحبیبیۃ وھذا فی وقف ھو حق اللہ تعالی اما لو کان علی معین
لم یجز قلت وقدمنا قبولہا مطلقا لثبوت اصلہ لما آلہ للفقراء فتدبر وفی فتاوی ابن نجیم نعم تسمع دعواہ ببینتہ ویبطل البیع اور منظومہ محبیبیہ کے
کتاب الدعوی میں ہے اور یہ یعنی دعوی وقف کے گواہ مقبول ہونا اوس وقف میں ہے جو حق اللہ ہے اور اگر وقف عباد پر ہو تو جائز نہیں میں کہتا ہوں ہم مقدمہ ذکر کر چکے مقبول ہونا شہادت کا
مطلقا واسطے ثابت ہونے اصل وقف کے کیونکہ اوسکا انجام کار فقیروں کے لیے ہے تو اسکو غور کرو اور ابن نجیم کے فتاوی میں ہے کہ ہاں دعوی وقف کا اور گواہی مسموع ہے اور بیع باطل ہوگی
الباقی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والموذن فی المختار الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ الباقی بانیوالا مسجد کا مقدم ہے اہل محلہ سے امام اور موذن
کے مقرر کرنے میں بقول مختار مگر جبکہ قوم نے امام اور موذن بانی کی امام اور موذن سے اصلح اور الیق معین کیا یعنی اوسوقت میں تجویز اہل محلہ بہتر ہے اسواسطے کہ اسکی منفعت اہل محلہ کیطرف
راجع ہے صح الوقف قبل وجود الموقوف علیہ فلو وقف علی ولد زید ولا ولد لہ او علی مکان ھیأہ لبناء مسجد او مدرسۃ صح فی الاصح
صحیح ہے وقف کرنا قبل وجود موقوف علیہ کے تو اگر خالد نے زید کی اولاد پر وقف کیا اور حالانکہ اوسکی کوئی اولاد نہیں یا اوس مکان پر وقف کیا جسکو مسجد یا مدرسہ بنانے کیلیے مہیا کیا
تو صحیح ہے قول اصح میں وتصرف الغلۃ للفقراء الی ان یولد لزید او یبنی المسجد عمادیہ زاد فی النہر وینبغی انہ لو وقفہ علی مدرسۃ یدرس
فیہا المدرس مع طلبۃ فدرس فی غیرہا التحق والتدلیس فیہا ان تصرف الغلۃ لہ لا للفقراء کما یقع فی الروم اور صرف کیا جاوے محصول وقف کا
فقیروں پر یہانتک کہ زید کی اولاد ہو یا مسجد بنائی جاوے کذا فی العمادیہ نہر الفائق میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اوس مدرسہ پر جہاں مدرس درس کرتا ہے طالب علموں
کے ساتھ سو مدرس نے پڑھانا ترک کیا اور مدرسہ میں اسکے سبب متغلب ہونے درس کے اوس مدرسہ میں لائق یہ ہے کہ علوفہ مدرس کو دیا جاوے نہ فقیروں کو چنانچہ بلاد روم میں رائج ہے جب تدریس
متعذر ہوئی بسبب منہدم ہو جانے مدرسہ کے یا ایسی واقع ہوئی کہ آبادی سے دور فرع مہمۃ تتعلق للفتوی یہ مسائل ضروریہ میں جو فتوی کیواسطے حادث ہوئے شارح علامہ نے
آخر کتاب الوقف میں کثرت سے مسائل کو زیادہ کیا اور بعد تصنیف کتاب کے تنگنای ایجاز سے نکل کر گلگشت میدان اطناب فقط اسی باب میں پسند کیا اسی قصد الاحکام
ارضا لہ ساقیۃ لیصرف خراجہا لکفنہا فاستغنی عنہا لخراب البلد فنقلہا وکیل الامام لساقیۃ ھی ملک ھل تصح اجابہ بعض

لبعض العلماء الفقراء فلیحفظ مکروہ ہے بقدر نصاب کے فقیروں کو دینا فقرا کو وقف سے مگر جب کہ واقف نے اپنی قرابتی فقیروں پر وقف کیا تو بقدر نصاب دینا مکروہ نہیں فی الاشباہ
اور اسی سے معلوم ہو گیا حکم مرتب کثیر کا فقرا کو وقف سے بعضے محتاج علما کے واسطے تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی فقیروں کو وقف سے بقدر نصاب یا زیادہ محتاج عالم کو دینا جائز نہیں
اسواسطے کہ وقف صدقہ ہے تو مشابہ زکوۃ ہوا لیس للقاضی ان یقرر وظیفة فی الوقف لغیر شرط الواقف ولا یحل للمقرر الاخذ الا النظر علی الوقف باجر
مثله قنیه یہ قاضی کو جائز نہیں کہ کسیکے واسطے وظیفہ مقرر کرے وقف میں بغیر شرط واقف کے اور جسکو واسطے قاضی نے مقرر کر دیا اوسکو لینا حلال نہیں مگر نظارت وقف کے بعوض اجرت مثل کے تو قاضی کو
جائز ہے کذا فی القنیہ یہ اوس وقت ہے جب ضرورت نہو اور اگر ضرورت داعی ہو اور مصلحت مقتضی ہو تو قاضی کے پاس مرافعہ کیا جاوے اور ضرورت ثابت کیجاوے تو قاضی اوسکو مقرر کرے
جو اوسکی اصلاح کرے اور اوسکو واسطے اجرت مثل معین کردے یا متولی کو قاضی اجازت اسکی دے کذا فی الطحطاوی عن البحر لوالجیہ تجوز الزیادة من القاضی علی معلوم الامام
اذا کان لا یکفیه وکان عالما تقیا ثم قال بعد ورقین الخطیب ملحق بالامام بل هو امام الجمعة قلت واعتمدا فی المنظومة المحبیة
قاضی کو جائز ہے زیادہ کرنا امام کی وجہ تقرری پر جب کہ اوسکو کفایت نکرتی ہو اور وہ عالم متقی ہو بحر صاحب اشباہ نے کہا دو ورق کے بعد اور خطیب امام کو ساتھ ملحق ہے بلکہ خطیب خود
امام جمعہ ہے میں کہتا ہوں اسی روایت پر اعتماد کیا ہے منظومہ محبیہ میں ونقل عن المبسوط ان السلطان یجوز له مخالفة الشرط اذا کان غالب جهات الوقف
قری ومزارع فیعمل بامره وان غایر شرط الواقف لان اصلها لبیت المال اور منظومہ محبیہ کے مصنف نے خواہر زادہ کی مبسوط سے نقل کیا ہے کہ البتہ بادشاہ کو مخالفت
شرط کی جائز ہے جب کہ اکثر جہات وقف کی دیہات اور اراضی زراعت کی ہو تو اوسکے حکم کے موافق عمل کیا جاوے اگرچہ واقف کی شرط کے مغایر ہو اسواسطے کہ دیہات اور اراضی کی اصل
بیت المال کی مملوک ہے ویصح تعلیق التقریر فی الوظائف فلو قال القاضی ان مات فلان او شغرت وظیفة کذا فقد قررتک فیها صح ولا ینعقد بتقریر
کرنیکی تعلیق صحیح ہے تو اگر قاضی کہے کہ اگر فلانا شخص مر جاوے یا فلانا وظیفہ خالی ہو تو مین نے تجھکو اوسمین مقرر کیا تو یہ تعلیق صحیح ہے ولیس للقاضی عزل الناظر بمجرد شکایة المستحقین
حتی یثبتوا علیه خیانة وکذا الوصی جائز نہین قاضی کو معزول کرنا متولی کا مجرد شکایت مستحقین کے یہانتک کہ اوسپر خیانت ثابت کرین اسیطرح وصی کو
معزول کرنا بدون اثبات خیانت جائز نہین الناظر اذا آجر فسادا فهرب مال الوقف علیه لم یضمن بخلاف ما اذا فرط فی خشب الوقف حتی ضاع ضمن
ناظر نے جب کہ اجارہ دیا کسی آدمی کو سو وہ بھاگ گیا اور چلا گیا اوسپر وقف کا مال ہے تو ناظر ضامن نہین بخلاف اوسکے جب ناظر نے وقف کی لکڑی کی محافظت اور خبرگیری نہ کی
یہانتک کہ وہ ضائع ہو گئی تو اوسپر ضمان لازم ہے اور یہی حکم ہے مسجد کے فرش کا جب کہ نہ جھاڑا گیا اور دیمک اوسکو کھا گئی یا کتب وقف کو داروغہ نے خبر گیری نہ کی یہانتک کہ
دیمک کھا گئی تو اوسپر ضمان ہے اگر اوسکی کچھ اجرت معین ہو کذا فی الصیرفیة لا یجوز الاستدانة علی الوقف الا اذا احتیج الیها لمصلحة الوقف کتعمیر وشراء بذر فیجوز بشرطین
الاول اذن القاضی فلو بعد منه یستدین بنفسه الثانی ان لا یتیسر اجارة العین والصرف من اجرتها والاستدانة القرض
او الشراء نسیئة جائز نہیں استدانت یعنی قرض لینا وقف پر مگر جب اوسکی حاجت ہو وقف کی مصلحت کے واسطے چنانچہ مرمت کرنا یا بیج وقف کے واسطے خریدنا ہو تو یہ استدانت جائز ہے
دو شرطوں سے شرط اول اذن قاضی ہے سو اگر ناظر وقف دور ہو قاضی سے تو خود بلا اذن قاضی استدانت کرے دوسری شرط یہ ہے کہ عین وقف کا اجارہ دینا اور اوسکی اجرت سے صرف کرنا ممکن نہو
اور یہان استدانت سے مراد قرض ہے یا ادھار خرید کرنا ہے علائی نے کہا صواب یہ ہے کہ شارح کو بجائے قرض استقراض کہنا تھا اسلئے کہ قرض عبارت ہے قرض دینے سے اور استقراض قرض لینے سے وهل للمتولی
شراء متاع فوق قیمته ثم بیعه للعمارة ویکون الربح علی الوقف الجواب نعم کیا متولی کو جائز ہے خرید کرنا متاع کا اوسکی قیمت سے زیادہ کر کے پھر اوسکا بیچنا
عمارت کے واسطے اور بقدر زیادتی کے وقف پر ڈالنا جواب اسکا یہ ہے کہ ہان متولی کو جائز ہے ط طحطاوی نے کہا منشا اس جواب کا عدم اطلاع حکم بالقیمة ہے
اسواسطے کہ تاتارخانیہ اور قنیہ مین ابو یوسف سے یون منقول ہے کہ زیادتی قیمت کو متولی وقف سے نہ دے بلکہ اپنے مال سے دے اسی پر فتوی ہے اقر بارض بید
غیره انها وقف ولکنه به ثم ملکها صادقا وقفا زمین مقبوضہ غیر پر ایک شخص نے اقرار کیا کہ یہ وقف کی زمین ہے اور وہ اوسکا مالک نہ تھا
پھر کسی وجہ سے مقر اوس زمین کا مالک ہوا تو وہ زمین وقف ہو جاوے گی یحمل بالمصادقة علی الاستحقاق وان خالفت کتاب الواقف

بگواہی ثابت کرے تو اوسکا حکم کیا جائیگا اور اگر گواہی بھی نہو تو فقیروں پر صرف کیا جائیگا جبتک کہ وجہ بطلان وقف فقرا لوجہ شرعی نہ ظاہر ہو اور اگر بطلان وقف فقرا ظاہر ہو
اسطرح پر کہ اوسکے واقف نے اوسکو اغنیا پر وقف کیا تو وقف مذکور واقف کی ملک میں پھر آویگا اگر وہ زندہ ہے یا اوسکے وارث کی ملک میں اگر واقف مر گیا ہو یا بیت المال کی
ملک میں عود کریگا اگر واقف اور وارث کوئی نہو فلو وقفہ السلطان عاما جاز ولو بجہۃ خاصۃ فظاہر کلامہم لا یصح اور اگر وقف کیا پادشاہ نے علے العموم
تو جائز ہے اور اگر جہت خاص کے واسطے وقف کیا چنانچہ ایک شخص کی اولاد پر وقف کیا تو ظاہر کلام فقہا یہ ہے کہ یہ وقف خاص نہیں ہے یعنی سلطان کا وقف بیت المال سے عام
صحیح ہے نہ خاص اسواسطے کہ خصوصیت میں تمام مسلمین کی حق تلفی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لو شہد المتولی مع اخر بوقف مکان کذا علے المسجد فظاہر
کلامہم قبولہا اگر گواہی دی متولی نے دوسرے گواہ کے ساتھ فلانے مکان کے وقف ہونیکی مسجد پر تو ظاہر کلام علما قبول شہادت پر دلالت کرتا ہے لا تلزم المحاسبۃ کل عام
ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفا بالامانۃ ولو متہما یجبرہ علی التعیین شیئا فشیئا ولا یحبسہ بل یہددہ ولو اتہمہ یحلفہ قنیہ قلت و
تقدم فی الشرکۃ ان الشریک والمضارب والوصی والمتولی لا یلزم بالتفصیل وان غرض قضاتنا لیس الا الوصول للسحت المجہول
لازم نہیں محاسبہ متولی کا ہر سال اور قاضی متولی کے محاسبہ اجمالی پر کفایت کرے اگر وہ امانت میں مشہور ہو اور اگر متہم بخیانت ہو تو اوس سے جبر کرے تعیین مصارف پر اندک اندک اور
اوسکو قید نکرے بلکہ اوسکو دھمکا دے اور اگر اوسکو متہم پاوے تو قسم کھلاوے کذا فی القنیہ میں کہتا ہوں اور پہلے کتاب الشرکۃ میں مقدم ذکر کیا ہے کہ شریک اور مضارب اور وصی
اور متولی کو حساب بیان تفصیل لازم نہیں اور ہمارے زمانہ کے قاضیوں کو حساب لینے سے کچھ غرض نہیں ہے سوا حاصل کرنے حرام مال کے لو ادعی المتولی الدفع قبل قولہ بلا
یمین لکن افتی المنلا ابو السعود انہ ان ادعی الدفع من غلۃ الوقف فی وقفہ کالاولاد واولاد الاولاد قبل قولہ وان ادعی الدفع الی الامام
بالجامع والبواب ونحوہما لا یقبل قولہ کما لو استاجر شخصا للبناء فی الجامع باجرۃ معلومۃ ثم ادعی تسلیم الاجرۃ لم یقبل
قولہ قال المصنف وہو تفصیل فی غایۃ الحسن فیعمل بہ واعتمدہ ابنہ فی حاشیۃ الاشباہ اگر متولی نے حقدار کو حق دینے کا دعوی کیا تو اوسکا
قول بدون قسم کے مقبول ہوگا لیکن مفتی ملا ابو سعود نے فتوی دیا ہے اسکا کہ اگر متولی نے دعوی کیا حق دینے کا غلہ وقف سے جو اونکے وقف میں جیسا کہ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو تو اوسکا
قول مقبول ہے اور اگر اوسنے جامع مسجد کے امام یا دربان یا مانند انکے اہل خدمات کو دینے کا دعوی کیا تو اوسکا قول مقبول نہوگا چنانچہ اگر ایک شخص کو مزدوری لگایا جامع مسجد کی تعمیر کے
واسطے بعوض اجرت مقرری کے پھر دعوی کیا تسلیم اجرت کا تو اوسکا قول مقبول نہیں مصنف نے اپنے فتاوی میں کہا کہ یہ تفصیل مفتی مرحوم کی نہایت خوب ہے تو اسی پر عمل کرنا چاہیے
اور اسی پر مصنف کے بیٹے نے حاشیہ اشباہ میں اعتماد کیا ہے قلت وسیجیء فی العاریۃ معزیا للاخی زادہ لو آجر القیم ثم عزل فقبض الاجرۃ للمنصوب
میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کتاب العاریۃ میں منقول قول اخی زادہ کہ اگر متولی نے مکان وقف اجارہ دیا پھر وہ متولی معزول ہوا تو اجرت لینا متولی منصوب کا حق ہے قول صحیح میں اسواسطے کہ
متولی سابق کا اجارہ دینا وقف کیواسطے تھا نہ اپنی ذات کیواسطے وہل یملک المعزول مصادقۃ المستاجر علے التعمیر قیل نعم قال المصنف والذی ترجح عندی
اور کیا متولی معزول مالک ہے تصدیق مستاجر کا مرمت پر بعضوں نے کہا ہاں مالک ہے مصنف نے کہا اور جو قول میرے نزدیک راجح ہے وہ عدم ملک مصادقت ہے یعنی اگر متولی معزول کہے کہ
میں نے مستاجر کو مرمت کرنیکا اور صرف مجرا دینے کا اذن دیا تھا تو اوسمیں خلاف ہے علما کا لیس للمتولی اخذ زیادۃ علے ما قدر لہ الواقف اصلا جائز نہیں متولی کو
زیادہ لینا اوس سے جو اوسکے واسطے واقف نے مقرر کر دیا مطلقا خواہ اجرۃ مثل کے برابر ہو یا نہو کذا فی الطحطاوی ویجب صرف جمیع ما یحصل من نماء وعوائد شرعیۃ
وعرفیۃ لمصارف الوقف الشرعیۃ اور جو کچھ بڑھوتی اور فوائد شرعی اور عرفی حاصل ہوں اون سب کا وقف کے مصارف شرعیہ میں صرف کرنا واجب ہے اور اوس صورت میں ہے
کہ جب متولی کی اجرت نہ مقرر ہوئی ہو والا عوائد قدیمہ معہودہ کا متولی کو لینا جائز ہے اسواسطے کہ معہود کالمشروط ہے کذا فی الطحطاوی ویجب علے الحاکم
امر المرتشی برد الرشوۃ علی الراشی غب الدعوی الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجیء فی الوصایا ان للمتولی
اجر مثلہ فتنبہ اور واجب ہے حاکم پر رشوت لینے والے پر حکم کرنا رشوت پھیر دینے کا رشوت دینے والے کو بعد دعوی شرعی کے یہ سب مسائل سابقہ فتاوی مصنف سے ہیں

منقول ہیں میں کہتا ہوں لیکن کتاب الوصایا میں آویگا اور مذکور ہوچکا ہی کہ متولی کو اپنے عمل کی اجرت مثل لینا جائز ہی تو آگاہ ہوجا ھ طحطاوی نے کہا یہ شارح نے
استدراک کیا اوس قول کا کہ متولی کو وظیفہ واقف سے زیادہ لینا جائز نہیں ہی حالانکہ بین القولین کچھ منافاۃ نہیں اسواسطے کہ عدم جواز درصورت مقرر کردینے واقف کے ہی اور جواز
اجرت مثل اوس صورت میں ہی جب کہ قاضی نے متولی کو مقرر کیا ہو چنانچہ بحر الرائق میں مفصلا مذکور ہی لو وقف للفقراء قرابتہ لم یستحق علیہا ولو ولیا لصغیر الا ببینۃ
علی فقرہ وقرابتہ مع بیان جہتہا فاذا قضی لہ استحقہ من حین الوقف علیہ فتاوی ابن نجیم اگر واقف نے وقف کیا اپنے قرابت والے محتاجوں پر
تو قرابت کا مدعی مستحق وقف نہوگا اگرچہ مدعی صغیر کا ولی ہو جبتک گواہی کہ اپنی محتاجی اور قرابت پر جہت قرابت کے بیان کے ساتھ پیش نہ کرے جب قاضی کا حکم ہوگا اوسکے استحقاق پر
تو وہ مستحق ہوگا وقف کا وقف کرنیکے وقت سے کذا فی فتاوی ابن نجیم وفیہا سئل عن شرط السکنی لزوجتہ فلانۃ بعد وفاتہ ما دامت عزبا فمات وتزوجت
وطلقت ہل ینقطع حقہا بالتزوج اجاب نعم قلت وکذا الوقف علی امہات اولادہ الا من تزوج او علی بنی فلان الا من خرج من
ہذہ البلدۃ فخرج بعضہم ثم عاد وعلی بنی فلان ممن تعلم العلم فترک بعضہم ثم اشتغل بہ فلا شیء لہ الا ان شرط انہ لو عاد فلہ ملخصا
نظائر القتیان فتاوی ابن نجیم میں ہی کہ سوال ہوا اوس شخص کا حکم جسنے سکونت مکان کی شرط کی اپنی فلانی زوجہ پر بعد اپنی وفات کے جبتک کہ وہ مجرد و بلانکاح رہے پھر وہ مرگیا
اور زوجہ نے دوسرے سے نکاح کیا اور مطلقہ ہوئی کیا منقطع ہوجائیگا اوسکا حق نکاح کرنے سے جواب دیا کہ ہاں نکاح کرنے سے حق سکونت منقطع ہوجائیگا میں کہتا ہوں ایسے ہی حکم ہی
اپنی امہات اولاد پر وقف کرنیکا مگر جو ام ولد کہ نکاح کرلے اوسکو واسطے حق سکونت نہیں یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر مگر اوسپر نہیں جو نکل گیا اوس شہر سے سو کوئی اون میں سے شہر سے نکلا پھر
پلٹ آیا یا وقف کیا فلانے کی اولاد پر جو اون میں سے علم حاصل کرے سو اون میں سے کسی نے علم سیکھنا ترک کیا بعد اوسکے تحصیل علم میں مشغول ہوا تو اوسکو واسطے مال وقف سے کچھ نہیں مگر یہ کہ
واقف نے یہ شرط کی ہو کہ اگر شرط مخصوص کی طرف پھر عود کریگا تو وہ مستحق ہوگا تو اوس شرط سے البتہ حقدار ہوگا سو اسکو یاد رکھنا چاہیے کذا فی خزانۃ المفتیین وفی الوہبانیۃ قضی
بدخول ولد البنت بعد مضی سنین فلہ غلۃ الآتی لا الماضی لو مستہلکۃ اور وہبانیہ میں ہی قاضی کا حکم ہوا ناتی کے داخل ہونیکا بعد گذرنے چند سال کے تو اوسکو
آیندہ کا غلہ ملیگا نہ گذشتہ اگر غلہ صرف ہوگیا ہو یعنی اگر غلہ موجود ہوگا تو ایام گذشتہ کا بھی ملیگا اور نہیں تو آیندہ ملیگا نہ گذشتہ وقف علی بنیہ ولہ ولد واحد فلہ النصف
والباقی للفقراء ایک شخص نے وقف کیا اپنے بیٹوں پر اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہی تو اوسکو نصف ملیگا اور باقی فقیروں کیواسطے ہی یعنی اسواسطے کہ لفظ بنین جمع ہی اور اقل جمع
وقف اور وصیت میں دو ہیں پس ایک اب المناصفہ ہوگیا کذا فی الحلبی وعلی ولدہ لہ الکل لانہ مفرد مضاف فیعم اور وقف کیا اپنے ولد پر اور اوسکا ایک ہی بیٹا ہی تو اوسکو کل
ملیگا اسواسطے کہ لفظ ولد کا مفرد مضاف ہی تو عام ہوگا للمتولی الاقالۃ لو خیرا متولی کو اجارہ توڑنا جائز ہی اگر وقف کیواسطے بہتر ہو اقالہ اجارہ اوسوقت جائز ہی جبکہ
اوس نے خود اجارہ دیا ہو نہ دوسرے متولی نے کذا فی الصیرفیہ وصحح اقالہ اوسوقت تک ہی جب تک اجرت کو اوس نے نہ لیا ہو اور اگر اجرت لی تو اقالہ جائز نہیں کذا فی الاشباہ اجر
بعرض معین صح وخصاہ بالنقود متولی نے وقف کو اجارہ دیا معین اسباب کی عوض تو صحیح ہی اور صاحبین نے اجارہ وقف کو نقود کے ساتھ مخصوص کیا ہی للمستاجر
غرس الشجر بلا اذن الناظر اذا لم یتضرر بالارض ولیس لہ الحفر الا بالاذن یاذن خیریۃ الا للمستاجر وقف کو جائز ہی درخت کا بونا بدون اذن متولی کے جب درخت بونا
زمین کو ضرر نکرے اور اوسکو حوض وغیرہ کھودنا جائز نہیں مگر اذن سے اور متولی کھودنیکا اذن دے اگر وقف کیواسطے بہتر ہو والا فلا [illegible] وما بناہ مستاجر او غرسہ فلہ مالم
ینوہ للوقف المتولی بناہ او غرسہ للوقف مالم یشہد انہ لنفسہ قبلہ اور مستاجر عمارت بناوے یا درخت بناوے وہ اوسیکا مملوک ہی جبتک اوس نے وقف کیواسطے
اوسکی نیت نکی ہو اور متولی کا عمارت بنانا اور درخت لگانا وقف ہی کا مملوک ہی جبتک کہ اوس نے قبل تعمیر اور درخت لگانے سے اشہاد نکیا ہو کہ تعمیر وغیرہ اپنی ذات کیواسطے ہی
ولو آجر لابنہ لم یجز خلافا لہما کعبدہ اتفاقا وہذا لو باشر بنفسہ فلو القاضی صح کذا الوصی بحر والوکیل [illegible] اور اگر متولی نے وقف اجارہ دیا اپنے
بیٹے کو تو جائز نہیں امام کے نزدیک بخلاف صاحبین کے چنانچہ اپنے غلام کو اجارہ دینا بالاتفاق ناجائز ہی اور صاحبین جائز [illegible] اور یہ حکم مذکور اوسوقت ہی جب متولی نے بذات خود
اجارہ دیا ہو اور اگر قاضی متولی کے بیٹے یا غلام کو اجارہ دیگا تو صحیح ہی [illegible] اوسکی [illegible] اور اجارہ اپنے فرزند [illegible]

بخلاف وکیل کے کہ اوسکی بیع اور اجارہ اپنے فرزند سے صحیح نہیں وقف علی اصحاب الحدیث لا یدخل فیہ الشافعی اذا لم یکن فی طلب الحدیث ویدخل الحنفی کان فی طلبہ اولا بزازیہ ای لکونہ یعمل بالمرسل ویقدم خبر الواحد علی القیاس ایک شخص نے وقف کیا اہل حدیث پر تو اوسمین شافعی مذہب داخل ہوگا جب کہ وہ علم حدیث نہ پڑھتا ہو اور حنفی مذہب اہل حدیث مین داخل ہوگا خواہ وہ علم حدیث کی طلب مین ہو یا نہو کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ حنفی مذہب حدیث مرسل پر عمل کرتا ہے اور حدیث واحد یعنی جو حدیث متواتر اور مشہور نہو اوسکو مقدم کرتا ہے قیاس پر بخلاف شافعی المذہب کے کہ وہ حدیث مرسل پر عمل نہین کرتا اور قیاس کو احادیث احاد پر مقدم رکھتا ہے حدیث مرسل وہ ہے جسمین صحابی مذکور نہو تابعی روایت کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا خلاصہ یہ کہ جب حنفی کا مذہب یہ ٹھہرا کہ حدیث مرسل پر عمل لازم ہوا اور بمقابلہ احادیث احاد قیاس متروک ہو تو حنفی کو اہل حدیث کہنا الیق ہوا الطحطاوی فی کہا ظاہر المحل اس مسئلہ کا وہ ہے جب کہ واقف کو تخصیص محدثین کی نیت نہو و الا بالاتفاق محدثین ہی ہونگے نہ فقہا اسواسطے کہ واقف کی مراد معلوم ہوگئی اور صورت مذکورہ میں واقف کا کلام یہ ہے کہ جو اہل حدیث ہین یا یہ معنی کہ اونکا ماسون نہ موافق اپنی شروط کے حدیث پر عمل کرنا واجب جانتا ہو اور حنفی کا عمل کرنا مرسل پر اور خبر واحد کو قیاس سے مقدم کرنا اوسکی تخصیص کا مقتضی نہین ہے و یجاز علی الاکفان لا علی الصوفیۃ والعمیان ہو الاصح اور وقف جائز ہے قبرون کے کفنون پر نہ صوفیون اور اندھون پر یہی قول صحیح ہے بحر الرائق مین ہے کہ وقف مین یہ شرط کرنا کہ اوسکی قبر کے نزدیک قرآن پڑھا جائے باطل ہے لیکن شیخ محمد کے قول پر کہ قرات عند القبر مکروہ نہین ہے صوفیون پر وقف اوسوقت جائز نہین جب کہ وہ طریقہ غیر پسندیدہ خلاف شرع پر ہون اسواسطے کہ اسوقت مین وقف کرنا اونپر قربت نہین اور اگر صوفیہ طریقہ حمیدہ پر ہون تو وقف صحیح ہے اور اسی پر محمول ہے جو از وقف جو شمس الائمہ سے منقول ہے اور اندھون پر اسواسطے وقف جائز نہین کہ اندھے غنی بھی ہوتے ہین اور محتاج بھی اور اصطلاح کا اور لنگڑے کا بھی یہی حکم ہے کذا فی الطحطاوی ولو شرط ان الافضل للاکثر رشدا فالاکثر من اولادہ فاستویا اشترکا بہ افتی المولی ابو السعود معللا بان افعل التفضیل ینتظم الواحد والمتعدد وھو الظاہر بحر اور اگر واقف نے اپنی اولاد مین سے تولیت شرط کی ارشد فالارشد کیواسطے یعنی جو زیادہ تر ہوشیار ہو وہ درجہ بدرجہ متولی وقف ہو سو دو فرزند اوسکے برابر درجہ کے ہوشیار نکلے تو دونون تولیت مین شریک ہونگے اسیکا فتوی دیا ہے ملا ابو السعود نے اور یون استدلال کی کہ افعل التفضیل کا صیغہ واحد اور متعدد کو شامل ہوتا ہے اور یہی قول ظاہر ہے و فی النہر عن الاسعاف شرطہ لافضل اولادہ فاستویا فلاسنہم ولو احدھما اورع والاخر اعلم بامور الوقف فہو اولی اذا امن خیانتہ انتہی جوھرہ اور نہر الفائق مین اسعاف سے منقول ہے کہ واقف نے تولیت شرط کی اپنی افضل اولاد کیواسطے سو اوسکی اولاد مین سے دو شخص برابر ٹھہرے تو تولیت زیادہ تر عمر والے کو ملیگی اور اگر ایک فرزند زیادہ پرہیزگار ہے اور دوسرا زیادہ تر دانا ہو امور وقف کا تو دانا بہتر ہے بشرطیکہ اوسکی خیانت کا خوف نہو انتہی نقل النہر عن الجوھرہ ہم یہاں ستار کہتے ہین کہ قول سابق پر تو اشتراک تولیت اوسوقت ہوگا جب دونون عمر مین برابر ہون اور نہر الفائق کو ایک نسخہ بابت ہم نے جو دیکھا تو اولویت عالم کی روایت ظہیریہ کیطرف منسوب پائی نہ جوھرہ کیطرف واللہ اعلم وکذا لو شرط لارشدھم کما فی النفع الوسائل اور یہ حکم افضل کی شرط کا مانند ہے اگر واقف نے ارشد اولاد کیواسطے تولیت شرط کی کما فی نفع الوسائل یعنی جو اشتراط افضل مین کلام ہو وہی اشتراط ارشد مین کذا فی الطحطاوی ولو ضم القاضی للقیم ثقۃ ای ناظرا حسبۃ ھل للاصیل ان یستقل بالتصرف لم اراہ وفی الشیخ الاکبر انہ ان ضم الیہ لخیانتہ لم یستقل الا فلا وھو حسن نہر اور اگر قاضی نے متولی کیساتھ ایک معتبر شخص ملا دیا یعنی ناظر بلا اجرت کو تو متولی اصیل کو تصرف وقف مین کرنا بالاستقلال جائز ہے یا نہین مین نے اسکو صریح نہین دیکھا اور شیخ اوستاد بنائی یعنی صاحب بحر الرائق نے فتوی دیا کہ اگر قاضی نے متولی کیساتھ دوسرا ناظر اوسکی خیانت کے سبب سے ملایا تو اصیل مستقل نہوگا اور نہین تو اوسکو استقلال بالتصرف جائز ہے اور یہ فتوی خوب ہے کذا فی النہر متولی اور ناظر اور وصی ہر قاضی کو جائز نہین بلکہ یہ عہدہ قاضی القضاۃ کا ہے کذا فی الطحطاوی عن البحر فی فتاوی مؤید زادہ معزیا للخانیۃ وغیرھا لیس [illegible] التعرف بل الحفظ اور فتاوی مؤید زادہ مین منقول ہے خانیہ وغیرہ سے کہ مشرف کو وقف مین تصرف کرنا جائز نہین بلکہ اوسکا عہدہ حفاظت کا ہے والدین المتولی ان یستدین علی الوقف للعمارۃ الا باذن القاضی متولی کو وقف کرایہ پر دیکر اوسکو عمارت کیواسطے جائز نہین مگر قاضی کے اذن سے [illegible]

العلة الیہ فی حیاتہ ولا بینة لہم صدقوا بیمینہم لانکارہم الضمان متولی مرگیا اور تحصیلدار دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے غلہ اراضی کا متولی کو تسلیم کیا اور اوسکی زندگی
میں اور اونکا کوئی گواہ نہیں تو اونکی تصدیق ہوگی اونکی قسم کی ساتھ بسبب اونکو منکر ہونے ضمان کے لا یجوز الرجوع عن الوقف اذا کان مسجلا ولکن یجوز
عن الموقوف علیہ المشروط کالمؤذن والامام والمعلم ان کان لا یصلح انتہے اجوھرہ جائز نہیں وقف کرکے پھرنا جب کہ وقف مسجل بحکم قاضی ہوگیا ہو
لیکن جسپر مال وقف مشروط ہے جیسا کہ موذن یا امام اور معلم کا تغییر کرنا جائز ہے اگرچہ وہ لائق نہ ہوں انتہی نقل الفتاوی عن الجوہرہ طحطاوی نے کہا شارح کی نقل میں خلل ہے
صواب یہ ہے کہ جواز تغییر بشرط عدم صلاحیت ہے کذا فی الدر المنتقی عن معینزادہ وکذا فی الخلاصہ وفی جواہر الفتاوی شرطہ لنفسہ ما دام حیا
ثم لولدہ فلان ما عاش ثم بعدہ للاعف الارشد من اولادہ فالہاء تنصرف للابن لا للواقف لان الکنایة تنصرف لاقرب الکنایات بمقتضی الوضع
اور جواہر الفتاوی میں ہے واقف نے شرط کی تولیت اپنی ذات کیواسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر اپنے فلانے ولد کیواسطے جب تک وہ زندہ رہے پھر بعد اسکے عفیف تر اور ہوشیار تر کیواسطے
اوسکی اولاد میں سے تو ضمیر بعدہ اور اولادہ کی وقف کے ولد کیطرف پھریگی نہ واقف کیطرف اسواسطے کہ کنایہ منصرف ہوتا ہے قریب تر کنایہ کیطرف بمقتضائے وضع کے ہم کنایہ یہاں
مراد ضمیر ہے اور ضمیر کو کنایہ کہنا یہ اصطلاح کوفی ہے اور کنایہ سے مراد ضمیر کا مرجع ہے کذا فی الطحطاوی وکذلک مسائل ثلث وقف علی زید وعمرو ونسلہ فالہاء
لعمرو فقط اور اسیطرح مسائل ثلثہ میں اقرب کا اعتبار ہے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ وقف کیا زید اور عمرو اور اوسکی نسل پر تو ہائے ضمیر فقط عمرو کیطرف پھریگی یعنی اسواسطے کہ وہی قریب ہے نہ زید
کیطرف پھریگی کہ وہ بعید ہے وقفت علی ولدی و ولد ولدی الذکور فالذکور راجع لولد الولد فحسب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ واقف نے کہا کہ میں نے وقف کیا اپنے بچہ
اور بچہ کے ولد ذکور کیطرف تو صفت ذکور کی پوتوں کیطرف راجع ہوگی فقط یعنی اسواسطے کہ ذکور اقرب ہے پوتوں سے وعکسہ وقفت علی بنی زید وعمرو لم یدخل بنو عمرو
لانہ اقرب الی زید فینصرف الیہ ہذا ہو الصحیح اور بالعکس مسئلہ ثانیہ کہ یہ قول ہے کہ وقف کیا میں نے ابناء زید اور عمرو پر تو ابناء عمرو وقف میں نہ داخل ہونگے اسواسطے کہ لفظ
بنی کا زید سے قریب تر ہے تو اوسکی طرف منصرف ہوگا نہ عمرو کیطرف یہی قول صحیح ہے مصنف نے یہ راجع ہے اصل مسئلہ کیطرف اور قول غیر صحیح کامل الدین کا قول ہے کہ مسئلہ اولیٰ میں ہائے ضمیر واقف
کیطرف ہے نہ اوسکے ابن کیطرف کذا فی الطحطاوی وقد منا ان الوصف بعد متعاطفین للاخیر عندنا وفی الزیلعی من باب المحرمات وقولہم ینصرف الشرط
الیہما وہو الاصل قلنا ذلک فی الشرط المصرح بہ والاستثناء بمشیئة اللہ تعالی واما فی الصفة المذکورة فی اخر الکلام فتنصرف الی ما
یلیہ نحو جاء زید وعمرو العالم الخ فلیحفظ اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہیں کہ صفت بعد دو معطوفوں کے اخیر معطوف کو واسطے ہوتی ہے ہمارے نزدیک اور زیلعی کی باب المحرمات میں
ہے اور فقہا کا یہ قول کہ شرط دونوں معطوفوں کی طرف پھریگی اور یہی اصل ہے ہم کہتے ہیں کہ دونوں معطوفوں کیطرف شرط کا پھرنا شرط مصرح اور استثنا بمشیت اللہ میں ہے
اور اوس صفت میں جو آخر کلام میں مذکور ہو تو یہ اصل ہے کہ اپنے قریب کیطرف منصرف ہوگی جیسا کہ جاء زید وعمرو العالم میں عالم فقط عمرو کی صفت ہے انتہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے
شرط مصرح کی یہ مثال ہے کہ زینب طالق وہند ان دخلت الدار تو دخول دار دونوں کی طلاق کی شرط ہے نہ فقط ہند کی اور استثنا کی یہ مثال ہے کہ زینب طالق
وہند ان شاء اللہ وفی المنظومة المحبیة والوصف بعد جمل اذا اتی + یرجع للجمیع فیما ثبتا + عن الامام الشافعی فیما + ان کان ذا العطف
بالواو واما + ان کان ذا عطفا بثم [illegible] + الی الاخیر باتفاق رجحا + اور منظومہ محبیہ میں ہے اور صفت بعد سب معطوفات کو جب آوے تو جمیع
معطوفات کیطرف راجع ہے اور یہ روایت ہے جو امام شافعی سے ثابت ہے اگر معطوف بحرف واو ہو اور اگر یہ عطف ثم سے واقع ہو تو باتفاق حنفی و شافعی اخیر معطوف کیطرف
راجع ہوگی ولو علی البنین وقفا یجعل + فان فی ذاک البنات تدخل اور اگر وقف بیٹوں پر ٹھہرایا ہو تو اوس میں بیٹیاں بھی داخل ہونگی اور اخوة کو وقف میں
اخوات داخل ہونگی کذا فی الظہیریہ [illegible] وجہ اسکی تغلیب ہے [illegible] واللہ اعلم ولی الابن کذلک البنت + یدخل فی ذریة بنت
اور پوتا اور اسیطرح ثانی ذریت کو وقف میں داخل ہیں کذلک البنت [illegible] کذا فی محلی
لو وقف علی الذریة + من غیر ترتیب فبالسویة + یقسم بین من علا والاسفل + من غیر تفصیل لبعض [illegible] اگر وقف کیا ذریت

سلہ زینب طالق ہے اور ہند اگر داخل ہو گھر میں ۱۲
[illegible]

ولدین ابوهما من اولاد الظهور بانه ینتقل نصیبها الیهما لصدق کونهما من اولاد الظهور باعتبار ابیهما کما یعلم من الاسعاف وغیره اور اس
شخص کے حق میں جسنے وقف کیا ذکور کی اولاد پر نہ اناث کی اولاد پر سو ایک مستحق عورت ایسی دو ولد چھوڑ کر مر گئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے یہ فتویٰ میں نے دیا کہ عورت
مستحقہ کا حصہ دونوں لڑکوں کیطرف منتقل ہوگا اسواسطے کہ دونوں پر یہ صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں سے ہیں اپنے باپ کے اعتبار سے چنانچہ اسعاف وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے
وفی الاسعاف والتاتارخانیة لو وقف علی عقبه یکون لولده وولد ولده ابدا ما تناسلوا من اولاد الذکور دون الاناث الا ان یکون ازواجهن
من بنی ابی الذکور وکل من یرجع نسبه الی الواقف بالآباء فهو من عقبه وکل من کان ابوه من غیر الذکور من ولد الواقف فلیس من عقبه انتهی
اور اسعاف اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنے عقب یعنی پس ماندوں پر تو یہ وقف واقف کے ولد اور پوتوں پر ہمیشہ رہیگا جب تک انکی نسل باقی رہیگی ذکور سے نہ اناث
سے مگر اناث کی اولاد اوسوقت وقف میں داخل ہوگی جب اناث کے ازواج واقف کے پوتوں کی اولاد ہوں اور جس شخص کا نسب واقف کیطرف راجع ہو بواسطے آبا کے وہ واقف کا عقب
ہے اور جس شخص کا باپ واقف کی اولاد ذکور سے نہو سو وہ شخص واقف کے عقب میں داخل نہیں کلام الاسعاف ختم قول اخیر قول اول کی توضیح ہے خلاصہ یہ ہے کہ اولاد پسری پر عقب صادق
آتا ہے نہ اولاد دختری پر وفی الوهبانیة انه لو اوصی لآله او جنسه دخل کل من ینسب الیه من قبل آبائه ولا یدخل اولاد البنات وانها لو اوصت
الی اهل بیتها او جنسها لا یدخل ولدها الا ان یکون ابوه من قومها لان الولد انما ینسب لابیه لا لامه انتهی وبه علم جواب حادثة لو وقف علی اولاده الظهور
دون اولاد البطون فماتت مستحقة من اولاد الظهور عن ولدین ابوهما من اولاد الظهور هل ینتقل نصیبها لهما اجبت نعم ینتقل نصیبها
الیهما لصدق کونهما من اولاد الظهور باعتبار ابیهما انتهی اور آگے آویگا کتاب الوصایا میں کہ اگر ایک شخص نے وصیت کی اپنی آل اور اپنی جنس کیواسطے تو داخل ہوگا
اس وصیت میں جو شخص کہ منسوب ہے اوسکی طرف اوسکے آبا اور اجداد کی جانب سے اور نہ داخل ہوگی اولاد بنات کی اور اگر عورت نے وصیت کی اپنے اہل بیت اور اپنی جنس کیواسطے تو عورت
کا ولد وصیت میں نہ داخل ہوگا مگر اوس صورت میں داخل ہوگا جب کہ باپ اوسکا عورت موصیہ کی قوم سے ہو اسواسطے کہ لڑکا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ اپنی ماں کی طرف میں کہتا ہوں
اسی سے جواب اس حادثہ کا معلوم ہو گیا کہ اگر وقف کیا اولاد ذکور پر نہ اولاد بنات پر پھر اون میں سے ایک عورت مستحقہ دو ولد چھوڑ کر مر گئی جنکا باپ ذکور کی اولاد سے ہے کیا عورت
کا حصہ اوسکے دونوں لڑکوں کیطرف منتقل ہوگا سو میں نے جواب دیا کہ ہاں عورت کا حصہ دونوں کیطرف انتقال کریگا اسواسطے کہ دونوں پر صادق آتا ہے کہ وہ ذکور کی اولاد میں باعتبار
اپنے والد ذکور کے ہیں یہ مسئلہ بعینہا عنقریب مذکور ہو چکا

فصل

فیما یتعلق بوقف الاولاد من الدرر وغیرها یہ فصل ہے اون مسائل میں جو متعلق ہیں اولاد کے وقف سے منقول ہیں درر وغیرہا سے ہم یہاں عبارت درالمختار کی نسخ میں مختلف ہے
نسخہ مکتوبہ میں یوں ہے فیما یتعلق بوقف الاولاد من کورد وغیرہا اور نسخہ مطبوعہ کلکتہ میں من الدرر وغیرہا لیکن مترجم نے نسخہ مطبوعہ مصر پر اعتماد کیا کما لا یخفی وجهه وعبارة
المواهب فی الوقف علی نفسه وولده ونسله وعقبه جعل ریعه لنفسه ایام حیاته ثم وثم جاز عند الثانی وبه یفتی فجعله لولده
ولکن یختص بالصلبی اور عبارت مواہب کی یہ ہے کہ اپنی ذات اور اپنے ولد اور اپنی نسل اور اپنے عقب کے وقف میں محصول وقف کا اپنی ذات کیواسطے ٹھہرایا اپنے ایام حیات میں
پھر اسیطرح [illegible] تو جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ واقف کا اپنے ولد کیواسطے محصول وقفہ کا مقرر کرنا جائز ہے ولیکن فرزند صلبی کیساتھ مخصوص ہوگا
پوتا [illegible] کو نہ ملیگا ویعم الانثی فالولد یقید بالذکر اور ولد کا لفظ عورت کو بھی شامل ہے جب تک واقف نے ولد ذکر کی قید نہ لگائی ہو ولد عورت کیواسطے عام ہوا کیا خوب ہے
فلا ولد سو اور ولد ولد عورت میں بھی جو ہو کذا فی الحلبی عن البحر ویستحقه الواحد فان انتفی الولد الصلبی فللفقراء دون ولد الولد الا ان لا یکون
حین الوقف صلبی فیختص بولد الابن وان انتفی دون من دونه من البطون دون ولد البنت فی الصحیح اور مستحق ہوگا اسکا ایک وقف کے واحد صلبی
سو اگر واحد صلبی منتفی ہو یعنی مر گیا ہو تو وہ محصول فقرا کیواسطے ہوگا نہ واقف کے پوتے کیواسطے مگر اوسوقت جبکہ وقف کے وقت ولد صلبی نہو تو اوسوقت ولد الابن کیساتھ مخصوص ہوگا اگر چہ ولد الابن

شرط کی غلہ منقسم ہوگا اور اگر فقط ذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو بھی تمام غلہ برابر تقسیم ہوگا بلا فرض کے مرد کو یا عورت کو اور اگر وصیت کی ذکور اور اناث کیواسطے للذکر مثل حظ الانثیین
اور حالانکہ وہاں فقط ذکور ہیں یا فقط اناث ہیں تو بھی عورتوں کے ساتھ مرد اور مردوں کے ساتھ عورتیں فرض کیجاینگی وردصیت اوپر تقسیم کی للذکر مثل حظ الانثیین کے سہم مفروض وارثوں کی طرف
راجع ہوگا وجہ فرق کی یہ ہے کہ وقف میں تمام مال وقف واقف کی ملک سے نکل جاتا ہے تو اگر اونکے ساتھ مرد یا عورت فرض ہو تو وہ حصہ بھی موقوف علیہم یا مساکین کو ملیگا بخلاف وصیت کے
اسواسطے کہ بعض کو ذکور اور اناث کیواسطے وصیت ہوئی تو فقط ذکور یا فقط اناث ہونے میں وصیت صحیح نہوگی اسواسطے کہ معدوم کیلیے وصیت نہیں تو یہاں بعض کا فرض ضرور ہوا تا معلوم
ہوجائے کہ وارثوں کی طرف کتنا راجع ہوگا کذا فی الطحطاوی عن مواہب الرحمن وشرحها ولو قال علی ولدی ونسلی ابدا وکلما مات واحد منهم کان نصیبه
لنسله فالغلة لجمیع ولده ولنسله حیهم ومیتهم بالسویة ونصیب المیت لولده ایضا بالاشتراط اور اگر واقف نے کہا کہ وقف کیا میں نے اپنی ولد اور نسل پر
ہمیشہ اور جو انمیں مر جائے تو اوسکا حصہ اوسکی نسل کیواسطے ہے تو غلہ اوسکی تمام اولاد اور نسل کیواسطے ہوگا زندہ اور مردہ کو برابر اور میت کا حصہ بھی اوسکا ولد پاویگا بسبب شرط کی بنا پر عمل کرنے
شرط کا ہے تصحیح اسکی دریں لیں ہے کہ اگر واقف نے وقف کیا اپنی ولد پر اور اپنی ولد کی ولد پر جبتک وہ نسل رہے اور واقف نے بطنا بعد بطن نہ کہا اور حصہ میت کا اوسکی ولد کیواسطے
شرط کیا تو غلہ اوسکی جمیع اولاد اور نسل کو برابر ملیگا اور اگر واقف کا کوئی بیٹا مر گیا اور اپنا ولد چھوڑ گیا تو میت کا حصہ اوسکا ولد پاویگا بسبب شرط کے تو ولد میت دو سہم پاویگا
ایک سہم وہ جو واقف نے اوسکے واسطے مقرر کیا اور دوسرا سہم اپنے والد کا چنانچہ شارح نے دونوں حصوں کیطرف بلفظ ایضا اشارہ کردیا ولو قال کل من مات منهم من
غیر نسل کان نصیبه لمن فوقه ولم یکن فوقه احد وسکت عنه یکون راجعا الی اصل الغلة لا للفقراء ما دام نسله باقیا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں واقف نے
کہا کہ جو ولد اونمیں سے بلا نسل مر جائے تو اوسکا حصہ طبقہ علیا کیواسطے ہے اور حالانکہ میت کے اوپر کوئی باقی نہیں یا اس شرط سے واقف نے سکوت کیا تو میت کا حصہ اصل غلہ کیطرف
راجع ہوگا یعنی غلہ کو مصرف میں صرف ہوگا فقیروں کو نہ ملیگا جبتک واقف کی نسل باقی رہیگی والنسل اسم للولد وولد الولد ابدا ولو انثی اور نسل نام ہے ولد کا اور اوسکی
ولد کی اولاد کا ہمیشہ بطنا بعد بطن اگرچہ ولد عورت ہو والعقب للولد وولده من الذکور دون الاناث الا ان یکون ازواجهن من ولد ولده
الذکر اور عقب نام ہے ولد کا اور اوسکی ذکور اولاد کا یعنی عورتوں کا نام عقب نہیں مگر یہ کہ عورتوں کے شوہر اوسکے پوتوں کی اولاد ہوں چنانچہ مفصل مذکور ہوچکا وآله
وجنسه واهل بیته کل من یناسبه الی اقصی اب له فی الاسلام وهو الذی ادرک الاسلام اسلم اولا اور مرد کا آل اور جنس اور اہل بیت جو شخص کہ اوسکا
ہم نسب ہے اوسکے اقصی والد کیطرف اسلام میں اور اقصی والد فی الاسلام وہ ہے جسنے ابتدائے اسلام کو پایا خواہ اوسنے اسلام قبول کیا یا نکیا ہو اور اوسکے اسلام کی
قید اسواسطے لگائی کہ زمانہ جاہلیت لائق اعتبار کے نہیں اہلبیت میں مسلم اور کافر مرد اور عورت محرم اور غیر محرم قریب اور بعید اور رجال اور ولد داخل ہیں لیکن والد اقصی اور اولاد
بنات اور اخوات اور انکے سوا اور عورتوں کی اولاد اہل بیت میں داخل نہیں مگر جبکہ اونکے شوہر واقف کے بنی اعمام سے ہوں کذا فی العالمگیریة عن الظہیریة وقرابته واحد وانسابه
کل من یناسبه الی اقصی اب له فی الاسلام من قبل ابویه سوی ابویه وولده لصلبه فانهم لا یسمون قرابة اتفاقا وکذا من علا منهم او سفل
عنده خلافا لمحمد فعنده هم منهم اور مرد کی قرابت اور ارحام اور انساب وہ لوگ ہیں جو اوسکے ہم نسب ہوں اوسکے اقصی والد تک اسلام میں اوسکے ماں باپ کیطرف سے
اوسکے والدین اور ولد صلبی کے سوا کہ اونکو قرابت نہیں کہتے باتفاق شیخین اور محمد کے اور اسیطرح جو والدین سے اوپر ہیں چنانچہ اجداد اور جدات یا جو ولد صلبی سے نیچے ہیں چنانچہ پوتا پوتی
نانی نانا اون سکو بھی قرابت نہیں کہتے شیخین کے نزدیک بخلاف محمد کے کہ اونھوں نے اونکو بھی قرابت میں شمار کیا ہے انسان کی عیال اور حشم وہ لوگ ہیں جو اوسکے نفقہ میں ہیں خواہ اوسکے
گھر میں ہوں یا نہوں کذا فی العالمگیریة وان قید بفقرائهم یعتبر الفقر وقت وجود الغلة اور اگر واقف نے وقف کو اہل قرابت کے فقیروں کے ساتھ مقید کیا تو محتاجی
وجود غلہ کی وقت معتبر ہوگی یعنی مستحق غلہ وہ ہوگا جو اوسدن محتاج ہو جب غلہ پایا گیا یہ قول ہے ہلال رحمۃ اللہ علیہ کا وهو المجوز لاخذ الزکوة اور فقر سے
مراد وہ ہے جو زکوۃ لینے کا مجوز ہے یعنی جسکو زکوۃ لینا درست ہو وہ فقیر ہے یا نہ ثقہ میں قاضیخان نے کہا جسکے پاس حاجت سے زیادہ اسباب یا کپڑا اتنے ہوں جنکی قیمت دو سو درہم
ہو غنی ہے اوسکو زکوۃ وقف لینا حلال نہیں کذا فی العالمگیریة فلو تاخر صرفها سنین لعارض فافتقر الغنی واستغنی الفقیر یشارك المفتقر وقت القسمة

الفقیر وقت وجود الغلۃ لان الصلات یتم الملک فیہا حقیقۃ بالقبض وطرو الغنی والموت لا یبطل ما استحقہ پھر اگر وقت کو صرف ہونا شروع ہو کئی
چند سال کسی جیسے سو غنی محتاج ہوگیا اور محتاج غنی ہوگیا تو شارک ہوگا وہ غنی جو فقیر ہوگیا وقت قسمت کے اور اسکا جو فقیر ہوگیا وقت وجود غلہ کے اسواسطے کہ صلات تو
مملوک نہیں ہوتی مگر قبض سے اور جاری ہونا مالداری اور موت کا باطل اوس حق کا نہیں جسکا وہ مستحق ہوچکا ہے غنی کا فقیر ہونا اسطرح پر کہ گواہ ہوئے گواہی دی کہ وہ محتاج ہوگیا
قبل پیدا ہونے غلہ کے اور فقیر مستغنی ہوا بعد آنے غلہ کے اور اپنا حصہ لینے سے پہلے اور غلہ کے وقت وہ فقیر ہی تھا کذا فی العالمگیریۃ اور یہاں سوال وارد ہوا تھا کہ وقف تو فقیروں کا
حق ہے تو چاہیے کہ اس غنی کو نہ ملے شارح نے جواب دیا کہ وقف مذکور فقیر کا حق نہیں ہو گیا اسواسطے کہ صلہ مملوک نہیں ہوتا تا وقتیکہ قبض نہ ہو واما من ولد منہم لدون نصف
حول بعد مجیء الغلۃ فلا حظ لہ لعدم احتیاجہ فکان بمنزلۃ الغنی وقیل یستحق لان الفقیر من لا شیء لہ والحمل لا شیء لہ اور وقف مذکور میں جو
اہل قرابت میں لڑکا پیدا ہو کم چھ مہینہ کی مدت میں غلہ آنیکے بعد تو اوسکا حصہ نہیں ہے اسواسطے کہ عدم احتیاج کے تو وہ بمنزلہ غنی کے ہوگا تو غلات مستقبلہ کا مستحق ہوگا اور قول
ضعیف یہ ہے کہ وہ مستحق ہوگا اسواسطے کہ فقیر وہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور حمل کسی چیز کا مالک نہیں ہے یہ ایک قول ہے فقیر کی تعریف میں اور قول معتمد یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو بقدر نصاب کے
مالک نہو ولو قید بصلحائہم او بالاقرب فالاقرب او فالاحوج او بمن جاورہ منہم او بمن سکن مصر تقید الاستحقاق بہ عملاً بشرطہ
اور اگر واقف نے اہل قرابت کو صالحین کے ساتھ مقید کیا یا اقرب فالاقرب یا احوج فالاحوج کی قید لگائی یا جو شخص اوسکا مجاور رہے یا جو شہر میں مثلاً سکونت رکھے تو استحقاق وقف کا
قید مخصوص کے ساتھ مقید ہوگا بنظر عمل کرنے اوسکی شرط کے اہل صلاح وہ ہے جو مستور مستقیم الطریقۃ سلیم الناحیۃ کامن الاذی قلیل الشر نہ صاحب ریبۃ
نہ معروف بالکذب اہل عفاف اور اہل خیر اور اہل فضل اور اہل صلاح … کذا فی العالمگیریۃ عن البحر … وتمامہ فی الاسعاف من احوجہ حوادث زمانہ
الی ما خفی من مسائل الاوقاف فعلیہ بالکتاب المخصوص باحکام الاوقاف المختصر من کتابی ہلال والخصاف کالبرہان فی شرح مواہب الرحمن للشیخ
ابراہیم بن موسی بن ابی بکر الطرابلسی الحنفی نزیل القاہرۃ بعد دمشق المتوفی فی اوائل القرن العاشر سنۃ اثنتین وعشرین
وتسعمائۃ وہو ایضا صاحب الاسعاف اور پورا بیان مسائل مذکورہ کا اسعاف میں ہے اور جس مفتی اور عالم کو مسائل
خفیہ اوقاف کے حوادث زمانہ محتاج کریں تو اوسپر لازم ہے کہ کتاب کا جو احکام اوقاف کے ساتھ مخصوص ہے اور کتاب ہلال اور کتاب خصاف کا خلاصہ ہے مطالعہ کرے جیسے
برہان شرح مواہب الرحمن کہ تصنیف شیخ ابراہیم بن موسی بن ابی بکر طرابلسی حنفی کی جو اقامت پذیر تھے مصر کو بعد دمشق کے اور جنکی وفات ہوئی قرن عاشر کی ابتدا میں یعنی سنہ ۹۲۲
ہجری میں اور وہی اسعاف کے بھی مصنف ہیں ہم یہاں تک فروع اوقاف ذکر کرچکے اب آگے مسائل اختلاف شہادت وغیرہ مذکور ہوتے ہیں واللہ اعلم شارح رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل
مذکورہ کو مجمل یہاں ذکر کیا اور تکلف کرکے مناسبت کو ثابت کرنا خالی فائدہ سے نہیں بہرحال مترجم بیچارہ ترجمہ مسائل مذکورہ میں تابع ہے شارح کا **قولہ الاشباہ**
اختلاف الشاہدین مانع الا فی احدی واربعین یہ قول ہے اشباہ کا کہ اختلاف دو گواہوں کا مانع ہے قبول ہونے شہادت کا مگر اکتالیس مسئلوں میں مانع نہیں ہے
قبول شہادت کا شرط ہے اسواسطے کہ ہر شاہد دعوی کا اثبات کرتا ہے اور مدعی کا اثبات شاہد کا مکذب ہے دریافت کرنا چاہیے کہ تطابق کا دونوں شاہدین میں لفظاً اور معنی ضروری ہے
امام کے نزدیک دونوں کا لفظ معنی ایک ہو بالوضع بطریق دلالت مطابقی کی دلالت کرے نہ بطریق تضمن کے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اوسکا اعتبار ہے جسپر دونوں شاہدوں نے
اتفاق کیا تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام کے نزدیک گواہی رد ہے اسواسطے کہ اقل پر بطریق تضمن دلالت کرنا امام کے نزدیک معتبر نہیں لیکن صاحبین کے
نزدیک ہزار پر گواہی مقبول ہے جبکہ اکثر کا مدعی دعوی کرتا ہو اسواسطے کہ ہزار پر دونوں نے اتفاق کیا ہے اور اگر مدعی نے اقل کا دعوی کیا تو صاحبین کے نزدیک گواہی رد ہے اسواسطے کہ
مدعی اکثر کے شاہد کا مکذب ہے اور صحیح صاحبین کا قول ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود شارح کو مناسب تھا کہ بجائے الا فی احدی واربعین کے الا فی اثنین واربعین کہتا تا تفصیل آئندہ کے
مطابق ہوتا اسواسطے کہ بیالیس صورتیں مذکور ہیں قال فی زواہر الجواہر حاشیتہا للشیخ صالح ابن المصنف قد ذکر فی الشرح المحال علیہ
مسائل لا یضر فیہا اختلاف الشاہدین وانا اذکرہا سرداً فاقول الاولی شہد احدہما ان علیہ درہم وشہد الآخر انہ اقر بالف درہم تقبل

شیخ صالح بن مصنف تنویر الابصار نے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ والنظائر میں کہا البتہ مصنف اشباہ نے اوس شرح میں جسپر حاشیہ لکھا ہے یعنی بحر الرائق میں چند مسائل کو ذکر کیا ہے
جسمیں اختلاف شاہدین مضر نہیں اور میں ان مسائل کو شمار کر کے بیان کرتا ہوں سنو کہتا ہوں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک شاہد نے گواہی دی کہ مدعا علیہ پر ہزار درہم ہیں اور دوسرے نے گواہی
دی کہ مدعا علیہ نے ہزار درہم کا اقرار کیا تو گواہی مقبول ہے الثانیۃ ادعی کر حنطۃ جیدۃ فشہد احدھما بالجیدۃ والاخر بالردیۃ تقبل بالردیۃ بلا دعوی ولا الا
۲ دعوی کیا مدعی نے بقدر کر کے کھرے گیہوں کا تو ایک نے کھرے ہونے کی گواہی دی اور دوسرے گواہ نے ناقص گیہوں ہونے کی گواہی دی تو ناقص کی گواہی مقبول ہوگی اور قول یہ ہے حاکم کا
و تشدید ثانی پیمانہ کا نام ہے الثالثۃ ادعی مائۃ دینار فقال احدھما نیسابوریۃ والاخر بخاریۃ والمدعی یدعی نیسابوریۃ وھی انقص یقضی بالبخاریۃ بلا اسم ۳ دعوی کیا سو دینار کا
تو ایک گواہ نے کہا کہ نیشاپوری دینار تھے اور دوسرے نے کہا بخاری دینار تھے اور مدعی نیشاپوری کا دعوی کرتا ہے اور وہی کھری ہیں تو دینار بخاری کا حکم ہوگا بالاتفاق الرابعۃ لو اختلفا
فی الھبۃ والعطیۃ ۴ اگر دونوں اختلاف کریں ہبہ اور عطیہ میں الخامس لو اختلفا فی لفظ النکاح والتزویج ۵ اگر اختلاف کریں نکاح اور تزویج کے لفظ میں بحر الرائق
میں کہا کہ انطابق لفظی میں شرط نہیں کہ وہی بعینہ لفظ مذکور ہو بلکہ بالعینیہ یا اوسکا مرادف تو ہبہ اور عطیہ کا اختلاف یا نکاح اور تزویج کا اختلاف مانع قبول کا نہیں انتہی حموی نے کہا
تو استثنا کی حاجت نہیں کیونکہ واقع میں یہاں اختلاف ہی نہیں السادسۃ شہد احدھما انہ جعلھا صدقۃ موقوفۃ ابدا علی ان لزید ثلث
غلتھا و شہد الاخر ان لزید نصفھا تقبل علی الثلث ۶ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے زمین کو صدقہ موقوفہ دائمی کیا ہے اس شرط پر کہ زید کو اوسکا تہائی غلہ ملے اور دوسرے نے گواہی دی کہ
کہ زید کو اوسکا نصف غلہ ملے تو گواہی تہائی پر مقبول ہوگی ہم اور یہی اگر ایک کل کی گواہی دے اور دوسرا نصف کی تو نصف متفق علیہ پر حکم ہوگا بشرطیکہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو
السابعۃ انہ باع بیع الوفاء فشہد احدھما بہ والاخر ان المشتری اقر بذلک تقبل ۷ مدعی نے دعوی کیا کہ اوس نے بیع الوفا کی بیع کی تو ایک گواہ نے اسکے موافق
گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مشتری نے بیع الوفا کا اقرار کیا تو مقبول ہے ہم بیع الوفا یا بیع کی کچھ خصوصیت نہیں بلکہ ہر قول کا یہی حکم ہے بخلاف فعل کے اور نکاح فعل ہے قول ہے
کذا فی الحلبی عن البحر الثامنۃ شہد احدھما انھا جاریتہ والاخر انھا کانت لہ تقبل ۸ ایک نے گواہی دی کہ وہ اوسکی لونڈی ہے اب اور دوسرے نے کہا کہ پہلے اوسکی لونڈی
تھی تو قبول ہوگی التاسعۃ ادعی الفا مطلقا فشہد احدھما علی اقرارہ بالف قرض والاخر بالف ودیعۃ تقبل ۹ دعوی کیا مطلق ہزار کا بلا قید قرض یا ودیعت
کے سوا ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے اقرار پر قرض کی اور دوسرے نے ہزار امانت کی تو مقبول ہے العاشر ادعی الابراء فشہد احدھما بہ والاخر انہ وھبہ او تصدق
علیہ او حللہ جاز ۱۰ دعوی کیا ابراء دین کا تو ایک نے اسکی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا یا خیرات کیا یا اوسکو چھوڑ دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ ہبہ کرنا
اور تصدق کرنا اور تحلیل بری ہونے سے اخص ہے الحادیۃ عشرۃ ادعی الھبۃ فشہد احدھما بالبراءۃ والاخر بالھبۃ او انہ حللہ جاز ۱۱ دعوی کیا ہبہ کا
یعنی دائن نے اوسکو دین ہبہ کر دیا سو ایک نے برات کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ یا تحلیل کی تو جائز ہے الثانیۃ عشرۃ ادعی الکفیل الھبۃ فشہد احدھما بھا
والاخر بالابراء جاز وتثبت البراءۃ ۱۲ دعوی کیا ضامن نے ہبہ کا یعنی مدیون اصیل کو دائن نے دین ہبہ کر دیا تو ایک نے اسکے موافق گواہی دی اور دوسرے نے ابرا کی تو جائز ہے اور ابرا ثابت
ہوگا اور ضامنی باطل ہو جاویگی الثالثۃ عشرۃ شہد احدھما علی اقرارہ انہ اخذ منہ العبد والاخر علی اقرارہ بانہ اودع منہ ھذا العبد تقبل ۱۳ ایک نے گواہی دی مدعا علیہ کے
اقرار پر کہ اوس نے مدعی سے غلام لیا ہے اور دوسرے نے اوسکے اس اقرار پر کہ اوس نے مدعی کا غلام بطور ودیعت کے رکھا تو گواہی مقبول ہوگی ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے غلام کا دعوی کیا
جو دوسرے کے پاس ہے سو مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے شہادت مذکورہ ثابت کی تو مدعی غلام کو پاویگا اور اسیطرح ہے مسئلہ آئندہ الرابعۃ عشرۃ شہد احدھما انہ غصبہ منہ
والاخر ان فلانا اودع منہ ھذا العبد تقبل للمدعی ۱۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے مدعی سے غلام کو غصب کیا ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فلانے نے اوسکا غلام بطور ودیعت
کے رکھا ہے تو مدعی کے واسطے حکم ہوگا الخامسۃ عشرۃ شہد احدھما انھا ولدت منہ والاخر انھا حبلت منہ تقبل ۱۵ ایک نے گواہی دی کہ عورت اوسکا لڑکا جنی اور
دوسرے نے یہ کہ وہ اوس سے حاملہ ہوئی تو مقبول ہوگی ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ زوج نے زوجہ کی طلاق اوسکی ولادت پر معلق کی پھر گواہوں نے شہادت مذکورہ دی تو طلاق واقع ہوگی
اسواسطے کہ حمل کو غالبا ولادت لازم ہے تو گویا اوس نے ولادت کی گواہی دی السادسۃ عشرۃ شہد احدھما انہ اقر ان الدار لہ والاخر انہ سکن فیھا تقبل

١٦ ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ گھر مدعی کا ہے اور دوسرے نے یہ کہ مدعی اوسمین ساکن تھا تو مقبول ہوگی ہم ہرچند سکونت باجارہ یا عاریہ بھی ہوتی ہے لیکن ملک اسمین اصل ہے
لہذا گواہی مقبول ہوگی علی الخصوص کہ دوسرے کی شہادت سے ملک کی تائید ہوگئی السابعۃ عشرۃ شہد احدھما انہا ولدت منہ ذکرا وقال الآخر انثی تقبل ١٧
ایک نے گواہی دی کہ زوجہ شوہر سے لڑکا جنی اور دوسرے نے کہا کہ اوسکی لڑکی جنی تو مقبول ہے ہم صورت اوسکی یہ ہے کہ طلاق اوسکی مطلق ولادت پر معلق ہوئی تھی الثامنۃ عشرۃ
انکر اذن عبدہ فشہد احدھما علی اذنہ فی الثیاب والآخر فی الطعام تقبل ١٨ مولی نے انکار کیا اپنے غلام کو تجارت کرانے کی اذن دینے کا تو ایک نے گواہی دی کپڑوں کی تجارت
کی اذن کی اور دوسرے نے طعام کی تجارت کی گواہی دی تو مقبول ہوگی اسواسطے کہ ایک قسم میں اذن دینا جمیع انواع کو شامل ہوتا ہے کذا فی باب الماذون التاسعۃ عشرۃ
اختلف شاہدا الاقرار بالمال فی کونہ اقر بالعربیۃ او بالفارسیۃ تقبل بخلافہ فی الطلاق ١٩ اختلاف کیا اقرار مال کے دو شاہدوں نے کہ اوسنے عربی زبان میں اقرار کیا
یا فارسی میں تو یہ مقبول ہوگی بخلاف طلاق کے کہ اوسمین مقبول نہوگی یعنی اسواسطے کہ اقرار میں اتفاق معنوی کافی ہے بخلاف طلاق کے العشرون شہد احدھما انہ قال لعبدہ
انت حر والآخر انہ قال آزادی تقبل ٢٠ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے اپنے غلام سے عربی میں کہا کہ انت حر یعنی تو آزاد ہے اور دوسرے نے کہا فارسی میں آزادی یعنی تو آزاد ہے
تو مقبول ہے الحادیۃ والعشرون قال لامرأتہ ان کلمت فلانا فانت طالق فشہد احدھما انہا کلمتہ غدوۃ والآخر عشیۃ طلقت ٢١ زوج نے اپنی
عورت سے کہا کہ اگر تو فلانے سے بات کریگی تو تو طالق ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اول دن بات کی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسنے آخر روز بات کی تو وہ مطلقہ ہوگی
الثانیۃ والعشرون ان طلقتک فعبدی حر فقال احدھما طلقہا الیوم والآخر انہ طلقہا امس یقع الطلاق والعتاق ٢٢ زوج نے اپنی زوجہ سے
کہا کہ اگر میں تجھکو طلاق دوں تو میرا غلام آزاد ہے سو ایک نے گواہی دی کہ اوسنے آج کے دن اوسکو طلاق دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکو کل طلاق دی تو طلاق اور عتاق
واقع ہونگی ہم اس مسئلہ میں اور مسئلہ سابقہ میں مقصود ملحوظ ہے یعنی حصول شرط قطع نظر زمان سے الثالثۃ والعشرون شہد احدھما انہ طلقہا ثلثا البتۃ والآخر
انہ طلقہا ثنتین البتۃ یقضی بطلقتین وبتملک الرجعۃ ٢٣ ایک نے گواہی دی کہ زوج نے زوجہ کو تین طلاق البتہ دی اور دوسرے نے گواہی دی
کہ دو طلاق البتہ دی تو دو طلاق کا حکم ہوگا اور زوج رجعت کا مالک ہوگا ہم اگر لفظ البتہ کا شہادت سے متعلق ہے نہ طلاق سے تو رجعت بلا تکلف ثابت ہے اور اگر طلاق سے
متعلق ہو تو ملک رجعت سے مراد یہ ہے کہ اعادہ نکاح کا مالک ہے بعقد جدید اسواسطے کہ طلاق بائن کے بعد اعادہ عقد جائز ہے الرابعۃ والعشرون شہد احدھما انہ
اعتق بالعربیۃ والآخر بالفارسیۃ تقبل ٢٤ ایک نے گواہی دی کہ مولی نے عربی زبان میں غلام کو آزاد کیا اور دوسرے نے کہا فارسی میں تو یہ مقبول ہے ہم یعنی شاہد نے عربی یا فارسی میں
گواہی دی اور شاہد نے یہ نہیں کہا کہ مولی نے حر یا آزاد کہا تو یہ مسئلہ بیسویں مسئلہ کے ساتھ مکرر نہوا کہ اوسمین قول مولی کا عربی فارسی میں مذکور ہے الخامسۃ والعشرون اختلفا فی
مقدار المہر یقضی بالاقل ٢٥ شاہدوں نے اختلاف کیا مقدار مہر میں تو اقل مہر پر حکم ہوگا ہم طحطاوی نے کہا جامع الفصولین میں مذکور ہے کہ شاہدوں نے بیع اور اجارہ
اور طلاق اور عتاق کی گواہی دی بعوض مال کے اور مختلف ہوئے مقدار مال میں تو گواہی مقبول نہیں مگر نکاح میں مقبول ہے اور مہر میں مہر مثل کی طرف رجوع ہوگا اور صاحبین نے
کہا کہ نکاح میں بھی مقبول نہیں انتہی تو اقل پر حکم کرنا اسکے منافی ہے السادسۃ والعشرون شہد احدھما انہ وکلہ بخصومۃ مع فلان فی دار سماہا
وشہد الآخر انہ وکلہ بخصومتہ فیہ وفی شیء آخر تقبل فی دار اجتمعا علیہ ٢٦ گواہی دی ایک نے کہ فلانے نے فلانے کو فلانے کے ساتھ خصومت کرنے کا وکیل کیا ہے
اوس گھر میں جسکا وکیل نے نام لیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو خصومت کا وکیل کیا ہے اوسی گھر کی خصومت میں اور دوسری چیز کی خصومت میں بھی تو گواہی مقبول
ہوگی اوس گھر کی وکالت میں جسپر دونوں شاہد متفق ہوئے السابعۃ والعشرون شہد احدھما انہ وقفہ فی صحتہ والآخر بانہ وقفہ فی مرضہ تقبل
٢٧ ایک نے گواہی دی کہ واقف نے اوسکو وقف کیا اپنی صحت میں اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اوسکو اپنے مرض میں وقف کیا تو دونوں مقبول ہیں ہم
طحطاوی نے کہا لیکن اسکی تصریح نہوئی کہ وقف کل میں ہوگا یا ثلث میں اگر اوسکا اوتنا ہی مال ہے اور ظاہر ثلث ہی مال معلوم ہوتا ہے مگر اسکو نقل ثابت کرنا چاہیے
الثامنۃ والعشرون لو شہد شاہد انہ اوصی الیہ یوم الخمیس والآخر یوم الجمعۃ جازت ٢٨ اگر ایک شاہد نے گواہی دی کہ زید نے خالد کو

شاہد وصی کیا پنجشنبہ کو اور دوسرے نے کہا جمعہ کو دن تو جائز ہی التاسعۃ والعشرون ادعی مالا فشہد احدھما ان المحتال علیہ احال غریمہ بہذا وشہد
الاخر انہ کفل عن غریمہ بہذا المال تقبل ۲۹ مدعی نے دعوی کیا مال کا سو ایک گواہ نے گواہی دی کہ محتال علیہ نے اوسکے واسطے یہ مال اقرار کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعی علیہ
مدعی کے مدیون کا ضامن ہوا اسواسطے اس مال کے تو گواہی مقبول ہے ہم غریم بمعنی دائن و مدیون دونوں کو بولا جاتا ہے سو یہان غریم اول بمعنی دائن ہے اور غریم ثانی بمعنی مدیون
ہے اور محتال علیہ وہ ہی جسپر کوئی مال حوالہ کرے یعنی اوتارے اور وہ قبول کرے صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ زید نے خالد پر مال کا دعوی کیا سو خالد نے انکار کیا زید نے دو شاہد گذرانے
ایک شاہد نے یہ گواہی دی کہ خالد محتال علیہ ہے یعنی خالد کو دائن نے زید کا حوالہ خالد پر کیا یعنی جو اوسکا دین خالد پر ہے وہ زید کو دلایا اور دوسرے نے گواہی دی کہ خالد ضامن
ہوا ہے مدیون زید کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مال خالد پر ہر دو صورت ہے لیکن ایک شاہد نے کہا کہ اوسپر مال بطریق احالہ ہے اور دوسرے نے کہا بطریق ضمانت ہے اور یہ صورت شیخ صالح کے
کلام میں آگے آویگی مگر اوس میں کہا ہے کہ حکم ضمانت پر ہوگا اسلیے کہ وہ اقل ہے کذا فی الطحطاوی الثلثون شہد احدھما انہ باعہ کذا الی شہر و شہد الاخر بالبیع
ولم یذکر الاجل تقبل ۳۰ ایک نے گواہی دی کہ اسنے اوسکو بیچا ایک مہینہ کی مدت پر اور دوسرے نے بیع کی گواہی بلا ذکر مدت دی تو مقبول ہے الحادیۃ والثلثون
شہد احدھما انہ باعہ بشرط الخیار ثلثۃ ایام ولم یذکر الاخر الخیار تقبل فیھما ۳۱ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے بیع کی بشرط خیار تین دن کے اور
دوسرے نے خیار کو نہ ذکر کیا تو دونوں باتیں مقبول ہیں الثانیۃ والثلثون شہد واحد انہ وکلہ بالخصومۃ فی ھذہ الدار عند قاضی الکوفۃ والاخر عند قاضی البصرۃ
تقبل لاتفاقہما ۳۲ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو اس گھر کی خصومت میں وکیل کیا قاضی کوفہ کے سامنے اور دوسرے نے کہا کہ قاضی بصرہ کے سامنے تو دونوں کی گواہی جائز ہے
الثالثۃ والثلثون شہد انہ وکلہ بالقبض والاخر انہ جراہ تقبل ۳۳ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو مسلط
کیا تو مقبول ہے ہم قولہ جراہ من الجری بمعنی التسلیط کذا فی الحاشیۃ الرابعۃ والثلثون شہد احدھما انہ وکلہ بقبضہ والاخر انہ سلطہ علی قبضہ تقبل
۳۴ ایک نے گواہی دی کہ مدعی کو قبض کا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسکو قبض کرنیکو مسلط کیا ہم یہ صورت اور جو صورت سابق ہے یکسان ہین فقط الفاظ کا فرق ہے
الخامسۃ والثلثون شہد احدھما انہ وکلہ بقبض دینہ والاخر انہ اوصی الیہ بقبضہ فی حیاتہ تقبل ۳۵ ایک نے گواہی دی کہ اسکو اوسنے اوسکے
قبض کرنیکا وکیل کیا اور دوسرے نے کہا کہ اوسنے اوسکو اپنی زندگی میں اوسکے قبض کرنیکی وصیت کی تو مقبول ہے ہم یہ وصی ہوا یہ بالقبض ہے اور وکیل کا ہے حقیقۃ وکیل ہی ہے اسکو
وکالت ہوتی ہے باطل ہو جاتی ہے السادسۃ والثلثون شہد احدھما انہ وکلہ بطلب دینہ والاخر بتقاضیہ تقبل ۳۶ ایک نے گواہی دی کہ او
اوسکو وکیل کیا اپنے دین کے طلب کرنیمین اور دوسرے نے کہا کہ دین کے تقاضا کرنیکے واسطے وکیل کیا تو مقبول ہے السابعۃ والثلثون شہد احدھما انہ وکلہ بقبضہ والاخر
بطلبہ تقبل ۳۷ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو وکیل کیا اوسکے قبض کرنیکے واسطے اور دوسرے نے کہا اوسکو طلب کرنیکے واسطے تو مقبول ہے الثامنۃ والثلثون
شہد احدھما انہ وکلہ بقبضہ والاخر انہ امرہ باخذہ او ارسلہ لیاخذہ تقبل ۳۸ ایک نے گواہی دی کہ اوسنے اوسکو اوسکے قبض کرنیکا وکیل کیا اور
دوسرے نے کہا کہ اوسنے اوسکو اوسکے لینے کا امر کیا یا اوسکو بھیجا تا اوسکو لے تو مقبول ہے التاسعۃ والثلثون اختلفا فی زمن اقرارہ فی الوقف تقبل ۳۹
دونوں شاہدوں نے اختلاف کیا واقف کے زمانہ اقرار میں الوقف ہم اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مشہود بہ اگر قول محض ہے تو اختلاف زمانی یا مکانی قبول شہادت کا مانع نہیں بسبب
حکایت کی اعادہ اور تکرار کے قول میں اور اگر فعل محض ہو جیسا غصب یا قول ملحق بالفعل ہو جیسا نکاح تو اوس میں اختلاف مانع قبول ہے لیکن نکاح اگرچہ قول ہے لیکن حضور
شاہدین اوسکی شرط ہے اور وہ فعل ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ الاربعون اختلفا فی مکان اقرارہ بہ تقبل ۴۰ دو شاہدون نے اختلاف کیا واقف کے مکان اقرار
میں تو مقبول ہے الحادیۃ والاربعون اختلفا فی وقفہ فی صحتہ او فی مرضہ تقبل ۴۱ دو گواہون نے اختلاف کیا واقف کے وقف میں اوسکی صحت میں یا اوسکے مرض میں ہم یہ مسئلہ
ستائیسوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہوگیا الثانیۃ والاربعون شہد احدھما بوقفہ علی زید والاخر علی عمرو یکون وقفا علی الفقراء انتہی ۴۲ ایک شاہد نے
گواہی دی کہ واقف نے وقف کیا زید پر اور دوسرے نے عمرو پر تو مقبول ہے اور وہ وقف فقیرون پر ہوگا انتہی کلام المصنف قلت وزدت بفضل اللہ تعالی علی ما ذکرہ المصنف مسائل منہا

جامع الفصولین۔ اور ازانجملہ یہ کہ شاہدون نے گائے کی چوری کی بالاتفاق گواہی دی اور اختلاف کیا اوسکے رنگ مین تو یہ گواہی امام کے نزدیک مقبول ہے بخلاف
صاحبین کے کذا فی جامع الفصولین ومنها شهد احدهما بكفالة والآخر بحوالة تقبل في الكفالة لانها اقل جامع الفصولين۔ اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے کفالت
کی گواہی دی اور دوسرے نے حوالہ دین کی تو کفالت میں گواہی مقبول ہوگی اسواسطے کہ ضامنی نسبت حوالہ کے کمتر ہے کذا فی جامع الفصولین ہم صورت ثانیہ یہی صورت مکرر
ہے ومنها شهد احدهما انه وكله بطلاق زوجته وشهد الآخر انه وكله بطلاقها وطلاق فلانة الاخرى فهو وكيل في طلاق التي اتفقا
عليها وهي فيه ايضا اور ازانجملہ یہ کہ ایک نے گواہی دی کہ مثلا زید کو زوج نے فقط فلانی زوجہ کی طلاق کا وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوسکو طلاق کا
اور دوسری فلانی عورت کی بھی طلاق کا وکیل کیا ہے تو زید اوسی عورت کی طلاق مین وکیل ہے گا جس عورت پر دونون شاہد متفق ہوئے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے
ومنها شهدا بوكالة وزاد احدهما انه عزله تقبل في الوكالة لا في العزل وهي فيه ايضا اور ازانجملہ یہ کہ دو شاہدون نے وکالت کی گواہی دی اور ایک گواہ
نے اسقدر زیادہ کہا کہ وکیل کو موکل نے معزول کیا تو وکالت سے تو شہادت وکالت مین مقبول ہے گی نہ معزول کرنے مین اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے ومنها ادعت ارضا
شهد احدهما انها ملكها لان زوجها دفعها اليها عوضا عن الف سنتين وشهد الآخر انها ملكها لان زوجها اقر انها ملكها تقبل
لان كل بائع مقر بالملك للمشتري فكانهما شهدا انه ملكها اور ازانجملہ یہ کہ عورت نے ایک زمین کا دعوی کیا ایک شاہد نے گواہی دی کہ وہ زمین اوس عورت کی ملک ہے
اسواسطے کہ اسکے زوج نے وہ زمین اوسکو عوض مہر کے دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اوس زمین کی عورت ہی مالک ہے اسواسطے کہ اوسکے زوج نے اقرار کیا کہ زمین عورت کی
مملوک ہے تو گواہی قبول ہے اسواسطے کہ ہر بائع اپنے مشتری کی ملک کا مقر ہے تو گویا دونون شاہدون نے بالاتفاق گواہی دی کہ زوج نے عورت کو زمین کا مالک کیا ہے جب زوج
نے زمین عوض مہر کے دی تو زوج بائع ٹھہرا اور یہ مثال عبارت ہو مہر کی کذا فی الطحطاوی وفيه تردد لانه لما شهد احدهما انه دفعها عوضا وشهد
بالعقد وشهد الآخر باقراره بالملك فاختلف المشهود به اما لو شهد احدهما ان زوجها دفعها عوضا والآخر باقراره انه دفعها
عوضا تقبل لاتفاقهما كما لو شهد احدهما بالبيع والآخر باقراره وهي في جامع الفصولين انتهى كلام الشيخ صالح ابن الشيخ محمد بن عبد الله الغزي
اور قول ضعیف یہ ہے کہ شہادت مذکورہ مردود ہے اسواسطے کہ جب ایک گواہ نے اسکی گواہی دی کہ زوج نے زمین کو عوض مہر کے دیا اور عقد معاوضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے
زوج کے اقرار بالملک کی گواہی دی تو مشہود بہ مختلف ہو گیا یعنی اس صورت سے کہ شاہد اول نے اقرار بالملک کی گواہی نہ دی اور اگر ایک شاہد یون گواہی دیتا کہ اوسکے زوج نے زمین
عوض مہر کے دی اور دوسرا زوج کے اقرار پر یون گواہی دیتا کہ اوسنے زمین عوض دی تو مقبول ہوتی بسبب متفق ہونے دونون شاہدون کے جیسا کہ ایک شاہد اگر گواہی دے بیع کی
اور دوسرا گواہ بائع کے اقرار بیع پر گواہی دے تو مقبول ہے اور یہ مسئلہ بھی جامع الفصولین مین ہے تمام ہو چکا کلام شیخ صالح بن شیخ محمد بن عبد اللہ غزی کا فی الاشباہ
السكوت كالنطق الا في مسائل عد منها سبعة وثلاثين اشباہ مین ہے کہ سکوت نطق کی مانند ہے مگر چند مسائل مین شمار کیا ہے مسائل مذکورہ مین سے سینتیس کو ہم
اولی یہ تھا کہ شارح یون کہتا السکوت لیس کالنطق الا فی کذا چنانچہ اسیطرح ہے بعض نسخ در المختار مین اور یہ نقل بالمعنی ہے اسواسطے کہ اشباہ کی عبارت یون ہے القاعدة الثانية
عشر لا ينسب الى ساكت قول ثم قال وخرج عن هذه القاعدة مسائل كثيرة يكون السكوت فيها كالنطق كذا في الطحطاوي اور شارح نے ۳۷ مسائل کو کتاب النکاح کے
باب الاولیاء مین مفصل ذکر کیا ہے قلت وزاد في تنوير البصائر سبعة وثلاثين مین کہتا ہون کہ تنویر البصائر نے سینتیس مسئلے اور زیادہ کیے ہین الاولى مسئلة السكوت
في الاجارة قبول ورضي كقوله لساكن داره اسكن بكذا والا فانتقل فسكت لزمه المسمى وذكره المؤلف في الاجارة پہلا مسئلہ یہ ہے
کہ سکوت کرنا اجارہ مین قبول اور رضامندی ہے جیسا کہ صاحب خانہ نے ساکن سے کہا کہ اس گھر مین رہنے والے سے کہ اسقدر پر رہو ورنہ نکل جاؤ اور پھر ساکن چپ رہا
تو اوسکو معین کرایہ دینا لازم ہوگا اور مولف اشباہ نے اوسکو کتاب الاجارہ مین ذکر کیا ہے الثانية سكوت المودع قبول دلالة قال المؤلف في مجمع
سكوته عند وضعه بين يديه قبول دلالة انتهى دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ساکت رہنا امانت رکھنے والے کا قبول ہے بدلالت حال مولف اشباہ نے

فی الاشباہ السکوت کالنطق الا فی مسائل

حاشیہ: قاعدہ بارھوان یہ کہ ساکت کیطرف کوئی قول منسوب نہین ہوتا پھر کہا اور نکلے اس قاعدے سے بہت سے مسائل کہ سکوت مثل نطق کے ہوتا ہے ۱۲

اوسکو زوائد میں شمار کیا اعلم اور بعض نسخوں میں یون عبارت ہے فکیف یکون فی تقییدہ بکونہ من اہل العلم والصلاح فعدہا من الزوائد انتہی طحطاوی نے کہا من الزوائد خبر ہے یکون
کی اور قول اوسکا فعدہا کا خلاف کرنا اولی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب یہ مسئلہ اشباہ میں ہے تو فقط اہل علم اور صلاح کی قید لگانی سے زوائد میں گنے نہیں ہوگا چونکہ عبارت مذکور خالی تکلف سے
تھی اسلئے مترجم نے نسخہ صحیحہ کے موافق ترجمہ کیا واللہ اعلم ومنہا لو ان العبد خرج لصلوۃ الجمعۃ فراٰہ مولاہ فسکت حل لہ الخروج الیہا لان السکوت
بمنزلۃ الرضی کما فی مجمع الفتاوی اور از انجملہ یہ ہے کہ اگر غلام نماز جمعہ کو نکلا سو اوسکو مولانے دیکھا سو چپ رہا تو اوسکو نماز کیواسطے نکلنا حلال ہے اسواسطے کہ سکوت بمنزلہ رضامندی
کے ہے چنانچہ یہ بحر الرائق کے باب الجمعہ میں مذکور ہے ومنہا ما فی القنیۃ بعد ان رقم بعلامۃ قع عت ولو زفت الیہ بلا جہاز فلہ ان یطالب اباہا بما بعث الیہ من الدنانیر
وان کان الجہاز قلیلا فلہ المطالبۃ بما یلیق بالمبعوث فی عرفہم ثم قال یفتی بانہ اذا لم یجہز بما یلیق فلہ استرداد ما بعث والمعتبر ما یتخذ
للزوج لا ما یتخذ لہا ولو سکت بعد الزفاف زمانا یعرف بذلک رضاہ لم یکن لہ ان یخاصمہ بعد ذلک وان لم یتخذ لہ شیئ اور از انجملہ وہ مسئلہ ہے
جو قنیہ میں بعد علامت قع عت کے مذکور ہے کہ اگر جورو خاوند کے پاس بھیجی گئی بدون جہیز کے تو زوج کو مطالبہ کرنا اون دینار کا جو اوسکے باپ پاس جہیز کے طرف بھیجی تھی جائز ہے اور اگر تھوڑا
جہیز دیا ہو تو اوسکو مطالبہ کرنا اوسقدر جہیز کا جو اونکے عرف میں بعوض اسکے لائق ہے درست ہے تو اوسوقت میں یہ فتوی ہے کہ جب جورو کو لائق جہیز مناسب حال نہ دیا تو زوج
پھیر لینا اوس مال کا جو قبل نکاح کے بھیجا تھا جائز ہے اور معتبر وہ جہیز ہے جو زوج کی منفعت کیواسطے بنایا جاتا ہے نہ وہ جہیز جو زوجہ کیواسطے ہوتا ہے اور اگر زوج نے سکوت کیا بعد زفاف
کے اتنی مدت کہ اوس سے عدم جہیز پر اوسکی رضامندی معلوم ہوگئی تو زوج کو جھگڑا کرنا بعد اوس مدت کے جائز نہیں اگرچہ زوج کیواسطے کوئی چیز بنائی گئی ہو ہم
قع علامت ہے قاضی عبد الجبار کی اور عت علامت ہے علاء الدین ترجمانی کی یعنی یہ مسئلہ قاضی عبد الجبار اور علاء الدین ترجمانی سے مروی ہے اور یہاں تک سو بالذکر قوۃ السکوت بعد
الزفاف [illegible] کذا فی الطحطاوی اور مسئلہ جہیز کا کتاب النکاح
میں مفصل مذکور ہو چکا ومنہا اذا [illegible] ولا یحتاج الی القبول [illegible] ذکرہ البرہان فی الاختیار [illegible] اور از انجملہ یہ ہے کہ جب [illegible] مدیون [illegible] کردیا
سو مدیون چپ رہا تو ابرا صحیح ہے اور حاجت نہیں [illegible] کتاب الاقرار کے اندر ذکر کیا ومنہا سکوت الراہن حین یبیع المرتہن الرہن
یکون مبطلا للرہن فی احدی الروایتین ذکرہ الزیلعی وغیرہ وہی تعلم من الاشباہ اول القاعدۃ الحمد للہ العزیز الوہاب وہو اعلم بالصواب
اور از انجملہ سکوت راہن کا [illegible] مرتہن [illegible] مبطل رہن ہوگا ایک روایت میں [illegible] کیا ہے اسکو زیلعی وغیرہ نے اور یہ مسئلہ اشارۃ معلوم ہوتا ہے اشباہ کے اول قاعدہ سے
سب تعریف اللہ [illegible] ہے جو غالب بخشش والا ہے اور وہی دانا ہے [illegible] شیخ صالح مولف [illegible] زوائد کے بعد [illegible] ربانی او اکی تالیف کی توفیق پر بعضی علما نے چند مسائل
اور زیادہ کیے ہیں [illegible] اپنا اسباب ایک مرد کے پاس رکھدیا اور چپ ہو کر چلا گیا تو صاحب اسباب مودع بالکسر [illegible] یعنی امانت رکھنے والا [illegible] ایک
جنازہ اوٹھائی [illegible] قبرستان تک [illegible] اور دوسرا بھی حاضر اور ساکت [illegible] دونوں [illegible] سامنے اور وہ ساکت ہیں تو جائز ہے اور [illegible]
جمیع [illegible] بدعت اور خلاف شرع دیکھا ساکت رہنا رضامندی کی مانند ہے بشرطیکہ ہاتھ یا زبان سے اوسکو روکنے پر قادر ہو اور اگر قادر نہ ہو تو دل سے کراہت
جانے یعنی درصورت عدم قدرت اگر بدعت اور گناہ کو مکروہ جانیگا تو اوسوقت میں اوسکا سکوت رضامندی میں شمار ہوگا [illegible] زید نے خالد کو وصیت کی پھر خالد زید کی حیات
میں ساکت رہا پھر جب مر گیا تو بعض ترکہ خالد نے بیچا یا اوسکی دین کا تقاضا کیا تو یہ وصیت کا قبول کرنا ہے ان مسائل کو حموی نے معین الحکام سے نقل کیا [illegible] زوج اپنے گھر میں لی لایا اور اوسکی
زوجہ نے سوت کاتا یا زوج سوت لایا اور زوجہ نے کپڑا بنا تو زوج اوسکی قیمت کا تاوان نہیں لے سکتا اور ساکت رہنا زوج کا رضامندی میں شمار ہوگا زید نے آٹا گوندھا اور خالد نے
اوسکی روٹی پکائی یا زید نے زمین پر بکری کو پچھاڑا اور خالد نے اوسکو ذبح کیا تو زید کا سکوت امر کرنے کی مانند ہے باعتبار دلالت حال کے اور خالد اوسکا معین ہے نہ اوسکو اجرت ملیگی نہ اوسپر
ضمان ہے اس فعل میں کذا فی الطحطاوی عن البحر [illegible] تو معلوم ہوا کہ تیرہ مسائل میں سکوت نطق کی مانند ہے بالتفصیل اشباہ کے مسائل ۳ اور تنویر البصائر کے ۲ اور زواہر الجواہر
کے ۸ اور طحطاوی کے منقول ۲ **قولہ کالاشباہ** کا اختلف المنکر فی احدی وثلثین مسئلۃ بیناہا فی الشرح یہ قول ہے اشباہ کا کہ قسم نہ لیجائے

منکرہی اکتیس مسئلون مین ہمنے اونکو شرح مین بیان کیا ہی یعنی بحر الرائق مین قال الشیخ شرف الدین فی حاشیته علیہا المسماۃ بتنویر البصائر علی الاشباہ
والنظائر اقول قال فی شرحہ الطحاوی علیہ ثم اعلم ان المصنف اقتصر علی عدم الاستحلاف عندہ فی الاشیاء التسعۃ وفی الخانیۃ انہ لا
یستحلف فی احدی وثلثین خصلۃ بعضہا مختلف فیہ وبعضہا متفق علیہ فذکر منہا الخمسا الا التسعۃ شیخ شرف الدین نے اپنے حاشیہ مین جو اشباہ
پر ہو جسکا نام تنویر البصائر علی الاشباہ والنظائر ہی کہا کہ مین کہتا ہون کہ مصنف نے اپنی شرح مین جو اشباہ پر لکھا ہی یون کہا کہ پھر معلوم کر کہ کنز کے مصنف نے اقتصار کیا
عدم استحلاف پر امام کے نزدیک نو چیزون میں لیکن خانیہ مین ہی کہ اکتیس قسم مین لیجائیگی اکتیس صورت مین بعض مین اختلاف ہی اور بعض متفق علیہ ہین پھر اوس نے ایک شمار کیے
بلا دلیل اختصار کر کے آٹھ نو چیزون کو ذکر کیا ہم اشیاء تسعہ کو تنویر وغیرہ مین یون ذکر کیا ہی کہ تحلیف نہین نکاح مین جسکا انکار کیا زوج یا زوجہ نے اور رجعت مین جسکا مرد یا عورت
نے انکار کیا عدت کے بعد اور ایلا مین جسکا مرد یا عورت نے انکار کیا بعد مدت کے اور استیلاد کے انکار مین جسکا دعوی لونڈی کرتی ہی اور رقیت اور نسب اور ولا مین اس طرح پر کہ مثلا زید
شخص مجہول پر دعوی کرے کہ وہ میرا غلام یا بیٹا یا مولی ہی یا بالعکس اور حد اور لعان مین جاننا چاہیے کہ مسائل مذکورہ مین فتوی یہی ہی کہ سوا حد کے تحلیف ہی کذا فی الطحاوی وفی تزویج البنت
صغیرۃ او کبیرۃ وعندہما یستحلف الاب فی الصغیرۃ اور تحلیف نہین بیٹی کے بیاہنے مین چھوٹی ہو یا بڑی اور صاحبین کے نزدیک باپ سے قسم لیجائیگی صغیرہ
کے قول مین فی تزویج البنت یحلف ہو اسعد پر دی فی تزویج المولی امتہ حلافا لہما اور مولی کی نکاح کر دینے مین اپنی لونڈی کا بخلاف صاحبین کے وفی دعوی الدائن الایصاء
فانکرہ لا یحلف اور وارث کے دعوی مین جب میت کا قرضدار مدعی علیہ نے اوسپر انکار کیا تو قسم لیجائیگی ہم وارث نے یہ دعوی کیا کہ میت نے مدعی علیہ کو ادا کرنے دین کی وصیت کی ہی اور جاہتا
کہ اپنا دین مدعی علیہ سے لے اور وہ وصیت کا منکر ہی تو اوس پر قسم نہین وفی دعوی الدین علی الوصیۃ اور وصی کے دعوی مین بھی پس یہان وصیت متحقق ہی لیکن دین کا انکار بخلاف
مسئلہ سابقہ کے کہ وہان اصل وصیت کا انکار ہی وفی الدعوی علی الوکیل فی المسئلتین کالوصیۃ وکیل پر دعوی کرنے مین دونون صورتون مین وصی کے مانند ہی اسی طرح مسئلے میں ایک یہ
کہ مدعی نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ فلان کا وکیل ہی اور فلان نے وکالت کا منکر ہو دوسرا مسئلہ یہ کہ وکالت متحقق ہی لیکن مدعی کے دعوی کا منکر ہی کما مر فی المسئلتین المذکورتین وفیما اذا
کان فی ید رجل شیء فادعاہ رجلان کل الشراء منہ فاقر بہ لاحدہما وانکر الاخر لا یحلف ہی اور اوس صورت مین جب کہ ایک مرد کے ہاتھ مین ایک چیز ہو سو اوسکا
دو شخصون نے دعوی کیا ہر شخص اوس چیز کو خرید کرنے کا مدعی علیہ سے دعوی کرتا ہی سو اوس نے ایک شخص کے خریدنے کا اقرار کیا اور دوسرے کے خریدنے کا انکار کیا تو دوسرا شخص اوس سے قسم
نلیگا وکذا لو انکرہما فحلف لاحدہما فنکل وقضی علیہ لم یحلف للاخر اور اسی طرح اگر مدعی علیہ دونون کی خرید کا انکار کیا سو ایک کے لیے قسم کھائی اور اوسکے قسم لینے
سے او سنے قسم نہ کھائی اور اوسپر حاکم کا حکم ہو گیا چیز دینے کا تو دوسرے مدعی کیواسطے قسم لیجائیگی وفیما اذا ادعی الہبۃ مع التسلیم من ذی الید فاقر لاحدہما
لا یحلف للاخر اور نیز اوس صورت مین جب کہ دو شخصون نے دعوی کیا ہبہ مع التسلیم کا قابض سے سو اوس نے ایک کے واسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم لیجاویگی وفیما اذا ادعی
کل منہما انہ رہنہ وقبضہ فاقر بہ لاحدہما اور اوس صورت مین جب کہ دو شخصون مین سے ایک نے دعوی کیا کہ مدعی علیہ نے اوس چیز کو رہن کیا ہی اور رہن کے اوپر
قبضہ کیا ہی سو اوس نے ایک مدعی کے رہن اور قبض کا اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم لیجائیگی او حلف لاحدہما فنکل لا یحلف للاخر دعوی رہن مع القبض مین ایک مدعی کیواسطے
قسم طالب کی سو مدعی علیہ نے قسم نہ کھائی تو دوسرے کیواسطے قسم لیجائیگی وفیما اذا ادعی احدہما الرہن والتسلیم والاخر الشراء فاقر بالرہن وانکر البیع
لا یحلف للمشتری اور اوس صورت مین جب کہ ایک مدعی نے رہن اور تسلیم کا دعوی کیا اور دوسرے نے خریدنے کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے رہن کا اقرار کیا اور بیع کا انکار کیا تو مشتری
کیواسطے قسم لیجاویگی ولو ادعی لاحدہما الاجارۃ والاخر الشراء فاقر بہا وانکرہ لا یحلف لمدعیہ ویقال للمدعی ان شئت فانتظر انقضاء مدۃ الملک
او فک الرہن وان شئت فافسخ اور ایک مدعی نے اگر اجارہ کا دعوی کیا اور دوسرے نے خرید کا سو مدعی علیہ نے اجارہ کا اقرار کیا اور خرید کا منکر ہوا تو خرید کے مدعی کیواسطے
قسم لیجائیگی اور دعوی کرنیوالے سے کہا جائیگا کہ اگر تیرا جی چاہے تو انقضاء مدت اجارہ کی یا رہن چھڑانے کا انتظار کر اور اگر تو چاہے تو بیع کو فسخ کر ڈال ہم خرید کے مدعی سے اسطرح کیواسطے
اوسوقت کہا جائیگا جب کہ اوسنے خرید کو ثابت کیا ہو انقضاء اجارہ اس مسئلہ سے متعلق ہی اور فک رہن مسئلہ سابقہ سے عبارت میں لف ونشر غیر مرتب کیا ہی وفیما اذا ادعی احدہما الصدقۃ

والقبض والاخر الشراء فاقر لاحدهما لا یحلف. اور ۲۲ اس صورت میں جب کہ ایک مدعی نے کسی چیز کو صدقہ اور قبض کرنیکا دعوی کیا اور دوسرے نے
اوسی چیز کی خرید کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک دعوی کا خواہ صدقہ خواہ خرید کا اقرار کیا تو دوسرے کو واسطے قسم نہ لیجائیگی وفیما اذا ادعی کل منہما الاجارۃ فاقر لاحدهما
اور ۲۳ اس صورت میں جب کہ دو شخصوں میں سے ہر ایک نے اجارہ کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے قسم نہ لیجائیگی وذکر لا یحلف خلافا لہ لو ادعی
کل منہما علی ذی الید الغصب منہ فاقر لاحدهما او حلف لاحدهما فنکل یحلف للثانی کالودیعۃ کل منہما الایداع فاقر بہ لاحدهما یحلف للثانی
وکذا الاعارۃ ویحلف ما لہ علیک کذا ولا قیمتہ وہی کذا اوکذا یا اجارہ کے دعوی میں ایک مدعی کیواسطے قسم طلب کی اور اوس نے قسم نہ کھائی تو دوسرے کیواسطے قسم
طلب کی بخلاف اسکے وہ صورت ہے کہ اگر ہر ایک نے قابض پر غصب کا دعوی کیا سو اوس نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا یا ایک مدعی کیواسطے اوس سے قسم طلب کی سو اوس نے قسم کھائی
تو دوسرے مدعی سے قسم لیجائیگی چنانچہ اگر ہر ایک مدعی نے امانت رکھنے کا دعوی کیا سو مدعی علیہ نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کیواسطے اوس سے قسم لیجائیگی اور یہی حکم ہے عاریت
دینے کا اور قسم یوں لیجائیگی کہ مدعی کی تجھپر فلانی چیز نہیں ہے اور نہ اوسکی قیمت ہے اور قیمت تو اتنی اتنی ہے ضم قیمت کی قسم اسواسطے لیجائیگی کہ جب مدعی علیہ نے متنازع فیہا ایک مدعی
کیواسطے اقرار کیا تو دوسرے کی حق کو اوسنے فوت کیا لہذا اوسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور اسیطرح کی قسم غصب میں تو ظاہر ہے نہ ودیعت اور استعارہ میں ہاں مگر انکار سے مودع اور
مستعیر بھی بحکم غاصب ہوتا ہے وفیما اذا ادعی البائع رضا الموکل بالعیب لم یحلف وکیلہ اور ۲۴ اوس صورت میں جب کہ بائع نے دعوی کیا کہ موکل مبیع کے عیب سے
راضی ہوگیا ہے اور وکیل اوسکا منکر ہے تو وکیل سے قسم نہ لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ رضامندی موکل کی جہت سے ہے تو وکیل سے غیر کے فعل کی کیونکر قسم طلب ہے وفیما اذا انکر
توکیلہ لہ فی النکاح اور ۲۵ اوس صورت میں جب کہ مدعی علیہ انکار کرے کہ میں نے مدعی کو نکاح میں وکیل نہیں کیا وفیما اذا اختلف الصانع والمستصنع فی المامور
بہ لا یمین علی واحد منہما اور ۲۶ اس صورت میں جب کہ کاریگر اور کام بنانیوالا کام میں مختلف ہوں یعنی صانع کہتا ہو کہ تو نے فلانی کام کی فرمایش کی اور مستصنع کہتا ہو کہ میں نے
دوسرے کام کی فرمایش کی تھی تو دونوں میں سے کسی پر قسم نہیں ہے یہ دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ در صورت اختلاف فی المامور بہ صانع پر قسم نہیں اور دوسری صورت
کہ مستصنع پر قسم نہیں ۲۷ وکذا لو ادعی الصانع علی رجل انہ استصنعہ فی کذا فانکر لا یحلف اور اسیطرح اگر صانع نے ایک مرد پر دعوی کیا کہ اوس نے اوس سے فلانا کام بنوایا
اور وہ مرد منکر ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی ہم باب السلم کے آخر میں معلوم ہوگا کہ اگر صانع اور مستصنع عمل میں متفق علیہ ہوں تو مستصنع کو اختیار ہے چاہے اوسکو لے اور چاہے نہ لے تو در صورت
اختلاف یا انکار بطریق اولی اوسکو اختیار ہوگا پھر قسم کی کیا وجہ ہے الحادیۃ والثلثون لو ادعی انہ وکیل عن الغائب بقبض دینہ وبالخصومۃ فانکر
لا یستحلف المدیون علی قولہ خلافا لہما ہکذا ذکرہ بعضہم وقال الحلوانی یستحلف فی قولہم جمیعا انتہی اکتیسواں ۳۱ یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک شخص
نے کہ میں وکیل ہوں شخص غائب کا اوسکا دین لینے اور خصومت کیواسطے سو مدیون نے اسکا انکار کیا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے قول پر بخلاف صاحبین کے اسیطرح ذکر کیا ہے بعض فقہا
نے اور حلوانی نے کہا کہ امام اور صاحبین سب کے قول میں مدیون سے قسم لیجائیگی انتہی کلام الخانیہ وبہ علم ان ما فی الخلاصۃ تساہل وقصور حیث قال کل موضع لو اقر لزمہ
اذا انکر یستحلف الا فی ثلاث. اور خانیہ کے اکتیس مسائل سے معلوم ہوگیا کہ جو خلاصہ میں ہے اسمیں تساہل و قصور ہے اسواسطے کہ صاحب خلاصہ نے کہا کہ جس موضع میں اگر شخص اقرار کرے تو اقرار
اوسکو لازم ہوجاوے جب اوسکا انکار کرے تو اوس سے قسم لیجائیگی مگر مسائل ثلثہ میں باوجود انکار کے قسم نہیں ہے قصور یہ ہے کہ صاحب خلاصہ نے فقط تین ہی صورتوں کو مستثنی کیا باوجود
کثرت مسائل مذکورہ کے آگے مسائل ثلثہ کا بیان ہے منہا الوکیل بالشراء اذا وجد بالمشتری عیبا فاراد ان یردہ بالعیب ولہ ارادالبائع ان یحلفہ باللہ ما یعلم
ان الموکل رضی بالعیب لا یحلف فاذا اقر الوکیل لزمہ ذلک ویبطل حق الرد پہلا مسئلہ منجملہ مسائل ثلثہ کے یہ ہے کہ خرید کے وکیل نے مول لی چیز میں
عیب پایا سو ارادہ کیا کہ اوسکو بسبب عیب کے پھیر دے اور بائع نے ارادہ کیا کہ اوس سے قسم لے اللہ کی کہ وہ نہیں جانتا ہے کہ اوسکا موکل عیب سے راضی ہوگیا ہے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی
پھر اگر وکیل نے رضا موکل کا اقرار کرے تو اوسکو بیع لازم ہوجاویگی اور پھیر دینے کا حق باطل ہو بعینہ خانیہ کا ۲۶ مسئلہ ہے الثانیۃ لو ادعی علی الآمر رضاہ لا یحلف وان
اقر لزمہ ۲ مسئلہ اگر مدعی امر کرنیوالے پر دعوی کرے مامور کی رضامندی کا تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر اقرار کرے تو اوسپر لازم ہوجائیگی ضمیر رضاہ کی مامور کیطرف راجع ہے

چنانچہ اسکے موافق ترجمہ ہوچکا اور احتمال ہے کہ آمر کیطرف راجع ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مدعی رضائے آمر کا دعوی کرے اور ایک نسخہ میں یون ہے کہ لوادعی الآمر رضاہ یعنی اگر
آمر نے یہ مامور کا دعوی کرے یعنی مامور عیب سے راضی ہوگیا غرض اوسکی یہ کہ مامور پر الزام آوے کذا فی الطحطاوی الثالثة الوکیل بقبض الدین اذا ادعی المدیون
ان الموکل ابرأہ عن الدین وطلب یمین الوکیل علی العلم لا یحلف ولو اقر لزمہ انتہی سوم قبض دین کے وکیل سے مدیون نے دعوی کیا کہ موکل نے اوسکو دین چھوڑ دیا اور
اوسنے وکیل سے قسم طلب کی تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی اور اگر وکیل اقرار کرے ابراء دین کا تو اوسکو اقرار لازم ہوا انتہی مافی الخلاصة صم اقرار لازم ہو یعنی وکیل کو مقتضائے اقرار یعنی
ترک مخاصمت مدیون کے ساتھ لازم آوے اور یہ مطلب نہیں کہ اوسکے موکل پر وکیل کا اقرار لازم آوے وزدت علی الواحد والثلاثین السابقة البائع اذا انکر
قیام العیب للحال لا یحلف عند الامام ولو اقر بہ لزمہ کما فی خیار العیب صاحب بحر الرائق نے کہا اکتیس مسائل سابقہ پر مین نے یہ مسائل زیادہ کیے اول یہ کہ بائع
جب قیام عیب فی الحال کا انکار کرے تو اوس سے قسم نہ لیجائیگی امام کے نزدیک اور اگر وہ اقرار کرے عیب کا تو اوسکو لازم ہو چنانچہ مذکور ہو چکا خیار العیب مین صم صورت اوسکی
یہ ہے کہ مشتری نے دعوی کیا مثلاً غلام فراش پر پیشاب کر دیتا ہے اور بائع اسکا منکر ہے تو اوس سے قسم نہ آویگی والشاهد اذا انکر رجوعہ لا یستحلف ولو اقر بہ
ضمن ما تلف بہا اور شاہد جب انکار رجوع عن الشہادة کا انکار کرے تو قسم نہ لیجائیگی اور اگر رجوع کا اقرار کرے تو ضامن ہوگا اوس مال کا جو اوسکی گواہی سے تلف ہوگیا والسارق
اذا انکرها لا یستحلف للقطع ولو اقر بہا قطع وذکر الاسبیجابی ولا یحلف الاب فی مال الصبی ولا الوصی فی مال الیتیم ولا المتولی للمسجد
والاوقاف الا اذا ادعی علیہم العقد فیحلفون حینئذ انتہی [illegible] اور چور بھی کا انکار کرے تو قطع کے واسطے قسم نہ لیجائیگی یعنی [illegible] اور اسبیجابی نے
لیجائیگی کذا فی الطحطاوی اور اگر وہ [illegible] کیا جائیگا اور اسبیجابی نے ذکر کیا کہ قسم نہ لیجاویگی باپ سے صغیر کے مال میں [illegible]
اوقاف و[illegible] کو متولی [illegible] [illegible] [illegible] کا دعوی ہو تو [illegible]
ان پر [illegible] وقف [illegible] عقد اجارہ کا کوئی دعوی کرے اور وہ منکر ہو تو اوس سے قسم لیجائیگی قلت وزدت علی ما ذکرہ مسائل [illegible]
[illegible] چند مسائل زیادہ کیے جو بحر الرائق کو نہ ملے [illegible] الاولی [illegible] شیئا واراد استحلافہ فقال [illegible] الصغیر
فلا یحلف وفی فتاوی الفضلی علیہ الیمین فی قولہم جمیعا فاذا استحلف فنکل والمدعی ارض یقضی بالارض للمدعی ثم ینتظر بلوغ الصغیر
ان صدق المدعی کان کما قال وان کذبہ ضمن الوالد قیمة الارض وتسلم الارض الی المدعی وتدفع للصبی وهذا بمنزلة ما لو اقر
لغائب لم یظہر مجحودہ ولا تحصل بقیہ لا تسقط عنہ الیمین فکذلک هنا قلت وعلی الاول رجوع هذا الی قول المصنف ولا یمین الا فی مال الصغیر لانہ
لما اقر لیدلا للصغیر ظہر انہ من مالہ وفیہ تأمل پہلا مسئلہ تنویر الابصار کا یہ ہے کہ اگر دعوی کیا ایک مرد نے کسی چیز کا اور مدعی علیہ سے قسم لینا چاہا تو مدعی علیہ نے کہا کہ وہ چیز میری نہیں
بیٹی کی ہے تو قسم نہ لیجائیگی ورفتاوی فضلی میں ہے کہ اوسپر قسم ہے سبکے قول میں پھر جب اوس سے قسم طلب کی سو اوسنے قسم کھانے سے انکار کیا اور جس کا دعوی ہے وہ زمین ہے تو زمین مدعی کو دلائی جائیگی
پھر صغیر کے بالغ ہونیکا انتظار کیا جائیگا اگر بعد بالغ ہونیکے صغیر نے مدعی کی تصدیق کی تو ویسا ہی ہوگا جیسا اوسنے کہا اور اگر اوسنے مدعی کی تکذیب کی تو صغیر کا والد زمین کی قیمت کا ضامن
ہوگا مدعی کو کذا فی الحلبی اور زمین مدعی سے لیکے صغیر کو دیجائیگی اور یہ مسئلہ بمنزلہ اوسکے ہے کہ اگر مدعی علیہ نے اوس شخص غائب کیلیے اقرار کیا جسکی تصدیق و تکذیب ظاہر نہیں ہوئی تو مدعی علیہ سے قسم ساقط
نہوگی تو اوسیطرح یہاں اقرار صغیر میں بھی ساقط نہوگی شارح کہتا ہے میں کہتا ہوں اور قول اول کے موجب یعنی درصورت عدم حلف کے رجوع اس مسئلہ کا مصنف بحر الرائق کے اوس قول کیطرف
ہوگا کہ باپ پر صغیر کے مال میں قسم نہیں سو اسطرح کہ جب باپ نے صغیر کیواسطے اقرار کیا تو ظاہر ہوگیا کہ متنازعہ فیہ صغیر کے مال سے ہے اور اس میں تامل ہے کہا طحطاوی نے کہ شاید وجہ تامل کی
یہ ہو کہ صاحب بحر کا کلام اوس صورت میں ہے جب متحقق ہوجائے کہ وہ صغیر ہی کا مال ہے اور یہاں صغیر کا مال ہونا ثابت نہیں مگر باپ کے اقرار سے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید مدعی علیہ نے ابطال
دعوی مدعی کا حیلہ کیا ہو وهو الثانیة لو اشتری دارا فحضر الشفیع فانکر المشتری الشراء قال فی النوازل ولو ان رجلا اشتری دارا فحضر الشفیع
فانکر المشتری الشراء اوا قران الدار لابنہ الصغیر ولا بینة فلا یمین علی المشتری لانہ قد لزمہ الاقرار لابنہ فلا یجوز الاقرار لغیرہ بعد ذلک

۲ اگر خرید کیا ایک گھر کو سو شفیع حاضر ہوا تو مشتری نے خرید کا انکار کیا یا یہ اقرار کیا کہ گھر اوسکے صغیر بیٹے کا ہے اور شفیع کے پاس گواہ نہیں ہیں پس مشتری پر قسم نہیں ہے اسواسطے کہ اوسکا اقرار بیٹے کا
اقرار لازم ہوگیا تو جائز نہیں غیر ولد کیواسطے اقرار کرنا بعد اسکے ہم غیر ولد سے بالغ مراد ہے یعنی اگر قسم مشتری پر لازم ہوا اور شاید قسم سے انکار کرے تو وہ گھر شفیع کو دیا جاوے اور صغیر کی ملک
سے نکل جاوے الثالثة لو کان فی ید رجل غلام او جاریة او ثوب ادعاہ رجلان فقدماہ الی القاضی فاقر به لاحدهما ثم اراد الآخر تحلیفه فان ادعی
ملکا مرسلا او شراءه من جهته لم یکن له ان یحلفه فان ادعی علیه الغصب فله تحلیفه لانه لو اقر بالغصب یجب علیه الضمان کذا فی النوازل
۳ اگر ایک شخص کے پاس غلام یا لونڈی یا کپڑا ہے جسکا دو مردون نے دعوی کیا سو دونون معاملہ کو قاضی کے پاس لیگئے سو اوس نے ایک مدعی کیواسطے اقرار کیا پھر دوسرے نے اوس کی قسم لینے کا ارادہ کیا
سو اوس نے ملک مرسل یا اسکی خرید کرنیکا مدعاعلیہ سے دعوی کیا تو اوسکو قسم لینا جائز نہیں اور اگر اوسپر غصب کا دعوی کیا تو اوسکو قسم لینا جائز ہے اسواسطے کہ اگر مدعاعلیہ غصب کا اقرار کریگا تو اوسپر
ضمان واجب ہوگا کذا فی النوازل ہم اگر مدعی ثانی نے خرید کا اقرار کیا تو اوسپر ضمان اجنبی کا اسواسطے کہ چیز اوسکے ہاتھ سے نکل گئی دوسرے مشتری کو ملی اور اوسکا اقرار دوسرے مقر لہ کیواسطے
ہے کہ دوسرے مقر لہ قیمت پھیرلیگا اگر قیمت دینا ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ملک مرسل یہ ہے کہ جو ملک کا سبب بیان نہ ہو یعنی بسبب خرید یا ہبہ یا وراثت کے مالک ہوا اور یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کے
سولہوین مسئلہ سے فقط ملک مرسل کی قید زیادہ ہے الرابعة لو اشتری الاب لابنه الصغیر دارا ثم اختلف مع الشفیع فی مقدار الثمن فالقول
للاب بلا یمین کما فی کثیر من کتب المذهب ہم اگر خرید کیا باپ نے اپنے صغیر بیٹے کیواسطے ایک گھر پھر اختلاف ہوا شفیع کے ساتھ مقدار قیمت میں تو باپ ہی کا قول معتبر ہے بلا قسم جیسا کہ اکثر کتب
اہل مذہب میں بیان ہے یعنی قسم اسواسطے نہیں کہ باپ صغیر کے مال میں قسم نہیں کھاتا جیسا کہ مذکور ہوا الخامسة لو ادعی السارق انه استهلك المسروق ورب المسروق
انه قائم عنده فالقول للسارق ولا یمین علیه ۵ اگر سارق نے دعوی استہلاک مسروق کا کیا اور مسروق کا مالک مدعی ہے کہ وہ مال قائم ہے سارق کے پاس تو سارق ہی کا قول معتبر ہے اور
اوسپر قسم نہیں ہے یہ مسئلہ مفروض ہے سارق کے قطع ید کے بعد بقرینہ عبارت نوازل قال ابو اللیث فی النوازل وسئل ابو القاسم عن السارق اذا استهلك المسروق
بعد ما قطعت یده هل یضمن قال لا ویستوی حکمه فیما استهلکه قبل القطع و بعد القطع قیل له فان قال السارق قد هلك وقال صاحب المال
لم تستهلك وهو عندك قائم هل یحلف قال یجب ان یکون القول قول السارق ولا یمین علیه نقیہ ابو اللیث نے نوازل میں کہا کہ ابو القاسم سے سوال ہوا
سارق کا جسنے مال مسروق کو ہلاک کیا اپنے قطع ید کے بعد کیا اوسپر ضمان لازم آویگا جواب دیا کہ ضمان نہیں ہے سارق کا حکم یکسان ہے استہلاک مال میں قبل قطع ید اور بعد قطع ید کے
پھر اوس سے سوال ہوا اگر سارق کہے کہ مال ہلاک ہوا اور مالک مال کہے کہ تو نے اوسکو مستہلک نہیں کیا اور وہ تیرے پاس موجود ہے کیا سارق سے قسم لیجاویگی کہا ابو القاسم نے واجب ہے کہ سارق ہی
کا قول معتبر ہو بدون قسم کے ہم طحطاوی نے کہا یہاں ہلاک مال اور استہلاک کا حکم یکسان ہے السادسة اذا وهب الرجل شیئا واراد الرجوع فادعی الموهوب له
هلاك الموهوب فالقول قوله ولا یمین علیه کما فی الخانیة وغیرها ۶ جب ایک مرد نے کوئی چیز ہبہ کی اور ارادہ کیا پھیر لینے کا سو موہوب لہ نے موہوب کی ہلاکی کا دعوی کیا تو موہوب لہ
کا قول معتبر ہوگا اور اوسپر قسم نہیں کما فی الخانیة وغیرها السابعة ادعی علیه انك وصی فلان المیت فانکر لا یحلف ۷ مدعاعلیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانی میت کا وصی ہے
سو اوس نے انکار کیا تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی ہم یہ مسئلہ مکرر ہے خانیہ کی بارھوین مسئلہ کے ساتھ الثامنة ادعی علیه انك وکیل فلان فانکر انه وکیل فلان لا یحلف
کما فی البزازیة ۸ مدعاعلیہ پر دعوی ہوا کہ تو فلانے کا وکیل ہے سو اوس نے انکار کیا کہ میں فلانے کا وکیل نہیں ہوں تو اوس سے قسم نہ لیجاویگی اور یہ دونون مسئلے بزازیہ میں ہیں ہم یہ مسئلہ بھی خانیہ کے
چودھوین مسئلہ کے ساتھ مکرر ہے التاسعة قال الواهب شرطت العوض وقال الموهوب له لم تشترطه فالقول له بلا یمین ۹ واہب نے کہا کہ میں نے ہبہ بشرط عوض کے کیا اور موہوب لہ
نے کہا کہ تو نے عوض شرط نہیں کیا تو موہوب لہ کا قول معتبر ہے بلا قسم اسواسطے کہ اصل ہبہ میں یہ ہے کہ بلا عوض ہو العاشرة اشتری العبد شیئا فقال البائع انت محجور فقال العبد
انا ماذون فالقول له بلا یمین ۱۰ غلام نے کوئی چیز خریدی سو بائع نے غلام سے کہا کہ تو محجور ہے یعنی مولی نے تجھکو تجارت کی اجازت نہیں دی سو غلام نے کہا میں ماذون
فی التجارة ہون تو غلام ہی کا قول معتبر ہوگا بلا قسم الحادیة عشرة اذا اشتری عبد من عبد فقال احدهما انا محجور وقال الآخر انا وانت ماذون
لنا فالقول له بلا یمین ۱۱ جبکہ ایک غلام نے دوسرے غلام سے کوئی چیز خریدی سو ایک غلام نے کہا کہ میں محجور ہون اور دوسرے غلام نے کہا کہ ہم دونون ماذون فی التجارة ہین تو مدعی

واختلف اصحابنا فیہ وتعارضت فیہ نصا ینفہم مصنف کو شیخ صالح ابن محمد بن عبد اللہ نے انہو اشباہ کو حاشیہ میں جسکا نام زواہر الجواہر فی تنویر علیہ الاشباہ والنظائر
کہا اور التنبیہ میں چند مسائل او رباقی ہیں جو میں نے انکو پڑھا یا ہے تا فائدہ پورا ہو جائی اور انکو تین قسم کیا ہی پہلی قسم وہ جسمین ہمارے مشائخ یعنی امام اور صاحبین مختلف نہیں ہیں اور دوسری
قسم وہ جسمین مختلف ہیں اور تیسری قسم وہ جو جسمیں امام سے روایت صریح نہیں اور ہمارے اصحاب یعنی مصنفین اہل مذہب مختلف ہیں اور انکی تصانیف اوسمین متعارض ہیں پس فصل القسم
الاول اذا باع دارا وقبضها المشتری ثم استحقت منه ونقض على البائع ردها فقضی علی البائع للمشتری برد مثلها او المبیع انکا کالاذرع
والبناء کقول عثمان البستی ثم رفع لقاض اخر ابطله والزم برد الثمن فقط الا ان یکون احدث بناء او غرسا فیلزمه بقیمة ذلك
مع الثمن سو قسم اول سی یہ مسئلہ ہی کہ جب ایک شخص نے گھر بیچا اور اوسپر مشتری نے قبضہ کیا اور وہ گھر مستحق اشعر ہوا … لیکن غیر بائع کا مملوک ثابت ہوا اور بائع پر اوسکا
پھیرنا استحقاق ہوا سو قاضی نے بائع پر مشتری کیواسطے ایسے دوسرے گھر ویسے کا حکم کیا جو اوسکی برابر ہو باعتبار مساکن … اور طول و عرض کی ناپ اور عمارت میں چنانچہ عثمان بستی کا
یہ مذہب ہے پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اوسنے اوسکو باطل کیا اور فقط قیمت پھیر دینا بائع پر لازم کردی مگر یہ کہ مشتری نے اوسمین کچھ عمارت بنائی ہو یا درخت لگایا ہو تو اوسکی
قیمت بھی گھر کی قیمت کے ساتھ لازم کریگا ومنه ما لو قضى ببطلان شفعة الشريك ثم رفع لقاض اخر فانه ینقضه لمخالفته للحدیث اور ازانجملہ
یہ کہ ایک قاضی نے شفعہ شریک کے ابطال کا حکم کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو اوسکو باطل کردیگا کیونکہ یہ حکم حدیث کے مخالف ہے ومنه المحدود فی قذف اذا قضى
بشهادته بعد التوبة ثم رفع لاخر لم یرد لان القاضی لا یرد لا نقضه اور ازانجملہ یہ کہ تہمت زنا کی حد پڑی جب کہ کسی چیز کا حکم کیا … بعد اوسکے ثابت ہونیکی گواہی سے پھر اوسکا مرافعہ
ہوا دوسرے قاضی کے پاس جسکا یہ مذہب ہے تو اوسکو باطل کرینگے ہم طحاوی نے کہا اور ایک نسخہ میں ہے … یعنی محدود فی القذف اپنی توبہ کر چکا بعد قاضی نے حکم
کیا ہو ومنه ما لو حکم اعمی ثم رفع لقاض اخر یرى نقضه لانه لیس من اهل الشهادة والقضاء فو تنفذه اور ازانجملہ یہ ہے اگر اندھا حکم کرے پھر اوسکا مرافعہ دوسرے
قاضی کی پاس ہو جو اوسکو جائز نہیں جانتا تو اوسکو باطل کردیگا اسواسطے کہ اندھا اور … گواہی دینے لائق شہادت کے نہیں … قاضی ہونا تو شہادت سے بھی بالاتر ہے …
مسلمون کی دلیل ہے ومنه اذا حکم بشهادة الصبیان ثم رفع لاخر نقضه لانه کالمجبور وکذا ما اذا الناس فی توقیعه اور ازانجملہ یہ کہ جب قاضی لڑکوں کی گواہی
حکم کرے پھر اوسکا دوسرے قاضی کی پاس مرافعہ ہو تو اوسکو باطل کریگا اسواسطے کہ مجبور کی مانند ہے اور اسیطرح وہ مسئلہ جبکہ سوتا آدمی … اپنی حالت میں … اور اوسپر کوئی
حکم کرے لازم الابطال ہے اگرچہ بعضون کے نزدیک شہادت اطفال معتبر ہے لیکن یہ مخالف نص قرآنی کے ہے لازم الابطال ہے قال اللہ تعالی واستشهدوا شهیدین من
رجالکم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ دو گواہ کرو اپنے مردوں میں سے یعنی مسلمانوں میں سے دو مرد گواہی میں … حالانکہ اطفال کو رجال نہیں بولتے ومنه الحکم بشهادة النساء
وحدهن فی شیاح الحمام و دفع لاخر لا یمضیه اور ازانجملہ حکم کرنا فقط عورتوں کی گواہی سے … زخموں میں حمام کے اندر اور اوسکا مرافعہ ہو دوسرے قاضی پاس تو اوسکو جاری نہ
بلکہ باطل کریگا اسواسطے کہ نص قرآنی کے مخالف ہے ومنه الحکم باجارة المدیون فی دینه لا ینفذ اور ازانجملہ حکم کرنا مدیون کے اجارہ پر اوسکے دین میں نافذ نہو گا ومنها نقض
بخط شهود اموات لا ینفذ اور ازانجملہ حکم کرنا مردہ گواہوں کی خط دیکھکر نافذ نہیں ومنه القضاء بجواز بیع الدراهم بالدنانير نسيئة اور ازانجملہ
حکم کرنا جواز بیع درہم کا دینار سے ادھار یعنی ایک شخص نے نقد دیا اور دوسرا شرفی دینے کا وعدہ کریا یا بالعکس واجب الابطال ہے اسواسطے کہ حدیث مشہور کے مخالف ہے ومنه القضاء
بشهادة اهل الذمة فی الاسفار فی الوصیة ثم دفع لمن لا یراه نقضه اور ازانجملہ حکم کرنا کفار ذمیون کی گواہی سے سفر اور وصیت میں پھر مرافعہ ہوا اوس قاضی کے
پاس جسکا یہ مذہب نہیں تو اوسکو باطل کریگا ومنه اذا قضى بشیٔ ثم دفع لاخر فنقضه ولم یبین وجه النقض امضى نقضه اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک قاضی نے کسی چیز کا
حکم کیا پھر اوسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا سو دوسرے حاکم نے اوسکو باطل کیا اور وجہ بطلان کو بیان نکیا تو حاکم ثانی کا حکم جاری رکھا جائیگا اسواسطے کہ صدور نقض میں اصل یہ ہے
کہ حلو وجہ السداد ہو کذا فی الطحطاوی ومنه اذا باع رجل من اخر عبدا او امة ومضى على ذلك مدة ثم ظهر فیه عیب لم یقر البائع به ولم تقم به
بینة بانه کان موجودا عنده فرده القاضی على البائع ثم دفع لحکم اخر فانه یبطل الرد ولعین للمشتری اور ازانجملہ یہ کہ ایک مرد نے دوسرے سے غلام یا لونڈی کو بیچا اور …

ط ایک نسخہ میں … بعد … [illegible] … ثابت کرے ۱۲

مدت گذر گئی پھر وہ مبیع اوسی عیب سے پھیرا جسکا بائع اقرار نہیں کرتا اور اوسپر گواہ بھی قائم نہیں کیے کہ وہ عیب بائع کے پاس تھا سو قاضی نے اوسکو بائع پر رد کیا پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے حاکم
کے پاس تو وہ اس پھیر دینے کو باطل کرے اور مشتری کے پاس اوسکو پھیر دے ومنه اذا حكم بتحريم بنت المرأة التي لم يدخل بها ثم رفع لحاكم آخر ابطل حكم
الاول لمخالفته لنص وربائبكم اللاتي في حجوركم الآية اور ازانجملہ یہ کہ ایک حاکم نے اوس عورت کی بیٹی کی تحریم کا حکم کیا جسے اوسکے زوج نے صحبت نہیں کی تھی پھر اوسکو
طلاق دی پھر اوسکا مرافعہ دوسرے حاکم کے ہوا تو حاکم اول کے حکم کو باطل کردے اسواسطے کہ تحریم اس نص قرآنی کے مخالف ہے اور حرام ہیں تمھاری بیبیاں جو تمھاری گود میں ہیں
تمھاری اون عورتوں سے جنسے تمنے صحبت کی سو اگر تمنے اون سے صحبت نکی تو تمپر کچھ گناہ نہیں ومن القسم الثاني اذا اختلف الصحابة على قولين ثم اجمع الذين
بعدهم على احد قوليهم فترك الآخر فحكم القاضي بالمتروك لم ينفذ عنده خلافا للثاني اور قسم ثانی یعنی جسمیں امام اور صاحبین مختلف ہیں یہ مسئلہ ہے کہ جب صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم مختلف ہوں دو قول پر پھر لوگوں نے اونکے ایک قول پر عمل کیا اور دوسرے قول کو چھوڑا اسوقت قاضی نے قول متروک پر حکم کیا تو امام کے نزدیک حاکم ثانی اسکو نہ توڑے بخلاف
ابو یوسف کے ومنه اذا وطئ ام امرأته وحكم ببقاء النكاح ثم رفع لآخر يرى خلافه لم يبطله ثم ان الزوج جاهلا فهو في سعة وان عالما
لا يحل له المقام معها لان القضاء لا يحل ولا يحرم خلافا لابي حنيفة اور ازانجملہ یہ کہ جب ایک شخص نے اپنی خوشدامن سے وطی کی یعنی زنا کیا اور حالانکہ
ہنوز منکوحہ سے قربت نہیں کی تھی کذا فی جامع الفصولین پھر قاضی نے بقاء نکاح منکوحہ کا حکم کیا پھر مرافعہ ہوا دوسرے حاکم کے پاس جو اوسکے مخالف اعتقاد رکھتا ہے
تو حاکم ثانی اسکو باطل نکرے پھر اگر زوج جاہل ہے تو وہ کشایش میں ہے یعنی منکوحہ کے پاس رہنا اوسکو جائز ہے اور اگر عالم ہے تو اوسکو منکوحہ کے پاس رہنا حلال نہیں اسواسطے کہ
قاضی کا حکم حرام کو حلال نہیں کردیتا اور نہ حلال کو حرام بخلاف امام اعظم کے کہ اونکے نزدیک بقاء نکاح کا حکم لازم ابطال ہے کذا فی الطحطاوی وذكر الحاكم
في المنتقى في رجل وطئ ام امرأته فقضى ان ذلك لا يحرمها ثم رفع لآخر فرق بينهما وذكر ذلك مطلقا فالظاهر ان ذلك مذهبه
او قول الامام المخالف لانه ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم اور حاکم نے اوس مرد کے حق میں فیصلہ کیا جسنے اپنی خوشدامن سے وطی کی پھر قاضی کا حکم ہوگیا کہ وہ وطی اوسکی منکوحہ کو حرام نہیں کرتی
پھر مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا وہ تفریق کردے زوجین میں یہ حاکم نے اوسکو مطلقا ذکر کیا بلا خلاف امام اور صاحبین کے تو ظاہر یہ ہے کہ تفریق حاکم کا مذہب ہے یا امام کا قول ہے
بسبب اسکے مخالف ہونیکے اس نص قرآنی کو کہ نہ نکاح کرو جو تمھارے باپوں نے نکاح کیا عورتوں سے اور نکاح سے یہاں وطی مراد ہے یعنی اون عورتوں سے قربت نکرو جنسے تمھارے باپوں
نے قربت کی ہے میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ کی اصل نہیں ہوسکتی بلکہ اوس مسئلہ کی اصل یہ ہے جسکو جامع الفصولین میں اسطرح ذکر کیا کہ اگر قاضی نے جواز نکاح مزنیہ اپنے باپ کا حکم کیا یا بیٹے کی مزنیہ کا حکم کیا یا
تو حکم نافذ ہوگا کہ اسکی حرمت کتاب اللہ میں منصوص ہے کذا فی الطحطاوی ومنه اذا قضى بخلاف مذهبه غلطا او وافق قول مجتهد ثم رفع لآخر نفذه عند الامام
وقالا لا ينفذه لانه غلط والغلط ليس بمجتهد فيه اور ازانجملہ جب کہ قاضی نے خلاف اپنے مذہب کے غلط حکم کیا اور کسی مجتہد کے قول کے موافق پڑگیا
پھر دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو وہ اوسکو جاری کرے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ اوسکو باطل کردے اسواسطے کہ وہ غلط ہے اور غلط مجتہد فیہ نہیں ہے
ہیں کہ قضا فی المجتہدات نافذ ہے سب علما کے نزدیک بالاجماع اور یہ ہے کہ قاضی عالم ہو موضع خلاف سے اور قول مخالف کو چھوڑ دے اور اپنے مذہب کے موافق حکم کرے
تا جمیع علما کے نزدیک باتفاق روایات صحیح ہو اور اگر قاضی کو موضع اجتہاد کا علم نہو تو اوسکی نفاذ حکم میں ہمارے علما سے دو روایتیں ہیں یعنی صحت اور عدم صحت اور اگر
قاضی مجتہد ہو سو اوسنے غیر مذہب پر سہوا حکم کیا تو امام کے نزدیک نافذ ہے اور اگر عمدا حکم کیا تو بھی بقول صحیح نافذ ہے اور صاحبین اور ائمہ ثلثہ نے کہا کہ نافذ نہیں ہے
اوسکا حکم اور صاحبین ہی کے قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام کے قول پر فتویٰ ہے کذا فی الطحطاوی ومنه المديون اذا حبس لا يكون حبسه حجرا عليه
وقال القاسم بن معن حجر فان حكم به ثم رفع لآخر نفذه وقالا لا ينفذ فان حكم الثاني به نفذ ولم ينقض اور ازانجملہ یہ کہ مدیون محبوس ہو اور اوسکا
حبس امام کے نزدیک اوسکے تصرفات کا مانع نہیں سو اگر قاضی نے اوسکی منع تصرف کا حکم کیا پھر اوسکا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو اوسکو باطل کردے
اور صاحبین نے کہا کہ وہ حکم نافذ ہے سو اگر دوسرے قاضی نے بھی پہلے قاضی کے موافق حکم کیا تو اب وہ حکم نافذ ہوگا اور باطل نہوگا یعنی باتفاق ومن القسم الثالث